تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد چہارم

حضرت امیر معاویہؓ تا سلیمان بن عبدالمالک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

نفیس اکیڈمی

اردو بازار کراچی

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد چہارم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ تک

حصہ اوّل

(۴۱ھ تا ۶۶ھ)

حضرت امام حسینؓ اور حکومتِ یزید کے تفصیلی حالات

ترجمہ: سید حیدر علی طباطبائی

حضرت امیر معاویہؓ کے بیس سالہ دورِ حکمرانی کے حالات، جب مسلمان فاتحین کابل اور افغانستان کو فتح کر کے درۂ خیبر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ افریقہ میں قیروان فتح ہوا اور تونس، سوڈان میں فتح و کامرانی کا پرچم لہرایا۔ یہ کشور کشائی و تمدن آفرینی کی حیرت انگیز تاریخ ہے۔ امیر معاویہؓ کی وفات کے سات ماہ بعد کربلا کا خونی واقعہ پیش آیا اور تاریخ اسلام کے صفحات پر خونِ شہادت کی مقدس مہر ثبت ہوئی۔

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک

کے

اردو ترجمہ کے جملہ حقوق قانونی اشاعت و طباعت دائمی
تصحیح و ترتیب و تبویب

چوھدری طارق اقبال گاھندری

مالک نفیس اکیڈمی۔ اُردو بازار کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب: ______ تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک
مصنف: ______ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
ناشر: ______ نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
طبع: ______ جدید کمپیوٹر ایڈیشن اپریل ۲۰۰۴ء
ایڈیشن: ______ آفسٹ

نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت

از

چوھدری محمّد اقبال سلیم گاھندری

ابو جعفر ابن جریر طبری کی مشہور و معروف تاریخ ''تاریخ امم والملوک'' کے اردو ترجمہ کی یہ چوتھی جلد پیش خدمت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس تاریخ سے قبل بھی اسلامی دور کی تاریخیں لکھی گئی ہیں مثلاً بلاذری' یعقوبی' ابن حبیب بغدادی اور علامہ ابن ہشام کا زمانہ ظاہر ہے کہ ان سے پہلے تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سے پہلے کی تاریخیں عمومی تاریخ اسلام نہیں ہیں۔ اس لیے ابن جریر کی اس تاریخ کو وہ ارفع مقام حاصل ہے جہاں اس کا کوئی مثیل نہیں۔

یہ چوتھی جلد جس زمانے کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے یہ اسلامی تاریخ کا اہم ترین دور ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے ہاتھ پر ۴۱ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے بیعت کر کے امت کی ایک خطرناک لڑائی کا خاتمہ کیا تھا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے اس دانشمندانہ اقدام نے امت کو تباہی سے بچا کر زمام اختیار ایسے مدبر اور ماہر سیاست کے ہاتھ میں دے دی جو نہ صرف اپنے وقت میں بے مثال صلاحیتوں کا مالک تھا بلکہ زمانہ مابعد میں بھی اس کا کوئی جواب پیدا نہ ہو سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جن بزرگوں کو براہِ راست تربیت حاصل ہوئی تھی ان میں سے آخری صاحبِ اقتدار صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند' اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ قابل اعتماد جنرل اور گورنر' سیاست و تدبر میں بے مثال' میدان جنگ کے بہترین سپاہی' اپنے زمانہ میں سب سے بہتر تمدن آفرین دماغ رکھنے والے بزرگ تھے۔

کسی قوم کا ابتدائی دور وسعت پذیری اور کشور کشائی کا دور ہوتا ہے اور دوسرا دور تمدن آفرینی اور تہذیب کا دور ہوتا ہے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ پہلے دور کا انتہائی کمال کا زمانہ ہے جب کہ مسلمان فاتحین ۴۴ھ میں کابل اور افغانستان کو فتح کر کے درہ خیبر تک پہنچ گئے تھے۔ بلوچستان کا اکثر حصہ ان کے زیر نگیں تھا' افریقہ میں قیروان فتح ہوا تونس کی فتح کی تکمیل ہوئی' سوڈان فتح ہوا مسلمانوں کا پہلا بحری بیڑہ اور بحری فوج تیار ہوئی اس بحری بیڑے نے فلنا سا سے چل کر قبرص پر قبضہ کر لیا۔ یہ پہلا بحری بیڑہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا۔ دوسری طرف تمدن آفرینی دیکھئے خط دیوانی انھیں کی ایجاد ہے' مرکزی سکریٹریٹ کی تنظیم انہی نے کی' آبپاشی کی نہریں انھیں نے کھدوائیں' ڈاک خانے انھیں نے قائم کیے' سب سے پہلا رہائشی ہسپتال انہی نے بنایا' ایک

متمدن قوم کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان سب کی تکمیل کی۔

تاریخ کا یہ حصہ اسی دور کے حالات پر مشتمل ہے' ۶۰ ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے سات ماہ بعد تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ مشہور اور دردناک حادثہ' حادثہ کربلا پیش آیا۔ یہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا تو بڑا اچھا ہوتا' لیکن تاریخ کا دھارا کبھی کبھی انسانی ہاتھوں سے باہر نکل جاتا ہے' یہودیوں کی وہ سازش جو آج بھی فلسطین میں بیٹھ کر سارے ہی مسلمانوں کا خون بہا دینا چاہتی ہے وہ اس وقت بھی غافل نہ تھی اس کے بعد اس آگ کو وہ اتنی ہوا دیتے رہے کہ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقدس خون سے بھی یہ آگ نہ بجھ سکی۔

عام طور پر لوگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفتوں کے جو قصے مشہور ہیں ان کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ہم کو یہ بات فراموش نہیں کر دینی چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مصاحب تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے فارس کے گورنر مقرر تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زیاد بن ابی سفیان پر پورا اعتماد تھا' اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سر دربار برا بھلا کہہ سکتے تھے اور ہمیشہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے موردِ الطاف رہے۔

نفیس اکیڈیمی اپنی ہمت و ذرائع کے پیش نظر تیزی سے تاریخ طبری کا مکمل سیٹ شائع کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ مگر ایک مجبوری در پیش یہ ہے کہ مترجمین نے ۱۴ھ سے لے کر ۴۰ تک کے واقعات جو عربی کے سات سو صفحات پر مشتمل ہیں ان کا اردو ترجمہ ہی نہیں کیا۔ تاریخ طبری حصہ سوم (خلافت راشدہ حصہ دوم) کا ترجمہ جلد از جلد ہونے پر بھی چھ ماہ کی مدت ضرور لگے گی۔ اگر حصہ سوم کے انتظار میں بقیہ حصوں کی اشاعت روک دی جاتی ہے تو ناظرین کو بڑا سوہان ہوتا۔ اس لیے تیسرے حصہ کا انتظار کیے بغیر کتاب شائع ہوتی رہے گی اور جیسے ہی تیسرے حصے کا ترجمہ ہو جائے گا سب سے پہلے اس کی اشاعت عمل میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

خدائے برتر و اعلیٰ کے فضل و کرم سے تاریخ طبری اب مکمل گیارہ حصوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں خلافت راشدہ حصہ دوم کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

فہرست موضوعات

باب ۱۱

☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ۱

امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

بیعت امام حسن رضی اللہ عنہ:

۴۰ھ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے خلافت کی بیعت ہوئی' سب سے پہلے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر بیعت کی کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے' میں آپ سے خدائے عزوجل کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور مفسدوں سے جنگ کرنے پر بیعت کرتا ہوں' حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی کتاب اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت پر کہ یہی سب شرطوں پر شامل ہے۔ قیس رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی اور کچھ نہ کہا پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

علی رضی اللہ عنہ نے مقدمہ لشکر اہل عراق پر جو آذربائیجان واصفہان سے تعلق رکھتا تھا اور اس خاص لشکر پر جو عرب نے ترتیب دیا تھا اور شمار میں چالیس ہزار تھے جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے مرنے پر بیعت کی تھی قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو رئیس مقرر کیا تھا اور قیس اس مہم کو ٹالتے رہے[1] اسی اثناء میں علی رضی اللہ عنہ کا قتل واقع ہوا اور اہل عراق نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مقرر کیا۔ حسن رضی اللہ عنہ جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جو کچھ ممکن ہو سکے اپنی ذات کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ سے لے کر جماعت میں شامل ہو جائیں وہ سمجھتے تھے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ میری رائے سے اتفاق نہ کریں گے اس لیے ان کو معزول[2] کر کے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر لشکر مقرر کیا۔ ابن

---

[1] مترجم صاحب نے لکھا ہے ''اور قیس اس مہم کو ٹالتے رہے'' اس مقام پر طبری کے الفاظ و لـم يـزل قيس يداری ذالك البعث. اگر فی الواقع حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ اس مہم کو ٹالنا چاہتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی رائے کو جو صلح کر لینے کی تھی ان سے پوشیدہ نہ رکھتے لغت میں ورء کے معنی دور کرنا' دفع کرنا آئے ہیں اور اسی معنی کو مترجم صاحب نے لیا ہے اور نیز وریء اور وورائے' آگاہ کرنا' با یکدیگر نرمی (مداراۃ) کرنے کے معنی میں بھی مستعمل ہوا ہے اور بعث کے معنی بھیجنے کے بھی ہیں اور لشکر کے بھی ہیں۔ اس قصے کے متعلق جو واقعات آئندہ بیان ہوئے ہیں' بلحاظ اس کے یہاں صحیح معنی معلوم ہوتے ہیں کہ قیس اہل لشکر کے ساتھ مداراۃ اور ان کو چلنے پر آمادہ کر رہے تھے۔ ناظر مذہبی

ے حضرت قیس رضی اللہ عنہ موقع و دولت کے منتظر تھے اور خود حضرت امیر زندہ تھے۔ (مترجم)

[2] تاریخ طبری جو لیدن میں طبع ہوئی اس میں ۳۶ھ کے واقعات اس وقت تک کے بیان ہوئے ہیں جب کہ جنگ جمل کے بعد تمام اہل بصرہ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر دوسرے جزو میں ۴۰ھ کے ان واقعات سے آغاز ہوا ہے جب کہ تمام اہل کوفہ ☜ ....

عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسن رضی اللہ عنہ اپنا بھلا چاہتے ہیں تو انہوں نے خط لکھ کر معاویہ رضی اللہ عنہ سے امان طلب کی اور جس قدر مال ان کے پاس تھا وہ اپنی ذات کے لیے مشروط کرنا چاہا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو منظور کر لیا۔

اہل عراق کی بدعہدی:

یہ بھی روایت ہے کہ بیعت خلافت کے بعد حسن رضی اللہ عنہ لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے مدائن میں آ کر ٹھہرے اور اپنے مقدمہ لشکر پر بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل شام کے ساتھ مقام مسکن میں منزل کی' حسن رضی اللہ عنہ ابھی مدائن میں تھے کہ کسی نے لشکر میں پکار کر کہا کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ مارے گئے اب بھاگو (سنتے ہی) لوگ بھاگ کھڑے ہوئے حسنؓ کے خیمہ کو لوٹ لیا یہاں تک کہ جس فرش پر بیٹھے ہوئے تھے اسے بھی گھسیٹ لیا۔ حسن رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور مدائن کے مقصورہ بیضا میں جا کر اُترے۔ انھیں دنوں میں سعد بن مسعود جو کہ مختار بن ابی عبیدہ کے چچا تھے مدائن کے حاکم تھے مختار نے ان سے کہا اور ابھی یہ ایک نوجوان لڑکا تھا کہ اگر تم کو مال و عزت کی خواہش ہے تو حسن رضی اللہ عنہ کو باندھ لو اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کے صلہ میں امان مانگ لو سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر حملہ کروں اور ان کو باندھ لوں کیا بدشخص ہے تو۔ حسن رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان کے کام میں تفرقہ پڑ گیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن عامر و عبدالرحمٰن بن سمرہ کو ان کے پاس روانہ کیا۔ دونوں شخص مدائن میں حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور جو کچھ وہ چاہتے تھے سب منظور کر لیا اور اس بات پر صلح کر لی کہ کوفہ کے بیت المال سے پچاس لاکھ علاوہ اور چیزوں کے جو حسن رضی اللہ عنہ لینا چاہتے ہیں لے لیں۔ پھر اہل عراق کے مجمع میں حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی کہا کہ اے اہل عراق میں نے تم لوگوں سے جو اپنی جان چھڑا لی اس کے تین سبب ہیں' میرے باپ کو تم نے قتل کیا' مجھ پر تم نے برچھی کا وار کیا اور میرے مال کو تم نے لوٹ لیا۔ حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے حسن رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو صلح کے لیے لکھ چکا اور امان مان لی یہ سن کر حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ

ل ......نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ درمیان کے چار سالوں کے واقعات متروک ہیں۔

علامہ ابن اثیر جزری نے اپنی تاریخ کامل میں ۴۰ھ کے واقعات میں ایک عنوان اس مضمون کا قائم کیا ہے۔ ''ذکر فراق ابن عباس البصرۃ'' اور اس میں لکھا ہے ''اسی سال عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے نکل گئے اور مکہ میں داخل ہو گئے۔ اکثر اہل سیر نے اسی بات کو اختیار کیا ہے لیکن بعضوں نے کہا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بصرہ کے حاکم رہے اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو صلح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کی اس میں وہ موجود تھے اور اس کے بعد مکہ کو چلے گئے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے' حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح میں جو موجود تھے وہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

اس مقام پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو لکھا گیا ہے ممکن ہے کہ طبری کے پاس یہی بات صحیح ہو اور ممکن ہے کہ طبری کے اس مطبوعہ نسخہ میں بجائے عبیداللہ کے عبداللہ غلط چھپ گیا ہو'' ناظر مذہبی

ے ابن اثیر نے بھی اس موقع پر عبداللہ کا نام لکھا ہے اور اس کے بعد کے واقعات جو طبری نے لکھے ہیں اس سے بھی عبداللہ کا کوفہ میں ہونا ظاہر ہے۔ (مترجم)

دیتا ہوں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات کی آپ تصدیق اور علی رضی اللہ عنہ کی بات کی تکذیب نہ کریں۔ حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خاموش میں اس باب میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی علیحدگی:

جب صلح ہوگئی تو حسن رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں اور قیس رضی اللہ عنہ اس وقت مقدمہ فوج میں بارہ ہزار رئیس تھے۔ قیس نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوکر یہ تقریر کی ''ایہا الناس یا تو امام ضلالتہ کی اطاعت اختیار کرو یا بغیر اس کے کہ امام تمہارے سر پر ہو جنگ کرو۔ سب نے کہا ہم کو امام ضلالتہ کی اطاعت منظور ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیعت کرلی۔ قیس ان لوگوں سے علیحدہ ہوگئے' معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کی شرطیں یہ تھیں' کہ حسن رضی اللہ عنہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ سب ان کو مل جائے اور علاقہ داراب جرد کا خراج ان کو ملا کرے اور ان کے سامنے کوئی علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم نہ کرے۔ غرض کوفہ کے بیت المال میں جو پچاس لاکھ تھے۔ وہ حسن رضی اللہ عنہ نے لے لیے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی جعلی تحریر:

جس سال علی رضی اللہ عنہ قتل ہوئے ہیں حج کے ایام جب آئے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک جعلی تحریر بنا کر لوگوں کے ساتھ ۴۰ھ کا حج کیا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس خوف سے کہ کہیں یہ حال نہ کھل جائے ترویہ کے دن عرفہ کیا۔ عرفہ کے دن تحریر کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مغیرہ کو خبر مل گئی تھی کہ عتبہ بن ابوسفیان والی حج مقرر ہوکر دوسری صبح کو آنے والے ہیں۔ اس سبب سے حج کے پورا کرنے میں مغیرہ رضی اللہ عنہ نے تعجیل کی۔

اسی سال مقام ایلیا میں بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت خلافت لی گئی اس سے پیشتر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام میں امیر کہتے تھے' اور علی رضی اللہ عنہ کو عراق میں امیر المومنین' جب علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہنے لگے

۴۱ھ کے واقعات

امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری:

اسی سال حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حکومت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں داخل ہو کر اہل کوفہ سے خلافت کی بیعت لی۔

اہل عراق نے جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے خلافت کی بیعت کی تو حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ شرط کی کہ تم لوگ میری بات کو سننا میری اطاعت کرنا ہیں جس سے صلح کروں اس سے صلح کرنا' میں جس سے جنگ کروں اس سے جنگ کرنا' اس شرط سے عراق والوں کے دلوں میں شک آ گیا۔ انھوں نے کہا' یہ شخص ہمارے کام کا نہیں ان کا ارادہ جنگ کرنے کا ہی نہیں ہے غرض حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ان پر برچھی کا وار کیا گیا جو اوچھا پڑا۔ اب ان لوگوں کی طرف سے ان کے دل میں بغض و دہشت زیادہ ہوگئی' انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی اور اپنے شرائط لکھ کر بھیجے کہ اگر تم انھیں منظور کر لو تو میں اطاعت کروں گا اور تم پر اس عہد کا وفا کرنا لازم ہوگا۔ یہ خط حسن رضی اللہ عنہ کا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کب پہنچا جب کہ خود معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر کر کے پہلے ہی حسن رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا تھا کہ اس کاغذ پر جو جو شرطیں تمہارا جی چاہے لکھ لو مجھے سب منظور ہیں۔ حسن رضی اللہ عنہ کو جب یہ مہری کاغذ پہنچا تو انھوں نے اس سے پہلے معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو شرطیں لکھی تھیں اس سے بھی چند در چند زیادہ شرائط اس کاغذ پر لکھے اور اپنے پاس اسی معاہدہ کو رکھ چھوڑا۔ ادھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کے پہلے شرائط کو رکھ لیا۔ جب حسن رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ میں ملاقات ہوئی تو حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے انھیں شرائط کے پورا کرنے کا سوال کیا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے مہری کاغذ پر لکھے ہوئے تھے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے منظور کرنے سے انکار کر دیا اور کہا جو تم نے پہلے شرائط کیے تھے جب تمہارا خط پہنچا میں نے اسی وقت منظور کر لیا تھا۔ حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تمہارا خط جب مجھے پہنچا میں نے اس پر شرائط کیے ہیں جن کا تم نے عہد کیا ہے۔

غرض اس باب میں دونوں میں اختلاف ہو گیا تو پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کی کسی شرط کو بھی پورا نہ کیا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تقریر:

کوفہ میں مجمع ہوا تو عمرو بن عاص نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حسن رضی اللہ عنہ سے کہو کہ انھیں تقریر کریں' معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی' پوچھا آخر تم کیا چاہتے ہو کہ وہ تقریر کریں عمرو نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ تقریر میں عاجز ہیں۔ اس باب میں عمرو نے ایسا اصرار کیا کہ آخر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ماننا پڑا' معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجلس میں آ کر تقریر کی پھر ایک شخص کو حکم دیا۔ اس نے حسن رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا اُٹھیے اس مسجد میں تقریر کیجیے انھوں نے فوراً بلا تامل تشہد پڑھا اس کے بعد کہا ایھا الناس خدا نے ہم میں سے پہلے شخص کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اور ہم میں سے آخر شخص کے ذریعہ سے تم کو کشت و خون سے بچا لیا۔ اور سنو اس کی حکومت کی ایک مدت و میعاد ہے اور دنیا دست بدست (پھرا کرتی) ہے اور حق تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرما چکا ہے۔ وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ

فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ۔ کیا معلوم کہ وہ تمہاری آزمائش ہو اور ''چند دن کی آسائش'' اتنا ہی کہا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا بیٹھ جایئے اور عمرو پر معاویہ رضی اللہ عنہ کو غصہ ہی رہا کہ تمہاری رائے پر چلنے کا یہ انجام ہوا۔ اس کے بعد حسن رضی اللہ عنہ مدینہ چلے گئے کوفہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا داخلہ ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ کی پچیسویں تاریخ کو ہوا۔

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ میں صلح ہوگئی پہلے ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار تھا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اطاعت:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حسن رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ جب معلوم ہوا کہ وہ اپنے نفس کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ سے امان کے طالب ہیں تو انھوں نے اپنے نفس کے لیے امان مانگنے کو اور اس شرط کے قبول کرنے کو کہ ان کے پاس جو مال آ گیا ہے وہ انھیں کو مل جائے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی شرط کو منظور کر لیا اور ابن عامر کو بڑے لشکر کے ساتھ ان کے پاس روانہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما راتوں رات اس لشکر میں جا پہنچے اور وہیں منزل کی یہاں جس لشکر کے وہ سردار تھے اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بھی جس میں تھے اس لشکر کو بے سردار کے چھوڑ دیا۔ حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کے لیے شرائط کر کے معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ اس خاص لشکر کے لوگوں نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنا رئیس بنا لیا اور اہل لشکر و رئیس لشکر میں یہ عہد و پیمان ہو گیا کہ جب تک شیعہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کی جان و مال کے لیے جو ان کے ہاتھ آ گیا ہے شرط نہ کر لیں گے معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑتے رہیں گے۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی مصالحت:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن رضی اللہ عنہ کے کام سے اب اس شخص کے ساتھ چال کرنے کی مہلت پائی جس کا یہ رعب دل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس سے بڑھ کر کوئی ذوفنون نہ ہوگا اور چالیس ہزار کے لشکر کا سردار بھی ہے۔ معاویہ و عمرو رضی اللہ عنہما و اہل شام سب ان کے مقابل فروکش ہوئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ایلچی روانہ کیا کہ ان کو خوف خدا دلائے اور پوچھے کہ کس کے حکم سے تم لڑتے ہو جس کے تابع حکم تم تھے اس نے تو مجھ سے بیعت کر لی۔ قیس رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے دب جانا گوارا نہ کیا۔ یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک کاغذ پر مہر کر کے بھیج دیا اور کہا کہ جو کچھ تمہارا جی چاہے اس کاغذ پر لکھ لو مجھے سب منظور ہے عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا یہی کہ قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ رعایت نہ کرنا چاہیے۔ لڑنا ہی چاہیے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہوش کی خبر لو اتنے لوگوں کو ہم ہرگز قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ اتنے ہی اہل شام ان کے ہاتھوں سے نہ مارے جائیں۔ جن کے بعد زندگی بے لطف ہے قسم بخدا جب تک کچھ بھی چارہ کار ممکن ہے میں قیس سے کبھی نہ لڑوں گا معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ مہری کاغذ جب بھیجا تو قیس نے اپنے لیے اور شیعہ علی رضی اللہ عنہ کے لیے جو کچھ ان کے ہاتھوں سے قتل کا وقوع ہوا ہے یا جو مال ان کے ہاتھ لگا ہے ان میں امان طلب کی اور اس عہد نامہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے مال کی مطلق خواہش نہ کی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ان کی خواہش تھی سب منظور کی اور ان کے ساتھ کے لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلقہ اطاعت میں شامل ہو گئے۔ اس فتنہ و آشوب کے زمانے میں پانچ شخص بڑے پرفن مشہور تھے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ عرب کے بڑے ذوفنون معاویہ بن ابوسفیان و عمرو عاص و مغیرہ بن شعبہ و قیس بن سعد رضی اللہ عنہم ہیں اور مہاجرین میں عبداللہ بن بدیل خزاعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان میں سے قیس و ابن بدیل علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھے اور مغیرہ و عمرو و معاویہ رضی اللہ عنہم کی طرف تھے ہاں مغیرہؓ نے پہلے سب سے علیحدگی اختیار کر کے طائف میں اس وقت تک قیام کیا جب کہ حکمین مقرر کیے گئے اور پھر سب لوگ مقام اذرح میں جمع

دوسری یہ بھی روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں اسی سال ماہ ربیع الآخر میں صلح تکمیل کو پہنچی اور اسی سال غرہ جمادی الاولیٰ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا داخلہ کوفہ میں ہوا اور واقدی کا قول ہے کہ ربیع الآخر میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا داخلہ ہوا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی روانگی کوفہ:

صلح کے بعد مقام مسکن سے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنے حشم و خدم و ساز و سامان کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حسن رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے اور اب زخم بھی ان کا اچھا ہو گیا تھا تو مسجد کوفہ میں آئے اور کہا اہل کوفہ اپنے ہمسایہ اپنے مہمان اپنے نبیؐ کے اہل بیت کے بارے میں جس سے خدا نے نجاست کو دور کر دیا اور طیب و طاہر کیا۔ خوف خدا کرنا چاہیے۔ یہ سن کر لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اہل بصرہ حسن رضی اللہ عنہ کو خراج داراب جرد سے مانع ہوئے اور کہا کہ یہ ہمارا حق ہے۔ جب مدینہ کی طرف چلے تو قادسیہ کے لوگوں نے انھیں عرب کے ذلیل کرنے والے کہہ کر پکارا۔

خوارج اور اہل کوفہ کی لڑائی:

حسن رضی اللہ عنہ ابھی کوفہ سے روانہ نہیں ہوئے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا گزر مقام نخلیہ میں ہوا پانچ سو جرور یہ جو (علی رضی اللہ عنہ) سے علیحدہ ہو کر شہر روز میں مع فروہ بن نوفل اشجعی ٹھہرے ہوئے تھے ان سب نے کہا اب اس شخص سے ہمیں سابقہ پڑا ہے جس کے باب میں ہمیں کچھ شک بھی نہیں ہے چلو معاویہ رضی اللہ عنہ سے جہاد کرو۔ وہ سب کے سب بڑھے اور فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ ان کا رئیس تھا اور کوفہ میں داخل ہو گئے' معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلہ کے لیے اہل شام کے سواروں میں سے ایک دستہ روانہ کیا انھوں نے شام کے سواروں کو منتشر کر دیا۔ اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ قسم بخدا جب تک اپنے یہاں کی اس آفت کو دور نہ کرو گے تمہارے لیے میرے پاس امان نہیں ہے یہ سن کر اہل کوفہ نکلے اور خوارج سے جنگ کرنے لگے۔ خوارج نے ان سے کہا وائے ہو تم پر ہم سے تم کو کیا کام ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارا تمہارا دونوں کا دشمن ہے ہمیں اس سے لڑ لینے دو اگر ہم اس پر ظفر مند ہوئے تو ایک دشمن کے ہاتھ سے ہم نے تم کو بچا لیا اگر وہ ہم پر ظفر مند ہوا تو ہماری زحمت سے تم بچے۔ یہ سن کر اہل کوفہ نے کہا نہیں نہیں واللہ! ہم تم سے لڑیں گے' وہ کہنے لگے خدا ہمارے نہروان والے بھائیوں پر رحمت نازل کرے تم کو تو اے اہل کوفہ وہی خوب پہچانتے تھے اور فروہ بن نوفل جو قوم کا سردار تھا لڑائی میں مارا گیا تھا۔ اب ان لوگوں نے اپنا رئیس عبداللہ بن ابی الحوساطائی کو مقرر کر کے قتال کیا اور مارے گئے۔

امارت مصر پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمرو عاص کو حاکم مقرر کیا تھا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا کہ تم نے عبداللہ بن عمرو کو کوفہ میں اور عمرو کو مصر میں حاکم مقرر کیا ہے اب تم خود شیر کے ان دونوں جبڑوں کے درمیان آ گئے معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو معزول کر دیا اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم کوفہ مقرر کیا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو باتیں کی تھیں عمرو بن عاص کو معلوم ہو گئیں۔ عمرو نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے آ کر پوچھا کیا تم نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خراج پر مقرر کیا ہے کہا ہاں عمرو نے کہا مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خراج پر مقرر کیا ہے وہ مال مار ے گا اور پھر تم اس سے لے بھی نہ سکو گے خراج پر کسی ایسے کو مقرر کرو جس کو تمہارا خوف ہو' جس کے دل میں تمہاری ہیبت ہو جو تم سے ڈرتا ہو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خراج سے معزول کر کے نماز پر مقرر کر دیا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے عمرو سے ملاقات کی تو عمرو نے پوچھا' کیا تمہیں نے عبداللہ کے بارے میں امیر المومنین کو مشورہ دیا تھا جواب دیا کہ ہاں۔ کہا کہ یہ اسی کا بدلہ ہے۔ مجھے جو

روایت پہنچی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نہ کوفہ کی طرف گئے نہ وہاں سے آئے۔

بنی زیاد کی رہائی:

حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اوائل ۴۱ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب صلح کی تو حمران بن آبان نے بصرہ پر حملہ کیا اور قابض و متصرف ہو گیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ بنی قیس میں سے کوئی شخص وہاں بھیجا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے منع کیا کسی اور کو بھیجنا چاہیے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ارطاۃ کو روانہ کیا راوی کا خیال ہے کہ قتل بنی زیاد کا اسے حکم دیا تھا مسلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بسر نے زیاد کے بعض لڑکوں کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا تھا اس زمانہ میں زیاد ملک فارس میں تھا کردوں نے یہاں خروج کیا تھا اور علی رضی اللہ عنہ نے زیاد کو اس مہم پر روانہ کیا تھا زیاد فتح مند ہوا تھا اور اصطخر میں مقیم تھا۔ ابوبکرہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ جانے کے لیے سوار ہوئے اور بسر سے مہلت مانگی اس نے ایک ہفتہ کی مہلت آمد و رفت کے لیے منظور کی یہ ایک ہفتہ تک سفر میں رہے دو جانوران کی سواری میں مر گئے غرض معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس باب میں کہا سنا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لڑکوں کو جاں بخشی کی کہ بعض علماء نے مجھ سے بیان کیا کہ ساتویں دن کا آفتاب طلوع کر چکا تھا بسر نے زیاد کے لڑکوں کو بلوا لیا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے تو ان کو قتل کر ڈالے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ سب کی آنکھیں ابوبکرہ کے انتظار میں تھیں کہ دور سے دیکھا ابوبکرہ کسی اونٹ یا گھوڑے پر سوار اسے دوڑاتے چلے آ رہے ہیں اور جانور چلتا نہیں آخر اُتر پڑے اپنے کپڑوں سے اشارہ کیا اور تکبیر کہی اسے سن کر لوگوں نے بھی تکبیر کا شور بلند کیا۔ غرض پیادہ ہو کر بسر کے پاس ان لڑکوں کے قتل ہونے سے پہلے پہنچ گئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط اسے دیا۔ بسر نے سب کو رہا کر دیا۔

ابوبکرہ کی حق گوئی:

بسر نے بصرہ کے منبر پر خطبہ پڑھا اور علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کر کے کہنے لگا کہ میں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں تم میں سے جو شخص مجھے سچا سمجھتا ہے وہ میری تصدیق کرے اگر جھوٹا سمجھتا ہے تو تکذیب کرے۔ ابوبکرہ نے کہا ہم لوگ تجھے جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ بسر نے حکم دیا اور ان کے گلے میں پھانسی پڑ گئی۔ یہ دیکھ کر ابولولوۂ ضبی اٹھ کھڑا ہوا ابوبکرہ سے لپٹ گیا اور انھیں بچا لیا۔ ابوبکرہ نے اس کے صلہ میں سو جریب زمین اسے عطا کر دی۔ ابوبکرہ سے یہ پوچھا گیا۔ اس حرکت سے تمہارا کیا مطلب تھا۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم دے کر ہم سے وہ پوچھے اور ہم سچی بات نہ کہیں۔ بسر چھ مہینے بصرہ میں رہ کر چلا گیا یہ نہ معلوم ہوا کہ فوج کس کے حوالے کر گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زیاد سے مطالبہ زر:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو لکھا کہ ایک ولایت کا تو حاکم ہے تیرے ہاتھ میں جو مال ہے وہ مال اللہ میں سے ہے اسے ادا کر زیاد نے جواب دیا میرے پاس کچھ مال نہیں رہا جس موقع میں مناسب سمجھا میں نے صرف کر ڈالا۔ اور اس میں سے کچھ لوگوں کے پاس امانت رکھ دیا کہ وقت پر کام آئے اور جو کچھ بچا وہ امیر المومنین کو بھیج دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھا میرے پاس آ ہم دیکھیں تیرے کیا کیا اختیارات تھے اور تو نے کیا کیا کام کیے اگر حساب درست نکلا تو یہی مقصود ہے ورنہ تو اپنے ٹھکانے چلا جانا۔ زیاد معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نہ آیا تو بسر نے اس کے لڑکوں عبدالرحمٰن و عبیداللہ و عباد کہ یہی سب میں بڑے تھے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور زیاد کو لکھ بھیجا کہ امیر المومنین کے پاس چلا آ ورنہ میں تیرے لڑکوں کو قتل کر ڈالوں گا۔ زیاد نے جواب دیا کہ میں اپنی جگہ سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک کہ خدا میرے اور تیرے امیر کے درمیان انصاف کرے۔ میرے لڑکے جو تیرے قبضہ میں ہیں ان کو قتل کرے گا تو خدا کو

منہ دکھانا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان باز پرس اور روز حساب ہے وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ اور جو لوگ ظلم کرتے ہیں ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کس انقلاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اب بسر نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا ابوبکرہ نے اس سے آ کے کہا میرے اور میرے بھائی کے لڑکوں کو تو نے بے گناہ پکڑ لیا۔ حسن رضی اللہ عنہ نے تو معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر صلح کی ہے کہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ جہاں ہیں ان کے لیے امان ہے تجھے ان لڑکوں پر اور ان کے باپ پر ہاتھ ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے بسر نے کہا تیرے بھائی کے ذمے مال ہے کھا گیا دیتا نہیں۔ کہا اس کے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے خیر میرے بھتیجوں کو اتنی مہلت دے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا رقعہ ان کی رہائی کے لیے لے آؤں بسر نے کچھ دنوں کی مہلت دے کر کہا کہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کا رقعہ ان کی رہائی کے لیے تم نہ لائے تو میں انھیں قتل کر ڈالوں گا۔ یا یہ ہو کہ زیاد امیر المومنین کے پاس چلا آئے۔

آل زیاد کو امان:

ابوبکرہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ میں جب پہنچے ہیں تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں ابوبکرہ ملاقات کو آئے ہو یا مجھ سے کچھ کام ہے ابوبکرہ نے کہا جھوٹ کیوں کہوں میں تو کام سے آیا ہوں معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکرہ تم کامیاب ہو گئے ہم تمہاری بزرگی کو مانتے ہیں تم اس کے اہل ہو۔ کیا کام ہے تمہارا۔ ابوبکرہ نے کہا میرے بھائی زیاد کو امان دو اور بسر کے نام ایک رقعہ لکھ دو کہ اس کے لڑکوں کو رہا کر دے اور ان سے تعرض نہ کرے' معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا زیاد کے لڑکوں کے لیے جیسا تم چاہتے ہو لکھے دیتا ہوں لیکن زیاد کے پاس مسلمانوں کا مال ہے اسے ادا کر دے تو پھر ہمیں اس سے کوئی تعرض نہیں۔ ابوبکرہ نے کہا۔ امیر المومنین اس کے پاس کچھ ہے تو ان شاء اللہ آپ کو دے دینے میں تامل نہ کرے گا۔ معاویہ نے بسر کے نام یہ رقعہ لکھ کر ابوبکرہ کو دے دیا کہ ابوبکرہ کے لڑکوں میں سے کسی سے تعرض نہ کرے پھر کہا اے ابوبکرہ مجھے کچھ نصیحت کرتے ہو۔ کہا: ہاں! امیر المومنین میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے نفس پر اور اپنی رعایا پر نظر رکھنا کہ ایک امر بزرگ خلق خدا میں خدا کی خلافت کرنا تم نے اپنے سر لیا ہے تو خدا سے ڈرتے رہنا اس لیے کہ تمہارے لیے ایک حد مقرر ہے اس سے تم آگے نہیں بڑھ سکتے اور پیچھے تمہارے ایک وقت ہے کہ دوڑتا ہوا آ رہا ہے قریب ہے کہ مدت تمہاری پوری ہو جائے اور وقت آ پہنچے اور تم کو اس کے سامنے جانا پڑے۔ جو تمہارے حالات کی باز پرس کرے گا اور تم سے زیادہ تمہارے حالات کو جانتا ہے اسے حساب لینا ہے اور جتا دینا ہے کہ غرض خدائے عزوجل کی مرضی سے بڑھ کر کبھی کسی شے کو نہ سمجھنا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیاد کو دھمکی:

روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ جب ہوا معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو جب ہی ایک خط لکھا تھا اور اس میں دھمکی دی تھی۔ زیاد نے سب کے سامنے یہ تقریر کی کہ سرگروہ احزاب سرچشمہ نفاق پسر ہند جگر خوار سے تعجب ہوتا ہے کہ مجھے دھمکی لکھی ہے اور میرے اور اس کے درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ابن عم یعنی ابن عباس و حسن رضی اللہ عنہم ابھی موجود ہیں جن کے ساتھ نوے ہزار جانباز کاندھے پر تلواریں رکھے ہوئے جنگ سے منہ موڑنے والے نہیں مجھے موقع ملا تو ایک بڑے سخت کوش تلواریں مارنے والے سے اسے سابقہ پڑے گا زیاد اس وقت تک ملک فارس کا حاکم رہا ہے جب تک کہ حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح نہیں کر لی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا داخلہ کوفہ میں نہیں ہو گیا۔ اب زیاد ایک قلعہ میں بیٹھ رہا ہے جسے قلعہ زیاد کہتے ہیں۔

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو والی بصرہ اور ناظم حرب بحستان وخراسان مقرر کیا۔

عبداللہ بن عامر کا امارت بصرہ پر قبضہ

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ابی سفیان کو بصرہ پر روانہ کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ عبداللہ بن عامر نے یہ گفتگو کی کہ بصرہ میں میرا مال اور امانتیں ہیں۔ اگر مجھے وہاں نہ بھیجا جائے گا تو وہ ضائع ہو جائیں گی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں کو عامل بصرہ مقرر کر دیا اور بحستان اور خراسان کو بھی انہیں کے متعلق کیا اور یہ ۴۱ھ میں بصرہ میں داخل ہوئے' زید بن جبلہ نے چاہا کہ ریاست فوج ان کو ملے ابن عامر نے منظور نہ کیا اور حبیب بن شہاب شامی کو رئیس فوج مقرر کیا' یہاں قیس بن ہثیم سلمی کا نام بھی لیا جاتا ہے اور عمرو بن یثربی ضبی کے بھائی عمیرہ بن یثربی ضبی کو قاضی مقرر کیا۔ ابن عامر کے زمانہ حکومت میں یزید بن مالک باہلی نے جس کی ناک پر ایک ضرب کا نشان ہونے کے سبب سے عرب اسے خطیم کہا کرتے تھے سہم بن غالب ہجمی کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف میں خروج کیا۔ ان لوگوں کو پل پر پہنچ کر صبح ہوئی۔ پل کے پاس عبادہ بن قرص لیثی جو کہ بنی بجیر سے تھے اور شرف صحابیت بھی ان کو حاصل تھا' نماز پڑھ رہے تھے یہ اپنا مخالف سمجھے اور انھیں قتل کر ڈالا پھر ابن عامر سے امان مانگی۔ ابن عامر نے ان کو امان دے کر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے تمہاری طرف سے ان کو امان دے دی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ یہ ایسا عہد ہے کہ اگر تم نے توڑ ڈالا ہوتا تو تم سے باز پرس نہ ہوتی غرض ابن عامر کے معزول ہونے تک وہ سب لوگ امن وامان کے ساتھ رہے۔

اسی سال علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور واقدی کا قول ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے سے پہلے ہی ۴۰ میں پیدا ہوئے۔

اس سال حسب قول ابومعشر عتبہ بن ابوسفیان نے اور بروایت واقدی عنبہ بن ابوسفیان نے امارۃ حج کی ہے۔

باب۲

بغاوتِ خوارج

۴۲ھ کے واقعات

والی مدینہ مروان بن حکم:

اس سال مسلمانوں نے لان اور روم سے جہاد کیا اور ان کو شکست فاش دی اور بطریقوں کی ایک جماعت کو قتل کیا کہا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف اسی سال پیدا ہوا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سال مروان بن الحکم کو والی مدینہ مقرر کیا اور مروان نے عبداللہ بن حارث بن نوفل کو قاضی مقرر کیا اور مکہ پر معاویہ نے خالد بن عاص بن ہشام کو مقرر کیا کوفہ کے حاکم اسی زمانے میں معاویہ کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے اور شریح قاضی تھے، اور بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر اور منصب قضا پر عمرو بن یثربی تھے، خراسان پر ابن عامر کی طرف سے قیس بن ہیثم تھے قیس نے خراسان میں دو برس حکومت کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت حاصل ہوا تو قیس کو خراسان پر روانہ کر دیا تھا اس کے بعد خراسان کو عامر کے ماتحت کر دیا، ابن عامر نے قیس کو اسی خدمت پر بحال رکھا۔

اس سال نہروان کے بقیۃ السیف یا زخمیوں میں سے جو خوارج بچ رہے تھے اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کو معاف کر دیا تھا حرکت میں آئے۔

شہادت علی رضی اللہ عنہ پر خوارج کا اظہار مسرت:

حیان بن ظبیان سلمی خارجی نہروان کے چار سو زخمیوں میں تھا جن لوگوں کو علی رضی اللہ عنہ نے معاف کر دیا تھا کوئی مہینہ بھر وہ اپنے اہل وعیال میں رہا پھر کچھ اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ رے کی طرف چلا گیا اور سب نے وہیں قیام کیا، اس زمانہ تک کہ علی کرم اللہ وجہہ کے قتل کی خبر اسے پہنچی اس نے ان سب لوگوں کو جمع کیا جو بیس سے بھی کم تھے اور انھیں میں سالم بن ربیعہ عبسی بھی تھا اور حمد و ثنائے خدا کے بعد کہا اے برادران اسلامی مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارا بھائی ابن ملجم مرادی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے صبح کے دھندلکے میں آستانہ مسجد جماعہ کے مقابل آ کر بیٹھا اور ان کے نکلنے کے انتظار میں وہیں ٹھہرا رہا جب نماز صبح کی اقامت شروع ہوئی تو وہ اس کی طرف سے نکلے اور اس نے حملہ کر دیا اور ان کے سر پر تلوار کا وار کیا پس دو دن زندہ رہے اور مر گئے یہ سن کر سالم بن ربیعہ عبسی نے کہا خدا نہ قطع کرے اس ہاتھ کو جس نے ان کے سر تلوار لگائی اور سب لوگ قتل علی رضی اللہ عنہ کی خبر سن کر شکر خدا بجا لائے (خدا ان لوگوں کو اپنی رحمت و رضوان سے دور رکھے) نصر بن صالح کہتے ہیں کہ مصعب بن زبیر کی امارۃ میں میں نے سالم بن ربیعہ سے پوچھا کہ تم نے علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمہ کہا تھا اس نے مجھ سے اقرار کیا اور یہ کہا کہ ایک زمانہ تک مجھے خوارج کی رائے سے اتفاق تھا پھر میں نے ترک کیا۔ نصر کہتے ہیں ہم یہی سمجھتے تھے کہ اس نے اس عقیدہ کو ترک کر دیا اور جب اس بات کا ذکر کوئی اس کے سامنے کرتا تھا تو اسے ناگوار گزرتا تھا۔

حیان بن ظبیان

غرض اس کے بعد حیان بن ظبیان نے اپنے اصحاب سے کہا کہ قسم بخدا کوئی ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں۔ راتیں اور دن برس اور مہینے ابن آدم پر گزرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے موت کا ذائقہ چکھاتے ہیں اور وہ اپنے نیک بھائیوں سے مفارقت کرتا ہے اور اسے دنیا کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ جس کے چھوڑنے پر وہی لوگ روتے ہوں گے جو دل کے بودے ہیں اور یہ دنیا جس کے پاس آتی ہے ہمیشہ اسے رنج وغم دے کر ضرر پہنچاتی ہے۔ خدا تم پر رحم کرے اب اپنے وطن کی طرف پلٹ چلو' وہاں اپنے بھائیوں سے ملیں گے اور ان کو امر المعروف ونہی عن المنکر اور احزاب سے جہاد کرنے کی دعوت دیں گے۔ اب ترک جہاد میں ہمارے لیے کوئی عذر نہیں ہے۔ ہمارے حکام ظالم ہیں۔ ہدایت کی رسم اٹھ گئی ہے ان سے ہم کو قصاص لینا چاہیے جنھوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے وہ اپنی اپنی جگہ بے خطر بیٹھے ہیں۔ اگر خدا نے ان پر ہمیں فتح یاب کیا تو ہم وہ راہ اختیار کریں گے جو زیادہ تر پسندیدہ اور ہدایت واستقامت والی ہے اور اس سے بحکم خدا مومنین کے دل ٹھنڈے ہوں گے اور اگر ہم سب قتل ہو گئے تو ظالموں کے ہاتھ سے چھٹکارا پانے میں ہمارے لیے راحت ہے اور اپنے بزرگوں کی پیروی بھی ہے۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ ہم سب کا وہی قول ہے جو تو نے کہا اور جو رائے تو نے دی ہم سب اس کی ستائش کرتے ہیں ہمارے وطن میں ہمیں لے کر چل ہم تیری ہدایت اور تیرے حکم پر چلنے کو تیار ہیں۔

حیان بن ظبیان کی روانگی کوفہ:

ابن ظبیان سب کو ساتھ لیے ہوئے کوفہ کی طرف اس مضمون کے شعر پڑھتا ہوا بڑھا:

''دوستو! نہر پر جو لوگ قتل ہو گئے ان کے بعد نہ میرے دل کو صبر ہے نہ قرار ہے نہ اس کے سوا کچھ خواہش ہے کہ لشکر عظیم کو ساتھ لیے ہوئے کوچ پر کوچ کروں۔ اللہ کی طرف ہم لوگوں کو بلائیں اور اللہ کی راہ میں قطع مسافت کریں۔ قسطانہ رے سے میرا خچر گزر جائے تو پھر میں کبھی ادھر کا رخ نہ کروں گا، دوستو میں تمھیں رسوا نہ کروں گا اگر چہ میری نصرت کرنے والے قریب ہے کہ تھوڑے ہی سے ہوں جو میرے ساتھ چلیں گے ان کو لے کر میں جاؤں گا۔''

غرض کوفہ میں پہنچ گیا اور معاویہ کے آنے تک یہاں رہا جب کہ معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو والی کوفہ کر کے بھیجا مغیرہ نے یہاں امن کے ساتھ رہنا چاہا لوگوں سے اچھا سلوک کیا اور اہل ہوا و ہوس کی بھی کچھ تفتیش نہ کی لوگ آ آ کر خبر دیتے تھے کہ فلاں عقیدہ شیعہ رکھتا ہے فلاں عقیدہ خوارج رکھتا ہے سب کو یہی جواب ملتا تھا کہ خدا کو یہی منظور ہے کہ ان میں اختلاف رہے اب خدا ہی اپنے بندوں کا جن باتوں میں اختلاف کر رہے ہیں فیصلہ کر دے گا، غرض مغیرہ کی طرف سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا تھا۔ خوارج ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اور اپنے نہروان والے بھائیوں کو یاد کیا کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ بیٹھے رہنے میں ظلم وخیانت ہے، اور اہل قبلہ سے جہاد کرنے میں اجر وفضیلت ہے۔

خوارج کی تین اہم شخصیتیں:

مغیرہ کے زمانے میں خوارج تین شخصوں سے رجوع کرتے تھے۔ مستورد بن علفہ تیمی ربابی۔ حیان بن ظبیان سلمی۔ معاذ بن جوین بن حصین طائی سبسی۔ یہ شخص زید بن حصین کا ابن عم تھا۔ زید ان لوگوں میں ہے جن کو علی رضی اللہ عنہ نے نہروان میں قتل کیا اور یہ معاذ خوارج کے ان چار سو زخمیوں میں کا ہے جن کو علی رضی اللہ عنہ نے عفو کر دیا تھا۔ یہ سب کے سب حیان بن ظبیان کے گھر میں جمع ہوئے اور یہ مشورہ کرنے لگے کہ اپنا رئیس کسے مقرر کریں۔ مستورد نے کہا کہ اے مسلمین اے مومنین جیسا تم چاہتے ہو خدا ویسا ہی کرے اور مکروہات کو تم سے دور رکھے جس کو چاہو اپنا رئیس بنا لو قسم ہے اس خدا کی جو آنکھ کے اشارے اور دل کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے تم میں سے کوئی بھی میرا رئیس ہے مجھے ذرا دریغ نہ ہوگا۔ ہم کو دنیا کی عزت کی پرواہ نہیں ہے نہ دنیا میں باقی رہنے کی کوئی سبیل ہے جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے اس کے سوا ہم کچھ نہیں چاہتے۔ حیان بن ظبیان نے کہا مجھ سے پوچھتے ہو تو مجھے ریاست کی خواہش نہیں میں تم کو اور ہر شخص کو اپنے بھائیوں میں سے پسند کرتا ہوں۔ غور کرو تم اپنے میں سے کس شخص کے لیے چاہتے ہو اس کا نام لو سب سے پہلے میں اس سے بیعت کروں گا۔ معاذ بن جوین یہ سن کر بولا جب تم دونوں جو کہ صلاح و دین ورتبہ میں ساوات اہل اسلام میں ہو اور علو نسب رکھتے ہو یہ بات کہتے ہو پھر کون مسلمانوں کی سرداری کرے گا۔ ہر شخص تو اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جب سب لوگ رتبہ میں برابر ہیں تو چاہیے کہ مسلمانوں کی ریاست وہ کرے جو معاملہ و جنگ میں زیادہ بصیرت رکھتا ہو امور دین میں افقہ ہو اور اس بوجھ کے اٹھانے کی سب سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہو اور تم دونوں بحمد اللہ اس کام کے لیے سزاوار ہو تمھیں دونوں میں سے کوئی اس کام کو اپنے ذمہ لے۔ ان دونوں نے کہا تم اپنے ذمہ اس کام کو لو ہم نے تم کو انتخاب کیا الحمد اللہ کہ تم اپنے دین اور اپنی رائے میں کامل ہو۔ معاذ نے کہا تم دونوں سن میں مجھ سے بڑے ہو چاہیے کہ تمھیں میں سے کوئی اس کام کو اختیار کرے۔

مستورد بن علفہ کا انتخاب:

یہ سن کر خوارج میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ تم تین شخصوں کو ہم پسند کرتے ہیں۔ جس کو تم چاہو رئیس مقرر کر دو تم تینوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اپنے ساتھ والے سے یہ نہ کہا ہو کہ ''تم اس کام کو اپنے ذمہ لو میں تمھیں انتخاب کرتا ہوں اور خود مجھے اس کی خواہش نہیں ہے'' جب یہ بحث زیادہ بڑھ گئی تو حیان بن ظبیان نے مستورد سے کہا کہ معاذ بن جوین نے مجھ سے اور تم سے کہا ہے تم دونوں پر میں رئیس نہیں ہو سکتا اس سبب سے کہ دونوں مجھ سے سن میں بڑے ہو۔ یہی قول میرا ہے کہ تمھارے ہوتے میں رئیس نہیں ہو سکتا اس سبب سے کہ تم مجھ سے بھی سن میں بڑے ہو' اپنا ہاتھ لاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں۔ مستورد نے ہاتھ اپنا بڑھایا ابن ظبیان نے اس سے بیعت کی پھر معاذ بن جوین نے بیعت کی پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔ یہ واقعہ جمادی الآخری میں ہوا' پھر سب نے وعدہ کیا کہ سامان کریں اور آمادہ و مستعد رہیں اور غرۂ شعبان ۴۳ھ میں خروج کریں پھر وہ اپنے ساز و سامان میں مصروف ہو گئے۔

بسر بن ارطاۃ کا دورہ مکہ و یمن:

اسی سال بسر بن ارطاۃ نے مدینہ مکہ یمن کا دورہ کیا اور مسلمانوں میں سے جسے چاہا قتل کیا۔ مدینہ میں مہینہ بھر تک لوگوں کے

ستانے کو ٹھہرا رہا۔ جس جس کی نسبت یہ سنا کہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں اس نے بھی اعانت کی ہے اسے قتل کیا۔ بعض لوگ اس باب میں اختلاف کرتے ہیں کہ اس سال کا یہ واقعہ نہیں ہے۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہم:

اسی سال زیاد نے ملک فارس سے آ کر کچھ مال داخل کر کے معاویہ سے میل کر لیا۔ یا تو فارس کے ایک قلعہ میں بند تھا یا خود آ کر مل گیا اس کا سبب یہ ہوا کہ زیاد کا مال و منال بصرہ میں عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے تحت میں تھا۔ معاویہ کو یہ خبر پہنچ گئی کہ زیاد کا مال عبدالرحمٰن کے پاس ہے۔ ادھر زیاد کو عبدالرحمٰن کے پاس جو مال رکھوایا تھا۔ اس کی نسبت دھڑ کا لگا ہوا تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن کو مال کی حفاظت کے لیے لکھا ادھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ کو لکھ بھیجا کہ زیاد کے مال پر نظر رکھے۔ مغیرہ نے بصرہ میں آ کر عبدالرحمٰن کو گرفتار کر کے یہ کہا کہ تمھارے باپ نے تو میرے ساتھ برائی کی تھی لیکن زیاد نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ اور معاویہؓ کو لکھ بھیجا کہ مجھے عبدالرحمٰن کے پاس کوئی ایسا مال نہیں ملا جس کا لینا مجھے جائز ہوتا۔ معاویہ نے لکھا کہ اس پر عذاب کرو کہ قبول کرے بعض مشائخ کا بیان ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لکھنے پر مغیرہ نے چاہا کہ عبدالرحمٰن پر عذاب کرے اور معاویہ کو یہ خبر پہنچ جائے۔ تو عبدالرحمٰن سے کہا کہ تمھارے چچا نے جو کچھ تم کو لکھا' اس کی حفاظت کرو اور اس کے منہ پر ایک ریشمی کپڑا پانی میں بھگو کر ڈال دیا کہ منہ پر اس کے لپٹ گیا اور اسے غش آ گیا تین دفعہ ایسا ہی کیا پھر اسے چھوڑ دیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا میں نے اس پر عذاب بھی کیا مگر اس کے پاس کچھ نہیں پایا غرض اس طرح مغیرہ نے زیاد کے احسان کی پاسداری کی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو زیاد سے خطرہ:

کہتے ہیں مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا شعر:

''کہ انسان اگر اپنا راز کہا چاہے تو محل اعتماد وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس کا دوست اور خیر خواہ ہو چاہے کہ اپنا راز اپنا جب کہے ایسے ہوا خواہ سے کہے جو اسے چھپائے اور فاش نہ ہونے دے۔''

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! اگر مجھ سے کوئی راز آپ نے کہا تو ایسے شخص سے کہا جو آپ کا ہوا خواہ و شفیق و محتاط محل وثوق ہے اے امیر المومنین وہ کونسا راز ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے زیاد کا اور زمین فارس پر بھروسا کر کے اس کے بیٹھ رہنے اور مجھ سے علیحدہ رہنے کا خیال جو آیا تو رات بھر نیند نہیں آئی۔ مغیرہ نے چاہا کہ زیاد کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل سے اتار دے کہا زیاد وہاں ہے تو کیا چیز ہے اے امیر المومنین۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا عاجز رہ جانا بری بلا ہے۔ ایک عرب کا ذوفنون مالدار فارس کے قلعوں میں پناہ گزین تدبیر میں مصروف موقع کا منتظر۔ مجھے تو یہ خوف ہے کہ اسی خاندان کے کسی شخص سے بیعت نہ کرے کہ میرے لیے از سرنو اسی جنگ و جدال کا سامنا ہوگا[1] مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین اجازت ہے کہ میں زیاد کے پاس جاؤں کہا کہ ہاں جاؤ اور لطف سے پیش آؤ۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ زیاد کے پاس آئے زیاد نے ان کے آنے کی خبر سن کے یہی کہا کہ یہ تو کسی بڑے کام کے لیے آئے ہیں یہ ایک پیش

---

[1] یہاں حذعۃ کی جگہ جذعۃ بھی نسخہ ہے اسی کو میں نے اختیار کیا ہے ع ج۔

دالان میں دھوپ کے رخ پر بیٹھا ہوا تھا۔ مغیرہ کو آنے کی اجازت دی۔ جب وہ آئے تو کہا بھلا ہو آنے والے کا کہا کہ بھلائی تمہارے ہی لیے ہے۔ اے ابومغیرہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو تشویش نے پریشان کر دیا کہ آخر مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے حسن رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ایسا شخص ان کے پیش نظر نہیں تھا جو ریاست کی طرف ہاتھ بڑھائے انھوں نے تو معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ تم بھی یکسوئی کرنے کے قبل ہی اپنے کچھ ایسا کر لو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمھاری طرف سے اندیشہ نہ رہے اس نے کہا۔ تم کیا مشورہ دیتے ہو اصل مطلب کی بات کہو زیادہ گوئی نہ کرنا مشورہ اسی سے کیا جاتا ہے جس پر اعتماد ہوتا ہے مغیرہ نے کہا:

''میری رائے یہ ہے کہ تم وابستگان معاویہ رضی اللہ عنہ میں شامل ہو کر ان کی خدمت میں روانہ ہو جاؤ زیاد نے کہا میں سوچوں گا اور خدا جو چاہے گا وہی ہو گا''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیاد کو پیش کش:

ایک روایت ہے کہ زیاد نے سال بھر سے زیادہ قلعہ میں قیام کیا۔ آخر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا کہ تو کیوں اپنے کو ہلاک کرتا ہے میرے پاس چلا آ مجھ سے بیان کر کہ خراج سے کس قدر مال تجھ کو وصول ہوا ہے اور کس قدر تو نے خرچ کیا اور کس قدر تیرے پاس باقی ہے اور تیرے لیے امان ہے جی چاہے میرے پاس قیام کرنا چاہے اپنے مقام پر واپس ہو جانا۔ زیاد فارس سے روانہ ہوا اور مغیرہ کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ زیاد نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا ارادہ کر لیا ہے یہ زیاد کی روانگی سے پہلے ہی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ زیاد اصطخر سے روانہ ہو کر ارجان کی طرف آیا۔ پھر ماہ بہراوان سے ہوتا ہوا حلوان کی راہ سے مدائن میں پہنچا' پہلے عبدالرحمٰن نے جا کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو زیاد کے آنے کی خبر دی اس کے بعد زیاد شام پہنچا اس کے مہینہ بھر کے کہیں مغیرہ کا بھی ورود ہوا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے مغیرہ زیاد تو تم سے مہینہ بھر کی راہ کے فاصلے پر تھا اور تم روانہ بھی اس سے پہلے ہوئے پھر بھی وہ تم نے پہلے پہنچا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیرالمومنین عاقل جب عاقل سے کچھ پوچھتا ہے تو اس کو جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم جواب دینے میں احتیاط کرتے ہو تو کرو کوئی راز کی بات ہو مجھ سے نہ کہو۔ کہا زیاد زیادتی کی امید میں آیا ہے میں نقصان کے خوف سے حاضر ہوا ہوں اور ہم دونوں کا سفر اسی لحاظ سے ہے پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد سے اس مال کے متعلق سوال کیا جو ملک فارس سے اسے وصول ہوا۔ زیاد نے سب بیان کر دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کو کتنا مال بھیجا اور جن امور میں خرچ کرنے کی ضرورت تھی۔ ان میں کس قدر خرچ کیا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بھی تصدیق کی جو کچھ زیاد نے خرچ کیا تھا اور جو کچھ اس کے پاس باقی تھا اسے بھی سچ سمجھا اور باقی مال کو اس سے لے لیا اور کہا کہ تو تو ہمارے خلفاء کا امین ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور زیاد:

یہ روایت بھی مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کی کہ زیاد جب فارس میں تھا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے آنے کو لکھا۔ زیاد اپنے ساتھ منجاب بن راشد ضبی اور حارثہ بن بدر غدانی کو لے کر فارس سے روانہ ہوا اور عبداللہ بن عامر نے ابن خازم کو ایک جماعت کے ساتھ فارس کی طرف یہ کہہ کر روانہ کیا کہ شاید زیاد تم کو راہ میں مل جائے تو اسے گرفتار کر لینا۔ ابن خازم فارس کی طرف چلا۔

کوئی تو کہتا ہے سوق اہواز میں اور کسی کا بیان ہے کہ ارجان میں زیاد اسے ملا۔ اس نے زیاد کی بھاگ پر ہاتھ ڈال دیا اور کہا او زیاد اتر گھوڑے سے منجاب نے للکار کر کہا کے ابن سوداہٹ وہاں سے نہیں تو تیرا ہاتھ اسی بھاگ میں لٹکا دوں گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیاد بیٹھا ہوا تھا کہ ابن خازم وہاں پہنچا اور زیاد سے سخت گوئی کی اس پر منجاب نے اسے گالی دی۔ زیاد نے پوچھا ابن خازم تمھارا کیا مقصد ہے۔ بولا میں چاہتا کہ تم بصرہ کی طرف چلو۔ زیاد نے کہا میں بصرہ ہی جارہا ہوں۔ یہ سن کر ابن خازم زیاد سے شرمندہ ہوکر وہاں سے چلا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ابن خازم وزیاد میں ارجان میں ملاقات ہوئی اور آپس میں جھگڑا بھی ہوگیا۔ زیاد نے ابن خازم سے کہا مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ نے امان دی ہے۔ اور میں وہیں جارہا ہوں۔ دیکھو یہ خط ان کا میرے پاس موجود ہے۔ ابن خازم نے کہا مگر تم امیر المومنین کے پاس جارہے ہو تو ہمیں تم سے کچھ تعرض نہیں۔ یہاں سے ابن خازم سابور کی طرف اور زیاد ماہ بہراذان کی جانب روانہ ہوا۔ معاویہؓ کے پاس پہنچا تو انھوں نے مال فارس کے متعلق اس سے سوال کیا۔

زیاد نے کہا اے امیر المومنین وہ مال میں نے ارزاق وعطایا میں اور کفالتوں میں سے صرف کیا جو کچھ باقی رہا وہ کچھ لوگوں کے پاس امانت کے طور پر میں نے رکھ دیا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر بار بار اسی کلمہ کو دہرایا۔ (باقی مال کو امانت رکھ دیا ہے)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور زیاد میں مصالحت:

زیاد نے لوگوں کو خط روانہ کیے جن میں شعبہ بن قلعم کا نام بھی ہے لکھا ہے کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میری امانت تمہارے پاس ہے خدائے عزوجل کی کتاب پر (ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے امانت کو پیش کیا) غور کرو اور جو کچھ تمھارے ذمے ہے اس کی حفاظت کرو۔ اور زیاد نے جس مبلغ کا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اقرار کیا تھا ان خطوں میں اس کی تعیین بھی کردی تھی۔ اس نے یہ خط چھپا کر اپنے قاصد کے ہاتھ روانہ کیے اور اس سے کہا کہ کسی ایسے شخص کو بھی دکھا دینا جو معاویہ رضی اللہ عنہ تک اس خبر کو پہنچا دے۔ قاصد نے ایسا ہی کیا اور یہ بات کھل گئی۔ قاصد کو گرفتار کرکے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے۔

ان خطوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ زیاد نے جو اقرار کیا تھا وہی ان خطوں میں بھی ہے اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد سے کہا مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ تو نے مجھ سے مکر کیا اب جس طرح چاہے میرے ساتھ معاملہ کرلے زیاد نے اسی مال پر معاملہ کرلیا جسے وہ کہہ چکا تھا کہ میرے پاس ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اسے بھیج بھی دیا۔

اور کہا اے امیر المومنین والی فارس ہونے کے بیشتر بھی میرے پاس کچھ مال تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہی مال رہ جائے اور جو کچھ ولایت فارس سے میں نے لیا ہے وہ نہ رہے۔ پھر زیاد نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ کوفہ میں رہنے کی اجازت اسے ہو

نوٹ: جس مقام پر مترجم صاحب نے بیاض چھوڑ دی ہے وہاں یہ الفاظ ہیں "فقال معاوية لزياد لئن لم تكن مكرت بي ان هذه الكتب من حاجتي" معاویہؓ نے زیاد سے کہا اگر تم نے میرے ساتھ کوئی چال نہ چلی ہے تو یہ خطوط تو میرے ہی کام کے لیے لکھے گئے ہیں۔ ناظر مذہبی

جائے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ اور وہ کوفہ کو روانہ ہو گیا۔ اور مغیرہ نے اس کے ساتھ تعظیم و اکرام کا سلوک جاری رکھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ کو لکھ بھیجا کہ نماز جماعت میں زیاد و سلیمان بن صرو اور حجر بن عدی اور سبت بن ربعی و ابن الکوا اور عمرو بن الحمق کو شریک ہونے کی تاکید رہے اسی بنا پر یہ لوگ مغیرہ کے ساتھ نماز پڑھنے کو حاضر ہوا کرتے تھے۔

باب الفیل:

یہ بھی روایت ہے کہ زیاد کوفہ میں آیا اور نماز ہونے کو تھی تو مغیرہ نے اس سے کہا تم آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ زیاد نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا اپنی ریاست میں نماز پڑھانے کے لیے تم مجھ سے احق ہو۔ اور ایک دفعہ مغیرہ کے پاس ام ایوب بنت عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط بیٹھی تھی کہ زیاد آیا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ام ایوب کو زیاد کے سامنے کر دیا اور کہا ابو مغیرہ سے پردہ نہیں چاہیے۔ مغیرہ کے مرنے کے بعد زیاد نے اس عورت سے عقد کر لیا۔ ابھی وہ کم سن تھی۔ چنانچہ زیاد کے پاس ایک ہاتھی تھا۔ اسے زیاد کے حکم سے ام ایوب کے سامنے لا کھڑا کر دیتے تھے اور وہ اسے دیکھا کرتی تھی۔ اس دروازہ کا نام ہی باب الفیل ہو گیا۔

اس سال عنسبہ بن ابوسفیان نے لوگوں کو حج کرایا۔

۴۳ھ کے واقعات

عمرو بن عاص کی وفات:

واقدی کا زعم ہے کہ بسر بن ارطاۃ نے اس سال روم سے جنگ کی اور اسی سرزمین پر جاڑوں کی فصل گذاردی اور قسطنطنیہ تک پہنچ گیا‘ مگر اکثر اہل تاریخ اس خبر کو غلط سمجھتے ہیں ان کا بیان ہے کہ سرزمین روم پر بسر کو کبھی کوئی جاڑ انہیں گزرا اسی سال عمرو بن عاص نے مصر میں عید الفطر کے دن رحلت کی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں چار برس اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دو مہینے کم چار برس اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے وقت میں ایک مہینہ کم دو برس انھوں نے مصر میں حکومت کی ہے۔

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ کو باپ کے مرنے کے بعد والی مصر مقرر کیا حسب قول واقدی دو برس کے قریب یہ والی مصر رہے۔

اسی سال مدینہ میں مسلمہ نے انتقال کیا ان کی نماز مروان بن حکم نے پڑھی۔

اسی سال بعض مورخین کہتے ہیں کہ مستورد بن علفہ خارجی قتل کیا گیا بعض کہتے ہیں کہ ۴۲ھ میں قتل ہوا۔

مستورد بن علفہ خارجی:

یہ ذکر ہم کر چکے ہیں کہ وہ خوارج جو نہراون کے مجروحین میں تھے اور وہ جو رے میں تھے اور ان کے علاوہ وہ اور بھی سب کے سب تین شخصوں سے رجوع کرتے تھے جن میں سے مستوردا بن علفہ بھی تھا اور انھوں نے مستورد سے بیعت کی تھی اور اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ غرہ شعبان ۴۳ھ میں خروج کریں گے۔ قبیصہ بن دمون نے جو مغیرہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں رئیس شرطہ تھا مغیرہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچائی کہ خوارج نے حیان بن ظبیان کے گھر میں مجتمع ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ غرۂ شعبان میں تم پر خروج کریں گے۔ یہ شخص بنی ثقیف کے حلیفوں میں تھا اور کہتے ہیں کہ اس کی اصل حضرموت وصدف سے ہے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ کوتوالی کی جمعیت لے کر جا اور حیان بن ظبیان کے مکان کو گھیر لے اور میرے پاس لے آ سب اسی کو رئیس خوارج سمجھتے بھی تھے۔ قبیصہ جمعیت اور بہت سے لوگ ساتھ لے کر روانہ ہوا۔

حیان بن ظبیان کے مکان کا محاصرہ:

حیان بن ظبیان کیا دیکھتا ہے کہ دن دو پہر اس کے گھر میں لوگ گھس آئے۔ اس وقت معاذ ابن جوین اور کوئی بیس شخص اور ان دونوں کے اصحاب میں وہاں موجود تھے اور اس کی عورت جو کہ ایک جاریہ ام ولد تھی فوراً اٹھی اور سب کی تلواریں بچھونوں کے نیچے اس نے چھپا دیں۔ بعض لوگ اپنی اپنی تلوار ڈھونڈنے کو اٹھے تو کوئی تلوار نہ ملی۔ سب نے خود کو گرفتار کروا دیا۔ قبیصہ سب کو لے کر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کا کیوں تم نے ارادہ کیا ان لوگوں نے کہا ہم نے اس بات کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں نہیں مجھے سب خبر ملی اور اس کی تصدیق تمھارے اس اجتماع سے ہو گئی

ہے انھوں نے کہا اس گھر میں ہمارے اجتماع کا سبب یہ تھا کہ حیان بن ظبیان نے ہمیں قرآن سیکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ اس لیے ہم لوگ اس کے پاس مجتمع ہوا کرتے ہیں اور اسے قرآن سنایا کرتے ہیں۔ مغیرہ نے حکم دیا کہ ان سب کو قید خانے میں لے جاؤ۔ اس کے بعد یہ لوگ کوئی برس دن قید رہے۔ ان کے گرفتار ہو جانے کا حال ان کے ساتھ والوں کو معلوم ہوا تو وہ خائف ہو گئے۔

مستورد بن علفہ کی روانگی حیرہ:

رئیس ان کا مستورد بن علفہ بھی یہاں سے نکل گیا۔ حیرہ میں جا کر ایک مکان میں اترا۔ یہ مکان بنی کلب کے قصر العدسیین کے پاس تھا اور اپنے ساتھ والوں کو اس نے کہلا بھیجا وہ اس کے پاس آنے جانے لگے اور سامان کرنے لگے۔ جب ان لوگوں کی آمدورفت اس کے پاس زیادہ ہوگئی تو ان سے مستورد نے کہا کہ ہم سب کو جگہ بدلنی چاہیے' مجھے اندیشہ ہے کہ تمھارے حالات سے لوگ مطلع نہ ہو جائیں۔ وہ اسی بحث میں تھے کوئی کہتا تھا فلاں جگہ چلے جائیں' کوئی کہتا تھا نہیں فلاں جگہ پر جانا چاہیے۔ کہ حجار بن الجبر نے ایک گھر میں سے جس میں وہ خود اور کچھ ان کے قرابت دار موجود تھے بلند ہو کر ان لوگوں کو دیکھ لیا۔ دیکھا کہ دو سوار آئے اور جس گھر میں یہ سب لوگ جمع تھے اس مکان کے اندر چلے گئے اور فوراً ہی دو سوار اور آئے وہ بھی اندر چلے گئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک اور آیا اور اندر چلا گیا پھر اور آیا اور اسی مکان میں گھس گیا۔ اسے یہ دیکھ کر ایک فکر ہوگئی بات یہ تھی کہ ان لوگوں کے خروج کرنے کا وقت قریب آ گیا تھا۔ حجار جس گھر میں اترا ہوا تھا وہاں کی گھر والی اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی اس عورت سے اس نے پوچھا۔ ارے یہ سوار کیسے ہیں جو سامنے والے مکان کے اندر جا رہے ہیں۔ کہنے لگی واللہ میں نہیں جانتی یہ کون لوگ ہیں' یہی دیکھتی ہوں کہ بہت سے لوگ پیادے اور سوار اس مکان میں آتے جاتے ہی رہتے ہیں' یہ نہیں معلوم یہ ہیں کون لوگ۔ یہ سن کر حجار اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ایک غلام کو ساتھ لے کر اس مکان کے دروازہ پر آیا۔ دیکھا کہ انھیں میں کا ایک شخص دروازہ پر نگہبانی کر رہا ہے' جو کوئی دروازہ پر آتا ہے۔ پہلے یہ جا کر اپنے رئیس کو اطلاع کرتا ہے اور وہ آنے کی اجازت دیتا ہے اگر ان کے شناساؤں میں سے کوئی آتا ہے تو سیدھا اندر چلا جاتا ہے اس کے لیے اذن لینے یہ نہیں جاتا۔

حجار بن الجبر:

حجار جب پہنچا وہ اسے پہچانتا نہ تھا کہا آپ کون صاحب ہیں رحمک اللہ آپ کا کیا کام ہے۔ کہا میں اپنے رئیس سے ملنا چاہتا ہوں اس نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ کہا حجار بن الجبر اس نے کہا ذرا ٹھہریے لوگوں کو آپ کے آنے کی اطلاع دے کر میں ابھی آتا ہوں۔ حجار نے کہا شوق سے جاؤ۔ وہ اندر گیا ہی تھا کہ اس کے پیچھے پیچھے حجار بھی بڑی پھرتی سے چلا آیا اور ایک بڑے سائبان کے دروازہ تک پہنچ گیا۔[1] سائبان میں سب بیٹھے ہوئے تھے اور نگہبان ان سے کہہ رہا تھا کہ یہ شخص جس پر مجھے شبہ ہوتا ہے امیر کے پاس آنا چاہتا ہے حجار ابن الجبر اپنا نام بتاتا ہے اس نے سن لیا کہ یہ سب لوگ ڈر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں واللہ حجار بن الجبر کا آنا اچھا نہیں۔ یہ سن کر اس نے ارادہ کیا کہ یہیں سے پلٹ جائے اور ان لوگوں کی طرف سے جو شبہ اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے بس اسی پر اکتفا کرے مگر بغیر ان کے دیکھے ہوئے پلٹ جانے پر بھی اس کا دل راضی نہ ہوا آگے بڑھا سائبان

---

[1] صفہ مولدین کے محاورہ میں چبوتری کو کہتے ہیں لغت میں اس کے معنی سائبان کے ہیں ۱۲ع ح۔

کے دروازہ پر دو پرت کا پردہ پڑا تھا۔ دونوں پرتوں کے بیچ میں آ کر السلام علیکم کہہ کر وہیں ٹھہر گیا۔ دیکھا کہ ایک بڑی جماعت ہے ہتھیار ہیں زرہیں ہیں۔

حجار اور علی بن ابی شمر:

حجار نے کہا خداوند ان کو توفیق خیر دے پوچھا خدا عافیت سے رکھے آپ کون لوگ ہیں۔ اس جماعت میں علی بن ابی شمر بن حصین تیمی ربابی بھی موجود تھا۔ خوارج میں سے آٹھ شخص جو نہروان سے بھاگے تھے ان میں کا ایک یہ بھی تھا اور عرب کے شہسواروں اور زاہدوں اور نیک لوگوں میں اس کا شمار تھا اس نے حجار کو پہچانا اور کہا اے حجار بن الجبر اگر تم مخبری کرنے کے ارادہ سے آئے ہو تو سب حال تم کو معلوم ہو گیا اگر کچھ اور کام ہے تو اندر چلے آؤ بیٹھو ہم سے اپنے آنے کا سبب بیان کرو۔ اس نے کہا اندر آنے کی ضرورت نہیں اور کہہ کر وہاں سے پلٹا۔ وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اس شخص کو پکڑ کر قید کر رکھو یہ تمھاری مخبری کرے گا۔ کچھ لوگ یہ سن کر اس کے پیچھے چلے۔ آفتاب غروب ہونے کو تھا وہ گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا اس وقت اس کے پاس پہنچے کہا کہ اپنا حال ہم سے بیان کر دو اور یہ بتا دو کہ تم کیوں آئے تھے۔ اس نے کہا میں کسی ایسے کام کے لیے نہیں آیا تھا جس سے تم کو تشویش و پریشانی ہو ان لوگوں نے کہا کہ ذرا ٹھہرو کہ ہم تمھارے پاس آ کر باتیں کریں یا تمھیں ہمارے پاس آ کر حال بیان کر دو تا کہ ہم اپنا حال تم سے بیان کریں اور اپنا مطلب ظاہر کریں اس نے کہا میں تمھارے پاس نہیں آتا اور نہ اس کا روادار ہوں کہ تم میں نے کوئی شخص میرے پاس آئے یہ سن کر علی بن ابوشمر نے کہا کہ آج رات کی رات تم ہم کو اس بات سے مطمئن کرتے ہو کہ ہماری مخبری نہ کرو گے اور اس میں تمھارا احسان ہو گا' ہمارے تمھارے درمیان حق قرابت بھی تو ہے۔ کہا رات کی رات کیا ہمیشہ کے لیے میری طرف سے مطمئن رہو کہہ کر چلا کوفہ میں آیا اور اپنے لوگوں کو بھی ساتھ لیتا آیا۔

خوارج کی روانگی:

یہاں اور لوگوں نے آپس میں یہ کہا کہ ہم کو اس بات کا اطمینان نہیں ہے کہ یہ شخص ہماری مخبری نہ کرے گا ہم کو اسی وقت اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ بس مغرب کی نماز سب نے پڑھی اور حیرہ سے نکل کر متفرق ہو گئے ان کے رئیس نے سب سے کہہ دیا تھا کہ بنی سلمہ بن سلیم بن محدوج عبدی کے مکان میں مجھ سے ملیں اور وہ حیرہ سے نکل کر قبیلہ عبدالقیس سے ہوتا ہوا بنی سلمہ میں آیا۔ سلیم بن محدوج اس کا خسر تھا اسے بلا بھیجا۔ اس نے اس کو اور اس کے پانچ یا چھ شخص اور تھے ان کو اپنے گھر میں اتار لیا۔ حجار اپنے گھر واپس آیا اور یہ لوگ بھی انتظار کر رہے تھے' کہ ان کا ذکر حاکم سے یا لوگوں سے جو اس نے کیا ہو گا اس کا کچھ حال معلوم ہو۔ اس نے کسی سے بھی ان کا ذکر نہیں کیا نہ کوئی ایسی بات اس کی طرف سے جو انہیں ناگوار ہو ان کے سننے میں آئی۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ کی خوارج کے خلاف تقریر:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچ گئی کہ خوارج انھیں دنوں ہم پر خروج کرنے والے ہیں' اور اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا امیر بھی وہ مقرر کر چکے ہیں۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر لوگوں کے سامنے تقریر کی حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے بعد کہا ایہا الناس تم خوب جانتے ہو کہ میں ہمیشہ تمھاری جماعت کے لیے عافیت کا خواہاں رہتا ہوں' مکروہات سے تم کو دور رکھتا ہوں اور بخدا مجھے اندیشہ رہا کرتا ہے کہ یہ امر اہل تقویٰ و دانش کے سوا جو لوگ کہ تم میں جاہل ہیں ان کے حق میں بدسلوکی ہے اور بخدا مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ سوا اس کے

چارۂ کار ہی نہ رہے کہ اہل تقویٰ و دانش بھی سفیہ و جاہل کے گناہ میں دھرے جائیں تو ایہا الناس تمھیں لازم ہے کہ بلا کے عام ہونے سے پہلے ہی اپنے جاہلوں کو روکے رہو۔ میں نے یہ سنا ہے کہ کچھ لوگ تم سے یہ ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ شہر میں بغاوت و مخالفت کر کے خروج کریں۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ عرب کے جس قبیلہ کے ساتھ وہ خروج کریں گے اسے میں ایسا تباہ کروں گا کہ اوروں کو عبرت ہو جائے گی لوگوں کو چاہیے کہ پشیمان ہونے کے پیشتر ہی سوچ سمجھ لیں میں نے یہ تقریر اسی لیے کی ہے کہ اتمام حجت ہو جائے عذر باقی نہ رہے۔

روسائے قبائل کا تعاون:

معقل بن قیس ریاحی یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر کسی نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ یہ کون لوگ ہیں اگر ان کے نام معلوم ہوں تو ہمیں بتایئے وہ کون کون لوگ ہیں' ہم میں سے اگر وہ ہوں گے تو ہم خود ان سے سمجھ لیں گے' آپ کو زحمت نہ کرنا پڑے گی اور اگر وہ اور ہی لوگ ہیں تو آپ اہل شہر میں سے جو اطاعت گزار ہیں انھیں حکم دیجئے کہ ہر ہر قبیلہ کے لوگ اپنی قوم کے جاہلوں کو یہاں حاضر کر دیں۔ مغیرہ نے کہا نام تو میں نے کسی کا نہیں سنا مجھے اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ ایک جماعت نے شہر میں خروج کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ معقل نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے۔ میں تو اپنی قوم میں جاتا ہوں۔ جس خیال میں وہ ہوں گے اس کے لیے آپ کو زحمت نہ کرنا پڑے گی۔ اسی طرح ہر رئیس قوم کو چاہیے کہ اپنی قوم کے باب میں آپ کو زحمت نہ دیں مغیرہ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر آئے۔[1]

اب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سب رئیسوں کو بلا کر ان سے کہا کہ جو کچھ ہوا وہ تمھیں معلوم ہے اور میں نے جو کچھ کہا وہ تم نے سنا رؤساء قوم میں سے ہر شخص کو اب یہ چاہیے کہ اپنی اپنی قوم کے باب میں مجھے زحمت نہ دیں اگر ایسا نہ ہوا تو قسم ہے مجھے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ تمھارے لیے نیکی کو بدی سے اور گوارا کو ناگوار سے بدل کر رہوں گا۔ اب کوئی ملامت گر ملامت کرے تو اپنے ہی نفس پر کرے جب میں نے پہلے ہی متنبہ کر دیا تو پھر مجھ پر کچھ الزام نہیں۔

صعصعہ کی قبیلہ عبدالقیس میں تقریر:

اب رؤسائے قوم وہاں سے اٹھ کر اپنے اپنے قبیلہ میں آئے اور انھیں خدا اور مذہب کا واسطہ دے کر کہا کہ جس شخص پر تمھارا گمان ہو کہ وہ فساد برپا کیا چاہتا ہے یا جماعت سے الگ ہونا چاہتا ہے ہمیں بتا دو کہ وہ کون شخص ہے۔ اور صعصعہ بن صوحان نے قبیلہ عبدالقیس میں آ کر تقریر کی اور اسے خوب معلوم تھا کہ مستورد اور اس کے اصحاب سلیم بن محدوج کے گھر میں موجود ہیں گو یہ ان لوگوں سے الگ تھا اور ان کے مذہب سے نفرت کرتا تھا۔ مگر یہ گوارا نہ تھا کہ اس کی برادری میں رہ کر وہ گرفتار ہوں اور اپنی قوم کے ایک خاندان سے برائی کرے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ کلمہ حقیر تھا اور اس زمانے میں اس خاندان میں بہت شرفاء تھے اور شمار میں بھی کم نہ تھے اس نے نماز عصر کے بعد تقریر کی۔ کہا اے گروہ بندگان خدا کا شکر ہے اس پروردگار کا کہ جب اس نے مسلمانوں میں فضیلت کی تقسیم کی تو تم کو بہترین فضائل سے مخصوص کیا اسی سبب سے تم نے خدا کے دین کو قبول کیا۔ جو خدا نے اپنے لیے پسند کیا' اور اپنے ملائکہ و انبیاء

---

[1] تاریخ طبری کے متن میں اور نیز تاریخ کامل ابن اثیر میں یہاں فنزل لکھا ہے۔ اس لحاظ سے ترجمہ کیا گیا لیکن تاریخ طبری میں نسخہ فنترک بھی ہے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مغیرہ نے اپنی تقریر ختم کر دی۔

کے واسطے انتخاب کیا اور اس دین پر تم قائم رہے یہاں تک کہ خدا نے اپنے رسول کو اپنے پاس بلا لیا۔ ان کے بعد لوگوں میں اختلاف پڑا' ایک گروہ ثابت قدم رہا ایک گروہ مرتد ہو گیا۔ ایک گروہ نے بے پروائی کی ایک گروہ نے تامل کیا' تم نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کے سبب سے اس کے دین کو اپنے لیے لازم کر لیا۔ اور مرتدوں سے یہاں تک قتال کیا کہ دین قائم ہو گیا۔ اور خدا نے ظالموں کو ہلاک کیا اسی سبب سے خدا نے ہر شے میں ہر حال میں تمھارے لیے خیر و برکت میں زیادتی کی۔ یہاں تک کہ امت کے درمیان اختلاف پڑ گیا۔ ایک گروہ نے کہا ہم کو طلحہ و زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم سے مطلب ہے ایک گروہ نے کہا ہم کو اہل مغرب سے تعلق ہے' ایک گروہ نے عبداللہ بن وہب راسبی رزدی سے غرض ہے تم کو خدا نے توفیق و راستی رائے عطا کی تھی تم یہی کہتے رہے کہ ہم کو کسی سے مطلب نہیں سوا اہل بیت کے جن کے سبب سے خدا نے پہلے ہی ہم کو شرف بخشا' پھر تم ہمیشہ حق پر رہے' کبھی اس کو تم نے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ خدا نے تمھارے اور جو لوگ تمھاری جانب سے ہدایت و رائے رکھتے تھے ان کے ہاتھوں بیعت توڑنے والوں کو (ناکثین) جنگ جمل میں اور دین سے نکل جانے والوں کو (مارقین) جنگ نہروان میں ہلاک کیا'' (صعصعہ نے یہاں اہل شام کا ذکر اس سبب سے ترک کیا کہ اس وقت انھیں کی بادشاہی تھی)'' اور اس فرقہ مارقین سے بڑھ کر خدا کا تمھارا' تمھارے نبیؐ کے اہل بیت کا تمام مسلمانوں کا کوئی دشمن نہ ہوگا جن خطاکاروں نے ہمارے امام کو چھوڑ دیا ہے ہمارے خون کو ہلال سمجھے' ہم کو کافر بنایا تم کو اس بات سے عذر کرنا چاہیے کہ ان کو اپنے گھروں میں جگہ دو اور ان کے حال کو چھپاؤ۔ اس فرقہ مارقین کے ساتھ دشمنی کرنے میں تم کو عرب کے تمام قبائل سے بڑھ کر انہماک کرنا چاہیے اور میں اس بات کی تفتیش کروں گا اور پوچھوں گا اگر مجھ سے سچ سچ بیان کر دیا جائے تو میں ان کی خونریزی کو موجب تقرب الٰہی سمجھوں گا۔ اس لیے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے پھر کہا اے بنی عبدقیس یہ حکام ہمارے تم کو خوب پہچانتے ہیں اور تمھاری رائے سے خوب واقف ہیں۔ ان کو ایسا موقع نہ دو کہ وہ تم پر ہاتھ ڈالیں تم سے اور تم ایسوں سے بگڑ جاتے انھیں دیر نہ لگے گی۔ یہ کہہ کر وہ سرک کر بیٹھ گیا اور اس کی قوم کے سب لوگوں نے یہی کہا کہ خدا ان پر لعنت کرے' اور ان سے بیزار رہے قسم ہے خدا کی ہم ان کو پناہ نہ دیں گے اور اگر ہم کو ان کا حال معلوم ہو جائے گا تو ضرور تجھ کو مطلع کریں گے۔

مستورد اور سلیم بن محدوج:

بس ایک سلیم بن محدوج تھا کہ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ دل شکستہ و خاموش اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا اسے گوارا نہ تھا کہ اپنے رفقاء کو اپنے گھر سے نکال دے اور وہ اس پر ملامت کریں ان کے ساتھ سمدھیانہ بھی تھا ان کو اس پر بہت بھروسہ تھا یہ بھی اسے گوارا نہ تھا کہ اسی کے گھر میں گرفتار کر لیے جائیں پھر وہ بھی ہلاک ہوں اور یہ بھی۔ اسی تشویش میں گھر میں داخل ہوا۔ ادھر مستورد کے پاس اس کے رفقاء بھی آئے ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ خبر نہ بیان کی ہو کہ مغیرہ بن شعبہ نے لوگوں کے سامنے کیا تقریر کی اور رؤساء قبائل کیا خبر لے کر آئے اور انھوں نے کیا تقریر کی اور سب نے مستورد سے کہا کہ ہم کو یہاں سے لے چل بخدا ہم کو اندیشہ ہے کہیں اپنے ہی قبیلہ میں نہ گرفتار ہو جائیں اس نے پوچھا جس طرح تمام قبائل کے روساء نے اپنے اپنے قبیلہ میں تقریر کی قبیلہ عبدالقیس کے رئیس نے اپنے لوگوں میں کچھ تقریر نہیں کی۔ کہا کیوں بے شک کی مستورد نے کہا صاحب خانہ نے تو مجھ سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔ لوگوں نے کہا اسے شرم مانع ہوئی ہوگی جو تم سے اس بات کا ذکر نہیں کیا اس نے ابن محدوج کو بلا بھیجا وہ آیا تو کہا میں نے سنا ہے کہ میرے اور میرے اصحاب کے باب میں تمام خاندانوں کے رئیسوں نے اپنے اپنے قبیلہ میں جا کر تقریر کی ہے تو میں پوچھتا

ہوں کیا تمھارے قبیلہ میں بھی کسی نے آ کر اس قسم کی کچھ گفتگو کی ہے اس نے کہا ہاں صعصعہ نے ہم لوگوں میں آ کر یہ تقریر کی کہ حاکم کے ملزمین میں سے کسی کو اپنے گھر میں ہم پناہ نہ دیں گے اور بہت سی باتیں ہیں جن کا آ کرتم سے اسی لیے نہیں کرتا کہ تم سمجھو گے کہ تمھارا معاملہ مجھ پر کچھ گراں ہے۔ مستورد نے کہا تم نے مہمان نوازی کی اور احسان کیا۔ ہم لوگ انشاء اللہ بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے۔ ابن محدوج نے کہا واللہ اگر میرے گھر میں تم کو گرفتار کرنے کا وہ لوگ ارادہ کرتے تو جب تک تمھارے بچانے میں اپنی جان نہ دے دیتا اس وقت تک تم کو یا تمھارے رفقاء میں سے کسی کو وہ نہ پا سکتے۔ مستورد نے کہا خدا تم کو اس سے محفوظ رکھے۔

معاذ بن جوین خارجی کے اشعار:

مغیرہ کی مجلس میں جو لوگ تھے ان کو بھی خبر پہنچی کہ اہل شہر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ خوارج یہاں سے نکال دیئے جائیں اور گرفتار کیے جائیں تو اسی باب میں معاذ جوین نے اس مضمون کے کچھ اشعار کہے:

''اے جانبازو! اب وقت آ گیا ہے کہ جس جس نے اپنی جان خدا کے ہاتھ بیچی ہے شہر سے نکل جائے۔ تم نے خطا کاروں کے شہر میں نادانی سے کام کیا۔ تم میں سے ایک ایک شخص گرفتار کیا جاتا ہے کہ قتل کیا جائے۔

اب حملہ کر دو دشمنوں کی قوم پر کہ انھوں نے گمراہی سے تم کو ذبح کرنے کے لیے ٹھہرا رکھا ہے۔ ہاں بھائیو! اس غایت کے حاصل کرنے کا اب قصد کرو جو نیکی اور انصاف کی یادگار رہ جائے۔ کاش میں بھی ایک سخت استخواں زرہ پوش بے عیب بادپا پر سوار تمہارے ساتھ ساتھ تمھارے دشمن سے مقابلہ کرتا اور سب سے پہلے مجھی کو وہ جام مرگ پلا دیتا۔

مجھ پر بہت شاق ہے کہ تم ستائے جاؤ نکالے جاؤ اور میں ابھی تک مفسدوں پر تلوار نہ کھینچوں اور کسی باوقار شخص نے ابھی تک ان (مفسدوں) کی جماعت کو متفرق نہ کیا ہو جس کی شجاعت کا یہ حال کہ جہاں کسی نے کہا وہ پیٹھ پھیری فوراً اس نے رخ کیا۔

گھمسان کی جنگ میں شمشیر بکف در آیا اور شدائد پر صبر کرنے کو سب سے بہتر سمجھا۔

مجھ پر شاق ہے کہ تمھاری توہین و تنقیص ہو رہی ہو اور میں اس پر پابہ زنجیر غم وغصہ میں مبتلا رہوں۔

اگر میں اس وقت موجود ہوں جب دشمن تم پر حملہ کریں تو دونوں لشکروں کے درمیان کے گرد وغبار تک بند کر دوں۔

کتنے ہی مجمعوں کو میں توڑ چکا ہوں' کتنی ہی دفعہ لوٹ مار میں شریک رہا ہوں' کتنے کی حریفوں کو خاک وخون میں لٹا چکا ہوں''۔

اب مستورد نے اپنے رفقاء کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم سب اس قبیلہ سے نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ ہمارے سبب سے دانستہ کسی مسلمان کو ضرر پہنچے' ان لوگوں میں ایسے بھی تھے جو خوارج کا عقیدہ رکھتے تھے۔ سب نے مقام سوراء میں جانے کی تجویز کی اور وہاں چلے بھی گئے اور چار چار پانچ پانچ دس دس کر کے آدمی وہاں جمع ہوئے پھر یہاں سے صراۃ کی طرف گئے اور رات وہیں بسر کی۔

معقل کی خوارج سے لڑنے کی پیش کش:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ہوئی تو رئیسوں کو بلا کر کہا کہ ان بدبختوں کی موت اور نادانی اس کا باعث ہوئی کہ انھوں نے

خروج کیا۔ کون شخص تمھاری رائے میں ایسا ہے جسے میں وہاں بھیجوں۔ عدی ابن حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور کہا ہم بھی اس سے دشمنی رکھتے ہیں ان کی رائے کو بیوقوفی سمجھتے ہیں تمھارے اطاعت گزاروں میں ہیں ہم میں سے جسے کہو گے وہاں جائے گا۔ معقل بن قیس اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا جتنے رؤسائے شہر یہاں موجود ہیں ان میں سے جسے بھیجو گے اسے سخن شنو اطاعت گزار اس فرقے سے بیزار ان کی تباہی کا خواست گاہ ہی پاؤ گے اور خدا تمہارا بھلا کرے ایسے کسی شخص کو وہاں تم نہیں بھیج سکتے جو مجھ سے بڑھ کر ان کا دشمن اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے والا ہو۔ مجھی کو وہاں بھیجو اور میں بحکم خدا ان کے لیے کافی ہوں۔ مغیرہ نے کہا بسم اللہ کر روانہ ہوا اور اس کے ساتھ جانے کے لیے تین ہزار آدمیوں کی روانگی کا سامان کر دیا اور قبیصہ بن دمون سے مغیرہ نے کہا شیعہ علیؓ سے مل کر ان کو معقل کے ساتھ روانہ کر کہ یہ ان کے بڑے اصحاب میں تھا جب مشہور و معروف شیعوں کو تو روانہ کرے گا تو سب کے سب جمع ہو جائیں گے ایک دوسرے سے مانوس ایک دوسرے کا ہوا خواہ ہو گا پھر سب سے زیادہ یہی خوارج کے قتل کو حلال سمجھتے ہیں اور ان پر جرات ان کی بہت بڑھی ہوئی ہے اور اس سے پیشتر بھی ان سے لڑ چکے ہیں۔

صعصعہ بن صوحان:

مرہ بن منقذ انھیں لوگوں میں ہے جن کو اسی مجلس میں معقل کے ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا۔ وہ کہتا ہے معقل کے بعد صعصعہ بن صوحان اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر مجھے وہاں بھیج قسم بخدا میں ان کے خوف کو مباح سمجھتا ہوں اس کا بار اپنے سر لینے کو مستعد ہیں۔ مغیرہ نے کہا تم بیٹھو تم تو خطیب ہو اور ذرا اس بات کو یاد رکھنا۔ سبب یہ تھا کہ مغیرہ کو خبر پہنچی کہ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں عیب نکالا کرتا ہے اور علی رضی اللہ عنہ کا ذکر بہت کیا کرتا ہے اور ان کو تفضیل دیتا ہے اور ایک بار مغیرہ نے اسے بلا کر یہ کہہ بھی دیا تھا کہ خبردار اب کسی سے نہ سنوں کہ تو نے کسی کے سامنے عثمان رضی اللہ عنہ کو عیب لگایا اور علی رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت علانیہ بیان کی تم جو کچھ علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہو میں اس سے ناواقف نہیں ہوں بلکہ تم سے زیادہ ہی جانتا ہوں' لیکن حاکم وقت غالب ہے ہم تم لوگوں کے سامنے ان کے عیب ظاہر کرنے کے لیے مجبور ہیں۔ اس باب میں ہمیں جو کچھ حکم دیا گیا ہے اس میں بہت کچھ ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ بس اتنا ہی ذکر کرتے ہیں تقیہ کے طور پر' جس سے کچھ چارہ نہیں تا کہ ان لوگوں سے ضرر ہمیں نہ پہنچے۔ اگر تو علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا چاہے تو اپنے اصحاب میں اپنے گھروں میں چھپا کر بیان کرنا چاہیے اگر مسجد میں اعلانیہ تو بیان کرے گا تو خلیفہ وقت اس کا متحمل نہ ہو گا۔ نہ اس باب میں ہمارا کوئی عذر سنے گا۔ صعصعہ یہی کہتا رہا بہت اچھا یہی کروں گا۔ پھر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو یہی خبر پہنچتی رہی کہ جس بات سے اسے منع کیا تھا اس نے پھر وہی کام کیا۔

معقل بن قیس کی روانگی:

اب جو صعصعہ نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ مجھے وہاں بھیج تو مغیرہ کو ناگوار گزرا اس سبب نے کہ اس کی مخالفت کرنے کا غصہ دل میں بھرا ہوا تھا کہا کہ بیٹھ تو خطیب ہے اور ذرا اس بات کو یاد رکھ۔ اس نے کہا کیا میں فقط خطیب ہوں ہاں میں زبردست خطیب اور رئیس ہوں' واللہ اگر جنگ جمل میں عبدالقیس کے رایت کے نیچے تم نے مجھے دیکھا ہوتا جبکہ برچھیاں چل رہی تھیں۔ کاسۂ سر میں شگاف پڑ رہے تھے سرکٹ رہے تھے تو تمھیں معلوم ہو جاتا کہ میں شیر ژیاں ہوں مغیرہ نے کہا اب بس کر و زبان تمھاری بہت فصیح ہے۔ بہت جلد قبیصہ بن دمون نے تین ہزار آدمی شیعوں میں کے چیدہ شہسوار معقل کے ساتھ روانہ کیے۔

معقل بن قیس کو ہدایت:

معقل مغیرہ سے رخصت ہونے اور سلام کرنے کو آیا تو مغیرہ نے کہا' اے معقل' شہسوار اس شہر کے میں نے تمھارے ساتھ روانہ کیے ہیں ۔ میرے حکم سے یہ لوگ انتخاب کیے گئے ہیں ۔ بس اب تم اس فرقہ بے دین کی طرف روانہ ہو جاؤ' جس نے ہماری جماعت کو چھوڑا اور' ہمیں کافر بنایا ہے ان سے توبہ کرنے کو اور جماعت میں داخل ہونے کو کہنا ۔ اگر وہ مان جائیں تو ان کی توبہ قبول کرنا اور ان سے تعرض نہ کرنا اور اگر نہ مانیں تو بسم اللہ کرو اور ان سے لڑو ۔ معقل نے کہا ہم تو ان سے سب کچھ کہیں گے ۔ مگر بخدا میں نہیں سمجھتا کہ وہ مانیں گے اور جب وہ حق بات کو نہ مانیں گے تو ہم بھی ان کے باطل کو نہ مانیں گے ۔ خدا آپ کا بھلا کرے ۔ کچھ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں مغیرہ نے کہا ہاں ۔ سماک بن عبید عبسی نے مجھے لکھا ہے یہ شخص مدائن کا عامل تھا ۔ وہ خبر دیتا ہے کہ وہ لوگ صراۃ سے روانہ ہو گئے اور بہر سیر میں آ کر اترے ۔ وہ پرانے شہر میں جہاں کسریٰ کے ایوانات اور ابیض المدائن ہے جانا چاہتے تھے ۔ سماک نے نہ جانے دیا ۔ بہر سیر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اب تم روانہ ہو جاؤ ان کے پیچھے جانے میں جلدی کرو ۔ یہاں تک کہ ان تک پہنچ جاؤ' جس شہر میں وہ لوگ ملیں بس اتنی ہی دیر انھیں وہاں ٹھہرنے دینا کہ تمھیں جو کچھ ان سے کہنا سننا ہے کہہ سن لو اگر نہ مانیں تو لڑائی شروع کر دو ۔ یہ لوگ دو دن بھی جہاں ٹھہر جائیں گے جن جن لوگوں سے ملیں گے ان کے خیالات کو فاسد کر دیں گے ۔

اعلان جہاد کوفہ میں:

معقل اسی دن روانہ ہوا اور سوار میں شب کو قیام کیا مغیرہ نے اپنے غلام آزاد ورادکو حکم دیا اس نے مسجد جامع میں آ کر پکارا لوگو معقل بن قیس اس فرقہ باغیہ کے دفع کرنے کو روانہ ہو چکا ہے اور آج رات اس نے سورا میں بسر کی اس کے ساتھ جانے والوں میں ہرگز کسی کو پیچھے نہ رہنا چاہیے ۔ سنو امیر ہر ہر شخص مسلم کے لیے جو اس اصحاب میں ہے نکلنے والے ہیں اور یہ حکم دینے والے ہیں کہ یہ لوگ ہرگز کوفہ میں اب نہ ٹھہریں اور سن رکھو کہ اس مہم کے جانے والوں میں سے آج کے بعد جو شخص کوفہ میں دکھائی دے گا وہ اپنی خرابی کا باعث ہوگا ۔

عبداللہ بن عقبہ غنوی:

عبداللہ بن غنوی مستورد کے ساتھ تھا اور سب سے زیادہ کم سن تھا ۔ کہتا ہے ہم لوگ کوفہ سے نکل کر صراۃ تک آئے اور جب تک جمعیت پوری نہیں ہو لی وہیں ٹھہرے رہے پھر وہاں سے روانہ ہو کر بہر سیر تک پہنچے اور شہر میں داخل ہوئے سماک ابن عبید عبسی پرانے شہر میں تھا وہ ہمارے آنے سے اندیشہ مند ہوا ۔ جب ہم لوگوں نے پل کے پار اتر کے اس کے پاس جانا چاہا تو ہمیں لڑنا پڑا اور آخر اس نے پل کو توڑ دیا اب ہم کو بہر سیر میں ٹھہر جانا ضرور ہوا ۔ مستورد بن علفہ نے مجھے بلا کر پوچھا ۔ بھتیجے تجھے لکھنا آتا ہے میں نے کہا ہاں آتا ہے اس نے پوست آہو اور دوات مجھ کو منگا دی اور کہا لکھ:

نامہ مستورد بنام سماک بن عبید:

بندہ خدا امیر المومنین مستورد کی طرف سے سماک بن عبید کو معلوم ہو کہ اپنی قوم کا احکام میں نا انصافی کرنا' حدود کو معطل کر دینا' غنیمت کو ہتھیا لینا ہم کو گوارا نہیں ہم لوگ تم کو کتاب عز و جل اور اس کے نبیؐ کی سنت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی ولایت اور عثمانؓ و علیؓ سے بیزار

ہونے کی دعوت دیتے ہیں کہ ان دونوں نے دین میں احداث کیا اور حکم قرآن کو ترک کیا۔ اگر تم نے قبول کیا تو رشد وثواب کو حاصل کیا۔ ورنہ ہم کو جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور ہم تم سے جنگ کا اعلان کرتے ہیں اور یہ برابر کا توڑ ہے خدا خیانت کرنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔

عبداللہ عقبہ کی نامہ بری:

پھر مستورد نے کہا یہ خط سماک کو لے جا کر دے اور جو کچھ وہ کہے اسے یاد رکھ اور مجھ سے آ کر بیان کر۔ میں ایک کم سن نوجوان ابھی سن شعور کو پہنچا تھا۔ بہت سی باتوں کا مجھے تجربہ نہ تھا۔ نہ کچھ معلوم تھا۔ میں نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے اگر آپ مجھے حکم دیں کہ دجلہ کے پاس جا کر اپنے تئیں اس میں گرا دو تو میں انکار نہ کروں گا لیکن یہ بتایئے کہ سماک سے آپ کو اطمینان ہے کہ مجھے پکڑ تو نہ رکھے گا اور آپ کے پاس آنے سے روکے گا تو نہیں اور میں جہاد سے محروم تو نہ رہ جاؤں گا مستورد نے مسکرا کر کہا بھتیجے تو پیغامی ہے اور پیغامیوں سے تعرض کرنے کا دستور نہیں ہے اگر مجھے تیرے باب میں کچھ اندیشہ ہوتا تو میں خود تجھ کو نہ بھیجتا۔ تیرا خیال تجھ سے بڑھ کر مجھ کو ہے۔ اب میں روانہ ہوا۔ اور کسی نہ کسی کشتی کے ذریعہ سے پار اتر کر سماک بن عبید کے پاس پہنچا۔ لوگ اسے گھیرے ہوئے تھے جب میں نے ادھر کا رخ کیا تو سب کی نگاہیں میری طرف اٹھیں قریب پہنچا تو کوئی دس آدمی میری طرف جھپٹے بخدا میں یہی سمجھا کہ لوگ مجھے پکڑ لیں گے اور امیر نے جو مجھ سے کہا تھا اس کے خلاف سامان نظر آتا ہے غرض میں نے تلوار کھینچ لی اور کہہ دیا کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم لوگ اس وقت تک مجھ کو نہ پا سکو گے جب تک کہ حق تعالیٰ سے تمھارے قتل کرنے کا عذر نہ کرلوں۔ انھوں نے کہا اے مرد خدا تو کون شخص ہے میں نے جواب دیا امیر المومنین مستورد کا پیغامی ہوں انھوں نے کہا پھر تو نے تلوار کیوں کھینچی میں نے کہا تم لوگ میری طرف جھپٹے میں نے سمجھا کہ مجھے باندھ لو گے مجھ سے دغا کرو گے انھوں نے کہا تیرے لیے امان ہے ہم تو فقط اس لیے بڑھے تھے کہ تیرے ساتھ ساتھ رہیں اور تیری تلوار کے قبضہ میں ہاتھ رکھے ہیں اور دیکھیں کہ تو کس لیے آیا ہے اور کیا چاہتا ہے میں نے پوچھا کہ مجھے اتنی امان ہے کہ میرے لوگوں میں مجھے واپس کردو گے۔ انھوں نے کہا بے شک۔ اب میں نے تلوار نیام میں کرلی اور بڑھا اور سماک بن عبید کے سر پر جا پہنچا۔ اس کے رفقاء مجھ سے لپٹے ہوئے تھے کوئی میری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے تھا کوئی میرا بازو تھامے ہوئے تھا۔

عبداللہ بن عقبہ اور سماک کی گفتگو:

میں نے اپنے امیر کا خط اسے دے دیا۔ جب پڑھ چکا تو میری طرف سر اٹھا کر کہنے لگا مستورد کی خاکساری وفروتنی کو دیکھ کر میں تو اسے ایسا نہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں پر تلوار اٹھائے گا اور مجھ سے علیؓ وعثمانؓ سے بیزاری کا خواستگار رہو گا اور اپنی ولایت کی طرف دعوت کرے گا اس بڑھاپے میں کیا شامت ہے کہ اس کی بات سنوں پھر میری طرف دیکھا اور کہا اے فرزند اپنے امیر کے پاس جا کر کہہ دے کہ خدا سے ڈرے اس خیال سے باز آ مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو جا اگر وہ کہے تو مغیرہ سے اس کے لیے امان دینے کو میں درخواست کروں اور مغیرہ کو تو اصلاح وعافیت کی خود ہی ضرورت ہے میں نے کہا اور میں ان لوگوں کو خوب سمجھ چکا تھا ایسا نہ خیال کیجیے ہم نے یہ کام جس میں آپ لوگوں سے ہمیں اس چند روزہ دنیا میں ضرر پہنچنے کا اندیشہ تھا محض اس لیے کیا ہے کہ عبداللہ قیامت کے دن ہم کو امن واطمینان حاصل ہو کہنے لگا تیرا برا ہو تجھ پر کسی کو کیا ترس آئے گا پھر اپنے اصحاب سے کہنے لگا۔ انھوں

(خوارج) نے اسے بہکایا پھر اس کے سامنے قرآن پڑھ پڑھ کے اور خضوع و خشوع ظاہر کر کے اور رونے کی آواز بنا بنا کر اس کو دھوکے میں ڈالا کہ یہی لوگ کچھ حق پر ہیں "اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا" وہ تو نرے جانور ہی ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔ ان لوگوں کو تم دیکھتے ہو واللہ ان سے بڑھ کر کسی قوم میں میں نے ایسی کھلی کھلی گمراہی صاف صاف نحوست نہیں دیکھی۔ یہ سن کر میں نے کہا اے شخص میں اس لیے نہیں آیا کہ تمھارے ساتھ گالی گلوچ کروں نہ اس لیے کہ تمھاری اور تمھارے لوگوں کی باتیں سنا کروں مجھ سے یہ کہہ دو کہ اس خط میں جو مضمون ہے اس کا جواب دو گے یا نہیں تاکہ میں اپنے امیر کے پاس واپس چلا جاؤں۔ اس نے میری طرف دیکھا اور اپنے اصحاب سے کہنے لگا اس لڑکے کو دیکھتے ہو واللہ میں اس کے باپ سے بھی سن میں زیادہ ہی ہوں گا یہ مجھ سے کہہ رہا ہے خط کا جواب دیتے ہو یا نہیں جا اے فرزند اپنے امیر کے پاس جلا جا جب تو دیکھے گا کہ سواروں نے تم سب کو گھیر لیا ہے اور تمھاری برچھیاں آ چلنے لگیں اس وقت تو آرزو کرے گا کہ کاش اپنی ماں کے گھر میں چھپ کے بیٹھتا۔ غرض میں وہاں سے واپس ہوا ندی پار اتر کر اپنے لوگوں میں چلا آیا۔

مستورد کا خوارج سے خطاب:

جب اپنے امیر کے پاس گیا تو اس نے پوچھا تجھے کیا جواب دیا میں نے کہا کچھ اچھا جواب نہیں ہے میں نے اس سے یہ کہا اس نے یہ کہا اسی طرح سارا قصہ میں نے بیان کر دیا۔ یہ سن کر مستورد نے یہ آیت پڑھی:۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ . خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴾

''جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کے لیے برابر ہے تو انہیں متنبہ کر یا نہ کر یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور ان کے کانوں پر اور آنکھوں پر پردے پڑے ہیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے''۔

ہم اسی جگہ دو تین دن ٹھہرے رہے پھر ہم کو معلوم ہوا کہ معقل بن قیس ہماری طرف آ رہا ہے۔ مستورد نے ہم سب کو جمع کیا حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجالایا پھر کہا کہ یہ بے وقوف معقل بن قیس تمھاری طرف روانہ کیا گیا ہے یہ فرقہ سبائیہ سے ہے جو مفتری و کاذب ہیں اور خدا کا اور تمھارا دشمن ہے اب کیا رائے ہے تماری مجھ سے بیان کرو بعض لوگوں نے کہا واللہ ہم نے خروج ہی اس لیے کیا ہے کہ سوا خدا کے اور اس کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے اور کچھ نہیں چاہتے وہ لوگ تو آ گئے اب ہم کہا جائیں' نہیں ہمیں اس وقت ٹھہرے رہنا چاہیے کہ اللہ ہمارے ان کے درمیان حکم کر دے وہ سب حکموں سے بڑھ کر ہے دوسرے گروہ نے کہا نہیں ہم کو الگ رہنا چاہیے' لوگوں کو دعوت دیں گے اور ان پر حجت تمام کریں گے مستورد نے کہا اے گروہ اہل اسلام میں نے واللہ اس لیے خروج نہیں کیا کہ مجھے دنیا کی طلب یا ناموری یا فخر زندگانی یا دنیا کی خواہش ہو میں نہیں چاہتا کہ دنیا تمام و کمال اور چند در چند اس سے جس کی آرزو کی جاتی ہے میری جوتی کے تسمہ کے عوض مجھے ملے محض شہادت کی آرزو میں اور اس تمنا میں کہ خدا بعض گمراہوں کو میرے ہاتھ سے ذلیل کروا کے مجھے کرامت عنایت کرے میں نے خروج کیا ہے۔ میں نے جس باب میں تم سے مشورہ طلب کیا ہے اس پر غور کر چکا ہوں میری رائے یہ ہے کہ ٹھہرنا نہیں چاہیے کہ وہ زور شور میں بھرے ہوئے ہم پر آ پڑیں ہم کو روانہ ہو جانا چاہیے اور دور تک نکل جانا چاہیے ان کو جب یہ خبر پہنچے گی تو ہمارے ڈھونڈنے کو نکلیں گے اور متفرق پریشان ہو جائیں گے اس وقت ہمیں ان سے لڑنا

چاہیے خدا کا نام لے کر اب سب کے سب چل کھڑے ہو۔

خوارج کا مذار میں قیام:

ہم لوگ اب دجلہ کے کنارے کنارے چلے جرجرایا میں پہنچ کر دجلہ کو عبور کیا پھر اسی طرح سرزمین جوخی میں مذار تک چلے گئے اور وہاں مقام کیا۔عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو جس مقام میں ہم تھے وہاں کا حال معلوم ہوا اس نے لوگوں سے پوچھا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کے لیے کیوں کر لشکر جمع کیا اور کتنے لوگ روانہ کیے ہیں لوگوں نے شمار و تعداد لشکر کو بیان کیا اور کہا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرد شریف و رئیس کو اصحاب علی رضی اللہ عنہ میں تھا اور ان کے ساتھ خوارج سے لڑ بھی چکا تھا روانہ کیا ہے اور اس کے ساتھ شیعہ علی رضی اللہ عنہ کو جنھیں خوارج سے عداوت ہے کر دیا ہے ابن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اچھی تدبیر کی ہے پھر شریک بن اعود حارثی کو بلا بھیجا اور یہ بھی علی رضی اللہ عنہ کی رائے پر تھا اس سے کہا اس فرقہ باغیہ کے دفع کرنے کو تین ہزار آدمی انتخاب کر کے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔اور ان کا پیچھا کر یہاں تک کہ زمین بصرہ سے ان کو نکال دے یا ان کو قتل کر دے اسی گفتگو کے درمیان یہ بھی کہا کہ دشمنان خدا کے قتال کے لیے بصرہ کے ان لوگوں کو ساتھ لے کر نکل جو ان سے قتال کو حلال سمجھتے ہیں شریک یہ سن کر سمجھا کہ ان لوگوں سے شیعہ علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں لیکن ان عامر کو ان کا نام لینا مکروہ معلوم ہوا' اس نے لوگ انتخاب کیے اور شہسواران بنی ربیعہ سے جن کا عقیدہ شیعوں کا سا تھا اور جن کے روساء اس کی بات مانتے تھے اسے نے بہت ہی اصرار کیا اور ان لوگوں کو ساتھ لے کر مقام مذار کی طرف مستورد بن علفہ کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

معقل بن قیس کا تعاقب:

معقل بن قیس کوفہ سے نکل کر سوار میں ایک دن ٹھہرا رہا اور اس کے اصحاب میں جو نامی گرامی لوگ تھے سب اس کے گرد آ کر جمع ہو گئے اندیشہ یہ تھا کہ دشمن کہیں قابو سے نکل نہ جائیں اس لیے کچھ لوگوں کو طلیعہ کے طور پر روانہ کر کے باقی لوگ بھی بہت جلد سوار سے روانہ ہو کر مقام کوتی میں آ کر ایک دن اور ٹھہرے رہے جو لوگ ابھی تک پیچھے رہ گئے تھے یہاں وہ بھی سب آ کر جمع ہو گئے یہاں سے کچھ رات گئے سب روانہ ہوئے۔جب مدائن کے قریب پہنچے تو کچھ لوگ شہر سے ملنے کو آئے ان سے معلوم ہوا کہ دشمن وہاں سے روانہ ہو گئے یہ بات سب کو شاق گذری اور یہی خیال ہوا کہ اب بہت تھکنا پڑے گا اور بہت ہی ڈھونڈنا پڑے گا معقل بن قیس شہر بہر سیر کے ناکہ ہی پر اتر پڑا شہر میں نہیں گیا۔سماک بن عبید خود ہی اس کے سلام کو آیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ بکریاں' اونٹ' جو گھانس لے کر آئے جو تمام لشکر کے لیے کافی ہوا۔معقل بن قیس نے تین دن مدائن میں مقام کیا اور اپنے اصحاب کو جمع کر کے کہا کہ یہ فرقہ گمراہ و باغی یہی سمجھ کر یہاں سے کسی طرف نکل گیا کہ تم لوگ انھیں ڈھونڈتے پھرو اور متفرق پریشان ہو جاؤ جب ان سے سامنا ہو جائے تو تم لوگ تھکے ماندے ہو مگر جس طرح تم کو تھکنا پڑے گا ان کو بھی تو تھکنا پڑے گا اور پہلے ابوالرواغ شاکری کو تین سو سوار دے کر باغیوں کے پیچھے روانہ کیا پھر خود اس کے پیچھے مدائن سے روانہ ہوا۔ابوالرواغ لوگوں سے پوچھتا ہوا چلا جدھر سنا کہ وہ گئے ہیں اسی طرف اپنا بھی رخ کر دیا ان کے تفحص میں جرجرایا سے پار ہو گیا پھر جدھر ان کے جانے کا ذکر سنا خود بھی ادھر چلا' یہی طریقہ اس نے رکھا آخر مقام مذار میں جہاں خوارج ٹھہرے ہوئے تھے جا پہنچا اور اپنے اصحاب سے اس باب میں مشورہ کیا کہ معقل کے آنے سے پیشتر لڑائی شروع کر دے یا انتظار کرے بعض نے کہا چلو لڑ لیں بعض نے کہا ہمیں جنگ میں جلدی نہ کرنا چاہیں ہمارا امیر آ

لے تو پوری جماعت کے ساتھ ان سے مقابلہ کریں گے ابوالرواغ نے کہا معقل بن قیس نے اپنے آگے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ دشمن کا تعاقب کروں اور جب وہ مجھے مل جائیں تو اس کے آنے تک لڑائی نہ شروع کروں یہ سن کر باتفاق سب نے کہا بس اب رائے یہی ہے کہ معقل کے آنے تک ہمیں ان کے قریب قریب رہنا چاہیے۔

ابوالرواغ اور خوارج کی جھڑپیں:

غرض قریب شام کے یہ سب لوگ خوارج کے قریب جا کر اترے ساری رات حراست ونگہبانی میں گزری جب صبح ہوئی اور دن چڑھا تو دشمنوں نے صف آرائی کی اور ان لوگوں نے بھی مقابلہ پر کمر باندھی۔ شمار میں تین سو وہ بھی تھے اور تین سو یہ بھی۔ انھوں نے سخت حملہ کیا کہ ادھر سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ایک ساعت تک شکست کی حالت رہی ابوالرواغ نے پکار کر کہا اے سواران بزدل خدا تم سے سمجھے تمام دن حملہ پر حملہ کیے جاؤ یہ کہہ کر اس نے خود حملہ کیا اور ہم سب لوگ اس حملہ میں شریک ہوئے دشمن کے قریب پہنچے تھے کہ پھر انھوں نے بھی حملہ کیا اور ان کا رخ پھیر دیا۔ ان کے حملہ نے ہم سب کو بڑی دیر تک متفرق کر دیا پھر یہاں سب کے گھوڑے بھی شایستہ ورا ہوار تھے ہاں ہم میں سے کوئی قتل نہیں ہوا اور زخمی بھی کم لوگ ہوگے پھر ابوالرواغ نے کہا کہ تم کو خدا موت دے ارے پلٹو قریب سے حملہ کرو ہم ان کو تب تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک ہمارا امیر نہ آ لے۔ دشمنوں سے شکست کھا کر لشکر کی طرف ہمارا واپس جانا رسوائی کی بات ہے اتنا جم کر تم نہ لڑ سکے کہ جنگ شدید ہوئی اور بہت سے لوگ قتل ہوتے ایک شخص نے جواب میں کہا کہ حق بات سے خدا شرم نہیں کرتا واللہ انھوں نے ہم کو شکست دے دی ابوالرواغ نے کہا تجھ جیسے لوگوں کو خدا نہ پیدا کرے جب تک ہم میدان سے نہیں ہٹے ہرگز ہم کو شکست نہیں ہوئی ہم جب ان کی طرف مڑ پڑیں گے اور ان کے قریب قریب رہیں گے اور لشکر کے آنے تک واپس نہ ہوں گے تو یہ امر ہمارے لیے بہت مناسب ہوگا۔[1] لیکن لوگ یہی کہیں گے کہ ابوالرواغ نے شکست کھائی۔ بس ان کے قریب ہی چل کر اب ٹھہرو وہ لڑنے آئیں اور تم ان سے نہ لڑ سکو تو ذرا سرک آؤ اور اگر وہ تم پر حملہ کر بیٹھیں اور تم تاب نہ لا سکو تو اپنی کمک کی طرف پلٹ آؤ وہ بھی اگر پلٹ جائیں تو پھر تم ان کی طرف مڑ پڑو اور ان کے قریب قریب رہو کوئی ساعت نہیں گزرے گی کہ لشکر آ پہنچے گا۔ اب ان پر خوارج جب حملہ کرتے تھے یہ سرک آتے تھے اور ان لوگوں میں مل جاتے تھے جو کمک کے لیے الگ موجود تھے اور جہاں انھوں نے جنگ شروع کی یہ سب متفرق ہو گئے ابوالرواغ اور اس کے رفقاء اپنے گھوڑوں پر سوار دشمن کے پیچھے ہی پیچھے اور ان کے قریب ہی رہے جب انھوں نے دیکھا کہ یہ کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے شکست بھی کھا چکے دن چڑھے سے لے کر زوال کی پہلی ساعت تک یہی حال رہا اور ظہر کا وقت بھی آ گیا تو مستورد نماز کے لیے اتر پڑا اور ابوالرواغ اپنے اصحاب کے ساتھ ان سے میل دو میل کے فاصلہ پر الگ جا کر اترا سب نے نماز ظہر پڑھی اور دو شخصوں کو نگہبان مقرر کیا اور سب اسی جگہ ٹھہرے رہے۔

معقل کا خط بنام ابوالرواغ:

یہاں تک کہ نماز عصر سے فارغ ہوئے اس کے بعد ہی ایک جوان معقل بن قیس کا خط لیے ہوئے ابوالرواغ کے پاس آیا

---

[1] بیاض کے مقام پر یہ عبارت ہے وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ يُقَالُ انْهَزَمَ ''أَبُوحُمْرَانَ حُمَيْرِبْنِ بَجِيرٍ الْهَمْدَانِي مَا بَالَيْتُ. ''اللہ کی قسم! اگر یہ کہا جاتا کہ ابوحمران بن بجیر الہمدانی کو شکست ہوئی تو مجھے کچھ پروا نہ تھی۔''

جتنے دیہات والے اور راہ گیر ادھر سے گزرتے تھے ان کو لڑتے ہوئے دیکھتے ہی تھے ان میں سے جو کوئی اس راستہ سے جاتا تھا جس راستہ سے معقل آ رہا تھا تو وہ معقل کے سامنے جا کر اس کے اصحاب کی خوارج کے ساتھ جنگ و جدال کرنے کی خبر دیتا تھا یہ پوچھتا تھا تم نے کیوں کر ان کو لڑتے ہوئے دیکھا یہ لوگ کہتے تھے کہ فرقہ حروریہ تمھارے اصحاب کو شکست پر شکست دے رہا ہے یہ پوچھتا تھا کہ یہ تم نے نہیں دیکھا کہ ہمارے لوگ شکست کھا کر پھر ان کی طرف مڑ پڑتے ہیں وہ کہتے تھے ہاں یہ لوگ پلٹ پلٹ کے تو آتے ہیں مگر پھر شکست کھا کر بھی تم لوگوں کو تم لوگوں منہ نہ دکھائے گا۔ اس کے بعد اس نے محرز بن شہاب تمیمی کو بلا کر کہا کہ ضعیف و ناتوان لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنے ساتھ لے کر تم میرے پاس چلے آنا اور لشکر میں ندا کی جس کو طاقت ہو وہ میرے ساتھ چلنے میں جلدی کرے اٹھو اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے میں جلدی کرو وہ تمہارے دشمن کے مقابلے میں پہنچ گئے ہیں مجھے تو امید ہے کہ تمہارے پہنچنے سے ہی دشمنوں کو خدا اہلاک کر دے گا۔

معقل بن قیس کی آمد:

غرض صاحبان قوت و شجاعت اور اچھے گھوڑے جن کے پاس تھے ان میں سے سات سو آدمی جمع کر لیے وہاں سے چلا اور بہت سرعت کے ساتھ چلا ابوالرواغ کے قریب پہنچا تو وہ پکار اٹھا وہ گرد اٹھی وہ سوار آ پہنچے بڑھو دشمن کی طرف بڑھو لشکر والے یہی دیکھیں کہ ہم دشمن کے مقابلے میں ہیں یہ نہ سمجھیں کہ ہم ان سے دور دور ہیں اور ان کے رعب میں آ گئے یہ کہہ کر ابوالرواغ بڑھا مستورد اور اس کے اصحاب کے مقابل میں جا کر ٹھہرا اور ادھر سے معقل بھی سواروں کو لیے ہوئے آ پڑا' آفتاب غروب ہو چکا تھا اتر پڑا اور اپنے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی ابوالرواغ نے بھی اتر کر اپنے رفقاء کے ساتھ اور خوارج نے بھی نماز پڑھی اب معقل بن قیس اپنے اصحاب کو ساتھ لیے ہوئے ابوالرواغ نے بھی اتر کے پاس آیا اور پکار کر اس سے کہا ابوالرواغ مجھے تم سے اسی پامردی وفاداری کی امید تھی اس نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے ان لوگوں کے حملے بڑے سخت ہیں آپ خود قتال کا ارادہ نہ کریں کسی اور کو بھیجئے کہ وہ ان سے لڑے اور آپ پشت پر کمک کے لیے رہیں معقل نے کہا بہت اچھی رائے ہے۔

معقل بن قیس اور مستورد کی جنگ:

یہ بات منہ سے نکلی ہی تھی کہ سخت حملہ ہوا وہ لوگ اس طرح ٹوٹ پڑے کہ عوام الناس اس کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے معقل اپنی جگہ سے نہیں سرکا میدان میں اتر پڑا پکار کر کہا اے اہل اسلام ''زمین پر زمین پر'' ابوالرواغ بھی اس کے ساتھ ہی اترا۔ اور بہت سے شہسوار صاحبان ننگ و ناموس دو سو کے قریب لڑنے کو اتر پڑے اور جب مستورد اور اسے کے اصحاب ان پر چھا گئے تو ان لوگوں نے برچھیوں اور تلواروں پر ان کو رکھ لیا۔ ایک ساعت تک معقل کے سوار بھاگتے رہیں مسکین بن عامر نے جو بڑا بہادر اور صاحب رعب تھا پکار کر کہا اے مسلمانوں کہاں بھاگ کر جاتے ہو امیر تمہارا تو اتر پڑا تمھیں حیا نہیں آتی کہ بھاگنے میں رسوائی ہے اور ننگ و ملامت کا سامنا ہے یہ کہہ کر اس نے پلٹ کر حملہ کیا اس کے ساتھ ہی بہت سے سوار پلٹ پڑے اور خوارج پر حملہ کیا معقل اور جو صبر آزما جنگ جو اس کے ساتھ اتر پڑے تھے اپنے علم لشکر کے نیچے تلواریں مار رہے تھے اتنے وار ان پر کیے کہ مجبور ہو کر اپنے اپنے خیموں کی آڑ پکڑی اس کے تھوڑی دیر بعد محرز بن شہاب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان کو لیے ہوئے آ پہنچا معقل نے ان سے اترنے کو کہا صفیں باندھ دیں میمنہ و میسرہ مقرر کیا ابوالرواغ کو میمنہ اور محرز بن بجیر کو میسرہ اور سواروں کا رسالہ مسکین بن عامر کو دیا اور ان کو حکم

تھا کہ صبح تک کوئی اپنی اپنی صف سے نہ ہٹے' صبح ہوتے ہی حملہ ہوگا اور ہم جنگ شروع کریں گے غرض شب بھر لوگ اپنے اپنے مقام پر اپنی اپنی صفوں میں ٹھہرے رہے روایت ہے کہ مستورد نے جب یہ دیکھا کہ معقل آ گیا ہے اپنے لوگوں سے کہا کہ اسے اتنی مہلت نہ دو کہ پیادوں اور سواروں کی صفیں درست کرے ایک بڑے ساکھے کا حملہ کردو شاید اللہ اسی حملہ میں اسے ہلاک کردے' غرض سب نے حملہ کردیا اور یہ لوگ ٹھہر نہ سکے منتشر ہوئے بھاگے۔

خوارج کی پسپائی:

معقل نے جو اپنے لوگوں کو بھاگتے دیکھا گھوڑے سے کود پڑا علم لشکر کو بلند کیا اس کے ساتھ اور لوگ بھی اتر پڑے اور بڑی دیر تک لڑتے رہے اور دشمن کے حملوں کو برداشت کرتے رہے پھر انھوں نے بھاگتے ہوئے لوگوں کو پکارا وہ بھی ہر طرف سے دشمن پر آ پڑے خوارج کے پاؤں اکھڑ گئے اور اپنے اپنے خیموں کی آڑ پکڑی کچھ لوگ ان کے قتل بھی ہو گئے کچھ زخمی ہوئے معقل کے ساتھ جو لوگ میدان میں اترے تھے ان میں سے عمیر بن ابی اشاء ازدی بھی قتل ہو گیا۔ بڑی جرات سے وہ لڑا اس مضمون کے شعر پڑھتا جاتا تھا:

''جب ساتھ والے مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے اور نالائق کمینوں نے آنے میں دیر کی۔ تو ملامت گر کو معلوم ہو گیا کہ میں جنگ میں کیسا دلیر و چالاک و حیرت انگیز ہوں۔''

اس نے بہت لوگوں کو زخمی کیا اور ایک شخص کے لپٹ گیا اس کی چھاتی پر گر کر اسے ذبح کر ڈالا ابھی سر نہیں کاٹنے پایا تھا کہ دشمنوں میں سے ایک شخص نے حملہ کیا اور اس کی ہنسلی پر برچھی پڑ گئی بس دشمن کی چھاتی پر سے نیچے آ رہا اور اس کا کام تمام ہو گیا خوارج جب قریہ کی طرف بھاگے تو ایک شخص اس امید میں کہ شاید عمیر میں کچھ جان باقی ہو ڈھونڈھتا ہوا آیا تو دیکھا کہ اس میں کچھ دم نہ تھا۔

خوارج کا جرجرایا میں اجتماع:

خوارج ابھی اس قریہ میں ٹھہرے ہوئے تھے رات ہو گئی تھی کہ ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ بصرہ سے ایک لشکر اسی رخ پر آ رہا ہے یہ شخص راہ گیروں میں سے تھا اور خود انھیں نے اول شب اسے خبر لانے کے لیے بھیجا تھا اس کی بات کا کسی نے اعتبار نہ کیا ایک اور شخص جو وہیں کا رہنے والا تھا اسے یہ کہہ کر بھیجا کہ جا کر بصرہ سے ہماری طرف کوئی لشکر آ رہا ہے اسے کچھ دینے کو بھی کہا ابھی یہ لوگ اہل کوفہ ہی میں پھنسے ہوئے تھے کہ اس نے آ کر خبر دی کہ ہاں شریک بن اعور آ رہا ہے اور کچھ لوگ ان میں کے وقت زوال ساعت اول میں یہاں سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر بڑھ آئے ہیں اور میرا گمان ہے کہ اسی رات یا صبح ہوتے وہ تمہارے مقابلے میں اتر پڑیں گے یہ سن کر سب پشیمان ہوئے مستورد نے اپنے اصحاب نے کہا اب کیا رائے ہے سب نے کہا جو آپ کی رائے اس نے کہا ان سب لوگوں سے لڑنے کے لیے ٹھہرے رہنا میں مناسب نہیں سمجھتا جس راہ سے ہم آئے ہیں اسی راہ سے پلٹ چلنا چاہیے اہل بصرہ زمین کوفہ تک ہمارا تعاقب نہیں کریں گے بس ہمارے ہی شہر والے ہمارے تعاقب میں رہیں گے لوگوں نے پوچھا اس سے کیا فائدہ اس نے کہا دو شہروں کی فوج کے ساتھ لڑنے سے ایک ایک شہر کی فوج سے سمجھ لینا آسان ہے سب نے کہا پھر جہاں تمھارا جی چاہے وہیں ہم کو لے چلو اس نے کہا اچھا اپنے اپنے جانوروں پر سے اتر پڑو ساعت کی ساعت انھیں دم لینے دو ذرا چارہ ڈال دو۔ پھر دیکھو کہ میں کیا حکم دیتا ہوں غرض سب کے سب راہواروں پر سے اتر پڑے چارہ ڈال دیا اب خوارج میں اور اہل کوفہ میں ایک ساعت کی راہ

کا فاصلہ تھا وہ لوگ قریہ سے دور چلے گئے تھے کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ شبخون ماریں جب راہوار دم لے چکے اور چارہ کھا چکے تو مستورد کے حکم سے سب کے سب پھر اپنے اپنے جانوروں پر سوار ہوئے اس نے کہا سب کے سب قریہ میں داخل ہو کر اس کی پشت پر نکل چلو اور قریہ میں سے کسی کو بیگار میں ساتھ رکھو کہ وہ قریہ کی پشت پر سے تم کو لے چلے پھر وہاں تے پلٹئے اور تم کو اس راستہ پر لگا دے جس رستہ سے تم یہاں آئے ہو دشمنوں کو ان کے مقام میں رہنے دو ساری رات بلکہ صبح تک تو ان کو مطلق تمھاری خبر نہ ہو گی غرض سب لوگ قریہ کے اندر چلے گئے وہاں سے ایک شخص کو بیگار میں ساتھ لے لیا اس سے کہا آگے آگے چلے اور قریہ کے باہر آ کر اس سے کہا کہ ہم کو اس بازار کی پشت پر سے لے کر چل اور جس راہ سے ہم لوگ آئے ہیں اس راہ پر ہم کو لگا دے اس نے ایسا ہی کیا سب کو اس راستہ پر لے گیا جدھر سے یہ آئے تھے اور سب نے اس راہ سے واپس ہونا شروع کیا اور سب جرجرایا میں آ کر اتر پڑے۔

عبداللہ بن الحارث کو شبخون کا خطرہ:

عبداللہ بن حارث کو سب سے پہلے خوارج کی طرف سے کھٹکا ہوا اس نے معقل سے کہا خدا بھلا کرے امیر کا مجھے بڑی دیر سے دشمنوں کی طرف سے کھٹکا ہے وہ مقابل میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کی سیاہی ہم کو صاف نظر آ رہی تھی اب ایک ساعت ہوئی کہ وہ سیاہی غائب ہو گئی مجھے اندیشہ ہے کہ یہاں سے چلے نہ گئے ہوں اور کچھ مکر نہ کیا چاہتے ہوں اس نے پوچھا کس طرح کے مکر کا اندیشہ ہے اس نے کہا مجھے ڈر یہ ہے کہ بستی میں ڈاکہ نہ ڈالیں۔ معقل نے کہا کہ اس سے تو مجھے بھی اطمینان نہیں ہے اس نے پوچھا پھر میں اس کام کے لیے تیار ہو جاؤں کہا ذرا ٹھہرو میں سوچ لوں عتاب ذرا جا تو سہی اور جن لوگوں کو جی چاہیے ساتھ لیتا جا اس قریہ کے قریب جا کر دیکھ کہ خوارج میں سے کوئی ہے یا کچھ ان کا چرچا ہو رہا ہے لوگوں سے پوچھ کہ وہ کہاں ہیں عتاب بہت سے لوگ ساتھ لے کر گھوڑا دوڑاتا ہوا قریہ کے سامنے پہنچا کوئی اسے نہ ملا کہ اس سے کچھ پوچھتا گاؤں والوں کو آواز دی تو کچھ لوگ نکل کر آئے ان سے خوارج کا حال دریافت کیا انھوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ چلے گئے یہ نہیں معلوم کہ کیوں کر گئے عتاب نے آ کر معقل سے یہ حال بیان کیا معقل نے کہا مجھے شب خون کا اندیشہ ہے۔ قوم مصر کو بلاؤں بنی مضر سب آئے تو ان سے کہا تم اس جگہ ٹھہرو۔ پھر کہا ربیعہ کہاں ہے اور بنی ربیعہ کو اس نے دوسری سمت میں رکھا۔ بنی تمیم کو اور جانب' ہمدان کو اور جہت میں اہل یمن کو اور یمن کو اور طرف ٹھہرنے کو کہا فوج کی ایک ایک ٹکڑی ایک سمت میں اس طرح کھڑی کر دی کہ ایک صف کی پشت دوسری صف کی پشت کے مقابل تھی۔ معقل گھوڑا دوڑاتا ہوا ایک ایک صف میں جا کر ان سے کہہ آیا کہ اگر دشمن آ پڑیں اگر کسی صف سے لڑنا شروع کر دیں تو بے میرے کہے تم ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹنا ہر شخص تم لوگوں میں جس سمت میں ہے اسی سمت کی نگہبانی اس کے ذمے ہے صبح ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ غرض صبح تک سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے نگہبانی کرتے رہے اور شبخون سے ڈرتے رہے صبح ہوئی تو سب گھوڑوں پر سے اترے۔ نمازیں پڑھیں اور یہ خبر ملی کہ وہ لوگ جس راہ سے آئے تھے۔ اسی راہ واپس ہو گئے۔

شریک بن اعور کی آمد:

شریک بن اعور بصرہ کا لشکر لیے ہوئے معقل بن قیس کے پاس آ کر اترا دونوں میں ملاقات ہوئی باتیں ہوئیں اس کے بعد معقل نے شریک سے کہا میں ان لوگوں کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک میرے ہاتھ نہ آ جائیں شاید خدا انھیں ہلاک کر دے۔ اگر ان کے تعاقب میں کوتاہی کروں تو اندیشہ ہے کہ ان کا مجمع بڑھتا ہی جائے گا شریک بن اعور یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا بزرگان فوج کو جمع کیا

جن میں خالد بن معدان طائی اور بیہس بن صہیب جرمی بھی شامل تھے اور خطبہ پڑھا کہ اے لوگوں کچھ نیک کام کیا چاہتے ہو ہمارے بھائی اہل کوفہ کو دشمن کی تلاش میں جانے والے ہیں جو ہمارا ان کا دونوں کا دشمن ہے تم لوگ اس کے ساتھ چل سکتے ہو خدا ان کو نیست و نابود کردے گا ہم سب مل کے پلٹ چلیں گے۔

خالد بن معدان اور بیہس جرمی کا اختلاف:

خالد بن معدان اور بیہس جرمی نے کہا نہیں واللہ ایسا نہیں ہوسکتا ہم فقط اس لیے آئے ہیں کہ ان کو اپنی سرحد سے نکال دیں اور روکیں جب خدا کی طرف سے اس کا سامان ہوگیا تو اب ہم اپنے شہر کو پلٹ جائیں گے اہل کوفہ میں خود اتنی قدرت ہے کہ ان کتوں سے اپنے شہر کو پاک رکھیں شریک نے کہا مجھے تمھارے حال پر افسوس آتا ہے میرا کہا مانو وہ بہت ہی بدقوم ہے اس سے لڑنا ثواب ہے اور سرکار میں باعث انعام و اکرام ہے بیہس جرمی نے کہا اللہ اس صورت میں ہماری وہی حالت ہوگی جو شاعر بنی کنانہ کہہ چکا ہے:

''جیسے ایک دودھ پلانے والی عورت نے دوسرے کے بچوں کو دودھ پلا کر اپنے بچوں کو ضائع کردیا کچھ اچھا گٹھوا وہ نہ گا نٹھ سکی۔''

تم کو کیا نہیں معلوم کہ کوہستان فارس میں اکراد کافر ہوگئے ہیں اس نے کہا مجھے معلوم ہے کہا اس پر تم ہم سے کہتے ہو کہ اہل کوفہ کی حمایت کرنے کو ہم تمھارے ساتھ چلے چلیں اور ان کے دشمن سے لڑیں اور اپنے شہر کی حمایت کو ترک کریں۔ اس نے کہا اکراد کے لیے تم لوگوں کا ایک جرگہ کافی ہے بیہس نے جواب دیا کہ جس دشمن سے لڑنے کو تم ہم سے کہہ رہے ہو اس کے لیے اہل کوفہ کا ایک جرگہ کافی ہے یقین مانو اگر اہل کوفہ کو ہماری نصرت کی ضرورت ہوتی تو ہم پر ان کی نصرت واجب تھی لیکن انھیں ابھی تک ہماری ضرورت نہیں پھر ہمارے یہاں بھی اس قسم کا فساد موجود ہے جیسا ان کے یہاں ہے چاہے تو یہ کہ جو مہم ان کو درپیش ہے اس کا انتظام وہ کریں جو امر ہمیں درپیش ہے اس کا انتظام ہم کو کرنا ہے اور سنو اگر تمھارے کہنے پر ہم چلتے اور تم ان لوگوں کا تتبع کرتے ہو تو امیر کو بے اطلاع دیئے ہوئے تمھاری یہ جراءت گوارا نہ ہوتی۔

شریک بن اعور اور معقل کی گفتگو:

یہ حال دیکھا تو شریک نے سب سے کہہ دیا اچھا روانہ ہو اور سب روانہ ہوگئے اور خود آ کر معقل سے ملاقات کی یہ دونوں شیعہ تھے اور اسی وجہ سے دونوں میں بہت محبت و مودت تھی کہنے لگا واللہ میں نے بہت چاہا کہ میرے ساتھ والے میرا ساتھ دیں تا کہ میں تمھارے ساتھ دشمن کے تعاقب میں چلوں مگر ان سے میری کچھ نہ چلی معقل نے کہا بھائی خدا تجھے خیر دے ہمیں اس کی احتیاج بھی نہ تھی سنو واللہ مجھے تو یہ امید ہے کہ اگر سب نے جدوجہد کی تو ان میں سے کوئی اتنا بھی نہ بچے گا کہ خبر تو کسی سے بیان کرے۔ شریک بن اعور کہتا ہے کہ معقل کی زبان سے جب یہ کلمہ نکلا تو مجھے اچھا نہ معلوم ہوا مجھے اس کی جان کا اندیشہ ہوگیا میں ڈرا کہ یہ بڑا بول اس کی زبان سے نکلا اور قسم بخدا ہم لوگوں کے نزدیک معقل لاف و گزاف کرنے والوں میں نہ تھا۔

جرجرایا کا معرکہ:

جس وقت یہ خبر معلوم ہوگئی کہ مستورد بن علفہ اور اس کے اصحاب جس راہ سے آئے تھے اسی راہ سے انھوں نے مراجعت کی تو

بعض لوگ خوش ہوئے کہنے لگے اب ہم ان کے پیچھے پیچھے جائیں گے اور مدائن میں ان سے مقابلہ کریں گے اور اگر کہیں وہ کوفہ کے قریب گئے تو اور بھی تباہ ہوں گے۔ معقل نے ابوالرواغ کو بلا کر کہا کہ تمھارے ساتھ جو لوگ تھے ان کو لے کر مستورد کے پیچھے جاؤ اور میرے پہنچنے تک ان کو روک رکھو اس نے کہا کچھ لوگ تو مجھے اور دیجئے کہ آپ کے آنے سے پہلے ہی اگر دشمن مجھ سے لڑتے تو میری قوت ان سے بڑھ کر ہو اس لیے کہتا ہوں کہ ہم لوگوں کو ان سے ضرر پہنچ چکا ہے معقل نے تین سو سپاہی اور دیئے اور چھ سو کا مجمع خوارج کے تعاقب میں روانہ ہوا وہ بہت جلدی کرتے ہوئے چلے آخر جرجرایا میں پہنچے ان کے پیچھے پیچھے ابوالرواغ بھی جا پہنچا دیکھا تو سب لوگ اتر چکے تھے آفتاب نکل رہا تھا یہ بھی سب کے ساتھ اتر پڑا۔ خوارج کیا دیکھتے ہیں کہ پھر وہی ابوالرواغ اور وہی مقدمہ فوج ایک نے ایک سے کہا ان کا مار لینا ان سے زیادہ آسان ہے اب جو آنے والے ہیں۔ غرض انھوں نے حملہ کر دیا دس دس بیس سوار ان لڑنے کو نکلنے لگے ادھر سے بھی مقابلہ میں اتنے ہی سوار نکلتے تھے ایک ساعت تک انھیں سواروں میں ستیز دآویز ہوتی رہی۔ ایک دوسرے سے انتقام لیتے رہے جب یہ حالت دیکھی سب مل کر ایسا ایک حملہ ساکھے کا کیا کہ ان لوگوں کا منہ پھر گیا اور میدان ان کے ہاتھ رہا ابوالرواغ نے اب پکارنا شروع کیا اسے بزدل سوار والے بزدل مددگار و کیا بری طرح سے تم نے جنگ کی میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ غرض کوئی سو سوار پکڑ دھکڑ کر ساتھ لیے اور دشمن لیے اور دشمن کی طرف یہ شعر پڑھتا ہوا متوجہ ہوا:

''بہادر اور بڑا بہادر وہ ہے جس پر ہول و ہراس ایسے وقت میں طاری نہ ہو جس وقت کہ بزدل برچھیوں کی زد سے ڈر رہا ہو۔

ملامت گر کو اب اس بات کا یقین ہو گیا کہ روز جنگ جب خوف و خطر کا سامنا ہوتا ہے تو ایک حیرت انگیز پہلوان سب سے آگے رہنے والا میں ہوتا ہوں۔''

اب وہ دشمنوں پر جا پڑا اور دیر تک زد و کشت میں مصروف رہا۔

خوارج کا فرار:

اس اثناء میں اس کے ساتھ والے لوگ بھی ہر طرف سے آ کر شریک ہوتے گئے اور ایسے سخت حملے کیے کہ خوارج جس جگہ پہلے تھے۔ اُدھر ہی پلٹ جانے پر مجبور ہوئے یہ دیکھ کر مستورد اور اس کے اصحاب کو اندیشہ ہوا کہ معقل اگر اسی کے متعاقب آ گیا تو ان لوگوں کے قتل کرنے میں کوئی امر اس کو مانع نہ ہوگا غرض وہ اور اس کے اصحاب چل کھڑے ہوئے راہ دجلہ کو طے کر کے زمین بہرسیر تک پہنچے ان کے پیچھے پیچھے ابوالرواغ اس کے پیچھے معقل بن قیس دجلہ کی راہ سے چلے مستورد اب یہاں سے پرانے شہر کی طرف بڑھا۔ سماک بن عبید کو یہ خبر ہوگئی وہ دجلہ کے پار اتر کے اپنے اصحاب اور اہل مدائن کو لے کر نکلا مدائن کے دروازہ پر صف بندی کر دی اور شہر پناہ پر قدر افگن تیر اندازوں کو بٹھا دیا خوارج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ادھر سے پلٹ گئے اور ساباط میں جا کر اترے۔

ابوالرواغ کا تعاقب:

ادھر ابوالرواغ ان کو ڈھونڈتا ہوا مدائن میں سماک بن عبید کے پاس پہنچا اس نے بتا دیا کہ اس رخ پر وہ لوگ گئے ہیں ابوالرواغ اسی رخ پر چلا اور ساباط میں پہنچ کر ان کے مقابلے میں اترا۔ مستورد نے اپنے اصحاب سے کہا دیکھو یہ لوگ جو ابوالرواغ کے ساتھ تمہارے مقابل اترے ہیں معقل کے خاص اصحاب میں ہیں۔ واللہ اس نے تمہارے لیے اپنے بڑے ساونت

جاں نثاروں اور جیوٹ شہسواروں کو بھیج دیا ہے۔ واللہ اگر مجھے اتنا معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں سے ساعت بھر پیشتر میں معقل کے پاس پہنچ سکتا ہوں تو میں اسی طرف جاؤں تم میں سے کوئی جائے دریافت کرے کہ معقل کہاں تک پہنچا ہے یہ سن کر ایک شخص چلا اسے کچھ گنوار نو مسلم جو مدائن کی طرف سے آ رہے تھے مل گئے اس نے ان سے پوچھا کہ معقل بن قیس کی بھی کچھ خبر تم کو معلوم ہے انہوں نے کہا ہاں سماک بن عبید نے ایک پیک کو معقل کے پاس بھیجا تھا کہ دیکھے وہ کہاں تک پہنچا ہے کہاں اترنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

پل نہر الملک کا انہدام:

اس نے آ کر بیان کیا کہ میں چلا ہوں تو وہ دیلمایا میں مقام کیے ہوئے تھا۔ دیلمیا استان بہر سیر کے قریوں میں سے ایک گاؤں ہے قدامہ بن عجلان ازدی کا جو دجلہ کی جانب میں واقع ہے اس نے پوچھا ہم میں اور ان میں اس مقام سے کتنا فاصلہ ہو گا ان لوگوں نے کہا کوئی تین فرسخ یہ خبر لے کر وہ شخص پلٹا اور اپنے رئیس سے آ کر حال بیان کیا مستورد نے یہ خبر سنتے ہی اپنے اصحاب سے کہا اٹھو سوار ہو سب سوار ہوئے یہ سب کو لیے ہوئے ساباط کے پل تک پہنچا۔ یہ پل نہر الملک پر بندھا ہوا تھا اب مستورد نہر کے اس جانب ہے جدھر کوفہ ہے اور ابوالرواغ اور اس کے اصحاب اس پار ہیں جدھر مدائن ہے۔ سب لوگ جب اس پل پر پہنچ گئے تو مستورد نے کہا کچھ لوگوں کو اب اترنا چاہیے کوئی پچاس آدمی اتر پڑے حکم دیا کہ اس پل کو کاٹ دو سب نے مل کر پل کو کاٹ دیا۔ ابوالرواغ کی فوج نے خوارج کے سواروں کو دیکھا کہ پل پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سمجھے کہ ہم سے لڑنے کے لیے اس پار آنا چاہتے ہیں جلد جلد صفیں مرتب کرنے لگے لشکر باندھنے لگے اپنے حال میں ایسے مشغول ہوئے کہ پل کے ٹوٹنے کی انہیں ذرا خبر نہ ہوئی ادھر انہوں نے اہل ساباط میں سے ایک شخص کو راہ بتانے کے لیے ساتھ لیا اور اس سے کہہ دیا جب تک ہم دیلمایا میں نہ پہنچ جائیں ہماری آنکھوں کے سامنے سے اوجھل نہ ہو۔ وہ آگے آگے دوڑتا ہوا چلا۔ اور پویہ اور سرپٹ چال سے گھوڑے سب کو لے اڑے۔

معقل بن قیس پر خوارج کا حملہ:

ایک ساعت سے زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ سب کے سب معقل کے سر پر جا پہنچے۔ جب کہ اس کے اصحاب روانہ ہو رہے تھے اس نے جب خوارج کو دیکھا' تو سب لوگ اس کے متفرق ہو چکے تھے۔ مقدمہ فوج بھی اس کے قریب نہ تھا ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ بڑھ گئے تھے کچھ روانہ ہو چکے تھے اور وہ سب بے خبر تھے کسی کو کچھ حال معلوم نہ تھا معقل نے خوارج کو دیکھ کر علم لشکر بلند کر دیا۔ گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا پکار کر کہنے لگا۔ بندگان خدا زمین پر اتر آؤ، کوئی دو سو سرباز گھوڑوں سے اتر پڑے خوارج نے حملے شروع کر دیئے' ان لوگوں نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر برچھیوں کی نوکوں پر ان کو رکھ لیا۔ کچھ ان کا قابو چل نہ سکا' مستورد نے کہا گھوڑوں پر سے یہ لوگ اتر پڑے ہیں ان کو یہیں چھوڑ دو۔ ان کے گھوڑوں پر حملہ کر دو کہ یہ پھر اپنے گھوڑوں کو نہ پا سکیں۔ گھوڑوں کو تم نے مار لیا تو یہ سمجھو کہ ایک ساعت میں سب کے سب تمہارے شکار ہیں۔ یہ سنتے ہی سب گھوڑوں کی طرف اس طرح پلٹ پڑے کہ ان کے گھوڑوں کے درمیان حائل ہو گئے۔ گھوڑے بندھے ہوئے تھے سب کی باگیں کاٹ دیں اور وہ ادھر ادھر نکل گئے۔ اس کے بعد یہ خوارج ان لوگوں کی طرف مڑ پڑے جو روانہ ہو چکے تھے یا آگے بڑھ گئے تھے ان پر بھی حملہ کر کے منتشر کر دیا۔

معقل بن قیس کا خاتمہ:

اب یہ لوگ معقل بن قیس کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیکھا کہ اس کے اصحاب اسی طرح گھٹنے ٹیکے ہوئے کھڑے ہیں جاتے ہی

حملہ کیا وہ اسی طرح ڈٹے رہے اور پھر حملہ کیا اور وہ اسی طرح پیش آئے اب مستورد نے کہا اتر کران سب سے لڑنا بہتر ہے۔ آدھے سواروں کو اتر پڑھنا چاہیے اس حکم پر آدھے لوگ اتر پڑے سوار رہے پیادے الگ لڑ رہے تھے۔ سوار الگ حملہ کر رہے تھے۔

خوارج کو گمان غالب ہو گیا تھا کہ کوئی دم میں غائب ہوا چاہتے ہیں کہ یکا یک ابوالرواغ مقدمہ فوج کو لیے ہوئے کمک کو آ گیا۔ اس مقدمہ میں معقل کے خاص خاص یار و مددگار بڑے بڑے سور ما شہسوار تھے انہوں نے قریب آتے ہی دشمن پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ بھی گھوڑوں سے اب اتر پڑے تلوار چلنے لگی معقل و مستورد دونوں مارے گئے۔

عبداللہ بن عقبہ غنوی:

خوارج میں عبداللہ بن غنوی کے سوا کوئی نہ بچا ان سب سے زیادہ کمسن بھی تھا۔ دو مرتبہ یہ داستان اسی کی زبان سے سننے میں آئی ایک دفعہ مقام باجمیرا میں مصعب بن زبیر کے عہد امارت میں اور دوسری دفعہ دیر الجماجم میں جب وہ عبداللہ بن الاشعث کے ساتھ تھا اسی جماجم کی شکست کے روز جب کہ مخالفین کو وہ تلواریں مار رہا تھا۔ معرکہ میں وہ قتل بھی ہوا دیر جماجم میں جب یہ روایت اس نے بیان کی ہے تو ایک شخص نے اس سے کہا یہی ذکر باجمیرا میں تم نے کیا تھا جب ہم لوگ مصعب بن زبیر کے ساتھ تھے اس نے تم سے یہ نہ پوچھا کہ آخر تم کیوں کر بچ گئے اس پر عبداللہ غنوی نے کہا سنو۔ ہمارا رئیس جب مارا گیا تو اس کے اصحاب بھی پانچ چھ شخصوں کے سوا سب قتل ہو گئے اب ہم نے مخالفوں کی ایک جماعت پر جس میں کوئی بیس آدمی ہوں گے حملہ کر دیا۔ وہ سب متفرق ہو گئے میں پھرتا ہوا ایک گھوڑے تک پہنچ گیا اس پر زین بھی تھا۔ لگام بھی تھی۔ سوار پر اس کے کیا گزری مارا گیا یا اسے چھوڑ کر لڑنے کو اتر پڑا تھا مجھے کچھ نہیں معلوم میں نے لگام پر ہاتھ ڈالا رکاب میں پاؤں رکھا اور سوار ہو گیا۔

عبداللہ بن عقبہ کا فرار:

معقل کے سواروں نے میرا تعاقب کیا اور میرے قریب آ گئے میں نے گھوڑے کو ایڑ کی معلوم ہوا کہ وہ باد پا اپنا جواب ہی نہیں رکھتا۔ لوگوں نے میرے پیچھے گھوڑے ڈالے مجھے نہ پا سکے میں بھی دوڑتا ہوا چلا اب شام ہو گئی تھی جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ مجھے نہیں پا سکتے تو میں گھوڑے کو پویہ اور دلکی چال سے لے کر چلا۔ اسی حال سے میں جا رہا تھا کہ ایک گنوار مل گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے آگے آگے چل بڑا راستہ جو کوفہ کو جاتا ہے اس پر مجھے لگا دے وہ اس حکم کو بجا لایا۔ ایک ساعت گزری ہو گی کہ میں کوثی تک پہنچ گیا اب میں نہر کے اس مقام پر آیا جہاں وہ بہت وسیع و عریض تھی گھوڑا اس میں ڈال دیا اور پار اُتر گیا یہاں سے اسی گھوڑے پر دیر کعب تک میں آیا اور گھوڑے کو باندھ دیا کہ دم لے اور میں بھی ذرا اُونگھ گیا پھر بہت جلد بیدار ہوا اور گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر پچھلی رات کی تاریکی میں چل نکلا جو کچھ رات رہ گئی تھی اسے غنیمت سمجھا۔ نماز صبح میں نے مزاحمیہ میں پڑھی جو قبین سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے دن چڑھا تو میں نے ارادہ کیا کہ کوفہ میں داخل ہوں اور سیدھا شریک بن نملہ محاربی کے پاس جاؤں۔

عبداللہ بن عقبہ کو امان:

غرض میں نے اس سے جا کر اپنا حال اور اس کے اصحاب کا سبب بیان کر دیا اور یہ درخواست کی کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مل کر میرے لیے امان مانگ لے۔ اس نے کہا ان شاء اللہ تیرے لیے امان ہے تو تو بڑا مژدہ لایا ہے۔ آج رات بھر واللہ مجھے لوگوں کی فکر رہی۔ شریک بن نملہ فوراً مغیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اذن طلب کیا باریاب ہوا تو کہا میں ایک مژدہ بھی لایا ہوں اور ایک حاجت بھی رکھتا ہوں

حاجت پوری کیجیے تو مجھ سے مژدہ بھی سنیے۔ کہا حاجت میں نے پوری کی۔ مژدہ سنا۔ کہا عبداللہ بن عقبہ غنوی کو امان دیجیے کہ یہ بھی خوارج کے ساتھ تھا کہا میں نے امان دی۔ آرزو تو واللہ مجھے یہ تھی کہ تو ان سب کو لے کر آتا اور میں سب کو امان دیتا کہا مبارک ہو وہ سب کے سب قتل ہو گئے۔ میرا دوست ان کے ساتھ ہی تھا اس کا بیان ہے کہ اس کے سوا کوئی ان میں کا نہیں بچا کہا معقل پر کیا گذری کہا خدا آپ کا بھلا کرے ہمارے اصحاب کو اس کا کچھ علم نہیں ہے یہ ذکر ہو رہا تھا کہ ابوالرواغ ومسکین بن عامر نے آکر فتح کی مبارک باد دی۔ پھر یہ سرگذشت بیان کی معقل بن قیس ومستورد بن علفہ ایک دوسرے سے لڑنے کو نکلے۔ مستورد کے ہاتھ میں برچھی تھی۔ معقل کے ہاتھ میں تلوار تھی دونوں میں مقابلہ ہوا مستورد نے معقل کے سینہ پر برچھی ماری کہ اس کے منان پشت کو توڑ کر نکل آئی معقل نے تلوار اس کے سر پر لگائی جو دماغ تک اتر آئی۔ گرنے سے پیشتر ہی دونوں کا کام تمام ہو گیا۔

ابوالرواغ کا مشورہ:

مستورد بن علفہ جب ساباط سے پل کی طرف بڑھا ہے اور اس نے پل کو کاٹ دیا ہے تو معقل کے لشکر والوں کو یہی دھوکہ ہوا کہ وہ اس پار آکر ہم پر حملہ کیا چاہتا ہے اس بنا پر یہ لوگ ساباط کے تاریک مقام سے اس صحرا کی طرف بڑھ گئے جو ساباط و مدائن کے درمیان واقع ہے وہاں صف بندی و سامان جنگ میں مشغول ہوئے جب عرصہ گذر گیا اور دشمن مقابلے میں آتے دکھائی نہ دیئے تو ابوالرواغ نے کہا کہ اس میں کچھ نہ کچھ بھید ہے کی ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ ان لوگوں کا حال دریافت کر کے ہمیں اطلاع دے عبداللہ اور وہب بن ابی اشارہ ازدی نے کہا کہ ہم دریافت کر کے آپ کو مطلع کرتے ہیں۔ یہ دونوں گھوڑوں کو اڑا کر پل کے قریب آئے دیکھا کہ پل کاٹ دیا گیا ہے۔ ان کو یہی گمان ہوا کہ انھوں نے ہم سے ہیبت کھا کر ہمارے رعب میں آکر پل کو قطع کر دیا ہے۔ وہاں سے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے رئیس کے پاس آئے اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ اس نے کہا تمہارا کیا گمان ہے انھوں نے پل اسی لیے کاٹ دیا ہے کہ ہماری ہیبت چھا گئی ہے۔ خدا نے ہمارا رعب ان کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ ابوالرواغ نے کہا سنتے ہو یقین مانو وہ لوگ بھاگے نہیں تم سے کید و مکر کیا ہے۔ میرا گمان واللہ یہی ہے کہ انھوں نے یہی کہا ہوگا کہ معقل نے اپنے خاص خاص رفیقوں کو ابوالرواغ کے ساتھ تمہارے مقابل بھیج دیا ہے اگر ہو سکے تو ان کو یہیں پڑا رہنے دو تم سب معقل اور اس کے ساتھ جو لوگ ہیں ان کی طرف جتنا جلد ہو سکے روانہ ہو وہاں جا کر تمہیں معلوم ہوگا کہ سب کے سب بے خبر اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے پل کو بھی اسی لیے کاٹ دیا ہے کہ تم اس میں مشغول رہو ان کا تعاقب نہ کر سکو۔ اور وہ تمہارے امیر پر عین غفلت میں جا پڑیں اٹھو دوڑو ان کو جانے نہ دو۔

مفرور فوجیوں کی ترغیب جنگ:

ابوالرواغ کی یہ بات اس طرح سب کے دل میں اُتر گئی کہ سمجھ گئے جو کچھ اس نے کہا واقع میں یہی بات ہے۔ گاؤں والوں کو سب نے پکارا وہ دوڑے ہوئے آئے ان سے کہا بہت جلد پل باندھ دو اور بہت تاکید کر دی انھوں نے بھی دیر نہیں لگائی بہت جلد ہی پل سے فراغت پائی۔ یہ سب پار اتر گئے اور دشمن کے تعاقب میں اس قدر جلد چلے کہ راہ میں کسی شے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ انھیں کے نقش قدم پر چل رہے تھے جس سے پوچھتے تھے یہی کہتا تھا کہ ابھی ابھی وہ لوگ تم سے پیشتر جا چکے ہیں۔ بس اب تم ان کو پا گئے بہت ہی قریب تم پہنچ گئے ہو یہ لوگ اسی امید میں دوڑے چلے جاتے تھے کہ ان کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ پہلے ان کو کچھ لوگ شکست

خوردہ بھاگتے ہوئے دکھائی دیئے ایسے بے حواس کہ ایک طرف مڑ کر نہیں دیکھتا تھا۔ ابوالرواغ نے آگے بڑھ کر آواز دی ارے ادھر آؤ یہ سن کر سب نے اس کے پاس پناہ لی۔ اس نے کہا تمہارا برا ہو کہو تو سہی کیا ماجرا ہے۔ بولے ہم کو کچھ خبر نہیں بس یکا یک دشمن ہمارے لشکر پر ٹوٹ پڑے ہم اس وقت مجتمع بھی نہ تھے انھوں نے اور بھی ہم کو متفرق و منتشر کر دیا پوچھا امیر پر کیا گذری کوئی بولا وہ میدان میں اترا اور لڑ رہا ہے کسی نے کہا میں تو جانتا ہوں کہ مارا گیا۔ یہ سن کر اس نے کہا یارو میرے ساتھ پھر چلو اگر ہمارا امیر زندہ ہے تو اس کے ساتھ شریک ہو کر لڑیں گے اگر دیکھیں گے وہ قتل ہو گیا تو ہم خود دشمنوں سے قتال کریں گے آخر ہم لوگ شہر کے نامور شہسواروں میں ہیں اسی دشمن سے لڑنے کے لیے ہم سب کا انتخاب ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حاکم کوفہ کی نظر سے تم گر جاؤ اگر دشمن کو تم پا جاؤ اور وہ معقل کو قتل کر چکے ہوں تو ان سے انتقام لیے بغیر یا بے مقابلہ کیے انھیں چھوڑ دینا قسم بخدا تمہیں زیبا نہیں ہے بس اب خدا کا نام لے کر روانہ ہو۔

ابوالرواغ کی کمک:

غرض اب یہ بھی روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ وہ بھی چلے جس کو بوالرواغ رستہ میں دیکھتا اسے پکارتا اور واپس لے چلتا بزرگان لشکر سے بھی پکار کر کہہ دیا کہ جس جس رُخ پر لوگ جا رہے ہوں ادھر سے انھیں واپس لے آ ؤ۔ اسی طرح لوگوں کو ساتھ لیتے ہوئے سب معقل کے لشکر تک پہنچ گئے۔ دیکھا کہ لشکر کا علم بلند ہے اور معقل کے ساتھ کوئی دو سو شخص یا کچھ زیادہ سب کے سب بڑے شہسوار اور نامور رہ گئے ہیں اور سب کے سب پیادہ ہیں اور ایسی شدید جنگ ہو رہی ہے جو کچھ سننے میں نہ آئی ہو گی یہ لوگ اس وقت پہنچے ہیں کہ خوارج کو غلبہ ہونے کو تھا مگر اس پر اصحاب معقل کو دیکھا کہ بڑی جوانمردی و شجاعت دکھا رہے ہیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھی کمک کو آ پہنچے تو خوارج پر مکرر حملہ کیا۔ اب خوارج ذرا ہٹ گئے اور یہ لوگ بھی ان تک پہنچ گئے۔ ابوالرواغ نے معقل کو دیکھا کہ میدان کی طرف رُخ کیے لوگوں کو ابھار رہا ہے اور جنگ پر آمادہ کر رہا ہے ابوالرواغ نے کہا میں فدا ہو جاؤں آپ پر آپ زندہ ہیں۔ معقل نے جواب دیا ہاں کہا اور دشمن پر حملہ کیا۔ اور ابوالرواغ نے اپنے اصحاب سے پکار کر کہا دیکھو تمہارا امیر زندہ سلامت موجود ہے بڑھو دشمنوں پر حملہ کرو۔ یہ سن کر سب کے سب نے حملہ کیا۔ اس سے خوارج کے سواروں پر بہت سخت ٹکر پڑی۔ ادھر معقل اور اس کے اصحاب نے حملہ کیا۔

مستورد کا قتل:

مستورد گھوڑے پر سے اتر پڑا۔ اپنے اصحاب کو پکارا اے جانبازو! سرفروشو! زمین پر آ جاؤ۔ زمین پر ان ظالموں اور ان کمینوں سے سچے دل سے جہاد کرنے میں جو مارا جائے گا قسم ہے اس خدا کی کوئی معبود نہیں جس کے سوا کہ اس کے لیے جنت ہے یہ سن کر اس سرے سے اس سرے تک سب اتر پڑے اور ہم سب لوگ بھی اتر پڑے اور تلواریں کھینچ کھینچ کر مستورد کی طرف چلے' دن کی کئی ساعت اس طرح تلوار چلی کہ ایسا دن کبھی نہ پڑا ہو گا۔ مستورد نے معقل سے پکار کر کہا اے معقل مجھ سے لڑنے کو نکل۔ معقل یہ سنتے ہی نکل آیا۔ سب نے قسمیں دے دے کر سمجھایا کہ اس کتے کے مقابل میں جسے خدا زندگی سے نا اُمید کر چکا ہے آپ کا جانا مناسب نہیں ہے۔ معقل نے کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص مجھے لڑنے کو پکارے اور میں ہچکچا جاؤں۔ یہ کہہ کر شمشیر بکف بڑھا۔ حریف نیزہ تانے مقابل ہوا۔ لوگوں نے پکار کر کہا اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے نیزہ ہی سے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہ بات بھی اس

نے نہ مانی۔ مستورد نے بڑھ کر نیزہ مارا کہ پشت سے ناف کی اس نکل آئی۔ معقل نے تلوار ماری کہ اس کے دماغ تک اُتر گئی۔ ادھر مستورد بے دم ہو کر گر پڑا۔

خارجی سپاہ کا خاتمہ:

ادھر معقل بھی قتل ہو گیا یہ جب لڑنے نکلا تھا۔ تو کہتا گیا تھا کہ میں قتل ہو جاؤں تو تم لوگوں کا امیر عمرو بن محرز منقری ہو گا۔ غرض معقل جب مارا گیا تو فوج کا نشان عمرو بن محرز نے لیا اور یہ کہا کہ میں قتل ہو جاؤں تو امیر تمہارا ابوالرواغ ہو گا۔ ابوالرواغ بھی اگر قتل ہو جائے تو سب کا امیر مسکن بن عامر ہو گا اور یہ شخص ابھی نوجوان عنفوان شباب میں تھا یہ کہہ کر علم لیے ہوئے اس نے حملہ کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب خوارج پر حملہ کر دیں پھر تو ان کو ذرا مہلت نہ دی سب کو قتل کر کے ڈال دیا۔

قیس بن الہیثم کی معزولی و گرفتاری:

اسی سال عبداللہ بن عامر نے عبداللہ بن خازم کو خراسان کا عامل مقرر کیا اور قیس بن الہیثم وہاں سے واپس آیا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ ابن عامر نے دیکھا کہ قیس دیر کر کے خراج بھیجتا ہے اور اس کے معزول کرنے کا اس نے ارادہ کر لیا۔ ابن خازم نے اس سے کہا مجھے والی خراسان مقرر کیجیے۔ میں آپ کو خراسان اور ابن الہیثم کی طرف سے بے فکر کر دوں گا اس پر ابن عامر نے اس کے نام پر فرمان لکھ دیا یا لکھنے کو تھا کہ قیس کو یہ خبر پہنچی کہ ابن عامر کا تم نے استخفاف کیا اور ہدیہ بھیجنا موقوف کر دیا وہ تم سے رنجیدہ ہو گیا ہے اور ابن خازم کو عامل خراسان مقرر کیا ہے۔ ابن خازم کا نام سن کر قیس ڈر گیا کہ وہ آتے ہی جھگڑے نکالے گا اور حساب فہمی کرے گا۔ خراسان کو چھوڑ کر ابن عامر کے پاس چلا آیا۔ ابن عامر کو اس حرکت پر اور زیادہ غصہ آیا یہ کہہ کر کہ تو نے سرحد کو چھوڑ دیا۔ اس کو مارا بھی اور قید میں بھی ڈال دیا۔ ایک شخص بنی یشکر سے تھا اسے خراسان روانہ کیا ایک روایت یہ ہے کہ اسلم بن زرعہ کلابی کو مقرر کیا۔

قیس بن الہیثم اور ابن خازم:

ایک روایت یہ ہے کہ ابن عامر نے عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں قیس بن ہیثم کو والی خراسان مقرر کیا تھا۔ اس پر ابن خازم نے کہا آپ نے ایک ذلیل آدمی کو خراسان روانہ کیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جنگ پیش آئی تو لوگوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہو گا اس میں ملک ضائع اور آپ کی ننھیال والے رسوا ہو جائیں گے۔ ابن عامر نے پوچھا پھر کیا مناسب ہے اس نے کہا فرمان میرے نام پر لکھ دیجیے اگر وہ دشمن کے مقابلے سے منہ پھیرے گا تو میں اس کی جگہ پر آ کر کھڑا ہوں گا ابن عامر نے اس کے نام پر لکھ دیا۔ ادھر طخارستان کی ایک جماعت نے سرکشی کی اور قیس نے ابن خازم سے اس امر میں مشورہ کیا۔ اس نے یہ رائے دی کہ تم یہاں سے سرک جاؤ اور ابھی تمام اطراف و جوانب کے لوگوں کو جمع کرو قیس یہ سن کر چل کھڑا ہوا۔ کوئی منزل دو منزل کے فاصلے پر گیا ہو گا کہ ابن خازم نے اپنا فرمان بحال کر دکھایا اور سب کا رئیس بن کر دشمن کا مقابلہ کیا اور شکست دی۔ یہ خبر دونوں شہروں کوفہ و بصرہ میں اور شام میں پہنچی۔ قیس کی جماعت والے بہت ہی بگڑے انھوں نے کہا ابن خازم نے قیس کو بھی دھوکا دیا اور ابن عامر کو بھی۔ اس بات نے بہت طول پکڑا نوبت یہاں تک پہنچی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا کر شکایت کی۔

ابن خازم کی طلبی و بحالی:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن خازم کو بلا بھیجا۔ وہ آیا اور معذرت کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کل صبح تم لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا

عذر پیش کرنا۔ ابن خازم نے اپنے اصحاب کے سامنے ذکر کیا کہ خطبہ پڑھنے کا حکم ہوا ہے اور مجھے بات کرنا بھی نہیں آتی۔ کل سب لوگ منبر کو گھیر کر بیٹھنا۔ جو کچھ میں کہوں اس کی تصدیق کرتے جانا۔ غرض دوسری صبح کو خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا۔ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد کہا کہ خطبہ پڑھنا تو امام کا منصب ہے جسے اس کے سوا چارہ ہی نہیں یا ایک احمق کا کام ہے جس کا دماغ چل گیا ہو جو منہ میں آئے بکتا چلا جائے میں میں نہ امام ہی ہوں نہ احمق ہوں۔ جو لوگ مجھے جانتے ہیں۔ وہ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ میں بڑا آزمودہ کار ہوں محل و موقع کو تاڑ لیتا ہوں اور فوراً دوڑ پڑتا ہوں' جان جوکھوں کے مقام سے قدم نہیں سرکاتا لشکرکشی میں چالاک تقسیم غنیمت میں انصاف پسند ہوں۔ تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو اس بات کو جانتا ہو میری تصدیق کرے۔ منبر کے گرد جو اس کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے سب نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر اس نے کہا امیر المومنین آپ کو بھی میں نے قسم دی ہے آپ بھی جو کچھ جانتے ہوں کہہ دیجیے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

قیس بن الہیثم کی رہائی:

روایت ہے کہ قیس خراسان سے ابن خازم کی مخالفت میں ابن عامر کے پاس چلا آیا ابن عامر نے اسے سو کوڑے مارے ڈاڑھی منڈوا ڈالی' قید کر لیا مگر اس کی ماں نے ابن عامر سے مانگ لیا اور اس نے رہا کر دیا۔

مروان اس سال امیر حج مقرر ہوا یہی عامل مدینہ بھی تھا۔ مکہ پہ خالد بن العاص بن ہشام مقرر تھا کہ کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور منصبِ قضا پر کوفہ میں شریح بصرہ و فارس و سجستان و خراسان پر ابن عامر کی حکومت تھی اور عمیر بن یثربی کو عہدۂ قضا دے رکھا تھا۔

باب۳

زیاد بن ابوسفیان

۴۴ھ کے واقعات

امیر بصرہ ابن عامر کی شکایت:

اسی سال عبدالرحمٰن بن ولید کے ساتھ مسلمان بلاد روم میں داخل ہوئے اور وہیں جاڑا بسر کیا اور بسر بن ارطاۃ نے دریا میں جنگ کی۔ اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر کو حکومت بصرہ سے معزول کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ابن عامر بہت ہی نرم دل اور کریم الطبع تھا۔ جاہلوں کی دست درازی کو روکتا نہ تھا اسی سبب سے اس کے زمانہ میں بصرہ خرابیاں پھیلیں۔ ابن عامر نے زیاد سے اہل بصرہ کی شکایت کی اس نے کہا تلوار میان سے نکال کر ان کی خبر لو۔ اس نے کہا ان کی اصلاح کے لیے اپنے نفس کی خرابی کروں یہ مجھے گوارا نہیں۔ ابن عامر کی حکومت اس قدر ضعیف تھی کہ کسی کو سزا نہ دیتا تھا چور کے ہاتھ نہ کاٹتا تھا۔ لوگوں نے کہا بھی تو اس نے یہ جواب دیا کہ مجھے لوگوں سے ایک الفت ہے جس کے باپ یا بھائی کا ہاتھ میں نے قطع کیا ہو۔ اس سے پھر کیا چار آنکھ کروں گا۔ اسی زمانے میں ابن الکوا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں کا حال اس سے پوچھا اس نے کہا بصرہ میں جاہلوں کا غلبہ ہے اور حاکم وہاں کا کمزور ہے۔ ابن عامر کو جو یہ خبر ہوئی تو اس نے طفیل بن عوف یشکری کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس سبب سے کہ ابن الکوا کو اس سے عداوت تھی۔ اس پر ابن الکوا کہنے لگا کہ ابن دجاجۃ کیسا بے وقوف ہے جانتا ہے کہ طفیل کے حاکم خراسان ہونے سے میں جل جاؤں گا۔ خدا کرے دنیا میں جتنے یشکری ہیں سب کے سب مجھ سے عداوت کریں اور وہ ہر ایک کو حاکم بنا دے۔ یہ سبب ہوا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابن عامر کو معزول کر دینے کا اور حارث بن عبداللہ ازدی کو وہاں بھیج دینے کا۔

روایت ہے کہ ابن عامر نے لوگوں نے پوچھا سب سے زیادہ ابن کوآ کا دشمن کون ہے عبداللہ بن ابی شیخ کا نام لیا گیا اس نے اس حاکم خراسان مقرر کیا تھا جس پر ابن کوا نے وہ بات کہی جس کا ذکر ابھی گزرا۔

ابن عامر کی دمشق میں طلبی:

ایک روایت یہ ہے کہ ابن عامر نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد روانہ کیا' یہ لوگ اس وقت پہنچے جس وقت اہل کوفہ کا وفد بھی وہاں آیا ہوا تھا اور ان میں ابن کوا یشکری بھی تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے عراق خصوصاً اہل بصرہ کا حال پوچھا۔ ابن کوا بول اٹھا امیر المومنین اہل بصرہ کو وہاں کے بیہودہ لوگ لوٹ کر کھا گئے اور حکومت کی طرف سے کچھ نہ ہو سکا اس کے ساتھ ہی ابن عامر کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں بہت ہی عاجز و کمزور اس نے ثابت کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ٹوکا بھی کہ تم اہل بصرہ کی طرف سے کیا کہہ رہے ہو وہ لوگ خود یہاں موجود ہیں۔ یہ وفد جب بصرہ کو واپس ہوا تو ابن عامر سے سب ماجرا بیان کیا اس پر ابن عامر کو غیظ و غضب آیا اور کہنے لگا' اہل عراق میں سب سے زیادہ کون شخص ابن کوا سے عداوت رکھتا ہے۔ عبداللہ بن ابی شیخ یشکری کا نام لیا گیا اور اس نے اسے والی خراسان کر دیا۔ جب ابن کوا نے یہ ذکر سنا تو وہ بات کہی جس کا ذکر گزرا۔ جب ابن عامر کا نا قابل ہونا بصرہ میں

مشہور ہوا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کرنے کے لیے اسے لکھ بھیجا۔

ابن عامر کی معزولی:

ابن عامر نے قیس بن ہیثم کو اپنی جگہ پر چھوڑا اور خود معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو عہدہ پر بحال کر دیا جب وہ رخصت ہونے لگا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تین چیزوں کا تم سے سوال کرتا ہوں کہہ دو کہ مجھے منظور۔ ابن عامر نے کہا مجھے منظور اور میری ماں ام حکیم ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جو عہدہ تم کو دیا ہے اسے واپس کر دو اور خفا نہ ہو کہا مجھے منظور۔ پھر کہا تمہاری جائداد جو عرفہ میں ہے مجھے دے دو کہا مجھے منظور۔ کہا تمہارے جتنے مکان مکہ میں ہیں سب مجھے دے دو۔ کہا مجھے منظور۔ کہا تم نے پاس قرابت کیا۔ اب ابن عامر نے کہا امیر المومنین میں بھی آپ سے تین چیزوں کا سوال کرتا ہوں کہہ دیجئے کہ مجھے منظور۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے منظور اور ہندہ میری ماں ہے کہا میرے جائداد جو عرفہ میں ہے مجھے واپس کر دیجیے۔ کہا مجھے منظور۔ کہا میرے کسی عامل سے حساب نہ لیا جائے اور میرے کسی امر سے تعرض نہ کیا جائے۔ کہا مجھے منظور۔ کہا اپنی بیٹی ہند میرے نکاح میں دیجیے کہا مجھے منظور۔ یہ بھی روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر سے کہا کہ یا تو یہ بات قبول کرو کہ ہم تم سے باز پرس کریں اور کچھ مال تم کو پہنچا ہے اس کا حساب کریں اور بعد اس کے تم کو تمہارے عہدہ پر بحال کر دیں یا اپنی حکومت سے دست بردار ہو جاؤ۔ میں وہ سب مال جو تم کو پہنچا ہے چھوڑے دیتا ہوں۔ اس پر ابن عامر نے عہدہ سے ہاتھ اٹھایا اور سب مال کی باز پرس سے برأت حاصل کی۔

ابن عامر اور زیاد بن ابی سفیان میں رنجش:

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد بن سمیہ کو اپنے باپ ابوسفیان کے نسب میں شریک کیا زیاد جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا ہے تو ایک شخص بنی عبد قیس کا اس کے ساتھ آیا تھا اس نے زیاد سے کہا کہ ابن عامر میرے محسنوں میں ہے تمہاری اجازت ہو تو میں اس سے ملوں۔ زیاد نے کہا اس شرط پر کہ تمہارے اس کے درمیان جو کچھ باتیں ہوں مجھ سے آ کر بیان کر دینا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اجازت مل گئی اور یہ ابن عامر سے ملا۔ اس نے کہا ''ہاں ہاں ابن سمیہ میرے امور میں اعتراض کیا کرتا ہے اور میرے عاملوں کو برا کہتا ہے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قریش میں سے ایک قسامہ لے کر آؤں گا (پچاس آدمی جو قسم کھائیں) وہ اس بات پر حلف کریں گے کہ ابوسفیان نے کبھی سمیہ کی صورت تک نہیں دیکھی''۔ جب یہ واپس ہوا تو زیاد نے حال پوچھنا چاہا پہلے اس نے بیان کرنے سے انکار کیا اس نے کسی طرح نہ چھوڑا آخر اسے کہہ دینا پڑا۔ زیاد نے جا کر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حاجب کو حکم دے دیا کہ ابن عامر آنے لگے تو پہلے ہی پھاٹک پر سے اس کے راہوار کے منہ پر مار کر واپس کر دے۔ اس نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ ابن عامر نے یزید سے آ کر شکایت کی۔ یزید نے پوچھا تم نے زیاد کا تو کچھ ذکر نہیں کیا تھا۔ ابن عامر نے کہا کیا تو تھا۔ یہ سن کر یزید اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر کو دیکھتے ہی مجلس برخاست کی اور محل کی طرف رُخ کیا۔ یزید نے یہ دیکھا تو ابن عامر سے کہا تم بیٹھو وہ کب تک اپنی نشست کو چھوڑ کر گھر میں بیٹھے رہیں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن عامر میں مصالحت:

ان دونوں کو بیٹھے ہوئے بہت دیر ہو گئی تو معاویہ رضی اللہ عنہ محل سے برآمد ہوئے۔ ہاتھ میں ان کے ایک چھڑی تھی اسے

دروازوں پر مارتے جاتے تھے اور یہ شعر کسی کا پڑھتے جاتے تھے :

ہماری اور راہ ہے اور تمہاری اور اس بات کو سب لوگ جان چکے ہیں ۔ پھر بیٹھ گئے اور ابن عامر سے کہا کیا تمہیں نے زیاد کے باب میں زبان کھولی ہے ۔ سنو! واللہ تمام عرب اس سے آگاہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ معزز میں تھا اور اسلام نے اور بھی میری عزت بڑھادی زیاد کے سبب سے کچھ کمی مجھ میں نہ تھی جو پوری ہوگئی ہو یا میری ذلت عزت سے بدل گئی ہو یہ بات ہرگز نہیں ہے ہاں اس کو میں نے جس بات کا حقدار پایا وہ سلوک اس کے ساتھ میں نے کیا ۔ ابن عامر نے کہا امیر المومنین میں اپنے قول سے رجوع کرتا ہوں زیاد کی جس میں خوشی ہو وہی بات زبان سے نکالوں گا ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اب ہم بھی جس میں تمہاری خوشی ہو وہی بات کریں گے ۔ ابن عامر اٹھ کر زیاد کے پاس گئے اور اسے راضی کر لیا ۔ روایت ہے کہ زیاد کوفہ میں جب آیا تو کہنے لگا کہ میں جس واسطے تمہارے پاس آیا ہوں اور جس بات کا تم سے طالب ہوں اس میں تمہاری ہی بہتری ہے سب نے کہا ہم سے جو کچھ تم چاہتے ہو کہو ۔ اس نے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں مجھے شریک کر دو ۔ لوگوں نے کہا کہ جھوٹی گواہی تو ہم نہیں دے سکتے ۔ اب زیاد بصرہ میں آیا وہاں ایک شخص نے اس کے موافق گواہی دے دی ۔

امیر حج معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما :

اس سال کا حج معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں نے کیا اسی سال مروان نے مسجد میں مقعودہ بنایا اور ۴۳ ھ میں جو حکام وعمال بلاد وامصار میں تھے جن کا ذکر کر چکے وہی لوگ اس سال بھی اپنے اپنے منصب پر رہے ۔

۴۵ھ کے واقعات

حارث بن عبداللہ کی معزولی :

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر کو معزول کر کے اسی سال کے شروع میں حارث بن عبداللہ ازدی الشامی کو بصرہ کا عامل مقرر کیا ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو منظور تھا کہ زیاد کو یہ عہدہ دے لیکن فرس محلل کی طرح (گھڑ دوڑ کا وہ گھوڑا جو جیتے تو حصہ لے ہارے تو کچھ نہ دے) حارث کو عامل بصرہ کر دیا تھا ۔ حارث نے اپنا رئیس شرط عبداللہ بن عمرو بن غیلان ثقفی کو مقرر کیا تھا چار مہینے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے حارث کو معزول کر کے زیاد کو والی بصرہ مقرر کیا ۔

زیاد بن ابی سفیان کا امارت بصرہ پر تقرر :

زیاد پہلے کوفہ میں سلمان بن ربیعہ باہلی کے گھر میں اُترا ۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ زیاد والی کوفہ ہو کہ آیا ہے انھوں نے وائل حضرمی کو جسے ابو ہنیدہ بھی کہتے تھے اس بات کی خبر لگانے کے لیے زیاد کے پاس بھیجا ۔ یہ زیاد کے پاس آیا مگر کچھ حال نہ کھلا ۔ شگون وفال میں اسے بہت دخل تھا واپس جانے کے لیے زیاد کے پاس سے نکلا تو کوے کو بولتے سنا پلٹ کر اس نے زیاد سے کہہ دیا کہ یہ کوا تو تم کو یہاں سے روانہ ہونے کے لیے کہہ رہا ہے اسی دن ایک قاصد معاویہ رضی اللہ عنہ کا زیاد کے پاس یہ حکم لے کر پہنچا کہ بصرہ کی طرف روانہ ہو ۔ یہ بھی روایت ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ امارت کوفہ پر تھے کہ انھیں خبر ملی کہ زیاد اس منصب پر آیا چاہتا ہے انھوں نے قطن بن عبداللہ حارثی کو بلا کر کہا کہ تم میرا اتنا کام کرو گے کہ جب تک میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر واپس آؤں کوفہ کی نگرانی کرتے

رہو۔ اس نے کہا مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا۔ اب انہوں نے عیینہ بن نہاس عجلی کو بلوایا اور یہی استدعا اس سے کی اس نے منظور کر لیا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کو روانہ ہو گئے اور جا کر ان سے درخواست کی کہ مجھے معزول کر دیجیے اور وہ سب مکان جو مقام قرقیسا جوار بنی قیس میں واقع ہیں مجھے عنایت کیجیے۔ یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان سے شر و فساد کا اندیشہ ہوا قسم کھا کر کہا کہ واللہ تم اپنی خدمت پر واپس چلے جاؤ۔ انھوں نے انکار کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بدگمانی اور زیادہ ہو گئی اور آخر ان کو واپس آنا ہی پڑا۔ رات گئے کوفہ پہنچے اور دارالامارۃ کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک نگہبان جو قصر کے اوپر پہرہ دے رہا تھا کہتا ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کے دروازہ کھٹکھٹانے سے ہم سب لوگوں میں تشویش پھیل گئی اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ اوپر سے پتھر نہ آئے۔ اپنا نام بتا دیا پہرے والا کوٹھے سے اُتر کر آیا خیر مقدم کہا اور سلام کیا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کسی کا شعر پڑھا:

''اے ام عمرو جب میں دور کے سفر پر آمادہ ہوں تو مجھ سے ڈرتی رہ''۔

اور کہا ابن سمیہ کے پاس ابھی جا اسے شہر سے نکال دے دیکھ پل کے اس پار جا کر اسے صبح ہو۔ غرض یہاں سے لوگ روانہ ہوئے اور صبح ہونے کے پیشتر ہی زیاد کو پل کے پار کر دیا۔

زیاد کی بصرہ میں آمد:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو بصرہ و خراسان وسیستان کا حاکم کر دیا پھر ہند و بحرین و عمان بھی اس کے ماتحت کر دیئے آخر ربیع الآخر یا غرہ جمادی الاولیٰ ۴۵ھ میں زیادہ بصرہ میں داخل ہوا۔ اس وقت فسق و فجور بصرہ میں علانیہ طور پر پھیلا ہوا تھا۔ زیاد نے خطبہ تبراء (جس میں حمد باری تعالیٰ سے ابتداء نہ کی جائے) پڑھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حمد باری تعالیٰ بھی تھی کہا:

خطبہ زیاد:

خدا کے افضال و احسان کا شکر ہے اور ہم اس سے مزید رحمت کے خواست گار ہیں۔ خداوندا جس طرح تو نے نعمتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں اسی طرح شکر نعمت کے ادا کرنے کی توفیق بھی ہم کو دے۔

سنو! سخت جہالت اندھا دھند گمراہی اور بدکاری جو دوزخ کو ہمیشہ کے لیے مشتعل کر دیتی ہے۔ یہ وہی امور عظیم ہیں جو تم میں سے نالائق لوگ کر گزرتے ہیں اور عقلا کو بھی لپیٹ لیتے ہیں بوڑھے ان افعال سے پرہیز نہیں کرتے بچے وہی باتیں سیکھتے جاتے ہیں۔ تم نے تو جیسے آیات ربانی کو سنا ہی نہیں خدا کی کتاب کو پڑھا ہی نہیں یہ جانتے ہی نہیں کہ خدا نے اطاعت گزاروں کے لیے کیسا ثواب اور گناہگاروں کے لیے کس قدر عذاب سرمدی مہیا کیا ہے جس سے چھٹکارا ہی نہیں کیا تم بھی ان لوگوں میں ہو جن کی آنکھوں میں حرص دنیا نے خاک جھونک دی۔ جن کے کانوں میں ہوس و خواہش نے ٹھیٹھیاں دے دیں جنہوں نے باقی کو چھوڑ کر فانی کو پسند کیا۔ دیکھتے نہیں کہ تم نے اسلام میں وہ بدعت کی جو پہلے کسی نے نہ کی تھی۔ خرابات کھلے رہنے دیئے کمزور بیچاروں کو دن دہاڑے لٹنے دیا۔ جن کی گنتی کچھ کم نہیں ہے کیا باغیوں کو دن کی لوٹ مار اور رات کی شب گردی سے روکنے والے تم میں نہ تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دور رہے۔ کوئی عذر تو نہیں اور معذور بنتے ہو۔ اچکوں کی پردہ پوشی کرتے ہو۔

تم میں سے ہر شخص ایک نالائق کی پچ کرتا ہے جیسے کسی کو نہ عذاب کا ڈر ہو نہ قیامت کا اندیشہ۔ نالائقوں کے نقش قدم پر چلے تو پھر تم کہاں کے لائق رہے۔ تم ان کو اپنی پناہ میں اس طرح لیے رہے کہ انھوں نے اسلام کی ہتک عزت کی اور پھر تمہارے پس پشت

گوشہ رسوائی میں آ کر چھپ رہے جب تک میں ان کی جائے پناہ کو ڈھانہ لوں اور جلا کر خاک نہ کر ڈالوں مجھے کھانا پینا حرام ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس امر کا انجام اسی طرح ہوگا جس طرح آغاز ہوا۔ نرمی کی جائے گی مگر ایسی جس میں کمزوری نہ ثابت ہو۔ سختی کی جائے گی مگر ایسی کہ جس میں جبر وتعدی نہ ہو۔ واللہ میں غلام کا مواخذہ آقا سے مسافر کا مقیم سے مستمند کا اقبال مند سے بیمار کا تندرست سے کروں گا۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوست سے ملے گا تو یہ مثل زبان پر ہوگی [1] انج یا سعد فقد هلك سعيد۔ یا یہ ہوگا کہ تمہاری برچھیاں میرے لیے سیدھی ہو جائیں گی۔

منبر پر جھوٹ کہنا دائمی رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ تم پر میرا کوئی جھوٹ ثابت ہو جائے تو میری نافرمانی کرنا تمہیں جائز ہے۔ تم میں سے کسی پر ڈاکہ پڑے تو اس کے نقصان کا ضامن میں ہوں۔ دیکھو شب گردی کی شکایت میرے پاس نہ آنے پائے جو شب گرد گرفتار ہو کر میرے پاس آئے گا میں قتل ہی کر ڈالوں گا' بس تمہیں اتنی مہلت دیتا ہوں جتنے عرصے میں کوفہ تک خبر لے جائیں اور واپس آ جائیں۔ دیکھو کسی سے دعویٰ جاہلیت میں نہ سننے پاؤں جس کو میں سنوں گا کہ ایسا کلمہ زبان سے نکالا میں اس کی زبان ہی کاٹ ڈالوں گا۔ تم لوگوں نے وہ کرتوت نکالے جو پہلے نہ تھے۔ ہم نے بھی ہر گناہ کے لیے سزا نکال رکھی ہے کوئی کسی کو ڈبو دے گا تو میں بھی اس کو ڈبو دوں گا کوئی آگ لگائے گا تو میں بھی اسے جلا دوں گا۔ کوئی شخص کسی گھر میں سیندھ دے گا تو میں بھی اس کے قلب میں سوراخ ڈال دوں گا کوئی اگر کسی شخص کے لیے قبر کھودے گا میں اسی کو جیتا اس میں گاڑ دوں گا۔ اپنے ہاتھ کو اپنی زبان کو مجھ پر دراز نہ کرنا میں بھی اپنا ہاتھ اپنی ایذا رسانی تم سے باز رکھوں گا۔

عام رسم ودستور کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد ہوگی تو میں اس کی گردن ماروں گا میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان عداوت چلی آتی ہے۔ اب میں نے ان باتوں کو کانوں کے پیچھے اور قدموں کے نیچے ڈال دیا۔ تم میں جو نیک لوگ ہیں انھیں چاہیے اپنی نیکی کو زیادہ کریں۔ جو بدلوگ ہیں۔ اپنی بدی سے باز آئیں۔ اگر میں یہ نہ جانوں کہ میری دشمنی کسی شخص کو مارے ڈالتی ہے۔ جب بھی میں اس کا پردہ فاش نہ کروں جب تک کہ روگردانی وروکشی علانیہ میرے ساتھ نہ کرے ہاں اس صورت میں اسے میں دم نہ لینے دوں گا۔ اب تم اپنے کاموں میں از سرنو مصروف ہو جاؤ اور اپنے خیالات کو درست کرو۔ کتنے ہی لوگ میرے آنے سے رنجیدہ ہوئے ہیں جو خوش ہو جائیں گے اور کتنے ہی لوگ میرے آنے سے خوش ہوئے ہیں۔ وہ رنجیدہ ہو جائیں گے۔

ایہا الناس ہم لوگ تمہارے رئیس ہیں تمہاری حمایت کرنے والے ہیں خدا نے جو حکومت ہمیں عطا کی۔ اسی کی رو سے ہم تم پر حکم چلائیں گے خدا نے جو مال غنیمت ہم کو بخشا ہے اس سے ہم تمہاری حمایت کریں گے۔ ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ ہماری مرضی کے موافق ہماری اطاعت کرو اور تمہارا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی اس حرکت میں عدل کریں۔ ہماری خیر خواہی کر کے تم اپنے کو ہماری عدل کا اور مال کا مستحق بناؤ۔ اور جان لو کہ میں اگر کوتاہی بھی کروں تو تین باتوں میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ کوئی حاجت مند آدھی رات کو بھی میرے پاس آئے گا تو میں اس سے روپوش نہ ہوگا۔ کسی کی تنخواہ کو یا وظیفہ کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکوں گا۔ تمہارے لیے کسی فوج کو بھی نہ رکھوں گا۔

---

[1] یعنی اے سعد تم بچو سعید تو ہلاک ہو چکا۔

تمہیں چاہیے کہ اپنے ائمہ کی بہبود کے لیے خدا سے دعا کرو۔ یہ سب تمہارے حاکم ہیں تمہیں ادب دینے والے ہیں تمہاری جائے پناہ ہیں جن کا سہارا تم رکھتے ہو اور سنو تم نیک ہو جاؤ گے تو وہ بھی نیک ہو جائیں گے۔ ان کی طرف سے دل میں بغض نہ رکھو اس سے تم غم و غصہ میں ہمیشہ مبتلا رہو گے۔ ایسی حاجت کے طلب گار نہ ہو جو پوری کی جائے تو تم کو ضرر پہنچائے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہر ایک کی مدد ہر ایک کے مقابلے میں کیا کرے۔ جب دیکھنا کہ میں تم لوگوں میں کوئی حکم جاری کرنا چاہتا ہوں تو اسے آسانی سے جاری ہونے دو۔ اور قسم بخدا تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائیں گے ہر شخص کو چاہیے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے حذر کرے۔

عبداللہ بن اہتم اور زیاد:

عبداللہ بن اہتم نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر میں اعتراف کرتا ہوں کہ خدا نے آپ کو دانائی اور قوت فیصلہ عنایت فرمائی ہے زیادہ نے کہا تم نے غلط کہا یہ مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کو ملا تھا۔ احنف نے کہا اے امیر آپ نے جو کچھ کہا خوب کہا لیکن آزمائش کے بعد ستائش اور عطا کے بعد سپاس چاہیے ہم کبھی تعریف نہ کریں گے جب تک امتحان نہ کر لیں۔ زیاد نے کہا یہ بات صحیح ہے۔ پھر ابن اُدیہ آہستہ آہستہ یہ کہتا ہوا اٹھا کہ تم نے جو کچھ بیان کیا خدا نے اس کے خلاف خبر دی ہے فرماتا ہے:

﴿ وَ اِبْرَاهِیْمَ الَّذِیْ وَ فّٰی اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴾

''یعنی صحف موسیٰ و ابراہیم میں لکھا ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور انسان جیسا کرے گا ویسا پائے گا''۔

اے زیاد! تم نے جو وعدہ کیا اس سے بہتر خدا نے ہم سے وعدہ کیا۔ زیاد نے جواب دیا کہ تم لوگ جو بات چاہتے ہو ہم خون کے دریا میں پیرے بغیر وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔

شعبی کی زبانی یہ نقل ہے کہ میں نے جس خوش بیان کو تقریر کرتے سنا اس اندیشہ میں کہ کہیں اب بگڑ نہ جائے۔ یہی جی چاہا کہ بس خاموش ہو رہے مگر زیاد ایسا نہ تھا وہ تو جس قدر زیادہ تقریر کرتا اس کا کلام اتنا ہی جید ہوتا جاتا۔

اہل بصرہ پر پابندیاں:

زیاد نے خدمت شرط عبداللہ بن حصن کو دی اور لوگوں کو اتنی مہلت دی کہ کوفہ تک خبر پہنچا کر واپس آ سکیں اور عشاء کی نماز سب کے بعد پڑھا کرتا تھا اور کسی شخص سے کہتا تھا کہ سورۂ بقر یا اتنا ہی بڑا اور سورۂ قرآن شریف سے بہ ترتیل تلاوت کرے اس سے فارغ ہونے کے بعد اتنا توقف اور کرتا تھا کہ چلنے والا مقام خریبہ تک پہنچ جائے اب صاحب شرط کو یہ حکم ہوتا تھا کہ نکلے اور جسے پائے قتل کرے ایک رات کا ذکر ہے کہ کسی اعرابی کو زیاد کے پاس پکڑ لائے۔ اس سے زیاد نے پوچھا کہ جو حکم پکارا گیا تھا تو نے سنا تھا اس نے کہا بخدا میں نے نہیں سنا۔ میں اپنی دودھیل اونٹنی کو لیے ہوئے آ رہا تھا کہ رات ہو گئی اور مجبور ہو کر ایک مقام پر صبح تک ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا۔ مجھے مطلق علم نہیں ہے کہ امیر نے کیا حکم دیا ہے۔ زیاد نے جواب دیا۔ واللہ! مجھے یہی گمان ہے کہ تو سچ کہتا ہے لیکن تیرے قتل کرنے میں ہی اس امت کی بہتری ہے حکم دیا اور اس کی گردن ماری گئی۔ زیاد پہلا شخص ہے جس نے احکام شاہی کو بہت شدید کر دیا۔ جس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت کو مستحکم کر دیا۔ جس نے لوگوں کو اطاعت گذاری پر مجبور کر دیا جس نے سزا دینے میں سبقت کی

جس نے تلوار کو برہنہ کیا۔ جس نے تہمت پر گرفتار کر لیا۔ جس نے شبہ پر سزا دے دی۔ اس کی شاہی کے زمانہ میں لوگ اس سے بے حد ڈرتے تھے یہاں تک کہ ایک کو ایک سے کچھ کھٹکا نہ رہا تھا۔ کسی شخص کی کوئی چیز گر پڑتی تو کوئی اسے نہ چھوتا جس کا مال تھا۔ وہی جب آتا تو اٹھالیتا۔ عورت اپنے گھر کا دروازہ بند کیے بغیر سورہتی۔ ایسا اس نے انتظام کیا جو کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

مدینہ رزق کی تعمیر:

اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں اس قدر سمائی ہوئی تھی کہ اتنی کسی کی ہیبت آج تک نہ ہوئی تھی۔ تنخواہیں اس نے جاری کیں اور مدینہ رزق تعمیر کیا۔[1] ایک دفعہ زیاد نے عمیر کے گھر سے گھنٹی کی آواز سنی پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا گیا کہ پاسبانی۔ کہا اسے موقوف کر دیں۔ اصطخر سے جو مال انھوں نے حاصل کیا ہے اس میں کچھ جائے گا تو میں اس کا ضامن ہوں۔ اس کے ملازمین شرطہ چار ہزار تھے ان لوگوں پر سرکردہ عبداللہ بن حصن تھا جو صاحب مقبرۂ ابن حصن اور قبیلہ بنی عبید بن ثعلبہ سے تھا اور جہد بن قیس تمیمی صاحب طاق جہد تھا یہ دونوں اہل شرطہ کے سردار تھے ایک دن یہ دونوں حربے ہاتھ میں لیے ہوئے زیاد کی اردلی میں اس کے آگے چل رہے تھے کہ دونوں میں نزاع ہوگئی۔

زیاد نے کہا اور جہد حربہ ہاتھ سے ڈال دے اس نے ڈال دیا۔ جب سے لے کر زیاد کے مرنے تک ابن حصن اس عہدہ پر باقی رہا۔ کہا گیا ہے کہ بدکار اور بداطوار لوگوں کے امور پر زیاد نے جہد کو مقرر کیا وہ ایسے ہی لوگوں کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔

بصرہ میں امن وامان:

زیاد سے کسی نے کہا کہ راہیں پرخطر ہیں اس نے جواب دیا کہ بصرہ میں پہنچنے کے سوا مجھے کسی بات کی فکر نہیں ہے بصرہ میں غلبہ حاصل کرلوں اور انتظام کر دوں۔ اگر اہل بصرہ مجھ پر غالب ہو گئے اور شہروں کے لوگ تو زیادہ تر غالب ہو جائیں گے۔ بصرہ کا انتظام جب کر چکا تو اور بھی جہاں تک اس سے ہو سکا مستحکم کر دیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہاں سے لے کر خراسان تک ایک ڈوری کسی کی جاتی رہے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے چرالی ہے۔

اس نے مشائخ بصرہ کے پانچ سو نام لکھے جو اس کی صحبت میں تھے اور تین سو یا پانچ سو تک ان کا ذریعہ کفاف معین کر دیا اس پر حارثہ بن بدر نے اس کی شان میں قصیدہ لکھا۔

صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی حکومت میں شرکت:

زیاد نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چند شخصوں کو اپنے ساتھ شریک کیا ان حضرات میں سے عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔ حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو والی خراسان کر دیا۔ انہیں لوگوں میں سمرہ بن جندب وانس بن مالک وعبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہم کا بھی نام ہے عمران رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمت سے استعفیٰ دیا۔ زیاد نے قبول کر لیا۔ اور عبداللہ بن فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ کو پھر ان کے بھائی عاصم بن فاضلہ رضی اللہ عنہ کو پھر رزادہ بن اوفی جرشی رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر کیا اور رزادہ کی بہن لبابہ زیاد کے پاس تھی۔

زیاد پہلا شخص ہے جس کے آگے آگے حربے اور ڈنڈے ہاتھوں میں لیے ہوئے سپاہی دوڑا کرتے تھے۔ اس نے پانچ سو

---

[1] محکمہ تقسیم ارزاق اتنا بڑا تھا کہ ایک شہر معلوم ہوتا تھا۔ مترجم

سپاہی پہرہ پر مقرر کیے تھے کہ وہ مسجد کو چھوڑ کر کہیں جا سکتے نہ تھے۔ شیبان جو صاحب مقبرہ شیبان اور قبیلہ بنی سعد سے ہے ان کا سردار تھا۔

خراسان کی تقسیم:

زیاد نے خراسان کے چار صوبے کر دیئے تھے۔ مرو پر امیز بن احمر یشکری کو۔ ابر شہر پر خلید بن عبداللہ حنفی کو۔ مرد رو ذ و فاریاب و طالقان پر قیس الہیثم کو ہرات د باد غیس و فارس و بوشخ پر نافع بن خالد طاحی کو مقرر کیا تھا۔

نافع پر عتاب:

ایک دفعہ نافع پر زیاد نے عتاب کیا قید کر لیا اور ایک لاکھ کوئی کہتا ہے آٹھ لاکھ کا جرمانہ اس کے نام پر لکھا۔ سبب یہ ہوا کہ زیاد کے پاس فادزہر کا بنا ہوا ایک خوانچہ کسی نے بھیجا تھا اس کے چاروں پائے فادزہر کے تھے۔ نافع نے ایک پایہ اس کا نکال کر سونے کا پایہ لگا دیا۔ خوانچہ اپنے غلام کے ہاتھ زیادہ کے پاس روانہ کیا اس کا نام زید تھا۔ یہ نافع کے تمام امور میں بہت دخیل تھا۔ اس نے زیاد سے نافع کی شکایت کی۔ اس سے کہہ دیا کہ نافع نے آپ کے ساتھ خیانت کی ہے خوانچہ کا ایک پایہ نکال کر اس کی جگہ سونے کا پایہ لگا دیا ہے۔

نافع کی رہائی:

چند شخص بزرگان ازد میں سے جن میں سیف بن وہب معولی شریف قوم تھا زیاد کے پاس آئے وہ مسواک کر رہا تھا۔ سیف نے یہ شعر پڑھا:

اُذْكُـرْ بِـنَـا مَـوْقِفَ اَفْـرَاسِـنَـا   بِـالْـحِـنْـوِ اِذْ اَنْـتَ اِلَـيْـنَـا فَـقِـيْـرُ

ترجمہ: ''یعنی مقام حنو میں گھوڑوں کو روک کر ہمارا ٹھہر جانا ذرا یاد کر۔ جب کہ تجھے اس بات کی ضرورت تھی''۔

صبرہ نے ایک زمانے میں زیاد کو پناہ دی تھی اس شعر میں وہی بات زیاد کو یاد دلائی ہے۔ زیاد نے کہا ہاں یعنی مجھے یاد ہے اور اپنا حکم نامہ منگوا کر مسواک سے جرمانہ کو مٹا دیا۔ اور نافع کو قید سے رہا کیا۔

پھر زیاد نے نافع وخلید وامیر کو معزول کر کے حکم بن عمرو بن مخدوج بن نعیلہ کو حاکم مقرر کیا۔ نعیلہ غفار کا بھائی تھا لیکن یہ لوگ بہت کم تھے اس سبب سے غفاری کہلاتے ہیں۔

امارت خراسان پر حکم بن عمرو کا تقرر:

حکم بن عمرو نے طخارستان میں جہاد کیا غنیمت میں مال خطیر حاصل ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے انتقال کیا مرتے وقت انس بن ابی اناس بن زنوم کو اپنا خلیفہ کیا اور زیاد کو لکھ بھیجا کہ میں نے اس شخص کو خدا کے لیے اور مسلمانوں کے لیے تمہارے لیے انتخاب کیا۔ زیاد نے یہ دیکھ کر کہا خداوندا میں اس شخص کو نہ تیرے دین کے لیے نہ مسلمانوں کے لیے نہ اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور خلید کے نام پر ولایت خراسان کا فرمان لکھ بھیجا۔ اس کے بعد ربیع بن زیاد حارثی کو پچاس ہزار کی سپاہ کے ساتھ خراسان روانہ کیا ان میں پچیس ہزار بصرہ کے لوگ تھے ربیع ان کا سردار تھا پچیس ہزار کوفہ کے تھے اور عبداللہ بن ابی عقیل ان کا سردار تھا اور سب کے سب ربیع بن زیاد کے ماتحت تھے۔

امیر حج مروان بن حکم:

مروان بن حکم والی مدینہ نے اس سال امارۃ حج کی اور باقی حکام وعمال اس سال وہی لوگ تمام شہروں میں تھے جن کا ذکر گذر چکا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے امیر اور شریح قاضی تھے زیاد والی بصرہ تھا اور عمال وہی جن کا ذکر گذرا۔ اور اسی سال عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔

۴۶ھ کے واقعات

عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ کا انتقال:

اس سال مالک بن عبیداللہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ و مالک بن ہبیرہ سکونی کا نام بھی لیا گیا ہے اس سال عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ زمین روم میں حمص کی طرف آئے۔ ابن اُثال نصرانی نے شربت میں زہر ملا کر انھیں دے دیا کہا گیا ہے کہ انھوں نے وہ شربت پی لیا۔ اسی زہر میں ان کا کام تمام ہو گیا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ ملک شام میں عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ کی شان بہت بڑھ گئی تھی۔ لوگ یہاں کے دل سے ان کی طرف مائل تھے۔ ان کے والد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آثار لوگوں کے پاس موجود تھے۔ دوسرے زمین روم میں مسلمانوں کے لیے ان کی جفاکشی ان کا رعب و دبدبہ تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ تک کو ان سے خوف ہو گیا کہ ان کے سبب سے ضرر نہ پہنچے اسی خیال سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن اثال کو حکم دیا کہ ان کے قتل کا کوئی حیلہ نکالے اور اس بات کی ضمانت کر لی کہ اگر اس نے ایسا کیا تو عمر بھر کے لیے خراج اسے معاف ہو جائے گا۔ اور حمص کے خراج کی تحصیل اس کے متعلق کر دی جائے گی۔ ابن اُثال نے اپنے کسی غلام کے ہاتھ عبدالرحمٰن کے پاس زہر ملا ہوا شربت بھیجا۔ وہ پی کر حمص میں مر گئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصرانی سے جو جو وعدے کیے تھے پورے کر دیئے۔ خراج اسے معاف ہو گیا اور حمص کی تحصیل اس کے متعلق ہو گئی۔

ابن اُثال کا قتل:

عبدالرحمٰن کا بیٹا خالد مدینہ میں جو آیا تو ایک دن عروہ بن زبیر سے ملاقات کی سلام کیا تو عروہ نے کہا تم کون ہو کہا خالد بن عبدالرحمٰن عروہ نے طنز سے کہا کہو ابن اثال کی کیا خبر ہے خالد اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا سیدھا حمص میں پہنچا اور ابن اثال کی کمین میں رہنے لگا۔ دیکھا ایک دن وہ سوار جا رہا ہے۔ خالد نے بڑھ کر روکا اور تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو کچھ دنوں خالد کو قید کر لیا اور اس سے خوں بہا لینے کا حکم دیا مگر اس کے عوض میں قتل نہیں کیا۔ اب خالد پھر مدینہ آیا اور عروہ سے ملا۔ اور اسے سلام کیا عروہ نے کہا کہو ابن اثال کی کیا خبر ہے۔ خالد نے کہا ابن اثال کی طرف سے تو میں نے تم کو بے فکر کر دیا۔ لیکن تم تو بتاؤ کہ ابن جرموز کی کیا خبر ہے عروہ نے جواب میں سکوت کیا۔

خطیم بن غالب خارجی کا قتل:

اس سال خطیم و سہم بن غالب ہجیمی نے خروج کیا اور تحکیم کرتے رہے۔[1] سبب یہ ہوا کہ زیاد کو جب حکومت حاصل ہوئی تو سہم

---

[1] خوارج کا ایک فرقہ محکمہ ہے۔ لا حُکمَ اِلاَّ اللہ ان کا شعار تھا۔

بن غالب اور خطیم پر جس کا نام یزید بن مالک باہلی ہے خوف وہراس کا غلبہ ہوا سہم نے تو یہ کیا کہ اہواز کی طرف چلا گیا' اور بغاوت کی اور تحکیم کرتا رہا پھر واپس آیا اور چھپ کر امان کا طالب ہوا زیاد نے امان اسے نہ دی اس کو ڈھونڈ ھ نکالا گرفتار کیا قتل کیا۔ اپنے دروازہ پر سولی پر چڑھا دیا۔ خطیم کو زیاد ہی نے بحرین کی طرف نکلوا دیا تھا۔ پھر آنے کی اجازت دی وہ آیا تو اس سے کہا کہ اپنے شہر کے باہر کبھی نہ جانا اور مسلم بن عمرو سے کہا کہ تم اس کے ضامن ہو مسلم نے ضمانت سے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہاں اگر یہ اپنے گھر کے باہر کہیں رات کو رہے گا تو میں آپ کو خبر کر دوں گا اس کے بعد مسلم نے زیاد کو آ کر خبر کر دی کہ خطیم آج رات کو اپنے گھر نہ تھا۔ زیاد نے قتل کا حکم دیا قتل کیا گیا اور باہلہ میں پھینک دیا گیا۔

امیر حج عتبہ بن ابی سفیان:

اس سال عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ حکام وعمال وہی رہے۔

۴۷ھ کے واقعات

اس سال مالک بن ہبیرہ نے زمین روم میں اور ابو عبدالرحمٰن قینی نے انطاکیہ میں جاڑا بسر کیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ولایت مصر سے معزولی:

اس سال عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما ولایت مصر سے معزول ہوئی اور معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کو ولایت مصر حاصل ہوئی واقدی کا بیان ہے انہوں نے مصر سے مغرب کا رخ کیا اور ابن حدیج عثمانی تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اور ابن حدیج رضی اللہ عنہ سے جب کہ وہ اسکندریہ سے آ رہے تھے ملاقات ہوگئی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن حدیج رضی اللہ عنہ تم کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے خدمت کا صلہ مل گیا۔ تم نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو اسی لیے تو قتل کیا تھا کہ مصر کی حکومت مل جائے تو مل گئی۔ ابن حدیج رضی اللہ عنہ نے کہا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی محض اس لیے میں نے ان کو قتل کیا۔ اس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر تم عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ہی کے طلب گار ہوتے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا اس میں خود شریک نہ ہو جاتے۔ جب کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کرنا تھا کیا تو سب سے پہلے تمہیں نے اچک کر بیعت کی۔

کوہستان غور وفراوندہ کی جنگ:

بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ اس سال زیاد نے حکم بن عمرو غفاری کو امیر خراسان کر کے روانہ کیا انھوں نے کوہستان غور وفراوندہ میں جنگ کی۔ بزور شمشیر غالب آ کر فتح یاب ہوئے بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے۔ حکم نے واپس ہو کر مرو میں انتقال کیا اس روایت میں جو اختلاف ہے اسے ہم ان شاء اللہ آگے بیان کریں گے۔

امیر حج عتبہ بن ابی سفیان:

اس سنہ میں امارۃ حج عتبہ بن ابی سفیان یا عنبسہ بن ابی سفیان نے کی۔ عمال وحکام سب وہی رہے جو سال گذشتہ تھے۔

۴۸ھ کے واقعات

عبداللہ بن قیس کا جہاد:

اس سال ابوعبدالرحمٰن قینی نے انطاکیہ میں جاڑا بسر کیا اور عبداللہ بن قیس فزاری نے گرمیوں کا جہاد کیا اور مالک بن ہبیرۂ سکونی نے دریا میں جنگ کی اور عقبہ بن عامر جہنی نے اہل مصر کو ساتھ لے کر دریا میں جنگ کی اور اہل مدینہ بھی ساتھ تھے' اہل مدینہ کے رئیس منذر بن زہیر تھے اور ان سب کے رئیس اعلیٰ خالد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ اسی سال زیاد نے غالب بن فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ کو والی خراسان مقرر کر کے روانہ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہیں۔

امیر حج مروان بن حکم:

مروان بن حکم نے اس سال لوگوں کے ساتھ حج کیا مروان کو اپنی معزولی کا اندیشہ بھی اس زمانے میں تھا اس لیے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا عتاب ہوا تھا پہلے فدک مروان کو دے ڈالا تھا پھر لے لیا۔ شہروں کے عمال و حکام وہی لوگ تھے جو سال گذشتہ میں تھے۔

۴۹ھ کے واقعات

اس سال مالک بن ہبیرہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔

فضالہ بن عبید نے جربہ میں جنگ کی' جاڑا بھی وہیں کاٹا فتح حاصل ہوئی اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔

اور عبداللہ بن کوزہ بجلی نے گرمیوں میں چڑھائی کی۔

اور عقبہ بن نافع نے دریا میں جنگ کی اور اہل مصر کے ساتھ جاڑا بسر کیا۔

اور یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم میں جنگ کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اس کے ساتھ تھے۔

مروان بن حکم:

اس سال مروان بن حکم کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ربیع الاوّل میں مدینہ سے معزول کیا اور سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو ربیع الاوّل یا ربیع الآخر میں مدینہ کا امیر کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروان کی حکومت مدینہ میں آٹھ برس دو مہینے رہی۔ مروان کی معزولی کے وقت عبداللہ بن حارث بن نوفل مدینہ کے قاضی تھے۔ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے انھیں معزول کر کے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کو قاضی مقرر کیا۔

کوفہ میں طاعون کی وبا:

کہا گیا ہے کہ اسی سال کوفہ میں طاعون آیا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ طاعون کے خوف سے بھاگ گئے تھے جب طاعون دفع ہو گیا

تو کسی نے کہا اب تو کوفہ میں چلو وہ چلے آئے اور آتے ہی طاعون میں مبتلا ہو گئے اور مر گئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی موت ۵۰ ھ میں واقع ہوئی۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی امارۃ بھی زیاد کے حوالہ کر دی۔ زیاد پہلا شخص ہے جو کوفہ و بصرہ دونوں کا امیر رہا۔

امیر حج سعید بن عاص رضی اللہ عنہ:

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اس سال امیر حج تھے اور حکام و عمال وہی تھے جو سال گذشتہ تھے۔ ہاں مغیرہ رضی اللہ عنہ کے سال وفات میں اختلاف ہونے سے کوفہ کے عامل میں اشتباہ رہا۔

۵۰ھ کے واقعات

اس سال بسر بن ابی ارطاۃ اور سفیان بن عوف ازدی نے زمین روم میں جنگ کی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فضالہ بن عبید انصاری نے دریا میں جنگ کی۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

بقول واقدی و مدائنی مغیرہ رضی اللہ عنہ کی موت اسی سال واقع ہوئی کہتے ہیں کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ دراز قد تھے ایک آنکھ ان کی یرموک میں جاتی رہی تھی ستر برس کے سن میں شعبان ۵۰ ھ میں بعض کا قول ہے ۵۱ ھ میں وفات پائی۔ زیاد سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں اپنی جگہ چھوڑ کر خود کوفہ میں چلا آیا۔ چھ مہینے کوفہ میں رہا کرتا تھا چھ مہینے بصرہ میں۔

زیاد کا کوفہ میں خطبہ:

جب کوفہ میں آیا تو منبر پر جا کر حمد و ثنائے الٰہی کی پھر کہا کہ میں بصرہ میں تھا جو مجھے یہ خدمت ملی ہے میں نے ارادہ کیا کہ بصرہ کے اہل شرط میں سے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ یہاں آؤں پھر مجھے خیال آ گیا کہ تم لوگ اہل حق ہو تمہارے حق نے بہت دفعہ باطل کو دفع کیا ہے اس لیے فقط اپنے گھر والوں کو ساتھ لیے ہوئے تمہارے پاس چلا آیا۔ الحمدللہ! کہ لوگوں نے جتنا مجھے پست کیا تھا اس خدا نے اتنا ہی مجھے بلند کر دیا اور لوگوں نے جس بات کو ضائع کر دیا تھا خدا نے اس کی حفاظت کی۔ خطبہ سے فارغ ہو چکا تھا۔ ابھی منبر ہی پر تھا کہ اسے لوگوں نے سنگریزے مارے اور جب تک سنگریزے آنا موقوف نہ ہوئے بیٹھا ہی رہا پھر اپنے خاص لوگوں کو بلا کر حکم دیا۔ انھوں نے مسجد کے سب دروازوں کو روک لیا پھر کہا میں ہر شخص کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے پاس والے آدمی کو پکڑ لے۔ ہرگز ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا میرے پاس کون بیٹھا تھا اس کے بعد اپنے لیے ایک کرسی مسجد کے دروازہ پر رکھوائی پھر چار چار شخصوں کو بلا کر یہ قسم لی کہ ہم میں سے کسی نے ڈھیلا نہیں مارا۔ جس نے قسم کھا لی اسے چھوڑ دیا جس نے قسم نہ کھائی اسے علیحدہ روک رکھا۔ یہ سب تیس آدمی تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہیں اسی شخص تھے کہ اسی جگہ سب کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔

ابن حصن کا قتل:

شعبی کہتے ہیں ہم نے زیاد کو غلط کہتے کبھی نہیں سنا اچھی بات ہو یا بری جو وعدہ کرتا اُسے ضرور پورا ہی کر کے چھوڑتا۔ پہلے جس شخص کو اس نے کوفہ میں قتل کیا وہ ادنیٰ بن حصن تھا اس کی کوئی بات زیاد کو معلوم ہوگئی تو اسے طلب کیا یہ بھاگ گیا۔ زیاد نے لوگوں کا جائزہ لیا ابن حصن بھی سامنے آیا پوچھا یہ کون شخص ہے سب نے کہا ادنیٰ بن حصن طائی۔ زیاد نے یہ مثل کہی اتتك بحائن رجلاہ

لواجل گرفت کو اسی کے دونوں پاؤں لے کر آئے ہیں۔ ادنیٰ نے معذرت کی کچھ شعر پڑھے زیاد نے پوچھا عثمان رضی اللہ عنہ کے باب میں تیری کیا رائے ہے اس نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں ان کی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں۔ اس نے پوچھا اچھا معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب میں تو کیا کہتا ہے اس نے کہا وہ بڑے سخی و بردبار ہیں کہا اچھا میرے باب میں تو کیا کہتا ہے اس نے کہا کہ میں سنتا ہوں کہ بصرہ میں آپ نے یہ کلمہ کہا تھا کہ واللہ میں بیمار کا مواخذہ تندرست سے اور بدنصیب کا اقبال مند سے کروں گا۔ زیاد نے کہا ہاں! میں نے کہا تھا اس نے کہا " خَبَطْتَهَا عَشْوَاء " آپ اندھی اونٹنی کی طرح بہک گئے۔ اس پر زیاد نے یہ مثل کہی "لَيْسَ النَّفَاخُ بِشَرِّ الزَّمْرَةِ" اس کی شہنائی کچھ زیادہ تو بڑی نہیں ہے۔ آخر اسے قتل کیا۔

عمرو بن حمق کے خلاف شکایت:

کوفہ میں زیاد جب آیا ہے تو عمارہ بن ابی معیط نے اس سے آ کر کہا کہ عمرو بن حمق پاس شیعہ ابوتراب جمع ہوا کرتے ہیں۔ عمرو بن حریث نے یہ سن کر اس سے کہا کہ جس بات کا تجھے یقین نہیں، جس کے انجام کی تجھے خبر نہیں پھر اسے عرض کیوں کر رہا ہے۔ زیاد نے کہا تم دونوں خطا پر ہو۔ تو نے تو علانیہ یہ تذکرہ مجھ سے کیا اور عمرو نے تیرے کلام پر اعتراض کر دیا۔ اب تم دونوں عمرو بن حمق کے پاس جا کر کہو کہ تمہارے پاس یہ کیسا مجمع رہا کرتا ہے۔ کوئی تم سے بات کرنا چاہے یا تم کسی سے بات کرنا چاہو تو مسجد میں کیا کرو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس شخص نے عمرو بن حمق کی نسبت زیاد سے یہ بات کہی اور یہ بھی کہا کہ اس نے دونوں شہروں کو ہلاک کر رکھا ہے وہ یزید بن ردیم تھا۔ اسی بات پر عمرو بن حریث نے طعن سے کہا کہ کبھی اس نے اپنے نفع کی ایسی حرص نہ کی تھی جیسی آج کی ہے۔ یہ سن کر زیاد نے یزید بن ردیم سے کہا کہ تو نے اس کا خون ہدر کر دیا تھا لیکن عمرو نے بچا لیا اگر میں جانتا کہ میرے بغض میں اس کا مغز استخواں پگھل رہا ہے اس پر بھی میں اس کو نہ چھیڑتا جب تک کہ وہ مجھ پر خروج نہ کرتا۔

زیاد کو اہل کوفہ نے جب سنگریزے مارے ہیں تو اس نے مقصورہ مسجد میں بیٹھنا اختیار کیا۔ بصرہ میں اس کی جگہ پر سمرہ بن جندب تھے۔

بصریوں کا قتل:

ایک شخص نے انس بن سیرین سے سوال کیا کہ سمرہ نے بھی کیا کسی کو قتل کیا اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ سمرہ نے جتنے لوگوں کو قتل کیا ہے ان کا کیا شمار بھی ہوسکتا ہے۔ زیاد سمرہ کو اپنا جانشین کر کے کوفہ میں چلا آیا جب واپس گیا ہے تو سمرہ آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کر چکے تھے۔ زیاد نے پوچھا کہ تمہیں اس کا اندیشہ تو نہیں ہے کہ کسی کو بے گناہ قتل کیا ہو۔ جواب دیا اگر اتنے ہی اور میں قتل کرتا جب بھی مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا۔

ابوسوار عدوی کا بیان ہے کہ سمرہ نے میری قوم کے لوگوں میں سے فقط ایک دن صبح کے وقت سینتالیس آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ سب کے سب جامع قرآن تھے۔

سمرہ کی سواری:

سمرہ شہر سے باہر جا رہے تھے بنی اسد کے محلّہ تک جب سواری پہنچی تو کسی گلی سے ایک شخص نکل آیا اور ادھر سے اس کی اردلی کے سوار آ پڑے ایک سوار نے بڑھ کر اسے برچھی ماری سوار جب نکل گئے اور سمرہ اس مقام تک پہنچا تو اسے خاک و خون میں لوٹتے

دیکھا پوچھنے لگے یہ کیا ماجرا ہے کسی نے کہا آپ کی سواری کے لوگوں نے یہ کیا۔ سمرہ نے کہا تم لوگ جب سنا کرو کہ ہم سوار ہوئے ہیں تو ہماری برچھیوں سے حذر کیا کرو۔

قریب اور زحاف کا خروج:

قریب اور زحاف نے جب خروج کیا ہے تو زیاد کوفہ میں تھا اور سمرہ بصرہ میں۔ یہ لوگ پہلے بنی یشکر میں آئے یہاں ستر آدمی تھے اور یہ واقعہ رمضان کا ہے اس کے بعد سب کے سب بنی ضبیعہ میں آئے یہاں بھی ستر آدمی تھے۔ ایک بوڑھا آدمی حکاک ان کو ملا انھیں دیکھتے ہی اس نے پکار کر کہا آ ؤ ابوشعثا آ ؤ۔ یہ لوگ بڈھے کو قتل کر کے ازو کی مسجد میں متفرق ہو گئے اور ایک فرقہ ان میں صحن بنی علی میں چلا آیا اور ایک فرقہ مسجد میں معاون میں گیا۔ سیف بن وہب اپنے رفیقوں کو ساتھ لے کر ان لوگوں سے لڑنے کو نکل آیا اور جو شخص اس کے سامنے آیا اسے قتل کیا۔ بنی علی و بنی راہب کے چند نوجوان قریب و زحاف سے لڑنے کو نکلے اور ان کو تیر مارے۔ قریب نے پوچھا کیا تم لوگوں میں عبداللہ بن اوس طاحی بھی ہے اور یہ اسے تیر مارہا تھا جواب دیا کہ ہاں ہے۔ قریب نے کہا: هَلُمَّ اِلَى الْبَرازِ مقابلہ میں آئے۔ عبداللہ نے نکل کر اسے قتل کیا اور سر کاٹ لایا زیاد نے کوفہ سے آ کر عبداللہ کو سرزنش کی اور کہا اے گروہ طاحیہ اگر تم نے ان لوگوں سے جنگ نہ کی ہوتی تو میں تم سب کو قید خانہ میں بھیج دیتا۔

قریب بنی ایاد سے تھا اور زحاف بنی طے سے اور دونوں خالہ زاد بھائی تھے اہل نہروان کے بعد جن جن لوگوں نے خروج کیا ہے یہ دونوں ان سب میں اوّل ہیں۔ ابو بلال نے کہا ہے کہ ''خدا قریب کو قریب نہ آنے دے'' واللہ آسمان پر سے گر پڑنا میرے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ اس کی سی حرکتیں کروں عرضہ ملامت اسے بنانا مقصود تھا۔

فرقہ حروریہ کا قتل عام:

قریب و زحاف کے قتل ہو جانے کے بعد زیاد نے اس فرقہ حروریہ کے قتل و استیصال میں بہت سختی کی اور بصرہ سے کوفہ میں آنے لگا تو سمرہ کو اس باب میں تاکید کر دی۔ سمرہ نے بھی ان لوگوں میں سے ایک خلق کثیر کو قتل کیا۔ ایک دفعہ زیاد نے منبر پر کہا کہ اے اہل بصرہ ان لوگوں کے دفع کرنے کی زحمت تمہیں اپنے سر لو نہیں تو واللہ میں پہلے تمہیں کو قتل کرنا شروع کروں گا۔ قسم بخدا! اگر ایک شخص بھی ان میں کا بچ کر نکل گیا تو اس سال تمہارے عطیات و جرایات میں سے ایک درہم بھی تم کو نہ ملے گا۔ یہ سن کر تمام خلق حروریہ کے قتل پر آمادہ ہوگئی اور وہ سب کے سب مارے گئے۔

منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منتقلی کا ارادہ:

اس سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر شام میں لے جائیں منبر کو ذرا جنبش دی تھی کہ آفتاب میں گہن لگ گیا ایسا کہ دن کو تارے نکل آئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس حکم کو سب لوگ ایک امر عظیم سمجھے۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ارادہ یہ نہ تھا کہ منبر اٹھایا جائے مجھے اندیشہ یہ ہوا کہ دیمک لگ گئی ہوگی اس لیے میں نے خود دیکھ لیا پھر اسی دن منبر پر پوشش ڈال دی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معذرت:

خود معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میری رائے یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور عصا کو مدینہ میں نہ چھوڑنا چاہیے وہاں کے

وگ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل اور دشمن ہیں۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں ورود ہوا تو عصائے مبارک سعد قرظ کے پاس تھا ان سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے منگوا بھیجا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے میر المومنین خدا کے واسطے ایسا نہ کیجیے یہ بات مناسب نہیں کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود منبر کو رکھ دیا ہے وہاں سے آپ منبر کو اور عصا کو اٹھا کر شام میں لے جائیں پھر مسجد کو بھی یہاں سے لے جائیے آخر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ ترک کیا اور منبر میں چھ زینے اور بڑھا دیئے۔ اس زمانہ میں منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ زینوں کا ہے اور اس باب میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بہت معذرت کی۔

منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت:

پھر عبدالملک نے اپنے عہد میں منبر کے اٹھالانے کا قصد کیا قبیصہ بن ذویب نے کہا خدا کے واسطے ایسا نہ کیجیے منبر کو اس کی جگہ سے نہ اٹھایئے۔ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے ذرا اسے سرکایا تھا کہ آفتاب میں گہن لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے منبر پر جو کوئی جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے اسی منبر کے پاس اہل مدینہ کے حقوق کا قطعی فیصلہ ہوا کرتا ہے اور آپ سے مدینہ سے لے جانا چاہتے ہیں۔ آخر عبدالملک نے یہ خیال دل سے نکال ڈالا پھر کبھی اس کا ذکر نہ کیا۔

پھر ولید کا زمانہ آیا تو اس نے بھی جس سال حج کیا یہی ارادہ کرلیا اور کہا کہ میں تو اس بات کو کر ہی گزروں گا یہ دیکھ کر سعید بن مسیب نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہلا بھیجا کہ ذرا ولید کو سمجھاؤ کہ خدا سے ڈرے اسے ناراض نہ کرے غرض عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے سے ولید اس کام سے باز آیا پھر اس کا ذکر نہ کیا۔

جس سال سلیمان بن عبدالملک حج کو آیا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب باتوں کا ذکر کیا کہ ولید نے ایسا ارادہ کیا تھا اور سعید بن المسیب نے یہ کہلا بھیجا سلیمان نے یہ سن کر کہا کہ امیر المومنین عبدالملک اور ولید کی اس بات کا ذکر کرنا ہی مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ہم کو اس بات کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دنیا کو تو ہم لے چکے وہ تو ہمارے قبضہ میں ہے پھر بھی یہ ارادہ کریں کہ اسلام کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی کو جس کی زیارت کو لوگ آیا کرتے ہیں اٹھا کر اپنے پاس لے جائیں یہ کسی طرح مناسب نہیں۔

شہر قیروان کی تعمیر:

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے عقبہ بن نافع فہری کو افریقیہ کی طرف روانہ کیا تھا عقبہ نے اسے فتح کیا اور شہر قیروان کی بنیاد ڈالی اس مقام پر درندے جانوروں اور سانپوں سے بھرا ہوا ایسا جنگل تھا کہ وہاں جانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی عقبہ نے ان جانوروں کے لیے بددعا کی سب کے سب وہاں سے بھاگ گئے۔ عقبہ نے پکار کر کہا کہ اب ہم لوگ یہاں آئے ہیں تم سب غول کے غول متفرق ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی سوراخوں سے نکل نکل کر سب بھاگے۔ ایک شخص اسی لشکر کا جو عقبہ کے ساتھ وہاں گیا تھا کہتا ہے کہ عقبہ سب سے پہلے شخص ہیں جس نے قیروان کی بنیاد ڈالی لوگوں کو رہنے اور گھر بنانے کے لیے زمینیں دیں اور وہاں کی مسجد انھیں نے بنوائی ان کے معزول ہونے تک ہم سب ان کے ساتھ رہے عقبہ بہترین حکام دادامر میں تھے۔

عقبہ بن نافع کی معزولی:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی سال یعنی ۵۰ھ میں معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کو مصر سے اور عتبہ بن نافع کو افریقیہ سے معزول کیا اور مسلمہ بن مخلد کو مصر اور تمام ملک مغرب کا فرمانروا کر دیا۔ یہ پہلے شخص ہیں جن کے زیر حکم ملک مصر اور تمام مغرب و برقہ و افریقیہ و طرابلس

تھا۔ مسلمہ نے اپنے غلام ابوالمہاجر کو والی افریقیہ مقرر کیا عقبہ کو معزول کر دیا اور ان کے اختیارات کو برطرف کیا۔ اب سے لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک والی مصر و مغرب مسلمہ اور والی افریقیہ ان کی طرف سے ابوالمہاجر رہا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات:

اسی سال ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وفات پائی یہ بھی روایت ہے کہ ۵۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

زیاد بن ابی سفیان اور فرزدق:

اسی سال زیاد نے فرزوق کے حاضر کرنے کا حکم دیا بنی نہشل وفقیم نے اس کی نالش کی تھی اور یہ بھاگ کر سعید بن عاص رضی اللہ عنہ والی مدینہ کے پاس چلا گیا سعید رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ سبب اس کا خود فرزدق نے بیان کیا ہے کہ میں نے اشہب بن رمیلہ اور بعیث کی ہجو کہی تھی وہ دونوں رسوا ہو گئے اس پر بنی نہشل و بنی فقیم نے زیاد سے میری فریاد کی بعض لوگ کہتے ہیں یزید بن مسعود نہشلی نے بھی فریاد کی پہلے زیاد نہ سمجھا کہ یہ کس کی شکایت کر رہے ہیں لوگوں نے پتہ دیا کہ وہی بدوی لڑکا۔ جس کے روپے اور کپڑے سب لٹ گئے تھے تو زیاد سمجھا۔ فرزدق کہتا ہے میرے باپ غالب نے اپنے اونٹوں اور دنبوں کے ریوڑ کے ساتھ مجھ کو بھیجا تھا کہ غلہ خریدوں اور ان کے اہل وعیال کے لیے کپڑا مول لوں' میں نے بصرہ میں آ کر سب دنبے بیچ ڈالے اس کی قیمت لے کر اپنے ایک کپڑے میں باندھ لی۔ اسے سنبھالے ہوئے تھا کہ ایک شخص جیسے بھوت مجھے ملا اور کہنے لگا۔ تجھے تو اس مال پر بڑا بھروسا ہے میں نے کہا مانع کون ہے۔ وہ بولا اگر تمہاری جگہ ایک شخص ہوتا جسے میں جانتا ہوں اس سے اتنا جبر کبھی نہ ہو سکتا میں نے پوچھا وہ شخص کون ہے اس نے کہا غالب بن صعصعہ میں نے یہ سن کر مقام مربد کے لوگوں کو پکارا اور سب روپے ان کے آگے پھینک دیئے اور کہا کہ لے لو۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا ابن غالب اپنی چادر بھی ڈال دے میں نے چادر بھی ڈال دی۔ دوسرا بولا اپنا قمیص بھی اتار دے میں نے قمیص بھی دے دیا۔ ایک اور شخص پکارا اپنا عمامہ بھی لا۔ میں نے عمامہ بھی اتار دیا۔ اب میرے جسم پر تہبند کے سوا کچھ نہ رہا۔ ان لوگوں نے کہا تہبند بھی ادھر پھینک۔ میں نے کہا تہبند تو میں نہیں دوں گا۔ تہبند دے کر ننگا پھروں دیوانہ میں نہیں ہوں۔ یہ خبر زیاد کو پہنچی اس نے سوار دوڑائے کہ مجھے اس کے پاس لے جائیں۔ اتنے میں بنی ہجیم کا ایک شخص گھوڑے پر سوار میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ تجھ پر دوڑ آ رہی ہے بھاگ اور اس نے اپنے پیچھے مجھے بٹھا لیا۔ اور ایڑ لگا تا رہا یہاں تک نظروں سے چھپ گیا۔ زیاد کے سوار جب پہنچے تو میں آگے جا چکا تھا۔ زیاد نے ذمیل بن صعصعہ اور زحاف بن صعصعہ میرے دونوں چچاؤں کو گرفتار کر لیا اور یہ دونوں دفتر میں تھے دو دو ہزار پاتے تھے اور زیاد کے پاس رہتے تھے اس نے ان کو قید کر لیا۔ یہ سن کر میں نے ان سے کہلا بھیجا کہ آپ کہیں تو میں آپ کے پاس چلا آؤں۔ انہوں نے میرے پاس یہ پیغام بھیجا کہ ادھر نہ آنا کوئی اور نہیں یہ زیاد ہے ہمارا یہ کیا کرے گا ہم نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے۔ کچھ دنوں قید رہے پھر لوگوں نے زیاد سے ان کی سفارش کی کہ دونوں سال خوردہ تابع فرمان طاعت گزار ہیں ایک بدوی لڑکے کی خطا سے وہ گناہ گار نہیں ہو سکتے۔ زیاد نے انھیں رہا کر دیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے باپ نے جس قدر غلہ اور کپڑا منگایا ہو ہمیں بتاؤ۔ میں نے سب سے کہہ دیا اور وہ جا کر سب چیزیں مول لے آئے میں ان چیزوں کو ساتھ لے کر وہاں سے چلا اور غالب کے پاس پہنچا۔ میری ساری کیفیت انھیں معلوم ہو چکی تھی مجھ سے پوچھنے لگے تم نے کیا کیا میں نے سارا حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر بولے ''بے شک تیرے احسانات ایسے ہی ہونے چاہئیں اور شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا'' جب سے زیاد کے دل میں

اس کی طرف سے کدورت تھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حتات:

ایک روایت یہ ہے کہ ابھی فرزوق شعر نہیں کہتا تھا کہ احنف بن قیس اور جاریہ بن قدامہ بن ربیعہ میں سے اور جون بن قتادہ عبشمی اور عتاب بن یزید بنی مجاشع میں سے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس انعام کی امید میں حاضر ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہر ایک شخص کو ایک ایک لاکھ عطا کیے اور حتات کو ستر ہزار دیئے یہ لوگ رخصت ہو کر چلے راہ میں ایک نے دوسرے سے پوچھا سب نے اپنے اپنے انعام کی مقدار بیان کر دی۔ سب کو معلوم ہوا کہ حتات کو ستر ہی ہزار ملے ہیں۔ یہ وہیں سے پلٹا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پھر پہنچا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے ابا منازل پلٹ کیوں آئے اس نے جواب دیا کہ آپ نے بنی تمیم میں مجھے ذلیل کیا میں معزز خاندان سے نہیں ہوں؟ کیا میں معمر نہیں ہوں؟ کیا میں اپنے قبیلہ کا رئیس نہیں ہوں؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات نہیں ہے اس نے کہا پھر آپ نے اور سب کو چھوڑ کر میرے ساتھ خست کیوں کی؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ان لوگوں کو روپیہ دے کر ان کا ایمان میں نے مول لے لیا اور تم کو تمہارے ایمان پر رہنے دیا اور تمہارے اعتقاد پر جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تم کو ہے اور یہ شخص عثمانی تھا۔ حتات نے کہا مجھ سے بھی مول لے لیجیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بھی انعام پورا کر دینے کا حکم دے دیا۔ جب لوگوں نے اس باب میں معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کی تو اس کا باقی انعام موقوف رکھا۔ اس بات پر فرزوق نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی شکایت اور اپنی مفاخرت میں ایک قصیدہ کہا۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حتات کے متعلقین[1] کو وہ تین ہزار دلوا دیئے اس قصیدہ نے بھی زیاد کو فرزدق سے برافروختہ کر دیا۔

فرزدق کے خلاف نالش:

جب نہشل و فقیم نے اس پر نالش کی تو زیاد اور بھی برافروختہ ہوا اور اس کے درپے ہو گیا یہ بھاگ کر عیسیٰ بن خصیلہ بہزی کے پاس رات کو آیا اور کہا اے ابو خصیلہ اس شخص سے میں ہراساں ہوں اور میرے دوستوں نے اور جن جن سے مجھے اُمید تھی سب نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ مجھے چھپا رکھو۔ ابو خصیلہ نے کہا وحبابك تمہارے۔ لیے جگہ کی کمی نہیں ہے۔ فرزدق تین دن یہاں رہا پھر کہنے لگا۔ میرے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ شام چلا جاؤں۔ ابو خصیلہ نے کہا جب تک جی چاہے میرے پاس رہو تمہارے لیے آسائش و کشائش ہے۔ اگر یہاں سے جانا چاہتے ہو تو یہ ناقہ ارجیہ میں تمہیں دیتا ہوں۔ فرزدق ایک دن بعد سوار ہوا۔ عیسیٰ نے اس کے پہنچانے کے لیے کسی کو ساتھ کر دیا یہاں تک کہ وہ آبادی سے باہر نکل گیا۔ جب صبح ہوئی تو تین دن کی راہ طے ہو چکی تھی۔ اس وقت فرزوق نے عیسیٰ کی مدح میں کچھ شعر کہے وہ ایک طولانی قصیدہ ہے زیاد کو خبر ہوئی کہ فرزدق نکل گیا۔

فرزدق کا فرار:

اس نے علی بن زہدم بن فقیم کو اس کی تلاش میں روانہ کیا۔ وہ بنت مرار ایک نصرانیہ کے گھر میں اسے ڈھونڈھنے آیا۔ یہ عورت بنی قیس بن ثعلبہ کی میدان کاظمہ میں خیمہ زن تھی۔ اس نے فرزوق کو ڈیرے کے ایک جانب سے نکال دیا۔ ابن زہدم اسے نہ پا سکا اس پر بھی فرزوق نے دو شعر کہے ''کہ تو بنت مرار کے یہاں مجھے کیا ڈھونڈتا ہے۔ مجھے صحراؤں کے میدانوں میں ڈھونڈھ'' یہ بھی کہا

---

[1] حتات مر چکا تھا۔

گیا ہے کہ اس نصرانیہ کا نام ربیعہ تھا مرار بن سلامہ عجلی کی بیٹی اور ابوالنجم شاعر کی ماں تھی یہاں سے فرزدق روحا میں پہنچا اور بکر بن وائل میں اترا۔ ان لوگوں کی مہمان نوازی پر اس نے بہت سے قصیدے کہے ہیں۔ اب فرزدق نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ جب زیاد بصرہ میں ہوتا تو یہ کوفہ میں چلا آتا وہ کوفہ میں آتا تو یہ بصرہ میں چلا جاتا۔ زیاد کو یہ حال بھی معلوم ہو گیا۔ اس نے عامل کوفہ عبدالرحمٰن بن عبید کو لکھ بھیجا کہ وحشی شاعر ویرانوں میں چرتا پھرتا ہے۔ جہاں انسانوں کو دیکھتا ہے بھڑک کر دوسرے میدانوں میں جا کر چرتا ہے جب تک اسے پکڑ نہ پاؤ اس کی تلاش سے باز نہ آنا فرزدق کہتا ہے اب میری تلاش میں بہت اہتمام ہونے لگا۔ یہ نوبت پہنچی کہ جو شخص مجھے پناہ دیتا تھا وہی اپنے گھر سے نکال دیتا تھا۔ دنیا میں کہیں میرا ٹھکانا نہ رہا۔ میں اپنا سر چادر میں لپیٹے ہوئے راستہ میں تھا کہ وہی شخص میرے پاس سے گزرا جو میری تلاش میں آیا تھا جب رات ہوئی تو میں اپنی ننھیال کے لوگوں میں جو بنی ضبہ سے تھے چلا آیا یہاں شادی تھی اور میں نے کھانا نہ کھایا تھا اس ارادے سے آیا کہ وہاں جا کر کھانا کھا لوں گا۔ یہاں میں بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا ایک شخص گھوڑا لیے برچھے کی بھال سامنے کیے دروازے کے اندر آیا۔ یہاں سب لوگوں نے اٹھ کر قنات کی ٹٹی اونچی کر دی۔ میں نکل گیا تو پھر ٹٹی گرا دی۔ پھر وہ اپنی جگہ پر آ گئی اور سب لوگوں نے کہا ہم نے فرزدق کو نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر ڈھونڈھتے رہے سب پھر چلے گئے۔

فرزدق کی روانگی حجاز:

صبح کو میرے پاس آ کر ان لوگوں نے کہا کہ زیاد کے پنجہ سے نکل کر حجاز کی طرف روانہ ہو۔ کہیں وہ تجھے پا نہ جائے۔ رات کو تو پکڑ لیا جاتا تو ہم سب کو تو نے خراب کیا تھا۔ سب نے مل کر دو اونٹوں کی قیمت جمع کر لی اور مقاعس سے میرے لیے گفتگو کی۔ یہ شخص بنی تیم اللہ کا تھا راہبری کرتا تھا اور تاجروں کے ساتھ سفر میں رہتا تھا۔ غرض ہم دونوں بانقیا کی طرف روانہ ہوئے' وہاں مسافروں کے اُترنے کی ایک کوٹھی تھی۔ وہاں تک ہم پہنچ گئے کسی نے پھاٹک نہ کھولا۔ ہم نے دیوار سے متصل اپنا بستر کیا۔ چاندنی کھلی ہوئی تھی میں نے مقاعس سے کہا اگر ہم عتیق میں جا کر صبح کریں۔ اور زیاد کے آدمی وہاں پہنچ جائیں تو کیا ہمیں گرفتار کر سکتے ہیں اس نے کہا ہاں ہماری تاک میں سب لگے ہوئے ہیں۔ عتیق عجم کی ایک خندق کا نام ہے ابھی یہ دونوں وہاں نہ پہنچے تھے۔ فرزدق کہتا ہے میں نے پوچھا عرب کیا کہہ رہے ہیں۔ مقاعس نے کہا یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ایک دن ٹھہر جاؤ پھر اسے پکڑ لو۔ میں نے کہا میں ابھی روانہ ہوں گا اس نے کہا درندوں کا بہت ڈر ہے یہ سن کر میں نے جواب دیا زیاد سے بڑھ کر درندے نہیں ہیں۔ غرض ہم چل کھڑے ہوئے جو مقام یا شخص ملتا تھا ہم اس سے گذرے جاتے تھے ہاں ایک پرچھائیں سی ہمارے ساتھ ساتھ چلی آتی تھی وہ پیچھا نہ چھوڑتی تھی۔ میں نے مقاعس سے کہا ذرا اس پرچھائیں کی طرف دیکھو تو کہ ہر ایک مقام سے ہم گذرتے چلے جاتے ہیں اور یہ رات سے ہمارے ساتھ ساتھ آ رہی ہے اس نے کہا یہ درندہ ہے۔ جانور ہماری بات جیسے سمجھ گیا آگے بڑھ کر بیچ راستہ میں بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر ہم دونوں آدمی اتر پڑے اور اونٹنیوں کے ہاتھوں کو رسی سے کس دیا اور میں نے اپنی کمان ہاتھ میں لے لی۔ مقاعس نے کہا او لومڑی کے بچے تو جانتا ہے کہ ہم زیاد سے بھاگ کر تیری طرف آئے ہیں۔ وہ اپنی دم پھٹکارنے لگا ہم دونوں اور دونوں ناقے ہمارے گرد میں چھپ گئے اس وقت میں نے پوچھا کہ میں اب تیر اسے ماروں۔ مقاعس نے کہا اسے چھیڑو نہیں۔ صبح ہو جائے تو وہ چلا جائے گا۔ وہ غراتا اور ڈکارتا رہا اور مقاعس اسے دھمکارتا رہا یہاں تک کہ صبح کا سپیدہ نمایاں ہوا اور شیر وہاں سے چل دیا۔ اس وقت فرزدق نے کچھ شعر

کہے جس میں شیر کی ملاقات اور اپنی ثابت قدمی کا اظہار کیا ہے۔ شبت بن ربعی ریاحی نے یہ شعر زیاد کے سامنے پڑھے اسے کچھ ترس آ گیا۔ کہنے لگا میرے پاس چلا آتا تو میں اسے امان دیتا انعام دیتا۔

فرزدق کی سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے امان طلبی:

فرزدق کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اس پر بھی کچھ شعر کہے۔ کہتا ہے چلتے ہم مدینہ پہنچے۔ اس زمانے میں سعید بن عاص رضی اللہ عنہ والی مدینہ تھے اس وقت کسی جنازے کی مناسبت میں گئے ہوئے تھے۔ میں بھی وہیں پہنچا۔ دیکھا وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور میت دفن کی جا رہی ہے میں جا کر سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا ایک شخص کے ہاتھ سے ایک پناہ مانگنے والا حاضر ہے جس نے نہ کوئی خون کیا ہے نہ کسی کا مال لیا ہے۔

فرزدق کے امیر کی مدح میں اشعار:

سعید نے کہا اگر تم نے کسی کا خون نہیں کیا مال نہیں لیا تو میں نے پناہ دی۔ پھر پوچھا تم کون ہو میں نے کہا ہمام بن غالب بن صعصعہ میں ہی ہوں۔ امیر کی مدح بھی کی ہے اگر اجازت ہو تو سناؤں۔ انہوں نے کہا پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا:

وَ كُوْمٍ تُنْعِمُ الْاَضْيَافَ عَيْنًا　　　وَ تُصْبِحُ فِيْ مَبَارِكِهَا ثِقَالًا

یعنی امیر کے انعام میں اونٹوں کے وہ گلے ہیں جنہیں دیکھ کر مہمانوں کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں گلے کے گلے صبح ہوتے ہی شتر خانوں میں صلہ و نعمت سے لادے جاتے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے قصیدہ آخر ہو گیا تو مروان نے کہا ع قعوداً ینظرون الی سعید یعنی لوگ بیٹھے ہوئے سعید کا منہ تک رہے ہیں (یعنی سب بیکار و بے شغل ہیں) یہ سن کر میں نے کہا اے ابوعبدالملک واللہ آپ تو بر سر کار ہیں۔[۱] کعب بن جعیل نے کہا واللہ یہی خواب میں نے رات کو دیکھا تھا۔ سعید نے پوچھا کیا خواب دیکھا تھا۔ اس نے کہا میں

---

[۱] فرزدق کے دیوان میں اس قصیدہ کے اواخر میں یہ دو شعر ہیں۔

تری الشتم الحجاحج من قریش　　　اذا ما الامر فی الحدثان عالا

قیاماً ینظرون الی سعید　　　کانہم یرون بہ ملالا

یعنی بڑی ناک والے لوگ بزرگانِ قریش کے جس وقت حادثات زمانہ سے کسی امر میں دشواری پیدا ہوتی ہے تو وہ سعید کا منہ اس طرح کھڑے ہوئے تکتے ہیں گویا ماہ نو کو اس میں دیکھ رہے ہیں۔ یہی کلمہ مروان کو ناگوار گزرا۔ صاحب اغانی نے کسی قدر اختلاف کے ساتھ اسی قصہ کو لکھا ہے اس میں اس امر کی تصریح ہے کہ انھیں دونوں بیتوں کو سن کر مروان نے فرزدق سے کہا لم ترض ان نکون تعوداً حتی جعلتنا قیاما یعنی ہمارا بیٹھنا تجھے گوارا نہ ہوا جو یہ کہا کہ کھڑے ہوئے سعید کا منہ تکتے ہو۔ اس پر فرزدق نے کہا کہ اے اباعبدالملک تم تو ان سب میں صافن ہو یعنی وہ گھوڑا جو ایک پاؤں اٹھائے ہوئے کھڑا رہتا ہے کہ ذرا اشارہ پائے تو چل کھڑا ہو۔ اسی صحبت میں کعب بن جعیل بھی تھا اسے بھی فرزدق کے یہ دونوں شعر سن کر رنج ہوا' آغانی کی روایت میں پہلا شعر اس طرح ہے۔

تری الغنی الحجاحج من قریش　　　اذا ما الخطب فی الحدثان غالا

یعنی روشن پیشانی والے بزرگان قریش جب حوادث زمانہ سے کوئی مصیبت یکا یک آ پڑے تو سعید کا منہ تکتے ہیں۔ (مترجم)

نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ کی ایک گلی میں سے میں جا رہا ہوں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بابنی میں سے ایک افعی مجھ پر چوٹ کیا چاہتا ہے میں اس سے بچ کر نکل آیا۔ اس کے بعد حطیہ اٹھ کھڑا ہوا اور دو شخصوں کا سر کاٹ کر ان کے بیچ میں سے ہوتا ہوا میرے پاس آ کر کہنے لگا جو چاہو کہو زیبا ہے قدما کے رتبہ کو تو پہنچ گیا۔ اور متاخرین تیرے رتبہ کو نہیں پا سکتے۔ اور سعید سے کہا واللہ شعرا سے کہتے ہیں آج اس پر کوئی حرف نہیں رکھ سکتا۔ غرض کبھی ہم مدینہ میں رہتے تھے کبھی مکہ میں۔ فرزدق نے اس باب میں کچھ اشعار کہے جن کا مضمون یہ ہے کہ:

''کوئی زیاد کو میرا یہ پیام دے کہ میں سعید کی پناہ میں آ گیا اور سعید جس کا حامی ہو اس کی طرف مجال نہیں کوئی آنکھ اٹھا کے دیکھ سکے۔ اب تیرا جی چاہے نصاریٰ سے اپنا نسب ملا چاہے یہودیوں میں داخل ہو جا''۔

اس کے علاوہ اور بھی طولانی نظمیں اس مضمون میں اس نے کہیں۔ فرزدق زیاد کے مرنے تک مکہ و مدینہ ہی میں رہا۔

اسی سال حکم بن عمرو غفاری نے کوہستان اشل کی جنگ سے واپس ہو کر مرو میں پہنچ کر وفات پائی۔

کوہستان اشل کی مہم:

زیاد نے حکم کو خراسان میں یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ کوہستان اشل میں رہنے والوں کے ہتھیار نمدے ہیں اور ظروف ان کے سونے کے ہیں۔ حکم نے اس قوم پر لشکر کشی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہ سب لوگ بیچ میں آ گئے۔ انھوں نے تمام راستے اور درۂ کوہ بند کر دیئے۔ حکم کو لشکر سمیت گھیر لیا۔ آخر حکم عاجز آ گئے کہ کیا کریں۔ اب انہوں نے یہ کام مہلب کے حوالہ کیا۔ مہلب نے کسی حیلہ سے دشمن کے ایک رئیس کو گرفتار کر لیا۔ اس سے کہا یا تو اپنا قتل ہونا گوارا کر و یا اس محاصرہ سے ہمارے نکل جانے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ اس نے کہا ان راستوں میں سے کسی راہ میں آگ روشن کر دو اور حکم دو کہ ساز و سامان اس طرف روانہ ہو۔ لوگ جب دیکھیں گے کہ تم اس راستہ سے نکل چلے تو سب کے سب اسی طرف جمع ہو جائیں گے دوسری راہوں کو چھوڑ دیں گے جب یہ دیکھنا تو بڑی پھرتی سے دوسرے رستہ کی طرف مڑ جانا جب تک وہ پہنچیں تم نکل جاؤ گے۔ سب نے اسی پر عمل کیا اور اسی حیلہ سے نجات پائی اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ حکم جب اس جنگ سے واپس آنے لگے تو ساقہ لشکر مہلب کے حوالہ کیا۔ پہاڑ کی تنگ گھاٹیوں میں سے یہ لوگ گزر رہے تھے کہ ترکوں نے راستہ روکا۔ انہیں گھاٹیوں میں سب تھے کہ ایک شخص کو سنا کہ دیوار کے ادھر دو شعر گا رہا ہے جس کے مضمون سے وطن میں جانے کی آرزو اور اہل وطن سے ملنے کا اشتیاق ٹپک رہا ہے لوگ اسے حکم کے پاس لے گئے حکم نے حال پوچھا تو اس نے بیان کیا۔ میں اپنا سارا اثاثہ اپنے ابن عم کے ہاتھ بیچ کر نکل کھڑا ہوا۔ کبھی بلند کبھی پست زمین پر سے گزرتا ہوا اس ملک میں آ پڑا ہوں۔ حکم نے اس شخص کو زیاد کے پاس عراق میں بھیج دیا۔

باب ۴

حجر بن عدی رضی اللہ عنہ

۵۱ھ کے واقعات

اس سال فضالہ بن عبید نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا اور بسر بن ابی ارطاۃ نے صائفہ کی جنگ کی اور حجر بن عدی رضی اللہ عنہ مع اصحاب قتل کیے گئے۔

امیر معاویہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما:

معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ۴۱ھ میں جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو والی کوفہ مقرر کیا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا۔ عاقل کو بار بار متنبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر علمس کا ایک شعر اسی مضمون کا پڑھ کر کہا کہ مرد عاقل بات کو بے کہے ہوئے سمجھ لیتا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ بہت سی باتیں تم کو سمجھاؤں مگر اس ذکر کو چھوڑے دیتا ہوں کہ تمہاری بصیرت و دانائی پر مجھے یہ بھروسا ہے کہ تم خوب جانتے ہو کن باتوں میں میری خوشنودی میری حکومت کی ترقی میری رعیت کی بہتری ہے۔ ہاں ایک امر کا ذکر کیے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ علی رضی اللہ عنہ کو گالی نہ دینے میں ان کی مذمت نہ کرنے میں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے طلب مغفرت و رحمت کرنے میں پھر اصحاب علی رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی میں ان کو اپنے سے دور رکھنے میں ان کی بات نہ سننے میں اس کے برخلاف شیعہ عثمان رضی اللہ عنہ کی ستائش گری میں ان کے ساتھ مل کر رہنے میں ان کی بات مان لینے میں تم کو تامل نہ کرنا چاہیے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے پہلے اور لوگوں کو آزما چکا ہوں وہ بھی مجھے آزما کر دیکھ چکے ہیں اور حاکم رہ چکا ہوں۔ کسی کو نکال دینے میں اکھاڑ دینے میں گرا دینے میں مجھ پر کبھی الزام نہیں آیا۔ اب تم بھی آزما لینا یا تو مجھ سے خوش ہو گے یا ناراض ہو جاؤ گے پھر کہا کہ ان شاء اللہ خوش ہو گے۔ شیعی کہتے ہیں مغیرہ رضی اللہ عنہ کے بعد ایسا کوئی حاکم ہمارا نہیں ہوا اگرچہ ان حکام میں بھی جو پیشتر گزر رہے ہیں۔ یہ نیک شخص تھے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے سات برس چند مہینے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ میں حکومت کی ہے اور بڑے نیک سیرت امن و عافیت کے دل سے خواہش مند رہتے تھے مگر علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنا ان کی مذمت کرنا' قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت ان کی عیب جوئی کرنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت و مغفرت اور ان کے اصحاب کے لیے بےلوث ہونے کو ثابت کرنا انہوں نے کبھی ترک نہیں کیا۔

حکم بن عمرو غفاری کی فاوت:

حکم اپنی راہ سے الگ ہو کر ہرات کی طرف چلے آئے تھے۔ پھر یہاں سے مرو کی طرف پلٹ گئے زیاد کو مال غنیمت کی خبر پہنچی تو حکم کو لکھا۔ امیر المومنین نے مجھ کو لکھا بھیجا ہے کہ سونا چاندی اور تمام نادر چیزیں ان کے لیے نکال لی جائیں جب تک یہ چیزیں نکالی نہ جائیں ہرگز ہرگز مال غنیمت میں کچھ تصرف نہ کرنا۔ حکم نے اس کے جواب میں لکھا۔ تیرا خط پہنچا تو بیان کرتا ہے کہ امیر المومنین نے تجھے لکھ بھیجا ہے کہ سونا چاندی اور تمام نادر چیزیں ان کے لیے نکال لی جائیں اور ہرگز ہرگز مال غنیمت میں تصرف نہ کرنا۔ خدائے

عزوجل کا حکم امیر المومنین کے حکم سے پیشتر آ چکا ہے اور واللہ مرد خدا ترس کے لیے زمین و آسمان کی راہیں بند بھی ہو جائیں جب بھی حق سبحانہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی راستہ نکال ہی دے گا۔ اور لوگوں سے کہا چلو اپنی اپنی غنیمت لے لو۔ سب لوگ آئے۔ حکم نے خمس الگ کر کے تمام مال غنیمت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر زیاد نے ان کو لکھا اگر میں زندہ رہا تو تیرے ٹکڑے اڑا دوں گا۔ حکم نے دعا کی پروردگار! تیرے پاس آنے میں میرے لیے بہتری ہو تو مجھے بلا لے اس کے بعد ہی ان کا انتقال ہوا۔ مرتے وقت انس بن ابی اناس کو اپنا جانشین کر گئے۔

حجر بن عدی رضی اللہ عنہ:

یہی بات سن کر حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کہنے لگتے تھے وہ تو نہیں بلکہ تم لوگوں کا خدا برا کرے اور لعنت کرے۔ پھر کھڑے ہو جاتے تھے اور کہتے تھے خدا عزوجل فرماتا ہے۔ كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ (جس کا یہ ترجمہ ہے) ''خدا کی راہ میں گواہی دے کر عدل و انصاف کو قائم کرو''۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جن لوگوں کی تم مذمت کرتے ہو جن کو تم عیب لگاتے ہو وہی فضل و بزرگی کے سزاوار ہیں اور جن کا بے لوث ہونا تم ثابت کرتے ہو۔ جن کی ستائش گری کر رہے ہو وہی مذمت کے قابل ہیں۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہتے تھے اے حجر میں تمہارا حاکم ہوں بس اس سبب سے تیر تمہارا چل گیا۔ اے حجر والے ہو تم پر بادشاہ سے اور اس کے قہر و غضب سے خوف کرتے رہو۔ ایک دفعہ کا غضب شاہی تم ایسے کتنوں کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ اتنا کہہ کر درگذر کرتے تھے چشم پوشی کر جاتے تھے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی مخالفت:

یہی ہوتا رہا یہاں تک کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی امارت کے اخیر زمانہ میں خطبہ پڑھا۔ علی و عثمان رضی اللہ عنہما کے باب میں جو بات ہمیشہ وہ کہا کرتے اسی کو اس طور پر کہنے لگے خداوندا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر رحم کر ان سے درگزر کر عمل نیک کی انھیں جزا دے۔ انھوں نے تیری کتاب پر عمل کیا تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کیا۔ انہیں نے ہم لوگوں میں اتفاق قائم رکھا۔ ہم میں خونریزی نہ ہونے دی اور ناحق وہ قتل کیے گئے۔ خداوندا ان کے انصار پر ان کے دوستوں اور محبوں اور ان کے خون کا قصاص لینے والوں پر رحم فرما۔ اور ان کے قاتلوں پر بددعا کی۔ یہ سن کر حجر بن عدی اٹھ کھڑے ہوئے مغیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر اس طرح ایک نعرہ بلند کیا کہ مسجد میں جتنے لوگ بیٹھے تھے اور جو باہر تھے سب نے سنا۔ کہا کس شخص کے دھوکے میں تم آئے ہوئے ہو اس بات کو نہیں سمجھ سکتے بڑھاپے کے سبب سے عقل جاتی رہی ہے اے شخص ہماری تنخواہوں اور عطیوں کے جاری جانے کا اب حکم دے دو۔ تم نے ہمارے رزق کو بند کر رکھا ہے اس کا تمہیں کیا اختیار ہے۔ تم سے پیشتر جو حکام گذرے انھوں نے کبھی اس بات کی طمع نہیں کی۔ اس کے علاوہ تم نے امیر المومنین کی مذمت اور مجرمین کی ستائش کا شیوہ اختیار کیا ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی نرم پالیسی:

یہ سن کر مسجد میں کوئی دو ثلث سے زیادہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا قسم بخدا حجر نے سچ کہا اور نیکی کی۔ ہماری تنخواہوں اور عطیات کے جاری کر دینے کا حکم دو۔ تمہارے اس قول سے تو ہم کو کوئی نفع نہیں حاصل ہوتا۔ اس میں تو ذرا بھی ہمارا فائدہ نہیں۔ اسی طرح کی بہت سی باتیں سب لوگ کہتے رہے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ منبر سے اُتر کر اندر چلے گئے اور ان کی قوم کے لوگوں نے ان کے پاس آنے

کی اجازت مانگی۔ اذن مل گیا۔ سب کہنے لگے اس کا کیا سبب ہے کہ اس شخص کی ایسی ایسی باتیں آپ سنتے ہیں اور اس کی جرأت وہ آپ پر حکومت کرتا ہے۔ اس میں دو طرح کے نقصان ہیں ایک تو آپ کی توہین ہوئی ہے دوسرے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہو گی تو اس شخص کی وجہ سے آپ سے آزردہ ہو جائیں گے۔ ان سب لوگوں میں زیادہ حجر کے باب میں قیل وقال عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی نے کی۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں تو ان کو قتل کر چکا میرے بعد جو شخص والی کوفہ ہو کر آنے والا ہے اس کو بھی یہ میرے ہی مثل کا سمجھیں گے اور جس طرح میرے ساتھ پیش آئے ہوئے تم انہیں دیکھتے ہو اسی طرح وہ اس کے ساتھ بھی پیش آئیں گے وہ پہلے ہی دہلہ میں ان کو گرفتار کر لے گا اور بہت بری طرح قتل کرے گا۔ میری موت قریب ہے میری حکومت میں ضعف آ گیا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس شہر کے نیک لوگوں سے میں قتل کی ابتداء کروں اور ان کا خون بہاؤں کہ وہ تو سعادت اخروی حاصل کریں اور میں شقاوت میں مبتلا ہو جاؤں معاویہ رضی اللہ عنہ کو تو دنیا میں عزت ملے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کو قیامت میں ذلت میں اچھے کا عذر سنوں گا اور برے کو معاف کر دوں گا۔ عاقل کی ستائش کروں گا۔ جاہل کی فہمائش کروں گا یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ مجھ میں اور ان میں موت جدائی ڈال دے۔ میرے بعد کے حکام سے جب ان کو سابقہ پڑے گا تو مجھے یاد کریں گے۔ شیوخ عرب میں سے ایک شیخ مغیرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ذکر کر کے کہا کرتا تھا کہ واللہ! ہم نے سب کو دیکھ لیا۔ اس شخص کو سب سے بہتر پایا۔ بے گناہ کی ستائش گناہگار کی آمرزش، عذر کی پذیرائی میں سب سے بڑھ کر تھا۔ ۴۱ھ میں مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی فرمانروائی کی اور ۵۱ھ میں وفات پائی۔ اب کوفہ و بصرہ دونوں زیاد کے زیر فرمان ہو گئے۔

زیاد اور حجر بن عدی رضی اللہ عنہ:

زیاد کوفہ میں آیا قصر میں داخل ہوا پھر منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے الٰہی بجا لا کر کہا۔ زمانہ ہمارا تجربہ کر چکا ہے اور ہم زمانہ کا۔ ہم فرمانروائی بھی کر چکے ہیں اور فرماں بری بھی۔ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اس حکومت کے آخر میں بھی وہی مناسب ہے جو اول میں تھی۔ آسانی سے اطاعت وہ بھی ایسی کہ باطن کو ظاہر سے غائب کو حاضر سے دل کو زبان سے یگانگی رہے اور ہم جان چکے ہیں کہ رعایا کی اصلاح اس کے سوا ہو نہیں سکتی نرمی بغیر کمزوری کے سختی بغیر زیادتی کے۔ میں واللہ جو حکم تم لوگوں میں جاری کروں گا اسے قابو کے ساتھ پورا کر کے چھوڑوں گا۔ حاکم اور منبر پر بیٹھ کر غلط گوئی کرے۔ اس سے بڑھ کر خدا و خلق خدا کے سامنے کوئی غلطی نہ ہو گی۔ اس کے بعد زیاد نے عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ستائش اور ان کے قاتلوں پر نفریں کی۔ حجر یہ سن کر اٹھے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ سے جس طرح پیش آئے تھے اب بھی وہی بات انہوں نے کی۔ زیاد عمرو بن حریث کو والی کوفہ کر کے بصرہ چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے یہ خبر سنی کہ حجر کے پاس شیعہ علی رضی اللہ عنہ کا مجمع رہتا ہے۔ یہ لوگ علانیہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور ان لوگوں نے عمرو بن حریث کو سنگریزے مارے۔ یہ سنتے ہی پھر کوفہ چلا آیا دارالامارۃ میں داخل ہوا پھر باہر آیا اور منبر پر گیا۔ سندس کی قبا پہنے اور خز کی سبز چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ بالوں کو درست کیے ہوئے تھا۔ حجر اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آج ان کے ساتھ مجمع بھی بہت زیادہ تھا۔ زیاد نے حمد و ثنا کے بعد کہا۔ تعدی و گمراہی کا انعام برا ہے۔ ان لوگوں کی حمایت کی گئی تو اترا گئے اور میری طرف سے مطمئن جو

ہوئے تو گستاخ ہو گئے۔ قسم بخدا! اگر تم لوگ نہ سیدھے ہوئے تو جو تمہاری دوا ہے اسی سے تمہارا علاج کروں گا۔ اگر حجر کو سرزمین کوفہ سے ناپید نہ کر دوں اور اسے میں دوسروں کے لیے عبرت نہ بنا دوں گا تو مجھے ہیچ سمجھنا۔ وائے ہو تجھ پر اے حجر طعمہ گرگ اب تو ہونے والا ہے۔

حجر بن عدی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

ایک اور روایت ہے کہ جمعہ کے دن زیاد نے خطبہ میں بہت طول دیا اور نماز میں تاخیر ہو گئی۔ حجر بن عدی نے پکار کر کہا الصلوٰۃ اس پر بھی اس نے خطبہ کو جاری رکھا انہوں نے پھر کہا الصلاۃ۔ اور اس نے خطبہ کو جاری رکھا۔ جب حجر نے دیکھا نماز جاتی ہے تو ہاتھ مار کر مٹھی میں کنکر اٹھائے اور نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ سب لوگ اٹھے یہ رنگ دیکھ کر زیاد اتر آیا اور سب کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہونے کے بعد اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شکایت میں ایک خط لکھا اور بہت سی باتیں لکھ بھیجیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا اسے زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس روانہ کرو۔ یہ خط جب آیا تو ان کی ساری برادری حمایت پر آمادہ ہو گئی۔ مگر حجر نے ان سب کو منع کیا اور کہا سمع و طاعہ غرض حجر کو پابزنجیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کر دیا۔ یہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے گئے تو کہا السلام علیکم یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں امیر المومنین۔ واللہ نہ تجھ سے درگزر کروں گا نہ درگزر ہونے دوں گا۔ لے جاؤ اسے یہاں سے اور اس کی گردن مارو۔ جب انہیں باہر لے آئے تو جو لوگ اس کام پر مقرر تھے ان سے درخواست کی کہ دو رکعت نماز مجھے پڑھ لینے دو۔ انہوں نے کہا پڑھ لو۔ حجر نے دو رکعتیں جلدی سے پڑھ لیں اور یہ کہا کہ تم لوگوں کے بدگمان ہونے کا اندیشہ مجھے نہ ہوتا تو جی چاہتا تھا کہ ذرا اور اس نماز میں طول دیتا۔ مگر جو نمازیں کہ آج تک میں نے پڑھی ہیں اگر وہی میرے کام نہ آئیں گی تو ان دو رکعتوں سے کیا ہو گا۔ پھر ان کے اقربا میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے کہا ''نہ میری زنجیر اتارنا نہ خون کو دھونا میں اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ سے پل صراط پر ملاقات کروں گا'' پھر انہیں آگے بڑھا کر گردن ماری۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے غالباً مہ میں ملاقات ہوئی تو پوچھا ''معاویہ رضی اللہ عنہ تمہارا حلم حجر کے معاملے میں کدھر چلا گیا تھا'' معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''ام المومنین کوئی عقل دینے والا اس وقت میرے پاس نہ تھا'' اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہونے لگی اور گھنگرو بولنے لگا تو کہہ رہے تھے ''اے حجر تمہارے سبب سے میرا دن پہاڑ ہے''۔[1]

حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے متعلق دوسری روایت:

ایک روایت یہ ہے کہ زیاد نے اہل شرط کو حکم دیا کہ تم میں سے کوئی جا کر حجر کو بلا لائے۔ حسین کہتا ہے کہ شداد بن ہثیم امیر شرط نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم جا کر انہیں بلا لاؤ میں نے جا کر ان سے کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ ان کے اصحاب نے کہا کہ امیر کے پاس وہ نہ جائیں گے اور نہ ہمیں اس کا پاس خاطر ہے یہ سن کر میں نے واپس آ کر حال بیان کر دیا۔ زیاد نے صاحب شرط کو حکم دیا کہ کچھ لوگ میرے ساتھ کر دے اس نے چند سپاہی میرے ساتھ کر دیئے ہم سب نے ان سے جا کر کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ ان لوگوں نے اس پر ہمیں برا بھلا کہا گالیاں دیں۔ ہم نے زیاد سے آ کر حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر زیاد تمام شرفائے کوفہ پر خفا ہونے لگا کہ اے

---

[1] یومی منک یا حجر یوم طویل۔

اہل کوفہ یہ کیا ایک ہاتھ سے چھری مارتے ہو دوسرے سے پٹی باندھتے ہو۔ جسم تمہارے میرے ساتھ دل تمہارے حجر کے ساتھ یہ بکواسی احمق دیوانہ تم خود تو میرے ساتھ ہو اور تمہارے بھائی بیٹے برداری والے حجر کے ساتھ ہیں۔ قسم بخدا اس بات سے تمہاری مفسدہ پردازی دریا کاری ثابت ہوتی ہے اب تم لوگ اپنے بےلوث ہونے کا ثبوت دو ورنہ میں کچھ لوگوں کو بلا کر ساری بے رخی و کجی تمہاری نکالے دیتا ہوں۔

حجر بن عدی سے اہل کوفہ کی علیحدگی:

یہ سنتے ہی سب زیاد کی طرف یہ کہتے ہوئے لپکے۔ معاذ اللہ یہ ہوسکتا ہے کہ امیر المومنین کی طاعت اور آپ کی اور جس بات میں آپ کی مرضی ہو اس کے سوا اس معاملے میں ہماری رائے کچھ اور ہو۔ جس بات میں آپ کے ساتھ ہماری اطاعت اور حجر کے ساتھ ہماری مخالفت کا ثبوت ہو جائے آپ ہمیں اسی بات کا حکم دے کر دیکھئے۔ زیاد نے کہا تم سب اٹھ کھڑے ہو یہ لوگ جو حجر کو گھیرے ہوئے ہیں ان کے پاس جاؤ تم میں ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے بھائی بیٹے کو قرابتدار کو اپنی برداری کے لوگوں میں سے جو تمہارا کہنا مانے اس کو یہاں تک کہ جس جس کو تم حجر سے علیحدہ کر سکتے ہو علیحدہ کر لو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اکثر لوگ جو حجر کے ساتھ والے تھے۔ ان کو حجر سے علیحدہ کر دیا۔ زیادہ نے جب دیکھا کہ حجر کے ساتھ والے زیادہ تر ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے تو صاحب شرط سے کہا اب حجر کے پاس جا اگر وہ چلا آئے تو میرے پاس لے آ۔ نہیں تو اپنے سپاہیوں کو حکم دینا کہ بازار میں سے ستونوں کو اکھاڑیں اور انہیں ستونوں سے ان لوگوں پر حملہ کر کے حجر کو میرے پاس لے آئیں اور جورو کے اسے ماریں۔ غرض صاحب شرط حجر کے پاس آیا اور کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ ان کے اصحاب نے کہا ایسا نہ ہوگا۔ ہم اس کا لحاظ نہیں کرتے ہم اس کے پاس نہیں آتے۔

اصحاب حجر پر حملہ:

اس نے اپنے ساتھ والوں سے کہہ دیا کہ بازار کے ستونوں پر حملہ کر دو یہ لوگ دوڑے اور ستون چھین لائے۔ اس وقت ابو عمرطہ نے حجر سے کہا کہ تمہارے لوگوں میں سے کسی کے پاس سوا میرے تلوار نہیں ہے۔ ایک تلوار سے تو کام نہیں نکل سکتا۔ حجر نے کہا پھر کیا رائے ہے۔ اس نے کہا اب یہاں سے نکلو۔ اپنے لوگوں میں چلے آؤ وہ ضرور تمہیں بچالیں گے۔ زیاد اس وقت منبر پر تھا منبر ہی پر سے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ اس کے لوگ لٹھ لیے ہوئے حجر کے اصحاب پر پل پڑے بکر بن عبید نے عمرو ابن حمق کے سر پر لٹھ مارا اور وہ گر پڑے ابوسفیان بن عویمر اور عجلان بن ربیعہ ان کو اٹھا کر عبید اللہ بن مالک کے گھر میں لے گئے۔ یہ تینوں شخص ازدی تھے عمرو اپنے نکلنے کے وقت تک اسی گھر میں پوشیدہ رہے۔

عبداللہ بن عوف کا انتقام:

عبداللہ بن عوف کہتا ہے کہ قتل معصب کے ایک سال پیشتر جب ہم لوگ غزوہ باحمیرا سے واپس ہوئے ہیں تو میں نے بکر بن عبید کو دیکھا کہ راہ میں میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے جب سے اس نے عمرو کو لٹھ مارا تھا قسم بخدا اس دن سے میں نے کبھی اسے دیکھا ہی نہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ کہیں دیکھوں گا تو اسے پہچانوں گا بھی نہیں۔ اب اسے دیکھتے ہی مجھے گمان ہوا کہ یہ وہی شخص ہے۔ کوفہ کی عمارتیں اس وقت سامنے سے دکھائی دے رہی تھیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کہ عمرو کو تو ہی نے لٹھ مارا تھا کراہت معلوم ہوئی کہ وہ مجھے

جھٹلائے گا۔ میں نے اس طرح تقریر کی کہ جس دن سے تو نے عمر کے سر پر مسجد میں لٹھ مارا جب سے آج تک میں نے تجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ آج تجھے دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا۔ کہنے لگا۔ خدا ان آنکھوں کو روشن رکھے تیری نظر کس قدر صحیح ہے وہ تو ایک شیطانی حرکت تھی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ عمر وصلحا میں سے ہیں۔ اپنی اس ضرب پر مجھے بہت ندامت ہے اور خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ میں نے کہا جس طرح تو نے عمرو بن حمق کو مارا تھا اسی طرح کی ضرب جب تک تیرے سر پر نہ لگا لوں تجھے واللہ میں چھوڑتا نہیں۔ اس میں میں مر جاؤں گا یا تو مر جائے۔ یہ سن کر وہ خدا کا واسطہ مجھے دینے لگا خدا کو یاد دلانے لگا۔ میں نے ایک نہ مانی اور اصفہان کی بندی میں سے رشید ایک غلام میرے پاس تھا اس کے نیزہ کی ڈانڈ بہت سخت تھی میں نے اسے پکارا اور نیزہ اس سے لے لیا کہ اسی سے حملہ کروں گا مگر یہ دیکھ کر سواری سے نیچے اترنے لگا۔ دونوں پاؤں اس کے زمین تک پہنچے ہی تھے کہ میں جا پہنچا اور اس کے دماغ پر ایسی ایک ضرب میں نے لگائی کہ منہ کے بل گر پڑا۔ اسی حالت میں اسے چھوڑ کر میں آگے بڑھا۔ اس کے بعد وہ اچھا ہو گیا۔ اس مدت میں دو مرتبہ اور وہ مجھے ملا۔ ہر دفعہ مجھ سے یہی کہا کہ میرا تیرا انصاف خدا کے سامنے ہوگا۔ میں نے بھی یہی جواب ہر دفعہ دیا کہ تیرا اور عمرو کا انصاف خدا کے سامنے ہوگا۔

ابوعمرطہ کی کارگذاری:

غرض عمر پر جب ضرب پڑی اور دو شخص انھیں اٹھا کر لے گئے اس وقت اصحاب حجر بنی کندہ کے دروازوں کی طرف آ گئے۔ ایک شرطی نے عبداللہ بن خلیفہ طائی کو جب کہ وہ رجز کے اشعار پڑھ رہا تھا لٹھ مار دیا وہ گر پڑا۔ عائذ بن حملہ تمیمی کے ہاتھ پر لٹھ پڑا اور اس کا دانت بھی ٹوٹا۔ اس مضمون پر اس نے تین مصرعے نظم کیے اور کسی شرطی کے ہاتھ سے لٹھ چھین کر لڑنا شروع کیا اور حجر کی اور ان کے اصحاب کی حمایت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ سب لوگ بنی کندہ کے دروازوں سے باہر نکل گئے۔ حجر کا خچر وہاں موجود تھا۔ ابوعمرطہ خچر کو لے کر آیا اور کہا تمہارا برا ہو لو اب سوار ہو جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں تم نے خود کو بھی قتل کیا اور اپنے ساتھ ہم کو بھی۔ حجر نے رکاب میں پاؤں ڈالا مگر چڑھ نہ سکے ابوعمرطہ نے انھیں اٹھا کر خچر پر سوار کیا۔ پھر اچک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ یہ سنبھل کر بیٹھا ہی تھا کہ یزید بن طریف مسلی سر پر آ پہنچا۔ اس نے ابوعمرطہ کی ران پر لٹھ مارا۔ ابوعمرطہ نے تلوار سونت کر اس کے سر پر وار کیا۔ وہ منہ کے بل گر پڑا۔ پھر اچھا ہو گیا۔ اس مضمون پر عبداللہ بن ہمام سلولی نے چند اشعار کہے ہیں۔

کوفہ میں خانہ جنگی کی ابتداء:

ابوعمرطہ کی یہ تلوار پہلی تلوار ہے جو کوفہ کی خانہ جنگی میں چلی۔ یہاں سے حجر اور ابوعمرطہ روانہ ہوئے اور حجر کے مکان تک آ پہنچے حجر کے اصحاب میں سے بہت لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور قیس بن فہدان کندی اپنے گدھے پر چڑھ کر نکلا۔ جہاں جہاں بنی کندہ کا مجمع تھا وہاں جا جا کر اس مضمون کے اشعار پڑھتا پھرا:

''اے حجر کی قوم مدافعت کرو اور حملے کرو اور اپنے بھائی کی طرف سے لڑو اور مرو دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی حجر کا ساتھ چھوڑ دے کیا تم لوگوں میں کوئی برچھیت کوئی تیرانداز نہیں ہے کیا تم میں کوئی سوار اور پیادہ نہیں ہے۔ کیا تم میں کوئی ثابت قدم شمشیر زن نہیں ہے''۔

مگر بنی کندہ میں سے کچھ زیادہ لوگ حجر کے پاس نہیں آئے۔

صائدین کا تکیہ:

زیاد نے منبر پر کہا کہ قوم ہمدان وتمیم وہوازن (بنی) اعصر وفدحج واسد وغطفان اٹھیں اور سب کندہ کے تکیہ کی طرف روانہ ہوں۔ وہاں سے حجر کے پاس جائیں اور اسے میرے پاس لے آئیں یہ کہہ کر اسے یہ بات مناسب نہ معلوم ہوئی کہ طائفہ یمن کے ساتھ روانہ کرے مبادا دونوں فرقوں میں اختلاف اور جھگڑا پیدا ہو جائے اور ان کی حمیت کو ضرر پہنچے۔ یہ سوچ کر زیاد نے حکم دیا کہ تمیم وہوازن و بنی اعصر واسد وغطفان و مذحج و ہمدان کو فقط کندہ کے تکیہ میں جانا چاہیے اور حجر کو میرے پاس لے آنا چاہیے اور باقی اہل یمن صائدین کے تکیہ کی طرف روانہ ہوں اور جا کر حجر کو میرے پاس لائیں۔ یہ سن کر قبیلہ از در بجیلہ وخثعم وانصار وخزانہ وقصاعہ کے لوگ روانہ ہوئے اور صائدین کے حکم میں جا کر اتر پڑے۔

بنی کندہ کی گرفتاری:

حضر موت والے اہل یمن کے ساتھ اس لیے نہیں گئے کہ انہیں کندہ سے تعلق تھا اس سبب سے کہ اہل حضر موت بنی کندہ کے ساتھ رہتے تھے انہیں حجر کے تعاقب میں جانا گوارا نہ ہوا۔ صائدین کے تکیہ میں رؤسائے اہل یمن نے حجر کے باب میں باہم مشورہ کیا عبدالرحمٰن بن مخنف نے کہا میں جو بات کہتا ہوں اس کو قبول کرو تو مجھے امید ہے کہ تم لوگ ملامت ومعصیت سے بچ جاؤ گے میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ جلد ینہ کرو ہمدان و مذحج کے نوجوان یہ کام کر گذریں گے اور تم اپنی قوم اور اپنے رئیس کے ساتھ برائی کرنے سے جو فعل تمہیں ناگوار ہے بچ جاؤ گے۔ سب نے اس رائے کو اختیار کیا۔ کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یہ خبر ملی کہ ہمدان و مذحج تکیہ بنی کندہ میں داخل ہو گئے اور بنی جبکہ میں سے جس جس کو پایا گرفتار کر لیا۔ یہ سن کر اہل یمن بنی کندہ کے گھروں کی طرف گئے اور ان سے عذر کیا۔ اس کی خبر زیاد کو پہنچی تو اس نے مذحج وہمدان کی ستائش کی اور تمام اہل یمن کی مذمت۔

قیس بن یزید کی گرفتاری:

حجر جس وقت اپنے گھر پہنچے اور انھوں نے دیکھا کہ ان کی قوم کے لوگ ان کے ساتھ کم رہ گئے ہیں اور یہ خبر بھی پہنچی کہ مذحج و ہمدان کندہ کے تکیہ میں اور تمام اہل یمن صائدین کے تکیہ میں اترے ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا ''تم سب چلے جاؤ تمہاری ہی قوم کے لوگ جو تمہارے مقابلے میں جمع ہوئے ہیں واللہ تم ان سے لڑ نہیں سکتے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم کو معرض تلف میں ڈال دوں'' یہ سن کر وہ لوگ واپس جانا چاہیے تھے کہ مذحج و ہمدان کے سواروں میں سے جو لوگ اوائل فوج میں تھے ان تک آ پہنچے۔ یہ دیکھ کر عمیر بن یزید وقیس بن یزید وعبید بن عمرو بدی وعبدالرحمٰن بن محرز طمحی وقیس بن شمر ان سواروں پر پلٹ پڑے اور مصروف ستیز و آویز ہوئے۔ ایک ساعت تک حجر کی حمایت میں مشغول کارزار رہے۔ آخر زخمی ہو گئے اور قیس بن یزید گرفتار ہو گیا۔ باقی لوگ بچ کر نکل گئے حجر نے ان سے کہا ''تمہارا بھلا ہو سب متفرق ہو جاؤ جنگ نہ کرو۔ میں خود کسی گلی سے نکلا جاتا ہوں۔ پھر بنی حوت کی طرف چلا جاؤں گا''۔

سلیم بن یزید کی جان نثاری:

چلتے چلتے ان میں سے ایک شخص کے گھر تک حجر پہنچ گئے اس کا نام سلیم بن یزید تھا یہ گھر کے اندر گئے اور لوگ ان کے تعاقب میں آئے اور اس گھر تک آ پہنچے۔ سلیم نے تلوار اٹھالی پھر ان کے مقابلے میں نکلنا چاہا۔ یہ دیکھ کر اس کی بیٹیاں رونے لگیں۔ حجر نے کہا

آخر کیا ارادہ ہے۔ اس نے جواب دیا ''واللہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ان لوگوں سے کہوں گا کہ تمہارے پاس سے چلے جائیں مان گئے تو خیر نہیں تو اسی تلوار سے جس کے قبضہ میں میرا ہاتھ پڑ گیا ہے تمہاری حمایت میں ان سے جنگ کروں گا'' حجر نے کہا تیرا بھلا نہ ہوا ہائے میں نے تو تیری بیٹیوں کو مصیبت میں ڈال دیا۔ سلیم نے جواب دیا کچھ ان کی مونث کا متکفل میں نہیں ان کا رازق میں نہیں اس حق قیوم کے سوا جس کو موت نہیں میں کبھی کسی نعمت کے لیے تنگ و عار کا خریدار نہ ہوں گا۔ میری زندگی میں جب تک تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے میرے گھر سے تم اسیر ہو کر کبھی نہیں جا سکتے۔ اگر میں تمہاری حمایت میں قتل ہو جاؤں تو تمہارے جی میں جو آئے کرنا۔ حجر نے پوچھا کیا اس مکان میں کوئی ایسی دیوار نہیں ہے کہ میں اس پر سے چلا جاؤں یا کوئی ایسا موکھا نہیں ہے کہ میں اس میں سے نکل جاؤں ہو سکتا ہے کہ خدائے عزوجل مجھ کو بھی اور تم کو بھی محفوظ رکھے یہ لوگ جب تمہارے گھر سے مجھے گرفتار نہ کریں گے تو تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ سلیم نے کہا ہاں یہ موکھا تو ہے اس میں سے نکل کر بنی عنبر کے محلّہ میں اور اس کے سوا اپنی قوم والوں میں تم پہنچ سکتے ہو۔

حجر اور جوانان بنی ذہل:

حجر اس موکھے سے نکل گئے۔ چلتے چلتے بنی ذہل میں پہنچے۔ ان لوگوں نے بیان کیا ابھی ابھی وہ لوگ تمہیں تلاش کرتے ہوئے ادھر سے گزرے ہیں تمہارا پتا لگا رہے ہیں۔ حجر نے کہا میں یہاں سے بھی بھاگتا ہوں غرض نکل کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ ساتھ جوانان بنی ذہل میں سے کچھ لوگ چلے کہ شاہراہ سے دور دور گلیوں میں سے انھیں لے کر گذر رہے تھے چلتے چلتے قبیلہ نخع میں پہنچے۔ یہاں پہنچ کر حجر نے ان جوانوں سے کہا رحمت خدا ہو تم پر بس اب یہاں سے پلٹ جاؤ۔ یہ سن کر سب پلٹ گئے۔

حجر کی قبیلہ نخع میں روپوشی:

اور حجر اشتر نخعی کے بھائی عبداللہ بن حارث کے مکان کی طرف چلے گھر کے اندر گئے۔ عبداللہ نے بہ کشادہ پیشانی و کمال بشاشت ملاقات کی فرش بچھائے ان کا بستر لگایا۔ یہاں یہی ہو رہا تھا کہ کسی نے آ کر حجر سے کہا کہ اہل شرط قبیلہ نخع میں تم کو پوچھتے پھرتے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ ایک سیاہ فام چھوکری جس کو سب ادماء ادماء کہہ کر پکارتے تھے ان لوگوں کو ملی۔ اور ان سے پوچھنے لگی تم کسے ڈھونڈ رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم حجر کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہنے لگی تو وہ یہیں ہے میں نے اسے قبیلہ نخع میں دیکھا۔ اب یہ لوگ قبیلہ نخع کی طرف پلٹ پڑے یہ خبر سن کر حجر رات ہی کو عبداللہ کے گھر سے بھیس بدل کر نکلے اور عبداللہ بن حارث بھی ان کے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ ربیعہ بن ناجد ازدی کے مکان پر آ کر محلّہ ازد میں حجر اتر پڑے ایک رات دن وہیں قیام کیا۔ حجر پر قابو پانے سے اہل شرطہ جب عاجز آ گئے۔

زیاد کی محمد بن اشعث کو دھمکی:

تو زیاد نے محمد بن اشعث کو بلا کر کہا ادابو میثاء سن رکھ حجر کو میرے پاس لے کر آ نہیں تو قسم بخدا! تیرا ایک ایک درخت خرما کٹوا ڈالوں گا اور ایک ایک گھر تیرا کھدوا ڈالوں گا اور اس پر بھی تجھے جیتا نہ چھوڑوں گا۔ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔ اس نے کہا اتنی مہلت دیجیے کہ میں اسے ڈھونڈوں زیاد نے کہا تین دن کی مہلت تجھے دی۔ اگر اسے تو لے آیا تو خیر ورنہ اپنے کو زندوں میں شمار نہ کرنا۔ اور ابن اشعث کو زندان کف لے چلے۔ چہرے پر اس کے ہوائیاں اڑ رہی تھیں منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے اسے لے جا رہے تھے حجر بن یزید کندی نے زیاد سے اس کی سفارش کی کہ میں ضامن ہوتا ہوں اسے چھوڑ دیجیے کہ حجر کو ڈھونڈ ھے۔ وہ آزاد ہو کر جس طرح

ڈھونڈ سکتا ہے قید میں بھلا کب ڈھونڈھ سکتا ہے زیاد نے کہا کیا تم ضامن ہوتے ہو۔ اس نے کہا ہاں میں ضامن ہوتا ہوں۔ زیاد نے کہا یہ سمجھ لو اگر تم سے اس نے گریز کی تو میں تم کو موت کی صورت دکھادوں گا۔ اگر چہ اس وقت میں تم کو عزیز رکھتا ہوں۔ ابن یزید نے کہا وہ ایسا فعل نہ کرے گا۔ زیاد نے اسے چھوڑ دیا۔

قیس بن یزید کی گرفتاری ورہائی:

قیس بن یزید کو اسیر کر کے لوگ لائے حجر بن یزید نے اس کے لیے بھی زیاد سے گفتگو کی۔ زیاد نے سب سے کہہ دیا کہ قیس کو کچھ خوف نہ کرنا چاہیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے باب میں جو اس کا عقیدہ ہے اور صفین میں امیر المومنین کی رفاقت میں جو کام اس نے کیا ہم لوگوں کو خوب معلوم ہے یہ کہہ کر اس نے قیس کو بلا بھیجا۔ جب وہ سامنے آیا تو کہا میں خوب جانتا ہوں کہ حجر کی حمایت میں جو تم نے جنگ کی وہ اس سبب سے نہ تھی کہ تم نے اس کا سا عقیدہ اختیار کر لیا ہو۔ وہ ایک آن بان کی بات تھی کہ تم نے اس کا ساتھ دیا۔ میں نے یہ قصور تمہارا معاف کر دیا۔ میں جانتا ہوں کہ تم خوش اعتقاد اور جاں نثار ہو لیکن جب تک تم اپنے بھائی عمیر کو میرے پاس حاضر نہ کرو میں تم کو نہ چھوڑوں گا۔ قیس نے کہا ان شاء اللہ میں انہیں حاضر کر دوں گا۔ زیاد نے کہا تمہارا اس کا کون ضامن ہوتا ہے۔ لاؤ' کہا حجر بن یزید میرا اور اس کا ضامن ہو جائے گا اس پر حجر بن یزید نے کہا ہاں میں اس شرط پر اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ اس کے جان و مال کا اطمینان ہو جائے۔ زیاد نے کہا۔ ایسا ہی ہوگا۔ یہ دونوں جا کر عمیر کو لے آئے اور وہ زخمی تھا۔ حکم ہوا اور وہ زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور۔

عمر بن یزید کی مشروط رہائی:

لوگوں نے اسے زمین سے اونچا کیا اور ناف کے قریب لا کر ٹپک دیا وہ زمین پر آ رہا۔ پھر اٹھایا اور پھر اسے ٹپکا۔ کئی دفعہ یہی سلوک اس کے ساتھ کیا یہ دیکھ کر حجر بن یزید اٹھ کھڑا ہوا اور زیاد سے کہنے لگا۔ خدا سلامت رکھے کیا اس کو جان و مال کی امان نہیں دی گئی ہے؟ زیاد نے کہا ہاں! اسے جان و مال کی امان دی ہے۔ میں نہ اس کا خون بہاتا ہوں نہ مال اینٹھنے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا خدا سلامت رکھے اس کے لیے تو موت کا سامنا ہے۔ قریب مرگ ہو گیا ہے اور جتنے اہل یمن وہاں تھے' سب کھڑے ہو گئے اور زیاد کے پاس آ کر گفتگو کرنے لگے۔ اس نے کہا تم سب اس کے ضامن ہوتے ہو کہ اس نے اگر کوئی بے جا حرکت کی تو میرے پاس اس کو لے آؤ گے اور مسلی پر جو وار کیا گیا ہے اس کی دیت دو گے۔ سب نے کہا ہاں ہم ضامن ہیں۔ اس ضمانت پر اس نے عمیر کو چھوڑ دیا۔

حجر بن عدی کی مشروط حوالگی کی پیشکش:

ربیعہ ازدی کے گھر میں ایک رات ایک دن حجر بن عدی نے قیام کر کے اپنے ایک اصفہانی غلام مسمی رشید کو محمد بن الاشعث کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ اس ظالم جبار نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا اس کی مجھے خبر پہنچی تم ہرگز نہ گھبرانا میں تمہارے پاس خود چلا آتا ہوں۔ تم اپنی قوم میں سے کچھ لوگوں کو جمع کر کے اس کے پاس جاؤ اور اس سے میرے لیے بس اس قدر امان کے طالب ہو کہ وہ مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دے۔ جیسی ان کی رائے ہو اس طرح وہ مجھ سے پیش آئیں۔ ابن اشعث حجر بن یزید اور جریر بن عبداللہ اور عبداللہ بن حارث اشتر کے بھائی کے پاس گیا اور ان لوگوں کو لے کر زیاد کے پاس آیا۔ ان لوگوں نے زیاد سے گفتگو کی اور حجر کے لیے اس باب میں امان کے طالب ہوئے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کو بھیج دے۔ وہ اپنی رائے سے جو چاہیں ان کے حق

میں کریں۔ زیاد نے منظور کیا۔ ان لوگوں نے حجر سے انہیں کے پیامبر کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہم نے جو بات تم چاہتے تھے زیاد سے طے کر لی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اب چلے آئیں۔ حجر یہ سن کر چلے آئے اور زیاد کے سامنے گئے۔

حجر اور زیاد کی گفتگو:

زیاد کہنے لگا ابوعبدالرحمٰن مرحبا۔ زمانہ جنگ میں بھی لڑنے کو تیار اور جب لوگوں میں امن جب بھی لڑنے کو تیار۔ وہی مثل ہوئی کہ اپنے ہی لوگوں کو کتیا نے بھونک کر قتل کروا دیا۔ حجر نے کہا نہ میں نے قناعت سے سرکشی کی نہ جماعت سے علیحدگی میں اپنی بیعت پر قائم ہوں زیاد نے کہا کجا یہ دعویٰ اے حجر اور کجا تو۔ ایک ہاتھ سے تو چھری مارتا ہے دوسرے سے پٹی باندھتا ہے۔ جب خدا نے ہمارے قابو میں تجھے دے دیا اب ہمیں خوش کرنا چاہتا ہے واللہ ہرگز یہ نہ ہوگا۔ حجر نے پوچھا کیا تو نے اتنی امان مجھے نہیں دی ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاؤں اور میرے باب میں اپنے رائے پر وہ عمل کریں۔ زیاد نے کہا ہاں یہ ہمیں منظور ہے۔ اسے لے جاؤ قید خانہ میں۔ جب وہ زیاد کے پاس سے بھیج دیئے گئے تو کہنے لگا قسم بخدا اگر امان نہ دی ہوتی تو یہاں سے وہ ہل نہ سکتا یہاں تک کہ اس کی جان نکالی جاتی۔ قسم بخدا اس کی رگ وگردن کاٹنے کے لیے میرا جی لوٹ رہا ہے۔ زیاد کے پاس سے حجر کو جب زندان کی طرف لے جا رہے تھے تو انہوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا ''بار الٰہا! میں اپنی بیعت پر قائم ہوں نہ میں اسے چھوڑوں گا نہ چھوڑنا چاہتا ہوں یہ محض خدا و خلق خدا کی اطاعت کے لیے'' صبح کا وقت تھا اور بہت سردی پڑ رہی تھی حجر اس وقت سر پر برنس (صدر اسلام کی ایک خاص وضع کی ٹوپی) پہنے ہوئے تھے۔ دس دن انہیں قید میں گزرے اور اب زیاد کو ان رؤساء کی فکر ہوئی جو حجر کے اصحاب میں تھے۔

عمرو بن حمق کی گرفتاری:

عمرو بن حمق اور رفاعہ بن شداد کوفہ سے نکل گئے مداین میں پہنچے۔ پھر وہاں سے بھی چلے سرزمین موصل میں آئے۔ یہاں ایک پہاڑ میں یہ دونوں چھپ رہے اس گاؤں کے عامل کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ دو شخص اس پہاڑ کے دامن میں چھپے ہوئے ہیں اسے ان دونوں پر اشتباہ ہوا۔ یہ شخص قبیلہ ہمدان سے تھا نام اس کا عبداللہ بن ابی لمعتہ تھا۔ اپنے ساتھ سواروں کو اور اہل شہر کو لے کر یہ پہاڑ کی طرف آیا۔ جب ان دونوں شخصوں تک پہنچا تو وہ نکل آئے۔ عمرو مستسقی تھا اس کے پیٹ میں پانی اتر آیا تھا وہ تو اپنے کو بچا نہیں سکتا تھا۔ ہاں رفاعہ بن شداد قوی ہیکل جوان تھا۔ وہ اپنے بادپا فرس پر سوار ہو گیا۔ اور عمرو سے کہا میں تمہاری طرف سے لڑتا ہوں۔ اس نے کہا تمہارے لڑنے سے مجھے کیا نفع پہنچے گا اگر ہو سکے تو اپنی جان بچا کر نکل جاؤ۔ اس نے ان سب پر حملہ کر دیا سب منتشر ہو گئے یہ نکل گیا اور گھوڑا اسے لے بھاگا۔ تعاقب میں سوار گئے۔ رفاعہ قدر انداز شخص تھا جو سوار قریب پہنچتا تھا تیر مار کر اسے زخمی کر دیتا تھا یا اس کے گھوڑے کو بیکار کر دیتا تھا۔ آخر اسے چھوڑ کر سب پلٹ آئے۔ عمرو گرفتار ہو گیا۔ پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں وہ شخص ہوں جسے چھوڑ دو گے تو تمہارے لیے اچھا ہو گا اور اگر قتل کرو گے تو تمہارے لیے برا ہوگا۔ ان لوگوں نے بہت پوچھا مگر اس نے کچھ نہ بتایا۔

عمرو بن حمق کا قتل:

ابن ابی بلتعہ نے اسے عامل موصل عبدالرحمٰن ثقفی کے پاس بھیج دیا۔ اس نے دیکھتے ہی عمرو کو پہچان لیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا حال لکھ بھیجا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں اسے لکھا کہ عمرو نے عثمان رضی اللہ عنہ پر تیر کی بھال سے جو اس کے پاس موجود تھی نو طعن کیے

تھے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس پر زیادتی کی جائے جس پر اس نے عثمان رضی اللہ عنہ پر نوطعن کیے ہیں تو بھی نوطعن اس پر کر۔ اس حکم پر عمرو کو نکال کر باہر لائے اور نوطعن اس پر کیے گئے پہلے یا دوسرے وار میں وہ مر گیا۔ زیاد نے حجر کے اصحاب کو تلاش کرنے کے لیے لوگوں کو روانہ کیا۔ سب نے بھاگنا شروع کیا۔ ان میں سے جو ہاتھ لگ گیا اسے گرفتار کر لیا۔

قبیصہ بن ضبیعہ عبسی کی گرفتاری:

اب قبیصہ بن ضبیعہ عبسی کے پاس زیاد نے اپنے صاحب شرطہ شداد بن ہیثم کو بھیجا۔ قبیصہ نے اپنی قوم والوں کو پکارا اور تلوار اٹھائی۔ ربعی بن حراش عبسی اور کچھ لوگ اوران کی قوم کے آ پہنچے۔ یہ کچھ زیادہ نہ تھے۔ قبیصہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ صاحب شرطہ نے کہا تم کو جان و مال کی امان ہے پھر کیوں خود کو ہلاک کرتے ہو۔ یہ سن کر ان کے اصحاب بھی کہنے لگے کہ تم کو امان مل گئی پھر کیوں اپنے کو اور اپنے ساتھ ہم سب کو ہلاک کرتے ہو۔ قبیصہ نے کہا خدا تم کو عقل دے یہ آیا لگایا ہوا پسر فاحشہ اگر میں اس کے ہاتھ لگا تو واللہ ہرگز نہیں بچ سکتا ضرور مجھے قتل کرے گا۔ انھوں نے کہا ایسا نہ ہوگا یہ سن کر قبیصہ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا اور سب ان کو لیے ہوئے زیاد کے پاس چلے۔ سامنا ہوتے ہی زیاد نے کہا واللہ میں تجھے ایسی سزا دوں گا کہ یہ فتنہ و فساد اٹھانا حاکموں پر حملہ کرنا سب بھول جائے گا۔ قبیصہ نے کہا میں تو امان پا کر چلا آیا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا لے جاؤ اسے زندان میں۔

قیس بن عبار کی حق گوئی واسیری:

قیس بن عبار شیبانی نے زیاد سے آ کر کہا کہ ایک شخص ہم میں سے بنی ہمام کا جسے سیفی بن فیسل کہتے ہیں اصحاب حجر کے سر گروہوں میں ہے اور سب سے بڑھ کر تمہارا دشمن ہے۔ زیاد نے ان پر دوڑ بھیجی لوگ انہیں بھی پکڑ اس کے پاس لے آئے۔ زیاد نے ان سے کہا اے دشمن خدا ابوتراب کے باب میں تیری کیا رائے ہے کہا میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔ کہا تو خوب جانتا ہے۔ کہا میں تو نہیں جانتا۔ کہا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تو نہیں جانتا کہا ہاں جانتا ہوں۔ کہا وہی ابوتراب ہیں۔ کہا ہرگز نہیں وہ تو ابوالحسن والحسین رضی اللہ عنہم ہیں اب صاحب شرطہ بول اٹھا کہ امیر تو کہتا ہے وہی ابوتراب ہیں اور تو کہتا ہے نہیں۔ کہا امیر جھوٹ بولے تو چاہتا ہے کہ میں جھوٹ بولوں اور امر ناحق پر شہادت دوں جس طرح اس نے شہادت دی۔ زیاد نے کہا قصور واری اور زبان درازی! لاؤ تو میرا عصا۔ عصا آیا اور زیاد نے پھر پوچھا بتا تیری کیا رائے ہے۔ کہا بندگانِ خدا میں سے کسی بندۂ مومن کی نسبت جیسی میری رائے ہونی چاہیے۔ اس سے بڑھ کر ہے۔ لوگوں کو حکم دیا کہ عصا لے کر اس کے مثانہ پر اس قدر مارو کہ زمین پر لوٹنے لگے آخر صدمات ضرب سے وہ زمین پر گر پڑے۔

اب مار کو موقوف کرنے کا حکم ہوا اور پوچھا اب بتا علی رضی اللہ عنہ کے باب میں تیری کیا رائے ہے کہا واللہ اگر تو چھریوں سے میری بوٹیاں اڑا دے جب بھی میں اس کے سوا نہ کہوں گا۔ جو تو سن چکا۔ کہا ان پر لعنت کر نہیں تو تیری گردن ماروں گا۔ کہا واللہ اس سے پیشتر ہی میری گردن مار۔ اگر تو میری گردن مارے گا تو میں حکم خدا پر راضی ہو جاؤں گا اور تو شقاوت میں مبتلا ہو جائے۔ کہا اب اس کی گردن کی خبر لو۔ پھر کہنے لگا اسے بیڑیاں پہنا کر زندان میں ڈال دو۔

عبداللہ بن خلیفہ طائی کی گرفتاری:

اس کے بعد عبداللہ بن خلیفہ طائی کی طلب میں جنھوں نے حجر کے ساتھ شریک ہو کر ان لوگوں سے قتال شدید کیا تھا زیاد نے

بکیر بن حمران احمری کو جو کہ عمال کے تابعین میں سے تھا کچھ لوگ اپنے اصحاب میں سے ساتھ کر کے روانہ کیا۔ یہ لوگ عبداللہ کی طلب میں نکلے۔ ان کو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی مسجد میں پایا۔ مسجد کے باہر انہیں لے آئے اور ارادہ کیا کہ زیاد کے پاس لے جائیں۔ وہ معزز شخص تھے۔ انہوں نے نہ مانا ان لوگوں سے جدال وقتال کرنے لگے انہوں نے بھی ان کو زخمی کر دیا دور سے پتھر برسا دیئے۔ آخر وہ زمین پر گر پڑے اور ان کی بہن میثاء دہائی دینے لگیں کہ اے بنی طے کیا عبداللہ بن خلیفہ کو تم حوالے کر دو گے تمہاری زبان اور تمہاری سنان کدھر ہے احمری یہ سن کر اندیشہ مند ہوا کہ بنی طے جمع ہو جائیں گے تو جان بچانا مشکل ہوگا بھاگ کھڑا ہوا۔ ادھر بنی طے کی عورتیں باہر نکل پڑیں اور عبداللہ کو گھر میں لے گئیں۔ اور احمری نے زیاد کے پاس جا کر یہ کہا کہ بنی طے نے مجھ پر ہجوم کیا۔ میں تاب مقاومت نہ لا سکا۔ تیرے پاس چلا آیا۔ اب زیاد نے عدی رضی اللہ عنہ کے لیے لوگوں کو بھیجا۔ وہ اس وقت مسجد میں تھے۔ غرض انہیں قید کر لیا۔ اور کہا عبداللہ کو میرے پاس لاؤ۔ عدی رضی اللہ عنہ کو عبداللہ کی خبر مل چکی تھی انہوں نے جواب دیا جس شخص کو لوگوں نے قتل کیا ہوا سے تیرے پاس لانے میں کس طرح جاؤں۔ کہا میرے پاس لا تو دیکھوں اگر لوگوں نے قتل کیا ہوگا تو یہ بہانہ کرنا۔ کہا میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے اور اس کا کیا حال ہے غرض زیاد نے انہیں قید رکھا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا کوفہ سے اخراج:

اور اہل شہر میں یمن اور مضر اور ربیعہ کے لوگوں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو عدی رضی اللہ عنہ کے لیے بے تاب نہ ہو گیا ہو۔ یہ سب لوگ زیاد کے پاس آئے اور عدی رضی اللہ عنہ کے باب میں گفتگو بھی کی۔ عبداللہ کو لوگ نکال لے گئے وہ بحتر میں جا کر چھپ رہے اور عدی رضی اللہ عنہ سے کہلا بھیجا اگر آپ کی مرضی ہو کہ میں نکل آؤں اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دوں تو میں اس امر کے بجا لانے کے لیے موجود ہوں۔ عدی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ واللہ اگر تم دامن کے نیچے بھی چھپے ہوتے تو دامن کو تم سے ہٹانا مجھے گوارا نہ تھا۔ اب زیاد نے عدی رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ میں تمہیں اس شرط پر چھوڑے دیتا ہوں کہ عبداللہ کو شہر سے نکال دینے کا مجھ سے اقرار کر و اور اسے پہاڑوں کی طرف روانہ کر دو۔ عدی رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کیا اور عبداللہ سے کہلا بھیجا کہ تم پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔ اگر زیاد کے غیظ و غضب میں سکون ہو جائے گا تو میں تمہارے بارے میں کہوں سنوں گا۔ ان شاء اللہ پھر تم شہر میں چلے آؤ گے۔ غرض عبداللہ پہاڑوں کی طرف نکل گئے۔

کریم بن عفیف خثعمی کو زیاد کے پاس لے آئے۔ پوچھا تیرا کیا نام ہے کہا میں کریم بن عفیف ہوں۔ کہا برا ہو نام تیرا اور تیرے باپ کا کیسا اچھا ہے اور فعل تیرا اور عقیدہ تیرا کیسا برا ہے۔ کہا کہ ہاں واللہ میرے عقیدہ کا حال تو اب تجھے معلوم ہوا ہے۔

روسائے ارباع کی گواہی:

اس طرح زیاد نے بارہ آدمی اصحاب حجر میں سے زندان میں جمع کیے اب روسائے ارباع کو بلایا[1] ان سے کہا کہ حجر کے جو افعال تم نے دیکھے ہیں اس کے گواہ ہو جاؤ۔ اس زمانہ میں یہ لوگ روسائے ارباع تھے۔ عمرو بن حریث ربع اہل مدینہ پر۔ خالد بن

---

[1] اہل شہر کی تقسیم چار ارباع میں تھی ہر ربع پر ایک رئیس مقرر رہتے تھے یہ چاروں شخص رؤسائے ارباع یعنی امیر محلہ کہلاتے تھے۔ (مترجم)

عرفطہ ربع تمیم و ہمدان پر۔ قیس بن ولید ربیعہ و کندہ پر۔ ابو بردہ ابن ابو موسیٰ قبیلہ مذحج و اسد پر مقرر تھے۔ ان چاروں رئیسوں نے اس امر کی گواہی دی کہ حجر نے اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا۔ خلیفہ کو علانیہ برا کہا۔ امیر المومنین سے جنگ کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آل ابی طالب کے سوا امر خلافت کسی کے لیے شایاں نہیں ہے اور انھوں نے شہر میں خروج کر کے امیر المومنین کے عامل کو نکال دیا۔ اور ابو تراب کی طرف سے عذر اور ان پر ترحم کیا۔ ان کے دشمن اور اہل حرب سے برأت کی۔ اور یہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں ان کے اصحاب کے سرگروہ ہیں انہیں کا سا عقیدہ انہیں کی سی حالت ان کی بھی ہے اب زیاد نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو روانہ کر دیا جائے۔ قیس بن ولید نے جو یہ سنا تو زیاد کے پاس آ کر یہ بات کہی کہ مجھے خبر ملی ہے کہ جب یہ لوگ روانہ کیے جائیں گے تو ان کے ہوا خواہ تعرض کریں گے۔ زیاد نے یہ سن کر کناسہ سے سرکش اونٹ مول لانے کا حکم دیا۔ ان اونٹوں پر محملیں کسوا دیں اور دن چڑھے مقام رحبہ میں حجر کو اور ان کے اصحاب کو سوار کر دیا۔ جب رات ہوگئی تو زیاد نے کہا اب جس کا جی چاہے تعرض کرے۔ کسی نے بھی اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہ کی۔ زیاد نے گواہوں کی شہادت پر نظر ڈالی۔ اور یہ کہہ کر میں اس شہادت کو قطعی نہیں سمجھتا چاہتا ہوں کہ چار سے زیادہ گواہ ہوں۔

حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے خلاف گواہی:

دوسری روایات میں شہادت کا حال اس طرح لکھا ہے' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابو بردہ بن ابو موسیٰ رضائے الٰہی کے لیے شہادت دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے طاقت و جماعت کو ترک کیا اور خلیفہ پر لعن کی اور جنگ و فتنہ پر لوگوں کو آمادہ کیا اور اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا کہ وہ بیعت کو توڑیں اور امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کریں اور خدائے عز و جل کے ساتھ علانیہ کفر کیا۔ زیاد نے اس شہادت کو دیکھ کر کہا اسی طرح کی شہادت تم سب لوگ دو۔ سنو! واللہ میں اس اجل رسیدہ احمق کی رگ گردن کے قطع ہونے میں جہد بلیغ کروں گا۔ باقی روسائے ارباع نے بھی ابو بردہ کی شہادت کے مثل گواہی دی۔ اس کے بعد زیاد نے اور سب لوگوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ وہ روساء ارباع کے مثل تم بھی شہادت دو۔ اور ساری تحریریں ان کو پڑھ کر سنا دی۔ سب سے پہلے عناق بن شرجیل تمیمی نے اٹھ کر کہا کہ میرا نام گواہوں میں لکھو۔ زیاد نے کہا پہلے قریش کے ناموں کو لکھو پھر عناق کا نام لکھوا اور ان کا جن کی خیر خواہی و راست بازی کو ہم لوگ بھی جانتے ہیں اور امیر المومنین بھی ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ سن کر اسحاق بن طلحہ اور اسماعیل بن طلحہ اور منذر بن زبیر اور عمارہ بن عقبہ اور عبدالرحمٰن بن ہناد اور عمر بن سعد اور عامر بن مسعود اور محرز بن جاریہ اور عبیداللہ بن مسلم حضرمی نے گواہی دی۔ پھر عناق بن شرجیل اور وائل بن حجر حضرمی اور کثیر بن شہاب حارثی اور قطن بن عبداللہ کی گواہی ہوئی۔ پھر سری بن وقاص حارثی کی شہادت لکھی گئی اور وہ جو اس وقت وہاں موجود بھی نہ تھا۔ اپنی خدمت پر گیا ہوا تھا۔ پھر سائب بن اقرع ثقفی اور بن ربعی اور عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی اور مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی اور قعقاع بن شور ذہلی کی شہادت کی گئی پھر شداد بن بزیعہ کا نام آیا تو زیاد نے کہا کیا اس کا کوئی باپ نہیں ہے جو ماں کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ اسے گواہوں سے نکال ڈالو۔ کسی نے کہہ دیا کہ وہ حصین کا بھائی ہے اور حصین تو منذر کا بیٹا ہے زیاد نے کہا بس اسے بھی اسی کا بیٹا لکھ دو۔ غرض ابن جریعہ کو ابن منذر لکھ دیا یہ خبر شداد کو بھی پہنچی تو کہنے لگا تف ہے اس پسر فاحشہ پر کیا اس کی ماں اس کے باپ سے بڑھ کر زبان زد نہ تھی واللہ اسے تو اس کی ماں سمیہ کے ساتھ ہمیشہ نسبت دی جائے۔ پھر حجار بن الجبر عجلی کی گواہی لی گئی۔

بنی ربیعہ کی گواہی:

ان گواہوں میں جو لوگ بنی ربیعہ کے تھے قوم ربیعہ ان پر غضب ناک ہوئی اور ان سے کہا کہ تم نے ہمارے دوستوں اور خلفاء کے خلاف میں یہ گواہی دی ہے۔ انھوں نے جواب دیا خود ان کی قوم سے بہت سے لوگوں نے ان کے خلاف میں گواہی دی ہے ہم بھی آخر آدمی ہیں۔ پھر عمرو بن حجاج زبیدی اور لبید بن عطاردتمیمی اور محمد بن عمیر تمیمی اور سوید بن عبدالرحمٰن تمیمی کی گواہی ہوئی اسماء بن خاجہ فزاری گواہی دینے سے عذر کرتا رہا مگر اس کی گواہی لکھی گئی۔ پھر شمر بن ذی الجوشن عمری اور شیم بلالی کے دونوں بیٹے شداد و مروان اور محصن بن ثعلبہ نے گواہی دی۔ شیم بن اسود نخعی بھی سب سے عذر کرتا رہا مگر اس کی گواہی بھی لکھی گئی۔ پھر عبدالرحمٰن بن قیس اسدی اور ازمع ہمدانی کے دونوں بیٹے حارث وشداد اور کریب بن سلمہ جعفی اور عبداللہ بن ابی ہبرہ جعفی اور زحر بن قیس جعفی اور قدامہ بن عجلان ازدی اور عرزہ بن عرزہ احمسی گواہوں میں لکھے گئے۔

مختار بن عبید اور عروہ بن مغیرہ کا گواہی سے گریز:

مختار بن ابی عبید اور عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو بھی زیاد نے بلا بھیجا کہ حجر کے خلاف میں گواہی مگر وہ دونوں بچ کر نکل گئے پھر عمر بن قیس اللحیہ وادعی اور ہانی بن حید وادعی نے گواہی دی۔ ستر گواہ سب تھے اس پر زیاد نے کہا کہ ان لوگوں کے سوا جو صاحب حسب و دیندار ہیں اور سب کے نام نکال ڈالو جو لوگ گواہی سے نکالے گئے ان میں عبداللہ بن حجاج بن تغلبی بھی تھا اس انتخاب کے بعد بس اتنے لوگ گواہوں میں شامل رہے۔ ان کی گواہی ایک کتاب میں لکھی گئی یہ کتاب زیاد نے وائل بن حجر حضرمی اور کثیر بن شہاب حارثی کے حوالے کی اور ان دونوں کو حجر اور ان کے اصحاب پر نزاول مقرر کیا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو لے کر روانہ ہوں۔ گواہوں میں شریح بن حارث قاضی اور شریح بن ہانی حارثی کا بھی نام لکھ دیا گیا تو شریح قاضی کا بیان یہ ہے کہ زیاد نے مجھ سے حجر کا حال پوچھا تھا۔ میں نے کہا وہ بڑے روزہ دار اور نماز گزار شخص ہیں۔ اور شریح بن ہانی کہتے ہیں میں نے گواہی دی ہی نہیں جب مجھے خبر ہوئی کہ میری گواہی بھی لکھی گئی ہے تو میں نے زیاد کو ملامت کی اور اسے کاذب کہا۔ وائل بن حجر و کثیر بن شہاب رات کے وقت سب لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ صاحب شرطہ بھی ساتھ ساتھ رہا اور کوفہ کے باہر تک ان کو نکال آیا۔

قبیصہ کا استقلال:

جب یہ لوگ محلّہ عرزم تک پہنچے تو قبیصہ نے اپنے گھر کی طرف ایک نظر کی دیکھا کہ بیٹیاں ان کی کسی بلندی پر چڑھ کر دیکھ رہی ہیں۔ انھوں نے وائل و کثیر سے کہا کہ مجھے اتنی اجازت دو کہ اپنے عیال کو وصیت کر لوں۔ دونوں نے اجازت دے دی جب یہ گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لڑکیاں رو رہی ہیں۔ پہلے یہ ذرا خاموش رہے پھر ان سے کہا کہ چپ ہو جاؤ وہ سب چپ ہو گئیں تو کہا خدائے عزوجل سے ڈرو اور صبر کرو میں اس سفر میں اپنے پروردگار سے امید رکھتا ہوں کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور مجھے حاصل ہوگی یا تو شہادت ہوگی اور وہ تو بہت بڑی سعادت ہے یا تمہارے پاس خیر و عافیت کے ساتھ واپس چلا آؤں گا۔ اور سنو رزق جو تمہیں دیتا تھا اور تمہاری پرورش میں میرا معین رہتا تھا وہ خداوند تعالیٰ ہے۔ وہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ تم کو ضائع نہ ہونے دے گا۔ اور تمہارے لیے میری حفاظت کرے گا۔ قبیصہ یہ کہہ کر وہاں سے پھرے اور اپنی برداری والوں کی طرف سے گذرے وہ لوگ انہیں دیکھ کر خدائے تعالیٰ سے ان کے لیے دعا مانگنے لگے۔ کہا مجھے اپنی جان جس قدر عزیز ہے

اسی کے برابر اپنی قوم کے ہلاک ہونے کا خیال ہے گو وہ میری نصرت نہ کریں۔ اس وقت کچھ یہ امید بھی قبیصہ کو ہوئی کہ یہ لوگ مجھے چھڑا لیں گے۔

حجر اور اصحاب حجر کی روانگی:

عبید اللہ بن حر جعفی بیان کرتے ہیں کہ حجر کو اور ان کے اصحاب کو جب لے کر چلے ہیں تو میں سری بن ابی وقاص کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا میں نے کہا کیا دس آدمی بھی ایسے نہیں ہیں جو اس وقت میرے شریک ہو جائیں کہ میں ان لوگوں کو چھڑا لوں کیا پانچ آدمی بھی ایسے نہیں ہیں افسوس ہزار افسوس! کسی نے مجھے جواب نہ دیا۔ جب غربیین کے مقام پر یہ لوگ پہنچے تو شریح بن ہانی ایک خط لیے ہو پہنچے اور کثیر سے کہا کہ میرا یہ خط امیر المومنین کو پہنچا دینا۔ کہا اس میں کیا مضمون ہے کہا یہ نہ پوچھو اس میں کچھ میری حاجت ہے۔ کثیر نے انکار کیا اور کہا ایسا خط امیر المومنین کے پاس میں نہیں لے جاتا جس کا مضمون مجھے نہ معلوم ہو ممکن ہے کہ انہیں ناگوار ہو شریح نے وائل کو جا کر خط دیا اور انھوں نے لے لیا۔ پھر جو یہ قافلہ روانہ ہوا تو مرج عذرا میں جا کر ٹھہرا یہاں سے دمشق بارہ میل کے فاصلے پر ہے سب اتنے لوگ تھے جو مرج عذرا میں قید کیے گئے تھے حجر بن عدی کندی اور ارقم بن عبد اللہ کندی اور شریک شداد حضرمی اور صیفی بن فسیل اور قبیصہ بن ضبیعہ عبسی اور کریم بن عفیف خثعمی اور عاصم بن عوف بجلی اور ورقار بن سمی بجلی اور کدام بن حیان عزی اور عبد اللہ بن حسان عزی اور محرز بن شہاب تمیمی اور عبد اللہ بن حویہ سعدی۔ زیاد نے عامر بن اسود عجلی کے ساتھ دو شخصوں کو اور بھیجا عتبہ بن اخنس کو اور سعد بن نمران ہمدانی کو یہ سب چودہ شخص ہوئے۔

زیاد کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے وائل و کثیر کو بلا کر ان سے خط لے کر مہر توڑی اور اہل شام کو پڑھ کر سنایا مضمون یہ تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: بندۂ خدا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو زیاد بن ابوسفیان کی طرف سے۔ خدا نے اس بلا کو امیر المومنین سے خوبی کے ساتھ دفع کر دیا ہے اور باغیوں کے دفع کرنے کی زحمت سے انہیں بچا لیا۔ اس فرقہ ترابیہ سائیہ کے شیاطین نے جن کا سرگروہ حجر بن عدی ہے۔ امیر المومنین سے مخالفت اور جماعت مسلمین سے مفارقت کی اور ہم لوگوں سے جنگ کی خدا نے ہمیں ان پر غلبہ دیا اور ہم نے انہیں گرفتار کر لیا شہر کے اشراف و اخیار و معمر و دیندار لوگوں کو میں نے بلایا انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا اس کی گواہی انھوں نے دی۔ میں نے ان کو امیر المومنین کے پاس بھیجا دیا ہے اور میرے اسی خط کے تحت میں صلحا و اخیار شہر کی گواہیاں مندرج ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط اور گواہوں کو پڑھ کر پوچھا کہ ان لوگوں کے باب میں جن کے خلاف انہیں کی قوم نے یہ گواہیاں دی ہیں جو تم سن رہے ہو تمہاری کیا رائے ہے۔ یزید بن اسد بجلی نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ملک شام کے قریوں میں ان کو متفرق کر دیجیے۔ وہاں کے شورش انگیز لوگ ان کے لیے بس ہیں۔ آپ کو سزا دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

شریح بن ہانی کی اپنی گواہی سے برأت:

شریح بن ہانی کا خط معاویہ رضی اللہ عنہ کو وائل بن حجر نے دے دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خط کو بھی پڑھا' لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بندۂ خدا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو شریح بن ہانی کی طرف سے مجھے خبر ملی ہے کہ زیاد نے آپ کے پاس میری شہادت حجر بن عدی کے خلاف میں لکھ کر بھیجی ہے حجر بن عدی کے باب میں میری شہادت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والوں میں ہیں۔ ان کا خون بہانا

ان کا مال لینا حرام ہے۔اب چاہو ان کو قتل کرو چاہو چھوڑ دو۔معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط وائل و کثیر کو پڑھ کر سنایا اور یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے انھوں نے خود کو تم لوگوں کی شہادت سے الگ کر لیا۔غرض یہ لوگ مرج عذراء میں قید رہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو لکھا۔حجر بن عدی اور ان کے اصحاب اور ان کے خلاف میں جو شہادت تمہاری جانب سے ہوئی ہے اس باب میں جو کچھ بیان کیا ہے میں سمجھ گیا میں نے غور کیا تو کبھی یہ رائے ہوئی کہ ان کو چھوڑ دینے سے قتل کرنا افضل ہے اور کبھی یہ رائے ہوئی کہ ان کے قتل کرنے سے معاف کر دینا افضل ہے والسلام۔

زیاد کا قتل حجر پر اصرار:

زیاد نے اس کے جواب میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے خط کو پڑھا اور آپ کی رائے کو سمجھا۔مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حجر اور اس کے اصحاب کے بارے میں آپ کو کیسا اشتباہ ہوا۔جو لوگ ان کے احوال سے زیادہ تر واقف ہیں انھوں نے تو ان کے خلاف میں گواہیاں دیں اور آپ سن چکے۔اب اگر اس شہر پر قبضہ رکھنا چاہتے ہیں تو حجر کو اور اس کے اصحاب کو ہرگز میرے پاس واپس نہ بھیجیے گا۔یزید بن حجیہ تیمی یہ خط لے کر روانہ ہوا مرج عذرا میں پہنچا اور قیدیوں سے کہا واللہ تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔میں ایک خط لے کر آیا ہوں جس کا انجام قتل ہے اب جو کچھ تم اپنے حق میں بہتر سمجھتے ہو مجھ سے بیان کرو کہ میں اس باب میں کچھ کر سکوں کچھ کہہ سکوں۔حجر نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم لوگ اپنی بیعت پر قائم ہیں نہ چھوڑنا چاہتے ہیں نہ اسے چھوڑیں گے۔جنہوں نے ہمارے خلاف میں شہادت دی ہے وہ سب ہمارے دشمن اور بدخواہ ہیں۔یزید بن حجیہ خط لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کا خط پڑھ لیا تو حجر کا پیغام بھی سنا دیا۔معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا کہ زیاد کو ہم حجر سے بڑھ کر راست گو سمجھتے ہیں۔اس پر عبدالرحمٰن بن ام الحکیم ثقفی یا عثمان بن عمیر ثقفی اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں کچھ باتیں ہوئیں۔

حجر بن عدی اور عامر بن اسود عجلی:

اہل شام وہاں سے اٹھے اور ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اور عبدالرحمٰن نے کیا باتیں کیں۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے آ کر عبدالرحمٰن کا قول انھوں نے بیان کیا نعمان نے کہا سب لوگ مارے جائیں گے۔عامر بن اسود عجلی بھی عذراء میں ابھی تک تھا اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا قصد کیا اور دو شخصوں کو جو زیاد نے بھیجا ہے ان کا ذکر کر دے اس کو جاتے دیکھ کر حجر بن عدی زنجیر کو کھڑ کھڑاتے ہوئے اٹھے اور کہا اے عامر ایک بات میری سن لے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ ہم لوگوں کا خون بہانا اس پر حرام ہے اور یہ کہہ دینا کہ ہم لوگوں کو امان دی جا چکی ہے اور ہم صلح کر چکے ہیں۔ارے خدا سے ڈر ہمارے باب میں غور کر۔حجر نے بار بار عامر سے یہی بات کہی۔عامر نے کہا میں سمجھ گیا تم تو بہت دفعہ کہہ چکے ہو۔حجر نے کہا میرے لیے کسی کی بدنامی نہیں ہوئی۔تجھ کو تو انعام و اکرام ملے گا۔اور حجر کو کھینچ لے جائیں گے اور قتل کریں گے اگر میری بات تجھے گراں گذرے تو یہ جائے شکایت نہیں ہے اس بات پر عامر کو شرمندگی سی ہوئی کہنے لگا واللہ یہ بات نہیں ہے۔میں ضرور تمہارا پیام پہنچا دوں گا اور ضرور کد و کاش کروں گا۔اسی کا بیان ہے کہ اس نے کیا بھی ایسا ہی۔

عامر بن اسود عجلی کی سفارش:

عامر نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان دونوں شخصوں کا ذکر جو کیا تو یزید بن اسد بجلی اٹھ کھڑا ہوا۔اور کہا اے امیر المومنین دونوں ابن

عم میرے مجھے بخش دیجیے' ان دونوں کی سفارش میں جریر بن عبداللہ پہلے ہی معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ چکا تھا کہ میری قوم کے دو شخص جو اہل جماعت سے ہیں اور خوش عقیدہ ہیں کسی نمام بدخواہ نے زیاد سے ان کی شکایت کی۔ زیاد نے ان دونوں کو بھی ان کوفیوں کے ساتھ بھیج دیا ہے جن کو امیر المومنین کے پاس اس نے روانہ کیا ہے ان دونوں نے نہ تو اسلام میں کوئی بدعت نہ خلیفہ سے کچھ مخالفت کی ہے۔ امیر المومنین سے اس کا نفع انہیں ملنا چاہیے۔ اب جو یزید نے ان دونوں کی سفارش کی تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو جریر کا خط یاد آ گیا۔ یزید سے کہا کہ تمہارے ابن عم جریر نے بھی ان دونوں کی تعریف مجھے لکھ بھیجی ہے اور وہ ایسا ہی شخص ہے کہ اس کی بات پر یقین کرنا چاہیے اور اس کی خیر خواہی کو مان لینا چاہیے اور تم نے بھی ابن عم اپنے مجھ سے مانگے ہیں لو میں نے دونوں کو تمہیں بخش دیا۔

ارقم' عتبہ' سعد اور ابن حویہ کی جان بخشی:

وائل بن حجر نے ارقم کے لیے کہا اس کو بھی اس کی خاطر سے چھوڑ دیا۔ ابو اعور سلمی نے عتبہ بن اخنس کو مانگ لیا۔ اس کی بھی جان بخشی ہو گئی۔ حمرہ بن مالک ہمدانی نے سعد بن نمران ہمدانی کو مانگا۔ اسے بھی معاف کر دیا۔ حبیب بن مسلمہ نے ابن حویہ کے باب میں گفتگو کی اسے بھی رہائی مل گئی۔

مالک بن ہبیرہ کی حجر کے لیے سفارش:

اب مالک بن ہبیرہ سکونی نے کھڑے ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا ''امیر المومنین میرے ابن عم حجر کو میرے کہنے سے چھوڑ دیجیے'' معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا ابن عم تو رئیس قوم ہے اگر اسے چھوڑ دوں تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ سارے شہر کو مجھ سے بدعقیدہ کر دے گا اور کل کو مجبور ہو کر مجھے اس کے مقابلے کے لیے پھر تجھی کو تمام اصحاب سمیت عراق میں بھیجنا پڑے گا۔ مالک نے کہا واللہ تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ میں نے تمہارے ساتھ شریک ہو کر تمہارے ابن عم سے قتال کیا۔ مجھے ان لوگوں کے مقابلے میں صفین کا سا معرکہ پیش آیا۔ آخر تمہارا ہاتھ اونچا رہا اور تمہارا پایہ بلند ہو گیا اور پھر کسی بات کا تم کو خوف نہ رہا۔ اب میں نے اپنے ابن عم کے لیے جو تم سے سوال کیا تو تم خفا ہو گئے اور بات میں طول دے دیا۔ جس سے مجھے نفع نہ پہنچا اور بیکار کا خوف تم نے کیا۔ مالک تو یہ کہہ کر چلا گیا اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ رہا۔

خثعمی کی پیش گوئی:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسیروں کے پاس ہدبہ بن فیاض قضاعی (یک چشم) اور حصین بن عبداللہ کلابی اور ابو شریف بدی کو بھیجا۔ یہ لوگ شام کے وقت وہاں پہنچے۔ خثعمی نے جونہی یک چشم کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا کہہ دیا ''کہ ہم میں سے آدھے قتل ہو جائیں گے آدھے بچ جائیں گے'' سعد بن نمران نے کہا خداوندا مجھے اس صورت میں بچا لینا کہ تو بھی مجھ سے راضی رہے عبدالرحمٰن بن حسان عزی نے کہا خداوندا ان کی ذلت سے مجھے عزت دے۔ اس طرح سے کہ تو بھی راضی رہے۔ میں نے بہت دفعہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا۔ مگر خدا کو وہی منظور ہوا جو اس کی مشیت تھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حجر اور اصحاب حجر کو پیغام:

معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیغامی نے ان لوگوں سے کہا کہ چھ شخص چھوڑ دیئے جائیں گے آٹھ قتل کیے جائیں گے ہم لوگوں کو حکم ہے کہ علی سے تبرا اور ان پر لعنت کرنے کو تم سے کہیں اگر تم ایسا کرو تو تم کو چھوڑ دیں ورنہ تم کو قتل کریں امیر المومنین کا خیال ہے کہ خود تمہارے

ہی ہم وطنوں کی گواہی سے تمہارا قتل کرنا ان کے لیے جائز ہو چکا ہے مگر انھوں نے معاف کر دیا ہے۔ تم اس شخص پر تبرا کرو تو ہم سب کو چھوڑ دیں۔ ان لوگوں نے کہا خداوندا ہم سے تو یہ فعل کبھی نہیں ہو سکے گا۔ بس ان کے لیے قبروں کے کھودنے کا حکم دے دیا گیا قبریں کھدنے لگیں کفن سب کے لیے آ گئے۔ رات بھر یہ لوگ نماز پڑھتے رہے۔ صبح ہوئی تو اصحاب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا رات تو تمہاری طولانی نمازوں کو اور دعاؤں کو ہم نے دیکھا یہ تو بتاؤ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے انھوں نے کہا کہ وہی تو پہلے شخص ہیں جس نے حکم میں جو جور اور ناحق پر عمل کیا۔ یہ سن کر اصحاب معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المومنین نے تم کو خوب پہچانا تھا' اور یہ کہہ کر قتل کرنے کو اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اس شخص پر تبرا کر دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم تو ان سے تولی رکھتے ہیں اور ان سے جس نے تبرا کیا ہم بھی اس پر تبرا کرتے ہیں۔ اب ایک ایک شخص نے ایک ایک شخص کو قتل کرنے کے لیے کھینچا۔ قبیصہ پر ابو شریف بدی کا ہاتھ پڑا۔ قبیصہ نے کہا میرے تیرے خاندان میں شر...... مجھے کوئی اور ہی شخص قتل کرے۔ بدی نے کہا کچھ قرابت کا ہونا اس وقت تیرے کام آیا یہ کہہ کر اس نے حضرمی کو اور قضاعی نے قبیصہ کو قتل کیا۔ پھر حجر نے ان لوگوں سے کہا ذرا مجھے وضو کر لینے دو۔ کہا کر لو۔ جب وضو کر چکے تو کہا دو رکعت نماز بھی پڑھ لینے دو۔ بخدا میں نے جب کبھی وضو کیا ہے دو رکعت نماز ضرور پڑھی ہے۔ کہا پڑھ لو۔ حجر نماز پڑھ کر واپس آئے اور کہنے لگے واللہ اتنی مختصر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم خیال کرو گے کہ مجھے موت سے اضطراب ہے تو جی چاہتا تھا کہ اس نماز میں طول دیتا۔ پھر کہا خداوندا! ہم لوگ تجھ سے مدد چاہتے ہیں اس امت کے مقابلہ میں اہل کوفہ نے ہمارے خلاف گواہی دی اور اہل شام ہم کو قتل کر رہے ہیں۔ اور واللہ اگر تم مجھ کو قتل کرتے ہو تو سن رکھو کہ مسلمانوں میں پہلا شخص میں ہوں جو وادی شام میں ہلاک ہوا۔ اور پہلا شخص میں ہوں جن پر یہاں کے کتے بھونکے۔ یہ سن کر یک چشم ہدبہ قضاعی تلوار کھینچے ہوئے ان کی طرف بڑھا اور ان کے ہاتھ پاؤں میں تھرتھری پڑ گئی۔ ہدبہ نے کہا ہاں ہاں تم تو سمجھتے تھے کہ موت سے تم کو اضطراب نہیں ہے۔ لو میں تمہیں چھوڑے دیتا ہوں۔ اپنے صاحب سے برأت کا اقرار کر لو۔ حجر نے کہا کیوں کر مجھے اضطراب نہ ہو۔ دیکھ رہا ہوں قبر کھدی ہے کفن سامنے پھیلا ہوا ہے تلوار سر پر کھینچی ہوئی ہے اور واللہ اس اضطراب میں بھی ایسا کلمہ منہ سے نہ نکالوں گا جس سے خدا ناراض ہو۔ یہ سن کر ہدبہ نے ان کو قتل کیا۔ پھر سب بڑھے اور ایک ایک کر کے قتل کرنے لگے یہاں تک کہ چھ آدمی قتل ہو گئے۔

کریم بن عفیف خثعمی کو امان:

عبدالرحمٰن بن حسان غزی اور کریم بن عفیف خثعمی نے کہا تھا ہم دونوں کو امیر المومنین کے پاس بھیج دو۔ اس شخص کے باب میں جو کلمہ وہ کہتے ہیں ہم بھی اس طرح کہہ دیں گے۔ ان دونوں آدمیوں کے اس قول کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان لوگوں نے کہلا بھیجا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ کہہ دو دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب یہ دونوں شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے گئے تو خثعمی نے کہا:

''اے معاویہ رضی اللہ عنہ خدا سے ڈر۔ اس دار فانی سے دار الآخرۃ کی طرف تجھے بھی جانا ہے اور اس بات کا جواب دینا ہے کہ ہمیں تو نے کیوں قتل کیا ہمارا خون تو نے کیوں بہایا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا علی رضی اللہ عنہ کے باب میں تو کیا کہتا ہے کہا جو تم کہتے ہو۔ پوچھا علی رضی اللہ عنہ جس دین پر تھے کیا تو اس دین سے برأت کرے گا۔ انہوں نے جواب نہ دیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی جواب دینے سے کراہیت کی۔ شمر ذی الجیوش نے اٹھ کر کہا اے المومنین یہ میرا ابن عم ہے مجھے بخش دیجیے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا بخشا۔ مگر میں اسے مہینہ بھر تک قید

رکھوں گا۔ اس کے بعد سے ہر دوسرے دن ان کی طلب ہوتی تھی اور ان میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں باتیں ہوا کرتی تھیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہہ دیا کہ تجھ ایسے شخص کا عراق میں جا کر رہنا مجھے گوارا نہیں۔ آخر شمر نے پھر ان کی سفارش کی۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہارے ابن عم کو بخش دیا۔ یہ کہہ کر ان کو بلا بھیجا اور رہا کر دیا۔ شرط یہ ہوئی کہ جب تک معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت ہے کوفہ میں یہ نہ جائیں۔ ان سے پوچھا کہ بلاد عرب میں سے کون سا شہر تمہیں پسند ہے جہاں میں تم کو بھجوا دوں۔ انھوں نے موصل کو پسند کیا اور یہ کہا کرتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرنے کے بعد میں کوفہ میں چلا جاؤں گا مگر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک مہینہ پیشتر یہ مر گئے۔

عبدالرحمٰن غزی کی حق گوئی:

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن غزی کی طرف رخ کر کے کہا' بتا اے اخو ربیعہ علی رضی اللہ عنہ کے باب میں تیرا کیا قول ہے کہا یہی بہتر ہے کہ یہ بات مجھ سے نہ پوچھو۔ کہا جب تک تو یہ نہ بتائے گا میں چھوڑنے کا نہیں۔ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ذکر خدا کرنے والے اور حق پر حکم کرنے والے تھے اور عدل کے قائم رکھنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ کہا عثمان رضی اللہ عنہ کے باب میں تیرا کیا قول ہے کہا انہیں نے سب سے پہلے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کے دروازوں کو بلا ڈالا۔ کہا تو نے اپنے تئیں آپ قتل کیا۔ میں نے تو تجھ کو قتل نہیں کیا اور اس وقت بنی ربیعہ میں سے کوئی میدان میں نہیں ہے۔ غزی نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب شمر نے خثعمی کی سفارش کی تھی اور ان کے خاندان کا کوئی شخص اس وقت حاضر نہ تھا کہ ان کے باب میں کچھ کہتا سنتا۔

عبدالرحمٰن غزی کا انجام:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو زیاد کے پاس واپس کر دیا اور اسے لکھ بھیجا کہ تیرے بھیجے ہوئے لوگوں میں سب سے بدتر یہ غزی ہے اس کو ایسی سزا دے جس کا وہ سزاوار ہے اور بہت ہی بری طرح اسے قتل کر۔ زیاد کے پاس جب یہ پہنچے تو اس نے اس کو قس ناطف میں بھیج کر اسی مقام پر جیتا گاڑ دیا۔ جس وقت غزی اور خثعمی کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جانے لگے تو غزی نے حجر کی طرف خطاب کر کے کہا" اے حجر خدا آپ پر رحم کرے کیا اچھے برادر ایمانی تھے آپ" اور خثعمی نے کہا تم سلامت رہو کہ ہمیشہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہے۔ اتنے میں ان دونوں کو لے کر لوگ دور نکل گئے۔ جب تک سامنا رہا حجر ان کی طرف دیکھتے رہے پھر کہا دوستوں کے تعلقات قطع کرنے کے لیے موت کافی ہے' حجر کے قتل ہونے کے چند روز بعد عتبہ بن اخنس اور سعد بن نمران کو بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے دونوں کو رہا کر دینے کا حکم ہوا۔

شہداء کے اسمائے گرامی:

حجر بن عدی' شریک بن شداد حضرمی' صیفی بن فسیل شیبانی' قبیصہ بن ضبیعہ عبسی' محرز بن شہاب سعدی' کدام بن حیان غزی' عبدالرحمٰن بن حسان غزی جن کو زیاد کے پاس بھیج دیا تھا اور قس ناطف میں زندہ گاڑ دیئے گئے۔ یہ سب سات شخص ہیں کہ قتل کیے گئے اور ان کو کفن دیئے گئے اور ان پر نماز پڑھی گئی۔ جس کو حجر کے مع اصحاب قتل ہونے کی خبر پہنچی تو پوچھا نماز ان پر پڑھی گئی کفن انہیں ملا وہ گ دفن ہوئے ان کو قبلہ رخ کیا تھا سب نے کہا کہ ہاں ایسا ہوا۔ کہا بخدا ان کی زیارت کو جانا چاہیے۔[1]

---

[1] حجو ہم ورب الکعبہ لغت میں حج بمعنی زیارت بھی اور بمعنی غلبہ محبت بھی ہے یعنی وہ مغلوب ہو گئے بہ خدا۔

امان پانے والے اصحاب حجر:

کریم بن عفیف خثعمی، عبداللہ بن حویہ تمیمی۔ عاصم بن عوف بجلی۔ ورقار بن سمی۔ بجلی۔ ارقم بن عبداللہ کندی۔ عبداللہ بن اخنس سعدی۔ سعد بن نمران ہمدانی۔ یہ بھی سات شخص ہیں۔

مالک بن ہبیرہ کوفی کا جوش انتقام:

مالک بن ہبیرہ سکونی کی سفارش کو بھی حجر کی جاں بخشی کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب نہ سنا۔ اور بنی کندہ اور بنی سکون اور بہت سے لوگ اہل یمن سے اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے یہ بات کہی ''واللہ ہمیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتنی پروا نہیں ہے جتنی ان کو ہم لوگوں کی ضرورت ہے۔ ہم کو انہیں کی قوم میں سے ان کا بدل مل جائے گا۔ انہیں ہمارا بدل نہیں مل سکتا۔ چلو حجر کو ان لوگوں کی قید سے چھڑا لائیں'' یہ سن کر سب کے سب چل کھڑے ہوئے۔ انہیں یقین تھا کہ سب لوگ عذرا میں ہوں گے۔ ابھی قتل نہیں ہوئے سامنے قاتلوں کو دیکھا کہ اس کی طرف سے چلے آ رہے ہیں۔ اور انہوں نے جو یہ دیکھا کہ مالک کے ساتھ بہت سے لوگ چلے آ رہے ہیں تو سمجھ گئے کہ حجر کے چھڑانے کو یہ آ رہے ہیں۔ مالک نے ان سے پوچھا کیا خبر ہے۔ ایک شخص نے کہا ان لوگوں نے توبہ کر لی اب ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہی کہنے کو جا رہے ہیں۔ مالک نے سکوت کیا اور عذرا کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک شخص ادھر سے آتا ہوا راہ میں ملا۔ اس سے خبر ملی کہ وہ لوگ قتل ہو گئے۔ مالک پکارا کہ ان قاتلوں کو میرے پاس پکڑ لاؤ کچھ سوار بھی ان کے تعاقب میں دوڑائے۔ مگر وہ نکل گئے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر مالک بن ہبیرہ کا اور اس کے ساتھ کے لوگوں کا قصہ تھا سب بیان کر دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا گھبراؤ نہیں یہ ایک جوش تھا جو اسے آ گیا شاید اب ٹھنڈا بھی ہو گیا ہو۔

مالک بن ہبیرہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مصالحت:

مالک جو وہاں سے واپس ہوا تو سیدھا اپنے گھر پر آ کر اترا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا بھی نہیں، معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا تو اس نے آنے سے انکار کیا جب رات ہوئی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درم اس کے پاس بھیج دیئے اور یہ کہلا بھیجا کہ امیر المومنین نے جو حجر کے باب میں تیری سفارش کو نہ مانا وہ محض تیری اور تیرے اصحاب کی بہتری کے خیال سے تھا کہ پھر جنگ و جدال کی مصیبت نہ پڑ جائے۔ حجر بن عدی اگر زندہ رہتا تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ تجھ کو اور تیرے اصحاب کو اس سے لڑنے کے لیے جانا پڑتا اور اس جنگ سے مسلمانوں کی ایسی تباہی ہوتی جو حجر کے قتل سے کہیں بڑھ کر ہے مالک نے ہدیہ قبول کر لیا اور خوش ہو گیا اور صبح کو اپنی ساری جمعیت سمیت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر رضامندی کا اظہار کیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اظہار ناراضگی:

عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجر اور اصحاب حجر کے لیے عبدالرحمٰن بن حارث کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا یہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ لوگ قتل ہو چکے تھے۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ ابوسفیان کا سا حلم جو تم میں تھا اسے کب سے چھوڑ دیا کہا جب سے تم ایسے اہل حلم نے مجھے چھوڑ دیا۔ ابن سمیہ نے جو کہا وہ میں نے مان لیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں اگر ایسا نہ ہوا ہوتا کہ جب ہم کسی چیز کو متغیر کرتے ہیں تو اس سے زیادہ مشکلات ہم پر الٹ پڑتے ہیں جن میں ہم تھے ہم ضرور حجر کے قتل کو متغیر کرتے۔ بخدا میرے علم میں تو یہ ہے کہ وہ شخص دیندار تھا۔ حج و عمرہ کا بجا لانے والا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حج کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ سے گذرے اور اندر

آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب وہ آ کے بیٹھے تو آپ نے کہا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ تم کو اس کا اطمینان کیونکر ہوا کہ تمہارے قتل کے لیے میں نے یہاں کسی کو چھپا کر نہ رکھا ہوگا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو بیت الامن میں آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا معاویہ رضی اللہ عنہ حجر واصحاب حجر کے قتل کرنے میں خوف خدا تم کو نہ آیا۔ کہا میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ جنہوں نے ان کے خلاف گواہیاں دیں انہیں نے ان کو قتل بھی کیا۔ لوگ کہا کرتے کہ پہلی ذلت جو کوفہ کے لیے ہوئی وہ حسن بن علی کی موت ہے اور حجر بن عدی کا قتل اور زیاد سے رشتہ جوڑنا۔ لوگوں کا زعم ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت کہا ''ابن ادبر (حجر) کے سبب سے میرا دن دراز ہوگیا'' اور حسن کا قول ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو مہلک تھی۔ اس امت پر جاہلوں کو مسلط کر دینا۔ حد ہوگئی کہ امت سے مشورہ کیے بغیر امارت کو معاویہ رضی اللہ عنہ دبا بیٹھے۔ اور اس وقت تک صحابہ میں بھی کچھ لوگ باقی تھے۔ اور صاحبان فضل بھی امت میں موجود تھے۔ پھر اپنے بیٹے کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دینا ایک شراب خوار سیاہ مست کو جو حریر پہنتا تھا اور طنبورہ بجاتا تھا۔ پھر زیاد سے رشتہ جوڑ لینا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں کہ ''لڑکا اسی کا ہے جس کے فرش پر پیدا ہوا اور زناکار کے لیے پتھر ہے'' پھر حجر کو قتل کرنا۔ ویل ہو ان پر حجر اور اصحاب حجر کی طرف سے۔ ویل ہو ان پر حجر اور اصحاب حجر کی طرف سے۔

حجر بن عدی کی شہادت پر مرثیے:

تو بلندی[1] پہ ہے بتا اے ماہ	قافلہ حجر کا ہے کیا سر راہ
پسر صرب کی طرف ہے رواں	پیچھے پیچھے ہے قتل کا ساماں
مثل فرعون خوش ہے اب تو امیر	خوابگہ ہے خورونق اور سدید
شہر ہے ہے اجڑ گیا کیسا	کبھی آباد ہی نہ تھا گویا!
حجر ابن عدی جہاں ہو تو	خوش و خرم ہو کامراں ہو تو
مجھ کو لیکن دمشق سے بخدا	آ رہی ہے ڈکارنے کی صدا
نیک بندوں کا خوں ہے شہ کو حلال	اور ہے ناگفتہ بہ وزیر کا حال
حجر کاش اپنی موت سے مرتا	کوئی اس کو نہ ذبح تو کرتا
یوں تو جتنے ہیں قوم میں سردار	ایک دن چل بسیں گے آخر کار

حجر بن عدی پر دوسرا مرثیہ:

میری[2] آنکھ کے آنسو ایک جھڑی ہے کہ لگی ہوئی ہے
حجر کو رونے میں میری آنکھ بخل نہیں کرتی

---

[1] شاعرہ انصاریہ ہند بنت زید نے حجر کا مرثیہ کہا ہے اور یہ عورت اہل بیت کی طرف دار تھی۔ (ترجمہ منظوم)

[2] شاعرہ کندیہ نے حجر کا یہ مرثیہ کہا ہے کوئی اس مرثیہ کو بھی انصاریہ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

ہائے قوم اگر اس کی پیروی کرتی
تو یک چشم اس پر تلوار نہ اٹھا سکتا

قیس بن عباد کی شہادت:

پھر ایک شاعر نے کچھ شعر کہے کہ بنی ہند کو ابھارتا تھا کہ قیس بن عباد سے صیفی بن فسیل کا انتقام لیں۔ مگر قیس بچ گیا اور اتنے دنوں زندہ رہا کہ ابن اشعث کے معرکوں میں شریک ہو کر اس نے جنگ آزمائی کی۔ حجاج سے حوشب نے مخبری کی (حوشب بنی ہند میں سے ہے) کہ ایک شخص ہم لوگوں میں بڑا فتنہ انگیز اور سلطنتوں کے مخالفوں میں ہے۔ عراق میں کوئی فتنہ ایسا نہیں ہوا جس میں وہ شریک نہ ہوا ہو وہ ترابی ہے عثمان پر لعن کرتا ہے ابن اشعث کے ساتھ اس نے بھی خروج کیا تھا اور اس کے سب معرکوں میں شریک تھا کہ لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرتا تھا۔ جب ان سب لوگوں کو خدا نے ہلاک کر دیا تو اب خانہ نشین ہو کر بیٹھا ہے'' حجاج نے یہ سن کر قیس بن عباد کے گرفتار کرنے کے لیے لوگوں کو بھیجا اور اس کی گردن ماری۔ قیس کے برادری والوں نے حوشب کے خاندان سے شکایت کی کہ تم نے ہمارے ایک عزیز کی سعایت کی۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم لوگوں نے بھی تو ہمارے ایک عزیز (صفی بن فسیل) کی سعایت کی تھی۔

عبداللہ بن خلیفہ کا قصیدہ:

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیاد نے اس شرط پر زندان سے رہا کیا تھا کہ وہ اپنے ابن عم عبداللہ بن خلیفہ کو شہر سے نکال دیں اور کہا جب تک کوفہ میں میری حکومت ہے وہ یہاں نہ آنے پائیں۔ عدی رضی اللہ عنہ نے ان کو پہاڑوں میں بھیج دیا تھا۔ وہاں سے عدی رضی اللہ عنہ کو برابر لکھا کرتے تھے کہ مجھے بلوا لیجیے اور عدی رضی اللہ عنہ بھی ان کو امید دلاتے رہتے تھے آخر ایک قصیدہ انہوں نے لکھ کر بھیجا۔ (ملخصاً)

رو لے ان دوستوں کو جو تباہ کر دیے گئے
اور موت کے گھاٹ سے نکل کر آ نہ سکے
موت نے انھیں بلا لیا اور جس کا وقت آ جاتا ہے
سمجھ لو کہ وہ تاخیر نہیں کر سکتا
جب کبھی جنگ کی آگ بھڑکتی تھی اور تیز ہو جاتی تھی
وہی لوگ میرے انصار تھے اور میری سپر بن جاتے تھے
ان کے بعد مجھے دنیا کی کسی چیز کی خواہش
نہیں ہے نہ زندگی کی اب پروا ہے
واللہ! جب تک میں قبر میں نہیں جاتا اور زندہ ہوں
ان کی یاد مجھے کبھی نہ بھولے گی
سلام ہو اللہ کا اہل عذرا پر
اور بارانِ رحمت انہیں سیراب کرے

اسی مقام میں حجر رحمت خدا سے واصل ہوا ہے اور حجر وہ شخص ہے جس نے خدا کو رضا مند رکھا۔
حجر کی قبر پر روز ندا اور روز محشر تک بارانِ رحمت کے ڈونگرے پڑتے رہیں اور جھڑی لگی رہے......
اے حجر تیرے بعد کون خوف خدا سے اب حق پر زبان کھولے گا اور کون ایسا ہے کہ ظلم کا ذکر سن کر اس کے مٹانے پر آمادہ ہو جائے۔
تو کیا اچھا برادر ایمانی تھا۔ مجھے امید ہے کہ خلد کی نعمتیں تجھے ملیں گی کہ تو خوش ہو جائے گا۔
جہاد میں شمشیر زنی کا حق تو ادا کرتا تھا۔ نیکی کو اچھا اور بدی کو برا سمجھنے والا تو تھا......
تم لوگوں نے سعادت حاصل کی مرتے مرتے صائب الرائے اور ثابت قدم تم سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں پایا۔
جب تک آسمان پر تارا چمکتا ہے اور باغ میں فاختہ چہچہے کرتی ہے میں تم کو رویا کروں گا۔
یہ میرا قول ہے اور غلط نہیں کہتا ہوں کہ اے ابن طے مجھے اس کا اندیشہ نہ تھا کہ تمہارے ہوتے میں گرفتار کر لیا جاؤں گا۔
تمہارا برا ہو تم نے اپنے بھائی کی طرف سے جنگ نہ کی وہ دفاع کرتے کرتے خود کو سنبھال نہ سکا اور گر پڑا۔
تم لوگ مجھے چھوڑ کر اس طرح منتشر ہو گئے گویا قبیلہ ایاد و اعصر میں ایک اجنبی شخص میں تھا کہ مجھے گرفتار کرا دیا۔
اب ہر ایک مہم میں کیا میرا سا شخص تم کو ملے گا کیا مجھ سا شخص تم پا سکو گے جب کبھی رن پڑے گا۔
جب کہ جنگ آستینیں چڑھالے گی اور حریف جانباز دامن گردان کر تر کتازی کرے گا تو کون شخص مجھ سا تمہاری نصرت کو آئے گا۔
میرا تو یہ حال ہے کہ شہر سے نکالا ہوا کوہستان بنی طے میں پڑا ہوں۔ ہاں اگر خدا چاہتا تو اس حالت کو بدل دیتا۔
میرے دشمن نے میرے دار الہجرت سے مجھے نکال دیا۔ میں خدا کی مشیت و تقدیر پر راضی ہوں۔
خود میری قوم نے بے گناہ مجھے دشمن کے حوالے کر دیا۔ جیسے وہ میری برادری والے اور میرے خاندان کے لوگ نہ تھے۔
ابن طے کی قوم سے اگر زمانہ خلاف ہو کر بدل جائے تو اب مجھے نصرت کے لیے نہ پکاریں۔
میں نے لشکریوں کو لے کر ان کے ساتھ جنگ نہیں کی تیرہ و تارہ گرد و غبار کوفہ میں ان پر بلند نہیں کیا۔
اے ہمدم اگر تو مشرق کی طرف سفر کرے تو میرا پیام قوم جدیلہ اور معن اور بحتر کو پہنچا دے۔
اور قوم نبہاں کو اور طے کے لوگوں کو۔ کیا میں تم لوگوں میں مستغنیٰ مزاج و زبردست شخص نہ تھا؟
کیا تم بھول گئے کہ جنگ عذیب میں لوگوں کے سامنے میں نے قسم کھالی تھی کہ میں کبھی پیٹھ نہ پھیروں گا۔
وہ میرا حملہ کرنا۔ مہران پر جب کہ میرے ساتھ والے خود و زرہ بھی نہ پہنے ہوئے تھے۔ وہ میرا قتل کرنا اس مرد جانباز کو جو کنگن پہنے ہوئے تھا۔
وہ جلولہ کا واقعہ جس میں مجھ پر حرف نہیں آنے پایا وہ نہاوند و شوستر کی فتح؟
تم بھول گئے میرا لب آب صفین میں جنگ کرنا کہ برچھی میری دشمنوں کی پشت میں ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔

خدا بھلا کرے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اور جزا دے ان کو کہ مجھے چھوڑ دیا اور میری نصرت نہ کی۔
جس رات بنی عدی رضی اللہ عنہ سے ذرا بھی تمہارا کام نہ نکل سکا اس وقت تمہاری نصرت کے لیے بے باکانہ میرا آ پڑنا اے ابن حاتم رضی اللہ عنہ کیا تم بھول گئے؟
میں نے دشمنوں کے نرغہ کو تم پر سے منتشر کر دیا یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو گئے اور میں نے ثابت کر دیا کہ ایک درشت وسخت حریف میں ہوں۔
سب نے پیٹھ دکھلا دی۔ میرے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا وہ لوگ سمجھے کہ شیر نیستاں کا سامنا ہے۔
میں نے ایسے وقت میں تم لوگوں کی نصرت کی کہ جو قریب تھا وہ بددل ہو چکا تھا اور جو دور تھا وہ اور دور نکل گیا تھا میں تنہا مؤید بالفتح ہوا۔
اس کا عوض میرے ساتھ یہ ہوا کہ تم لوگوں کے سامنے مجھے گھسیٹتے ہوئے لے جائیں اور ذلیل کیا جاؤں اور قید کیا جاؤں۔
کتنے ہی وعدے تم نے مجھ سے کیے کہ بلا لوگے، مجھے ان وعدوں سے کچھ بھی نفع نہ ہوا۔
اب میری یہ اوقات ہے کہ کبھی اونٹنیوں کو چرا رہا ہوں، کبھی چرواہے کے ساتھ بکریوں کے پیچھے ہر ہر کرتا پھرتا ہوں۔
کبھی سواروں کی ترکتاز کو تلوار کھینچ کر میں نے روکا نہ تھا جب کہ بزدل الٹے پاؤں جنگ کر چلا اٹھا تھا۔
شہر سجاس وابہر کی چڑھائی پر جانے والی فوج کا تعاقب بھی گھوڑے کو ڈپٹا کر میں نے نہیں کیا تھا۔
میں نے ابلام کی بستی والوں کو ایک ایسی فوج سے جو مثل طیور کے تھی اضطراب میں ڈالا بھی تھا اور مظفر ومنصور ہو کر واپس بھی نہیں ہوا تھا۔
مجھے قزوین یا شروین میں شہسواروں کے ساتھ برچھیاں مارتے کسی نے نہیں دیکھا تھا یا میں نے کندر سے جنگ نہیں کی تھی۔
دنیا کی خوبیوں نے مجھ سے کنارہ کیا۔ جو شے اس کی خوشگوار تھی وہ اب میرے لیے ناگوار ہوگئی۔
میری قوم والوں کا خدا بھلا کرے اگر چہ میں ان میں نہیں اگر چہ انھوں نے مجھے ضائع کر دیا اور ناسپاسی کی۔
اگر چہ میں ان سے دور ہوں محصور ہوں، ان کے بعد دنیا اور زندگانی دنیا کا کچھ لطف نہیں۔
ابن خلیفہ زیاد نے مرنے سے پیشتر ہی پہاڑوں میں مر گئے، حجر سے محمد بن اشعث کے بے وفائی کرنے پر عبیدہ کندی نے بھی چند شعر کہے ہیں۔

امارت خراسان پر خلید بن عبداللہ کا تقرر:

اسی سال زیاد نے ربیع بن زیاد حارثی کو خراسان کا امیر مقرر کر کے روانہ کیا۔ حکم بن غفاری نے مرتے وقت اپنی جگہ انس بن ابی انس کو خراسان پر مقرر کر دیا تھا انہیں انس نے حکم کے جنازے پر نماز پڑھی اور خالد بن عبداللہ کے گھر میں دفن ہوئے۔ یہ خلید بن عبداللہ حنفی کے بھائی تھے۔ حکم نے زیاد کو بھی اس تقرر کی اطلاع دے دی تھی۔ زیاد نے انس کو معزول کر کے ان کی جگہ خلید کو مقرر کر دیا۔ انس نے زیاد کی ہجو میں کچھ شعر کہے، مہینہ بھر کے بعد اس نے خلید کو بھی معزول کر دیا اور خراسان پر ۵۱ھ میں ربیع کو مقرر کر دیا۔ لوگ اپنے عیال سمیت خراسان میں جا کر بس گئے پھر اسے بھی معزول کیا۔

فتح بلخ:

ربیع نے صلح کر کے بلخ کو فتح کیا۔ احنف بن قیس سے بھی اس سے پہلے اہل بلخ صلح کر تو چکے تھے مگر پھر شہر کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے تھے اور قہستان کو بھی بزور غلبہ ربیع نے فتح کیا۔ اس کے اضلاع میں ترکوں کو قتل کر کے شکست دی۔ ایک ترک طرخان باقی رہ گیا تھا اسے قتیبہ بن مسلم نے اپنے دور حکومت میں قتل کیا۔ ربیع اپنے غلام فرخ اور اپنی کنیز شریفہ کو ساتھ لیے ہوئے لڑتا ہوا نہر ترکستان سے سالم و غانم عبور کر گیا۔ فرخ اس سے پیشتر نہر کے پار جا چکا تھا۔ ربیع نے اسے غلامی سے آزاد کر دیا حکم بن عمرو نے بھی اپنے عہد امارت میں نہر کو عبور کیا تھا مگر فتح یاب نہ ہوئے تھے۔ اہل اسلام میں سب سے پہلے حکم کے ایک غلام آزاد نے اس نہر کا پانی سپر کو ڈبو کر لیا۔ خود پیا اور حکم کو دیا۔ حکم نے پانی پیا وضو کیا اور نہر کے اس پار جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔

امیر حج یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ:

اس سال یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا اور عامل مدینہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ تھے اور کوفہ و بصریٰ اور تمام ملک مشرق کا حاکم زیاد تھا' کوفہ میں شریح قاضی تھے اور بصرہ میں عمیرہ بن یثربی۔

باب ۵

یزید کی ولی عہدی

۵۲ھ کے حالات

سفیان بن عوف ازدی کی بغاوت:

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ سفیان بن عوف ازدی نے زمین روم پر اس سال جہاد کیا اور وہیں جاڑوں میں قیام کیا اور وہیں وفات پائی اور عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو اپنا جانشین کیا' بعض کہتے ہیں کہ اس سال زمین روم پر بسر بن ارطاۃ نے لوگوں کے ساتھ جاڑا بسر کیا۔ انھیں لوگوں میں سفیان بن عوف بھی تھے۔ اسی سال محمد بن عبداللہ ثقفی نے جنگ صائفہ کی۔[1]

امیر حج سعید بن عاص رضی اللہ عنہ:

اس سال سعید بن عاص رضی اللہ عنہ امیر حجاج تھے اور شہروں کے حکام وہی لوگ تھے جو ۵۱ھ میں تھے۔

۵۳ھ کے حالات

جزیرہ رودس کی فتح:

اس سال عبدالرحمٰن بن ام الحکم ثقفی نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔ اسی سال جنادہ بن ابی امیہ ازدی نے جزیرۂ رودس کو فتح کیا۔ مسلمان وہاں گئے زراعت کی زمینیں اور مویشی خریدے اپنی زمینوں کے گرد مویشی چرایا کرتے تھے۔ جب شام ہو جاتی تھی تو سب جانوروں کو قلعہ کے اندر لے جاتے تھے ان لوگوں کے پاس ایک مالی تھا وہ انھیں دریائی دشمنوں کے مکر و کید سے ہوشیار کر دیتا تھا اسی سے سب ہوشیار رہتے تھے یہ لوگ رومیوں پر غضب کے دلیر تھے' سمندر میں انھیں روک لیتے تھے۔ ان کے جہازوں کی راہزنی کرتے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے عطیات اور تنخواہیں مقرر کر دی تھیں اور دشمن پر ان کا خوف چھایا ہوا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید نے سب کو وہاں سے بلا لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بددعاء:

اسی سال زیاد کوفہ میں پانچ برس بادشاہی کر کے بصرہ میں اپنی جگہ سمرہ بن جندب کو چھوڑ کر ماہ رمضان میں ہلاک ہو گیا اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ عراق کا نظم و نسق تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے داہنا ہاتھ خالی ہی رہتا ہے۔ ایک روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات پر یمامہ اور اس کے اضلاع بھی زیاد کی حکومت میں شامل کر دیئے اور ایک اور روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات پر حجاز کا ملک اس کے داہنے ہاتھ میں دے دیا اور فرمان اس کے نام لکھ کر ہیثم بن اسود نخعی کے ہاتھ روانہ کیا۔ اہل حجاز کو جو یہ خبر معلوم ہوئی تو کچھ لوگ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے پاس آئے ان سے یہ مصیبت بیان کی انھوں نے کہا کہ میں اس کے لیے بددعاء کروں گا تم اس کے شر سے بچ جاؤ گے یہ کہہ کر وہ اور سب لوگ قبلہ کی طرف مڑے اور اس کے لیے بددعاء کی طاعون میں

---

[1] زمین روم میں ہمیشہ فصل صیف ہی میں جنگ ہوا کرتی اس وجہ سے عرب اس جنگ کو صائفہ کہتے تھے۔

مبتلا ہو کر وہ مر گیا۔

زیاد کی علالت:

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو کہا ''جا دور ہو ابن سمیہ نہ دنیا ہی تیرے پاس رہی نہ آخرت ہی تجھے ملی'' طاعون اس کی انگلی میں نکلا تو شریح کو بلا بھیجا۔ یہی اس کے قاضی تھے ان سے کہا دیکھو میں اس مرض میں مبتلا ہوا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں اسے کٹوا ڈالو تم کیا مشورہ دیتے ہو' شریح نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ زخم تیرے ہاتھ پر لگے صدمہ تیرے دل کو پہنچے اور اجل قریب آ چکی ہو تو خدائے عز وجل سے دست بریدہ تو ملاقات کرے اور اپنے ہاتھ کو تو نے اس لیے کاٹا ہو کہ اس کی ملاقات سے تو کراہت رکھتا تھا یا اجل میں ابھی تاخیر ہو اور تو اپنے ہاتھ کاٹ چکا ہو تو دست بریدہ ہو کر جئے گا اور اپنی اولاد کو عیب لگائے گا۔ زیاد نے اس کے کٹوانے میں تامل کیا۔

شریح جب اس کے پاس سے نکلے تو سب نے حال پوچھا۔ شریح نے جو مشورہ دیا تھا بیان کر دیا۔ لوگوں نے ان کو ملامت کی۔ کہنے لگے تم نے ہاتھ کاٹنے کا اسے مشورہ کیوں نہیں دیا۔ شریح نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مشورہ دینے والا محل اعتماد ہے آخر زیاد نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اور طاعون ایک ہی لحاف میں سوؤں اور ہاتھ قطع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا جب آگ آئی اور داغنے کے آلات اس نے دیکھے تو مضطرب ہو کر اس ارادے سے باز آیا مرنے کا وقت قریب آیا تو اس کے بیٹے نے کہا بابا تمہارے کفن کے لیے میں نے ساٹھ کپڑے مہیا کر رکھے ہیں۔ کہا اے فرزند تیرے باپ کے لیے اب وقت آیا ہے کہ یا تو اس لباس سے بہتر لباس ملے۔ یا یہ کپڑے بھی اتر جائیں گے جب وہ مر گیا تو کوفہ کے ایک جانب مقام ثویہ میں دفن ہوا۔ اور حجاز کی حکومت پر یزید روانہ ہوا۔

زیاد کی ہجو میں فرزوق کے اشعار:

مسکین دارمی نے ایک شعر میں یہ مضمون باندھا کہ جب سے ہم نے زیاد کو الوداع کہی اسلام بھی رخصت ہو گئی۔ فرزوق نے ابھی تک زیاد کی ہجو نہیں کی تھی مسکین کا شعر سن کر چند اشعار کہے جن میں یہ مضمون بھی تھا کہ ''مسکین خدا تجھے رلائے تو ایسے تو ایسے شخص کو رویا جو کافر کسریٰ و قیصر اپنے زمانے کا تھا'' مسکین نے بھی اس کے جواب میں چند شعر کہے پھر فرزوق نے اس مضمون کو نظم کیا کہ زیاد سے جا کر کہو'' کہ حرم کو چھوڑ کر کبوتران حرم بھی اڑ گئے۔ وہ بھی جنگلوں میں جا کر چھپے ہیں۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے زیاد کو دیکھا ہے اس کے رنگ میں کچھ سرخی تھی داہنی آنکھ ذرا دبی ہوئی تھی۔ داڑھی سفید اور گاؤ دم' پیوند لگا ہوا قمیص پہنے ہوئے تھا ایک خچر پر سوار تھا۔ باگیں ڈھیلی کر دی تھیں۔

ربیع بن زیاد کی زندگی سے بیزاری و موت:

اسی سال ربیع بن زیاد حارثی نے بھی جو زیاد کی طرف سے خراسان کے عامل تھے دو برس اور چند مہینے حکومت کر کے وفات پائی انھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے عبداللہ کو مقرر کیا تھا۔ دو مہینے حکومت کر کے عبداللہ بھی مر گئے ان کی حکومت کا فرمان زیاد کے پاس سے خراسان میں اس وقت پہنچا کہ وہ دفن ہو رہے تھے عبداللہ بن ربیع خلید بن عبداللہ حنفی کو اپنا جانشین خراسان میں کر گئے تھے زیاد نے بھی خلید کو برقرار رکھا۔ ربیع نے ایک دن خراسان میں حجر بن عدی کے ذکر پر کہا اب عرب یوں ہی گرفتار ہو ہو کر قتل ہوا کریں

گے۔ حجر کے قتل کے وقت اگر سب بگڑ بیٹھتے تو ایک شخص بھی اس مجبوری سے نہ قتل کیا جاتا انھوں نے قتل گوارا کرلیا اور خود ذلیل ہو گئے

اس گفتگو کے ایک ہفتہ بعد جمعہ کو سفید کپڑے پہنے ہوئے برآمد ہوئے۔

لوگوں سے کہا۔ حضرات میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں اس وقت میں دعا مانگتا ہوں سب صاحب کہیں آمین۔

دونوں ہاتھ نماز کے بعد بلند کر کے انھوں نے یہ دعا کی ''خداوندا تیرے پاس میرے لیے کچھ بہتری ہے تو مجھے جلد اپنے پاس بلا لے'' سب نے آمین کہی۔ اور ربیع وہاں سے چلے۔ عبا کے دامن ابھی سنبھالے نہ تھے کہ گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر گھر میں لے گئے بس اسی دن مر گئے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی معزولی:

زیاد کے مرنے پر خلید خراسان میں اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بصرہ کا حاکم تھا اور جب زیاد ہلاک ہونے لگا تو کوفہ میں عبداللہ بن خالد کو اپنا جانشین کر گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کے بعد سمرہ کو چھ مہینے اور بصرہ کی حکومت پر رکھا اس کے بعد معزول کر دیا سمرہ کہتا تھا خدا لعنت کرے معاویہ رضی اللہ عنہ پر جتنی اطاعت اس کی میں نے کی اگر خدا کی کرتا تو عذاب ابدی سے نجات پاتا۔ ایک شخص ذکر کرتا ہے کہ میں مسجد کی طرف گزرا۔ وہاں ایک مرد نے سمرہ کو آکر اپنے مال کی زکوۃ دی اور نماز پڑھنے لگا یکایک ایک شخص نے آکر اس کی گردن ماردی کہ سر تو مسجد میں تھا اور بدن کنارے پر تھا اسی اثناء میں ابوبکرہ کا گذر ہوا انہوں نے یہ آیت پڑھی جس کا مضمون یہ ہے ''جس نے زکوۃ دی اور ذکر خدا کیا اور نماز پڑھی اس کے لیے فلاح ہے'' یہی شخص کہتا ہے میں نے سمرہ کو دیکھا سخت سردی میں مبتلا ہو کر بہت ہی بری موت مرا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ سمرہ کے پاس لائے گئے اور چند شخص پہلے ہی سے وہاں تھے یہ ہر ایک شخص سے پوچھتا جاتا تھا کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا تھا اللہ وحدہ لاشریک ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مذہب حروریہ سے میں بےزار ہوں'' اس کے بعد اس کی گردن ماری جاتی تھی اسی طرح کچھ اوپر بیس شخص قتل ہوئے۔

امیر حج سعید بن عاص رضی اللہ عنہ:

اس سال امیر حج سعید بن عاص رضی اللہ عنہ تھے اور حاکم مدینہ بھی سعید بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ حاکم کوفہ زیاد کے بعد عبداللہ بن خالد اور حاکم بصرہ سمرہ تھا اور حاکم خراسان خلیفہ بن عبداللہ حنفی تھے۔

۵۴ھ کے واقعات

جزیرے سے مسلمانوں کی واپسی:

اس سال محمد بن مالک نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا اور معن بن یزید سلمی نے گرمیوں میں جہاد کیا۔ جنادہ بن ابی امیہ نے دریا میں قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ ارواد کو فتح کیا۔ مسلمان اس جزیرے میں مدتوں مقیم رہے تقریباً سات برس تک مجاہدین جیر انھیں لوگوں میں سے ہیں اور زوجہ کعب کا بیٹا تبیع کہتا تھا کہ دیکھو یہ زینہ جب اُکھڑ جائے گا تو ہم لوگ اس جزیرے سے واپس ہوں گے ایک شدت کی آندھی آئی اور وہ زینہ اکھڑ گیا۔ ادھر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سنانی آئی اس کے ساتھ ہی یزید کا خط پہنچا کہ سب لوگوں کو جزیرے سے چلا آنا چاہیے سب واپس ہو گئے پھر وہ آباد نہ ہوا ویران ہو گیا اور اہل روم کو اطمینان نصیب ہوا۔

مروان نے کہا: اے ابا عثمان میرا گھر کھودنے کا تم کو حکم ہوا اور تم نے نہ کھودا اور مجھ سے ذکر بھی نہ کیا۔

سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا نہ تھا کہ تمہارا گھر کھود ڈالتا یا اپنا احسان جتاتا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو منظور یہ تھا کہ میرے اور تمہارے درمیان عداوت پڑ جائے۔

مروان نے کہا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں تم تو ہم سے بھی زیادہ تعلقات و اولاد رکھتے ہو۔

آخر مروان سعید کا گھر بغیر کھودے واپس چلا آیا۔ سعید معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے ابا عثمان کہو تو عبدالملک کا کیا حال ہے۔

سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کی خدمت بجالانے آپ کے احکام کے نافذ کرنے میں سرگرم ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مروان کی وہ مثل ہے کہ پکی پکائی روٹی ملی چکھنے لگے۔

سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں امیر المومنین ایسا نہیں ہے اسے تو ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہے کہ نہ وہاں تازیانہ چل سکتا ہے نہ تلوار کھینچنا درست ہے ان کے پیش کش و ہدایا تیر بہدف ہیں بعض مفید ہیں تمہارے لیے اور بعض مضر۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: مروان میں اور تم میں منافرت کیونکر پیدا ہوئی۔

سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے اپنی عزت کا مجھ سے خوف تھا مجھے اپنی عزت کا اس سے خوف تھا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم اس سے کیونکر پیش آنا چاہتے ہو۔

سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے حاضر و غائب خوش رکھنا چاہتا ہوں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابا عثمان ہم کو اس مصیبت میں تم نے چھوڑ دیا۔

سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں امیر المومنین ایسا ہی ہے میں نے اپنا بار اٹھالیا۔ اب مجھے احتیاط کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور میں تو آپ کا عزیز قریب تھا۔ آپ پکارتے تھے تو حاضر ہو جاتا اگر مجھ سے آپ دور رہتے تو عرض حال کیے جاتا[1]

عبیداللہ بن زیاد:

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمرہ بن جندب کو بصرہ سے معزول کر کے عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو مقرر کیا اس نے خدمت شرط پر عبداللہ بن حصن کو مقرر کیا۔ ابن غیلان چھ مہینے تک امیر بصرہ رہا۔

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن زیاد کو والی خراسان مقرر کیا یہ زیاد کے مرنے کے بعد عبیداللہ امیدوار ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے بھائی نے کوفہ کی حکومت پر کسے اپنا جانشین کیا۔

عبیداللہ نے کہا: عبداللہ بن خالد بن اُسید کو۔

پھر پوچھا: بصرہ کا حاکم کسے مقرر کیا۔

---

[1] یہ فقرے ابن اثیر نے چھوڑ دیئے ہیں۔ (مترجم)

کہا: سمرہ بن جندب فزاری کو۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے باپ نے تم کو خدمت دی ہوتی تو میں بھی دیتا۔

عبیداللہ نے کہا: خدا کے لیے بتایئے آپ کے بعد کوئی مجھ سے کہے کہ تمہارے باپ اور چچا نے تم کو خدمت دی ہوتی تو میں بھی دیتا اس کا کیا جواب دوں۔

امارت خراسان پر عبیداللہ بن زیاد کا تقرر:

اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی عادت یہ تھی جہاں کسی شخص کو بنی حرب میں سے سرفراز کرنا چاہا پہلے اسے طائف کی حکومت عطا کی۔ اگر دیکھا کہ اس نے کام اچھا کیا اور پسند آ گیا تو مکہ کا حاکم بھی اسے بنا دیا اگر اس نے مکہ میں بھی اچھی طرح حکومت کی اور جس خدمت پر مامور ہوا اسے خوبی کے ساتھ بجالایا تو اس کی حکومت میں مدینہ کو بھی منضم کر دیا۔ تو جہاں کسی شخص کو طائف میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا لوگ کہنے لگے ابجد شروع ہوئی۔ جب مکہ کی امارت بھی اسے ملی تو سب کہتے تھے اب قرآن کی نوبت آئی۔ جب مدینہ بھی اس کی حکومت میں شامل ہو گیا تو کہتے تھے اب یہ فاضل ہو گیا۔

ابن زیاد کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

غرض عبیداللہ کی تقریر سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے والی خراسان مقرر کر دیا۔ پھر یہ کہا ''تمہارے لیے بھی میرے وہی احکام ہیں جو احکام میرے دوسرے عہدیداروں کے لیے ہیں اس کے علاوہ تمہاری قرابت کے لحاظ سے تمہیں میں وصیت کرتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ خصوصیت ہے قلیل کے لیے کثیر کو ہرگز نہ چھوڑنا اور اپنے نفس کا محاسبہ اپنے ہی نفس سے کرنا اور تمہارے اور دشمن کے درمیان جو معاملہ ہو اس میں وفائے عہد کا لحاظ رکھنا کہ اس پر تم پر اور تمہارے سبب سے ہم پر بوجھ کم پڑے گا اور لوگوں کے لیے اپنا دروازہ کھلا رکھنا کہ تم کو ان کے حالات معلوم ہوتے رہیں گے وہ اور تم برابر ہو اور جب کسی مہم کا قصد کرنا تو لوگوں پر اسے ظاہر کر دینا کسی صاحب غرض کا اس میں دخل نہ ہونے پائے اور جب اس مہم کو انجام دینا تمہارے امکان میں ہو تو ہرگز تمہاری بات کو کوئی رد نہ کرنے پائے اور جنگ میں اگر دشمن زمین کے اوپر تم پر غالب بھی ہو جائیں تو یہ سمجھ رکھو کہ زمین کے اندر وہ تم پر غالب نہیں ہو سکتے اگر تمہارے رفقاء پر ایسا وقت پڑ جائے کہ اپنی جان سے تم کو ان کی مدد کرنا پڑے تو ایسا ہی تم کو کرنا چاہیے اور کند تلوار بھی اگر کاٹ نہ سکتی ہو قبضہ سے جدا نہ کرنا اور خوف خدا کرنا اور اس سے بڑھ کر کسی چیز کو نہ سمجھنا کہ خوف خدا میں بے شک ثواب ہے اور آبرو کو اپنی داغ سے بچائے رکھنا اور کسی سے عہد کرنا تو اسے پورا کرنا اور اپنے کسی عزم کو جب تک مصمم نہ ہونے پائے ظاہر نہ کرنا۔ جب ظاہر ہو جائے تو ہرگز کوئی مخالفت نہ کرنے پائے اور جب دشمن سے لڑائی چھڑ جائے تو جتنی فوج تمہارے پاس ہے اس سے زیادہ ہونی چاہیے اور تقسیم غنیمت قرآن کے موافق ہونی چاہیے اور کسی کو ایسی چیز کا لالچ نہ دینا جس کا مستحق وہ نہ ہو اور نہ کسی کو اس کے حق سے مایوس کرنا''۔ یہ کہہ کے اسے رخصت کیا۔

ابن زیاد کی روانگی خراسان:

۵۳ھ کے آخر کا یہ واقعہ ہے عبیداللہ کا سن اس زمانے میں پچیس برس کا تھا اپنے روانہ ہونے سے پیشتر اسلم بن زرعہ کلابی کو اس نے خراسان کی طرف روانہ کیا پھر خود شام سے خراسان روانہ ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ جعد بن قیس نمری زیاد کا مرثیہ پڑھتا ہوا

چلا عبیداللہ ایک وجیہہ شخص تھا عمامہ سر پر رکھے ہوئے تھا۔ جعد کے اس مرثیہ[1] پر اس دقر رویا کہ عمامہ سر سے گر گیا۔ خراسان جب پہنچا تو نہر ترکستان کو کوہستان بخارا تک اونٹوں پر اس نے قطع کیا۔

بخارا کی فتح:

اور مسلمانوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے لشکر کے ساتھ بخارا کے پہاڑوں کو طے کیا اور وہاں جا کر رامیثن اور نصف بیکند کو ملک بخارا میں سے فتح کر لیا۔ پھر بخاریہ کو اسیر کیا (بخارا کے تیر انداز وقدر افگن) جو عبیداللہ کے ساتھ بصرہ میں آئے تھے سب دو ہزار تھے انہیں کو بخاریہ کہتے ہیں۔ عبیداللہ بن زیاد جب بخارا میں لڑ رہا تھا تو ترکوں نے ایسی جلدی کی کہ اس نے ایک جراب پاؤں میں پہنی اور دوسری وہیں رہ گئی اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگی اس جراب کی قیمت دو لاکھ درہم اٹھی۔

عبیداللہ بن زیاد کی شجاعت:

عبادہ بن حصن اسی لشکر میں تھا وہ کہتا ہے میں نے عبیداللہ بن زیاد سے بڑھ کر کسی کو جری نہیں دیکھا ترکوں کی فوج سے لڑتے ہوئے خراسان میں اسے میں نے دیکھا۔ ان پر حملہ کرتا تھا۔ برچھیاں مارتا تھا اور ہم لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا تھا۔ پھر اپنا خون آلودہ علم بلند کرتا تھا۔ ترکوں کی فوج جو عبیداللہ کے زمانے میں بخارا میں تھی یہ خراسان کی انھیں فوجوں میں سے تھی جو کمک کے لیے رکھی گئی تھیں۔ یہ سب پانچ فوجیں تھیں چار فوجوں سے احنف بن قیس نے مقابلہ کیا۔ ایک فوج سے تو کوہستان وابرشہر میں جنگ ہوئی۔ اور باقی تین فوجوں سے مرغاب میں۔ اور پانچویں فوج زحف قارن تھی جسے عبداللہ بن حازم نے منتشر کر دیا عبیداللہ بن زیاد خراسان میں دو برس رہا۔

امیر حج مروان بن حکم:

اس سال مروان امیر حج تھا اور مدینہ کا حاکم بھی وہی تھا اور کوفہ کا حاکم عبداللہ بن خالد تھا۔ بعض مورخین ضحاک بن قیس کا نام لیتے ہیں اور بصرہ میں عمرو بن غیلان تھا۔

۵۵ھ کے واقعات

اس سال سفیان بن عوف ازدی نے جاڑے روم میں بسر کیے کوئی کہتا ہے نہیں عمرو بن محرز نے اس سال کے جاڑوں میں وہاں قیام کیا کوئی کہتا ہے عبداللہ فزاری نے وہاں جاڑا کاٹا۔ کوئی مالک بن عبداللہ کا نام لیتا ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن غیلان کی معزولی:

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو بصرہ سے معزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کو والی بصرہ مقرر کیا وجہ یہ ہوئی کہ عبداللہ بن عمرو بصرہ کے منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص نے بنی ضبہ میں سے (یا بنی ضرار میں سے کسی نے جس کا نام خیبر بن ضحاک تھا) اسے ایک سنگریزہ کھینچ مارا۔ عبداللہ نے اس کا ہاتھ کٹوا ڈالا بنوضبہ نے اس سے آ کر کہا کہ ہماری برادری کے ایک شخص

---

[1] ۔۔۔ نے جو زیاد بن ابیہ کا مرثیہ کیا ہے وہ طبری نے نقل کیا ہے اس کے ترجمہ کی ضرورت نہ تھی ترک کر دیا گیا۔ (مترجم)

سے جو خطا ہونے والی تھی ہوگئی اور امیر نے سزا بھی اسے قرار واقعی دے دی لیکن اب ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ یہ خبر امیر المومنین کو پہنچ جائے گی تو وہاں سے بھی کوئی عذاب کسی خاص شخص پر یا برداری پر نازل ہو جائے گا۔ اس لیے آپ مناسب سمجھیں تو خود ہی امیر المومنین کے نام ایک خط لکھ کر ہمیں دے دیجیے ہم اپنے لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ بھجوا دیں گے۔ مطلب یہ ہو کہ شبہہ سے ہاتھ کاٹا گیا ہے جرم واضح نہیں ہے عبداللہ بن عمرو نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھ کر انہیں دے دیا سال بھر یا چھ مہینے یہ خط پڑا رہا اس کے بعد عبداللہ خود معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا یا یہ واقعہ لکھ کر روانہ کر دیا اور بنی ضبہ بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انھوں نے کہا امیر المومنین عبداللہ نے ہمارے ایک بھائی کا ہاتھ ناحق کٹوا ڈالا۔ یہ خط ان کا آپ کے نام موجود ہے معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر کہا کہ میرے مقرر کیے ہوئے امیروں سے قصاص لیا جائے یہ تو درست نہیں۔ کسی طرح نہیں ہوسکتا ہاں اگر تم کہو تو دیت دلوا دوں۔ یہ لوگ دیت دینے پر راضی ہو گئے معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے انھیں دیت دلوا دی اور عبداللہ بن غیلان کو معزول کر دیا۔

امارت بصرہ پر ابن زیاد کا تقرر:

پھر ان سے کہا جس کو تم پسند کرو اسی کو تمہارا امیر مقرر کر دوں۔ انہوں نے کہا ''امیر المومنین جسے چاہیں ہمارا امیر کر دیں'' اور ابن عامر کے باب میں اہل بصرہ کی جو رائے تھے وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہلے سے معلوم تھی۔

ان سے پوچھا: کیا ابن عامر کو تم پسند کرتے ہو۔ وہ تو ایسا شخص ہے جس کی عفت وطہارت وشرف سے تم خوب واقف ہو۔

سب نے کہا: امیر المومنین ہم سے زیادہ واقف ہیں۔

ان لوگوں کے آزمانے کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے بار بار اسی بات کو ان کے سامنے دھرایا پھر کہا تو لو میں نے اپنے بھتیجے عبیداللہ بن زیاد کو تمہارا امیر مقرر کیا۔ عبیداللہ نے اسلم بن زرعہ کو والی خراسان مقرر کیا یہ شخص نہ لڑا نہ کچھ فتح کیا اور عبداللہ بن حصن کو اپنا امیر شرط معین کیا پہلے زرارہ بن اوفی کو قاضی کا عہدہ دیا پھر اسے معزول کر کے ابن اُدنیہ کو مقرر کیا۔

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن خالد کو کوفہ سے معزول کر کے ضحاک بن قیس فہری کو اس کی جگہ مقرر کیا۔

امیر حج اس سال بھی مروان بن حکم تھا۔

۵۶ھ کے واقعات

متفرق واقعات:

اس سال جنادہ بن ابی امیہ نے روم میں جاڑا بسر کیا۔ بعض نے عبدالرحمٰن بن مسعود کا نام لیا ہے اور سمندر میں یزید بن شجرہ رہاوی نے اور خشکی میں عیاض بن حارث نے رومیوں سے جنگ کی۔

اور اسی سال ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے امامت حج کی۔

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب میں عمرہ کیا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا استعفیٰ وتقرری:

اس سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد کیا اور لوگوں سے اس کے لیے بیعت لی اس کا سبب یہ ہوا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے

معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ضعیفی کی شکایت کی اور مستعفی ہونا چاہا معاویہ رضی اللہ عنہ نے استعفیٰ منظور کر لیا اور سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مقرر کرنا چاہا یہ خبر ابن اختیس کاتب مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی یہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اس سے یہ حال بیان کر دیا اس وقت سعید کے پاس ربیع یا ربیعہ خزاعی بیٹھا ہوا تھا اس نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ میں سمجھا ہوں کہ امیر المومنین تم سے آزردہ ہیں۔ میں نے تمہارے کاتب ابن خنیس کو سعید بن عاصؓ کے پاس دیکھا اس سے یہ کہہ رہا تھا کہ امیر المومنین اب تم کو کوفہ کا امیر کرنے والے ہیں۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسے تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ پھر بڑے استحکام کے ساتھ واپس آنے والا ہے ٹھہرو میں یزید کے پاس جاتا ہوں مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے پاس جا کر بیعت لینے کا ذکر کیا۔ یزید نے یہ ذکر اپنے باپ تک پہنچا دیا اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر مغیرہ رضی اللہ عنہ ہی کو امارت کوفہ پر واپس کیا اور حکم دیا کہ یزید کی بیعت کے لیے کچھ فکر کرے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ کا دورہ کوفہ میں ہوا تو ابن خنیس نے آ کر کہا۔ واللہ! میں نے کوئی خیانت و بے وفائی آپ کے ساتھ نہیں کی نہ آپ کی امارت کو میں برا سمجھتا ہوں بات اتنی ہے کہ سعید بن عاص کا مجھ پر احسان ہے انھوں نے میرے لیے زحمت اُٹھائی ہے۔ میں نے ان کی شکر گزاری کر دی مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فکر کی اور اسی باب میں ایک قاصد بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کی جانشینی کے متعلق مشورہ:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو خط لکھ کر اس باب میں مشورہ اس سے کیا زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا کہ مشورہ کے لیے کوئی نہ کوئی امین ضرور ہو جاتا ہے دو عادتیں ایسی ہیں جس نے لوگوں کو خراب کر رکھا ہے افشائے راز اور نااہل کی خیر خواہی بس محرم راز اگر ہو سکتے ہیں تو دو شخص ہو سکتے ہیں ایک تو مرد دیندار جو آخرت کا امیدوار ہو دوسرے دنیا دار شریف النفس جسے اپنی عزت کے بچانے کی عقل ہو۔ میں نے یہ دونوں وصف تم میں دیکھے اور مجھے پسند آئے اس وقت میں نے تم کو ایک ایسی بات کہنے کے لیے لکھا ہے کہ یزید کے لیے بیعت لینے کا انھوں نے ارادہ مصمم کر لیا ہے اور ان کو لوگوں کے بیزار ہونے کا خوف بھی ہے اور ان کے اتفاق کرنے کی آرزو بھی ہے اور اس باب میں مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں لیکن اسلام کا تعلق اور ذمہ داری بہت بڑی چیز ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ یزید کی طبیعت میں کاہلی و سہل انگاری بہت ہے اس پر طرہ یہ کہ سیر و شکار کا گرویدہ ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میری طرف سے امیر المومنین کے پاس جاؤ اور یزید کے حالات جو میں نے بیان کیے ہیں ان سے بیان کر دو اور یہ کہو کہ ابھی تامل کیجیے آپ جو چاہتے ہیں یہ بات ہو کر رہے گی۔ جلدی نہ کیجیے۔ جس تاخیر میں مطلب ہو وہ اس تعجل سے بہتر ہے جس میں مقصود کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو''۔

عبید نے کہا: کیا اس کے علاوہ کوئی اور بات آپ کے خیال میں نہیں۔

زیاد نے کہا: اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

عبید بن کعب عمیری کی رائے:

عبید نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے پر اعتراض نہ کرنا چاہیے ان کے بیٹے کی طرف سے ان کو نفرت دلانا مناسب نہیں ہے۔ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے چھپ کر یزید سے ملاقات کروں گا اور تمہاری طرف سے کہوں گا اس سے کہ ''امیر المومنین نے تمہاری بیعت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے بعض امور سے لوگ بیزار ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری بیعت میں وہ

مخالفت کریں گے میری رائے یہ ہے کہ جن باتوں سے لوگ بیزار ہیں تمہیں چاہیے کہ وہ سب باتیں ترک کر دو۔ اس سے امیر المومنین کی بات بالا ہو جائے گی اور تم جو چاہتے ہو وہ کام بھی آسانی سے ہو جائے گا اس طرح کرنے میں تم یزید کے بھی خیر خواہ ٹھہرو گے اور امیر المومنین کو بھی خوش رکھو گے اور ذمہ داری امت اسلام کا جو تمہیں خوف ہے اس سے بھی بچے رہو گے۔

یزید کی جانشینی کے متعلق زیاد کا جواب:

زیاد نے کہا: ''تمہاری رائے تیر بہدف ہوگئی بس اب خیر و برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اگر بہتری ہوئی تو کیا پوچھنا۔ جو چوک ہوگئی تو بھی یہ فعل بے لاگ ہوگا اور خدا نے چاہا تو خطا سے محفوظ رہے گا''۔

عبید نے کہا ''تم اپنی رائے سے یہ بات کہتے ہو خدا کو جو منظور ہے وہ غیب میں ہے''۔

عبید یزید کے پاس پہنچا اور اس سے گفتگو کی۔ اور زیاد نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو تامل کرنے کے لیے لکھا اور جلدی کرنے کو منع کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو مان لیا اور یزید نے اکثر افعال کو ترک کر دیا۔ عبید جب زیاد کے پاس واپس آیا تو زیاد نے اسے جاگیر عطا کی۔

ولی عہدی کی بیعت کی کوشش:

زیاد جب مر گیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی اس میں یزید کے جانشین کرنے کا مضمون تھا اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہو تو یزید ولی عہد ہوگا۔ یہ سن کر پانچوں شخصوں کے سوا سب لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہو گئے۔ حسین بن علی و ابن عمر و ابن زبیر و عبدالرحمٰن بن ابی بکر و ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیعت نہیں کی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں آ کر حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہا: اے فرزند برادر قریش میں سے پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو اور سب لوگ بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

کہا: میں کیا ان کا سرگروہ ہوں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! تمہیں ان لوگوں کے سرگروہ ہو۔

کہا: ان لوگوں کو بلاؤ اگر وہ بیعت کر لیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں ورنہ میرے بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم ایسا کرو گے؟

کہا: ہاں!

یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ **لیا کہ** کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلے انکار کیا آخر قبول کر لیا اور باہر نکل آئے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا جواب:

یہاں ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی تاک میں راہ میں بٹھا دیا تھا۔ اس نے پوچھنا شروع کیا کہ تمہارے بھائی ابن زبیر رضی اللہ عنہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا معاملہ ہے اور اصرار کرتا ہی رہا آخر کچھ مطلب پا گیا اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن

زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔

ان سے کہا پانچ شخصوں کے سوا جن کے تم سرگروہ ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں آخر مطلب مخالفت کرنے سے تمہارا کیا ہے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں ان کا سرگروہ ہوں۔

کہا: ہاں! تمہیں ان کے سرگروہ ہو۔

کہا: ان سب کو بلاؤ وہ بیعت کرلیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ ورنہ میرے بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔

کہا: کیا تم ایسا کرو گے؟

کہا: ہاں!

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں گے۔

کہا: اے امیر المومنین! ہم لوگ خدا عزوجل کے حرم میں ہیں اور خدا سبحانہ تعالیٰ کے نام پر عہد کرنا امر عظیم ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عہد سے انکار کیا اور باہر چلے گئے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی گوشہ نشینی:

اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ اور ان کے ساتھ بہت نرمی سے باتیں کیں۔

کہا میں نہیں چاہتا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعد اس طرح چھوڑ جاؤں۔ جیسے گلہ گوسپند جس کا چرواہا کوئی نہ ہو اور قریش میں پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسی بات کیوں نہ کروں جس میں کچھ برائی بھی نہیں خونریزی بھی نہ ہو تمہارا کام بھی ہو جائے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔

کہا: اپنی کرسی باہر نکالو میں یہ کر تم سے اس بات پر بیعت کرلوں گا کہ تمہارے بعد جس بات پر قوم اتفاق کرے گی میں بھی اس اتفاق میں داخل ہو جاؤں گا۔ واللہ تمہارے بعد اگر کسی غلام حبشی پر بھی قوم کا اجماع ہو جائے گا تو میں بھی اس اجماع میں داخل ہوں گا۔

کہا: تم ایسا کرو گے؟

کہا: ہاں! ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر باہر نکل آئے گھر پر آ کر دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ لوگ آیا کرتے تھے تو اجازت نہ ملتی تھی۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی:

اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ کہا اے پسر ابی بکر رضی اللہ عنہ کس دل سے کس جگر سے میری مخالفت تم کر رہے ہو۔

کہا میں سمجھتا ہوں میرے حق میں یہی بہتر ہے۔

کہا میں ارادہ کر چکا ہوں کہ تم کو قتل کروں گا۔

کہا: تو ایسا کرے گا تو ساتھ ہی خدا تجھ پر دنیا میں لعنت بھی بھیجے گا اور آخرت میں تجھے دوزخ میں ڈال دے گا۔

اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔

اس سال مدینہ کا عامل مروان بن حکم تھا۔ کوفہ پر ضحاک بن قیس۔ بصرہ پر عبیداللہ ابن زیاد۔ خراسان پر سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ۔

سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاب:

سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے حکومت خراسان طلب کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہاں تو عبیداللہ بن زیاد ہے۔

سعید نے کہا: سنو! تم سے میرے باپ نے سلوک کیا اور تمہیں اس قدر بلند کیا کہ تم ان کے سلوک کے سبب سے اس حد تک پہنچ گئے جسے کوئی پا نہیں سکتا نہ کوئی برابری کر سکتا ہے تم نے ان کی جانفشانی کا کچھ عوض ان کے احسانوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مجھ پر اس کو یعنی یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقدم کر دیا اور اس کے لیے لوگوں سے بیعت لی۔ واللہ! میرا باپ اس کے باپ سے میری ماں اس کی ماں سے میں خود اس سے بہتر ہوں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے باپ کی جانفشانی کا عوض کرنا مجھ پر واجب ہے۔ یہ بھی تو اس کا عوض تھا کہ میں نے ان کے خون کا بدلہ لیا۔ یہاں تک کہ تمام امور سلجھ گئے۔ اور اپنے اس طرح آمادہ ہو جانے پر مجھ کچھ بھی پشیمانی نہیں ہوئی۔ اپنے باپ کو اس کے باپ سے جو تم نے افضل کہا تو واللہ! تمہارے باپ مجھ سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں۔ اپنی ماں کو اس کی ماں سے جو تم نے بہتر کہا تو اس کا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ زن قرشیہ بہتر ہے زن کلبیہ سے۔ تم خود کو جو اس سے بہتر کہتے ہو۔ میں اس بات کو نہیں پسند کرتا کہ تم سا شخص اور یزید کے معاملہ میں خرابی ڈالے۔

امارت خراسان پر سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ کا تقرر:

یہ سن کر یزید نے کہا: امیر المومنین یہ تو آپ کا ابن عم ہے آپ سے بڑھ کر کون ان کے حال پر نظر التفات کر سکتا ہے، میرے بارے میں یہ آپ سے خفا ہیں۔ ان کو راضی کر لیجیے۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعید کو خراسان کے جنگ و جدال کا اور اسحاق بن طلحہ کو خراج کا حاکم مقرر کر دیا۔ اسحاق معاویہ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں ان کی ماں ام ابان عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہیں۔ جب رمی میں اسحاق پہنچے تو انتقال کیا اور سعید ہی خراج و جنگ خراسان کے حاکم مقرر ہوئے۔

سعید جب خراسان کی طرف روانہ ہوئے ہیں تو ان کے ساتھ یہ سب لوگ بھی تھے:

اوس بن ثعلبہ تیمی صاحب قصر اوس

طلحہ بن عبیداللہ بن خلف خزاعی

مہلب بن ابی صفرہ

ربیعہ بن عسل خاندان بنی عمرو بن یربوع سے

ابن عثمان رضی اللہ عنہ اور اہل صغد کا مقابلہ:

بطن تلخ کے مقام میں اعرابیوں کا ایک گروہ قافلہ خارج کی رہزنی کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے سعید سے کہا کہ یہاں ایک گروہ ہے

جو قافلہ خارج کی رہزنی کیا کرتا ہے ان کے سبب سے راہ پر خطر ہوگئی ہے ان کو بھی اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ۔ سعید نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے لیا یہ سب بنی تمیم میں سے تھے انھیں لوگوں میں مالک بن زیب مازنی تھا۔ اس کے ساتھ ایسے ایسے جوان تھے جن کے باب میں چند شعر کسی نے کہے ہیں۔ سعید نے سمرقند تک نہر کو قطع کیا یہاں اہل صغد مقابلہ کو نکلے۔ شام تک سب اپنے اپنے مقام پر جمے رہے پھر بغیر جنگ کیے واپس ہوگئے۔ اس پر مالک بن زیب نے سعید کی ہجو میں کچھ شعر کہے:

''اہل صغد کے مقابلہ میں دن بھر تو بزدلی سے کھڑا ہوا کانپتا رہا۔ مجھے تو یہ خوف ہوا کہ کہیں تو بھی عیسائی نہ ہو جائے''۔

اہل صغد کی شکست:

دوسرے دن سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے صف آرائی کی اور قوم صغد نے مبارز طلبی کی۔ سعید نے جنگ کی۔ دشمنوں کو شکست دی۔ ان کے شہر کو محصور کر لیا۔ آخر انہوں نے صلح کر لی۔ اور پچاس لڑکے امراو عمائد شہر کے سعید کے پاس بطور یرغمال بھیج دیئے۔ سعید نے نہر کو عبور کر کے ترمذ میں مقام کیا۔ پھر بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ساتھ ایفائے عہد کریں ان سب لڑکوں کو ساتھ لیے ہوئے مدینہ چلے آئے۔

سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ کا خراسان سے فرار:

سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ جب خراسان میں داخل ہوئے ہیں تو یہاں اسلم بن زرعہ کلابی عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے حکومت کر رہا تھا۔ اب بھی اسلم اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ آخر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے دوسرا فرمان ولایت خراسان کا اسلم ہی کے نام پر آیا۔ سعید نے جب یہ دیکھا تو راتوں رات خراسان سے نکل گئے۔ سعید کی ایک کنیز حمل سے تھی اسی رواروی میں اس کے پیٹ سے بچہ نکل پڑا۔ سعید کہا کرتے تھے اس لڑکے کے بدلے بنی حرب کے ایک شخص کو میں ضرور قتل کروں گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اسلم کی شکایت انھوں نے پیش کی۔ اس پر تمام بنی قیس برافروختہ ہوگئے۔ ہمام بن قبیصہ نمری معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اس کی دونوں آنکھیں مارے غصہ کے لال ہو رہی ہیں۔ کہا کہ اے ہمام آنکھیں تمہاری سرخ ہو رہی ہیں۔ ہمام نے جواب دیا کہ صفین میں تو اس سے زیادہ سرخ تھیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات سے صدمہ ہوا۔ جب سعید نے یہ دیکھا تو اسلم کی شکایت سے باز آئے۔ غرض اسلم ہی دو برس تک ابن زیاد کی طرف سے خراسان کا حاکم رہا۔

باب ۶

عبداللہ بن زیاد

۵۷ھ کے واقعات

مروان بن حکم کی معزولی:

اس سال عبداللہ بن قیس نے سرزمین روم میں جاڑا بسر کیا ذیقعدہ میں مروان حکومت مدینہ سے معزول ہوا۔ مؤرخین میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو معزول کر کے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کا حاکم کیا۔ بعض کہتے ہیں اس سال بھی مدینہ مروان کی حکومت میں رہا۔ کوفہ کا حاکم ضحاک بن قیس اور بصرہ کا عبیداللہ بن زیاد تھا۔ سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس سال والی خراسان تھے۔

۵۷ھ کے واقعات

متفرق واقعات:

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اس سال کے ذیقعدہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو معزول کر کے ولید کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس سال کوئی کہتا ہے کہ یزید بن شجرہ دریا میں کشتیوں میں قتل ہوئے کوئی بیان کرتا ہے کہ عمرو بن یزید جہنی نے اس سال زمین روم میں جاڑا بسر کیا تھا وہی قتل بھی ہوئے کسی کا قول ہے جنادہ بن ابی امیہ نے اس سال دریا میں رومیوں سے جنگ کی تھی۔

اس سال ولید بن عتبہ بن ابی سفیان امیر حاج تھا۔

خوارج کی رہائی:

اس سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ ثقفی کو کوفہ کا حاکم کر کے ضحاک بن قیس کو وہاں کی حکومت سے معزول کیا۔ یہ عبدالرحمٰن معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ام الحکم کا بیٹا ہے اس کے عہد میں اسی سال یہ واقعہ گذرا کہ جن خوارج نے مستورد سے بیعت کی تھی ان میں سے جو لوگ مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھ لگ گئے تھے انھیں مجلس میں ڈال دیا تھا اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کے مرنے کے بعد وہ قید خانہ سے نکل آئے تھے اب ان لوگوں نے خروج کیا۔ حیان بن ظبیان سلمی نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور حمد وثنائے باری تعالیٰ بجالایا پھر کہا:

خدائے عزوجل نے ہم سب پر جہاد واجب کیا ہے ہم میں سے کچھ اپنی جان نثار کر چکے اور کچھ منتظر ہیں۔ وہ نیک بندے تھے جو اپنے مرتبہ پر فائز ہو چکے اب جو شخص ہم میں سے منتظر ہے وہ بھی انہیں میں سے ہے جو اپنی جان نثار کر چکے اور نیکی میں سبقت لے گئے۔ تو اب جو شخص تم میں خدا کا اور اس کے ثواب کا طالب ہو اسے چاہیے کہ اپنے ساتھیوں اپنے بھائیوں کی راہ پر چلے خدا اسے ثواب دنیا اور بہترین ثواب آخرت عطا کرے گا۔ خدا نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

حیان بن ظبیان خارجی کی بیعت:

معاذ بن جوین طائی نے کہا: اے اہل اسلام اگر ظالموں کے مقابلہ میں جہاد کو ترک کرنے میں ان کے ظلم و جور پر طرح دینے میں کوئی بھی عذر ہمارے پاس عنداللہ ہوتا تو جہاد کرنے سے نہ کرنا بہت ہی آسان تھا لیکن ہم خوب جانتے ہیں اور ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ کوئی عذر ہمارے پاس نہیں ہے۔ خدا نے ہمیں دل و دماغ و سماعت اس لیے عنایت کی ہے کہ ہم ظلم کو برا سمجھیں‘ جور کو نام رکھیں ظالموں سے جہاد کریں۔ یہ کہہ کر کہا اپنا ہاتھ لاؤ ہم سب تم سے بیعت کرتے ہیں۔ معاذ نے اس سے بیعت کی۔

پھر سب لوگوں نے حیان بن ظبیان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور اس سے بیعت کی۔ یہ واقعہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم کی امارت کا ہے۔ جس کا رئیس شرط زائدہ بن قدامہ ثقفی تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ لوگ معاذ بن جوین کے گھر میں جمع ہوئے۔

حیان بن ظبیان نے کہا: بندگانِ خدا اپنی رائے مجھ سے بیان کرو کہ کس مقام سے خروج کرنے کا مشورہ تم مجھے دیتے ہو۔

معاذ کی رائے:

معاذ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو یہاں سے مقام حلوان میں لے چلیے۔ وہیں ہم اتر پڑیں۔ یہ قریہ میدان اور پہاڑ کوفہ اور رے کے درمیان واقع ہے کوفہ اور رے اور پہاڑوں اور اضلاع میں جو لوگ ہماری رائے سے اتفاق رکھتے ہیں وہ سب ہم سے آملیں گے۔

خروج کے متعلق حیان کا مشورہ:

حیان بن ظبیان نے کہا جب تک لوگ جمع ہوں دشمن آپڑے گا میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ اتنی مہلت تمہیں نہ دیں گے کہ تمہارے پاس لوگ جمع ہوں۔ ہاں میری رائے یہ ہے کہ تم سب کو لے کر کوفہ وسبخہ یا زرارہ وحیرہ کے اطراف میں نکل جاؤں۔ پھر ہم سب مل کر ان لوگوں سے یہاں تک قتال کریں کہ اپنے پروردگار سے جاملیں۔

وجہ یہ ہے کہ بخدا مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ جو سو سے بھی کم ہو دشمن کو نہ شکست دے سکتے ہو نہ کوئی ضرر شدید پہنچا سکتے ہو۔ ہاں! خدا دیکھ لے گا کہ اس کے دشمن اور اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں تم نے اپنی جانیں مصیبت میں ڈالیں تو یہ تمہارا ایک عذر ہو جائے گا اور تم گناہ سے بری ہو جاؤ گے۔

سب نے کہا: جو تمہاری رائے وہی ہماری بھی رائے ہے۔

عتریس بن عرقوب شیبانی کا اختلاف:

عتریس بن عرقوب شیبانی نے کہا۔ میری تو یہ رائے نہیں ہے جو تم لوگوں کی ہے۔ اپنی رائے پر خوب غور کر لو۔ جنگ و جدال میں جو تجربہ و معرفت مجھ کو حاصل ہے تم اس سے ناواقف نہیں ہو۔

سب نے کہا: ہاں جیسا تم نے بیان کیا تم ویسے ہی ہو اچھا تمہاری کیا رائے ہے۔

کہا: میری رائے یہ نہیں ہے کہ شہر میں تم خروج کرو۔ بہت لوگوں میں تم تھوڑے سے آدمی ہو۔ بخدا اس سے زیادہ تم کچھ نہیں کر سکتے کہ خود کو دشمنوں کے حوالے کر دو اور ان کے ہاتھ سے قتل ہو کر ان کا دل خوش کر دو۔ یہ تو کوئی طریقہ لڑائی کا نہیں ہے۔ جب ہم نے یہ قصد کیا ہے کہ اپنی قوم پر خروج کریں تو ایسی چال دشمنوں کے ساتھ کرو جس سے ان کو ضرر پہنچے۔

پوچھا: پھر کیا رائے ہے؟

کہا: اس قریہ کی طرف نکل چلو جہاں اترنے کا مشورہ معاذ نے دیا ہے یعنی حلوان یا عین التمر میں ہم سب کو لے چلو۔ وہیں ہم لوگ مقیم ہو جائیں۔ یہ خبر جب ہمارے مسلمان بھائی سنیں گے تو اطراف واکناف سے ہمارے پاس آ جائیں گے۔

حیان بن ظبیان کا مشورہ:

حیان بن ظبیان نے کہا: ان دونوں مقاموں سے کسی مقام میں تم ہم سب کو اور تمام اپنے رفقاء کو لے کر چلو تو واللہ وہاں اطمینان سے دم لینا بھی نصیب نہ ہوگا کہ شہر کے شہسوار جوق در جوق ہمارے تعاقب میں پہنچیں گے پھر تم کیونکر اپنا حوصلہ نکالو گے۔

واللہ تم لوگ شمار میں اتنے نہیں کہ دنیا میں ظالموں بدکاروں پر فتح پانے کی امید کر سکو۔ بس اسی شہر کی کسی جہت میں نکل کھڑے ہو اور جو لوگ طاعت الٰہی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ بحکم خدا ان سے لڑ لو۔ اب انتظار و تاخیر نہ کرو۔ تم دوڑتے ہوئے بہشت میں چلے جاؤ گے اور اس فتنہ و بلا سے اپنا دامن چھڑا لو گے۔

خوارج کا اجتماع:

سب نے کہا جب ہمیں سوا اس کے کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر ہم تمہارے خلاف کوئی بات ہرگز نہ کریں گے۔ اب جدھر جی چاہے ہم کو لے چلو۔ کچھ دنوں اور تامل کرنے کے بعد ربیع الآخر کی پہلی تاریخ پسر ام الحکم کے عہد ولایت کے آخری سال میں یہ سب لوگ حیان بن ظبیان کے پاس جمع ہو گئے۔

حیان بن ظبیان نے کہا: بھائیو! حق تعالیٰ نے امر خیر کے لیے اور امر خیر پر تم کو جمع کر دیا ہے قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب سے شرف اسلام مجھ کو حاصل ہوا ہے۔ دنیا کی کسی چیز سے میں اس قدر خوش نہیں ہوا جتنا ان ظالموں بدکاروں پر اس خروج کرنے سے خوش ہوا۔

واللہ! اگر دنیا و مافیہا مجھے ملتی ہو اور اس خروج میں شہادت سے محروم رہوں تو مجھے منظور نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ یہاں سے نکل کر دار جریر کے پہلو میں اتر پڑیں۔ جب لوگ لڑنے آئیں تو لڑ لو۔

عتریس نے کہا: اگر اس طرح ناف شہر میں ہم قتال کریں گے تو مرد تو تلواروں سے اور عورتیں اور بچے اور چھوکریاں کوٹھوں پر چڑھ کر پتھروں سے ہم کو ماریں گی۔

یہ سن کر انہیں میں سے ایک شخص بولا: پھر تو ہمیں پشت شہر کے قلعہ کی طرف لے چلو۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اب موضع زرارہ واقع ہے۔ اس زمانہ میں چند ڈیروں کے سوا کچھ نہ تھا۔

معاذ بن جوین نے کہا: نہیں ہم لوگوں کو بانقیا میں جا کر اُترنا چاہیے۔ فوراً دشمن تم سے لڑنے کو آ پڑے گا اور اس صورت میں ہم ان لوگوں کی طرف سے تو رخ کریں گھروں کو اپنی پشت پر رکھیں گے بس ان سے ایک ہی رخ سے قتال کریں گے۔

غرض سب کے سب چل کھڑے ہوئے مقابلہ کے لیے لشکر پہنچا۔ سب کے سب قتل ہو گئے۔

ام الحکم اور ابن حدیج میں تلخ کلامی:

پسر ام الحکم نے ایسی ایسی بداطواری کی کہ اہل کوفہ نے اسے نکال دیا وہ اپنے ماموں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ

نے کہا میں اس سے بہتر ولایت مصر کا تجھ کو حاکم کر دوں گا اب یہ مصر کی طرف روانہ ہوا اور ابن حدیج سکونی یہ خبر سنتے ہی مصر سے نکلا۔ دو منزلیں طے کی تھیں کہ یہ راہ میں مل گیا ابن حدیج نے کہا جا اپنے ماموں کے پاس یہیں سے واپس چلا جا۔ ہمارے کوفی بھائیوں کے ساتھ جو بدسلوکی تو نے کی۔ ہمارے ساتھ نہیں کر سکتا۔ یہ وہیں سے واپس ہوا۔

اور ابن حدیج بھی معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کو آیا۔ یہ جب آتا تھا تو رستہ آراستہ ہوتا تھا یعنی اس کے لیے قبے نصب کیے جاتے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو ام الحکم بھی وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ پوچھنے لگی۔ امیر المومنین یہ کون ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا آ ہا ابن حدیج کہنے لگی خدا ان کا قدم نہ لائے۔ بس دور کے ڈھول سہانے۔ ابن حدیج نے کہا ام الحکم ذرا سنبھلی ہوئی۔ واللہ تو نے شوہر ایسا کیا جو شریف نہیں۔ بیٹا ایسا جنا جو نجیب نہیں تو چاہتی ہے کہ یہ لچا ہم لوگوں پر حکومت کرے اور ہمارے کوفی بھائیوں کے ساتھ جو سلوک اس نے کیا وہی ہمارے ساتھ بھی کرے خدا وہ دن نہ دکھائے۔ اگر ہم سے ایسا کرتا تو ہم بھی ایسی دھول جڑتے سر ہل جاتا۔ یہ حضرت جو بیٹھے ہوئے ہیں۔ برا مانتے تو مانتے۔ اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے مڑ کر بہن سے کہا کہ بس کرو۔

عروہ بن اُدیہ کی ابن زیاد سے سخت کلامی:

اس سال عبید اللہ بن زیاد نے خوارج پر بہت شدت کی۔ ایک انبوہ کثیر کو گرفتار کر کے قتل کیا ایک جماعت کو جنگ میں قتل کیا۔ سبب یہ اس کا ہوا کہ ابن زیاد اپنی گھڑ دوڑ میں آیا گھوڑوں کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک خلقت جمع تھی۔ ان میں ابو بلال کا بھلائی عروہ بن اُدیہ ابن زیاد کے پاس آ کر کہنے لگا۔ ہم سے پہلی جو قومیں گذریں ان میں پانچ خصلتیں تھیں کہ اب وہ ہم میں آ گئیں۔ یعنی کیا ہر زمین پر تم کھیل کھیل کر اپنی ایک نشانی چھوڑ و گے۔ اور قلعے بنا رہے ہو شاید ہمیں تم حیا کرو گے اور جب حملہ کرو گے تو جباروں کا سا حملہ کرو گے۔ دو باتیں اور تھیں راوی کو یاد نہ رہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد کو یہ شبہ ہوا کہ اس کے ساتھ کوئی جماعت اس کے اصحاب کی ضرور ہے ورنہ میرے ساتھ ایسی گستاخی نہ کرتا۔ گھڑ دوڑ کو چھوڑ کر ابن زیاد اٹھ کھڑا ہوا۔ اور سوار ہو گیا۔

عروہ بن اُدیہ کا قتل:

عروہ سے لوگوں نے کہا تم نے یہ حرکت کی وہ ضرور تمہیں قتل کرے گا۔ یہ روپوش ہو گیا۔ اور ابن زیاد اس کی تلاش میں تھا۔ کوفہ میں جو یہ آیا تو پکڑ لیا گیا ابن زیاد کے سامنے لایا گیا اس نے حکم دیا اور اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے گئے اس کے بعد ابن زیاد نے اسے بلا کر پوچھا کہو کیسا مزاج ہے۔ عروہ نے کہا تو نے میری دنیا کو خراب کیا اور اپنی آخرت کو۔ اس بات پر اسے قتل کیا۔ پھر کسی کو اس کی بیٹی کے پاس بھیجا اور اسے بھی قتل کیا۔

ابو بلال مرداس بن اُدیہ:

اس کا بھائی ابو بلال مرداس بن اُدیہ اس سے پیشتر خوارج کے ساتھ ابن زیاد کی قید میں تھا۔ زندان کا نگران اس کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر اسے رات کو اجازت دے دیتا تھا کہ وہ چلا جاتا تھا پھر صبح ہوتے زندان میں آ جایا کرتا تھا۔ مرداس کے دوستوں میں ایک شخص ابن زیاد کی صحبت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ شب کو ابن زیاد نے خوارج کا ذکر کیا اور یہ ارادہ کر لیا کہ صبح کو انہیں قتل کرے گا۔ یہ شخص مرداس کے گھر پر گئے۔ ان لوگوں سے یہ خبر بیان کی اور کہا مرداس سے زندان میں کہلا بھیجو کہ کسی کو وصی کرے وہ قتل کیے جائیں گے۔ مرداس نے بھی یہ بات سن لی۔ زندان کے نگران کو بھی خبر ہو گئی اسے اس پر تشویش گذری کہ مبادا مرداس کو یہ خبر ہو جائے اور وہ

صبح کو زندان میں نہ آئے۔

ابو بلال مرداس کا پابندی عہد:

جب مرداس کے واپس آنے کا وقت آیا تو دیکھا کہ وہ آ پہنچے زندان کے نگران نے پوچھا کہ امیر نے جو قصد کیا تمہیں معلوم ہے انھوں نے کہا ہاں معلوم ہے اس نے کہا پھر بھی تم چلے آئے کہا ہاں چلا آیا۔ تمہارے احسان کا عوض یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے سبب سے تم کو سزا ملے۔ صبح ہوتے ہی ابن زیاد نے خوارج کو قتل کرنا شروع کیا مرداس کو پکارا یہ حاضر ہوئے۔ صاحب زندان ابن زیاد کا مربی تھا دوڑا اور اس کے قدم پکڑ لیے اور یہ کہا کہ اس شخص کو مجھے بخش دو۔ اور سارا قصہ اس کا بیان کیا ابن زیاد نے مرداس کو اسے بخش دیا اور رہا کر دیا۔

مرداس کا خروج:

اب اس زمانہ میں مرداس نے چالیس آدمیوں کو ساتھ لیے ہوئے اہواز میں جا کر خروج کیا۔ ابن زیاد نے ان کے مقابلہ میں ایک فوج ابن حصن تمیمی کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ خوارج نے اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے اسے شکست دی۔ قبیلہ تیم اللہ ثعلبہ کے ایک شخص نے اس واقعہ پر یہ تین شعر کہے مضمون یہ ہے:

دو ہزار شخص جو تمہارے زعم میں دیندار تھے۔ تعجب ہے ان کو مقام آسک میں چالیس آدمی قتل کر کے رکھ دیں۔

تمہیں باطل پر ہو تمہارا زعم غلط ہے یہ خوارج ہی دیندار ہیں۔

تم خوب جانتے ہو یہی وہ جماعت قلیل ہے کہ جماعت کثیر کے مقابل میں ان کی نصرت کی گئی۔

تیسرا شعر (جس میں آیہ کریمہ کَمْ مِنْ فِئَةٍ کی طرف اشارہ ہے) بعض روایات میں نہیں ہے۔

اس سال عمیرہ بن یثربی قاضی بصرہ فوت ہو گیا اس کی جگہ ہشام بن ہبیرہ مقرر ہوا۔

امیر حج ولید بن عتبہ:

اس سال حاکم کوفہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم یا ضحاک بن قیس فہری تھا۔ اور بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد کوفہ کے قاضی شریح تھے اور امیر حاج ولید بن عتبہ۔

۵۹ھ کے واقعات

عمرو بن مرہ جہنی نے سرحد روم کے میدان میں اس سال جاڑے بسر کیے۔ دریا میں جہاد اس سال نہیں ہوا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں دریا میں جنادہ بن ابی امیہ نے جہاد کیا۔

عبدالرحمٰن بن ام الحکم کے کوفہ سے معزول ہونے کا سبب اس سے پیشتر بیان ہوا ہے اس سال وہ معزول ہوا اس کی جگہ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد کا امارت خراسان پر تقرر:

اسی سال عبدالرحمٰن بن زیاد بن سمیہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ سبب یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن معاویہ رضی اللہ عنہ کے

پاس امیدوار ہو کر آیا۔ اور کہا اے امیر المومنین! کیا ہمارا کچھ حق نہیں ہے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ضرور ہے کہا پھر کیا خدمت آپ مجھے دیتے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کوفہ میں تو نعمان رضی اللہ عنہ ہے۔ ایک لائق شخص جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہے۔

عبیداللہ بن زیاد بصرہ اور خراسان کا حاکم ہے۔ عباد بن زیاد سجستان میں ہے۔ کوئی خدمت جو تمہارے لائق ہو معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تمہارے بھائی عبیداللہ کے ساتھ تم کو شریک کردوں۔

کہا پھر انہیں کے ساتھ مجھے شریک کر دیجیے ان کے پاس ملک وسیع ہے اس کی شرکت کی گنجائش بھی ہے۔ غرض معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے والی خراسان کر دیا اس نے قیس بن ہیثم سلمی کو روانہ کیا اس نے جا کر اسلم بن زرعہ کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔

عبدالرحمٰن بن زیاد کی معزولی:

جب عبدالرحمٰن خود آیا تو اسلم نے تین لاکھ درم کا مطالبہ کیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہو جانے کے بعد عبدالرحمٰن بن زیاد یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو خراسان پر قیس بن ہیثم کو اپنا جانشین کر کے آیا۔ یزید نے پوچھا کتنا مال خراسان سے اپنے ساتھ لائے ہو۔ کہا دو کروڑ درہم۔ یزید نے کہا تمہاری خوشی ہو تو حساب فہمی تم سے کر کے یہ مال لے لیا جائے اور پھر تم کو تمہاری امارت پر واپس کر دیا جائے۔ یا تمہاری خوشی ہو تو یہ مال تم کو دے کر تمہیں معزول کر دیں اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو پانچ لاکھ درہم بھی تم دو۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ آپ جو مجھے دینے کو کہتے ہیں دے دیجیے خراسان پر کسی اور کو حاکم کر دیجیے۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو اس نے دس لاکھ درم بھیج دیئے کہ پانچ لاکھ امیر المومنین کی طرف سے ہیں اور پانچ لاکھ میری طرف سے۔

شرفائے عراق کا وفد:

اسی سال عبیداللہ بن زیاد شرفائے عراق کو ساتھ لیے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اپنے ان ساتھیوں کو ان کے مرتبہ و منزلت کی ترتیب سے حاضر ہونے کا اذن دے۔ اس نے سب لوگوں کو بلایا اور سب کے آخر میں احنف داخل ہوا۔ عبیداللہ کے نزدیک احنف کی کچھ منزلت نہ تھی معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف کو دیکھتے ہی خیر مقدم کیا اور اپنے تخت پر اپنے پاس اسے بٹھا دیا اب لوگوں نے عرض معروض کرنا شروع کیا۔ عبیداللہ کی مدح و ثنا سب نے کی۔ احنف خاموش رہا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابا بکر تم کیوں نہیں کچھ بولتے۔ احنف نے کہا میں کچھ کہوں گا تو سب کے خلاف کہوں گا یہ سنتے ہی معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا عبیداللہ کو میں نے معزول کیا۔ برخاست کرو اپنی مرضی کا حاکم کوئی ڈھونڈو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس کہنے پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو بنی امیہ یا اشراف اہل شام میں سے کسی امیر کے پاس نہ گیا ہو۔ سب لوگ جستجو میں مصروف تھے اور احنف اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ کسی کے پاس وہ نہیں گیا۔

احنف بن قیس کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ:

کچھ دن یونہی گذر گئے پھر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نے سب کو بلا بھیجا سب جمع ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے تو پوچھا تم لوگوں نے کسے انتخاب کیا۔ ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ان میں سے ہر ایک فریق نے ایک ایک شخص کا نام لے لیا۔ اور احنف خاموش رہا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابا بکر تم کیوں نہیں کچھ بولتے۔ احنف نے کہا اپنے خاندان والوں میں سے اگر کسی کو ہمارا امیر بنانا چاہو تو ہم عبیداللہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے اگر کسی غیر شخص کو حکومت دینا چاہو تو اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لو میں پھر اسی کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں یہ کہہ کر احنف کے باب میں عبادت کا زمانہ آیا تو احنف کے سوا عبیداللہ کا کوئی دوست نہ نکلا۔

یزید بن مفرغ حمیری:

اسی سال یزید بن مفرغ حمیری نے عباد بن زیاد کی ہجو کی اور اس پر یزید کو کیا کیا امور پیش آئے۔ سبب یہ ہوا کہ یزید بھی عباد بن زیاد کے سجستان میں تھا۔ عباد جنگ ترک میں یزید کی طرف سے غافل رہا۔ یزید کو یہ امر شاق گذرا۔ اس زمانہ میں عباد کے لشکر میں جانوروں کے لیے چارے کی بہت تنگی تھی اس پر ابن مفرغ نے ایک شعر کہا۔ مضمون یہ تھا:

''کاش! یہ ڈاڑھیاں گھاس بن جاتیں کہ مسلمانوں کے گھوڑوں کے آگے ہم ڈال دیتے''۔

عباد بن زیاد کی ہجو:

عباد بن زیاد کی ڈاڑھی بڑی سی تھی۔ یہ شعر اسے سنا دیا گیا اور اس کے ساتھ یہ بھی کسی نے کہہ دیا کہ بس تمہارے ہی اوپر یہ شعر اس نے کہا ہے۔ عباد نے یزید کو گرفتار کرنا چاہا۔ یہ بھاگ کر نکل گیا اور عباد کی ہجو میں بہت سے قصیدے کہے۔ یزید تو یہاں سے بصرہ کی طرف چلا اور عبیداللہ بصرہ سے سفارت لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہا تھا۔ عباد نے اس کی ہجو کے بعض اشعار عبیداللہ کو لکھ کر بھیج دیئے۔ عبیداللہ نے وہ شعر پڑھے۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے گیا تو سب پڑھ کر سنائے اور ابن مفرغ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کو منع کیا۔ یہ کہا اسے تعزیر دو۔ مگر قتل کی حد تک نہ پہنچے۔ ادھر ابن مفرغ بصرہ میں داخل ہوا اور احنف بن قیس کی پناہ میں رہنے کی اس نے خواہش کی۔ احنف نے کہا پسر سمیہ کے خلاف میں تجھے پناہ تو نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر تو کہے تو شعرائے بنی تمیم کے لتاڑنے سے تجھے بچالوں۔ اس نے کہا ان لوگوں کے لتاڑنے کی مجھے پروا نہیں ہے۔

اب یہ خالد بن عبداللہ کے پاس آیا اس نے دھمکا دیا۔ اُمیہ کے پاس آیا اس نے دھمکا دیا عمر بن معمر کے پاس آیا اس نے دھمکا دیا۔

منذر بن جارود کی ابن مفرغ کو امان:

آخر میں منذر بن جارود کے پاس آیا اس نے پناہ دی اپنے گھر میں اسے رکھ لیا۔ منذر کی بیٹی بحریہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس تھی۔ جب عبیداللہ بصرہ میں آیا تو اسے خبر ہوگئی کہ ابن مفرغ منذر کے یہاں ہے۔ ادھر منذر عبیداللہ کے پاس سلام کے لیے آیا۔ اسی موقع پر عبیداللہ نے منذر کے گھر پر شرط کے سپاہیوں کو بھیج دیا۔ ان لوگوں نے جاتے ہی ابن مفرغ کو گرفتار کر لیا۔ منذر عبیداللہ کے پاس بیٹھا تھا کیا دیکھتا ہے کہ ابن مفرغ اس کے سر پر کھڑا ہے۔ دیکھتے ہی منذر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا اے امیر میں نے اسے پناہ دی ہے۔ عبیداللہ نے کہا تمہاری اور تمہارے باپ کی تو یہ مدح کرے گا اور میری اور میرے باپ کی ہجو کرتا ہے پھر بھی میرے خلاف تم اسے پناہ دیتے ہو۔ عبید کے حکم سے اسے دوائے مسہل پلا دی گئی۔ پالان خر پر سوار کیا اور تشہیر کرنے لگے اسے اپنے کپڑوں ہی میں دست آتے جاتے تھے اور لوگ بازاروں میں پھرا رہے تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک فارسی نے پوچھا ''ایں چیست'' ابن مفرغ سمجھ گیا جواب دیا:

''آب ست ونبیذ ست وعصارات زبیب است وسمیہ روسپی است''

پھر منذر کی ہجو میں کچھ شعر پڑھے اور عبیداللہ سے خطاب کر کے یہ شعر پڑھا: (مضمون)

''تو نے جس نجاست میں مجھے لتھیڑ دیا ہے پانی سے چھوٹ جائے گی۔ میں نے جو ہجو تیری کی ہے ہڈیاں تیری چونا ہو جائیں گی اور وہ باقی رہے گی''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن مفرغ:

عبیداللہ نے ابن مفرغ کو عباد کے پاس اب سجستان میں تھے بھیج دیا۔ یہ سن کر شام میں جو اہل یمن تھے انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس باب میں گفتگو کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک قاصد عباد کے پاس روانہ کیا۔ عباد نے ابن مفرغ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کر دیا جب یہ راہ میں تھا تو اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح میں اشعار کہے: (مضمون)

''اے بغلہ! عباد کی حکومت اب تجھ پر نہیں رہی۔ تجھے نجات ملی جس کی سواری میں تو ہے وہ اب آزاد ہے۔ اپنی جان کی قسم ہے کہ گہری قبر سے تجھ کو اس امام نے جو خلق کے لیے حبل المتین ہے چھڑا لیا۔

مجھ پر احسان کیا ہے میں شکر اس کا ادا کروں گا اور شکر کا ادا کرنا بس میرا ہی کام ہے''۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آتے ہی رونے لگا اور کہا بلا قصور وخطا جو بیداد مجھ پر گذری ہے وہ کسی مسلمان پر نہ ہوئی ہوگی۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے یہ قصیدہ کہا یا نہیں کہ

''معاویہ رضی اللہ عنہ پسر حرب کو ایک مرد یمانی کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دو''۔

کہا: ''قسم ہے اس خدا کی جس نے امیر المومنین کے حق کو عظیم وجلیل کیا ہے میں نے یہ نہیں کہا''۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہ بھی تم نے نہیں کہا کہ:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری ماں چادر کو اتار کر ابوسفیان کے پاس مباشرت کے لیے نہیں گئی''۔

اور بھی بہت سے شعر ہیں جن میں ابن زیاد کی تو نے ہجو کی ہے جا میں نے تیرا قصور معاف کیا اگر تو ہمیں سے مل کر رہتا تو جو کچھ گذرا یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ جاؤ جہاں جی میں آئے وہاں رہو۔

پہلے یہ موصل میں رہا پھر بصرہ میں آیا عبیداللہ کے پاس گیا اس نے امان دی۔

عبدالرحمٰن بن حکم اور عبیداللہ بن زیاد میں مصالحت:

ایک روایت یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ پوچھا کہ تم نے یہ قصیدہ کہا یا نہیں کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ پسر حرب کو ایک مرد یمانی کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دو تو ابن مفرغ نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے نہیں کہا ہے یہ تو مروان کے بھائی عبدالرحمٰن بن حکم نے کہا ہے اور اسی نے زیاد کی ہجو کا ذریعہ مجھے بنایا۔ اس سے پیشتر زیاد سے وہ رنجیدہ بھی تھا۔

یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمٰن پر غیظ آ گیا اس کا وظیفہ بند کر دیا اور اسے سخت تکلیف پہنچی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا سنا۔ کہا کہ میں اس سے خوش نہیں ہوں گا جب تک کہ عبیداللہ کو بھی خوش نہ کرے۔ عبدالرحمٰن عراق میں عبیداللہ کے خوش کرنے کو گیا اور اس کی مدح میں یہ شعر کہے: (مضمون)

''تیری ذات سے خاندان حرب میں زیادتی ہوگئی میں تجھ کو اپنا قوت بازو سمجھتا ہوں۔

میں تو یہ جانتا ہوں کہ تو میرا برادر ہے۔ میرا ابن عم ہے بلکہ میرے بزرگوں میں ہے یہ نہیں معلوم تو مجھے کیا سمجھتا ہے''۔

عبیداللہ نے اس کے جواب میں کہا: میں تو تجھے برا شاعر سمجھتا ہوں۔ پھر اس سے راضی ہو گیا۔

ابن مفرغ کی روانگی اہواز:

ابن مفرغ جب موصل میں تھا تو اس نے ایک عورت سے عقد بھی کیا تھا شب زفاف کی صبح کو شکار پر چلا گیا۔ دیکھا کہ ایک گندھی تھا یا عطار گدھے پر سوار چلا آتا ہے۔ ابن مفرغ نے پوچھا کہاں سے آ رہا ہے۔ اس نے کہا اہواز سے۔ پوچھا کہ موضع مسرقان کی جھیل کا کیا حال ہے۔ کہا اسی طرح ہے۔ یہ سن کر ابن مفرغ بصرہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اپنی عورت تک کو خبر نہ کی۔

ابن مفرغ کو ابن زیاد کی امان:

عبیداللہ کے پاس بصرہ پہنچا۔ اس نے امان دی کچھ دنوں اسی کے پاس ٹھہرا۔ اس سے کرمان میں جانے کی اجازت مانگی۔ عبیداللہ نے اسے اجازت بھی دی اور اپنے عامل کے نام پر جو کرمان میں تھا ایک خط بھی لکھ دیا کہ اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے اور اکرام کرے۔ خط لے کر یہ کرمان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں شریک بن اعور حارثی عبیداللہ کی طرف سے کرمان کا حاکم تھا۔

امیر حج عثمان بن محمد:

اس سال عثمان بن محمد بن ابی سفیان امیر حج تھا اور والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان۔ کوفہ میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ تھے اور خدمت قضا پر شریح۔ بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد اور قاضی وہاں کا ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان پر عبدالرحمٰن بن زیاد سجستان پر عباد بن زیاد کرمان پر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے شریک بن اعور تھا۔

باب ۷

وفات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

۶۰ھ کے واقعات:

اس سال مالک بن عبداللہ نے سوریہ میں جہاد کیا اور جنادہ بن ابی امیہ نے روس میں داخل ہو کر وہاں کے شہر کو منہدم کر دیا۔

اسی سال عبیداللہ چند سفیروں کو لیے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کو وصیت:

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ کو مرض موت لاحق ہوا یزید کو بلا بھیجا اور کہا بیٹا میں نے تجھے زحمت و مشقت سفر سے بچا لیا تیرے لیے ہر امر کو سہل کر دیا تیرے لیے دشمنوں کو میں نے رام کر دیا۔ تیرے لیے عرب کی گردنوں کو میں نے جھکا دیا۔ تیرے لیے میں نے جو کچھ جمع کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو تیرے لیے مستحکم ہو چکا ہے قریش میں سے چار شخصوں کے سوا کوئی تجھ سے اس باب میں نزاع کرے گا۔ حسین بن علی و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر و عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تو عبادت نے کام تمام کر دیا ہے اور جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا تو وہ بھی تجھ سے بیعت کر لیں گے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر آمادہ نہ کر لیں گے ہرگز نہ چھوڑیں گے اگر تجھ پر خروج کریں اور تو ان پر قابو پا جائے تو درگذر کرنا۔ ان کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور بہت بڑا حق رکھتے ہیں۔

پسر ابوبکر رضی اللہ عنہما وہ شخص ہے کہ اپنے اصحاب کو جو کام کرتے دیکھے ویسا ہی خود بھی کرے گا اسے عورتوں اور لہو و لعب کے سوا کسی بات کا خیال نہیں۔ ہاں جو شخص کہ شیر کی طرح تیری گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تجھے دھوکہ دے گا۔ جب اسے موقع ملے گا حملہ کر دے گا۔ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہے۔ اگر ایسی حرکتیں وہ تیرے ساتھ کرے اور تیرے قابو میں آ جائے تو اس کے ٹکڑے اڑا دینا۔

وصیت کے متعلق دوسری روایت:

ایک روایت یہ ہے کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا اور یہ واقعہ ۶۰ ھ کا ہے اور یزید اس وقت موجود نہ تھا اپنے صاحب شرطہ ضحاک بن قیس فہری کو اور مسلم بن عقبہ مری کو بلایا اور ان دونوں شخصوں سے وصیت کی اور کہا میری وصیت یزید کو پہنچا دینا کہ ''اہل حجاز کے حال پر نظر رکھنا وہ تیری قوم کے لوگ ہیں۔ ان میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے اس کا اکرام کرنا اور جو دور ہوں ان کا خیال رکھنا۔ اور اہل عراق کے حال پر نظر رکھنا۔ اگر تجھ سے روز روز وہ یہ سوال کریں کہ ان کے حاکم کو بدل دے تو بدل دیا کرنا۔ ایک حاکم کو معزول کر دینا میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک لاکھ تلوار تیرے مقابلہ میں کھنچ جائے۔ اور اہل شام کے حال پر نظر رکھنا ان کو ہم راز اور دم ساز بنائے رکھنا۔

اگر دشمن کی طرف سے کوئی مہم تجھے درپیش ہو تو ان کے ذریعہ سے انتقام لینا جب ظفر مند ہو جانا تو اہل شام کو ان کے وطن کی طرف واپس کر دینا۔ غیر شہروں میں وہ رہیں گے تو وہیں کی باتیں سیکھیں گے اور قریش میں تین شخصوں کے سوا مجھے کسی کا خوف نہیں

ہے۔ حسین بن علی وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کو تو دینداری نے مارا تارا ہے وہ تجھ سے کسی بات کے طلب گار نہ ہوں گے۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہما سبک وضع آدمی ہیں اور مجھے امید ہے کہ جن لوگوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور ان کے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا خدا انہیں لوگوں کے ذریعہ سے تجھے حسین رضی اللہ عنہ کی فکر سے بھی نجات دے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کو قربت قریبہ حاصل ہے۔ بہت بڑا ان کا حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یگانوں میں ہیں۔

میرا گمان ہے اہل عراق ان کو خروج پر آمادہ کیے بغیر نہ چھوڑیں گے ان پر قابو پانا تو معاف کر دینا۔ میرے پاس کوئی ایسا شخص آتا تو میں بھی معاف ہی کر دیتا۔ ہاں ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر فریب و کینہ توز ہے اس کے مقابلہ کے لیے تیار رہنا اگر صلح کا طالب وہ ہو تو مان لینا جہاں تک تجھ سے ہو سکے اپنی قوم میں خونریزی نہ ہونے دینا۔

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ہلاک ہونے پر سب کا اتفاق ہے کہ رجب ۶۰ ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ رجب کی پہلی تھی یا پندرھویں یا بائیسویں تھی اور پنجشنبہ۔

مدتِ حکومت:

مقام اذرخ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے بیعت کی اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے جمادی الاولیٰ ۴۱ ھ میں بیعت کی۔ اور وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کی ۶۰ ھ میں ہوئی مدت خلافت انیس برس تین مہینے تھی۔ یہ بھی روایت ہے کہ اہل شام ذیقعدہ ۳۰ ھ میں جب حکمیں متفرق ہوئے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کر چکے تھے اور اس سے پیشتر طلب خون عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت انہیں لوگوں نے کی تھی۔ جب ربیع الاوّل ۴۱ ھ کی پچیسویں تاریخ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صلح کر کے امر خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا تو اور سب لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔

اور اس سال کا نام عام الجماعۃ ہوا۔ اور رجب ۶۰ ھ کی بائیسویں کو پنجشنبہ کے دن دمشق میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ مدت امارت انیس برس تین مہینے ستائیس دن ہوئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی موت اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت میں انیس برس دس مہینے تین دن کا فاصلہ ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انیس برس کچھ کم تین مہینے مدت خلافت ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر:

ولید نے زہری سے خلفاء کے سن کو پوچھا تو کہا معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر پچھتر سال کی تھی۔ ولید نے کہا واہ واہ کیا عمر تھی۔ کسی روایت میں تہتر کسی میں اٹھہتر کسی میں اسی کسی میں بیاسی سال کی عمر لکھی ہے۔

مرض الموت:

معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب مرض الموت ہوا اور لوگ کہنے لگے کہ یہ مرض الموت ہے تو اپنے گھر کے لوگوں سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میری آنکھوں میں سرمہ لگا دو۔ میرے سر میں تیل ڈال دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تیل لگا کر چہرہ کو ان کے چکنا کر دیا۔ اس کے بعد ان کے لیے فرش بچھا دیا۔ کہا مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھا دو۔ پھر کہا لوگوں کو بلا لو۔ کھڑے کھڑے سلام کر لیں کوئی بیٹھے نہیں لوگ آتے تھے کھڑے کھڑے سلام کرتے تھے دیکھتے تھے کہ سرمہ لگائے ہوئے ہیں۔ تیل ڈالے ہوئے ہیں تو کہتے تھے ہم تو سنتے تھے کہ ان کا وقت آخر ہے یہ تو سب سے زیادہ تندرست ہیں جب لوگ سب باہر چلے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھے: (مضمون)

''جہاں انسان موت کے پنجہ میں آیا پھر میں نے دیکھا کہ کوئی تعویذ نفع نہیں بخشتا''۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری دن:

کھنکار میں خون آنے کا مرض انھیں ہوا اور اسی دن انتقال ہو گیا اسی مرض میں دو بیٹیاں ان کی جس وقت کہ انہیں کروٹ دلوا رہی تھیں معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تم اس شخص کو الٹ پلٹ کر رہی ہو جو دنیا کے الٹ پلٹ کرنے میں استاد تھا شباب سے لے کر بڑھاپے تک مال جمع کیا دوزخ نہ جائے تو۔ پھر ایک شعر پڑھا۔ اسی مرض میں یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قمیص پہننے کو دیا تھا۔ میں نے اسے رکھ چھوڑا ہے اور ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشے تھے میں نے کترن اٹھالی اور ایک شیشی میں اسے رکھ دیا ہے جب میں مر جاؤں تو وہ قمیص مجھے پہنا دینا اور اس کترن کو ریزہ ریزہ کر کے رگڑ رگڑ کے میری آنکھوں میں میرے منہ میں چھڑک دینا۔ امید ہے کہ ان کی برکت سے خدا مجھ پر رحم کرے گا۔ یہ کہہ کر اشب بن رمیلہ نہشلی کے شعر پڑھے جو اس نے قباح کی مدح میں کہے تھے: (مضمون)

''تیرے مرنے سے جود و کرم مر جائے گا۔ لوگوں کو فیض پہنچنا موقوف ہو جائے گا یا رہے گا۔ تو بقدر سد رمق۔
سائل کا ہاتھ جھٹک دیا جائے گا۔ لوگ دین و دنیا میں سے اب اونٹنی کے ایک سوکھے ہوئے تھن کو پکڑے ہوئے ہیں''۔

ان کی بیٹیوں میں سے کسی نے یا کسی شخص نے کہا۔ نہیں امیر المومنین ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ اس مرض کو دفع کر دے گا یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پھر پڑھا:

''جہاں انسان موت کے پنجہ میں آیا میں نے دیکھا پھر کوئی تعویذ نفع نہیں کرتا''۔

مال کے متعلق وصیت:

اس کے بعد بے ہوشی سی طاری ہو گئی پھر کچھ ہوش آیا تو جو لوگ موجود تھے ان سے کہا خدائے عز و جل سے ڈرتے رہو جو کوئی اس سے ڈرتا ہے اسے اللہ سبحانہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے اور جو کوئی خدا سے نہیں ڈرتا اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اس کے بعد قضا کر گئے۔ حالت احتضار میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آدھے مال کو بیت المال میں بھیجنے کی وصیت کی تھی اس سے یہ مطلب تھا کہ باقی مال پاک ہو جائے۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے عالموں کا آدھا مال بانٹ لیا کرتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین:

معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرتے وقت یزید موجود نہ تھا ضحاک بن قیس فہری نے نماز جنازہ ان کی پڑھی۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ضحاک نکل آیا۔ اپنے دونوں ہاتھوں پر کفن کو رکھے ہوئے منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجا لایا اور کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کے سردار تھے ان سے عرب کی شان و شوکت تھی۔ خدائے عز و جل نے ان کے ذریعہ سے فتنہ و فساد کو قطع کیا اور ان کو اپنے بندوں کا بادشاہ بنایا اور ان کے ہاتھ سے ملک فتح ہوئے سنو وہ مر گئے دیکھو یہ ان کا کفن ہے۔ یہی کفن اب ہم انہیں پہنا دیں گے اور انہیں قبر میں سلا دیں گے اور انہیں ان کے اعمال کے ساتھ چھوڑ دیں گے پھر قیامت تک زمانہ برزخ ہے۔ تم لوگوں میں جو کوئی شریک ہونا چاہے وہ پہلی نماز کے وقت حاضر ہو جائے۔ یزید مقام حوارین میں تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کا حال لکھ کر اس کے پاس بھیج دیا تھا وہ اس وقت پہنچا جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو دفن کر چکے تھے۔ قبر پر آ کر اس نے نماز پڑھی۔ دعا کی اس کے بعد گھر آیا۔ اور چند شعر کا مرثیہ کہا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب:

نسب معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ وہ ابوسفیان کے بیٹے ہیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہے۔ ان کی ماں ہند رضی اللہ عنہا بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی اور کنیت ان کی ابوعبدالرحمٰن ہے۔

ازواج واولاد:

ان کے ازواج میں میسون بنت بحدل بن انیف بن دلجہ بن قنافہ بن عدی بن زہیر بن حارثہ بن جناب کلبی ہے۔ یزید اسی کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ یہ بھی منقول ہے ایک لڑکی بھی اس سے پیدا ہوئی تھی۔ امۃ رب المشارق اس کا نام تھا۔ بچپن ہی میں مرگئی۔

اور فاختہ بنت قرظہ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف ہے اس سے عبداللہ وعبدالرحمٰن دولڑکے پیدا ہوئے۔ عبداللہ احمق اور کم عقل تھا۔ ابوالخیر اس کی کنیت تھی۔ ایک دفعہ اس کا گذر ایک چکی والے کی طرف سے ہوا۔ اس نے چکی میں خچر کو باندھا تھا اور خچر کے گلے میں گھنٹی باندھ دی تھی۔ عبداللہ نے پوچھا گھنٹی اس کے گلے میں تم نے کیوں کر باندھی ہے۔

کہا اس لیے گھنٹی باندھ دی ہے کہ یہ کھڑا ہو جائے اور چکی رک جائے تو مجھے معلوم ہو جائے۔

عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر خچر کھڑے کھڑے سر ہلاتا رہے اور چکی نہ چلائے تو پھر تمھیں کیونکر خبر ہوگی۔

چکی والے نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے میرے خچر میں آپ کی سی عقل نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن بچپن ہی میں مرگیا۔

نائلہ بنت عمارہ کلبیہ:

نائلہ بنت عمارہ کلبیہ سے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ نے عقد کیا۔ اور میسوں سے کہا ذرا تم بھی جا کر اپنی بنت عم کو دیکھو۔ میسون اسے جا کر دیکھ آئی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ عورت کیسی ہے اس نے کہا بہت ہی خوبصورت ہے لیکن میں نے دیکھا کہ اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے اس کے شوہر کا سر ضرور اس کی گود میں رکھا جائے گا یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے طلاق دے دی اور حبیب بن مسلمہ فہری نے اس سے عقد کر لیا حبیب کے بعد پھر نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے اس سے عقد کیا۔ اس کے بعد نعمان رضی اللہ عنہ جب قتل کیے گئے تو ان کا سر نائلہ کی گود میں ڈال دیا گیا۔

کتوہ بنت قرظہ فاختہ کی بہن بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہے۔ قبروس میں جب انھوں نے جہاد کیا تو یہ عورت ساتھ تھی وہیں مر گئی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متفرق حالات

دربان کا تقرر:

معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب خلافت کی بیعت ہوئی تو رئیس شرطہ قیس بن حمزہ ہمدانی کو مقرر کیا۔ پھر اس کو معزول کر کے زیبل بن عمرو غدری یا سکسکی کو یہ عہدہ دیا۔ ان کا کاتب اور احکام کا جاری کرنے والا سرجون بن منصور رومی تھا۔ دربانوں کا جماعہ دار ایک غلام آزاد تھا۔ جس کا نام مختار تھا یا مالک ابوالمخاری۔ یہ شخص حمیر کا غلام آزاد تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دربان مقرر کیے۔ حاجیوں کا سرگروہ ان کا غلام سعد تھا۔ قاضی ان کے عہد کا فضالہ بن عبید انصاری اور ان کے مرنے کے بعد ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ خولانی کو قاضی مقرر کیا تھا۔

دیوان خاتم کا قیام:

دیوان خاتم پر عبداللہ بن محصن حمیری تھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دیوان خاتم مقرر کیا اور سبب اس کا یہ ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن زبیر کی کفالت کرنے کے لیے اور ان کا قرض ادا کرنے کے لیے ایک لاکھ درم کا زیاد بن سمیہ کے نام پر لکھ دیا تھا۔ عمرو نے اس فرمان کی مہر توڑ کر لاکھ کے بدلے دو لاکھ کر دیئے۔ زیاد نے جب حساب پیش کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ اب زیاد نے عمرو سے مواخذہ کیا کہ اس مال کو واپس کرے اور اسے قید بھی کر لیا۔ آخر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھائی کی طرف سے مال ادا کیا۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیوان خاتم کو قائم کیا اور مراسلات پر کمربند لگائے جانے لگے۔ پیشتر اس کا رواج بھی نہ تھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا تھا کہ قیصر و کسریٰ کے عیار و پرفن ہونے کا تم کیا کرتے ہو تمہارے یہاں بھی تو معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہے عمرو عاص رضی اللہ عنہ اہل مصر کو ساتھ لیے ہوئے ایک دفعہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان لوگوں کو سکھا دیا کہ پسر ہند کے سامنے جانا تو امیر المومنین کہہ کر اسے سلام کرنا۔ اس سے اس کی نظر میں تمہاری عظمت ہوگی اور جہاں تک بن پڑے تعظیم میں کمی نہ کرنا۔ جب وہ لوگ سب آنے لگے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاجیوں سے کہہ دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پسر نالغہ نے ان لوگوں کے نزدیک میرے رتبہ کو کم کر دیا ہے۔ دیکھو جب یہ آئیں تو جہاں تک ہو سکے ان کو خوب جھنکانا اور ستانا۔[1] غرض جو شخص پہلے معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا وہ ابن الخیاط تھا۔ حاجیوں نے اسے بہت ہی پریشان کر دیا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔ پھر پے در پے لوگ آنے لگے اور اسی طرح کا سلام سب نے کیا جب وہاں سے نکلے تو ابن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی مار تم لوگوں پر۔ میں نے تو منع کیا تھا کہ امیر المومنین کہہ کر اسے سلام نہ کرنا۔ تم نے رسول اللہ کہہ کہہ کر سلام کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے سر پر عمامہ حرقانیہ تھا اور سرمہ لگائے ہوئے تھے اور جب کبھی وہ اس عمامہ کو پہنتے تھے اور سرمہ لگاتے تھے تو بہت خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔

---

[1] یہاں کا ایک فقرہ ابن اثیر نے بھی چھوڑ دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ملک شام میں آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے حشم وحذم کے ساتھ ان سے ملاقات کی اور اسی طرح کے حشم و حذم کے ساتھ ان کے پاس گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم شام کو بھی حشم وحذم کے ساتھ پھرتے ہو اور صبح کو بھی ویسا ہی حشم وحذم ساتھ لے کر نکلتے ہو اور یہ بھی میں نے سنا کہ تم گھر میں ہوتے ہو اور اہل حاجت تمہارے دروازہ ہی پر رہتے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المومنین دشمن یہاں سے بہت قریب' اس کے جاسوس ومخبر بہت سے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ شوکت اسلام کو دیکھیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو ایک عاقلانہ کید ہے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المومنین آپ جیسا فرمایئے میں اسی حکم کو بجا لاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جب کسی بات پر تم کو ٹوکا ہے تم نے ضرور اسے ترک کر دیا ہے۔ اس باب میں نہ میں حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا میرا سن زیادہ ہو گیا ہے ہڈیاں چور ہو گئی ہیں۔ قریش میرے دشمن ہو گئے ہیں تم مجھے معزول کرنا چاہو تو کر دو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا تمہارا خط مجھے پہنچا تم کہتے ہو کہ میرا سن زیادہ ہو گیا ہے میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری عمر کا فائدہ تمہیں کو پہنچا۔ تم ذکر کرتے ہو کہ قریش میرے دشمن ہو گئے ہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کے سوا تمہیں کسی سے فائدہ نہیں پہنچا اور تم نے سوال کیا ہے کہ میں تمہیں معزول کر دوں۔ لو میں نے تم کو معزول کر دیا۔ اگر تم سچے ہو تو سمجھو میں نے تمہاری بات کو قبول کر لیا اور اگر تم مکر کرتے ہو تو میں نے بھی تم سے مکر کیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول:

معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص اموی ہو کر اپنے مال کا انتظام نہ کرے حکم اس میں نہ ہو وہ اپنے خاندان سے الگ ہے اور جو شخص ہاشمی ہو کر سخی جواد نہ ہو وہ بھی اپنے خاندان سے الگ ہے۔ ہاشمی کی طاقت وشجاعت وسخاوت چھپ نہیں سکتی۔ ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے ان کے ساتھ عبید اللہ بن ابی بکرہ اور ان کا بیٹا بشیر بھی تھا۔ بشیر نے بہت سا کھانا کھا لیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے گوشہ چشم سے اس کی طرف نگاہ کی اور عبید اللہ اس بات کو سمجھ گیا۔ اس نے چاہا کہ لڑکے کو اشارہ کرے۔ وہ جب تک فارغ نہ ہوا' اس نے کھانے سے سر ہی نہ اُٹھایا۔ عبید اللہ نے باہر آ کر اسے ملامت کی کہ یہ تو نے کیسی بے تمیزی کی۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو لڑکا ساتھ نہ تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تمہارا بیٹا دکھاؤ کیسا ہے کہا کہ بیمار ہو گیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں سمجھ گیا تھا کہ یہ کھانا اسے بیمار ڈال دے گا۔

ابو بردہ کے لیے یزید کی سفارش:

ایک دفعہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سیاہ برنس سر پر پہنے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا السلام علیک یا امین اللہ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا وعلیک السلام۔ جب وہ چلے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بڈھا اس لیے آیا تھا کہ میں اسے کوئی خدمت دوں۔ واللہ! کوئی خدمت اسے میں نہ دوں گا۔ ابو بردہ کہتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک زخم لگا تھا میں انہیں دنوں میں ان کے پاس گیا۔ مجھ سے کہا بھتیجے میرے پاس آ کر دیکھ۔ میں نے دیکھا تو زخم میں سلائی دی جا چکی تھی۔ میں نے کہا امیر المومنین آپ کے لیے کچھ خوف کی بات نہیں ہے اسی وقت یزید بھی آ گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگر کسی کو حکومت کی کچھ خدمت دو تو اس کو دو۔ ان کے والد میرے دوست تھے۔

یہ بات کہی یا اسی قسم کی کوئی بات کہی تھی اور کہا کہ ہاں جنگ و جدال کے جو معرکے میں نے دیکھے وہ انہوں نے نہیں دیکھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن اشعث :

ایک دفعہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف کے لیے اذن دیا کہ اسے بلالو۔ اور سب سے پہلے انہیں کے لیے اذن ہوا بھی کرتا تھا۔ محمد بن اشعث بھی اس کے بعد چلا آیا۔ اور احنف اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیچ میں بیٹھ گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسے پہلے جو بلا لیا تو اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ تم اس سے ادنیٰ درجہ رکھتے ہو۔ مگر تمہارے اس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس میں اپنی ذلت سمجھے۔ ہم جس طرح تمہارے امور کا اختیار رکھتے ہیں۔ تمہارے اذن دینے کا بھی اختیار رکھتے ہیں۔ ہم جو بات تم سے چاہیں تم بھی اسی بات کی ہم سے خواہش کرو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔

ربیعہ بن عسل یربوعی :

ربیعہ بن عسل یربوعی نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر نکاح کی درخواست کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ستو پلانے کے لیے کہا اور پوچھا۔ ربیعہ تمہاری طرف لوگوں کا کیا حال ہے اس نے کہا لوگوں میں اختلاف ہے۔ کوئی فرقہ ایسا ہے کوئی ویسا۔ پوچھا تم کس فرقہ میں ہو۔ کہا میں ان کے کسی فرقہ میں نہیں ہوں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں جانتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ فرقے وہاں ہیں۔ ربیعہ نے کہا امیر المومنین مجھے گھر بنانے کے لیے بارہ ہزار لٹھے دلوا دیجیے۔ پوچھا تمہارا گھر کہاں ہے کہا کہ بصرہ میں اور اتنا بڑا مکان ہے جس کی دو فرسخ تک لمبان اور دو فرسخ تک چوڑان ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارا گھر بصرہ میں ہے یا بصرہ گھر میں ہے اس کا ایک بیٹا ابن ہبیرہ کے پاس گیا۔ اس سے کہا خدا امیر کو خوش رکھے۔ میں رئیس قوم کا بیٹا ہوں والد نے میرے معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں نکاح کی درخواست کی ہے۔ ابن ہبیرہ نے سلم بن قتیبہ سے پوچھا کیا کہہ رہا ہے یہ۔ کہا کہ یہ احمق ترین قوم کے بیٹے ہیں۔ ابن ہبیرہ نے کہا پھر تو تمہارے والد کی کچھ نہ رہی۔

عتبہ اور عنبسہ میں کشیدگی :

ابوسفیان کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عنبسہ میں ایک دفعہ نزاع واقع ہوئی۔ عتبہ ہند کے پیٹ سے تھا اور عنبسہ ابواز یہر دوسی کی بیٹی کے پیٹ سے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عنبسہ پر عتاب کیا۔ عنبسہ نے کہا امیر المومنین آپ بھی مجھی سے برہم ہوتے ہیں کہا اے عنبسہ عتبہ ہند کا بیٹا ہے۔ عنبسہ نے کہا ہم سب تو ہمیشہ سے اتفاق رکھتے تھے اب ہند نے ہم میں جدائی ڈلوادی۔ اگر میں ہند کے پیٹ سے نہیں ہوں تو کیا۔ میری ماں گوری چٹی جس کی قرابت پر رؤسائے بزرگ فخر کرتے ہیں جس کا باپ ہر جاڑے میں مہمانوں کا شفیق ضعیفوں کا ملجاء و ماویٰ۔ مشتاقین[1] اس کی بھری رہتی ہیں۔ تہامہ یا نجد کی زمینوں سے جو مصیبت زدہ آ جائے اس کی خبر گیری کرتی ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اب یہ کلمہ تمہاری نسبت میں کبھی زبان سے نہ نکالوں گا۔

قیصر کی پیش قدمی :

ایک شب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس خبر آئی کہ قیصر لوگوں کو لیے ہوئے ان کی طرف آ رہا ہے اور تاتل بن قیس جذامی فلسطین

---

[1] لَا تَنُوءُ مِنَ الْجَهْدِ جُفْنَيْنَا ته ما اِنْ تَزَالُ مُقِيمَةٌ لِمَنْ خافَ مِنْ غَوْرَیْ تَهَامَةَ اَوْ نَجْدِ ۱۲

پر غالب آ گیا اور بیت المال وہاں کا اس نے لے لیا اور اہل مصر میں سے جو لوگ زندان میں تھے بھاگ گئے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لوگوں کو لیے ہوئے تمہارے قصد میں آ رہے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے موذن کو حکم دیا کہ اسی وقت اذان دے۔ اور آدھی رات ہو گئی تھی۔ عمرو بن عاص نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے آ کر پوچھا کہ مجھے کیوں بلا بھیجا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا۔ عمرو نے کہا اس وقت جو اذان ہوئی ہے وہ میرے ہی لیے ہوئی ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا چار کمانوں کے تیر مجھ پر چل گئے عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ جو تمہارے زندان سے نکل گئے ہیں۔ خدا عزوجل کے زندان میں تو ہیں۔ یہ سب خوارج ہیں ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ تم یہ حکم دے دو کہ جو شخص ان میں سے کسی شخص کو گرفتار کر کے یا اس کا سر لے کر آئے گا اسے انعام اسی کے خون بہا کے برابر ملے گا۔ اسی طرح سب کے سب تمہارے پاس آ جائیں گے۔ قیصر سے تم صلح کر لینا اسے مال اور خلعت دینا وہ اسی میں خوش ہو جائے گا۔ ہاں ناتل بن قیس کے باب میں قسم کھا کر میں کہ سکتا ہوں کہ اس نے مذہب کے جوش میں یہ حرکت نہیں کی ہے جو کچھ وہ پا گیا بس اسی کا وہ طالب تھا تم اسے ایک خط لکھو جو کچھ اس نے لیا ہے معاف کر دو اور اسے ہضم ہونے دو۔ مگر وہ تمہارے قابو میں آ جائے یا نہ آئے اس سے مطمئن نہ ہونا۔ اپنا زور اور اپنی تلوار اسی کام میں لگا دینا کہ تمہارے ابن عم کا خون اس پر ہے۔

ابرہہ بن صباح کی رہائی:

زندان سے ابرہہ بن صباح کے سوا سب کے سب بھاگ گئے تھے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے اس نے کہا بغض علی رضی اللہ عنہ یا حب معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے نہیں روک رکھا بلکہ میں نکل ہی نہ سکا۔ یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی رہا کر دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اعتراف:

شام کے ایک قریہ سے کسی ضلع کی طرف معاویہ رضی اللہ عنہ جا رہے تھے شام کے ایک مکان میں اتر پڑے' کوٹھے پر ان کے لیے فرش ہو گیا۔ ابن مسعدہ بھی ان کے پاس بیٹھے تھے اس طرف سے اونٹوں کی قطاریں اونٹنیاں گھوڑے چھوکریاں گذریں۔[1] معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن مسعدہ خدا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے نہ تو انہوں نے دنیا کی خواہش کی۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے دنیا سے فائدہ اٹھایا اور دنیا نے ان سے۔ ہمارا یہ حال ہے کہ دنیا میں لتھڑ گئے۔ یہ کہہ کر کچھ پشیمان ہوئے پھر کہنے لگے۔ واللہ یہ تو بادشاہی ہے کہ خدا نے ہم کو عطا کی۔

زید بن عمر رضی اللہ عنہما اور بسر بن ارطاۃ:

عمرو عاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ملک مصر میں جاگیر ان کو جو عطا ہوئی ہے وہ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو بھی ملے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابوعبداللہ رضی اللہ عنہما نے یہ کیا خرافات لکھا ہے دیکھو تم لوگ گواہ رہو۔ میں ان کے بعد زندہ رہا تو ان کے اس عہد

---

[1] ظاہراً یہ سب مال غنیمت تھا۔ مترجم

کو توڑ دوں گا۔ عمرو عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں دیکھتا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تکیہ لگائے پاؤں پر پاؤں رکھے آنکھ کو دبائے ہوئے کسی شخص سے پوچھ رہے ہیں کہ ''بتا'' تو مجھے ترس آ جاتا تھا۔ عمروؓ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا سب سے بڑھ کر تمہارا خیر خواہ میں نہیں ہوں۔ کہا تمہارے لیے جو کچھ ہوا اسی سبب سے تو ہوا۔ ایک دفعہ بسر بن ابی ارطاۃ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے علی رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا۔ زید بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ عصا لے کر بسر پر پل پڑے اس کا سر پھاڑ ڈالا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک بزرگ قریش رئیس اہل شام پر تم نے حملہ کیا اور مارا۔ اور بسر سے کہا کہ سب کے سامنے تم علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہو۔ وہ ان کے نانا ہیں۔ یہ فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ تم سمجھتے تھے کہ یہ سنیں گے اور کھا بے دیں گے۔ پھر دونوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے راضی کر لیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پسندیدگی:

معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں اپنے نفس کو اس سے برتر سمجھتا ہوں کہ کوئی گناہ میرے عفو سے بڑھ کر ہو۔ کوئی جہالت میرے حلم سے زیادہ ہو یا کسی کا عیب ہو اور میں نہ ڈھانکوں۔ یا کسی کی بدی میرے احسان سے بڑھ کر ہو۔ ان کا قول ہے کہ عفت شریف کی زینت ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ شاداب زمین میں ابلتا ہوا چشمہ ہو۔ عمرو عاص رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ عرب کی سی عالی خاندان عورت سے شادی کروں۔ دروان مولائے عمرو عاص نے کہا مجھے اس سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ بھائیوں پر احسان کرو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھ سے زیادہ اس خصلت کا احق ہوں۔ اس نے کہا جو بات آپ کو پسند ہے وہی کیجیے۔ مدینہ کا عامل جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مراسلت روانہ کرتا تھا تو حکم دیتا تھا کہ منادی ندا کر دے کہ جس کو ضرورت ہو وہ امیر المومنین کو لکھے۔ زر بن حبیش یا ایمن بن حزیم نے ایک پرچہ لکھ کر خطوں میں ڈال دیا اس میں یہ چار مصرعے تھے۔

جب اپنی اولاد کے یہاں اولاد ہو بڑھاپے سے بازو تھرانے لگیں
بیماریوں کی عادت پڑ گئی ہو تو پھر کھیت کے کٹنے کا زمانہ قریب ہے

جب یہ خط پہنچے اور نے اس پرچہ کو بھی پڑھا تو کہا۔ یہ میری موت کی خبر مجھے دے رہا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ غصہ کے پی جانے میں جو مزہ مجھے ملتا ہے وہ کسی شے میں نہیں ملتا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عبدالرحمٰن بن حکم کو نصیحت:

عبدالرحمٰن بن حکم سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا پیارے بھتیجے تم کو شعر کا بہت ذوق ہے۔ دیکھو عورتوں سے اظہار تعشق کے مضامین کبھی نہ کہنا اس میں کوئی شریف عورت بدنام ہو جائے گی۔ ہجو کبھی نہ کہنا کہ کسی کریم کو بدنام کر دیا کسی لئیم کو ہیجان میں لاؤ بادہ فروشی نہ کرنا کہ یہ ایک بیہودہ لقمہ ہے۔ ہاں اپنی قوم کی مفاخرت میں شعر کہو اور ایسی امثال نظم کرو جس سے تمہارے نفس کی زینت ہو اور دوسرے ادب سیکھیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے الشما کو گاڑھا پہنے ہوئے دیکھا تو اسے برا سمجھے۔ اس نے کہا امیر المومنین یہ گاڑھا تو آپ سے بات نہیں کرتا۔ بات تو وہ کرتا ہے جو اسے پہنے ہوئے ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مروان:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کہا دو شخص ایسے ہیں کہ مر کے بھی نہ مریں گے ایک شخص ایسا ہے کہ مر گیا تو مر گیا۔ میں مر جاؤں گا تو میرا بیٹا میری جگہ پر ہوگا سعید مر جائے گا تو عمرو اس کی جگہ پر ہوگا۔ عبداللہ بن عامر مر جائے گا تو مر ہی جائے گا۔ یہ خبر مروان کو پہنچی تو

پوچھنے لگا۔ کیا میرے بیٹے عبدالملک کا نام نہیں لیا۔ لوگوں نے کہا ''نہیں'' مروان نے کہا ان دونوں کے بیٹوں کو میں اپنے بیٹے کے برابر نہیں سمجھتا۔ ایک شخص نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کن لوگوں کو آپ زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو سب سے زیادہ مجھ کو عزیز خلق بناتے ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حلم:

معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بندہ کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں عقل و حلم ان میں سب سے افضل ہے کہ جب اس کی تعریف کی جائے تو وہ بھی ذکر خیر کرے۔ جب اسے عطا کیا جائے تو وہ بھی شکر گذار ہو۔ جب مصیبت پڑے تو صبر کرے۔ غصہ آ جائے تو صبر کرے۔ قابو پا جائے تو بخش دے۔ خطا کرے تو بخشوا لے۔ وعدہ کرے تو اسے پورا کرے۔ ایک شخص نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دست درازی اور پھر اس میں بھی زیادتی کی۔ کسی نے کہا اس میں بھی آپ حلم سے کام لیتے ہیں۔ کہا میں اس وقت تک لوگوں کی زبان نہیں روکتا جب تک وہ میری بادشاہی میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔

عبداللہ بن جعفر اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر کو گانے بجانے پر ملامت کی تھی ایک دن ابن جعفر بدیح کو ساتھ لیے ہوئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔ ابن جعفر نے بدیح سے کہا کچھ گاؤ۔ وہ گانے لگا معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے گانے پر پاؤں ہلانے لگے۔ ابن جعفر نے کہا۔ امیر المومنین ذرا ٹھہرے ہوئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اہل کرم کی طبیعت مزہ دار ہوتی ہے۔ ایک دفعہ عبداللہ بن جعفر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان کے ساتھ سائب خاثر بنی لیث کا غلام آزاد بھی تھا اور یہ بڑا بدکار شخص تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن جعفر سے کہا بیان کرو کیا کام ہے ابن جعفر نے سائب خاثر کا کچھ کام تھا وہ بیان کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون شخص ہے یہ انہوں نے سب حال کہہ دیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسے اندر بلاؤ۔ سائب خاثر دیوان خانہ کے دروازہ پر آ کھڑا ہوا اور یہ گیت گانے لگا[1] معاویہ رضی اللہ عنہ نے تعریف کی اور کام اس کا پورا کر دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ بادشاہی کا سزاوار معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہ پایا۔ لوگوں کے اترنے کے لیے ان کا فیض ایک وادی وسیع کے مثل تھا۔ وہ اس تنگ دل جزرس بخیل یعنی ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے مثل نہ تھے۔ قبیصہ بن جابر اسدی نے لوگوں سے ذکر کیا میں تم سے بیان کروں کن لوگوں کی صحبت میں نے اٹھائی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صحبت میں میں رہا ہوں، میں نے ان سے بڑھ کر فقہ میں اور وعظ و نصیحت میں کسی کو نہ پایا۔ پھر طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں میں رہا ہوں۔ میں نے ان سے بڑھ کر مال کثیر کا بے مانگے دینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا۔ میں نے ان سے بڑھ کر رفیق کو دوست اور ظاہر و باطن کو یکساں رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اگر ایسے کسی شہر میں رکھا جاتا جس کے تمام دروازوں سے بے مکر و دغا کیے نکلنا محال ہوتا تو وہ اس میں سے بھی نکل ہی آتے۔

---

[1] گیت کے ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

باب ۸

یزید بن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید سے لوگوں نے بیعت خلافت کی۔ یہ واقعہ رجب کی پندرھویں یا بائیسویں کا ہے۔ بعض غرۂ رجب لکھتے ہیں۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ میں اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بحال رکھا۔ مدینہ کا امیر ولید بن عتبہ بن ابوسفیان تھا اور مکہ کا عمرو بن سعید بن العاص۔ یزید جب والی ملک ہوا تو اسے اس کے سوا کوئی فکر نہ تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بعد اس کے ولی عہد کرنے کے لیے لوگوں سے بیعت طلب کی ہے تو جن لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر بیعت نہیں کی ان سے بیعت لی جائے اور ان کی طرف سے فراغت حاصل کی جائے۔

یزید کا ولید بن عتبہ کے نام خط:

اسی بناء پر اس نے ولید بن عتبہ کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''امیر المومنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کو معلوم ہو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ خدا نے ان کو کرامت و خلافت و عطایا و حکومت سے سرفراز کیا تھا۔ جتنی عمران کی لکھی ہوئی تھی اس وقت تک زندہ رہے۔ جب مدت تمام ہوگئی مر گئے خدا ان پر رحم کرے کہ زندگی بھر لائق ستائش رہے اور نیکوکار و پرہیز گار ہو کر مرے۔ والسلام۔
ایک اور رقعہ میں اسے لکھا کہ حسین اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے بیعت لینے میں تشدد کرو اور جب تک بیعت نہ کرلیں ذرا انہیں مہلت نہ دو''۔

ولید بن عتبہ اور مروان بن حکم:

معاویہ رضی اللہ عنہ کی خبر مرگ سے ولید کو تشویش ہوگئی ایک امر عظیم سمجھا اور مروان بن حکم کے پاس کسی کو بھیج کر بلوایا۔ ولید جس روز مدینہ میں آیا ہے مروان بھی بہت کراہت کے ساتھ شہر میں آیا تھا اس بات پر ولید نے اپنی صحبت میں اسے گالیاں دی تھیں یہ خبر مروان کو ہوئی تو اس نے ولید سے ملنا ترک کر دیا اور اس سے قطع تعلق کیا تھا۔ اس کو اتنا زمانہ گذرا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خبر مرگ ولید کو پہنچی۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہلاک ہونے کو ولید امر عظیم سمجھا اور اس کے ساتھ ان لوگوں سے بیعت لینے کا اسے حکم ہوا تو اس وقت مروان سے مشورہ لینے پر وہ مجبور ہوا۔ اور اسے بلا بھیجا۔ جب اس نے یزید کا خط مروان کو پڑھ کر سنایا تو مروان نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون و رحمۃ اللہ۔

مروان بن حکم کا ولید کو مشورہ:

ولید نے اس باب میں اس سے مشورہ چاہا۔ پوچھا تمہاری کیا رائے ہے ہم کو کیا کرنا چاہیے مروان نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسی وقت ان لوگوں کو بلا بھیجو۔ جب وہ آئیں تو ان سے یزید کی بیعت اور اطاعت گذاری کا اقرار لو وہ مان جائیں تو

تم بھی مان جانا اور اس سے باز رہنا۔ انکار کریں تو سب کی گردن مارنا۔ ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرنے کی خبر نہ ہونے پائے۔ اگر انہیں یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مر گئے تو ان میں سے ہر شخص کسی طرف اٹھ کھڑا ہوگا اور مخالفت و مقابلہ پر کمر باندھ لے گا۔ اور کیا معلوم کہ لوگوں کو اپنی اطاعت پر آمادہ کرے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ کو تو میں نہیں سمجھتا کہ جدال و قتال کو پسند کریں یا حکومت کی ان کو خواہش ہو۔ ہاں بے مانگے یہ حکومت ان کے سر ڈال دی جائے تو اور بات ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی طلبی:

غرض عبداللہ بن عمر بن عثمان ایک نوجوان کو دو شخصوں کے بلانے کے لیے بھیجا اس نے مسجد میں ان دونوں کو پایا۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے آ کر کہا کہ امیر نے تم دونوں آدمیوں کو طلب کیا ہے وقت یہ ایسا تھا کہ ولید اس وقت لوگوں سے نہیں ملتا تھا نہ یہ دونوں شخص کبھی ایسے وقت اس سے ملنے کو جاتے تھے۔ دونوں نے یہ جواب دیا۔ تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اب حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس وقت تو ولید کسی سے ملتا نہیں بتاؤ کیوں ہم لوگوں کو بلایا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں سمجھتا ہوں ان لوگوں کا فرعون ہلاک ہو گیا ہے ہم کو اس لیے بلا بھیجا ہے کہ اس خبر کے فاش ہونے سے پہلے ہی بیعت کے لیے ہم پر مواخذہ کرے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہی سمجھتا ہوں۔ پھر پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے کہا اسی وقت اپنے جوانوں کو ساتھ لے کر ولید کے پاس جاتا ہوں۔ دروازہ پر ان لوگوں کو روک دوں گا اور خود اس کے پاس جاؤں گا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور ولید بن عتبہ کی ملاقات:

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم اس کے پاس گئے تو مجھے تمہاری جان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسی طرح جاؤں گا کہ نکل بھی سکوں۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے خادموں کو اور اقربا کو ساتھ لے کر چلے۔ ولید کے دروازہ پر پہنچے تو ساتھ کے لوگوں سے کہا کہ میں اندر جاتا ہوں اگر میں تم کو پکاروں یا تم سنو کہ ولید نے بلند آواز کی تو تم سب کے سب اندر چلے آنا۔ نہیں تو جب تک میں باہر نہ آؤں اپنی جگہ پر موجود رہنا۔ یہ کہہ کر داخل ہوئے اور اسلام علیک یا امیر کہا۔ مروان اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے موت معاویہ رضی اللہ عنہ سے انجان ہو کر کہا۔ میل رکھنا ترک ملاقات سے بہتر ہے خدا نے تم دونوں آدمیوں میں صفائی کر دی۔ دونوں نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ حسین رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے تو ولید نے خط پڑھ کر سنایا۔ معاویہؓ کے مرنے کی خبر دی اور بیعت کا طالب ہوا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم میں تلخ کلامی:

حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہا کہ خدا معاویہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور تمہارا اجر زیادہ کرے۔ بیعت کا جو تم نے مجھ سے سوال کیا۔ تو میں پوشیدہ طور پر بیعت کرنے والا نہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تم کو بھی مجھ سے پوشیدہ طور پر بیعت لینے کی جرأت نہ کرنا چاہیے۔ مجھ سے لوگوں کے سامنے علانیہ بیعت لینا چاہیے۔ ولید نے کہا: اچھا! حسین رضی اللہ عنہ نے کہا جب لوگوں کے مجمع میں آ کر تم سب سے بیعت لینا تو ان کے ساتھ ہی ہم سے بھی لینا تو ایک ہی بات ہے۔ ولید کا مزاج عافیت پسند تھا کہنے لگا۔ بسم اللہ آپ تشریف لے جائیے۔ سب لوگوں کے مجمع ہی میں ہم سے ملئے گا۔ مروان بول اٹھا اگر اس وقت بغیر بات کیے یہ تمہارے پاس سے چلے گئے تو واللہ پھر جب تک کہ تم میں بشدت کشت و خون نہ ہو اس طرح تمہارے قابو میں یہ نہ آئیں گے تو واللہ پھر قید کر لو۔

تمہارے پاس سے نکلنے نہ پائے۔ بیعت کرے تو کرے نہیں تو اس کی گردن ماردو۔ حسین رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا ابن الزرقاء کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ قتل کرے گا۔ واللہ تو نے جھوٹ بکا جھک مارا۔ یہ کہہ کر نکلے ہوئے چلے گئے اپنے انصار میں آ گئے۔ اور سب کو ساتھ لیے ہوئے اپنے مکان پر آ گئے۔

ولید بن عتبہ کا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے سے انکار:

مروان نے ولید سے کہا تم نے میرا کہنا نہ مانا۔ حسین رضی اللہ عنہ کے لیے ایسا موقع تمہیں اب کبھی نہیں ملے گا۔ ولید نے کہا سنا مروان کسی اور ہی کو ملامت کرو۔ تم مجھے ایسا مشورہ دیتے تھے جس میں میرے دین کی تباہی تھی۔ واللہ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے ساری دنیا کا مال و ملک جہاں تک آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے مجھ کو مل جائے تو مجھے منظور نہیں۔ سبحان اللہ حسین رضی اللہ عنہ کو ایک بیعت کے نہ کرنے پر میں قتل کروں۔ واللہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جس شخص سے خون حسین رضی اللہ عنہ کی باز پرس ہو وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے خفیف المیز ان ٹھہرے گا مروان نے کہا یہی تمہاری رائے ہے تو جو کچھ تم نے کیا بہت ہی اچھا کام کیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طلبی:

یہ کلمہ ولید کی رائے کو ناپسند کر کے مروان نے کہا تھا۔ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر اپنے گھر میں آ کر چھپ رہے ولید نے ان کے پاس کسی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے اپنی حفاظت کر لی ہے۔ اس پر ولید نے زیادہ تر اصرار کیا۔ بہت سے لوگوں کو پے در پے ان کے پاس بھیجا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے تو یہ کہا کہ ٹھہرو تم بھی غور کر لو ہم بھی غور کر لیں۔ تم بھی سوچ لو ہمیں بھی سوچنے دو۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا میرے ساتھ جلدی نہ کرو میں ضرور آؤں گا مجھے ذرا مہلت دو۔ اس پر وہ لوگ ان دونوں آدمیوں سے نہایت مصر ہوئے۔ دن رہے سے رات گئے تک اصرار کرتے رہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کو بہت ہی طرح دیتے رہے۔ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس ولید نے اپنے خادمیوں کو بھیجا انھوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں۔ پکار پکار کر کہا۔ اے پسر کاہلیہ امیر کے پاس چل نہیں تو واللہ وہ تجھے قتل کریں گے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس دن کو رات گئے تک یہ کہہ کہہ کر ٹالا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ جب ان لوگوں نے شدت کی تو یہ کہا ''پے در پے تم لوگوں کے آنے سے اور میرے پاس اتنے لوگوں کو بھیجنے سے بخدا مجھے کھٹکا ہو گیا ہے تم لوگ میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ میں خود امیر کے پاس کسی کو بھیجتا ہوں کہ ان کی رائے ان کا حکم معلوم ہو' یہ کہہ کر انہوں نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہما کو امیر کے پاس بھیجا۔ انھوں نے جا کر کہا۔ خدا کے واسطے عبداللہ رضی اللہ عنہ پر شدت کرنے سے باز آیئے۔ آپ نے پے در پے لوگوں کو بھیج کر انہیں اندیشہ مند و خائف کر دیا ہے۔ صبح کو ان شاء اللہ وہ آپ کے پاس آ جائیں گے۔ اپنے لوگوں کو حکم دیجیے کہ ہمارے مکان پر سے چلے جائیں۔ ولید نے اپنے لوگوں کو بلا لیا وہ سب چلے آئے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا فرار:

ابن زبیر رضی اللہ عنہما رات ہی کو گھر سے نکل کر فرع کی طرف روانہ ہوئے ان ے بھائی جعفر کے سوا کوئی شخص ساتھ نہ تھا بڑے رستہ کو تعاقب کے خوف سے انھوں نے ترک کیا اور مکہ کی طرف چلے۔ صبح ہوئی تو ولید نے ان کے پاس کسی کو بھیجا۔ معلوم ہوا کہ وہ نکل گئے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا تعاقب:

مروان نے کہا میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ کی طرف جانے میں ہرگز نہ چوکے گا اور ابن زبیرؓ کے تعاقب میں

لوگوں کو روانہ کیا۔ بنی امیہ کے خادموں میں سے ایک سوار کو اسی سواروں کے ساتھ اس کام کے لیے بھیجا۔ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو ڈھونڈتے پھرے نہ پاسکے۔ واپس چلے آئے۔ دن بھر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ڈھونڈنے میں حسین رضی اللہ عنہ کو بھولے رہے۔ شام کے وقت ان کے پاس لوگوں کو بھیجا۔ انہوں نے کہا صبح ہونے دو پھر دیکھا جائے گا۔ شب بھر کے لیے وہ خاموش ہو رہے۔ اصرار نہیں کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی مکہ:

حسین رضی اللہ عنہ اسی رات کو یعنی رجب ۶۰ھ کی اٹھائیسویں اتوار کی شب کو مدینہ سے نکل گئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما اس سے ایک شب پہلے روز شنبہ کی رات کو نکلے تھے اور فرع کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جعفر بھائی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ صبرۂ حنظلی کا یہ شعر زبان سے نکلا:

''جو شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اس پر ایسی رات بھی آنے والی ہے کہ اپنے جگر گوشوں کا داغ دل پر اٹھائے ہو''۔

یہ سن کر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ بھائی اس کے شعر پڑھنے سے تمہارا کیا مطلب تھا جعفر نے کہا بھائی واللہ کسی ایسی بات کا مجھے خیال نہ تھا جو آپ کو ناگوار ہو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا بلا ارادہ تمہاری زبان پر یہ شعر آ گیا تو اور بھی زیادہ ناگوار ہونے کی بات ہے۔ وہ اسے فال بد سمجھے۔ حسین رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو بھائیوں کو بھتیجوں کو اور محمد بن حنفیہ کے سوا تمام اہل بیت کو لے کر نکلے تھے۔

محمد بن حنفیہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

محمد بن حنفیہ نے کہا بھائی تمام خلق میں آپ سے بڑھ کر کسی کو میں دوست وعزیز نہیں رکھتا۔ اور خیر خواہی کا کلمہ آپ سے بڑھ کر کسی کے لیے دنیا میں میرے منہ سے نہیں نکلے گا۔ آپ اپنے لوگوں کے ساتھ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور سب شہریوں سے جہاں تک ہو سکے الگ رہیے۔ اور اپنے قاصدوں کو لوگوں کے پاس بھیجئے کہ وہ آپ سے بیعت کریں۔ اگر لوگ آپ سے بیعت کر لیں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اگر کسی دوسرے کی بیعت پر وہ متفق ہو جائیں تو اس میں آپ کے دین وعقل ومروت وفضل کو خدا کوئی ضرر نہیں پہنچنے دے گا۔ ان شہروں میں سے کسی شہر میں لوگوں کی کسی جماعت میں آپ کے جانے سے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ان میں اختلاف پڑ جائے۔ ایک گروہ آپ کے ساتھ ہو دوسرا آپ کے خلاف ہو۔ کشت وخون کی نوبت آئے تو سب سے پہلے آپ کی طرف برچھیوں کا رخ ہو جائے اور آپ سا شخص جو شرف ذاتی وخاندانی میں بہترین امم ہے بہت آسانی کے ساتھ خون اس کا بہایا جائے اور سب اہل وعیال تباہی میں مبتلا ہوں۔

محمد بن حنفیہ کا مشورہ:

حسین رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں کدھر جاؤں بھائی! کہا: ''آپ مکہ میں اتر پڑیئے وہاں اطمینان حاصل ہو جائے فبہا۔ اور اگر تشویش کا سامنا ہو تو وہاں ریگستانوں اور کوہستانوں کی طرف نکل جایئے۔ ایک مقام کو چھوڑیئے۔ دوسری زمین کی طرف آیئے۔ دیکھتے رہیے کہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے اور اس وقت آپ کی رائے کیا قرار پاتی ہے تمام امور کو سامنے کے رخ سے دیکھئے تو زیادہ تر قرین صواب اور مقتضائے عقل کی بات ہے اور اس سے بڑھ کر مشکل کا سامنا کسی امر میں نہیں ہے کہ الٹے رخ سے اس پر نظر کی جائے''۔ محمد بن حنفیہ کے مشورہ کو سن کر جواب دیا کہ ''بھائی تم نے خیر خواہی وشفقت کا کلمہ کہا امید یہی ہے کہ تمہاری رائے درست اور موافق ہوگی''۔

ابوسعید مقبری کی روایت :

ابوسعید مقبری کہتا ہے میں نے مسجد میں حسین رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھے دو شخصوں کے درمیان چل رہے تھے کبھی اس طرف بوجھ ڈال دیتے تھے کبھی اس طرف اور (یزید) بن مفرغ کے یہ دو شعر زبان پر تھے۔ مضمون یہ تھا:

شہسواری کا پھر میں نام نہ لوں　　پھر نہ رکھوں یزید نام اپنا
میں گوارا کروں اگر ذلت　　ایسے جینے کو ہے سلام اپنا

اسی وقت میں نے دل میں کہا واللہ یہ کچھ اور ہی ارادہ رکھتے ہیں جو یہ شعر پڑھے۔ ابھی دو ہی دن گذرے تھے کہ سنا وہ مکہ روانہ ہو گئے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیعت سے انکار :

اب ولید نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا اور کہا یزید سے بیعت کرو۔ کہا سب لوگ جب بیعت کرلیں گے تو میں بھی بیعت کروں گا۔ ایک شخص بول اٹھا ''تمہیں بیعت کرنے سے کون سا امر مانع ہے تم یہی چاہتے ہو کہ لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو۔ کشت وخون ہو۔ سب فنا ہو جائیں۔ جب یہ مصیبت گذر جائے تو سب کہیں اب تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی باقی نہیں رہا ان سے بیعت اب لو'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ نہیں چاہتا کہ کشت وخون ہو۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ سب لوگ فنا ہو جائیں۔

میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ سب لوگ بیعت کرلیں گے اور میرے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو میں بھی بیعت کرلوں گا۔ غرض عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ کوئی ان کو ڈراتا دھمکاتا بھی نہ تھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ میں آمد :

ابن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ میں پہنچ گئے وہاں عمرو بن سعید حاکم تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے تو کہا میں پناہ لینے آیا ہوں۔ لوگوں کے ساتھ نماز اور اعمال میں شریک نہ ہوتے تھے۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کنارے توقف کرتے تھے سب کے بعد انہیں ساتھیوں کے ساتھ نماز و اعمال بجالاتے تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ کی طرف چلے تو یہ آیت پڑھی: ''فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ'' یعنی (موسیٰ) بیم و امید کی حالت میں شہر سے نکلے کہا پروردگار ظالم قوم کے ہاتھ سے مجھے نجات دے۔ جب مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی: ''فَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ'' یعنی جب موسیٰ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا مالک مجھے سیدھے رستہ پر لگا دے۔

ولید بن عتبہ کی معزولی :

اسی سال رمضان میں ولید بن عتبہ کو مدینہ سے یزید نے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو مقرر کیا۔ عمرو بن سعید رمضان میں مدینہ میں داخل ہوا۔

واقدی کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خبر مرگ اور یزید کا بیعت کا حکم جب ولید کو پہنچا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ میں نہ تھے اور ابن زبیر و حسین رضی اللہ عنہم کو جب بیعت کے لیے بلایا تو انہوں نے انکار کیا اور اسی رات کو مکہ روانہ ہو گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ

سے آ رہے تھے وہ ان کو راہ میں ملے اور پوچھنے لگے کیا خبر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ موت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بیعت زید۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں خدا سے ڈرو جماعت مسلمین سے علیحدہ نہ ہو۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں چلے آئے۔ وہیں ٹھہرے رہے کچھ دنوں تک انتظار کرتے رہے جب تمام شہروں کی بیعت کا حال ان کو معلوم ہوا تو ولید بن عتبہ کے پاس آ کر انھوں نے بھی بیعت کر لی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی۔

امیر مدینہ عمرو بن سعید:

عمرو بن سعید بن عاص اشدق رمضان ۶۰ھ میں مدینہ میں داخل ہوا۔ اہل مدینہ ملاقات کو گئے۔ دیکھا کہ وہ لوگ ایک بزرگ منش اور خوش بیان آدمی ہیں۔ اس درمیان میں یزید و ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت کے باب میں جاری رہی۔ آخر کو یزید نے قسم کھالی کہ ''جب تک ابن زبیر رضی اللہ عنہ زنجیر میں جکڑا ہوا میرے سامنے نہ آئے گا۔ اس کی کوئی بات میں نہ مانوں گا''۔ حارث بن خالد مخزومی نماز پر مقرر تھے ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کر دیا۔ اس پر یزید نے عمرو بن سعید کو لکھ بھیجا۔ کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف لشکر روانہ کرے۔

رئیس شرطہ عمرو بن زبیر کے مظالم:

عمرو بن سعید جب مدینہ میں آیا ہے تو اس نے اس خیال سے عمرو بن زبیر کو رئیس شرطہ مقرر کیا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور اس میں بغض و عداوت ہے۔ اسی خیال سے اس کو اشدق نے اہل مدینہ میں سے کچھ لوگوں کے پاس بھیجا تو اس نے جا کر بہت بری طرح ان کو مارا پیٹا۔ اس نے جن لوگوں کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہوا خواہوں میں دیکھا ان کو پٹوا دیا۔ منذر بن زبیر اس کا بیٹا محمد بن منذر' عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث عثمان بن عبداللہ بن حکیم۔ خبیب بن عبداللہ بن زبیر' محمد بن عمار بن یاسر۔ ان سب لوگوں میں سے کسی کو چالیس کسی کو ساٹھ کوڑے لگائے۔ عبدالرحمٰن بن عثمان' عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل۔ کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر اس کے ہاتھ سے جان بچا کر مکہ بھاگ گئے۔ عمرو بن سعید نے اس سے پوچھا کہ تمہارے بھائی کے مقابلہ میں کون شخص یہاں سے جائے گا۔ کہا اس کی سرکوبی کے لیے مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا۔[1]

ابن سعید کی مکہ پر فوج کشی:

اہل مدینہ کے آزاد غلاموں سے ایک انبوہ عمرو بن زبیر کے ساتھ ہوا۔ انیس بن عمرو اسلمی سات سو جنگ جویوں کو ساتھ لے کر شریک ہوا۔ عمرو نے مقدمۃ الجیش کر کے اسے روانہ کیا۔ اس نے مقام جرف میں جا کر لشکر ڈالا۔ اس وقت مروان نے ابن سعید سے آ کر کہا۔ مکہ پر حملہ نہ کرو خدا سے ڈرو خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے سے بچو۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے درگزر کرو وہ بوڑھا ہو گیا ہے ساٹھ برس سے زیادہ اس کی عمر ہو چکی اور وہ ضدی آدمی ہے اور تم اسے قتل نہ کرو تو بخدا وہ خود مرنے کو ہے' اس پر عمرو بن زبیر بول اٹھا کہ واللہ ہم تو خانہ کعبہ کے اندر اس سے جدال و قتال کریں گے کسی کو ناگوار ہو تو بلا سے۔ مروان نے کہا یہ امر بہت ناگوار ہے۔

---

[1] و ما خرج لامل الديوان عشرات. یعنی دفتر والوں کے لیے عشرات نکالے مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کسی کو دس کسی کو بیس کسی کو نوے تک دیئے۔ یہ لوگ بھی شاید عمرو بن زبیر کے ساتھ نکلے۔ مترجم

عمرو بن زبیر کا خط بنام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ:

غرض انیس روانہ ہو کر مقام ذی طویٰ میں اور عمرو بن زبیر مقام ابطح میں اترا۔ یہاں سے عمرو بن زبیر نے اپنے بھائی کو لکھا خلیفہ کی قسم کو پورا کر اپنی گردن میں چاندی کی ہلکی سی زنجیر جو دکھائی بھی نہ دے ڈال لے۔ لوگ کا ہیکو آپس میں لڑیں۔ خدا سے ڈر کہ تو اس شہر میں ہے جہاں جنگ و جدال حرام ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ نے کہا میرا تیرا مقابلہ مسجد الحرام میں ہوگا۔

عبداللہ بن صفوان:

ابن زبیر رضی اللہ نے عبداللہ بن صفوان جمحی کو ذی ملویٰ کی طرف سے انیس کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ عبداللہ بن صفوان کے ساتھ وہ لوگ بھی سب شریک ہو گئے جو بیرون مکہ مقیم تھے۔ انیس پر حملہ کیا اور جنگ میں اسے شکست فاش دی۔ عمرو کے لشکر میں سے ایک جماعت نے اس کا بھی ساتھ چھوڑ دیا اور وہ علقمہ کے گھر میں چلا گیا۔ اس کا بھائی عبیداللہ بن زبیر اس سے ملنے کو آیا اور اسے پناہ دی پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ سے جا کر کہا کہ میں نے عمرو کو پناہ دے دی۔ عبداللہ رضی اللہ نے کہا کیا لوگوں کو مظالم سے تم نے اسے پناہ دے دی۔ یہ تو کسی طرح مناسب نہیں۔

عبداللہ بن صفوان کی برہمی:

ایک روایت یہ ہے کہ عمرو بن زبیر اور انیس بن یزید کے حکم سے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ عمرو کوہ صفا کے قریب اپنے مکان میں اور انیس ذیطوطی میں اترا۔ عمرو نماز پڑھایا کرتا تھا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ بھی سب کے ساتھ اس کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے وہاں سے دونوں بھائی ہاتھ میں ہاتھ انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے نکلتے تھے۔ قریش میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو عمرو بن زبیر رضی اللہ سے ملنے کو نہ آیا ہو۔ بس ایک عبداللہ بن صفوان تھا کہ نہیں آتا تھا۔ اس پر عمرو نے کہا تعجب ہے کہ عبداللہ بن صفوان میرے پاس نہیں آیا۔ واللہ اگر میں اٹھ کھڑا ہوگا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ سارا قبیلہ بنی جمع اور ان کے سوا بھی جو لوگ اس کے شرکاء ہیں میرے مقابلہ میں کچھ ہستی نہیں رکھتے۔ یہ کلمہ اس کی زبان سے نکلا تھا کہ حریف کے کان تک پہنچ گیا۔ وہ برافروختہ ہوا۔ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ سے کہنے لگا کہ تم تو اپنے بھائی کی سلامتی مناتے ہو ابن زبیر رضی اللہ نے کہا۔ ابوصفوان بھلا میں اور اس کی سلامتی مناؤں۔ واللہ ایک چیونٹی بھی اس کے استیصال کرنے میں میرا ساتھ دیتی تو میں اس سے بھی مدد مانگتا۔

عمرو بن زبیر رضی اللہ کی گرفتاری:

اس پر ابن صفوان نے کہا۔ انیس کی طرف سے میں تم کو مطمئن کیے دیتا ہوں۔ اپنے بھائی کی طرف سے تم مجھ کو مطمئن کر دو۔ ابن زبیر رضی اللہ نے اس سے اقرار کر لیا۔ اور ابن صفوان انیس کے درپے ہو کر ذی طویٰ کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مکہ کا ایک انبوہ کثیر اور بہت سے اعوان و انصار کو ساتھ لیے ہوئے انیس کے لشکر پر جا پڑا اسے شکست دی اس کے ساتھیوں کو پراگندہ کر دیا۔ جو بھاگا اسے قتل کیا جو زخمی ہو گئے تھے انہیں امان دی اور مصعب بن عبدالرحمٰن عمرو کے استیصال کرنے کو روانہ ہوا۔ اس کی ساری جمعیت اسے چھوڑ کر پراگندہ ہو گئی۔ حریف عمرو کے گرفتار کرنے کو پہنچ گیا۔ اس وقت عبیدہ بن زبیر رضی اللہ نے اوپر سے کہا۔ آؤ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ سے آ کر کہا۔ میں نے عمرو کو پناہ دی ہے آپ بھی اسے پناہ دے دیجیے۔ عبداللہ رضی اللہ نے پناہ دینے سے انکار کیا اور جس جس شخص کو عمرو نے مدینہ میں پٹوایا تھا۔ ان سب کے قصاص میں عبداللہ رضی اللہ نے عمرو کو پٹوایا۔ پھر زندان عارم میں اسے قید کیا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق یزید کی قسم:

یہ بھی روایت ہے کہ ذیقعدہ ۶۰ھ میں عمرو بن سعید حاکم ہو کر مدینہ میں آیا۔ اس نے عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ کو رئیس شرطہ مقرر کر کے یہ بات کہی کہ امیر المومنین نے قسم کھالی ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما جب تک زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے سامنے نہ لایا جائے گا اس کی بیعت میں نہ قبول کروں گا۔ امیر المومنین کی قسم کو پورا کرنا ضرور ہے۔ میں چاندی یا سونے کی ہلکی سی زنجیر بنوا دوں گا اس پر کلاہ برنس وہ پہن لے۔ زنجیر چھپ جائے گی۔ جھنکار سنائی دے گی۔

مکہ پر فوج کشی پر ابوشریح رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

عمرو بن سعید جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے قتال کرنے پر مقرر ہوا ہے تو ابوشریح رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اہل مکہ سے قتال نہ کر۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا نے ایک ساعت کے لیے مکہ میں قتال کرنے کی مجھے اجازت دی تھی۔ جب وہ ساعت گذر گئی تو پھر وہاں سے حرام ہو گیا۔ عمرو نے ان کے کہنے کی سماعت نہ کی اور کہا اے شیخ تم سے زیادہ حرمت مکہ کو ہم جانتے ہیں۔ اب عمرو نے عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ وانیس وزید غلام محمد بن عبداللہ کے ساتھ دو ہزار آدمی روانہ کیے اہل مکہ نے ان سے مقابلہ کیا۔ انیس بن عمرو دو مہاجر مولا سے قلمس اور ان کے ساتھ بہت سے لوگ مارے گئے اور عمرو کے لشکر کو بھی شکست ہوئی۔

عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ کا خاتمہ:

عبیدہ نے اپنے بھائی عمرو سے کہا کہ تمہارا میں ضامن ہوں اور تمہیں پناہ دینے کا میں ذمہ کرتا ہوں اور اسے لیے ہوئے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ او خبیث تیرے چہرے پر یہ خون کیسا ہے۔ عمرو نے جواب میں یہ شعر پڑھا:

''ہم لوگوں کے زخم ایڑیوں کی طرف خوں چکاں نہیں ہوتے ہاں قدموں کی طرف لہو ٹپکاتے ہیں''۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے قید کر لیا اور عبیداللہ کے ذمہ کو توڑ ڈالا اور کہا کیا میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ اس فاسق کو پناہ دو جو خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو حلال سمجھتا ہے۔ اس کے بعد عمرو نے جن جن لوگوں کو پٹوایا تھا ان سب کا بدلہ اس سے لیا۔ البتہ منذر اور اس کے بیٹے نے اپنا بدلہ لینے سے انکار کیا اور عمرو کوڑوں ہی کی مار میں مر گیا۔

باب ۹

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی روانگی کوفہ:

حسین بن علی رضی اللہ عنہما مکہ میں تھے کہ ان کے پاس اہل کوفہ اور ان لوگوں کے قاصد یہ پیام لے کر آئے کہ ''ہم سب لوگ آپ پر بھروسا کیے بیٹھے ہیں۔ ہم نماز جمعہ میں والی کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ آپ ہم لوگوں میں آ جائیے۔ اس زمانہ میں نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ والی کوفہ تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما اپنے ابن عم کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا۔ تم کوفہ روانہ ہو جاؤ اور دیکھو یہ لوگ مجھے کیا لکھ رہے ہیں اگر وہ سچ لکھ رہے ہیں تو میں وہاں چلا جاؤں۔ مسلم رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ میں آئے۔ یہاں دو رہبروں کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف چلے۔ دونوں راہبر صحرا کی طرف سے لے چلے' راہ میں ان میں سے ایک مارے پیاس کے مر گیا۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس سفر سے مجھے معاف رکھیے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے یہی لکھا کہ تم کوفہ جاؤ۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی کوفہ میں آمد:

مسلم رضی اللہ عنہ آگے بڑھے آخر کوفہ تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص کے یہاں اتر پڑے جس کا نام ابن عوسجہ تھا۔ ان کے آنے کا اہل کوفہ میں چرچا ہوا تو لوگ آن آن کر ان سے بیعت کرنے لگے۔ بارہ ہزار آدمی نے بیعت کی۔ یزیدوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا یا تو تم کمزور ہو یا کم زور بنتے ہو شہر میں خرابی پھیل رہی ہے۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگر اطاعت خدا میں رہ کر میں کمزور سمجھا جاؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا میں رہ کر صاحب قوت کہلاؤں۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جس بات پر خدا نے پردہ ڈال دیا ہے میں اس کا پردہ فاش کر دوں۔ اس نے نعمان رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر یزید کو لکھ بھیجی۔

امارت کوفہ پر ابن زیاد کا تقرر:

یزید نے اپنے ایک غلام آزاد کو بلایا سرجون اس کا نام تھا۔ اور وہ اسی سے مشورہ کیا کرتا تھا اور سب حال اس سے بیان کیا۔ سرجون نے کہا اگر معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو آپ ان کی بات قبول کر لیتے۔ یزید نے کہا ہاں! کہا پھر میری بات کو مانیے۔ کوفہ کے لیے عبید اللہ بن زیاد سے بہتر کوئی نہیں۔ اسی کو وہاں کی حکومت دیجیے۔ اس سے پہلے یزید بن عبید اللہ سے ناراض تھا چاہتا تھا کہ اسے حکومت بصرہ سے بھی معزول کر دے اب اسے لکھ بھیجا کہ میں تم سے خوش ہوں اور میں نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی تم کو عطا کی۔ اور یہ لکھا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کا پتہ لگائے وہ ہاتھ آ جائیں تو ان کو قتل کر دے عبید اللہ رؤسائے بصرہ کو ساتھ لیے ڈھاٹا باندھے ہوئے۔ کوفہ میں وارد ہوا۔ جس مجمع کی طرف سے گذرتا تھا اور سلام علیکم کہتا تھا۔ جواب میں لوگ علیک السلام یا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے۔ ان لوگوں کو شبہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا تھا۔

بنی تمیم کے غلام کی مخبری:

عبید اللہ قصر میں آ کر اترا اور اپنے ایک غلام آزاد کو بلا کر تین ہزار (درم) اسے دیئے اور کہا۔ جاؤ اور اس شخص کا پتہ لگاؤ جس سے اہل کوفہ بیعت کر رہے ہیں۔ اس سے یہی کہنا کہ میں حمص سے اسی بیعت کے لیے آیا ہوں اور یہ مال اسے دے دینا کہ اس سے

زور پیدا کرے۔ اسی طرح لطف و دل دہی وہ کرتا رہا آخر اہل کوفہ میں سے ایک پیرمرد کے پاس جو بیعت کیا کرتا تھا اسے کسی نے پہنچا دیا۔ یہ اس سے ملا اور سب حال بیان کیا۔ شیخ نے کہا تمہارے ملنے سے میں خوش بھی ہوا۔ اور رنج بھی مجھے ہوا۔ خدا نے تم کو ہدایت کی اس سے تو دل خوش ہوا مگر ہمارا کام ابھی تک استحکام کو نہیں پہنچا اس سبب سے ملال ہوا۔ یہ کہہ کر وہ شیخ غلام کو اندر لے گیا۔ مال اس سے لے لیا اور اس سے بیعت لی۔ غلام نے عبیداللہ کے پاس آ کر سب حال کھول دیا۔ عبیداللہ جب کوفہ میں آیا تو مسلم رضی اللہ عنہ ابھی تک جس گھر میں تھے اسے چھوڑ کر ہانی بن عروہ مرادی کے گھر میں چلے آئے۔ اور حسین بن علی علیہ السلام کو لکھ بھیجا کہ بارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے آپ ضرور تشریف لائیے۔

ہانی بن عروہ کی طلبی:

ادھر عبیداللہ نے رؤسائے کوفہ سے پوچھا کہ سب لوگوں کے ساتھ ہانی بن عروہ میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ یہ سن کر محمد بن اشعث اپنی برادری کے لوگوں کو لیے ہوئے ہانی کے پاس آیا۔ دیکھا کہ وہ دروازہ کے باہر ہی ہیں۔ ان سے کہا کہ حاکم نے ابھی تمہارا ذکر کیا اور یہ کہا کہ انہوں نے آنے میں بہت تاخیر کی۔ تم کو اس کے پاس جانا چاہیے۔ یہ لوگ اسی طرح اصرار کرتے رہے۔ آخر ہانی سوار ہو کر ان لوگوں کے ساتھ عبیداللہ کے پاس چلے آئے۔ اس وقت قاضی شریح بھی وہاں موجود تھے۔ ہانی کو دیکھ کر عبیداللہ نے شریح سے کہا۔ لو اجل گرفتہ اپنے پاؤں سے ہمارے پاس چلا آیا۔ ہانی نے جب اسے سلام کیا تو کہنے لگا بتاؤ مسلم رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ ہانی نے کہا میں نہیں جانتا۔

ہانی بن عروہ کی گرفتاری:

عبیداللہ نے اپنے غلام کو جو درہم لے کر گیا تھا بلایا۔ جب وہ ہانی کے سامنے آیا تو یہ اسے دیکھ کر متحیر ہو گئے۔ کہنے لگے امیر کا خدا بھلا کرے واللہ مسلم رضی اللہ عنہ کو میں نے اپنے گھر میں نہیں بلایا وہ خود سے آئے اور اپنے تئیں میرے اوپر ڈال دیا۔ عبیداللہ نے کہا ان کو میرے پاس لاؤ۔ ہانی نے جواب دیا۔ واللہ اگر میرے پاؤں کے نیچے وہ چھپے ہوئے ہوتے تو میں وہاں سے قدم نہ سرکاتا۔ عبیداللہ نے حکم دیا کہ اسے میرے قریب لاؤ۔ ہانی کو اس کے قریب لے گئے۔ اس نے ان پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ بھوں ان کی زہر آلود ہو گئی۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اسے میان سے نکالیں' مگر لوگوں نے روک لیا۔ عبیداللہ نے کہا کہ تمہارا قتل کرنا خدا نے اب حلال کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر قید کا حکم اس نے دیا اور قصر کی ایک جانب وہ محبوس کر دیئے گئے۔

قصر ابن زیاد کا محاصرہ:

ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص عبیداللہ کے پاس ہانی کو لے کر آیا۔ وہ عمرو بن حجاج زبیدی تھا۔[1] ہانی اس حالت میں تھے کہ یہ

---

[1] اس مقام پر طبری میں ذیل کی عبارت ہے حَدَّثَنَا عَمَّارَةُ بْنُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعِیْط فَجَلِسِ فِیْ مَجْلِسِ ابْنِ زِیَادٍ فَحَدَّثَ قَالَ طَرَدتُ الْیَوْمَ حُمُرًا فَاَصَبْتُ مِنْهَا حِمَارًا فَعَقَرْتُهُ قَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ الْحَجَّاجِ الزُّبَیْدِیُّ اِنَّ حِمَارًا تَعْقِرُهُ اَنْتَ لَحِمَارٌ حَائِنٌ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَحْیَنَ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ رَجُلٌ جِیْءَ بِاَبِیْهِ كَافِرًا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ یُضْرَبَ عُنُقُهُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ لِلصِّبْیَةِ قَالَ النَّارُ۔ فَاَنْتَ مِنَ الصِّبْیَةِ وَ اَنْتَ فِی النَّارِ۔ قَالَ فَضَحِكَ ابْنُ زِیَادٍ۔ ۱۲ ......

خبر قبیلہ مذحج کو پہنچ گئی۔ قصر ابن زیاد کے دروازہ پر ایک شور بلند ہوا۔ وہ سن کر پوچھنے لگا یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے کہا مذحج کے لوگ ہیں۔ ابن زیاد نے شریح سے کہا ''آپ ان لوگوں کے پاس جا کر انھیں مطلع کیجیے کہ میں نے کچھ گفتگو کرنے کے لیے ہانی کو فقط قید کیا ہے'' اور اپنے آزاد غلاموں میں سے ایک غلام کو جاسوسی کے لیے بھیجا کہ دیکھ شریح کیا گفتگو کرتے ہیں۔ شریح کا گذر ہانی کی طرف سے ہوا تو ہانی نے کہا ''اے شریح! خدا سے ڈر یہ شخص مجھے قتل کرنے کو ہے'' شریح نے قصر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا ''ان کے لیے کچھ ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہیں' امیر نے کچھ گفتگو کرنے کے لیے بس انہیں روک رکھا ہے'' سب پکار اٹھے ''شریح سچ کہتے ہیں۔ تمہارے سردار کے لیے ضرر پہنچنے کا کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ سب متفرق ہو گئے۔ مسلم رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے اشعار[1] کی منادی کرا دی اور اہل کوفہ میں سے چار ہزار آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما سے کوفیوں کی بدعہدی:

مسلم رضی اللہ عنہ نے مقدمہ فوج کو آگے بڑھایا' میمنہ و میسرہ کو درست کیا اور خود قلب لشکر میں آخر عبیداللہ کی طرف رخ کیا ادھر عبیداللہ نے رؤسائے اہل کوفہ کو بلا کر اپنے پاس خاص قصر میں جمع کیا۔ مسلم رضی اللہ عنہ جب قصر کے دروازہ پر پہنچے تو تمام رؤسا قصر پر چڑھ کر اپنے اپنے برادری والوں کے سامنے آئے اور انہیں سمجھا سمجھا کر واپس کرنے لگے۔ اب لوگ مسلم رضی اللہ عنہ کے پاس سے سرکنے لگے۔ شام ہونے تک پانچ سو آدمی رہ گئے۔ جب شب کی تاریکی پھیل تو وہ بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ مسلم رضی اللہ عنہ اکیلے گلیوں میں پھرتے پھرتے ایک مکان کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ ایک عورت نکل کر آئی تو اس سے پانی مانگا اس نے پانی لا کر پلا دیا اور پھر اندر چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ پھر نکلی اور دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا بندۂ خدا تیرے یہاں بیٹھنے سے مجھے اندیشہ ہوتا ہے یہاں سے اٹھ جا۔ کہا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما میں ہی ہوں۔ کیا تمہارے یہاں پناہ لینے کی کوئی جگہ ہے۔ اس عورت نے کہا' اندر چلے آؤ جگہ ہے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی گرفتاری:

اس عورت کا لڑکا محمد بن اشعث کے خانہ زادوں میں تھا۔ اسے جو یہ حال معلوم ہوا تو ابن اشعث سے جا کر کہا۔ اس نے جا کر عبیداللہ کو خبر دی۔ عبیداللہ نے اپنے صاحب شرطہ عمرو بن حریث مخزومی کو روانہ کیا اور محمد بن اشعث کے لڑکے عبدالرحمٰن کو اس کے ساتھ کر دیا۔ مسلم رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہ گھر کو سپاہیوں نے گھیر لیا ہے انھوں نے یہ دیکھ کر تلوار اٹھا لی اور باہر آ کر قتال میں مصروف ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ تمہارے لیے امان ہے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ اور وہ ان کو لیے ہوئے عبیداللہ کے پاس

لـه ...... یعنی عمارا ابن زیاد کی مجلس میں تھا اس نے ذکر کیا کہ میں نے آج وحشی گدھوں کا تعاقب کیا ایک گدھا میری زد پر آ گیا' میں نے اسے زخمی کر دیا۔ یہ سن کر ابن حجاج نے کہا تم نے جس گدھے پر وار کیا وہ بے شک اجل رسیدہ تھا۔ پھر کہا اس سے بڑھ کر ایک اجل رسیدہ کا ذکر کروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر اپنے باپ کے ساتھ لایا گیا آپ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا تو کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بچوں کے سرپر کون رہے گا آپ نے فرمایا: ''جہنم'' تو انہیں بچوں میں سے ہے اور تو جہنم میں جائے گا۔ یہ سن کر ابن زیاد ہنسنے لگا۔ ۱۲ مترجم

[1] شعار سے وہ مقرر کیے ہوئے الفاظ مراد ہیں کہ جب وہ پکارے جائیں تو سب شرکاء اپنے کام پر آمادہ ہو جائیں۔

آیا۔ عبیداللہ کے حکم سے قصر کی چوٹی پر ان کو لے گئے وہاں ان کی گردن ماری اور لاش لوگوں کے سامنے باہر پھینک دی۔ پھر اس نے حکم دیا لوگ ہانی کو گھسیٹتے ہوئے گھوڑے پر لے گئے اور وہاں ان کو سولی دے دی۔ اس حال کو ان لوگوں کے شاعر نے نظم بھی کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مطیع میں گفتگو:

اس سے زیادہ مفصل اور کامل بیان اس روایت میں ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ شاہراہ کی طرف سے مکہ روانہ ہوئے۔ اہل حرم نے کہا آپ اس راہ کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔ دیکھیے ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی تو یہی کیا اگر کوئی دوڑ آپ کے پیچھے آئے تو آپ کو نہ پاسکے گی۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! میں تو اس راہ سے نہیں پھروں گا۔ جو خدا کو منظور ہے وہ ہوگا۔ اس راہ میں عبداللہ بن مطیع حسین رضی اللہ عنہ کو ملے۔ انھوں نے پوچھا میری جان آپ پر نثار ہو کہاں کا ارادہ ہے؟ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی تو میں مکہ جاتا ہوں اس کے بعد حق تعالیٰ سے استخارہ کروں گا۔ ابن مطیع نے کہا حق تعالیٰ آپ کو خریت سے رکھے۔ اور ہم لوگوں کو آپ پر تصدق کر دے۔ مکہ جایئے تو وہاں سے کوفہ کا قصد ہرگز نہ کیجیے۔ وہ شہر نحس وشوم ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار وہاں قتل ہوئے' بھائی آپ کے وہیں بے کس اور بے بس ہو گئے۔ برچھی کا وار ان پر کیا گیا کہ جان جاتے جاتے بچی۔ آپ حرم کعبہ کو نہ چھوڑیئے' آپ ہی تو سید عرب ہیں۔ واللہ! ملک حجاز میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔ ہر طرف سے لوگ آپ کی طرف آئیں گے۔ میرے ماں باپ فدا ہو جائیں آپ' حرم کعبہ سے نہ جدا ہوجیے گا۔ واللہ! اگر آپ ہلاک ہو جائیں گے تو ہم سب لوگ آپ کے بعد غلام بنا لیے جائیں گے۔

اہل مکہ کی امام حسین رضی اللہ عنہ سے عقیدت:

حسین رضی اللہ عنہ آگے بڑھے مکہ میں جا کر اترے۔ وہاں کے لوگ اور زائرین کعبہ اور اہل آفاق آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے پاس آنے جانے لگے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما بھی وہاں موجود ہیں کعبہ سے ذرا جدا نہیں ہوتے' تمام تمام دن نماز پڑھا کرتے' طواف کیا کرتے۔ لوگوں کے ساتھ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھی آتے۔ آنے کی صورت یہ تھی کہ دو دن برابر آتے۔ پھر دو دن میں ایک دن آتے ایک دن نہیں۔ اور برابر انہیں رائے دیا کرتے۔

اور حسین رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر خدائی بھر میں کوئی شخص ان کو دوبھر نہ تھا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے اہل حجاز کبھی مجھ سے بیعت نہ کریں گے نہ کبھی میری اطاعت کریں گے۔ سمجھ گئے تھے کہ سب کی نگاہوں میں سب کے دلوں میں حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت اور ان کی طرف لوگوں کی رغبت مجھ سے بڑھ کر ہے۔ جب اہل کوفہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہلاک ہونے کی خبر پہنچی۔ تو عراق کے لوگ مضطرب ہو گئے یزید کے خیال سے۔ اور کہا حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں کی دونوں آدمی مکہ میں چلے آئے۔ اس پر اہل کوفہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ان سب کے امیر تھے۔

سلیمان بن صرد کا شیعان علی رضی اللہ عنہ سے خطاب:

سلیمان بن صرد کے مکان میں شیعہ جمع ہوئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے مر جانے کا ذکر کر کے سب نے خدا کا شکر کیا۔ ابن صرد نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہلاک ہو گیا اور حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت میں تامل کیا اور وہ مکہ میں چلے آئے ہیں۔ تم لوگ ان کے اور ان کے والد کے شیعوں میں ہو۔ اگر تم ان کی نصرت اور ان کے دشمن سے جہاد کرنا چاہتے ہو تو ان کو لکھو اور اگر تم کو اندیشہ ہوڈر جانے کا یا بزدلی کا تو ان کو دھوکا نہ دو' سب نے کہا ہم ان کے دشمن سے قتال کریں گے اپنی جانیں ان پر نثار کریں گے۔ کہا اچھا ان کو لکھ بھیجو۔ خط لکھا گیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو سلیمان بن صرد اور مسیّب بن لجبہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مومنین مسلمین کی طرف سے۔ سلام علیک! ہم لوگ حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی سزاوار اور پرستش نہیں ہے۔ بعد اس کے شکر ہے اللہ کا کہ اس نے آپ کے سرکش و گمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا۔ جس نے اس امت کی حکومت کو دبا لیا تھا۔ غنائم کو چھین لیا تھا' ان کی بغیر مرضی ان کا حاکم بن بیٹھا تھا۔ نیک بندوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا تھا۔ مال خدا کو ظالموں میں دست بدست وہ پھرا رہا تھا۔ عذاب اس پر نازل ہو۔ جس طرح ثمود پر نازل ہوا۔ ہم لوگوں کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ تشریف لائیے۔ شاید آپ کی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر مجتمع کر دے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قصر امارت میں موجود ہیں ہم جمعہ میں ان کا ساتھ نہیں دیتے نہ عید گاہ میں ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ ہمیں اتنا معلوم ہو جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں تو ہم ان کو اس طرح نکال دیں کہ انہیں شام میں ان شاء اللہ چلا جانا پڑے۔ والسلام ورحمۃ اللہ علیک''۔

کوفیوں کے خطوط بنام امام حسین رضی اللہ عنہ:

اس خط کو عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا اور انہیں حکم کیا کہ جلد پہنچا دیں۔ دونوں شخص بہ تعجیل روانہ ہوئے۔ یہ خط رمضان کی دسویں تاریخ مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا۔ اس خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے قیس بن مسہر صیدادی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارجی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ہاتھ قریب قریب ترین خط روانہ کیے ایک شخص کی طرف سے دو کی طرف سے۔ چار کی طرف سے۔ پھر دو دن کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو ان کے شیعہ مومنین و مسلمین کی طرف سے۔ جلد روانہ ہو جائیے لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ سب کی رائے بس آپ ہی کے اوپر ہے۔ جلدی کیجیے جلدی کیجیے۔ والسلام علیک۔ اور شبث بن ربعی اور حجار بن الجبر اور یزید بن حارث اور یزید رویم اور عروہ بن قیس اور عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر تمیمی نے لکھا' نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں۔ میوے پختہ ہو گئے ہیں۔ چشمے چھلک رہے ہیں۔ آپ جب جی چاہے آئیے' آپ کا لشکر یہاں تیار موجود ہے۔ یہ سب پیامبر ایک ہی وقت میں حضرت کے پاس پہنچے۔ آپ نے خطوں کو پڑھا' پیامبروں سے لوگوں کا حال دریافت کیا۔ ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو جو سب پیغامیوں کے آخر میں پہنچے تھے آپ نے جواب لکھ کر دیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط بنام اہل کوفہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے جماعت مومنین و مسلمین کو۔ ہانی اور سعید تم لوگوں کے خط لے کر میرے پاس آئے۔ تمہارے قاصدوں میں یہ دونوں شخص سب کے آخر میں وارد ہوئے جو کچھ تم نے لکھا اور بیان کیا اور تم سب لوگوں کا یہ قول کہ ''ہمارا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے۔ آپ آئیے۔ شاید اللہ آپ کے سبب سے ہم کو حق و ہدایت پر مجتمع کر دے'' مجھے معلوم ہوا میں نے اپنے بھائی ابن عم کو جن پر مجھے بھروسا ہے۔ اور میرے اہل بیت میں ہیں تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے تم لوگوں کا حال اور سب کی رائے وہ مجھ لکھ کر بھیجیں۔ اگر ان کی تحریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ تمہاری جماعت کے لوگ اور صاحبان فضل و عقل تم میں سے سب اس بات پر متفق الرائے ہیں جس امر کے لیے تمہارے قاصد میرے پاس آئے ہیں اور

جو مضامین تمہارے خطوں میں میں نے پڑھے ہیں۔ تو میں بہت جلد ان شاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ اپنی جان کی قسم رہنمائے قوم وہی شخص ہو سکتا ہے جو قرآن پر عمل کرے عدل کو لیے رہے' حق کا طرف دار ہو' ذات خدا پر توکل رکھے والسلام۔

ماریہ بنت سعد:

بصرہ میں ایک ضعیفہ بنی عبدقیس میں سے رہا کرتی تھی اس کا نام ماریہ بنت سعد یا بنت منقد تھا۔ مذہب تشیع رکھتی تھی۔ کچھ دنوں تک بصرہ کے چند شیعی اس کے گھر میں جمع ہوا کیے۔ اس گھر سے یہ لوگ بہت مانوس تھے وہاں آ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں ابن زیاد کو حسین رضی اللہ عنہ کے اس طرف آنے کی خبر پہنچی۔ اس نے بصرہ میں اپنے عامل کو لکھ بھیجا۔ کہ نگہبان مقرر کرے اور راستہ روکے۔

یزید بن نبیط:

یزید بن نبیط بنی عبدقیس میں سے ایک شخص تھا اس نے حسین رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جانے کا عزم مصمم کر لیا۔ اس کے دس بیٹے تھے۔ ان سے کہا تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے۔ دو بیٹے اس کے عبداللہ و عبیداللہ ساتھ چلنے پر تیار ہوئے۔ اسی ضعیفہ کے گھر میں ابن نبیط نے اپنے دوستوں سے کہا۔ میں نے نکل جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اب میں نکلتا ہوں۔ لوگوں نے کہا تیرے بارے میں ابن زیاد کے اصحاب کی طرف سے ہمیں اندیشہ ہوتا ہے۔ اس نے کہا واللہ! میرا ناقہ چل کھڑا ہو' تو پھر مجھے کوئی نہیں پا سکتا۔

غرض وہ نکل گیا اور ناقہ اسے لے اڑا اور وہ حسین رضی اللہ عنہ تک جا پہنچا۔ یعنی مقام ابطح میں جہاں حسین رضی اللہ عنہ فروکش تھے ابن نبیط وہاں آیا۔ ادھر حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے آنے کی خبر ہو گئی تھی وہ خود اس سے ملنے کے لیے اس کی فرودگاہ پر گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ تو تمہارے ہی منزل میں گئے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ پھر واپس ہوا۔ یہاں حسین رضی اللہ عنہ نے جو اسے نہ پایا تو یہیں اس کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ مرد بصری نے دیکھا کہ آپ تو اس کی فرودگاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پکارا ''فضل خدا اور رحمت باری! بڑی خوشی کی بات ہے'' یہ کہہ کر اس نے سلام کیا سامنے بیٹھ گیا' جس ارادے سے آیا تھا اسے بیان کیا۔ آپ نے اس کے لیے دعائے خیر کی پھر وہ آپ ہی کے ساتھ رہا یہاں تک کہ منزل مقصود تک پہنچا۔ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا۔ آپ ہی کے ساتھ وہ اور اس کے دونوں فرزند قتل ہو گئے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کے راہبروں کی موت:

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کو آپ نے بلا کر قیس بن مسہر صیدادی و عمارہ بن عبید سلولی و عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارجی کے ساتھ روانہ کیا۔ خوفِ خدا و اخفائے راز خوبی و نرمی کرنے کا انہیں حکم کیا اور یہ بات کہی کہ اگر دیکھنا لوگ مجتمع اور آمادہ ہیں تو بہت جلد اس امر کی اطلاع دینا۔ مسلم روانہ ہوئے۔ مدینہ میں پہنچے' مسجد نبوی میں نماز پڑھی' اپنے لوگوں سے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد بنی قیس کے دو راہبروں کو اجرت پر ٹھہرایا۔ یہ دونوں راہبروں کو لے کر چلے' راستہ بھول گئے گم کردہ راہ ہو گئے شدت کی پیاس سب پر طاری ہوئی۔ دونوں نے کہہ دیا کہ اسی راستہ پر چلے جانا چاہیے جب تک کہ پانی ملے۔ پیاس کے مارے قریب تھا کہ مر جائیں۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے قیس بن مسہر کے ہاتھ حسین رضی اللہ عنہ کو بطن خبیت سے خط لکھا کہ مدینہ سے دو راہبروں کو ساتھ لے کر میں نکلا تھا۔ وہ راستہ میں بھٹک گئے۔ ہم سب پیاس کی تکلیف شدید میں مبتلا ہو گئے۔ دونوں راستہ بتانے والے بہت جلد مر گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچ تو گئے مگر اس

حالت میں کہ ذرا ذرا سی جان باقی تھی۔ پانی جس جگہ ملا ہے اس مقام کا نام مضیق ہے۔ (یعنی تنگنائے) سفر کے ان واقعات سے مجھے وسواس ہوتا ہے' اگر مناسب سمجھئے تو مجھے اس کام سے معاف رکھیے کسی اور کو بھیجئے والسلام''۔ حسین رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں خوف تو تم میں نہیں پیدا ہوگیا کہ جس کام کے لیے میں نے تم کو بھیجا ہے۔ اس سے معافی چاہتے ہو۔ پس جدھر جانے کو میں نے تم سے کہہ دیا ہے اسی طرف جاؤ والسلام علیک۔

جس شخص کو یہ خط مسلم رضی اللہ عنہ نے سنایا تھا اس سے کہتے تھے مجھے اپنی جان کا اس میں کچھ خوف نہ تھا۔

ابن مسیّب کا گھر:

مسلم رضی اللہ عنہ یہاں سے روانہ ہوئے اور بنی طے کے پانی پر جا کر اترے۔ پھر جب وہاں سے چلنے لگے تو ایک شخص کو شکار کھیلتے دیکھا۔ یہ ادھر دیکھنے لگے کہ اس نے ایک ہرن کو تیر مارا اور اس کے سر پر جا پہنچا اور شکار مار لیا۔ یہ دیکھ کر مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا ان شاء اللہ دشمن ہمارا مارا جائے گا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے تو کوفہ میں داخل ہوئے اور مختار بن عبید کے یہاں اترے۔ یہ وہی گھر ہے جسے اس زمانہ میں ابن مسیّب کا گھر کہتے ہیں۔ شیعہ ان کے پاس آنے جانے لگے۔ جب مجمع ان لوگوں کا ہوگیا تو مسلم رضی اللہ عنہ نے سب کو حسین رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ خط کو سن کر سب رونے لگے۔

عابس بن ابی شبیب شاکری:

اس وقت عابس بن ابی شبیب شاکری اٹھ کھڑا ہوا۔ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لا کر کہا اور لوگوں کی طرف سے تو میں کچھ نہیں کہتا' میں نہیں جانتا کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ میں ان کی طرف سے واللہ آپ کو دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جس پر اپنے دل کو آمادہ کر چکا ہوں۔ واللہ! جب آپ مجھے پکاریں گے۔ میں حاضر ہوں گا۔ آپ کے ساتھ آپ کے دشمن سے قتال کروں گا۔ آپ کے لیے اپنی تلوار کے وار اس وقت تک کیے جاؤں گا جب تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ اس سے مجھے رضائے خدا کے سوا اور کچھ مطلوب نہیں۔

حبیب بن مظاہر فقعسی:

اس کے بعد حبیب بن مظاہر فقعسی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ رحمتِ خدا ہو تم پر اپنے دل کی بات بڑی خوبی سے تم نے بیان کیا اور کہا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں' میرا بھی یہی ارادہ ہے جو ان کا ہے۔ پھر حنفی نے بھی یہی بات کہی۔ اس وقت حجاج بن علی نے محمد بن بشر سے پوچھا کہ تم بھی کچھ کہنا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ میں یہ تو چاہتا ہوں کہ میرے اصحاب کامیاب ہوں یہ نہیں چاہتا کہ میں قتل ہو جاؤں میں جھوٹ بولنا نہیں چاہتا۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ والی کوفہ کا خطبہ:

فرقہ شیعہ کی آمد و رفت مسلم کے پاس جاری رہی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوگئی۔ نعمان رضی اللہ عنہ نکلے۔ منبر پر گئے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لائے اور کہا۔ بندگانِ خدا! خدا سے ڈرو فتنہ و فساد کی طرف نہ دوڑو۔ اس میں لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ خونریزی ہوتی ہے' مال و متاع چھن جاتی ہے۔ نعمان رضی اللہ عنہ ایک بردبار و زاہد شخص تھے۔ اور امن و عافیت کے خواہاں تھے۔ انھوں نے کہا جو مجھ سے جنگ و جدال نہیں کرے گا میں بھی اس سے جنگ آزمائی نہ کروں گا۔ جو مجھ پر حملہ نہیں کرے گا۔ میں بھی اس

پر حملہ آور نہیں ہوں گا۔ میں تمہارے ساتھ درشتی نہ کروں گا۔ میں افترا و بدگمانی و تہمت پر گرفت نہ کروں گا۔ لیکن اگر تم نے روگردانی کی' بیعت کو توڑا' اپنے امام سے مخالفت کی تو قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ جب تک میرے قبضہ میں تلوار رہے گی۔ میں تم پر وار کیے جاؤں گا خواہ تم میں سے کوئی میرا شریک و مددگار رہو یا نہ ہو۔ مجھے امید یہی ہے کہ تم لوگوں میں حق کے طرف دار اور لوگوں سے زیادہ ہوں گے جنہیں باطل نے تباہ کر رکھا ہے۔

عبداللہ بن مسلم حضرمی کی نعمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

یہ سن کر عبداللہ بن مسلم حضرمی جو بنی امیہ کے ہوا خواہوں میں تھا اٹھ کھڑا ہوا' اور کہا یہ جو تم دیکھ رہے ہو' سخت گیری کے بغیر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اپنے اور اپنے دشمن کے درمیان جو رائے تم نے قائم کی ہے۔ یہ کم زوروں کی رائے ہے۔ کہا کہ طاعت خدا کے ساتھ ساتھ میرا شمار کمزوروں میں ہونا' اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا کے ساتھ معززوں میں شمار ہو۔ یہ کہہ کر نعمان رضی اللہ عنہ منبر سے اتر آئے اور عبداللہ حضرمی نے وہاں سے اٹھ کر یزید کو لکھ بھیجا کہ مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں آ گئے ہیں۔ شیعوں نے حسین بن علی علیہ السلام کے نام پر ان سے بیعت کر لی ہے۔ اگر تمہیں کوفہ کی خواہش ہے تو کسی زبردست شخص کو حاکم کر کے بھیجو جو تمہارے حکم کو یہاں جاری کرے۔ تمہارے دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو تم خود کر سکو۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ یا تو کمزور ہیں یا کمزور بنتے ہیں۔ پہلا شخص یہی ہے جس نے یزید کو لکھا۔ اس کے بعد عمارہ بن عقبہ نے اسی مضمون کا خط لکھا۔ اس کے بعد عمر بن سعید نے یزید کو لکھا۔ یزید کے پاس دو تین دن میں۔

یزید کا سرجون سے مشورہ:

یہ سب خط پے در پے پہنچے تو اس نے سرجون معاویہ رضی اللہ عنہ کے غلام آزاد کو بلا بھیجا۔ پوچھا تمہاری کیا رائے ہے حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف آ رہے ہیں۔ مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں' ان کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ نعمان رضی اللہ عنہ کی کمزوری کا حال اور ان کی ناگوار گفتگو سب مجھے معلوم ہوئی۔ یہ کہہ کر یزید نے غلام کو خط بھی دکھا دیا۔ اور یہ پوچھا کہ میں کسے کوفہ کا حاکم کروں۔ عبیداللہ بن زیاد پر اس زمانہ میں یزید کا عتاب تھا۔ سرجون نے کہا اگر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تمہارے لیے زندہ کر دیئے جائیں تو تم ان کی رائے کو مانو گے۔ یزید نے کہا ہاں! یہ سن کر سرجون نے معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصیت نامہ نکالا کہ عبیداللہ کو حاکم کوفہ کرنا اور کہا یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ وہ مرتے وقت اس نوشتہ پر عمل کرنے کا حکم دے گئے ہیں۔ یزید نے اس رائے پر عمل کیا۔ عبیداللہ کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا حاکم کر دیا' اور حکومت کوفہ کا فرمان اس کے نام پر لکھ دیا۔ مسلم بن عمرو باہلی موجود تھا۔ اسے بلایا اور فرمان اسے دے کر عبیداللہ کے پاس بصرہ روانہ کیا۔

یزید کا خط بنام ابن زیاد:

فرمان کے ساتھ یہ خط بھی ملا۔ میرے شیعہ جو کوفہ میں ہیں' انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ کوفہ میں ابن عقیل مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے جمعیتیں تیار کر رہے ہیں۔ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں جا کر ابن عقیل کو اس طرح ڈھونڈو جیسے کوئی نگینہ کو ڈھونڈتا ہے۔ انہیں یا تو گرفتار کر لینا یا قتل کر ڈالنا یا شہر سے نکال دینا۔ والسلام۔ مسلم باہلی بصرہ میں عبیداللہ کے پاس پہنچا۔ عبیداللہ نے سامانِ سفر کی درستی اور تیاری کا حکم دیا کہ دوسرے ہی دن کوفہ روانہ ہو جائے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے خطوط بنام شرفائے بصرہ:

ادھر حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام آزاد سلیمان کے ہاتھ بصرہ کے پانچوں گروہوں کے رؤسا اور اشراف شہر کو ایک خط روانہ کیا۔ ان لوگوں میں مالک بن مسمع بکری اور احنف بن قیس اور منذر بن جارود اور مسعود بن عمرو اور قیس بن الہیثم اور عمر بن معمر کا نام ہے۔ یہ ایک ہی خط تھا جو سب کے نام آیا تھا۔ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخلوقات میں برگزیدہ کیا۔ نبوت سے ان کا اکرام اور رسالت کے لیے ان کو انتخاب فرمایا۔ اور جب اس کے بندوں کی خیرخواہی کر چلے اس کے پیغام کو پہنچا چکے تو حق تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ ہم لوگ ان کے اہل و وصی و ولی و وارث ان کی جگہ کے ہم سب سے زیادہ احق تھے۔ ہماری قوم والوں نے اس باب میں اپنے تئیں ہم پر ترجیح دی ہم بھی راضی ہو گئے اور افتراق سے ہم نے کراہت کی امن و عافیت کو ہم نے پسند کیا یہ جان بوجھ کر کہ جنھوں نے اس امر کا ذمہ لیا ہے بہ نسبت ان کے ہم حق کے احق ہیں[1] انھوں نے احسان کیا' اصلاح کی حق کے طالب رہے خدا ان پر رحم کرے اور ہمارے اور ان کے گناہوں کو بخش دے۔ میں نے اپنا قاصد تم لوگوں کے پاس یہ خط دے کر روانہ کیا ہے' میں تم کو کتاب' خدا و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہوں اس لیے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹا دی گئی ہے۔ اور بدعت کو رواج دیا ہے۔ اگر تم لوگ میری بات کو سنو گے اور میری اطاعت کرو گے تو میں تم کو راہ ہدایت پر لگا دوں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ'' شرفائے بصرہ میں سے جس جس نے اس خط کو پڑھا اس نے چھپا ڈالا۔ ہاں منذر بن جارود کو یہ وسواس ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ عبیداللہ نے ہم لوگوں کو چکمہ دیا ہو۔ وہ عبیداللہ کے پاس قاصد کو لیے ہوئے چلا آیا اور خط بھی اسے دکھا دیا۔

عبیداللہ بن زیاد کا اہل بصرہ سے خطاب:

عبیداللہ نے اسی وقت قاصد کی گردن ماری اور منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا اور کہا واللہ! کوئی کیسا ہی منہ زور ہو میرے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتا۔ کسی کی دشمنی کی میں پرواہ نہیں کرتا' جو مجھ سے عداوت رکھے اس کے لیے میں عذاب ہوں جو کوئی مجھ سے جنگ آزمائی کرے میں اس کے حق میں زہر ہوں۔ جس نے کسی قدر افگن کے ساتھ تیر اندازی کی اس نے انصاف کی بات کی۔ اے اہل بصرہ مجھے امیر المومنین نے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے۔ میں کل سویرے ادھر روانہ ہو جاؤں گا۔ تم لوگوں میں عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین کیے جاتا ہوں۔ دیکھو مخالفت و بغاوت سے بچے رہنا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں' اگر تم میں سے کسی شخص کی مخالفت کا حال مجھے معلوم ہوگا۔ تو میں اسے اس کے سرغنہ کو اس کے ہوا خواہ کو ضرور قتل کروں گا۔ میں قریب کو بعید کے عوض میں پکڑوں گا۔ کہ تم سب میری اطاعت کرنے لگو' تم میں کوئی مخالفت و معاند نظر نہ آئے۔ میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ دنیا میں سب سے زیادہ اس کے ساتھ میں مشابہت رکھتا ہوں۔ مجھے کسی ماموں یا چچا کے ساتھ مشابہت نہیں ہے۔

ابن زیاد کی بصرہ سے روانگی:

اسی کے دوسرے دن اس نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو جانشین کیا اور مسلم بن عمرو باہلی و شریک بن اعور حارثی و تمام حشم و خدام و اہل و عیال کو ساتھ لے کر بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا۔ کالا عمامہ سر پر رکھے ڈھاٹا باندھے کوفہ میں داخل ہوا۔ یہاں لوگوں میں

---

[1] منهالك الحق المستحق علينا. جو ہمارے مقابلہ میں طلب کیا گیا ہے۔۱۲

حسین رضی اللہ عنہ کے روانہ ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی' سب ان کے منتظر تھے۔ عبیداللہ کو سمجھے کہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس جس مجمع کی طرف سے وہ گزرتا تھا لوگ سلام کرتے تھے اور کہتے تھے۔ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا آپ کا آ جانا کیسا اچھا ہوا۔ حسین رضی اللہ عنہ کے لیے ان کا خوش ہونا عبیداللہ کو ناگوار گزرا۔ جب ان لوگوں کو زیادہ خوشی کرتے دیکھا تو مسلم باہلی نے کہا ہٹ جاؤ' یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے۔[1] ابن زیاد کے ساتھ اس وقت کوئی دس بیس ہی آدمی تھے۔ جب قصر میں وہ داخل ہوا اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ عبیداللہ بن زیاد ہے۔ تو سب کو بے انتہا رنج اور قلق ہوا۔

عبیداللہ بن زیاد کی اہل کوفہ کو دھمکی:

عبیداللہ نے ان کی زبان سے جو کچھ سنا اس سے بے انتہا اسے غیظ وغضب آیا' اس نے کہا۔ یہ لوگ جیسے ہیں' میں نے دیکھ لیا۔ جب یہ قصر میں داخل ہوا تو الصلاۃ جامعۃ کی ندا کی گئی۔ لوگ سب جمع ہو گئے۔ حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا: ''امیر المومنین اصلحہ اللہ نے مجھے تمہارے شہر کا اور حدود کا والی مقرر کیا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم میں جو مظلوم ہو اس کا انصاف کروں جو محروم ہو اس کو عطا کروں' جو بات سنے اور اطاعت کرے اس پر احسان کروں جو بے ایمان و نافرمان ہو اس پر تشدد کروں۔ میں تم لوگوں کے ساتھ اس کے حکم کا اتباع کروں گا۔ اس کے فرمان کو نافذ کروں گا۔ تم میں جو شخص خوش کردار و مطیع ہے میں اس سے پدر مہربان کی طرح پیش آؤں گا اور جو شخص میرا حکم نہ مانے گا میرا فرمان بجا نہ لائے گا اس کے لیے میرا تازیانہ اور میری تلوار ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی خیر منائے' راستی بلا کو ٹالتی ہے۔ یہ کہہ کر اتر آیا۔ اور تمام سرگروہوں پر اور سب لوگوں پر تشدد کرنے لگا کہ تم لوگوں میں جو جو نو وارد ہیں جن کی رائے مخالفت و نافرمانی ہے ان سب کے نام مجھے لکھ کر دو۔ جو شخص لکھ کر دے گا وہ بری ہو جائے گا اور جو کسی کا نام نہ لکھے وہ اس بات کا ضامن ہو کہ اس کے قبیلہ میں سے کوئی ہماری مخالفت اور ہم سے بغاوت نہ کرنے پائے گا۔ ایسا نہ ہوا تو پھر ہم سے شکایت نہیں' اس کی جان و مال کا لینا ہم پر حلال ہے اور جس سرگروہ کے قبیلہ میں کوئی ایسا شخص پایا جائے گا جس کی امیر المومنین کو تلاش ہو اور اس نے اب تک اسے پیش نہ کیا ہو تو وہ اپنے ہی گھر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے گا۔ اور دفتر عطیات سے اس کی یہ خدمت سب کو لے جائے گی اور موضع عمان الزلوہ کی طرف وہ نکال دیا جائے گا۔

عبداللہ بن حارث اور شریک بن اعور:

یہ بھی مذکور ہے کہ یزید کا خط ابن زیاد کو جب پہنچا تو اس نے اہل بصرہ میں سے پانسو آدمی چن لیے' ان میں عبداللہ بن حارث بھی تھا اور شریک بن اعور بھی اور یہ شخص شیعہ علی رضی اللہ عنہ میں سے تھا۔ سب سے پہلے یہی اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی راہ میں تھک کر رہ گئے۔ کہا گیا کہ زحمت سفر سے وہ تھک گئے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ان کے بعد عبداللہ بن حارث اور ان کے ساتھ والے سب تھک کر رہ گئے۔ ان کو امید تھی کہ ہم لوگوں کے رہ جانے سے ابن زیاد بھی راہ میں توقف کرے گا اور اس سے پہلے حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں پہنچ جائیں گے۔ مگر ابن زیاد کا یہ حال تھا کہ تھکے ہوئے لوگوں کی طرف مڑ کر دیکھتا نہ تھا برابر چلا ہی جاتا تھا۔ جب قادسیہ میں پہنچا تو اس کا غلام آزاد مہران بھی تھک کر رہ گیا۔ ابن زیاد نے کہا اے مہران اسی حالت سے اگر تو خود کو سنبھال کر چلا چلے کہ قصر کوفہ

---

[1] فَاَخَذَ حِیْنَ اَقْبَلَ عَلَی الظَّھْرِ سواری پر جب مسلم سامنے آیا تو ابن زیاد نے اس کو پکڑ لیا۔

دیکھائی دینے لگے۔تو لاکھ درہم تجھے دوں گا اس نے کہا بخدا مجھ سے نہیں ہوسکتا۔

ابن زیاد کی کوفہ میں آمد:

ابن زیاد یہ سن کر اتر پڑا۔لباس فاخر یمنی نکال کر پہنا۔یمنی چادر کو اوڑھا اور اپنے خچر پر سوار ہوا۔ پھر پیادہ ہو کر تنہا چلا۔جس جس پہرے پر سے یہ گذرتا تھا اور لوگ اسے دیکھتے تھے سب سمجھتے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں' سب پکار کر کہتے تھے' مرحبا یا ابن رسول اللہ! یہ کسی کو جواب ہی نہ دیتا تھا۔لوگ گھروں سے نکل نکل کر اس کے پاس چلے آ رہے تھے۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے جو لوگوں کا یہ حال سنا۔تو اس نے قصر کا دروازہ اندر سے بند کر دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والے نہ آنے پائیں۔عبیداللہ دروازہ پر پہنچ گیا اور نعمان رضی اللہ عنہ کو یہی یقین تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام خلق خدا ان کے گرد جمع ہے۔نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میرے پاس سے چلے جائیے۔میں اپنی امانت آپ کے حوالہ نہیں کروں گا۔مجھے آپ کا قتل کرنا بھی منظور نہیں ہے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد:

عبیداللہ نے کچھ جواب نہ دیا۔پھر دونوں کنگروں کے درمیان جا کر کہا ''ارے کھول تیرا بھلا نہ ہو بڑی دیر سویا'' اس کے پیچھے ایک شخص نے اس کی آواز سن لی۔اس نے سب سے کہہ دیا۔یارو قسم ہے خدا کی یہ تو ابن مرجانہ ہے۔انھوں نے جواب دیا واہ یہ تو حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔نعمان رضی اللہ عنہ نے اب دروازہ کھولا۔ابن زیاد قصر میں داخل ہوا۔اور لوگوں کے لیے دروازہ بند کر لیا گیا وہ سب منتشر ہو گئے۔صبح ہوئی تو ابن زیاد منبر پر گیا اور کہا کہ ''میرے ساتھ ساتھ اظہار اطاعت کرتے ہوئے جو لوگ آئے اور سمجھے کہ حسین رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور شہر پر قابض ہو گئے ہیں۔انھوں نے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنی کی ہے۔واللہ! میں نے تم میں سے کسی کو پہچانا نہیں۔یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔اور اس کو یہ خبر گذری کہ مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ ایک شب پہلے ابن زیاد سے آ چکے ہیں اور نا جیہ کوفہ میں اترے ہوئے ہیں۔بنی تمیم کے ایک غلام آزاد کو ابن زیاد نے بلایا اسے کچھ مال دیا اور یہ کہا کہ تو بھی ان لوگوں کا سا شیوہ اختیار کر لے۔اور اس مال سے ان کی اعانت کر۔ہانی و مسلم کو ڈھونڈ۔اور ہانی کے پاس جا کر اتر پڑا۔غلام ہانی کے پاس آیا۔ان سے کہا کہ میں شیعہ ہوں اور میں کچھ مال لے کر آیا ہوں۔

ابن زیاد کے قتل کا منصوبہ:

شریک بن اعور بیمار ہو کر ہانی کے یہاں آئے ان سے کہا کہ مسلم سے کہیے' یہاں موجود رہیں۔عبیداللہ میری عیادت کو یہاں آئے گا۔پھر مسلم رضی اللہ عنہ سے شریک نے پوچھا اگر عبیداللہ کے قتل کا آپ کو موقع دوں تو آپ اسے تلوار ماریں گے۔مسلمؒ نے کہا ہاں! واللہ میں اسے ماروں گا۔اور عبیداللہ شریک کی عیادت کے لیے ہانی کے گھر میں آیا۔شریک مسلم سے کہہ چکے تھے کہ جب میں کہوں مجھے پانی پلا دو۔تو تم نکل کر اس پر وار کرنا۔عبیداللہ آ کر شریک کے بستر پر بیٹھ گیا اور مہران اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔شریک نے کہا مجھے پانی پلا دو۔ایک چھوکری کٹورا لے کر آئی' مسلم کو دیکھ کر چلی گئی۔شریک نے پھر کہا مجھے پانی پلا دو۔پھر تیسری دفعہ کہا وائے ہو تم پر پانی سے مجھے پرہیز کراتے ہو۔مجھے پانی پلاؤ۔اس میں میری جان بھی جائے تو جائے۔مہران تاڑ گیا اس نے عبیداللہ کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔شریک نے کہا اے امیر میں تم سے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔کہا کہ میں پھر آؤں گا۔اب مہران اسے دھکیلتا ہوا لے کے چلا اور کہا واللہ! تمہارے قتل کرنے کا سامان تھا۔عبیداللہ نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے میں تو شریک کی خاطر کرتا ہوں'

اور پھر ہانی کے گھر میں جس پر میرے باپ کا احسان ہے۔

ہانی بن عروہ اور ابن زیاد کی گفتگو:

اس نے واپس آ کر اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا ہانی کو میرے پاس لاؤ۔ انھوں نے کہا ہانی بغیر امان دیئے تو نہیں آئیں گے۔ کہا ان کو امان سے کیا واسطہ۔ ایسا کون سا قصور ان سے ہوا ہے۔ تم دونوں جاؤ تو اگر بغیر امان دیئے وہ نہ آئیں تو ان کو امان دو اور لے آؤ۔ دونوں شخص ہانی کو بلانے آئے۔ ہانی نے کہا مجھے وہ پا جائے گا تو ضرور قتل کرے گا۔ یہ اصرار کرنے سے باز نہ آئے۔ آخر ہانی کو لے ہی آئے۔ عبیداللہ خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا۔ ہانی آ کر مسجد میں بیٹھ گئے اور دونوں گیسو ان کے ادھر ادھر چھوٹے ہوئے تھے۔ عبیداللہ نماز سے فارغ ہو چکا تو ہانی کو پکارا یہ اس کے ساتھ ساتھ چلے مکان میں داخل ہوئے تو اسے سلام کیا۔ عبیداللہ نے کہا ہانی تمہیں کیا نہیں معلوم کہ میرا باپ جب اس شہر میں آیا ہے تو اس نے تمہارے باپ کے اور حجر کے سوا ان شیعوں میں سے بے قتل کیے ہوئے کسی کو نہیں چھوڑا۔ حجر کا جو انجام ہوا وہ بھی تم کو معلوم ہے۔ پھر تم سے وہ اچھی طرح پیش آتا رہا۔ پھر امیر کوفہ سے تمہاری سفارش میں اس نے یہ کلمہ لکھا کہ میری حاجت تم سے ہانی کے باب میں ہے۔ ہانی نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ کہا اس کا عوض یہی تھا کہ تم نے اپنے گھر میں ایک شخص کو چھپا کر رکھا کہ مجھے قتل کر ڈالے۔ ہانی نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ عبیداللہ نے یہ سن کر اسی غلام تمیمی کو جو ان لوگوں کی جاسوسی پر مقرر تھا بلا لیا۔

ہانی بن عروہ پر ابن زیاد کا حملہ:

ہانی اس کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ اس نے سب حال کہہ دیا ہوگا' کہا اے امیر جو خبر تم کو پہنچی ہے صحیح ہے مگر میں ہرگز تمہارے احسان کو نہیں بھولوں گا۔ تمہارے لیے اور تمہارے اہل و عیال کے لیے امان ہے جدھر تمہارے دل میں آئے' یہاں سے چلے جاؤ۔ عبیداللہ کچھ سوچنے لگا۔ مہران اس کے پاس عصا لیے ہوئے کھڑا تھا۔ پکارا ہائے غضب یہ جلا ہا تمہاری سلطنت میں تم کو امان دیتا ہے۔ اس نے مہران سے کہا اسے پکڑ واس نے عصا رکھ دیا اور دونوں گیسو ہانی کے پکڑ لیے اور ان کے چہرہ کو بلند کیا۔ عبیداللہ نے عصا اٹھا کر ان کے چہرہ پر مارا کہ اس کی بوڑی اکھڑ کر دیوار میں پیوست ہوگئی۔ پھر ان کے چہرے پر مارے گیا کہ ماتھا اور ناک ان کی مجروح ہوگئی۔

قبیلہ مذحج کا محاصرہ:

لوگوں نے شور و شر کی آواز سنی قبیلہ مذحج کو خبر ہوگئی۔ ان لوگوں نے آ کر گھر کو گھیر لیا۔ عبیداللہ نے حکم دیا کہ ہانی کو لے جا کر کسی حجرہ میں ڈال دو' پھر مہران کو حکم دیا کہ ان کے پاس شریح کے لے آئے۔ وہ شریح کو لے کر آیا ان کے ساتھ ہی اہل شرطہ بھی چلے آئے' ہانی نے کہا شریح تم دیکھتے ہو میرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے' کہا میں تو دیکھتا ہوں کہ تم زندہ ہو۔ ہانی نے کہا یہ حال دیکھ کر بھی تم سمجھتے ہو کہ میں زندہ ہوں؟ میری برداری والوں سے یہی کہنا کہ اگر وہ چلے جائیں گے تو ابن زیاد مجھے قتل کرے گا۔ اب شریح عبیداللہ کے پاس آئے' کہا ہانی تو زندہ ہیں' مگر زخم کاری لگا ہے اس نے کہا' حاکم وقت اپنی رعیت پر عذاب کرے تو تم اعتراض کرتے ہو۔ باہر جا کر ان لوگوں کو سمجھاؤ۔ شریح باہر گئے تو عبیداللہ نے ایک شخص کو ان کے ساتھ کر دیا۔ شریح نے کہا یہ کیا گستاخی ہے؟ وہ شخص زندہ ہے۔ حاکم نے ایک ضرب اسے ماری ہے اس سے وہ مر نہیں گیا۔ خود کو بھی اور اس شخص کو بھی بلا میں نہ ڈالو' یہاں سے چلے جاؤ''۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی بن عروہ:

ایک روایت یہ ہے کہ شریک بن اعور شیعہ تھے اور جنگ صفین میں عمار کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھے۔ یہ ہانی بن عروہ کے گھر میں اترے۔ اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ مختار کے گھر میں تھے کہ انہیں عبیداللہ کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ یہاں ان کا رہنا سب کو معلوم ہو چکا تھا یہ بھی ہانی کے گھر میں چلے آئے۔ دروازہ میں داخل ہوئے' ہانی سے کہلا بھیجا کہ باہر آئیں۔ ہانی باہر آئے' جونہیں مسلم کو دیکھا ان کا آنا انہیں اچھا نہ معلوم ہوا۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ مجھے پناہ دو اور مہمان رکھو' ہانی نے کہا خدا تمہارا بھلا کرے تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ مجھ پر بھروسہ کر کے میرے گھر میں نہ چلے آئے ہوتے تو میری خواہش میرا سوال تم سے یہی ہوتا کہ میرے یہاں سے چلے جاؤ۔ مگر اب تو اس میں میری ذلت ہے۔ ہانی اور مسلم کو جہالت سے واپس کرے؟ آؤ گھر کے اندر چلے آؤ۔ ہانی نے انہیں پناہ دے دی۔

آزاد غلام معقل:

عبیداللہ نے جس شخص کو تین ہزار درہم دے کر افشائے راز کے لیے بھیجا تھا۔ یہ اسی کا غلام آزاد معقل تھا۔ معقل پہلے مسلم بن عوسجہ سے ملا۔ بڑی مسجد میں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگوں سے اس نے سنا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے لیے وہ بیعت لیتے ہیں۔ یہ شخص ابن عوسجہ کے پاس شیعوں کے ساتھ آمد و رفت بھی رکھتا تھا۔ کہ ہانی بیمار ہوئے اور عبیداللہ ان کی عیادت کو آیا۔ عمارہ بن عبید سلولی نے کہا۔ ہمارا بڑا کام یہ ہے کہ اس فرعون کو قتل کریں۔ اس وقت وہ تمہارے قابو میں ہے۔ اسے قتل کرو۔ ہانی نے کہا یہ میں نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں وہ قتل کیا جائے۔

شریک بن اعور کی علالت:

ایک ہفتہ اور گذرا ہوگا کہ شریک بن اعور بیمار ہوئے۔ ابن زیاد اور تمام امراء ان کی تعظیم کرتے تھے۔ ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ میں شام کو تمہارے دیکھنے کے لیے آؤں گا۔ شریک نے مسلم سے کہا آج شام کو یہ مردود میری عیادت کو آنے والا ہے۔ جب وہ آ کر بیٹھے تو تم نکل کر اسے قتل کر ڈالنا اس کے بعد قصر میں جا کر بیٹھ جانا۔ کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔ میں جب اس بیماری سے اچھا ہو گیا تو خود بصرہ میں جا کر تمہارے لیے سب انتظام کر دوں گا۔ شام کو عبیداللہ شریک کی عیادت کے لیے آیا۔

مسلم اٹھے کہ آڑ میں چلے جائیں اور شریک نے تاکید کی کہ دیکھو جس وقت وہ آ کر بیٹھے اسے ہرگز دم نہ لینے دینا۔ یہ سن کر ہانی بن عروہ مسلم کے پاس گئے اور کہا میں نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں وہ قتل ہو۔ ہانی اس بات کو کچھ معیوب سمجھے۔ عبیداللہ آیا بیٹھا شریک کا حال پوچھا کہ تمہیں کیا شکایت ہے اور کب سے ہے' ان باتوں کو جب طول ہوا اور شریک نے دیکھا کہ مسلم نہیں نکلے انہیں خوف ہوا کہ یہ موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے تو یہ شعر پڑھنے لگے۔

مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِسَلْمَىٰ اَنْ تحيّوهَا اِسْقِيْنَا وَ اِنْ كَانَتْ بِهَا نَفْسِىْ

ترجمہ: ''یعنی سلمیٰ کو سلام کرنے میں تمہیں اب کیا انتظار ہے۔ مجھے پلا دو اس میں جان بھی میری جائے تو جائے''۔

شریک نے دو تین دفعہ اسی شعر کو پڑھا۔ عبیداللہ کچھ سمجھا نہیں پوچھا ان کا کیا حال ہے۔ دیکھو یہ تو ہذیان بک رہے ہیں۔ ہانی نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے ہاں یہی ان کی حالت ہے۔ طلوع صبح سے لے کر یہ وقت ہونے کو آیا۔

عبید اللہ اٹھا اور چلا گیا۔

شریک بن اعور کی وفات:

اب مسلم باہر آئے شریک بن اعور نے پوچھا اسے تم نے کیوں نہ قتل کر ڈالا۔ کہا دو امر مانع ہوئے ایک تو یہ کہ ہانی کو گوارا نہ ہوا کہ ان کے گھر میں یہ امر واقع ہو۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ اچانک قتل کرنے والے کو ایمان مانع ہے اور مومن کو اچانک قتل کرنا نہ چاہیے۔ ہانی نے کہا واللہ اسے قتل کرتے تو ایک بڑے فاسق و فاجر اور کافر دغا باز کو قتل کرتے۔ مگر مجھی کو گوارا نہ تھا کہ میرے گھر میں اسے قتل کرو۔ شریک بن اعور اس کے بعد تین دن اور زندہ رہے پھر مر گئے عبید اللہ نے ان کی نماز پڑھی۔ مسلم و ہانی کے قتل کے بعد عبید اللہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ شریک کو بیماری میں جو شعر پڑھتے ہوئے اس نے سنا تھا وہ مسلم کو آمادہ کر رہے تھے کہ نکلیں اور اسے قتل کریں۔ یہ سن کر عبید اللہ نے کہا میں اب کسی عراقی کے جنازہ پر نماز نہ پڑھوں گا۔ اور واللہ اگر زیاد کی قبر وہاں نہ ہوتی تو میں شریک کی قبر کھدوا ڈالتا۔

معقل کی جاسوسی:

غرض شریک کے مرنے کے بعد مسلم بن عوسجہ معقل کو مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور اس کا سب حال بیان کر دیا۔ ابن عقیل نے اس سے بیعت لی۔ اور ابو ثمامہ صائدی کو حکم دیا کہ معقل جو مال گزرانتا ہے لے لیں۔ یہ خدمت انہیں کے سپرد تھی۔ کہ مال پر قبضہ کرتے بعض لوگوں کی اس سے اعانت کرتے تھے' ہتھیار خریدتے تھے اور اس کام میں کڑی نظر رکھتے تھے۔ شجاعانِ عرب و بزرگانِ شیعہ سے تھے۔ معقل سب سے پہلے یہاں کی صحبت میں آتا تھا اور سب کے آخر میں جاتا تھا۔ تمام خبریں سنا کرتا تھا اور تمام اسرار کو جانتا تھا اور جا جا کر ابن زیاد کے کان میں پھونکتا تھا۔

ہانی بن عروہ کی مصنوعی علالت:

ہانی پہلے ابن زیاد کے پاس صبح و شام جایا کرتے تھے۔ جب مسلم ان کے یہاں آکر اترے تو انھوں نے وہیں کی آمد و رفت ترک کر دی خود کو بیمار کر ڈالا۔ نکلنا موقوف کر ڈالا۔ ابن زیاد نے ان کے بلانے کے لیے محمد بن اشعث و اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو روانہ کیا۔ ابن حجاج کی بہن روعہ ہانی کی زوجہ تھیں۔ یحییٰ بن ہانی انہیں کے بطن سے تھا۔ کہتے ہیں اسماء اس بات سے بے خبر تھا کہ ابن زیاد نے ہانی کو کیوں بلایا ہے لیکن محمد بن اشعث اس کے ارادہ سے واقف تھا۔ یہ سب لوگ جب ہانی کو لے کر پہنچے ہیں تو ابن زیاد کے پاس قاضی شریح بھی موجود تھے اور اسی دن ابن زیاد نے ام نافع بنت عمارہ کے ساتھ شادی کی تھی شریح کی طرف دیکھ کر ابن زیاد نے یہ شعر پڑھا:

''میں اس سے سلوک کا ارادہ کرتا ہوں وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اپنے دوست مرادی کے لیے میرا یہ عذر سن رکھو''۔

ہانی کی یرغمال کی پیشکش:

پھر ہانی سے پوچھا کیوں ہانی امیر المومنین اور عامہ مسلمین کے لیے تمہارے گھر میں یہ کیسے سامان ہو رہے ہیں۔ مسلم کو اپنے گھر میں تم نے رکھا' ان کے لیے ہتھیار اور مردان جنگی اور گھروں میں بھی تم نے مہیا کیے۔ ہانی نے انکار کیا تو اس نے معقل کو سامنے بلا کر کھڑا کر دیا۔ ہانی مجبور ہو گئے' انھوں نے صاف صاف سب حال بیان کر دیا کہ مسلم رضی اللہ عنہ خود سے میرے گھر میں چلے آئے اور

ان کے متعلق جو کچھ تم نے سنا وہ سب صحیح ہے۔ اب مجھ سے جیسا عہد و پیمان تم چاہو لے لو کہ میں تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کرنے کا۔ اگر کہو تو بطور یرغمال تمہارے پاس کسی کو رکھ دوں اتنے دیر کے لیے کہ میں یہاں سے جا کر مسلم سے کہہ دوں کہ میرے گھر سے جہاں ان کا جی چاہے چلے جائیں۔ تا کہ میں ذمہ داری سے بری ہو جاؤں۔ ابن زیاد نے کہا واللہ جب تک مسلم کو میرے پاس نہ لاؤ تم ہرگز یہاں سے جا نہیں سکتے۔ کہا واللہ! میں ہرگز ان کو تمہارے پاس نہیں لاؤں گا۔ اپنے مہمان کو تمہارے پاس لاؤں کہ تم قتل کرو۔ کہا واللہ تمہیں لانا ہوگا۔ کہا واللہ میں نہیں لاؤں گا۔

ہانی بن عروہ اور مسلم باہلی:

جب تکرار بڑھ گئی تو مسلم باہلی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت تک کوفہ میں اس کے سوا کوئی شامی یا بصری نہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہانی اپنی بات کی پیچ کر رہے۔ اور مسلم کے حوالہ کر دینے میں ابن زیاد کی بات نہیں سنتے۔ کہا خدا امیر کا بھلا کرے' ذرا ہانی سے مجھے گفتگو کر لیے دو اور ہانی سے کہا۔ ذرا اٹھ کر ادھر آؤ میں بھی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ہانی اٹھے اور ابن زیاد سے علیحدہ تخلیہ میں اس سے گفتگو کرنے لگے۔ اب بھی یہ دونوں اس سے قریب تھے۔ اس کے سامنے ہی تھے۔ جب دونوں کی آواز بلند ہوتی تھی تو وہ سن سکتا تھا۔ جب آہستہ بات کرتے تھے۔ تو نہیں سن سکتا تھا۔

مسلم نے کہا۔ اے ہانی خدا کے واسطے اپنے کو قتل نہ کر' اپنی قوم اور برداری والوں پر بلا نہ لاؤ۔ واللہ! مجھے تمہارے قتل ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔ اور ہانی اپنے دل میں سمجھ رہے تھے کہ برداری کے لوگ آتے ہی ہوں گے اس نے کہا۔ یہ شخص (ابن عقیل) ان لوگوں کے بنی اعمام سے ہیں نہ کوئی انہیں قتل کرے گا نہ کسی طرح کا ضرر ان کو پہنچے گا۔ انہیں ان کے حوالے کر دو۔ اس میں تمہارے لیے نہ کوئی رسوائی ہے نہ کوئی منقصت ہے۔ تم تو انہیں حاکم وقت کے حوالے کرو گے۔ ہانی نے کہا نہیں واللہ! میری بڑی ذلت و رسوائی ہے میں زندہ موجود ہوں صحیح سلامت ہوں دیکھتا ہوں سمجھتا ہوں دست و بازو میں طاقت رکھتا ہوں۔ میرے اعوان و مددگار بہت ہیں۔ پھر بھی جسے میں نے پناہ دی ہے۔ جو میرا مہمان ہے۔ اسے حوالے کر دوں۔ واللہ! اگر میں اس وقت تنہا ہوتا۔ بے یار و مددگار ہوتا جب بھی اپنی جان جب تک نہ دے دیتا اس وقت تک اسے حوالے نہ کرتا۔ باہلی ان کو قسمیں دیئے جاتا تھا اور وہ کہے جاتے تھے۔ واللہ! میں کبھی حوالے نہ کروں گا۔

ہانی کی ابن زیاد کو دھمکی:

عبیداللہ نے یہ بات سنی کہا اسے میرے قریب لاؤ۔ ہانی کو لوگ اس کے قریب لے گئے۔ کہا اسے میرے پاس لانا نہیں تو واللہ تیری گردن ماروں گا۔

ہانی نے کہا پھر تو یہاں تلواریں بھی بہت چمک جائیں گی۔

کہا کہ افسوس ہے تیرے حال پر مجھے تلواروں سے ڈراتا ہے۔ ہانی کو یہی خیال تھا کہ ان کی برداری کے لوگ انہیں اب بچا لیں گے۔

ابن زیاد نے کہا میرے قریب اسے لاؤ۔

قریب لائے تو ان کے چہرہ کو لکڑی کے نیچے دھر لیا۔ ناک اور پیشانی اور رخسار پر متصل لکڑیاں مارے جاتا تھا کہ ناک کے

ٹکڑے اڑ گئے۔ کپڑے ان کے خون میں ڈوب گئے رخساروں اور ماتھے کا گوشت ان کی داڑھی پر لٹک آیا۔ آخر لکڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار پر ہاتھ ڈالا تھا مگر اس نے ان کے ہاتھ سے قبضہ کو چھڑا لیا۔ اس پر عبید اللہ نے کہا:

ہر وقت فتنہ وفساد؟ تو نے اپنا خون مباح کر دیا۔ اب تجھے قتل کرنا ہمیں مباح ہو گیا۔ اسے پکڑو۔ کسی حجرہ میں لے جا کر ڈال دو' دروازہ بند کر دو اور پہرہ بٹھا دو۔ جو اس نے حکم دیا تھا۔ وہی کیا گیا۔ اب اسماء بن خارجہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا ہر وقت مکر و دغا؟ تو نے ہمیں حکم دیا کہ ہانی کو لے کر آئیں۔ جب ہم لائے اور گھر کے اندر انہیں پہنچا دیا تو چہرہ ان کا تو نے زخمی کر دیا ان کے خون سے ان کی داڑھی کو تو نے رنگ دیا اور ان کے قتل کرنے کو بھی کہہ رہا ہے۔ عبید اللہ نے کہا لو۔ تم بھی یہاں موجود ہو۔ پھر سپاہیوں سے کہہ دیا۔ اس کو بھی مارا پیٹا' سزا دی' پھر قید کر دیا۔ مگر محمد بن اشعث کہنے لگا۔ ہم تو امیر کی رائے پر راضی ہیں۔ ہمارے لیے بہتری اس میں ہو یا برائی۔ سزا دینا امیر کا کام ہے۔

قاضی شریح کی گواہی:

عمرو بن حجاج کو یہ خبر پہنچی کہ ہانی قتل ہو گئے۔ وہ بنی مذحج کو ساتھ لیے ہوئے آیا۔ قصر کو گھر لیا اور پکار کے کہا میں عمرو بن حجاج ہوں اور میرے ساتھ بنی مذحج کے شرفائے وسرہنگ ہیں۔ ہم نے طاعت سے روگردانی نہیں کی ہے۔ ہم نے جماعت کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ ہمارا رئیس قتل کیا جاتا ہے اور یہ امر ہم کو سخت ناگوار گذرا ہے۔ عبید اللہ سے لوگوں نے کہا کہ بنی مذحج دروازہ پر کھڑے ہیں۔ اس نے قاضی شریح سے کہا' ان کے رئیس کو جا کر دیکھ لو۔ اور ان سے باہر جا کر کہہ دو کہ وہ زندہ ہے۔ کسی نے قتل نہیں کیا ہے میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔ غرض شریح نے جا کر ان کو دیکھا وہ خود بیان کرتے ہیں۔

قاضی شریح اور ہانی بن عروہ:

مجھے دیکھ کر ہانی نے کہا دہائی ہے خدا کی اور مسلمان کی۔ کیا میری برداری والے مر گئے۔ ورنہ وہ اہل دین واہل شہر کیا ہو گئے۔ سب مجھے اپنے دشمن اور دشمن کے بیٹے کے ساتھ چھوڑ کر گم ہو گئے اور اس وقت خون ان کی داڑھی پر جاری تھا کہ قصر کے دروازہ پر کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی اور میں وہاں سے نکلا اور ہانی میرے پیچھے آ کر کہنے لگے۔ شریح! یہ بنی مذحج کے آوازیں ہیں۔ یہ سب مسلمان میرے شیعہ ہیں۔ دس آدمی بھی ان میں سے مجھ تک پہنچ جائیں تو مجھے چھڑا لے جائیں۔ میں نکل کے ان لوگوں کے سامنے گیا۔ عبید اللہ نے میرے ساتھ اپنے اہل شرطہ میں سے جو ہر وقت اس کے سامنے موجود رہتے تھے حمید بن بکر احمری کو کر دیا تھا اور بخدا اگر یہ شخص میرے ساتھ نہ ہوتا تو ہانی کے برداری والوں کو ان کا پیام میں ضرور پہنچا دیتا۔ غرض جب میں نکل کر ان کے سامنے گیا تو میں نے کہا' 'امیر کو تم لوگوں کے یہاں آنے کی خبر ہوئی اور اپنے رئیس کے باب میں جو کچھ تمہارا خیال ہے اسے معلوم ہوا تو مجھے یہ حکم دیا کہ تمہارے رئیس کے پاس جاؤں میں ان کے پاس گیا اور انہیں دیکھ آیا۔ تو مجھے یہ حکم دیا کہ تم سے مل کر تمہیں مطلع کر دوں کہ وہ زندہ ہیں ان کے قتل ہونے کی خبر جو تمہیں پہنچی ہے وہ غلط ہے''۔ یہ سن کر عمرو نے اور اس کے ساتھ والوں نے کہا۔ شکر خدا کا کہ وہ قتل نہیں ہوئے اور سب چلے گئے۔

ابن زیاد کا مسجد سے فرار:

ایک روایت یہ ہے کہ عبید اللہ نے ہانی کو جب مارا ہے اور قید کیا ہے تو اندیشہ اسے ہوا کہ لوگ اس پر حملہ کریں گے۔ وہ تمام

اپنے اہل شرطہ اور خادموں اور شہر کے رئیسوں کے ساتھ نکلا۔ منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے الٰہی بجالایا اس کے بعد کہا' ایہا الناس خدا کی اور اپنے آئمہ کی طاعت کو نہ چھوڑو۔ اختلاف و افتراق سے بچے رہو۔ کہ اس میں ہلاک ہو گے' ذلیل ہو گے قتل ہو گے' جفائیں سہو گے۔ محروم رہو گے' بھائی تمہارا وہی ہے جو تم سے سچ بات کہہ دے۔ اور سنو جس نے جتا دیا پھر اس پر الزام نہیں ہے۔ منبر سے اترا چاہتا تھا مگر ابھی اترا نہ تھا کہ خرما فروشوں کی طرف سے بازاری لوگ مسجد میں گھس آئے اور دوڑتے ہوئے کہتے جاتے تھے' 'ابن عقیل آ گئے' ابن عقیل آ گئے' ' یہ دیکھتے ہی عبیداللہ دوڑ کر قصر میں چلا گیا اور سب دروازے بند کر لیے۔

مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوفیوں کا اجتماع:

عبداللہ بن حازم کہتے ہیں کہ ابن عقیل نے قصر کی طرف مجھے بھیجا تھا کہ دیکھوں ہانی پر کیا گذری۔ جب ہانی کو عبیداللہ نے مارا اور قید کر لیا تو میں اپنے گھوڑے پر چڑھا اور گھر والوں میں سب سے پہلے میں ہی نے مسلم بن عقیل کو خبر پہنچائی۔ قبیلہ مراد کی عورتیں جمع ہو گئی تھیں فریاد و واویلا کر رہی تھیں کہ میں نے مسلم سے سب حال بیان کر دیا۔ اس وقت مسلم کے گرداگرد تمام مکانوں میں ان کے چار ہزار اصحاب بھرے ہوئے تھے۔ اور اٹھارہ ہزار آدمی ان سے بیعت کر چکے تھے۔ مسلم نے مجھے حکم دیا کہ میرے انصار میں یا منصور امت کہہ کر پکار دو۔ میں نے پکار کر کہا۔ یا منصور امت۔ اسی کو اہل کوفہ بھی پکار پکار کر کہنے لگے۔ سب کے سب مسلم کے پاس جمع ہو گئے۔

ابن عقیل کی قصر ابن زیاد کی طرف پیش قدمی:

مسلم نے ارباع کوفہ میں سے بنی کندہ و بنی ربیعہ کا علم عبیداللہ بن عمرو کندی کو دیا۔ اور کہا تم میرے آگے آگے سواروں کو لے کر چلو۔ قبیلہ مذحج و بنی اسد کا علم مسلم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو دیا اور کہا تم پیادوں کو لے کر میدان میں اترو یہ فوج تمہارے حوالہ ہے۔ اب وہ قصر کی طرف چلے۔ ابن زیاد کو جو مسلم کے ادھر آنے کی یہ خبر پہنچی تو اس نے قصر میں اپنی حفاظت کا اہتمام کیا اور سب دروازے مستحکم بند کر لیے۔ عباس جذلی کہتے ہیں کہ ہم چار ہزار آدمی ابن عقیل کے ساتھ چلے تھے۔ جب قصر تک پہنچے ہیں تو تین سورہ گئے تھے۔ مسلم قبیلہ مراد کے ساتھ قصر تک پہنچے اور اسے گھیر لیا۔ پھر لوگ آنے لگے اور جمع ہونے لگے۔ ہمیں تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ لوگوں سے بازاریوں سے مسجد بھر گئی اور شام تک سب جمع ہوتے چلے گئے۔

ابن زیاد کی پریشانی:

عبیداللہ بہت مضطرب ہو گیا بڑا سبب یہ تھا کہ دروازہ قصر کے سوا کوئی اس کے لیے پناہ نہ تھی۔ کل تیس سرہنگ اہل شرطہ میں سے اس کے پاس تھے۔ اور بیس شخص اشراف اور گھر کے لوگ اور نوکر چاکر ملا کر تھے۔ قصر کا جو دروازہ رومی محلّہ کے متصل تھا ادھر سے ابن زیاد کے پاس اشراف شہر آمد و رفت کرتے تھے۔ ابن زیاد کے پاس جو لوگ تھے یہ بلند ہو ہو کر اس ہجوم کو دیکھتے تھے اور ڈرتے تھے۔ کہ وہ کہیں پتھر نہ ماریں' گالیاں نہ دیں اور ان کا یہ حال تھا کہ عبیداللہ کو اور اس کے باپ کو گالیاں دے رہے تھے۔ عبیداللہ نے کثیر بن شہاب حارثی کو بلا کر حکم دیا کہ قبیلہ مذحج کے جو لوگ اس کی اطاعت میں ہیں انہیں ساتھ لے کر کوفہ میں پھرے اور ابن عقیل کا ساتھ چھوڑنے پر لوگوں کو آمادہ کرے۔ ان کو جنگ کا خوف دلائے۔ ان کو عقوبت شاہی سے ڈرائے اور محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ کندہ و حضرموت کے جو لوگ اس کی اطاعت میں ہیں ان کو ساتھ لے کر نکلے اور ایک علم بلند کر دے کہ جو شخص اس

جائے اسے امان ہے۔

عبدالاعلیٰ کی گرفتاری:

اسی طرح کے احکام قعقاع اور شبث اور حجار اور شمر ذی الجوشن کو دیئے اور روسائے قوم جو اس کے پاس موجود تھے۔ ان کو روک رکھا کہ وہاں سے نکلنے نہ پائیں اس لیے کہ امیر کے پاس بہت کم لوگ ہیں۔ کثیر لوگوں کے اغوا کرنے کے لیے نکلا۔ اسی نے دیکھا بنی کلب کا ایک شخص عبدالاعلیٰ مسلح ہو کر کچھ لوگوں کے ساتھ ابن عقیل کے پاس جانا چاہتا ہے کثیر نے اسے گرفتار کیا اور ابن زیاد کے پاس لے کر آیا۔ اس نے ابن زیاد سے کہا میں تو تیرے ہی پاس آتا تھا۔ یہ سن کر اس نے جواب دیا ہاں تو نے وعدہ بھی مجھ سے کیا تھا۔ پھر حکم دیا گیا کہ اسے قید کرلو۔

عمارہ بن صلخب کی گرفتاری:

ابن اشعث قصر سے نکل کر محلہ بنی عمارہ میں آ کر ٹھہرا۔ اس نے دیکھا عمارہ بن صلخب ہتھیار لگائے ہوئے ابن عقیل کے پاس جانا چاہتا ہے۔ ابن اشعث نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اس نے قید کرلیا۔ ابن عقیل نے محمد بن اشعث کے مقابلہ میں عبدالرحمان شامی کو مسجد سے روانہ کیا۔ اس ہجوم کو دیکھ کر ابن اشعث روگردانی کرنے لگا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ اور قعقاع نے ابن اشعث کے پاس بلا بھیجا کہ میں نے عرار کی طرف سے ابن عقیل پر حملہ کیا وہ اس مقام سے پیچھے ہٹ گئے۔ ابن اشعث رومی محلّہ کی طرف سے ابن زیاد کے پاس پہنچا۔ جب کثیر اور محمد بن اشعث اور قعقاع اپنی اپنی برادری کے لوگوں میں سے جنھوں نے ان کی بات سنی انہیں ساتھ لیے ہوئے ابن زیاد کے پاس جمع ہو کر آئے تو کثیر نے اس سے کہا اور یہ سب کے سب ابن زیاد کے خیر خواہوں میں تھے۔ کہ خدا بھلا کرے امیر کا اس وقت آپ کے قصر میں بہت لوگ آپ کے پاس موجود ہیں۔ اشراف شہر اہل شرطہ آپ کے گھر والے اور تمام خدام آپ کے۔ ہم سب کو لے کر اب آپ ان لوگوں ک مقابلہ میں باہر نکلیے۔ عبیداللہ نے اس کا کہنا نہ مانا۔ اور شبث بن ربعی کو علم دے کر باہر نکالا۔ ابن عقیل کے ساتھ جو لوگ تھے وہ شام تک تکبیر کہتے رہے۔ اور ہجوم کرتے رہے اور ان کا حملہ بہت شدید ہو گیا۔

ابن زیاد کی شرفائے شہر کو ہدایت:

اب عبیداللہ نے اشراف شہر کو بلا کر جمع کیا اور ان سے کہا' بلندی پر چڑھ کر ان لوگوں کے سامنے جاؤ اور ان میں سے جو اطاعت کریں انہیں انعام واکرام کا امیدوار کرو۔ اور جو نافرمانی کریں ان کو محروم رہنے اور سزا پانے کا خوف دلاؤ۔ اور ان کو آگاہ کرو کہ ان کے لیے شام سے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں' غرض اشراف شہر بلندی پر چڑھ کر سب کے سامنے آئے۔

کثیر بن شہاب کی تقریر:

اور سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے تقریر کی' آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ جب تک وہ کہتا ہی رہا ''لوگو! اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ۔ شر وفساد میں جلدی نہ کرو۔ خود کو اپنے ہاتھوں قتل نہ کراؤ۔ دیکھو امیر المومنین یزید کی فوجیں چل چکی ہیں۔ سنو! امیر نے خدا سے یہ عہد کرلیا ہے کہ اگر تم اس سے جنگ پر آمادہ رہے اور اسی شام کو یہاں سے واپس نہ ہوئے تو تمہاری ذریت کو عطا سے محروم کر دے گا۔ اور تمہارے جنگ جو لوگوں کو غزوات اہل شام میں متفرق کر دے گا۔ برے کی جگہ اچھے کو غائب کے عوض میں

حاضر کو گرفتار کر لے گا۔ جس جس نے نافرمانی کی ہے ان میں سے بے سزا دیئے ایک کو بھی نہ چھوڑے گا''۔ اور تمام اشراف شہر نے بھی اسی طرح کی تقریر کی۔

اہل کوفہ کی عہد شکنی:

ان کی گفتگو سن کر لوگ متفرق ہونے لگے اور واپس جانے لگے۔ ایک ایک عورت اپنے بیٹے یا بھائی کے پاس آتی تھی اور کہتی تھی کہ یہاں سے چلو اتنے لوگ ہیں یہ سمجھ لیں گے۔ کوئی مرد اپنے بیٹے یا بھائی کے پاس آتا تھا اور کہتا تھا کل اہل شام آ جائیں گے تو تم ان سے کیونکر جنگ کر سکو گے۔ چلو یہاں سے اور وہ اس کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ اسی طرح لوگ متفرق و پراگندہ ہوتے رہے۔ شام تک ابن عقیل کے پاس تیس شخصوں سے زیادہ بعد میں نہ تھے۔ حد ہوگئی کہ نماز مغرب میں بھی ابن عقیل کے پاس تیس شخصوں سے زیادہ شریک نہ تھے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ شام ہوگئی اور ان کے ساتھ یہی چند شخص رہ گئے ہیں تو وہ نکلے اور ابواب کندہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ دروازہ تک پہنچے تھے کہ دس ہی آدمی رہ گئے۔ دروازہ سے باہر جو نکلے تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ اب جو مڑ کر دیکھتے ہیں تو کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ راستہ بتائے یا کسی گھر میں لے جائے یا دشمن کا سامنا ہو جائے تو ان کے آڑے آئے۔ یہ منہ اٹھائے ہوئے چلے۔ کوفہ کی گلیوں میں چاروں طرف مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور طوعہ:

یہ بھی نہ معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ جاتے جاتے بنی جبلہ کندہ کے محلّہ میں ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا۔ یہ اشعث بن قیس کی ام ولد تھی۔ اس نے جب آزاد کر دیا تو اسید حضرمی نے اس سے عقد کر لیا۔ ہلال اس کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ ہلال بھی لوگوں کے ساتھ اس ہنگامہ میں گیا ہوا تھا۔ ماں دروازہ پر کھڑی ہوئی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ابن عقیل نے اسے سلام کیا۔ اس نے جواب سلام دیا۔ ابن عقیل نے کہا نیک بخت تھوڑا پانی مجھے پلا۔ اس نے پانی لا کر پلا دیا۔ مسلم وہیں بیٹھ گئے۔ عورت پانی کا برتن رکھ کر پھر باہر آئی کہنے لگی۔ بندۂ خدا کیا پانی تو نے نہیں پیا؟ کہا کہ ہاں پیا۔ کہا اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ مسلم چپ ہو رہے۔ اتنے میں وہ پھر باہر آئی۔ اور وہی بات پھر کہی۔ اب بھی مسلم چپ رہے تو اس نے کہا۔ سبحان اللہ! اے بندۂ خدا اب اپنے گھر جا خدا تیرا بھلا کرے۔ میرے دروازے پر تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتی۔

طوعہ کی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو امان:

یہ سن کر مسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اے نیک بخت اس شہر میں میرا کہیں ٹھکانا نہیں ہے نہ برداری والے ہیں۔ تم کچھ نیکی کرو اور ثواب کماؤ شاید میں کبھی اس کا عوض بھی کر دوں گا۔ اس نے کہا اے شخص یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کہا میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہوں لوگوں نے مجھ سے دغا کی۔ مجھے دھوکا دیا۔ پوچھا کیا تمہیں مسلم رضی اللہ عنہ ہو' کہا کہ ہاں! اب اس نے کہا اندر چلے آؤ اور ایک حجرہ میں انہیں کر دیا۔ یہ حجرہ اس حجرہ کے علاوہ تھا جس میں وہ خود رہا کرتی تھی۔ ان کے لیے اس نے فرش کو دیا کھانا لے کر آئی۔ مسلم نے کچھ نہیں کھایا۔ اتنے میں اس کا بیٹا آ گیا۔ اس نے ماں کو دیکھا کہ بار بار اس حجرہ میں جاتی آتی ہے کہنے لگا تیرے اس حجرہ میں بار بار آنے جانے سے مجھ شک ہوتا ہے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے اس نے کہا بیٹا یہ بات نہ پوچھو اسے جانے دو اس نے کہا' میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتا دو۔ کہنے لگی بیٹھ اپنا کام کر مجھ سے کچھ نہ پوچھ۔ وہ بہت اصرار کرنے لگا تو اس نے کہا بیٹا دیکھ جو میں کہتی ہوں اس

کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ پھر اس سے قسم لی اور اس نے قسم کھائی۔ تو ماں نے بیٹے سے حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر وہ لیٹ رہا اور چپ ہو گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آوارہ شخص تھا بعض کہتے ہیں اپنے ساتھ والوں میں بیٹھ کر شراب بھی پیا کرتا تھا۔ جب زیادہ دیر ہوگئی۔

اہل کوفہ کی مسجد میں حاضر ہونے کی منادی:

ابن زیاد نے دیکھا کہ اصحاب مسلم کی آوازیں جس طرح پہلے سنائی دیتی تھیں اب نہیں سنائی دیتیں۔ تو اپنے اصحاب سے کہا' کوٹھے پر جا دیکھو تو ان لوگوں میں کا اب بھی کوئی شخص دکھائی دیتا ہے۔ لوگوں نے جا کر دیکھا کسی کو بھی نہ پایا۔ ابن زیاد نے کہا دیکھو سائبانوں کے نیچے چھپے ہوئے تمہاری گھات میں نہ بیٹھے ہوں۔ یہ سن کر لوگ مسجد[1] کے صحن میں جو دالان (قصر کے متصل) بنے ہوئے تھے ان کی چھتوں پر چڑھ گئے اور ان کے ہاتھ میں مشعلیں تھیں جھکا جھکا کر دیکھتے تھے کہ سائبانوں میں کوئی ہے تو نہیں۔ مشعلیں کبھی روشنی دیتی تھیں کبھی اچھی طرح جلتی نہ تھیں تو لوگوں نے قندیلوں کو لٹکایا اور کھپچیوں کے ٹکڑے رسیوں میں باندھ کر آگ لگا دی پھر زمین تک اسے لٹکا دیا۔ دور کے قریب کے درمیان کے سب سائبانوں کی اسی طرح دیکھ بھال کی۔ بلکہ جس سائبان میں منبر تھا اسے بھی اسی طرح دیکھ بھال لیا۔ جب وہاں کسی کو نہ پایا تو ابن زیاد کو اس کی اطلاع دی۔ اب اس نے مسجد کی طرف کا دروازہ کھولا۔ قصر سے نکلا۔ منبر پر گیا۔ اس کے رفقاء بھی اس کے ساتھ آئے۔ اس نے حکم دیا کہ وہ لوگ اسے گھیر کر بیٹھیں۔ وقت عشاء سے ذرا پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ اب عمرو بن نافع کو حکم دیا کہ ندا کر دے کہ کوئی شخص ہو خواہ اہل شرطہ میں سے خواہ اہل کاروں میں سے یا معتمدوں میں سے یا سربازوں میں سے اگر نماز عشاء مسجد میں آ کر نہ پڑھے تو اس کے لیے امان نہیں۔ ساعت کی ساعت میں مسجد لوگوں سے بھر گئی پھر منادی کو حکم دیا کہ نماز کے لیے پکارے۔ اس وقت حصین بن تمیم نے ابن زید سے کہا جی چاہے تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ یا یہ ہو کہ کوئی اور نماز پڑھائے اور تم اندر جا کر قصر میں نماز پڑھو۔ اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے تمہارا کوئی دشمن تم پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ کہا میرے سپاہیوں سے کہہ دو جس طرح میرے پیچھے کھڑے رہتے ہیں اسی طرح کھڑے رہیں اور تم خود ان کے درمیان پھرتے رہو۔ میں اس وقت تو قصر میں نہ جاؤں گا۔ اس نے سب کے ساتھ ہی نماز پڑھی۔

ابن عقیل کی گرفتاری یا قتل کا اعلان:

پھر کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا پھر کہا ابن عقیل احمق جاہل نے جو مخالفت و سرکشی کی ہے وہ تم نے دیکھی اب جس شخص کے گھر میں اس کو میں پاؤں گا خدا کی طرف سے اس کے لیے امان نہیں۔ اور جو شخص اس کو لے آئے گا اس کا خون بہا اسے انعام میں ملے گا۔ بندگانِ خدا ڈرتے رہو۔ اپنی طاعت و بیعت کو نہ چھوڑو۔ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو۔ حصین بن تمیم تو سن رکھ اگر کوفہ کی کسی گلی کے دروازہ سے صبح کو آمد و رفت[2] ہوئی یا یہ شخص نکل گیا اور تو اسے میرے پاس لے کر نہ آیا تو تیری موت ہی آ جائے گی۔ میں تجھ کو اہل کوفہ کے گھروں پر مسلط کرتا ہوں۔ گلیوں کے نکاس پر نگہبان مقرر کر دے اور صبح ہوتے ہی جا سب گھروں کی تلاشی لے۔ گھروں کے اندر تفحص کر۔ اور کسی نہ کسی طرح اس شخص کو میرے پاس لانا حصین بنی تمیم سے تھا۔ اور ابن زیاد کے اہل شرطہ میں سرکردہ تھا۔ یہ کہہ کر

---

[1] ابن اثیر نے اس فقرہ کو چھوڑ دیا ہے نسخہ طبری کی عبارت یہ ہے۔ (فَفَرعُوا بِحَابِحَ)

[2] اِنْ صَاحَ بَابٌ سِكَّةٍ مِنْ سِكَكِ الْكُوفَةِ' لغت میں ہے یقال "لَقِيْتَهٗ قَبْلَ كُلِّ صَبِيْحٍ وَ نفر "اِذَا لَقِيْتَهٗ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ۔ ۱۲

ابن زیاد اترا اور قصر میں چلا گیا۔ عمرو بن حریث کو ایک علم دے کر ابن زیاد نے لوگوں پر حاکم مقرر کر دیا تھا۔ صبح ہوئی تو اپنے مقام پر آ کے بیٹھ گیا۔ لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ آئے بھی سب لوگ محمد بن اشعث بھی آیا۔ تو ابن زیاد کہنے لگا۔ اس شخص کا کیا پوچھنا جس پر بدگمانی وخیانت کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر اپنے پہلو میں اسے بٹھالیا۔

ہلال بن اسید کی مخبری:

اس ضعیفہ کا بیٹا ہلال بن اسید جس کی ماں نے مسلم کو گھر میں رکھ لیا تھا۔ صبح ہوتے ہی محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن کے پاس پہنچا اور اس سے کہہ دیا کہ مسلمؓ میری ماں کے یہاں ہیں۔ عبدالرحمٰن اپنے باپ کے پاس آیا وہ ابن زیاد کے یہاں تھا۔ اس سے چپکے چپکے سب حال بیان کر دیا۔ ابن زیاد نے پوچھا بتاؤ تمہارے بیٹے نے کیا باتیں کیں۔ اس نے کہا مسلم ہمارے ہی گھروں میں سے ایک گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے چھڑی لے کر اس کے پہلو میں چبھوئی اور کہا اٹھوابھی میرے پاس اسے لے کر آؤ۔ ابن اشعث اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ابن زیاد نے عمرو بن حریث سے جو کہ مسجد میں اس کی جانشینی کر رہا تھا کہلا بھیجا کہ بنی قیس میں کے ساٹھ یا ستر آدمی ابن اشعث کے ساتھ کر دے۔

ابن اشعث اور ابن عقیل کی جنگ:

ابن اشعث کے ساتھ اسی کے خاندان والوں کا بھیجنا ابن زیاد اچھا نہ سمجھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ہر قوم کے لوگ مسلم کے سے شخص کا اپنے یہاں گرفتار ہو جانا گوارا نہ کریں گے اس نے عمرو بن عبیداللہ سلمی کے ماتحت ساٹھ یا ستر شخص بنی قیس کے کر دیئے۔ اور یہ سب ابن اشعث کے ساتھ اس کے گھر پر پہنچے جس میں مسلم تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپ اور لوگوں کی آوازیں سن کر مسلم سمجھ گئے کہ مجھ پر دوڑ آ گئی۔ یہ تلوار لے کر ان لوگوں کی طرف بڑھے اور وہ لوگ گھر میں گھس پڑے۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے تلواریں مار مار کر سب کو گھر سے نکال دیا۔ انہوں نے پھر پلٹ کر حملہ کیا اور مسلم نے بھی اسی طرح مقابلہ کیا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

بکیر بن حمران احمری اور مسلم رضی اللہ عنہ میں تلوار چلنے لگی۔ بکیر نے مسلمؓ کے منہ پر تلوار ماری اوپر والا ہونٹ ان کا کٹ گیا نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہوا' سامنے کے دو دانت گر گئے۔ مسلمؓ نے اس کے سر پر کاری زخم لگایا پھر دوسری تلوار اس کے کاندھے پر اس زور سے لگائی کہ سینہ تک اتر گئی ہوتی۔ یہ حالت دیکھ کر سب لوگ مکان کی پشت پر سے بلند ہو ہو کر ان پر پتھر برسانے لگے اور بانس کی چھپٹیاں آگ سے دہکتی ہوئی مکان کی چھت پر سے ڈالنے لگا۔ یہ دیکھ کر مسلم تلوار کھینچے ہوئے گلی میں ان سے لڑنے کو نکل آئے اور قتال میں مصروف ہو گئے۔

ابن عقیلؓ کے لیے ابن اشعث کی امان:

ابن اشعث نے سامنے آ کر کہا اے شخص تمہارے لیے امان ہے۔ تم کیوں اپنے کو خود قتل کر رہے ہو۔ مسلمؓ اسی طرح شمشیر زنی کرتے رہے اور رجز پڑھتے جاتے تھے (جس کا آخری مصرعہ یہ تھا)

أَخَافُ أَنْ أُكْذَبَ أَوْ أُغَرَّا

''مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکا دیں گے''۔

ابن اشعث نے کہا کوئی تم سے جھوٹ نہیں بولے گا کوئی تمہارے ساتھ فریب نہیں کرے گا۔ کوئی تم کو دھوکا نہ دے گا۔ سب لوگ تمہاری برادری کے ہیں۔ تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے نہ تم پر ہاتھ اٹھانا چاہتے ہیں۔ مسلم پتھروں کی مار سے زخموں میں چور ہو رہے تھے۔ جنگ کرنے کی طاقت ان میں باقی نہ رہی تھی اور ہانپ رہے تھے۔ اسی مکان کے ایک جانب دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ابن اشعث ان کے قریب آ کر کہنے لگا آپ کے لیے امان ہے۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا میرے لیے امان ہے کہا کہ ہاں امان ہے اور سب لوگ پکار اٹھے کہ آپ کے لیے امان ہے۔ بس ایک سلمٰی تھا کہ وہ یہ کہہ کر کنارہ کش ہو گیا کہ مجھے اس امر میں کوئی دخل نہیں ہے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور سلمٰی:

مسلم نے کہا ''اگر تم لوگ مجھ سے امان کے لیے نہ کہتے تو میں تمہارے ہاتھ اپنا ہاتھ نہ دیتا''۔ ایک خچر پر ان کو سوار کر دیا اور سب کے سب ہجوم کر کے آئے۔ مسلمؓ نے تلوار گلے میں ڈال لی تھی ان لوگوں نے تلوار ان کے گلے سے نکال لی۔ اس وقت مسلم رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کے بچنے سے مایوسی ہو گئی۔ آنسو آنکھوں میں بھر لائے اور کہا یہ پہلی دغا میرے ساتھ کی۔ ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے کہ تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مسلمؓ نے کہا بس امید ہی امید ہے۔ امان جو تم نے دی ہے وہ کیا ہوئی پھر انا للہ وانا الیہ رجعون کہا اور رونے لگے۔ سلمٰی نے مسلمؓ سے کہا کہ جو شخص اس امر کا طلب گار ہو جس بات کے تم طالب تھے اس پر تمہاری سی مصیبت پڑ جائے تو وہ تو اس طرح نہ روئے گا۔

ابن اشعث سے ابن عقیل کی وصیت:

مسلمؓ نے کہا اگر چہ ایک چشم زدن کے لیے بھی میں اپنی جان کا تلف ہونا ناگوار نہیں کرتا پھر بھی میں اپنی جان کے لیے نہیں رو رہا ہوں نہ میں اپنے قتل کا ماتم کر رہا ہوں۔ میں تو اپنے عزیزوں کے لیے رو رہا ہوں جو میرے پاس آنے والے ہیں۔ میں حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے لیے رو رہا ہوں۔ یہ کہہ کر ابن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے کہا اے بندۂ خدا! میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان تو نہیں دے سکے گا۔ بھلا اتنا سلوک میرے ساتھ تو کرے گا کہ اپنے کسی آدمی کو میری طرف سے حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دے۔ وہ آج ہی کل میں تم لوگوں کے پاس آنے کو روانہ ہو چکے ہوں گے اور اہل بیت بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ تم جو میری بے تابی دیکھ رہے ہو وہ محض اسی سبب سے ہے۔ میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ ''مسلمؓ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ گرفتار ہو چکے ہیں یہ نہیں چاہتے کہ آپ یہاں آئیں اور قتل کیے جائیں آپ اہل بیت کو لے کر پلٹ جائیے۔ کوفیوں کے دھوکے میں نہ آئیے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ کے والد مرنے اور قتل ہو جانے کی اپنے تمنا رکھتے تھے۔ اہل کوفہ آپ سے بھی جھوٹ بولے مجھ سے بھی جھوٹ بولے۔ جس کو فریب دیا اس کی رائے''۔ ابن اشعث نے کہا واللہ میں ایسا ہی کروں گا اور ابن زیاد سے بھی کہہ دوں گا کہ تم کو میں امان دے چکا ہوں۔

ابن اشعث کا قاصد:

ابن اشعث نے ایاس طائی کو جو کہ ایک شاعر تھا اور اس کے پاس بہت آیا جایا کرتا تھا بلا بھیجا۔ اس سے کہا تم حسین رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ ہو جاؤ اور یہ خط ان کو پہنچا دو۔ خط میں جو جو باتیں مسلمؓ نے کہی تھیں وہ سب اس نے لکھ دیں اور کہا لو یہ زادِ راہ ہے۔ یہ

سامان سفر ہے۔ یہ تمہارے عیال کے دینے کے لیے بھی ہے۔ اس نے کہا میرے پاس اونٹ نہیں ہے۔ جو اونٹ تھا وہ از کار رفتہ ہو چکا ہے۔ ابن اشعث نے کہا تو یہ اونٹ پالان سمیت موجود ہے سوار ہو۔ ایاس روانہ ہوا' چار دن کی مدت میں منزل زبالہ میں حسین رضی اللہ عنہ سے ملا اور خط ان کو دے دیا' پڑھ کر کہا' جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ہے اپنی جانوں کے تلف ہونے اور قوم کی برائی کرنے کو ہم نے خدا پر رکھا۔ مسلمؓ ہانی کے گھر میں جب اٹھ آئے ہیں اور اٹھارہ ہزار آدمی نے ان سے بیعت کی ہے تو عابس بن ابی حبیب کے ہاتھ حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیج چکے تھے۔ ''پیغامبر اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھ سے اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے بیعت کی ہے جلدی میرے خط کو دیکھتے ہی اس طرف روانہ ہو جیے۔ سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ آل معاویہ سے ان کو کچھ مطلب نہیں نہ وہ ان کی خواہش رکھتے ہیں والسلام''۔

ابن زیاد کا امان دینے سے انکار:

ابن اشعث مسلم کو لیے ہوئے قصر کوفہ کے دروازہ پر آیا اور اذن طلب کیا۔ اذن مل گیا۔ اس نے ابن زیاد سے مسلم کا سب ماجرا اور بکیر نے جو وار ان پر کیا سب بیان کیا۔ ابن زیاد نے کہا خدا اس کا برا کرے۔ اس کے بعد ابن اشعث نے امان دینے کا ذکر کیا۔ ابن زیاد نے کہا تم امان دینے والے کون۔ تم کو اس لیے میں نے نہیں بھیجا تھا کہ جا کر ان کو امان دو۔ تمہیں تو اس لیے بھیجا تھا کہ میرے پاس ان کو لے آؤ۔ ابن اشعث یہ سن کر چپ ہو رہا۔ مسلم قصر کے دروازہ پر جب پہنچے ہیں تو پیاسے تھے۔ یہاں دروازہ پر کچھ لوگ اذن کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں عمارہ بن عقبہ و عمرو بن حریث و مسلم بن عمرو و کثیر بن شہاب بھی تھے۔

مسلم بن عمرو باہلی کی گستاخی:

قصر کے دروازہ پر ٹھنڈے پانی کی ایک مٹکی رکھی ہوئی تھی۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مجھے اس میں سے تھوڑا پانی پلا دو۔ ابن عمرو نے جواب دیا دیکھو کیا ٹھنڈا پانی ہے۔ ''واللہ! اس میں سے ایک بوند بھی تم کو نہ ملے گی۔ آتش دوزخ کا کھولتا ہوا پانی تمہارے پینے میں آئے گا۔'' مسلمؓ نے پوچھا ارے تو کون شخص ہے کہا ''میں اس شخص کا فرزند ہوں کہ جب تو نے حق کا انکار کیا تو اس نے اعتراف کیا۔ جب تو نے کھوٹا پن ظاہر کیا تو اس نے خلوص دکھایا' جب تو نے نافرمانی اور مخالفت کی تو اس نے بات کو سنا اور اطاعت کی' میں مسلم بن عمر باہلی ہوں'' مسلم نے کہا ''خدا تجھ سے سمجھے۔ کیسا بے رحم و بدزبان تو ہے کیسا سنگ دل و درشت طینت تو ہے۔ اے ابن باہلہ دوزخ کے عذاب دائمی اور اس کھولتے ہوئے پانی کا زیادہ تر تو سزاوار ہے''۔ مسلم یہ کہہ کر دیوار سے لگ کر بیٹھ گئے۔ اور عمرو بن حریث نے اپنے غلام سلیمان کو بھیجا وہ ایک برتن میں پانی لے کر آیا اور مسلم پلا دیا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی پانی پینے سے محرومی:

ایک روایت یہ ہے کہ عمارہ نے اپنے غلام قیس کو بھیجا وہ ایک مٹکی لے کر آیا اس پر رومال پڑا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک کٹورا تھا۔ کٹورے میں پانی انڈیل کر مسلم کو اس نے پلایا۔ یہ جب پینا چاہتے تھے۔ کٹورا خون سے بھر جاتا تھا۔ جب تیسری دفعہ غلام نے کٹورا بھر دیا اور مسلم نے پینے کا ارادہ کیا تو سامنے کے دونوں دانت کٹورے میں آ رہے۔ مسلمؓ نے کہا: ''الحمد للہ میری قسمت میں پانی ہوتا تو میں پیتا'' اب مسلم کو ابن زیاد کے سامنے لے گئے تو انہوں نے اسے سلام نہیں کیا۔ ایک سپاہی بولا۔ تو امیر کو سلام نہیں کرتا۔ مسلمؓ نے کہا امیر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میرا سلام کیا۔ اور اگر قتل کرنا نہیں چاہتا تو بے شک بہت دفعہ اسے میں سلام کر لوں گا۔ ابن

زیاد نے جواب دیا بے شک میں تجھے قتل کروں گا۔ مسلمؒ نے پوچھا۔ کیا یہی بات ہے۔ کہا ہاں یہی بات ہے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی ابن سعد کو وصیت:

مسلمؒ نے کہا تو مجھے ذرا اپنی قوم کے کسی شخص سے وصیت کر لینے دے یہ کہہ کر مسلمؒ نے ابن زیاد کے ہم نشینوں کی طرف نظر کی۔ عمر بن سعد وہاں موجود تھا۔ کہا ''اے عمرو مجھ میں تجھ میں قرابت ہے۔ میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں۔ تجھے اس کا پورا کرنا ضرور ہے اور وہ ایک راز ہے'' ابن سعد نے اس کے سننے سے انکار کیا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا اپنے عم کی بات کو سننے سے انکار نہ چاہیے۔ ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا اور مسلمؒ کے ساتھ ایسی جگہ جا کر بیٹھا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ مسلمؒ نے کہا ''کوفہ میں مجھ پر قرض ہو گیا ہے۔ جس سے میں یہاں وارد ہوا ہوں سات سو درہم قرض لے چکا یہ قرض میرا ادا کر دینا اور میری لاش کا ذرا خیال رکھنا ابن زیاد سے مانگ لینا اور دفن کر دینا اور حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کسی شخص کو بھیج دینا کہ ان کو واپس کر دے۔ میں تو انہیں لکھ چکا ہوں کہ لوگ آپ کا ساتھ دیں گے۔ میرا خیال یہی ہے کہ وہ آتے ہی ہوں گے''۔ اب عمر نے ابن زیاد سے کہا' آپ سمجھے انھوں نے مجھ سے کیا کہا۔ انہوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا ''بھروسے کا شخص تو کبھی خیانت نہیں کرتا ہاں کبھی خائن پر بھروسہ کر لیتے ہیں' تمہارا مال تو تمہارا ہے ہم تم کو اس امر سے نہیں روکتے جس طرح چاہو اسے صرف کرو حسین رضی اللہ عنہ بھی اگر ہماری طرف آنے کا ارادہ نہیں کریں گے تو ہمیں بھی اس سے کچھ مطلب نہیں ہاں اگر انہوں نے ادھر کا ارادہ کیا تو ہم بھی ان سے باز نہ رہیں گے۔ لاش کے باب میں تمہاری سفارش کو ہم نہیں سنیں گے۔ مسلمؒ ہماری طرف سے اس رعایت کا سزاوار نہیں ہے اس نے ہم سے جنگ کی' ہماری مخالفت کی' ہمارے ہلاک کرنے پر آمادہ رہا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے کہا اس کی لاش سے ہمیں کیا کام۔ جب ہم اسے قتل کر چکے تو پھر لاش کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔

ابن زیاد اور ابن عقیل کی تلخ کلامی:

اس کے بعد ابن زیاد نے کہا۔ ہاں ابن عقیل بتا لوگ یہاں امن کی حالت میں تھے اور سب یک زبان تھے تو اس لیے آیا کہ ان میں تفرقہ ڈالے انہیں پریشان کر دے بعض کو بعض سے لڑوا دے۔

مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا ہرگز ایسا نہیں۔ میں اس لیے نہیں ہے۔ بلکہ اہل شہر یہ کہتے ہیں کہ تیرے باپ نے ان میں سے نیک لوگوں کو چن چن کے قتل کیا' ان کا خون بہایا۔ ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کی طرح پیش آیا۔ ہم اس لیے آئے کہ عدل کے ساتھ حکم کریں اور حکم قرآن کی طرف دعوت دیں۔ کہا: او بدکار تجا تو کجا یہ دعویٰ۔ جب مدینہ میں شراب پیا کرتا تھا جب تجھے یہ خیال نہ آیا کہ ان لوگوں میں عدل کرے۔

کہا: میں شراب پیتا ہوں۔ واللہ خدا خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور جو کچھ تو نے کہا۔ ناواقفیت سے کہا اور میں ایسا نہیں ہوں جیسا تو کہہ رہا ہے۔ شراب تو وہ پیے گا جو مسلمانوں کا خون پی لیا کرتا ہے۔ خدا نے جس کا قتل حرام کیا ہے اسے قتل کرتا ہے۔ جس نے کوئی خون نہیں کیا۔ اس کا خون بہایا کرتا ہے۔ غضب ناک ہو کر اور بغض کی وجہ سے اور بدگمان ہو کر خونریزی کرتا ہے۔ پھر اس طرح بھول جاتا ہے جیسے کچھ کیا ہی نہیں۔

کہا: او بدکار تیرے دل میں وہ تمنا ہے جس سے خدا نے محروم کر دیا۔ اور تجھے اس قابل نہ سمجھا۔

کہا: پھر قابل کون ہے؟

کہا: امیر المومنین یزید۔

کہا: ہر حالت میں شکر ہے خدا کا ہم نے اپنا اور تمہارا انصاف خدا پر رکھا۔

کہا: شاید تیرے زعم میں ہے کہ تم لوگوں کا بھی اس امارت میں کچھ حق ہے۔

کہا: واللہ زعم نہیں ہے بلکہ یقین ہے۔

کہا: خدا مارے مجھے اگر میں اس طرح تجھے قتل نہ کروں کہ اسلام میں کوئی اس طرح نہ قتل ہوا ہوگا۔

کہا: ہاں بے شک اسلام میں جو ظلم کبھی نہیں ہوا اس کے ایجاد کرنے کا تو ہی سزاوار ہے۔ بری طرح قتل کرنا۔ بری طرح سر کاٹنا' بدافعالی کرنا' غالب ہو کر ملامت سمیٹنا تیرا ہی حصہ ہے' اور دنیا بھر میں تجھ سے بڑھ کر کوئی اس کا سزاوار نہیں ہے۔

ابن زیاد کی لاف گرانی:

ابن سمیہ نے اب مسلم اور حسین اور عقیل و عقیل رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینا شروع کیں اور مسلمؓ نے سکوت کیا۔ اہل تاریخ کا خیال ہے کہ ابن زیاد نے مسلم کو پانی دینے کا حکم دیا۔ ایک مٹی کے برتن میں انہیں پانی پلایا۔ پھر ان سے کہا۔ اس واسطے تجھے اس برتن میں پانی دیا کہ تیرے پینے سے دوسرا برتن حرام ہو جاتا۔ پھر لوگوں سے کہا: اسے قصر کی چھت پر لے جاؤ اور گردن مار دو اور سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دو۔ اب مسلم رضی اللہ عنہ نے ابن اشعث کی طرف دیکھ کر کہا۔ تو نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو واللہ! میں خود کو حوالہ نہ کرتا۔ اب میرے بچانے کو تلوار لے کر اٹھ۔ تیری بات جاتی ہے۔ یہ کہہ کر ابن زیاد سے کہا واللہ! اگر مجھ میں تجھ میں کچھ بھی قرابت ہوتی تو مجھے تو قتل نہ کرتا۔[1] ابن زیاد نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے جس کے سر پر اور شانہ پر مسلمؓ نے تلوار ماری ہے۔ لوگ اسے بلا لائے۔ کہا کوٹھے پر چڑھ جا تو ہی اس کی گردن مار۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی شہادت:

مسلم رضی اللہ عنہ کو کوٹھے پر لے کے چلے۔ وہ تکبیر و استغفار و صلوات پڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ خداوندا! ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے' جنہوں نے ہمیں دھوکا دیا' ہم سے جھوٹ بولے' ہمیں ذلیل کیا' قصر کی اس جہت میں جہاں آج شتر قصاب رہتے ہیں مسلم کو لے کر گئے۔ وہاں ان کی گردن ماری۔ اور سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دیا۔ بکیر جس نے مسلم کو قتل کیا تھا۔ کوٹھے سے اترا' تو ابن زیاد نے پوچھا اسے قتل کر آیا' بکیر نے کہا ہاں! پوچھا جب تم اسے کوٹھے پر لے جا رہے تھے تو کیا کہتا جاتا تھا۔ کہا تکبیر و تسبیح و استغفار پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے قتل کرنے کو اپنی طرف اسے کھینچا تو کہا' خداوندا! ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے' جو ہم سے جھوٹ بولے جنھوں نے ہمیں دھوکا دیا' ہمیں چھوڑ دیا' ہمیں قتل کیا۔ میں نے کہا میرے قریب آ۔ خدا کا شکر ہے کہ تجھ سے اپنا قصاص لینے کے لیے مجھے موقع دیا۔ یہ کہہ کر میں نے ایک وار کیا اور وہ بیکار ہو گیا۔ تو مسلم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا بندۂ خدا یہ چرکا جو تو نے دیا اس میں تیرے زخم کا بدلہ نہیں ہوا۔ ابن زیاد کہنے لگا مرتے وقت بھی یہ فخر! بکیر نے کہا پھر

---

[1] یعنی اگر زیاد ابوسفیان کی صلب سے ہوتا تو میرے تیرے برادری ہوتی۔ ۱۲

میں نے دوسرے وار میں قتل کیا۔

ابن اشعث کی ہانی کے لیے امان طلبی:

محمد بن اشعث نے کھڑے ہو کر ہانی کے باب میں ابن زیاد سے گفتگو کی اور کہا آپ واقف ہیں ہانی کا اور اس کے خاندان کا شہر میں اور برادری میں کیا مرتبہ ہے۔ اور اس کی قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میں اور میرا ساتھ والا ہانی کو آپ کے پاس لے آئے ہیں۔ میں خدا کا واسطہ دے کر آپ سے کہتا ہوں کہ اسے مجھے بخش دیجیے۔ مجھے اس کی قوم سے عداوت مول لینا ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ اہل شہر میں بہت عزت رکھتے ہیں اور ایک جماعت اہل یمن کی بھی ہے۔ ابن زیاد نے وعدہ کر لیا تھا کہ ایسا ہی کروں گا۔ جب مسلم بن عقیل کے لیے جو کچھ ہونے والا تھا ہو چکا تو اس کی رائے بدل گئی۔ ابن اشعث سے جو وعدہ کیا تھا اس کے پورا کرنے سے انکار کیا۔

ہانی بن عروہ کو قتل کرنے کا حکم:

مسلم رضی اللہ عنہ کے قتل ہوتے ہی اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے کر جاؤ اور اس کی گردن مارو۔ ہانی کو بازار میں اس مقام پر لے گئے۔ بکریاں بکتی تھیں ان کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اور بار بار وہ کہتے جاتے تھے۔ کہاں ہیں بنی مذحج آج میری کمک نہیں کرتے جب دیکھا کوئی کمک کو نہیں آتا تو اپنے ہاتھ کو زور سے کھینچا اور رسی میں سے نکال لیا اور کہا۔ ارے کوئی عصا نہیں' کوئی چھری نہیں' کوئی پتھر نہیں کیا۔ اونٹ کی کوئی ہڈی بھی نہیں کہ انسان اسی کو لے کر اپنی جان بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے۔ یہ کہہ رہے تھے کہ لوگ ان پر پل پڑے۔ رسی میں پھر ان کو باندھ لیا پھر ان سے کہا۔ اپنی گردن آگے بڑھاؤ۔ کہا میں ایسا سخی نہیں ہوں کہ اپنا سر دے دوں۔ میں اپنی جان لینے میں تمہاری اعانت نہیں کرنے کا۔

ہانی بن عروہ کا قتل:

اب ابن زیاد کے ایک غلام ترکی نے جس کا نام رشید تھا تلوار کا ان پر وار کیا' لیکن تلوار نے کچھ کام نہ کیا۔ ہانی کہنے لگے۔ خدا ہی کے پاس جانا ہے۔ خداوندا اپنی رحمت و رضوان میں مجھ کو لے۔ ترکی نے دوسرے وار میں ان کو قتل کیا۔ پھر اسی غلام ترکی کو عبدالرحمان بن حصین نے مقام خازر میں ابن زیاد کے ساتھ دیکھا۔ لوگ کہہ رہے تھے۔ دیکھو ہانی کا قاتل یہی ہے۔ یہ سن کر ابن حصین نے کہا اگر میں اس کو قتل نہ کروں یا اس کے پیچھے مار ڈالا نہ جاؤں تو خدا مجھے مارے۔ یہ کہتے ہی اس پر برچھی کا دار کر کے وہیں قتل کیا۔

عبدالاعلی کلبی کا قتل:

ابن زیاد مسلم و ہانی کو قتل کر چکا تو عبدالاعلی کلبی کو بلایا۔ یہ وہی شخص ہے۔ کثیر بن شہاب جسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے آیا تھا۔ ابن زیاد نے اس سے کہا کہ اپنا حال بیان کرے۔ اس نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے میں اس لیے نکلا تھا کہ دیکھوں لوگ کیا کر رہے ہیں۔ کہ مجھے ابن شہاب نے گرفتار کر لیا۔ ابن زیاد نے کہا اگر تو اس لیے نکلا تھا تو شدید و غلیظ قسمیں کھا کر بیان کر۔ اس شخص نے قسم کھانے سے انکار کیا۔ حکم دیا اسے جبانہ سبیع میں لے جا کر گردن مارو۔ سب اسے لے کر چلے اور

وہاں جا کر گردن ماری۔

عمارہ بن صلخب کا خاتمہ:

لوگ عمارہ بن صلخب کو مجلس سے نکال کر اب لائے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے کہ مسلم کی نصرت کے لیے جا رہے تھے۔ ابن زیاد نے ان سے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے ہو۔ انھوں نے کہا میں بنی ازد سے ہوں۔ کہا اسے اس کے قبیلہ میں لے جاؤ۔ انھیں کی برادری کے سامنے ان کو لے جا کر ان کی گردن ماری۔ مسلم و ہانی کے واقعہ پر عبداللہ اسدی یا فرزدق نے چند شعر بھی کہے ہیں۔

مسلم و ہانی کے سروں کی روانگی:

اب مسلم و ہانی کے سروں کو ابن زیاد نے ہانی بن ابی حیہ اور زبیر بن اروح کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ کاتب اس کا عمرو بن نافع تھا اسے حکم دیا کہ مسلم اور ہانی کا واقعہ یزید کو لکھ بھیجے۔ اس نے بہت ہی طولانی خط لکھا۔ خط میں طول دینا اسی منشی کی ایجاد ہے۔ ابن زیاد نے خط دیکھا تو ناپسند کیا۔ کہنے لگا۔ اس تطویل وفضول سے کیا فائدہ بس یہ لکھو:

الحمدللہ! خدا نے امیر المومنین کے حق کو محفوظ رکھا دشمن کی فکر سے اسے بچالیا۔ میں امیر المومنین کو خبر دیتا ہوں کہ مسلم نے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی تھی۔ میں نے ان دونوں پر جاسوس مقرر کیے۔ کچھ لوگ فریب سے ان کے پاس بھیجے۔ اور ان سے مکر و کید کر کے آخر دونوں کو میں نے باہر نکالا۔ اور خدا کے فضل سے دونوں میرے قابو میں آ گئے۔ میں نے دونوں کی گردن ماری۔ اور ان کے سر ہانی ابن ابی حیہ وزبیر بن اروح کے ساتھ آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ یہ دونوں شخص تابع فرمان و طاعت گذار و خیر خواہ ہیں۔ امیر المومنین جس بات کو چاہیں ان سے دریافت کریں۔ دونوں واقف کار اور راست گو صاحب فہم و پرہیز گار ہیں والسلام۔

یزید کا خط بنام ابن زیاد:

یزید نے جواب میں لکھا۔ جو میں چاہتا تھا وہی تو نے کیا۔ تو نے عاقلانہ کام اور دلیرانہ حملہ کیا۔ مجھے مطمئن و بےفکر کر دیا۔ میں تجھے جیسا سمجھتا تھا تیری نسبت جو میری رائے تھی تو نے اپنے کو ایسا ہی ثابت کیا۔ دونوں قاصدوں کو میں نے بلا کر ان سے کچھ پوچھا کچھ راز کی باتیں کیں۔ جیسا تو نے ان کے فضل وفہم کے بارہ میں لکھا ہے۔ ویسا ہی ان کو پایا۔ نیکی کے ساتھ ان سے پیش آنا چاہیے اور مجھے خبر ملی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف آ رہے ہیں۔ نگران مقرر کر مورچے تیار رکھ۔ جس سے بدگمانی ہو اس کی حراست کر۔ جس پر تہمت بھی ہو۔ اسے گرفتار کر لے۔ ہاں جو تجھ سے خود جنگ نہ کرے اسے قتل نہ کرنا۔ اور جو جو واقعہ پیش آئے اس کا حال مجھے لکھتا رہ۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

مختار اور عبداللہ بن حارث کی گرفتاری:

مسلم کا کوفہ میں چڑھائی کرنا ذوالحجہ ۶۰ ھ کی آٹھویں تاریخ منگل کے دن وقوع میں آیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ مکہ سے کوفہ کی طرف حسین رضی اللہ عنہ کے روانہ ہونے کے بعد نویں تاریخ بدھ کے دن روز عرفہ یہ واقعہ ہوا۔ اور حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے رجب ۶۰ ھ کی

اٹھائیسویں اتوار کے دن مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور شعبان کی تیسری شب جمعہ تھی کہ مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ میں شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ میں قیام کیا پھر ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ منگل کے دن روز ترویہ مکہ سے نکلے۔ اسی دن مسلمؒ نے حملہ کیا تھا اور مسلمؒ کے ساتھ مختار اور عبداللہ بن حارث بھی نکلے تھے۔ مختار سبز علم لیے ہوئے تھا۔ عمرو بن حریث کے مکان پر آ کر اس نے علم کو گاڑ دیا اور کہا میں تو اس لیے نکلا ہوں کہ عمرو کو روکے رہوں۔ اور عبداللہ بن حارث سرخ علم اٹھائے تھے۔ اور سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ مسلمؒ جب قصر کی طرف بڑھے تو اشعث اور قعقاع اور شبث نے مسلم رضی اللہ عنہ کا اور ان کے اصحاب کا مقابلہ کیا اور فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ شبث کہنے لگا ان لوگوں کو رات ہو جانے دو تو متفرق ہو جائیں، یہ سن کر قعقاع نے کہا کہ تو نے سب کے راستے روک رکھے ہیں۔ نکل جانے کی راہ دے تو سب چل دیں۔ ادھر ابن زیاد نے مختار اور عبداللہ کے گرفتار کرنے کا لوگوں کو حکم دیا اور انعام اس کے لیے مقرر کر دیا۔ دونوں شخص گرفتار ہو کر آئے اور قید کر لیے گئے۔

باب ۱۰

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

عمرو بن عبدالرحمٰن کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے درخواست:

عمر بن عبدالعزیز مخزومی کا بیان ہے کہ اہل عراق کے خط جب حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہیں اور انھوں نے اعراق کی طرف روانہ ہونے کا تہیہ کرلیا تو میں ان کے پاس گیا۔ اور ابھی وہ مکہ ہی میں تھے۔ میں نے حمد وثنائے حق تعالیٰ کے بعد کہا۔ برادر میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں اسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ہی کی خیر خواہی کا کلمہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں ہیں تو میں کہوں ورنہ اپنے ارادہ سے باز رہوں۔ کیا کہوں نہیں کہتے۔ بخدا تمہاری رائے کو میں برا نہیں سمجھتا نہ کسی امر بد وفعل قبیح کا تم پر گمان ہے۔ میں نے کہا سنتا ہوں آپ عراق کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ اس سفر میں آپ کے لیے مجھے اندیشہ ہے آپ اس شہر میں جاتے ہیں' جس میں عہدہ دار وامراء ہیں۔ ان کے پاس خزانہ ہے۔ لوگ درہم ودینار کے غلام ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اور آپ کے مخالفین کا ساتھ دینے سے آپ کا ساتھ دینا بہتر سمجھتے ہیں وہی آپ سے آمادہ پیکار نہ ہو جائیں۔ کہا برادر تمہیں خدا جزائے خیر دے۔ واللہ! مجھے یقین ہے کہ تم نے خیر خواہی کی بات کہی اور عاقلانہ کلمہ کہا۔ جو مقدر میں ہے وہ تو ہو گا۔ میں تمہاری رائے پر عمل کروں یا نہ کروں۔ مگر تم کو میں اپنا بہترین مشیر وہوا خواہ سمجھتا ہوں۔ میں وہاں سے اٹھ کر حارث بن خالد بن عاص کے پاس آیا۔ پوچھنے لگا تم حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے۔ میں نے کہا گیا تھا۔ پوچھا تم نے کیا کہا ان سے' انھوں نے کیا کہا تم سے۔ میں نے بیان کیا کہ میں نے یہ کہا تھا ان سے۔ انھوں نے یہ کہا مجھ سے۔ کہنے لگا خدائے مردہ ورب کعبہ کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ تم نے خیر خواہی کا کلمہ ان سے کہا۔ بس رائے ہے تو یہی رائے ہے جو تم نے ان کو دی۔ اب چاہیں وہ مانیں یا نہ مانیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کا ذکر سنا' تو حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ کہا بھائی لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے کو ہیں مجھ سے بیان تو کیجیے آپ کیا قصد رکھتے ہیں۔ کہا ان شاء اللہ تعالیٰ اسی دو دن کے اندر روانہ ہو جاؤں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں ایسا نہ کیجیے۔ خدا آپ پر رحم کرے مجھے یہ تو بتائیے کہ آپ ان لوگوں میں جاتے ہیں جنہوں نے اپنے حاکم کو قتل کر ڈالا ہے اپنے شہروں کا انتظام کر چکے ہیں اپنے دشمن کو وہاں سے نکال چکے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ پہلے ہی وہ کر چکے ہیں تو آپ جائیے اور اگر یہ بات ہے کہ انھوں نے فقط آپ کو بلایا ہی ہے اور حاکم ان پر اسی طرح مسلط ہے۔ اسی کے عہدہ دار شہروں سے خراج وصول کر رہے ہیں تو آپ کو جنگ وجدال کے واسطے بلا رہے ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دیں گے آپ کو جھٹلائیں گے آپ کی مخالفت کریں گے آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اگر آپ پر حملہ کریں گے تو ان کا حملہ سب سے سخت تر ہو گا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں خدا سے خیر کا طالب ہوں اور دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق امام حسین رضی اللہ عنہ کی رائے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما وہاں سے اٹھے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہما آئے کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے پھر کہنے لگے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قوم کو ہم کیوں چھوڑ دیں کیوں ان سے باز رہیں۔ ہم تو مہاجرین کی اولاد میں ہیں اور ان سے بڑھ کر ریاست کے احق ہیں۔ یہ تو بتایئے آپ کا کیا ارادہ ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ کوفہ میں چلا جاؤں۔ وہاں کے اشراف نے اور میرے شیعوں نے مجھے خط لکھے ہیں۔ اور میں خدا سے خیر کا خواستگار ہوں۔ یہ سن کر ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا آپ کے شیعوں کے مثل اگر میرے لوگ وہاں ہوتے تو میں اس سے انحراف نہ کرتا۔ یہ کہہ کر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھ سے بدگمان نہ ہوں۔ تو کہا اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر اس ریاست کا ارادہ کریں تو کوئی بھی ان شاء اللہ آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما اٹھ کر چلے گئے تو حسین رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس شخص کو دنیا کی کسی شے کی اتنی آرزو نہیں ہے جتنی اس بات کی ہے کہ میں حجاز سے عراق کی طرف چلا جاؤں' خوب جانتا ہے کہ میرے ہوتے اسے ریاست نہیں مل سکتی۔ لوگ اسے میرے برابر نہیں سمجھتے اس لیے چاہتا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور اس کے لیے میدان خالی ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حسین رضی اللہ عنہ کو یمن جانے کا مشورہ:

پھر اسی دن شام کو یا دوسری صبح کو حسین رضی اللہ عنہ کے پاس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور کہا برادر میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں مگر مجھے صبر نہیں آتا اس راہ میں مجھے آپ کے ہلاک اور تباہ ہونے کا خوف ہے۔ اہل عراق دغا پیشہ لوگ ہیں ہرگز ان کے پاس نہ جاؤ۔ اسی شہر میں قیام کرو کہ تم اہل حجاز کے رئیس ہو اگر اہل عراق تم کو بلاتے ہیں تو انہیں لکھو کہ اپنے دشمن سے پیچھا چھڑا لیں۔ اس کے بعد ان کے پاس جاؤ۔ اگر تم اس بات کو نہیں مانتے اور یہاں سے نکل جانا ہی منظور ہے تو یمن کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں قلعے ہیں درہ کوہ ہیں' ایک عریض وطویل ملک ہے۔ تمہارے باپ کے شیعہ وہاں موجود ہیں تم سب سے الگ رہ کر لوگوں سے خط وکتابت کرو۔ اپنے قاصدوں کو بھیجو۔ اس طریقہ میں مجھے امید ہے کہ جو بات تم چاہتے ہو امن وعافیت کے ساتھ تم کو حاصل ہو جائے گی۔ حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا برادر واللہ میں جانتا ہوں کہ تم خیر خواہ وشفیق ہو لیکن میں تو روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اہل بیت کے ساتھ جانے پر مخالفت:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تم جاتے ہی ہو تو عورتوں کو بچوں کو ساتھ لے کر نہ جاؤ۔ واللہ مجھے ڈر ہے کہیں عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل نہ کیے جاؤ۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ تم نے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی مراد پوری کر دی' ملک حجاز کو اس کے لیے چھوڑ دیا خود نکل کر چلے۔ تمہارے سامنے کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ قسم ہے خدائے وحدہ لا شریک کی اگر میں یہ سمجھتا کہ اس وقت میں تم سے دست وگریبان ہو جاؤں اور میرا تمہارا تماشہ دیکھنے کو لوگ جمع ہو جائیں تو تم میرا کہنا مان لو گے تو میں ایسا ہی کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہاں سے اٹھ کر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف گذرے کہا اے ابن زبیر رضی اللہ عنہما تمہاری مراد پوری ہوگئی پھر اس مضمون کے شعر پڑھے۔

اے چکاوک سبزہ زار کی رہنے والی	میدان خالی ہے انڈے بچے نکال چیچہے کر
جب تک جی چاہے چرتی چگتی پھر	حسینؓ تو عراق کو چلے اب تو حجاز کو نہ چھوڑ

امام حسین وابن زبیر رضی اللہ عنہم کی گفتگو:

ایک روایت یہ ہے کہ بعض حجاج نے روز تیرویہ حسین وابن زبیر رضی اللہ عنہم کو حجرا سود و دروازہ خانہ کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا۔ ابن زبیر‘ حسین رضی اللہ عنہم سے کہہ رہے تھے اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو رہیے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیجیے۔ ہم آپ کے معین وشریک ہوا خواہ رہیں گے۔ آپ سے بیعت کریں گے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے اپنے باپ سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک مینڈھا مکہ کی حرمت کو حلال کر دے گا۔ میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا۔ اس پر ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا اچھا آپ یہاں رہیے حکومت میرے حوالے کر دیجیے آپ کی اطاعت کی جائے گی۔ کوئی بات آپ کے خلاف نہ ہونے پائے گی۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ بھی منظور نہیں۔ پھر دونوں آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے رہے کہ ظہر کا وقت ہوا اور لوگ منیٰ کی طرف چلے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفا ومروہ کے درمیان دوڑے بال کتروائے اور عمرہ سے محل ہو گئے پھر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ میں جنگ کرنے سے انکار:

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انھوں نے مکہ میں دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما دونوں کھڑے ہوئے ہیں ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حسین رضی اللہ عنہ سے کہا یا ابن فاطمہ رضی اللہ عنہا میری بات سنو حسین رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے چپکے چپکے باتیں کیں پھر ہم لوگوں کی طرف مڑ کر کہنے لگے۔ تم سمجھے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا ہم آپ پر فدا ہو جائیں ہم کچھ نہیں سمجھے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کہتے ہیں آپ مسجد الحرام میں رہیے میں آپ کی نصرت کے لیے لوگوں کو جمع کر لوں گا۔ یہ کہہ کر حسین رضی اللہ عنہ نے کہا‘ اگر ایک بالشت بھر اس مسجد کے باہر میں قتل ہو جاؤں تو واللہ! میں اسے اس بات سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک بالشت بھر اندر مسجد کے قتل ہوں۔ بخدا! اگر میں حشرات الارض کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا۔ تو لوگ مجھے وہاں سے بھی نکالیں گے اور جو لوگ سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے۔ اور واللہ! مجھ پر یہ لوگ ایسا ظلم کریں گے جیسا یہود نے روز سبت کیا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ میں جھڑپ:

جب حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے ہیں تو عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کے لوگ جن کا سردار یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ تھا معترض ہوئے اور کہا آپ کہاں جاتے ہیں واپس جایئے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے ان کا کہنا نہ مانا اور آگے بڑھے۔ دونوں طرف کے گروہوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی تازیانے چلنے لگے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے اور ان کے انصار نے سخت مقاومت کی اور جس طرف جانے والے تھے اسی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے پکار کر کہا: اے حسین رضی اللہ عنہ تم خدا سے نہیں ڈرتے‘ جماعت سے نکلے جاتے ہو‘ امت میں تفرقہ ڈالتے ہو۔ حسین رضی اللہ عنہ نے قول باری تعالیٰ سے اس آیت کی تاویل کی لی عملی و لکم عملکم انتم بریؤن مما اعمل و انا بریٔ مما تعملون. یعنی ''میرے اعمال میرے لیے ہیں تمہارے تمہارے لیے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے اعمال سے''۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فرزدق شاعر سے ملاقات:

حسین رضی اللہ عنہ جب مقام تنعیم میں پہنچے ہیں تو ایک قافلہ ملا جو یمن سے آ رہا تھا بحیر بن ریسان عامل یمن نے یزید کے پاس اہل قافلہ کے ہاتھ ورس اور ریشمی کرتے روانہ کیے تھے (ورس زعفران سے مشابہ خوشبودار ایک چیز ہے) حسین رضی اللہ عنہ نے وہ سب چیزیں

لے لیں۔ اور اونٹ والوں سے کہا میں کسی پر جبر نہیں کرتا تم میں سے جو کوئی میرے ساتھ عراق چلے گا میں اسے کرایہ پورا دوں گا۔ اور اچھی طرح پیش آ ؤں گا۔ اور جو کوئی یہیں سے الگ ہونا چاہے گا اسے یہاں تک کا کرایہ دے دوں گا۔ غرض ان لوگوں میں سے جن لوگوں نے جانا چاہا ان کا حساب کر دیا گیا اور خاطر خواہ اس کی اجرت دے دی گئی اور جو لوگ آپ کے ساتھ ساتھ رہے انہیں کرایہ بھی دیا اور لباس بھی۔ آپ جب مقام صفاح تک پہنچے تو فرزوق بن غالب شاعر نے آپ کو ٹھہرایا' کہنے لگا۔ خداوند عالم آپ کی امید و مراد کو خاطر خواہ پورا کرے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔ یہ تو بیان کرو کہ لوگوں کو تم کس حالت میں چھوڑ کر آئے ہو۔ فرزوق نے عرض کیا آپ نے اس شخص سے یہ سوال کیا جو خوب واقف ہے۔ لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور تلواریں ان کی بنی امیہ کی اعانت کے لیے ہیں اور ہر حکم آسمان سے اترتا ہے اور خدا ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے سچ کہا خدا ہی کی طرف سے حکم ہے اور خدا ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہر روز وہ مصروف ہے اگر حکم آسمانی ہمارے خاطر خواہ ہوگا تو ہم اس کی نعمت کا شکر بجالائیں گے اور وہی ادائے شکر کی توفیق دینے والا ہے اور اگر حکم آسمانی ہمارے ارادہ کے خلاف ہوا تو جس کی نیت حق پر ہے جس کی خصلت میں خوفِ الٰہی ہے اس پر الزام نہیں ہوسکتا۔ یہ کہہ کر حسین رضی اللہ عنہ نے اونٹ کو آگے بڑھایا۔ السلام علیک کہا اور دونوں آدمی اپنے اپنے رستہ چل کھڑے ہوئے۔

فرزدق بن غالب کا بیان:

خود فرزدق کا بیان ہے کہ میں اپنی ماں کو ساتھ لے کر حج کو گیا تھا۔ ان کے اونٹ کو میں ہانک رہا تھا۔ یہ دن حج کے تھے اور ۶۰ ھ کا واقعہ ہے کہ میں حرم میں داخل ہوا۔ میں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو مکہ کے باہر پایا اور تلواریں اور ڈھالیں ان کے ساتھ تھیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ قطار کس کے ساتھ ہے معلوم ہوا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما قافلہ ہے۔ میں آپ کے کے پاس گیا اور میں نے پوچھا اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کیا جلدی تھی کہ آپ حج کو چھوڑ کر چلے۔ کہا میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کرلیا جاتا۔ پھر مجھ سے پوچھا تم کون شخص ہو میں نے کہا'' میں عراق کا ایک شخص ہوں۔ بس واللہ اتنا ہی مجھ سے پوچھا اور اسی جواب کو کافی سمجھے۔ پھر یہ پوچھا کہ جن لوگوں میں سے تم آ رہے ہو ان کا حال مجھ سے بیان کرو۔ میں نے جواب دیا لوگوں کے دل آپ کی طرف ہیں اور تلواریں بنی امیہ کی طرف ہیں اور حکم خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سن کر آپ نے کہا تم سچ کہتے ہو اس کے بعد میں نے کچھ باتیں دریافت کیں نذر و اعمال حج کے باب میں سب آپ نے بتا دیں۔ فرزدق کو عراق میں برسام ہوگیا تھا اس کی زبان میں ثقل پایا جاتا تھا۔

فرزدق کی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات:

فرزدق کہتا ہے پھر میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ حرم میں ایک شاندار خیمہ نصب ہے۔ میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا خیمہ ہے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ملاقات کا حال بیان کر دیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا وائے تجھ پر ان کے ساتھ کیوں نہ چلا گیا واللہ وہ ضرور بادشاہی حاصل کرلیں گے ان کے اور ان کے اصحاب کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانا نہیں درست' فرزدق کہتا ہے یہ سن کر واللہ! میرا ارادہ ہوا کہ میں بھی حضرت کے ساتھ ہو جاؤں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بات میرے دل میں اتر گئی۔ اس کے ساتھ ہی پیغمبروں کے قتل ہو جانے کے واقعات مجھے یاد آ گئے اور اس خیال نے مجھے آپ

کے ساتھ جانے سے روکا۔ میں اپنے اہل وعیال میں جو عسفان میں تھے چلا آیا۔ ابھی میں وہیں تھا کہ میں نے سنا کوفہ سے غلہ لیے ہوئے ایک قافلہ جارہا ہے۔ میں اس کے پیچھے چلا ان لوگوں کو پکارا۔ چلا کر ان سے پوچھا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا کیا حال ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ وہ قتل ہو گئے۔ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما پر لعنت کرتا ہوا واپس آیا۔ اس زمانہ میں سب لوگ یہی کہا کرتے تھے اور شب و روز اس واقعہ کے اندیشہ میں رہتے تھے۔

فرزدق کی ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے بدکلامی:

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما تو کہا کرتا تھا کہ درخت بڑھنے نخل پھکنے بچہ جوان ہونے نہ پائے گا کہ یہ امر ظاہر ہو جائے گا۔ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا پھر تم زمین وہط کو کیوں نہیں بیچ ڈالتے۔ کہنے لگا کہ فلاں شخص یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ اور تجھ پر خدا لعنت کرے میں نے کہا تجھی پر خدا لعنت کرے۔ یہ سن کر وہ اور بھی زیادہ لعنت ملامت کرنے لگا' اور اس وقت اس کے نوکروں میں سے کوئی اس کے پاس نہ تھا کہ مجھے کچھ ضرر پہنچتا۔ میں وہاں سے اٹھ آیا۔ اس نے مجھے پہچانا نہیں۔ وہط ایک احاطہ طائف میں تھا عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کا مالک تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس زمین کو مول لینا چاہا بہت کچھ مال اسے دیا وہ کسی طرح بیچنے پر راضی نہ ہوا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے سفر میں بہت جلدی کی۔ کسی شے کی طرف مڑ کر نہ دیکھا یہاں تک کہ ذاتِ عرق میں پہنچ کر اترے۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا خط بنام حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ مکہ سے نکلے تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے عون و محمد اپنے دونوں فرزندوں کے ساتھ ایک خط حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آیئے۔ مجھے خوف آتا ہے کہ آپ جہاں جارہے ہیں وہاں آپ ہلاک اور اہل بیت تباہ نہ ہو جائیں۔ آپ اگر ہلاک ہوئے تو دنیا میں اندھیرا ہو جائے گا۔ اہل ہدایت کے رہنما اور اہل ایمان کا سہارا آپ ہی کی ذات ہے۔ روانگی میں جلدی نہ کیجیے۔ اسی خط کے پیچھے میں بھی آتا ہوں والسلام۔ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ' عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس سے گفتگو کی اور کہا حسین رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھو۔ جس میں انہیں امان دینے کا اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا وعدہ ہو اور ان کو لکھو کہ واپس چلے آئیں۔ شاید ان کو تمہارے خط سے اطمینان ہو جائے اور راہ سے پلٹ آئیں۔ عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ نے کہا جو تمہارا جی چاہے لکھ کر میرے پاس لے آؤ میں اس پر مہر کر دوں گا۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ خط لکھ کر عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور یہ کہا اس پر مہر کر کے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کرو۔ یحییٰ کے جانے سے ان کو اطمینان ہو جائے گا۔ اور سمجھ جائیں گے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے دل سے لکھا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم:

عمرو بن سعیدؓ نے ایسا ہی کیا یہ بھی یزید کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا۔ غرض یحییٰ و عبداللہ بن جعفرؓ دونوں آپ کے پاس پہنچے۔ یحییٰ نے خط دیا اور دونوں شخصوں نے بہت اصرار کیا۔ آپ نے یہ عذر کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جو انہوں نے حکم دیا ہے اسے میں بجا لاؤں گا۔ اس میں ضرر ہو۔ میرے لیے یا نفع ہو۔ دونوں شخصوں نے پوچھا کہ وہ کیا خواب ہے آپ نے کہا نہ میں نے کسی سے بیان کیا نہ بیان کروں گا۔ یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملاقات کروں گا۔

عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے امان نامہ:

عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کا خط اس طرح پر تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کی طرف سے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو (معلوم ہو) کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اس ارادہ سے باز رکھے جس میں آپ کے لیے تباہی کا سامنا ہو آپ کو وہ راہ دکھائے جس میں آپ کے لیے بہتری ہو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق کی طرف جاتے ہیں۔ میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آپ کو خلاف سے بچائے اس لیے کہ خلاف کرنے میں آپ کے ہلاک ہو جانے کا مجھے اندیشہ ہے۔ میں نے آپ کے پاس عبداللہ بن جعفر و یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ کو بھیجا ہے۔ ان کے ساتھ میرے پاس چلے آیئے۔ میرے یہاں آپ کے لیے امان ہے صلہ ہے نیکی ہے پناہ ہے اس باب میں خدا کو گواہ اور کفیل و وکیل ونگہبان میں قرار دیتا ہوں والسلام علیک۔ حسین رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ لوگوں کو خدائے عزوجل کی طرف جو دعوت دے اور اعمال نیک کرے وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہو سکتا۔ میں مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں مجھ کو تم نے امان اور صلہ نیکی کی طرف دعوت دی ہے امان تو وہ ہے جو خدا کی طرف سے ہو اور سنو جو شخص دنیا میں خدا سے نہیں ڈرتا وہ قیامت میں بھی اس پر ایمان نہ لائے گا۔ خدا سے ہماری یہ دعا ہے کہ دنیا ہی میں ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے جس سے قیامت کے دن اس کی طرف سے امان ہم سب کو ملے۔ اگر تم نے اپنے خط میں میرے ساتھ صلہ اور نیکی کا ارادہ کیا ہے تو دنیا و آخرت میں تم کو جزائے خیر ملے۔ والسلام

برادران مسلم کا قصاص پر اصرار:

روایت ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر ابھی اس مقام تک پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر تھا کہ حر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوئی۔ حر نے پوچھا آپ کہاں جاتے ہیں کہا اسی شہر میں جانا چاہتا ہوں حر نے کہا پلٹ جایئے وہاں آپ کے لیے بہتری کی مجھے کوئی امید نہیں ہے یہ سن کر آپ نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مسلم کے سب بھائی آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا واللہ جب تک مسلم کا انتقام ہم نہ لے لیں یا سب کے سب قتل نہ ہو جائیں واپس نہیں جائیں گے۔ آپ نے کہا تمہارے بعد زندگی کا لطف نہیں۔ یہ کہا اور آگے بڑھے جب اوائل لشکر ابن زیاد کے سوار آپ کو ملے تو آپ کربلا کی طرف مڑ پڑے۔ ایک منسواڑی جونشیب میں واقع تھی اسے آپ نے پشت لشکر پر رکھا اس خیال سے کہ لڑائی ہو تو ایک ہی رخ سے ہو۔ وہیں آپ اتر پڑے اور اپنے خیمے نصب کر دیئے۔ آپ کے اصحاب میں پینتالیس سوار اور ایک سو پیادے تھے۔

عمرو بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو امارت رے کا لالچ:

عمرو بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ بن زیاد نے رے کی حکومت دے دی اور اس کے نام پر فرمان لکھ دیا اور یہ کہا کہ میری طرف سے تم اس شخص سے سمجھ لو۔ ابن سعد نے کہا مجھے تو معاف رکھیے۔ ابن زیاد کسی طرح نہ مانا تو اس نے کہا آج کی شب مہلت دیجیے۔ اس نے مہلت دی اور یہ اپنے اس معاملہ کو سوچتا رہا۔ صبح ہوئی تو ابن زیاد کے پاس آیا اور اس کے حکم کو بجا لانے پر راضی ہو گیا۔ اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوا۔

ابن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر فوج کشی:

جب وہاں پہنچا تو آپ نے اس سے کہا تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں

وہیں چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔ عمرو بن سعد نے اس بات کو قبول کر لیا۔ ابن زیاد نے لکھا کہ وہ جب تک اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں نہ پکڑا دیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس بات پر ابن سعد نے لڑائی شروع کر دی اور تمام انصارِ حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے جن میں سترہ اٹھارہ نوجوان ان کے اہل بیت میں سے تھے اور ایک تیر آ کر ایک بچہ کے لگا جو آپ کی گود میں تھا حسین رضی اللہ عنہ ان کا خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ خداوندا! ہمارا اور ان لوگوں کا تو انصاف کر انہوں نے نصرت کرنے کے لیے ہمیں بلایا اور ہم لوگوں کو قتل کیا اس کے بعد آپ نے ایک چادر منگائی اور اسے پھاڑا اور گلے میں پہن لیا۔ پھر تلوار لے کر نکلے' لڑے اور مارے گئے۔ صلوات اللہ علیہ۔ آپ کو بنی مذحج میں سے ایک شخص نے قتل کیا اور آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا اور نظم میں یہ مضمون ادا کیا۔

میرے اونٹوں کو سیم و زر سے لدوا دے ۔۔۔ میں نے بادشاہ جلیل القدر کو قتل کیا

میں نے اسے قتل کیا جس کے ماں باپ بہترین خلق ہیں ۔۔۔ اور جو نسب کے اعتبار سے خود بھی بہترین خلق ہے

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا اظہارِ حق:

ابن زیاد نے اس شخص کو سرِ حسین رضی اللہ عنہ سمیت یزید کے پاس بھیج دیا۔ اس وقت اس کے پاس ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھ دیا۔ وہ چھڑی سے آپ کے دہن کو کھٹکھٹا رہا تھا اور کسی شاعر کا یہ شعر پڑھتا تھا۔ مضمون:

اپنے[1] پیاروں کو کیا خود ہم نے قتل ۔۔۔ وہ بھی تو سرکش تھے نافرمان تھے

ابو برزہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اپنی چھڑی کو ہٹا واللہ! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دہن اس دہن پر رکھ کر بوسہ لیتے تھے۔ ابن سعد نے حسین رضی اللہ عنہ کے حرم وعیال کو ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔ آپ کے اہل بیت میں عورتوں کے ساتھ ایک بیمار لڑکے کے سوا کوئی باقی نہ رہا تھا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے بھی قتل کرو۔ زینب رضی اللہ عنہا یہ سن کر بیمار سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں جب تک مجھے نہ قتل کر لو' واللہ! یہ قتل نہیں ہوسکتا۔ ابن زیاد کو ترس آ گیا اس ارادہ سے باز آیا۔ اور سب کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ یہ لوگ جب یزید کے پاس پہنچے تو اس نے اہل شام میں سے جو اس کے درباریوں میں تھے سب کو جمع کیا۔ اس کے بعد اہل بیت کو دربار میں لائے۔ اہل دربار نے فتح کی مبارک باد دی۔ انہیں لوگوں میں سے ایک شخص نے جس کی نیلی آنکھیں تھیں اور رنگ سرخ تھا۔ اہل بیت میں سے ایک لڑکی کی طرف دیکھا اور کہا امیر المومنین اس کو مجھے عنایت کیجیے۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا واللہ یہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک دین اسلام سے خارج نہ ہو جائے نہ یزید کو یہ اختیار ہے نہ تجھے۔ اور اس شامی نے پھر وہی سوال کیا تو یزید نے کہا اس ارادہ سے باز آ۔

اہل بیت کا نوحہ:

اس کے بعد اہل بیت کو اپنے محل میں بھیج دیا۔ پھر ان کی روانگی کا سامان کر کے سب کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب اہل

---

[1] ہم لوگوں کے سر بھی اتار لیتے ہیں جو قوی اور شدید اور ہم پر بھاری ہوتے ہیں خواہ وہ کیسے ہی سرکش و جفا کار رہے ہوں۔ ناقد مذہبی

بیت مدینہ میں داخل ہوئے تو خاندانِ عبدالمطلب کی ایک بی بی بالوں کو بکھرائے ہوئے گوشہ دامن کو سر پر رکھے استقبال کو نکلیں۔ روتی جاتی تھیں اور کہہ رہی تھیں:

''لوگو! کیا جواب دو گے جب پیغمبر تم سے پوچھیں گے۔
کہ تم نے آخری امت ہو کر یہ کیا سلوک کیا میرے بعد میری عزت و اہل بیعت سے۔
کچھ لوگ ان میں سے قیدی ہیں کچھ قتل کیے گئے خاک و خون میں آلودہ پڑے ہیں۔
میں نے جو تم کو ہدایت کی اس کا عوض یہ نہ تھا کہ میرے خاندان سے میرے بعد تم برائی کرو''۔

مسجد کی بے حرمتی:

دوسری روایت یہ ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ نے لکھا تھا کہ ایک لاکھ آدمی آپ کے ساتھ ہیں آپ نے مسلم بن عقیل کو روانہ کیا۔ مسلم کوفہ میں آئے اور ہانی بن عروہ کے گھر میں اترے۔ مسلمؓ کے پاس لوگ جمع ہونے لگے اور ابن زیاد کو خبر ہوگئی اس نے ہانی کو بلا بھیجا اور کہا میں نے تم کو انعام نہیں دیا۔ تمہارا اکرام نہیں کیا تمہارے ساتھ یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا؟ ہانی نے کہا ہاں ایسا کیا۔ اس نے پوچھا پھر اس کا عوض۔ ہانی نے جواب دیا۔ اس کا عوض یہ ہے کہ میں تم کو بچالوں گا۔ کہنے لگا تم مجھ کو بچالو گے اور وہیں عصا اٹھا کر ہانی کو مارنا شروع کیا۔ پھر حکم دیا کہ ان کی مشکیں کس لی جائیں اور پھر گردن ماری گئی۔ یہ خبر مسلم کو پہنچی اور وہ ایک انبوہ کثیر کو ساتھ لے کر نکلے۔ ابن زیاد نے جو یہ سنا تو قصر کرفہ کا پھاٹک بند کروا دیا اور ایک منادی کو حکم دیا اس نے ندا کی اے لشکر خدا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ' کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو گمان ہوگیا کہ وہ گھر گیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسی شب کو مسجد انصار کے پاس میں نے مسلم کو اور ان کے انصار کو دیکھا کہ جہاں داہنے بائیں کوئی راہ پاتے تھے۔ تیس تیس چالیس چالیس آدمی ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوتے جاتے تھے۔ جب اندھیری رات میں مسلمؓ بازار تک پہنچے اور کچھ لوگ مسجد کے اندر بھی چلے گئے۔ تو ابن زیاد سے کسی نے کہا ہمیں تو واللہ نہ کوئی مجمع معلوم ہوتا ہے نہ کسی مجمع کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اس نے حکم دیا مسجد کی چھت اکھاڑ ڈالی گئی اور بانس کی جالیاں جو مسجد میں تھیں ان میں آگ لگا دی گئی۔ تاریکی دفع ہوئی تو دیکھا کہ مسجد میں کوئی پچاس آدمی ہیں۔ یہ دیکھا کر ابن زیاد اتر آیا اور منبر پر گیا۔ لوگوں کو حکم دیا کہ ہر ہر قبیلہ کے لوگ الگ الگ ہو جائیں۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اپنے اپنے رئیس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور انصار مسلمؓ سے لڑنے لگے۔ مسلمؓ بری طرح زخمی ہوگئے۔ ان کے انصار میں سے کچھ لوگ قتل ہوگئے باقی بھاگ گئے۔ مسلمؓ وہاں سے نکلے اور بنی کندہ کے محلّہ میں ایک جگہ میں چلے گئے۔ محمد بن اشعث' عبیداللہ بن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر اس سے چپکے چپکے یہ خبر بیان کی کہ مسلم فلاں شخص کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے پوچھا اس نے کیا کہا۔ ابن اشعث نے کہہ دیا یہ کہتا ہے کہ مسلم فلاں شخص کے گھر میں ہے۔

شام و بصرہ کے راستوں کی ناکہ بندی:

ابن زیاد نے دو شخصوں کو مسلم رضی اللہ عنہ کے آنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں مسلمؓ کے پاس گئے۔ دیکھا کہ وہ ایک ضعیفہ کے یہاں ہیں۔ اس نے ان کے لیے آگ سلگائی ہے۔ کہ اپنے بدن سے خون دھوئیں۔ دونوں کہنے لگے چلو امیر نے تم کو بلایا ہے۔ مسلمؓ نے کہا تم مجھ سے کچھ عہد و پیمان تو کر لو۔ انھوں نے کہا ہمیں اس کا اختیار نہیں ہے۔ مسلمؓ ان دونوں شخصوں کے ساتھ ابن زیاد کے

پاس چلے گئے۔ اس نے حکم دیا اور مشکیں کس لی گئیں۔ پھر کہنے لگا۔ ہاں اے پسر مطلقہ تو اس لیے آیا تھا کہ میری سلطنت مجھ سے چھین لے اس کے بعد اس نے حکم دیا۔ ان کی گردن ماری گئی۔ پھر یہ حکم دیا کہ واقعہ سے شام اور بصرہ تک کی راہیں بند کر دی جائیں نہ کسی کو اس راہ سے آنے دیں نہ جانے دیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کو ان باتوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ وہ اسی طرف آ رہے تھے۔ کچھ اعرابی راہ میں ملے۔ آپ نے ان سے حال پوچھا۔ انھوں نے کہا اور تو کچھ ہمیں معلوم نہیں سوا اس کے کہ نہ ہم کہیں جا سکتے ہیں نہ آ سکتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے یزید کے پاس چلے جانے کے لیے شام کا رخ کیا۔ کربلا میں سواروں نے گھیر لیا۔ آپ اتر پڑے اور ان لوگوں کو خدا دین کا واسطہ دینے لگے۔

ابن زیاد کے حکم کی تعمیل پر اصرار:

ابن زیاد نے عمر بن سعد و شمر بن ذی الجوشن و حصین بن نمیر کو بھیجا تھا آپ نے ان کو خدا و دین کا واسطہ دے کر کہا کہ مجھے امیر المومنین کے پاس چلا جانے دو اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ سوا اس کے کہ ابن زیادہ کے حکم پر تم راضی ہو جاؤ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور جن لوگوں کو ابن زیاد نے بھیجا تھا ان میں حر بن یزید نہشلی بھی ایک رسالہ کے رئیس تھے۔ انہوں نے جب حسین رضی اللہ عنہ کی درخواست کو سنا تو ان لوگوں سے کہنے لگے۔ کیا تم ان کی درخواست کو قبول نہ کرو گے واللہ اگر ترک و دیلم میں سے کوئی بھی یہ درخواست تم سے کرتا تو اس کا بھی رد کرنا تم کو جائز نہ تھا۔ انھوں نے حکم ابن زیاد کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا۔ حر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھوڑے کا منہ پھیر دیا۔ اور حسین رضی اللہ عنہ اور انصار حسین رضی اللہ عنہ کی طرف چلے۔ یہ لوگ سمجھے کہ حر ہم سے لڑنے کو آ رہا ہے۔ حر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے قریب آ کر اپنی سپر الٹی کر لی۔ اور سب کو سلام کیا اس کے بعد ابن زیاد کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے دو شخصوں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔ خدا ان پر رحمت کرے۔

زہیر بن قین کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

زہیر بن قین سفر حج میں تھے۔ راہ میں حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ ابن ابی بحر یہ مرادی اور عمرو بن حجاج اور معن سلمی اور دو شخص اور بھی آپ کے ساتھ چلے آئے۔ ایک شخص نے دیکھا کہ شیوخ کوفہ میں سے کچھ لوگ ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں یا اللہ مدد کر۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا: ''دشمنانِ خدا کیوں نہیں اتر کر جاتے اور کیوں ان کی مدد نہیں کرتے''۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ برد کا جبہ پہنے ابن زیاد کی فوج سے باتیں کر رہے ہیں۔ باتیں کر کے آپ مڑے تو بنی تمیم کے ایک شخص نے جس کا نام عمر طہوی تھا آپ کو ایک تیر مارا اس کا تیر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان جبہ میں اٹکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ جب ان لوگوں نے کسی طرح آپ کی التجا کو نہ قبول کیا۔ تو آپ اپنی صف میں واپس چلے آئے۔ اس وقت سو آدمیوں کے قریب آپ کے ساتھ تھے۔ پانچ فرزند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سولہ شخص بنی ہاشم میں سے ایک شخص بنی سلیم میں سے ان کا حلیف تھا اور ایک شخص بنی کنانہ میں سے ان کا حلیف تھا اور ابن عمر بن زیاد بھی ان میں تھا۔

ابن زیاد کے عتاب کی ابن سعد کو اطلاع:

ایک شخص کہتا ہے کہ عمرو بن سعد کے ساتھ پانی میں اترا ہوا میں نہا رہا تھا کہ ایک شخص اس کے پاس آیا۔ اس نے چپکے چپکے ابن سعد سے باتیں کیں اور کہا ابن زیاد نے تمہارے پاس جویریہ بن بدر تمیمی کو یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ اگر تم حسین رضی اللہ عنہ و انصار

حسین رضی اللہ عنہ سے قتال نہ کرو تو تمہاری گردن مارے۔ یہ سن کر ابن سعد نے فوراً گھوڑا منگایا اور سوار ہوا پھر گھوڑے ہی پر ہتھیار منگا کر۔ سجائے اور فوج کو ساتھ لے کر لڑنے کے لیے روانہ ہوا اور اس نے ان لوگوں سے قتال کیا۔ ابن زیاد کے سامنے حسین رضی اللہ عنہ کا سر جب لا کر رکھا گیا تو لکڑی سے بتا بتا کر کہنے لگا کہ ابوعبداللہ حسین رضی اللہ عنہ کے بال کھچڑی ہو چکے تھے۔ اتنی بات اس نے اچھی کی کہ جب آپ کے اہل حرم لائے گئے تو ان کے اترنے کے لیے ایک مکان علیحدہ دیا اور کھانا پینا لباس ان کے لیے مقرر کیا۔ ان میں سے دو لڑکے عبداللہ بن جعفر کے تھے۔ یہ دونوں ابن جعفر کے نکل کر چلے گئے۔ بنی طے میں سے ایک شخص کے پاس جا کر چھپے۔ اس نے دونوں لڑکوں کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس آ کر دونوں سر سامنے رکھ دیئے۔ ابن زیاد نے اس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے گھر کو کھدوا ڈالا۔ اور جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے سامنے لا کر رکھا گیا تو رونے لگا اور کہا اگر ابن زیاد کو بھی حسین رضی اللہ عنہ سے برادری ہوتی تو ایسا نہ کرتا۔ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے سے بلند ہونے تک دو مہینہ تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ دیواریں خون آلودہ ہو گئی ہیں۔

راس الجالوت کا کربلا کے متعلق بیان:

راس الجالوت (عالم بنی اسرائیل) اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ میں جب کربلا سے گذرتا تھا تو اپنی سواری کے جانور کو برابر ایڑ لگائے جاتا تھا کہ جلد اس مقام سے گذر جاؤں۔ راس الجالوت نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب تھا۔ اس نے کہا ہم یہ ذکر سنا کرتے تھے کہ نبی کا فرزند اس جگہ قتل کیا جائے گا۔ مجھے اندیشہ ہوتا تھا کہیں میں ہی وہ شخص نہ ہوں، جب حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو ہم سمجھ گئے کہ یہی وہ شخص ہیں جن کا ذکر ہم سنا کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد جو پھر میں اس مقام سے گذرتا تھا۔ تو جانور کو ایڑ نہیں لگاتا تھا۔ حسین رضی اللہ عنہ کہتے تھے میرے جسم کا خون بہائے بغیر یہ لوگ مجھے نہ چھوڑیں گے۔ یہ ایسا کریں گے تو اللہ ان پر اسے مسلط کر دے گا جو ان کو ٹھیک کر دے گا کہ ایک چھوکری کے لتہ سے زیادہ یہ ذلیل ہو جائیں گے۔ آپ عراق میں آئے اور روز عاشورہ ۶۱ھ نینوا میں قتل کیے گئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حسین بن علی علیہ السلام صفر ۶۱ھ میں قتل کیے گئے۔ اور سن آپ کا پچپن برس کا تھا۔ ثابت یہی ہوتا ہے کہ محرم کی دسویں کو قتل ہوئے اور سب سے پہلے جو سر نیزہ پر بلند کیا گیا وہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر تھا، خدا ان سے راضی ہو اور ان کی روح پر صلواۃ بھیجے۔ حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کو لے کر جب مکہ سے آئے، تو محمد بن حنفیہ مدینہ میں تھے طشت میں وضو کر رہے تھے کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ اس قدر روئے کہ بیان کرنے والا کہتا ہے آنسوؤں کے دڑ پڑے کی آواز طشت سے نکلتے ہوئے میں نے سنی۔

حصین بن نمیر کی روانگی:

ابن زیاد کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ کی طرف آ رہے ہیں۔ تو اس نے اپنے صاحب شرطہ حصین بن نمیر کو روانہ کیا۔ وہ آ کر قادسیہ میں اترا۔ اور قادسیہ سے حقائق اور قطقطانہ ولعلع تک سوار پھیلا دیئے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ حسین رضی اللہ عنہ کی آمد آمد عراق کی طرف ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حاجر میں قیام:

بطن الرمہ میں جو مقام حاجر ہے وہاں پہنچ کر حسین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ خط لکھا اور قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ روانہ کیا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حسین بن علی علیہ السلام کی طرف سے ان کے برادران ایمانی و اسلامی کو سلام علیکم! میں تم سے حمد کرتا

ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط مجھے پہنچا۔ تم لوگوں کے حسن عقیدہ اور تم سب کے میری مدد پر اور میرے حق کی طلب پر متفق ہونے کا حال مجھے معلوم ہوا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہم پر احسان کرے۔ اور تم لوگوں کو اس بات کا اجر عظیم دے۔ میں تمہارے پاس آنے کے لیے ذی حجہ کی آٹھویں کو منگل کے دن روز ترویہ مکہ سے روانہ ہو چکا۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اپنے کام میں جلدی کرو اور کوشش کرو۔ میں انہیں دنوں میں تمہارے پاس ان شاء اللہ آ جاؤں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

مسلمؓ نے اپنے قتل سے ستائیس دن پیشتر آپ کو یہ خط لکھا تھا۔ (مثل ہے) کہ رائد[1] اپنے لوگوں سے غلط بات نہ کہے گا۔ جماعت اہل کوفہ کے ساتھ ہے میرا خط پڑھنے کے ساتھ ہی ادھر روانہ ہو جایئے والسلام علیک۔ آپ بچوں اور بیبیوں کو ساتھ لیے ہوئے اس طرح روانہ ہوئے کہ ذرا کہیں نہ ٹھہرتے تھے۔

قاصد امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

آپ کا خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قادسیہ میں پہنچے تو ابن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے ان سے کہا کہ قصر پر چڑھ جا اور کذاب کو سب وشتم کر۔ قیس چڑھ گئے۔ قصر پر اور کہا ''ایہا الناس حسین بن علی رضی اللہ عنہما بہترین خلق اللہ فرزند فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں ان کا قاصد ہو کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں میں نے ان کو مقام حاجر میں چھوڑا ہے۔ ان کی نصرت کے لیے تم سب جاؤ''۔ یہ کہہ کر قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے طلبِ مغفرت کی۔ ابن زیاد نے حکم دیا قصر پر سے وہ نیچے گرا دیئے گئے۔ چور چور ہو گئے اور مر گئے۔

عبداللہ بن مطیع عدوی:

حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی راہ میں عرب کی ایک جھیل پر پہنچے۔ وہاں عبداللہ بن مطیع عدوی بھی اترے ہوئے تھے۔ انھوں نے جو آپ کو دیکھا تو اٹھے اور آپ کے پاس آئے۔ آپ کو آپ کے سامان سفر کو اتروایا اور کہا یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کے ادھر آنے کا کیا سبب ہوا۔ آپ نے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرنے کا واقعہ تو تم نے سنا ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد اہل عراق نے اپنی طرف میری دعوت کی۔ یہ سنتے ہی عبداللہ ابن مطیع نے کہا یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کے واسطے حرمت اسلام کو ضائع نہ کیجیے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کیجیے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حرمت عرب کا خیال رکھیے۔ واللہ! اگر آپ اس منصب کے طالب ہوں گے جو بنی امیہ کے قبضہ میں ہے تو وہ آپ کو ضرور قتل کریں گے۔ اور جب آپ کو قتل کیا تو پھر آپ کے بعد وہ کسی کی پرواہ نہ کریں گے۔ واللہ آپ حرمت اسلام وحرمت قریش وحرمت عرب کو ضائع کر دیں گے آپ ایسا نہ کیجیے۔ آپ کوفہ میں نہ جایئے۔ آپ بنی امیہ سے تعرض نہ کیجیے۔ آپ نے روانہ ہو جانے کے سوا کسی بات کو نہ مانا۔ روانہ ہوئے اور موضع زرود تک جہاں پانی بھی تھا پہنچ گئے۔

زہیر بن قین کا جذبہ شہادت:

زہیر بن قین بجلی کا قافلہ مکہ سے جو نکلا تو حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کو کسی منزل میں بھی آپ کا ساتھ ہونا گوارا

---

[1] رائد اس شخص کو کہتے ہیں جسے پانی اور چارہ کی تلاش میں بھیجیں۔ ۱۲

نہ تھا۔ جب آپ روانہ ہوتے تھے تو زہیر ٹھہر جاتے تھے۔ جب آپ اترتے تھے تو زہیر آگے بڑھ جاتے تھے۔ ایک شخص بنی فزارہ کا زہیر کے ساتھ بیان کرتا ہے ایک منزل میں ایسا اتفاق ہوا کہ سوا اس کے کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ ہم اور حسینؓ وہیں مقام کریں۔ حسینؓ ایک طرف اترے ہم لوگ دوسری جانب اترے ہم سب بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ حسینؓ کے پاس سے ایک پیغامی آیا اس نے سلام کیا۔ اندر پہنچا اور کہا اے زہیر بن قین ابوعبداللہ حسینؓ بن علیؓ نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ تم ان کے پاس چلو یہ سنتے ہی سب نے نوالہ ہاتھ سے ڈال دیا معلوم ہوا کہ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ولہم زوجہ زہیر کہنے لگی۔ سبحان اللہ فرزند رسول اللہ تم کو بلائیں اور تم ان کے پاس نہ جاؤ۔ گئے ہوتے ان سے باتیں کرتے پھر چلے آتے۔ زہیر آپ کے پاس گئے اور بہت جلد خوش خوش بشاش چہرہ کے ساتھ واپس آئے اپنا خیمہ ڈیرہ ساز و سامان مال و متاع اٹھوا کر حسینؓ کی طرف بھجوا دیا۔ بی بی سے کہا۔ میں نے تم کو اپنے نکاح سے باہر کیا تم اپنی برادری میں چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے نیکی کے سوا کوئی برائی تمہارے لئے ہو۔ پھر اپنے ساتھ والوں سے کہا تم میں سے جو چاہے میرے ساتھ چلا آئے ورنہ یہ سمجھ لے کہ یہ آخری ملاقات ہے میں ایک حدیث تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں' غزوہ بلنجر میں خدا نے ہم کو فتح دی۔ مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا تو سلمان فارسی نے ہم سے پوچھا کیا خدا نے جو یہ فتح تم کو دی اور مال غنیمت تمہارے ہاتھ تو تم خوش ہو گئے۔ ہم نے کہا ہمیں خوشی تو ہوئی۔ کہنے لگے ''جوانانِ آل محمد کا زمانہ تمہیں ملے اور ان کی نصرت میں قتال تم کرو تو اس مال غنیمت سے زیادہ تر تم کو خوشی ہو۔'' مجھ کو جو پوچھو تو میں تم سے خدا حافظ کہتا ہوں۔ اس وقت سے زہیر سب کے آگے آگے ہی آگے رہے تا آنکہ قتل کئے گئے۔

عبداللہ اور مذری:

عبداللہ اور مذری دو شخص بنی اسد کے حج کو گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں۔ ''ہم حج سے فارغ ہوئے تو اس کے سوا ہمیں کوئی فکر نہ تھی کہ راستہ ہی میں حسینؓ تک پہنچ جائیں۔ دیکھیں انھیں کیا امر پیش آتا ہے۔ ہم اپنے ناقوں کو دوڑاتے ہوئے چلے۔ اور موضع زرود تک پہنچ گئے۔ ہم قریب پہنچے ہی تھے کہ اہل کوفہ سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ادھر آ رہا تھا جب اس نے حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو راستہ چھوڑ کر دوسری طرف مڑ گیا۔ حسینؓ اسے دیکھ کر ٹھہر گئے گویا اس سے ملنا چاہتے تھے۔ پھر آپ روانہ ہو گئے اور ہم بھی روانہ ہوئے۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا آؤ اس شخص سے کوفہ کی خبر چل کر پوچھیں۔ ہم دونوں اس شخص کے پاس پہنچ گئے السلام علیک کہی اس نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ پوچھا تم کون شخص ہو اس نے کہا میں اسدی ہوں۔ ہم نے کہا ہم دونوں شخص بھی اسدی ہیں آپ کا کیا نام ہے۔ کہا بکیر بن شعبہ پھر ہم نے بھی اپنے نسب کو اس سے بیان کیا اور پوچھا تم جہاں سے آتے ہو وہاں کی کیا خبر ہے اس نے کہا میں کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم و ہانی قتل ہو چکے تھے۔ میں نے دیکھا ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر بزار میں گھسیٹتے ہوئے لئے جاتے تھے۔

شہادتِ مسلم رضی اللہ عنہ کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

یہ خبر سن کر ہم دونوں پھر حسینؓ کے قافلہ سے آ ملے جب شام کو آپ منزل ثعلبیہ میں اترے تو ہم آپ کے پاس گئے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا۔ ہم نے کہا رحمت خدا ہو آپ پر ہم کچھ خبر کہنا چاہتے ہیں۔ کہیے تو بیان کر دیں یا چپکے سے کہہ دیں۔ آپ نے اپنے انصار کی طرف دیکھا اور کہا ان لوگوں سے چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے ہم نے کہا کل شام کو ایک سوار کو سامنے آتے ہوئے

دیکھا تھا کہا ہاں دیکھا تھا اور میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا۔ ہم نے کہا آپ کو اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی ہم کو بے لوث خبر اس سے مل گئی وہ ہمیں لوگوں میں کا ایک شخص ہے بنی اسد میں سے۔ رائے و راستی و فضل و عقل رکھتا ہے اس نے ہم سے بیان کیا کہ وہ کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم و ہانی قتل ہو چکے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے ہوئے لئے جاتے تھے۔ یہ سن کر آپ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی رحمت ہو دونوں پر۔ آپ بار بار یہی کہتے رہے ہم نے کہا ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی جان کا اور اپنے اہل بیت کا خیال کیجیے اسی جگہ سے پلٹ جائیے۔ کوفہ میں نہ کوئی آپ کا یار و مددگار رہے نہ آپ کے شیعہ ہیں۔ بلکہ ہمیں تو خوف اس بات کا ہے کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔

آلِ عقیل کے اصرار پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عزم کوفہ:

یہ سن کر عقیل بن ابی طالب کے فرزند اٹھ کھڑے ہوئے یہ کہتے ہوئے' واللہ! جب تک بدلہ ہم نہ لے لیں گے یا جو ہمارے بھائی کا حال ہوا وہی ہمارا نہ ہوگا۔ اس جگہ سے ہم نہ سرکیں گے۔ یہ سن کر آپ نے دونوں شخصوں کی طرف دیکھا اور یہ کہا ان لوگوں کے بعد زندگی کا کچھ لطف نہیں۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ نے کوفہ کی طرف جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ہم نے کہا۔ خدا آپ کے لیے بہتری کرے۔ آپ نے جواب میں کہا خدا تم دونوں پر رحمت کرے۔ آپ کے بعض انصار نے یہ کہا کجا مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کجا آپ' کوفہ میں آپ جائیں گے تو سب آپ کی طرف دوڑیں گے۔ آپ صبح کا انتظار کرتے رہے۔ جب وقت سحر ہوا تو خادموں سے غلاموں سے کہا۔ پانی جتنا لے سکو لے لو۔ ان لوگوں نے پانی بھر لیا اور بہت زیادہ بھرا پھر سب وہاں سے روانہ ہوئے چلتے چلتے منزل زبالہ میں پہنچے۔

عبداللہ بن بقطر کی شہادت کی اطلاع:

راہ میں جہاں جہاں سے آپ پانی لیتے تھے وہاں کے لوگ آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ زبالہ میں آپ کو اپنے برادر رضاعی عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملی۔ ان کو آپ نے رستہ ہی سے مسلم کے پاس بھیجا تھا۔ ابھی آپ کو یہ نہ معلوم تھا کہ مسلم قتل ہو گئے۔ ابن بقطر قادسیہ تک پہنچے تھے کہ حصین بن نمیر کے سواروں نے انہیں گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اس نے کہا قصر پر چڑھ جا اور کذاب بن کذاب پر لعنت کر' پھر وہاں سے اتر تو میں تیرے باب میں حکم دوں۔ عبداللہ بن بقطر کوٹھے پر چڑھ گئے۔ جب سب لوگوں کا سامنا ہوا تو پکارے ''ایہا الناس میں حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامی ہوں کہ اس ابن مرجانہ پسر سمیہ ولد الحرام کے مقابلہ میں ان کی نصرت اور مدد کرو''۔ ابن زیاد کے حکم سے وہ قصر پر سے زمین پر گرا دیئے گئے۔ ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ ایک شخص نے آ کر ذبح کر ڈالا۔ اس کا نام عبدالملک بن عمیر لخمی تھا۔ لوگوں نے اس حرکت پر اس کی اعتراض کیا تو اس نے کہا میں چاہتا تھا کہ اس کی مشکل جلد آسان ہو جائے۔ ایک راوی کہتا ہے جس نے ذبح کیا وہ عبدالملک ہرگز نہ تھا وہ تو ایک گرواندام' دراز قد شخص عبدالملک سے مشابہ تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اپنے ہمراہیوں سے خطاب:

یہ خبر جب آپ کو ملی تو آپ نے سب لوگوں کو ایک تحریر پڑھ کر سنائی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایک بہت ہی سخت واقعہ کی خبر مجھے پہنچی ہے۔ مسلم بن عقیل' ہانی بن عروہ' عبداللہ بن بقطر قتل کیے گئے۔ ہمارے شیعوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ تم میں سے جو کوئی

جانا چاہے چلا جائے۔ میں نے تم سے اپنا ذمہ اٹھالیا۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ متفرق ہو گئے۔ کوئی داہنی جانب چلا کوئی بائیں طرف۔ یہ نوبت پہنچی کہ جو لوگ مدینہ سے آپ کے ساتھ چلے تھے بس وہی رہ گئے۔ اور آپ نے جو ایسا کیا تو یہ سمجھ کر کیا کہ یہ اعرابی جو ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں سمجھے ہوئے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کسی ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں سب لوگ ان کی اطاعت پر آمادہ ہیں۔ آپ کو مناسب نہ معلوم ہوا کہ ان کو ساتھ لے چلیں۔ جب تک کہ ان کو وثوق نہ ہو جائے کہ کہاں جا رہے ہیں آپ کو یقین تھا کہ ان کو مفصل حال معلوم ہو جائے گا تو پھر وہی لوگ ساتھ دیں گے جو میرا ساتھ دینے والے میرے ساتھ مرنے والے ہوں گے۔ باقی سب متفرق ہو جائیں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بطن العقبہ میں قیام:

صبح ہوئی آپ نے غلاموں کو حکم دیا۔ پانی ساتھ لیا۔ اور بہت زیادہ لیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے' اور بطن العقبہ میں جا کر اترے۔ بنی عکرمہ میں سے ایک شخص نے حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے حال بیان کر دیا۔ اس نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں آپ پلٹ جائیے۔ واللہ! برچھیوں اور تلواروں میں چلے جا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اگر آپ کو جنگ و جدال کی زحمت سے بچا لیتے' خود ہی سب کام درست کر چکے ہوتے۔ اس کے بعد آپ جاتے تو قرین مصلحت تھا۔ آپ نے جو حال بیان کیا میں تو اس صورت میں نہ کہوں گا کہ آپ جائیے۔ آپ نے جواب دیا۔ اے بندۂ خدا میں جانتا ہوں جو رائے تم نے دی وہی ٹھیک ہے لیکن مشیت خدا سے چارہ نہیں' اس کے بعد آپ روانہ ہو گئے۔

امیر حج عمرو بن سعید:

اسی سال یزید نے رمضان میں ولید بن عتبہ کو مکہ سے معزول کر دیا اور عمرو بن سعید بن عاص کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اسی نے لوگوں کے ساتھ اس سال کا حج کیا اور عمرو مکہ و مدینہ کا حاکم تھا اور عبیداللہ بن زیاد کوفہ و بصرہ وغیرہ کا۔ اور شریح بن حارث کوفہ کے قاضی تھے اور ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے۔

باب ۱۱

سانحہ کربلا

۶۱ھ شروع ہوا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شراف میں قیام:

حسین رضی اللہ عنہ نے منزل شراف میں مقام کیا۔ صبح کے وقت خادموں کو حکم دیا کہ پانی بھر لیں۔ انھوں نے بہت سا پانی ساتھ لے لیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے صبح سے لے کر راستہ کو پامال کرتے رہے یہاں تک کہ دو پہر ہوگئی اور ایک شخص پکارا اللہ اکبر۔ آپ نے بھی کہا اللہ اکبر' اور پوچھا کہ اللہ اکبر تم نے کس بات پر کہا۔ اس نے کہا مجھے خرمے کے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ سن کر بنی اسد میں سے دو شخص آپ سے کہنے لگے۔ ہم نے تو کبھی یہاں خرمے کے درخت نہیں دیکھے تھے۔ انھوں نے کہا ہمیں تو مقدمہ لشکر کا رسالہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کہا مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لیے یہاں کوئی ایسی جگہ مل سکتی ہے کہ اس کو پس پشت رکھ کر ان لوگوں سے ایک ہی رخ سے سامنا کریں۔ دونوں شخصوں نے کہا آپ کے پہلو ہی میں ذوحسم[1] موجود ہے آپ بائیں جانب مڑ جائیے۔ ان لوگوں سے پہلے آپ وہاں پہنچ جائیں تو جو بات آپ چاہتے ہیں وہ حاصل ہے۔ آپ بائیں طرف مڑے ساتھ ہی وہ رسالے کے سوار بھی آ پہنچے۔ انھوں نے جو دیکھا کہ آپ راہ کو چھوڑ کر دوسری طرف مڑ پڑے تو وہ بھی اسی طرف مڑے۔ ان کی برچھیوں کے پھل شہد کی مکھیوں کے غول معلوم ہوتے تھے۔ ان کے علموں کی بیرقیں گدھ کے پروں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ سواروں سے پیشتر آپ ہی ذوحسم تک پہنچ گئے اور وہیں اتر پڑے۔ حکم دیا خیمے نصب ہو گئے۔

حر کا لشکر:

ہزار سواروں کا رسالہ لیے ہوئے حر اس جلتی دو پہر میں آپ کے مقابل آ کر ٹھہرا۔ دیکھا آپ اور آپ کے انصار عمامے باندھے ہوئے ہیں۔ آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ سب لوگوں کو پانی پلا کر ان کی پیاس بجھا دو۔ اور گھوڑوں کو بھی پانی دکھا دو۔ خدام اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسالہ کے سواروں کو پانی پلا پلا کر سیراب کر دیا۔ پھر کاسے کٹرے طشت بھر بھر کر گھوڑوں کے سامنے لے گئے۔ گھوڑا جب تین یا چار یا پانچ دفعہ پانی میں منہ ڈال چکتا تھا تو ظرف کو ہٹا کر دوسرے گھوڑے کو پانی پلاتے تھے اسی طرح سب گھوڑوں کو پانی پلایا۔

حر کے ایک سپاہی سے حسن سلوک:

حر کے رسالہ کا ایک شخص پیچھے رہ گیا تھا وہ بیان کرتا ہے آپ نے جب میری اور گھوڑے کی حالت جو پیاس سے ہو رہی تھی

---

[1] ذوحسم جگہ کا نام ہے۔

دیکھی تو کہا راویہ کو بٹھاؤ۔ میں مشک کو راویہ سمجھا تو آپ نے کہا اے لڑکے اونٹ کو بٹھا میں نے اونٹ کو بٹھایا تو کہا پیو۔ میں جب پیتا تھا مشک سے پانی اونڈل اونڈل پڑتا تھا۔ آپ نے کہا مشک کے دہانہ کو الٹ دو۔ مجھ سے الٹتے بن نہ پڑا' آپ خود اٹھ کھڑے ہوئے اور دہانہ کو الٹ دیا۔ میں نے پانی پیا اپنے گھوڑے کو پلایا۔ آپ کی طرف قادسیہ سے حر کے آنے کا سبب یہ تھا کہ ابن زیاد کو جب یہ خبر ملی کہ حسین رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کو جو اس کے اہل شرطہ کا سردار تھا روانہ کیا۔ حکم دیا کہ قادسیہ میں ٹھہرے اور قطقطانہ سے حقائق تک مورچے باندھے اور حر کو ہزار سوار دے کر اس کے آگے قادسیہ سے روانہ کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے مزاحمت کرے۔ حر آپ کو روکے رہا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نماز ظہر کی امامت:

یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ اب آپ نے حجاج بن مسروق جعفی کو حکم دیا کہ اذان کہیں۔ انھوں نے اذان دی اور اقامت کی باری آئی تو آپ تہمد اور چادر اور نعلین پہنے ہوئے نکلے۔ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہا ایہا الناس خدائے عز و جل سے اور تم سب لوگوں سے میں ایک عذر کرتا ہوں کہ جب تک تم لوگوں کے خط اور تمہارے پیغامی یہ پیغام لے کر میرے پاس نہیں آئے کہ آپ آیئے۔ ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ شاید آپ کے سبب سے خدا ہم سب لوگوں کو ہدایت پر متفق کر دے اس وقت تک میں تمہارے پاس نہیں آیا۔ اب اگر تم اسی قول پر ہو تو لو میں تمہارے پاس آیا۔ تم مجھ سے عہد و پیمان کر لو جس پر مجھے اطمینان ہو جائے تو میں تمہارے شہر چلوں۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تم کو ناگوار ہو تو جہاں سے میں آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں۔ یہ سن کر سب نے سکوت کیا۔ مؤذن سے کہا اقامت کہو۔ اس نے اقامت کہی تو حسین رضی اللہ عنہ نے حر سے پوچھا تم لوگ کیا الگ نماز پڑھو گے۔ حر نے کہا نہیں ہم سب آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ آپ نے سب کو نماز پڑھائی اور اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ اور آپ کے انصار بھی سب آپ کے پاس جمع ہو گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لشکر حر سے خطاب:

حر اپنی جگہ پر جہاں پہلے وہ تھا واپس آیا اس کے لیے خیمہ نصب ہو چکا تھا۔ اسی خیمہ میں چلا گیا۔ کچھ لوگ اس کے ساتھ والوں میں سے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ باقی لوگ اپنی اپنی صفوں میں واپس آ گئے اور پھر صفیں باندھ لیں۔ پھر ہر ایک شخص نے اپنے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور گھوڑوں کے سایہ میں اتر کر بیٹھ گئے۔ عصر کا وقت ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ روانہ ہونے کے لیے سب تیار ہو جائیں۔ پھر آپ خیمہ سے نکلے' مؤذن کو حکم دیا۔ اس نے نماز عصر کے لیے پکار دیا اور اقامت کہی۔ آپ آگے بڑھے سب کو نماز پڑھائی سلام پھیرا۔ پھر سب کی طرف رخ کر کے حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے پھر کہا ایہا الناس اگر تم خوفِ خدا کرو گے' اور حق داروں کے حق کو پہچانو گے تو خوشنودی خدا کا باعث ہوگا۔ ہم اہل بیت ہیں اور یہ لوگ جو تم پر حکومت کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں جس کا انہیں حق نہیں ہے۔ اور تمہارے ساتھ ظلم و تعدی سے پیش آتے ہیں۔ اس امر کے لیے ان سے ہمیں اولیٰ ہیں۔ اگر تم کو ہم سے کراہت ہے اور ہمارے حق سے تم واقف نہیں ہو اور اپنے خطوں میں اور اپنے پیغامیوں کی زبانی تم نے جو کچھ مجھ سے کہلا بھیجا ہے اب وہ تمہاری رائے نہیں ہے تو میں تمہارے پاس سے واپس چلا جاؤں۔ حر نے جواب میں کہا واللہ مجھے نہیں معلوم وہ کیسے خطوط تھے جن کا ذکر آپ فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے عقبہ بن سمعان سے کہا وہ دونوں تھیلے جن میں ان لوگوں کے خط ہیں لاؤ۔ عقبہ دونوں

تھیلے نکال لائے۔ دونوں میں خط بھرے ہوئے تھے۔ سب کے سامنے لا کر خطوں کو بکھیر دیا۔ حر نے کہا جن لوگوں نے آپ کو خط لکھے تھے ہم ان میں نہیں ہیں اور ہم کو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو ہم پا جائیں تو ابن زیاد کے پاس لے چلیں بے لے جائے ہوئے نہ چھوڑیں۔ آپ نے کہا اس مطلب کے حاصل کرنے سے مر جانا تیرے لیے آسان ہے اور اپنے انصار سے کہا اٹھو سوار ہو۔ سب سوار ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ ان کی مستورات بھی سوار ہو گئیں۔

حر کی مزاحمت پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خفگی:

آپ نے انصار سے کہا ہم سب کو واپس لے چلو وہ لوگ واپس ہونے لگے تو حر کے رسالہ والے مزاحم ہوئے۔ اس پر آپ نے حر سے کہا ''تیری ماں تجھے روئے آخر تیرا کیا مطلب ہے''۔ حر نے کہا واللہ اگر عرب میں کسی اور نے یہ کلمہ میرے حق میں آپ کی طرح کہا ہوتا اس میں چاہے کوئی ہوتا تو میں بھی اس کی ماں کے رونے کا ذکر بے کیے نہ رہتا۔ مگر واللہ! آپ کی ماں کا ذکر بغیر حد درجہ کی تعظیم کے میری مجال نہیں جو کروں۔ آپ نے کہا پھر تیرا کیا ارادہ ہے۔ حر نے کہا واللہ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں آپ نے کہا واللہ میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گا حر نے کہا واللہ! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ دونوں آدمیوں نے تین مرتبہ بار بار یہی کلمہ کہا۔

حر کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مشورہ:

جب تکرار بڑھ گئی تو حر نے کہا آپ سے قتل کرنے کا تو مجھے حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے اتنا ہی حکم ہے کہ جب تک آپ کو کوفہ میں نہ لے آؤں۔ آپ کے پاس سے نہ سرکوں۔ آپ کہنا نہیں مانتے تو کسی ایسے رستہ پر چلیے۔ جو نہ کوفہ کی راہ ہو نہ مدینہ کی میں ابن زیاد کو لکھوں' آپ بھی اگر جی چاہے تو یزید کو یا ابن زیاد کو لکھئے شاید خدا کوئی صورت ایسی نکال دے کہ آپ کے کسی امر میں مبتلا ہونے سے میں بچ جاؤں آپ یہ راستہ اختیار کیجیے۔ عذیب و قادسیہ کی راہ سے بائیں طرف مڑ جایئے اس وقت عذیب اڑتیں میل کے فاصلہ پر تھا۔ آپ اپنے انصار کے ساتھ روانہ ہوئے اور حر بھی ساتھ ساتھ چلا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیضہ میں خطبہ:

مقام بیضہ میں آپ نے اپنے اور حر کے اصحاب میں یہ خطبہ حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپ نے کہا ''ایہا الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے جو ظالم ہو جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو جو عہد خدا توڑتا ہو جو سنت رسولؐ خدا کے خلاف کرتا ہو' جو بندگانِ خدا کے ساتھ ظلم و سرکشی سے پیش آتا ہو اور پھر فعلاً یا قولاً اس پر یہ شخص اعتراض نہ کرے تو خدا اس کو بھی اسی کے اعمال میں شریک کرے گا۔ سنو ان حکام نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ خدا کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے۔ فساد کو ظاہر حدود شرع کو معطل غنیمت کو غصب' حرام خدا کو حلال' حلال خدا کو حرام کر رکھا ہے۔ ان پر اعتراض کرنے کا سب سے زیادہ مجھے حق ہے۔ تمہارے خط میرے پاس آئے تمہارے پیام بر میرے پاس تمہاری طرف سے بیعت کرنے کو اس بات پر آئے کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑ دو گے۔ مجھے دشمن کے حوالہ نہ کر دو گے اگر تم اپنی بیعتوں کو پورا کرو گے تو بہرہ مند ہو گے۔ میں حسین رضی اللہ عنہ ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند۔ میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں۔ میں تمہارا پیشوا ہوں' اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے نکال ڈالا تو قسم ہے اپنی جان کی یہ

بات تمہاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی سلوک تم نے میرے باپ میرے بھائی میرے ابن عم مسلم کے ساتھ کیا ہے۔ جس نے تم پر بھروسہ کیا اس نے اپنے نفس کے لیے کی تم چوکے اور بے بہرہ رہے خدا اب تم سے بے نیاز کردے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذی حُسم میں خطبہ:

ذی حُسم میں جو خطبہ آپ نے پڑھا وہ ایک روایت میں اس طرح ہے۔ حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپ نے کہا تم لوگ دیکھ رہے ہو کیا حال ہو رہا ہے۔ دنیا بدل گئی پہچانی نہیں جاتی' نیکیاں روگرداں ہوگئیں اور بالکل گئی گذریں۔ اب رہا کیا برتن کا دھوون رہ گیا اور بری زندگانی اور ناگوار چارہ' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا۔ باطل سے پرہیز کیا جاتا۔ مومن کو اب چاہیے کہ حق پر رہ کر خدا سے ملاقات کرے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مر جانا شہادت ہے۔ اور ظالموں میں زندگی بسر کرنا ناگوار امر ہے۔

زہیر بن قین بجلی کا جذبہ جہاد:

یہ سن کر زہیر بن قین اٹھ کھڑے ہوئے اپنے ساتھ کے لوگوں سے کہا تم کچھ کہتے ہو یا میں کہوں۔ انھوں نے کہا آپ ہی کہیے۔ زہیر نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا۔ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہداک اللہ! آپ کے ارشاد کو ہم قبول کرتے ہیں۔ واللہ اگر دنیا ہمارے لیے باقی رہنے والی ہوتی۔ ہم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوتے اور آپ کی نصرت وغمخواری میں ہمیں دنیا کو چھوڑنا پڑتا تو ہم اس دنیا میں رہنے سے اس کے چھوڑنے کو آپ کے ساتھ بہتر سمجھتے۔ آپ نے یہ سن کر ان کے لیے دعائے خیر کی۔ حر آپ کے ساتھ ساتھ چلا آتا تھا اور آپ سے کہتا جاتا تھا یا حسین رضی اللہ عنہ میں خدا کا واسطہ آپ کو دیتا ہوں کہ اپنی جان کا خیال کیجیے۔ میں کہے دیتا ہوں۔ آپ خود حملہ کریں گے تو قتل ہو جائیں گے یا آپ پر حملہ ہوگا تو بھی آپ ہلاک ہوں گے۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کہا تو مجھے مرنے سے ڈراتا ہے کیا یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ تم لوگ مجھ کو قتل کرو گے اس بات کے جواب میں وہی بات میں کہوں گا۔ جو بنی اوس میں سے ایک صحابی نے اپنے ابن عم سے کہی تھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کو چلے تھے اس نے کہا' کہاں جاتے ہو مارے جاؤ گے' انھوں نے جواب دیا: (شعر کا ترجمہ)

میں جاؤں گا اور موت سے اس شخص کو کا ہے کی شرم
جس نے حق کی نیت کی ہو اور مسلم ہو کر جہاد کیا ہو
جس نے اپنی جان سے بندگان صالح کی غم خواری کی ہو
جس نے ہلاک ہونے والے خائن و ذلیل سے کنارہ کیا ہو

حر نے یہ بات سنی تو آپ کے پاس سے سرک گیا۔ حر اپنے اصحاب کے ساتھ ایک طرف چل رہا تھا اور حسین رضی اللہ عنہ راہ کی دوسری طرف۔

طرماح ابن عدی کی آمد:

چلتے چلتے عذیب الہجانات تک پہنچے۔ یہاں تک نعمان کی اونٹنیاں کسی زمانہ میں چرا کرتی تھیں (ہجانات اونٹنیوں کو کہتے ہیں) اس مقام میں آپ پہنچے ہی تھے کہ کوفہ سے چار شخص اونٹوں پر سوار نافع بن ہلال کا مشہور گھوڑا کوتل دوڑاتے ہوئے وارد ہوئے۔ اس گھوڑے کا نام کوتل تھا اور طرماح ابن عدی اپنے گھوڑے پر سواران کے راہ نما تھے وہ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے:

اے ساانڈنی میرے گھرکنے سے گھبرا نہ جا
صبح ہونے سے پہلے ان سواروں کو لے کر روانہ ہو جا
یہ تمام سواروں میں اور سفر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہیں
ان کو لیے ہوئے تو اس شخص کے پاس جا کر ٹھہر
جو کریم النسب و صاحب مجد کشادہ دل ہے
جسے خدا ایک امرِ خیر کے لیے یہاں لایا ہے
رہتی دنیا تک اس کو خدا سلامت رکھے

یہاں پہنچ کران لوگوں نے یہی شعر آپ کے سامنے پڑھے آپ نے کہا واللہ میں بھی جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی مشیت میں ہم لوگوں کا قتل ہونا ہو یا فتح مند ہونا دونوں طرح امرِ خیر ہے۔

حر کا طرماح اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کا قصد:

ان لوگوں کو دیکھ حر بڑھا۔ آپ سے کہنے لگا۔ یہ سب لوگ جو کوفہ سے آئے ہیں آپ کے ساتھ والوں میں نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں کو قید کرلوں گا یا واپس کردوں گا۔ آپ نے کہا جو بات میں اپنے لیے گوارا نہیں کرتا ان کے لیے بھی گوارا نہ کروں گا۔ یہ لوگ میرے انصار و اعوان ہیں۔ اور تم مجھ سے کہہ چکے ہو کہ جب تک ابن زیاد کا خط تمہارے پاس نہ آئے گا تم مجھ سے کوئی تعرض نہ کرو گے۔ حر نے کہا یہ درست ہے لیکن یہ لوگ تو آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں آپ نے کہا یہ میرے ساتھ والے ہیں یہ بھی ان لوگوں کے مثل ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں جو بات مجھ سے تم کہہ چکے ہو بس اسی پر قائم رہو ورنہ تم سے قتال کروں گا۔ یہ سن کر حر اپنے ارادہ سے باز آیا۔ اب آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ جہاں سے تم آ رہے ہو۔ وہاں کی کیا خبر ہے مجھ سے بیان کرو۔ مجمع بن عبداللہ عائذی ایک شخص انہیں چار شخصوں میں کے جو کہ کوفہ سے آئے تھے۔ کہنے لگے بڑے بڑے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ ان کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں ان کے تھیلے بھر دیئے گئے ہیں ان کو بلا رہے ہیں اور اپنا خیر خواہ نہیں بنا رہے ہیں وہ سب لوگ آپ کے خلاف میں متفق ہیں۔ رہے اور لوگ ان کا یہ حال ہے کہ دل سے آپ ہی کی طرف ہیں لیکن کل یہی لوگ آپ پر تلوار کھینچے ہوئے آ پڑیں گے۔

قیس بن مسہر کی شہادت کا بیان:

آپ نے کہا بیان کرو میرا ایک پیامی تمہارے پاس آیا تھا پوچھا وہ کون۔ آپ نے کہا قیس بن مسہر صیدادی۔ انھوں نے کہا ہاں ان کو حصین بن نمیر نے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ آپ پر اور آپ کے باپ پر وہ لعنت کرے۔ انھوں نے آپ پر اور آپ کے باپ پر صلوٰۃ بھیجی اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کی نصرت کے لیے پکارا۔ اور آپ کے آنے کی سب کو خبر کردی۔ اس بات پر ابن زیاد نے حکم دیا اور وہ ایوان کی چوٹی سے نیچے گرا دیئے گئے۔ حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھیں یہ سن کر ڈبڈبا آئیں آنسوؤں کو ضبط نہ کر سکے اور یہ آیت آپ نے پڑھی:

''ان میں سے کوئی گذر گیا کوئی انتظار کر رہا ہے اور ان لوگوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا''۔

خداوندا ہم کو اور ان کو نعمتِ بہشت عطا کر۔ اور ہم کو اور ان کو اپنے جوارِ رحمت اور اپنے ثواب کے ذخیرۂ بخشش میں یکجا کر دے۔

طرماح کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوہ اجا پر جانے کا مشورہ:

طرماح بن عدی آپ کے قریب آئے اور کہنے لگے واللہ میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ اگر فقط یہی لوگ جو آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں آپ سے قتال کریں تو کافی ووافی ہیں۔ حالانکہ جب میں آپ کے پاس آنے کے لیے کوفہ سے نکلا ہوں اس سے ایک دن پیشتر بیرون شہر میں نے سپاہ کی ایسی کثرت دیکھی کہ اس سے بڑھ کر کسی مقام پر میری نظر سے نہیں گذری تھی۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کسی نے کہا یہ اجتماع تو عرض لشکر کے لیے ہے۔ عرض سے فارغ ہونے کے بعد یہ سب لوگ حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں روانہ ہوں گے۔ اب میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک قدم بھی اس طرف جانے کے لیے نہ اٹھایئے۔ اگر آپ کسی ایسے شہر میں جانا چاہتے ہوں۔ جہاں اللہ آپ کی حفاظت کرے کہ آپ کوئی رائے قائم کر لیں اور جو کام کرنا چاہیں اسے اچھی طرح سوچ سمجھ لیں تو چلیے میں آپ کو اپنے بلند پہاڑ پر جسے کوہ اجا کہتے ہیں لے چلوں۔ واللہ ہم لوگ اسی پہاڑ پر شاہانِ غسان وحمیر اور نعمان ابن منذر اور ہر اسود واحمر سے محفوظ رہے ہیں۔ واللہ ہم کو کبھی یہ لوگ مطیع نہیں کر سکے' میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں موضع قریہ میں آپ کو اتار دوں گا۔ پھر کوہستان اجا وسلمٰی میں بنی طے میں جو لوگ ہیں ان سے کہلا بھیجوں گا۔ واللہ دس دن کے اندر اندر آپ کے پاس بنی طے کے سوار اور پیادے جمع ہو جائیں گے آپ کا جب تک جی چاہے۔ ہم لوگوں میں رہیں۔ اگر کوئی واقعہ آپ کو پیش آئے تو میں آپ سے بیس ہزار بنی طے کے جمع کر دینے کا ذمہ کرتا ہوں جو آپ کے سامنے شمشیر زنی کریں گے جب تک ان میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا۔ آپ کو ضرر نہ پہنچنے دیں گے۔ آپ نے یہ سن کر کہا ''خدا تجھے اور تیری قوم کو جزائے خیر دے۔ بات یہ ہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں ایک قول ہو چکا ہے جس کے سبب سے ہم واپس نہیں جا سکتے۔ نہیں معلوم کہ ہمارا اور ان کا انجام کیا ہو۔

طرماح کی روانگی کوفہ:

طرماح کہتے ہیں آپ سے رخصت ہوا اور میں نے کہا۔ خداوند عالم جن وانس کے شر سے آپ کو بچائے۔ میں کوفہ سے کچھ غلہ وغیرہ اپنے اہل وعیال کے واسطے لے کر چلا ہوں۔ ان کو خرچ کرنے کے لیے بھی میں کچھ دوں گا۔ وہاں جا کر یہ سب چیزیں انہیں دے کر ان شاء اللہ آپ کے پاس آؤں گا اگر میں آپ تک پہنچ گیا تو واللہ میں بھی آپ کے انصار میں شامل ہو جاؤں گا۔ آپ نے کہا رحمک اللہ! اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو جلدی کر اس سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو اس امر میں اہتمام ہے کہ لوگ آپ کے شریک ہوں۔ جب ہی تو مجھے جلدی کرنے کو کہتے ہیں۔ میں اپنے اہل وعیال میں پہنچا جن چیزوں کی انہیں ضرورت تھی وہ ان کو دے کر میں نے وصیت کی۔ سب کہنے لگے اس دفعہ تم اس طرح رخصت ہوتے ہو کہ اس سے پیشتر کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنے ارادہ سے ان کو مطلع کر دیا اور بنی ثعل کی راہ سے میں روانہ ہوا۔ عذیب الہجانات تک پہنچا ہی تھا کہ سماعہ بن بدر سے قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر مجھے معلوم ہوئی یہ سن کر میں واپس آ گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبید اللہ بن الحر:

حسین رضی اللہ عنہ چلتے چلتے قصر بنی مقاتل میں جا کر اترے دیکھا کہ ایک سراپردہ ایستادہ ہے۔ پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے۔ معلوم ہوا عبد اللہ بن الحر جعفی کا ہے۔ کہا ان کو میرے پاس لاؤ۔ کوئی شخص بلانے کو گیا۔ اس نے جا کر کہا۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہما یہاں آئے ہیں تم کو

بلاتے ہیں۔ ابن الحر نے یہ سن کہ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ میں کوفہ سے اس لیے نکل آیا کہ مجھے منظور نہ تھا کہ میں کوفہ میں ہوں اور حسین رضی اللہ عنہ بھی وہاں آئیں۔ واللہ میں نہیں چاہتا کہ یں ان سے ملوں اور وہ مجھ سے ملیں۔ پیغام پہنچانے والا واپس آیا اور آپ سے یہ حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے نعلین اٹھائی' پہنی کھڑے ہوئے اس ے پاس آئے۔ خیمہ کے اندر گئے سلام کیا' بیٹھے اور اسے اپنے ساتھ شریک ہونے کو کہا۔ ابن الحر نے جو بات پہلے کہی تھی وہی پھر کہی۔ آپ نے کہا اگر تو ہماری نصرت نہیں کرتا تو ہمارے قاتلوں کے ساتھ شریک ہونے میں خوف خدا کر۔ واللہ جو شخص ہماری فریاد سن کر ہماری نصرت نہ کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ابن الحر نے کہا انشاء اللہ یہ تو کبھی نہ ہوگا۔ حسین رضی اللہ عنہ یہ سن کر اس کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی فرودگاہ میں چلے آئے۔ کچھ رات باقی تھی کہ آپ نے پانی بھرنے کا حکم دیا اس کے بعد سب قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت کی بشارت:

ایک ساعت بھر چلے تھے کہ آپ ذرا اونگھ گئے پھر چونک کر کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ دو دفعہ یا تین بار یہی کلمہ آپ نے کہا۔ یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن الحسین رضی اللہ عنہ گھوڑا بڑھا کر قریب آئے اور کہنے لگے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ بابا میں آپ پر فدا ہو جاؤں اس وقت آپ نے یہ کلمہ کیوں فرمایا۔ آپ نے کہا اے فرزند ذرا میری آنکھ جھپک گئی تھی میں نے ایک سوار کو اپنے گھوڑے پر دیکھا۔ اس نے کہا لوگ تو چلے جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے اس سے میں سمجھ گیا کہ ہم کو خبر مرگ سنائی گئی ہے انھوں نے عرض کیا بابا خدا آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے کیا ہم لوگ حق پر نہیں۔ آپ نے کہا قسم ہے اسی خدا کی جس کے پاس سب کو جانا ہے ہم حق پر ہیں۔ علی بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا پھر ہمیں کچھ پروا نہیں۔ مریں گے تو حق پر مریں گے آپ نے کہا جزاک اللہ باپ کی طرف سے فرزند کو جو بہترین جزا مل سکتی ہے وہ تم کو ملے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نینوا میں قیام:

صبح ہوئی تو آپ اترے نماز پڑھی اور جلدی کر کے سوار ہوئے۔ اور اپنے انصار کے ساتھ بائیں جانب مڑنے لگے۔ آپ چاہتے تھے کہ ان کو متفرق کر دیں۔ یہ دیکھ کر حر قریب آتا تھا اور لوگوں کو ادھر جانے سے روکتا تھا۔ وہ لوگ حر کو ہٹا دیتے تھے۔ حر ان کو جب مجبور کرتا تھا کوفہ کے رخ پر چلنے کے لیے تو وہ نہیں مانتے تھے اور آگے بڑھ جاتے تھے وہ اسی طرح بائیں جانب مڑتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ نینوا میں پہنچے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حسین رضی اللہ عنہ اتر پڑے۔

ابن زیاد کے قاصد کی آمد:

اتنے میں ایک سانڈنی سوار ہتھیار لگائے کمان شانہ پر ڈالے کوفہ سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب کے سب اس کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ وہ آیا تو حر کو اور اس کے اصحاب کو سلام کیا یاں حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے انصار کو اس نے سلام نہیں کیا۔ حر کو ابن زیاد کا خط دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ ''میرا قاصد اور میرا خط جب تمہیں پہنچے تو حسین رضی اللہ عنہ کو بہت تنگ کرنا۔ ان کو ایسی جگہ اترنے دینا جہاں چٹیل میدان ہو کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو۔ جہاں پانی نہ ہو۔ دیکھو قاصد کو میں نے حکم دے دیا ہے کہ وہ تم پر نگران رہے تمہارا ساتھ نہ چھوڑے جب تک کہ میرے پاس یہ خبر لے کر نہ آئے۔ کہ تم نے میرے حکم کو پورا کر دیا۔ والسلام حر نے خط پڑھ کر انصار حسین رضی اللہ عنہ سے کہا یہ خط امیر عبید اللہ بن زیاد کا ہے مجھے حکم دیا ہے کہ جس مقام پر مجھے یہ خط پہنچے وہیں تم لوگوں کو بہت تنگ کروں اور دیکھو یہ شخص اس کا قاصد

ہے اس کو حکم ہے کہ میرے پاس سے نہ ہٹے جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ میں نے امیر کی رائے پر عمل کیا اور اس کے حکم کو جاری کر دیا۔

ابوشعثاء یزید بن مہاجر کی قاصد سے گفتگو:

یہ سن کر قاصد کی طرف ابوشعثاء یزید بن مہاجر کندی نہدی نے دیکھا اور اس کے سامنے آ کر کہا کیا مالک بن نسیر بدی ہے اس نے کہا کہ ہاں (اور یہ قاصد بھی کندی تھا) ابوشعثاء نے کہا تیرا برا ہو تو کیا پیام لے کر آیا ہے۔ کہا جو پیام میں لایا ہوں اس میں اپنے امام کی میں نے اطاعت کی اور اپنی بیعت کو میں نے پورا کیا۔ ابوشعثاء نے کہا ''تو نے اپنے خدا کی نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کر کے خود کو ہلاک کیا تو نے اپنے عار و نار کو اختیار کیا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ جَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴾

''ہم نے کچھ امام ان میں پیدا کر دیئے ہیں جو کہ دوزخ میں لے جانے کو پکارتے ہیں روز قیامت ان کی مدد نہ کی جائے گی''۔

بس ایسا ہی تیرا امام ہے۔ اب حر نے سب لوگوں کو اسی جگہ اترنے کے لیے مجبور کیا' جہاں نہ پانی تھا نہ کوئی بستی تھی۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں نینوا میں یا غاضریہ میں شفیہ میں اتر جانے دو۔ حر نے کہا واللہ! ایسا کر نہیں سکتا۔ دیکھو یہ شخص جاسوسی کے لیے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔

زہیر بن قین کا حملہ کرنے کا مشورہ:

اس وقت زہیر بن قین نے عرض کی ''یا ابن رسول اللہ! ہمیں ان لوگوں سے لڑ لینا بہ نسبت ان لوگوں کے جو اُن کے بعد لڑنے کو آئیں گے زیادہ تر آسان ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کے بعد آپ خیال فرمائیں اتنے لوگ ہم سے لڑنے کو آئیں گے جن کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے''۔ آپ نے جواب دیا میں جنگ میں ابتداء نہیں کروں گا۔ زہیر نے کہا اچھا اس قریہ میں چلئے ہم سب وہیں اتر پڑیں۔ یہ مقام محفوظ بھی ہے اور فرات کے کنارہ پر واقع ہے یہ لوگ ہمیں مانع ہوں گے تو اس بات پر ہم ان سے لڑیں گے۔ ان سے لڑ لینا بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آنے والے ہیں ہم کو زیادہ تر آسان ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقر (کربلا) میں قیام:

آپ نے پوچھا یہ کون سا قریہ ہے کہا اس کا نام عقر (زخم) ہے۔ آپ نے کہا خداوندا عقر سے مجھ کو بچانا اور آپ وہیں اتر پڑے۔ یہ محرم ۶۱ ھ کی دوسری تاریخ پنج شنبہ کا دن تھا۔ اس کے دوسرے دن صبح کو عمرو بن سعد چار ہزار کی سپاہ لیے ہوئے کوفہ سے یہاں وارد ہوا۔ حسین رضی اللہ عنہ پر ابن سعد کے لشکر کشی کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ فرقہ دیلم نے موضع دستنی پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے ملک رے کا فرمان ابن سعد کے نام یہ لکھا اور حکم دیا کہ اس طرف روانہ ہو۔ ابن سعد لوگوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا اور حمام اعین میں لشکر گاہ مقرر کی جب حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آیا اور آپ کوفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو بلا بھیجا اور کہا پہلے حسین رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو۔ ہمارے ان کے درمیان جو معاملہ ہے اس کا فیصلہ ہو جائے۔ تو اپنی خدمت پر جانا۔

حمزہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کا ابن سعد کو مشورہ:

ابن سعد نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے اگر مناسب سمجھیں تو مجھے اس کام سے معاف رکھیے۔ ابن زیاد نے جواب دیا۔ ہاں

ایسا ہوسکتا ہے۔ اس شرط پر کہ رے کا فرمان واپس کردو جب یہ اس نے کہا تو ابن سعد اس باب میں غور کرنے کے لیے ایک دن کی مہلت مانگی وہاں سے واپس آ کر اس نے اپنے ہوا خواہوں میں جس جس سے مشورہ کیا اس نے اس حرکت سے منع کیا خود اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آیا اور کہا' ماموں خدا کے واسطے حسین رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنے کا قصد نہ کرنا۔ اس میں اپنے خدا کی معصیت بھی ہے اور قطع رحم بھی۔ واللہ اگر روئے زمین کی سلطنت اور تمام دنیا و مال دنیا سے تم محروم ہو جاؤ تو وہ اس سے بہتر ہے کہ خدا کے سامنے حسین رضی اللہ عنہ کے خون میں آلودہ ہو کر تم کو جانا پڑے۔ ابن سعد نے کہا۔ ان شاء اللہ یہی کروں گا۔

عبداللہ بن یسار اور ابن سعد:

ابن سعد کو جب یہ حکم ملا تو عبداللہ بن یسار جہنی اس کے پاس آیا۔ ابن سعد نے کہا امیر نے مجھے حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا ہے اور میں نے انکار کر دیا۔ ابن یسار نے کہا خدا نے تجھ کو راہ ثواب دکھا دی۔ خدا تجھ کو ہدایت کی توفیق دے اس بلا کو ٹال دے۔ ایسا نہ کر اس کام کے لیے روانہ نہ ہو۔ ابن یسار یہ کہہ کر ابن سعد کے پاس سے چلا آیا کسی نے آ کر خبر دی کہ لو ابن سعد حسین رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ یہ سن کر ابن یسار پھر اس کے پاس گیا دیکھا بیٹھا ہوا ہے۔ اسے آتے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ یہ سمجھ گیا کہ اب اس نے لشکر کشی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور وہاں سے چلا آیا۔ ابن سعد نے زیاد سے آ کر کہا۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ آپ نے مجھے خدمت دی میرے نام کا فرمان لکھ دیا سب نے سنا پھر اب آپ کی رائے ہو تو اس حکم کو نافذ کر دیجیے۔ اور یہ لشکر جو اشراف کوفہ کا ہے اس پر کسی ایسے شخص کو جس کی کارروائی و کارآ گاہی فن جنگ میں آپ کی مرضی کے موافق ہو مجھے اس پر کوئی تفوق نہ ہو مقرر کر کے حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھیج دیجیے۔ یہ کہہ کر ابن سعد نے کچھ لوگوں کے نام بھی لیے۔

ابن سعد کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر فوج کشی:

ابن زیاد نے کہا اشراف اہل کوفہ کے نام تم مجھے کیا بتاتے ہو۔ میں تم سے یہ مشورہ نہیں چاہتا کہ کس کو مقرر کروں تم اگر لشکر لے کر جاتے ہو تو جاؤ ورنہ میرا فرمان واپس کردو۔ ابن سعد نے جب اس کا یہ اصرار دیکھا تو کہا اچھا میں جاتا ہوں۔ وہ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلا اور جس دن نینوا میں حسین رضی اللہ عنہ اترے اس کے دوسرے دن صبح کو آپ کے مقابل میں آ کر اترا۔ اور عزرہ بن قیس احمسی کو حکم دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ عزرہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آپ کو خط لکھا کر بلایا تھا اسے آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم آئی۔ ابن سعد نے لشکر کے اور رئیسوں سے بھی جنہوں نے آپ کو خط لکھے تھے یہ پیام لے جانے کو کہا سب نے انکار کیا۔ یہ پیام لے جانا کسی کو گوارا نہ ہوا۔

کثیر بن عبداللہ شعبی:

یہ دیکھ کر کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ بڑا شہسوار و دلیر تھا۔ ہر بات میں نہایت بے باک تھا اس نے کہا میں حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں اور آپ کہیں تو واللہ اچانک ایک ہی وار میں ان کا کام بھی تمام کردوں۔ ابن سعد نے کہا یہ میں نہیں کہتا کہ تم ان کو اچانک قتل کرو۔ ہاں ان کے پاس جا کر یہ پوچھو کہ آنے کا ان کے کیا سبب ہے کثیر یہ پوچھنے کو چلا۔ ابوثمامہ صائدی نے اسے آتے دیکھ کر آپ سے کہا اے ابا عبداللہ خدا آپ کا بھلا کرے۔ جو شخص آپ کے پاس آ رہا ہے دنیا بھر کا شریر و سفاک و قتاک ہے یہ کہہ کر

ابوثمامہ اٹھ کھڑے ہوئے اس سے کہا کہ اپنی تلوار رکھ دے اس نے کہا واللہ یہ نہیں ہوگا اس میں کسی کا لحاظ میں نہ کروں گا۔ میں فقط قاصد کی حیثیت سے آیا ہوں تم لوگ میری بات سنو گے تو جو پیام میں لے کر آیا ہوں پہنچا دوں گا۔ اگر نہیں سنتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ ابوثمامہ نے کہا میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں پھر جو کچھ تجھے کہنا ہو کہہ لے کہنے لگا واللہ یہ بھی نہ ہوگا۔ قبضہ کو ہاتھ نہ لگانا۔ ابوثمامہ نے کہا اچھا جو تجھے کہنا ہو کہہ دے۔ میں جا کر آپ سے عرض کر دوں گا تجھے تو قریب نہ جانے دوں گا تو ایک بدکار شخص ہے۔ دونوں میں گالی گلوچ ہوئی اور وہ واپس چلا گیا ابن سعد سے یہ حال بیان کر دیا۔

قرہ بن قیس حنظلی کی سفارت:

ابن سعد نے اب قرہ بن قیس حنظلی کو بلا کر کہا۔ قرہ تم ذرا حسین رضی اللہ عنہ سے مل کر پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں کیا ارادہ ہے۔ قرہ وہاں سے چلا کہ آپ سے ملاقات کرے۔ آپ نے جب اسے آتا ہوا دیکھا تو انصار سے پوچھا اس شخص کو تم جانتے ہو۔ حبیب بن مظاہر نے کہا ہاں میں پہچانتا ہوں۔ یہ بنی حنظلہ سے ہے اور تمیمی ہے ہماری بہن کا بیٹا ہے میں تو اس کو خوش عقیدہ سمجھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ یہ آئے گا۔ اتنے میں قرہ آ پہنچا۔ آپ کو سلام کیا اور ابن سعد کا پیام پہنچا دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ تمہارے شہر والوں نے مجھے لکھا کہ آپ یہاں آئیے اب اگر میرا آنا انہیں ناگوار ہے میں واپس چلا جاؤں گا۔ حبیب بن مظاہر نے اس سے کہا قرہ کیا تو ان ظالموں میں پھر واپس چلا جائے گا۔ تجھے چاہیے کہ آپ کی نصرت کرے جن کے بزرگوں کی بدولت خدا نے تجھے اور ہمیں کرامت عطا فرمائی ہے۔ قرہ نے کہا میں جس کے ساتھ ہوں اس کے پیام کا جواب اسے پہنچانے کو واپس جاؤں گا اور پھر جیسی رائے ہوگی میری وہ کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ ابن سعد کے پاس گیا سب حال بیان کیا۔

ابن سعد کا خط بنام ابن زیاد:

ابن سعد نے کہا امید تو ہوتی ہے کہ خدا مجھ کو ان سے لڑنے اور ان کے ساتھ کشت و خون کرنے سے محفوظ رکھے گا اور ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! میں یہاں جب آ کر حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل اترا تو ایک قاصد کو ان کے پاس بھیجا ان سے میں نے پوچھا کہ آنے کا کیا سبب ہوا اور وہ کیا چاہتے ہیں۔ کس چیز کے طلب گار ہیں۔ انھوں نے اس کا جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے میرے پاس ان کے قاصد آئے اور اس بات کے خواست گار ہوئے کہ میں یہاں آؤں میں چلا آیا اب میرا آنا اگر ان کو ناگوار ہے اور قاصدوں سے جو کچھ انھوں نے کہلا بھیجا تھا اب اس کے خلاف ان کی رائے ہوگئی ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ ابن زیاد کو یہ خط جب سنایا گیا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

اَلآنَ اِذُ عَلِقَتُ مَخَالِبُنَابِہٖ
یَرُجُو النَّجَاۃَ وَلاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ

''یعنی جب ہمارے پنجہ میں پھنس گئے تو نکلنا چاہتے ہیں اب تو ان کے لیے مفر نہیں''

اس خط کا جواب ابن سعد کو اس نے یہ لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! تمہارا خط ملا جو کچھ تم نے لکھا ہے معلوم ہوا۔ حسین رضی اللہ عنہ سے کہو کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے وہ خود اور تمام انصار ان کے بیعت کریں۔ اگر انھوں نے بیعت کر لی تو پھر ہم جیسا مناسب سمجھیں گے کریں گے''۔

ابن زیاد کا پانی پر قبضہ کرنے کا حکم:

ابن سعد کو یہ خط پہنچا تو کہنے لگا میں سمجھ گیا ابن زیاد کو عافیت نہیں منظور ہے ایک اور خط ابن زیاد کا ابن سعد کو آیا۔ اس میں یہ مضمون تھا کہ نہر کے اور حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو جا۔ ایک بوند پانی وہ لوگ نہ پی سکیں۔ جو سلوک کہ تقی زکی مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس خط کو دیکھ کر ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانسو سواروں کا رئیس کر کے روانہ کیا یہ لوگ نہر پر جا کر ٹھہرے اور نہر اور حسین رضی اللہ عنہ و اصحاب حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ سب حائل ہو گئے کہ وہ بوند بھر پانی اس سے نہ پینے پائیں۔

عبداللہ بن ابی حصین کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بددعا:

یہ واقعہ آپ کے قتل ہونے سے تین دن پہلے کا ہے آپ کے سامنے آ کر عبداللہ بن ابی حصین ازدی جو بنی بجیلہ میں شمار ہوتا تھا پکارا اے حسین رضی اللہ عنہ ذرا پانی کی طرف دیکھو کیسا آسمانی رنگ اس کا بھلا معلوم ہوتا ہے واللہ تم پیاسے مر جاؤ گے۔ ایک قطرہ بھی تم کو نہ ملے گا۔ آپ نے یہ سن کر کہا خداوندا اس شخص کو پیاس کی ایذا دے کر قتل کر اور کبھی اس کی مغفرت نہ ہو۔

عبداللہ بن ابی حصین کا انجام:

اس کے بعد حمید بن مسلم اس کی بیماری میں عیادت کو گیا تھا وہ کہتا ہے قسم ہے اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی میں نے اسے دیکھا کہ پانی پیتا ہے اور پیاس پیاس کہے جاتا ہے پھر قے کر دیتا ہے پھر پیتا ہے اور پھر پیاسا ہو جاتا ہے۔ پیاس نہیں بجھتی۔ یہی حالت اس کی یکساں رہی آخر مر گیا۔

حسینی قافلہ پر شدتِ پیاس کا غلبہ:

جب آپ پر اور آپ کے انصار پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، تیس سوار بیس پیادے بیس مشکیں ان کے ساتھ کر دیں اور پانی کے لیے روانہ کیا۔ یہ لوگ رات کے وقت نہر کے قریب پہنچے۔ نافع ابن حلال جلی علم لیے ہوئے سب سے آگے بڑھ گئے۔ ابن حجاج کہنے لگا کون ہے آؤ کیوں آئے ہو۔ نافع نے کہا ہم تو یہ پانی پینے آئے ہیں جس سے تم لوگوں نے ہم کو محروم کر دیا ہے۔ کہا پی لو کہا حسین رضی اللہ عنہ کو اور ان کے انصار کو تو دیکھتا ہے کہ پیاسے ہیں بے ان کے واللہ میں بھی اس کا ایک قطرہ نہ پیوں گا۔ اتنے میں اور سب لوگ بھی اس کے سامنے آئے۔ ابن حجاج نے کہا۔ ان لوگوں کو پانی پلانا ممکن نہیں۔ ہم اس مقام پر اسی لیے متعین کیے گئے ہیں کہ ان کو پانی نہ لینے دیں۔ نافع کے ساتھ والے جب آ گئے تو انھوں نے پیادوں سے کہا اپنی اپنی مشکیں بھر لو۔ پیادے دوڑ پڑے۔ سب نے مشکیں بھر لیں۔ ابن حجاج نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ یہ دیکھا کر عباس بن علی رضی اللہ عنہ اور نافع بن ہلال نے بھی ان پر حملہ کیا سب کا منہ پھیر دیا پھر اپنے خیموں کی طرف واپس جانے لگے پیادوں سے کہا نکل جاؤ اور خود دشمنوں کو روکنے کے لیے ٹھہرے رہے۔ عمرو بن حجاج اپنے اصحاب کے ساتھ پھر ان لوگوں پر پلٹ پڑا اور ہٹا دیا۔ اصحاب بن حجاج میں سے ایک شخص پر نافع بن ہلال نے نیزہ کا وار کیا سمجھا اوچھا زخم آیا ہے۔ مگر بعد اس کے زخم پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ انصار حسین رضی اللہ عنہ مشکیں لیے ہوئے آئے اور آپ کی خدمت میں پہنچا دیں۔

حسین رضی اللہ عنہ اور ابن سعد کی ملاقات:

حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ آج رات کو میرے اور اپنے لشکروں کے

درمیان مجھ سے ملاقات کر۔ ابن سعد بیس سوار ساتھ لے کر لشکر سے نکلا۔ آپ بھی بیس سوار ساتھ لے کر نکلے۔ جب ملاقات ہوئی تو آپ نے انصار سے کہا کہ سب ہٹ جائیں۔ ابن سعد نے بھی اپنے ہمراہیوں سے ہٹ جانے کو کہا سب وہاں سے اتنی دور ہٹ گئے جہاں نہ آواز سنائی دیتی تھی نہ کوئی بات۔ دونوں آدمیوں کی باتوں میں بہت طول ہوا کہ تھوڑی رات گذر گئی۔ پھر اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے اپنے لشکر میں چلے آئے۔ لوگوں نے اپنے اپنے وہم وگمان سے کہنا شروع کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے ابن سعد سے کہا تو میرے ساتھ یزید کے پاس چل۔ دونوں لشکروں کو ہم یہیں چھوڑ دیں۔ ابن سعد نے کہا میرا گھر کھود ڈالا جائے گا۔ آپ نے کہا میں بنوا دوں گا۔ اس نے کہا میری جاگیریں چھین لی جائیں گی۔ آپ نے کہا اس سے بہتر میں تجھے اپنے مال میں سے دوں گا جو حجاز میں ہے۔ ابن سعد نے اسے گوارا نہ کیا۔ لوگوں میں اسی بات کا چرچا تھا۔ بغیر اس کے کہ کچھ سنا ہو یا کچھ جانتے ہوں ایک دوسرے سے یہی ذکر کرتا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تین شرائط:

لیکن محدثین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ آپ نے کہا تین باتوں میں سے ایک بات میرے لیے اختیار کرو یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں۔ یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کرے یا یہ کرو کہ مملکۃ اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر مجھے روانہ کر دو۔ میں ان لوگوں کا ایک شخص بن کر رہوں گا۔ میرا نفع ونقصان ان کے نفع ونقصان کے ضمن میں ہوگا۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ جیسا لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ یا یہ کہ کسی سرحد کی طرف بلاد اسلام کی مجھے روانہ کر دو۔ بلکہ آپ نے یہ کہا مجھے اس وسیع وعریض زمین میں کسی طرف نکل جانے دو۔ میں دیکھوں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ ابن سعد سے آپ نے تین یا چار ملاقاتیں کیں۔ اس نے ابن زیاد کو لکھا۔ خدا نے آگ کے شعلہ کو بجھا دیا۔ اختلاف کو دفع کیا۔ قوم کی بہتری چاہی۔ حسین رضی اللہ عنہ اس بات پر راضی ہیں کہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں یا ملک اسلام کی سرحدوں میں سے جس سرحد پر ہم چاہیں انہیں بھیج دیں۔ وہاں ایک مسلم کی حیثیت سے وہ رہیں گے نفع وضرر میں سب کا ساتھ دیں گے یا امیرالمومنین یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے۔ اپنے اور ان کے درمیان جو فیصلہ چاہے وہ کرے۔ اس میں آپ کی بھی خوشنودی ہے اور امت کی بھی بہتری ہے۔

شمر بن ذی الجوشن کی فتنہ انگیزی:

ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا ایسے شخص کا یہ خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے قبول کیا۔ یہ سن کر شمر ذی الجوشن اٹھ کھڑا ہوا کہا یہ بات ان کی تو قبول کرتا ہے۔ ارے وہ تو تیری زمین پر اترے ہوئے ہیں تیرے پہلو میں موجود ہیں۔ واللہ تیری اطاعت کیے بغیر اگر وہ تیرے شہر سے چلے گئے تو قوت وغلبہ ان کو اور عاجزی وکمزوری تیرے لیے ہے۔ یہ موقع ان کو نہ دینا چاہیے اس میں تیرے لیے ذلت ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ وہ اور ان کے انصار سب تیرے حکم پر سر جھکا دیں۔ اگر تو سزا دے تو تجھے حق ہے سزا کا۔ اگر معاف کر دے تو تجھ کو اختیار ہے۔ واللہ میں تو یہ سنتا ہوں کہ حسین رضی اللہ عنہ اور ابن سعد دونوں لشکروں کے درمیان رات رات بھر بیٹھے ہوئے باتیں کیا کرتے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کیا اچھی رائے تو نے دی ہے۔ رائے ہے تو بس یہ ہے۔

ابن زیاد کا جنگ کرنے کا حکم:

پھر ابن زیاد نے ایک خط لکھ کر شمر کو دیا کہا یہ خط لے کر ابن سعد کے پاس جا اسے چاہیے کہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے انصار سے کہے کہ وہ سب میرے حکم پر سر جھکا دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سب کو اطاعت گزاروں کی طرح میرے پاس بھیج دے۔ اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو ان سے قتال کر۔ اگر ابن سعد نے ایسا ہی کیا تو اس کی اطاعت تو بھی کرنا۔ اور اس کی بات کو ماننا۔ اگر اس نے انکار کیا تو ان لوگوں سے تو خود قتال کرنا تو ہی امیر لشکر ہے۔ اور ابن سعد پر حملہ کرنا اس کی گردن مارنا اور سر اس کا میرے پاس بھیج دینا۔ اور ابن سعد کو جو خط ابن زیاد نے لکھا اس کا یہ مضمون تھا۔ میں نے تجھے حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اس لیے نہیں بھیجا کہ تو ان کے بچانے کی فکر کرے یا ان پر احسان کرے۔ یا ان کی سلامتی منائے یا ان کا سفارشی میرے سامنے بن بیٹھے۔ سن اگر حسین رضی اللہ عنہ اور اوران کے انصار میرے حکم پر سر جھکا دیں اور گردنیں خم کر دیں تو سب کو طاعت گزاروں کی طرح میرے پاس بھیج دے۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان پر اس طرح لشکر کشی کر کہ سب قتل ہو جائیں اور سب کے سر کاٹ لے۔ وہ سب اسی کے سزاوار ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ جب قتل ہو جائیں تو ان کے سینہ پر اور پشت پر سواروں کو دوڑا دے کہ وہ نافرمان مخالف خود سر ظالم ہیں۔ میری دل کی یہ بات نہیں ہے کہ اس سے مرنے کے بعد کچھ ان کو ایذا پہنچے گی۔ لیکن میں انہیں قتل کرتا تو ان کے ساتھ یہ سلوک کرتا اگر ان کے بارے میں تو ہمارے حکم کو جاری کرے گا۔ تجھ کو وہ عوض ملے گا۔ جو ایک فرمانبردار طاعت گزار کو ملنا چاہیے۔ اور اگر تجھے یہ منظور نہیں ہے۔ تو ہماری خدمت سے اور ہمارے لشکر سے علیحدہ ہو جا۔ لشکر کو شمر پر چھوڑ دے۔ ہم نے اسے اپنے احکام بتا دیئے ہیں والسلام۔

شمر کے بھانجوں کے لیے امان:

شمر کو جب یہ خط ملا تو وہ خود اور اس کے ساتھ عبداللہ بن ابی محل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پھوپھی ام البنین بنت حزام علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں ان کے بطن سے عباس و عبداللہ و جعفر و عثمان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ بن ابی محل بن حزام نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے۔ ہماری بہن کے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں۔ تو مناسب سمجھ تو ان کے لیے امان لکھ دے۔ ابن زیاد نے کہا بسر و چشم کاتب کو حکم دیا اس نے امان کا فرمان لکھ دیا۔

ابن سعد کا جنگ کرنے کا قصد:

عبداللہ نے اپنے غلام آزاد کے ہاتھ جس کا نام کرمان تھا۔ اس حکم کو روانہ کیا۔ کرمان نے وہاں جا کر ان کو بلایا اور کہا تمھارے ماموں نے تمھارے لیے امان بھیجی ہے۔ ان جوانوں نے کہا ہمارے ماموں کو سلام کہنا اور کہہ دینا۔ تم لوگوں کی امان ہمیں چاہیے۔ پسر سمیہ کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے۔ شمر جب ابن زیاد کا خط لے کر ابن سعد کے پاس آیا۔ اس نے خط کو پڑھا۔ ابن سعد نے شمر سے کہا۔ وائے ہو تجھ پر تو نے کیا حرکت کی' خدا تیرے ہمسایہ سے بچائے۔ خدا غارت کرے یہ کیا تو میرے پاس لے کر آیا ہے۔ واللہ! میرا یہی گمان ہے۔ کہ تو نے ہی اس کی رائے کو پھیر دیا کہ میری تحریر کو نہ مانے۔ جس معاملہ میں اصلاح کی ہم کو امید تھی تو نے اسے بگاڑ دیا۔ واللہ! حسین رضی اللہ عنہ گردن جھکانے والے شخص نہیں ہیں۔ ان کے پہلو میں وہ دل ہے جو برداشت نہیں کر سکتا۔ شمر نے کہا یہ تو بتا تیرا کیا ارادہ ہے۔ اپنے امیر کے حکم پر تو چلے گا۔ اس کے دشمن کو قتل کرے گا؟ یہ نہیں تو لشکر کو مجھ پر چھوڑ

دے۔ابن سعد نے کہا نہیں تجھے لشکر نہیں مل سکتا۔ میں خود یہ کام کروں گا۔شمر نے کہا پھر تمھیں کرو۔[1] ابن سعد اب لشکر لے کر چلا یہ محرم کی نویں تاریخ تھی۔ پنجشنبہ کا دن شام کا وقت تھا۔شمر آ کر انصار حسینؓ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا ہم لوگوں کی بہن کے بیٹے کہاں ہیں۔ یہ سن کر عباس و جعفر و عثمان بن علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے۔کہا تجھے کیا کام ہے کیا کہتا ہے۔کہا میری بہن کے فرزند' تمہارے لئے امان ہے۔ان تو جوانوں نے جواب دیا خدا کی تجھ پر لعنت' تیری امان پر لعنت تو جو ہمارا ماموں ہے۔[2] تو ہم کو امان دیتا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے فرزند کو امان نہیں ابن سعد نے اب ندا کی ''اے فوج خدا کے سوار و گھوڑوں پر چڑھو اور خوش ہو''۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی بشارت:

نماز عصر کے بعد اپنے لوگوں کو لے کر سوار ہوا اور ان لوگوں پر چڑھائی کر دی۔اس وقت حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ کے سامنے اس ہیئت سے بیٹھے ہوئے تھے کہ دونوں گھٹنے بلند تھے اور تلوار پر ٹکے ہوئے تھے۔آپ نے گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔آپ کی بہن زینب رضی اللہ عنہا سے شور کی آواز سنی تو بھائی کے پاس آئیں۔کہا بھائی آپ نے سنا کہ لوگوں کی آوازیں قریب سے آ رہی ہیں۔حسین رضی اللہ عنہ نے زانو سے سر اٹھایا اور کہا میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں تم ہمارے پاس آ جاؤ گے۔بہن نے یہ سن کر اپنے منہ کو پیٹ لیا اور کہا وائے۔آپ نے کہا۔تم پر وائے نہیں ہے۔بہن خدا تم پر رحم کرے چپ رہو۔

عباس بن علی رضی اللہ عنہ:

عباس بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا بھائی وہ لوگ آ پڑے۔یہ سن کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔کہا میں تم پر فدا ہو جاؤں گھوڑے پر سوار ہو۔ بھائی ان لوگوں سے جا کر ملو' پوچھو تم کیا چاہتے ہو تمھارا ارادہ کیا ہے۔ادھر آنے کا کیا سبب ہے۔عباس رضی اللہ عنہ کوئی بیس سواروں کو ساتھ لے کر جن میں زہیر بن قیس اور حبیب بن مظاہر بھی تھے ان لوگوں کے پاس آئے۔کہا تمہارا ارادہ کیا ہے۔تمھارے جی میں کیا آئی ہے۔ان لوگوں نے کہا۔امیر کا یہ حکم آیا ہے کہ تم لوگوں سے کہہ دیں کہ اس کے حکم پر تم جھکا دو نہیں تو ہم تم سے لڑیں گے۔ عباس نے کہا ذرا ٹھہرو میں ابی عبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر جو کچھ تم کہتے ہو ان سے عرض کر دوں۔یہ لوگ ٹھہر گئے اور کہنے لگے۔جاؤ ان کو خبر کر دو۔ پھر ہم سے آ کر بیان کرو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔عباس رضی اللہ عنہ گھوڑا اڑا کر حسین رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خبر لے کر چلے اور ان کے سب انصار ان لوگوں سے گفتگو کرنے کو ٹھہرے رہے۔ابن مظاہر رضی اللہ عنہ نے زہیر رضی اللہ عنہ سے کہا چاہو تم ان لوگوں سے گفتگو کر دیا کہو تو میں کچھ کہوں۔زہیر نے کہا تمہیں نے یہ ذکر نکالا ہے تمہیں ان سے گفتگو کرو۔حبیب نے ان لوگوں سے خطاب کر کے کہا سنو کل کے دن خدا کے جو لوگ آئیں گے۔واللہ بہت برے وہی لوگ ٹھہریں گے۔جنھوں نے اس کے نبی ﷺ کی ذریت کو' ان کی عزت کو' ان کے اہل بیت کو اور اس شہر کے عابدوں کو قتل کیا ہوگا۔جن کی صبح عبادت میں گذرتی ہے جن کی زبان پر ذکر خدا جاری رہتا ہے یہ سب کر غررہ بن قیس بولا۔تم سے جہاں تک ہو سکے اپنے نفس کو پاک رکھو۔

زہیر بن قین اور عزرہ کی گفتگو:

زہیر نے اس سے کہا اے عزرہ خدا نے ان کے نفس کو پاک کیا ہے انہیں ہدایت کی ہے۔اے عزرہ خدا سے ڈر۔ میں تیری خیر

---

[1] اس کے بعد یہ فقرہ ہے وکن انت علی الرجال ابن اثیر نے بھی اسے چھوڑ دیا ہے۔
[2] عرب اپنی ننھیال والوں کو ماموں کہتے ہیں۔

خواہی کا کلمہ کہتا ہوں۔ اے عزرہ خدا کے واسطے ان نفوس زکیہ کے قتل میں ان لوگوں کے ساتھ تو شریک نہ ہو۔ جو اس ضلالت کے بانی ہیں۔ غررہ نے کہا اے زہیر اہل بیت کے شیعوں میں سے ہم تجھ کو نہیں جانتے تھے تو عثمانؓ والوں میں تھا۔ زہیر نے کہا مجھے اس مقام پر دیکھ کر بھی کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں انہیں لوگوں میں سے ہوں۔ سن خدا نہ میں نے کبھی کوئی خط ان کو لکھا نہ کبھی کوئی قاصد ان کے پاس بھیجا نہ کبھی ان سے نصرت کا وعدہ میں نے کیا۔ ہوا یہ کہ راہ میں ان سے مجھ سے ملاقات ہوگئی۔ ان کو دیکھ کر مجھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گئے۔ اور ان کا مرتبہ جو ان کے رشتہ سے ہے اس کا خیال آ گیا۔ اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں میں اور تمھارے جرگہ کے لوگوں میں جا رہے ہیں۔ بس میری رائے یہ ہوء کہ ان کی نصرت کروں۔ ان جرگہ میں شریک ہو جاؤں۔ اپنی جان ان کی جان پر فدا کر دوں تا کہ جس حق خدا و حق رسول خدا کو تم نے ضائع کر دیا ان کی حفاظت کروں۔

ایک رات کی مہلت:

اتنے میں عباس بن علی رضی اللہ عنہ گھوڑے کو ایڑ کرتے ہوئے ان لوگوں تک آ پہنچے اور کہا اے لوگو! ابو عبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ تم سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ اس وقت تم سب واپس ہو جاؤ۔ کہ وہ اس باب میں غور کر لیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ابھی تک تمہارے اور ان کے درمیان ان باب میں گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ کل صبح کو انشاء اللہ پھر ہم لوگ ملیں گے۔ یا تو جس بات کو تم چاہتے ہو اور سلوک تمہیں منظور ہے ہم اس پر راضی ہو جائیں گے یا ہمیں یہ بات ناگوار ہوگی تو انکار کر دیں گے' اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت ان لوگوں کو ٹال دیں۔ جو کچھ کہنا سننا ہو کہہ سن لیں۔ اپنے اہل بیت سے وصیت کر لیں۔ عباس بن علی رضی اللہ عنہ نے آ کر جب یہ بات کہی تو ابن سعد نے شمر سے پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔ شمر نے کہا تیری جو رائے ہو۔ تو امیر لشکر ہے تیری جو رائے ہو بس وہی رائے ہے[1] ابن سعد اب لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ان سے پوچھا تمھاری کیا رائے ہے۔ یہ سن کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا۔ سبحان اللہ۔ اگر یہ لوگ کفار دیلم سے ہوتے اور تجھ نے یہی سوال کرتے تو واللہ تجھے قبول کر لینا چاہیے تھا۔ قیس بن اشعث نے کہا۔ یہ بات ان کی مان لے۔ اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کل صبح کو یہ لوگ تجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ابن سعد نے کہا اگر یہ مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ لڑیں گے تو میں اس وقت مہلت نہ دوں۔ اور عباس بن علی رضی اللہ عنہ نے جب حسین رضی اللہ عنہ سے یہ آ کر تھا کہ ابن سعد ایسا ایسا کہتا ہے تو آپ نے کہا تھا تم پھر پلٹ کر جاؤ تم نے ہو سکے تو ان لوگوں کو کل صبح پر ٹال دو اور آج کی شام کے لئے ان کو ہم سے دفع کرو۔ آج کی رات ہم اپنے پروردگار کی عبادت کر لیں۔ اس سے دعا کر لیں۔ اس سے مغفرت طلب کر لیں۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی عبادت کو اس کی کتاب کی تلاوت کو دعا و استغفار کی کثرت کو میں دوست رکھتا تھا۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ابن سعد کے پاس سے ایک قاصد ہم لوگوں کے پاس آیا اور ایسے مقام پر کھڑا ہو گیا جہاں سے آواز سنائی دیتی تھی اور کہا ہم نے تم لوگوں کل صبح تک کی مہلت دی ہے۔ اگر تم اطاعت کر لو گے تو تم کو اپنے امیر ابن زیاد کے پاس ہم روانہ کر دیں گے۔ اگر تم انکار کرو گے تو پھر ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اپنے ہمراہیوں کو جانے کی اجازت:

ابن سعد جب لشکر کو لے کر واپس گیا ہے۔ اس وقت شام ہونے کو تھی۔ تو حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے انصار کو جمع کیا۔ علی بن

---

[1] اس مقام پر ابن سعد کا یہ قول ہے قرأت ان لاکون۔ ابن اثیر نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ دیکھ کر آپ کے قریب چلا گیا کہ سنوں کیا فرماتے ہیں۔ اور میں بیمار تھا۔ میں نے سنا کہ میرے والد اپنے انصار سے فرما رہے ہیں۔ میں خدائے تبارک وتعالےٰ کی بہترین حمد وثنا میں بجالاتا ہوں۔ اور راحت ومصیبت میں اس کا شکر ادا کرتے ہوں۔ خداوندا میں تیرا شکر بجالاتا ہوں۔ کہ تو نے ہم لوگوں کو نبوت کی کرامت دی۔ تو نے ہم کو قرآن کی تعلیم دی۔ تو نے ہم کو علم دین عطا کیا۔ تو نے ہم کو سماعت وبصارت ودل دیا۔ تو نے ہم کو مشرکوں میں شمار نہ ہونے دیا۔ ان کے بعد مجھے یہ کہنا ہے کہ اپنے انصار سے افضل وبہتر انصار اور اپنے اہل بیت سے زیادہ وفادار وفرماں بردار اہل بیت میں نے نہیں دیکھے۔ سنو میں سمجھ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح کو ہم لوگوں کی قضا ہے۔ سنو! تم سب کے سب باب میں میری یہ رائے ہو چکی ہے۔ میری اجازت سے تم سب چلے جاؤ۔ میری طرف سے کوئی روک تم پر نہیں ہے۔ دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو۔

ضحاک بن عبداللہ اور مالک بن نضر:

اس سے کچھ پیشتر ضحاک بن عبداللہ اور مالک بن نضر دو شخص آپ کے پاس آئے سلام کر کے بیٹھ گئے۔ آپ نے جواب سلام دے کر خیر مقدم کیا آنے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے کہا ہم اس لئے آئے کہ آپ کو سلام کرلیں۔ آپ کی سلامتی کی دعا خدا سے مانگیں۔ آپ سے ملاقات کرلیں۔ لوگوں کی حالت آپ نے بیان کریں سنیے ہم آپ سے کہے دیتے ہیں سب لوگ آپ سے لڑنے پر آمادہ ہیں آپ اپنے لئے کچھ فکر کریں۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ دونوں شخص کچھ شرمندہ ہوئے۔ خدا سے آپ کے لئے دعا مانگنے لگے۔ آپ نے کہا میری نصرت کو تمھیں کیا امر مانع ہے۔ مالک نے کہا میں قرضدار ہوں صاحب عیال ہوں۔ ضحاک نے کہا میں بھی قرضدار وعیال دار ہوں۔ لیکن جب کوئی لڑنے والا نہ رہے تو مجھے واپس جانے کی اجازت دے دیجئے گا۔ پھر میں آپ کی طرف سے قتال بھی کروں گا اگر دیکھوں گا کہ میرا نصرت کرنا آپ کے لئے نافع ہے۔ اور آپ کی مصیبت کو میں دفع کرسکتا ہوں۔ آپ نے کہا تم کو اجازت ہے۔ یہ سن کر ضحاک کہتا ہے میں وہیں ٹھہرا رہا۔

آل عقیل کا جذبہ جہاد:

جب شب آئی۔ آپ نے کہا دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اسے غنیمت سمجھو۔ تم میں سے ایک ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لے۔ پھر جب تک کہ اطمینان دے تم سب اپنے اپنے قصبوں، میں شہروں نکل جاؤ۔ یہ لوگ میرے ہی طلب گار ہیں۔ مجھے قتل کرلیں گے۔ تو پھر کسی اور کا خیال بھی نہ کریں گے۔ یہ سن کر آپ کے بھائی بیٹے بھتیجے بھانجے سب کہنے لگے۔ ہم سے یہ نہ ہوگا کہ آپ کے بعد ہم زندہ رہیں، خدا وہ دن ہمیں نہ دکھائے۔ سب سے پہلے عباس بن علی رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ کہا پھر سب نے اسی طرح کے کلام کیے۔ حسین علیہ السلام نے پکار کر کہا۔ اے اولاد عقیل مسلم کا قتل ہونا تمھارے لئے کافی ہے۔ تم چلے جاؤ میں اجازت دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا لوگ کیا کہیں گے، یہی کہیں گے نہ کہ ہم اپنے بزرگ اپنے سردار اور ان کے ساتھ اپنے بنی عم کو جو بہترین عم تھے چھوڑ کر چلے آئے نہ ان کے ساتھ شریک ہو کر ایک لگایا نہ برچھی کا وار کیا نہ کوئی تلوار کا ہاتھ مارا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ان پر کیا گزری۔ ہرگز نہیں۔ واللہ! ہم سے یہ نہ ہوگا۔ بلکہ ہم اپنی جانیں، اپنا مال اپنے اہل عیال کو آپ پر فدا کر دیں گے۔ آپ کے ساتھ شریک ہو کر قتال کریں گے جو آپ کا حال ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ خدا وہ زندگی نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔

مسلم بن عوسجہ اور سعد بن عبداللہ کا استقلال:

مسلم بن عوسجہ اسدی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور ابھی خدا کے سامنے آپ کے حق سے ہم ادا نہیں ہوئے۔ ہاں واللہ جب تک میری برچھی ان لوگوں کے سینہ میں ٹوٹ کر نہ رہ جائے۔ جب تک قبضہ میرے ہاتھ میں ہے تلواریں ان کی نہ مارلوں۔ میں آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ اگر ان سے لڑنے کے لئے ہتھیار میرے پاس نہ ہوتے تو میں آپ کی نصرت میں انہیں پتھر مار مار کر آپ ہی کے ساتھ مر جاتا۔ سعد بن عبداللہ نے کہا واللہ ہم آپ کو چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ خدا یہ تو دیکھ لے کہ رسول اللہ کی غیبت میں ہم نے آپ کی کیسی حفاظت کی۔ واللہ اگر میں جانتا کہ میں قتل ہو جاؤں گا۔ پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ پھر جیتا جلا دیا جاؤں گا۔ پھر میری خاکستر اڑا دی جائے گی۔ ستر مرتبہ یہی حالت مجھ پر گذرے گی۔ تو جب بھی آپ کی نصرت میں جب تک مجھے موت نہ آ جاتی آپ سے جدا نہ ہوتا۔ اور اب تو ایک ہی دفعہ قتل ہو جانا ہے۔ اور اس میں وہ شرف و کرامت ہے جسے ابد تک زوال نہیں۔ پھر میں اسے کیوں نہ حاصل کروں۔

زہیر بن قین کی استقامت:

زہیر بن قین نے کہا واللہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ پھر قتل کیا جاؤں۔ اسی طرح ہزار دفعہ قتل ہوں کہ خدا آپ کو اور آپ کے اہل بیت میں ان نوجوانوں کو بچا لے۔ اسی طرح ایک ہی طرز کے کلام آپ کے انصار میں ایک جماعت نے کئے۔ کہتے تھے واللہ آپ کو ہم چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ بلکہ اپنی جانیں آپ پر فدا کریں گے۔ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنی گردنوں سے اپنی پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے۔ ہم قتل ہو جائیں تو وہ حق جو ہم پر ہے فدا اور وفا ہو جائے۔

امام زین العابدین کا بیان:

علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں اسی شام کا ذکر ہے۔ جس کی صبح کو میرے والد قتل ہوں گے۔ میں بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپھی زینب رضی اللہ عنہا میری تیمارداری میں مصروف تھیں جب کہ میرے والد نے اپنے انصار کے ساتھ اپنے خیمہ میں میں تخلیہ کیا تھا۔ اس وقت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلام آزاد حولی آپ کے پاس تلوار کو دیکھ بھال کر درست کر رہے تھے۔ اور آپ اس مضمون کے شعر پڑھ رہے تھے:

''اے دہر ناپائدار تجھ پر وائے ہو۔ کیا برا دوست ہے تو۔ کہ ہر صبح و شام کسی دوست یا دشمن کو مار رکھتا ہے ایک کے عوض میں دوسرے کو قبول نہیں کرتا۔ اور یہ سب حکم خدا سے ہوتا ہے اور جو زندہ ہے اسے اس رستہ جانا ہے''۔

ان اشعار کو آپ نے دو تین دفعہ پڑھا۔ میں سمجھا اور میں جان گیا جو ارادہ آپ نے کیا تھا۔ مجھے بے اختیار رونا آیا۔ میں نے آنسوؤں کو ضبط کر لیا۔ خاموش رہا سمجھ گیا کہ مصیبت ٹوٹ پڑی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی آہ وزاری:

مگر میری پھوپھی نے بھی ان اشعار کو سن لیا۔ عورتوں کی طبیعت میں رقت اور بے صبری ہوتی ہے۔ خود کو سنبھال نہ سکیں۔ برہنہ سر دوڑیں چادر کو کھینچتی ہوئی آپ کے پاس پہنچیں۔ کہنے لگیں ''وا مصیبتاہ'' ارے آج مجھے موت آ گئی ہوتی۔ اے بزرگوں کے جانشین اے درماندوں کے شفیق بس آج میری ماں فاطمہ مر گئیں۔ میرے باپ نے میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے آج رحلت کی'

آپ نے ان کی طرف دیکھا' کہنے لگے۔ پیاری بہن دیکھو' کہیں شیطان تمہارے حلم کو زائل نہ کر دے۔ کہنے لگیں۔ یا ابا عبداللہ میرے ماں باپ تم پر فدا میری جان تم پر فدا' تم نے قتل ہونا گوارا کر لیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دلاسہ:

یہ سن کر آپ نے طبیعت کو سنبھالا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ موت نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ کہا ہائے بھائی کیا تمہیں مجبور کر کے قتل کریں گے۔ اس سے تو اور بھی میرا کلیجہ ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ میرے دل پر سخت قلق گذر رہا ہے۔ یہ کہہ کر منہ کو پیٹا۔ گریبان کو پھاڑ ڈالا۔ غش کھا کر گر پڑیں۔ بہن کا یہ حال دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے ان کے پاس آ کر چہرہ پر پانی چھڑ کا کہا۔ پیاری بہن خدا کا خوف کرو خدا کے لیے صبر کرو۔ اس بات کو سمجھو کہ روئے زمین پر سب مرنے والے ہیں۔ اہل آسمان بھی باقی نہ رہیں گے۔ بس اللہ کی ذات کے سوا جس نے اپنی قدرت سے اس زمین کو پیدا کیا ہے اور جو پھر خلق کو زندہ کرے گا اور سب کے سب واپس آ جائیں گے اور جو یگانہ و تنہا ہے۔ سب چیزیں مٹ جانے والی ہیں۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ میری ماں تجھ سے بہتر تھیں۔ میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور مجھے ان سب کو اور ہر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے تسکین ہونی چاہیے۔ اسی طرح کے کلمے کہہ کر آپ نے انہیں سمجھایا۔ پھر کہا پیاری بہن میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ میری اس قسم کو پورا کرنا۔ میں مر جاؤں تو میرے غم میں گریبان کو چاک نہ کرنا۔ منہ کو نہ پیٹنا۔ ہلاکت و موت کو نہ پکارنا۔ یہ کہہ کر آپ انہیں اپنے ساتھ لائے اور میرے پاس لا کر بٹھا گئے۔ پھر آپ خیمہ سے باہر چلے گئے۔ انصار کو حکم دیا کہ خیموں کو قریب قریب اس طرح نصب کریں کہ طنابوں کے اندر طنابیں آ جائیں (خیموں کا ایک حلقہ سا بن جائے) سب لوگ خود اس حلقہ کے درمیان رہیں۔ بس ایک رخ جدھر سے دشمن آنے والے ہیں کھلا رہنے دیں۔

حسینی رضی اللہ عنہ قافلہ کی عبادت گذاری:

حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب تمام رات بیدار رہے۔ سب نمازیں پڑھا کیے' استغفار کرتے رہے۔ دعا و تضرع میں مشغول رہے۔ سواروں کا ایک رسالہ جو ان لوگوں کی نگہبانی کرنے کو دشمن کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ ادھر سے گذرا۔ اس وقت آپ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا. وَّ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ...... ﴾

''ہاں جو لوگ کافر ہو گئے وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں اس میں ان کے لیے بہتری ہے۔ ہم تو اس لیے انہیں ڈھیل دے رہے کہ اور بھی گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔ ان کے لیے تو ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ خدا یہ نہیں کرے گا کہ تم لوگ جس حال میں ہو اسی حالت میں مومنین کو رہنے دے۔ وہ پاک و ناپاک دونوں کو جدا کر کے رہے گا''۔

ابوحرب کی بدکلامی:

اس آیت کو رسالہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے سنا اور کہنے لگا۔ قسم ہے رب کعبہ کی ہمیں لوگ پاک ہیں۔ اور تم لوگوں

سے ہم جدا کر لیے گئے ہیں۔ ایک شخص نے اسے پہچان کر بریر سے پوچھا۔ جانتے ہو یہ کون شخص ہے کہا میں نہیں جانتا۔ کہا یہ ابوحرب سبیعی ہے۔ اور یہ شخص بڑا ہنسنے والا بے ہودہ شرفاء میں بڑا دلیر وسفاک ہے۔ سعید بن قیس نے اسے خون کرنے پر کبھی قید بھی کیا تھا۔ بریر نے اس کا نام سن کر پکارا۔ او فاسق تجھ کو خدا نے پاک لوگوں میں شمار کیا۔ پوچھا تو کون ہے۔ کہا بریر بن خضیر ہوں میں۔ کہنے لگا انا للہ۔ یہ بات مجھ پر شاق ہے۔ اے بریر واللہ تو ہلاک ہوا۔ واللہ تو ہلاک ہوا۔ بریر نے کہا اے ابوحرب خدا کے سامنے اپنے گناہان کبیرہ سے توبہ کر لینے کا ہی تو موقع ہے۔ سن واللہ! ہم سب پاک لوگوں میں ہیں اور تم سب ناپاک ہو کہنے لگا (تمسخر سے) وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ یعنی ہاں ہاں میں بھی گواہوں میں ہوں۔ ایک شخص نے کہا وائے ہو تجھ پر جان کر بھی تو نہیں سمجھتا[1]

حسینی رضی اللہ عنہ لشکر کی ترتیب:

ابن سعد روز عاشورا شنبہ کا دن تھا یا جمعہ صبح کی نماز جب پڑھ چکا تو اپنی فوج کو ساتھ لے کر نکلا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے انصار کی صفیں جمائیں۔ ان کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ آپ کے ساتھ بتیس سوار تھے اور چالیس پیادے۔ آپ نے میمنہ پر زہیر بن قین کو میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا اور اپنا علم اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ خیموں کو پشت پر رکھا۔ اور خیموں کے پیچھے آپ نے حکم دیا کہ لکڑیاں اور بانس جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جائے۔ خوف یہ تھا کہ دشمن پیچھے سے نہ حملہ کریں۔ حسین علیہ السلام کے خیموں کے پیچھے زمین پست تھی جیسے ایک پتلی سی نہر کھدی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی کو شب کے وقت سب نے کھود کر خندق سا بنا لیا تھا۔ اس میں لکڑیاں اور بانس ڈال دیئے تھے کہ جب صبح کو دشمن ہم پر حملہ کریں گے تو اس میں آگ لگا دیں گے کہ دشمن ہم سے ایک ہی رخ سے لڑیں۔ پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔ یہی احتیاط انہوں نے کی اور ان کے کام بھی آئی۔ ابن سعد نے جب آپ پر چڑھائی کی ہے تو اس کے ساتھ ایک ربع اہل مدینہ تھے۔

ابن سعد کے لشکر کی صف بندی:

ان کا رئیس عبداللہ ابن زہیر ازدی تھا۔ ایک ربع قبیلہ مذحج واسد کے لوگ تھے ان کا سردار عبدالرحمٰن بن ابی سیرہ تھا۔ ایک ربع قبیلہ ربیعہ وکندہ کے لوگ تھے۔ ان کا سردار قیسا بن اشعث تھا۔ ایک ربع قبیلہ تمیم وہمدان کے لوگ تھے۔ ان کا سردار حر تھا۔ حر کے سوا یہ سب لوگ قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھے۔ ایک حر تھا کہ ان لوگوں سے جدا ہو کر حسین رضی اللہ عنہ کی طرف چلا آیا اور آپ کے ساتھ قتل ہوا۔ ابن سعد نے اپنے میمنہ پر عمرو بن حجاج کو مقرر کیا۔ میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن ابن شرحبیل بن اعور بن عمر بن معاویہ بن کلاب کو متعین کیا۔ رسالہ عزرہ بن قیس کو دیا۔ پیادے شبث بن ربعی کے حوالے کیے اور اپنے غلام آزاد درید کو لشکر کا علم دیا۔

عبدالرحمٰن بن عبدربہ اور بریر بن حضیر:

جب یہ لوگ آپ سے قتال کے لیے بڑھے تو آپ نے حکم دیا کہ بڑا خیمہ نصب کیا جائے۔ نصب کر دیا گیا۔ حکم دیا کہ بڑے

---

[1] اس کے بعد کچھ تمسخرآمیز عبارت ہے شاید اسی عبارت کے سبب سے ابن اثیر نے یہ ساری روایت ہی چھوڑ دی۔ قَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَمَنْ يُنَادِمُ يَزِيْدَ بْنَ عَذْرَةَ الْعَنَزِيَّ مِنْ عَنَزَبْنِ وَائِلٍ قَالَ هَا هُوَ ذَا مَعِيَ قَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَنْتَ سَفِيْهٌ. اس کے بعد ابوحرب واپس ہو گیا اور شب کو جو رسالہ ان لوگوں کی نگہبانی کے لیے مقرر تھا۔ عزرہ بن قیس احمسی اس کا سردار تھا۔

کاسہ میں مشک حل کیا جائے۔ حل کیا گیا۔ اب خیمہ کے اندر آپ نورہ لگانے کے لیے گئے۔ آپ کے انصار بھی نورہ لگانے کے لیے بڑھے۔ عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری یہ چاہتے تھے کہ آپ کے بعد سب سے پہلے میں نورہ لگاؤں۔ اور بریر کہتے تھے پہلے میں لگاؤں گا۔ خیمہ کے در پر دونوں کا شانہ سے شانہ لڑ گیا۔ بریر عبدالرحمٰن سے کچھ مزاح کرنے لگے۔ عبدالرحمٰن نے کہا مجھے معاف رکھیے۔ واللہ بیہودہ باتوں کا یہ وقت نہیں ہے۔ بریر نے کہا میری قوم کے سب لوگ واللہ اس امر سے خوب واقف ہیں۔ کہ نہ جوانی میں مجھے بیہودہ باتوں سے رغبت تھی نہ بڑھاپے میں کبھی رغبت ہوئی۔ لیکن واللہ اب جو واقعہ ہم لوگوں پر گذرنے والا ہے۔ میں اس کے خیال سے خوش ہو رہا ہوں۔ ہمیں حوریں ملنے میں واللہ بس اتنی ہی دیر ہے کہ یہ لشکر والے تلواریں کھینچ کر ہم پر آ پڑیں اور مجھے تو آرزو ہے کہ وہ تلواریں کھینچ کر ہم سب پر آ پڑیں۔ غرض جب آپ نورہ سے فراغت کر چکے تو سب انصار نے خیمہ کے اندر آ کر نورہ لگایا۔ اب آپ سوار ہوئے اور قرآن منگا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ آپ کے پیش نظر آپ کے انصار نے بہت شدید جنگ کی۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ لوگ قتل ہو گئے۔ تو میں وہاں سے سرک گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دعا:

ایک روایت یہ ہے کہ صبح کے وقت دشمنوں کا رسالہ جب حسین کی طرف بڑھا۔ تو آپ نے دونوں ہاتھ اپنے بلند کیے اور کہا۔ ''خداوندا ہر مصیبت میں مجھے تجھ پر بھروسہ ہے۔ ہر طرح کی سختی میں تجھی سے مجھ کو امید ہے۔ جو بلا مجھ پر نازل ہو اس میں تیرا ہی سہارا ہے۔ تجھی پر بھروسہ ہے کتنی ہی آفتیں اس طرح کی پیش آئیں۔ جس میں دل بیٹھ جائے۔ جس کا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ جس میں دوست ساتھ نہ دے۔ جس میں دشمن خوشی منائے۔ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ تجھ سے اپنا درد دل کہا۔ تیرے سوا کسی سے کہنے کو دل نہ چاہا۔ تو نے آفتوں کو ٹال دیا دفع کر دیا۔ بس ہر نعمت کا بخشنے والا' ہر نیکی کا عطا کرنے والا' ہر مراد کا دینے والا تو ہے۔

شمر بن ذی الجوشن کی بدکلامی:

جب وہ لوگ ادھر متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پس پشت آگ بھڑک رہی ہے۔ ایک شخص ان میں گھوڑا دوڑاتا ہوا ادھر سے گذرا۔ اس نے کسی سے کچھ بات نہیں کی۔ سیدھا خیموں کی طرف گیا۔ دیکھا تو آگ کے شعلوں میں اسے خیمے دکھائی نہیں دیئے۔ وہاں سے پلٹا اور پکار کر کہنے لگا۔ حسین رضی اللہ عنہ قیامت سے پیشتر دنیا ہی میں تم نے نار میں جانے کی جلدی کی۔ آپ نے پوچھا یہ کون شخص ہے شاید شمر بن ذی الجوشن ہو گا۔ لوگوں نے کہا' ہاں! وہی ہے خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ او! بکریاں چرانے والی کے بچے نار میں جلنے کا سزاوار تو ہے۔

جنگ میں پہل کرنے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ممانعت:

مسلم بن عوسجہ نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر فدا ہو جاؤں کہیے تو اسے تیر ماروں میری زد پر ہے۔ تیر خطا نہ کرے گا۔ یہ فاسق بہت بڑے جباروں میں سے ہے۔ آپ نے کہا تیر نہ مارنا ابتداء ادھر سے کرنا مجھے گوارا نہیں۔ اور آپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا۔ اس کا نام لاحق تھا۔ اس گھوڑے پر علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو سوار کیا۔ دشمن جب آ پڑے تو آپ نے اپنے ناقہ کو طلب کیا۔ اس پر سوار ہوئے۔ اور بہت بلند آواز سے پکار کر کہا جسے سب لوگوں نے سنا۔ لوگو! میری بات سن لو۔ میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ جو باتیں تم سے کہنا ضروری ہیں۔ مجھے کہہ لینے دو۔ اور تم لوگوں کے پاس چلے آنے کا عذر مجھے کر لینے دو۔ اگر تم میرا عذر مان لو گے۔ میری

بات کو سچ سمجھو گے۔ میرے ساتھ انصاف کرو گے۔ تو تم نیکی حاصل کرو گے۔ اور پھر مجھ پر الزام نہ دھر سکو گے اور اگر تم میرا عذر نہیں مانتے اور میرے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔

﴿فَاجْمَعُوْا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَاءَ كُمْ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَيَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنَ. اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ﴾

''یعنی پھر جو تمہارا ارادہ ہو اس پر آمادہ ہو جاؤ۔ اپنے شرکاء کو پکار و اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اب کوئی تردد تم کو نہیں۔ پھر میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے ہو کر گذرو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا تو سہارا خدا پر ہے۔ جس نے کتاب کو نازل کیا ہے۔ وہی تو نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے''۔

آپ کا یہ کلام آپ کی بہنوں نے جب سنا تو چلا چلا کر رونے لگیں۔ ان کی آوازیں بلند ہوئیں آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ اور اپنے فرزند علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا کہا کہ انہیں چپ کراو۔ ابھی تو انہیں بہت رونا ہے۔ یہ دونوں صاحب جب ان کے خاموش کرانے کے لیے چلے گئے تو آپ نے کہا ''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کیا بات کہی تھی''یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو منع کیا تھا کہ اہل حرم کو ساتھ نہ لے جائیے۔ اب ان کے رونے کی آواز سن کر آپ کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا یاد آ گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ:

جب اہل حرم کے رونے کی آواز موقوف ہوگئی تو آپ نے حمد وثنائے الٰہی کی اور اس کی شان کے لائق اس کا ذکر کیا۔ اور اللہ کی صلوات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کے ملائکہ اور انبیاء کے آل پر بھیجی۔ حمد ونعت میں خدا جانے کیا کیا باتیں آپ نے کیں۔ بیان میں اس کے ذکر کی گنجائش نہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے کسی کی ایسی فصیح وبلیغ تقریر نہ اس سے پہلے کبھی سنی تھی نہ اس کے بعد کبھی سنی۔ اس کے بعد آپ نے کہا۔ ''میرے خاندان کا خیال کرو کہ میں کون ہوں۔ پھر اپنے اپنے دل سے پوچھو اور غور کرو کہ میرا قتل کرنا' میری ہتک حرمت کرنا کیا تم لوگوں کے لیے حلال ہے۔ کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ نہیں ہوں۔ کیا میں ان کے وصی وابن عم کا فرزند نہیں ہوں۔ جو کہ خدا پر سب سے پہلے ایمان لائے اور خدا کے پاس سے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام لے کر آیا انھوں نے اس کی تصدیق کی۔ کیا سید شہداء حمزہ رضی اللہ عنہ میرے والد کے چچا نہیں ہیں۔ کیا جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ذوالجناحین میرے چچا نہیں ہیں۔ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں جوانانِ اہل بہشت کے سردار ہیں۔ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں یہ حق بات ہے۔ اگر تم میری تصدیق کرو گے تو سن لو واللہ! جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا کہ جھوٹ بولنے والے سے خدا بیزار ہوتا ہے اور جھوٹ بنانے والے کو اس کے جھوٹ سے ضرر پہنچاتا ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اگر تم مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو تو سنو! تم میں سے ایسے لوگ موجود ہیں۔ ان سے تم پوچھو تو وہ بیان کریں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاری یا ابوسعید خدری یا سہل بن سعد ساعدی یا زید بن ارقم یا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر دیکھو۔ یہ لوگ تم سے بیان کریں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کہتا سنا ہے۔ کیا یہ امر بھی میرا خون بہانے میں تم لوگوں کو مانع نہیں ہے۔

شمر نے کہا یہ خدا کی عبادت ایک ہی رخ سے کرتے ہیں۔ خدا جانے کیا کہہ رہے۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ستر رخ سے کرتا ہے۔ بے شک تو سچ کہتا ہے۔ تیری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر کر دی ہے۔

پھر آپ نے ان لوگوں سے کہا تمہیں اس بات میں اگر شک ہے تو کیا اس امر میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہوں۔ واللہ! اس وقت مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی شخص تم میں سے ہو۔ یا تمہارے سوا ہو کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ نہیں ہے اور میں تو خاص کر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہوں یہ تو بتاؤ کیا تم اس لیے میرے درپے ہو کہ میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے۔ یا تمہاری کسی مال کو ڈبو دیا ہے۔ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے اس کا قصاص مجھ سے چاہتے ہو۔

اب کوئی آپ کی بات کا جواب ہی نہیں دیتا تھا۔ آپ نے پکار کر کہا: ''اے شبث بن ربعی' اے حجار بن الجبر اے قیس بن اشعث اے یزید بن حارث تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے ہیں۔ باغ سرسبز ہو رہے ہیں۔ تالاب چھلک رہے ہیں۔ آپ کی نصرت کے لیے لشکر یہاں آراستہ ہیں آئیے۔

ان لوگوں نے جواب دیا ہم نے نہیں لکھا تھا۔ آپ نے کہا نہیں واللہ! تم نے لکھا تھا۔ لوگو! میرا آنا تمہیں ناگوار ہوا ہو تو دنیا میں کسی گوشہ امن کی طرف مجھے چلا جانے دو' قیس بن اشعث نے کہا آپ اپنے قرابت داروں کے حکم پر کیوں نہیں سر جھکا دیتے۔ یہ سب آپ سے اسی طرح پیش آئیں گے جیسا آپ چاہتے ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی امر آپ کے ناگوار خاطر ہرگز ظہور میں نہ آئے گا۔ آپ نے جواب دیا۔ آخر تو محمد بن اشعث کا بھائی ہے اب تو یہ چاہتا ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے خون سے بڑھ کر بنی ہاشم کو تجھ سے مطالبہ ہو۔ واللہ! میں ذلت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینے والا' نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کرنے والا ہوں:

عِبَادَاللّٰهِ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنَ اَعُوْذُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ.

''یعنی اے بندگان خدا میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر ایسے ظالم سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا''۔

زہیر بن قین کا خطاب:

یہ کہہ کر آپ نے ناقہ کو بٹھا دیا۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ انھوں نے ناقہ کو باندھ دیا۔ اب دشمنوں نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ تو زہیر بن قین ایک تیار گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے نکل کر آئے اور کہا اے اہل کوفہ عذاب خدا سے ڈرو۔ عذاب خدا سے۔ سنو! مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا واجب ہے ہمارے تمہارے درمیان جب تک تلوار نہیں آئی ہے اس وقت تک ہم تم بھائی بھائی ہیں ایک ہی دین پر' ایک ہی ملت پر ہیں۔ ہماری خیر خواہی کے تم لائق ہو۔ ہاں جب تلوار درمیان میں آ جائے گی پھر مروت منقطع ہو جائے گی۔ ہم اور تم اور خدا نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کے باب میں محل امتحان میں ڈالا ہے۔ تا کہ دیکھ لے ہم کیا کرتے ہیں۔ تم کیا کرتے ہو۔ ہم لوگ تم کو اس امر کی طرف بلاتے ہیں کہ زیاد کے بیٹے مردود عبید اللہ کا ساتھ چھوڑ

کر ذریت رسول اللہ ﷺ کی نصرت کرو۔ تم ان دونوں کے کل عہد حکومت میں برائی کے سوا کچھ نہ دیکھو گے۔ تم لوگوں کی آنکھیں یہ نکلوا لیتے ہیں۔ ہاتھ یہ کٹوا ڈالتے ہیں۔ پاؤں یہ قطع کرتے ہیں۔ گوش و بینی و سر کاٹ لیتے ہیں۔ تمہاری لاشوں کو ٹنڈ درختوں پر یہ لٹکا دیتے ہیں تمہارے بزرگوں کو تمہارے قاریوں کو حجر بن عدی اور ان کے اصحاب اور ہانی بن عروہ اور ان کے امثال کے سے لوگوں کو یہ قتل کیا کرتے ہیں۔

زہیر بن قین اور شمر بن ذی الجوشن:

یہ سن کر انہوں نے زہیر کو سخت کلمے کہے اور عبیداللہ بن زیاد کی ثنا کی اور اسے دعا دی اور کہا ہم لوگ جب تک تمہارے سردار اور ان کے اصحاب کو قتل نہ کر لیں گے یا جب تک ان کو اور ان کے اصحاب کو گرفتار کر کے امیر عبیداللہ کے پاس نہ بھیج لیں گے۔ اس وقت تک یہاں سے قدم نہ ہٹائیں گے۔ زہیر نے کہا۔ بندگانِ خدا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سمیہ کے بیٹے سے زیادہ نصرت و مودت کا حق رکھتی ہے۔ اگر تم ان کی نصرت نہیں کرتے تو خدا کے واسطے ان کے قتل سے تو باز آؤ۔ ان کو ان کے ابن عم یزید کی رائے پر چھوڑ دو۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یزید تمہاری طاعت گزاری سے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کیے بغیر راضی رہے گا۔ یہ سن کر شمر ذی الجوشن نے ایک تیر زہیر کو مار کر کہا خاموش۔ خدا تیری بک بک کو خاموش کر دے تو نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا۔ زہیر نے جواب دیا اے اس باپ کے بیٹے جس کا موت ایڑیوں تک بہہ کر آتا تھا۔ میں تجھ سے خطاب نہیں کرتا۔ تو تو ڈھور ہے۔ واللہ میں جانتا ہوں کتاب خدا کی دو آیتیں بھی تو نہیں سمجھ سکتا۔ لے قیامت کی رسوائی و عذاب الیم تجھے مبارک ہو۔ شمر نے کہا خدا تجھ کو اور تیرے رئیس کو ابھی قتل کرے گا۔ کہا تو مجھے موت سے کیا ڈراتا ہے۔ واللہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مرجانا تم لوگوں کے ساتھ زندگانی جاوید سے میں بہتر سمجھتا ہوں۔

زہیر بن قین کو واپسی کا حکم:

یہ کہہ کر زہیر نے بآواز بلند سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہا: بندگانِ خدا اس سفلہ پاجی کی باتوں پر اپنے دین سے نہ پھرنا۔ واللہ محمد ﷺ کی شفاعت ان لوگوں کو نہ پہنچے گی۔ جنھوں نے ان حضرات کی ذریت و اہل بیت کا خون بہایا اور ان کے نصرت کرنے والوں‘ ان کے اہل بیت کے بچانے والوں کو قتل کیا‘ اسی اثناء میں ایک شخص نے زہیر کو پکارا اور کہا ابوعبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ تم سے کہتے ہیں اب چلے آؤ اور فرماتے ہیں قسم ہے اپنی جان کی اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور انہیں حق کی طرف بلانے میں انتہا کر دی تو تم نے بھی ان لوگوں کی خیر خواہی کی اور انتہا کر دی۔ کاش! تمہاری خیر خواہی اور انتہا کی کوشش کچھ نفع کرتی۔

حر کی ابن سعد سے گفتگو:

جب ابن سعد حملہ کرنے کو بڑھنے لگا تو حر نے پوچھا: خدا تیرا بھلا کرے کیا تو ان سے لڑنے لگا۔ ابن سعد نے کہا ہاں واللہ لڑنا بھی ایسا لڑنا جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر اڑیں گے اور ہاتھ قلم ہوں گے۔ حر نے کہا کیا ان کی باتوں میں سے کسی بات کو تم لوگ نہ مانو گے۔ ابن سعد نے کہا واللہ اگر میرا اختیار ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تیرا امیر اسے نہیں مانتا۔ یہ سن کر حر ایک طرف جا کر ٹھہرے۔ اور اپنی برداری کے ایک شخص قرہ بن قیس سے کہنے لگے۔ قرہ تم اپنے گھوڑے کو آج پانی پلا چکے ہو۔ کہا نہیں پلایا۔ کہا پھر اسے پانی پلانے چلتے نہیں۔ قرہ کو یہ گمان ہوا کہ کنارہ کیا چاہتا ہے۔ یہ جنگ میں شریک نہ ہوگا۔ اور چاہتا ہے کہ میں اس بات سے بے خبر رہوں۔ مجھ سے اسے ڈر ہے کہ اس راز کو فاش نہ کر دوں۔ اس خیال سے قرہ نے کہا ہاں ابھی تک پانی گھوڑے کو میں نے نہیں پلایا‘

اب جا کر پلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر قرہ وہاں سے سرک گیا۔ کہتا تھا اگر حر نے مجھے اپنے ارادہ سے مطلع کیا ہوتا تو واللہ میں بھی اس کے ساتھ ہی حسین رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاتا۔

حر کی حسینی لشکر کی طرف پیش قدمی:

اب حر نے ذرا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مہاجر ابن اوس اسی کی برادری کا ایک شخص حر کا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا۔ اے ابن یزید تمہارا کیا ارادہ ہے۔ کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو۔ حر یہ سن کر چپ رہا اور اس کے ہاتھ پاؤں میں تھرتھری سی پیدا ہوگئی۔ اس پر ابن اوس نے کہا۔ تمہارا یہ حال دیکھ کر واللہ مجھے شبہ ہوتا ہے۔ میں نے کسی مقام پر واللہ تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ مجھ سے کوئی پوچھے کہ اہل کوفہ میں سب سے بڑھ کر جری کون ہے تو میں تمہارا ہی نام لوں گا۔ پھر یہ کیا حالت تمہاری میں دیکھ رہا ہوں۔ حر نے جواب دیا۔ واللہ میں اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں کہ دوزخ میں جانا چاہتا ہے یا بہشت میں اور قسم ہے خدا کی اگر میرے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں اور میں زندہ جلا دیا جاؤں۔ جب بھی میں کسی شے کے لیے بہشت کو نہیں چھوڑنے کا' یہ کہہ کر حر نے گھوڑے کو تازیانہ مارا اور حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچا۔

حر کی ابن سعد سے علیحدگی:

عرض کی یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا جو راستہ بھر آپ کے ساتھ ساتھ پھرا کیا۔ جس نے آپ کو اسی جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا قسم ہے خداوند وحدہٗ لاشریک کی میں ہرگز یہ نہ سمجھا تھا کہ جتنی باتیں آپ ان لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔ یہ ان میں سے کسی امر کو نہ مانیں گے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی۔ میں دل میں یہ سوچے ہوئے تھا کہ بعض باتوں میں ان لوگوں کی اطاعت کروں تو کیا مضائقہ ہے یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے ان کی اطاعت سے انحراف کیا۔ ہوگا یہی کہ حسین رضی اللہ عنہ جن باتوں کو پیش کرتے ہیں یہ ان باتوں کو مان لیں گے۔ واللہ اگر میں جانتا کہ آپ کی کوئی بات یہ لوگ نہ قبول کریں گے تو میں اس امر کا مرتکب نہ ہوتا۔ مجھ سے جو قصور ہوگیا ہے میں خدا کے سامنے اس کی توبہ کرنے کو اور اپنی جان آپ کی نصرت میں فدا کرنے کو آیا ہوں میں آپ کے سامنے ہی مرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ فرمایئے کہ اس طرح کی توبہ قبول ہوگی۔ کہا ہاں! خدا تیری توبہ کو قبول کرے گا اور تجھے بخش دے گا۔ نام تیرا کیا ہے۔ کہا حر (آزاد) کہا تو آزاد ہے۔ تیری ماں نے جس طرح تیرا نام آزاد رکھا ہے۔ ان شاء اللہ دنیا و آخرت میں تو آزاد ہے۔ اب گھوڑے سے اتر۔ حر نے کہا میرا گھوڑے پر رہنا اترنے سے بہتر ہے ایک ساعت ان لوگوں سے قتال کروں گا جب میرا وقت آخیر ہوگا تو گھوڑے سے اتروں گا۔ آپ نے کہا اچھا جو تمہارا دل چاہے وہی کرو۔ خدا تم پر رحم کرے۔

حر کا اپنے قبیلہ سے خطاب:

حر یہ سن کر اپنے اصحاب کی طرف بڑھے اور کہا لوگو! حسین رضی اللہ عنہ نے جو باتیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی بات کو تم نہیں مانتے کہ خدا تم کو ان کے ساتھ جنگ و جدال میں مبتلا ہونے سے بچالے۔ کہا ہمارا امیر عمرو بن سعد موجود ہے۔ اس سے گفتگو کرو۔ حر نے یہ سن کر وہی گفتگو ابن سعد سے پھر کی پہلے جو گفتگو اس سے کر چکا تھا اور جو گفتگو اپنے اصحاب سے اس نے کی تھی۔ ابن سعد نے جواب دیا میری خواہش یہی تھی۔ اگر ہوسکتا تو میں یہی کرتا۔ اب حر نے اہل کوفہ کی طرف خطاب کر کے کہا کہ خدا تم کو ہلاک اور تباہ کرے کہ تم

نے انہیں بلایا اور جب وہ چلے آئے تو انہیں دشمن کے حوالہ کر دیا تم کہتے تھے کہ ان پر اپنی ہم جان کو نثار کریں گے۔ اور اب انہیں پر ان کے قتل کرنے کے لیے حملہ کر رہے ہو۔ ان کو تم نے گرفتار کرلیا۔ ان کا دم بند کر دیا۔ ان کو چار جانب سے گھیر لیا۔ ان کو خدا کی بنائی ہوئی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نہ نکل جانے دیا کہ وہ اور ان کے اہل بیت امن سے رہتے۔ اب وہ ایک قیدی کی طرح تمہارے ہاتھ میں آ گئے ہیں۔ اپنے نفس کے لیے اچھا یا برا کچھ نہیں کر سکتے۔ تم نے ان کو ان کے اہل حرم کو ان کے بچوں کو ان کے رفیقوں کو بہتے ہوئے آب فرات سے روکا جسے یہودی و مجوسی و نصرانی پیا کرتے ہیں۔ اور اس میدان کے سور اور کتے اس میں لوٹا کرتے ہیں۔ اب پیاس کی شدت نے ان سب لوگوں کو ہلاک کر رکھا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت سے ان کے بعد کیا برا سلوک تم نے کیا اگر آج کے دن اسی وقت تم اپنے ارادہ سے باز نہ آؤ اور تم توبہ نہ کرو تو خدا تمہیں تشنگی محشر میں سیراب نہ کرے۔

ابن سعد کا پہلا تیر:

یہ سن کر پیادوں کی فوج نے حر پر تیر برسانے شروع کیے۔ حر وہاں سے پلٹے' اور حضرت کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ عمرو بن سعد لڑنے کو نکلا۔ پکار کر کہا' اے ذوید نشان کو بڑھا۔ اس کے بعد ابن سعد نے کمان میں تیر جوڑا اور سر کیا۔ کہنے لگا تم سب لوگ گواہ رہو سب سے پہلے میں نے ہی تیر مارا۔

عبداللہ بن عمیر کلبی:

ایک شخص بنی علیم میں سے عبداللہ بن عمیر کوفہ میں آئے ہوئے تھے۔ قبیلہ ہمدان میں جعد کے کوئیں کے پاس گھر لے کر اترے ہوئے تھے۔ ان کی بیوی ام وہب خاندان نمر بن فاسط کی ان کے ساتھ تھیں۔ عبداللہ نے مقام نخیلہ میں دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ پر فوج کشی کرنے کے لیے عرض لشکر کا سامان ہے۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے کسی نے کہہ دیا حسین رضی اللہ عنہ بن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لشکر کی چڑھائی ہے۔ عبداللہ کو مدت سے آرزو تھی کہ مشرکین سے جہاد کریں۔ خیال آیا کہ اپنے پیغمبر کے نواسے پر یہ لوگ لشکر کشی کر رہے ہیں۔ ان سے جہاد کرنا بھی عنداللہ جہاد مشرکین کے ثواب سے کم نہیں ہے۔ یہ سوچ کر ام وہب کے پاس آئے' ان سے جو کچھ سن کر آئے تھے اور جو بات دل میں ٹھان لی تھی۔ بیان کی انھوں نے کہا کیا اچھی بات تم نے کہی خدا تمہاری بہترین تمنا کو پورا کرے۔ چلو اور مجھے بھی ساتھ لیتے چلو۔ عبداللہ راتوں رات بیوی کو ساتھ لیے ہوئے آپ کے لشکر میں آ گئے۔ اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ جب ابن سعد نے قریب آ کر تیر مارا' دوسرے لوگوں نے بھی تیر مارے تو زیاد بن ابی سفیان کا غلام آزاد یسار اور عبیداللہ بن زیاد کا غلام آزاد سالم دونوں صف سے نکلے۔ اور کہا کوئی تم میں سے ہمارے مقابلے میں آئے۔ یہ سن کر حبیب بن مظاہر و بریر بن حضیر اٹھ کھڑے ہوئے' مگر آپ نے ان دونوں صاحبوں سے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔

یسار اور سالم کا قتل:

یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمیر کلبی اٹھے اور عرض کی۔ ابا عبداللہ الحسین رحمک اللہ مجھے تو ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے نظر جو اٹھائی تو دیکھا ایک شخص گندمی رنگ' دراز قامت قوی بازو قوی ہیکل سامنے کھڑا ہے۔ کہا کہ میرے خیال میں یہ شخص اقران ہے۔ اچھا تم لڑنا چاہتے ہو تو لڑو۔ عبداللہ ان دونوں کے مقابلے میں نکلے۔ دونوں نے پوچھا تم کون ہو۔ انھوں نے اپنا نسب ان دونوں کے سامنے بیان کیا۔ انھوں نے کہا ہم تمہیں نہیں جانتے۔ زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو ہمارے مقابلہ

میں آنا چاہیے۔ یسار اس وقت سالم سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ عبداللہ کلبی نے جواب دیا: او! پسر فاحشہ کسی شخص سے مقابلہ کرنے میں تجھے بھی عار ہے۔ تیرے مقابلہ میں بھی وہی شخص آئے جو تجھ سے بہتر ہو۔ یہ کہتے ہی یسار پر حملہ کیا ایک تلوار ماری کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ اس پر وار کرنے میں ابھی مشغول ہی تھے کہ سالم نے ان پر حملہ کیا اور للکار کر کہا کہ میں آ پہنچا۔ عبداللہ نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور اس نے آتے ہی ان پر وار کر دیا۔ انھوں نے اس کی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا۔ اس ہاتھ کی انگلیاں تلوار سے اڑ گئیں۔ اس کے بعدی انھوں نے مڑ کر اس پر بھی وار کیا۔ اور دونوں کو قتل کر کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے:

''تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو سنو! میں خاندان بنی کلب سے ہوں یہ فخر میرے لیے کافی ہے کہ میرا گھر قبیلہ علیم میں ہے۔

میں صاحب قوت ونصرت ہوں۔ مصیبت پڑے تو بددل نہیں ہو جاتا۔

اے ام وہب میں اس بات کا ذمہ کرتا ہوں کہ بڑھ بڑھ کر تلواروں کے اور برچھیوں کے وار ان لوگوں پر کیا کروں گا۔

جو شیوہ کہ خداپرست نوجوانوں کا ہوتا ہے''۔

ام وہب کا جذبہ جاںنثاری:

ام وہب نے یہ سن کر ایک عود ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے شوہر کی طرف یہ کہتی ہوئی بڑھیں۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں۔ ذریتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑے جاؤ۔ عبداللہ کلبی زوجہ کی آواز سن کر پلٹ پڑے کہ ان کو عورتوں میں لے کر جا بٹھائیں۔ ام وہب ان کے دامن سے لپٹ گئیں کہتی تھیں تمہارے سامنے میں جب تک نہ مرلوں تم کو نہ چھوڑوں گی حسین رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا ''اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر تم دونوں کو ملے۔ بی بی عورتوں کی طرف واپس چلی آ۔ انہیں کے پاس بیٹھی رہ۔ عورتوں کو قتال نہیں چاہیے''۔ ام وہب اس حکم کو سن کر عورتوں کی طرف پلٹ گئیں۔

ابن سعد کے میمنہ پر عمرو بن حجاج تھا۔ وہ سارے رسالہ کو ساتھ لے کر حسین رضی اللہ عنہ کے انصار کی طرف بڑھا۔ جب آپ کے قریب آ گیا تو یہ سب لوگ گھٹنوں کے بل اس کے روکنے کو کھڑے ہو گئے۔ اور برچھیوں کی سنانیں اس کی طرف کر دیں۔ سواران سنانوں کی طرف نہ بڑھ سکے۔ واپس جانے لگے تو انصار نے انہیں تیر مارے۔ کچھ لوگوں کو گرا دیا۔ کچھ لوگوں کو زخمی کیا۔

عبداللہ بن حوزہ کا انجام:

ایک شخص بنی تمیم کا جس کا نام عبداللہ بن حوزہ تھا۔ بڑھتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ حسین رضی اللہ عنہ! حسین رضی اللہ عنہ! کہہ کر آپ کو پکارا۔ آپ نے کہا کیا کہتا ہے۔ کہنے لگا نار دوزخ مبارک۔ آپ نے کہا ایسا نہ سمجھ میں پروردگار رحیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں۔ پھر پوچھا یہ کون ہے؟ انصار نے عرض کی یہ شخص ابن حوزہ ہے۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ کہا رب حزہ الی النار۔ خداوندا اسے نار میں لے جا۔ گھوڑا اس کا ایک نالی میں اسے لے گیا اور یہ گرا۔ اور اس طرح گرا کہ پاؤں تو رکاب میں الجھا رہ گیا سر زمین پر آ رہا۔ گھوڑا بھڑ کا اسی طرح اسے لے کر بھاگا کہ پتھروں سے درختوں سے سر اس کا ٹکراتا رہا۔ آخر مر گیا۔

مسروق بن وائل کا ابن حوزہ کے متعلق بیان:

مسروق بن وائل ان سواروں میں آگے آگے تھا۔ جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تھا۔ کہتا ہے: میں اس لیے آگے آگے تھا

کہ شاید حسین رضی اللہ عنہ کا سر مجھے مل جائے کہ ابن زیاد کی نظر میں میری منزلت ہو۔ یہ لوگ جب حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچے تو ابن حوزہ نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ تم لوگوں میں حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا: اس نے دوبارہ اسی طرح پوچھا۔ آپ نے سب کو منع کر دیا کہ خاموش رہیں۔ جب تیسری دفعہ اس نے پوچھا تو آپ نے کہا تو نے جھوٹ بکا۔ میں تو غفور و رحیم' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں۔ تو کون شخص ہے۔ اس نے کہا' ابن حوزہ۔ حسین رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اپنے بلند کیے کہ قمیض کی سفیدی عبا کی بغلوں میں سے دکھائی دینے لگی اور کہا اللھم حزہ الی النار۔ یا اللہ اسے نار میں لے جا۔ ابن حوزہ نے غضب ناک ہو کر اپنی گھوڑی کو آپ کی طرف بڑھانا چاہا لیکن آپ کے اور اس کے درمیان خندق تھی۔ اس کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا گھوڑی لے کر بھاگی اور یہ اس کی پشت سے گرا۔ اس کا ایک پاؤں' پنڈلی' ران الگ ہوگئی اور آدھا دھڑ رکاب میں اٹکا رہا۔ یہ دیکھ کر مسروق رسالہ سے الگ ہو کر چلا گیا۔ اس کے بھائی عبدالجبار نے سبب اس کا اس سے پوچھا کہنے لگا اس خاندان کے لوگوں سے ایسی بات میرے دیکھنے میں آئی کہ میں کبھی ان سے قتال نہ کروں گا۔ اس کے بعد گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔

یزید بن معقل اور بریر میں مباہلہ:

یزید بن معقل صف سے نکلا۔ پکار کر کہنے لگا۔ کیوں بریر بن حضیر تم نے دیکھ لیا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ بریر نے کہا: واللہ! خدا نے میرے ساتھ بھلائی کی اور تیرے حق میں برائی کی۔ وہ کہنے لگا تم نے جھوٹ کہا۔ تم تو کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ تم کو یاد ہوگا کہ بنی لوفان میں تمہارے ساتھ پھر رہا تھا اور تم یہ کہتے جاتے تھے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کے ساتھ اسراف کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ گمراہ و گمراہ کنندہ ہیں۔ اور امام ہدیٰ و برحق علی ابن طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ بریر نے کہا ہاں ہاں یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرا قول ہے یزید بن معقل کہنے لگا اس میں کوئی شک نہیں کہ تو گمراہ ہے۔ بریر نے جواب دیا آؤ ہم تم مباہلہ کریں پہلے خدا سے دعا مانگیں کہ جھوٹے پر وہ لعنت کرے اور گمراہ کو قتل کرے۔ اس کے بعد ہم تو لڑیں۔ اب وہ دونوں نکلے خدا کی طرف ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا کی۔ کہ جھوٹے پر عذاب نازل ہو اور جو راہ راست پر ہو وہ گمراہ کو قتل کرے۔

یزید بن معقل کا قتل:

اس کے بعد دونوں لڑنے کو بڑھے۔ دو دو چوٹیں ہوئی تھیں کہ یزید کا ایک اوچھا سا وار بریر پر پڑا۔ جس سے کوئی ضرر بریر کو نہیں پہنچا۔ بریر نے جو تلوار یزید کو ماری وہ مغفر کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی وہ اس طرح گرا کہ معلوم ہوا پہاڑ سے نیچے آ رہا اور بریر کی تلوار اسی طرح شگاف زخم میں موجود تھی۔ بریر تلوار کو زخم میں سے کھینچ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی بریر سے لپٹ گیا۔ کچھ دیر تک کشتی ہوتی رہی۔

بریر بن حضیر پر حملہ:

بریر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے تو عبدی چلانے لگا: ''بہادرو! کمک کرنے والو دوڑو'' اب کعب ازدی نے بریر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک شخص نے اسے جتا بھی دیا کہ یہ تو قاری قرآن بریر ہیں جو مسجد میں ہم لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ کعب نے نیزہ کا وار کیا۔ اس کی سنان بریر کی پشت پر لگی۔ بریر برچھی کھا کر زانو کے بل ہو گئے اور عبدی کی ناک دانتوں سے کاٹ لی۔ اس کے چہرہ کو زخمی کر دیا کعب نے ایسا وار کیا کہ بریر عبدی کے سینہ پر سے الگ جا رہے اور اس کی برچھی کا پھل بریر کی پشت میں اترا ہوا تھا۔ عبدی

خاک جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا ازدی سے کہنے لگا تم نے تو ایسا احسان مجھ پر کیا جسے میں کبھی نہ بھولوں گا۔ کعب ازدی میدان جنگ سے جب واپس ہوا تو اس کی عورت یا اس کی بہن نوار بنت جابر نے کہا۔ تو نے فرزند فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مقابلہ میں کمک کی تو نے سید قارئین کو قتل کیا۔ تو کیسے امر عظیم کا مرتکب ہوا۔ واللہ! میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گی۔ کعب نے اپنی برچھی کی مدح میں اور بنی حرب کی خوشامد میں اور عبدی پر احسان کرنے کی مفاخرت میں چند شعر کہے۔ عبدی نے اس کے رد میں چند شعر کہے اور اپنی اس دن کی حرکت پر پشیمانی وندامت کا اظہار کیا۔

علی بن قرظہ کا قتل:

عمرو بن قرظہ انصاری حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑنے کو نکلے دو شعر رجز کے پڑھے ان کا بھائی علی بن قرظہ ابن سعد کے ساتھ تھا جب اس نے دیکھا کہ عمرو بن قرظہ قتل ہو گئے تو پکار کر کہنے لگا اے حسین کذاب بن کذاب تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اسے دھوکا دیا۔ اسے تمہیں نے قتل کیا۔ آپ نے جواب دیا خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا۔ اسے ہدایت کی' تجھے گمراہ کیا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا یا تو تمہیں میں قتل کروں گا یا اس بات کے پیچھے اپنی جان دوں گا۔ اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے مارے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے روک کر ایک برچھی ماری کہ لوٹ گیا۔ لشکر والے اس کے بچانے کو آئے اور اٹھا لے گئے۔ پھر اس کی دوا کی گئی۔ بچ گیا۔

یزید بن سفیان کا قتل:

حر جب لشکر حسین رضی اللہ عنہ میں آ چکے تو ایک شخص بنی شقرہ میں سے یزید بن سفیان نام کہنے لگا واللہ اگر میں حر کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھتا تو برچھی لے کر اس کے پیچھے دوڑتا۔ مگر جب لڑائی ہونے لگی دیکھا حر بڑھ بڑھ کر قوم پر حملے کر رہے ہیں۔ ان کے گھوڑے کے چہرے پر تلواریں پڑ رہی ہیں اس کا خون بہہ رہا ہے۔ اس وقت یزید بن سفیان سے حصین بن تمیم جو ابن زیاد کا امیر شرطہ تھا اور اسی کو حسین رضی اللہ عنہ کے روکنے کے لیے بھیجا تھا۔ پھر ابن سعد جب آیا تو اس نے حصین کو جمعیت شرطہ کے علاوہ زرہ پوش سواروں کو بھی سردار کر دیا تھا کہنے لگا کیا اسی حر کے قتل کی تم کو آرزو تھی۔ اس نے کہا ہاں یہ کہہ کر مقابلہ کو نکلا۔ اسے کہا مجھ سے لڑنا چاہتے ہو۔ حر نے کہا ہاں میں تجھ سے لڑوں گا' حر یہ کہہ کر اس طرح میدان میں آئے کہ حصیان بن تمیم کہتا ہے۔ واللہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ حریف کی جان اسی کی مٹھی میں ہے اور آتے ہی یزید بن سفیان کو قتل کر ڈالا۔

مزاحم بن حریث کا خاتمہ:

نافع بن ہلال اس دن جدال وقتال میں مصروف تھے اور کہتے جاتے تھے۔ اَنَا الْجَمَلِي اَنَا عَلٰى دِيْنِ عَلِيٍّ۔ مزاحم بن حریث ان سے لڑنے کو یہ کہتا ہوا بڑھا کہ اَنَا عَلٰى دِيْنِ عُثْمَانَ۔ نافع نے کہا اَنْتَ عَلٰى دِيْنِ شَيْطَانَ۔ اور حملہ کرتے ہی اسے قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج پکارا۔ اے احمقو! اے اہل کوفہ تم نہیں جانتے کہ کس سے لڑ رہے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مرنے پر آمادہ ہیں۔ ایک ایک کر کے ان سے ہرگز نہ لڑو۔ یہ تھوڑے سے لوگ ہیں اور تھوڑی سی دیر میں فنا ہو جائیں گے۔ واللہ! اگر تم انہیں پتھر اٹھا اٹھا کر مارو تو سب کو قتل کر سکتے ہو۔ ابن سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے۔ یہی رائے ٹھیک ہے۔ لوگوں کو اس نے سخت ممانعت کر دی کہ ایک ایک کر کے نہ لڑیں۔

عمرو بن حجاج کا حسینی لشکر پر حملہ :

عمرو بن حجاج انصار حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو کر اپنے لوگوں سے کہنے لگا۔ اے کوفیو! اپنی طاعت جماعت کو نہ چھوڑو۔ جس نے دین کو چھوڑ دیا اور امام کے خلاف کیا اس شخص کے قتل کرنے میں تامل نہ کرو۔ آپ نے یہ کلمہ سن کر اس سے کہا۔ اے عمرو بن حجاج تو میرے قتل پر لوگوں کو ابھار رہا ہے۔ ہم لوگوں نے تو دین کو چھوڑ دیا اور تم لوگ دین پر قائم ہو۔ واللہ قبض روح کے بعد ان افعال کے ساتھ مرنے پر تم کو معلوم ہوگا کس نے دین کو چھوڑ دیا کون دوزخ کا کندہ ہوا۔ اس کے بعد سپر سعد کے میمنہ سے عمرو بن حجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ ایک ساعت تک جنگ ہوتی رہی۔

حسینی رضی اللہ عنہ لشکر کا پہلا زخمی :

اسی میں مسلم بن عوسجہ اسدی انصار حسین رضی اللہ عنہ میں سب سے پہلے زخمی ہو کر گرے' ابن حجاج حملہ کر کے جب پلٹا ہے اور غبار چھٹا تو دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ زمین پر پڑے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ ابھی ذرا جان باقی تھی۔ آپ نے کہا مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحم کرے۔

یعنی مجاہدوں میں سے کسی نے اپنی جان فدا کر دی کوئی انتظار کر رہا ہے انھوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔ پھر حبیب ابن مظاہر نے قریب آ کر کہا اے ابن عوسجہ تمہارے قتل ہونے کا مجھے بڑا قلق ہے۔ تمہیں بہشت مبارک ہو۔ بہت آہستہ سے جواب دیا۔ خدا تم کو بھی خیر و خوبی مبارک کرے' حبیب نے کہا میں جانتا ہوں کہ تمہارے پیچھے ہی پیچھے اسی وقت میں بھی تمہارے پاس آنے کو ہوں۔ ورنہ یہ کہتا کہ جو جی چاہے اس بات کی وصیت مجھے کرو کہ تم سے قرابت و اخوت دینی کا جو مقتضی ہے اسی کے مطابق تمہاری وصیت کو میں بجالاؤں۔

معرکہ کربلا کے پہلے شہید کی وصیت :

مسلم بن عوسجہ نے حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ بس ان کے باب میں تم سے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان پر اپنی جان فدا کرنا۔ حبیب نے کہا واللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ جونہی مسلم بن عوسجہ کی روح نے مفارقت کی اور ان کی کنیز ان کا نام لے لے کر بین کرنے لگی۔ عمرو بن حجاج کے لشکر میں شور مچ گیا کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کیا۔ شبث نے یہ سن کر اپنے پاس کے لوگوں سے کہا۔ تم کو موت آئے اپنے عزیزوں کو اپنے ہی ہاتھ سے قتل کرتے ہو۔ غیروں کے سامنے خود کو ذلیل کرتے ہو۔ مسلم بن عوسجہ جیسے شخص کو قتل کر کے خوش ہو رہے ہو۔ سنو واللہ مسلمانوں میں ان کو بڑے بڑے معرکوں میں میں نے بڑی شان کے ساتھ دیکھا ہے۔ آذربیجان کے دھاوے میں میں نے دیکھا کہ انہوں نے چھ کافروں کو قتل کیا اور ابھی مسلمانوں کے سب سوار آنے بھی نہ پائے تھے۔ بھلا ایسا شخص تم میں سے قتل ہو جائے اور تم خوش ہو رہے ہو۔ جنہوں نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کیا ہے ان کا نام مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمٰن بجلی ہے۔

عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت :

شمر ذی الجوشن نے اپنے میسرہ کے ساتھ حضرت کے میسرہ پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ اپنی جگہ سے نہ سرکے' شمر کو اور اس کے اصحاب کو برچھیاں مارنے لگے۔ اب حسین رضی اللہ عنہ اور انصار حسین رضی اللہ عنہ پر چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ اسی حملہ میں کلبی قتل ہو

گئے۔ انھوں نے پہلے دو شخصوں کو قتل کیا پھر اور دو کو قتل کیا اور بڑی شدت و جرأت سے حملہ کر رہے تھے کہ ہانی بن ثبیت حضرمی و بکیر بن حی تیمی نے ان پر حملہ کیا۔ اور انہیں دونوں نے انہیں قتل کیا یہ انصار حسین رضی اللہ عنہ میں سے دوسرے مقتول ہیں۔

اصحابِ حسین رضی اللہ عنہ کا شدید حملہ:

آپ کے انصار نے بڑی شدت وقوت سے جنگ کی۔ ادھر کل بتیس سوار تھے انھوں نے جب حملہ کیا جدھر رخ کیا اہل کوفہ کے سواروں کو شکست دی۔ عزرہ بن قیس اہل کوفہ کا سرخیل تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے رسالہ کے سوار ہر طرف سے پسپا ہو رہے ہیں ابن سعد کے پاس عبدالرحمٰن بن حصن کو بھیج کر یہ کہلا بھیجا۔ تو دیکھا رہا ہے کہ ان چند سواروں کے مقابلہ میں کتنی دیر سے میرا رسالہ منتشر ہو رہا ہے۔ ان کے لیے پیادوں کو اور تیر اندازوں کو جلدی بھیج۔

شبث بن ربعی کا لڑنے سے گریز:

ابن سعد نے شبث بن ربعی سے کہا۔ تم ان سے لڑنے کو نہ جاؤ گے اس نے کہا سبحان اللہ اس شخص کو جو قوم عرب اور تمام اہل شہر کا بزرگ ہو اس سے تم چاہتے ہو کہ تیر اندازوں کو لے کر جائے۔ تمہیں کوئی دوسرا نہیں ملتا جو اس کام کی حامی بھرے اور میری ضرورت نہ ہو۔ غرض شبث لڑنے سے پہلو تہی کرتا ہی رہا۔ ایک شخص نے مصعب کے عہد حکومت میں شبث کو یہ کہتے سنا کہ اہل کوفہ کو خیر و خوبی کبھی خدا نصیب نہ کرے گا۔ ان کو کبھی راہ راست کی توفیق نہ دے گا۔ تعجب کی بات ہے کہ ہم لوگ پانچ برس تک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھر ان کے فرزند کے ساتھ رہ کر بنی امیہ سے کشت و خون میں مشغول رہے ہوں۔ پھر ہمیں لوگ اولاد معاویہ و پسر سمیہ فاحشہ کے ساتھ ان کے دوسرے فرزند سے جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے افضل ہو کشت و خون کریں۔ ہائے گمراہی ہائے زیاں کاری۔

ابن سعد نے حسین بن تمیم کو پکارا اور تمام زرہ پوش سواروں اور پانسو تیر اندازوں کے ساتھ اسے روانہ کیا۔ یہ لوگ حسین رضی اللہ عنہ و انصار حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کو بڑھے۔ قریب پہنچے تو ان پر تیر برسانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑوں کو پے کر دیا سب کے سب پیادہ ہو گئے۔

حر کی شمشیر زنی:

ایوب بن مشرح کہتا تھا واللہ! حر کے گھوڑے کو میں نے پے کیا۔ اس کے حلق میں تیر اتار دیا پس وہ ڈگمگایا اور گرا۔ حر اس کی پشت پر سے اس طرح کود پڑا۔ معلوم ہوا' جیسے کوئی شیر تلوار کھینچ کر میدان میں آ گیا۔ اس وقت حر کی زبان سے یہ شعر نکلا ؎

اِنْ تَعْقِرُوْا بِیْ فَاَنَا ابْنُ الْحُرِّ اَشْجَعُ مِنْ ذِیْ لِبَدٍ هِزَبْرِ

ابن مشرح کا بیان:

''یعنی میرے گھوڑے کو پے کر دیا تو کیا ہوا میں شیر ببر سے بڑھ کر بہادر و شریف ہوں''۔ ابن مشرح کہتا تھا حر کی طرح تیغ زنی کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا لوگوں نے اس سے کہا تو ہی نے حر کو قتل کیا۔ کہا نہیں واللہ! میں نے نہیں کیا کسی اور شخص نے قتل کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں نے اسے قتل کیا ہوتا۔ یہ سن کر ابوالوداک نامی ایک شخص پوچھنے لگا۔ آخر یہ کیوں کہنے لگا لوگوں کا خیال ہے کہ حر نیک بندوں میں سے تھا اور اگر ایسا ہی ہے تو واللہ! میں خدا کے سامنے ایک زخم لگانے کا اور مدیان میں آنے کا گناہگار ہوں

نہ یہ کہ کسی کے قتل کرنے کا گناہ لے کر خدا کے سامنے جاؤں۔ ابوالوداک نے کہا میں تو سمجھتا ہوں کہ ان سب لوگوں کا خون گردن پر لیے ہوئے خدا کے سامنے تو جائے گا۔ یہ تو سمجھ کہ تو نے اس کو تیر مارا اس کے گھوڑے کو پے کر دیا۔ دوسرے کو نشانہ بنایا۔ میدان میں شریک ہی رہا۔ ان لوگوں پر تو نے حملے کیے ان سے قتال کرنے پر اپنے اصحاب کو ابھارتا رہا۔ اپنے جتھے کو بڑھاتا چلا گیا۔ تجھ پر حملہ ہوا تو بھاگنے کو ننگ سمجھا۔ اگر تیرے ساتھ والوں میں سے ایک شخص نے جو کچھ تجھے کرتے دیکھا وہی خود بھی کیا اور ایسا ہی کسی اور نے بھی کیا اور کسی اور نے بھی۔ تو ایسے شخص نے اور اس کے اصحاب نے ضرور خونریزی کی ہے بس تم سب کے سب ان سب لوگوں کے خون بہانے میں شریک ہو۔ کہنے لگا اے ابوالوداک تم تو رحمتِ خدا سے ہم کو مایوس کیے دیتے ہو۔ قیامت کے دن ہمارا حساب کتاب اگر تمہارے ہاتھ میں آئے اور تم ہمیں بخش دو تو خدا تمہیں نہ بخشے۔ کہا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہی بات ہے۔

حسینی رضی اللہ عنہ خیموں پر حملہ:

ایسی شدید جنگ خدائی کے پردہ پر نہ ہوئی ہو گی جیسی اس روز ہوئی۔ دوپہر ہونے کو آئی اور کوفیوں کو ایک رخ کے سوا کسی دوسری طرف سے انصارِ حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنا ممکن نہ ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے خیام ایک ہی مقام پر تھے۔ خیمہ سے خیمہ متصل تھا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے پیادوں کو بھیجا کہ داہنی اور بائیں طرف کے خیمے اکھاڑ ڈالیں تو وہ لوگ گھر جائیں۔ تین چار شخص انصار حسین رضی اللہ عنہ میں سے خیموں کے بیچ میں آ آ کر جسے دیکھتے تھے خیمہ اکھاڑ رہا ہے اور تاراج کر رہا ہے اس پر حملہ کرتے تھے قتل کر ڈالتے تھے۔ قریب سے تیر مارتے تھے اور اسے ہلاک کرتے تھے۔ ابن نے اب یہ حکم دیا کہ خیمہ کے اندر کوئی نہ جائے نہ اکھاڑنے کا قصد کرے۔ ان سب خیموں میں آگ لگا دو۔ آگ لگا دی گئی خیمہ جلنے لگا۔ یہ دیکھ کر انصار سے آپ نے کہا یہ لوگ خیمے جلاتے ہیں۔ تو جلانے دو۔ خیموں میں آگ لگ جائے گی تو اس رخ سے دشمن حملہ نہ کر سکیں گے جیسا آپ نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ ایک رخ کے سوا دوسری طرف سے وہ لوگ یورش نہ کر سکے۔

ام وہب کی شہادت:

اسی حالت میں زوجہ کلبی اپنے شوہر کی لاش پر آئیں۔ ان کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ گرد وغبار ان کے چہرہ سے پاک کرتی جاتی تھیں اور کہہ رہی تھیں: ''تم کو بہشت میں جانا مبارک ہو'' شمر نے رستم نامی غلام سے کہا۔ مار لٹھ اس عورت کے سر پر لٹھ پڑا۔ سر پاش پاش ہو گیا اسی جگہ وہ مر گئیں۔

شمر کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر حملہ:

خاص آپ کے خیمہ پر شمر نے حملہ کیا برچھی مار کر پکارا' آگ لاؤ میں اس خیمہ کو اور لوگوں کو جو اس میں ہیں جلا ڈالوں۔ بیبیاں چلاتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ آپ نے پکار کر کہا اے پسر ذی الجوشن تو آگ منگا رہا ہے کہ میرے گھر کو میرے اہل بیت کو جلا ڈالے۔ خدا تجھے آگ میں جلائے۔ حمید بن مسلم نے شمر سے کہا: سبحان اللہ ایسی حرکت نہیں مناسب۔ تو چاہتا ہے دو دو گناہ اپنے سر لے۔ چاہتا ہے اس قسم کا عذاب کرے جو خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس طرح بچوں کو اور عورتوں کو قتل کرے۔ واللہ! مردوں کو تیرا قتل کر ڈالنا امیر کے خوش کر دینے کو کافی ہے۔ شمر نے پوچھا تو کون ہے۔ حمید نے کہا میں یہ نہیں بتاؤں گا۔ کہ میں کون ہوں۔ دل میں ڈرا کہ حاکم کو خبر کر کے مجھے کچھ نقصان نہ پہنچائے۔ اسی مقام پر ایک اور شخص پہنچ گیا۔

شمر بن ذی الجوشن کی پسپائی:

حمید سے زیادہ شمر اس کی بات کو سنتا تھا وہ شبث بن ربعی تھا۔ کہنے لگا جو کلمہ تیری زبان سے نکلا اس سے بدتر میں نے تو نہیں سنا اور جو حرکت تو کرنا چاہتا ہے۔ اس سے بدتر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ ارے تو عورتوں کو دھمکاتا ہے۔ شمر کو کچھ حیا آئی اور پلٹنے کا قصد کیا اس وقت زہیر بن قین نے اپنے اصحاب میں سے دس شخصوں کو ساتھ لے کر اس پر اور اس کے اصحاب پر حملہ کیا۔ ان سب کو پسپا کیا خیمہ کے پاس سے دور کر دیا۔ ابو عزہ ضبابی کو گرا دیا اور قتل کر ڈالا۔ یہ شخص شمر کے اصحاب میں تھا۔

حبیب بن مظاہر کی شہادت:

بھاگے ہوئے لوگ پھر پلٹ پڑے اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ انصار حسین رضی اللہ عنہ میں سے کوئی نہ کوئی قتل ہو جاتا تھا اگر ان میں ایک یا دو شخص بھی قتل ہوتے تھے تو لشکر میں کمی صاف معلوم ہوتی تھی' ادھر کے کتنے ہی قتل ہو جائیں ان کی کثرت میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ یہ حال دیکھ کر ابو ثمامہ صائدی نے آپ سے کہا یا ابا عبداللہ! میری جان آپ پر فدا۔ یہ لوگ آپ سے قریب آ گئے۔ اور واللہ! جب تک آپ کی نصرت میں میں قتل نہ ہو جاؤں' ان شاء اللہ آپ قتل نہ ہوں گے۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ نماز کا وقت قریب ہے اس نماز کے بعد حق تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ یہ سن کر آپ نے سر اٹھا کر دیکھا اور کہا خدا تم کو نماز گذاروں میں اور اہل ذکر میں محسوب کرے کہ تم نے نماز کا ذکر کیا۔ ہاں یہ نماز کا اوّل وقت ہے۔ ان لوگوں سے پوچھا کہ ہم کو اتنی مہلت دیں کہ نماز پڑھ لیں۔ حصین بن تمیم نے کہا نماز قبول ہی نہ ہوگی۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا تیرے زعم میں آل رسول ﷺ کی نماز تو قبول نہ ہوگی اور تیری نماز او گدھے قبول ہوگی۔ ابن تمیم نے یہ سن کر حملہ کیا۔ حبیب نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری۔ وہ الف ہوا' یہ گھوڑے سے گرا۔ اس کے اصحاب دوڑے اور اٹھا لے گئے اسے بچا لیا۔ حبیب رجز پڑھتے جاتے تھے۔ اور بڑے شدومد سے شمشیر زنی کر رہے تھے کہ بنی تمیم کے ایک اور شخص نے بڑھ کر برچھی کا وار کیا۔ حبیب گر کر اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے ان کے سر پر تلوار ماردی اور وہ گر گئے۔ مرد تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر ان کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے کہا میں بھی ان کے قتل کرنے میں شریک تھا۔ اس نے کہا واللہ! میں نے ہی انہیں قتل کیا ہے۔ حصین نے کہا یہ سر تو ذرا مجھے دے دے میں اپنے گھوڑے کے گلے میں لٹکا دوں' لوگ دیکھ لیں۔ اور اتنا جان جائیں کہ میں بھی ان کے قتل میں شریک ہوں۔ پھر یہ سر مجھ سے تم لے لینا۔ ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ ان کے قتل کا جو صلہ تم کو ملے گا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تمیمی نے کہنا اس کا نہ مانا۔ اس کی قوم والوں نے دونوں کے درمیان پڑ کر اسی بات پر صلح کروا دی۔ اس نے حبیب کا سر حصین کو دے دیا۔ یہ اپنے گھوڑے کے گلے میں سر کو ڈال کر تمام لشکر میں پھر آیا۔ اور اس سر کو پھر تمیمی کے حوالہ کر دیا۔

قاسم بن حبیب کا انتقام:

یہ لوگ جب کوفہ میں واپس آئے تو حبیب کے سر کو اپنے گھوڑے کے سینہ پر لٹکائے ہوئے تمیمی ابن زیاد کے قصر کی طرف آیا' قاسم بن حبیب نے باپ کا سر اس سوار کے پاس دیکھا۔ اس وقت بالغ ہونے کے قریب ان کا سن ہو چکا تھا' بس جب سے اس سوار کے پیچھے پیچھے پھرنا لڑکے نے اختیار کیا۔ کسی وقت اس کا ساتھ نہ چھوڑتا تھا۔ وہ قصر میں جاتا تو یہ بھی اس کے ساتھ قصر میں جاتا۔ وہ نکلتا تو یہ بھی نکلتا۔ سوار کو کچھ بدگمانی ہوئی۔ کہنے لگا اے فرزند تو میرے پیچھے پیچھے کیوں رہا کرتا ہے اس نے کہا کوئی سبب نہیں' کہا کوئی

سبب ضرور ہے مجھ سے بیان کر۔ کہا یہ میرے باپ کا سر تیرے پاس ہے مجھ دے دے کہ میں اسے دفن کر دوں۔ کہنے لگا اے فرزند! اس کے دفن کرنے پر امیر راضی نہ ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس کے قتل کے صلہ میں امیر مجھ سے بہت اچھا عوض کرے گا۔ لڑکے نے کہا خدا تو تجھ سے بہت برا عوض لے گا۔ واللہ! تو نے اپنے سے بہتر شخص کو قتل کیا یہ کہہ کر وہ لڑکا رونے لگا۔ غرض لڑکا اسی فکر میں رہا اور اب وہ بالغ بھی ہوگیا مگر اس کے سوا جرأت نہ ہوئی کہ باپ کے قاتل کی تاک میں لگا رہے۔ موقع پا جائے تو باپ کا بدلہ اس سے لے اور اس کے عوض میں قتل کرے۔ آخر مصعب بن زبیر کے عہد حکومت میں۔ جس زمانہ میں کہ مصعب نے باجمیرا پر فوج کشی کی تھی قاسم بن حبیب اس لشکر میں آیا اپنے باپ کے قاتل کو دیکھا کہ ایک خیمہ میں ہے۔ جب سے اس نے اس کی تاک میں آمد و رفت جاری رکھی اور موقع کا منتظر رہا۔ ایک دن دوپہر کو قیلولہ کے وقت اسے جا کر تلواریں ماریں کہ ٹھنڈا ہو کر رہ گیا۔

زہیر بن قین اور حر کی شجاعت:

ایک روایت یہ ہے کہ حبیب بن مظاہر جب قتل ہو گئے۔ تو حسین رضی اللہ عنہ کا دل ٹوٹ گیا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اور اپنے انصار کو خدا کے حوالہ کیا۔ اب حر نے رجز پڑھنا شروع کیا۔ ان کے ساتھ شریک ہو کر زہیر بن قین نے بھی بہت شدید قتال کیا۔ ان دونوں میں ایک شخص حملہ کرتا تھا۔ جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا تھا تو دوسرا حملہ کر کے اسے چھڑا لیتا تھا۔ ایک ساعت تک اسی طرح یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے اس کے بعد پیادوں کے جم غفیر نے ہجوم کر کے حر کو قتل کیا۔ ابوثمامہ صائدی نے اپنے ابن عم کو جو ان کے دشمنوں کے ساتھ تھا قتل کیا۔

نماز خوف:

اس کے بعد سب نے نماز ظہر پڑھی۔ یہ نماز خوف تھی جو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان لوگوں نے پڑھی۔ ظہر کے بعد پھر بہت شدت سے کشت و خون ہونے لگا۔ دشمن حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر حنفی آپ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کو اور آپ کے انصار کو بچانے کے لیے تیروں کا نشانہ خود بن گئے۔ وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور داہنی طرف سے اور بائیں جانب سے ان پر تیر پڑ رہے تھے۔ آخر تیر کھاتے کھاتے گر گئے۔

زہیر بن قین کا رجز:

زہیر بن قین نے بڑی شدت سے شمشیر زنی کی رجز پڑھتے جاتے تھے اور حسین رضی اللہ عنہ کے شانہ پر ہاتھ مار کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

> ''اے مہدی ہادی بڑھئے۔ اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ ذوالجناحین جعفر رضی اللہ عنہ شیر خدا حمزہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیجیے''۔

اسی حالت میں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجرین اوس نے حملہ کر کے زہیر کو قتل کیا۔

نافع بن ہلال کی شجاعت و شہادت:

نافع بن ہلال جملی نے تیروں کے سوفاروں پر اپنا نام لکھا تھا۔ زہر میں بجھے ہوئے تیر لگاتے جاتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ میں جملی اور دین علی رضی اللہ عنہ پر ہوں۔ پسر سعد کے اصحاب میں سے بارہ شخصوں کو انھوں نے قتل کیا۔ کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے۔ ان

پروار ہوا اور دونوں بازو ان کے ٹوٹ گئے۔ زندہ گرفتار ہو گئے۔ شمر اور اس کے اصحاب انہیں ڈھکیلتے ہوئے پسر سعد کے پاس لائے۔ ابن سعد نے کہا۔ اے نافع! تم نے اپنے نفس کے ساتھ ایسی برائی کیوں کی۔ نافع نے کہا میرے ارادے کا حال خدا خوب جانتا ہے۔ ان کی داڑھی پر خون بہتا جاتا تھا اور کہہ رہے تھے۔ میں نے زخمیوں کے علاوہ بارہ شخصوں کو تمہارے قتل کیا۔ اور پھر مجھے ذرا پشیمانی بھی نہیں۔ میرے دست و بازو ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو مجھے تم اسیر نہ کر سکتے۔ شمر نے ابن سعد سے کہا خدا آپ کو سلامت رکھے۔ اسے قتل کیجیے۔ ابن سعد نے کہا تو ہی ان کو لے کر آیا ہے۔ قتل کرنا چاہتا ہے۔ تو قتل بھی تو ہی کر۔ شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا واللہ اگر تو مسلمان ہوتا۔ تو ہم لوگوں کا خون گردن پر لے کر خدا کے سامنے جانا تجھے شاق ہوتا۔ شکر ہے خدا کا کہ جو لوگ بدترین خلائق ہیں ان کے ہاتھوں ہماری موت اس نے مقدر کی۔ اسی کے بعد شمر نے ان کو قتل کیا۔

پسرانِ عزرہ غفاری کی تمنا:

اب شمر رجز پڑھتا ہوا انصار حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ انصار نے یہ دیکھا کہ قاتلوں کا بڑا ہجوم ہے نہ اب وہ حسین رضی اللہ عنہ کو بچا سکتے ہیں نہ خود کو۔ سب کو یہ آرزو ہوئی کہ آپ کے سامنے ہی قتل ہو جائیں۔ عزرہ غفاری کے دونوں فرزند عبداللہ و عبدالرحمٰن آپ کے پاس آئے اور کہا یا ابا عبداللہ علیک السلام۔ دشمن نے ہمیں آپ کے ساتھ گھیر لیا۔ ہماری آرزو ہے کہ آپ کے سامنے قتل ہو جائیں۔ آپ دشمنوں سے بچاتے جائیں۔ ان کے نرغہ کو ہٹاتے جائیں۔ آپ نے کہا مرحبا لکما آؤ میرے قریب آ جاؤ۔ دونوں آپ کے قریب آ کر رجز پڑھ پڑھ کر شمشیر زنی کرنے لگے۔

سیف و مالک کی بے قراری:

سیف بن حارث و مالک بن عبد دونوں آپس میں بنی عم تھے۔ ماں دونوں کی ایک تھیں۔ یہ دونوں جابری نوجوان روتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔ آپ نے کہا بچو کیوں روتے ہو۔ واللہ میں تو جانتا ہوں اب تھوڑی ہی دیر میں تم خوش ہو جاؤ گے۔ انھوں نے جواب دیا ہم آپ پر فدا ہو جائیں۔ اپنے لیے ہم نہیں روتے۔ آپ کے حال پر ہمیں رونا آتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ نرغہ میں ہیں اور ہم آپ کو بچا نہیں سکتے۔ آپ نے جواب دیا میری حالت پر مخزون ہونے کی جزا' میرے ساتھ ہمدردی کرنے کا عوض اے فرزندو! حق تعالیٰ تمہارے ساتھ کرے۔ جیسا ثواب کہ نیک بندوں کو وہ دیتا ہے۔

حنظلہ بن اسد کا اپنے قبیلہ سے خطاب:

اسی اثناء میں حنظلہ بن اسعد شامی آپ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ پکار پکار کر کہنے لگے:

﴿ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُودَ. وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ. وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ. وَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ. يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ وَّ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ. (يَا قَوْمِ لَا تَقْتُلُوا حسينًا فَيُسْحِتَكُمُ اللّٰه بِعَذَابٍ). وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى. ﴾

''یعنی اے میری قوم والو! مجھے ڈر ہے کہ تم لوگوں پر جنگ احزاب کا سا عذاب نازل ہوگا۔ جیسا کہ قوم نوح و عاد و ثمود پر اور ان کے بعد والوں پر نازل ہوا۔ اور خدا بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اے میری قوم کے لوگو! مجھے تمہارے لیے روز

قیامت کا ڈر ہے جس روز کہ تم پیٹھ پھیرے ہوئے بھاگتے پھرو گے۔ اور خدا کی طرف سے تمہارا کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔ اور سنو! جسے خدا گمراہ کرتا ہے اسے کوئی راہ پر لگانے والا نہیں ملتا۔ اے میری قوم کے لوگو! حسین رضی اللہ عنہ کو نہ قتل کرو کہ خدا عذاب نازل کر کے تم کو تباہ نہ کر دے۔ اور سنو! جس نے (خدا پر) بہتان کیا وہ زیاں کار ہے''۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت:

حنظلہ کا یہ کلام سن کر آپ نے کہا رحمك الله ابن اسعد' یہ لوگ تو اسی وقت سے سزاوار عذاب ہو چکے جب تم نے ان کو حق کی طرف پکارا اور انھوں نے تمہارے قول کو رد کر دیا۔ تمہارا اور تمہارے اصحاب کا خون بہانے کو آمادہ ہو گئے۔ اور اب تو یہ لوگ تمہارے برادران صالح کو بھی قتل کر چکے۔ حنظلہ نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ نے سچ فرمایا۔ آپ مجھ سے افقہ ہیں اور اس منصب کے احق ہیں۔ کیا ابھی ہم اپنے بھائیوں سے ملنے کو نہ جائیں۔ آپ نے اجازت دی کہ جاؤ دارالبقاء کی طرف جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حنظلہ نے کہا السلام علیکم ابا عبداللہ خدا آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر صلوات بھیجے اور ہم کو آپ کو بہشت میں ملائے۔ آپ نے یہ سن کر دوبارہ آمین کہی حنظلہ آگے بڑھے۔ شمشیر زنی کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

سیف و مالک کی شہادت:

حنظلہ کے بعد دونوں نوجوان جابری آگے بڑھے مڑ مڑ کر آپ سے کہتے جاتے تھے۔ السلام علیکم یا بن رسول اللہ۔ آپ نے ان دونوں کے جواب میں کہا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ ان دونوں نے قتال کیا اور قتل ہو گئے۔

شوذب کی شہادت:

عابس بن ابی شبیب شاکری اپنے غلام آزاد شوذب کو ساتھ لیے ہوئے آئے۔ شوذب سے پوچھا کہو کیا ارادہ ہے۔ اس نے کہا رادہ کیا ہے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی طرف سے میں بھی آپ کے ساتھ شریک ہو کر قتال کروں گا اور قتل ہو جاؤں گا۔ عابس نے کہا مجھے تجھ سے یہی امید تھی۔ پھر اگر جینا نہیں منظور ہے تو ابا عبداللہ کے سامنے جا کر تجھے رخصت کروں۔ اگر اس وقت تجھ سے بڑھ کر میرا کوئی عزیز ہوتا تو میری خوشی یہی تھی کہ میرے سامنے آتا اور میں اسے رخصت کرتا۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ جتنا ہم سے ہو سکے ثواب لوٹ لیں۔ بس آج کے بعد عمل خیر کا موقع نہیں' پھر روز حساب آنے والا ہے۔ شوذب نے حسین رضی اللہ عنہ کو جا کر سلام کیا۔ لڑنے کو نکلا اور یہاں تک جنگ کی کہ قتل ہو گیا۔

عابس بن ابی شبیب کی شجاعت و شہادت:

عابس بن ابی شبیب نے اب آپ سے یہ عرض کیا کہ یا ابا عبداللہ آپ سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی قریب یا بعید واللہ! مجھے عزیز نہیں ہے۔ اگر اپنی جان دینے سے اور خون بہانے سے بڑھ کر کوئی ایسی بات ہوتی کہ میں آپ کو مصیبت سے اور قتل سے بچا سکتا تو میں وہ بھی کر گذرتا۔ السلام علیک یا ابا عبداللہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کے پدر بزرگوار کی ہدایت پر میں قائم ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچے ہوئے دشمنوں کی طرف چلے۔ ان کی پیشانی پہ ایک زخم کا نشان بھی تھا۔ ربیع بن تمیم نے ان کو آتے ہوئے دیکھ کر پہچان لیا یہ اور معرکوں میں بھی ان کو دیکھ چکا تھا۔ یہ بہت بڑے بہادر تھے۔ ربیع نے لوگوں سے کہا۔ یہ شیر میدان دغا ہے۔ یہ عابس بن ابی شبیب ہے تم میں سے کوئی ایک شخص اس لڑنے کو ہرگز نہ جائے۔ عابس نے پکارنا شروع کیا۔ کیا ایک کے مقابلے میں

کوئی ایک نہ نکلے گا۔ ابن سعد نے حکم دیا کہ پتھر پھینک پھینک کر اس شخص کو چور کر دو۔ چاروں طرف سے پتھر آنے لگے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اپنی زرہ اور مغفر کو اتار ڈالا اور ان لوگوں پر حملہ کیا۔ ربیع کہتا ہے۔ واللہ یہ دو سو سے زیادہ آدمی تھے جو بھاگ کھڑے ہوئے' مگر بھاگے ہوئے پھر پلٹ پڑے' ہر طرف سے حملہ کر دیا اور وہ قتل ہو گئے۔ میں نے چند لوگوں کے ہاتھ میں ان کا سر دیکھا۔ یہ کہتا تھا میں نے قتل کیا وہ کہتا تھا میں نے قتل کیا ہے۔ سب کے سب ابن سعد کے پاس آئے۔ اس نے کہا کیوں جھگڑتے ہو۔ اس شخص کو ایک برچھی نے قتل نہیں کیا ہے یہ کہہ کر ان کا جھگڑا چکایا۔

ضحاک بن عبداللہ مشرقی:

ضحاک بن عبداللہ مشرقی نے جب دیکھا کہ انصار حسین رضی اللہ عنہ کام آ گئے۔ اور اب آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر دشمنوں کو دسترس حاصل ہو گئی ہے اور سوید بن عمرو خثعمی و بشیر بن عمرو حضرمی کے سوا انصار میں کوئی باقی نہ رہا تو اس نے آپ سے کہا۔ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو بات آپ سے کہی تھی وہ آپ کو معلوم ہے میں نے یہی کہا تھا کہ جب تک کسی شخص کو آپ کی طرف سے قتال کرتے ہوئے دیکھوں گا میں بھی قتال کیے جاؤں گا جب دیکھوں گا اب کوئی لڑنے والا نہیں رہا تو میں بھی چلا جاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ اچھا چلے جانا' آپ نے جواب دیا تو سچ کہتا ہے مگر اب کیوں کر جا سکتا ہے۔ اگر جا سکتا ہے تو نکل جا۔ یہ سن کر ضحاک اپنے گھوڑی کے پاس آیا۔ اس نے جب دیکھا کہ انصار کے گھوڑوں کو دشمن پے کر رہے ہیں تو اپنی کو اپنے رفیقوں کے ایک خیمہ میں جو سب کے بیچ میں تھا چھپا دیا تھا۔ اور خود پیادہ جنگ میں مشغول تھا۔ اس نے اس دن دو شخصوں کو قتل کیا تھا اور ایک کا ہاتھ اڑا دیا تھا۔ آپ نے اس کے لیے دعا کی تھی کہ تیرا ہاتھ کبھی شل نہ ہو۔ خدا تیرے ہاتھ کو نہ قطع کرے۔

ضحاک کو میدان جنگ سے جانے کی اجازت:

غرض جب اسے اجازت مل گئی تو اس نے خیمہ سے گھوڑی کو نکالا اور اس کی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ کوڑا مارا' گھوڑی نے سموں پر بوجھ دیا تھا کہ اس نے لوگوں کو انبوہ پر اسے ڈال دیا۔ سب نے راستہ دے دیا۔ ان میں سے پندرہ شخصوں نے اس کا تعاقب کیا۔ شط فرات پر ایک قریہ شقیہ قریب واقع تھا وہاں تک یہ جا پہنچا۔ یہ لوگ بھی اس کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اب اس نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا۔ کثیر بن عبداللہ شعبی اور ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے اسے پہچان کر کہا۔ یہ تو ضحاک بن عبداللہ ہمارا ابن عم ہے۔ خدا کے واسطے اس پر ہاتھ نہ ڈالو۔ ان لوگوں میں تین شخص بنی تمیم سے تھے پکار اٹھے واللہ ہم تو اپنے بھائیوں اور اپنے ساتھ والوں کا کہنا کریں گے۔ ان کے ابن عم پر ہاتھ نہ ڈالیں گے۔ جب ان تینوں تمیموں نے ان تین شخصوں کے ساتھ اتفاق کیا تو اور لوگ بھی اس کے تعاقب سے باز آئے۔ اس طرح خدا نے اسے بچا لیا۔

یزید بن زیاد کا رجز و شہادت:

روایت ہے بنی بہدلہ میں سے ابو شعثاء یزید بن زیاد حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر دو زانوں کو ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور سو تیر دشمنوں کو مارے ان میں سے پانچ تیر خطا ہو گئے۔ یہ شخص قدر انداز تھے۔ جب تیر سر کرتے تھے تو کہتے تھے۔

میں بنی بہدلہ سے ہوں جو لوگ کہ شہ سوار لشکر ہیں حسین رضی اللہ عنہ کہتے جاتے تھے۔ بار خدایا ان کے نشانہ کو صائب اور بہشت انہیں نصیب کر۔ سب تیر لگا چکے تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا پانچ تیروں کے سوا میرا کوئی تیر خطا نہیں ہوا۔ اور مجھے یقین ہے کہ پانچ

شخصوں کو میں نے قتل کیا۔ انصار میں سے جو لوگ پہلے ہی قتل ہو گئے۔ یہ بھی ان میں سے ہیں۔ ان کے رجز کا یہ مضمون تھا کہ میرا نام یزید ہے۔ میرے باپ کا نام مہاجر۔ میں شیر بیشہ شجاعت ہوں۔ خداوندا! میں حسین رضی اللہ عنہ کا ناصر ہوں اور ابن سعد کا ساتھ میں نے چھوڑ دیا اور اس سے دوری اختیار کی۔ پہلے یہ ابن سعد کے لشکر میں تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے جتنی شرطیں پیش کیں وہ سب رد کی گئیں۔ تو انصار حسین رضی اللہ عنہ میں آ کر مل گئے اور مشغول قتال رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

عمر بن خالد' سعد اور جابر بن حارث کی شہادت:

آپ کے انصار میں سے عمر بن خالد صیداوی اور ان کے غلام آزاد سعد اور جابر بن حارث سلمانی اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے لڑائی شروع ہوتے ہی حملہ کر دیا تھا۔ تلواریں کھینچے ہوئے دشمنوں کے انبوہ میں درآئے۔ جب لڑتے ہوئے دور تک نکل گئے۔ تو بھاگے ہوئے پلٹ پڑے۔ لوگ انہیں گھیرنے لگے۔ اور ان کے اصحاب کے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر عباس بن علی رضی اللہ عنہما نے حملہ کیا اور ان لوگوں کو نرغہ سے نکال لائے۔ سب زخمی ہو گئے تھے۔ دشمنوں کو قریب آتے دیکھ کر پھر تلواریں کھینچ کھینچ کر جا پڑے۔ اور ایک ہی جگہ لڑتے لڑتے سب قتل ہو گئے۔ یہ واقعہ شروع جنگ ہوا۔

آپ کے انصار میں سے بس سوید بن عمرو خثعمی باقی رہے۔ اور وہ آپ کے ساتھ تھے۔

علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت:

اولاد ابو طالب میں سب سے پہلے علی اکبر ابن حسین رضی اللہ عنہما قتل ہوئے۔ والدہ لیلیٰ بنت ابو مرہ ثقفی تھیں۔ یہ دشمنوں پر حملہ کرنے لگے اور بار بار اس مضمون کا رجز پڑھنے لگے ''میرا نام علی بن حسین رضی اللہ عنہما ہے۔ قسم کعبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں۔ واللہ پسر ابن سمیہ کے حکم کو ہم نہ مانیں گے'' مرہ بن منقذ عبدی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا یہ جوان میری طرف سے اسی طرح لڑتا ہوا اور یہی کلمہ کہتا ہوا گذرے اور میں اس کے ماتم میں اس کے باپ کو نہ رلاؤں تو سارے عرب کی پھٹکار مجھ پر ہو۔ علی اکبر رضی اللہ عنہ شمشیر زنی کرتے ہوئے اس کی طرف گذرے۔ مرہ نے سامنے آ کر انہیں برچھی ماری وہ گرے۔ دشمنوں نے گھیر لیا تلواریں مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حمید بن مسلم کا بیان:

حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے اپنے کان سے سنا کہ حسین رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں۔ خدا ان لوگوں کو قتل کرے اے فرزند! جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ خدا پر اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آبروریزی پر کسی قدر ان کی جرأت بڑھی ہوئی ہے۔ بس تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔ میں نے دیکھا ایک بی بی دوڑ کر نکل آئیں۔ یہ معلوم ہوا کہ آفتاب نے طلوع کیا۔ کپار رہی تھیں۔ اے بھیا! اے میرے بھتیجے میں نے لوگوں سے پوچھا تو یہ معلوم ہوا کہ زینب رضی اللہ عنہا بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ آئیں اور علی اکبر رضی اللہ عنہ کی لاش پر گر پڑیں۔ یہ دیکھ کر حسین رضی اللہ عنہ ان کا ہاتھ تھامے ہوئے خیمہ میں ان کو لے گئے اور لڑکوں کو ساتھ لے کر لاش پر آئے۔ حکم دیا کہ بھائی کی لاش کو اٹھاؤ۔ لڑکے لاش کو مقتل سے اٹھا لے گئے جس خیمہ کے سامنے میدان کارزار تھا وہیں لاش کو لٹا دیا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کے فرزند عبداللہ کو عمرو بن صبیح صدائی نے تیر مارا۔ عبداللہ نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ لیا کہ سر کو نیزے سے بچائیں۔ تیر ہاتھ کو چھیدتا ہوا ماتھے تک پہنچ گیا۔ اب یہ ہاتھ کو ذرا جنبش نہ دے سکتے تھے۔ پھر اس نے ہٹ کر دوسرا تیر ان کے قلب پر مارا۔

عون و محمد رضی اللہ عنہما کی شہادت:

اب چار طرف سے دشمنوں کا ہجوم ہو گیا۔ عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما پر حملہ کر کے انہیں قتل کیا۔
عامر بن نہشل نے عون کے بھائی محمد پر حملہ کر کے قتل کیا۔

عبدالرحمٰن و جعفر پسران عقیل کی شہادت:

عثمان بن خالد جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی عبدالرحمٰن بن عقیل پر جا پڑے۔ دونوں نے مل کر انہیں قتل کیا۔ عبداللہ بن عزرہ خثعمی نے جعفر ابن عقیل کو تیر مار کر قتل کیا۔

قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما کی شہادت:

حمید بن مسلم نے ایک طفل کو دیکھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے معرکہ کی طرف بڑھا کہتا ہے اس کے گلے میں کرتا تھا۔ پاؤں میں پائجامہ۔ اور مجھے خوب یاد ہے کہ ان کی نعلین میں سے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا ان کو دیکھ کر عمرو بن سعید ازدی مجھ سے کہنے لگا۔ اسے تو واللہ! میں قتل کروں گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ اس کے قتل کرنے سے تجھے کیا مقصود ہے۔ انصار حسین رضی اللہ عنہ میں سے یہ لوگ جن کو تم نے گھیر لیا ہے بس ان کا قتل ہو جانا تجھے کافی ہے۔ اس نے جواب دیا واللہ اسے تو میں قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا اور ان کے سر پر تلوار مار کر پلٹا۔ وہ طفل رضی اللہ عنہ منہ کے بل گر پڑا۔ چچا چچا کہہ کر پکارا۔ یہ سن کر حسین رضی اللہ عنہ اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے شاہین آتا ہے اور شیر غضب ناک کی طرف آپ نے حملہ کیا عمرو کو تلوار ماری۔ اس نے تلوار کو ہاتھ پر روکا۔ ہاتھ اس کا کہنی کے پاس سے جدا ہو گیا وہ چلایا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ اہل کوفہ کے سوار دوڑے کہ اس کو حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بچا کر لے جائیں۔ گھوڑے اس کی طرف پلٹ پڑے ان کے قدم اٹھ گئے۔ سواروں کو لیے ہوئے اس کو پائمال کرتے گذر گئے۔ آخر میں وہ مر گیا۔

قاسم رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اضطراب:

غبار فرو ہوا تو دیکھا حسین رضی اللہ عنہ اس طفل کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے آپ یہ کہہ رہے ہیں خدا سمجھے ان لوگوں سے' جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ جن سے قیامت کے دن تیرے جد بزرگوار تیرے خون کا دعویٰ کریں گے۔ واللہ چچا پر یہ امر شاق ہے کہ تو پکارے' وہ جواب نہ دے سکے جواب دے بھی تو اس سے تجھے کچھ نفع نہ ہو۔ واللہ! تیرے چچا کے دشمن بہت ہیں۔ مددگار کم رہ گئے۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو گود میں اٹھا لیا۔ میں نے دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ ان کو سینہ سے لگائے ہوئے تھے۔ دونوں پاؤں ان کے زمین پر گھسٹتے ہوئے جا رہے تھے۔ میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ انہوں نے گود میں کیوں اٹھا لیا۔ دیکھا کہ ان کی لاش کو اپنے فرزند علی اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں اور جو لوگ ان کے خاندان کے گرداگرد قتل ہوئے تھے ان کی لاشوں میں لٹا دیا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ طفل کون ہے معلوم ہوا کہ یہ قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ابن نسیر کا کندی کا حملہ:

حسین رضی اللہ عنہ اس دن پہروں اس حالت میں رہے کہ جو شخص آپ کی طرف بڑھتا تھا۔ آپ کے قریب پہنچ کر واپس چلا آتا تھا۔ آپ کے قتل کرنے اور اس گناہ عظیم کے سر پر لینے سے جھجک جاتا تھا۔ اس اثناء میں مالک بن نسیر کندی نے آپ کے سر پر تلوار

ماری۔ کلاہ برنس آپ پہنے ہوئے تھے۔ تلوار برنس کو کاٹتی ہوئی سر تک پہنچ گئی۔ زخم کے خون سے ٹوپی لبریز ہوگئی آپ نے کہا تجھے اس ضرب کا نفع کھانا پینا نصیب نہ ہو۔ خدا تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔ یہ کہہ کر آپ نے ٹوپی کو اتار ڈالا ایک اور ہی ٹوپی منگوا کر پہنی اور عمامہ باندھ لیا۔ اس وقت آپ خستہ و زمین گیر ہوگئے تھے۔ کندی نے آ کر ٹوپی اٹھالی۔ یہ ٹوپی خز کی تھی جب اس کے بعد یہ اپنی زوجہ ام عبداللہ بنت حر کے یہاں گیا۔ ٹوپی کا خون دھونے بیٹھا۔ عورت نے کہا ہائے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی ٹوپی لوٹ کر تو میرے گھر میں لایا ہے۔ لے جا اسے یہاں سے لوگ کہتے ہیں۔ سخت محتاجی میں وہ مبتلا رہا اور اسی حالت میں مر گیا۔

عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بچہ کو آپ کے پاس کوئی لے آیا آپ نے اسے گود میں بٹھالیا۔ یہ بچہ عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہ تھا' بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا بچہ ذبح ہوگیا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے زخم میں چلو لگا دیا۔ دونوں چلو لہو سے بھر گئے تو زمین پر اس خون کو پھینک دیا۔ اس کے بعد کہا: بارخدایا تو نے آسمان سے ہمارے لیے اگر نصرت نہیں نازل کی تو جو اس سے بہتر ہے وہ ہم کو دے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔ ابن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسن رضی اللہ عنہ کو تیر مار کر قتل کیا۔ اسی خاندان کے کسی شاعر نے کہا ہے ۔

وَ عِنْدَ غَنِيٍّ قَطْرَةٌ مِنْ دِمَائِنَا   وَ فِيْ اَسَدٍ اُخْرٰى تَعَدُّ وَ تُذْكَرُ

ترجمہ: ''یعنی ہمارے خون کی ایک بوند قبیلہ غنی کی گردن پر اور دوسری بوند بنی اسد کی گردن پر ہے جس کا ذکر ہوتا رہے گا''۔

عبداللہ و جعفر عثمان پسران علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

کہتے ہیں کہ عباس بن علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ و جعفر و عثمان سے کہا میرے ماں جائے بھائیو! تم مجھ سے پہلے ہی جاؤ کہ میں تمہارا وارث ہو جاؤں' تمہاری تو کوئی اولاد نہیں ہے وہ اس حکم کو بجالائے۔ ان سے پہلے ہی قتل ہوگئے۔ عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ کو ہانی حضرمی نے قتل کیا۔ ان کو قتل کر کے پھر اس نے جعفر بن علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا انہیں قتل کر کے سر ان کا لیے ہوئے آیا۔ عثمان بن علی رضی اللہ عنہ کو خولی بن یزید اصبحی نے تیر مارا اور بنی دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کیا اور سر ان کا کاٹ لیا۔ پھر ایک مرد دارمی نے محمد بن علی رضی اللہ عنہ کو تیر مار کر قتل کیا اور ان کا سر لے آیا۔

ہانی حضرمی کا بیان:

ہانی حضرمی کہتا ہے قتل حسین رضی اللہ عنہ کے روز میں بھی موجود تھا۔ دس سواروں میں سے میں بھی ایک سوار تھا۔ گھوڑے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ میں نے واللہ! ایک لڑکے کو دیکھا کہ خیمہ کی ایک لکڑی ہاتھ میں لیے ہوئے نکل آیا۔ کرتا پائے جامہ پہنے ہوئے تھا۔ ڈرتا ہوا کبھی داہنی طرف دیکھتا تھا کبھی بائیں جانب۔ اس کے کانوں میں بندے تھے۔ جب ادھر ادھر مڑتا تھا تو بندوں کے ہلنے کی تصویر میری آنکھوں میں اس وقت تک پھر رہی ہے۔ ایک شخص گھوڑے کو ایڑ کرتا ہوا بڑھا۔ اس طفل کے قریب آ کر گھوڑے سے جھکا۔ اسے تلوار سے ٹکڑے کر ڈالا۔ اصل میں یہ حرکت خود ہانی حضرمی نے کی تھی اپنا نام چھپاتا تھا کہ لوگ ناراض ہوں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر پیاس کا غلبہ:

پیاس کی شدت جب ہوئی تو آپ پانی کی طرف آئے۔ حصین بن تمیم نے آپ کو تیر مارا دہانہ پر آ کر لگا۔ آپ خون کو منہ سے لیتے جاتے تھے اور آسمان کی طرف پھینکتے جاتے تھے۔ اس کے بعد خدا کا شکر بجالائے اور حمد و ثنا کی۔ پھر دونوں ہاتھوں کو ملا کر کہا

اَللّٰھُمَّ اَحصِھِم عَدَدًا وَاقتُلھُم بَدَدًا وَ لَا تَذَر عَلَی الاَرضِ مِنھُم اَحَدًا. یعنی خداوندا ان سے گن گن کر بدلہ لے ان کو چن چن کر ان میں سے کسی کو روئے زمین پر نہ چھوڑ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ابانی کو بد دعا:

ایک روایت یہ ہے کہ آپ کے لشکر پر جب دشمنوں نے غلبہ حاصل کر لیا تو آپ مسناۃ پر سوار ہوئے۔ فرات کی طرف رُخ کیا۔ بنی ابان میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا۔ ارے ندی کے اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤ۔ کہیں ان کے شیعہ کمک کو نہ دوڑیں۔ آپ نے گھوڑے کو تازیانہ مارا تھا کہ لوگ پیچھے دوڑے۔ آپ کے اور فرات کے بیچ میں حائل ہو گئے۔ آپؓ نے اس ابانی کے حق میں بد دعا کی کہ خداوندا! اسے تشنگی میں مبتلا کر۔ ابانی نے تیر مارا کر آپ کی ٹھوڑی کے نیچے پیوست ہو گیا۔ اس تیر کو آپ نے کھینچ کر زخم میں دونوں چلو لگا دیئے۔ خون دونوں چلوؤں میں بھر گیا۔ آپ نے کہا خداوندا تیرے پیغمبر کے نواسے کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے میں اس کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں۔ بہت کم زمانہ گذرا تھا کہ خدا نے ابانی کو پیاس میں مبتلا کیا۔ کسی طرح اس کی تشنگی بجھتی ہی نہ تھی۔ پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا اس میں شکر ڈالی جاتی تھی۔ دودھ کے قدحے بھرے ہوئے تھے۔ پانی کے مٹکے' وہ یہی کہے جاتا ہے ارے پانی پلاؤ۔ پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔ ایک مٹکی یا ایک قدح جس سے سارا گھر چھک جائے اسے دیا جاتا تھا۔ ڈگڈگا کے سب پی لیتا تھا۔ برتن سے منہ ہٹا کر ذرا لیٹا تھا کہ پھر پکارا' ارے پانی پلاؤ۔ پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔ قاسم ابن اصبغ نے یہ تماشہ دیکھا تھا وہ کہتے ہیں۔ واللہ! تھوڑے ہی دنوں میں اس کا پیٹ اس طرح تڑک گیا' جیسے اونٹ کا پیٹ۔

شمر کی حسینی رضی اللہ عنہ خیموں پر پیش قدمی و واپسی:

شمر ذی الجوشن کوفیوں میں سے کوئی دس پیادوں کو ساتھ لے کر اس خیمہ کی طرف چلا جس میں حسین رضی اللہ عنہ کے عیال اور اسباب تھا۔ یہ لوگ بڑھے اور آپ کے اور اس خیمہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ آپ نے یہ دیکھ کر کہا وائے ہو تم پر۔ اگر تم لوگوں کا کوئی دین نہیں ہے قیامت کا تمہیں خوف نہیں ہے تو امور دنیا میں تو شرفا اور بھلے مانسوں کا طریق اختیار کرو۔ میرے گھر کو میرے عیال کو جاہلوں اور نالائقوں سے بچاؤ۔ شمر نے کہا اچھا اے ابن فاطمہ رضی اللہ عنہا یہی ہوگا۔

شمر اور ابوالجنوب جعفی میں سخت کلامی:

اب وہ پیادوں کو لیے ہوئے آپ کی طرف بڑھا۔ ان لوگوں میں ابوالجنوب جعفی اور قشعم بن عمرو جعفی اور صالح بن وہب یزنی اور سنان بن انس نخعی اور خولی بن یزید اصبحی تھے۔ شمر انہیں آپ کے قتل کرنے پر آمادہ کرنے لگا۔ ابوالجنوب کی طرف آیا۔ یہ سر سے پاؤں تک سلاح جنگی سجائے ہوئے تھا اس سے کہا۔ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھ۔ ابوالجنوب نے کہا خود کیوں نہیں بڑھتا کہا تو اور میرے ساتھ اور ایسا کلام' جواب دیا کہ تو اور میرے ساتھ ایسا کلام۔ اس نے اسے سخت سست کہا۔ ابوالجنوب بہت دلیر تھا کہنے لگا واللہ تیری آنکھ کو برچھی کی نوک سے گھنگول ڈالوں گا۔ شمر یہ سن کر اس کے پاس سے سرک گیا۔ کہتا جاتا تھا واللہ مجھے موقع ملا تو تجھ سے سمجھوں گا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ:

اس کے بعد شمر پیادوں کو لیے ہوئے آپ کی طرف بڑھا۔ آپ حملہ کرتے تھے تو سب بھاگ جاتے تھے۔ اس کے بعد

دشمنوں نے سب طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر ایک لڑکا خیمے سے نکلا اور آپ کے پاس آنے لگا۔ آپ کی بہن زینب اس طفل کے پیچھے دوڑیں کہ اسے روکیں۔ آپ نے پکار کر کہا۔ زینب رضی اللہ عنہا اسے روکو۔ طفل نے کہنا نہ مانا' دوڑتا ہوا آپ کے پاس پہنچا۔ پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اٹھائی کہ وار کرے۔ بچہ نے کہا' او خبیث تو میرے چچا کو قتل کرتا ہے۔ اس نے آپ پر وار کیا بچہ نے اس کی تلوار کو روکنے کو اپنا ہاتھ آگے کیا ہاتھ قلم ہو کر لٹک گیا۔ بس ایک تسمہ لگا رہ گیا تھا۔ بچہ اماں اماں کہہ کر چلایا تو حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو سینہ سے لپٹا لیا۔ کہا کہ اے میرے بھائی کے لختِ جگر اس مصیبت پر صبر کر اسے اپنے حق میں بہتر سمجھ۔ خداوند تعالیٰ اب تجھ کو تیرے بزرگوں سے ملا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی ابن ابی طالب اور حمزہ اور جعفر اور حسن بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس پہنچا دے گا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے اس دن میں نے حسین رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا۔ خداوندا ان لوگوں کو آسمان کی بارش سے' زمین کی برکتوں سے محروم کر دے۔ اگر تو انہیں کچھ مہلت دے' تو ان میں تفرقہ ڈال دے ان کو فرقہ فرقہ کر کے متفرق کر دے۔ ان کے حکام کو ان سے کبھی راضی نہ ہونے دے۔ انھوں نے ہمیں بلایا تھا نصرت کرنے کو اور ہمیں پر حملہ کرنے کو دوڑ پڑے اور انھوں نے ہمیں قتل کیا۔ پھر جو پیادے ہجوم کیے ہوئے تھے آپ نے ان سے مقابلہ کیا۔ سب کے سب پسپا ہو گئے۔

بحر بن کعب کا انجام:

آپ کے انصار میں تین یا چار شخص باقی رہ گئے تو آپ نے ایک مضبوط پائجامہ برویمانی منگایا۔ جس کی بناوٹ میں روئی کے بونڈوں کے ریزے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر اسے چاک کیا پھاڑ ڈالا۔ آپ کو اندیشہ یہ تھا کہ قتل کرنے کے بعد مجھے برہنہ نہ کر دیں۔ یہ دیکھ کر آپ کے بعض اصحاب نے کہا کہ اس کے نیچے جانگیہ بھی ہوتی تو اچھا تھا۔ کہا کہ وہ بہت ذلیل لباس ہے مجھے نہیں پہننا چاہیے لیکن آپ کے قتل ہو جانے کے بعد بحرین کعب نے اس پائجامہ کو اتار کر آپ کو برہنہ ڈال دیا جب سے اس کے ہاتھ ایسے ہو گئے تھے کہ جاڑوں میں دونوں ہاتھوں سے پانی ٹپکا کرتا تھا اور گرمیوں میں لکڑی کی طرح سوکھ کر رہ جاتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

عبداللہ بن عمار پر لوگوں نے عتاب کیا کہ تو بھی قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا۔ عبداللہ نے کہا میں نے تو بنی ہاشم پر احسان کیا۔ پوچھا تو نے کیا احسان کیا؟ کہا میں نے برچھی تان کر حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تھا ان کے قریب پہنچا اور واللہ! میں چاہتا تو انہیں برچھی مار دیتا۔ پھر میں ان کے پاس سے ہٹ آیا اور میں نے دل میں کہا میں کیوں انہیں قتل کروں کوئی قتل کرے تو کرے۔ میں نے دیکھا ان کے داہنے بائیں جو پیادے نرغے کیے ہوئے تھے انہوں نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے داہنی طرف کے پیادوں پر حملہ کر کے سب کو منتشر کر دیا۔ آپ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور خز کا قمیص گلے میں تھا۔ واللہ! کسی ایسے بے کس اور بے بس کو جس کی اولاد واہل بیت و انصار سب قتل ہو چکے ہوں۔ اس دل سے اور اس حواس سے اور اس جرأت سے لڑتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ واللہ! نہ ان سے پیشتر ان کا مثل دیکھنے میں آیا نہ ان کے بعد کہ ان کے داہنے یا بائیں لوگ اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے گرگ کے حملہ کرنے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ اسی حالت میں ان کی بہن زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا خیمہ سے نکل آئیں۔ واللہ ان کے کان کے بندے ہلتے ہوئے اب تک میری نگاہ میں ہیں کہہ رہی تھیں' ہائے آسمان زمین پر پھٹ نہیں پڑتا۔ ابن سعد اس وقت حسین رضی اللہ عنہ کے قریب آیا تو کہنے لگیں' اے ابن سعد حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ابن سعد کے آنسو نکل آئے داڑھی تک

بہتے ہوئے گئے' اور اس نے زینب رضی اللہ عنہا کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ آپ خز کا جبہ پہنے ہوئے تھے' عمامہ باندھے ہوئے تھے دسمہ کا خضاب کیے ہوئے تھے۔ پیدل ہو کر اس طرح قتال کر رہے تھے۔ جیسے کوئی ساونت شہسوار فاصلہ سے خود کو بچاتے جائے۔ کمین گاہوں سے اپنا موقع ڈھونڈتا جائے۔ سواروں پر حملہ کرتا جائے اور قتل ہونے سے پہلے آپ کو یہ کہتے میں نے سنا۔ میرے قتل کرنے پر کیا تم آمادہ ہو۔ سن رکھو واللہ! میرے بعد کسی ایسے بندہ کو بندگانِ خدا سے تم نہ قتل کرو گے۔ جس کے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا ناراض ہو تم سے مجھے تو امید ہے واللہ کہ تمہیں ذلیل کر کے حق تعالیٰ مجھ پر کرم کرے گا۔ پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا۔ کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ تم نے مجھے قتل کیا تو کیا۔ واللہ تم لوگوں میں خدا آپس میں کشت وخون ڈلوا دے گا اور تمہاری خون کی ندیاں بہا دے گا۔ اور اس پر بھی بس نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ عذاب الیم کو تمہارے لیے چند در چند کر دے گا۔ اور بہت دیر تک آپ اسی حالت میں رہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر یورش:

لوگ قتل کرنا چاہتے تو ممکن تھا لیکن ایک کے پیچھے ایک چھپتا تھا...... یہ چاہتا تھا۔ وہ اس کام کو کرے' وہ چاہتا تھا یہ کرے آخر شمر نے پکار کر کہا۔ وائے تم لوگوں پر اس شخص کے باب میں اب کیا انتظار ہے تمہیں۔ ارے مائیں تمہاری تم کو روئیں اسے قتل کرو۔ اب ہر طرف سے آپ پر حملہ ہوا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے وار کیا۔ دست چپ کی ہتھیلی پر اس کی ضرب پڑی۔ پھر سب ہٹ گئے اس وقت آپ اٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے۔

شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

پھر اسی حالت میں سنان بن انس نخعی نے آپ کو برچھی ماری۔ آپ گر پڑے تو اس نے خولی بن یزید اصبحی سے کہا کہ سر کاٹ لے۔ خولی نے ارادہ کیا مگر اس سے یہ کام ہو نہ سکا کانپنے لگا۔ سنان بن انس نے کہا۔ خدا تیرے بازوؤں کو توڑے۔ تیرے ہاتھوں کو قطع کرے۔ یہ کہہ کر وہ اتر کے آپ کی طرف بڑھا آپ کو ذبح کیا اور آپ کا سر کاٹ لیا۔ اور خولی کو دے دیا' ذبح ہونے سے پہلے بہت سی تلواریں بھی آپ پر پڑ چکی تھی۔ سر جدا کرنے سے پہلے سنان بن انس کی یہ حالت تھی کہ جسے دیکھتا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قریب آ رہا ہے اس پر حملہ کر بیٹھتا تھا۔ اسے یہ ڈر تھا کہ مجھے ہٹا کر کہیں وہی سر نہ لے جائے۔

اہل بیت سے ناروا سلوک:

آپ جو لباس پہنے ہوئے تھے وہ بھی لٹ گیا۔ بحر بن کعب نے پائجامہ لیا۔ قیس بن اشعث نے چادر اتار لی۔ جب سے اس کا نام قیس قطیفہ مشہور ہو گیا یعنی چادر والا۔ اسود نے نعلین آپ کی اتار لیں۔ بنی نہشل کے ایک شخص نے تلوار نکال لی اس کے بعد وہ حبیب بن بدیل کے خاندان میں آ گئی۔ پھر یہ لوگ درس (زعفران) اور پوشاک اور اونٹوں کی طرف جھکے اور یہ سب چیزیں لوٹ لے گئے۔ پھر اہل حرم اور مال ومتاع کے لوٹنے کو گئے۔ یہ حال تھا کہ ایک بی بی کے سر سے چادر کوئی اتارتا تھا دوسرا اس سے چھین کر لے جاتا تھا۔

معرکہ کربلا کے آخری شہید:

آپ کے انصار میں سوید بن عمرو زخمیوں میں چور ہو کر کشتوں میں پڑے تھے۔ انھوں نے لوگوں کو کہتے سنا کہ حسین رضی اللہ عنہ قتل

ہو گئے۔ ذرا چونکے تو دیکھا کہ تلوار تو ان کی کوئی لے گیا ہے مگر ایک چھری ان کے پاس موجود ہے اسی چھری سے کچھ دیر تک وہ لڑتے رہے۔ آخر عروہ بن بطار تغلبی اور زید بن رقاد جنبی نے مل کر انہیں قتل کیا اور یہ سب کے آخر میں قتل ہوئے۔

علی اصغر بن حسین رضی اللہ عنہ:

حمید بن مسلم کہتا ہے میں علی اصغر بن حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ وہ فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور بیمار تھے۔ شمر اپنے ساتھ کے پیادوں کو لیے ہوئے ادھر آیا۔ وہ کہتے جاتے تھے کیا اسے قتل نہ کریں۔ میں نے کہا سبحان اللہ ہمیں یہ نہیں چاہیے کہ اطفال کو قتل کریں۔ یہ تو ابھی اطفال میں داخل ہیں۔ پھر جس کو میں ان کی طرف آتے دیکھتا تھا اسے ٹال دیتا تھا۔ آخر ابن سعد آیا۔ فوج کو ہدایت کی۔ اس نے کہا دیکھو عورتوں کے خیمہ میں ہرگز کوئی نہ جائے اور اس بیمار لڑکے سے کوئی تعرض نہ کرے۔ اور جس نے ان کا اسباب کچھ لوٹا ہو وہ واپس کر دے لیکن کسی نے کوئی چیز بھی واپس نہیں کی۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا اے شخص تجھے جزائے خیر ملے۔ تیرے کہنے سے واللہ مجھ پر سے آفت ٹل گئی۔

سنان بن انس:

لوگوں نے سنان بن انس سے کہا علی رضی اللہ عنہ کے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو تو نے قتل کیا عرب میں سب سے بڑے مرتبہ والے شخص کو جو اس ارادہ سے آیا تھا کہ ان لوگوں کی سلطنت کو زائل کر دے تو نے قتل کیا۔ امیروں کے پاس جا اور صلہ ان سے مانگ۔ اگر وہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے صلہ میں اپنے خزانے تجھے عطا کر دیں تو بھی وہ کم ہیں۔ سنان یہ سن کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ تھا بڑا دلیر اور شعر بھی کہتا تھا اور کچھ اسے سنک بھی تھی۔ وہ ابن سعد کے سراپردہ کی طرف آیا۔ دروازہ پر کھڑا ہوا۔ اور پکار پکار کر یہ دو شعر پڑھے:

میرے اونٹوں کو چاندی سونے سے لدوا دے
میں نے بادشاہ بلند مرتبہ کو قتل کیا
جو شخص ماں باپ کی طرف سے بہترین خلق ہے
اور نسب میں سب سے بہتر ہے میں نے اسے قتل کیا

ابن سعد نے کہا میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تو دیوانہ ہے۔ کبھی تو ہوش میں آیا ہی نہیں۔ اسے میرے پاس کوئی لے آئے۔ جب اسے ابن سعد کے سامنے لے کر گئے تو اس نے ایک لکڑی اسے ماری اور کہا۔ او! دیوانے یہ کلمہ تو زبان سے نکالتا ہے۔ واللہ اگر ابن زیاد سنتا' تیری گردن مارتا۔

عقبہ بن سمعان اور مرقع بن ثمامہ:

پھر ابن سعد نے عقبہ بن سمعان کو گرفتار کیا۔ یہ شخص رباب بنت امراء القیس کلبیہ کا غلام آزاد تھا اور رباب سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ ابن سعد نے اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں ایک زرخرید غلام ہوں۔ یہ سن کر ابن سعد نے اسے چھوڑ دیا۔ بس اس کے سوا ان لوگوں میں سے کوئی نہیں بچا۔ ہاں مرقع بن ثمامہ اسدی نے جس وقت اپنے تیر بکھرا دیئے تھے اور دونوں زانوں ٹیک کر تیر افگنی کر رہا تھا کہ اس کے پاس کچھ لوگ اس کے خاندان کے آئے اس نے کہا تو ہمارے ساتھ آ۔ تیرے لیے امان ہے یہ ان کے ساتھ ہو گیا جب ابن زیاد کے پاس ان لوگوں کو لے کر ابن سعد گیا اور سب حال اس شخص کا بیان کیا تو ابن زیاد

نے اس شخص کو موضع زراہ کی طرف شہر بدر کر دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم کی پامالی:

اس کے بعد ابن سعد نے اپنے ساتھ والوں میں یہ منادی کی کون کون لوگ اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کریں گے۔ یہ سن کر دس شخص نکلے ان میں اسحٰق بن حیوۂ حضرمی بھی تھا جس نے آپ کا قمیص اتار لیا تھا۔ اور آخر مبروص ہوگیا تھا اور ان لوگوں میں اخنش بن مرثد حضرمی بھی تھا یہ دسوں سوار آئے اور اپنے گھوڑوں سے حسین رضی اللہ عنہ کو پامال کیا۔ اس طرح کہ ان کے سینہ و پشت کو چور چور کر دیا۔ اس کے بعد ہی اخنش کو ایک تیر کہیں سے آ کے لگا۔ وہ ابھی میدان قتال میں موجود تھا تیر اس کے قلب پر پڑا وہ مر گیا۔

شہدائے کربلا:

حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں بہتر شخص قتل ہوئے۔ ان کے قتل ہونے کے ایک دن بعد مقام غاضریہ میں جو بنی اسد کے لوگ رہتے تھے انھوں نے مل کر ان لوگوں کو دفن کیا ابن سعد کے اصحاب میں سے اٹھاسی شخص قتل ہوئے۔ اور زخمی ان کے علاوہ تھے۔ ابن سعد نے اپنے اصحاب کی لاشوں پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔

سر حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کوفہ:

حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہوتے ہی ان کے سر کو اسی دن خولی کے ہاتھ حمید بن مسلم کو ساتھ کر کے ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا تھا۔ خولی سر کو لیے ہوئے ابن زیاد کے قصر کی طرف آیا۔ قصر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہ اپنے گھر چلا آیا۔ سر کو ایک لگن کے نیچے ڈھانک کر رکھ دیا۔ اس کی دو عورتیں تھیں ایک بنی اسد میں کی اور ایک حضرمی تھی اس کا نام نوار تھا۔ یہ رات اسی کے پاس رہنے کی تھی۔ جب وہ فرش خواب پر آیا تو نوار نے پوچھا کیا خبر ہے تو کیا لے کر آیا ہے۔ اس نے کہا تمام دنیا کی دولت تیرے پاس لے کر آیا ہوں۔ تیرے خیمہ میں حسین رضی اللہ عنہ کا سر لے کر آیا ہوں۔ نوار نے کہا تف ہے تجھ پر۔ لوگ سونا چاندی لے کر آئے اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کا سر لایا ہے۔ واللہ میں اور تو دونوں ایک خیمہ میں اب کبھی نہ رہیں گے نوار یہ کہہ کر بستر سے اٹھی اور سیدھی اسی گھر میں گئی۔ جہاں آپ کا سر رکھا ہوا تھا۔ اب اس نے زن اسدیہ کو بلا لیا۔ نوار بیٹھی ہوئی سر کو دیکھ رہی تھی وہ کہتی ہے۔ واللہ آسمان سے ایک نور کا عمود اس لگن تک تھا۔ میں برابر دیکھتی رہی اور سفید سفید پرندے اس کے گرد اگرد اڑ رہے تھے۔ صبح ہوئی تو وہ سر کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

اہل بیت کی روانگی کوفہ:

ابن سعد نے اس دن وہیں مقام کیا دوسرے دن صبح کو حمید بن بکیر کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی منادی کر دے وہ اپنے ساتھ آپ کی بیٹیوں کو اور بہنوں اور بچوں کو سوار کر کے لے چلا اور علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیمار تھے۔ یہ بیبیاں جب آپ کی لاش اور آپ کے عزیزوں اور فرزندوں کی لاشوں کی طرف سے گذریں تو آہ و نالہ کرنے لگیں۔ اور منہ پیٹنے لگیں۔ قرہ بن قیس تمیمی کہتا ہے میں گھوڑا بڑھا کر قریب گیا ان عورتوں کو میں نے دیکھا۔ میں نے ایسی عورتیں کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ واللہ آہوان صحرائی سے بڑھ کر حسین تھیں۔ مجھے خوب یاد ہے۔ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کبھی نہیں بھولوں گا۔ جس وقت اپنے بھائی کی لاش پر پہنچیں تو کہتی تھیں وامحمداہ وامحمداہ ملائکہ آسمان کی صلوات آپ پر ہو۔ حسین رضی اللہ عنہ میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ خون میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہیں یا محمداہ آپ کی بیٹیاں بندی جاتی ہیں۔ آپ کی ذریت قتل کی گئی۔ ہوا ان کی لاش پر خاک ڈال

رہی ہے۔ یہ سن کر واللہ دوست دشمن سب رو دیئے۔ پھر باقی لاشوں کے سر جدا کیے گئے۔ شمر اور قیس بن اشعث وعمرو حجاج کے ساتھ بہتر سر روانہ کیے گئے۔ ان لوگوں نے ان سروں کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔

سر حسین رضی اللہ عنہ سے ابن زیاد کی گستاخی:

حمید بن مسلم کہتا ہے ابن سعد نے مجھے بلا کر اپنے اہل وعیال کے پاس بھیجا کہ ان کو خوش خبری سناؤں کہ اللہ نے اسے فتح دی اور عافیت سے گذری۔ میں جا کر سب کو اطلاع کر آیا۔ واپس آیا تو دیکھا ابن زیاد لوگوں سے ملنے کو دربار میں بیٹھا ہے اور تہنیت دینے کو لوگ آ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی اس نے اندر بلا لیا اور سب کو بھی اذن دیا۔ اندر جانے والوں کے ساتھ میں بھی چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر اس کے سامنے رکھا ہے۔ ان کے دانتوں کو ایک ساعت تک وہ چھڑی سے کھٹکھٹا تا رہا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ وہ چھڑی سے کھٹکھٹانا نہیں موقوف کرتا تو کہا۔ ان دانتوں پر سے ہٹا' اس چھڑی کو' اس وحدہ لاشریک کی قسم ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ اپنے ہونٹ ان دانتوں پر رکھ کر پیار کرتے تھے۔ یہ کہا اور وہ پیر مرد پھوٹ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھے رلائے اگر تو پیر فرتوت نہ ہوتا جس کی عقل جاتی رہی ہے تو واللہ میں تیری گردن مارتا۔ زید رضی اللہ عنہ یہ سن کر وہاں سے اٹھے اور چلے گئے ان کے چلے جانے کے بعد لوگوں میں اس بات کا چرچا ہو رہا تھا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے واللہ ایسی بات کہی کہ ابن زیاد سن پاتا تو انہیں قتل کرتا۔ حمید نے پوچھا کیا بات انھوں نے کہی۔ کہا وہ ادھر سے یہ کہتے ہوئے گذرے: مَـلَّكَ عَبُـدٌ عَبُدًا فَـاتَّـخَـذَهُـمُ تُلُدًا. غلام نے غلام کو حاکم بنا دیا۔ اس نے تمام بندگان خدا کو اپنا خانہ زاد بنا لیا۔ آج سے اے قوم عرب تم سب غلام ہو گئے۔ تم نے فرزند فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قتل کیا اور پسر مرجانہ کو اپنا حاکم بنا لیا کہ وہ نیک لوگوں کو تم میں سے چن چن کر قتل کر رہا ہے اور شریر لوگوں کو غلام بنا رہا ہے۔ تم نے ذلت کو گوارا کر لیا۔ جس نے ذلت کو گوارا کر لیا خدا مارے اس کو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے ساتھ ان کے اہل وعیال' ان کی بہنیں سب کے سب ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔ زینب رضی اللہ عنہا بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ذلیل سا لباس پہن لیا تھا۔ ہئیات اپنی بدل دی تھی۔ کنیزیں آپ کو گھیرے ہوئے تھیں۔ جب داخل ہوئیں تو آپ بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا یہ جو بیٹھی ہوئی ہے کون عورت ہے؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے تین دفعہ پوچھا اور آپ نے ہر دفعہ جواب نہیں دیا۔ اب کے آپ کی کسی کنیز نے کہا کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابن زیاد نے کہا شکر ہے خدا کا جس نے تم لوگوں کو رسوا کیا قتل کیا' تمہاری کہانیوں کو جھوٹا کر دیا۔ آپ نے جواب دیا۔ شکر ہے خدا کا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے ہم کو عزت دی ہم کو طیب وطاہر کیا۔ تو نے کہا جو ایسا نہیں ہے۔ رسوا وہ ہوتا ہے۔ جھوٹا وہ ہوتا ہے۔ جو فاسق وفاجر ہو۔ ابن زیاد نے کہا تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے خاندان والوں سے خدا نے کیا سلوک کیا۔ کہا ان کے مقدر میں قتل ہونا تھا وہ اپنی قتل گاہ کی طرف چلے آئے اب تو بھی اور وہ لوگ بھی خدا کے سامنے جائیں گے۔ وہیں تم لوگ اپنے اپنے نزاع وخصومت کو پیش کرو گے۔ یہ سن کر ابن زیاد غضبناک اور برافروختہ ہو گیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ابن زیاد:

عمرو بن حریث نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے۔ یہ ایک عورت ہیں۔ کیا عورت کی کسی بات کا مواخذہ ہو سکتا ہے۔ کسی بات کا یا

سخت زبانی کا عورت سے تو مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ آپ سے مخاطب ہو کر ابن زیاد نے کہا: تمہارے خاندان کے سرکشوں اور نافرمانوں کی طرف سے خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہ سن کر آپ رونے لگیں پھر کہا' بخدا مردوں کو تو نے قتل کیا۔ خاندان کو میرے تو نے تباہ کر دیا۔ شاخوں کو تو نے قطع کیا۔ جڑ کو اکھاڑ ڈالا۔ اگر اسی سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا تھا تو بے شک تو نے ٹھنڈا کر لیا۔ کہنے لگا یہ عورت بڑی دلیر ہے۔ تمہارے باپ بھی تو شاعر اور بڑے دلیر تھے۔ آپ نے کہا عورت کو دلیری سے کیا واسطہ۔ میں کیا دلیری کروں گی جو منہ میں آ گیا وہ میں نے کہہ دیا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم:

حمید بن مسلم کہتا ہے علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو جب ابن زیاد کے سامنے لائے ہیں۔ میں اس کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہا میں علی بن الحسین رضی اللہ عنہ ہوں۔ کہا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو خدا نے کیا قتل نہیں کیا؟ آپ نے جواب نہیں دیا کہنے لگا جواب کیوں نہ دیتے۔ آپ نے کہا میرے بھائی بھی علی بن حسین رضی اللہ عنہ کہلاتے تھے۔ انہیں لوگوں نے قتل کیا۔ کہنے لگا نہیں خدا نے انہیں قتل کیا۔ آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ کہنے لگے جواب کیوں نہیں دیتے آپ نے کہا: جن کی موت کا وقت آتا ہے خدا ہی ان کو وفات دیتا ہے۔ بے حکم خدا کے کوئی شخص مر نہیں سکتا۔ ابن زیاد نے کہا واللہ تم بھی انہیں لوگوں میں ہو۔ ذرا دیکھنا یہ بالغ ہیں۔ واللہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ مردوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ مری بن معاذ نے آپ کو برہنہ کر کے دیکھا اور کہا کہ بالغ ہیں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شدید مخالفت:

اس پر علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا ان عورتوں کی حفاظت کے لیے تم کس کو مقرر کرو گے۔ ان کی پھوپھی زینب رضی اللہ عنہا ان سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں اے ابن زیاد ہم لوگوں پر جو مصیبت گذر چکی اس پر بس کر۔ کیا ہم لوگوں کا خون بہانے سے ابھی تجھے سیری نہیں ہوئی۔ کیا ہم میں سے کسی کو تو نے باقی رکھا ہے۔ یہ کہہ بھتیجے کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور کہا اے ابن زیاد میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مومن ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے کہا اے ابن زیاد اگر تجھ میں اور ان لوگوں میں قرابت ہے تو کسی پرہیز گار شخص کو ان عورتوں کے ساتھ روانہ کرنا جو مسلمانوں کی طرح ان کے ساتھ رہے۔ ابن زیاد دیر تک ان بی بی کی طرف دیکھتا رہا پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اس خون کے جوش پر تعجب ہوتا ہے۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو یہ آرزو ہے کہ اس لڑکے کو اگر میں قتل کر دوں تو اس کے ساتھ ان کو بھی قتل کروں۔ اچھا لڑکے کو چھوڑ دو۔ جاؤ اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ تمہیں جاؤ۔

مسجد کوفہ میں اعلان فتح:

ابن زیاد جب قصر میں داخل ہوا اور سب لوگ بھی آئے تو الصلاۃ جامعۃ کی ندا ہوئی۔ یعنی نماز کے بعد دربار عام ہوگا۔ غرض بڑی مسجد میں لوگ جمع ہو گئے۔ ابن زیاد منبر پر گیا اور کہا شکر ہے خدا کا۔ جس نے حق کو اہل حق کو قوی کیا۔ اور امیر المومنین یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی اور ان کے گروہ والوں کی نصرت کی اور کذاب بن کذاب حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اور ان کے گروہ کے لوگوں کو قتل کیا۔

عبداللہ بن عفیف ازدی:

ابن زیاد ابھی اس گفتگو سے فارغ نہ ہونے پایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف ازدی اٹھ کر اس کی طرف دوڑے۔ یہ شخص علی کرم اللہ وجہہ کے گروہ کے ساتھ بائیں آنکھ ان کی جنگ جمل میں جاتی رہی تھی جب کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی میں شریک تھے۔ جنگ صفین میں ایک ضرب ان کے سر پر پڑی تھی اور ایک ضرب بھوں پر لگی تھی۔ اس کے صدمہ سے دوسری آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ جب سے بڑی مسجد سے یہ نکلتے ہی نہ تھے۔ رات تک وہیں نمازیں پڑھتے رہتے تھے۔ اس کے بعد واپس آتے تھے۔

ابن عفیف ازدی کی شہادت:

ابن زیاد کا یہ کلمہ سن کر انہوں نے کہا ''او پسر مرجانہ کذاب ابن کذاب تو اور تیرا باپ اور جس نے تجھے حاکم بنایا وہ اس کا باپ او پسر مرجانہ تم لوگ پیغمبروں کے فرزندوں کو قتل کرتے ہو اور راست بازوں کا سا قول منہ سے کہہ ڈالتے ہو''۔ ابن زیاد نے کہا لاؤ تو اسے میرے پاس۔ سپاہیوں نے ان پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا۔ عبداللہ بن عفیف ازدی نے یا مبرور کہہ کر ندا کی یہ کلمہ ازدیوں کا شعار تھا۔ عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھے تھے انہوں نے کہا تمہارا بھلا نہ ہو تم نے اپنے کو بھی تباہ کیا اور اپنی قوم کو بھی تباہ کیا۔ کوفہ میں اس وقت سات سو ازدی صلحشور موجود تھے۔ چند شخص ان میں سے عبداللہ بن عفیف کی طرف دوڑے ان کو چھڑا لائے۔ انہیں ان کے گھر میں پہنچا آئے اس کے بعد ابن زیاد نے کچھ لوگ بھیج کر انہیں بلوایا اور قتل کیا اور حکم دیا کہ زمین شور پر ان کی لاش دار پر چڑھا دی جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔

سر حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تشہیر:

پھر ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کا سر کوفہ میں نصب کر دیا اور تمام شہر میں تشہیر بھی کیا گیا۔ اس کے بعد زحر بن قیس کے ساتھ حسین رضی اللہ عنہ ان کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کر دیا۔ زحر بن قیس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابوظبیان ازدی بھی تھے۔ یہ لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور شام میں پہنچے۔ زحر جب یزید کے سامنے گیا تو یزید نے کہا۔ ارے وہاں کیا ہو رہا ہے اور تو کیا خبر لے کر آیا ہے۔

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ پر یزید کا اظہارِ تاسف:

زحر نے کہا ''اے امیر المومنین خدا کے فضل سے فتح و نصرت تجھے مبارک ہو۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہمارے مقابلہ میں اٹھارہ شخص اپنے اہل بیت میں سے اور ساٹھ آدمی اپنے شیعوں میں سے لے کر وارد ہوئے تھے' ہم لوگ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا یا تو اطاعت اختیار کریں اور امیر ابن زیاد کے حکم پر گردن جھکا دیں۔ یا قتال پر آمادہ ہو جائیں۔ انھوں نے اطاعت کرنے سے جنگ کرنے کو بہتر خیال کیا۔ ہم نے آفتاب نکلتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ جب ہماری تلواریں ان کے سروں تک پہنچ گئیں۔ تو بھاگنے لگے اور پناہ نہ ملتی تھی۔ ٹیلوں پر اور غاروں پر ہم سے اس طرح وہ جان بچاتے پھرتے تھے۔ جیسے کبوتر شاہین سے چھپتے پھرتے ہیں۔ امیر المومنین واللہ جتنی دیر میں اونٹ کو صاف کرتے ہیں۔ یا قیلولہ میں جتنی دیر کے لیے آنکھ جھپک جاتی ہے۔ بس اتنی دیر میں ہی سب سے آخر شخص کو ان میں سے ہم قتل کر چکے تھے۔ اب ان کی لاشیں برہنہ پڑی ہیں۔ ان کے پیراہن خون آلود ہیں۔ ان کے رخسار گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں۔ دھوپ انہیں پگھلائے دیتی ہے۔ ہوا انہیں گرد برد کر رہی ہے

ایک سنسان بیان میں شاہین اور گدھ ان پر اتر رہے ہیں''۔ یہ سن کر یزید آب دیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔ میں تمہاری اطاعت سے جب خوش ہوتا کہ تم نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کیا ہوتا۔ خدا لعنت کرے پسر سمیہ پر۔ سنو واللہ اگر حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ان کو معاف ہی کر دیتا۔ خدا حسین رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ یزید نے زحر کو صلہ کچھ بھی نہ دیا۔

اہل بیت کی روانگی کوفہ:

ابن زیاد نے مستورات و اطفال حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بھی حکم دیا ان کی روانگی کا بھی سامان کیا گیا۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے لیے حکم دیا کہ پاؤں سے گلے تک زنجیر میں جکڑ دیئے جائیں اور محضر بن ثعلبہ عائذی اور شمر کو ساتھ کر کے ان کو روانہ کیا۔ یہ دونوں سب کو لیے ہوئے یزید کے پاس پہنچے راستہ میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کبھی کوئی بات نہیں کی۔ یزید کے دروازہ پر جب پہنچے تو محضر نے پکار کر کہا۔ محضر بن ثعلبہ ان ملامت زدہ بدکاروں کو لے کر امیر المومنین کے پاس حاضر ہوا ہے یزید نے جواب دیا کہ محضر کی ماں نے جس بچہ کو جنا ہے بس وہی ملامت زدہ اور سب سے بدتر ہے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر یحییٰ بن حکم کے اشعار:

یزید کے سامنے جب حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت و انصار کے سر رکھے گئے تو اس نے وہ شعر پڑھا (جو اوپر گذرا) اور کہا اے حسین رضی اللہ عنہ واللہ اگر تمہارا معاملہ میرے ہاتھ پڑتا تو میں تم کو قتل نہ کرتا۔ مروان کا بھائی یحییٰ بن حکم اس وقت یزید کے پاس موجود تھا۔ اس نے یہ شعر پڑھے۔

لَهَامٌ يِجَنْبِ الطَّفِّ اَدْنٰی قَرَابَةً مِنِ ابْنِ زِيَادِ الْعَبْدِ ذِیْ الْحَسَبِ الْوَغِلِ

سُمَيَّةُ اَمْسٰی نَسْلُهَا عَدَدَالْحَصٰی وَ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهَا نَسْلُ

ترجمہ: ''یعنی ایک لشکر کا لشکر ابن زیاد کے قرابت داروں کا جو کہ خاندان کا کمینہ ہے صحرائے طف کے قریب موجود ہے۔ سمیہ کی نسل تو شمار میں سنگ ریزوں کے برابر ہو گئی اور بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل باقی نہ رہی''۔

یزید نے جو یہ سنا تو یحییٰ کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا خاموش۔

اہل بیت کی دربار یزید میں طلبی:

یزید نے جلوس کیا اور بزرگانِ شام کو بلا کر اپنے گرد اگرد بٹھایا۔ پھر علی بن حسین رضی اللہ عنہ و اطفال حسین رضی اللہ عنہ و مستورات کو بلا بھیجا۔ یزید کے دربار میں ان لوگوں کا داخلہ ہوا اور سب لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کہنے لگا: تمہارے باپ نے مجھ سے قرابت کو قطع کیا اور میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا۔ دیکھو خدا نے ان سے کیا سلوک کیا۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا. یعنی نہ روئے زمین پر نہ تم لوگوں پر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس نوشتہ میں نہ ہو جو پیدائش عالم کے پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ یزید نے اپنے بیٹے خالد کو کہا ان کی بات کو رد کر دے۔ خالد کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی جس سے رد کر سکے۔ یزید نے اس سے کہا تم کہو مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ. یعنی تم پر جو مصیبت آئی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں تمہارے اعمال کے سبب سے آئی ہے اور بہت سی خطائیں معاف بھی کر دیتا ہے۔ یزید یہ کہہ کر خاموش ہو رہا پھر مستورات کو اور اطفال کو بلوایا یہ سب لوگ

سامنے لا کر بٹھائے گئے۔ یزید نے دیکھا کہ سب لوگ بہت ہی برے حال سے ہیں کہنے لگا خدا برا کرے پسر مرجانہ کا اگر اس میں اور تم لوگوں میں برداری وقرابت ہوتی تو تم سے یہ سلوک نہ کرتا اور اس حالت سے تم کو نہ بھیجتا۔

فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں جب ہم لوگ یزید کے سامنے لے جا کے بٹھائے گئے تو اسے ترس آ گیا۔ اور ہمارے باب میں کسی چیز کا اس نے حکم دیا اور مہربان ہم پر ہوا۔ اس وقت ایک سرخ رنگ آدمی اہل شام سے یزید کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے امیر المومنین اس عورت کو (یعنی میں) مجھے دے دیجیے۔ میں اس زمانہ میں کمسن تھی اور صورت دار تھی۔ میرے تن بدن میں تھرتھری پڑ گئی میں ڈر گئی۔ مجھے بدگمانی ہوئی کہ یہ بات ان کے مذہب میں جائز ہو گی۔ میں نے اپنی بڑی بہن زینب رضی اللہ عنہا کا آنچل پکڑ لیا۔ وہ مجھ سے زیادہ عقل رکھتی تھیں۔ جانتی تھیں کہ ایسا ہو نہیں سکتا وہ بول اٹھیں ''جھک مارا تو نے او بے ہودہ بدکار تیری یہ مجال ہے نہ یزید کی''۔ یزید کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگا واللہ تم نے غلط کہا۔ مجھے یہ اختیار ہے میں کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا نے یہ اختیار تجھے نہیں دیا۔ ہاں! اگر ہمارے مذہب سے تو نکل جائے اور ہمارے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے۔ یزید غضب ناک ہو گیا برہم ہو کر کہنے لگا تو مجھ سے یہ گفتگو کرتی ہے۔ دین سے تیرے باپ نکل گئے کہا: خدا کے اور میرے باپ بھائی کے دین سے اور میرے جد کے دین سے تو نے تیرے باپ نے تیرے جد نے ہدایت پائی۔ یزید نے کہا او دشمن خدا تو جھوٹ کہہ رہی ہے۔ کہا تو حاکم ہے غالب ہے' ناحق سخت زبانی کرتا ہے اپنی حکومت سے دباتا ہے۔ اب تو یزید کو واللہ حیا آ گئی چپ ہو رہا۔ شامی نے پھر وہی کلمہ کہا امیر المومنین یہ کنیز مجھے دے ڈالیے۔ یزید نے کہا دور ہو خدا تجھے موت دے کر تیرا فیصلہ کر دے۔

شاہی حرم میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم:

یزید نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا اے نعمان رضی اللہ عنہ! ان لوگوں کی روانگی کا سامان جیسا مناسب ہو' کر دو۔ اور ان کے ساتھ اہل شام میں کسی ایسے شخص کو بھیجو جو امانت دار نیک کردار ہو اور اس کے ساتھ سوار ہوں اور خدام ہوں کہ ان سب کو مدینہ پہنچا دے بعد اس کے مستورات کے لیے حکم دیا کہ علیحدہ مکان میں اتاری جائیں۔ جہاں ضرورت کی چیزیں سب موجود ہوں اور ان کے بھائی علی بن حسین رضی اللہ عنہ اسی مکان میں رہیں جس میں وہ سب لوگ ابھی تک تھے' غرض یہ سب لوگ جب اس گھر سے یزید کے گھر میں گئے تو آل معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کوئی عورت ایسی نہ ہو گی۔ جو حسین رضی اللہ عنہ کے لیے روتی ہوئی نوحہ زاری کرتی ہوئی ان کے پاس نہ آئی ہو۔ غرض سب نے صف ماتم وہاں بچھائی۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک:

یزید صبح و شام کھانے کے وقت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ کو بھی بلایا وہ بہت کم سن تھے۔ یزید نے ان سے کہا اس جوان سے یعنی خالد سے لڑتے ہو۔ ابن حسن نے کہا یوں نہیں لڑتا ایک چھری میرے ہاتھ میں دو اور ایک خالد کے ہاتھ میں پھر میں لڑوں گا۔ یزید نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور کہا وہ طینت کہاں جائے گی۔ سانپ کا بچہ سنپولیا ہی ہوتا ہے۔

سانحہ کربلا پر یزید کا اظہار افسوس:

جب ان لوگوں نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو یزید نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا' خدا پسر مرجانہ پر لعنت

کرے واللہ اگر حسین رضی اللہ عنہ میرے پاس آتے۔ جس بات کے مجھ سے وہ خواستگار ہوتے وہی میں کرتا۔ ان کو ہلاک ہونے سے جس طرح بن پڑتا میں بچالیتا اگرچہ اس میں میری اولاد میں سے کوئی تلف ہو جاتا تو ہو جاتا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا تمہیں جس بات کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا میرے پاس لکھ کر بھیج دینا۔ پھر یزید نے سب کو کپڑے دیئے اور اس بدرقہ سے ان لوگوں کے باب میں تاکید کر دی۔

اہل بیت کی روانگی حجاز:

یہ شخص جو بدرقہ راہ تھا سب کے ساتھ روانہ ہوا رات بھر قافلہ کے ساتھ ساتھ اس طرح رہتا تھا کہ سارا قافلہ اس کی نگاہ کے سامنے رہے آگے آگے چلے جب یہ لوگ اترتے تھے تو کنارہ ہو جاتا تھا۔ خود بھی اور اس کے ساتھ والے بھی ہر سمت میں قافلہ کے گرداگرد پھیل جاتے تھے جو طریقہ کہ پاسبانوں کا ہوتا ہے اور خود اس طرح علیحدہ سب سے اترتا تھا کہ اگر کوئی شخص وضو کرنے کو یا قضائے حاجت کے لیے جائے تو اسے کچھ زحمت نہ ہو۔ اسی طرح سے ان لوگوں کو راہ میں راحت پہنچاتا ہوا ان کی ضرورتوں کو پوچھتا ہوا ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوا مدینہ میں سب کو لے کر داخل ہوا۔

فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن زینب رضی اللہ عنہا سے کہا: پیاری بہن یہ مرد شامی ہمارے ساتھ سفر میں بہت خوبیوں سے پیش آیا اسے کچھ انعام دیجیے کہا واللہ میرے پاس اپنے زیور کے سوا کچھ بھی نہیں جو اسے انعام میں دوں فاطمہ نے کہا اچھا ہم دونوں اپنا گہنا اسے انعام میں دیں گے۔ غرض دونوں بیبیوں نے اپنے اپنے کنگن اتار کر بدرقہ کے پاس بھیجے اس سے عذر کے ساتھ یہ کہلا بھیجا' کہ راستہ میں جس خوبی سے تم ہم سے پیش آئے یہ اس کا صلہ ہے اس نے کہا میں نے جو کچھ خدمت کی ہے۔ اگر طمع دنیا میں کی ہوتی تو آپ کے اس زیور سے بلکہ اس سے بھی کم میں میں خوش ہو جاتا لیکن واللہ میں نے جو خدمت کی ہے وہ خوشنودی خدا کے لیے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قرابت آپ کو ہے۔ اس کے خیال سے کی ہے۔

زندان خانہ میں رقعہ:

ایک روایت یہ ہے کہ امرائے کربلا ابن زیاد کے پاس پہنچے ہیں اور کوفہ میں ابھی قید ہیں کہ زندان میں ایک رقعہ پتھر میں لپٹا ہوا آ کر ملا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ تم لوگوں کے باب میں یزید سے حکم لینے کے لیے یہاں سے فلاں تاریخ قاصد روانہ ہوا ہے اتنے دنوں میں وہ آئے گا۔ فلاں تاریخ تک یہاں پہنچے گا اگر تم لوگ اللہ اکبر کی آواز سننا تو یقین کر لینا کہ تمہارے قتل کا حکم آیا ہے اگر تکبیر کی آواز سننا تو سمجھنا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ امان ہے۔ ابھی قاصد کے پہنچنے میں دو تین دن باقی تھے۔ کہ قید خانہ میں آ کر ایک پتھر گرا اس میں ایک رقعہ اور استرہ لپٹا ہوا تھا۔ رقعہ میں تھا کہ تم لوگوں کو جو وصیت یا عہد کرنا ہو کر لو۔ فلاں تاریخ تک قاصد آ جائے گا۔ قاصد آیا اور تکبیر کی آواز نہ آئی۔ وہ یہ حکم لے کر آیا کہ قیدیوں کو میرے پاس روانہ کر دے۔ ابن زیاد نے سروں کو اور قیدیوں کو یزید کے پاس روانہ کر دیا۔

یزید کا اعتراف:

حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو دیکھ کر یزید نے لوگوں سے کہا: جانتے ہو ان کا یہ انجام کیوں ہوا۔ یہ کہتے تھے کہ ان کے باپ علی رضی اللہ عنہ میرے باپ سے بہتر تھے ان کی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا میری ماں سے بہتر تھیں۔ ان کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جد سے بہتر تھے اور یہ خود

مجھ سے بہتر ہیں اور خلافت کا مجھ سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں اپنے باپ کو جو میرے باپ سے بہتر کہتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ میرے باپ نے ان کے باپ سے محاکمہ کیا۔ اور لوگ جانتے ہیں کہ کس کے حق میں حکم ہوا۔ اپنی ماں کو جو میری ماں سے وہ بہتر کہتے تھے تو اس میں شک نہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں سے بہتر ہیں۔ یہ کہنا ان کا کہ ان کے جد میرے جد سے بہتر تھے اس میں بھی شک نہیں جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اس کی نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل و نظیر کوئی نہیں ہو سکتا لیکن ان پر یہ بلا ان کی سمجھ کی طرف سے آئی۔ انہوں نے یہ آیت نہ پڑھی تھی:

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

''کہو (اے پیغمبرؐ) اے ملک کے مالک پروردگار تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور تو جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔ تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہی دست قدرت میں نیکی ہے۔ تو ہر شے پر قادر ہے''۔

اہل بیت سے یزید کا حسن سلوک:

اس کے بعد اہل حرم کا داخلہ دربار ہوا انہیں دیکھ کر یزید کے گھر کی عورتیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں اور سب گھر والے نالہ و فریاد کرنے لگے۔ فاطمہ بنت حسین جو سکینہ رضی اللہ عنہا سے سن میں بڑی تھیں کہنے لگیں' اے یزید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں' اور بندی بنیں؟ یزید نے کہا اے بھتیجی مجھے یہ امر بہت ناگوار گذرا۔ کہا واللہ! ہم لوگوں کے پاس ایک چھلا بھی نہ رہنے دیا۔ جواب دیا۔ اے بھتیجی! جتنا مال تمہارا لٹ گیا ہے میں اس سے بڑھ کر تم کو دوں گا۔ پھر یہ سب لوگ یزید کے گھر میں لائے گئے۔ اس وقت یزید کے گھر کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان کے پاس آئی نہ ہو اور ماتم میں شریک نہ ہوئی ہو۔ اس کے بعد یزید نے کسی کو بھیج کر اہل حرم سے پوچھا کہ کیا کیا چیزیں ان سے لوٹ لی گئیں اور جس بی بی نے جو کچھ بتایا اس کا المضاعف یزید نے دیا۔ سکینہ کہا کرتی تھیں میں نے کسی افر کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا۔ اسیروں میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ بھی یزید کے سامنے لائے گئے تھے۔ یزید نے پوچھا علی تم کیا کہتے ہو آپ نے جواب دیا:

﴿ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾

''نہ تو روئے زمین پر نہ تم لوگوں پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس نوشتہ میں نہ ہو جو پیدائش عالم سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ خدا کے نزدیک تو یہ سہل سی بات ہے۔ یہ اس واسطے ہے کہ کسی چیز کے فوت ہونے کا غم نہ کرو اور کیس چیز کے مل جانے پر خوش نہ ہو جاؤ۔ اور اللہ کسی اترانے والے' فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا''۔

یزید نے جواب میں کہا:

''یعنی جو مصیبت آئی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں' تمہارے اعمال کے سبب سے آئی ہے۔ اور بہت سی خطائیں خدا

معاف بھی کر دیتا ہے''۔

اس کے بعد یزید نے ان لوگوں کی روانگی کا سامان کیا اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو کچھ مال دے کر مدینہ روانہ کر دیا۔

سرِ حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق دوسری روایت:

ایک روایت یہ ہے کہ اہل کوفہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر لے کر جب آئے تو مسجد دمشق میں داخل ہوئے مروان بن حکم نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے کیا کیا۔ کہا ان میں سے اٹھارہ شخص ہم لوگوں میں وارد ہوئے تھے۔ ہم نے سب کو قتل کیا۔ یہ ان کے سر ہیں اور اسیر عورتیں ہیں۔ یہ سنتے ہی مروان دوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کا بھائی یحییٰ بن حکم ان لوگوں کے پاس آ کر پوچھنے لگا کہ تم نے کیا کیا۔ انھوں نے مروان سے جو کہا تھا وہی کلمہ یحییٰ سے بھی کہہ دیا۔ یحییٰ نے کہا تم لوگ قیامت کے دن شفاعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہو چکے ہو۔ میں تو اب کسی امر میں کبھی تمہارا ساتھ نہ دوں گا۔ یحییٰ یہ کہہ کر اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔ یہ لوگ یزید کے پاس گئے اور اس کے سامنے حسین رضی اللہ عنہ کا سر رکھ دیا اور قصہ بیان کرنے لگے۔ ہند زوجہ یزید نے جو یہ قصہ سنا تو چادر اوڑھ کر باہر نکل پڑی۔ پوچھا اے امیر المومنین کیا یہ سر حسین رضی اللہ عنہ بن فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ یزید نے کہا: ہاں! یہ انہیں کا سر ہے۔ اے ہند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے فخر خاندان قریش حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نوحہ وزاری کر۔ ابن زیاد نے ان کے قتل کرنے میں بہت جلدی کی خدا اسے قتل کرے۔

یزید اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ:

اس کے بعد یزید نے لوگوں کو دربار میں آنے کا اذن دیا۔ لوگ داخل ہوئے کیا دیکھا کہ آپ کا سر یزید کے سامنے رکھا ہوا ہے' یزید کے ہاتھ میں چھڑی ہے وہ آپ کے دانت کو چھڑی سے چھیڑ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے ان کی اور میری وہ مثال ہے جو حصین بن حمام مری نے کہی ہے۔

يُفَلِّقْنَ هَامًا مِنْ رِجَالٍ اَحِبَّةٍ اِلَيْنَا وَ هُمْ كَانُوْا اَعَقَّ وَ اَظْلَمَا

ترجمہ: ''ہماری تلواریں اپنے ہی پیاروں کے سر اڑا دیتی ہیں۔ وہ بھی تو بڑے نافرمان اور بڑے ظالم تھے''۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا اے یزید تیری چھڑی اور حسین رضی اللہ عنہ کے دانت! ارے تیری چھڑی کس مقام پر ہے۔ میں نے اسی جگہ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چومتے تھے۔ سن رکھ قیامت کے دن تیرا حشر ابن زیاد کے ساتھ ہوگا اور حسین رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ دربار سے اٹھے ہوئے چلے گئے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں اطلاع:

ابن زیاد نے جب حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ان کا سر اس کے پاس آ چکا تو عبدالملک سلمی کو بلا کر حکم دیا کہ خود مدینہ جا اور عمرو بن سعید کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کا مژدہ پہنچا۔ عمرو بن سعید اس زمانہ میں امیر مدینہ تھا۔ عبدالملک نے اس حکم کو ٹالنا چاہا۔ ابن زیاد تو ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتا تھا۔ اسے جھڑک دیا کہا ابھی جا اور مدینہ تک خود کو پہنچا اور دیکھ تجھ سے پیشتر یہ خبر وہاں نہ پہنچنے پائے۔ کچھ دینار بھی اسے عطا کیے اور تاکید کی کہ سستی نہ کرنا۔ تیرا ناقہ اگر راہ میں رہ جائے تو دوسرا ناقہ مول لے لینا۔ عبدالملک مدینہ میں پہنچا تو قریش میں سے ایک شخص اس کو ملا۔ پوچھنے لگا کہ ''ما الخبر'' اس نے جواب دیا کہ خبر امیر سے کہنے کی ہے۔ یہ سن کر قرشی نے کہا: قتل الحسین' انا الله

و انا الیه راجعون۔ عبدالملک اب عمرو بن سعید کے پاس آیا۔ دیکھتے ہی اس نے پوچھا ''صادراءک'' وہاں کی کیا خبر لایا ہے۔ اس نے کہا آپ کے خوش ہونے کی خبر ہے۔ قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہما کہا: اس خبر کی منادی کر دے عبدالملک کہتا ہے میں نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کی ندا کر دی۔ اس کو سن کر زنان بنی ہاشم نے اپنے اپنے گھروں میں جیسا نوحہ و ماتم قتل حسین رضی اللہ عنہ پر کیا میں نے کبھی نہ سنا تھا۔ اس پر عمرو بن سعید نے ہنس کر یہ شعر عمرو بن سعدی کا پڑھا۔

عَجَّتْ[1] نِسَاءُ بَنِیْ زِیَادٍ عَجَّةً كَعَجِیْجِ نِسْوَتِنَا غَدَاةَ الْاَرْنَب

ترجمہ: ''یعنی ہماری عورتیں جنگ ارنب میں جس طرح روئی پیٹی تھیں آخر اسی طرح عبدالمدان والے بنی زیاد کی عورتیں بھی روئی پیٹیں''۔

عمرو بن سعید نے یہ شعر پڑھ کر کہا: ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل پر جو فریاد و زاری ہوئی تھی یہ نوحہ و ماتم اسی کے بدلہ میں ہے'' اس کے بعد عمرو بن سعید منبر پر گیا اور لوگوں سے قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر بیان کی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کا صبر و ایثار:

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کے قتل ہونے کی خبر جب پہنچی۔ تو ان کے بعض خدام اور سب لوگ پرسہ دینے کو ان کے پاس آئے۔ خدام میں ایک غلام آزادان کا شاید ابوالسلاس کہنے لگا۔ یہ مصیبت ہم پر حسین رضی اللہ عنہ نے ڈالی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر اسے جوتا کھینچ کر مارا۔ اور کہا او پسر لخنا د حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت ایسا کلمہ کہتا ہے۔ واللہ! اگر میں خود وہاں ہوتا تو ہرگز ان سے جدا نہ ہوتا۔ اور یہی چاہتا کہ ان کے ساتھ میں بھی قتل ہو جاؤں۔ واللہ وہ ایسے ہیں کہ ان دونوں فرزندوں کے عوض اپنی جان میں ان پر فدا کرتا۔ ان دونوں فرزندوں کی مصیبت کو میں مصیبت نہیں سمجھتا۔ انہوں نے میرے بھائی میرے ابن عم کے ساتھ ان کی رفاقت میں صبر و رضا کے ساتھ اپنی جان دی ہے۔ یہ کہہ کر اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا شکر ہے خداوند عالم کا جس نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کے غم و ماتم میں ہم کو مبتلا کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت میرے ہاتھ سے نہ ہوئی تو میرے فرزندوں سے تو ہوئی۔

ام لقمان بنت عقیل رضی اللہ عنہا کا نوحہ:

جب اہل مدینہ کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر پہنچی تو (ام لقمان) بنت عقیل رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کو ساتھ لیے ہوئے نکلیں۔ سر ان کا کھلا ہوا تھا چادر کو سنبھالتی جاتی تھیں۔ اور یہ کہہ رہی تھیں۔

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِیُّ لَكُمْ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَ اَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ

بِعِتْرَتِیْ وَ بِاهلی بعدِ مفتقدی مِنْهُمْ اَسَارٰی وَ مِنْهُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمِ

ترجمہ: ''لوگو! کیا جواب دو گے پیغمبر کو۔ جب وہ تم سے یہ بات پوچھیں گے کہ تم نے پیغمبر آخر الزماں کی امت ہو کہ میری عزت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا ان میں سے کچھ اسیر ہیں اور کچھ آلودہ خاک و خون''۔

---

[1] بنی زبید نے عبدالمدان والے بنی زیاد پر معرکہ ارنب میں فتح پائی تھی اور ان سے اپنا انتقام لیا تھا تو بنی زیاد کی عورتیں کشتوں کے لیے روئی تھیں ان کے رونے پر خوش ہو کر شاعر بنی زبید نے یہ شعر کہا تھا۔ ۱۲

16

حکمنامہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کی طلبی:

عمر بن سعد سے قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ابن زیاد نے کہا وہ رقعہ جو میں نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کے لیے تم کو لکھا تھا کہاں ہے ابن سعد نے کہا میں تیرا حکم بجا لانے میں مصروف رہا' رقعہ ضائع ہو گیا۔ کہا نہیں وہ رقعہ لاؤ۔ کہا جاتا رہا۔ کہا تجھے واللہ! وہ رقعہ مجھے دے دے۔ کہا وہ رقعہ واللہ اس لیے ڈال رکھا ہے' کہ مدینہ میں قریش کی بڑی بوڑھی بیبیوں کے سامنے معذرت کے طور پر پڑھا جائے گا۔ سن میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے باب میں ایسی خیر خواہی کے کلمے تجھ سے کہے کہ اگر اپنے باپ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہتا تو ان کا حق ادا کر دیتا۔ یہ سن کر ابن زیاد کا بھائی عثمان بن زیاد کہنے لگا۔ واللہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حسین رضی اللہ عنہ قاتل نہ ہوتے۔ چاہے اس میں بنی زیاد کی ناک پر نکیل چڑھا دی جاتی۔ عبید اللہ بن زیاد نے اس کلمہ کو سن کر کچھ برا نہیں مانا۔

جس روز حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے ہیں اسی دن صبح کو مدینہ میں یہ آواز آئی کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلو تم کو عذاب و رسوائی مبارک۔ تمام اہل آسمان ملائک و انبیاء تم پر دعائے بد کر رہے ہیں۔ تم پر داؤد موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام نے لعنت بھیجی ہے۔ عمرو بن عکرمہ کہتا ہے میں نے یہ آواز سنی اور عمرو بن خیر دم کلبی کہتا ہے کہ میرے باپ نے بھی یہ آواز سنی تھی۔

شہدائے بنی ہاشم:

حسین بن علی رضی اللہ عنہما جب قتل ہوئے تو ان کے اور ان کے عزیزوں کے اور انصار کے سر ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ بنی کندہ تیرہ سر لے کر آئے ان کا سردار قیس بن اشعث تھا بنی ہوازن بیس سر لائے ان کا سردار شمر ذی الجوشن تھا۔ بنی تمیم سترہ سر لائے۔ بنی اسد چھ سر' بنی مذحج سات باقی لشکر والے بھی ساتھ سر لائے' یہ سب ستر سر ہوئے۔

مقتولوں میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہیں ان کی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سنانی بن انس نے آپ کو قتل کیا اور خولی بن یزید آپ کا سر لے کر آیا۔

اور عباس بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کی ماں ام البنین ہیں آپ کو زید بن رقاد جہنی اور حکیم بن طفیل سنبسی نے قتل کیا۔

اور جعفر بن علی رضی اللہ عنہ:	ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔
اور عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ:	ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔
اور عثمان بن علی رضی اللہ عنہ:	ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔ خولی بن یزید نے تیر مار کر ان کو قتل کیا۔
اور محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:	ان کی ماں کنیز تھیں ان کو قبیلہ بنی ابان کے ایک شخص نے قتل کیا۔
اور ابو بکر بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہ:	ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود ہیں ان کے قتل ہونے میں بعض مؤرخین کو شک بھی ہے۔
اور علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما:	ان کی ماں لیلیٰ بنت ابو مرہ ہیں یہ میمونہ بنت ابوسفیان بن حرب کی بیٹی ہیں ان کو مرہ بن منقد عبدی نے قتل کیا۔
اور عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہ:	ان کی ماں رباب بنت امرؤ القیس ہیں۔ ان کو ہانی بن ثبیب حضرمی نے قتل کیا اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ کم سن سمجھے گئے قتل سے بچ گئے۔
اور ابو بکر بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما:	ان کی ماں ایک کنیز تھیں۔ ان کو عبداللہ بن عقبہ غنوی نے قتل کیا۔

اور عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ: ان کی ماں بھی کنیز تھیں ۔ان کو حرملہ بن کاہن نے تیر مار کر قتل کیا۔
اور قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ: ان کی ماں بھی کنیز تھیں ۔ان کو سعد بن عمرو ازدی نے قتل کیا۔
اور عون بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ: ان کی ماں جانہ بنت مسیّب تھیں ۔ان کو عبداللہ بن قطبہ بنہانی نے قتل کیا۔
اور محمد بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ: ان کی ماں خوصاء بنت خصفہ تھیں ان کو عامر بن نہشل تیمی نے قتل کیا۔
اور جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ: ان کی ماں ام البنین بنت شقر تھیں ان کو بشر بن رحوطہ ہمدانی نے قتل کیا۔
اور عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہ: ان کی ماں کنیز تھیں ۔ان کو عثمان بن خالد جہنی نے قتل کیا۔
اور عبداللہ بن عقیل رضی اللہ عنہ: ان کی ماں بھی کنیز تھیں ۔ان کو عمرو بن صبیح صدائی نے تیر مار کر قتل کیا۔
اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ: ان کی ماں بھی کنیز تھیں ۔ یہ کوفہ میں قتل ہوئے۔
اور عبداللہ بن مسلم: ان کی ماں رقیہ بنت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھیں رقیہ کی ماں کنیز تھیں ۔ان کو بھی عمرو بن صبیح صدائی نے قتل کیا بعض کہتے ہیں اسید بن مالک حضرمی نے انہیں قتل کیا۔
اور محمد بن ابی سعید بن عقیل رضی اللہ عنہ: ان کی ماں کنیز تھیں ان کو لقیط بن یاسر جہنی نے قتل کیا۔

حسن بن حسن رضی اللہ عنہ کم سن سمجھے گئے ۔ان کی ماں خولہ بنت منظور فزاری تھیں اور عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ بھی کم سن سمجھے گئے ان کی ماں کنیز تھیں ۔ یہ دونوں صاحبزادے قتل سے بچ گئے۔

آپ کے آزاد غلاموں میں سے سلیمان بھی قتل ہوئے ۔ان کو سلیمان بن عوف حضرمی نے قتل کیا۔اور مجح بھی دوسرے شخص ہیں یہ بھی آپ کے ساتھ قتل ہوئے۔

عبیداللہ بن حر:

قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ابن زیاد نے بندگان کوفہ میں عبیداللہ بن حر کو ڈھونڈا اور نہ پایا کچھ دنوں کے بعد ابن حر خود ہی ابن زیاد کے پاس آیا۔اس نے پوچھا اے ابن حر تم کہاں تھے ۔کہا میں بیمار تھا۔کہا دل کی بیماری تھی یا جسم کی ۔اس نے کہا دل تو میرا بیمار نہ تھا اور جسم کی بیماری سے حق تعالیٰ نے مجھے صحت عنایت فرمائی ۔ابن زیاد نے کہا تو جھوٹا ہے تو تو ہمارے دشمن کا شریک تھا کہا میں تیرے دشمن کے ساتھ ہوتا تو کوئی تو مجھے دیکھتا میرا شریک ہونا ایسا نہ تھا کہ چھپا رہتا۔اس کے بعد ابن زیاد کسی اور شخص کی طرف متوجہ ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ابن حر وہاں سے نکلا۔گھوڑے پر سوار ہوا تھا کہ ابن زیاد نے پوچھا ابن حر کہاں گیا۔لوگوں نے کہا ابھی باہر گیا ہے۔کہا اسے میرے پاس لاؤ۔اہل شرط دوڑے کہا امیر کے پاس چلو۔ابن حر نے گھوڑے کو دوڑا دیا اور کہا جا کر کہہ دو کہ واللہ خود سے تو کبھی میں تیرے پاس نہیں آنے کا۔ یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔احمر بن زیاد طائی کے گھر میں آ کر اترا۔ یہاں اس کے سب رفقاء اس کے پاس آ کر جمع ہوگئے۔

عبیداللہ بن حر کے اشعار:

یہاں سے روانہ ہو کر کربلا میں آیا۔اس نے اور اس کے رفیقوں نے شہداء کی زیارت کی اس کے بعد مدائن کی طرف نکل گیا۔اسی باب میں یہ اشعار اس نے کہے:

يَقُولُ اَمِيرٌ غَادِرٌ حَقَّ غَادِرٍ اَلَا كُنْتَ قَاتَلْتَ الْحُسَيْنَ بْنَ فَاطِمَةَ

ترجمہ: ''یہ امیر جوخود بھی دغا پیشہ جس کا باپ بھی دغا پیشہ ہے مجھ سے کہتا ہے کہ تم نے حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہا سے قتال کیوں نہیں کیا۔

فَيَا نَدَمِي اَلَّا اَكُونَ نَصَرْتُهُ اَلَا كُلُّ نَفْسٍ لَا تُسَدِّدُ نَادِمَه

ترجمہ: ہائے مجھے تو یہ ندامت ہے کہ ان کی نصرت میں نے کیوں نہیں کی۔ سچ ہے کہ جس نفس کی اصلاح نہ کی جائے اسے پشیمان ہونا پڑتا ہے۔

وَ اِنِّي لِاَنِّي لَمْ اَكُنْ مِنْ حُمَاتِهِ لَذُوْ حَسْرَةٍ مَا اِنْ تَفَارِقُ لَازِمَه

ترجمہ: اس سبب سے کہ میں ان کے انصار میں نہ تھا۔ مجھے حسرت رہے گی۔ حسرت بھی ایسی جو کبھی دل سے نہ نکلے گی ہمیشہ رہے گی۔

سَقَى اللّٰهُ اَرْوَاحَ الَّذِيْنَ تَآزَّرُوْا عَلَى نَصْرِهٖ سُقْيَا مِنَ الْغَيْثِ دَائِمَه

ترجمہ: خداوند تعالیٰ ان لوگوں کی روحوں کو باران رحمت سے سیراب کرے۔ جو ان کی نصرت پر کمر باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

وَقَفْتُ عَلَى اَجْدَاثِهِمْ وَ مَجَالِهِمْ فَكَادَ الْحَشٰى يَنْفَضُّ وَالْعَيْنُ سَاجِمَه

ترجمہ: ان کے مزاروں پر ان کی قتل گاہوں پر میں جا کر کھڑا ہوا تو کلیجہ پھٹنے لگا اور آنکھ سے آنسو امنڈ آئے۔

لَعَمْرِيْ لَقَدْ كَانُوْا مَصَالِيْتَ فِي الْوَغٰى سِرَاعًا اِلَى الْهَيْجَا حُمَاةً خَضَارِمَه

ترجمہ: قسم کھا کر کہوں گا کہ لوگ میدان دغا میں ثابت قدم تھے۔ نصرت کرنے کو دوڑ پڑتے تھے دریائے زخار تھے۔

تَاسَوْا عَلٰى نَصْرِ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّهِمْ بِاَسْيَافِهِمْ آسَادَ غِيْلٍ ضَرَاغِمَة

ترجمہ: اے پیغمبرؐ کے نواسے کی انھوں نے غم خواری کی۔ اپنی تلواروں سے ان کی نصرت کی۔ یہ شیر بیشہ تھے' ضرغام تھے۔

فَاِنْ يُقْتَلُوْا فَكُلُّ نَفْسٍ تَقِيَّةٍ عَلَى الْاَرْضِ قَدْ اَضْحَتْ لِذٰلِكَ وَاجِمَه

ترجمہ: وہ قتل تو ہو گئے لیکن روئے زمین پر کوئی نیک نفس ایسا نہ ہوگا۔ جو اس واقعہ سے غم وغصہ میں مبتلا نہ ہوا ہو۔

وَمَا اِنْ رَأَى الرَّاؤُوْنَ اَفْضَلَ مِنْهُمْ لَدَى الْمَوْتِ سَادَاتٍ وَ زُهْرًا قَمَاقِمَه

ترجمہ: کسی نے ایسے لوگ نہ دیکھے ہوں گے کہ مرنے کے وقت نورانی چہرے والے اور سادات و بزرگان دین سے ہوں۔

اَتَقْتُلُهُمْ ظُلْمًا وَ تَرْجُوْا وُدَادَنَا فَدَعْ خُطَّةً لَيْسَتْ لَنَا بِمُلَائِمَه

ترجمہ: تو انہیں ظلم و جور سے قتل کرے پھر ہم سے دوستی کی امید رکھے اس خیال کو چھوڑ۔ ہماری خصلت ایسی نہیں ہے۔

لَعُمْرِيْ لَقَدْ رَاغَمْتُمُوْنَا بِقَتْلِهِمْ فَكَمْ نَاقِمٍ مِنَّا عَلَيْكُمْ وَ نَاقِمَه

ترجمہ: میں قسم کھا کر کہوں گا ان کو قتل کر کے تم لوگوں نے ہم کو ذلیل کر دیا۔ ہمارے زن و مرد کے دلوں میں تمہاری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا ہے۔

اَهُمُّ مِرَارًا اَنْ اَسِيْرَ بِجَحْفَلٍ اِلٰى فِئَةٍ زَاغَتْ عَنِ الْحَقِّ ظَالِمَه

ترجمہ: میں بار بار قصد کرتا ہوں کہ ان ظالموں کے گروہ پر جنھوں نے حق کو چھوڑ دیا ہے ایک لشکر عظیم کے ساتھ حملہ کروں۔

فَكُفُّوا وَ اِلَّا ذُوْتُكُمْ فِيْ كَتَائِبِ اَشَدَّ عَلَيْكُمْ مِنْ زَحُوْفِ الدِّيَالِمَه

ترجمہ: بس بیٹھو نہیں تو ایسے لشکر کو لے کر تم کو منتشر کر دوں گا جس کا حملہ تمہارے لیے دیالمہ کے حملوں سے بھی شدید تر ہوگا''۔

ابو بلال مرداس کا خروج:

اسی سال ابو بلال مرداس قتل ہوا۔ یہ ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ اس نے کیوں خروج کیا تھا اور ابن زیاد نے اس کے مقابلہ میں دو ہزار سپاہ کے ساتھ اسلم بن زرعہ کو روانہ کیا تھا۔ اور اسلم نے اور اس کے لشکر نے ابو بلال سے شکست کھائی تھی۔ شکست کی خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے عباد بن اخضر[۱] کے ساتھ تین ہزار کی فوج اس کے لیے روانہ کی۔ عباد اس کے تعاقب میں چلا۔ ڈھونڈتا ہوا مقام توج میں پہنچ کر اس کے مقابل صف آرا ہوا۔ ابو بلال نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ ان میں سے کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکا۔ ان پر سب نے حملہ کیا۔ یہ کچھ بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ ابو بلال نے اپنے اصحاب سے کہا تم میں سے جو شخص طمع دنیا میں نکلا ہو وہ چلا جائے۔ اور جو شخص تم میں سے طلب آخرت اور ملاقات باری تعالیٰ کا ارادہ رکھتا ہو تو سمجھ لے کہ وہ نعمت اس کے لیے موجود ہے پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْلَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴾

''جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے گا ہم اس کی کھیتی کو بڑھائیں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے گا ہم دنیا میں سے کچھ اسے دیں گے اور آخرت میں وہ بے نصیب رہے گا''۔

ابو بلال کا خاتمہ:

وہ اور اس کے اصحاب بھی اس کے ساتھ سب لڑنے کے لیے اتر پڑے۔ کسی نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا اور سب کے سب قتل ہو گئے۔[۲] عباد اپنے لشکر کو لیے ہوئے بصرہ کی طرف واپس آیا۔ عبید اللہ بن بلال تین شخصوں کو ساتھ لے کر اور چوتھا یہ خود عباد کی گھات میں بیٹھا۔ عباد دارالامارہ کے قصد سے جا رہا تھا۔ اور اس کا ایک چھوٹا سا لڑکا اس کی ردیف میں تھا۔ ان لوگوں نے کہا۔ بندۂ خدا ذرا ٹھہر ہمیں تجھ سے کچھ رائے لینا ہے۔ عباد ٹھہر گیا تو انھوں نے کہا ہم چاروں بھائی ہیں ایک بھائی ہمارا مارا گیا۔ اس باب میں تیری کیا رائے ہے اس نے کہا امیر سے فریاد کرو۔ کہا ہم نے اس سے فریاد کی اس نے ہماری فریاد نہ سنی۔ کہا خدا اسے مارے تم اسے

---

[۱] اخضر اس کی ماں کے شوہر کا نام تھا اسی کی طرف یہ منسوب ہوا اور اصل اس کا باپ علقمہ تھا۔ ۱۲۔ ابن اثیر۔

[۲] تاریخ کامل کے مقابل سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں سے اتنے مضمون کی عبارت طبری کے نسخۂ مطبوعہ میں چھوٹ گئی۔ اشتعال جنگ کا وقت تھا کہ وقت عصر آ گیا۔ ابو بلال نے کہا آج روز جمعہ ہے اور نماز کا وقت آ گیا ہے۔ ہم لوگوں کو نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ عباد بن اخضر نے قبول کیا۔ لڑائی موقوف ہوگئی مگر ابن اخضر نے بہت جلدی نماز پڑھ لی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ توڑ ڈالی۔ ابھی خوارج نماز میں مصروف تھے اور رکوع وسجود و قیام میں مشغول تھے کہ ان پر حملہ کر کے سب کو قتل کر ڈالا مگر ان میں سے کسی نے نماز میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔ ابو بلال کا سر لے کر عباد بصرہ کی طرف پلٹا۔

قتل کرو۔ یہ سن کر سب نے اس پر حملہ کیا اور اسے روک لیا۔ اس نے اپنے لڑکے کو ان کے حوالہ کر دیا۔ انھوں نے لڑکے کو قتل کیا۔

امارت خراسان پر سلم بن زیاد کا تقرر:

اسی سال کا ذکر ہے کہ سلم بن زیاد عہدہ کا امیدوار ہو کر یزید کے پاس آیا۔ ابھی سن اس کا چوبیس برس کا تھا۔ یزید نے اس سے کہا تمہارے دونوں بھائیوں عبدالرحمٰن وعبادہ کو جو عہدہ دیا تھا۔ وہ میں تم کو دیتا ہوں۔ سلم نے کہا جو خوشی امیر المومنین کی یزید نے خراسان۔ بجستان کا حاکم اسے مقرر کر دیا۔ سلم نے حارث بن معاویہ حارثی کو جو عیسیٰ بن شبیب کا دادا ہے شام سے خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اور خود بصرہ میں آ کر خراسان میں جانے کا سامان کیا۔ اس نے حارث بن قیس سلمی کو گرفتار کر کے قید کیا۔ اور اس کے بیٹے شبیب کے پائے جامہ کے سوا سب کپڑے اتروا کر پٹوا ڈالا۔ اور اپنے بھائی یزید بن زیاد کو بجستان کی طرف روانہ کیا۔ عبیداللہ بن زیاد اپنے بھائی عباد سے محبت رکھتا تھا۔ اس نے سلم کے والی خراسان و بجستان ہونے کا حال عباد کو لکھ بھیجا۔ عباد نے بیت المال کا سارا مال اپنے غلاموں کو تقسیم کر دیا اور جو کچھ بچ رہا۔ اس کے بارہ میں یہ ندا اسی کے منادی نے دے دی کہ جو لوگ پہلے ہی سے اجرت و قیمت لینا چاہیں آ کر لے لیں۔

یزید کی عباد سے جواب طلبی:

غرض سارا خزانہ اس نے اس طرح سے خالی کر دیا۔ جو آیا اسے دیا اور خود بجستان سے روانہ ہو گیا۔ جیرفت تک پہنچا تھا۔ کہ اسے معلوم ہوا کہ سلم کے اور اس کے درمیان بس ایک پہاڑ رہ گیا ہے اس نے وہیں سے رُخ پھیر دیا۔ اسی ایک شب میں عباد کے ہزار غلام چلے گئے۔ ہر ایک ان میں سے کم از کم دس ہزار کا مالک تھا۔ عباد ملک فارس کی طرف چلا اور یزید کے پاس پہنچا۔ یزید نے پوچھا کہ مال کہاں ہے۔ جواب دیا کہ میں سرحد پر تھا جو کچھ ملا لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ سلم جب خراسان کے قصد سے نکلا تھا تو اس کے ساتھ عمران بن فصیل اور عبداللہ بن خازم اور طلحہ بن عبداللہ اور مہلب بن ابی صفرہ اور حنظلہ بن عرادہ اور ولید بن نہیک اور یحییٰ بن عامر اور ایک انبوہ کثیر بصرہ کے شہسواروں اور معزز لوگوں کا نکلا تھا۔

اہل بصرہ کا جوش جہاد:

سلم یزید کا خط عبیداللہ ابن زیاد کے نام لیے ہوئے آیا تھا کہ سلم کو دو ہزار اور ایک روایت کے بموجب چھ ہزار آدمی انتخاب کر لینے دے۔ سلم نے وہاں کے رئیسوں اور شہ سواروں کو انتخاب کرنا شروع کیا۔ ان لوگوں کو بھی جہاد پر جانے کا شوق دامن گیر ہوا۔ انہوں نے خود خواہش کی کہ ہم کو لے چلے۔ سلم نے سب سے پہلے حنظلہ بن عراد کو لیا۔ عبداللہ بن زیاد کہنے لگا کہ ان کو میرے لیے چھوڑ دو۔ سلم نے کہا انہیں کی رائے پر رکھو۔ اگر تمہارے ساتھ رہنا پسند کریں تو تمہارے پاس رہیں۔ اگر میرے ساتھ چلنا چاہیں تو میرے ساتھ چلیں۔ حنظلہ نے سلم کے ساتھ چلنا اختیار کیا۔ لوگوں کا یہ حال تھا کہ سلم سے آن آن کر کہتے تھے کہ ہمارا نام بھی اپنے ساتھ والوں میں لکھ لے۔ صلہ بن اشیم دیوان خانہ میں آیا کرتا تھا تو کاتب اس سے پوچھا کرتا تھا کہ ابوعہباء کو اپنا نام نہ لکھواؤ گے۔ یہ تو وہ راہ ہے جس میں جہاد بھی ہے۔ اور فضل بھی یہ جواب دیتا تھا کہ میں خدا سے استخارہ کروں گا اور سوچوں گا۔ اسی طرح ٹال دیا کرتا تھا۔ آخر سب کا انتخاب ہو چکا۔ اب اس کی زوجہ معاذ بنت عبداللہ نے کہا تم کیا اپنا نام نہ لکھواؤ گے۔ جواب دیا میں ذرا سوچ لوں تو کہوں۔ یہ کہہ کر اس نے نماز پڑھی اور حق تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص آیا اور اس نے یہ کہا کہ جا تیرے

لیے نفع اور فلاح ونجاح ہے۔اب اس نے کاتب سے آ کر کہا کہ میرا نام بھی لکھ لو۔اس نے کہا انتخاب تو ہو چکا لیکن ہم تم کو چھوڑیں گے نہیں۔ یہ کہہ کر اس کا اور اس کے بیٹے کا نام بھی کاتب نے لکھ لیا۔

یزید بن زیاد کی روانگی سجستان:

سلم نے یزید بن زیاد کو سجستان کی طرف روانہ کرنے لگا تو اس کو بھی اسی کے ساتھ کر دیا۔سلم جب خود روانہ ہوا تو اپنے ساتھ ام محمد بنت عبداللہ ثقفی کو بھی لے چلا۔ یہ پہلی عورت عرب کی ہے جس نے نہر کو قطع کیا۔خراسان کا عملہ جاڑوں کے آنے تک جنگ و جدال میں مشغول رہتا تھا۔جاڑا آیا اور یہ لوگ مردشاہ جہاں کو واپس چلے آئے۔مسلمانوں کے واپس ہونے کے بعد شاہان خراسان کسی شہر میں خوارزم کے قریب جمع ہو کر آپس میں یہ عہد و پیمان کرتے تھے کہ ہم میں کوئی کسی سے نہ لڑے نہ کوئی کسی کو چھیڑے۔اس کے علاوہ باہم گر اپنے اپنے امور میں مشورہ بھی کیا کرتے تھے۔مسلمان اپنے امراء سے کہا کرتے تھے کہ اس شہر پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔اور وہ ان کا کہنا نہ مانتے تھے۔سلم جب خراسان میں آیا تو اس نے بھی جنگ کی اور جاڑا بھی آ گیا۔

مہلب کی کارگذاری:

مہلب نے سلم سے اصرار کیا کہ مجھے اس شہر پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کر' اس نے چار ہزار یا چھ ہزار سپاہی اسے دے کر روانہ کیا۔مہلب نے جا کر اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور ان سے کہلا بھیجا کہ اطاعت کریں۔انھوں نے اس بات پر صلح کرنا چاہی کہ اپنا اپنا فدیہ دیں گے۔مہلب نے اسے قبول کر لیا۔ان لوگوں نے دو کروڑ سے زیادہ پر صلح کی۔صلح میں یہ بات بھی داخل تھی کہ نقد کے عوض دوسری چیزیں بھی لی جائیں گی۔غرض فی راس ہر جانور کی آدھی قیمت کی قیمت کے آدھے دام لگائے گئے۔اس حساب سے پانچ کروڑ تک قیمت پہنچ گئی۔اور اس سبب سے سلم کی نظر میں مہلب کی قدر زیادہ ہوگئی۔سلم کو جو جو مال پسند آیا وہ نکال لیا۔مرد کے زمیندار کے ہاتھ کچھ اور لوگوں کو ساتھ لے کر یزید کے پاس روانہ کیا۔

سلم بن زیاد کی سمرقند پر فوج کشی:

سلم نے خوارزم میں مال کثیر پر صلح کر کے اپنی عورت ام محمد کو ساتھ لے کر سمرقند پر لشکر کشی کی۔ان لوگوں نے بھی صلح کر لی۔ وہیں اسی عورت کے بطن سے سلم کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔نام اس کا صغدی رکھا۔اور امیر صغد کی عورت سے ام محمد نے اس کا زیور عاریت کے نام سے منگوایا۔اس نے اپنا تاج بھیج دیا۔لوگ واپس ہونے لگے تو یہ تاج کو لیے ہوئے چلی آئی۔

عمرو بن سعید کی معزولی:

اسی سال ذوالحجہ کی پہلی تاریخ عمرو بن سعید کو یزید نے مدینہ سے معزول کیا اور ولید بن عقبہ کو اس کی جگہ مقرر کیا۔اس سبب سے ۶۱ ھ کا حج بھی ولید کے ساتھ لوگوں نے کیا اور ۶۲ ھ کے حج میں بھی ولید امیر حاج تھا۔اس سال بصرہ اور کوفہ کا حاکم عبیداللہ بن زیاد تھا۔اور خراسان و سجستان کا حاکم سلم بن زیاد بصرہ کا قاضی ہشام بن ہبیرہ اور کوفہ کا قاضی شریح۔

باب ۱۲
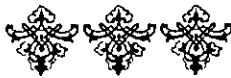
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت

ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا اہل مکہ سے خطاب:

اسی سال ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید سے مخالفت کی اس کی خلافت سے خلع کیا۔ اور لوگوں سے بیعت لی۔ حسین رضی اللہ عنہ جب قتل ہو گئے۔ تو ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اہل مکہ سے حمد وصلوات کے بعد اس باب میں ایک تقریر کی۔ اس واقعہ بہت عظمت دی اور اہل کوفہ کو خصوصاً اور اہل عراق کو عموماً ملامت کی۔ کہا کہ اہل عراق چند لوگوں کے سوا سب کے سب غدار و بدکار ہیں اور بدترین اہل عراق کوفہ والے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کو انھوں نے اس لیے بلایا کہ ان کی نصرت کریں گے۔ ان کو اپنا فرمانروا بنائیں گے۔ جب وہ ان کے پاس چلے گئے۔ تو ان سے لڑنے کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے یا تو اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دے دو۔ ہم تمہیں بغیر لڑے بھڑے ابن زیاد پسر سمیہ کے پاس بھیج دیں کہ وہ جو سلوک تم سے کرنا چاہے کرے۔ نہیں تو ہم سے جنگ کرو۔ واللہ! حسین رضی اللہ عنہ اس بات کو نہیں سمجھے کہ اس انبوہ کثیر میں وہ اور ان کے انصار تھوڑے سے ہیں۔ خدا نے یہ علم غیب تو کسی کو نہیں دیا ہے۔ کہ وہ سمجھتے کہ قتل ہی ہو جائیں گے۔ لیکن وہ عزت سے مر جانا اس بری زندگی سے بہتر سمجھے۔ خدا رحم کرے حسین رضی اللہ عنہ پر اور ان کے قاتل کو ذلیل کرے۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ان سے لوگوں کا مخالفت کرنا اور نافرمانی ظاہر کرنا متنبہ ہو جانے کے لیے کافی تھا۔ لیکن جو مقدر میں ہے وہ ہوتا ہے اور خدا جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ نہیں ٹلتی۔ کیا حسین رضی اللہ عنہ کے بعد بھی ہم ان لوگوں کی طرف سے اطمینان رکھ سکتے ہیں۔ کیا ان کی بات کو ہم مان سکتے ہیں کیا ان کے عہد و پیمان کو ہم قبول کر سکتے ہیں۔ نہیں نہیں ہم انہیں اس لائق نہیں سمجھتے۔ سنو! واللہ! ان لوگوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو زیادہ تر قائم اللیل اور اکثر صائم النہار اور ان سے بڑھ کر ریاست کا حق دار اور دین وفضل میں امارت کا سزاوار نہ تھا۔ واللہ! وہ ایسے نہ تھے کہ قرآن کے بدلے غنا کریں اور خوف خدا میں رونے کے بدلے گیت گایا کریں۔ وہ ایسے نہ تھے کہ روزے چھوڑ کر شراب پئیں اور حلقۂ ذکر و فکر سے نکل کر شکار کے لیے سوار ہوں یہ یزید پر طعن کی ہے فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اب یہ گمراہ و تباہ ہو جائیں گے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی یہ تقریر سن کر ان کے اصحاب ان کی طرف دوڑے۔ کہا اے شخص اپنی بیعت کا اعلان کر۔ جب حسین رضی اللہ عنہ نہ رہے تو اب کون تم سے امر خلافت میں نزاع کرے گا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما چھپ چھپ کر لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ وہ خانہ کعبہ میں پناہ لینے کو آئے ہیں۔ اصحاب کو اپنے جواب دیا کہ ابھی جلدی نہ کرو۔ اس زمانہ میں عمرو بن سعید مکہ کا حاکم تھا اور وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا پھر نرمی و مدارات بھی کرتا تھا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق یزید کا عہد:

یزید پر جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں لوگوں کو جمع کیا ہے۔ تو اس نے حق تعالیٰ سے عہد کیا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو میں زنجیر میں ضرور جکڑوں گا۔ اس نے ایک چاندی کی زنجیر بھیجی بھی۔ پیغام بر مدینہ سے ہوتا ہوا گذرا۔ یہاں مروان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے زنجیر لے کر آنے کا حال اس سے بیان کیا۔ مروان نے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا:

حدھا فایست للعزیز بخطة و فیھا مقالٌ لامری متضعف

ترجمہ: ''یعنی اسے گوارا کرنا چاہیے۔ایک زبردست کے کسی فعل پر کم زور و ناتوان شخص کو گفتگو کرنے کی گنجائش نہیں''۔

یزید کا قاصد:

اب وہ پیغامی یہاں سے روانہ ہوا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔اس نے اپنے مدینہ کی طرف جانے کا مروان سے ملنے کا اس کے اس شعر کے پڑھنے کا ذکر ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: واللہ وہ کمزور و ناتوان شخص میں نہیں ہوں۔ اور ایک خوبی کے ساتھ اس پیغامی کو واپس کر دیا۔اس کے بعد مکہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شان بلند ہوگئی۔مدینہ والوں نے بھی ان سے خط و کتابت کی۔لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ جب نہ رہے تو اب کوئی ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے نزاع نہیں کرے گا۔

یزید اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اشعار:

عبدالعزیز بن مروان سے روایت ہے کہ یزید نے ابن عطا اشعری اور مسعدہ کو ان کے اصحاب کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس مکہ میں بھیجا تھا۔چاندی کی ایک زنجیر اور خز کی ٹوپی ان کے ہاتھ روانہ کی تھی کہ زنجیر پہنا کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس لے آئیں۔تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائیں۔میری والد نے مجھے اور میرے بھائی کو بھی نہیں لوگوں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔اور یہ کہہ دیا تھا کہ لوگ جب یزید کا پیغام ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو پہنچائیں تو تم دونوں ان کے سامنے جانا۔اور دونوں میں سے کوئی ان اشعار کو پڑھ دے۔

فَخُذْهَا فَلَيْسَتْ لِلْعَزِيْزِ بِخُطَّةٍ وَ فِيْهَا مَقَالٌ لِاَمْرِئٍ مُتَذَلِّلٍ

ترجمہ: ''اسے گوارا کر لینا چاہیے۔ایک زبردست کے کسی فعل پر کوئی تابع فرمان ہو کر کیا بحث کر سکتا ہے۔

اَعَامِرَ اِنَّ الْقَوْمَ سَامُوْكَ خُطَّةً وَ ذٰلِكَ فِي الْحَيْرَانِ غَزْلٌ بِمِغْزَلٍ

ترجمہ: اے شخص قوم نے تجھے ایک بات کی تکلیف دی ہے اور وہ تکلیف یہ ہے کہ اپنے دوستوں میں بیٹھ کر چرخہ کاتا کر''۔

اَرَاكَ اِذَا مَا كُنْتَ لِلْقَوْمِ نَاصِحًا يُقَالُ لَهُ بِالدَّلْوِ اَدْبِرْ وَاَقْبِلْ

ترجمہ: میری دانست میں میں تو چرسے کا وہ بیل ہے جسے ادھر جانے کو کہیں تو ادھر چلا جائے' ادھر آنے کو کہیں تو ادھر چلا آئے''۔

غرض یزید کے پیغامبروں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام جب پہنچایا۔تو ہم دونوں بھائی بھی ان کے سامنے گئے۔بھائی نے مجھ سے کہا تمہیں ان اشعار کو پڑھ دو۔میں نے پڑھ دیئے۔ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا۔اے مروان کے فرزندو تم نے جو کہا وہ میں نے سنا اور جو کچھ کہا چاہتے ہوا سے بھی میں سمجھ گیا۔جاؤ اپنے والد سے کہہ دو۔

اِنِّيْ لَمِنْ صُمٍّ مَكَاسِرُهَا اِذَا تَنَاوَحَتِ الْقَصْبَاءُ وَالْعُشَرُ

ترجمہ: ''میں وہ شاخ ہوں کہ جھکنے میں بہت ہی سخت ہوں۔اونچے اونچے درخت جھومنے لگیں تو جھوں میں۔

فلا اکین لغیر الحق اسالہ حتی یلین لفرس الماصخ الحجر

ترجمہ: جس حق کا میں طالب ہوں اسے میں نہیں چھوڑنے کا۔پتھر کسی کے دانت کے نیچے اپنی سختی کو چھوڑ دے تو چھوڑ دے''۔

میں حیران ہوں کہ ان دونوں نظموں میں سے کون سی نظم زیادہ تر لطیف ہے۔

ولید بن عقبہ کا امارت حجاز پر تقرر:

عمر بن سعید نے جب دیکھا کہ لوگ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ پڑے ہیں اور ان کے سامنے گردنیں جھکا دی ہیں۔ تو سمجھا کہ ان کا داؤ چل جائے گا۔ اسی خیال سے اس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ ان کا شمار اصحاب میں تھا اور اپنے والد کے ساتھ مصر میں رہ چکے تھے۔ وہیں انھوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کی کتابیں پڑھی تھیں اور قوم قریش ان کو علماء میں شمار کرتی تھی۔ عمرو بن سعید نے ان سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ یہ شخص اپنے مقصود کو پہنچے گا یا نہیں اور یہ بتاؤ کہ ہمارے خلیفہ کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا خلیفہ ان بادشاہوں میں سے ہے جو مرتے دم تک بادشاہ رہے۔ ابن سعید پر اس قول کا یہ اثر ہوا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور بھی سختی سے پیش آنے لگا مگر ساتھ ہی رفق و مدارات بھی کرتا رہا۔ ولید بن عقبہ[1] اور اس کے ساتھ بنی امیہ کے اور لوگوں نے بھی یزید سے کہا کہ عمرو بن سعید اگر چاہتا تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے تیرے پاس بھیج چکا ہوتا۔ یزید نے ولید بن عتبہ کو حجاز کا امیر کر کے روانہ کیا' عمرو بن سعید کو معزول کر دیا یہ ۶۱ ھ کا واقعہ ہے غرۂ ذی الحجہ کو عمرو معزول ہوا اور ولید امیر حجاز ہوا اور اس سال کا حج اسی کے ساتھ لوگوں نے کیا اور اسی نے ابن ربیعہ عامری کو پھر قاضی مقرر کیا۔

امیر حج ولید بن عتبہ:

ایک روایت یہ ہے کہ ولید کے ساتھ اس سال کا حج لوگوں نے کیا۔ اس باب میں امیر میں سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کوفہ اور بصرہ کا امیر عبیداللہ بن زیاد تھا۔ اور خراسان کا حاکم سلم بن زیاد۔ کوفہ کا قاضی شریح اور بصرہ کا ہشام بن ہبیرہ۔

۶۲ھ کے واقعات

ولید بن عقبہ اور عمرو بن سعید:

ولید نے مدینہ میں جا کر عمرو بن سعید کے بہت سے غلاموں اور موالی کو پکڑ کے قید کر لیا۔ عمرو نے اس باب میں کہا سنا۔ اسے بھی ولید نے نہ مانا۔ اور یہ کلمہ اس کی زبان سے نکلا کہ اتنا کیوں بیتاب ہوتے ہو۔ عمرو کے بھائی ابان بن سعید بن عاص نے جواب دیا۔ عمرو کیا بیتاب ہوگا۔ واللہ اگر ایک انگارے پر تمہارا اور اس کا قبضہ ہوتا تو وہ اسے بھی نہ چھوڑتا اور تمہیں کو چھوڑنا پڑتا۔ عمرو وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور مدینہ سے دو راتوں کے فاصلہ پر جا کر مقام کیا اور اپنے موالی اور غلاموں کو جو قریب تین سو کے تھے یہ لکھ بھیجا کہ میں ہر ایک شخص کے لیے ایک ایک اونٹ بھیجتا ہوں باردان اور ساز و سامان سمیت۔ بازار میں سب اونٹ بٹھا دیئے جائیں گے جب میرا پیغامبر تمہارے پاس آئے۔ رزندان کو توڑ کر ہر ایک شخص اپنے اونٹ کے پاس آ جائے۔ اس پر سوار ہو کر سب کے سب میرے پاس چلے آئیں۔ غرض اس کا پیغامبر وارد ہوا۔ اونٹ خریدے۔ جو جو سامان ضروری تھا بہم کیا۔ پھر بازار میں لا کر اونٹوں کو بٹھا دیا۔ پھر خود ان لوگوں کو جا کر خبر کر دی۔ سب نے مجلس کا دروازہ توڑ ڈالا۔ اونٹوں پر آ کر سوار ہوئے۔ وہاں سے عمرو بن سعید کے پاس روانہ ہوئے۔

---

[1] ابن کثیر نے اس مقام پر عتبہ لکھا ہے۔ ۱۲

عمرو بن سعید اور یزید:

یہ لوگ اس کے پاس اس وقت پہنچے ہیں کہ خود یزید کے پاس جا رہا تھا۔ جب وہ داخل ہوا تو یزید نے خیر مقدم کہا اور اپنے قریب بٹھا لیا۔ پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے باب میں جو احکام اسے پہنچے تھے اس کے امتثال امر میں کوتاہی کرنے کی اس سے یہ شکایت کی کہ جس حکم کو اس نے چاہا نافذ کیا چاہا ڈال رکھا۔ عمرو نے کہا امیر المومنین جو شخص محل وموقع پر موجود ہوتا ہے مناسب و نامناسب کو وہی خوب جانتا ہے۔ تمام مکہ والے مدینہ والے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مائل اور اس کی ریاست کے خواہاں تھے۔ اس کے باب میں اپنی رضامندی ظاہر کر چکے تھے۔ بعض لوگ بعض کو علانیہ یا خفیہ دعوت دے رہے تھے۔ میرے پاس ایسا لشکر بھی نہ تھا جس سے میں اس کا مقابلہ کر کے اس پر غالب آ سکتا۔ وہ مجھ سے حذر کرتا تھا اور بچ بچ کر چلتا تھا میں اس سے نرمی و مدارات سے پیش آتا تھا۔ کہ موقع پا کر اسے گرفتار کر لوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسے ضیق میں ڈال دیا تھا۔ اور بہت سی باتیں ایسی تھیں جو میں نے اسے نہ کرنے دیں ورنہ اسے تقویت ہو جاتی۔ مکہ میں اور تمام راستوں میں اور گھاٹیوں میں لوگ میں نے مقرر کر دیئے تھے کہ کسی شخص کو جب تک وہ یہ لکھ کر میرے پاس بھیج نہ دے کہ اس کا اور اس کے باپ کا نام کیا ہے۔ کس شہر سے وہ آیا ہے۔ کیوں آیا ہے' کیا چاہتا ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس اسے جانے نہ دیں۔ اگر ان کے اصحاب میں سے ہوتا یا میں یہ سمجھتا کہ یہ انہیں کے پاس جانا چاہتا ہے۔ تو میں اسے زبردستی واپس کر دیتا تھا۔ اگر وہ شخص ایسا ہوتا جس پر مجھے سوء ظن نہیں ہے تو اس کی روک ٹوک میں نہ کرتا تھا اب تم نے ولید کو بھیجا ہے دیکھنا وہ کیا کرتا ہے اور کیا اس کا اثر پڑتا ہے اس سے تمہیں ان شاء اللہ میری قدر ہو گی کہ تمہارے امور میں کیسی خیر خواہی میں نے کی ہے۔ اب امیر المومنین خدا تمہیں نیکی دے اور دشمن کو تمہارے ذلیل کرے۔

یزید اور عمرو میں مصالحت:

یزید نے کہا تم سچ کہتے ہیں اور جن لوگوں نے تمہاری طرف سے لگائی بجھائی کر کے تمہارے معزول کرنے پر مجھے آمادہ کیا۔ وہ سب جھوٹے ہیں تم پر مجھے بڑا بھروسہ ہے تم سے مجھے اعانت کی امید ہے۔ تم کو تو میں نے پھٹے میں پیوند لگانے کے واسطے کسی مہم میں کام آنے کے واسطے امور عظیمہ کی مصیبتوں کو ٹالنے کے واسطے لگا رکھا ہے۔ عمرو نے کہا اے امیر المومنین تمہاری سلطنت کے استحکام کے لیے تمہارے دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے تمہارے مخالف کے دفع کے لیے اپنے سے بڑھ کر میں بھی کسی کو نہیں سمجھتا۔

ولید بن عقبہ کی معزولی:

ولید بہت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی فکر میں رہا۔ مگر اس نے بھی دیکھا کہ وہ نہایت کثیر الحذر ہیں اور اپنی حفاظت کیے ہوئے ہیں۔ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد نجدہ بن عامر نے بھی ہمامہ میں یزید سے مخالفت کی تھی۔ ادھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی مخالفت کر رہے تھے' ایام حج میں ولید جب عرفات سے روانہ ہوتا تھا عوام الناس بھی اس کے ساتھ روانہ ہوتے تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور نجدہ اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ ٹھہرے رہتے تھے۔ اس کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب کو لے کر روانہ ہوتے تھے۔ نجدہ اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوتا تھا۔ کوئی کسی کا اتباع نہ کرتا تھا۔ لیکن نجدہ اکثر ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملا کرتا تھا۔ لوگوں کو یہاں تک گمان ہو گیا تھا کہ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لے گا۔ آخر ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ولید کے باب میں مکر کیا۔ یزید کو لکھ بھیجا کہ تو نے کس بے وقوف کو یہاں بھیجا ہے۔ جو کسی عقل کی بات پر توجہ نہیں کرتا۔ کسی عاقل کے سمجھانے سے باز نہیں آتا۔ اگر کسی خوش اخلاق و تواضع پسند آدمی کو یہاں بھیجتا تو مجھے امید

تھی کہ بہت سی دشواریاں آسان ہو جاتیں اور تفرقہ اٹھ جاتا۔ اس باب میں غور کر کہ اسی میں ان شاء اللہ خاص و عام کی بہتری ہے والسلام۔ اس پر یزید نے ولید کو معزول کر کے اس کی جگہ عثمان بن محمد ابی سفیان کو مقرر کیا۔

اشراف مدینہ کا وفد:

اب ایک نوجوان نا آزمودہ کار کمسن حوصلہ مند سے سابقہ پڑا۔ جسے نہ معاملات کا تجربہ تھا نہ سن نے آزمودہ کاری نہ تجربہ نے استواری اسے بتائی تھی۔ اپنی حکومت و عمل داری پر ذرا غور نہ کرتا تھا۔ اس نے اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس روانہ کیا۔ اس وفد میں عبداللہ بن حنظلہ انصاری غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو مخزومی اور منذر بن زبیر اور بہت سے لوگ اشراف مدینہ سے ان کے ساتھ تھے۔ یزید کے پاس آئے تو وہ اکرام و احسان سے پیش آیا۔ سب کو انعام و جائزہ سے سرفراز کیا۔ وہاں سے یہ سب لوگ مدینہ میں واپس آئے۔ ایک منذر بن زبیرہ بصرہ میں ابن زیاد کے پاس چلا گیا۔ اسے بھی ایک لاکھ درہم یزید نے انعام میں دیئے تھے۔

یزید کا کردار:

ان لوگوں نے مدینہ میں آ کر اہل مدینہ کے سامنے یزید کو سب و شتم کرنا شروع کیا۔ کہا ہم ایسے شخص کے پاس ہو کر آئے ہیں جو کوئی دین ہی نہیں رکھتا۔ شراب پیتا ہے۔ طنبورہ بجاتا ہے۔ اس کی صحبت میں گائنیں گایا بجایا کرتی ہیں۔ کتوں سے کھیلتا ہے۔ لچوں سے اور لونڈیوں سے صحبت رکھتا ہے۔ تم سب لوگ گواہ رہو۔ ہم نے اسے خلافت سے معزول کیا۔ یہ سن کر اور سب لوگوں نے بھی ان کا اتباع کیا۔

عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیعت:

سب مل کر عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان سے بیعت کی اور انہیں اپنا حاکم بنا لیا منذر دوستوں میں تھا زیاد کے اس سبب سے ابن زیاد اس کے اکرام و ضیافت میں مشغول تھا کہ یزید کا فرمان اس کے نام آیا کہ منذر کو گرفتار کر لے اور جب تک میرا حکم اس کے باب میں نہ آئے اپنے پاس اسے قید رکھے۔ اس کے ساتھ والوں نے مدینہ میں جو کچھ یزید کے خلاف کیا تھا اس کا سارا حال یزید کو معلوم ہو گیا تھا۔ منذر اس کا مہمان تھا اس سبب سے ابن زیاد کو یہ حکم ناگوار گذرا اس نے منذر کو بلا کر اس حکم کے آنے کا ذکر کیا اور خط بھی اسے دکھایا اور کہا تم زیاد کے دوستوں میں ہو اور میرے مہمان ہو اور میں تم سے دوستانہ سلوک کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں خوبی کے ساتھ ان سب کا انجام ہو جس وقت تم دیکھنا کہ لوگ میرے پاس جمع ہیں۔ اٹھ کر مجھ سے کہنا کہ میں اپنے وطن کو جاؤں گا مجھے اجازت دو میں کہوں گا' نہیں تم میرے ہی پاس ٹھہرو۔ تمہاری خاطر و مدارات و تواضع ہو گی۔ تم کہنا میری جاگیر ہے۔ اور بہت کچھ کام ہے بغیر جائے ہوئے کچھ بن نہیں پڑتا۔ مجھے رخصت ہی کرو۔ میں تم کو اجازت دے دوں گا۔ تم اپنے اہل و عیال میں چلے جانا۔

منذر بن زبیر کی روانگی مدینہ:

غرض عبیداللہ کے پاس جب لوگ جمع ہوئے تو منذر نے اٹھ کر اجازت مانگی۔ عبیداللہ نے کہا میرے ہی پاس رہو میں تمہاری خاطر کروں گا۔ غم خواری کروں گا۔ سب سے بڑھ کر تم کو سمجھوں گا۔ منذر نے جواب دیا میری جاگیر ہے اور بہت کام ہے بغیر جائے

ہوئے بن نہیں پڑتا مجھے رخصت ہی کرو۔ یہ سن کر ابن زیاد نے اسے رخصت دے دی۔

منذر کا یزید کے بارے میں بیان:

منذر وہاں سے روانہ ہو کر حجاز میں پہنچا۔ اہل مدینہ سے ملا اور ان لوگوں سے مل گیا جو یزید کی مخالفت پھیلا رہے تھے۔ کہا کرتا تھا کہ واللہ یزید نے ایک لاکھ درہم مجھے دیئے ہیں اس کا یہ سلوک اس بات سے مجھے روک نہیں سکتا کہ اس کا حال تم سے نہ کہوں اور سچ سچ نہ بیان کر دوں۔ واللہ وہ شراب پیتا ہے ایسا مست ہو جاتا ہے کہ نماز کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ اس کے ساتھ والوں نے یزید کی جو جو حرکتیں بیان کی تھیں ویسی ہی کچھ اس نے بھی بیان کیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ:

یزید کو خبر ہو گی کہ تجھے ایسا ایسا وہ کہا کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ خداوندا میں نے تو اس کے ساتھ احسان و اکرام کیا اس نے جو کچھ کیا وہ بھی تو نے دیکھ لیا اس کو جھوٹ بولنے والوں میں اور قطع رحم کرنے والوں میں محسوب کر اور نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ تو سب لوگوں کے اور اپنی قوم والوں کے پاس جا۔ ان کے غیظ و غضب کو دھیما کر دے کہ وہ کیا کیا چاہتے ہیں اگر اس معاملہ میں وہ نہ اٹھ کھڑے ہوتے تو عوام الناس کو اتنی جرأت نہ ہوتی کہ میری مخالفت کریں اور مدینہ میں میرے خاندان کے لوگ ہیں جن کا اس فتنہ و فساد میں شریک ہو کر معرض تلف میں پڑنا مجھے گوارا نہیں۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی:

نعمان رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ اپنی برادری والوں میں آئے۔ سب لوگوں کو اپنے پاس بلایا ان کو حکم دیا کہ اطاعت اختیار کریں۔ جماعت کو نہ چھوڑیں اور فتنہ و فساد کے برپا کرنے سے سب کو ڈرایا اور یہ کہا کہ اہل شام سے مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن مطیع عدوی نے کہا اے نعمان رضی اللہ عنہ کیوں ہماری جماعت کو متفرق کرتا ہے اور خدا نے جو ہمارا کام بنا دیا ہے اسے تو کیوں بگاڑتا ہے۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے تو واللہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ آفت آ گئی جس میں قوم کو تو مبتلا کیا چاہتا ہے اور مردان جنگی گھٹنے ٹیک ٹیک کر قوم کے سر و پیشانی پر تلواریں مارنے لگے اور موت کا بازار دونوں طرف گرم ہو گیا تو اپنے خچر پر سوار ہو کر منہ پر اس کے کوڑے مارتا ہوا مکہ کی طرف بھاگ جائے گا اور ان بے چارے انصار کو اس مصیبت میں چھوڑ کر چل دے گا کہ گلیوں میں مسجدوں میں اپنے گھروں کے دروازوں پر قتل کیے جائیں گے کسی نے نعمان کا کہنا نہ مانا وہ تو چلے گئے اور وہی ہوا جو وہ کہہ گئے تھے۔

امیر حج ولید بن عتبہ:

اس سال لوگوں نے ولید بن عتبہ کے ساتھ حج کیا۔ عراق و خراسان میں حکام وہی تھے جن کا ذکر ۶۱ھ میں گذرا۔ اسی سال محمد بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما [1] پیدا ہوئے۔

---

[1] محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس والد منصور و سفاح ۱۲ کامل

۶۳ھ کے واقعات

مروان کے گھر کا محاصرہ:

یزید کو خلافت سے معزول کر کے اہل مدینہ نے عبداللہ بن غسیل ملائکہ سے جب بیعت کر لی تو عثمان بن محمد بن ابی سفیان پر اور اس کے ساتھ ہی تمام بنی امیہ اور ان کے موالی اور ہم خیال قریش میں سے جتنے مدینہ میں موجود تھے سب پر حملہ کیا یہ سب ہزار آدمی ہوں گے وہاں سے نکل کر مروان کے گھر کی طرف آئے لوگوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور یہ محاصرہ بہت کمزور تھا۔ بنی امیہ میں سے مروان اور عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حبیب بن کرہ کو بلا بھیجا۔ اس وقت مروان ہی وہ شخص تھا جو ان سب کا سرگروہ تھا۔ عثمان بن محمد تو ایک کمسن لڑکا سا تھا۔ اس کی رائے کوئی رائے نہ تھی۔

بنی امیہ کا خط بنام یزید:

تمام بنی امیہ کی طرف سے ایک خط یزید کو لکھا گیا۔ ابن کرہ کو اس خط کے لے جانے پر مقرر کیا۔ عبدالملک بن مروان خط کو لیے ہوئے ابن کرہ کے ساتھ ساتھ ثنیۃ الوداع کے مقام تک آیا۔ یہاں آ کر اس کو دے دیا اور یہ کہا کہ بارہ دن جانے کے اور بارہ دن آنے کے تمہارے لیے مقرر کرتا ہوں۔ چوبیسویں دن اسی مقام پر انشاء اللہ اپنے انتظار میں بیٹھا ہوا تم مجھے پاؤ گے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ہم لوگ مروان بن حکم کے گھر میں محصور ہو گئے ہیں۔ ہم پر پانی بند ہے اور اناج کو ہم خود پھینک آئے ہیں فریاد ہے فریاد۔

ابن کرہ یہ خط لے کر یزید کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ وہ کرسی پر طشت میں پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا ہے طشت میں پاشویہ کے لیے پانی بھرا ہوا تھا اسے درد نقرس تھا خط پڑھ کر اس نے یہ شعر پڑھا:

لقد بدلوا الحلم الّذی من سجیّتی فبدّلت قومی غلظةً بلیان

ترجمہ: ''میری طبیعت میں جو حلم تھا اسے ان لوگوں نے بدل دیا میں نے بھی اب اپنی قوم کے لیے نرمی کے بدلے سختی کو اختیار کر لیا''۔

یزید کی قاصد ابن کرہ سے گفتگو:

یہ شعر پڑھ کر ابن کرہ سے پوچھا کیا مدینہ میں تمام بنی امیہ اور ان کے موالی سب مل کر ہزار آدمی نہ ہوں گے۔ قاصد نے کہا ہزار آدمی ضرور ہیں بلکہ زیادہ۔ کہا اتنا بھی ان سے نہ ہو سکا کہ ساعت بھر قتال کرتے۔ قاصد نے کہا امیر المومنین تمام خلقت نے ان پر ہجوم کر لیا۔ اس جماعت سے لڑنے کی طاقت ان میں نہ تھی۔ یزید نے یہ سن کر عمرو بن سعید کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو اسے خط دکھایا۔ سب حال بیان کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو ساتھ لے کر اس طرف روانہ ہو۔ عمرو نے کہا شہروں شہروں تیرا عمل میں بٹھا چکا۔ تمام امور کو تیرے میں مستحکم کر چکا۔ لیکن اب یہ نوبت پہنچی کہ قریش کے خون سے زمین رنگین کی جائے یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ وہی شخص یہ کام کرے گا جو ان

سے تعلق نہ رکھتا ہوگا۔

مسلم بن عقبہ کی روانگی:

اب یزید نے ابن کرہ کو مسلم بن مری کے پاس بھیجا۔ یہ شخص نہایت کبیر السن ضعیف اور مریض تھا۔ خط پڑھ کر قاصد سے حالات پوچھے اس نے بیان کر دیئے۔ اس نے بھی وہی بات کہی جو یزید کہی تھی کیا مدینہ میں بنی امیہ اور ان کے انصار و موالی سب مل کر ہزار آدمی ہوں گے۔ اس نے کہا بے شک ہزار آدمی ہوں گے۔ کہا اتنا ان سے نہ ہو سکا کہ ساعت بھر تو قتال کرتے۔ یہ لوگ جب تک خود اپنے دشمن سے اپنی قوم کے لیے نہ لڑلیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی کمک کی جائے۔ یہ کہہ کر مسلم یزید کے پاس آیا۔ کہنے لگا امیر المومنین یہ بہت ذلیل لوگ ہیں۔ ان کی نصرت نہ کرنا چاہیے۔ اتنا بھی ان سے نہ ہو سکا کہ ایک دن یا ایک پہر یا ایک ساعت قتال کرتے۔ بس انہیں یوں ہی رہنے دیجیے کہ یہ خود اپنے دشمن سے اپنی قومی سلطنت کے لیے لڑیں۔ آپ کو یہ بھی تو معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کون کون آپ کی طرف سے قتال کرتا ہے ہے اور ثابت قدم رہتا ہے یا گردن جھکا دیتا ہے۔ یزید نے کہا تمہارا بھلا ہو ان لوگوں کے بعد زندگی کا کیا لطف اٹھو لوگوں کو لے کر روانہ ہو اور اپنی خبر مجھے دیتے رہو۔

ابن زیاد کو حجاز پر فوج کشی کا حکم:

غرض یہ منادی ہوئی کہ لوگو حجاز کی طرف روانہ ہو۔ آؤ اپنا اپنا وظیفہ پورا لے لو اور اس کے علاوہ سو سو دینار ہر ایک شخص کے ہاتھ میں بطور اعانت دیئے جائیں گے۔ غرض بارہ ہزار آدمی حجاز میں جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابن زیاد کو یزید نے لکھا تھا کہ تو ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کو روانہ ہو اس نے کہا اس فاسق کے لیے یہ دو دو گناہ میں اپنے سر نہ لوں گا۔ ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کروں دوسرے خانہ کعبہ پر حملہ کروں۔ مرجانہ اس کی ماں ایک سچی عورت تھی۔ حسین علیہ السلام کو جب اس نے قتل کیا ہے تو کہتی تھی۔ تیرا برا ہو یہ تو نے کیا کیا یہ کیا حرکت تو نے کی۔ ابن کرہ یہاں سے اسی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اس نے عبدالملک کو چھوڑا تھا کہ ٹھیک اسی جگہ پر اسی ساعت میں یا ذرا اس کے بعد عبدالملک کے پاس پہنچ جائے۔ پہنچا تو دیکھا کہ عبدالملک درخت کے نیچے سر سے کچھ اوڑھے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس نے سب حال بیان کیا۔ عبدالملک خوش ہو گیا۔ وہاں سے دونوں مروان کے گھر پر آئے اور جماعت بنی امیہ کو لشکر کے آنے کی خبر دی سب نے خدائے عزوجل کا شکر ادا کیا۔

یزید کے اشعار:

ابن کرہ شام سے یہ دیکھ کر روانہ ہوا تھا کر یزید نکلا ہے اور لشکر کے سواروں کو دیکھ بھال رہا ہے۔ اور اس کی زبان سے یہ سن کر روانہ ہوا تھا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا اور تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھا اور عربی کمان کاندھے پر لگائے ہوئے تھا۔

ابلغ ابابکر اذا اللیل سریٰ و ھبط القوم علیٰ وادی القریٰ

ترجمہ: ''میرا یہ پیام اس وقت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو پہنچا دینا جب دیکھنا کہ رات ہوگئی ہے اور وادی القریٰ پر فوج اتر پڑی ہے۔

اجمع سکران من القوم تری ام جمع یقظان نفی عنہ الکری

مخادع فی الدین یقفو بالعری

ترجمہ: کیا یہ لوگ مست اور سرشار تجھے معلوم ہوتے ہیں یا بےخواب و بیدار ہیں جنھوں نے نیند کو پاس نہیں آنے دیا''۔

مجھے تو اس ملحد سے تعجب ہوتا ہے کہ دین میں مکاری کرتا ہے اور بزرگوں کو برا کہتا ہے۔

یزید کی مسلم بن عقبہ کو ہدایات:

یہ لشکر مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں یزید کی طرف سے روانہ ہوا۔ یزید نے اس کو حکم دیا کہ تم پر کچھ بن جائے تو لشکر کا رئیس حصین بن نمیر کو بنانا۔ اور لوگوں کو تین دن تک مہلت دینا۔ مان جائیں تو مان جائیں ورنہ ان سے قتال کرنا۔ جب تم کو غلبہ ہو جائے تو تین دن تک مدینہ کو لوٹنا۔ وہاں کا مال اور روپیہ اور ہتھیار اور غلہ یہ سب لشکر والوں کا ہے۔ تین دن کے بعد لوٹنا موقوف کرنا اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے رعایت کرنا۔ ان کے ساتھ نیکی کرنا۔ ان کو اپنے قریب بٹھانا۔ لوگوں نے جو مجھ سے مخالفت کی وہ اس میں شریک نہ تھے۔ میرے پاس ان کا خط آیا تھا۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور مروان:

علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی کہ یزید نے ان کے باب میں مسلم بن عقبہ سے رعایت کی سفارش کر دی ہے۔ بنی امیہ جب شام کی طرف روانہ ہوئے تو مروان کی زوجہ جو ابان بن مروان کی ماں ہیں یعنی عائشہ بنت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مروان کے تمام ساز و سامان کے ساتھ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے یہاں آ کر پناہ لی تھی۔ بنی امیہ مدینہ سے جب نکالے گئے تو مروان نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میرے عیال کو اپنے پاس چھپا رکھو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات نہ مانی۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے جب مروان نے کہا کہ مجھے تم سے قرابت ہے میرے اہل بیت تمہارے اہل بیت کے ساتھ رہیں گے تو انھوں نے منظور کیا۔ مروان نے اپنے عیال کو علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے یہاں بھیج دیا۔ یہ ان لوگوں کو اپنے عیال کے ساتھ لے کر ینبع میں چلے آئے وہیں سب کو رکھا۔ مروان ان کا شکر گزار تھا اور ان دونوں میں قدیم سے محبت تھی۔

بنی امیہ کا مدینہ سے اخراج:

مدینہ والوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ ابن عقبہ لشکر لیے ہوئے آ رہا ہے تو انھوں نے مروان کے گھر میں بنی امیہ کو جا کر گھیر لیا اور کہا واللہ! تم کو جب تک اس گھر سے نکال کر گردن نہ ماریں گے تم سے باز نہ آئیں گے۔ ہاں خدا کو درمیان دے کر ہم سے عہد میثاق کرو کہ تم لوگ ہم کو دھوکا نہ دو گے۔ کوئی چھپا ہوا موقع ہمارا دشمن کو نہ بتاؤ گے۔ ہمارے دشمن کی اعانت نہ کرو گے تو ہم تم سے باز آتے ہیں اور اپنے یہاں سے تمہیں نکالے دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا کو درمیان دے کر اس بات کا عہد و میثاق ان سے کر لیا کہ ہم تم کو دھوکا نہ دیں گے۔ تمہارا کوئی چھپا ٹھکانا دشمن کو نہ بتائیں گے۔ اب یہ لوگ مدینہ سے نکال دیئے گئے۔ یہ اپنا اسباب و مال لے کر نکلے اور وادی القریٰ میں جا کر مسلم بن عقبہ سے ملے۔ عائشہ بنت عثمان رضی اللہ عنہا طائف کی طرف روانہ ہوئیں۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی کچھ زمین مدینہ کے قریب تھی۔ وہ شہر سے نکل کر یہیں عزلت گزیں ہو گئے تھے تاکہ وہاں کے کسی امر میں نہ شریک ہوں۔ عائشہ جب طائف جانے لگیں تو انھوں نے کہا میرے بیٹے عبداللہ کو بھی اپنے ساتھ طائف میں لیتی جاؤ۔ عائشہ اپنے ساتھ عبداللہ کو طائف میں لے آئیں اور اپنے ہی پاس اس وقت تک رکھا کہ اہل مدینہ کا بنایا ہوا گھروندا بگڑ گیا۔

عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کا پابندی عہد:

ابن عقبہ نے بنی امیہ میں سے عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہا وہاں کا حال بتاؤ اور کچھ مشورہ دو۔ کہا میں کچھ

بھی بتا نہیں سکتا۔ ہم لوگوں سے عہد و میثاق اس بات کا لیا گیا ہے کہ ہم کوئی چھپا ہوا موقع نہ بتائیں۔ اور دشمن کی تقویت نہ کریں۔ یہ سن کر ابن عقبہ نے انھیں جھڑک دیا اور کہا واللہ اگر تو عثمان رضی اللہ عنہ کا فرزند نہ ہوتا تو میں تیری گردن مارتا۔ اور بخدا اب میں کسی قرشی کی یہ بات نہ سنوں گا۔ عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ یہ درشتی اس کی دیکھ کر اپنے اصحاب میں چلے آئے۔ اب مروان نے اپنے بیٹے عبدالملک سے کہا مجھ سے پہلے تمہیں اس کے پاس چلے جاؤ۔ شاید وہ تمہارے ہی جانے کو کافی سمجھے مجھے نہ بلائے۔ عبدالملک یہ سن کر ابن عقبہ کے پاس چلا گیا۔ اس نے کہا جو باتیں تم جانتے ہو بتاؤ۔ ان لوگوں کی ساری خبر مجھ سے بیان کرو اور یہ بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے۔

مسلم بن عقبہ اور عبدالملک کی گفتگو:

عبدالملک نے کہا اچھا اچھا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس رستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے تو مدینہ کی طرف لشکر کو لیے ہوئے جا۔ جب مدینہ کے قریب کا نخلستان تجھے ملے تو وہیں اتر پڑ۔ لوگ چھاؤں میں بیٹھیں گے۔ رطب کھائیں گے۔ جب رات ہو جائے تو پہرہ والوں کو سوار ہونے کا حکم دینا کہ وہ ساری رات لشکر کے درمیان پھرتے رہیں۔ جب صبح ہو جائے تو سب کے ساتھ نماز پڑھ کر روانہ ہو۔ مدینہ کو اپنی بائیں جانب رکھ کر شہر کے گرد پھر۔ اور حرہ کی زمین بلند کی طرف سے اہل مدینہ کا مقابلہ کر۔ جب تو ان کے مقابل ہوگا۔ آفتاب چمک کر ان کے سامنے طلوع کرے گا اور تیری فوج کی پشت پر ہوگا ان کو آفتاب سے ایذا پہنچے گی۔ اور ان لوگوں کے منہ پر دھوپ ہوگی۔ اس کی حرارت انہیں ایذا پہنچائے گی جب تم لوگ ان کے مشرق میں ہوگے اور وہ تمہارے مغرب میں ہوں گے تو تمہارے خود ہتھیار برچھوں کی سنانیں تلواریں زرہیں ساعد و باز اس قدر چمکتے ہوئے انہیں دکھائی دیں گے کہ تمہاری نظروں میں ان کے ہتھیاروں سے اس قدر خیرہ نہ ہوگی۔ اس کے بعد ان لوگوں سے قتال شروع کر۔ اور خدا سے نصرت طلب کر خدا بے شک تیری مدد کرے گا۔ کہ ان لوگوں نے امام کی مخالفت کی ہے اور جماعت سے خارج ہو گئے ہیں۔ مسلم نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے۔ جس باپ کا تو بیٹا ہے اس نے کیسا خلف الرشید پایا۔

عبدالملک کے بارے میں ابن عقبہ کا تاثر:

اس کے بعد مروان اس کے پاس گیا۔ اس نے کہا کچھ تم کہو۔ مروان نے کہا کیا عبدالملک تیرے پاس نہیں آیا۔ مسلم نے کہا ہاں میں ان سے ملا۔ عبدالملک عجب شخص ہے۔ میں نے کسی قرشی کو اس کے مثل نہیں پایا۔ مروان نے کہا۔ عبدالملک سے تم مل چکے تو گویا مجھ سے مل چکے۔ کہا اچھا اچھا۔ اس کے بعد مسلم وہاں سے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ اسی منزل میں جا کر اترا جہاں اترنے کا عبدالملک نے مشورہ دیا تھا اور جو کچھ اس نے کہا تھا ویسا ہی اس نے کہا۔ پھر وہ زمین حرہ پر ہوتا ہوا مشرق کی طرف اہل مدینہ کے مقابل میں جا کر اترا۔

اہل مدینہ کو تین دن کی مہلت:

سب کو بلا کر کہا۔ اے اہل مدینہ امیر المومنین یزید کا یہ خیال ہے۔ کہ تم لوگ اصل ہو۔ تمہارا خون بہانا مجھے گوارا نہیں۔ تمہارے لیے تین دن کی مدت میں مقرر کرتا ہوں جو کوئی تم میں سے باز آ جائے گا اور حق کی طرف رجوع کرے گا۔ ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے اور یہاں سے واپس چلے جائیں گے۔ اور اس ملحد کی طرف جو مکہ میں ہے متوجہ ہوں گے۔ اور اگر تم لوگ نہ مانو گے تو

یہ سمجھ لو کہ ہم حجت تمام کر چکے۔ تین دن ہو گئے تو مسلم نے کہا اے اہل مدینہ تین دن ہو گئے کہو اب تم کو کیا منظور ہے ملاپ کرتے ہو یا لڑنا چاہتے ہو۔ کہا ہم لڑیں گے۔ کہا ہرگز ایسا نہ کرو بلکہ تم سب طاعت گذاری اختیار کرو۔ ہم تم مل کر اپنا زور اس ملحد پر ڈالیں جس نے بے دینوں کو فاسقوں کو چار جانب سے اپنے پاس جمع کر رکھا ہے۔

اہل مدینہ کا لڑنے پر اصرار:

اہل مدینہ نے کہا او دشمن خدا واللہ اگر تم لوگ وہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو ہم تم کو بے قتال کیے نہ چھوڑیں گے کہا ہم تم کو اس لیے چھوڑ دیں۔ کہ تم خانہ کعبہ پر حملہ کرو۔ وہاں کے رہنے والوں کو خوف و ہراس میں ڈالو وہاں ملحدوں کی سی حرکتیں کرو' بیت اللہ کی بے حرمتی کرو۔ نہیں نہیں واللہ ہم سے یہ نہ ہوگا۔ مدینہ کے لوگوں نے شہر کے ایک جانب خندق بنالی تھی۔ ان میں کا ایک انبوہ عظیم خندق میں اترا ہوا تھا۔ رئیس ان کا عبدالرحمٰن بن زہیر زہری تھا۔ اہل مدینہ کے دوسرے ربع پر عبداللہ بن مطیع قریش کے رئیس شہر کی ایک جانب میں اور معقل بن سنان الشجعی مہاجرین کے رئیس ایک اور ربع پر شہر کی ایک جانب میں اور عبداللہ بن غسیل ملائیکہ رضی اللہ عنہ سب سے بڑے ربع کے رئیس تھے جس میں بہت لوگ تھے اور یہ امیر انصار تھے۔

مسلم بن عقبہ کی پیش قدمی:

مسلم نے اپنے سب لوگوں کو ساتھ لے کر زمین صرہ کی طرف حرکت کی کوفہ کی راہ پر پہنچ کر اپنا سراپردہ نصب کیا پھر سواروں کے رسالہ کو ابن غسیل کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابن غسیل نے اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر سواروں پر حملہ کیا۔ سوار سب بھاگ کھڑے ہوئے' بھاگتے ہوئے مسلم کے پاس پہنچے۔ مسلم یہ دیکھ کر آزمودہ کار لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور سواروں کو للکارا وہ سب پلٹ پڑے وہ بڑی دلیری سے لڑنے لگے اسی اثنا میں فضل بن عباس جو حارث بن عبدالمطلب کے پوتوں میں تھے کوئی بیس سواروں کو ساتھ لیے ہوئے ابن غسیل سے آ کر ملے اور بڑی خوبی سے نہایت شدید جنگ انھوں نے کی۔ پھر ابن غسیل سے کہا تمہارے ساتھ جتنے سوار ہوں سب کو حکم دے دو کہ میرے پاس آ کر ٹھہریں۔ جب میں حملہ کروں تو وہ بھی حملہ آور ہوں میں مسلم تک بغیر پہنچے ہوئے واللہ دم نہیں لینے کا۔ یا تو میں اسے قتل کروں گا یا قتل ہو جاؤں گا۔

فضل بن عباس کا حملہ:

ابن غسیل نے عبداللہ بن ضحاک انصاری کو حکم دیا کہ سواروں سے پکار کر کہہ دو۔ کہ سب فضل بن عباس کے ساتھ رہیں۔ غرض ندا ہوئی۔ اور سب سوار فضل بن عباس کے پاس جمع ہو گئے۔ انھوں نے اہل شام پر حملہ کر دیا۔ سب منتشر ہو گئے۔ فضل نے اپنے اصحاب سے کہا۔ تم نے دیکھ لیا یہ نالائق کیسا بھاگ رہے ہیں۔ میں تم پر فدا ہو جاؤں' پھر حملہ کرو۔ ان کے سردار کو میں دیکھ پاؤں تو واللہ ضرور اسے قتل کروں گا یا اس کوشش میں خود مارا جاؤں گا۔ سمجھ لو ایک ساعت کی ثابت قدمی کا نتیجہ خوشی ہے۔ ثبات قدم کے بعد اگر ہے تو فتح ہے۔ یہ کہہ کے فضل نے اور ان کے ساتھ والوں نے ایسا حملہ کیا کہ شامیوں کا رسالہ مسلم کو پیادوں میں چھوڑ کر منتشر ہو گیا۔ اس کے گرد پانسو پیادے گھٹنے ٹیکے ہوئے برچھیاں ان لوگوں کی طرف تانے کھڑے تھے۔ فضل اسی حالت میں عملدار فوج کی طرف بڑھے۔ اس کے سر پر ایک وار کیا کہ مغفر کو کاٹ کر سر کو ٹکڑے کر دیا وہ گرتے ہی مر گیا۔ اس کے گرتے ہی فضل نے پکارا خـذهـا مني و انا ابن عبدالمطلب یہ سمجھے کہ مسلم کو مار لیا۔ کہا قتلت طاغية القوم و رب الكعبة مسلم نے فحش گالی دے کر

کہا تو غلط کہتا ہے۔ علمدار اسی کا رومی غلام تھا۔ جسے فضل نے قتل کیا تھا مگر تھا بڑا شجاع۔

فضل بن عباس کی شجاعت:

اب مسلم نے علم خود اٹھالیا اور پکار کر کہا اے اہل شام کیا اپنے دین کی حمایت میں اسی طرح قتال کرتے ہیں کیا اپنے امام کی نصرت میں اسی طرح جہاد کرتے ہیں۔ خدا کی مار تمہاری اس لڑائی پر جیسی لڑائی کہ تم آج لڑ رہے ہو۔ کیسا میرے دل کو دکھا رہے ہو کیسا مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ سن رکھو واللہ اس کا عوض تمہیں یہ ملے گا کہ عطیات سے محروم کر دیئے جاؤ گے اور کسی دور دراز سرحد کی طرف بھیج دیئے جاؤ گے۔ اس علم کے ساتھ بڑھو۔ اگر تلافی تم سے نہ ہو سکے تو خدا سمجھے تم سے۔ مسلم نشان کو لے کر بڑھا اور نشان کے آگے آگے سب لوگ حملہ کرتے ہوئے چلے۔ اس حملہ میں فضل بن عباس قتل ہو گئے۔ یہ جب قتل ہوئے ہیں کہ مسلم کا خیمہ ان سے کوئی دس گز کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ فضل کے ساتھ زید بن عوف اور ابراہیم عدوی اور بہت سے لوگ مدینہ کے قتل ہو گئے۔ یہ جب قتل ہوئے ہیں کہ مسلم کا خیمہ ان سے کوئی دس گز کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ فضل کے ساتھ زید بن عوف اور ابراہیم عدوی اور بہت سے لوگ مدینہ کے قتل ہو گئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس جنگ میں مسلم بیمار تھا۔ اس نے دونوں صفوں کے درمیان ایک تخت پر اپنی کرسی رکھوا دی اور کہا اے اہل شام اب اپنے امیر کی طرف سے لڑو یا چھوڑ کر چلے جاؤ۔ اس کے بعد سب لوگوں نے اہل مدینہ پر حملہ کیا۔ ان کے جس گروہ کی طرف رخ کیا اسے شکست دی یہ لوگ جم کر لڑتے ہی نہ تھے ان کے رخ ہی پھرے جاتے تھے آخر سب شکست کھا گئے۔ اب مسلم کا لشکر ابن غسیل رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا اور ان سے بہت شدید جنگ کی۔ شکست کھائے ہوؤں میں سے جن کو جنگ آزمائی کا خیال آ گیا وہ بھی ابن غسیل رضی اللہ عنہ کے شریک ہو گئے۔ آتش جنگ شدت سے مشتعل ہو گئی۔

فضل بن عباس کی شہادت:

اسی اثناء میں جنگ آزماد بہادر شہ سواروں کی جماعت کو ساتھ لیے ہوئے فضل نے اہل شام پر حملہ کر دیا اور یہ مسلم کی کرسی و تخت کی طرف بڑھے مسلم کو اسی کے سراپردہ کے سامنے درمیان صف جنگ خادموں نے لا کر بٹھا دیا تھا۔ فضل اس کے تخت تک پہنچ گئے۔ ان کے چہرہ کا رنگ سرخ تھا۔ تلوار اٹھا کر وار کیا چاہتے تھے کہ وہ چلایا یا روتم کہاں ہو یہ مرد سرخ رنگ مجھے قتل کیے ڈالتا ہے۔ اے نیک بی بیوں کے فرزندو دوڑو! اسے برچھیوں میں پرولو۔ لوگ فضل کی طرف برچھیاں لے کر دوڑ پڑے وہ برچھیاں کھا کر گر پڑے۔ اس کے بعد مسلم کے سوار اور پیادے سب کے سب ابن غسیل رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور قریب پہنچ گئے اس وقت مسلم گھوڑے پر سوار ہو کر اہل شام کا دل بڑھانے لگا کہ اے اہل شام تم حسب و نسب میں عرب سے بڑھ کر نہیں ہو۔ شمار میں ان سے زیادہ نہیں ہو۔ تمہارے بلاد اتنے وسیع نہیں ہیں پھر بھی خدا نے تم کو یہ خاص مرتبہ عنایت کیا کہ دشمن کے مقابلہ میں تمہاری مدد کی' تمہارے اماموں کے دل میں تمہاری منزلت پیدا کر دی۔ اس کا سبب محض یہی ہے کہ تم لوگ طاعت گزار ہو اور اپنے دین پر قائم ہو اور اس قوم نے اور جو ان کے مثل ہیں ان سب نے دین کو بدل ڈالا خدا نے بھی ان کی حالت کو بدل دیا جس طاعت گذاری پر تم قائم ہو اسے خوبی کے ساتھ پورا کر دو کہ خدا بھی جو نصرت و غلبہ تم کو دے رہا ہے اسے پورا کر دے۔

حصین بن نمیر کی پیش قدمی:

یہ کہہ جہاں وہ تھا وہیں پھر چلا آیا۔ سواروں کو حکم دیتا گیا کہ ابن غسیل رضی اللہ عنہ پر اور ان کے اصحاب پر حملہ کر دیں لیکن جب سوار

اپنے گھوڑوں کو اہل مدینہ کی طرف بڑھاتے تھے وہ لوگ برچھیوں سے تلواروں سے وار پر وار کرتے تھے۔ گھوڑے بھڑک جاتے تھے۔ منتشر ہو جاتے تھے، رخ پھیر دیتے تھے یہ دیکھ کر مسلم نے پکار کر کہا۔ اے اہل شام خدا نے ان لوگوں کو تم سے بڑھ کر ثابت قدم میدان جنگ میں نہیں بنایا ہے۔ اوحصین بن نمیر تو اپنی فوج کو لے کر میدان کارزار میں اتر۔ حصین اہل حمص کو لے کر اہل مدینہ سے نبرد آزمائی کرنے کو چلا۔

عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

ابن غسیل رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں کو دیکھا کہ ایک فوج اپنے اپنے علم کے ساتھ یورش کرنے کو آ رہی ہے تو اپنے اصحاب میں یہ خطبہ پڑھا۔ لوگو! جس طریقہ سے تمہیں جنگ کرنا مقصود تھا وہی طریقہ تمہارے دشمن نے تم سے جنگ کرنے کا اختیار کیا۔ مجھے یقین ہے کہ ایک ہی ساعت کے بعد تمہارے اور ان کے درمیان خدا فیصلہ کر دے گا۔ تمہارے موافق ہو یا مخالف، سنو تم لوگ صاحب بصیرت ہو۔ دارالہجرت کے رہنے والے ہو، واللہ میں خوب سمجھتا ہوں کہ بلاد اسلام میں سے کسی شہر کے لوگوں سے خدا اتنا خوش نہ ہوگا جتنا کہ تم لوگوں سے خوش ہے اور بلاد عرب میں سے کسی شہر کے لوگوں پر خدا ایسا غضب ناک ہے جو تم سے لڑنے آئے ہیں۔ تم سب کو ایک دن مرنا ہے اور واللہ کسی طرح کی موت شہید ہو کر مرنے سے بہتر نہیں۔ لو شہادت کی دولت خدا نے تمہارے سامنے رکھ دی ہے اسے لوٹ لو اور واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ جتنی تمہاری مرادیں ہوں سب پوری ہو جائیں۔ یہ کہہ کر علم لیے ہوئے بڑھے تھوڑی دور جا کر ٹھہر گئے۔

عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابن نمیر بھی اپنا علم لیے ہوئے قریب آ پہنچا۔ مسلم نے عبداللہ بن عضاہ کو پانسو قدر اندازوں کے ساتھ ابن غسیل رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ تیروں کا مینہ اہل مدینہ پر برسنے لگا۔ ابن غسیل رضی اللہ عنہ نے کہا آخر کب تک تیر کھایا کرو گے، جسے بہشت میں چلنے کی جلدی ہو وہ اس علم کے ساتھ ہو لے یہ سنتے ہی جتنے جانباز تھے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن غسیل رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے پروردگار کے حضور میں چلو۔ واللہ! مجھے امید ہے کہ بس ایک ساعت کی دیر ہے کہ تمہاری آنکھیں خنک ہو جائیں گی۔ یہ سن کر سب جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ ایک ساعت تک ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ اس زمانہ میں کم ہوئی ہوگی۔ ابن غسیل رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزندوں کو ایک ایک کر کے میدان میں بھیجا۔ سب ان کے سامنے قتل ہو گئے۔ وہ خود رجز پڑھتے جاتے تھے۔ اور شمشیر زنی کر رہے تھے اسی طرح قتل ہو گئے۔ ان کے برادر اخیافی محمد بن ثابت انھیں کے ساتھ قتل ہوئے۔ یہ کہتے تھے کہ اگر کفار دیلم مجھے قتل کرتے تو میں ایسا خوش نہ ہوتا جیسا ان لوگوں کے ہاتھ سے قتل ہو جانے میں میں خوش ہو رہا ہوں انھیں کے ساتھ محمد بن حزم انصاری بھی قتل ہوئے۔ ان کی لاش پر مروان بن حکم گذرا[1] لاش سے خطاب کر کے کہنے لگا خدا تم پر رحم کرے۔ میں نے کتنے ہی رکنوں کے پاس تمہیں طولانی نمازیں پڑھتے دیکھا ہے۔

---

[1] طبری میں یہ فقرہ اس کے بعد ہے کـــــــــــــــــــــــــــــــــأنـه بـرطـيـل مـن فـضـة . یعنی مروان ایک چاندی کی چٹان معلوم ہوتا تھا شاید اس گھوڑے کا ساز نہایت چمک دمک کا فقرہ ہوگا۔ ابن اثیر نے بھی اس فقرہ کو چھوڑ دیا۔ ن ح

مدینہ میں تین دن تک قتلِ عام:

روایت ہے کہ مسلم کرسی پر بیٹھتا تھا لوگ کرسی کو اٹھائے ہوئے پھرتے تھے۔ اسی ہیئت سے وہ ابن غسیل رضی اللہ عنہ سے جنگ حرہ میں قتال کر رہا تھا اور یہ رجز پڑھتا جاتا تھا[1]

احیا اباہ ھاشم بن حرملہ　　یوم الھباتین و یوم الیعملہ

ترجمہ: ''جنگ حیاتین و جنگ یعملہ میں ہاشم بن حرملہ نے اپنے باپ کا نام روشن کر دیا۔

کل الملوک عندہ معزبلہ　　و رمحہ للوالدات مشکلہ'

ترجمہ: ملوک اس کے سامنے لاش کا ڈھیر ہیں۔ اس کی برچھی ماؤں کو بیٹوں کے غم میں رولاتی ہے۔

لایلبث القتیل حتی یجدلہ'　　و یقتل زالذنب و من لا ذنب لہ'

ترجمہ: وہ کشتوں کو خاک پر لٹاتا ہے۔ گناہگار اور بے گناہ دونوں کو قتل کر ڈالتا ہے''۔

محمد بن سعد بن ابی وقاص اس جنگ میں تیغ زنی کر رہے تھے جب لوگ پسپا ہونے لگے پہلے تو یہ بھاگنے والوں ہی کو تلواریں مارنے لگے آخر خود ہی بھاگے۔ مسلم نے تین دن تک مدینہ کی لوٹ شامیوں کو مباح کر دی۔ لوگوں کو قتل کرتے پھرتے تھے اور ان کا مال لوٹ لیتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو لوگ مدینہ میں تھے ہراساں ہوئے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ شہر سے نکل کر پہاڑ کی کھوہ میں جا کر چھپے۔ ایک شامی نے انھیں دیکھ لیا تھا وہ تلوار کھینچے ہوئے اس غار تک پہنچا۔ خدری رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے دھمکانے کے لیے تلوار کھینچ لی۔ کہ شاید بے لڑے ہوئے پلٹ جائے اس پر کچھ اثر نہ ہوا بڑھتا چلا آیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ باز نہیں آتا تو اپنی تلوار میان میں رکھ لی۔ اس سے کہا اگر تو میرے قتل کرنے کو ہاتھ اٹھائے گا تو میں تیرے قتل کرنے کو ہاتھ اٹھانے والا نہیں۔ میں پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔ اس نے پوچھا: خدا تمہارا بھلا کرے۔ تم کون شخص ہو۔ کہا میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہوں اس نے کہا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کہ ہاں یہ سن کر وہ چلا گیا۔

مسلم بن عقبہ کی بدعہدی:

مسلم نے مقام قبا میں بیعت کرنے کے لیے لوگوں کو بلایا۔ قریش میں سے یزید بن ذمہ اور محمد بن ابی الجہم کے لیے اور معقل بن سنان کے لیے بھی امان طلب کی گئی تھی۔ لڑائی کے ایک دن بعد یہ تینوں شخص مسلم کے پاس لائے گئے۔ مسلم نے دونوں قرشیوں سے بیعت کرنے کو کہا۔ انھوں نے کہا ہم کتاب خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ مسلم نے جواب دیا واللہ! میں تمہاری اس بات کو ہرگز نہیں معاف کروں گا۔ اس کے بعد وہ دونوں سامنے لائے گئے اور دونوں کی گردن ماری گئی۔ مروان نے کہا سبحان اللہ دو قرشی اس لیے لائے گئے تھے کہ ان کو امان ملے گی تو انھیں قتل کرتا ہے۔ مسلم نے مروان کی کمر میں چھڑی کی نوک کو چبھو کر کہا۔ واللہ! اگر تو بھی وہ کلمہ کہے جو ان دونوں نے کہا تو تلوار کی چمک سے تیری آنکھیں خیرہ کر دی جائیں گی۔

---

[1] ابن اثیر نے ان اشعار کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ ع۔ ح

معقل بن سنان کا قتل:

اس کے بعد معقل بن سنان کو مسلم کے سامنے لوگ لے کر آئے۔ اور پہلے مسلم اس کے دوستوں میں تھا مسلم نے کہا مرحبا بابی محمدؐ خوش آمدید ابو محمد معلوم ہوتا ہے تم اس وقت پیاسے ہو۔ معقل نے کہا ہاں پیاسا ہوں مسلم نے کہا دیکھو میرے ساتھ جو برف آئی ہے وہ شہد میں ڈال کر شربت بنا کر ان کے لیے لاؤ۔ شربت آیا۔ معقل نے پی کر کہا سقاك الله من شراب الجنة مسلم نے جواب دیا۔ سن واللہ! اب تجھے حمیم جہنم کے سوا کچھ بھی پینا نصیب نہ ہوگا۔ اس نے کہا خدا اور صلہ رحم کا میں تجھے واسطہ دیتا ہوں۔ مسلم نے جواب دیا۔ مجھ سے تجھ سے مقام طبریہ میں جس شب کو تو یزید سے رخصت ہو کر نکلا ہے ملاقات ہو چکی ہے۔ میں نے تجھے یہ کہتے سنا کہ مہینہ بھر کا ہم نے سفر کیا اور یزید کے پاس سے خالی ہاتھ جاتے ہیں۔ اب ہم مدینہ میں جا کر اس فاسق کو خلافت سے معزول کر دیں گے۔ بھلا غطفان و اشجع کو عزل و نصب خلافت میں کیا دخل؟ سن میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب کسی جنگ میں تیرے قتل کرنے کا موقع پاؤں گا ضرور تجھے قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر مسلم نے حکم دیا کہ معقل کو قتل کر دو اور وہ قتل ہو گیا۔

یزید بن وہب کا خاتمہ:

پھر یزید بن وہب کو مسلم کے سامنے لائے۔ مسلم نے اس سے کہا کہ بیعت کر اس نے کہا۔ میں سنت عمر رضی اللہ عنہ پر تم سے بیعت کروں گا۔ واللہ! میں تیرے قصور کو معاف نہ کروں گا۔ مروان اور ابن وہب میں کچھ عروسی و دامادی کا رشتہ تھا۔ اس سبب سے مروان نے کچھ سفارش کی مسلم نے حکم دیا کہ مروان کا گلا گھونٹ ڈالو۔ خادموں نے گلا اس کا دبا دیا اور مسلم نے کہا۔ تم لوگ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب کے سب یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے غلام ہو۔ اس کے بعد ابن وہب کے قتل کا حکم دیا۔ وہ قتل ہو گیا۔ اس کے بعد علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم کے سامنے لائے۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے مروان کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا کہ جس زمانہ میں بنی امیہ مدینہ سے نکالے گئے ہیں۔ انھوں نے مروان کے مال و متاع کو اور اس کی زوجہ ام ابان بنت عثمان رضی اللہ عنہ کو لٹنے سے بچا لیا تھا اور اپنے یہاں انھیں پناہ دی تھی۔ پھر جب ام ابان طائف کی طرف روانہ ہوئیں تو علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی حفاظت کے لیے اپنے فرزند عبداللہ کو ان کے ساتھ کر دیا تھا۔ اور مروان نے اس احسان کا شکر بھی ادا کیا تھا۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور ابن عقبہ:

علی بن حسین رضی اللہ عنہ اس وقت مروان و عبدالملک کو اپنے ساتھ لیے ہوئے مسلم کے سامنے آئے کہ یہ دونوں شخص ان کے لیے مسلم سے امان کی سفارش کریں گے۔ غرض مسلم کے پاس آ کر دونوں شخصوں کے بیچ میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ مروان نے شربت پینے کو مانگا۔ مطلب یہ تھا کہ مسلم کے دل میں جگہ پیدا کر دے۔ شربت آیا تو مروان نے تھوڑا سا پی کر علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ ان کے ہاتھ میں رعشہ سا پیدا ہو گیا۔ انھیں اندیشہ ہوا کہ مجھے یہ قتل کرے۔ وہ اسی طرح ہاتھ میں پیالہ لیے ہوئے رہ گئے۔ نہ پیتے ہیں نہ ہاتھ سے پیالہ رکھتے ہیں۔ اب مسلم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم ان دونوں کو ساتھ لیے ہوئے اس لیے آئے تھے کہ مجھ سے امان مل جائے گی۔ واللہ اگر انھیں دونوں کا واسطہ ہوتا تو میں تمہیں قتل ہی کرتا۔ لیکن تم نے امیر المومنین کو خط لکھا ہے۔ یہی امر تمہارے حق میں بہتر ہوا۔ اب تمہارا جی چاہے اسی شربت کو جو میرے ہاتھ میں ہے پیے لیتا ہوں۔ کہا اچھا یہی پی لو۔ شربت پی لیا تو کہا۔ یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ پاس جا کر بیٹھ گئے۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک:

ایک روایت یہ ہے کہ جب علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم کے پاس لائے تو پوچھا یہ کون ہیں کہا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کہا تشریف لائیے۔تشریف لائیے۔اوران کو اپنی قالین اورتخت پر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور کہنے لگا۔امیر المومنین نے تمہارے باب میں پہلے ہی مجھ سے کہہ سن لیا ہے۔وہ تو کہتے تھے کہ بد باطن لوگوں نے تمہارے ساتھ سلوک کرنے سے مجھے دور رکھا۔

پھر کہنے لگا یہاں آنے سے تمہارے اہل وعیال کو تشویش ہورہی ہوگی کہا واللہ یہی بات ہے۔اس نے اپنی سواری کا گھوڑا منگایا اس پر ساز ڈالا گیا۔انہیں گھوڑے پر سوار کر کے واپس کیا۔

عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کی اہانت:

اس کے بعد عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کو مسلم کے سامنے لائے۔یہ بنی امیہ کے ساتھ مدینہ سے نہیں نکلے تھے۔مسلم ان کو دیکھ کر پکارا اے اہل شام اس شخص کو پہچانتے ہو۔کہا کہ نہیں۔کہا یہ ایک طیب وظاہر کا خبیث فرزند ہے۔یہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا عمرو ہے۔تعجب ہے اے عمرو! اہل مدینہ کا غلبہ دیکھو تو تم کہو کہ میں بھی تمہیں میں سے ہوں۔اور اہل شام کا غلبہ ہو تو کہو میں بھی انھی میں ہوں۔کہا کہ میں تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ فرزند ہوں۔یہ کہہ کر مسلم نے ان کی داڑھی نچوڑالی۔پھر اہل شام سے مخاطب ہو کر کہا۔اس کی ماں اپنے منہ میں گوبر کے بدبودار کپڑے رکھ کر کہتی تھی کہ امیر المومنین بوجھو میرے منہ میں کیا ہے اور منہ میں اس کے ایسی ناگوار و قابل نفرت چیز ہوتی تھی۔پھر عمرو کو اس نے رہا کر دیا۔ان کی والدہ دوس کی تھیں۔واقعہ حرہ بدھ کے دن ذی الحجہ کی اٹھائیسویں یا شاید ستائیسویں تاریخ واقع ہوا۔

اہل مکہ کی جنگی تیاری:

۶۳ ھ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ابھی تک یہ پناہ گیر کہلاتے تھے اور امر خلافت کا مدار شورے پر لوگ سمجھتے تھے۔محرم کی چاند رات کا ذکر ہے کہ مسور بن مخرمہ کا غلام آزاد سعید مکہ میں وارد ہوا اس نے آ کر سب سے بیان کیا کہ مسلم نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کیا اور یہ لوگ اس سے کیوں کر پیش آئے۔اس واقعہ کو سب لوگ امر عظیم سمجھے۔اس کو شہر میں مشہور کیا۔اور سب نے بہت جدوجہد کی۔سامان جنگ میں مشغول ہوئے۔سمجھ گئے کہ مسلم ادھر بھی ضرور آئے گا۔اور اہل مدینہ کے شیوخ بیان کرتے ہیں۔کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو یزید کو بلایا۔اس سے کہا کہ تجھ سے اہل مدینہ ضرور لڑیں گے۔تو ایسا کرنا کہ مسلم بن عقبہ کو ان سے لڑنے کے لیے بھیجنا۔میں اس شخص کی خیر خواہی سے خوب واقف ہوں۔پھر معاویہ کے ہلاک ہونے کے دنوں میں ایک گروہ مدینہ سے ان کے پاس وارد ہوا۔اس مجمع میں عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔یہ بڑے شریف و فاضل سردار و عبادت گذار شخص تھے۔ان کے آٹھ بیٹے ان کے ساتھ تھے۔معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم ان کو ہر لڑکے کو دس دس ہزار عطا کیے۔اس کے علاوہ سب کو خلعت اور بار برداری کا سامان دیا۔عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں واپس آئے تو سب نے پوچھا کہو کیا خبر ہے۔کہا ایک ایسے شخص کے پاس سے میں آرہا ہوں کہ واللہ اگر میں کسی کو اپنے بیٹوں کے سوا شریک ومعین اپنا نہ پاؤں جب بھی اس سے جہاد کروں گا لوگوں نے کہا ہم نے تو سنا ہے کہ انھوں نے تم کو عطایا وانعامات دیئے۔اور بہت تمہاری خاطر اور مدارت کی' کہا ہاں انھوں نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔اور میں نے اس لیے قبول کرلیا کہ اپنی قوت بڑھاؤں۔پھر ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو برانگیختہ

کیا اور سب نے ان سے بیعت کر لی۔

مدینہ پر مسلم بن عقبہ کا قبضہ:

یزید کو اس کی خبر ہوئی اس نے مسلم کو ان کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اور اہل مدینہ نے یہاں سے لے کر شام تک جتنے کنوئیں تھے۔ سب میں قطران کی مشکیں ڈلوا دیں یا پاٹ دیئے۔ اہل شام کے لیے خدا نے بارش بھیج دی کہ ان کو کسی کنویں میں ڈول ڈالنے کی ضرورت ہی نہ ہوئی جب یہ مدینہ پہنچے تو ان کے مقابلہ میں شہر سے بڑی بڑی جمعیتیں نکلیں۔ ان کی سی ہیات اور ہیئت پہلے سے کسی نے نہ دیکھی تھی۔ اہل شام پر کسی قدر رعب چھا گیا ان سے لڑنا ان کو ناگوار ہوا اور مسلم اس وقت بہت بیمار تھا ابھی لڑائی ہو رہی تھی کہ ان کے پس پشت ناف شہر سے تکبیر کی آوازیں آنے لگیں۔ ہوا یہ کہ بنی حارثہ نے ان کے مقابلہ میں اہل شام کو راستہ دے دیا اور یہ سب لوگ خندق پر لڑتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو شکست ہوئی اور سب سے زیادہ خندق میں لوگ قتل ہوئے۔ سب بھاگے۔ اور شامیوں کے دل کے دل مدینہ میں گھس آئے اس وقت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ اپنے ایک بیٹے کے سہارے پر سو رہے تھے۔ نفیر خواب بلند تھے ان کے فرزند نے جگا دیا۔ آنکھ کھول کے دیکھا کہ لوگ بھاگ رہے ہیں اپنے فرزند اکبر کو لڑنے کا حکم دیا وہ نکلے لڑے قتل ہو گئے۔ آخر مسلم مدینہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے کہا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمہاری جان و مال واہل و عیال کا مالک ہے جس طرح چاہے ان سے پیش آئے۔

۶۴ھ کے واقعات

مسلم بن عقبہ کی مکہ کی جانب پیش قدمی:

مسلم مدینہ والوں سے جب فارغ ہوا اور اس کے لشکر والے تین دن تک شہر کو لوٹ چکے تو ان سب کو ساتھ لے کر مکہ کا رخ کیا۔ مدینہ میں روح بن زنباع عمرو بن محرز کو اپنا جانشین کر گیا۔ مسلم یہاں سے روانہ ہوا اور مقام مشلل تک آخر محرم ۶۴ھ میں پہنچا تھا کہ اسے موت آ گئی، مرتے وقت حصین بن نمیر کو بلا کر کہا، اے ابن پالان خر اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو واللہ تجھے میں اس لشکر کا رئیس نہ کرتا۔ لیکن میرے بعد تجھے امیر المومنین نے رئیس لشکر مقرر کر دیا ہے اور امیر المومنین کا حکم ٹل نہیں سکتا۔ چار باتیں میں تجھ سے کہے دیتا ہوں اسے سن رکھ۔ بہت جلد روانہ ہو اور جلد لڑائی کو شروع کر دے۔ خبروں کو پوشیدہ رکھ۔ قریش میں سے کسی کی بات نہ سن۔ اس کے بعد وہ مر گیا اور مشلل میں دفن کر دیا گیا۔

مسلم بن عقبہ کا انتقال:

ایک روایت یہ ہے کہ مسلم، ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ جب اس کوہستانی چڑھائی تک پہنچا جسے ہرشا کہتے ہیں تو مرنے کا وقت آ گیا۔ تمام سرداران۔ فوج کو اس نے بلا بھیجا اور یہ کہا کہ امیر المومنین نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر میرا وقت پورا ہو جائے تو تم سب پر حصین بن نمیر کو اپنا جانشین کر دوں۔ واللہ! میرے اختیار کی بات ہوتی تو میں ایسا نہ کرتا، لیکن مرتے وقت امیر المومنین کے حکم کی مخالفت کرنا مجھے گوارا نہیں۔ پھر ابن نمیر کو بلا کر کہا۔ ابن پالان ضرور دیکھ میری وصیت کو یاد رکھنا۔ خبروں کو چھپائے رکھنا۔ کسی قرشی کی بات کبھی نہ سننا۔ اہل شام کو دشمنوں کے مقابلہ سے نہ ہٹنے دینا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فاسق سے لڑنے میں تین

دن سے زیادہ توقف نہ کرنا۔ اس کے بعد کہا: خداوندا! شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بعد اہل مدینہ کے قتل کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل خیر ایسا میں نے نہیں کیا جس پر مجھے ناز ہو اور جس پر آخرت میں مجھے بھروسہ ہو۔

ابن عقبہ کی وصیت:

پھر بنی مرہ سے کہا کہ حوران میں جو میری کھیتی ہے وہ میں نے خاندان مرہ کے لیے خیرات کی اور فلاں عورت (ام ولد) کے گھر میں جو کچھ میرا مال مقفل ہے وہ سب اسی کا ہے۔ وصیت کے پیشتر ہی مسلم نے کہہ دیا تھا کہ میرے بیٹے کو گمان ہے کہ ام ولد نے مجھے زہر دیا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے۔ یہ پیٹ کی ایک بیماری ہے کہ ہمارے خاندان والوں کو ہوا کرتی ہے۔

ابن نمیر کی مکہ پر فوج کشی:

مسلم مر گیا تو ابن نمیر لشکر کو لیے ہوئے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کو مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہاں تمام اہل مکہ و اہل حجاز ان سے بیعت کر چکے تھے اور مدینہ کے سب لوگ بھی ان کی طرف چلے آئے تھے۔ نجدہ بن عامر بھی خارجیوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے بچانے کے لیے ان سے آ ملا تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی منذر سے کہا' میرے اور تمہارے سوا ان لوگوں سے لڑنے کے لیے اور اس کام کے واسطے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ منذر واقعہ حرہ میں بھی شریک تھا۔ پھر ان سے آ ملا۔

منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی منذر کو کچھ لوگوں کے ساتھ قتال کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ایک ساعت تک اس نے بہت شدید جنگ کی۔ اسی اثنا میں ایک شامی نے اسے اپنے مقابلہ میں بلایا۔ شامی خچر پر سوار تھا۔ منذر اس کی طرف بڑھا۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ دونوں کے وار کاری پڑ گئے۔ دونوں بے جان ہو کر گر پڑے' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں زانو ٹیک کر کھڑے ہوئے اور کہا یا رب ابرھا من اصلھا و سھا[1] اور وہ اپنے بھائی کے قاتل کو کوس رہے تھے۔ اس کے بعد اہل شام نے بہت سخت حملہ کیا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب کچھ بھاگ گئے۔ ابن کے خچر نے ٹھوکر کھائی۔ کہنے لگے دور ہو اور اس کی پشت پر سے اتر پڑے اور اپنے اصحاب کو پکارا۔ کہ ادھر آؤ ادھر آؤ۔ ابن کی آواز سن کر مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمٰن پلٹ آئے اور جنگ کرنے لگے اور آخر یہ سب لوگ قتل ہو گئے۔ ان کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے۔

خانہ کعبہ پر سنگ باری:

رات ہوئے تک ان سب کو قتال پر آمادہ کرتے رہے۔ اس کے بعد دشمن پلٹ گئے اور یہ پہلے حصار کا واقعہ تھا جو لکھا گیا۔ اس کے بعد اہل شام بقیہ ماہ محرم اور کل ماہ صفر تک ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے جدال و قتال کرتے رہے۔ ربیع الاول ۶۴ھ کی تیسری تاریخ روز شنبہ ان لوگوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگا دی اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے خطارۃ مثل الفنیق المزبد نرمی بھا اعراد ھذا لمسجد۔ یہ منجنیق ایک شتر مست ہے کہ ہم اس سے کعبہ پر نشانے لگا رہے ہیں۔ عمرو بن حوط سدوسی یہ کہتا جاتا تھا۔

---

[1] ابن اثیر نے اسے چھوڑ دیا ہے یعنی معلوم ہوتے ہیں کہ اے پروردگار اس جنگ کی اصلاح کر اور اسے متفرق کر دے۔ ۱۲

کیف تری صنیع ام فروہ تاخذھم بین الصفا و المروہ

ترجمہ: ''ذرا ام فروہ کو دیکھنا کہ صفا و مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہے''۔

ام فروہ اس نے منجنیق کا نام رکھا تھا۔ مشلل میں مسلم کے دفن ہونے کے بعد ابن نمیر محرم کی تیئسویں کو مکہ کی طرف روانہ ہوا اور محرم کی چھبیسویں کو مکہ میں پہنچا۔ چونسٹھ دن تک ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیے غرۂ ربیع الآخر کو یزید کے مرنے کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔

خانہ کعبہ میں آتش زنی:

خانہ کعبہ کے جلنے کا واقعہ یزید کے مرنے سے انتیس دن پیشتر ہوا۔ لوگ گرداگرد آگ سلگایا کرتے تھے۔ ہوا چلی۔ ایک چنگاری اڑ کر غلاف کعبہ پر جا پڑی۔ غلاف جلا۔ چوبینہ جل گیا۔ روز شنبہ ربیع الاول کی تیسری کو یہ واقعہ گذرا۔ عروہ بن اذینہ اپنی ماں کے ساتھ اسی دن مکہ میں آئے تھے۔ انھوں نے کعبہ کو بے لباس اور رکن حطیم کو جھلسا ہوا اور تین جگہ سے تڑکا ہوا دیکھ کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا مصیبت کعبہ پر آئی۔ انھوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا اس شخص کے سبب سے یہ حادثہ ہوا۔ اس نے برچھی کی نوک سے ایک انگارہ کو اٹھایا۔ ہوا اسے اڑا لے گئی۔ غلافِ کعبہ میں رکن یمانی و اسود کے درمیان آگ لگ گئی۔

یزید کا انتقال:

ایک روایت یہ ہے کہ یزید کی وفات قریہ حوارین میں ربیع الاوّل ۶۴ھ کی چودھویں کو اڑتیس برس کے سن میں واقع ہوئی۔ زہری نے انتالیس برس لکھے ہیں اور تین برس چھ ماہ یا آٹھ ماہ اس نے حکومت کی اور اس کے بیٹے معاویہ بن یزید نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ایک روایت یہ ہے کہ بتیس برس چھ مہینے کے سن میں غرۂ رجب ۶۰ھ میں یزید خلیفہ ہوا۔ دو برس آٹھ مہینے اس نے حکومت کی۔ ربیع الاوّل ۶۳ھ کی چودھویں تاریخ ۳۵ برس کی عمر میں اس نے وفات پائی۔ اس کی ماں میسون بنت بجدل کلبی ہے۔

اس کا ایک بیٹا معاویہ ہے۔ ابولیلیٰ اس کی کنیت ہے اس کے باب میں شاعر کہتا ہے۔

انی اریٰ فتنۃ تغلیٰ مراجلھا والملک بعد ابی لیلی لمن غلبا

ترجمہ: ''دیکھئے فتنہ وفساد کی ہنڈیا پک رہی ہے ابولیلیٰ کے بعد بادشاہی اسی کو ملے گی جو غالب آ جائے گا''۔

ایک اور بیٹا اس کا خالد ہے جس کی کنیت ابو ہاشم ہے کہتے ہیں کہ یہ کیمیا بنا لیتا تھا۔ اس کی ماں ام ہاشم بنت ابو ہاشم بن عتبہ ہے۔ یزید کے بعد مروان نے اسے زوجہ بنا لیا۔ ایک اور بیٹا یزید کا عبداللہ ہے یہ اپنے زمانہ کا بڑا اقدر انداز تھا۔ اس کی ماں ام کلثوم بنت اسوار ہے اور عبداللہ اصغر و عمر و ابوبکر و عتبہ و حرب و عبدالرحمٰن و ربیع و محمد چھوکریوں کے پیٹ سے ہیں۔

مکّہ کا محاصرہ:

اسی سال یزید کے بعد شام والوں نے معاویہ بن یزید سے اور حجاز والوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ حصین بن نمیر اہل شام کو لیے ہوئے چالیس دن تک ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑتا رہا اور محاصرہ اس کا بہت شدید ہو گیا تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب تنگ آ گئے تھے۔ کہ یزید کے مرنے کی خبر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو ہو گئی اور ابن نمیر اور اس کا سارا لشکر اس واقعہ سے ناواقف نہ

تھا۔ دونوں لشکروں میں تلوار چل رہی تھی جب یہ خبر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو پہنچی انھوں نے پکار کر اہل شام سے کہا لو تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا۔ اب تم میں سے جس کا جی چاہے اس بیعت میں شریک ہو جائے جو بیعت یہاں کے لوگوں نے کی ہے جسے یہ منظور نہ ہو وہ شام کو چلا جائے۔ یہ سن کر اہل شام نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ابن نمیر سے کہا میرے قریب آ۔ میں تجھ سے کچھ باتیں کروں گا اور یہ اس سے باتیں کر رہے تھے کہ ان کے گھوڑوں میں سے کسی گھوڑے نے لید کی حرم کے کبوتر لید پر گرے۔ ابن نمیر اپنے گھوڑے سے اتر کر کبوتروں کو بچانے لگا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو۔ کہا ایسا نہ ہو حرم کا کوئی کبوتر گھوڑے کی ٹاپ سے کچل جائے۔ کہا واہ کبوتر کے قتل سے تو پرہیز ہے اور مسلمانوں کے قتل پر تو آمادہ ہے کہا اب تم سے میں نہیں لڑوں گا۔ اتنی اجازت دو کہ ہم لوگ کعبہ کا طواف کر کے چلے جائیں۔ انھوں نے اجازت دے دی اور وہ سب لوگ چلے گئے۔

مرگ یزید کی اطلاع:

ایک روایت اس طرح ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے یزید کی موت کا حال سن کر شامیوں میں کسی کو یقین نہ آیا۔ وہ اسی طرح محاصرہ کیے رہے۔ اسی اثنا میں ثابت بن قیس نخعی رؤسائے اہل عراق کے ساتھ مکہ سے کوفہ میں وارد ہوا۔ اور ابن نمیر سے اس نے ملاقات کی۔ ان دونوں میں دوستی بھی تھی اور رشتہ ازدواجی بھی۔ ابن نمیر نے اسے معاویہ کی صحبت میں بھی دیکھا تھا وہ اس کی فضل و شرف و اسلام سے خوب واقف تھا ثابت سے ابن نمیر نے یزید کے مرنے کی خبر پوچھی۔ اس نے بیان کیا کہ یزید مر گیا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن نمیر کی ابطح میں ملاقات:

ابن نمیر نے یہ سن کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہلا بھیجا کہ آج رات کو مقام ابطح میں مجھ سے ملاقات کرنا۔ دونوں یک جا ہوئے تو کہا۔ اگر یزید مر گیا تو تم سے زیادہ کوئی خلافت کا حق دار نہیں۔ آؤ ہم تم سے بیعت کریں۔ اس کے بعد میرے ساتھ چلو۔ یہ لشکر جو میرے ساتھ ہے۔ اس میں شام کے تمام روساء و سرہنگ شامل ہیں واللہ دو شخص بھی تمہاری بیعت سے انکار نہ کریں گے۔ شرط یہ ہے کہ سب کو تم امان دے کر مطمئن کر دو اور ہمارے تمہارے درمیان؟ اس کے سوا ہم ہیں اور اہل حرہ میں جو خونریزی ہوئی ہے۔ اس سے چشم پوشی کرو۔ عمرو بن[1] سعید کہا کرتے تھے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں سے بیعت لینے اور ان کے ساتھ شام جانے سے بس شگون و فال نے روک لیا۔ مکہ وہ مقام تھا جہاں خدا نے ان کو محفوظ رکھا[2] واللہ! اگر ابن زبیر رضی اللہ عنہ اہل شام کے ساتھ شام میں چلے گئے ہوتے تو وہاں دو شخص بھی ان کی بیعت سے انکار نہ کرتے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا شامیوں کو امان دینے سے انکار:

بعض قریش کا خیال ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس خونریزی سے چشم پوشی کروں۔ نہیں واللہ! اگر ایک ایک شخص کے عوض میں دس دس آدمیوں کو میں قتل کروں جب بھی مجھے چین نہ آئے گا۔ ابن نمیر ان سے چپکے چپکے باتیں کرتا تھا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ پکار کر کہتے جاتے تھے۔ ''نہیں واللہ مجھ سے یہ نہ ہوگا''۔ آخر ابن نمیر نے کہا ''اب بھی اگر کوئی تم کو پرفن اور لسان کے لقب سے یاد

---

[1] یہ روایت کچھ بے ربط ہے۔ ابن اثیر نے اسے ترک کیا ہے۔ مترجم

[2] یہاں طبری میں یہ فقرہ ہے و کان ذلک من جند مروان ابن اثیر نے چھوڑ دیا ہے۔ مترجم

کرے تو خدا اس سے سمجھے۔ ارے میں تو جانتا تھا کہ تم کچھ عقل رکھتے ہو تم کو اتنی بھی عقل نہیں کہ میں تو تم سے ایک بات کہوں اور تم پکار کر اس کا جواب دو۔ میں تم کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور تم مجھے قتل وقصاص کی دھمکی دیتے ہو''۔

ابن نمیر کی روانگی:

حصین بن نمیر یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں کو پکارا' اور سب کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اب پشیمانی ہوئی کہ یہ میں نے کیا کیا۔ ابن نمیر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ شام تو میں نہیں جاؤں گا۔ لیکن تم لوگ مجھ سے بیعت کرلو میں تم کو امان دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ عدل سے پیش آؤں گا۔ ابن نمیر نے کہا یہ تو بتاؤ کہ خود تو پیچھے رہے جاتے ہو اور میں گیا شام میں۔ وہاں جا کر خاندان بنی امیہ کے بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ خلافت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور بہت سے لوگ ان کی طرف مائل ہو رہے ہے۔ تو اس وقت میں کیا کروں گا۔ غرض سب کو ساتھ لیے ہوئے ابن نمیر مدینہ پہنچا۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ اس کے استقبال کو اپنے ساتھ جو اور چارہ لے کر نکلے۔ ابن نمیر کے راہوار گھوڑے کے لیے دانہ چارہ نہ تھا۔ اسے ان چیزوں کی سخت ضرورت تھی۔ غلام کو گالیاں دے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا اب میرے گھوڑے کے لیے کہاں سے اس وقت چارہ آئے گا۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کیا۔ وہ اس کا بھی کچھ خیال نہ کرتا۔ انھوں نے کہا میرے ساتھ دانہ چارہ ہے اپنے گھوڑے کے لیے اس میں سے لے لے' اب وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور حکم دیا کہ آپ سے چارہ لے لو۔

بنی امیہ کی روانگی شام:

اہل مدینہ اور اہل حجاز کی جرأت شامیوں پر زیادہ ہوگئی تھی۔ ان کی نظر میں اہل شام بہت ذلیل ہو گئے تھے نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ جہاں کوئی شامی اکیلا مل گیا اس کے گھوڑے کی لگام پر ہاتھ ڈال دیا۔ گھوڑا اس کا چھین لیا اور اسے نکال دیا۔ یہ سب اس ڈر سے اپنے لشکر ہی میں رہتے تھے۔ چھاؤنی سے نکلتے ہی نہ تھے۔ بنی امیہ نے ان سے کہا ہم کو لیے ہوئے شام میں پہنچے جہاں یزید وصیت کر گیا تھا کہ اس کے بعد معاویہ بن یزید سے لوگ بیعت کریں۔ تین مہینے یا چالیس دن یہ زندہ رہا اور دمشق میں اس سے بیعت ہوئی۔ ابوعبدالرحمٰن اس کی کنیت تھی اور ابولیلیٰ بھی اسے کہتے ہیں۔ تیرہ برس اٹھارہ دن کی عمر میں اس کی وفات ہوئی۔

بصرہ میں ابن زیاد کی بیعت:

اسی سال بصرہ کے لوگوں نے ابن زیاد سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ ان کا امیر اس وقت تک رہے جب تک لوگوں میں صلح ہو اور کوئی امام اپنا وہ سب مل کر مقرر کر دیں ابن زیاد نے اب کوفہ میں ایلچی روانہ کیا کہ اہل کوفہ بھی بصرہ والوں کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ اہل کوفہ نے انکار کیا جو ان کا حاکم اس وقت تک تھا اسے پتھر مارے۔ اس کے بعد اہل بصرہ نے بھی ابن زیاد سے مخالفت کی اور فتنۂ عظیم برپا ہوا۔ اور ابن زیاد شام میں چلا گیا۔

ابن زیاد کا اہل بصرہ سے خطاب:

یزید جب ہلاک ہو گیا تو ضحاک بن قیس نے (شام سے) قیس بن ہثیم کو (عراق میں) یہ خط لکھا۔ سلام علیک ہم تم بھائی ہیں۔ یزید مر گیا جب تک ہم کسی کو انتخاب نہ کرلیں تم کو ہم پر سبقت نہ کرنا چاہیے۔ یہاں یزید کے بعد ابن زیاد نے لوگوں کے سامنے یہ خطبہ پڑھا' پہلے حمد وثنائے الٰہی بجا لایا اور کہا اہل بصرہ میرے نسب کا خیال کرو۔ واللہ! تم جانتے ہو کہ میرے والد نے تم لوگوں کی

طرف ہجرت کی۔ میری ولادت کی جگہ اور میرا وطن تمہیں لوگ ہو۔ میں جب تمہارا امیر مقرر ہوا تو دفتر میں اہل سیف ستر ہزار سے زیادہ نہ تھے اور اب اسی ہزار ہیں اور اہل قلم و کارگذار دفتر کی روح سے نوے ہزار سے زیادہ نہ تھے اور اب ایک لاکھ چالیس ہزار ہیں اور کوئی ایسا تمہارا بدخواہ جس کا تمہیں خوف ہو میں نے نہیں چھوڑا۔ وہ سب کے سب تمہاری مجلس میں ہیں۔ سنو! امیر المومنین یزید نے وفات پائی اور اہل شام سے جھگڑا پڑ گیا ہے۔ تمہارا شمار اس وقت سب سے زیادہ ہے۔ تمہارا میدان سب سے بڑھ کر وسیع ہے۔ تمہیں کسی کی پرواہ نہیں تمہارا مالک بہت بڑا ہے اپنے دین اور اپنی جماعت کے لیے جس شخص کو مناسب سمجھو اسے انتخاب کرو جسے تم انتخاب کرو گے سب سے پہلے میں اس کا تابع فرمان اور اس سے خوش رہوں گا۔ اس کے بعد اگر اہل شام کسی ایسے شخص کو انتخاب کریں جسے تم بھی پسند کرو تو تم بھی تمام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جانا اور اگر تم کو اس سے اختلاف ہو تو جب تک تمہاری مرضی پوری نہ ہو تم اپنے ہی ملک اپنی ہی سرزمین پر رہنا۔ تم بلاد میں تم کسی شخص کے حاجت مند نہیں ہو۔ اگر ہیں تو وہ لوگ تمہارے حاجت مند ہیں۔

اہل بصرہ کی فتح بیعت:

یہ سنتے ہی اہل بصرہ کے خطیب اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہا اے امیر ہم نے تیری تقریر سنی۔ اور واللہ تجھ سے بڑھ کر ہم کسی کو اس منصب کے شایان نہیں سمجھتے آؤ ہم تمہیں سے بیعت کریں گے۔ ابن زیاد نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے لیے کسی کو انتخاب کرو۔ ان لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا۔ اس نے ان کا کہنا نہ مانا۔ یہاں تک کہ تین دفعہ ان لوگوں نے اصرار کیا تو اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور سب نے بیعت کر لی اور بیعت کرنے کے بعد سب کے سب اس سے پھر گئے۔ کہتے تھے پسر مرجانہ سمجھتا تھا کہ جماعت و حالت فرقت میں ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ واللہ! جو کچھ وہ سمجھا غلط سمجھا۔ اس کے بعد سب نے اس پر حملہ کر دیا۔

شفیق ابن ثورہ اور سدو:

شفیق ابن ثورہ مالک بن مسمع اور حصین بن منذر رات کے وقت دارالامارہ میں ابن زیاد کے پاس آئے۔ اس کی خبر بنی سدوس میں سے ایک شخص کو ہو گئی۔ یہ جا کر دارالامارہ میں دروازہ پر بیٹھ گیا۔ رات گئے یہ لوگ ایک خچر پر مال لادے ہوئے نکلے۔ یہ دوڑ کر حصین کے پاس گیا اور کہا اس مال میں سے مجھے بھی کچھ دلوا دے۔ اس نے کہا اپنے بنی عم کے پاس جا ان سے مانگ۔ اب یہ شفیق کے پاس آیا اور کہا اس مال میں سے مجھے بھی کچھ دلوا دے۔ اور اس کا ایک غلام آزاد ایوب جس کا نام تھا وہی اس کے مال کا خزینہ دار تھا۔ اسے پکار کر کہا۔ ایوب اسے سو درہم دے دے۔ سدوسی نے پھر جا کر سوال کیا اس نے کہا ایوب اب اسے دو سو درہم دے دے اس نے کہا دو سو درہم بھی میں نہیں لیتا کہا تین سو درہم پھر چار سو۔ اب مقام طفادہ تک سب پہنچ گئے۔ سدوسی نے پھر تقاضا کیا شفیق نے پوچھا۔ میں نہ دوں تو تو کیا کرے گا۔ اس نے کہا واللہ ابھی جاتا ہوں اور محلّہ کے درمیان پہنچ کر دونوں انگلیاں کانوں میں رکھ کر پکار پکار کر کہتا ہوں کہ اے خاندان بکر بن وائل شفیق اور حصین اور مالک ابن زیاد کے پاس جا کر تم لوگوں کی خون ریزی کا حلف کر کے آئے ہیں۔ یہ سن کر شفیق نے کہا اس شخص کو کیا ہو گیا ہے خدا اسے سمجھے اور سمجھ لیا۔ ارے اے پانسو درہم دے دو۔ یہ پانسو درہم شفیق سے لے کر صبح کو مالک بن مسمع کے پاس پہنچا۔ معلوم نہیں وہاں سے کچھ ملا یا نہیں۔ پھر حصین کے پاس آیا اس نے پوچھا تیرے ابن عم نے تجھ سے کیا سلوک کیا۔ اس نے سب حال بیان کر کے کہا تم بھی تو کچھ مجھے دلواؤ۔ حصین نے کہا ہم نے مال لیا اور

لے کر نکل بھی آئے اب ہمیں کسی کا خوف نہیں ہے۔ غرض کچھ بھی اس نے نہ دیا۔

ابن زیاد سے یزید کی ناراضگی:

ابن زیاد نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ اوران کے خاندان کے سب لوگوں کو قتل کر کے سب کے سر یزید کے پاس جب بھیجے تو پہلے تو یزید ان لوگوں کے قتل ہو جانے سے خوش ہوا اور زیاد کی منزلت اس کے نزدیک زیادہ ہوگئی۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ پشیمان ہوا۔ اکثر کہا کرتا تھا۔ اگر میں ذرا تکلیف گوارا کرتا اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ہی گھر میں رکھتا جو وہ چاہتا اس کا انہیں اختیار دیتا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی تھی اس میں ان کے حق کی اوران کی قرابت کی رعایت تھی گو میری حکومت کی اس میں سبکی بھی ہوتی تو میرا کیا حرج تھا۔ خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ اس نے انہیں لڑنے پر مجبور کیا۔ تو وہ یہ کہتے تھے کہ مجھے واپس چلا جانے دو۔ اس نے نہ مانا یا میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں یا مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف مجھے نکل جانے دو۔ وہاں خدائے عزوجل میری حفاظت کرے گا۔ یہ بات بھی اس نے نہ مانی اس سے بھی انکار کیا۔ ان کو کوفہ کی طرف واپس لایا اور قتل کیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں اس واقعہ سے میرا بغض اس نے بھر دیا اور میری عداوت کا بیج بو دیا۔ اب نیک ہوں یا بد سب مجھ سے اس بات پر بغض رکھتے ہیں کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ لوگ اسے امرِ عظیم سمجھتے ہیں۔ مجھے ابن مرجانہ سے کیا مطلب تھا۔ خدا اس پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل کرے۔

ابن زیاد کو یزید کی موت کی اطلاع:

ابن زیاد نے اپنے ایک غلام آزاد ایوب نو حمران کو شام کی طرف روانہ کیا کہ یزید کی خبر لے کر آئے۔ خود ایک دن سوار ہوا۔ قصابوں کی دکانوں تک پہنچا تھا کہ ایوب سامنے سے آیا اور چپکے سے یزید کی موت کا حال اس نے بیان کیا۔ یہ سنتے ہی راہ سے پھرا گھر آ کر عبداللہ بن حصین کو حکم دیا کہ کہہ کر پکارے یا یہ ہوا۔ کہ ابن زیاد عبداللہ بن نافع برادر اخیافی زیاد کی عیادت کو گیا تھا اسی مکان کی ایک کھڑکی سے نکل کر مسجد میں جو آیا تو سرِ شام حمران کو دیکھا۔ یہی حمران معاویہ اور یزید کے زمانہ پھر ابن زیاد کی طرف سے پیغام بری کیا کرتا تھا۔ مگر اتنی اس کی مجال نہ تھی کہ خود آگے بڑھ کر کچھ کہہ سکے۔ ابن زیاد نے پوچھا کیا ہے۔ کہا خیریت ہے۔ کہا وہاں کا حال کیا ہے۔ کہا میں قریب آ سکتا ہوں کہا چلا آ۔ حمران نے چپکے چپکے یزید کے مرنے کا اور اہل شام میں جھگڑا پڑنے کا حال بیان کیا۔ یزید ربیع الاوّل ۶۴ ھ کی پندرھویں تاریخ پنجشنبہ کے دن مر گیا۔

یزید کی مذمت:

ابن زیاد نے یہ سنتے ہی فوراً مؤذن کو حکم دیا کہ نماز با جماعت کہہ کر پکار دے۔ لوگ جمع ہوئے۔ یہ منبر پر گیا۔ یزید کی خبر مرگ لوگوں سے کہی اور اس کی مذمت بھی کی۔ یہ جانتا تھا کہ یزید مجھ سے بری طرح پیش آنے والا ہے اور اس سے ڈرا کرتا تھا۔ احنف نے کہا ہم لوگوں کی گردنوں میں یزید کی بیعت ہے۔ بھڑوں[1] کے چھتہ کو نہ چھیڑنا چاہیے۔ یہ سن کر اس نے زبان روک لی۔ اس کے بعد ابن زیاد نے اہل شام کے اختلاف کا ذکر اور جو باتیں اوپر گذریں وہ سب بیان کیں۔ یہاں تک کہ سب نے بخوشی و بمشورہ اس

---

[1] اعرض عن ذی قتن. یعنی شاخ دار درخت سے الگ رہو اگر فتن پڑھیں تو فتنہ گر مراد ہوگا۔ ع۔م

سے بیعت کر لی۔ مگر وہاں سے اٹھتے ہی در و دیوار سے اپنے ہاتھوں کو پاک کرنے لگے اور کہتے جاتے تھے پسر مرجانہ یہ سمجھے ہوئے ہے کہ اس اختلاف کی حالت میں ہم لوگ اسی کو اپنا امیر بنائیں گے۔

بصرہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت:

غرض ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ امارت بہت دنوں چلی۔ روز بروز ضعیف ہوتی چلی گئی وہ حکم دیتا تھا کوئی سنتا نہ تھا وہ کچھ رائے دیتا تھا اسے رد کر دیتے تھے۔ کسی مجرم کو قید کرنے کو کہتا تھا تو اس کے سپاہیوں کو لوگ روک لیتے تھے۔ ایک جنازہ کے ساتھ شوق ابل میں لوگ جا رہے تھے کہ ایک شخص ہاتھ میں جھنڈا لیے ہوئے سر سے پاؤں تک اوچی بنا ہوا ایک اشہب رنگ گھوڑی پر نمودار ہوا۔ وہ کہتا جاتا تھا۔ لوگو! آؤ میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں جو کسی نے نہ دی ہوگی۔ اس شخص کی طرف آؤ جو حرم کعبہ میں پناہ گزیں ہے۔ یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لو۔ یہ سن کر کچھ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے بیعت کرنے لگے۔ ابن حوشب جنازہ کے ساتھ تھا۔ کہتا تھا جب ہم نماز جنازہ سے فارغ ہو کر آئے تو دیکھا بہت سے لوگ اس سے بیعت کرنے کو جمع ہو گئے ہیں۔ اور وہ اس راستہ پر جا رہا ہے جو محلہ قیس بن ہثیم اور محلہ کے درمیان ہوتا ہوا بنی تمیم تک گیا ہے اس نے کہا: اگر کوئی پوچھنا چاہتا ہے تو سن لو میرا نام ہے سلمہ بن ذویب۔

ابن زیاد سے اہل بصرہ کی علیحدگی:

ابن خوشب جب مقام رحبہ تک پہنچا تو اسے عبدالرحمٰن بن بکر ملا۔ اس نے سلمہ کا ذکر اس سے کیا۔ عبدالرحمٰن نے جا کر ابن زیاد سے یہ قصہ بیان کیا۔ ابن زیاد نے خود اسے بلا بھیجا اور سارا قصہ اس کی زبان سے سنا۔ حکم دیا الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا ہوئی لوگ جمع ہو گئے۔ ابن زیاد نے کہنا شروع کیا کہ میرے تمہارے درمیان کیا معاملہ گذرا۔ میں کہتا تھا تم کسی کو انتخاب کرو میں بھی اسی سے بیعت کر لوں گا۔ تم میرے سوا کسی سے بیعت کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ پھر میں نے سنا کہ تم نے دیواروں میں اور دروازوں میں اپنے ہاتھوں کو رگڑ کر پاک کیا۔ اور جو تمہارے منہ میں آیا وہ کہا۔ اب یہ حال ہے کہ جو حکم میں دیتا ہوں نہیں چلتا جو رائے میں دیتا ہوں۔ رد کر دی جاتی ہے میرے سپاہیوں کے اور میرے گناہگار کے درمیان لوگ حائل ہو جاتے ہیں۔ لو دیکھو سلمہ بن ذویب تمہارے خلاف میں دعوت دے رہا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالے۔ تم میں سے ایک دوسرے کے منہ پر تلوار کھینچ کر جا پڑے۔ یہ سن کر احنف نے کہا ہم تیرے پاس سلمہ کو لیے آتے ہیں۔ یہ لوگ سلمہ کو لانے کے لیے گئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک جمع عظیم ہے۔ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس نے مزاحمت کی۔ یہ سامان دیکھ کر سب کے سب بیٹھ رہے ابن زیاد کے پاس کوئی بھی نہیں گیا۔ ایک دفعہ خطبہ میں اس نے کہا اے اہل بصرہ ہم نے لباس خز و بردہ اور نرم نرم کپڑے یہاں تک پہنے کہ ہم اس کی آرزو رکھتے ہیں اور ہمارا جسم انہیں کپڑوں کی خواہش رکھتا ہے ہم نے اس لباس کو اتار کر لباس آہنی نہ پہنا اے اہل بصرہ واللہ اگر تم سب مجتمع ہو کر کسی کو خطا سے باز رکھنا چاہو تو یہ بھی تم سے نہ ہو سکے گا۔ اس کے بعد اس پر کسی نے کوئی حملہ بھی نہ کیا تھا کہ بھاگ گیا۔ اور مسعود کے پاس جا کر چھپ رہا۔ مسعود جب مارا گیا تو ابن زیاد شام میں چلا گیا۔

ابن زیاد کی دولت:

سلمہ کے خروج کرنے سے پہلے ابن زیاد کے پاس اسی لاکھ اور بڑا دیتے ایک کروڑ نو لاکھ تھے۔ اس نے لوگوں سے کہا یہ

تمہارا ہی حصہ ہے اپنے اپنے وظیفے اور اپنی اپنی اولاد کی تنخواہیں اس میں سے لے لو۔ یہ کہہ کے اس نے کاتبوں کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلائیں۔ اور سب کے ناموں کی فہرست نکالیں اور اس باب میں بہت تاکید کی۔ پہرہ مقرر کر دیا کہ دفتر کے کاتب و محاسب رات کو بھی جانے نہ پائیں۔ شمعیں روشن کر کے کام کریں۔ مگر جب لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے اور سب کے سب اسے چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ ادھر سلمہ نے اس سے مخالفت کی بنا ڈالی۔ تو ابن زیاد نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اور خزانہ بھی بھاگتے وقت اٹھا لے گیا۔ یونس کہتا ہے ابھی تک اس کی اولاد میں وہ دولت موجود ہے۔ ان کی شادی و غمی کی رونق قریش میں نہیں دکھائی دیتی نہ قریش میں کوئی شخص کھانے پینے پہننے اوڑھنے میں ان کے مثل ہے۔

رؤسائے بصرہ کا ابن زیاد سے عدم تعاون:

ابن زیاد نے ملک کے خاص رئیسوں کو بلا کر کہا تھا کہ تم سب میرے ساتھ شریک ہو کر مخالفوں سے قتال کرو۔ انھوں نے کہا ہمارے سرگردہ جو لوگ ہیں وہ ہمیں حکم دیں تو ہم تیرے ساتھ جائیں۔ لوگوں کا یہ حال دیکھ کر اس کے بھائیوں نے سمجھایا کہ اس زمانہ میں خلیفہ ہی نہیں ہے جس کی طرف تم قتال کرو اور جب شکست ہو جائے تو اس سے پناہ کے طالب ہو اور اس کی مدد کے لیے تم طلب گار ہو اور وہ تمہاری مدد کرے اور یہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ "جنگ دو سر دارد" کیا معلوم تمہیں فتح ہو یا شکست۔ اگر شکست ہوئی تو یہ دولت جو اس وقت ہمارے قبضہ میں ہے۔ یہی لوگ جن سے ہم کو سابقہ ہے ہمارے ہلاک کرنے اور مال و دولت کے تباہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور تیرے پاس از رقہ بھی باقی نہ رہے گا۔ اس کا برادر عینی جو عبداللہ کو کہنے لگا۔ دوستو واللہ! اگر تم نے ان لوگوں سے قتال کیا تو میں تلوار کے پلیلے پر اپنے سینہ کو ٹیک دوں گا کہ پشت کے پار ہو جائے۔

ابن زیاد کی حارث بن قیس سے امداد طلبی:

ابن زیاد نے اب بنی فہم سے حارث بن قیس کو بلا بھیجا۔ اور اس سے کہا: اے حارث میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی کہ اگر کبھی تمہیں بھاگنے کی ضرورت پڑے تو بنی فہم کے ذریعہ سے کام نکالنا اور میرے دل کو بھی تم لوگوں کے سوا کسی پر اعتماد نہیں ہے۔ حارث نے کہا: تمہارے باپ کے لیے جن خطروں میں ہم لوگوں نے اپنی جان کو ڈالا تجھے خوب معلوم ہے۔ نہ کبھی اس نے نہ کبھی تو نے ہمارے ساتھ اس کا عوض کیا۔ اب جو التجا تو نے کی ہے تو میں اسے بھی رد نہیں کرتا۔ مجھے انکار کرتے بن نہیں پڑتا۔ اگر میں تجھے دن کو لے کر نکلوں تو اندیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی قوم میں پہنچتے پہنچتے میں بھی قتل ہو جاؤں گا اور تو بھی۔ لیکن میں تیرے پاس ٹھہرا رہوں گا۔ جب رات تاریک ہو جائے گی اور آمد و رفت راہ گیروں کی موقوف ہو جائے گی۔ اس وقت میں تجھے اپنی ردیف میں بٹھا لوں گا کہ تجھے کوئی پہچان نہ سکے اور تجھے بنی ناجیہ اپنی برداری والوں میں لے چلوں گا۔ ابن زیاد نے کہا بس یہی رائے اچھی ہے حارث ٹھہرا رہا۔

ابن زیاد کا فرار:

جب اتنی تاریکی ہوگئی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھے تو ابن زیاد کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔[1] اور مال و دولت کو تو وہ پہلے ہی سرکا کر محفوظ کر

---

[1] ابن اثیر نے اس روایت کے اکثر فقرے چھوڑ دیئے اس مقام پر یہ ہے فاقام حتی اذا قلت اخوك ام الذئب یعنی گرگ میں اور برادر میں تمیز نہ ہو سکے۔ ع۔م

چکا تھا۔ حارث اسے لے کر چلا۔ ان لوگوں میں ہو کر نکلا جو خوارج صرور یہ کے خوف سے راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ ابن زیاد پوچھتا جاتا تھا' یہ کون مقام ہے یہ کون لوگ ہیں۔ بنی سلیم میں جب پہنچے تو ابن زیاد نے کہا اب ہم کہاں آئے کہا بنی سلیم میں۔ کہا سلامتی ہے ان شاء اللہ۔ جب بنی ناجیہ میں پہنچے۔ پوچھا اب ہم کہاں آئے۔ کہا بنی ناجیہ میں۔ کہا نجات ہے ان شاء اللہ۔ بنی ناجیہ نے حارث سے پوچھا تو کون ہے کہا حارث بن قیس کہا ہمارا بھتیجا۔ ان میں سے ایک شخص نے ابن زیاد کو پہچانا اور کہا پسر مرجانہ پھر ایک تیر اس کی طرف سر کیا۔ وہ عمامہ میں اٹک کر رہ گیا۔ حارث اسے اب لے کر چلا کہ محلّہ جہاضم میں لے جا کر اپنے گھر میں اسے اتارا۔

ابن زیاد اور مسعود بن عمر:

اب یہ مسعود بن عمرو کے پاس آیا۔ مسعود نے کہا اے حارث دنیا کی آفتوں سے تو لوگ پناہ مانگتے ہیں میں اس آفت سے پناہ مانگتا ہوں جسے تو لے کر آیا ہے۔ حارث نے کہا میرے آنے میں خیریت کے سوا کوئی اندیشہ نہیں ہے تم کو خوب معلوم ہے کہ تمہاری ہی قوم کے لوگوں نے زیاد کو بچالیا تھا اور اپنے عہد پر قائم رہے تھے۔ اس سے ان کی قدر و منزلت تمام عرب میں کیسی ہو گئی تھی؟ کہ ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے اب تم لوگ ابن زیاد سے دو بیعتیں کر چکے ہو' ایک بیعت رضا و مشورہ' دوسری بیعت جو تمہاری گردنوں پر اس بیعت کے پیشتر سے ہے وہ بیعت جماعت ہے مسعود نے کہا تم یہ چاہتے ہو کہ ابن زیاد کے لیے تمام اہل شہر سے ہم عداوت مول لیں۔ اس کے باپ کے ساتھ ہم لوگوں نے خیر خواہی کی تو کیا پایا۔ اس نے کچھ بھی اس کا عوض ہمارے ساتھ نہیں کیا۔ میں تمہیں ایسا نہ سمجھتا تھا کہ تمہاری یہ رائے ہوگی۔ حارث نے کہا اپنی بیعت کے وفا کرنے پر اور اس کو کسی اچھے ٹھکانے تک پہنچا دینے پر کوئی بھی تمہارے ساتھ عداوت نہیں کرے گا اور حارث نے یہ بھی کہا کہ جب وہ تمہارے گھر میں آ چکا تو اب کیا اسے نکال دو گے۔ غرض مسعود نے عبدالغافر ابن مسعود کے گھر میں چھپ رہنے کے لیے اسے کہہ دیا۔

ابن زیاد کی ابن مسعود کے گھر میں روپوشی:

ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد نے حارث سے خود یہ التجا کی تھی کہ مجھے مسعود کے گھر میں لے چل کہ وہ بڑے مرتبہ کا آدمی ہے شریف ہے مسن ہے۔ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ بنی ازد کے بیچوں بیچ اس کا مکان واقع ہے۔ اس التجا پر حارث اسے مسعود کے گھر لے آیا۔ عبدالغافر کے گھر میں اس کو جگہ دے کر اسی رات کو مسعود سوار ہوا۔ حارث بھی اس کے ساتھ تھا اور خود اس کی قوم کے بھی لوگ ہمراہ تھا۔ یہ سب بنی ازد کی محفلوں میں گئے اور سب سے کہہ دیا کہ ابن زیاد روپوش ہو گیا ہے۔ سب کا گمان تمہیں پر ہوگا۔ صبح تک تم سب لوگ مسلح ہو جاؤ۔ اور ایسا ہی ہوا کہ جب اہل شہر نے سنا کہ ابن زیاد کا پتہ نہیں لگتا۔ سب نے یہی کہا کہ وہ بنی ازد میں ہوگا۔ ایک بڑھیا نے کہا ارے واللہ وہ اپنے باوا کے جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے روپوش ہونے سے پہلے بصرہ کا مال کچھ تو اپنے خاندان والوں میں تقسیم کر دیا تھا اور جو کچھ ساتھ لے جا سکتا تھا اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ خاندان زیاد کے لوگوں سے بھی اس نے خواہش کی تھی کہ سب مل کر دشمنوں سے قتال کریں مگر کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔

ابن زیاد کو دارالامارہ میں واپس لانے کی کوشش:

ابن زیاد مسعود کے یہاں چھپا ہوا تھا کہ شقیق بن ثور کو خبر ملی کہ ابن منجوف اور ابن مسمع راتوں کو مسعود کے پاس جایا کرتے

ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ابن زیاد کو دارالامارہ میں واپس لائیں۔ اور دونوں گروہوں کے اتفاق سے کشت وخون کا بازار گرم کریں اور اپنی عزت بڑھالیں۔ شقیق نے عبداللہ مازنی کو مسعود کے پاس بھیجا۔ مازنی نے دیکھا کہ مسعود کے ایک پہلو میں عبیداللہ بن زیاد بیٹھا ہے۔ دوسرے پہلو میں عبداللہ بن زیاد۔ اس نے شقیق کا سارا پیام وسلام مسعود کے سامنے بیان کر دیا۔ جس کے آخر میں یہ تھا کہ دونوں کو اپنے یہاں سے نکال دو۔ مسعود نے کہا واللہ ہم تو یہاں سے نہ نکلیں گے تم نے ہم کو پناہ دی۔ اپنے ذمہ ہم کو لیا۔ ہم تو تمہارے ہی گھر میں قتل ہو جائیں گے اور قیامت تک یہ دھبہ تمہارے دامن پر رہ جائے گا۔

عبداللہ بن حارث کی امارت کی تجویز:

یہاں اہل بصرہ نے اتفاق کر کے نعمان راسبی اور ایک اور مرد مضری کو یہ اختیار دے دیا کہ جس کو چاہیں اسے یہ دونوں شخص[1] ہم سب کا حاکم مقرر کر دیں جس کو وہ دونوں پسند کریں سب اسی کو پسند کریں گے۔ مضری چاہتا تھا کہ بنوامیہ میں سے کوئی امیر ہو۔ اور نعمان بنی ہاشم کی طرف مائل تھا۔ نعمان نے کہا میری رائے میں فلاں شخص اموی سے بڑھ کر کوئی اس منصب کا احق نہیں ہے۔ مضری نے کہا کیا یہی تمہاری رائے ہے۔ نعمان نے کہا ہاں یہی میری رائے ہے کہا میں نے اپنی رائے بھی تمہارے تابع کر دی تم جسے پسند کرو گے اسے میں بھی پسند کروں گا۔ اب یہ دونوں مجمع میں آئے اور قیس بن ہیثم مضری نے پکار کر کہہ دیا۔ نعمان جس شخص کو پسند کرے گا۔ میں بھی اسی کو پسند کروں گا۔ اب سب لوگ نعمان کا منہ تکنے لگے۔ نعمان نے کہا میری رائے عبداللہ بن حارث کے لیے ہے۔ جسے ببہ[2] کہتے ہیں۔ اب مضری نے کہا ان کا نام تو تم نے نہیں لیا تھا۔ نعمان نے کہا نہیں نہیں واللہ انہیں کا نام میں نے لیا تھا غرض سب نے ببہ سے بیعت کر لی۔

ام بسطام کی ابن زیاد کو امان:

ایک روایت یہ ہے کہ حارث بن قیس پہلے ابن زیاد کو مسعود کے پاس لایا ہی نہیں وہ ابن زیاد کو لے کر چلا اور ابن زیاد نے لاکھ درہم اپنے ساتھ لدوائے تھے۔ حارث ابن زیاد اور اس کے بھائی عبداللہ کو لیے ہوئے ام بسطام زن مسعود کے پاس آیا اس سے کہا میں ایک ایسا معاملہ تمہارے پاس لے کر آیا ہوں جس سے خاندان کی سب عورتوں میں تمہارا نام ہو جائے گا۔ تمہاری قوم کے لیے اس میں شرف و بزرگی ہے اور تمہارے لیے تونگری اور دنیا کی نعمت ہے لو یہ لاکھ درہم اور ابن زیاد کو اپنے پاس رکھو کہنے لگی میں جانتی ہوں مسعود نہیں راضی ہوگا' وہ قبول نہیں کرے گا۔ حارث نے کہا تم اسے چادر اوڑھا دو۔ اپنے گھر میں بلا لو۔ پھر مسعود جانے اور ہم جانیں تمہیں کچھ مطلب نہیں۔ ام بسطام اس بات پر راضی ہوگی۔ مال اس نے لے لیا اور ان کا کہنا کیا۔ مسعود جب آیا تو عورت نے سارا قصہ اسے سنا دیا۔ اس نے سنتے ہی اس کے جھونٹے لیے[3] ابن زیاد اور حارث دونوں اسی گھر کے ایک حجرہ میں

---

[1] طبری کی عبارت اس مقام کی کامل ابن اثیر میں نہیں پائی جاتی یہاں دونوں شخصوں سے زیاد کے دونوں بیٹے بھی مراد لیے جا سکتے ہیں اور ابن منجوف و ابن مسمع بھی۔۱۲۔ ع۔ ح

[2] ببہ کے معنی ہیں گل گوتھنا موٹا تازہ بچہ۔ ع۔ ح

[3] طبری کے یہ الفاظ ہیں اخذر اسھا اس کا دوسرا نسخہ ہے۔ اخذ براسھا بضربھا ابن اثیر نے بھی اسی دوسرے نسخہ کو اختیار کیا ہے۔ ع۔ ح

تھے۔ اب وہ نکل آئے۔ ابن زیاد نے کہا۔ تیری بنت عم نے مجھے پناہ دی ہے۔ دیکھ تیرے کپڑے میں پہنے ہوئے ہوں۔ میرے پیٹ میں تیرا ہی نان ونمک ہے۔ تیرا ہی گھر ہے۔ جس نے مجھے اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ اس پر حارث بھی ہاں میں ہاں ملاتا گیا۔ اور دونوں نے بہت کچھ الحاح وزاری کر کے اسے راضی کر لیا۔ اس معاملہ میں حارث کو بھی ابن زیاد نے پچاس ہزار دیئے۔ اس وقت سے لے کر مسعود کے قتل ہونے تک ابن زیاد اسی کے گھر میں رہا کیا۔

بصرہ میں عبداللہ بن حارث ببہ کی حکومت:

ابن زیاد بصرہ سے جب بھاگا تو اہل بصرہ پر کوئی امیر نہ رہا اور اب کس کو حاکم بنائیں۔ اس بات میں جھگڑے پیدا ہو گئے۔ آخر سب اس بات پر متفق ہوئے کہ قیس بن ہثیم اور نعمان میں سے کسی شخص کو انتخاب کریں۔ ان دونوں نے بنی عبدالمطلب میں سے عبداللہ بن حارث کا نام لیا جس کی ماں ہند بنت ابوسفیان تھی اور سب اسے ببہ کہتے تھے۔ اور اس کے سوا عبداللہ بن اسود زہر کا نام بھی آیا۔ دونوں میں سے کسی پر دونوں حکموں کی رائے مطابق ہوگئی تو مقام مربد میں آنے کا دونوں نے وعدہ کر لیا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ اس بات پر آمادہ رہو کہ ان دو شخصوں میں سے کوئی مقرر ہوگا۔ غرض لوگ جمع ہوئے پہلے قیس بن ہثیم آیا اس کے بعد نعمان آیا۔ پھر قیس اور نعمان میں بحث ہوئی۔ نعمان نے قیس سے یہ ظاہر کیا کہ میں چاہتا ہوں ابن اسود کو مقرر کروں۔ پھر یہ کہا کہ ہم تم دونوں ساتھ ساتھ گفتگو نہیں کر سکتے۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ گفتگو کرنا اپنے لیے مخصوص کر لے۔ قیس نے اسے منظور کر لیا اور ایک نے دوسرے پر بھروسہ کر لیا۔ اب نعمان نے لوگوں سے یہ عہد لیا کہ جس کو وہ انتخاب کرے سب لوگ اس پر راضی ہو جائیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن اسود کی طرف نعمان بڑھا اور کچھ شرائط اس پر لازم کیے لوگوں کو گمان ہو گیا کہ اسی سے بیعت کر لے گا۔ مگر اسے چھوڑ کر نعمان عبداللہ بن حارث کی طرف آیا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسی طرح کی شرطیں اس پر بھی لازم کیں۔

ببہ کی بیعت:

اس کے بعد خدائے تعالیٰ کی حمد بجا لایا اور نبی ﷺ کا ذکر کیا۔ اور ان کے اہل بیت واہل قرابت کا حق بیان کیا۔ پھر کہا ایہا الناس ایسے شخص کو جو تمہارے نبی ﷺ کے بنی عم سے ہے اور جس کی ماں ہند بنت ابی سفیان ہے ناپسند کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر چہ یہ شخص بنی ہاشم سے ہے ماں تو اس کی بنی امیہ سے ہے اور تم لوگوں کی بہن ہے۔ یہ کہہ کر نعمان نے اس سے بیعت کر لی اور کہا سنو میں نے تمہارے لیے اس شخص کو انتخاب کیا ہے سب نے پکار پکار کر کہا ہم سب پسند کرتے ہے اور راضی ہیں۔ اور پھر سب لوگ عبداللہ بن حارث کو دارالامارہ میں لے کر آئے۔ یہ واقعہ غرۂ جمادی الآخر ۶۴ھ کا ہے۔ ببہ نے اپنے اہل شرطہ کا رئیس ہمیان بن عدی سدوسی کو مقرر کیا۔ اس نے منادی کی کہ سب لوگ آؤ بیعت کرو۔ سب نے آ کر بیعت کی۔ فرزدق نے جب اس سے بیعت کی تو یہ شعر کہا۔

و بایعت اقواما وفیت بعدھم

وببہ قد بایعتہ غیر نادم

''یعنی میں نے کتنی ہی قوموں سے بیعت کر لی اور وفا بھی کی اور ببہ سے بیعت کرنے پر بھی مجھے ندامت نہیں''۔

مالک بن مسمع اور قرشی میں تلخ کلامی:

مالک بن مسمع کا گھر باطنہ میں عبداللہ اصبہانی کے دروازہ کے قریب بنی حجدر کی حدود میں جو مسجد جامع کے پاس ہے واقع تھا۔ اسی قرب کے سبب سے مالک مسجد میں آیا کرتا تھا۔ ببہ کی امارت کے تھوڑے ہی دنوں بعد کا ذکر ہے کہ مالک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسی صحبت میں ایک قرشی بھی پہنچا۔ یہ شخص ببہ کے پاس ابن خازم کا خط لے کر آیا تھا اور یہ خبر لایا تھا کہ اہل ہرات نے ببہ کے نام پر بیعت کر لی ہے اور ببہ کے پاس وہ جانا چاہتا تھا کہ اس صحبت میں حیص بیص ہونے لگی۔ قرشی نے مالک کے ساتھ درشت کلامی کی۔ بکر بن وائل کے ایک شخص نے قرشی کو طمانچہ مار دیا۔

قبیلہ مضر ربیعہ میں ہیجان:

اس حرکت پر قبیلہ مضر ربیعہ کے درمیان ہیجان پیدا ہو گیا۔ اس صحبت میں ربیعہ والے غالب آ گئے اب ایک شخص نے پکار کر کہا دہائی ہے بنی تمیم کی۔ اس آواز کو بنی ضبہ کی ایک جماعت نے سنا یہ لوگ اس وقت شہر کے قاضی کے پاس حاضر تھے۔ انھوں نے مسجد کے پہرہ والوں سے برچھیاں اور ڈھالیں لے کر بنی ربیعہ پر حملہ کر دیا۔ شکست فاش ان کو دی۔ شقیق سدوسی اس زمانہ میں بکر بن وائل کا رئیس تھا۔ اسے یہ خبر پہنچی۔ وہ مسجد میں دوڑا ہوا آیا اور اپنے لوگوں کو حکم دے دیا کہ بنی مضر میں سے جسے پاؤ قتل کر ڈالو۔ مالک بن مسمع کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے خود آیا۔ اور ایک کو دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رکھا۔

اشیم بن شقیق رئیس بکر بن وائل:

ایک مہینہ کے قریب قریب یوں گذر گیا بنی یشکر کا ایک شخص بنی ضبہ کے ایک شخص کا ہم نشین تھا۔ دونوں مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ اس طمانچے کا ذکر نکلا جو بکر بن وائل کے ایک شخص نے قرشی کو مار دیا تھا اس پر یشکری فخر ناز کرنے لگا[1] ضبی کو اس بات پر غصہ آیا اس نے یشکری کا گلا دبایا۔ اس کے بعد نماز جمعہ میں لوگوں نے اسے زدوکوب کیا۔ لوگ اسے اٹھا کر لے چلے گھر تک پہنچتے پہنچتے مر گیا۔ اب بکر بن وائل کو برادری والوں کو جوش آیا۔ ان کا رئیس اشیم بن شقیق تھا اس سے کہا کہ ہم سب کو لے کر چلو اس نے کہا پہلے میں ایلچی کو بھیجتا ہوں۔ اگر انھوں نے خوں بہا دے دیا تو خیر ورنہ ہم لوگ لڑنے کو روانہ ہوں گے۔ بنی بکر نے اس کی بات نہ مانی۔ مالک بن مسمع کے پاس آئے۔

لہازم کا معاہدہ:

اشیم سے پہلے یہی مالک سب کا امیر تھا۔ اشیم اس کی ریاست کو دبا بیٹھا۔ یہ یزید کے پاس پہنچا یزید سے ابن زیاد کے نام یہ حکم لکھوالایا کہ اشیم کو ریاست دے دی جائے۔ قوم لہازم نے یزید کے اس حکم کو نہ مانا۔ لہازم کی تفصیل یہ ہے۔ اوّل بنی قیس اور ان کے حلفا غزہ۔ دوم قوم لات اور ان کے حلفا عمل۔ اور یہ سب مجتمع بھی ہو گئے تھے۔ سوم آل ذہل بن شیبان اور ان کے حلفا یشکر۔ چہارم ذہل بن ثعلبہ اور ان کے ساتھ قبیلہ حنیفہ یہ سب چار اور چار آٹھ قبیلے تھے۔ اور یہ حلف زمانہ جاہلیت میں بدویوں میں ہوا تھا۔ بکر بن

---

[1] ثم قال زهبت للقفاء ابن اثیر نے اس روایت ہی کو چھوڑ دیا۔ بہ ظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ یشکری نے اس طمانچے کی مدح کی کہ خوب پڑا ایسا ہی چاہیے تھا۔ مثلاً کہتے ہیں۔ هولك طلقا۔ یعنی یہ کام تمہارے لیے جائز و درست ہے۔ ع۔ ح

وائل ان چاروں میں سے قبیلہ حنیفہ فقط زمانہ جاہلیت میں اس حلفت میں شریک نہ ہوا تھا۔ ان کے شریک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب شہری تھے۔ پھر یہ سب لوگ اپنی برادری والوں بنی عجلی کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی سبب سے ان کو لہازم کہتے ہیں۔

اشیم کی سرداری:

غرض لہازم اس بات پر راضی ہو گئے۔ کہ عمران غزی جو حکم دے دے اسے ہم سب قبول کر لیں گے۔ خلاصہ یہ کہ ریاست اشیم کو مل گئی۔ جب یہ فتنہ برپا ہوا تو بکر بن وائل نے مالک کی توہین کی۔ وہ بہت خفیف ہوا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور سامان جنگ کرنے لگا۔ اس نے بنی ازد سے خواہش کی کہ پھر از سر نو وہی حلف کریں جو یزید کے باب میں جماعت کے سامنے ہو چکا تھا۔ اس واقعہ پر حارث بن بدر نے کہا۔

نزعنا و امرنا و بکر بن وائل تجر خصاها تبتغی من تحالف

ترجمہ: ''ہم نے جسے چاہا معزول کر دیا۔ جسے چاہا امیر بنا دیا۔ اور بکر بن وائل کے لوگ ابھی تک ایڑیاں رگڑ رہے ہیں کہ کوئی ملے تو اس سے حلف کریں۔

و ما بات بکری من الدهر لیلة فیصبح الا و هو للذل عارف

ترجمہ: کسی بکری پر ایسی رات نہ گذری ہوگی کہ صبح کو اسے ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے''۔

قبیلہ بکر اور قبیلہ تمیم میں کشیدگی:

ابن زیاد ابھی مسعود کے یہاں تھا کہ اسے خبر ملی۔ کہ قبیلہ بکر اور قبیلہ تمیم میں نا اتفاقی ہو گئی ہے اس نے کہا۔ جا مالک سے مل۔ اور سابق کے حلف کی تجدید کر۔ مسعود جا کر مالک سے ملا۔ اور دونوں میں اسی بات پر گفتگو ہوئی۔ مگر کچھ لوگ ادھر کے کچھ ادھر کے ان دونوں کو اس بات سے مانع ہوئے۔ اب ابن زیاد نے اپنے بھائی عبداللہ کو مسعود کے ساتھ کر دیا۔ اور اسے بہت سال مال دے دیا۔ دو لاکھ درم سے زیادہ اس معاملہ میں اس نے خرچ کر ڈالے۔ آخر ان دونوں سے سب نے بیعت کر لی۔

اہل یمن کی تجدید حلف:

ابن زیاد نے اپنے بھائی سے کہا کہ اہل یمن کے باب میں سب سے عہد پیمان کرے غرض خلف کی تجدید ہو گئی اور علاوہ ان دونوں کے جو جماعت کے سامنے ان دونوں کے درمیان لکھے گئے تھے ایک نوشتہ اور لکھا گیا اور وہ نوشتہ مسعود کے پاس رکھوا دیا گیا۔ سب سے پہلا نام اس میں صلت بن حریث کے پاس رکھوا دیا گیا۔ سب سے پہلے اس میں رجا مدعوذی کا نام تھا اور اس سے پیشتر ان لوگوں میں حلف ہو چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ شروع میں قوم مضر بصرہ میں قبیلہ ربیعہ کو کثرت کے ساتھ بسا رہی تھی۔ جماعت ازد سب کے آخر میں بصرہ میں آ کر اترے۔ مسلمانوں کو بصرہ میں آباد ہونے کے لیے بھیجا ہے۔

بنی تمیم اور ازد کا معاہدہ:

اس کے بہت دنوں بعد آخر خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اوّل خلافت یزید میں قوم ازد بصرہ میں آئی ہے۔ یہ لوگ جب آنے لگے تو بنی تمیم نے احنف سے کہا۔ کہ جب تک ربیعہ ان سے ملنے کو جائے۔ پہلے تو ہی جا کر ان سے مل لے۔ احنف نے جواب دیا وہ خود ہی تمہارے پاس آئیں تو ان سے مل جاؤ۔ ورنہ تم لوگ خود ان کے پاس نہ جانا۔ اگر تم خود ان کے پاس چلے گئے تو یہ سمجھ لو کہ تمہارا اشمار

انہیں کے اتباع میں ہوگا۔ مالک بن مسمع ازد کے پاس آیا۔ اس وقت ان لوگوں کا رئیس مسعود بن عمرو تھا۔ مالک نے کہا ہم سے تجدید حلف کرو۔ اور زمانہ جاہلیت میں جو کندہ کا حلف تھا اور بنی ذہل بن ثعلبہ کا اسے پھر تازہ کرو۔ احنف نے کہا جب یہ لوگ خود ہی ازد کے پاس چلے آئے' تو اب ہمیشہ کے لیے ان کا شمار ازد کے متعلقین و اتباع میں رہے گا۔

قبیلہ ازد پر مسعود کی سرداری:

غرض مضر کے مقابلہ میں قوم بکر نے جب ازد کا ساتھ دیا۔ اور پہلے حلف کی تجدید ہوگئی اور وہاں سے سب نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ تو قوم ازد نے بھی کہا کہ ہم تمہارے ساتھ یوں نہیں جائیں گے۔ ہمارا سردار ہمیں میں سے ہونا چاہیے۔ آخر مسعود کو سب کا سردار کر دیا۔ اب مسعود نے ابن زیاد سے کہا۔ میرے ساتھ چل تجھے دارالامارہ میں لے کر حکومت و امارت کے منصب پر پھر بٹھاتا ہو۔ ابن زیاد نے کہا مجھ میں اتنی قدرت نہیں ہے۔ تمہیں جاؤ۔ پھر اپنے اونٹوں کے کسنے کے لیے اس نے حکم دیا۔ اونٹ کسے گئے۔ لوگ سوار ہوئے گلیم سفر ابن زیاد نے اوڑھ لی۔ مسعود کے دروازہ پر اس کے لیے ایک کرسی بچھا دی گئی۔ یہ کرسی پر بیٹھا ہوا سب کی روانگی کو دیکھتا رہا۔

مسعود کی روانگی بصرہ:

مسعود روانہ ہوگیا اور ابن زیاد نے اپنے غلاموں کو گھوڑوں پر سوار کر کے مسعود کے ساتھ کر دیا۔ چلتے وقت ان سے کہا۔ میں خود نہیں جانتا کہ کیا ہوگا۔ ورنہ تم سے کہہ دیتا۔ کہ جب یہ واقعہ ہو تو تم میں سے کوئی آ کر مجھے خبر کر دے۔ لیکن میں یہ حکم دیتا ہوں کہ دیکھو کوئی نیکی یا بدی پیش آئے ہر بات کی خبر کرنے کو میرے پاس تم میں سے کوئی نہ کوئی ضرور حاضر ہو۔ اب مسعود کسی راہ سے یا کسی قبیلہ سے گذرتا تھا تو کوئی غلام دوڑ کر ابن زیاد کو یہ خبر پہنچا آتا تھا۔ غرض مسعود قبیلہ ربیعہ سے آملا۔ مالک بن مسمع ان لوگوں کا رئیس تھا۔ یہاں سے سب نے مربد کا رخ کیا۔ مسعود مسجد میں آیا اور منبر پر گیا۔ ببہ اس وقت دارالامارہ میں موجود تھا۔ کسی نے اس سے کہا۔ کہ مسعود اور اہل یمن اور قبیلہ ربیعہ یہ سب بصرہ میں آگئے۔ لوگوں میں فتنہ و فساد برپا ہونے کو ہے۔ اٹھو ان کی اصلاح کرو یا بنی تمیم کو ساتھ لے کر ان کے مقابلہ میں سوار ہو۔ اور ببہ نے یہ جواب دیا۔ خدا ان سے سمجھے۔ ان کی اصلاح کے لیے میں خود کو خراب نہیں کرتا۔ مسعود کے ساتھیوں میں سے ایک شخص یہ شعر پڑھ کر چڑانے لگا۔

لانكحن ببه جاريةً في قبة تمشط رأس لعبه

ترجمہ: ''ببہ کی شادی ایسی دلہن سے ہوگی جس کا قد قبہ کے برابر ہوگا۔ جو گڑیا کے سر میں کنگھی کرے گی''۔

قبیلہ ازد و ربیعہ کا مسجد میں اجتماع:

یہ بیان تو ازد و ربیعہ کا تھا۔ لیکن مضر کہتے ہیں۔ ببہ کی ماں ہند بنت ابوسفیان اسے بچپن میں نچاتی تھی اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھی۔ غرض مسعود کو منبر پر چڑھنے سے کسی نے نہیں روکا۔ تو مالک بن مسمع اپنی فوج لے کر نکلا۔ اور مربد کے راستہ سے بیابان کی طرف چڑھ گیا پھر بنی تمیم کے گھروں کی طرف سے گذرتا ہوا بنی عدویہ کی گلی میں بیابان کی طرف سے داخل ہوا۔ محلّہ والوں کی طرف سے ان لوگوں کے دل میں یہ کینہ تھا کہ ایک ضبی نے یشکری کو قتل کیا تھا اور ہرات میں ابن خازم نے ربیعہ کو ستایا تھا۔ اسی عداوت میں مسعود نے اہل محلہ کے گھروں کو جلانا شروع کیا۔ اسی اثناء میں لوگوں نے اس سے آ کر کہا کہ مسعود قتل ہوگیا۔ اور یہ بھی کہا کہ بنی تمیم مسعود پر

چڑھائی کرنے کو جا رہے ہیں۔ مالک نے بھی اسی طرف کا رخ کیا۔ مربد کے راستہ میں بنی قیس کی مسجد تک پہنچا تھا کہ مسعود کے قتل کی خبر اسے ہوگئی۔ اب اس نے توقف کیا۔ اسی زمانہ میں بنی تمیم احنف کے پاس پہنچے۔ اس نے کہا کہ مسعود دارالامارہ میں داخل ہوگیا اور تم ہم سب کے سردار ہو کیا کر رہے ہو۔ احنف نے کہا میں تمہارا سردار شیطان نہیں۔ تمہارا سردار شیطان ہے۔ انھوں نے کہا اے ابا بحر قوم ازد و ربیعہ صحن مسجد میں داخل ہوگئی۔ جواب دیا ان سے بڑھ کر تم لوگ مسجد کے حق دار نہیں ہو۔ پھر لوگوں نے آ کر اس سے کہا کہ وہ لوگ تو دارالامارہ میں داخل ہوگئے۔ کہا ان سے بڑھ کر تم لوگ دارالامارہ کے حق دار نہیں ہو۔

سلمہ بن ذویب کی بنی تمیم سے امداد طلبی:

یہ دیکھ کر سلمہ بن ذویب دوڑا اور کہا اے جوانو میرے ساتھ آؤ یہ شخص تو لٹھ ہے۔ اس کے پاس رہنے سے تمہیں کچھ نفع نہ پہنچے گا۔ یہ سن کر بنی تمیم میں سے ذوبان کی جماعت بڑھی۔ یہ پانسو آدمی ماہ افریدوں کے ساتھ تھے۔ سلمہ نے پوچھا کدھر چلے۔ کہا تمہارے ہی پاس آتے ہیں۔ کہا آگے بڑھو۔ ایک عورت انگیٹھی لے کر احنف کے سامنے آئی کہا تجھے ریاست کی لیاقت نہیں تو عورت ہے۔ یہ انگیٹھی لے، اپنے کپڑوں کو خوشبو سے بسا۔ اس نے کہا: عورتوں ہی کی مخصوص ان کو انگیٹھی چاہیے۔ لوگوں نے آ کر کہا ارے علیہ یا غرہ کے پاؤں سے پازیب اتار لی گئی۔ اس عورت کا مکان میضاۃ پر رحبہ بنی تمیم میں سر راہ واقع تھا۔ پھر یہ آ کر کہا۔ کہ تیرے راستہ میں انگریز تھا اسے بھی لوگوں نے مار ڈالا۔ ایک اپاہج جو مسجد کے دروازہ پر پڑا رہتا تھا۔ اسے بھی قتل کیا۔ یہ بھی آ کر کہا' ارے مالک بن مسمع بیابان کی طرف سے بنی عدویہ کی گلی میں آ گیا اور اس نے گھروں میں آگ لگا دی۔

عباد اور عبس کی پیش قدمی:

احنف نے جواب میں کہا جو بات تم کہتے ہو اس پر گواہ لاؤ۔ اس کے بغیر ان لوگوں سے لڑنا جائز نہیں۔ لوگوں نے آ کر گواہی دی۔ پوچھا عباد آیا۔ کہا نہیں آیا۔ یہ سن کر ذرا سکوت کیا۔ پھر پوچھا عباد آیا۔ کہا نہیں آیا۔ پوچھا عبس یہاں ہے کہا ہاں ہے۔ اسے سامنے بلایا۔ دوپٹہ سر سے کھول کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا اور ایک نیزہ میں اسے باندھ دیا۔ عبس کو یہ رایت دے کر کہا کہ روانہ ہو جا۔ وہ چلا تو احنف نے دعا مانگی۔ خداوندا اس نشان کی آج بھی شرم رکھنا۔ تو نے کبھی اسے رسوا نہیں ہونے دیا۔ لوگوں میں شور مچ گیا۔ دو بی زیرا کو جوش آ گیا۔ زیرا اس کی لونڈی تھی۔ لوگوں نے اسی کا نام زیرا رکھ دیا۔ عبس جب جا چکا تو ساٹھ سواروں کو لیے ہوئے عباد آیا۔ پوچھنے لگا۔ لوگوں نے کیا کیا۔ کہا لڑنے کو گئے ہیں۔ پوچھا ان کا سردار کون ہے کہا عبس یہ سن کر کہنے لگا۔ میں اور عبس کے نشان کے ساتھ جاؤں؟ یہ کہہ کر وہ اور اس کے ساتھ کے سب کے سب اپنے اپنے گھر کو چلے گئے۔ عبس کے ساتھ جو لوگ روانہ ہوئے تھے۔ یہ جب راہوں کے دروازوں پر پہنچے تو رک گئے۔ ماہ افریدوں نے فارسی میں پوچھا۔ جواں مرد تمہیں کیا ہو گیا۔ کہا دشمن برچھیاں تانے ہوئے مقابل میں ہیں۔ اس نے فارسی میں کہا۔ تم بھی پنجگان سے انہیں چھید لو۔ پنجگان یعنی ایک ایک پر تاب میں پانچ پانچ تیر۔ اور سب چار سو سوار تھے۔ ان پر دو ہزار تیر دفعتہً برس گئے۔ وہ دروازوں کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ مسجد کے دروازہ پر جا کر ٹھہرے۔

بنی تمیم کا مسجد کا محاصرہ:

بنی تمیم کی جماعت ان کی طرف بڑھی۔ مسجد کے قریب جا کر رک گئی۔ ماہ افریدوں نے پوچھا۔ اب کیا ہے۔ کہا انھوں نے

برچھیوں کے پھل ہماری طرف سیدھے کر دیئے ہیں۔ کہا تم اسی طرح تیر مارے جاؤ۔ دو ہزار تیر پھر چلے۔ دشمن کو دروازوں پر سے ہٹا کر یہ لوگ مسجد میں در آئے۔ مسعود منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اور لوگوں کو جوش دلا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر غطفان نے اپنے لوگوں کو ابھارنا اور لڑنا شروع کیا' دو تین مصرعے اس نے پڑھے۔ جن کا یہ مطلب تھا۔ اے بنی تمیم مسجد کے مقصورہ کو گھیرے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ مسعود بھاگ کر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔ غرض ان لوگوں نے مسعود کو منبر سے اتار کر قتل کر ڈالا۔ اشیم دروازہ مقصورہ کی طرف بھاگ نکلا۔ کسی نے برچھی ماردی۔ وہ دروازہ پر پڑی اشیم بچ گیا۔ اسی باب میں فرزوق نے کہا:

لـو ان اشيـم لـم يسبـق اسـنـتـنـا و انـخـطـا الـبـاب اذ نـيـرا نـنـا تـقـدٌ

ترجمہ: ''ہم نے جب آتش جنگ مشتعل کی تھی۔ اس وقت اشیم ہماری برچھیوں سے نہ بچ گیا ہوتا اور مقصورہ مسجد کے دروازہ کو نہ پا گیا ہوتا۔

اذا لـصـاحـب مسـعـوداً و صاحبـه' و قـد تـهـا فـتـت الاعـفـاج و الكبد

ترجمہ: تو پھر بھی وہ مسعود کے ساتھ چلا گیا ہوتا اور جگر و دل کے ٹکڑے اڑ گئے ہوتے''۔

مسعود کا قتل:

واقعہ شوال کی پہلی تاریخ ۶۴ھ میں ہوا۔ بعض لوگ ازد کے گھروں کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ادھر سے مسعود آیا تھا۔ جیسے پرندہ آتا تھا۔ نقش و نگار لگائے ہوئے دیبائے زرد کی قبا پہنے ہوئے۔ قبا میں کچھ سیاہی لگی ہوئی تھی۔ سنت کا حکم دیتا تھا۔ فتنہ سے روکتا تھا۔[1] لوگ کہتے تھے چاند کو دیکھو چاند کو دیکھو۔ ایک ساعت نہ گذری ہوگی کہ ان کا چاند گہنا گیا۔ پھر بنی تمیم کے گھروں کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے دیکھو لوگ اس طرف سے آ پڑے۔ اور اسے قتل کر ڈالا۔

ابن زیاد کی روانگی شام:

لوگوں نے ابن زیاد سے آ کر کہا مسعود منبر پر چڑھ گیا۔[2] ابھی یہی باتیں تھیں۔ اور ابن زیاد دارالامارہ میں آنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ کہ اور کچھ لوگ آئے انھوں نے کہا۔ مسعود مارا گیا۔ یہ سنتے ہی ابن زیاد نے رکاب میں پاؤں ڈالا۔ اور شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ شوال ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد قوم مضر کے کچھ لوگ مالک بن مسمع کی فکر میں نکلے۔ اسے اسی کے گھر میں محصور کر لیا اور گھر میں لگا دی۔ غطفان کبعی نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا۔

واصبـح ابـن مسـمـع مـحـصـورا يـبـغـى قـصـوراً دونـه و دورا

حتى شبينا حوله' سعيرا

ترجمہ: ''یعنی ابن مسمع محصور ہو کر کوشکوں اور مکانوں میں بھاگتا پھرا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم نے اس کے گرداگرد آگ کے شعلے بلند کر دیئے''۔

وافد بن خلیفہ کے اشعار:

ابن زیاد بھاگا تو لوگوں نے تعاقب کیا۔ وہ ہاتھ نہ لگا تو جو کچھ اس کا مال و متاع ہاتھ آیا لوٹ لائے۔ وافد بن خلیفہ نے اس باب میں کہا۔

یـا رب جـبـار شـديـد كـلـبـه قـد صـار فـيـنـا تـاجـه و سـلـبـه

ترجمہ: ''وہ ظالم جس کا بوڑھا پن حد سے گذر گیا تھا۔ اس کا تاج اس کی لوٹ ہم کو مل گئی۔

مـنـهـم عـبـيـدالـلـه حـيـن نـسـلـبـه جـيـاده و بـزه و نـنـهـبـه

ترجمہ: عبیداللہ کو ہم نے لوٹ لیا۔ اس کے راہواروں کو اس کی جامہ داروں کو تاراج کیا۔

يـوم الـتـقـى مـقـنـبـنـا و مـقـنـبـه لـو لـم يـنـج ابـن زيـاد هـربـه

ترجمہ: یہ اس دن کا ذکر ہے کہ ہمارا گلہ اس کے گلہ سے جا کر بھڑ گیا تھا۔ کاش! کہ ابن زیاد اس طرح بھاگ کر بچ کر نہ گیا ہوتا''۔

جرہم عدوی نے مسعود کے قتل پر ایک طولانی نظم لکھی اس میں کہتا ہے۔

و مـسـعـود ابـن عـمـر اذا اتـانـا صـبـحـنـا حـد مـطـرور سـنـيـنـا

ترجمہ: ''مسعود جب ہماری طرف آیا ہے تو ہم نے اوپی ہوئی سنانوں کی اب سے صبوحی کی۔

رجـا الـتـاميـر مـسـعـودٌ فـاصـحـى صـريـعًـا قـد ازرنـاه الـمـنـونـا

ترجمہ: مسعود اس امید میں آیا تھا کہ ابن زیاد کو امیر بصرہ بنا دے۔ وہ خود ہی قتل ہو گیا۔ ہم نے اسے موت کی صورت دکھا دی''۔

ایک روایت یہ ہے کہ مسعود نے قرہ کے ماتحت سو شخص قوم ازد کے دے کر ابن زیاد کے ساتھ کر دیا۔ ان لوگوں نے اسے شام تک پہنچا دیا۔

یساف اور ابن زیاد کی گفتگو:

بعض روایتوں میں اتنا مضمون اور بڑھا ہوا ہے۔ کہ ایک شب کا ذکر ہے کہ شام کے سفر میں ابن زیاد نے کہا کہ اونٹوں کی سواری سے میں اکتا گیا۔ میرے لیے کوئی گدھا کس دو۔ یساف یشکری نے گدھے پر چار جامہ ڈال دیا۔ یساف کہتا ہے کہ ابن زیاد اس پر سوار ہوا۔ دونوں پاؤں اس کے گویا زمین پر رگڑتے ہوئے جاتے تھے۔ بڑی دیر تک سکوت کے عالم میں رہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شخص کل تک امیر عراق تھا۔ آج اس وقت گدھے کی پیٹھ پر سو رہا ہے گر پڑے تو کیسی چوٹ آئے۔ پھر میں نے یہ ارادہ کیا کہ اگر یہ سو رہا ہے تو میں اس کی نیند کو پریشان کروں گا۔ یہ سوچ کر میں اس کے قریب گیا۔ میں نے پوچھا کیا سو گئے۔ کہا نہیں! میں نے کہا پھر یہ سکوت کیسا؟ کہا کچھ دل سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے کہا میں بتا دوں کیا باتیں دل سے کر رہے تھے۔ کہا تجھے واللہ ضرور بیان کر۔ تو نہ تو سمجھ سکتا ہے۔ نہ ٹھیک بیان کر سکتا ہے میں نے کہا تم دل میں یہ کہہ رہے تھے۔ کاش! کہ حسین رضی اللہ عنہ کو میں نے قتل نہ کیا ہوتا۔ کہا یہ بھی نہیں' میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے کاش! کہ میں نے بیضا سے[1] تعلق نہ کیا ہوتا۔ کہا یہ بھی نہیں' میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے۔ کاش! کہ دہقانوں کو میں نے حکومت نہ دی ہوتی۔ کہا یہ بھی نہیں۔ میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے کاش! کہ میں نے اس سے زیادہ سخاوت کی ہوتی۔

---

[1] طبری کی عبارت ہے لیتی ام اکن بنیت البناء اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیضاء کوئی عمارت تھی اور ابن اثیر کی عبارت یہ ہے لیتی ام اکن لست البیضاء اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیضاء کوئی جاریہ تھی ۔۱۲

ابن زیاد کا اپنے اعمال کا محاسبہ:

ابن زیاد نے کہا واللہ تو نے کوئی ٹھیک بات نہ کہی نہ کسی غلط گوئی سے پرہیز کیا۔ حسین رضی اللہ عنہ کا نام جو تو نے لیا تو سن وہ مجھے قتل کرنے آ رہے تھے میں نے اپنے قتل ہونے سے ان کے قتل کرنے کو بہتر سمجھا۔ بیضا کو میں نے عبداللہ ثقفی سے مول لیا۔ یزید نے دس لاکھ میرے پاس روانہ کیے تھے۔ وہ میں نے اسی بیضاء پر لگا دیئے۔ اگر یہ دولت باقی رہ گئی تو میرے اہل کے پاس رہی۔ تباہ ہو گئی تو مجھے اس کا افسوس بھی نہیں۔ اس کے تلف ہونے سے مجھ پر کوئی الزام بھی نہیں۔ دہقانوں کو حکومت دینے کا یہ سبب ہوا۔ کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اور زاذان فروخ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے میری غیبت کی۔ دھان کی بھوسی تک کا ذکر کیا۔ دس کروڑ تک خراج بڑھوا دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ اختیار دیا۔ کہ یا تو معزول ہونا گوارا کروں یا تاوان دوں مجھے معزولی گوارا نہ ہوئی۔ اب یہ مشکل آ پڑی کہ اگر عرب میں سے کسی کو حاکم بناؤں اور وہ خراج میں نقصان پہنچائے۔ تو میں اس سے باز پرس کروں یا اس کی قوم کے رؤسا پر یا اس کی برادری والوں پر بار ڈالوں تو ان لوگوں کو مجھ سے ضرر پہنچے گا۔ اگر چھوڑ دوں تو خدا کے مال کو یہ جان بوجھ کر کہ کس کے ذمہ ہے کیونکر چھوڑ دوں۔ میں نے دہقانوں کو تم لوگوں سے بڑھ کر تحصیل خراج میں واقف کار تم سے بڑھ بڑھ کر امانت دار اور مطالبہ کے وقت تم سے بڑھ کر نرم و سہل پایا۔ پھر یہ بات بھی تو ہے کہ میں نے تم لوگوں کو ان کا نگران مقرر کر دیا تھا کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرنے پائیں۔ سخی ہونے کا جو تم نے ذکر کیا تو واللہ میرے پاس کچھ مال ہی نہ تھا کہ میں سخاوت کرتا۔ ہاں یہ ہوتا کہ ایک کا مال لے کر دوسرے کو دے دیتا۔ لوگ کہتے 'بڑا سخی ہے'[1] یہ جو تم نے کہا کاش! جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے نہ کیا ہوتا۔ سنو! واللہ کلمہ اخلاص کے بعد کوئی عمل جس سے زیادہ تر قرابت خدا حاصل ہو میں نے نہیں کیا سوا اس کے کہ جن لوگوں کو خوارج میں سے میں نے قتل کیا میرے نزدیک وہ عمل خیر سب سے بڑھ کر ہے۔

ابن زیاد کی تمنا:

لو اب میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ میں کیا باتیں دل ہی دل میں کر رہا تھا۔ سنو! میں دل ہی دل میں یہ کہہ رہا تھا۔ کاش! کہ میں نے اہل بصرہ سے قتال کیا ہوتا۔ انھوں نے تو اپنی خوشی سے مجھ سے بیعت کی تھی ان پر جبر کس نے کیا تھا اور بخدا مجھے آرزو تھی کہ میں لڑوں لیکن میرے بھائیوں نے نہ مانا انہوں نے کہا اگر تم لڑے اور ان کو غلبہ ہوا تو ہم میں سے ایک کو جیتا نہ چھوڑیں گے۔ تم ان کو یوں نہیں چھوڑ دو گے۔ تو ہم سے ایک ایک شخص اپنی اپنی نہیال یا سسرال والوں میں جا کر چھپ رہے گا۔ ان کے اس کہنے پر مجھے ترس آ گیا اور قتال سے باز آیا۔ میں دل میں یہ کہہ رہا تھا کاش! میں نے قید خانہ میں سے سب قیدیوں کو نکلوا کر سب کی گردنیں ماری ہوتیں۔ جب یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو کاش! میں شام میں اس وقت پہنچ جاؤں کہ امر خلافت کا کچھ فیصلہ نہ ہوا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شام میں ایسے ہی وقت پہنچا کہ کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا اور وہاں کے سب لوگ اس کے سامنے ہیچ تھے۔ بعض کہتے ہیں وہاں یکسوئی ہو چکی تھی۔ جب یہ پہنچا تو اس نے پھر اختلاف ڈال دیا اور اپنی رائے کی طرف سب کو مائل کر لیا۔

---

[1] اس کے بعد یہ فقرہ ہے و لکنی عممتکم و کان عندی الفع لکم. ابن اثیر نے یہ فقرہ بھی چھوڑ دیا۔ ۱۲

عمرو بن حریث امیر کوفہ:

زیاد اور اس کا بیٹا پہلے دو شخص ہیں جو بصرہ اور کوفہ دونوں شہروں کے حاکم تھے۔ ان دونوں نے تیرہ ہزار خوارج کو قتل کیا۔ ان میں سے چار ہزار شخص ابن زیاد کی قید میں تھے۔ یزید کے ہلاک ہونے کے بعد اس نے خطبہ اہل بصرہ میں پڑھا۔ کہا جس کی طاعت کے لیے ہم قتال کرتے تھے وہ تو مر گیا۔ اب تم لوگ اگر اپنا امیر مجھے کرو گے۔ تو تمہارے لیے خراج میں تحصیل کروں گا۔ اور تمہارے دشمن سے قتال میں کروں گا۔ اور مقاتل بن مسمع اور سعید بن قرحا کو کوفہ میں اس نے بھیجا اور اہل کوفہ سے بھی یہی پیام کہلا بھیجا۔ اس وقت اس کی طرف سے عمر بن حریث کوفہ میں اس نے بھیجا اور اہل کوفہ سے بھی یہی پیام کہلا بھیجا۔ اس وقت اس کی طرف سے عمرا بن حریث کوفہ میں امیر تھا۔ دونوں نے اہل کوفہ کے سامنے جب یہ تقریر کی تو یزید شیبانی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا شکر ہے خدا کا کہ اس نے پسر سمیہ کے ہاتھ سے ہمیں چھڑایا۔ اب تو ہرگز نہیں ہونے کا۔ یہ سن کر عمرو نے اس کے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ گردن میں ہاتھ دیا گیا۔ اور قید خانہ کی طرف اسے لے جانے لگے۔ قوم بکر نے دشمنوں کے ہاتھ سے اسے بچالیا۔ یزید ڈراہوا اپنی برادری والوں میں چلا گیا۔

عمرو بن حریث کی اہانت:

یہاں محمد بن اشعث نے اس سے کہلا بھیجا۔ تم اپنی رائے پر قائم رہنا۔ اور جا بجا سے یہی پیام اس کے پاس آیا۔ عمرو جو خطبہ پڑھنے کو منبر پر گیا۔ تو اس پر ڈھیلے آنے لگے۔ وہ اپنے گھر میں چلا گیا۔ مسجد میں لوگوں نے ہجوم کیا کہ ہم کسی کو اپنا امیر مقرر کریں گے۔ فقط اتنے دنوں کے واسطے جتنے دنوں میں سب لوگ کسی خلیفہ پر اتفاق کریں گے۔ غرض عمرو[1] بن سعید کو سب نے امیر مقرر کر لیا اور ہمدان کی عورتیں قتل حسین رضی اللہ عنہ پر گریہ وزاری کرتی ہوئی آئیں اور ان کے مرد تلواریں باندھے ہوئے منبر کے گرد جمع ہو گئے۔ اس پر ابن اشعث نے کہا۔ ہم لوگ کچھ اور ہی حالت میں تھے اب کچھ اور ہو گیا۔ بنی کندہ سب عمرو بن سعید کے ننھیال والے تھے۔ وہ ابن سعید کا استحکام چاہتے تھے۔ یہ لوگ عامر بن مسعود کے پاس جمع ہوئے۔ اور سب نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ حال لکھ کر بھیجا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے مستقل امیر بنا دیا۔

کوفہ میں ابن زیاد کی مخالفت:

یہ بھی روایت ہے کہ عمرو بن حریث نے ان لوگوں کو جمع کر کے یہ چاہا۔ کہ جس طرح بصرہ والوں نے ابن زیاد کو اپنا امیر بنالیا ہے۔ اسی طرح اہل کوفہ بھی بالفعل اسی کو اپنا امیر بنالیں۔ ابن زیاد نے جن دو شخصوں کو اس کام کے لیے بصرہ سے بھیجا تھا۔ ان دونوں نے بھی اہل کوفہ کے سامنے تقریر کی۔ یزید بن حارث پہلا شخص تھا جس نے ان دونوں کو سنگریزے اٹھا کر مارا۔ یزید کے بعد پھر سب لوگوں نے سنگریزے انھیں مارے۔ یزید نے کہا ہم اور پسر مرجانہ سے بیعت کریں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ یزید کے اس فعل نے تمام شہر کی نظر میں اس کی وقعت وعزت بڑھا دی۔ یہ دونوں شخص کوفہ سے جب بصرہ گئے اور اہل بصرہ سے یہاں جو ماجرا گذرا تھا بیان کیا۔ تو سب کہنے لگے۔ کوفہ والوں نے تو اسے معزول کر دیا اور تم اسے اہل بصرہ میں سے بیعت کرو اور اسے اپنا امیر بناؤ۔ بس لوگ ابن

---

[1] ابن اثیر نے عمرو بن سعید لکھا ہے ایک نسخہ طبری کا بھی یہی ہے۔ ۱۲ ع۔ ح

زیاد کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔

ابن زیاد کی سیاسی غلطی:

ابن زیاد سے بڑی چوک یہ ہو گئی۔ کہ اس نے ازد میں جا کر پناہ لی۔ مسعود بن عمرو ازدی نے اسے پناہ دی۔ یہ یزید کے مرنے کے بعد ۹۰ دن مسعود کے یہاں رہا۔ بعد کو شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے مسعود کو بصرہ میں اپنا جانشین کر گیا۔ اس پر بنی تمیم و قیس نے کہا۔ ہم ہرگز رضا مند نہیں۔ ہم اسے درست نہیں سمجھتے۔ ہم اسی شخص کو اپنا امیر سمجھیں گے۔ جسے ہماری جماعت کے لوگ پسند کریں۔ مسعود نے جواب دیا۔ مجھے وہ اپنا جانشین کر گیا ہے۔ میں اس منصب کو نہیں چھوڑنے کا۔ اپنی قوم کو ساتھ لے کر نکلا اور دارالامارہ میں داخل ہو گیا۔ اب بنی تمیم احنف بن قیس کے پاس پہنچے۔ اسے مسعود کے استیصال پر آمادہ کیا۔ اسی زمانہ میں کچھ خوارج نہر اساورہ پر اترے ہوئے تھے۔ لوگ کہتے ہیں۔ احنف نے ان سے کہلا بھیجا کہ یہ شخص جو دارالامارہ میں داخل ہو گیا ہے۔ ہمارا بھی دشمن ہے تمہارا بھی ہے۔ پہلے تم اسی سے کیوں نہیں لڑ لیتے۔ بس خوارج کی ایک جماعت مسجد میں پہنچی۔ اس وقت مسعود منبر پر تھا۔ جو کوئی اس سے بیعت کرنے کو آتا تھا یہ بیعت لیتا تھا ایک نو مسلم نے اسے تیر مار دیا۔ یہ شخص مسلم کہلاتا تھا۔ اہل فارس میں سے تھا۔ بصرہ میں آ کر مسلمان ہوا تھا۔ پھر خوارج میں مل گیا۔ اس کا تیر مسعود کے قلب پر لگا۔ اسے مار اتارا۔ اور خود نکل گیا۔

بنی تمیم اور بنی ازد کی جنگ:

لوگوں میں ہیجان پیدا ہو گیا کہ مسعود کو خوارج نے قتل کیا۔ قوم ازد خوارج سے لڑنے کو نکلی۔ ان میں سے اکثر کو قتل کیا زخمی کیا۔ بصرہ سے نکال دیا۔ پھر مسعود کو دفن کیا۔ اب لوگوں نے ان سے آ کر کہا کہ بنی تمیم تو یہ کہتے ہیں کہ مسعود کو انہیں نے قتل کیا ہے۔ ازدیوں نے لوگوں کو بنی تمیم کے پاس روانہ کیا کہ جا کر ان سے پوچھیں۔ جب وہاں گئے تو بعض لوگوں کو انھوں نے یہی دعویٰ کرتے سنا۔ اب تمام ازدی جمع ہو گئے۔ زیاد عتکی کو اپنا رئیس بنایا اور بنی تمیم سے لڑنے چلے۔ ان کے ساتھ مالک بن مسمع اور بکر بن وائل بھی تھے۔ اور بنی تمیم کے ساتھ بنی قیس بھی تھے۔ بنی تمیم اس وقت احنف کے پاس پہنچے کہ گھر سے نکلو۔ اس نے بہت کچھ ٹالنے کے بعد اپنا علم نکالا۔ بہت کشت و خون کے بعد۔

بنی تمیم اور بنی ازد کی مصالحت:

بنی تمیم نے کہا: اے گروہ ازد خدا سے ڈرو۔ یہ آپس کی خونریزی کب تک رہے گی۔ ہمارے تمہارے درمیان قرآن ہے۔ اور اہل اسلام میں سے جسے چاہو حکم مقرر کرو۔ اگر تم یہ ثابت کر دو کہ ہم نے تمہارے رئیس کو قتل کیا ہے۔ تو ہم میں سے بہترین قوم کو تم لے کر اپنے رئیس کے قصاص میں قتل کرو اور اگر اس بات پر کوئی دلیل پاس نہیں تو ہم حلف کرتے ہیں کہ واللہ ہم نے نہ اسے قتل کیا نہ کسی کو حکم دیا۔ ہم نہیں جانتے۔ تمہارے رئیس کو کس نے قتل کیا۔ اگر یہ بھی تمہیں منظور نہ ہو تو ہم سے خوں بہا اس کا ایک لاکھ درم لے لو۔ اس پر آپس میں صلح کی ٹھہری۔ احنف بزرگان مضر کو ساتھ لے کر عتکی کے پاس آیا اور کہا اے قوم ازد تم لوگ گھر میں ہمارے بھائی۔ میدان میں ہمارے مددگار رہو۔ ہم تمہارے در پر اس لیے آئے ہیں۔ کہ تمہارے اشتعال کو بجھائیں۔ تمہارے دل سے کینہ کو نکالیں۔ ہم تم کو اختیار دیتے ہیں کہ ہم لوگوں پر ہمارے مال پر جو حکم کرنا چاہو کرو۔ اپنے مال کا نقصان کسی طرح سے ہو ہم کو ناگوار نہ

ہوگا۔ کہ اس میں آپس میں صلح اور امن کی صورت پیدا ہوگی۔ قوم ازد نے جواب میں کہا ہمارے سردار کی دیت میں دس دیتیں تم دے سکتے ہو۔ کہا ہم نے دیں۔ اس پر صلح ہوگئی۔ سب لوگ میدان جنگ سے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

ہثیم بن اسود کے اشعار:

ہثیم بن اسود نے اس باب میں یہ شعر کہے:

اَعلی[1] بمسعودِ الناعی فقلت له' نعم الیمانی تحروًا علی الناعی

ترجمہ: ''معانی لانے والے نے مسعود کی تعریف کی تو میں نے جرأت کر کے یہ کہا ہائے کیا اچھا مرد یمانی تھا۔

اونی ثمانین ما یستطیعه اَحَدٌ فتًی دعاہ لراس العدّة الداعی

ترجمہ: اسی برس اس نے پورے کر دیئے جسے ہر ایک نہیں کر سکتا۔ جب میعاد عمر آخر ہوئی تو داعی اجل نے اسے پکارا۔

اوی[2] بن حرب و قد سدت مذ اھبه فا وسع السرب مده ای السیاع

ترجمہ: ابن زیاد بن ابی سفیان کو اس نے اس حالت میں پناہ دی۔ جب اس پر تمام راہیں بند تھیں۔ پھر کیسی کشادہ راہ اسے مل گئی''۔

حتی تورات به ارضٌ عامرھا وکان ذانا صر فیھا و اشیاع

ترجمہ: آخر اسے ایک سرزمین نے اور اس زمین کے مالک نے چھپا رکھا اور یہاں اس کے ناصر و مددگار پیدا ہو گئے۔

اور عبداللہ بن حر نے یہ اشعار کہے تھے۔

مازلت ارجوالازدحتی رایتھا تقصر عن بنیانھا المتطاول

ترجمہ: مجھے قوم ازد سے یہ امید نہ تھی کہ اپنی اصالحت کے غرور کو چھوڑ دیں گے۔

ایقتل مسعودٌ ولم یثاروابه وصارت سیوف الازد مثل المناجل

ترجمہ: مسعود قتل کیا جائے اور یہ لوگ اس کا انتقام نہ لیں۔ ان کی تلواریں کیا کھرپیاں ہو کر رہ گئیں۔

و ما خیر عقل اورث الازد ذلة تسب به احیاء ھم فی المحافل

ترجمہ: یہ کیسی عقل جس سے ذلت کا سامنا ہو اور محفلوں میں ان کو سب برا بھلا کہیں۔

علی انھم شمط کان لحاھم ثعالبُ فی اعناقھم[3] کا لجلاجل

ترجمہ: پھر لطف یہ کہ سب لوگ مسن ہیں۔ بڑی بڑی ڈاڑھیاں ان کی معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے گھنٹیوں کی طرح ان کی گردن میں لومڑیاں بندھی ہوئی ہیں۔

---

[1] ابن اثیر نے یہ شعر چھوڑ دیئے ہیں۔ طبری مطبوعہ میں اعلیٰ بمسعود ہے مترجم اسے علی بمسعود پڑھتا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخہ میں آری ابن حرب ہے مترجم اسے آری ابن حرب پڑھتا ہے۔۱۲ع۔ح

[3] نسخہ طبری میں فی اعناقھا ہے مترجم نے اسے فی اعناقھم پڑھا ہے۔۱۲ع۔ح

امیر بصرہ حارث مخزومی:

اہل بصرہ نے مجتمع ہو کر نماز پڑھانے کے لیے عبدالملک بن عبداللہ کو پہلے اپنا امیر مقرر کیا۔ پھر مہینہ بھر کے بعد ببہ کو امیر بنایا۔ اس نے دو مہینے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد عمر بن معمر کو ان کا امیر کر کے ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھیجا۔ وہ بھی مہینہ بھر رہا۔ پھر حارث مخزومی نے جسے قباع کہتے ہیں آ کر اسے بھی معزول کر دیا اور خود اس کی جگہ لی۔

عبدالملک بن عامر پر حملہ:

یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے ببہ سے بیعت کی تو اس نے ہمیان بن عدی کو رئیس شرطہ مقرر کیا تھا۔ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ببہ کے پاس اسی اثناء میں وارد ہوا تھا۔ ببہ نے ابن عدی کو حکم دیا۔ کہ اس سے قریب کسی جگہ پر اسے اتار دیں۔ زیاد کے غلام آزاد کا جس کا نام فیل تھا ایک گھر بنی سلیم میں تھا۔ ابن عدی نے ارادہ کیا کہ اسی گھر کو خالی کروا کر مدنی کو اتارے[1] بنی سلیم نے اس باب میں اس سے مزاحمت کی۔ اور کشت وخون کی نوبت پہنچی۔ ان لوگوں نے عبدالملک بن عامر سے فریاد کی۔ اس نے اپنے ملاحوں کو اور غلاموں کو مسلح کر کے بھیج دیا۔ انھوں نے ابن عدی کو وہاں سے نکال دیا اور اس گھر میں نہ آنے دیا۔ دوسرے دن عبدالملک دارالامارہ میں ببہ کے سلام کو آیا۔ ایک شخص بنی قیس کا اسے دروازہ پر ملا۔ عبدالملک کو ایک تمانچہ مارا۔ اس کے خادموں میں سے کچھ لوگوں نے قیس پر وار کیا اور اس کا ہاتھ اڑا دیا۔ عبدالملک غصہ میں بھرا ہوا ببہ کے دروازہ پر سے واپس آیا۔ اور تمام قوم مضر غضب ناک ہوگئی اور سب جمع ہو گئے۔

عبداللہ بن حارث ببہ کی خانہ نشینی:

قبیلہ بکر بن وائل اشیم کے پاس فریاد کرنے کو آئے۔ اشیم اٹھ کھڑا ہوا۔ مالک بن مسمع بھی اس کے ساتھ تھا۔ منبر پر جا کر اشیم نے کہا جس مضری کو پاؤ قتل کرو۔ بنی مسمع کا خیال ہے مالک جو اشیم کے ساتھ آیا تھا۔ رفع شر کے خیال سے آیا تھا وہ ہتھیار بھی لگائے ہوئے نہ تھا وہ تو چاہتا تھا کہ اشیم کو اس ارادہ سے باز رکھے۔ اس کے بعد قبیلہ بکر واپس تو ہوا مگر ان میں اور قوم مضر میں بیر پڑ گیا۔ قوم ازد نے اس بات کو غنیمت سمجھا انھوں نے قبیلہ بکر کے ساتھ حلف کر لیا اور مسعود کے ساتھ مسجد جامع میں آئے۔ اس وقت بنی تمیم نے احنف سے جا کر التجا کی اور اس نے اپنا عمامہ اتار کر ایک نیزہ پر باندھ دیا اور سلمہ بن ذویب کو یہ نشان دیا۔ اس کے آگے آگے قوم اساورہ کے لوگ چلے اس ہیات سے مسجد میں آئے۔ دیکھا کہ مسعود خطبہ پڑھ رہا ہے۔ منبر سے اتار کر اس کو قتل کیا۔ قوم ازد کہتی ہے کہ ازارقہ نے اسے قتل کیا۔ اسی بات پر فتنہ وفساد برپا ہوا۔ عمر بن معمر اور عبدالرحمٰن بن حارث نے ان لوگوں کے درمیان سفارت کی۔ آخر بنی ازد اس بات پر راضی ہو گئے کہ دس دیتیں لیں گے۔ ببہ خانہ نشین ہو گیا۔ دیندار شخص تھا۔ اس نے کہا۔ دوسروں کی اصلاح میں اپنے کو میں کیوں خراب کریں۔

امارت بصرہ پر عمرو بن معمر کا تقرر:

اہل بصرہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو سب حال لکھ بھیجا۔ انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ سب کو نماز پڑھایا کریں۔

---

[1] اس کے بعد کا فقرہ یہ ہے ابن اثیر نے اس روایت ہی کو چھوڑ دیا۔

غرض چالیس دن انھوں نے نماز پڑھائی۔ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عمر کو امیر بصرہ مقرر کر کے فرمان روانہ کیا۔ پیغامی یہ فرمان لے کر عمر کے پاس اس وقت پہنچا کہ عمرہ کے لیے نکل چکے تھے۔انھوں نے عبیداللہ کے نام حکم بھیج دیا کہ نماز پڑھایا کرے۔غرض عمر کے مکہ سے آنے تک عبیداللہ نے اہل بصرہ کو نماز حکم بھیج دیا کہ نماز پڑھایا کرے۔غرض عمر کے مکہ سے آنے تک عبیداللہ نے اہل بصرہ کو نماز پڑھائی۔ببہ کی امارت چار مہینہ تک بصرہ میں رہی۔اسی زمانہ میں نافع بن ارزق نے اہواز کی طرف رخ کیا۔لوگوں نے ببہ سے کہا کہ لوٹ مچی ہوئی ہے۔عورت کو راستہ میں پکڑ لے جاتے ہیں۔بے آبرو کرتے ہیں کوئی اسے نہیں بچاتا۔کہا پھر تم کیا چاہتے ہو۔کہا اپنی تلوار ان کے درمیان رکھ۔اور ان لوگوں پر حملہ کر دے۔کہا دوسروں کی اصلاح میں اپنے کو میں کیوں خراب کروں۔او غلام میرا جوتا لا۔جوتا پہنا اور گھر میں جا کر خانہ نشین ہو گیا۔لوگوں نے عمر بن معمر کو خود اپنا امیر بنا لیا۔ببہ جس زمانہ میں امیر تھا۔طاعون آ گیا۔ اس کی ماں مرگئی تو اٹھانے والے بصرہ میں نہ ملے۔آخر چار نو مسلموں کو مزدوری دے کر اس کی لاش اٹھوائی۔

عبداللہ بن حارث ببہ کی گرفتاری:

ببہ نے اپنی امارت میں بیت المال سے چالیس ہزار لے کر ایک شخص کے پاس رکھوا دیئے تھے۔عمر بن معمر جب امیر بصرہ ہو کر آیا۔تو اس نے ببہ کو گرفتار کیا اور قید کر لیا۔اس کے غلام آزاد کو اسی مال کے باب میں مبتلائے عذاب بھی کیا۔آخر اس سے تاوان لیا۔ایک شخص نے ببہ سے پوچھا کہ اپنی امارت کے زمانہ میں خون سے تم بچے رہے۔لیکن مال سے نہ بچ سکے۔اس نے کہا خون میں جیسا گناہ ہے ویسا مال میں نہیں ہے۔اہل کوفہ نے ابن زیاد کے دونوں سفیروں کو جب کوفہ سے نکال دیا تو سب نے باتفاق عامر بن مسعود قرشی کو نماز پڑھانے کے لیے اس وقت تک کہ خلافت کا کوئی فیصلہ ہو مقرر کر لیا تھا۔یزید کے مرنے کے بعد تین مہینے تک یہ شخص خدمت پر رہا۔لوگ اسے پشت قامت ہونے کے سبب سید حروجہ الجعل[1] کہتے تھے۔ابن ہمام سلولی نے اس کے باب میں ایک شعر کہا تھا۔

اشدد یدیك بزید ان ظفرت به　　　و اسف الارامل من دحروجة الجعل

ترجمہ: ''اگر یزید تجھے مل جائے تو اس سے توسل کر اور اس گوبر کے گیند کی طرف سے بیواؤں کے دل کو ٹھنڈا کر''۔

پھر عبداللہ بن یزید نماز پڑھانے پر اور ابراہیم خراج پر مقرر رہا۔اس وقت کوفہ بصرہ اور قبلہ کی جانب کے عرب اور اہل شام و اہل جزیرہ اردن کے سوا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طاعت میں آ گئے تھے۔

ابن زیاد کی شام میں آمد:

ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے جب بیعت ہوئی تو انھوں نے عبیدہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا اور عبدالرحمٰن فہری کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔اور بنی امیہ اور مروان بن حکم کو شام کی طرف نکال دیا۔عبدالملک اس زمانہ میں اٹھارہ برس کا تھا۔حصین بن نمیر وغیرہ جب شام میں آئے ہیں۔تو ابن نمیر نے مروان سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا سارا حال بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ آؤ میں تم سے بیعت کروں۔مروان نے انکار کیا تو اس نے اس سے اور تمام بنی امیہ سے کہا۔تم لوگوں کے معاملے میں بڑی الجھن پڑ گئی ہے۔اپنے معاملات کو درست کرو۔ایسا نہ ہو

---

[1] گوبر کا کیڑا جو گوبر کا گیند بناتا ہے اس گیند کی تشبیہ اس پر کہی تھی۔۱۲۔ع ح

کہ اب تمہارا شام کا ملک بھی قبضہ سے نکل جائے اور ایک آفت عظیم برپا ہو۔ مروان کی یہ رائے ہوگئی تھی کہ وہاں سے روانہ ہو کر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس جائے اور ان سے بیعت کر لے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت سے ابن زیاد کی مخالفت:

اس اثناء میں ابن زیاد وہاں وارد ہوا۔ تمام بنی امیہ اس کے گرد جمع ہو گئے اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مروان کیا سوچے ہوئے ہے۔ اب اس نے مروان سے کہا۔ تم نے جو ارادہ کیا ہے۔ اس سے شرم نہیں آتی۔ تم بزرگ قریش اور سردار قوم ہو کر کیا کیا چاہتے ہو۔ مروان نے کہا ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ غرض تمام بنی امیہ اور ان کے موالی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اہل یمن بھی جمع ہو کر ساتھ ہوئے۔ مروان یہ کہتا ہوا روانہ ہوا کہ ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ یہ سب دمشق میں داخل ہوئے یہاں ضحاک بن قیس فہری سے اہل شہر اس بات پر بیعت کر چکے تھے کہ جب تک امت میں اجتماع و اتفاق کی صورت پیدا ہو۔ وہی سب کو نماز پڑھایا کرے اور انتظام قائم رکھے۔

معاویہ بن یزید کی دست برداری:

یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ امیر ہوا تو اس نے حکم دیا کہ شام میں الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا کر دی جائے۔ سب جمع ہوئے تو اس نے کہا: میں نے تم پر حکومت کرنے کے باب میں فکر کی تو معلوم ہوا کہ یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا اب میں نے چاہا کہ کوئی شخص تمہارے لیے ایسا ڈھونڈوں۔ جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مل گئے تھے۔ مجھے کوئی ایسا شخص بھی نہ ملا۔ پھر میں نے چاہا کہ تمہارے لیے شوریٰ کرنے کو ایسے چھ شخص ڈھونڈوں۔ جیسے عمر رضی اللہ عنہ کو مل گئے تھے۔ ایسے لوگ بھی مجھے نہ ملے۔ اب تم کو اختیار ہے۔ جسے چاہو اسے اپنا امیر بنا لو۔ یہ کہہ کر معاویہ گھر میں گیا اور ایسا گیا کہ مر کر نکلا۔ بعض کہتے ہیں اسے زہر دے دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں چھری ماردی گئی۔

حسان بن مالک کی روانگی اردن:

عبیداللہ ابن زیاد جب دمشق میں آیا ہے تو یہاں ضحاک بن قیس حکومت کر رہا تھا۔ قنسرین میں زفر بن عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے لیے بیعتیں لے رہا تھا۔ حمص میں نعمان بن بشیر انصاری ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کر چکے تھے۔ فلسطین میں حسان بن مالک معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ سے اب تک حکومت کر رہا تھا وہ اہل فلسطین کا سردار تھا۔ اور بنی امیہ کا ہوا خواہ اس نے روح بن زنباع جذامی کو بلا کر کہا۔ میں تم کو فلسطین میں اپنا جانشین کیے جاتا ہوں۔ تم قبیلہ لخم و جذام میں رہنا۔ اہل فلسطین کے نگران کار ہو کر تم تنہا نہ رہو گے۔ اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لے کر قتال بھی کر سکتے ہو۔ یہ کہہ کر حسان اردن کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں ناتل بن قیس نے روح کے مقابلہ میں خروج کیا۔ اسے فلسطین سے نکال کر خود متصرف ہو گیا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے لیے بیعتیں لینے لگا۔

بنی امیہ کی مدینہ سے جلاوطنی:

ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے عامل مدینہ کو حکم بھیجا تھا کہ بنی امیہ کو مدینہ سے نکال دے۔ یہ لوگ اپنے عیال و اطفال کو لیے ہوئے شام میں آئے۔ یہاں مروان بھی موجود تھا اور سب لوگ دو فرقوں میں منقسم تھے۔ حسان اردن میں بنی امیہ کا ہوا خواہ تھا۔ اور ضحاک فہری دمشق میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف مائل تھا۔ حسان نے خطبہ میں کہا اے اہل اردن ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور کشتگان حرہ کے باب میں تم کیا

چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ابن زبیر رضی اللہ عنہ منافق ہے اور کشتگان حرہ جہنمی ہیں۔ اس نے اب پوچھا یزید کو اور اپنے ان کشتوں کو جو واقعہ حرہ میں قتل ہوئے ہیں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا یزید حق پر تھا۔ اور ہماری طرف کے سب کشتے بہشت میں ہیں۔ یہ سن کر حسان نے کہا۔ سنو! اگر یزید اپنی زندگی میں دین حق پر تھا تو اپنے مرنے کے بعد بھی یزید اور اس کے شیعہ حق پر ہیں۔ اور اگر ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور اس کے شیعہ اس زمانہ میں گمراہ تھے تو اب بھی وہ سب گمراہ ہیں سب نے حسان سے کہا تم سچ کہتے ہو۔ ہم سب تم سے اس بات پر بیعت کرنے کو موجود ہیں کہ جو تمہاری مخالفت اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرے گا۔ اس سے ہم لوگ قتال کریں گے۔ ہاں یزید کے ان دونوں چھوکروں سے یعنی عبداللہ و خالد سے ہم بیزار ہیں۔ یہ ابھی کم سن ہیں۔ ہمیں یہ بات مکروہ معلوم ہوتی ہے کہ اور لوگ تو کسی مرد مسن کو ہمارے مقابلہ میں لائیں اور ہم ایک چھوکرے کو اس کے سامنے کھڑا کریں۔

حسان بن مالک کا خط بنام ضحاک بن قیس:

ضحاک بن قیس تو دمشق میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مائل تھا۔ مگر اس بات کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ بنی امیہ میں وہ گھرا ہوا تھا۔ جو کچھ کرتا تھا پوشیدہ طور سے کرتا تھا یہ خبر حسان کو ہوئی۔ اس نے ضحاک کو ایک رقعہ لکھا۔ اس میں بنی امیہ کے حق کو بہت بڑھا کر ظاہر کیا۔ اور جماعت میں شامل رہنے اور اطاعت کو لازم کرنے پر بہت زور دیا۔ اور بنی امیہ نے امر خلافت میں جو جو کوششیں کیں اور خود حسان کے ساتھ جو جو سلوک کیے تھے وہ یاد دلائے۔ اور اس سے بنی امیہ کی اطاعت کو اختیار کر لینے کی درخواست کی۔ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مذمت لکھی اور گالیاں دیں اور منافق کہا کہ اس نے خلفاء میں سے دو شخصوں کو خلافت سے معزول کیا۔ اور حسان کو یہ بھی لکھا کہ میرا یہ رقعہ سب لوگوں کو پڑھ کر سنا دینا اور بنی کلب میں سے ایک شخص ناغضہ کو بلا کر یہ رقعہ دیا اور ضحاک کے پاس روانہ کیا۔ اور ایک نقل اس رقعہ کی اتار کر ناغضہ کو دے دی کہ اگر ضحاک اس رقعہ کو سب لوگوں کے سامنے نہ پڑھے۔ تو تم خود کھڑے ہو جانا۔ اور یہ رقعہ سب کو پڑھ کر سنا دینا۔ اور بنی امیہ کو بھی ایک رقعہ اس مضمون کا حسان نے لکھا۔ کہ اس صحبت میں سب ضرور شریک ہوں۔ غرض ناغضہ رقعہ لے کر ضحاک کے پاس پہنچا۔ اس کا رقعہ اسے دے دیا۔ بنی امیہ کے نام جو رقعہ تھا وہ بنی امیہ کو پہنچا دیا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

جمعہ کا دن ہوا تو ضحاک منبر پر گیا۔ ناغضہ نے کھڑے ہو کر کہا آپ سلامت رہیں۔ حسان کا رقعہ سب کو پڑھ کر سنا دیجیے۔ ضحاک نے کہا بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ تو گیا مگر پھر اٹھا۔ اس نے پھر کہا کہ بیٹھو۔ تیسری دفعہ پھر اٹھا۔ اس نے پھر کہا کہ بیٹھو۔ ناغضہ نے جب یہ دیکھا کہ وہ رقعہ کو نہیں پڑھتا تو اس کے پاس جو نقل موجود تھی وہ نکال کر سب کو سنا دی۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے اٹھ کر حسان کے قول کی تائید کی اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ وہ کاذب ہے۔ یزید بن غسانی نے اٹھ کر حسان کی تائید کی اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔ سفیان بن کلبی نے اٹھ کر حسان کی تائید کی اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔ عمرو بن حکمی نے اٹھ کر حسان کو گالیاں دیں اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ستائش کی۔ انہیں لوگوں کی پیروی میں اور لوگ بھی باہم گرا اختلاف کرنے لگے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مخالفین کی گرفتاری:

ضحاک نے ان تینوں شخصوں کو جنہوں حسان کی تائید کی تھی۔ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دی تھیں یعنی ولید و یزید و سفیان کو قید کرنے کا حکم دیا۔ وہ تو قید کر لیے گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ بنی کلب عمرو بن حکمی پر جا پڑے اسے مارا پیٹا جلایا

کپڑے اس کے پھاڑ ڈالے۔ خالد بن یزید اٹھا اور منبر کے دو زینوں پر چڑھ گیا۔ ابھی وہ لڑکا تھا اور ضحاک بھی منبر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مختصر سے دو کلمے کہے جو کسی نے کبھی سنے نہ ہوں گے اور لوگوں کے شور و شغف کو موقوف کر دیا۔ ضحاک نے منبر سے اتر کر نماز جمعہ پڑھائی اور محل میں داخل ہو گیا۔ اب بنی کلب آئے۔ اور سفیان کو قید سے چھڑا لے گئے۔ بنی غسان آئے وہ یزید کو چھڑا لے گئے۔ ولید نے کہا اگر میں کلب و غسان سے ہوتا تو میں بھی رہا ہو گیا ہوتا۔ یزید کے دونوں بیٹے عبداللہ و خالد اور ان کی ننھیال کے لوگ بنی کلب میں سے ان کے ساتھ آئے اور ولید کو بھی زندان سے نکال لے گئے۔ اہل شام اس دن کو جیرونؔ[1] کا واقعہ اولیٰ کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ دمشق ہی میں ٹھہرے رہے۔

بنی قیس اور بنی کلب میں تصادم:

ضحاک ایک دفعہ مسجد دمشق میں آ کر بیٹھا۔ یزید کا ذکر کر کے اس کی مذمت کرنے لگا۔ سن کر ایک نوجوان قبیلہ کلب کا عصا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ضحاک کو مارا۔ لوگ تلواریں لگائے ہوئے وہیں بیٹھے تھے۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ مسجد میں تلوار چل گئی۔ بنی قیس تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ضحاک کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اور بنی کلب خاندان امیہ خصوصاً خالد بن یزید کے لیے لڑ رہے تھے اور یزید کی حمایت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ضحاک دار الامارہ میں جا کر بیٹھ رہا۔ صبح کو نماز پڑھانے کے لیے بھی نہ نکلا۔ فوج میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو بنی امیہ کی طرف مائل تھے۔ کچھ لوگ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہوا خواہ تھے۔ اس کے دوسرے دن ضحاک نے بنو امیہ کو بلا بھیجا۔ وہ لوگ آئے تو بہت معذرت کی۔ اور ان کے احسانات کا ذکر کیا جو اس کے ساتھ یا اس کے دوستوں کے ساتھ انھوں نے کیے تھے۔ اور یہ بھی کہا کہ جو امر تم کو ناگوار ہو میں وہ کام کرنا نہیں چاہتا۔ تم لوگ حسان کو لکھو اور میں بھی لکھتا ہوں کہ وہ اردن سے روانہ ہو کر جابیہ تک آئے۔ یہاں سے ہم تم روانہ ہو کر اسی مقام میں اس سے مل جائیں گے۔ وہاں پہنچ کر تمہیں میں سے کسی کے ساتھ بیعت کر لیں گے۔ بنی امیہ اس بات پر راضی ہو گئے اور انھوں نے حسان کو لکھا ضحاک نے بھی یہی مضمون اسے لکھ بھیجا۔ لوگ جابیہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ بنی امیہ بھی روانہ ہوئے۔ بیرتین اڑتی ہوئی چلیں۔

ضحاک کی روانگی مرج راہط:

اسی اثناء میں ثور بن سلمی ضحاک کے پاس آیا اور کہا تم نے ہم سے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طاعت پر بیعت لی اور خود اس بدوی کلبی کے ساتھ چلے کہ وہ اپنے بھتیجے خالد بن یزید کو خلیفہ بنا دے۔ ضحاک نے پوچھا پھر اب تمہاری کیا رائے ہے۔ ثور نے کہا ہمیں اب چھپانا نہیں چاہیے۔ کھل کر کہہ دینا چاہیے کہ ہم سب لوگوں کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات کے لیے قتال کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر ضحاک اپنے سب لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے واپس آیا اور مرج راہط کی طرف روانہ ہوا۔

مروان بن حکم کی بیعت:

محرم ۶۵ھ میں مروان سے لوگوں نے بیعت کر لی اور وہ لشکر لے کر ضحاک سے لڑنے کو روانہ ہوا اور سب کو قتل کر ڈالا۔ قبیلہ

---

[1] جیرون دمشق کے ایک مقام کا نام ہے وہ نزہت گاہ امام تھا۔ ابو قطیفہ اموی کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب مکہ سے نکال دیا تو وہ دمشق میں چلا آیا تھا یہاں یاد وطن اسے ستاتی تھی تو اس نے یہ شعر کہا۔

قیس کے اتنے لوگ مرج راہط کی لڑائی میں قتل ہوئے کہ کسی معرکہ میں کبھی اس قدر کشت وخون نہیں ہوا۔ اکثر لوگوں نے یہی لکھا ہے کہ مرج راہط میں ضحاک و مروان میں جو معرکہ قتال ہوا وہ ۶۴ھ میں ہوا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اہل اردن وغیرہ نے مروان سے کہا کہ تو شیخ بزرگ ہے اور ابن یزید لڑکا ہے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ ادھیڑ ہو چکا ہے۔ فولاد کو فولاد ہی کاٹتا ہے۔ یزید کے چھوکرے کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہ کھڑا کر تو خود خم ٹھونک کر اس سے مقابلہ کرنے کو ڈٹ جا۔ لا ہاتھ لا ہم سب تجھ سے بیعت کرنے پر مستعد ہیں مروان نے ہاتھ پھیلا دیا۔ سب نے بیعت کر لی۔ یہ بیعت بدھ کے دن ذی قعدہ کی تیسری تاریخ ۶۴ھ میں مقام جابیہ میں واقع ہوئی۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے ضحاک کی بیعت:

ضحاک کو جب یہ خبر پہنچی کہ مروان سے لوگوں نے خلافت کی بیعت کر لی۔ تو اس کے ساتھ جتنے لوگ تھے۔ ان سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے اس نے بیعت لی اور ضحاک و مروان دونوں ایک دوسرے سے قتال کرنے کو روانہ ہوئے۔ ان دونوں فرقوں میں بہت بڑی کشت وخون ہوئی۔ ضحاک اور اس کے اصحاب سب قتل ہو گئے عبدالرحمٰن بن ضحاک ایک نوجوان شخص تھا۔ جب یہ مدینہ کا حاکم ہو کر آیا ہے تو اس نے ایک دن ذکر کیا۔ کہ ضحاک نے جو بنی قیس وغیرہ سے بیعت لی تھی۔ وہ اپنی خلافت کے لیے لی تھی۔ یہ سن کر زفر بن فہری نے کہا ہم بھی یہی جانتے ہیں اور یہی سنتے چلے آئے ہیں۔ لیکن زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد یہی کہتی ہے کہ ضحاک نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لی تھی اور اسی کی طاعت میں خروج کیا تھا اور کہتے ہیں کہ واللہ وہ باطل پر قتل ہوا۔ اس سے پیشتر ہی قریش نے اس سے بیعت کرنے کو کہا تھا۔ جب تو اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا پھر مجبور ہو کر اسے یہی کرنا پڑا۔

افواج ضحاک کا مرج راہط میں اجتماع:

ضحاک نے جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لینا شروع کی تو دمشق کے سب لوگوں نے جو اہل یمن وغیرہ تھے اس سے بیعت کر لی تھی۔ بنی امیہ اور ان کے متبعین جابیہ میں چالیس دن تک حیان کے ساتھ نماز پڑھا گئے اور مشورہ کرتے رہے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ حمص میں اور زفر بن حارث قنسرین میں اور ناتل بن قیس فلسطین میں حاکم تھے۔ ان تینوں امیروں کو ضحاک نے کمک بھیجنے کے لیے لکھا تھا۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے شرحبیل کو کمک کرنے کے واسطے روانہ کیا اور زفر و ناتل نے قنسرین اور فلسطین سے لوگوں کو روانہ کیا۔ یہ سب فوجیں ضحاک کے پاس مرج راہط میں جمع ہو گئی تھیں۔

مالک بن سکونی اور ابن نمیر میں اختلاف:

جابیہ میں یہ جھگڑا پڑا ہوا تھا کہ مالک بن سکونی تو یہ چاہتا تھا کہ یزید کا کوئی بیٹا خلیفہ ہو جائے۔ حصین بن نمیر چاہتا تھا کہ مروان کو خلافت ملے۔ مالک نے حصین سے کہا آؤ۔ ہم تم اس لڑکے سے بیعت کر لیں (یعنی خالد سے) اس کا باپ ہمارا عزیز ہے یہ ہمارا بھانجہ ہے اس کا باپ جیسی منزلت ہماری کرتا تھا۔ یہ اس سے خوب واقف ہے۔ تو یہ ہم کو سارے عرب کا حاکم بنا دے گا۔ حصین نے

---

۱ اس مقام پر یہ فقرہ ہے فقال مالك هذا و لم تر دی تهامة و لما يبلغ الحزام الطبيئين فقالوا مهلايا ابا سليمن. ابن اثیر نے ساری روایت لکھی ہے یہ ففقرہ درمیان کا چھوڑ دیا ہے۔ ع۔ ح

کہا واللہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ عرب تو کسی شیخ بزرگ کو ہمارے روبرو لائیں۔ اور ہم ایک چھوکرے کو ان کے سامنے لے کر جائیں[1]
مالک نے کہا اگر تو نے مروان اور ان کے خاندان کو خلیفہ بنا دیا تو وہ لوگ تیری ذرا ذرا سی چیز پر حسد کریں گے۔ یہ تیرا کوڑہ یہ جوتے کا تسمہ تک نہ دیکھ سکیں گے۔ کسی درخت کی چھاؤں میں تیرا بیٹھنا بھی انھیں گوارا نہ ہوگا۔ مروان ایک بڑے خاندان کا باپ ہے۔ بڑے خاندان کا بھائی، بڑے خاندان کا چچا ہے اس سے بیعت کر کے سارے خاندان کے غلام تم بن جاؤ گے۔ تمہیں چاہیے کہ اپنے بھانجا خالد سے بیعت کرلو۔ حصین نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک قندیل لٹکی ہوئی ہے اور جتنے لوگ خلافت کی ہوس رکھتے ہیں یہ سب چاہتے ہیں کہ قندیل کو پکڑ لیں اور نہیں پا سکتے۔ مروان بڑھتا ہے اور قندیل کو پا جاتا ہے واللہ! ہم تو اسی کو خلیفہ بنائیں گے۔[1]

روح بن زنباع کی ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف تقریر:

جب مروان کی بیعت پر سب کی رائے ہوگئی تو روح بن زنباع کھڑا ہوا۔ حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور کہا ایہا الناس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تم واقف ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے ان کا مشرف ہونا۔ ان کا اسلام میں سابق ہونا تم کو معلوم ہے جو کچھ ان کی نسبت تمہیں معلوم ہے وہ ایسے ہی ہیں۔ لیکن وہ ایک مرد ضعیف ہیں اور امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امیر ضعیف نہیں ہوسکتا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے باب میں لوگ جو کچھ کہتے ہیں اور جس جس وصف کا ان کے لیے دعویٰ کرتے ہیں واللہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ زبیر رضی اللہ عنہ حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذات النطاقین کے فرزند ہیں اور ان میں اب بھی جو فضیلت ان کی تم بیان کرتے ہو موجود ہے لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہما منافق ہیں۔ انھوں نے خلفاء میں سے دو شخصوں کو چھوڑ دیا۔ ایک یزید دوسرے ان کے بیٹے معاویہ کو۔ اس کے علاوہ انھوں نے خونریزی کی، مسلمانوں میں اختلاف ڈالا۔ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امیر منافق نہیں ہوسکتا۔ مروان کو جو پوچھو۔ تو واللہ! اسلام میں کبھی ایسا کوئی رخنہ نہیں پڑا۔ جسے اس نے بند کیا ہو۔ یہ وہ شخص ہے کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے یوم الدار میں اس نے قتال کیا یہ وہ شخص ہے جس نے علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل میں قتال کیا۔

خالد بن یزید کی ولی عہدی:

ہماری رائے سب لوگوں کے لیے یہ ہے کہ بزرگ قوم (یعنی مروان) سے بیعت کرلیں اور کم سن لوگوں کو (یعنی خالد) نائب قرار دیں۔ غرض بیعت کرنے پر سب نے اتفاق کیا۔ اس ترتیب سے کہ پہلے مروان خلیفہ ہو۔ پھر خالد عمرو بن سعید، اور دمشق کا امیر عمرو بن سعید رہے گا اور حمص کا خالد حکمران رہے گا۔ اب حسان نے خالد کو بلا کر کہا پیارے بھانجے تیرے کمسن ہونے کے سبب سے لوگوں نے تیری خلافت کو پسند نہیں کیا۔ میں امر خلافت تیرے اور تیرے خاندان کے سوا کسی کے لیے نہیں چاہتا۔ میں مروان سے بیعت کروں گا بھی تو محض تم لوگوں کے خیال سے خالد نے کہا نہیں ہم لوگوں سے تم اکتا گئے۔ کہا واللہ میں اکتا نہیں گیا ہوں۔ لیکن مصلحت یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس کے بعد حسان نے مروان کو بلا کر کہا اے مروان واللہ سب لوگ تو اس بات پر راضی

---

[1] یہاں کا یہ فقرہ بھی ابن اثیر نے چھوڑ دیا ہے۔ فقال له ملك و يحك يا حصين اتبايع لمروان و آل مروان و انت تعلم انهم اهل بيت من قيس.

نہیں ہیں کہ تجھ سے بیعت کریں۔ مروان نے جواب دیا اگر خدا کو منظور ہے کہ مجھی کو خلافت نصیب ہو تو خلق خدا میں سے کوئی روک نہیں سکتا۔ اگر خدا ہی کو یہ منظور نہیں ہے تو خلق خدا میں سے کوئی مجھے خلافت دلا نہیں سکتا۔ حسان نے کہا یہ تو تم نے سچ کہا یہ کہہ کر منبر پر گیا اور کہا ایہا الناس ان شاء اللہ پنجشنبہ کے دن ہم لوگ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں گے۔ پنج شنبہ کا دن آیا تو مروان سے سب نے بیعت کر لی۔

یزید بن غسان کا دمشق پر قبضہ:

اور مروان لوگوں کو ساتھ لے کر جابیہ سے روانہ ہوا اور مرج راہط میں جا کر ضحاک کے مقابلہ میں اترا۔ مروان کے ساتھ کلب و سکاسک و سکون و غسان اور حسان کے لوگ اس کے علاوہ تھے۔ عمرو بن سعید لشکر کے میمنہ پر تھا اور ابن زیاد میسرہ پر۔ یزید بن غسان جابیہ کے شورے میں شریک نہیں ہوا وہ دمشق میں چھپا بیٹھا رہا۔ مروان جب مرج راہط میں پہنچا تو اس نے اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر اہل دمشق پر حملہ کر دیا۔ شہر پر قبضہ کر لیا۔ ضحاک کے عامل کو وہاں سے نکال دیا۔ خزانوں پر اور بیت المال پر قابض ہو گیا۔ مروان کے لیے لوگوں سے بیعت لی اور مال و اسباب و سلاح سے اس کو مدد پہنچائی۔ بنی امیہ کی فتوحات میں یہ پہلی فتح تھی۔

معرکہ مرج راہط:

مروان بیس دن تک ضحاک سے لڑتا رہا۔ اس کے بعد ضحاک قتل ہوا اور ان لوگوں کو شکست ہوئی۔ ضحاک کے ساتھ اسی شخص روسائے شام کے مارے گئے۔ جو صاحب قطیفہ[1] تھے اور جو شخص صاحب قطیفہ ہوتا تھا۔ اس کا وظیفہ دو ہزار مقرر تھا۔ اس جنگ میں اہل شام بہت قتل ہوئے۔ کسی واقعہ میں اس طرح کبھی قتل نہیں ہوئے تھے اور تمام قبیلوں کے لوگ اس میں شامل تھے۔ ضحاک کے ساتھ ایک شیخ بنی کلب کا مالک بن یزید بھی قتل ہوا۔ قضاعہ کا علمدار بھی قتل ہوا۔ قضاعہ کی جمعیت شام میں جب داخل ہوئی تھی تو یہی شخص اس دن علم لیے ہوئے تھا۔ ثور بن سلمی جس نے ضحاک کی رائے بدل دی تھی' اسی جنگ میں مارا گیا۔ ایک شخص کلبی ضحاک کا سر لے کر مروان کے پاس آیا تو اسے برا معلوم ہوا۔ کہنے لگا جب عمر گذر گئی استخواں چور ہو گئے۔ چراغ سحری ہو گیا تو میں فوجیں لڑانے کو اٹھا۔ اور ایک دن کسی کی لاش پر اس کا گذر ا ہوا تو یہ شعر پڑھا۔

وما ضرهم غير حين النفوس   ائي اميري قريش غلب

ترجمہ: ''جان تو جاتی رہی اب انہیں کچھ پرواہ نہیں کہ دو امیروں میں کسے غلبہ ہوا۔ اب کوئی ان کا کیا کر سکتا ہے''۔

جب مروان سے بیعت ہوئی اور اس نے خلافت کا دعویٰ کیا تو یہ شعر کہے۔

لما رايت الامر امرا نهبا   سيرت غسان لهم و كلبا

ترجمہ: ''جب میں نے دیکھا کہ امر خلافت میں لوٹ مار ہو رہی ہے تو میں نے مخالفوں کے مقابلہ میں قوم غسان و بنی کلب کو مہیا کیا۔

---

[1] قطیفہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں روئیں ابھرے ہوئے ہوں۔ ظن غالب ہے کہ امرائے شام کو وضع میں اس قسم کے کپڑے کو اوڑھنا یا بچھانا داخل تھا۔ گویا یہ لوگ صاحب خلعت یا صاحب مسند تھے۔ ابن اثیر نے اس فقرہ کو چھوڑ دیا۔ ۱۲۔ ع۔ ح

والسکسکیین رجالا غلبا و طیئا تاباہ الا ضربا

ترجمہ: اور قوم سکسک کے قوی ہیکل سپاہیوں کو اور بنی طے کو جو ایسے ناگوار امور میں بغیر وار کیے نہیں رہتے۔

والقین تمشی فی الحدید نکبا و من تنوخ مشمخراً صعبا

ترجمہ: اور بنی قیس کو جو زرہ بکتر پہنے بانکپن سے چلتے ہیں اور قوم تنوخ کو جو متکبر و سرکش ہیں۔

لا تاخذون الملك الاغصبا و ان دنت قیسٌ فقل لاقربا

ترجمہ: تم لوگ جس ملک کو لیتے ہو چھین کر لے لیتے ہو۔ اب اگر بنی قیس تمہارے قریب آئیں۔ تو ان سے کہہ دو کہ دور رہو"۔

ضحاک کا قتل:

جو شخص ضحاک کا سر لے کر مروان کے پاس آیا تھا کہتا ہے میں نے زحنہ بن کلبی کو دیکھا کہ جیسے لوگوں پر آگ برسا رہا ہے جس پر برچھی کا وار کیا اسے گرا دیا۔ جسے تلوار ماری بسمل کر دیا۔ اسی اثناء میں ضحاک نے اس سے مقابلہ کیا۔ زحنہ نے اسے بھی قتل کیا اور وہیں اسے چھوڑ دیا۔ میں اس کا سر لے کر مروان کے پاس پہنچا۔ پوچھا تو ہی نے اسے قتل کیا۔ میں نے کہا قتل تو اسے زحنہ نے کیا ہے۔ میرا سچ سچ کہہ دینا مروان کو اچھا معلوم ہوا۔ میرے لیے بھی اس نے انعام کا حکم دیا اور زحنہ کے ساتھ بھی احسان سے پیش آیا۔ مروان کا علم ابن کرہ اٹھائے ہوئے تھا۔ قتال کے وقت مروان اس کی پیٹھ میں نیام شمشیر سے ٹھوکے دیتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا۔ نشان کو اور قریب لے جا۔ یہ لوگ جب تلوار کی آنچ پائیں گے تو اس طرح بھاگیں گے جس طرح اونٹ اور بھیڑیں چرواہے کے سامنے سے بھاگتی ہیں۔ مروان کے لشکر میں چھ ہزار سرباز تھے۔ سواروں کا افسر ابن زیاد تھا۔ پیادوں کا مالک بن ہبیرہ' بشر بن مروان بھی علم لیے ہوئے جنگ میں مصروف تھا اور کہتا جاتا تھا۔

ان علی الرئیس حقا حقا ان یخضب الصعد او تندقا

ترجمہ: "سردارِ فوج کا کام یہ ہے کہ نیزہ کو خون سے رنگین کرتا رہے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے"۔

عبدالعزیز بن مروان کا خاتمہ:

عبدالعزیز بن مروان بھی اسی لڑائی میں مارا گیا۔ مروان نے خاندان محارب کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مروان کی طرف سے جنگ کر رہا تھا۔ اس کے علم کے نیچے تھوڑے ہی سے لوگ تھے۔ مروان نے کہا رحمت خدا ہو تجھ پر۔ تیرے ساتھ بہت کم لوگ ہیں تو اپنے اصحاب کے ساتھ جا کر مل جا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین ہماری مدد کے لیے ملائکہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہیں جن کے ساتھ مل جانے کو تو ہم سے کہہ رہا ہے۔ اس بات سے مروان بہت خوش ہوا۔ ہنسنے لگا اور خود اس کے ساتھ جو سپاہی تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ کر دیئے۔ مرج سے شکست کھا کر لوگ اپنے اپنے لشکر کی طرف بھاگے۔

حاکم حمص نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا قتل:

اہل حمص۔ حمص کی طرف گئے یہاں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ حاکم تھے۔ نعمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر جو معلوم ہوئی تو وہ راتوں رات اپنی بی بی نائلہ کلبیہ کو اور سب لڑکوں کو اور مال و متاع کو ساتھ لے کر بھاگ گئے۔ رات بھر مارے مارے پھرا کیے۔ اہل حمص صبح کو ان کی تلاش میں نکلے۔ عبداللہ بن کلائی نے انھیں ڈھونڈ ھ نکالا اور قتل کر ڈالا۔ ان کے سر کو اور ان کی زوجہ اور بچوں کو ساتھ لیے ہوئے آیا۔

اوران کی بیٹی ام ابان کی گود میں ان کا سر ڈال دیا۔ یہی ام ابان اس کے بعد حجاج بن یوسف کے پاس تھی۔ زوجہ نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سر مجھے دو اس سے زیادہ میں اس سر کی حق دار ہوں۔ غرض نائلہ کی گود میں نعمان رضی اللہ عنہ کا سر اس نے ڈال دیا۔ حمص میں ان سب کو لیے ہوئے کلائی جب پہنچا تو بنی کلب نائلہ کو اور اس کے بچوں کو آ کر لے گئے۔

زفر کا قرقیسیا کے قلعہ پر قبضہ:

زفر قنسرین سے بھاگ کر قرقیسیا کی طرف پہنچا۔ یہاں یزید کی طرف سے عیاض حاکم تھا۔ اس نے زفر کو قرقیسیا میں داخل نہ ہونے دیا۔ زفر نے بہت شدید قسمیں طلاق و عتاق کی کھا کر کہا۔ مجھے فقط یہاں حمام میں جانے کی اجازت دے دو۔ حمام میں سے نکل کر میں یہاں قیام نہ کروں گا۔ اجازت ملتے ہی قرقیسیا میں داخل ہو گیا۔ حمام میں گیا ہی نہیں' عیاض کو وہاں سے نکال کر خود وہیں قلعہ بند ہو گیا۔ بنی قیس اس کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ناتل صاحب فلسطین میدان سے بھاگ کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔

مصر میں مروان کی بیعت:

اب تمام اہل شام کا اتفاق مروان پر ہو گیا۔ وہ مرجع خلائق بن گیا۔ ملک شام میں اس نے اپنی طرف سے حکام مقرر کیے۔ شام کی طرف سے مطمئن ہو کر وہ مصر میں آیا۔ حاکم یہاں کا ابن حجدم تھا اور وہ بھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ مروان کے آنے کی خبر سن کر وہ بنی فہر کے کچھ لوگ ساتھ لے کر ادھر مروان کی طرف متوجہ ہوا۔ ادھر مروان نے عمرو بن سعید کو اس کے پیچھے پیچھے روانہ کیا۔ یہ مصر میں داخل ہوا اور منبر پر جا کر خطبہ پڑھا۔ لوگوں کو عمرو کے مصر میں داخل ہونے کا حال جو معلوم ہوا تو سب ابن حجدم کے ساتھ سے الگ ہو کر واپس چلے آئے۔ سب نے مروان کو اپنا امیر بنایا اور اس سے بیعت کر لی۔ مروان مصر سے دمشق کو واپس جا رہا تھا۔ قریب پہنچ کر یہ خبر سنی کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مصعب کو فلسطین کی طرف روانہ کیا ہے۔

عمرو بن سعید اور مصعب بن زبیر کی جنگ:

مروان نے عمرو بن سعید کو فوج کے ساتھ مصعب سے مقابلہ کرنے کو روانہ کیا۔ ابھی وہ سرحد شام میں داخل نہ ہونے پایا تھا کہ عمرو کے لشکر نے اسے روک لیا دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ مصعب کو شکست ہو گئی۔ اس کے ساتھ ایک شخص محمد بن حریث تھا اسے عمرو بن سعید سے قرابت تھی۔ بیان کرتا ہے۔ واللہ! میں مصعب کا سا دلیر نہیں دیکھا۔ سوار ہو یا پیدل وہ دونوں حالتوں میں زور شور سے حملہ کرتا تھا۔ راستہ میں پیدل ہو ہو جاتا تھا اور اپنے ہمراہیوں کو ترتیب و انتظام سے لے چلتا تھا۔ اور پیادہ پا دوڑتا تھا کہ اس کے تلوؤں کو میں نے دیکھا زخمی ہو گئے ہیں مروان واپس آیا اور دمشق کی طرف سے اسے اطمینان ہو گیا اور عمرو بن سعید بھی واپس آ گیا۔

ام خالد بیوہ یزید سے مروان کا نکاح:

ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد عراق سے جب شام میں آیا ہے تو اس نے بنی امیہ کو تدمر میں پایا۔ ان لوگوں کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے مکہ سے سارے ملک حجاز سے نکال دیا تھا۔ یہ لوگ تدمر میں اتر پڑے اور ان کو معلوم ہوا کہ ضحاک بن قیس اس وقت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر شام ہے ابن زیاد اس وقت پہنچا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کو اور بنی امیہ کے

لیے ان سے امان طلب کرنے کو مروان روانہ ہونے والا تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کے لیے اس ارادے سے باز آ۔ یہ عقل کی بات نہیں ہے کہ بزرگ قریش ہو کر تو اس مکار سے بیعت خلافت کرنے جائے۔ تجھے چاہیے کہ اہل تدمر کو دعوت دے۔ ان سے بیعت لے پھر ان کو اور تمام بنی امیہ کو جو تیرے ساتھ ہیں' لے کر ضحاک بن قیس پر چڑھائی کر کے اسے شام سے نکال دے عمرو بن یزید کپارا۔ واللہ! ابن زیاد سچ کہتا ہے اور یہ بات بھی تو ہے کہ تو قریش کا سردار اور رئیس ہے۔ خلافت کا سب سے بڑھ کر تجھے حق ہے ہاں اس چھوکرے پر لوگوں کی نظر پڑتی ہے (یعنی خالد بن یزید) تو اس کی ماں سے عقد کر لے وہ تیرا فرزند ہو جائے گا۔ مروان نے ایسا ہی کیا۔ پہلے اس نے خالد کی ماں سے عقد کیا۔ اس عورت کا نام فاختہ تھا۔ پھر بنی امیہ کو جمع کر کے ان سے بیعت لی۔ انھوں نے اپنا امیر اس کو بنایا پھر تدمر کے سب لوگوں نے بیعت کی۔ اب مروان ایک انبوہ کثیر اپنے ساتھ لے کر ضحاک سے لڑنے کو نکلا۔ ضحاک نے سنا کہ بنی امیہ نے مروان سے بیعت کر لی اور اب مجھ سے لڑنے کو آ رہے ہیں تو اہل دمشق وغیرہ میں جو لوگ اس کے پاس تھے ان کو لے کر مقابلہ کرنے کو نکلا۔ انہی لوگوں میں زفر بھی تھا۔ مرج راہط میں بہت شدید لڑائی ہوئی۔ ضحاک اور اس کے اکثر اصحاب قتل ہو گئے۔ جو باقی رہے وہ کسی نہ کسی طرح بھاگ گئے۔

زفر کا معرکہ مرج راہط سے فرار:

زفر بھی دونو جوانوں کے ساتھ کسی طرف بھاگا جاتا تھا۔ اسی طرف سے مروان کے سوار آ پڑے اور وہ انھیں کے تعاقب میں تھے۔ دونوں جوانوں نے زفر سے کہا: ہم دونوں تو مارے جائیں گے تم اپنے کو بچا سکو۔ تو بچاؤ۔ زفر ان دونوں سے جدا ہو کر قرقیسیا کی طرف نکل گیا۔ وہاں بنی قیس اس کے پاس جمع ہو گئے۔ انھوں نے اپنا رئیس بنا لیا وہیں زفر نے یہ اشعار کہے۔

اریـنـی سـلاحـی لا ابـالك انّـنـی ۔۔۔ اری الـحـرب لاتـزداد لا تـمـادیـا

ترجمہ: ''میرے سلاح میرے سامنے لا کر رکھ دے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لڑائی میں بہت طول کھینچے گا۔

فـقـد یـنـبـت الرعیٰ علی دمن الثری ۔۔۔ و تـبـقـیٰ حـزازات النفوس کماھیا

ترجمہ: زمین کے خس و خاشاک پر تو سبزہ اگ آتا ہے۔ دلوں میں جو کدورتیں بھری ہوئی ہیں وہ اسی طرح رہ جاتی ہیں۔

اتـذهـبُ کـلـبٌ لـم تـنـلـها رماحنا ۔۔۔ و تـتـرك قـتـلـیٰ راهطٍ هـی مـاهـیـا

ترجمہ: کیا بنی کلب ہماری برچھیوں سے بچ جائیں گے اور جنگ راہط کے کشتوں کا (اور وہ کیسے کشتے تھے) عوض نہ لیا جائے گا۔

فـلـم تـرمـنـی نبـو ةً قبـل هـذه ۔۔۔ فـراری و تـرکـی صـاحـبی و رائیا

ترجمہ: اس لغزش کے سوا کہ اپنے دو ساتھیوں کو چھوڑ کر میں بھاگ آیا مجھ سے کوئی قصور نہیں ہوا ہے۔

ایـذهـب یـوم واحـدان اسـائة ۔۔۔ بـصـالـح ایـامـی و حـسـن بلائیا

ترجمہ: کیا اس ایک لڑائی میں جو مجھ سے یہ قصور ہو گیا ہے۔ اس کے سبب سے اور میرے کارنامے اور میری ثابت قدمی مٹ جائے گی۔

فـلا صـلـح حتی تنحط الخیل بالقنا ۔۔۔ و تـثـارُ مـن نسـوان کلب نسائیا

ترجمہ: ہم جب تک برچھیاں مار مار کے سواروں کو خون میں لٹا نہ دیں۔ جب تک بنی کلب کی عورتوں سے ہماری عورتیں انتقام نہ

لیں، صلح کیسی''۔

ابن فعطل نے ان اشعار کا اس طرح جواب دیا:

لعمری لقد ابقت و قیعه راهط　　علی زفر داءً من الداءِ باقیا

ترجمہ: ''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جنگ راہط نے زفر کو ہمیشہ کے غم میں مبتلا کر دیا ہے۔

دعا بسلاح ثم احجم اذ رای　　سیوف جناب والطول المذاکیا

ترجمہ: اسلحہ نے طلب تو کیے لیکن جب ہماری طرف کی تلواریں اور گھوڑے اس نے دیکھے تو ہچکچا کر رہ گیا''۔

عمرو بن کلبی کے اشعار:

عمرو بن کلبی نے زفر کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

بکی زفر القیسی من هلك قومه　　بعبرة عین ما یحف سجومها

ترجمہ: ''زفر قیسی اپنی قوم کے قتل ہو جانے پر ایسے آنسوؤں سے رویا جن کا ٹپکنا موقوف ہی نہیں ہوتا۔

ابحنا حمی للحی قیس براهط　　وولت شلالا و استبیح حریمها

ترجمہ: ہم نے جنگ راہط میں بنی قیس کو تباہ کر دیا۔ وہ تو ادھر ادھر بھاگے جاتے تھے اور ان کے حرم کو ہم لوٹ رہے تھے۔

فمت کمدا اوعش ذلیلا مهضما　　بحسرة نفس لاتنام همو مها

ترجمہ: اے زفر اس غم میں مر جا یا جی تو ذلت وحسرت میں جو مٹنے والی نہیں''۔

یہ اشعار بھی زفر نے جبھی کہے تھے۔

افی اللّٰه اما بحدل و ابن بحدل　　فیحیا و اما ابن الزبیر فیقتل

ترجمہ: کیا یہ مرضی ہے خدا کی کہ بحدل[1] اور ابن بحدل تو زندہ رہیں اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ قتل کیے جائیں۔

کذ بتم و بیت اللّه لا تقتلونه　　و لما یکن یوم اغر محجتل

ترجمہ: خانہ کعبہ کی قسم ہے کہ یہ گمان تمہارا غلط ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو تم قتل نہ کر سکو گے۔ ابھی گھمسان کی لڑائی کہاں ہوئی۔

و لما یکن للمشرفیه فوقکم　　شعاع کقرن الشمس حین ترحل

ترجمہ: ابھی تم لوگوں کی صفوں پر تلوار اس طرح کہاں چمکی جس طرح سورج کی کرن طلوع کرتی ہے''۔

عبدالرحمٰن بن حکم نے زفر کے جواب میں یہ شعر کہے۔

اتذهب کلبٌ قد حمتهار ماحها　　و تبرك قتلیٰ راهط ما اُجنتِ

ترجمہ: بنی کلب جن کی برچھیاں ان کی کمک کرتی رہیں کیا ایسے ہیں کہ جنگ راہط میں جو لوگ ان کی طرف کے قتل ہوئے بغیر

---

[1] بحدل یزید کے نانا کا نام ہے۔ حسان بن مالک بن بحدل اور اس کے سب بھائی یزید کے ہلاک ہونے کے بعد مروان کی خلافت کے لیے ساعی وسرگرم رہے۔ ع۔ ح

ان کو دفن کیے میدان سے چلے آتے۔

لحا اللّٰه قیسا قیس عیلان انها　　اضاعت ثغور المسلمین و ولتِ

ترجمہ: خدا کی مار ہو بنی قیس پر اس نے سرحد اسلام کو چھوڑ دیا اور سب بھاگ گئے۔

فباه بقیس فی الرخاء و لا تکن　　اخاها اذا ما المشرفیة سلت

ترجمہ: بس زمانہ امن میں بنی قیس کی دوستی پر فخر کرے۔تلوار کھنچ جائے تو پھر ان لوگوں پر بھروسہ نہ کر''۔

مروان کا ابن ہبیرہ پر طنز:

حصین بن نمیر نے مروان سے بیعت کی اس کے ساتھ یہ شرط بھی کی کہ شام میں بنی کندہ کے جو لوگ ہیں ان کو مقام بلقام میں زمینیں دے اور جاگیر دے۔ مروان نے ایسا ہی کیا۔ مالک ابن ہبیرہ نے حصین بن نمیر کو مشورہ دیا تھا کہ خالد بن یزید سے بیعت کرے مالک نے اس کا کہنا نہ مانا اور مروان سے بیعت کر لی۔حکم کی ذریت میں سے اور لوگوں نے بھی اپنے لیے وعدے لے رکھے ہیں۔انھیں لوگوں میں سے ایک صاحب ہیں عطر میں بسے ہوئے' آنکھوں میں سرمہ گھلائے ہوئے۔ یہ اشارہ ابن ہبیرہ کی طرف تھا۔ اور وہ اس محفل میں مروان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور اسے عطر ملنے اور سرمہ لگانے کا بہت شوق تھا۔ یہ سن کر ابن ہبیرہ نے کہا۔ ہنوز دلی دور ہے۔اور کوئی مشکل بھی نہیں درپیش۔ مروان نے کہا معاف کرنا' میں نے مزاح سے یہ بات کہی تھی۔ابن ہبیرہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔عویج طائی نے بنی کلب کی مدح میں چند اشعار کہے۔(ترجمہ کی ضرورت نہیں)

یزید کی موت کی خراسان میں اطلاع:

سلم بن زیاد نے سمرقند و خوارزم کی غنیمت میں سے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے عبداللہ بن خازم کے ہاتھ ہدایا روانہ کیے۔ یزید کے مرنے تک سلم خراسان کا حاکم رہا۔اس کو ادھر تو یزید کے مرنے کی خبر پہنچی۔اس کے ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ اس کا ایک بھائی یزید بن زیاد بجستان میں مارا گیا' دوسرا بھائی ابو عبیدہ بن زیاد اسیر ہو گیا۔سلم نے اس خبر کو چھپایا آخر ابن عراوہ نے چند شعر کہے۔

ابنی امیة ان آخر ملککم　　جسدٌ بحوارین ثم مقیم

ترجمہ: اے بنی امیہ! تمہارے آخری بادشاہ کی لاش حوارین میں پڑی ہوئی ہے۔

طرقت منیته وعند و ساده　　کوبٌ و زق راعف مرثوم

ترجمہ: ایسے وقت اسے موت آئی کہ اس کے بستر مرگ کے پاس ساغر و مینا اور سربمہر مشکیزہ شراب کا جس میں سے شراب رس رہی تھی رکھا ہوا تھا۔

و مرنه تبکی علی نشوانه　　بالصنج تقعد تارة و تقوم

ترجمہ: اور ایک مغنیہ اس مست کے بستر کے پاس رو رہی تھی سارنگی لیے ہوئے کبھی اٹھتی تھی کبھی بیٹھتی تھی''۔

سلم بن زیاد کی خراسان سے روانگی:

ابن عراوہ کے یہ اشعار جو مشہور ہوئے تو سلم نے یزید اور معاویہ بن یزید کے مرنے کا حال ظاہر کر دیا۔اور ان لوگوں سے کہا آؤ جب تک کسی خلیفہ کو سب لوگ مقرر کریں اس پر بیعت کر لو۔سب نے اس سے بیعت کی۔دو مہینے تک اس بیعت پر قائم رہے۔

پھر اس عہد کو توڑا۔ اہل خراسان مسلم کو جس قدر عزیز رکھتے تھے۔ اتنا کسی حاکم کو نہیں رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے اس کے زمانہ میں جو جو ولادتیں ہوئیں۔ ان میں سے بیس ہزار بچوں کا نام سلم رکھا گیا۔ جب اہل خراسان نے سلم سے بیعت کر کے توڑ ڈالی تو وہ خراسان سے روانہ ہو گیا۔ مہلب کو اپنا جانشین بنا گیا۔

امارت خراسان پر ابن خازم کا تقرر:

سرخس تک پہنچا تھا کہ سلیمان بن مرثد سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ خراسان میں کسے اپنا جانشین کر آیا۔ کہا مہلب کو۔ کہا بنی نزار سے تجھے کوئی نہ ملا کہ یمنی کو حاکم خراسان بنا دیا۔ سلم نے ابن مرثد کو بھی مرد و ذو فاریاب و طالقان و جوز جان کا امیر کر دیا اور اوس بن ثعلبہ کو جس کا قصر بصرہ میں مشہور ہے۔ والی ہرات بنا دیا۔ جب نیشا پور میں سلم پہنچا تو عبداللہ بن خازم سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بھی یہی سوال کیا کہ تو نے خراسان میں کسے چھوڑا۔ سلم نے سارا حال بیان کر دیا۔ ابن خازم نے یہ سن کر کہا شہر میں تجھے کوئی نہ ملا کہ اسے والی خراسان بنائے۔ تو نے خراسان کو بنی بکر و مزون اہل یمن میں تقسیم کر دیا۔ خراسان کا فرمان میرے نام پر لکھ دے۔ میں خراسان کی حکومت کروں گا۔ تو میرے نام فرمان لکھ دے۔ پھر تجھ پر کوئی اعتراض نہیں۔ سلم نے اس کے نام فرمان لکھ دیا۔ اس نے کہا ایک لاکھ درم سے میری اعانت بھی کر۔ سلم نے لاکھ درم بھی اسے دلوا دیئے۔

ابن خازم کا مرو پر قبضہ:

ابن خازم مرو کی طرف متوجہ ہوا۔ مہلب کو خبر ہو گئی۔ اس نے بنی جشم میں سے ایک شخص کو اپنا جانشین کیا اور خود ابن خازم کی طرف متوجہ ہوا۔ ابن خازم جب خراسان میں پہنچا تو جشمی اسے مانع ہوا۔ دونوں میں فتنہ و فساد برپا ہوا۔ جشمی کے ماتھے پر ایک پتھر آ لگا۔ لڑائی موقوف ہو گئی۔ جشمی نے ابن حازم کو مرد روذ کی طرف جانے کا راستہ دے دیا۔ ابن خازم مرد روذ میں داخل ہو گیا۔ اس واقعہ کے دو دن بعد جشمی مر گیا۔ اس زمانہ میں خراسان کے لوگوں نے اپنے اپنے حاکموں پر حملہ کر کے انھیں بے بس کر دیا۔ جسے جو صوبہ مل گیا اس کو دبا بیٹھا۔ ابن خازم کا تسلط خراسان پر ہو گیا اور آتش حرب مشتعل ہو گئی۔ ابن خازم نے مرو پر قبضہ کر کے سلیمان بن مرثد پر مرو روز میں چڑھائی کی۔ کچھ دنوں تک جنگ ہوتی رہی۔

عمرو بن مرثد کا قتل:

سلیمان بن مرثد کو قتل کر کے عمرو بن مرثد سے لڑنے کو طالقان کی طرف بڑھا۔ عمرو کے ساتھ سات سو سرباز تھے۔ اسے معلوم ہوا کہ ابن خازم اس کے بھائی کو قتل کر کے خود اس سے لڑنے کو آ رہا ہے۔ یہ مقابلہ کے لیے نکلا۔ نہر پر دونوں حریفوں کا مقابلہ ہو گیا۔ ابن خازم کے سب لوگ ابھی پہنچے بھی نہ تھے۔ اس نے میدان جنگ میں آنے کا حکم دیا اور خود بھی آمادۂ نبرد ہوا۔ کہ زہیر کہاں ہے لوگوں نے جواب دیا ابھی نہیں آیا۔ اس اثناء زہیر بھی آ گیا۔ ابھی اس نے رخت سفر کو بھی نہ اتارا تھا کہ لوگوں نے ابن خازم سے کہا لو زہیر بھی آ گیا۔ اسے ابن خازم نے حکم دیا کہ آگے بڑھ کر قتال کرے۔ دونوں فریق دیر تک لڑتے رہے' عمرو بن مرثد اسی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے اصحاب بھاگ کر اوس بن ثعلبہ کے پاس ہرات میں چلے گئے اور ابن خازم مرد کی طرف واپس آیا۔ شاعر نے کہا۔

اتذهب ايام الحروب و لم تبئ   زهير بن حيان بعمرو بن مرثد

ترجمہ: ''ایام جنگ کیا یونہی نکل جائیں گے۔ ابھی تو عمرو بن مرثد کا بدلہ زہیر سے نہیں لیا گیا''۔

قبیلہ بکر بن وائل کا ہرات میں اجتماع:

مرد روذ میں قبیلہ بکر بن وائل کے جو لوگ تھے۔ سب بھاگ کر ہرات میں چلے آئے اور اس خاندان کے لوگ جو نواحی خراسان میں تھے وہ بھی سب آ کر ان سے مل گئے۔ بکر بن وائل کا ایک جم غفیر ہرات میں جمع ہو گیا۔ اوس بن ثعلبہ ان سب کا رئیس تھا۔ اس سے سب نے کہا ہم تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ اس شرط پر کہ ابن خازم سے چل کر لڑ اور قوم مضر کے سب لوگوں کو خراسان سے نکال دے۔ ابن ثعلبہ نے کہا یہ تو بغاوت ہے اور بغاوت کا ساتھی کوئی نہیں ہوتا۔ تم لوگ اپنی اسی جگہ ٹھہرے رہو' اگر ابن خازم تم سے تعرض نہ کرے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ ضرور تعرض کرے گا۔ تو تم اپنے اسی ناحیہ پر راضی رہو وہ جہاں ہے وہیں اسے رہنے دو۔ یہ سن کر بنی صہیب کہنے لگے لا واللہ ہم اور قوم مضر جس نے مرثد کے دونوں بیٹوں کو قتل کیا ایک شہر میں رہیں ہم کو یہ منظور نہیں۔ تم ہماری بات مانتے ہو تو مانو' نہیں تو ہم کسی اور کو اپنا امیر بنا لیں گے۔ ابن ثعلبہ نے کہا تمہیں میں سے ایک شخص میں بھی ہوں جو تمہاری مرضی ہے وہی سہی۔ یہ سن کر سب نے اس سے بیعت کر لی۔

ابن خازم اور ابن ثعلبہ کی جھڑپیں:

ابن خازم اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین کر کے ان لوگوں کو قتال کرنے کو روانہ ہوا۔ ہرات کے اور اس کے درمیان جب ایک وادی کا فاصلہ رہ گیا تو وہیں اس نے لشکر ڈال دیا۔ اب بنی بکر نے ابن ثعلبہ سے کہا۔ نکل شہر کے باہر خندق کھود۔ ہم سب شہر کو پس پشت رکھ کر دشمن سے قتال کریں گے۔ ابن ثعلبہ نے کہا تم کو شہر ہی میں رہنا چاہیے تمہارا شہر مستحکم ہے۔ ابن خازم جہاں اترا ہے وہیں اسے رہنے دو' زیادہ دن ہو جائیں گے تو اکتا جائے گا اور تمہاری مرضی کے موافق ملک تمہیں دے دے گا۔ پھر جب ضرورت ہو تو قتال بھی کر سکتے ہو۔ کسی نے اس کا کہنا نہ مانا شہر سے نکلے اور شہر کے اور دشمنوں کے درمیان انھوں نے خندق کھود لی۔ اور ابن خازم ان لوگوں سے کوئی سال بھر لڑتا رہا۔

ہلال ضبی کی مصالحت کی کوشش:

جنگ شروع ہونے سے پیشتر ہلال ضبی نے ابن خازم سے کہا کہ اپنے بنی عم پر تلوار اٹھاتا ہے واللہ! اگر تو فتح یاب بھی ہو جائے تو ان لوگوں کو قتل کر کے زندگی کا لطف کیا رہے گا۔ ابھی مرد روذ میں انہیں میں سے کتنے لوگ تو قتل کر چکا ہے کاش! ان کو تھوڑا سا ملک دے کر تو راضی کر لیتا اور آپس میں صلح ہو جاتی۔ کہا واللہ! اگر میں خراسان سارا ان کے لیے چھوڑ کر نکل جاؤں جب بھی وہ راضی نہ ہوں گے ان کا بس چلے تو ہم کو تم کو دنیا سے نکال دیں۔ ضبی نے کہا جب تک تو ان سے عذر نہ کرے گا واللہ نہ میں اور نہ بنی خندف میں سے کوئی شخص جو میری بات مانتا ہے ایک تیر بھی تیری طرف سے سر نہ کرے گا۔ ابن خازم نے کہا تمہیں میری طرف سے پیام لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤ انہیں راضی کرو۔ ضبی یہ سن کر ابن ثعلبہ کے پاس آیا۔ اسے خدا کا واسطہ دیا۔ حق قرابت کو یاد دلایا اور کہا: بنی نزار کا خون بہانے ایک کو دوسرے سے لڑانے خدا سے ڈر۔ ابن ثعلبہ نے کہا بنی صہیب سے بھی تو مل کر آیا۔ کہا لا واللہ! کہا ان لوگوں سے مل تو سہی۔ اب جو یہاں سے نکلا تو ارقم بن حنفی وعبداللہ بن ضحضم اور ضمضم بن یزید اور عاصم بن الصلت اور بنی بکر کے بہت لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ان سب کے سامنے اس نے وہی تقریر کی جو ابن ثعلبہ سے کی تھی۔

بنی صہیب کا مصالحت سے انکار:

سب نے یہی کہا کہ بنی صہیب سے بھی تو ملا۔ ضبی نے کہا تم لوگوں میں بنی صہیب کی بڑی منزلت ہے۔ میں ان سے تو ابھی نہیں ملا۔ کہا ان سے ذرا مل تو سہی۔ اب یہ بنی صہیب کے پاس آیا اور اس باب میں ان سے گفتگو کی۔ انھوں نے یہ جواب دیا تو پیغامی نہ ہوتا تو ہم تجھ کو قتل کرتے۔ پوچھا کیا تم لوگ کسی طرح راضی نہ ہو گے۔ کہا ہاں انھوں نے یہ جواب دیا تو پیغامی نہ ہوتا تو ہم تجھ کو قتل کرتے۔ پوچھا کیا تم لوگ کسی طرح راضی نہ ہو گے۔ کہا ہاں دو باتوں میں سے ایک ایک بات اختیار کرو تو تم لوگ خراسان سے نکل جاؤ کہ قوم مضر کا کوئی نام لیوا یہاں باقی نہ رہے یا رہو تو اس طرح رہو کہ اپنے جانور ہتھیار' سونا' چاندی سب ہمیں دے دو۔ پیغامبر نے پوچھا کیا ان دونوں باتوں کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہا ہرگز نہیں اس نے کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ. اور ابن خازم کے پاس واپس آیا۔ کہا کیا خبر۔ کہا انھوں نے تو قطع رحم پر کمر باندھی ہے۔ ابن خازم نے کہا میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جب سے خدا نے نبی کو بنی مضر میں سے انتخاب کیا۔ اسی دن سے قوم ربیعہ خدا سے ناراض ہوگئی ہے۔

زہیر بن حیان کا ترکوں پر حملہ:

انھیں ایام میں ترکوں نے قصر اسفاد پر چڑھائی کی۔ اس کا محاصرہ کر لیا۔ قصر میں سب سے زیادہ ازد کے لوگ تھے۔ ترکوں نے انہیں شکست دی۔ انھوں نے اور جہاں جہاں بنی ازد تھے انھیں اس واقع کی اطلاع دی۔ وہ بھی ازدیوں کی کمک کو پہنچے۔ انھیں بھی ترکوں نے شکست دی۔۔ اب انھوں نے ابن خازم سے کہلا بھیجا۔ اس نے بنی تمیم کے گروہ کے ساتھ زہیر بن حیان کو روانہ کیا اور یہ کہہ دیا کہ ترکوں کے ساتھ نیزہ بازی نہ کرنا۔ سامنا ہوتے ہی ان پر جا پڑنا۔ زہیر روانہ ہوا اور بہت سردی کے دن ان کے مقابلہ میں پہنچا۔ سب نے ترکوں پر حملہ کر دیا۔ انھیں شکست دی سب کے قدم اکھڑ گئے۔ بڑی رات آ گئی اور سب ترکوں کا تعاقب کرتے رہے۔ صحرا میں قصر تک پہنچے تو کچھ لوگ قصر میں چلے گئے۔ زہیر چند سواروں کے ساتھ ترکوں کے تعاقب میں رہا۔ راستہ سے وہ خوب واقف تھا۔ آدھی رات گئے۔ اس نے مراجعت کی۔ سردی سے اس کا ہاتھ برچھی کی ڈانڈ پر جم گیا تھا۔ غلام کو آواز دی وہ نکلا اور اسے قصر میں لے گیا۔ چربی کو گرم کر کے اس کے ہاتھ پر ملا۔ اور تیل کی بھی مالش کی۔ آگ سلگا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ میں نرمی پیدا ہوئی اور بدن میں گرمی آ گئی۔ اس کے بعد وہ پھر ہرات چلا گیا۔

اس واقعہ پر کعب اشقری نے کچھ اشعار کہے[1]

اتاك اتاك الغوث فی برق عارضٍ دروعٌ و بیضٌ حشوهنّ تمیم

ترجمہ: ''لو کمک پہنچ گئی۔ ابر کے کوندے میں زرہیں اور تلواریں دکھائی دیتی ہیں۔ جن میں بنی تمیم چھپے ہوئے ہیں''۔

ثابت قطنہ کے اشعار:

ثابت قطنہ نے بھی یہ اشعار کہے[2]

---

1. ان اشعار کو ابن اثیر نے بھی چھوڑ دیا۔ ع۔ ح
2. ان اشعار کو ابن اثیر نے بھی چھوڑ دیا۔ ع۔ ح

فـدت نـفـسـي فـوارس مـن تـمـيـم　　عـلـى مـا كـان مـن ضـنـك الـمـقـام

ترجمہ: ''بنی تمیم کے شہسواروں پر میری جان فدا ہو جائے کس تنگی و دشواری میں انھوں نے مدد کی۔

بـقـصـر الـبـاهـلـي و قـد ارانـي　　احـامـي حـيـن قـل بـه الـمـحـامـي

ترجمہ: قصر باہلی میں سب کے سب سخت دشواری میں مبتلا تھے اور جس وقت وہاں کوئی مدد کرنے والا نہ تھا میں مدد کر رہا تھا۔

بسيـفـي بـعـد كـسـر الـرمـح فيهم　　اذودهـم بـذي شـطـب حـسـام

ترجمہ: میری برچھی ٹوٹ گئی تو میں نے اس تیغ تیز سے دشمنوں کو نکالا جس میں نامیں بنی ہوئی تھیں۔

فـلـولا الـلـه لـيـس لـه شـريـك　　و ضـربـي قـونـس الـمـلـك الـهـمـام

ترجمہ: اگر خدائے وحدہٗ لاشریک کی مدد نہ ہوتی اور میں نے ایک زبردست رئیس کے خود پر وار نہ کیا ہوتا۔

اذاً فـاظـت نـسـاء بـنـي دثـار　　امـام الـتـرك بـاديـة الـخـدام

ترجمہ: تو پردہ نشین بی بیاں مر گئی ہوتیں ان کی چھاگل اور پازیب پر ترکوں کی نظر پڑتی۔

ابن خازم اور ابن ثعلبہ کی فیصلہ کن جنگ:

ابن خازم نے ایک دن کہا ان لوگوں کے محاصرہ میں بہت دن گزر گئے ان سے پکار کر کہا۔ اے بنی ربیعہ تم نے خندق کی آڑ پکڑی ہے کیا خراسان بھر میں اسی خندق پر تم نے قناعت کر لی۔ بنی ربیعہ کو اس کلمہ پر بہت جوش آ گیا۔ سب کے سب جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ ابن ثعلبہ نے کہا خندق ہرگز نہ چھوڑو۔ جس طرح آج تک لڑا کرتے ہو اسی طرح ان سے لڑے جاؤ۔ دیکھو اپنی جمعیت کو لے کر ان سے لڑنے نہ جاؤ کسی نے کہنا نہ مانا لڑنے کو نکلے اور دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ ابن خازم نے اپنے اصحاب سے کہا آج کے دن کو اپنا دن سمجھو اور اپنا بنا لو۔ آج جو غالب ہوا اسی کو ملک ملے گا میں اگر آج قتل ہو جاؤں تو شماس بن عطاردی تمہارا امیر ہو گا شماس بھی قتل ہو جائے تو بکیر ثقفی امیر ہو گا۔ سنو! میری پڑی جمی نہیں ہے۔ مجھے زمین میں باندھ دو اور ہتھیار ٹیں نے اتنے باندھ لیے ہیں کہ میرا قتل ہونا آسان نہیں[1] کوئی تم سے کہے کہ میں قتل ہو گیا تو ہرگز نہ ماننا اس معرکہ میں بنی عدی کا نشان زہیر کے ہاتھ میں تھا اور اس کا بیٹا ایاس گھوڑے پر سوار اس کے ساتھ تھا ابن خازم نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ سوار جب تمہارے مقابلہ میں آئیں تو گھوڑوں کے نتھنوں پر برچھیوں سے وار کرنا۔ گھوڑے کا قاعدہ ہے کہ اس کے نتھنے پر وار پڑا اور وہ بھاگا یا سوار کو اپنی پیٹھ پر سے پھینک دیا۔ اس اثناء میں ہتھیاروں کی آواز سے ایاس کا گھوڑا بھڑکا اور ایک وادی کی طرف اسے لے بھاگا جو اس کے اور بنی بکیر کے درمیان واقع تھا دشمن اس پر حملہ کرنے کو بڑھا۔ کہتا ہے میں نے اس کے گھوڑے کو تاک کر اس کے نتھنے پر برچھی ماری۔ اس نے سوار کو پیٹھ پر سے گرا دیا۔

ابن ثعلبہ کی شکست:

زہیر نے بنی عدی کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا۔ بنی تمیم بھی چار جانب سے اس کے پیچھے ہو لیے۔ ایک ساعت تک بنی بکر لڑتے

---

[1] لا اُقتل قدر جز ر جزورین. یعنی جتنی دیر میں دو اونٹوں کو نحر کریں اور صاف کریں اس سے بھی زیادہ دیر میرے قتل کرنے میں لگے گی۔ ع۔ ح

رہے۔ اس کے بعد خندق کی طرف بھاگے کچھ لوگ خندق میں گر گئے کچھ اُدھر گئے کچھ ادھر۔ بہت بری طرح سے قتل ہونے لگے۔ اوس بن ثعلبہ بھی زخمی ہو کر بھاگا۔ ابن خازم نے قسم کھائی کہ غروبِ آفتاب تک ان میں سے جو شخص اسیر ہو کر آئے گا اسے ضرور قتل کروں گا۔ سب کے آخر میں ایک شخص جس کا نام محمیہ تھا گرفتار ہو کر آیا۔ لوگوں نے ابن خازم سے کہا آفتاب تو غروب ہو گیا کہا اسے بھی کشتوں میں ملا دو۔ غرض وہ بھی قتل ہوا۔ ابن ثعلبہ بجستان کے قریب پہنچ کر مر گیا۔ اس معرکہ میں آٹھ ہزار بنی بکر قتل ہوئے۔

ابن خازم کا ہرات پر قبضہ:

ابن ثعلبہ بھاگ گیا تو ابن خازم ہرات پر قابض ہو گیا اس نے اپنے بڑے بیٹے محمد کو ہرات کا حاکم کیا۔ شماس کو اس کے پاس چھوڑا اور بکیر کو اس کا رئیس شرطہ مقرر کیا اور ان دونوں سے کہہ دیا کہ اس کی تربیت کرتے رہنا یہ تمہارا بھانجا ہے۔ (اس کی ماں صفیہ بنی سعد میں سے تھی) اور اس سے بھی یہ کہہ دیا کہ ان دونوں شخصوں کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ اس کے بعد ابن خازم مرد کی طرف پلٹا۔

باب ۱۳

توابین

کوفہ کے روسائے شیعہ:

حسین بن علی رضی اللہ عنہما جب قتل ہو گئے اور ابن زیاد اپنے لشکر گاہ سے جونخیلہ میں تھا واپس آ کر کوفہ میں داخل ہوا تو اب شیعہ باہم گر ملاقات کرنے میں ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے اور سب کے سب بہت پشیمان ہوئے اور یہ سمجھے کہ ہم سے بہت بڑا قصور سرزد ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو مدد کرنے کے لیے بلایا اور ان کی نصرت کو ترک کیا وہ ہمارے یہاں آ کر قتل ہو گئے۔ ہم سے یہ کلنک کا ٹیکہ یہ گناہ کا داغ بغیر اس کے چھٹ نہیں سکتا کہ ان کے قاتلوں کو قتل کریں۔ اور خود بھی قتل ہو جائیں۔ کوفہ کے رؤسائے شیعہ میں سے پانچ شخصوں کی طرف یہ لوگ اس باب میں رجوع ہوئے۔ سلیمان بن صرد خزاعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور مسیب فزاری علی رضی اللہ عنہ کے بہترین اصحاب میں تھے۔ اور عبداللہ ازری اور عبداللہ تیمی اور رفاعہ بجلی سے ان لوگوں نے التجا کی۔ یہ پانچوں شخص سلیمان بن صرد کے گھر مجتمع ہوئے۔ یہ لوگ بہترین اصحاب علی رضی اللہ عنہ میں سے تھے۔ اور ان کے ساتھ شرفاء ورؤسائے شیعہ میں سے بہت لوگ تھے۔

مسیب فزاری کا شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر اظہار تاسف:

مسیب نے لوگوں کی طرف رخ کر کے تقریر شروع کی حمد وثنائے باری تعالیٰ بجالائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجی اس کے بعد کہا کہ ہم لوگ بہت دنوں جیے۔ اور انواع واقسام کی آفتوں کا سامنا رہا ہمیں اپنے پروردگار کی طرف اب رجوع ہو جانا چاہیے کہ ہمیں ان لوگوں میں نہ شمار کرے جن سے کل کے دن وہ یہ کہنے والا ہے کیا کیا ہم نے تمہاری اتنی عمر نہیں کی جس میں نصیحت والا نصیحت لے لے۔ جب کہ ایک پیغمبر بھی تمہارے متنبہ کرنے کو آ چکا تھا۔ اسی لیے تو امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ جس عمر میں ابن آدم پر خدا نے حجت تمام کر دی ہے وہ ساٹھ برس ہیں۔ اور ہم لوگوں میں ایسا کوئی نہیں ہے جو ساٹھ سے نیچے ہو ہمیں تو یہ آرزو تھی کہ اپنے نفسوں کو پاک کریں۔ اپنے شیعوں کو نیک نام کریں کہ خود حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کی آزمائش کر لی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے باب میں ہر طرح سے ہم کو جھوٹا پایا۔ اس سے پہلے ان کے خط ہمارے پاس آئے۔ ان کے پیغامبر ہمارے پاس آئے۔ انہوں نے ہم سے نصرت طلب کرنے میں علانیہ اور پوشیدہ اوّل میں اور آخر میں حجت تمام کر دی۔ ہم نے ان سے اپنی جانوں کو عزیز رکھا' آخر وہ ہمارے یہاں آ کر قتل ہو گئے۔ نہ تو ہم نے ہاتھ سے ان کی نصرت کی نہ زبان سے ان کے لیے لڑے نہ اپنے مال سے ان کی اعانت کی۔ نہ اپنی برادری سے ان کے لیے نصرت طلب کی۔ اب ہم خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ان کا فرزندان کا پیارا ان کی ذریت ان کی نسل ہم لوگوں میں آ کر سب آ کر قتل ہو گئے لا واللہ اب اس کے سوا کوئی عذر ہمارے پاس نہیں کہ ان کے قاتل اور اس کے تابعین کو تم قتل کرو۔ یہاں یہاں تک کہ تم خود قتل ہو جاؤ۔ شاید اس کے بعد ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو جائے۔ مجھے تو خدا کے سامنے جا کر اس کے عذاب سے بچنے کی توقع نہیں ہے اب کسی کو اپنے لوگوں میں سے سردار بنا لو۔ تمہارا کوئی امیر ضرور ہو جس سے رجوع کرتے رہو۔ اور کوئی علم ضرور ہو جس کے گرد تم رہو' مجھے بس یہی کہنا تھا' اور خدا سے اپنے اور تمہارے گناہوں کے لیے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

رفاعہ بجلی کی تقریر:

مسیّب کے بعد رفاعہ نے بڑھ کر سب سے پیشتر تقریر کی۔ خدا کی حمد وثناء بجالائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور کہا اے مسیّب یہ خدا کی ہدایت تھی کہ ایسی بات تمہاری زبان سے نکلی اور سب سے بہتر جو کام ہے اس کی دعوت تم نے دی۔ تم نے حق تعالیٰ کی حمد وثناء سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ سے ابتداء کی اور فاسقوں سے جہاد کرنے گناہِ عظیم سے توبہ کرنے کی دعوت دی۔ ہم نے تمہاری بات کو سنا' تمہاری رائے کو قبول کیا' تمہارے کہنے کو مانا۔ تم کہتے ہو اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں' جس سے رجوع کرتے رہیں' جس کے گرد جمع رہیں۔ یہی رائے ہم لوگوں کی بھی تھی' اگر وہ امیر تم ہوئے تو ہم سب لوگ تم کو پسند کرتے ہیں۔ تم کو اپنا بہی خواہ سمجھتے ہیں۔ اور ہماری جمعیت میں سب تم کو دوست رکھتے ہیں۔ یا اگر تمہاری رائے ہو اور ہمارے اصحاب کی بھی رائے ہو تو شیخ شیعہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان بن صرد کو جن کا قدم سب پر سبقت رکھتا ہے۔ جن کی دینداری وسطوت مسلم ہے۔ جن کی دانشمندی پر سب کو بھروسہ ہے۔ ہم اپنا امیر بنالیں۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ اور خدا سے اپنے اور تمہارے گناہوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

عبداللہ بن وال اور عبداللہ بن سعد کی تقاریر:

ان کے بعد عبداللہ بن وال اور عبداللہ بن سعد نے تقریر کی' حمد وثنا کے بعد انہوں نے بھی وہی بات کہی جو رفاعہ کی زبان سے نکلی تھی۔ انہوں نے مسیّب کی بزرگی وفضل کا اقرار کیا' اور سلیمان بن صرد کی سبقت کا اظہار اور ان کے امیر ہونے پر اپنی مرضی ظاہر کر دی' مسیّب بول اُٹھے کیا اچھی بات تم نے کہی۔ یہ توفیق الٰہی تمہارے لیے ہوئی تم دونوں کی رائے سے مجھے بھی اتفاق ہے ہاں سلیمان ابن صرد کو امیر کردو۔

سلیمان بن صرد کا خطبہ:

حمید بن مسلم کہتا ہے۔ جب سلیمان بن صرد کو امیر بنایا ہے' میں بھی ان کے گھر میں موجود تھا۔ اور بزرگان اور شہسواران شیعہ میں سے سو آدمیوں سے زیادہ اس وقت ان کے مکان میں تھے سلیمان بن صرد نے بہت سخت گفتگو کی اور اسی خطبہ کو ہر جمعہ کے دن بار بار دہراتے رہے۔ جو مجھے پہلے ہی حفظ ہو گیا تھا۔ انہوں نے کہا حق تعالیٰ کی خدا کے سوا نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پیغمبر ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد واللہ مجھے خوف ہے اس زمانہ میں کہ زندگانی جس میں دوبھر ہوگئی ہے۔ مصیبت جس میں بہت سخت ہوگئی ہے۔ اس گروہ کے بزرگوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا انجام بخیر نہ ہو' ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی طرف دست طلب بڑھایا تھا۔ ہم نے ان کی نصرت کی امید دلائی تھی۔ ہم نے انہیں یہاں چلے آنے پر آمادہ کیا تھا۔ جب وہ لوگ آ گئے تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے ہم سے کچھ نہ ہو سکا۔ ہم نے مداہنت کی۔ ہم انتظار کرتے رہے۔ کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ انجام یہ ہوا۔ کہ ہمارے یہاں آ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند' ان کا پارۂ دل' ان کا لختِ جگر' جس کی رگوں میں ان کا خون تھا۔ قتل ہو گیا وہ فریاد کرتے تھے اور کوئی فریاد رس نہ تھا۔ وہ داد چاہتے تھے' اور کوئی داد کو نہ پہنچتا تھا۔ ان فاسقوں نے انہیں تیروں کا ہدف اور برچھیوں کا نشانہ بنالیا۔ آخر انہیں قتل کیا۔ پھر سب دوڑ پڑے۔ اور انہیں سلب کیا۔ اٹھو اٹھو پروردگار تم پر غضبناک ہے۔ جب تک اسے راضی نہ کرلو۔ اپنی بی بیوں اور بچوں کے پاس نہ جاؤ۔ میں جانتا ہوں واللہ! جب تک ان کے قاتلوں سے لڑ کر تم ان کو ہلاک نہ کرو گے' خدا تم سے راضی نہ ہوگا۔ سنو سنو موت سے ہرگز نہ ڈرو' واللہ موت سے جو ڈرا' وہ ضرور ذلیل ہوا۔ بنی اسرائیل نے جو کام کیا وہی تم بھی کرو۔ ان ے پیغمبروں نے ان سے

کہا۔ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْآ اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ یعنی گوسالہ پرستی کر کے تم نے اپنے تئیں تباہ کیا۔ اب اپنے خالق سے توبہ کرو۔ اور خود کو قتل کرو۔ خدا کے نزدیک اسی میں تمہاری خیر ہے۔ یہ حکم سن کر بنی اسرائیل نے کیا کیا' گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے' گردنوں کو بڑھا دیا۔ حکم قضا پر راضی ہو گئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ اس گناہِ عظیم سے قتل ہوئے بغیر ان کی نجات نہیں ہو گی اگر اسی طرح تم کو بھی حکم دیا جاتا تو تم کیا کرتے' اپنی تلوار کو تیز کر لو۔ سنانوں کو ڈازوں پر جڑ لو۔ سامان جنگ اور گھوڑے جس قدر تم سے ممکن ہو سکے دشمنوں سے لڑنے کے لیے مہیا کر رکھو۔ جب تک وہ وقت آئے کہ تم کو پکاریں کہ لڑنے کو نکلو۔

خالد بن سعد اور ابوالمعتمر کی پیش کش:

یہ سن کر خالد بن سعد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا' اگر میں جانتا اپنے تئیں قتل کرنے سے مجھے گناہ سے نجات ہو جائے گی۔ اور میرا پروردگار مجھ سے خوش ہو جائے گا تو میں اپنے کو قتل کر ڈالتا۔ لیکن بات یہ ہے۔ کہ یہ حکم اس قوم کو ہوا تھا۔ جو ہم سے پیشتر گذر گئی۔ ہمیں تو خودکشی سے ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن کل کے دن دیکھ لینا کہ میدان میں پہلی برچھی جو چلے گی۔ وہ مجھی پر چلے گی۔ میں خدا اور ان مسلمانوں کو جو یہاں موجود ہیں' گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میرے ہتھیاروں کے سوا کہ اس سے تو میں دشمن سے قتال کروں گا۔ اور جو کچھ میری ملک ہے وہ سب مسلمانوں کو میں نے دی کہ اس سے قوت حاصل کر کے ظالموں سے لڑیں۔ ان کے اس کلام پر سلیمان بن صرد نے کہا کہ تم کو ثواب کثیر کی بشارت ہو جو ثواب خدا ان لوگوں کو دیتا ہے جو لوگ اپنے لیے سامان کر جاتے ہیں' ابوالمعتمر نے کھڑے ہو کر کہا میں بھی تم سب لوگوں کو اپنی نسبت بھی اسی بات کا گواہ کرتا ہوں جو بات کہ خالد نے کہی سلیمان بن صرد نے کہا بس اب تم میں سے جو شخص چاہے اپنا مال عبداللہ بن وال کے پاس لا کر جمع کرے' جتنا جتنا مال تم دینا چاہتے ہو تو وہ سب جمع ہو جائے۔ تو تمہاری جماعت میں جو لوگ بے سامان اور نادار ہیں۔ ان کے لیے سامان جنگ ہم مہیا کریں گے۔

سلیمان بن صرد کا خط بنام سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ:

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے فرزند سعد اس وقت مدائن میں تھے ان کو سلیمان بن صرد نے یہ خط لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سلیمان بن صرد کی طرف سے سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے پاس مومنین میں سے جو لوگ ہوں سلام پہنچے' دیکھئے دنیا وہ مقام ہے۔ کہ نیکی یہاں یہاں سے چل بسی اور برائی درپیش ہے اسے اہل صرد سے نفرت ہے اور خدا کے نیک بندوں نے اس سے علیحدہ ہونے کا عزم کر لیا ہے۔ انہوں نے اپنی تھوڑی سی دنیا جو ناپائیدار تھی دے کر حق تعالیٰ کے ثواب کثیر کو جو دولت پائندہ ہے مول لے لیا ہے۔ تمہارے بھائیوں میں جو مروان خدا و شیعہ اہل بیت ہیں' انہوں نے اس امر پر غور کیا کہ تمہارے پیغمبر کے نواسے کے باب میں وہ کس بلا میں پڑ گئے۔ وہ تو بلانے سے چلے آئے۔ اور انہوں نے پکارا تو کسی نے جواب نہ دیا' انہوں نے جب پلٹ جانے کا ارادہ کیا تو روک لیے گئے امان مانگی تو نہ ملی۔ انہوں نے ان لوگوں سے کنارہ کرنا چاہا' تو انہوں نے ان کو نہ چھوڑا' ان پر حملہ کیا ان کو قتل کیا ان کو سلب کیا ظلم و سرکشی و غرور سے ان کی لاش کو برہنہ کر دیا۔ یہ ظالم قضا و قدر سے بے خبر تھے۔ کہ یہ کیا کر رہے ہیں اور خدا کو کیا جواب دیں گے۔

جن لوگوں نے ظلم کیے ہیں انہیں اب معلوم ہو جائے گا۔ کہ کس طرح کے انقلاب میں وہ مبتلا ہیں' تمہارے بھائیوں کو جو مصیبت پیش آئی انہوں نے اس کے انجام پر جب نظر کی تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ گناہِ عظیم ان سے سرزد ہوا کہ انہوں نے کیسے طیب و

طاہر کا ساتھ نہ دیا' ان کی ہمدردی نہ کی ان کی نصرت کو نہ نکلے اب سوا اس کے کہ ان کے قاتل قتل کیے جائیں یہاں تک کہ خود فنا ہو جائیں اور کسی طرح اس گناہ سے نجات نہیں ہو سکتی نہ توبہ قبول ہو سکتی ہے اس بات پر تمہارے برادران ایمانی آمادہ ہو گئے ہیں' تم بھی آمادہ ہو جاؤ' سامان جنگ کرو۔ اور مستعد ہو۔ ۶۵ھ میں وہ ہم سے مقام نخیلہ میں ملیں تم لوگ ہمیشہ سے ہمارے فرقہ میں اور ہمارے بھائیوں میں ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہوتا۔ تو ہماری یہ رائے ہوئی ہے کہ تم کو بھی اس امر میں شریک کریں کہ خدا نے چاہا تو تمہارے سب بھائی اب توبہ کر لیں گے یہی ان کا خیال ہے اور اسی بات کو وہ ہمارے سامنے زبان سے ظاہر بھی کر رہے ہیں۔ اسی طرح طلب فضل و اکتساب واجر اور خدا سے گناہوں کی توبہ تم لوگوں کو بھی سزاوار ہے خواہ اس میں گردنیں کٹ جائیں' اولاد قتل ہو جائے مال دولت لٹ جائے' کنبہ تباہ ہو جائے مرج خدر اوالے جو قتل ہو گئے آج زندہ نہیں ہیں تو ان کا کیا ضرر ہوا۔ وہ تو اپنے پروردگار سے نعمتیں پا رہے ہیں۔ وہ سب شہداء ہیں انہوں نے صبر و شکیبائی کے ساتھ خدا سے ملاقات کی خدا نے انہیں صابروں کا اجر کرامت فرمایا۔ یعنی حجر اور ان کے اصحاب اور تمہارے بھائیوں میں وہ لوگ جو بے بس ہو کر قتل کیے گئے جو ظلم سے دار پر کھینچے گئے جن کے سر دو گردن کاٹے گئے۔ جن پر تعدی کی گئی آج زندہ نہیں ہیں۔ اور تمہاری طرح گناہوں میں مبتلا نہیں ہوئے تو ان کا کیا ضرر ہوا۔ ان کے بارے میں خدا کی جو مشیت تھی وہ پوری ہوئی۔ انہوں نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی اور ان شاء اللہ ان کا ثواب انہیں ملے گا۔ خدا تم پر رحم کرے' ہر طرح کے ضرر و مصیبت و جنگ کی حالت میں ثابت قدم رہو اور بہت جلد خدا کے سامنے توبہ کرو۔ واللہ تم لوگوں کو یہی سزاوار ہے کہ تمہارے بھائیوں نے ثواب حاصل کرنے کے لیے جس جس بلا پر صبر و تحمل کیا ہے تم بھی اسی طرح کے اکتساب اجر کے لیے اسی بلا میں ثابت قدم رہو' اگر کسی نے رضا کے خدا حاصل کرنے کے لیے قتل ہو جانے تک کو گوارا کر لیا تو تم لوگ بھی اسی طرح رضائے خدا کو حاصل کرو بس خوف خدا دنیا میں بہترین زادراہ ہے اس کے سوا جو کچھ ہے فانی و ہالک ہے۔ اس دنیا سے تم کو بیزار ہو جانا چاہیے۔ تمہیں دار آخرت پر نظر رکھنا چاہیے۔ اور اپنے دشمن اور خدا کے دشمن اور اہل بیت رسول خدا کے کے دشمن سے جہاد پر اس وقت تک آمادہ رہنا چاہیے۔ جب کہ تم خدا کے سامنے رغبت و شوق سے توبہ کرنے کو حاضر ہو حق تعالیٰ ہم کو اور تم کو پاک زندگانی عطا کرے اور ہم کو اور تم کو عذاب نار سے پناہ میں رکھے اور اپنی راہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل ہونا ہمیں نصیب کرے جس سے اس کو شدید بغض و عداوت ہو' وہ جس بات کو چاہے اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہر بات میں نیکی کرتا ہے۔ والسلام علیکم

سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کا شیعہ اہل بیت سے خطاب:

یہ خط سعد کے پاس عبداللہ بن مالک طائی کے ہاتھ روانہ کیا سعد نے اس خط کو پڑھ کر مدائن میں جو شیعہ تھے ان کو بلا بھیجا۔ کوفہ کے بہت لوگ مدائن میں رہا کرتے تھے۔ انہیں یہ جگہ پسند آ گئی تھی' یہیں بس گئے تھے۔ تقسیم وظائف کا جب زمانہ ہوتا تھا۔ تو کوفہ میں آ کر اپنے وظیفوں کو لے کر پھر مدائن میں چلے آتے تھے۔ یہ لوگ جب آئے تو سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن صرد کا خط ان کو پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجا لائے۔ اور کہا تم سب لوگ حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت پر اور ان کے دشمن سے جنگ کرنے پر عزم درست اور باہم اتفاق کر چکے تھے۔ لیکن ان کے قتل ہو جانے سے پہلے تم کو موقع نہ ملا۔ خداوند عالم تم کو اس نیک ارادے کا اور نصرت حسین رضی اللہ عنہ اتفاق کرنے کا بہترین ثواب عطا فرمائے گا۔ اب یہ خط تمہارے بھائیوں نے بھیجا ہے۔ تمہیں جرأت

دلاتے ہیں۔تم سے مدد چاہتے ہیں۔تمہیں حق کی جانب بلاتے ہیں جس کے لیے تم خدا سے بہترین اجر وثواب کی امید رکھتے ہو۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟اب کیا کہتے ہو؟۔

سلیمان بن صرد کی حمایت میں تقریر:

سب نے باتفاق کہا ہم ان کی بات کو قبول کرتے ہیں ہم ان کے ساتھ شریک ہو کر قتال کریں گے۔ جوان کی رائے ہے وہی ہماری رائے۔عبداللہ بن طائی نے کھڑے ہو کر حمد وثنائے الٰہی ادا کی اور کہا ہم نے اپنے برادران ایمانی کی بات کو قبول کرلیا۔جس امر کی طرف وہ ہمیں بلاتے ہیں ہم موجود ہیں۔ ہماری بھی وہی رائے ہے جوان کی ہے۔ مجھے فوج کے ساتھ ان کے پاس روانہ کر دیجیے۔سعد نے کہا ٹھہرو جلدی نہ کرو۔ دشمن سے لڑنے کو مستعد رہو اور سامان جنگ مہیا کرو اس کے بعد ہم تم سب روانہ ہوں گے۔

سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کا خط بنام سلیمان بن صرد:

سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس خط کا جواب لکھ کر عبداللہ بن مالک طائی کے ہاتھ سلیمان بن صرد کو روانہ کیا۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سلیمان بن صرد کو سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان سب مومنین کو جوان کے ساتھ ہیں سلام پہنچے۔ میں نے تمہارے خط کو پڑھا اور تمہارے برادران ایمانی کی جماعت جس امر پر متفق ہوئی ہے اور اس میں تم ہم لوگوں کو شریک کرنا چاہتے ہو میں اس امر کو بخوبی سمجھ گیا۔خدا نے تمہیں اکتساب ثواب کی ہدایت کی بڑی فضیلت تم کو میسر ہوئی۔ ہم لوگ دل سے سعی وکوشش وکدوکاوش کررہے ہیں۔سامان حرب مہیا ہورہا ہے۔گھوڑوں پر زین ڈال چکے ہیں۔لگامیں چڑھا چکے ہیں حکم کے منتظر ہیں۔آواز پر کان لگائے ہوئے ہیں۔ہمیں پکارا' اور ہم روانہ ہوئے۔ان شاء اللہ کہیں دم نہ لیں گے والسلام۔سلیمان بن صرد نے یہ خط پڑھ کر اپنے اصحاب کو سنایا سب بہت خوش ہوئے۔

مثنیٰ بن عبدی کا خط بنام سلیمان بن صرد:

سعد بن حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو جو خط بھیجا تھا' اسی خط کی نقل مثنیٰ بن عبدی کو بھی سلیمان بن صرد نے ظبیان بن تمیمی کے ہاتھ روانہ کی تھی۔مثنیٰ نے اس کا جواب لکھا۔ میں نے تمہارے خط کو پڑھا اور سب بھائیوں کو پڑھ کر سنایا۔سب نے تمہاری رائے کی ستائش کی۔اور تمہاری بات کو قبول کرلیا۔ان شاء اللہ ہم سب لوگ ٹھیک اسی وقت جو کہ تم لوگوں نے مقرر کیا ہے۔اور ٹھیک اسی مقام پر جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔خدمت میں پہنچ جائیں گے۔والسلام علیک۔اس خط کے نیچے یہ اشعار بھی لکھے تھے۔

تبصر کانی قدا تیتك معلمًا   علیٰ اتلع الهادی اجش هزیم

ترجمہ: ''دیکھنا میں اونچی بنا ہوا تم سے ملوں گا ایسے راہوار پر سوار ہوں گا۔جس کی گردن دراز جس کا شیہہ صدائے رعد۔

طویل القرا نهد الشواة مقلص   ملح علیٰ فاس اللجام از

ترجمہ: جس کی پشت طویل جس کے جوڑ بند قوی ہیکل لگام کے دہانہ کو بار بار چبار ہا ہوگا۔

بکل فتی لا یملا الروع نحره   محسّ لعض الحرب نمیر سؤوم

ترجمہ: میرے ساتھ ایسے ایسے جوان ہوں گے جن کے دل میں خوف کا گذر نہیں جو جنگ کی مصیبت کو برداشت کر لیتے ہیں۔ کبھی اس سے اکتاتے نہیں۔

اخـی ثـقة ینـوی الا لــه بسعیــه ضـروب بنـصـل السیف غیـر اثیم

ترجمہ: جو بھروسے کے لوگ ہیں جن کی سعی رضائے الٰہی کے لیے ہے۔ جو تلواریں لگاتے ہیں اور گنہگار نہیں ہوتے''۔

شیعان اہل بیت کی جنگی تیاری:

حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہو جانے کے بعد ہی ۶۱ ھ میں ان لوگوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ آلاتِ حرب و سامان جنگ کے جمع کرنے میں مشغول تھے پوشیدہ طور سے شیعہ اور غیر شیعہ کو بدلہ لینے پر آمادہ کرتے رہتے تھے۔ لوگ ان سے ملتے جاتے تھے۔ قوم کے بعد قوم ان کی شریک ہو جاتی تھی۔ وہ لوگ اسی کام میں منہمک تھے کہ یزید ربیع الاوّل ۶۴ ھ کی چودھویں تاریخ مر گیا۔ امام حسین علیہ السلام کے قتل ہونے میں اور یزید کے ہلاک ہونے میں تین برس اور دو مہینے اور چار دن کا فصل تھا۔ اس وقت ابن زیاد امیر عراق بصرہ میں تھا۔ کوفہ میں اس کی طرف سے عمرو بن حریث مخزومی تھا۔ سلیمان بن صرد کے پاس شیعوں نے آ کر کہا وہ فرعون تو مر گیا اور اس وقت حکومت کمزور ہو رہی ہے آپ کی رائے ہو تو ابن حریث پر حملہ کر کے دارالامارہ سے ہم لوگ اسے نکال دیں اس کے بعد خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا شروع کریں۔ اور ان کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالیں۔ لوگوں کو اہل بیت کی طرف آ جانے کی دعوت دیں۔ جو کہ مظلوم اور اپنے حق سے محروم ہیں۔ اس باب میں لوگوں نے بہت اصرار کیا۔

سلیمان بن صرد کا مشورہ:

سلیمان بن صرد نے کہا ابھی جلدی نہ کرو۔ ٹھہرو۔ جو بات تم کہتے ہو میں اس پر غور کر چکا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ رؤسائے کوفہ اور شہسواران عرب میں سے ہیں۔ اور انہیں سے ان کے خون کا انتقام لینا چاہیے۔ اگر ان کو تمہارے ارادے کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اور یہ سمجھ جائیں گے کہ ان سے تم انتقام لینا چاہتے ہو تو یہ تمہارے ساتھ بہت سختی سے پیش آئیں گے' جو لوگ اس وقت میرے تابعین میں سے ہیں' میں نے ان کے باب میں بھی غور کر کے دیکھا۔ یہ اگر اٹھ کھڑے ہوئے تو انتقام نہ لے سکیں گے۔ اپنے دل کو ٹھنڈا نہ کر سکیں گے اپنے دشمن کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور سب کے سب خود قتل ہو جائیں گے مصلحت یہ ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لوگوں کو شہر میں منتشر کر دو اور شیعہ وغیر شیعہ جو ہوں ان کو اس امر کی طرف دعوت دو۔ مجھے اس بات کی امید ہے۔ کہ اب لوگ تمہارے بلانے پر دوڑ پڑیں گے۔ کہ وہ فرعون ہلاک ہو گیا اس کی زندگی میں یہ بات ممکن نہ تھی۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا ان میں سے ایک گروہ دعوت دینے کے لیے نکل کھڑا ہوا اور ایک انبوہ کثیر نے ان کی دعوت کو قبول کیا' جن لوگوں نے یزید کی زندگی میں دعوت قبول کی تھی ان سے چند در چند لوگوں نے اس وقت آمادگی ظاہر کی۔

عبیداللہ بن مری کا خطبہ:

ان واعظوں میں عبیداللہ بن مری بڑے فصیح البیان تھے' واعظ تھے۔ جب ان کا بیان سننے کو مجمع ہوتا تھا پہلے حمد وثنائے الٰہی بجا لاتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے تھے۔ اس کے بعد کہتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی تمام خلق سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برگزیدہ کیا۔ ان کو ہر فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا۔ ان کے پیرو ہونے کی تم کو عزت دی ان پر ایمان لانے کی تم کو بزرگی عطا کی اس ایمان کے طفیل سے تم لوگوں میں جو کشت وخون ہوا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اسے روک دیا۔ اور تمہاری راہیں جو پر خوف وخطر رہا کرتی تھیں اس میں ان میں امن ہو گیا۔ وَ كُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا . كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ یعنی تم لوگ دوزخ میں گرا ہی چاہتے تھے۔ خدا نے تم کو بچالیا۔ بس اسی طرح خدا اپنی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے۔ کہ شاید تم راہ پر آ جاؤ۔ یہ تو بتاؤ کہ اوّلین و آخرین میں خدا نے کوئی شخص ایسا بھی پیدا کیا ہے جس کا حق اس امت میں ان کے نبی سے بڑھ کر ہو۔ کیا انبیاء و مرسلین وغیرہ کی کوئی ذریت ایسی ہو سکتی ہے جس کا حق اس امت پر اپنے پیغمبر کی ذریت سے بڑھ کر ہو۔ لا واللہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ خدا تمہارا بھلا کرے تم کو بھی خبر ہے۔ تمہارے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس قوم نے کیسی بے ادبی ان سے کی' ان کو بے کس دیکھ کر کیسی ان کی بے حرمتی کی ان کو خون میں لٹا دیا۔ ان کو خاک میں آلودہ کیا۔ نہ خوفِ خدا اور نہ قرابت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قوم نے پاس کیا۔ ان کو تیروں کا نشانہ بنالیا۔ ان کی لاش درندوں کے لیے ڈال آئے۔ خدا یہ مصیبت کسی کو نہ دکھائے۔ خدا رحم کرے حسین بن علی رضی اللہ عنہ پر یہ لوگ کسے قتل کر کے صحرا میں ڈال آئے صادق و صابر و امین و شجاع و عالم کو سابق السلام کے فرزند کو رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو ان کے یاور و ناصر تھوڑے سے تھے۔ ان کے دشمن کثرت سے انہیں گھیرے ہوئے تھے۔ دشمنوں نے انہیں قتل کیا۔ دوستوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ قتل کرنے والوں پر ملامت قتل کرنے والوں کے واسطے خدا نے کوئی حجت نہیں رکھی ہے اور چھوڑ دینے والوں کے لیے کوئی عذر نہیں پیدا کیا ہے' سوا اس کے کہ خدا سے توبہ نصوح کریں ان کے قاتلوں سے جہاد کریں' ظالموں سے لڑیں۔ شاید اس صورت میں خدا توبہ قبول کرے اور خطا کو معاف کردے ہم لوگ تمہیں کتاب خدا و سنت رسول خدا خون اہل بیت کی انتقام اور ظالموں اور بے دینوں سے جہاد کی طرف دعوت دیتے ہیں اگر ہم تم قتل ہو گئے تو یہ سمجھو کہ جو ثواب حق تعالیٰ سے ملے گا نیکو کاروں کے لیے وہی سب سے بہتر ہے اور اگر ہم نے فتح پائی تو اپنے پیغمبر کے اہل بیت کی طرف اس حکومت کو منتقل کر دیں گے' عبیداللہ بن مری نے اسی کلام کو روز' روز بار بار سب کے سامنے دہرایا کہ لوگوں کو زبانی یاد ہو گیا۔

امارت کوفہ پر عبداللہ بن یزید کا تقرر:

یزید کے ہلاک ہو جانے کے بعد لوگوں نے عمرو بن حریث پر حملہ کر دیا دارالامارہ سے اسے نکال دیا۔ ببہ کے حاکم بنانے پر راضی ہو گئے اسے گوبر کا گیند کہتے تھے۔ ٹھینگے برابر اس کا قد تھا۔ یہی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اس نے بیعت کر لی تھی۔ سلیمان بن صرد کے اصحاب برابر اہل شہر میں سے شیعہ و غیر شیعہ سب کو دعوت دیا کرتے اور بہت لوگ ان کے تابع ہو چکے تھے لیکن موت یزید کے بعد زیادہ تر ابن صرد کی طرف اہل شہر دوڑنے لگے' یزید کو ہلاک ہوئے ابھی چھ مہینے گذرے تھے کہ رمضان کی پندرہ تاریخ جمعہ کے دن مختار کوفہ میں وارد ہوا۔ اور بائیسویں تاریخ جمعہ کے دن عبداللہ بن یزید حاکم کوفہ ہو کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ میں آیا۔ یہی شخص سرحد و جنگ و جدال کا بھی امیر تھا۔ اور اسی کے ساتھ خراج کوفہ پر امیر ہو کر ابراہیم بن اعرج ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا۔

مختار ثقفی کی کوفہ میں آمد:

یہاں عبداللہ بن یزید سے آٹھ دن پہلے مختار کوفہ میں آ گیا تھا۔ مگر تمام رؤسائے شیعہ ابن صرد کے پاس جمع تھے۔ کوئی مختار کر ان کے مثل نہیں سمجھتا تھا۔ مختار شیعوں کو دعوت دیتا تھا کہ میرے پاس خون حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کو آؤ۔ وہ جواب دیتے تھے شیخ الشیعہ سلیمان بن صرد ہیں۔ سب نے انہیں کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ انہیں کے پاس سب مجتمع ہیں اس کے جواب میں وہ کہتا تھا۔

میں مہدی وقت محمد بن حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ مجھے انہوں نے اپنا وزیر وامین ومعتمد علیہ بنا کر تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ شیعوں سے اسی طرح کی باتیں کرتے کرتے آخر اس نے کچھ لوگوں کو ادھر سے توڑ لیا۔ وہ اس کی تعظیم کرنے لگے۔ اس کی بات سننے لگے۔ اس کے حکم کے منتظر رہنے لگے۔ مگر بڑی جماعت شیعوں کی ابن صرد کے ساتھ تھی۔ اس سبب سے مختار اپنے کام میں ابن صرد کو بہت بڑا مزاحم و مانع سمجھتا تھا۔ اپنے اصحاب سے کہا کرتا تھا۔ تمہیں معلوم بھی ہے اس شخص کا یعنی سلیمان بن صرد کا کیا ارادہ ہے۔ ان کا ارادہ یہ ہے کہ لڑنے کو نکلیں اپنے تئیں بھی قتل کریں اور تم کو بھی۔ نہ ان کو جنگ وجدال کا تجربہ ہے نہ اس فن کا علم ہے۔

ابن صرد اور مختار کے خلاف شکایت:

اسی زمانہ میں یزید بن شیبانی نے عبداللہ بن یزید سے جا کر کہا لوگ یہ ذکر کر رہے ہیں کہ یہاں شیعہ ابن صرد کے ساتھ تم پر چڑھائی کرنے کو ہیں۔ اور ایک چھوٹا گروہ ان لوگوں کا مختار کے ساتھ بھی ہے لیکن یہی لوگ کہتے ہیں۔ کہ مختار ابھی چڑھائی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ابھی وہ اس کا منتظر ہے کہ دیکھے سلیمان بن صرد کے خروج کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ان کے پاس ساز وسامان سب تیار ہے۔ وہ انہیں دنوں میں خروج کیا چاہتے ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو اپنے اہل شرطہ کو اور سپاہ کو اور شرفائے قوم کو جمع کر کے ہم تم سب کے ساتھ سلیمان بن صرد کے پاس چلیں ان کے مکان پر پہنچ کر انہیں اپنے پاس بلاؤ اگر وہ چلے آئے تو چلے آئے۔ یا اگر وہ لڑنے پر آمادہ ہوں تو ان سے لڑلو فوج تو تمہاری آمادۂ پیکار وصف آرا موجود ہوگی انہیں اس کی خبر بھی نہیں کہ تیار ہو رہتے۔ میں اس لیے یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر انہوں نے جنگ کی ابتداء کی اور تم نے اتنی مہلت دی کہ وہ تیار ہو جائیں' تو یہ معاملہ بہت بڑھ جائے گا۔ پھر ان کی شوکت کا توڑنا دشوار ہو جائے گا۔

عبداللہ بن یزید اور شیبانی کی گفتگو:

عبداللہ بن یزید نے کہا کہ ہمارے ان کے درمیان خدا انصاف کرے گا۔ وہ ہم سے لڑیں گے وہ ہم سے تعرض نہ کریں گے تو ہم بھی ان کے پیچھے نہ دوڑیں گے۔ یہ تو بتاؤ ان کا مطلب کیا ہے۔ شیبانی نے کہا لوگ یہ چرچا کر رہے ہیں۔ کہ وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے والے ہیں۔ اس نے کہا' کیا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس پر خدا لعنت کرے۔ شیبانی نے کہا کہ سلیمان بن صرد اور ان کے اصحاب یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ کوفہ پر قبضہ کر لیں۔

عبداللہ بن یزید کا اہل کوفہ سے خطاب:

عبداللہ بن یزید یہ سن کر گھر سے نکلا۔ منبر پر جا کر خطبہ پڑھا حمد وثنائے الٰہی بجالایا۔ اس کے بعد کہا مجھے خبر ملی ہے۔ کہ اہل شہر میں سے ایک گروہ نے ہم پر خروج کرنے کا ارادہ کیا ہے میں نے پوچھا آخر وہ چاہتے کیا ہیں؟ معلوم ہوا کہ وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ خدا ان لوگوں پر رحم کرے واللہ مجھے ان کے گھروں اک پتہ بتایا گیا مجھ سے یہ کہہ گیا کہ ان لوگوں کو گرفتار کرلوں۔ مجھے یہ مشورہ دیا گیا کہ ان کے خروج کرنے سے پہلے میں ان سے جنگ کی ابتداء کردوں۔ میں نے اس بات کو نہ مانا۔ اور کہہ دیا کہ وہ مجھ سے لڑیں گے تو میں ان سے لڑوں گا۔ وہ مجھ سے تعرض نہ کریں گے تو میں ان کے پیچھے نہ پڑوں گا۔ آخر وہ مجھ سے کیوں لڑنے لگے واللہ نہ میں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ نہ ان کے قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا۔ ان کے قتل ہو جانے کا تو مجھے غم ہوا۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ ان لوگوں کے لیے امان ہے۔ یہ علانیہ خروج کریں۔ چلیں پھریں۔ جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے

قتال کیا ہے۔ اس سے لڑنے کو روانہ ہوں وہ بھی تو ان سے لڑنے کو آ رہا ہے۔ میں تو قاتل حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں انہیں لوگوں کی امداد کروں گا۔ یہی ابن زیاد تو حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے اسی نے تمہارے اقران و امثال و بہترین قوم کو قتل کیا ہے وہ تم سے لڑنے کو چلا آ رہا ہے۔ جسر منبج سے ایک رات کی راہ پر جو اس سے ملنا چاہے مل سکتا ہے اس سے لڑنا اور سامان جنگ کرنا اس بات سے افضل واولیٰ ہے کہ تم لوگ آپس میں لڑ مرو۔ تم میں سے ایک دوسرے کو قتل کرے ایک دوسرے کا خون بہائے۔ کل تمہارا دشمن تمہارے سر پر آ جائے۔ تو دیکھے کہ تمہاری قوت ٹوٹ گئی اور واللہ یہی تو تمہارے دشمن کی آرزو ہے لو وہ تمہاری طرف آ رہا ہے۔ جو خلق خدا میں سے زیادہ تمہارا دشمن ہے یہ وہ شخص ہے۔ کہ یہ اور اس کا باپ دونوں سات برس تک تم پر حکومت کرتے رہے۔ اہل عفاف واہل دین کے قتل کرنے سے یہ دونوں کبھی تھکتے نہ تھے۔ اس شخص نے تم لوگوں کو قتل کیا۔ اسی کے سبب سے تم پر مصیبتیں نازل ہوا کیں اسی نے ان کو بھی قتل کیا ہے جن کے خون کا بدلہ تم لینا چاہتے ہو لو وہ تمہارے سر پر آ گیا۔ اب اپنی تمام قوت وشوکت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو۔ تم اسی سے لڑو۔ اپنے لوگوں سے لڑنے کا ارادہ نہ کرو۔ میں نے تم سے کلمہ خیر کہنے میں دریغ نہیں کیا۔ خدا ہمیں، تمہیں یک دل و یک زبان رکھے اور ہمارے پیشواؤں کو نیکی عطا فرمائے۔

ابراہیم بن محمد کی ابن یزید کے خلاف تقریر:

یہ تقریر سن کر ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے کہا ایہا الناس اس خوشامدی صلح جو کی باتوں سے دھوکے میں نہ آنا تلوار چلنے اور فتنہ و فساد کے کے برپا ہونے سے غافل نہ ہونا واللہ اگر کوئی ہم پر خروج کرے گا تو ہم ضرور اسے قتل کریں گے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ لوگ ہم پر خروج کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم باپ کو بیٹے کے بدلے اور بیٹے کو باپ کے بدلے گرفتار کر لیں گے۔ ہم قرابت دار کے عوض میں قرابت دار سے مواخذہ کریں گے اور کارگذار کو کارفرما کے عوض ماخوذ کریں گے۔ انہیں دین حق پر لا کر اور اطاعت پر مجبور کر کے چھوڑیں گے۔

مسیب کی عبداللہ بن یزید کی موافقت:

مسیب یہ سن کر اس پر جھپٹ پڑے۔ گفتگو اس کی قطع کر دی اور کہا او بیعت توڑنے والوں کے نطفے تو ہمیں اپنی تلوار سے اور فتنہ پردازی سے ڈراتا ہے۔ واللہ! تجھ میں تو اتنی بھی لیاقت نہیں ہے تو ہم سے بغض رکھتا ہے تو جانے ہے۔ تیرے باپ دادا ہمارے ہی ہاتھ سے مارے گئے ہیں۔ واللہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرے باپ دادا جہاں ہیں وہیں تجھے بھی شہر والے پہنچا دیں گے اسی طرح خدا تجھے اس شہر سے نکالے گا اور امیر تم نے بہت ٹھیک بات کہی واللہ میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ انتقام پر آمادہ ہیں وہ تمہارے خیر خواہ اور تمہارے قول کے سننے والے ہیں۔ ابراہیم نے کہا واللہ یہ تو مارا جائے گا۔ اس نے بے پروائی کی اور علانیہ کی۔ عبداللہ بن وال تیمی اب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ اے برادر تیمی تو ہمارے اور ہمارے امیر کے درمیان کیوں دخل دیتا ہے۔ واللہ نہ تو ہمارا امیر ہے نہ تجھے ہم پر حکومت کرنے کا حق ہے۔ تو فقط امیر جزیہ ہے جا اپنے خراج کی خبر لے قسم بخدا یہ فتنہ پردازی جو تو کر رہا ہے تیرے باپ دادا جو بیعت توڑنے والوں میں تھے انہیں نے تو اس امت میں فتنہ وفساد برپا کیے اور جیسا[1] انہوں نے کیا ان کے آگے آئے

[1] فکانت بهما الیدان ۔ جیسا انہوں نے کیا ان کے آگے آئے۔ کوسنا ہے اسے ابن اثیر نے چھوڑ دیا اور اس روایت کے بہت سے فقرے چھوڑ دیئے۔ ع۔ ح

اور وہ خود برائی کے چکر میں پڑ جائیں۔

مسیب اور عبداللہ بن وال کی ابن یزید کو یقین دہانی:

اس کے بعد مسیب و عبداللہ بن وال امیر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے ہمیں امید ہے کہ عوام الناس میں تمہاری ستائش ہوگی اور خاص لوگوں میں تمہاری قدر ہوگی۔ ابراہیم کے ساتھ والوں میں سے اور اس کے عمال میں سے ایک گروہ کو غصہ آ گیا۔ سخت و درشت الفاظ زبان پر لائے۔ لوگوں نے بھی ان کو سخت سست کہا۔ اور سب کو ناگوارا گذرا۔ یہ باتیں سن کر عبداللہ منبر سے اتر آیا اور دارالامارہ میں چلا گیا ابراہیم یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ کہ عبداللہ نے اہل کوفہ کی خوشامد کی میں تو واللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ حال لکھ کر بھیج دوں گا۔ شبث بن ربیع تیمی نے عبداللہ سے جا کر یہ ذکر کیا عبداللہ اس کو اور یزید بن حارث کو اپنے ساتھ لے کر سوار ہوا اور ابراہیم کے پاس آ کر قسم کھائی کہ واللہ امن و عافیت و اصلاح ذات البین کے سوا میرا کچھ اور مطلب نہ تھا۔ یزید بن حارث نے میرے پاس آ کر یہ باتیں کیں مجھے خیال ہوا کہ سب لوگوں کے سامنے یہ تقریر کروں جو تم نے سنی اس سے میرا مقصد یہی تھا' کہ اختلاف و افتراق نہ پیدا ہو۔ ان میں آپس ہی میں کشت و خون نہ ہو جائے۔ ابراہیم نے اس کے عذر کو قبول کر لیا۔ اور سلیمان بن صرد کے اصحاب اب علانیہ ہتھیار لے کر نکلنے لگے۔ اور سامان جنگ اور اپنی ضرورت کی اشیاء کو بے پردہ مہیا کرنے لگے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ خوارج:

اسی سال خوارج نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یا تو مکہ میں آ کر حصین بن نمیر کے مقابلہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑا کیے یا یہ ہوا کہ سب کے سب بصرہ کی طرف چلے گئے۔ ان میں اتفاق نہ رہا۔ متفرق و منتشر ہو گئے اس کا سبب یہ ہوا کہ ابو بلال کو قتل کرنے کے بعد خوارج سے ابن زیاد کو جس طرح پیش آیا۔ پہلے بھی وہ ان کے قتل کرنے سے باز نہ آتا تھا۔ ان کا وجود اسے ناگوار تھا۔ مگر ابو بلال کے بعد اس نے ان لوگوں کے ہلاک و تباہ کرنے پر کمر باندھ لی۔ اسی زمانہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں شورش کی۔ اور اہل شام ان سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے۔ خوارج نے جمع ہو کر جو جو مصیبتیں ان پر گذری تھیں۔ اس کا ذکر کیا۔ نافع بن ارزق نے کہا۔ خدا نے تم لوگوں پر کتاب نازل کی۔ اس میں جہاد کرنا تم پر فرض کیا۔ اور اسے بیان فرما کر حجت تم پر تمام کر دی۔ تمہارا حال یہ ہے۔ کہ دشمن ظالم تمہارے لیے شمشیر بکف ہیں۔ دیکھو مکہ میں جو شخص اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ چلو ہم سب لوگ بیت اللہ میں جا کر اس سے ملاقات کریں اگر وہ ہمارے عقیدے پر ہے تو اس کے ساتھ شریک ہو کر دشمن سے جہاد کریں۔ اگر ہمارا عقیدہ وہ نہیں رکھتا تو بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والوں کا جہاں تک ہو سکے دفاع کریں پھر اس کے بعد دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور خوارج میں اتحاد:

غرض یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے آ کر ملے ابن زبیر رضی اللہ عنہ ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ اور ان کو جتا دیا۔ کہ میں بھی وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو تم لوگوں کا ہے۔ اور بلا تامل و توقف ان کو اپنے پاس آنے کی رضا دے دی' یہ لوگ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہو کر شامیوں سے جہاد کرتے رہے جب یزید کے ہلاک ہونے کی خبر آئی اور اہل شام مکہ سے واپس چلے گئے تو ان لوگوں نے باہم ملاقاتوں میں یہ ذکر کیا کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں یہ کوئی راہِ صواب نہیں ہے۔ کہ ایسے شخص کی اعانت ہم کر رہے ہیں۔ جس کا حال معلوم نہیں۔ شاید یہ شخص تم لوگوں کے عقیدے پر نہیں ہے کل کا ذکر ہے کہ یہ شخص اور اس کا باپ دونوں تم

سے قتال کر چکے ہیں۔ اور پکار رہے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے والے کہاں ہیں۔ چلو ان سے چل کر پوچھیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے باب میں ان کی کیا رائے ہے اگر انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیزاری ظاہر کی تو سمجھو کہ وہ تمہارے دوستوں میں ہیں ورنہ تمہارے دشمنوں میں۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور خوارج میں کشیدگی:

غرض یہ لوگ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے کہا اے شخص تمہارے ساتھ شریک ہو کر ہم نے قتال کیا۔ ہم نے اس بات کی تحقیق بھی نہیں کی کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے آیا تم ہم میں سے ہو یا ہمارے دشمنوں میں سے ہمیں یہ بتاؤ کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے باب میں تم کیا کہتے ہو ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ادھر ادھر دیکھا کہ اس وقت ان کے انصار بہت تھوڑے سے وہاں موجود ہیں۔ خوارج سے انہوں نے کہا تم ایسے وقت میرے پاس آئے کہ میں اٹھنے ہی کو تھا اب شام کو میرے پاس آؤ۔ تو جو بات تم پوچھنا چاہتے ہو اس کا میں جواب دوں۔ یہ سن کر وہ لوگ تو پلٹ گئے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے اصحاب کو بلایا ان سے کہا تم سب لوگ مسلح ہو جاؤ اور سب کے سب جمع ہو کر شام کو میرے پاس آؤ انہوں نے ایسا ہی کیا خوارج جو آئے تو دیکھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے اصحاب دوہری صف باندھے ہوئے ان کے گرد کھڑے ہیں۔ اور ایک انبوہ کثیر ڈنڈے ہاتھ میں لیے ہوئے ان کے سر پر موجود ہے ابن ارزق نے اپنے اصحاب سے کہا اس شخص کو یہ ڈر ہے کہ تم اچانک حملہ کر بیٹھو گے تمہارے خلاف جواب دینے پر یہ مستعد ہے یہ سامان جو تم دیکھ رہے ہو اسی لیے کیا ہے۔ یہ کہہ کر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قریب وہ گیا اور کہنے لگا یا ابن الزبیر رضی اللہ عنہما خدا سے ڈر اور خود غرض سے بیزاری اختیار کر۔ سب سے پہلے جس شخص نے ضلالت کی بنا ڈالی اس سے عداوت کرنا چاہیے۔ جس نے احداث کیا۔ جس نے حکم قران کے خلاف کیا اس سے نفرت کر تم ایسا کرو گے تو متہارا پروردگار تم سے خوش ہوگا۔ عذاب شدید سے تم کو نجات حاصل ہوگی اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا شماران لوگوں میں ہوگا جنہوں نے اپنے تمتع سے کام رکھا۔ زندگانی دنیا کے پیچھے طیبات کو کھو بیٹھے اے عبیدہ بن بلال اس شخص کے سامنے اور سب کے سامنے ہمارے عقائد جن کی طرف لوگوں کو ہم دعوت دیتے ہیں بیان کر یہ سن کر عبیدہ آگے بڑھا۔

ابن بلال خارجی کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف تقریر:

خثعم ایک راوی کہتا ہے میں وہاں موجود تھا۔ واللہ ابن بلال سے بڑھ کر میں نے کوئی فصیح و بلیغ نہیں دیکھا عقیدہ اس کا خوارج کا تھا۔ وہ مطالب کثیر کو چند لفظوں میں ادا کر دیتا تھا۔ پہلے حمد وثنائے الٰہی بجا لایا۔ پھر کہا حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا کہ عبادت خدا اور غلاص دین کی طرف دعوت دیں۔ انہوں نے دعوت دی۔ مسلمانوں نے اسے قبول کیا۔ حضرت حکم خدا اور کتاب خدا کے ساتھ امت میں عمل کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانشین کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو ان دونوں صاحبوں نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر عمل کیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ ان کے بعد لوگوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جانشین کیا۔ انہوں نے زمینوں پر قبضہ کیا۔ قرابت داروں کو مقدم سمجھا۔ دولت مند ہونے کو پسند کیا درہ اور تازیانہ کو جاری کیا۔ کتاب کو پھاڑ ڈالا۔ مسلمانوں کو حقارت سے دیکھا اس ظلم و جور پر جس نے اعتراض کیا اسے پٹوا ڈالا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو شہر بدر کیا تھا اسے بلا لیا۔ سابقین میں سے جو صاحب فضل تھے ان کو مارا۔ شہر بدر کیا۔ ان پر جرم رکھا۔ اس کے مال غنیمت پر جو خدا نے مسلمانوں کو دیا تھا قبضہ کیا اسے قریش کے فاسقوں اور عرب کے نفروں میں تقسیم کر دیا۔ یہ دیکھ کر اہل اسلام کا

ایک گروہ جن سے خدا اپنی اطاعت کا عہد لے چکا تھا۔ جو خدا کے کام میں ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے آ کر عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ ہم لوگ اسی گروہ کے ہوا خواہوں میں ہیں۔ اور ابن عفان رضی اللہ عنہ سے اور ان کے دوستوں سے بیزار ہیں بتاؤ ابن زبیر رضی اللہ عنہما اب تم کیا کہتے ہو۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جوابی تقریر:

ابن زبیر رضی اللہ عنہما یہ سن کر حمد وثنائے الٰہی بجا لائے اس کے بعد کہا: تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا میں نے سنا ایسے ہی تھے۔ جیسا تم نے بیان کیا۔ تو وہ اس سے بھی برتر تھے۔ جیسا تم نے ذکر کیا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے باب میں تم نے جو کہا اسے بھی میں نے سنا یہ وصف ان کا خدا نے تمہاری زبان پر جاری کیا۔ تم نے جو کچھ کہا درست کہا۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے باب میں جو کچھ تم نے کہا اسے بھی میں نے سنا آج خلق خدا میں ابن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے حالات کا جاننے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں جب ان سے لوگوں نے دشمنی کی اور ان پر عتاب کیا ہے تو میں ان کے پاس موجود تھا۔ جن باتوں پر لوگ خفا تھے۔ ان کے راضی کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ پھر یہ ہوا کہ سب جا کر واپس آئے۔ اور ایک خط لیے ہوئے آئے جس پر انہیں یہ شبہ ہوا تھا۔ کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے قتل کرنے کا حکم اس خط میں دیا ہے۔ انہوں نے کہہ دیا۔ میں نے یہ خط نہیں لکھا تم سے ہو سکے تو اس بات کو ثابت کرو۔ اگر تم نہیں ثابت کر سکتے تو لو میں قسم کھاتا ہوں۔ واللہ وہ گواہ کو اس کے ثبوت میں نہ لا سکے اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ سے قسم لینے پر راضی ہوئے۔ سب نے حملہ کر کے انہیں قتل کیا۔ تم نے ان کے جو عیب بیان کیے وہ بھی میں نے سنے۔ وہ ہرگز ایسے نہ تھے۔ وہ تو ہر طرح کی نیکی کے اہل تھے۔ جو تم لوگ اور تمام حاضرین اس بات کے گواہ رہیں۔ کہ میں دنیا وآخرت میں ابن عفان رضی اللہ عنہ کے دوست داروں میں ہوں۔ اور ان کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں۔ ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں۔

خوارج کی ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے علیحدگی:

خوارج نے یہ سن کر کہا اے دشمن خدا تجھ سے خدا بیزار ہو جواب ملا اے دشمنان خدا تم سے خدا بیزار ہو۔ اس کے بعد وہ لوگ متفرق ہو گئے۔ نافع بن ارزق اور عبداللہ اباض اور حنظلہ بیہس اور ماحوز کے تینوں بیٹے عبداللہ وعبیداللہ وزبیر بصرہ چلے گئے۔ اور ابو طالوت اور عبداللہ بن ثور اور عطیہ بن یشکری یمامہ کی طرف گئے اور ابو طالوت کے ساتھ یمامہ پر حملہ کیا۔ اس کے بعد سب کے سب نجدہ بن عامر کے ساتھ ہو گئے بصرہ میں جو خوارج پہنچے وہ سب ابو بلال کے عقیدے پر تھے۔ یہ سب لوگ مجتمع ہوئے اور ان میں عامہ ناس نے یہ بات کہی کہ ہم میں کچھ لوگ جو راہ خدا میں جہاد کرنے کو نکل گئے۔ تو ہم نے اپنے کام میں سستی کی۔ چاہیے تو یہ کہ ہم میں جو علماء ہیں وہ دنیا میں وعظ کہتے ہوئے پھریں وہ لوگوں کے لیے چراغ ہدایت بن جائیں گے۔ دین کی دعوت دیں گے جو لوگ اہل ورع اور کوشش کروانے لے ہیں' وہ جہاد کو نکلیں اپنے پروردگار سے ملاقات کریں۔ شہداء میں داخل ہوں۔ جن کو خدا کے پاس سے رزق ملا کرتا ہے۔ اور وہ جیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر نافع بن ارزق آمادہ ہو گیا۔ تین سو آدمیوں کو لے کر روانہ ہوا۔

مقید خوارج کی رہائی:

یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب لوگوں نے ابن زیادہ پر حملہ کیا ہے۔ اور قید خانوں میں جو خوارج محبوس تھے۔ وہ دروازوں کو توڑ کر نکل آئے ہیں۔ اور مسعود کے خون کا انتقام لینے کو لوگ از دو ربیعہ و بنی تمیم وقیس سے قتال کر رہے تھے۔ خوارج اس موقع کو غنیمت

سمجھے انہوں نے سامان کیا۔ اور جتھا اپنا باندھ لیا جب دیکھا کہ نافع بن ارزق نے خروج کیا ہے۔ تو سب اس کے ساتھ ہو گئے۔ ادھر اہل بصرہ نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ ببہ جو اولاد عبدالمطلب میں سے تھا سب کو نماز پڑھایا کرے اور ابن زیاد شام کی طرف نکل گیا اور ازد و بنی تمیم میں بھی صلح ہو گئی۔

بصری خوارج کا ابن ارزق کے پاس اجتماع:

اب لوگوں نے خوارج کی طرف رُخ کیا۔ ان کا تعاقب کرنے لگے۔ انہیں پریشان کرنے لگے۔ نوبت یہ ہوئی کہ بصرہ میں جتنے خوارج رہ گئے تھے وہ بھی شہر چھوڑ کر ابن ارزق سے جا کر مل گئے۔ ان میں کے چند لوگ جو ابھی خروج کرنے کا ارادہ نہ رکھتے تھے۔ بس وہ رہ گئے۔ ان میں عبداللہ صفار تھا۔ اور عبداللہ اباض اور جو لوگ ان دونوں کی رائے کے ماننے والوں میں تھے۔ ابن ارزق کی یہ رائے ہوئی کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان سے دوستی نہ رکھنا چاہیے اور جنہوں نے ایسا کیا اور ہمارا ساتھ نہ دیا۔ ان کی نجات نہیں ہو سکتی اس نے اپنے اصحاب سے کہا خدا نے تم کو یہ شرف بخشا کہ تم نکل آئے۔ تم کو بصیرت عطا کی اور تمہارے سوا جو لوگ تھے۔ وہ اندھے رہ گئے۔ تم خوب جانتے ہو کہ تم نے اسی لیے خروج کیا ہے۔ کہ تم شریعت الٰہی و حکم الٰہی کے خواہاں ہوں۔ سنو! اس کا حکم تمہارا رہنما ہے اور اس کی کتاب تمہاری امام ہے۔ بس تم اس کے سنن و اثر کی پیروی کرنے والوں میں ہو۔

خوارج کے عقائد:

سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے کہا تمہیں اپنے دوست سے اس طرح پیش آنا چاہیے۔ جس طرح نبی ﷺ اپنے دوست سے پیش آتے تھے۔ اور اپنے دشمن سے تمہیں اس طرح پیش آنا چاہیے۔ جس طرح نبی ﷺ اپنے دشمن سے پیش آتے تھے۔ آج جو تمہارا دشمن ہے وہ دشمن خدا و رسول ﷺ ہے اسی طرح جو رسولِ خدا ﷺ کا دشمن ہے۔ وہ دشمن خدا ہے۔ اور آج وہی اور آج وہی تمہارا دشمن ہے۔ سب نے کہا ایسا ہی ہے۔ کہا اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ. یعنی جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا ہے ان سے خدا اور رسول ﷺ بیزار ہیں اور کہا لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ یعنی مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں گی ہرگز نکاح نہ کرو۔ غرض خدا نے ان سے دوستی رکھنا۔ ان کے جوار میں رہنا ان کی گواہی سننا۔ ان کے ذبیحہ کو کھانا۔ ان سے علم دین کو سیکھنا۔ ان کے ساتھ نکاح و میراث کو حرام کر دیا ہے۔ خدا نے ہم پر حجت تمام کر دی ہے۔ کہ ہم ان باتوں کو جانیں۔ ہم کو ضرور ہے کہ دین کی یہ بات ان لوگوں کو بھی جتنا دیں جن کے پاس سے ہم سب نکل کر چلے آئے ہیں اور جو احکام خدا نے نازل کیے انہیں نہ چھپائیں خدائے عزوجل فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴾

یعنی ''جو لوگ ان دلیلوں کو اور ہدایت کو چھپاتے ہیں۔ جنہیں ہم نے نازل کیا ہے۔ اور بعد اس کے کہ ہم نے کتاب میں واضح کر کے اسے بیان کر دیا ہے۔ ان پر خدا تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے۔ اور سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں''۔

ابن ارزق کا خط بنام صفار و ابن اباض:

اس کے تمام اصحاب نے اس رائے کو قبول کیا اور یہ خط لکھا گیا۔ بندہ خدا نافع بن ارزق کی طرف سے عبداللہ بن صفار

وعبداللہ بن اباض اوران لوگوں کو جوان کے نزدیک میں جو بندگان خدا کہ طاعت کے اہل ہیں۔ ان کو سلام پہنچے بات یہ ہے اور وہ ہے پھر قصہ اور جو کچھ کہ بیان اس نے کیا تھا سب لکھا۔ اور یہ خط ان دونوں شخصوں کے پاس بھیج دیا۔ اور پہنچ بھی گیا عبداللہ صفار نے اسے پڑھ کر پیچھے ڈال دیا۔ لوگوں کو اس لئے پڑھ کر نہیں سنایا کہ ایسا کہیں نہ ہو وہ متفرق ہو جائیں اور اختلاف پیدا ہو۔ عبداللہ اباض نے پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا خدا خیر سے کرے۔ کس بات کی تم کو تشویش ہے کیا ہمارے بھائی کام آ گئے۔ یا ان میں سے کچھ لوگ قید ہو گئے ابن صفار نے اسے خط دے دیا۔

ابن صفار اور ابن اباض میں اختلاف:

ابن اباض نے خط کو پڑھا پھر کہنے لگا خدا کی مار ہو اس پر کیا برا خیال ہے اس کا۔ نافع کا یہ کہنا جب بجا ہوتا جب سب لوگ مشرک ہوتے اس صورت میں اس کا خیال اور جو امر کہ وہ تجویز کرتا ہے۔ ٹھیک تھا اور نبی ﷺ کا سلوک جو مشرکوں کے ساتھ تھا۔ اور نبی ﷺ کا سلوک جو مشرکوں کے ساتھ تھا۔ ویسا ہی سلوک اس کا بھی ہوتا۔ لیکن وہ جھوٹ بولا اور ہمیں بھی جھٹلایا۔ بات یہ ہے کہ لوگ کفران نعمت و نافرمانی میں بے شک مبتلا ہیں مگر شرک سے بری ہے ہمیں ان کا قتل کرنا جائز ہے ان کے مال پر تصرف ہمارے لیے حرام ہے۔ ابن صفار نے کہا خدا تجھ سے سمجھے تو نے بہت تقریظ کی اور خدا سمجھے ابن ارزق سے اس نے بہت افراط کی تم دونوں سے خدا سمجھے اس نے جواب دیا۔ خدا تجھ سے بھی سمجھے۔ بس سب میں تفرقہ پڑ گیا۔ ابن ارزق کی شان وشوکت بہت بڑھ گئی۔ بڑا مجمع اس کے ساتھ ہو گیا اس نے اہواز میں قیام کیا۔ خراج وصول کرتا تھا اور اسی سے اپنی قوت کو بڑھاتا تھا۔ اس کے بعد بصرہ کی طرف رُخ کیا اور پل کے قریب تک پہنچ گیا۔ عبداللہ ابن حارث نے اس سے لڑنے کے لیے مسلم بن عبیس کو روانہ کیا۔

مختار ثقفی اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ:

اسی سال رمضان کی پندرہویں تاریخ مختار کوفہ میں آیا۔ اس نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ پر ساباط برچھی کا وار ہوا تھا۔ اور وہاں سے مدائن کے قصر ابیض میں آپ کو لوگ لے گئے تھے آپ کی نسبت میں اپنا جو خیال ظاہر کیا تھا اس سے شیعہ بہت ناراض تھے۔ اور مختار کو سب وشتم سے یاد کرتے تھے۔ جس حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بھیجا تو یہ مختار کے گھر میں اترے تھے۔ راوی کہتا ہے وہی گھر اب سلم بن مسیب کا ہے مختار نے اور سب اہل کوفہ کے ساتھ مسلم سے بیعت کی۔ ان کے ساتھ خیر خواہوں کی طرح پیش آیا۔ جو لوگ اس کے کہنے میں تھے۔ ان کو مسلم کی طرف دعوت دی جب مسلم نے خروج کیا ہے۔ تو مختار اپنے گاؤں میں تھا۔ جسے لقفا کہتے تھے۔ ظہر کے وقت اسے مسلم کے خروج کرنے کی خبر پہنچی۔ مسلم نے اپنے اصحاب سے خروج کرنے کا جو دن مقرر کر دیا تھا یہ وہ دن نہ تھا۔ انہیں جب یہ معلوم ہوا۔ کہ ہانی کو مارا اور قید کر لیا ہے۔ تو انہوں نے اسی وقت خروج کر دیا۔ مختار یہ سن کر اپنے موالی ساتھ لیے ہوئے چلا۔ مغرب کے بعد باب الفیل تک پہنچا ادھر ابن زیاد نے عمرو بن حریث کو لوگوں کا رئیس بنا کر ایک علم دیا تھا۔ اسے یہ حکم دیا تھا۔ کہ سب کو لے کر مسجد میں بیٹھے مختار باب الفیل پر ٹھہر گیا تھا۔ ادھر سے ہانی بن رداعی کا گذر ہوا۔ مختار کو دیکھ کر کہنے لگا یہاں تمہارے ٹھہرنے کی کیا وجہ؟ نہ تو تم لوگوں کے ساتھ ہو نہ اپنے ٹھکانے پر۔ مختار نے کہا تم لوگوں نے خطائے عظیم کی ہے یہ دیکھ کر میری رائے متزلزل ہو گئی ہے۔

مختار ثقفی کی بدعہدی:

ہانی نے کہا واللہ تو اپنی جان کے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔ اور یہاں سے جا کر عمرو بن حریث سے اپنی اور مختار ثقفی کی گفتگو سب بیان کر دی۔ ابن حریث نے یہ سن کر عبدالرحمٰن ثقفی سے کہا۔ اٹھ اپنے ابن عم کے پاس جا اس سے کہہ کہ ابن عقیل رضی اللہ عنہ کو یہ بھی تو نہیں معلوم کو مختار کہاں ہے وہ کیوں اپنے جان کے پیچھے پڑا ہے عبدالرحمٰن جانے کے لیے اٹھا تھا۔ کہ زائدہ بن قدامہ نے بڑھ کر ابن حریث سے کہا کہ مختار تمہارے پاس اس شرط سے آئے گا۔ کہ اس کے لیے امان ہو۔ ابن حریث نے کہا میری طرف سے تو اسے امان ہے۔ بلکہ ابن زیاد تک بھی اگر کچھ خبر اس کی پہنچ گئی تو میں امیر کے سامنے اس کی طرف سے گواہی دوں گا اور اچھی طرح سفارش کروں گا۔ زائدہ نے کہا ان شاءاللہ پھر تو ہر طرح سے خیریت ہے۔ غرض عبدالرحمٰن وزائدہ دونوں مختار کے لیے روانہ ہوئے اس سے ہانی و داعی وابن حریث کی گفتگو کا ذکر کر کے کہا خدا کے لیے اپنے قتل کا درپے نہ ہو۔

مختار ثقفی کی گرفتاری:

مختار آخر ابن حریث کے پاس چلا آیا۔ اسے سلام کیا اس کے علم کے نیچے بیٹھ گیا۔ صبح کو لوگوں میں مختار کی ان باتوں کا چرچا ہوا۔ عمارہ بن عقبہ یہ حال سن کر ابن زیاد کے پاس پہنچا اس سے سب حال بیان کر دیا۔ دن چڑھے ابن زیاد کا دروازہ کھلا۔ لوگوں کو آنے کا اذن ہوا مختار بھی سب کے ساتھ دربار میں داخل ہوا۔ ابن زیاد نے اسے بلا کر کہا۔ تمہیں ایک مجمع ساتھ لے کر آئے تھے کہ ابن عقیل کی نصرت کرو۔ مختار نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ میں آیا اور ابن حریث کے علم کے نیچے اترا۔ صبح تک انہیں کے ساتھ رہا ابن حریث نے بھی اس کی شہادت دی۔ کہا اصلحک اللہ یہ سچ کہتا ہے۔ ابن زیاد نے عصا اٹھا کر مختار کے منہ پر دے مارا کہ اس کی آنکھ کا پپوٹا پھٹ گیا۔ اور کہا اچھا ہوا یہ تیرے حق میں ابن حریث نے شہادت نہ دی ہوتی تو واللہ میں تیری گردن مارتا۔ لے جاؤ اسے قید خانہ میں۔ اہل شرطا اسے لے گئے قید خانہ میں ڈال دیا۔

مختار کے لیے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سفارش:

حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے تک یہ قیدی رہا اس کے بعد اس نے زائدہ سے کہلا بھیجا۔ کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس مدینہ میں جا کر ان سے کہے کہ وہ ایک رقعہ یزید کے نام لکھ دیں کہ وہ ابن زیاد کو مختار کی رہائی کے باب میں لکھ بھیجے زائدہ وہاں سے روانہ ہوا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ مختار کا پیام انہیں دیا۔ مختار کی بہن صفیہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھیں بھائی کے قید ہو جانے پر بہت روئیں۔ جزع فزع کی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کے نام پر ایک خط لکھ کر زائدہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ مضمون یہ تھا "ابن زیاد نے مختار کو قید کر لیا ہے اور وہ میری زوجہ کا بھائی ہے۔ میں اس کی عافیت و بہبود چاہتا ہوں۔ خدا ہم پر اور تم پر رحم کرے اگر مصلحت ہو تو ابن زیاد کو اپنا یہ حکم لکھ کر بھیجو کہ اسے چھوڑ دے والسلام علیک"۔ زائدہ یہ خط لے کر اپنے ناقہ پر روانہ ہوا۔ یزید کے پاس شام میں پہنچا۔ یزید ان کا خط پڑھ کر ہنسا اور کہا۔ ابو عبدالرحمٰن نے سفارش کی ہے اور وہ سفارش کر سکتے ہیں۔ یہ کہہ کر ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ میرا خط دیکھتے ہی مختار کو رہا کر دے۔ والسلام

مختار ثقفی کی رہائی:

زائدہ یہ خط لے کر ابن زیاد کے پاس آیا ابن زیاد نے مختار کو زندان سے نکال کر اپنے سامنے بلوایا۔ اور کہا تین دن کی مہلت

دیتا ہوں اس کے بعد اگر تم کوفہ میں مل جاؤ گے تو تمہاری خیر نہیں۔ مختار تو وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ابن زیاد کو اب خیال آیا کہ زائدہ نے بڑی گستاخی کی امیر المومنین کے پاس گیا۔ کہ جس شخص کو میں نے قید کیا ہے۔ اور ابھی اسے قید رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کی رہائی کا پروانہ لے کر میرے پاس آئے۔ جاؤ زائدہ کو پکڑ لاؤ۔ عمرو بن نافع کاتب ابن زیاد کا زائدہ کی طرف گذر ہوا۔ اس سے کہا ارے جان بچا کر بھاگ اور میرا یہ احسان ذرا یاد رکھنا۔ یہاں زائدہ کو لوگ ڈھونڈھتے پھرتے تھے وہ اس دن تو چھپا رہا پھر اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر قعقاع ذہلی اور مسلم باہلی کے پاس آیا۔ ان دونوں نے ابن زیاد سے اس کے لیے امان لے لی۔

مختار ثقفی اور ابن العرق کی گفتگو:

مختار یہاں سے نکل کر حجاز کی طرف جا رہا تھا۔ واقصہ کے اس طرف ابن العرق جو بنی ثقیف کے موالی میں تھا۔ اسے ملا اس کا خیر مقدم اس نے کیا اور محبت سے پیش آیا۔ اس کی طرف دیکھ کر اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور بہت مضطرب ہو کر اس سے پوچھنے لگا۔ خدا تم کو ہر طرح کی برائی سے محفوظ رکھے۔ تمہاری آنکھ کو یہ صدمہ پہنچا' مختار نے کہا اس حرامزادہ نے ایک لکڑی ماردی۔ جس سے آنکھ کی یہ حالت ہو گئی۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ ابن العرق نے کہا۔ یہ کیا حرکت اس نے کی خدا اس کے ہاتھ کو شل کر دے۔ مختار نے کہا۔ اگر میں اس کے ہاتھ پاؤں' رگ وپے' اور اس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے نہ کر ڈالوں۔ تو خدا مجھے مارے۔ اس نے کہا۔ رحمک اللہ۔ یہ بات تم نے کیا سمجھ کر کہی۔ مختار نے کہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اسے یاد رکھنا۔ اور دیکھ لینا۔ اس کے بعد اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حالات پوچھنے شروع کیے اس نے کہا انہوں نے بیت اللہ میں پناہ لی ہے۔ کہتے ہیں میں رب کعبہ کی پناہ میں ہوں۔ مگر لوگوں میں یہ چرچا ہے کہ وہ چھپ چھپ کر بیعتیں لیتے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ ان کی شوکت اور جمعیت بڑھ جائے۔ تو وہ ابھی مخالفت ظاہر کر دیں گے۔

مختار ثقفی کا انتقام لینے کا عزم:

مختار نے کہا۔ ہاں ہاں اس میں شک نہیں۔ سنو! وہ آج عرب میں ممتاز ہیں۔ اگر وہ میرے نقش قدم پر چلیں۔ میری بات کو سنیں تو میں انہیں زحمت سے بچا لوں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو واللہ مجھے بھی کوئی دوسرا شخص جو عرب میں ممتاز ہو مل جائے گا۔ اے ابن العرق فتنہ فساد کے بادل گرج رہے ہیں۔ وہ دیکھو جنگ برپا ہو گئی اور شتر بے مہار کی طرف اس نے سب کو کچل ڈالا اور یکا یک تم نے دیکھ لیا۔ اور اس واقعہ کو کہیں تم نے سن لیا۔ جہاں میں نے ظہور کیا ہوگا۔ لوگ کہتے ہوں گے کہ مختار مسلمانوں کی فوجوں کے ساتھ مظلوم شہید کشتہ زمین طف مسلمانوں[1] کے سردار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کو اٹھا ہے۔ اپنے پروردگار کی قسم ہے میں ان کا انتقام لینے میں اتنے لوگوں کو قتل کروں گا۔ جتنے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے انتقام میں قتل ہوئے ہیں۔ ابن العرق نے کہا یہ دوسری بات بھی جو تم نے کہی بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہے کہا میں جو کہتا ہوں ایسا ہی ہوگا اسے یاد رکھنا اور دیکھ لینا۔ یہ کہہ کر اس نے ناقہ کو بڑھایا۔ ابن العرق بھی تھوڑی دور تک دعائیں دیتا ہوا اور اس کی سلامتی مناتا ہوا ساتھ ساتھ چلا۔ مختار نے ناقہ

---

1. طبری میں سید المسلمین وابن سیدھا ہے کامل میں سید المسلمین وابن بنت سید المرسلین وابی سیدھا ہے یعنی بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے خاوند کے فرزند ابن سیدھا کے معنی کامل کی عبارت کے ساتھ کچھ بن جائے یہ لفظ کاتب کی تحریف ہے۔ یا مختار کے ہذیانات ہیں۔ ع۔ ح

کوروک کر اسے قسمیں دے دے کر واپس جانے کے لیے کہا۔

ابن العرق کی مختار کے متعلق حجاج سے گفتگو:

ابن العرق کہتا ہے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا سلام کیا رخصت ہوا واپس آیا۔ یہی دل میں سوچتا تھا۔ کہ یہ شخص کیا کہتا ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ کیا اس کا دل یہ کہہ رہا ہے یہ تو ہو نہیں سکتا خدا نے علم غیب کسی کو بھی نہیں دیا۔ ہاں اس کا دل یہ چاہتا ہوگا۔ کہ ایسا ہو۔ اس سے وہ کہتا ہے۔ کہ یہ ہوگا اور اسی سبب سے اس کے دماغ میں یہ بات جم گئی۔ واللہ یہ خیال اس کا ایک خواب پریشان ہے۔ ہر دفعہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ کہ انسان جس امر کو کہہ دے کہ ہونے والا ہے وہ بھی ہو جائے۔ مگر واللہ میں نے اپنی زندگی میں ہی دیکھ لیا۔ جو کچھ کہ اس نے کہا تھا۔ وہی ہوا واللہ یہ اسے الہام ہوا تھا۔ تو ثابت ہوگیا۔ اگر اس کی ایک تمنا تھی۔ تو پوری ہوگئی۔ پھر میں نے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مختار کی انہیں باتوں کا اس سے ذکر کیا۔ وہ سن کر ہنسنے لگا پھر مجھ سے کہا یہ بھی تو وہ کہا کرتا تھا۔

ورافعةٍ ذيلها و راعيةٍ ويلها . بدجلة ارحولها

یعنی دجلہ پر اور اس کے گرد ایک تند آندھی جھاڑو پھیر رہی ہے اور تباہ کو پکار رہی ہے۔ (یہ فتنہ وفساد وکشت وخون کی پیشین گوئی ہے) ابن العرق نے حجاج سے پوچھا تم کیا سمجھتے ہو یہ باتیں وہ دل سے بنا تا لیتا تھا۔ کچھ اندازہ سے کچھ اٹکل سے کہہ دیتا تھا۔ یا اسے الہام ہوتا تھا۔ حجاج نے کہا جو بات تم مجھ سے پوچھتے ہو واللہ میں خود حیران ہوں کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ لیکن اتنا کہوں گا۔ خدا اسے جزائے خیر دے۔ کیسا دیندار و جنگ جو نبرد آزما وہ شخص تھا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور مختار ثقفی:

عباس بن سہل بن سعد بیان کرتا ہے۔ کہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس مکہ میں بیٹھا تھا کہ مختار وہاں آیا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس نے سلام کیا انہوں نے جواب سلام کیا۔ خیر مقدم کیا۔ اس کو جگہ دی اور کہا ابو اسحٰق کوفہ کے لوگوں کا حال بیان کرد۔ کہا ظاہر میں تو سب حاکم وقت کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ باطن میں سب کے سب دشمن ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا برے غلاموں کی یہی خصلت ہوا کرتی ہے۔ اپنے آقا کے سامنے خدمت و طاعت پر کمر بستہ ہیں۔ پیٹھ پیچھے گالیاں دیتے ہیں۔ ترا کرتے ہیں۔ مختار تھوڑی دیر بیٹھا رہا پھر کہا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ میری بات سنو! جیسے کوئی راز کی باتیں کرنے کو بلاتا ہے۔ کہا تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں اور ہمیں ایسا کچھ دو۔ کہ ہم خوش ہو جائیں۔ حجاز کو تم دبا بیٹھو وہ سب کے سب تمہارا ساتھ دیں گے' پھر مختار وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ ایک سال گذر گیا۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔

مختار ثقفی کی مکہ میں آمد:

ایک دن میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم میں اور مختار میں کب سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے کہا ایک سال پیشتر آپ ہی کے پاس اسے میں نے دیکھا تھا۔ پھر نہیں دیکھا کہا آخر بتاؤ۔ یہ کہاں چلا گیا۔ مکہ میں ہوتا تو پھر بھی کہیں نظر آتا۔ میں نے کہا۔ مختار کو جب آپ کے پاس دیکھا تھا۔ اس کے مہینے دو مہینے کے بعد میں مدینہ چلا گیا۔ اور وہاں کئی مہینے رہ کر پھر آپ کے پاس میں چلا آیا۔ طائف سے کچھ لوگ عمرہ کرنے کو یہاں آئے ہوئے تھے۔ انہیں میں نے کہتے سنا۔ کہ مختار ہمارے یہاں طائف میں آیا تھا۔ اسے تو یہ زعم ہے کہ میں صاحب غضب ہوں اور ظالموں کا تباہ کرنے والا ہوں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ

نے کہا خدا اس پر لعنت کرے بڑا جھوٹا ہے کاہن بنتا ہے۔ خدا ظالموں کو ہلاک کرے گا۔ تو مختار بھی انہیں کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ واللہ یہ گفتگو ابھی تمام ہوئی تھی کہ مسجد الحرام کے ایک جانب مختار دکھائی دیا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہنے لگے جس کا تم ذکر کر رہے تھے۔ لو وہ سامنے موجود ہے بتاؤ! یہ کہاں جایا چاہتا ہے؟ میں نے کہا' گمان غالب یہ ہے۔ کہ خانہ کعبہ کی طرف جائے گا۔ وہ کعبہ ہی کی طرف آیا۔ حجر الاسود کے سامنے آ کر سات دفعہ طواف کیا۔ پھر حجر کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ کہ کچھ لوگ طائف کے کچھ حجاز کے اس کے شناساؤں میں وہاں آ کر بیٹھ گئے۔

عباس بن سہل اور مختار ثقفی کی گفتگو:

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیر تک انتظار رہا۔ کہ وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آئے گا۔ مجھ سے پوچھنے لگے کیا یہ شخص میرے پاس نہ آئے گا۔ میں نے کہا کیا معلوم[1]؟ مگر جو بات آپ چاہتے ہیں۔ میں دریافت کیے لیتا ہوں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو میرا یہ ارادہ بہت پسند آیا۔ وہاں سے اٹھ کر میں اس طرح چلا جیسے کوئی مسجد الحرام سے باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر میں نے مڑ کر مختار کی طرف دیکھا اور اسی طرف بڑھا۔ اسے سلام کیا۔ اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ تم کہاں تھے؟ کیا طائف میں تھے کہو ہماری ملاقات کے بعد کہاں کہاں تم پھرتے رہے؟ مختار نے کہا: ہاں میں طائف وغیرہ میں تو تھا۔ اتنا کہہ کے وہ جیسے انجان بن گیا۔ میں نے جھک کر اس سے راز کے انداز سے کہا۔ تم سا شخص ایک ایسے شخص کی صحبت سے دور ہو۔ جس پر تمام اہل شرف اور قبائل عرب قریش وانصار وثقیف اتفاق کر چکے ہوں۔ کوئی خاندان کوئی قبیلہ ایسا نہیں رہا جس کا رئیس وسرگروہ اس شخص سے آ کر بیعت نہ کر گیا ہو۔ مجھے تم سے اور تمہاری دانشمندی سے تعجب ہوتا ہے۔ کہ تم ان کے پاس نہ آئے۔ ان سے بیعت تم نے نہ کی۔ اس حکومت میں اپنا حصہ تم نے حاصل نہ کیا۔ مختار نے کہا تم نے دیکھا تھا کہ پچھلے سال میں ان کے پاس آیا۔ انہیں مشورہ دیا۔ انہوں نے اپنے معاملہ کو مجھ سے چھپایا۔ میں نے دیکھا انہیں میری پرواہ نہیں ہے۔ جیسی کہ انہیں مجھ سے ملنے کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا واللہ تم نے جو باتیں ان سے کیں۔ علانیہ سب کے سامنے مسجد حرام میں کیں۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ پردوں کی آڑ میں دروازے بند کر کے کی جاتی ہیں۔ اگر جی چاہے تو آج رات کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ مختار نے کہا۔ آج شب کو نماز عشاء پڑھ کر چلوں گا۔ وعدہ یہ ہوا۔ حجر اسود کے پاس ہم دونوں میں ملاقات ہوگی۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور مختار ثقفی کی ملاقات:

اب میں اس کے پاس سے اٹھ کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ مجھ سے اور اس سے جو باتیں ہوئی تھیں۔ وہ بیان کیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سن کر خوش ہوئے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر ہم دونوں آدمی حجر اسود کے پاس ملے وہاں سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے۔ اذن چاہا۔ آنے کی اجازت ملی وہاں پہنچ کر میں نے کہا میں ہٹا جاتا ہوں۔ تم دونوں تخلیہ میں باتیں کرو۔ یہ سن کر دونوں نے کہا تم سے کسی بات کا پردہ نہیں ہے میں بھی بیٹھ گیا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مختار سے مصافحہ کیا۔ خیر مقدم کیا۔ اس کا اور اس کے متعلقین کا حال

---

[1] طبری کی عبارت یہ ہے قلت لا ادری و ساعلم لك علم و قال ما شئیت و ذلك لعجبه. ابن اثیر نے یہ فقرہ چھوڑ دیا۔ مترجم کے نزدیک قال کی ضمیر بھی عباس بن سہل کی طرف پھرتی ہے یہ کسی دوسرے راوی کا قول درمیان میں بے محل آ گیا ہے اصل عبارت یوں ہے۔

پوچھا۔ پھر دونوں آدمی ذرا خاموش رہے اس کے بعد مختار نے حمد وثنائے الٰہی بجالا کر کہا زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت محسوس بھی نہ کرنا۔ دونوں باتیں بیکار ہیں۔ میں اس لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم سے اس شرط پر بیعت کروں۔ کہ بغیر میرے مشورہ کے تم کوئی کام نہ کرو۔ اور سب سے پہلے اپنے پاس آنے کا دن مجھے دیا کرو۔ اور جب تم خود کو ظاہر کر دو۔ تو اپنے ہر ایک بڑے کام میں مجھے شریک رکھا کرو۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت تم سے لینا چاہتا ہوں۔ کہا میرا ادنیٰ سا غلام کوئی ملے تو اس سے کتاب وسنت پر تم بیعت لینا۔ تمہاری اس حکومت میں مجھ میں اور غیر میں کیا امتیاز رہا۔ واللہ میں تم سے ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور مختار ثقفی میں معاہدہ:

عباس بن سہل نے جھک کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا۔ اس وقت تو اس کا ایمان مول لے لو پھر جیسی رائے ہو۔ ویسا کرنا۔ اس پر ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اچھا جو تم کہتے ہو وہی سہی یہ کہہ کر ہاتھ بڑھایا۔ یا مختار نے ان سے بیعت کی۔ اور ان کے ساتھ رہنے لگا۔ حصین بن نمیر نے جب شام سے آ کر مکہ کا حصار کیا ہے تو مختار بھی اس معرکہ میں شریک تھا۔ اور سب سے بڑھ کر اس نے میدان کارزار میں ثابت قدمی و دلیری ظاہر کی جب یہ نوبت پہنچی کہ منذر بن زبیر' مسور بن مخرمہ۔ مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے۔ تو مختار نے پکار پکار کر کہا۔ اے اہل شام میری طرف آؤ میری طرف میں ابو عبید کا بیٹا ہوں۔ میں کرار محیر فرار کا فرزند ہوں۔ میرے باپ دادا معرکہ میں دھنس جاتے تھے۔ کبھی قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔ اے غیرت دار وائے کینہ کشو! میرے پاس آؤ۔ غرض اس نے لوگوں کو بچالیا اور اس معرکہ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی حصار میں یہ بھی تھا۔ کہ خانہ کعبہ جلایا گیا۔ روز شنبہ ربیع الاوّل ۶۴ ھ کی تیسری تاریخ یہ واقعہ ہوا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور شامیوں کی جنگ:

اسی دن کا ذکر ہے کہ تین سو سپاہیوں کی ایک فوج لے کر مختار نے شامیوں سے ایسی جنگ کی کہ دوسرے کی مجال نہیں۔ لڑتے لڑتے تھک جاتا تھا تو ذرا بیٹھ جاتا تھا۔ اور اس کے اصحاب اسے گھیر کر کھڑے ہو جاتے تھے دم لیا اور اٹھا۔ اور جا پڑا۔ شامیوں کے جس پرلے پر جس صف پر یہ پہنچا۔ اس کی شمشیر زنی سے سب پسپا ہو گئے۔ عباس بن سہل بیان کرتا ہے۔ کہ عبداللہ بن مطیع اور مختار اور میں اہل شام سے قتال کر رہے تھے۔ ہم تینوں میں مختار سب سے بڑھ کر جانبازی و جانفشانی کر رہا تھا۔ اہل شام کو یزید کے مرنے کی اطلاع پہنچنے کے ایک دن پہلے بڑے کشت وخون کی جنگ ہوئی یہ معرکہ ربیع الآخر ۶۴ ھ کی پندرھویں تاریخ اتوار کے دن ہوا تھا۔ اہل شام کو یہ امید تھی۔ کہ وہ ہم پر فتح یاب ہوں گے اور مکہ کی تمام راہیں ہم لوگوں پر وہ بند کر چکے تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نکل کر لوگوں سے مرنے اور جانے دینے پر بیعت لی تھی اور بہت لوگ اسی شرط پر بیعت کر چکے تھے۔ ایک جماعت کو ساتھ لیے ہوئے میں ایک طرف اہل شام سے قتال کر رہا تھا۔ ایک جانب عبداللہ بن مطیع لڑ رہے تھے۔

جنگ میں خوارج کی شرکت:

ایک طرف اہل یمامہ کے خوارج کو ساتھ لے کر مختار شمشیر زنی کر رہا تھا۔ یہ خوارج خانہ کعبہ کے بچانے کے لیے جنگ میں شریک ہو گئے تھے۔ شامیوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ مجھے اور میرے اصحاب کو دور تک دباتے ہوئے لے گئے۔ نوبت ہوئی کہ میں اور مختار

مع اصحاب ایک ہی جگہ جمع ہو گئے۔ میں نے یہ دیکھا کہ میں قسم کی جرأت کر جاتا تھا مختار بھی وہی کام کر کے دکھا دیتا تھا۔ اور وہ جس قسم کی دلیری کر بیٹھتا تھا۔ مجھے ویسی ہی جرات دکھانے میں تکلف ہوتا تھا۔ میں نے کبھی ایسا حملہ آور نہیں دیکھا۔ شامیوں کے پیادے اور سوار ہم دونوں پر حملہ کر رہے تھے۔ اور ہم ان سے قتال کرنے میں مشغول تھے۔ مجھے اور مختار کو اور کوئی ستر آدمی بڑے ثابت قدم جو ہمارے ساتھ تھے ان سب کو مجبور ہو کر ایک مکان کی طرف سرک آنا پڑا۔

مختار ثقفی کی شجاعت:

اس وقت مختار نے فوج شام سے نبرد آزمائی کی اور کہنا شروع کیا۔ ایک ایک کر کے لڑو اور جو بھاگے اسے پناہ نہ ملے۔ غرض مختار لڑنے کو بڑھا۔ اور اس کے ساتھ میں بھی آیا۔ میں نے پکار کر کہا کوئی مجھ سے لڑنے کو نکلے یہ سن کر ایک شامی میری طرف آیا۔ اور ایک شخص مختار کے مقابلہ میں ہیں اپنے حریف کو قتل کرنے کے لیے چلا اور مختار نے بڑھ کر اپنے حریف کو قتل کیا۔ پھر ہم نے ایک نعرہ کیا۔ اور اپنے اصحاب کو جرات دلا کر فوج شام پر حملہ کر دیا۔ واللہ ایسی تلواریں ان لوگوں کو ہم نے ماریں کہ تمام گلیوں میں سے ان کو نکال دیا۔ پھر ہم دونوں اپنے دونوں حریفوں کی طرف جنہیں ہم نے قتل کیا تھا۔ متوجہ ہوئے۔ جسے میں نے قتل کیا تھا۔ وہ نہایت ہی سیاہ فام تھا مختار کہنے لگا۔ سنو! واللہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہ دونوں کشتے شامیوں کے غلام ہیں۔ اگر یہ ہم دونوں کو قتل کر ڈالتے۔ تو ہماری برادری والے اور جو لوگ ہم سے حسن ظن رکھتے تھے۔ بہت ہی غمگین ہوتے۔ یہ دونوں شخص میری نظر میں دو کتوں کے برابر ہیں میں تو اب کبھی کسی شخص سے جب تک اسے جان پہچان نہ لوں گا۔ لڑنے کو نہ نکلوں گا۔ میں نے کہا واللہ میں بھی جب تک اسے جان پہچان نہ لوں گا۔ کسی شخص سے لڑنے نہ نکلوں گا۔

مختار ثقفی کی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دھمکی:

یزید کے ہلاک ہونے تک مختار ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا حصار اٹھ گیا۔ اہل شام تو شام کی طرف واپس ہوئے اور اہل کوفہ نے عامر بن مسعود کو امیر بنا لیا۔ کہ جب تک لوگ متفق ہو کر کسی کو اپنا امام مقرر کریں۔ یہ عامر کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔ عامر کو ابھی ایک مہینہ گذرا تھا۔ کہ اس نے اہل کوفہ کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لی۔ اور یہاں کہلا بھیجا۔ یزید کے مرنے کے پانچ مہینے چند دن بعد تک مختار ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا۔ اسی زمانہ میں ایک دن ابن زبیر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ یکا یک ان کی نظر مختار پر پڑی تو ابن صفوان سے کہنے لگے ذرا اس شخص کو دیکھو جیسے سا تار و ہن کا گرگ کثیر الحذر ہوتا ہے۔ واللہ! یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ طواف اور نماز طواف سے جب فراغت سب کو ہو گئی تو مختار نے آ کر ابن صفوان سے پوچھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ میرے باب میں تم سے کیا کہہ رہے تھے۔ ابن صفوان نے بات کو چھپایا۔ کہا انہوں نے کوئی بری بات تمہاری نسبت نہیں کہی۔ مختار نے کہا نہیں ۔واللہ! تم دونوں میرا ہی ذکر کر رہے تھے۔ سن رکھو نہیں واللہ ایڑیاں رگڑ کر میرے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ نہیں تو میں ان کے لیے آتش جنگ مشتعل کر دوں گا۔ پانچ مہینے تک جب اس نے دیکھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے کوئی عہدہ و امارت نہیں دی۔ تو کوفہ سے جو شخص اس کے پاس آتا تھا۔ اس سے لوگوں کے حالات کو کیفیت پوچھا کرتا تھا۔

رمضان میں ہانی بن الوداعی عمرہ کی نیت سے مکہ میں آیا۔ مختار نے اس سے بھی کوفہ کی حالت اور وہاں کے لوگوں کی کیفیت کو پوچھا۔ اس نے کہا خیریت ہے۔ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طاعت پر سب متفق ہیں۔ ہاں ایک گروہ اور اس کے ساتھ شہر کے بھی کچھ لوگ

ہیں۔ اگر کوئی شخص ان لوگوں کو متفق کر کے انہیں کی رائے پر انہیں لے چلے۔ تو وہ ایک زمانہ تک دنیا لوٹ لوٹ کر کھا سکتا ہے۔

مختار ثقفی کی روانگی کوفہ:

مختار نے کہا میں ہوں ابو اسحٰق میں واللہ ان لوگوں کو امر حق پر متفق کرلوں گا انہیں ساتھ لے کر اہل باطل کو شہر سے نکال دوں گا اور ہر جبار و متمرو کو قتل کو دوں گا۔ ابن الوداعی نے کہا واہ یا ابن ابی عبید جہاں تک تیرے امکان میں ہو۔ ضلالت کی طرف نہ دوڑ ان لوگوں کا سرگروہ کسی اور ہی شخص کو بن جانے دے۔ سنو! فتنہ پردازی کی عمر بہت کم ہوتی ہے اور ایسے شخص سے بہت برے برے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ مختار ثقفی نے کہا: فتنہ پردازی! میں تو ہدایت و جماعت کی طرف سب کو کھینچوں گا۔ یہ کہہ کے وہ اٹھ کھڑا ہوا وہاں سے نکل کر اپنی سانڈنیوں پر سوار ہوا۔ اور چلا کوفہ کی طرف مقام قرعا تک پہنچا تھا۔ کہ سلمہ بن مرثد سے راہ میں ملاقات ہوگئی۔ دونوں نے مصافحہ کیا۔ حالات پوچھے۔ مختار نے حجاز کا حال بیان کر کے اہل کوفہ کی حالت کا ابن مرثد سے استفسار کیا۔ اس نے کہا گلہ گوسفند کا حال ہے۔ جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ مختار نے کہا میں اس گلہ کو خوب چرالوں گا۔ اور ان کے مقصد کو پہنچ جاؤں گا۔ ابن مرثد نے کہا: ارے خدا سے ڈر تجھے مرنا ہے' قبر سے اٹھنا ہے۔ باز پرس محشر کا جواب دینا ہے۔ اعمال کی جزا لینا ہے۔ اعمال اچھے ہیں تو جزا بھی اچھی ملے گی۔ برے ہیں تو بری اس کے بعد یہ ادھر وہ ادھر چلا۔

مختار ثقفی کی عبیدہ بدی سے ملاقات:

مختار جمعہ کے دن نہر حمیرہ پر پہنچا وہاں اتر انہایا۔ ذرا سا تیل لگایا۔ کپڑے پہنے عمامہ باندھا تلوار کو گلے میں لٹکایا پھر سانڈنی پر سوار ہو کر مسجد اور میدان گندہ کی طرف آیا۔ جن جن لوگوں کی طرف سے گزرتا تھا۔ اسلام علیکم کہتا تھا۔ اور فتح و نصرت کی بشارت دیتا تھا۔ کہتا تھا وہ دن آ گیا' جو تمہیں مقصود تھا۔ پھر مسجد بنی ذہل و بنی ہجر کی طرف آیا۔ یہاں کسی کو نہ پایا۔ سب جمعہ میں گئے ہوئے تھے۔ یہاں سے بنی بدا کے محلّہ میں آیا۔ عبیدہ بدی سے ملاقات ہوئی اسے سلام کر کے کہا فتح و نصرت و آسانی کی تمہیں بشارت ہو۔ ابو عمرو تمہارا اعتقاد بہت اچھا ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ خدا ہر گناہ بخش دے گا۔ ہر خطا کو ڈھانک دے گا۔ اور عبیدہ بڑے بہادر بڑے شاعر محبّ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ شراب بہت پیتے تھے۔ مختار کی بات کا عبیدہ نے یہ جواب دیا: تمہیں خیر و خوبی کی بشارت ہو۔ کہ تم نے مجھے بشارت دی کچھ کھل کے بھی کہو گے۔ کہا ہاں! آج شب کو میرے بستر پر ملنا یہ کہہ کے آگے چلا گیا۔ یہ بھی اس نے کہا: کہ اپنی مسجد کے لوگوں کو یہ پیام پہنچا دینا کہ ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ اپنی طاعت کا وعدہ لے چکا ہے۔ یہ ہتک کرنے والوں کو قتل کریں گے اور پیغمبر زادوں کے خون کا انتقام لیں گے۔ اور خدا ان کو نور' روشنی کی طرف ہدایت کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا اور ابو عبیدہ سے پوچھا۔ بنی ہند کی طرف جانے کا کون سا راستہ ہے۔ اس نے کہا ٹھہرو میں ساتھ چلتا ہوں۔

مختار ثقفی کی اسمٰعیل بن کثیر کو دعوت:

عبیدہ نے اپنا گھوڑا منگایا۔ کسا گیا' سوار ہوا۔ اور مختار کو بنی ہند تک پہنچا دیا۔ یہاں پہنچ کر مختار نے کہا۔ اسمٰعیل بن کثیر کا گھر مجھے بتاؤ۔ عبیدہ اسے لیے ہوئے اسمٰعیل کے گھر تک آیا۔ اسے باہر بلایا۔ اسمٰعیل سے وہ ملا۔ مرحبا کہا۔ مصافحہ کیا۔ بشارت اس کو دی اور کہا آج رات کو تم اور تمہارے بھائی اور ابو عمرو تینوں آدمی مجھ سے ملنا جو بات تم لوگ چاہتے تھے۔ میں اس کے لیے آیا ہوں۔ پھر یہاں سے بھی روانہ ہوا اور عبیدہ کے ساتھ جہینہ کی اندرونی بستی میں مسجد کے پاس سے گذرتا ہوا باب الفیل پر آیا۔ سانڈنی کو اس نے

بٹھا دیا۔ اور مسجد کے اندر گیا۔ لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا۔ لو مختار آ گیا۔ مسجد کے ایک ستون کے پاس مختار نماز میں مشغول ہو گیا۔ جماعت کا وقت بھی آ گیا تھا۔ یہ سب کے ساتھ نماز میں شریک ہوا۔ پھر دوسرے ستون کے پاس جا کر جمعہ و عصر کے درمیان نماز پڑھی۔ پھر جماعت کے ساتھ عصر پڑھ کر واپس ہوا۔

مختار ثقفی کی بیعت:

یہ بھی روایت ہے کہ اس کا گذر محلہ ہمدان کی طرف ہوا۔ اور ابھی رخت سفر پہنے ہوئے تھے۔ لوگوں سے کہا: تمہیں بشارت ہوئی تمہارے پاس مژدہ لے کر آیا ہوں۔ جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ یہ کہہ کر چلا اور اپنے گھر میں آ کر اترا یہ وہی گھر ہے جسے لوگ مسلم بن مسیب کا گھر کہتے ہیں۔ اسی گھر میں شیعہ مختار کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ عبیدہ و اسمٰعیل و بنی ہند کو مختار نے جس شب کو بلایا تھا۔ شب ہوئی تو یہ لوگ اس کے پاس گئے۔ مختار نے ان سے وہاں کے سب لوگوں اور شیعوں کا حال پوچھا۔ کہا شیعہ تو متفق سلیمان بن صرد کے پاس جمع ہو گئے ہیں۔ اور ابن صرد اب خروج کیا چاہتے ہیں۔ مختار یہ سن کر حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا۔ اور نبی ﷺ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد کہا کہ مہدی ابن وصی محمد بن علی نے مجھے اپنا وزیر و راز دار و برگزیدہ و امیر کر کے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ بے دینوں سے قتال کروں۔ اور خون اہل بیت کا ان سے انتقام لوں اور ضعفاء کو ان کے ظلم سے بچاؤں۔ سب سے پہلے عبیدہ و اسمٰعیل نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اس سے بیعت کر لی۔

شیعانِ اہل بیت کو مختار ثقفی کی دعوت:

ابن صرد کے پاس جو شیعہ جمع تھے۔ مختار نے ان کو بھی بلا بھیجا ان سے کہا: میں صاحب الامر معدن فضل وصی امام مہدی کی طرف سے تم لوگوں کے پاس اس کام کے لیے آیا ہوں۔ جس سے تمہارے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ پردے اٹھ جائیں گے۔ دشمن قتل ہو جائیں گے۔ نعمت و دولت تمام و کمال حاصل ہو گی۔ سلیمان بن صرد بے چارے خدا ان پر اور ہم سب پر رحم کرے۔ بس ایک پیر حزف ہڈیوں کا تھیلا ہیں۔ نہ انہیں معاملات کا تجربہ نہ جنگ و جدال کا علم ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ تم لوگوں کو لے کر نکلیں خود بھی قتل ہوں۔ تمہیں بھی قتل کرا دیں۔ میں جو کچھ کروں گا۔ وہ اس کے حکم کے بموجب ہو گا جو مجھے ملا ہے۔ جو مجھے سمجھا دیا گیا ہے۔ جس میں تمہارے دوستوں کی عزت ہو گی۔ تمہارے دشمن ہلاک ہو جائیں گے۔ تمہارے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ میری بات سنو! میرے حکم کو مانو پھر خوش ہو۔ اور سب کو بشارت دو۔ جو تمہارا مقصود ہے اس کام کے لیے میں بہترین سردار ہوں۔ غرض اس قسم کی باتیں وہ کرتا رہا۔ اور شیعوں کے ایک گروہ کو اپنی طرف چل کر لیا۔ وہ لوگ اس کے پاس آتے تھے۔ اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے امور پر نظر رکھتے تھے۔ مگر رؤساء و عظمائے شیعہ ابن صرد کے پاس تھے۔ وہی شیخ الشیعہ اور سب کے بزرگ تھے۔ یہ لوگ ان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ مختار نے جن شیعوں کو ملا لیا تھا۔ بہت تھوڑے سے تھے۔

مختار کا ابن صرد سے حسد:

اسی سبب سے سلمان بن صرد کا وجود مختار پر بہت گراں تھا۔ ان کا سامان پورا ہو چکا تھا۔ وہ خروج کیا چاہتے تھے۔ مختار چاہتا تھا۔ کہ ابھی ذرا حرکت نہ کرے۔ ذرا سی چھیڑ بھی نہ نکالے۔ چاہتا تھا۔ دیکھ لے۔ ابن صرد کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اسے یہ فکر بھی کہ تمام شیعہ اس کے ساتھ ہو جائیں۔ تو اس کا مقصود اچھی طرح حاصل ہو۔ ابن صرد نے جب خروج کیا اور وہ جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

تو عمر بن سعد وشبث بن ربعی و یزید بن حارث نے عبداللہ بن یزید خطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا کہ مختار تو ابن صرد سے بڑھ کر تمہارا مخالف ہے۔ وہ تو تمہارے دشمن سے لڑنے کو اس کا زور توڑنے کو تمہارے شہر سے نکل گئے۔ مختار چاہتا ہے۔ تمہارے شہر میں بیٹھے بیٹھے تم پر حملہ کرے چلو اٹھو اسے زنجیروں میں جکڑ لو۔ جب تک اطمینان لوگوں کو حاصل نہ ہو۔ اسے زندان میں دائم الحبس کر دو۔ لوگ اسے گرفتار کرنے کو چلے۔ جاتے ہی یکایک اسے اور اس کے گھر کو گھیر لیا۔ اور اسے باہر بلایا۔

مختار ثقفی کی گرفتاری:

مختار نے اس انبوہ کو دیکھ کر کہا۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ واللہ تم کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اس وقت ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے عبداللہ بن یزید سے کہا۔ اسے رسی سے باندھ لو۔ اور ننگے پاؤں دوڑاتے ہوئے لے چلو۔ ابن یزید نے کہا۔ سبحان اللہ میں کیوں اسے دوڑانے لگا۔ اور کیوں ننگے پاؤں لے جانے لگا۔ جس شخص نے نہ ہم سے عداوت ظاہر کی نہ جنگ کی۔ اس کے ساتھ میں ایسا سلوک کیوں کروں۔ ہم نے تو فقط بدگمان ہو کر اسے گرفتار کر لیا ہے۔ ابراہیم نے مختار سے مخاطب ہو کر یہ مثل کہی۔ لیس بعشك فادرجى. کجا تو اور کجا یہ ارادہ۔ اے ابن ابی عبیدہ کجا تو اور کجا یہ باتیں۔ جن کی خبر ہم لوگوں کو پہنچ گئی ہے۔ مختار نے جواب دیا۔ تم نے میری جو خبر سنی ہے غلط ہے اس بات سے خدا مجھے محفوظ رکھے۔ کہ تمہارے باوا اور دادا کی طرح میں بھی حق ناشناس کہلاؤں معلوم نہیں یہ کلمہ مختار کا ابراہیم نے سنا بھی یا نہیں۔ مختار کی سواری کے لیے ایک خچر اس کا ہم رنگ لے کر آئے۔ ابراہیم نے عبداللہ بن یزید سے کہا اس کے بیڑیاں ڈالنا چاہیے۔ عبداللہ نے کہا اس کے لیے زندان خود ایک بیڑی ہے۔ وہی کافی ہے زندان میں اس کی ملاقات کو جو لوگ آتے تھے۔ ان کے سامنے کہا کرتا تھا۔ اس خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں جو مالک ہے' دریاؤں کا' نخلستانوں کا' درختوں کا' صحراؤں کا' بیابانوں کا' پاک فرشتوں کا' برگزیدہ پیغمبروں کا' میں لچکتی ہوئی برچھیوں سے' چمکتی ہوئی تلواروں سے جھرمٹ میں ایسے مددگاروں کے جن میں کوئی ناقص نہیں جاہل نہیں نکما نہیں' بدذات نہیں قتل کروں گا' سب ظالموں کو' جب دین کے ستوں کو قائم کر لوں گا۔ اسلام کے رخنہ کو بند کر چکوں گا۔ مومنوں کا دل ٹھنڈا کر دوں گا۔ پیغمبروں کا قصاص لے چکوں گا۔ پھر دنیا کو چھوڑنا مجھے ناگوار اور موت کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی۔ اسی تقریر کو وہ جب تک زندان میں رہا' ہمیشہ دہرایا کرتا۔ اور ابن صرد کے خروج کرنے کے بعد اپنے انصار کو شجاعت دلایا کرتا تھا۔

خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر:

اسی سال ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ اس لیے کہ منجنیق کے پتھروں سے دیواریں جھک گئی تھیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی نیو کھدوائی۔ اور سنگ اسود کو اس میں داخل کر لیا۔ اس زمانہ میں لوگ اسی نیو کے گرد طواف کر لیتے تھے اور نماز کی جگہ پر جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ رکن اسود کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس ایک صندوق میں رکھا تھا۔ اور کعبہ کا زیور ولباس وعطریات خزانہ کعبہ میں حاجیوں کی نگہبانی میں رکھ دیا تھا۔ کعبہ کی تعمیر جدید جب پوری ہو گئی۔ تو سب چیزیں پھر اس میں واپس کی گئیں۔ اس سال ابن زبیر رضی اللہ عنہ امیر حج تھے مدینہ میں ان کی طرف سے ان کے بھائی عبیدہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عامل تھے۔ کوفہ کے عامل عبداللہ بن یزید خطمی تھے۔ اور قاضی یہاں کے سعد بن نمران تھے۔ شریح نے کوفہ میں قاضی ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ کہتے تھے۔ میں اس فتنہ وفساد میں عہدۂ قضا نہیں قبول کروں گا۔ بصرہ کا عامل عمر بن تیمی اور قاضی وہاں کا ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان کا حاکم عبداللہ بن خازم تھا۔

۶۵ھ کے واقعات

توابین کا نخیلہ میں اجتماع:

سلیمان بن صرد نے جب روانگی کا قصد کیا تو اپنے اصحاب میں جو بزرگان قوم تھے ان کو بلا بھیجا۔ وہ سب جمع ہو گئے۔ ربیع الآخر ۶۵ھ کا چاند دیکھ کر وہ سب لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے وہ پہلے ہی سے گروہ توابین کو اسی شب کو خروج کرنے کی اطلاع دے چکے تھے۔ اور نخیلہ کو لشکر گاہ مقرر کیا تھا۔ ابن صرد نے یہاں آ کر تمام لشکر کو پھر کر دیکھا۔ لوگ انہیں کم معلوم ہوئے۔ تو حکیم بن کندی اور ولید بن کنانی کے ساتھ تھوڑے تھوڑے سوار کر کے حکم دیا۔ کہ تم دونوں شہر میں جا کر یا لثارات بالحسین (حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے والو دوڑو) کہہ کر پکارو! اور بڑی مسجد تک پکارتے ہوئے چلے جاؤ۔ یہ دونوں روانہ ہوئے اور جو حکم ملا تھا۔ اسے بجا لائے۔

انتقام حسین رضی اللہ عنہ کا نعرہ:

خلق خدا میں سے پہلے جن لوگو! نے یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔ یہی دونوں شخص تھے۔ جب یہ دونوں بنی کثیر کے محلّہ میں پہنچے۔ وہاں ان کی آواز ایک شخص نے سنی۔ اس کا نام عبداللہ بن خازم تھا۔ یہ ان لوگوں میں سے نہ تھا۔ جو توابین کے پاس آمدورفت رکھتے تھے۔ یا ان سے نصرت کا وعدہ کر چکے تھے۔ آواز سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ کپڑے پہنے ہتھیار منگائے' گھوڑے پر زین رکھنے کا حکم دیا۔ سہلہ بنت سبرہ اس کی بیوی نہایت جمیل و حسین عورت تھی۔ اور یہ بھی اسے بہت چاہتا تھا۔ کہنے لگی کیا تمہیں جنون ہوا ہے۔ کہا جنون ہرگز نہیں میں نے وہ آواز سنی جو حق کی طرف پکارتی ہے۔ اب میں اس آواز کے ساتھ ہوں میں اس شخص کے خون کا انتقام لوں گا۔ خواہ اس باب میں میری جان جائے یا جو خدا کو میرے حق میں منظور ہے وہ ہو جائے۔ اس نے کہا اپنے اس بچہ کو کس پر چھوڑ کے جاتے ہو۔ جواب دیا خدائے وحدہٗ لاشریک کے حوالہ کرتا ہوں۔ خداوندا! اپنی بیوی اور بچہ کو تیرے سپرد کرتا ہوں تو ان کی حفاظت کرنا۔ یہ کہہ کے گھر سے نکلا اور توابین سے جا ملا۔ عورت اس کی رونے لگی اور اس کے گھر کی سب عورتیں اس کے پاس جمع ہو گئیں اس کے بچہ کا نام عزرہ تھا یہ زندہ رہا اور مصعب بن زبیر کے ساتھ مارا گیا۔

ابوعزہ قابضی:

ابن صرد کے بھیجے ہوئے سوار رات کو کوفہ میں پکارتے پھرے رات گئے مسجد کی طرف آئے۔ یہاں بہت لوگ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔ مسجد کے نمازیوں میں ابوعزہ قابضی نے اس نعرہ کو سن کر کہا.......... اور پوچھا۔ کہ سب لوگ کہاں جمع ہوئے ہیں۔ کہا کہ نخیلہ میں۔ ابوعزہ وہاں سے نکلا گھر میں آ کر ہتھیار لگائے سوار ہونے کے لیے گھوڑا منگایا۔ اس کی بیٹی رواح جو ابن مرثد قابضی کی بیوی تھی۔ اس کے پاس آئی۔ پوچھنے لگی بابا یہ کیا ماجرا ہے کہ آپ نے ہتھیار لگائے ہیں۔ تلوار باندھی ہے۔ کہا بیٹی تمہارا باپ اپنے گناہ سے بھاگ کر اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے۔ وہ یہ سن کر چلا چلا کر رونے لگی۔ برادری کے لوگ جمع ہو گئے ابوعزہ سب سے رخصت ہوا۔ اور توابین کے گروہ میں جا کر شریک ہو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے ابن صرد کے لشکر میں اتنے لوگ آ گئے۔ جتنے لوگوں نے بیعت کی تھی۔ کتنے شخص ان میں سے آئے۔ معلوم ہوا کہ سولہ ہزار شخصوں نے بیعت کی تھی۔

ابن صرد کا توابین کی کمی پر اظہار افسوس:

ابن صرد کہنے لگے سبحان اللہ سولہ ہزار میں سے چار ہی ہزار۔ حمید بن مسلم نے کہا واللہ مختار تمہاری طرف لوگوں کو توڑ رہا ہے۔ تین دن پیشتر کا ذکر ہے کہ مختار کے پاس میں موجود تھا۔ کچھ لوگوں کو میں نے کہتے سنا۔ کہ اب ہماری جمعیت میں پورے دو ہزار ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر ابن صرد نے کہا اچھا یہی سہی پھر بھی تو دس ہزار آدمی ایسے ہیں جو نہ ادھر آئے نہ ادھر گئے۔ کیا وہ لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ کیا وہ لوگ خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا وہ لوگ خدا کو بھول گئے۔ ہم سے جو عہد و پیمان کیا تھا۔ انہیں یاد نہیں رہا وہ تو کہتے تھے۔ ہم ضرور جہاد کریں گے۔ ہم ضرور نصرت کریں گے۔ ابن صرد تین دن تک نخیلہ میں ٹھہرے رہے۔ اپنے بھروسے کے لوگوں کو ان سب لوگوں کے پاس بھیجتے رہے جو عین وقت پر ساتھ سے الگ ہو گئے تھے۔ ابن مسیّب نے اٹھ کر ابن صرد کے کہا۔ رحمک اللہ جو شخص بجبر آیا اس سے آپ کو کیا نفع ہو گا۔ بس وہی لوگ آپ کے ساتھ قتال کریں گے۔ جو دل سے شریک ہوئے ہیں۔ اب آپ اپنے کام میں کسی کا انتظار ہرگز نہ کیجیے۔

ابن صرد کا توابین سے خطاب:

ابن صرد نے کہا واللہ کیا خوب بات تم نے کہی۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک عربی کمان پر سہارا دے کر لوگوں کو اس طرف خطاب کیا۔ ایہا الناس! جو لوگ رضائے خدا و جزائے آخرت کے خیال سے شریک ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے ہیں ہم ان کے ہیں۔ ان پر خدا کی رحمت نازل ہو۔ حیات میں بھی اور موت میں بھی اور جو لوگ دنیا اور حطام دنیا کی ہوس رکھتے ہیں۔ وہ سن لیں کہ خوشنودی پروردگار عالم کے سوا نہ ہمیں مال غنیمت ملنے والا ہے۔ نہ ہمارے پاس زر و سیم ہے نہ خز و حریر ہے بس ہمارے کاندھوں پر تلواریں ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں سنانیں ہیں اور بس! اتنی زاد راہ ہے۔ جس قدر کہ دشمن تک پہنچنے میں کفایت کرے تو جس کسی کا مقصود اس کے علاوہ ہو۔ اسے ہمارے ساتھ نہ آنا چاہیے۔ یہ سن کر ضحیر مزنی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا: خدا نے آپ کو ہدایت کی اور فیصلہ کی بات آپ کو بتا دی۔ قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی جو دنیا کی ہوس اور طمع میں ہمارے شریک ہوئے ہیں۔ ہمیں ان سے خیر کی امید نہیں ایہا الناس ہم اپنے گناہ سے توبہ کرنے اور اپنے پیغمبر ﷺ کے نواسہ کا انتقام لینے کو نکلے ہیں نہ ہمارے پاس دینار ہیں نہ درہم۔ ہم تو تلواروں کی دھار اور برچھیوں کی نوکوں کے سامنے جا رہے ہیں۔ ہر طرف سے لوگ پکارنے لگے ہم دنیا کے طالب نہیں ہیں۔ نہ دنیا کے لیے ہم نکلے ہیں۔

ابن نفیل کا ابن زیاد پر حملہ کرنے کا مشورہ:

ابن صرد روانہ ہونے کو تھے کہ عبداللہ بن نفیل ان کے پاس آئے۔ پہلے یہ مشورہ دیا۔ کہ ابن زیاد کے مقابلہ میں روانہ ہوں۔ اس پر ابن صرد اور ان کے رؤسا لشکر نے کہا۔ عبداللہ نے بہت اچھی رائے دی کہ ہمیں ابن زیاد کی طرف جانا چاہیے۔ جس نے ہمارے امام کو قتل کیا اور اسی کے سبب سے یہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ نے ابن صرد سے تمام رؤسائے اصحاب اب یہ کہا کہ میری ایک رائے اور ہے اگر صواب پر ہے تو حق تعالیٰ کی توفیق ہے اگر خطا پر ہے تو میری جانب سے ہے۔ اپنی جان کی قسم میں تم سے خیر خواہی کا کلمہ دریغ نہ کروں گا۔ صواب پر ہو یا خطا پر۔ ہم لوگ اس لیے نکلے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کوفہ میں ہیں۔ عمر بن سعد نہیں ہے۔ کوفہ کے روسائے محلہ اور بزرگان قبیلہ ان قاتلوں میں ہیں۔ ان قاتلوں اور دشمنوں کو

یہاں چھوڑ کر کہیں اور ہم کیوں جائیں۔ ابن صرد نے لوگوں سے پوچھا۔ کہو کیا کہتے ہو سب نے کہا۔ واللہ! یہی رائے بہت اچھی ہے۔ جو بات عبداللہ نے کہی ہے۔ وہی ٹھیک ہے۔ واللہ! اگر شام کی طرف ہم لوگ جائیں گے۔ تو قاتلان حسین رضی اللہ عنہ میں سے ابن زیاد کے سوا کسی کو بھی نہ پائیں گے۔ جن کو ہم ڈھونڈ ھتے ہیں۔ وہ سب تو یہیں موجود ہیں۔ اسی شہر میں۔

ابن زیاد پر حملہ کا منصوبہ:

ابن صرد نے کہا۔ میں تمہارے لیے یہ مناسب نہیں سمجھتا۔ جس نے تمہارے امام کو قتل کیا۔ جس نے ان پر لشکر کشی کی جس نے یہ کہا کہ میں انہیں بغیر اس کے امان نہیں دوں گا۔ کہ گردن جھکا کر میرے حکم پر چلے آئیں۔ جس طرح میرا جی چاہے۔ اس طرح ان سے پیش آؤں۔ وہ یہی فاسق عبداللہ بن زیاد ہے۔ اب بسم اللہ کہہ کر اسی کے مقابلہ میں روانہ ہو۔ اگر خدا نے اس پر ہمیں غلبہ عطا کیا۔ تو اس کے بعد جو لوگ رہ جائیں گے۔ ان کی کیا حقیقت ہے۔ بہت آسانی سے تمہارے اہل شہر تمہاری طرف مائل ہو جائیں گے۔ اور اب تمام ان لوگوں کی جو خون حسین رضی اللہ عنہ میں شریک ہیں۔ متوجہ ہو کر تم ان سے قتال اور اگر اس معرکہ میں تم شہید ہو گئے تو ان ظالموں سے قتال کر کے شہید ہوئے۔ ابرار و راستگار لوگوں کے لیے خدا کی طرف سے جزائے خیر ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ تم اپنا سارا زور اپنی پوری قوت ان ظالموں کے مقابلہ میں صرف کرو۔ جو ظلم کے بانی ہوئے ہیں۔ اگر تم شہر کے لوگوں سے لڑ پڑتے تو ایسے لوگوں کا بھی سامنا ہوتا۔ جن میں سے کسی نے تمہارے بھائی کو قتل کیا ہے۔ یا باپ کو یا کسی دوست کو یا جو تم سے لڑنا ہی نہ چاہتا ہو۔ بس اب خدا کا نام لے کر چل کھڑے ہو۔ سب لوگ روانہ ہونے پر آمادہ ہو گئے۔

عبداللہ وابراہیم کی ابن صرد سے ملاقات:

عبداللہ وابراہیم کو ابن صرد کے خروج کرنے کی خبر پہنچی۔ وہ یہ سوچے کہ ان کے پاس چل کر سمجھانا چاہیے۔ کہ ابھی ٹھہریں۔ ہم سب ساتھ مل کر بڑی قوت سے دشمن کا مقابلہ کریں گے اگر اس بات کو ابن صرد نے نہ مانا تو ان سے کہیں گے کہ اتنا توقف کریں کہ ہم بھی ایک لشکر تیار کر کے ان کے ساتھ کر دیں۔ دشمن سے مقابلہ ہو تو جمعیت عظیم کے ساتھ ہو۔ غرض ان دونوں نے سوید بن عبداللہ کو ابن صرد کے پاس بھیجا۔ اس نے ابن صرد سے یہ آ کر کہا۔ کہ عبداللہ وابراہیم اس وقت آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ اس ملاقات میں خدا ایسی صورت نکال دے۔ جس میں آپ کی بہتری ہو۔ ابن صرد نے کہا اچھا وہ آئیں۔ پھر رفاعہ بجلی سے کہا۔ ان دونوں شخصوں نے یہ کہلا بھیجا ہے تم اٹھو! اور لشکر کو اچھی طرح تیار کر لو۔ اور سلیمان ابن صرد نے رؤسائے اصحاب کو بلا بھیجا۔ سب آ کر ابن صرد کے گرد اگرد بیٹھ گئے۔ ایک ساعت گذری ہوگی۔ کہ عبداللہ شرفائے کوفہ واہل شرطہ و مروان جنگ آزما کے ساتھ اور ابراہیم اپنے اصحاب کے مجمع میں یہاں وارد ہوئے۔

عبداللہ کا ابن صرد کو مشورہ:

یہاں آنے سے پیشتر عبداللہ ان لوگوں سے جو قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھے۔ کہہ رہا تھا۔ کہ میرے ساتھ ان میں سے کوئی نہ آئے۔ مبادا توابین ان کو دیکھ کر حملہ کر بیٹھیں۔ اور عمرو بن حریث سے کہہ آیا تھا کہ مجھے آنے میں دیر ہو تو ظہر کی نماز تم لوگوں کو پڑھا دینا۔ اور جب سے سلیمان بن صرد نے نخیلہ کو لشکر گاہ بنایا تھا۔ عمرو بن سعد راتوں کو اپنے گھر میں نہیں رہتا تھا۔ دارالامارہ میں عبداللہ کے پاس آ کر سویا کرتا تھا۔ اسے خوف تھا۔ کہ لوگ اس کے گھر میں آ کر خانہ جنگی نہ کریں۔ اور وہ غفلت اور بے خبری میں قتل نہ ہو

جائے۔ یہ دونوں جب ابن صرد کے پاس پہنچے۔ پہلے عبداللہ حمد وثنائے باری تعالیٰ بجالایا۔ پھر یہ کہا کہ مسلمان' مسلمان بھائی ہوتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔ اسے دھوکا نہیں دیتا۔ تم سب لوگ ہمارے بھائی ہو۔ ہمارے ہم وطن ہو۔ اہل شہر میں محبوب ترین خلق ہمارے نزدیک تم ہو۔ ہم کو اپنے غم میں مبتلا نہ کرو۔ اپنی رائے پر ہم سے اصرار نہ کرو۔ ہم سے علیحدہ ہو کر ہماری جماعت کو نہ توڑو۔ جب تک ہم لوگ جنگ وجدال کا سامان نہ کرلیں تم لوگ بھی ہمارے ہی ساتھ رہو۔ جب ہم دیکھیں گے۔ کہ دشمن شہر کے قریب آ گیا۔ ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ نکلیں گے اور ان سے قتال کریں گے پھر ابراہیم نے بھی اسی قسم کی تقریر کی۔ سلیمان نے حمد وثنائے الٰہی بجالا کر دونوں سے کہا۔ تم دونوں نے بے شک خالص ہوا خواہی کا کلمہ کہا۔ اور مشورہ کا حق ادا کیا۔ لیکن ہم تو اللہ کی راہ میں نکلے ہیں اور اللہ کے ساتھ ہیں۔ اور اب تو نکل چکے اب ہم خدا سے رشد وبہترین رشد کے عزم کی دعا کرتے ہیں۔ اب ہم ٹھہرنے والے نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ عبداللہ نے کہا اتنا تو توقف کرو۔ کہ ایک لشکر جرار تیار کر کے تمہارے ساتھ ہم روانہ کرسکیں۔ دشمن سے قتال کرو تو قوت وشان وشوکت کے ساتھ کرو۔

ابن صرد کو خراج کی پیشکش:

ابن صرد نے کہا تمہارے پاس واپس چلے جانے کے بعد بھی اس بات کا مجھے خیال رہے گا۔ اور ان شاء اللہ تم کو اس کا جواب پہنچے گا۔ اب عبداللہ وابراہیم نے کہا۔ اگر تم لوگ فوج شام کے آنے تک ہمارے پاس ٹھہر جاؤ۔ تو مقام جوخی کا خراج تمہارے اور تمہارے اصحاب کے لیے ہم مخصوص کر دیں گے۔ اور کسی کو اس خراج تمہارے اور تمہارے اصحاب کے لیے ہم مخصوص کر دیں گے۔ اور کسی کو اس خراج میں سے کچھ نہ دیا جائے گا۔ ان دونوں کو یہ خبر مل چکی تھی۔ کہ ابن زیاد شام سے کوفہ کی طرف آ رہا ہے۔ سلیمان نے جواب دیا۔ ہم لوگ طلب دنیا کے لیے نہیں نکلے ہیں۔ اب یہ دونوں کوفہ کی طرف واپس چلے آئے۔ اور یہاں سب روانگی پر اور بڑھ کر ابن زیاد سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

توابین مدائن اور بصرہ کی عدم شرکت:

بصرہ اور مدائن کے شیعوں نے جو شریک ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں آئے تھے کچھ لوگ ان کو ملامت کرنے لگے۔ سلیمان نے کہا۔ ان کو تمہارے نکلنے کی اور روانگی کی خبر نہ ہوئی ہوگی ورنہ وہ ضرور آتے۔ ملامت نہ کرو۔ میرا خیال ہے۔ ان کے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ سامانِ جنگ نہیں ہے۔ اسی سبب سے نہ آسکے۔ ذرا ٹھہرو وہ سامان کرلیں تو تم سے آ کر مل جائیں۔ وہ تمہارے نقش قدم پر دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

سلیمان ابن صرد کا توابین سے خطاب:

اب سلیمان ابن صرد خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے خدا کی حمد وثناء کی پھر کہا ایہا الناس خداوند عالم جانتا ہے۔ کہ تم کس نیت سے نکلے ہو۔ اور کسی بات کے طالب ہو' دنیا کا سودا اور ہے آخرت کا اور۔ جو آخرت کا سودا کرتا ہے۔ وہ آخرت کی طرف دوڑتا ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے میں دم نہیں لیتا۔ کسی قیمت پر اسے نہیں چھوڑتا' رکوع وسجود وقیام وقعود میں ہمیشہ بسر کرتا ہے۔ زر وسیم و دنیا ولذت دنیا سے مطلب نہیں رکھتا۔ اور جسے دنیا کا سودا ہے۔ وہ دنیا ہی کی طرف منہ کے بل گرتا ہے۔ اسی میں چرتا چگتا ہے۔ کسی مبادلہ پر اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ رحمکم اللہ اس راہ میں راتوں کو نماز میں بسر کرو۔ پھر اس دشمن ظالم وجبار سے جب مقابلہ ہو جائے۔

تو جہاد کرو۔ تم اپنے پروردگار سے جہاد و نماز سے بڑھ کر کسی عمل کو ذریعہ توسل نہیں بنا سکتے۔ جہاد تمام اعمال کی چوٹی ہے۔ خداوند کریم ہم کو تم کو نیک بندوں میں جہاد کرنے والوں میں مصیبت پر ثابت قدم رہنے والوں میں شمار کرے۔ ہم لوگ اس مقام سے ان شاء اللہ آج رات کو روانہ ہوں گے۔ تم بھی روانہ ہونے پر مستعد ہو جاؤ۔

توابین کی نخیلہ سے روانگی:

ربیع الآخر ۶۵ھ کی پانچویں کو یہ لوگ رات کو روانہ ہوئے نخیلہ سے روانہ ہونے کے بعد سلیمان نے ابن منقذ کو حکم دیا۔ کہ پکار کر کہہ دیں۔ کہ سب لوگ دیراعور میں جا کر رہیں۔ لوگ دیراعور میں رہے اور بہت سے لوگ ساتھ سے الگ ہو گئے یہاں سے روانہ ہو کر اقساس مالک پر جو کنار فرات واقع ہے۔ سب نے مقام کیا۔ یہاں لشکر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ہزار آدمی کم ہو گئے۔ سلیمان نے کہا: جو لوگ ساتھ چھوڑ کے چلے گئے ان کا تمہارے ساتھ رہنا مجھے گوارا ہی نہیں۔ وہ ساتھ ہوتے تو اور تباہی میں تمہیں مبتلا کرتے۔ حق تعالیٰ کو ان کا ساتھ آنا ناپسند ہوا۔ انہیں باز رکھا۔ یہ فضیلت اس نے تمہارے ہی لیے خاص کر دی۔ اس کا شکر بجالاؤ۔

توابین کی امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر دعا:

پھر اس منزل سے بھی رات کو یہ لوگ روانہ ہوئے۔ صبح ہوتے قبر حسین رضی اللہ عنہ پر پہنچے۔ ایک رات دن وہیں قیام کیا آپ کے لیے استغفار کرتے رہے۔ اور صلوات پڑھتے رہے۔ یہ لوگ جب قبر کے سامنے پہنچے ہیں۔ تو ایک شور نالہ وزاری کا بلند ہوا۔ ایسا گریہ و بکا کا دن کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ ہر شخص اس بات کی حسرت کرتا تھا۔ کہ آپ ہی کے ساتھ شہید ہو گیا ہوتا۔ سلیمان بن صرد نے دعا کی اے خداوندا حسین رضی اللہ عنہ شہید بن شہید مہدی صدیق بن صدیق پر رحمت نازل فرما۔ خداوندا تو شاہد رہنا کہ ہم سب انہیں کے دین پر ہیں انہیں کے راہ کے سالک ہیں۔ ان کے قاتلوں کے دشمن ان کے دوستوں کے ہوا خواہ ہیں۔ اور سب لوگ پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ خداوندا! ہم اپنے پیغمبر کے فرزند کو چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ جو کچھ ہم نے کہا اسے عفو کر دے۔ ہماری توبہ قبول کر لے تو رحیم و تواب ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ و اصحاب حسین رضی اللہ عنہ شہدائے صدیقین پر اپنی رحمت کو نازل کر پروردگار تو گواہ ہے۔ کہ جس راہ میں وہ لوگ قتل ہوئے ہیں۔ ہم بھی اسی راہ پر ہیں۔ اگر تو ہمارے گناہ کو بخشے گا۔ اگر تو ہم پر رحم نہ کرے گا۔ تو ہم سب غائب و خاسر و تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ پھر اس وقت سے لے کر دوسرے دن کی صبح تک جس وقت کہ انہوں نے قبر حسین رضی اللہ عنہ کے قریب نماز پڑھی ہے۔ آپ کے اور آپ کے انصار کے لیے نزول رحمت کی دعا برابر کرتے رہے۔ اس واقعہ سے ان کا جوش اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اس کے بعد سلیمان نے کوچ کا حکم دیا۔ اب ہر شخص قبر حسین رضی اللہ عنہ کے وداع کرنے کو چلا۔ ہر ایک آپ کی قبر کے پاس آتا تھا۔ اور نزول رحمت و مغفرت کی دعا کرتا تھا۔ حجر اسود پر بھی لوگوں کا ایسا ازدحام نہیں ہوتا۔ جیسا آپ کی قبر پر تھا۔ اور سلیمان قبر کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ جو جو لوگ دعا و استغفار سے فارغ ہوتے جاتے تھے سلیمان ان لوگوں کو کہتے جاتے تھے۔ رحمکم اللہ! اب جاؤ اپنے ساتھ والوں سے مل جاؤ۔ اسی طرح وہ کہتے رہے یہاں تک کہ ان کے اصحاب میں سے کوئی تین آدمی رہ گئے۔

توابین کی تقاریر:

اب سلیمان نے ان لوگوں کے ساتھ قبر کو گھیر لیا۔ اور کہا شکر ہے اس پروردگار کا جسے منظور ہوتا تو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہو جانے کی فضیلت ہم کو عطا کرتا۔ خداوندا جب ان کے ساتھ شہید ہونے سے ہم کو محروم رکھا ہے تو ان کے بعد ان کی راہ میں شہید ہونے

سے ہم کو محروم نہ رکھ۔ عبداللہ بن وال نے کہا۔ واللہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ اوران کے باپ اور بھائی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں قیامت کے دن بہت بڑا وسیلہ عنداللہ ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ یہ امت ان حضرات کے باب میں کسی مبتلائے بلا ہوئی دو کو قتل کیا۔ تیسرے سے قصاص لے کر دل ٹھنڈا کیا۔ مسیتب بن نجبہ نے کہا میں قاتلوں سے اور جو ان ظالموں کا سارا اعتقاد رکھتا ہو' بیزار ہوں۔ انہیں سے لڑوں گا۔ انہیں کے مقابلہ میں شمشیر زنی کروں گا۔ مثنی بن مجز بھی رؤسا اور شرفاء میں تھے۔ انہوں نے کہا۔ جن حضرات کا تم ذکر کر رہے ہو۔ ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو خصوصیت ہے اس اعتبار سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا سب سے افضل ہیں۔ جن لوگوں نے ان کو قتل کیا۔ ہم ان کے دشمن ہیں۔ ان سے بیزار ہیں۔ ہم اپنے گھر کو اہل وعیال کو مال و دولت کو چھوڑ کر نکلے ہیں۔ کہ ان کے قاتلوں کو فنا کر دیں۔ یہ جنگ آفتاب لے مغرب میں یا زمین کے اس سرے پر ہو ہمیں اس کی جستجو کرنا واجب ہے۔ یہ جنگ ہمارے لیے بڑی دولت ہے اور یہی وہ شہادت ہے۔ جس کا ثواب جنت ہے۔ سب نے یہ سن کر کہا تم نے سچ کہا' درست کہا۔ تم کو خدا نے توفیق عطا کی۔ اور جتنے سردار تھے سب نے بہت فصیح تقریریں کیں۔ سلیمان بن صرد یہاں سے روانہ ہو کر حصاصہ میں آئے پھر انبار میں پھر صدود میں پھر قیارہ میں۔ اور مقدمہ لشکر پر کریب حمیری کو مقرر کیا تھا۔

عبداللہ بن عوف کا رجز:

یہ لوگ چلے جا رہے تھے۔ کہ عبداللہ بن عوف اپنے ایک چار سالہ کمیت گھوڑے پر سوار بہت ہی چمک دمک کے ساتھ سامنے آیا۔ یہ رجز پڑھتا جاتا تھا:

خرجن یلمعن بنا ارسالا...... عوابسا یحملننا ابطالا......

ترجمہ: گھوڑوں کی کئی ٹکڑیاں چمک دمک دکھاتی ہوئی ہم سب تند مزاج بہادروں کو پیٹھ پر سوار کیے ہوئے نکلیں۔

نریدان نلقی به الاقتالا القاسطین الغدر الضلالا

ترجمہ: ارادہ ہمارا یہ ہے کہ اسی طرح ظالم و غاشعار و گمراہ دشمنوں سے مقابلہ کریں۔

وقد رفضنا الاهل و الامرالا و الحضرات البیض و الحجالا

نرضی به اذا النعم المفضالا

ترجمہ: ہم لوگ اہل وعیال کو مال و منال کو شرگیں وسیمین عورتوں کو اور ان کے جملہ عروسانہ کو چھوڑ کر اس لیے نکلے ہیں۔ کہ پروردگار منعم مفضال کو خوش کریں''۔

عبداللہ بن یزید کا خط بنام ابن صرد:

عبداللہ بن یزید نے سلیمان کو ایک خط لکھا اور محل بن خلیفہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ محل نے قیارہ میں پہنچ کر سلیمان سے ملاقات کی۔ سلیمان اپنے اصحاب سے آگے نکل آئے تھے۔ سب جانتے تھے۔ کہ انہوں نے سب پر سبقت کی۔ محل خط لے کر پہنچا۔ تو سلیمان ٹھہر گئے' ساتھ والوں سے بھی اشارہ کیا۔ وہ بھی ٹھہر گئے۔ خط پڑھا گیا۔ لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ خط عبداللہ بن یزید کی طرف سے سلیمان بن صرد اور ان سب اہل اسلام کے نام ہے۔ جو ان کے ساتھ ہیں۔ السلام علیکم! تم لوگوں کو یہ خط ہوا خواہی و مہربانی کی راہ سے لکھا گیا ہے ہاں ایسے بھی ہوا خواہ ہوتے ہیں جن پر دغا شعار ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ اور دغا شعار بھی ایسے ہوتے

ہیں۔جن پر ہوا خواہ محب ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تھوڑے سے لوگوں کو لے کر ایک لشکر انبوہ سے مقابلہ کرنے کو تم روانہ ہوئے ہو۔ مگر جو شخص یہ چاہے۔کہ پہاڑوں کو ان کے ٹھکانے سے سرکا دے۔اس کے بیلچے کند اور ناکارہ ہو جائیں گے۔اور ایسے شخص کی عقل وفعل کو سب برا کہیں گے۔اے ہماری قوم والو! اپنے وطن کے لوگوں پر اپنے دشمن کو دلیر نہ بناؤ۔تم سب کے سب بہترین قوم ہو۔دشمن تم کو مارے گا۔تو اسے معلوم ہو جائے گا۔کہ یہ شہر لوگوں پر دلیر ہو جائیں گے۔اے ہماری قوم والو! وہ لوگ تم پر غالب آ جائیں گے۔تو تم کو سنگسار کریں گے۔یا اپنے مذہب وملت میں تم کو ملا لیں گے۔پھر تم فلاح و بہبود کی صورت بھی کہیں نہ دیکھو گے۔آج کے دن ہم تم ایک ہیں۔ ہمارا اور تمہارا دشمن ایک ہی ہے۔ہم سب متفق الکلمہ ہو جائیں گے۔تو اپنے دشمن پر غلبہ پائیں گے۔ہم میں اختلاف رہے گا۔تو مخالف کی نظر میں ہماری شان گھٹ جائے گی۔اے ہماری قوم کے لوگو! میری ہوا خواہی کو فریب نہ سمجھو۔مجھ سے مخالفت نہ کرو۔میرا خط پہنچتے ہی میری طرف اپنے رُخ کو پھیر دو۔خدا تمہارے رخ کو اپنی طاعت کی طرف اور تمہاری پشت کو اپنی مصیبت کی طرف پھیرے۔والسلام

ابن صرد کا توابین سے مشورہ:

ابن صرد اور ان کے اصحاب کے سامنے یہ خط جب پڑھا گیا تو ابن صرد نے سب سے پوچھا۔کہو کیا رائے ہے۔انہوں نے جواب دیا۔آپ یہ بتائیں جب ہم اپنے شہر میں اپنے اہل وعیال میں تھے۔جب تو اس بات کو ہم نے نہ مانا۔اب اسے کیونکر مان لیں۔ہم نکل چکے۔جہاد پر آمادہ ہو چکے۔دشمن کی سرحد کے قریب آ چکے۔کہیے اب کیا ہو سکتا ہے۔ابن صرد نے کہا: واللہ یہ موقع کبھی تم کو نہیں ملا تھا۔کہ آج دو طرح کی فضیلتیں تمہارے سامنے ہیں۔یا شہادت یا فتح۔جس حق بات پر خدا نے تم کو آمادہ کر دیا ہے۔جس فضل کے تم طلب گار ہو۔اسے چھوڑ کر جانے کا مشورہ میں نہیں دوں گا۔ہم میں اور ان لوگوں میں بڑا اختلاف ہے یہ لوگ اگر غالب ہوں گے۔تو ہم کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف جہاد کرنے کو کہیں گے۔اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے جہاد کرنے کو میں ضلالت سمجھتا ہوں۔ ہمیں اگر غلبہ ہوا تو جو اہل حق ہیں ان کے ہاتھ میں حکومت کو دے دیں گے۔اگر ہم مارے گئے تو اپنے گناہوں کی توبہ کرنے کو ہم نکلے ہیں۔ہماری اور حالت ہے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اور ہمارا اور ان کا وہ حال ہے۔جو شاعر بنی کنانہ نے کہا ہے۔

اری لك شكلا غير شكلى فاقصرى عن اللوم اذبُدلت واختلفت الشكل

ترجمہ: ''تیری اور حالت ہے میری اور حالت ہے۔جب تو بدل گئی ہے اور حالتیں مختلف ہو گئی ہیں۔تو شکایت وسرزنش کیوں کرتی ہے''۔

ابن صرد کا خط بنام عبداللہ بن یزید:

یہ لوگ وہاں سے پلٹ کر مقام ہیت میں آ کر اترے' اور سلیمان نے اس طرح خط کا جواب لکھا۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔یہ خط امیر عبداللہ بن یزید کو سلیمان بن صرد اور مومنین کی طرف سے ہے۔جو ان کے ساتھ ہیں۔تمہارے خط کو ہم نے پڑھا۔اور مطلب اس کا ہم سمجھے۔واللہ تم بہت اچھے امیر اچھے حاکم اچھے رئیس قوم ہو جس پر غیبت میں ہمیں اطمینان ہے۔جسے مشورہ میں ہم خیر اندیش سمجھتے ہیں' ہر حالت میں ہم جس کی ستائش کرتے ہیں۔اللہ عزوجل اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ

يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَ الْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

''اللہ نے مومنین سے ان کی جان و مال کو مول لے لیا ہے اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملے گی۔ یہ لوگ راہِ خدا میں قتال کریں گے۔ (کافروں کو) ماریں گے اور خود مارے جائیں گے۔ یہ سچا وعدہ ہے توریت وانجیل وقرآن میں جس کا وفا کرنے والا خدا سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ یہ خرید فروخت کا معاملہ جو تم نے خدا سے کیا ہے۔ اس پر خوش ہو۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ توبہ وعبادت وحمد وسیاحت ورکوع وسجود وامر بالمعروف ونہی عن المنکر والے اور حدود خدا کی نگہبانی میں مصروف رہنے والے یہ لوگ ہیں۔ اور اے پیغمبر (ﷺ) مومنین کو بشارت دے''۔

اس قوم نے جس امر پر بیعت کی ہے۔ انہیں بشارت اس کی ہو چکی ہے گناہ عظیم سے وہ توبہ کر چکے ہیں۔ اب وہ خدا سے لو لگا چکے اور اس پر بھروسہ کر چکے اور جو اس کی مشیت ہو اس پر راضی ہو چکے ہیں۔ خداوندا تجھ پر ہم سب نے بھروسا کیا ہے۔ تیری ہی طرف ہم آ رہے ہیں۔ تیری ہی طرف بازگشت ہے۔ والسلام

عبداللہ بن یزید کی پیشگوئی:

عبداللہ کو یہ خط پہنچا تو اس نے کہا یہ لوگ مرنے ہی پر آمادہ ہیں۔ پہلی خبر تم یہی سن لینا۔ کہ سب قتل ہو گئے واللہ یہ اسی طرح قتل ہوں گے۔ جیسے بزرگان اسلام۔ قسم ہے اس خدا کی! جو پروردگار عالم ہے۔ دشمن ان کی جانبازی کو مان جائیں گے۔ یہ کشتوں کے پشتے لگا دیں گے اس کے بعد قتل ہو جائیں گے۔

مسیّب بن نجبہ اور زفر بن کلابی کی ملاقات:

سلیمان بن صرد نے نہایت خوبی سے لشکر ترتیب دیا۔ قرقیسیا کے قریب پہنچ کر سب اترے زفر بن کلابی یہاں کا رئیس تھا۔ اس نے بستی کے دروازے بند کر لیے کہ یہ لوگ آنے نہ پائیں۔ اور خود بھی ان سے ملنے کو باہر نہ آیا۔ سلیمان نے مسیّب سے کہا اپنے ابن عم کے پاس جاؤ کہو۔ کہ ہم کو بازار کی چیزیں چاہیے ہیں۔ وہ ہمیں بھیج دے۔ ہمیں اس سے کچھ کام نہیں۔ ہمارا ارادہ تو ان ظالموں سے لڑنے کا ہے۔ مسیّب قرقیسیا کے دروازے پر آئے۔ کہا کھولو۔ کس لیے تم نے دروازہ بند کر لیا ہے۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا میں ہوں مسیّب بن نجبہ یہ سن کر زفر کا بیٹا ہذیل اپنے باپ کے پاس آیا۔ اور کہا ایک شخص جو بہت خوش ہیبت ہے آپ کے پاس آنا چاہتا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا مسیّب بن نجبہ۔ مجھے ان لوگوں کا کچھ علم نہیں اٹھا میں کچھ نہ سمجھا کہ یہ کون شخص ہیں۔ زفر نے کہا اے فرزند تو نہیں جانتا یہ کون ہیں۔ یہ شخص شہسواروں میں ہیں۔ تمام بنی مضر کے۔ شرفائے بنی مضر میں سے دس شخصوں کا نام اگر لیا جائے گا۔ تو ایک نام ان کا بھی ضرور ہوگا۔ اور پھر زاہد ودیندار انہیں آنے دو۔ مسیّب جب آئے۔ تو زفر نے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ بہت محبت سے حالات دریافت کیے۔ مسیّب نے کہا: تم نے کس لیے شہر کے دروازے بند کیے ہیں۔ واللہ ہم لوگوں کو تم سے کچھ مطلب نہیں۔ بس اس لیے ہم تمہارے مزاحم ہوئے کہ ان ظالموں اور بے ادبوں کے مقابلہ میں تم ہماری اعانت

کرو۔ بازار کی جو چیزیں ضرورت کی ہیں۔ وہ ہمیں دے دو۔ ہم تمہارے حدود میں زیادہ نہ ٹھہریں گے۔ ایک دن یا اس سے بھی کم۔

زفر بن کلابی کی پیشکش:

زفر نے کہا میں نے اس لیے شہر کے دروازے بند کر دیئے تھے کہ اتنا معلوم ہو جائے۔ تم لوگ ہم سے متعرض ہونے کو آئے ہو یا کسی اور سے۔ واللہ! جب تک ایسی ہی مجبوری نہ ہو۔ ہم کسی سے لڑنے میں عاجز نہیں ہیں۔ تمہارے ساتھ جنگ و جدال میں مبتلا ہونا ہمیں گوارا نہیں ہے۔ تم لوگوں کے صلاح وتقویٰ اور سیرت حسنہ کا حال میں سن چکا ہوں۔ یہ کہہ کے اپنے بیٹے کو پکارا۔ اسے حکم دیا۔ کہ بازار کی چیزیں ان لوگوں کو منگوا دے۔ اور ہزار درم اور ایک گھوڑا مسیّب کو عطا کیا۔ مسیّب نے کہا۔ دینار و درہم کی ہمیں حاجت نہیں واللہ! نہ ہم لوگ اس لیے نکلے ہیں نہ اس کے طلب گار ہیں۔ ہاں گھوڑے کو میں نے قبول کیا۔ شاید میرا گھوڑا نہ چل سکے۔ یا میری سواری میں رہ جائے تو اس کی مجھے ضرورت ہوگی۔

زفر کا توابین کو مشورہ:

زفر نے کہا اب میں کیا کہتا ہوں۔ اسے غور سے سنو! یاد رکھو اور قبول کرو۔ میں ان لوگوں کا سخت دشمن ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ خدا انہیں تباہ کر دے۔ میں تم لوگوں کا دوست ہوں' میں چاہتا ہوں خدا تم کو عافیت سے رکھے۔ سنو وہ لوگ رقہ سے چل چکے۔ تم ان سے پہلے ہی عین الوردہ پر پہنچ جاؤ۔ شہر کو اپنے پس پشت رکھو وہاں کے گاؤں اور پانی اور سب سامان تمہارے قبضہ میں ہوگا۔ یہ جگہ ہمارے شہر اور تمہارے شہر کے درمیان کی ہوگی۔ اور تم اطمینان سے رہو گے۔ واللہ اگر میرے پاس پیادوں کے مثل میں سوار بھی ہوتے تو میں تمہاری مدد کرتا۔ تم ابھی منزلیں طے کرتے ہوئے عین الوردہ میں پہنچ جاؤ۔ وہ لوگ تو لشکروں کی چال سے آ رہے ہیں۔ تم سب سوار ہو' واللہ میں نے ایسے شاندار سوار بہت کم دیکھے ہیں۔ تم آج ہی سے وہاں جانے کا سامان کر لو۔ مجھے امید ہے کہ تم ان سے پہلے وہاں پہنچ جاؤ گے۔ اگر ان سے پیشتر تم عین الوردہ پر پہنچ جاؤ۔ تو میدان میں نکل کر ان سے یوں قتال نہ کرنا۔ برچھیاں چل رہی ہیں۔ کمانیں کڑک رہی ہیں۔ وہ لوگ تم سے بہت زیادہ ہیں۔ کہیں وہ تم کو گھیر نہ لیں تم ان کے سامنے ٹھہرو ہی نہیں کہ تیر چلیں اور برچھیاں تنیں۔ تمہارے پاس اتنے لوگ ہی کہاں ہیں۔ جتنے ان کے لشکر میں ہیں۔ اگر تم ذرا بھی ان کی زد پر ٹھہرو گے۔ تو اسی وقت وہ تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ ان سب جب مقابلہ ہو جائے۔ تو تم اپنی فوج میں صف بندی نہ کرنا۔ اس لیے کہ تمہارے پاس پیادے نہیں ہیں۔ تم سب کے سب سوار ہو۔ وہ تمہارے مقابلہ میں پیادے اور سوار دونوں لے کر آئیں گے۔ سوار پیادوں کی کمکپر رہیں گے۔ اور پیادے سواروں کی۔ تمہارے ساتھ پیادے کہاں۔ جو سواروں کی کمک کرتے تم کو چاہیے۔ کہ سواروں کے دستے اور رسالے بنا کر دشمن کا مقابلہ کرو۔ اور اس کے میمنہ ومیسرہ کے درمیان اپنے رسالوں کو پھیلا دو۔ ان میں سے ایک پر حملہ ہو تو دوسرا بڑھ کر سواروں کو اور پیادوں کو ہٹائے اور ہر رسالہ جب چاہے میدان کی طرف بڑھ جائے۔ اور جب چاہے پیچھے سرک آئے۔ اگر تم ایک ہی صف باندھ کر لڑو گے۔ تو جب پیادے تم پر حملہ کر دیں گے تو صف ٹوٹ جائے گی اور شکست ہو جائے گی۔

توابین کی قرقیسا سے روانگی:

پھر وہاں ٹھہر کر زفر نے سب کو رخصت کیا۔ اور خدا سے دعا کی۔ کہ ان لوگوں کا حافظ و مددگار رہے۔ سب نے اس کی ستائش کی۔ اور اسے دعائیں دیں۔ سلیمان نے کہا۔ کیا اچھا مہمان نواز اے شخص تو ہے۔ ہم لوگوں کے اتر پڑنے کا احترام کیا۔ ضیافت کا

اہتمام کیا۔ مشورہ میں ہوا خواہی کی۔ اس کے بعد سب جلد جلد قدم اٹھاتے روانہ ہوئے۔ دو دو منزل کی ایک ایک منزل کرتے جاتے تھے۔ مقام ساع میں پہنچ کر سلیمان نے زفر کے مشورہ پر رسالوں کو مرتب کیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر دشمنوں سے پیشتر عین الوردہ پر سب لوگ پہنچ گئے۔ اور جانب غربی میں سب لشکر کو ڈال دیا۔ پانچ دن تک وہیں ٹھہرے رہے۔ مطمئن اور آسودہ ہو گئے۔ گھوڑوں کو بھی آرام ملا۔

سلیمان بن صرد کا خطبہ جہاد:

اس کے بعد اہل شام کا لشکر یہاں سے ایک دن کی راہ پر آ گیا۔ سلیمان بن صرد نے خطبہ پڑھا۔ حمد باری تعالیٰ میں بہت طول دیا۔ پھر ثنائے الٰہی دیر تک بیان کیا۔ پھر آسمان وزمین وکوہ ودریا میں جو خدا کی نشانیاں جو پائی جاتی ہیں۔ انکو بیان کیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا۔ دنیا سے نفرت اور آخرت سے رغبت ظاہر کی۔ اور بیان میں اتنا طول دیا۔ کہ راوی کو یاد رکھنا دشوار ہو گیا۔ پھر کہا خدا تمہارے اس دشمن کو تمہارے پاس لے آیا۔ جس کے لیے رات دن تم سرگرم سیر تھے۔ تم توبہ نصوح اور ملاقات باری تعالیٰ کا ارادہ عذر گناہ کرنے کے لیے رکھتے ہو۔ وہ لوگ تمہارے پاس آ گئے۔ بلکہ تم خود ہی ان کے پاس ان کے گھر میں ان کی سرحد میں چڑھ آئے۔ اب ان سے مقابلہ کے وقت اپنی ساکھ اور ثابت قدمی دکھا دو۔ دیکھو دشمن کے سامنے سے کوئی منہ نہ پھیرے۔ کسی بھاگنے والے کو یا کسی زخمی کو قتل نہ کرو۔ جو اسیر کہ تمہارے عقیدہ پر ہو اسے بھی قتل نہ کرو۔ ہاں اگر اسیر ہو کر بھی وہ تم سے قتال کرے۔ یا وہ شخص قاتلوں میں ہو۔ ہمارے برادران مومنین رحمۃ اللہ علیہم کے جو کربلا میں قتل ہوئے ہیں تو اسے قتل کرو۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس عقیدہ والوں کے ساتھ یہی سیرت تھی۔

جیش مسیّب کی روانگی:

اس کے بعد سلیمان نے کہا۔ میں قتل ہو جاؤں' تو مسیّب سب کے امیر ہیں۔ مسیّب بھی کام آ جائیں تو عبداللہ بن سعد۔ ان کے بعد عبداللہ بن وال ان کے بعد رفاعہ سب کے رئیس ہوں گے۔ خدا اس شخص پر رحمت کرے۔ جو اپنے اس عہد پر جو خدا سے اس نے کیا ہے۔ قائم رہے اور اسے سچ کر کے دکھا دے۔ پھر مسیّب کو چار سو سواروں کے ساتھ یہ حکم دے کر روانہ کیا۔ کہ جاؤ پہلا لشکر جو دشمن کا تم کو ملے تو اسے تاراج وتباہ کر دو۔ اگر تمہاری مرضی کے موافق نتیجہ ہو تو خیر ورنہ اپنے لشکر میں پلٹ آنا۔ دیکھو ہرگز تم نہ اترنا۔ نہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو اترنے دینا۔ نہ کسی کو آگے بڑھ آنے دینا' ہاں اگر ایسی ہی مجبوری ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

عبداللہ بن عوف کی فال:

حمید بن مسلم بھی مسیّب کے رسالہ میں تھا۔ کہتا ہے۔ ہم لوگ ایک دن رات چلتے رہے۔ صبح ہوتے ایک جگہ اترے گھوڑوں کے منہ پر توبرے چڑھا دیئے۔ اور اتنی دیر کے لیے ہم اونگھ گئے کہ گھوڑے دانہ کھا لیں۔ پھر سوار ہو کر چلے۔ نور کا تڑکا ہو گیا۔ گھوڑوں سے اتر کر ہم نے نماز پڑھی۔ مسیّب پھر سوار ہوئے اور ہم لوگ بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر چڑھے۔ مسیّب نے سو سوار ساتھ کر کے ابو جویریہ کو ایک سو بیس سواروں کے ساتھ عبداللہ بن عوف کو اتنے ہی سوار حنش بن ربیعہ کو دیئے۔ اور سو سوار اپنے پاس رہنے دیئے۔ ابو جویریہ سے کہا جاؤ' دیکھو سب سے پہلے جو شخص تم کو ملے میرے پاس لے آؤ۔ سب سے پہلے ایک اعرابی ملا۔ گدھے ہنکاتا جاتا تھا۔ اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

یا مال لا تجعل إلی صحبی   و اسرح فانك آمن السرب

ترجمہ: ''اے میرے مال چلنے میں جلدی نہ کر کہ اطمینان سے چل راہ میں کوئی کھٹکا نہیں ہے''۔

عبداللہ بن عوف نے کہا اے حمید بن مسلم خوش ہو تم ہے رب کعبہ کی یہ بشارت ہے۔ پھر صاحب حمار سے پوچھا۔ اے اعرابی تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا بنی تغلب۔ کہا واللہ غلبہ ہوگا۔ ہم لوگوں کو ان شاء اللہ! اتنے میں مسیّب بھی اس مقام پر پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے اعرابی سے جو سنا تھا۔ ان سے بیان کیا اور اعرابی کو ان کے پاس بھی لے آئے مسیّب نے کہا۔ تمہارے اس کہنے سے کہ اے حمید بن مسلم خوش ہو۔ مجھے خوشی ہوئی۔ مجھے امید ہوتی ہے کہ تم خوش ہو گے۔ جو بات تمہارے خوش ہونے کی ہے وہی ہو گی تم اپنے کام کو خوبی سے انجام دو گے۔ اور دشمن سے محفوظ رہو گے۔ یہ بہت اچھی فال ہے رسول اللہ ﷺ بھی فال سے خوش ہوتے تھے۔

مسیّب کا ابن ذی الکلاح پر حملہ:

پھر مسیّب نے اعرابی سے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ ان لوگوں کے لشکروں میں کون سا لشکر ہم سے قریب تر ہے۔ کہا ابن ذی الکلاح کا لشکر تم سے قریب تر ہے۔ اور اس لشکر کے رئیس میں اور حصین میں اس بات پر اختلاف ہو گیا ہے۔ کہ حصین خود کو تمام جماعت کا سردار کہتا تھا۔ ابن ذی الکلاح نے کہا۔ تم مجھ پر سردار نہیں ہو سکتے۔ ابن زیاد کو دونوں نے اس باب میں لکھا ہے۔ اور اس کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ ابن ذی الکلاح کا لشکر تم سے ایک میل کے فاصلہ پر پہنچ گیا ہے۔ یہ سن کر سب لوگ ابن ذی الکلاح پر حملہ کرنے کے لیے باستعجال روانہ ہوئے۔ ان کو خبر بھی نہ تھی۔ کہ کہ اچانک یہ لوگ جا پہنچے۔ اور لشکر کے ایک پہلو پر حملہ کر دیا۔ وہ زیادہ دیر تک نہ لڑ سکے۔ بھاگ نکلے۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو قتل کیا۔ اور بہت لوگوں کو زخمی کر دیا۔ وہ بہت سے چوپائے ان کے ہاتھ آئے۔ اہل شام لشکر گاہ کو ان پر چھوڑ کر فرار ہو گئے اور جو جو چیزیں بآسانی یہ اٹھا سکتے تھے۔ اٹھالیں۔ اب مسیّب نے واپس ہونے کی ندا کی۔ کہا تم نے فتح پائی۔ غنیمت پائی۔ صحیح و سالم رہے بس اب پلٹ چلو غرض سب یہاں سے پلٹ کر سلیمان کے پاس آئے۔

حصین بن نمیر کی روانگی:

ابن زیاد کو جو یہ خبر پہنچی اس نے فوراً حصین بن نمیر کو روانہ کیا۔ وہ بارہ ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ میں آیا۔ جمادی الاولیٰ کی بائیسویں تاریخ بدھ کے دن دونوں لشکروں میں صف بندی ہوئی۔ سلیمان نے اپنے میمنہ پر عبداللہ بن سعد کو میسرہ پر مسیّب کو مقرر کیا اور قلب لشکر میں وہ خود رہے۔ حصین نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا۔ کہ جبلہ کو میمنہ پر اور ربیعہ غنوی کو میسرہ پر رکھا اس کے بعد حملہ کر دیا۔ قریب آ کر سلیمان اور ان کے اصحاب کو عبدالملک بن مروان کی اطاعت اختیار کرنے کی دعوت دی ان لوگوں نے ان سے یہ خواہش کی۔ کہ ابن زیاد کو ہمارے حوالہ کر دو۔ کہ ہم اسے اپنے بعض برادر ایمانی کے قصاص میں قتل کریں۔ اور عبدالملک کو معزول کر دو اور ہمارے شہروں سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ والوں کو نکال دو۔ ہم اپنے پیغمبر ﷺ کے اہل بیت کی طرف خلافت کو منتقل کریں گے۔ اسی گھر سے نعمت و کرامت ہم کو حاصل ہوئی ہے۔

معرکہ عین الوردہ:

انہوں نے ان کی بات نہ سنی۔ انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ سلیمان کے میمنہ نے شامیوں کے میسرہ پر حملہ

کیا۔ اور شکست دی میسرہ نے ان کے میمنہ پر حملہ کیا۔ سلیمان نے قلب لشکر کے ساتھ ساری جماعت پر حملہ کیا۔ شامیوں کو شکست در شکست ہوئی۔ مجبور ہو کر اپنی لشکر گاہ میں واپس ہوئے۔ تاریکی شب تک اہل عراق برابر ظفر مند رہے شامیوں کو ان کی لشکر گاہ تک پسپا کر کے اپنے لشکر میں واپس آئے۔

ابن ذی الکلاع کی کمک:

صبح کو ابن ذالکلاع آٹھ ہزار کا لشکر لے کر ان کی کمک پر پہنچا۔ ابن زیاد نے اسے گالیاں لکھیں۔ سخت سست کہا۔ اور کہا تو نے احمقوں کی سی حرکت کی اپنے لشکر کو اپنے مورچوں کو تباہ کیا۔ تجھے حصین کے پاس جانا چاہیے۔ وہی امیر جماعت ہے۔ ابن ذالکلاع اور سب اہل شام صف آرا ہوئے۔ توابین اس دن اس طرح لڑے۔ کہ جوان و پیر میں سے کسی نے ایسی جنگ نہ دیکھی ہوگی۔ نماز کے سوا تمام دن ذرا دم نہ لیا۔ شام کو لڑائی موقوف ہوئی۔ دونوں طرف کے بہت سے جنگجو زخمی ہو گئے تھے۔ اس لشکر میں تین شخص کڑکیت اور بڑے خوش بیان تھے۔ رفاعہ بجلی‘ صحیر مری‘ ابوالجویریہ عبدی‘ رفاعہ برابر اہل میمنہ کو جہاد کی ترغیب دیتے رہے۔ ابوالجویریہ دوسرے دن کی لڑائی میں دن چڑھے تک زخمی ہو گئے۔ اور اپنے بستر پر چلے آئے تھے۔ صحیر تمام رات لشکر میں گشت کرتے رہے اور سب سے کہتے تھے۔ اے بندگان خدا کرامت و رضوان الٰہی کی تم کو بشارت ہو۔ اب اپنے دوستوں سے ملنے میں جنت کے داخل ہونے میں دنیا کی اذیتوں سے راحت پانے میں اتنی بات رہ گئی ہے۔ کہ اس حریص و لئیم نفس امارہ سے مفارقت حاصل ہو۔ واللہ جو شخص یہ باب جانتا ہے۔ وہ اس سے مفارقت پر خوشی خوشی آمادہ ہوگا۔ اور اپنے پروردگار کی ملاقات سے مسرور ہوگا۔

توابین کا جذبہ شہادت:

اسی حالت میں صبح ہوگئی‘ صبح کو ادہم باہلی دس ہزار کا لشکر لے کر وارد ہوا۔ اسی وقت سے ہنگامہ کارزار گرم ہوگیا۔ یہ تیسرا دن جنگ کا جمعہ کا تھا۔ دن چڑھے تک بہت سخت جنگ ہوتی رہی۔ اس کے بعد اہل شام ہر طرف سے توابین پر ٹوٹ پڑے۔ سلیمان نے جو اپنے اصحاب کو اس مصیبت میں دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور ندا کی۔ بندگان خدا جسے اپنے پروردگار سے ملاقات کرنا منظور ہو‘ جسے اپنے گناہ سے توبہ اپنے عہد کو پورا کرنا مقصود ہو‘ وہ میرے ساتھ آئے۔ یہ کہہ کر تلوار کے میان کو توڑ ڈالا۔ اور بہت سے لوگ ان کی آواز پر اتر پڑے۔ اور تلواروں کی کاٹھیوں کو توڑ توڑ کر سب نے پھینک دیا۔ یہ سب لوگ سلیمان کے ساتھ ساتھ پیدل چلے۔ ان لوگوں کے گھوڑے لشکر میں سے ہوتے ہوئے کسی طرف نکل گئے۔

ابن صرد اور مسیّب کی شہادت:

اب انہوں نے ایسی شمشیر زنی کی کہ سب لوگ حملہ کرنے کو تلواریں سونت کر گھوڑوں سے کود پڑے۔ کاٹھیوں کو توڑ توڑ کر پھینک دیا۔ سواروں نے سواروں پر حملہ کیا۔ تلوار چلی۔ اہل شام میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور بہت شامیوں کو زخمی کر دیا۔ حصین نے ان کے ثبات قدم ان کی سطوت کو دیکھ کر پیادوں کو بھیجا کہ ان کو تیروں کا نشانہ بنائیں۔ اب سواروں نے اور پیادوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی حالت میں سلیمان بن صرد رحمۃ اللہ علیہ قتل ہو گئے۔ ان کو یزید بن حصین نے تیر مارا۔ تیر کھا کر گرے۔ پھر حملہ کیا‘ پھر گرے۔ ان کے بعد مسیّب نے علم اٹھا لیا۔ اور سلیمان سے خطاب کر کے کہا بھائی رحمت ہو خدا کی تم پر جو کہا تھا۔ وہی کیا۔ اور جو تمہارے ذمہ تھا۔ اس کام کو تم نے پورا کر دیا۔ ہمارے ذمہ جو کام ہے۔ وہ ابھی باقی ہے۔ یہ کہہ کر مسیّب نے علم لے کر حملہ کیا۔ اور

ایک ساعت لڑتے رہے۔ اس کے بعد واپس آئے۔ پھر حملہ کیا اور لڑے پھر واپس آئے۔ اسی طرح بہت دفعہ حملہ کر کر کے واپس آئے۔ پھر قتل ہو گئے۔

مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت:

فروہ بن لقیط نے مسیّب کے غلام آزاد کو شبیب بن یزید خارجی کے ساتھ مدائن میں دیکھا۔ باتوں باتوں میں عین الوردہ کے لوگوں کا ذکر آیا۔ تو اس شیخ نے کہا۔ واللہ! مسیّب اور ان کے ساتھ والوں سے بڑھ کر میں نے کسی کو شجاع نہیں دیکھا۔ عین الوردہ کی جنگ میں مسیّب کو دیکھا کہ اس زور سے وہ قتال کر رہے تھے۔ کہ میرے گمان میں بھی یہ بات نہیں آتی۔ کہ ایک شخص اس طرح سے قتال کرے۔ اور اس طرح دشمنوں کو تباہ کر سکے۔ بہت لوگوں کو انہوں نے قتل کر ڈالا۔ وہ اپنے قتل ہونے سے پیشتر یہ شعر پڑھتے تھے۔ اور لڑتے جاتے تھے۔

لقد علمت میالة الذوائب واضحة اللبات و الترائب

ترجمہ: ''یعنی وہ پریشان زلفوں والی وہ گورے گورے شکم اور پسلیوں والی اب تو جان گئی۔

انی غداة الروع و التغالب اشجع من ذی لبد مواثب

قطاع اقران مخوف الجانب

ترجمہ: کہ روز نبرد وآورد میں شیر سے بڑھ کر دلیر ہوں جو متواتر حملے کرنے والا ہو۔ میں اپنے حریف کے ٹکڑے اڑا دیتا ہوں میرے قریب آنے کا کسی کو ہواؤ نہیں پڑتا''۔

عبداللہ بن سعد کی علمبرداری:

مسیّب کے قتل ہونے کے بعد عبداللہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے لشکر کا علم اٹھایا۔ اور کہا ''میرے دونوں بھائیو! یعنی کوئی اپنی جان دے چکا۔ کوئی انتظار کر رہا ہے۔ ان لوگوں نے کسی طرح کی تبدیل وتحریف نہیں کی'' اس آیت کو پڑھ کر بنی ازد کے جو لوگ ان کے ساتھ تھے۔ انہیں لے کر قتال پر آمادہ ہوئے۔ بنی ازد علم کو گھیرے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں تین سوار وارد ہوئے۔ عبداللہ طائی وکثیر مزنی وسعر حنفی۔ یہ تینوں سوار سعد بن حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک سو ستر شخصوں میں اہل مدائن کے شامل تھے۔

توابین مدائن وبصرہ کی روانگی:

سعد نے مدائن سے روانہ ہونے کے دن ان تین سواروں کو راہوار گھوڑوں پر جن کے سم ترشے ہوئے تھے۔ جن کے ڈیل چھریرے کیے ہوئے تھے۔ روانہ کیا تھا۔ کہ جاؤ ہمارے بھائیوں کو ہم لوگوں کی روانگی کا مژدہ دو کہ ان کے دل قوی ہو جائیں۔ اور ان کو یہ خبر بھی دو۔ کہ بصرہ سے بھی تین سو شخص مثنی عبدی کے ساتھ تمہاری کمک کے لیے نکل چکے تھے۔ سعد کے نکلنے کے پانچ دن بعد بصرہ والے بہر یسر تک پہنچ گئے تھے۔ اور سعد کو مدائن سے روانہ ہونے کے پیشتر ہی معلوم ہو گیا تھا۔ کہ بصرہ سے لوگ مثنی کے ساتھ نکل چکے ہیں۔

کثیر مزنی کی شہادت:

غرض وہ تینوں سوار جب میدان کارزار میں پہنچے تو یہ مژدہ انہوں نے دیا۔ کہ مدائن سے اور بصرہ سے تمہارے بھائی تمہاری نصرت کے لیے آ رہے ہیں۔ عبداللہ بن سعد نے یہ سن کر جواب دیا۔ کاش ہماری زندگی میں یہاں تک پہنچ گئے ہوتے۔ اب خوشخبری

کے لانے والوں نے اپنے بھائیوں کا حال غور سے دیکھا۔ بہت سے لوگ قتل ہو گئے۔ بہت سے جاں بلب مجروح ہیں۔ یہ دیکھ کر سب رونے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ ایسی حالت انہوں نے دیکھی کہ نہ دیکھی گئی۔ اس پر عبداللہ نے کہا۔ بھائیو! اسی آرزو میں تو ہم آئے تھے۔ پھر سب کے ساتھ شریک ہو کر نہایت اطمینان سے لڑتے رہے۔ مزنی قتل ہو گیا۔ تو سب لوگ بیتاب ہو گئے۔ اور حنفی کو بھی برچھی لگی۔ اور وہ کشتوں میں گر پڑے۔ پھر لوگ انہیں اٹھا کر لے گئے اور وہ بچ گئے طائی کو بھی برچھی لگی۔ ان کی ناک پر زخم آ گیا۔ انہوں نے بڑی شمشیر زنی کی یہ شاعر و شہسوار تھے۔ یہ مصرعے پڑھنے شروع کیے۔

قد علمت ذات القوام الرود ان لست بالوانی ولا الرعدید

یوما و لا بالفرق الحیود

ترجمہ: ''یعنی وہ معشوقہ نازنین سی قد اب تو جان گئی۔ کہ میں کسی جنگ میں سست و ترسان و خائف و روکش نہیں ہوں''۔

عبداللہ بن سعد کی شہادت:

اہل شام طرف سے ربیعہ بن مخارق نے بہت شدید حملہ کیا۔ توابین نے بھی بہت سخت جنگ کی اس کے بعد ربیعہ اور عبداللہ میں تلوار چل گئی مگر دونوں کے وار ایک دوسرے پر کاری نہ ہوئے۔ اب یہ دونوں لپٹ گئے۔ اور زمین پر آ رہے۔ پھر اٹھے اور ڈگمگا گئے۔ ربیعہ کے بھتیجے نے عبداللہ کی ہنسلی پر برچھی مار کر انہیں قتل کیا۔ عبداللہ بن عوف نے ربیعہ کو برچھی مار کر گرا دیا۔ زخم کاری نہ تھا۔ یہ پھر اٹھا اور دوبارہ ابن عوف نے اس پر حملہ کیا۔ ربیعہ کے ساتھیوں نے ابن عوف پر برچھی کا وار کر کے گرا دیا۔ اور ربیعہ کو بچا لے گئے۔

خالد بن سعد کی شہادت:

خالد بن سعد نے کہا میرے بھائی کو کس نے قتل کیا ہے مجھے بتاؤ لوگوں نے ربیعہ کے بھتیجے کی طرف اشارہ کیا۔ خالد نے دوڑ کر اس کے سر پر تلوار کا وار کیا حریف اس سے لپٹ گیا۔ خالد زمین پر گرا دونوں لشکروں سے لوگ دوڑ پڑے لیکن شامیوں کی کثرت تھی۔ اور توابین تھوڑے وہ لوگ حریف کو بچا لے گئے اور خالد کو قتل کرتے گئے۔ رایت کے پاس اب کوئی نہ تھا۔

علمبردار عبداللہ بن وال:

یہاں کے جب بہت سے شہسوار میدان جنگ میں کام آ چکے تو انہوں نے عبداللہ بن وال کو پکارا۔ عبداللہ بن وال اور ان کے ساتھیوں کو اہل شام ادھر آنے سے روکے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر رفاعہ بن شداد نے حملہ کر کے شامیوں کو منتشر کر دیا۔ اب علم کی طرف ابن وال بڑھے۔ دیکھا کہ عبداللہ بن خازم علم کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی ابن خازم نے پکار کر کہا لو اپنا علم مجھ سے لے لو۔ ابن وال نے کہا خدا کی رحمت ہو تم پر میرے بدلے تمہیں لئے رہو۔ جو تمہارا حال ہے وہی حال میرا بھی ہے۔ کہا تمہیں اپنے علم کو لو مجھے جہاد کرنے دو۔ کہا تم جس حالت میں ہو یہ بھی جہاد ہے اور ثواب کا کام ہے۔ اب اور لوگ بھی ابن خازم سے پکار پکار کر کہنے لگے خدا کی رحمت ہو تم پر امیر لشکر کی اطاعت کرو۔ یہ سن کر ابن خازم تھوڑی دیر تک اور علم کو سنبھالے رہے۔

عبداللہ بن وال کا شدید حملہ:

پھر ابن وال نے ان سے علم لے لیا اور توابین سے عصر کے وقت مخاطب ہو کر کہا۔ جو ایسی زندگانی چاہتا ہے جس کے بعد

موت نہیں جو ایسی راحت کا خواہاں ہو۔جس کے بعد کوئی تکلیف نہیں ۔جو ایسی خوشی کا خواستگار ہو۔جس کے بعد کوئی غم نہیں انہیں چاہیے کہ ان بے ادبوں سے جہاد کرنے میں اپنے پروردگار سے تقرب حاصل کریں۔ بھائیو! تم پر خدا کی رحمت ہو۔شام ہم کو بہشت میں ہوگی۔ یہ کہہ کر اپنے اصحاب کے ساتھ لشکر شام پر حملہ کیا۔ بہت سے شامیوں کو قتل کیا بڑی دیر تک تمام لشکر کو پسپا کر دیا۔اہل شام بھاگے اور پھر بڑا ہجوم ساتھ لے کر پلٹے ہر طرف سے توابین کو دباتے ہوئے اس مقام تک لے گئے جہاں یہ لوگ حملہ آور ہونے سے پیشتر ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ ایسا مقام تھا کہ ایک رخ کے سوا کسی اور طرف سے ان پر حملہ نہیں ہوسکتا تھا۔

اوہم باہلی کا عبداللہ ابن وال پر حملہ:

شام کے وقت اوہم باہلی توابین سے قتال کرنے پر آمادہ ہوا۔اور بہت سے سوار اور پیادوں کو لے کر اس نے حملہ کیا۔عبداللہ بن وال اس جنگ میں قتل ہو گئے۔ اوہم باہلی نے ان کو قتل کیا۔وہ خود لوگوں سے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ذکر کرتا تھا۔کہ امرائے عراق میں سے عبداللہ بن وال کا مجھ سے مقابلہ ہوا۔یہ شخص یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. یعنی جو جو لوگ راہ خدا میں قتل ہو گئے انہیں مردہ نہ سمجھو وہ تو زندہ ہیں۔خوش ہیں اپنے خدا کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔ مجھے یہ سن کر غصہ آیا میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ لوگ ہم کو مشرکین کے مثل سمجھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ ہم جس کو قتل کرتے ہیں وہ شہید ہوتا ہے۔

عبداللہ بن وال کی شہادت:

میں نے اس پر حملہ کیا بائیں ہاتھ پر اس کے وار کیا۔ہاتھ اڑ گیا تو میں نے ذرا سرک کر پوچھا میں جانتا ہوں۔اس وقت تجھے آرزو ہوگی کہ کاش! میں بیٹھ رہا ہوتا۔ابن وال نے جواب دیا تیرا خیال غلط ہے۔واللہ مجھے اس کی بھی آرزو نہیں۔ کہ میرے ہاتھ کے بدلے تیرا ہاتھ قطع ہوتا۔ہاں تیرا ہاتھ قطع کرنے پر اگر اتنا ہی ہوتا۔جتنا اجر اپنے ہاتھ کے قطع ہو جانے میں حاصل ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں؟ کہا: اس لئے کہ میرا ہاتھ کاٹنے میں خدا تیرے گناہ کو شدید کر دے اور میرے ہاتھ کا اجر عظیم مجھے دے۔ یہ سن کر مجھے اور بھی غصہ آیا۔ میں نے سواروں کو اور پیادوں کو جمع کر کے اس پر اور اس کے اصحاب پر حملہ کیا۔اور اسے برچھی مار کر میں نے قتل کیا۔ وہ میری طرف منہ کیے رہا۔ برچھی کے وار سے اپنے کو نہ بچایا۔لوگوں سے میں سنتا ہوں۔ کہ عراق کے ان فقہا میں سے تھا۔ جو صوم وصلوٰۃ میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں۔اور جن سے لوگ فتویٰ لیا کرتے ہیں۔عبداللہ بن وال کے قتل ہو جانے کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ ابن خازم بھی انہیں کے پہلو میں قتل کیے ہوئے پڑے ہیں۔

رفاعہ بن شداد کا علم اٹھانے سے انکار:

اس وقت رفاعہ بن شداد سے ولید بن غصین نے کہا اپنے لشکر کا علم اٹھاؤ۔ ولید نے یہ جواب سن کر کہا انا للہ تمہیں کیا ہو گیا۔کہا ہم سب لوگوں کو پلٹ چلنا چاہیے۔شاید خدا پھر کوئی ایسا موقع دے جس میں ہم دشمنوں پر غلبہ پا سکیں۔ یہ سنتے ہی عبداللہ بن عوف نے چھپٹ کر رفاعہ سے کہا واللہ تم نے تو مار ڈالا۔ اگر ہم اس وقت میدان سے پلٹے تو یہ سب ہمارے پیچھے دوڑ پڑیں۔ ایک فرسخ تک جاتے جاتے ہم سب لوگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔کوئی بچ کے نکل بھی گیا۔تو اس کو اعرابی وروستائی دشمنوں کے خوش کرنے کو پکڑ لے جائیں گے۔اور وہ رسی میں بندھا ہوا قتل کیا جائے گا۔خدا کے واسطے ایسا نہ کرنا۔لو آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے اور اندھیری رات

ہونے کو ہے۔ ہم اسی طرح گھوڑوں پر سوار لڑتے رہیں گے کہ ابھی تک تو ہم بھاگے نہیں ہیں۔ جب رات کی تاریکی چھا گئی اوّل شب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑا دیں گے۔ یوں ہی صبح تک چلتے رہیں گے۔ پھر یہ تو دیکھئے اس صورت میں کیا اطمینان ہے اپنے اپنے زخمیوں کو ساتھ لے چلیں گے۔ اپنے اپنے ساتھیوں کا انتظار کر سکیں گے دس بیس شخص ساتھ مل کر چلیں گے۔ سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کس رخ پر جانے والے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کا ساتھ نباہ لے جائے گا۔ مگر تم جو سوچے ہو اس کا انجام یہ ہوگا کہ ماں بیٹے کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ کس رخ پر جانا چاہیے۔ کہاں مرنا چاہیے۔ کہاں اترنا چاہیے اور پھر صبح ہوتے ہوتے ہم میں سے کوئی تو قتل ہو گیا ہے کوئی اسیر و دستگیر ہے۔

رفاعہ بن شداد کی علمبرداری:

رفاعہ نے کہا کیا اچھی رائے تم نے دی ہے یہ کہہ کر ابن غصین کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس سے پوچھا۔ تم علم کو لیے رہو گے یا میں لے لوں۔ کہا میرا وہ ارادہ نہیں ہے۔ جو تم سوچے ہوئے ہو میں اپنے پروردگار کی ملاقات کا مشتاق ہوں' اپنے بھائیوں کے ساتھ مل جانے کا آرزومند ہوں۔ میں دنیا سے نکل کر آخرت کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ تم کو مال دنیا کی خواہش ہے' جان پیاری ہے۔ دنیا کے چھوڑنے کو تمہارا جی نہیں چاہتا۔ واللہ مجھے آرزو ہے کہ تمہیں عقل آئے۔ یہ کہہ کر رفاعہ کے ہاتھ میں علم دے دیا۔ اور حملہ کرنے کو شامیوں کی طرف بڑھے۔

ولید بن غصین کا شدید حملہ وشہادت:

ابن عوف نے یہ دیکھ کر ان سے کہا رحمک اللہ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ شریک ہو کر لڑو۔ دیکھو اپنے ہاتھوں خود کو تہلکہ میں نہ ڈالو۔ اسی طرح انہیں قسمیں دے دے کر جان دینے سے روکا اہل شام نے پکارنا شروع کیا۔ یہ لوگ بھی بڑے جوش میں بڑھ بڑھ کر شام کے شہسواروں سے اور بڑے بڑے بہادروں سے شمشیر زنی کرنے لگے۔ نہ ان کا کوئی شخص کسی بات میں ذرا چوکا۔ نہ کسی طرح یہ لڑنے سے تھکے۔ کہ دشمن کا قابو چل جاتا۔ عشاء کے وقت تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ ابن غصین شام ہونے سے پہلے ہی قتل ہو گئے۔

عبداللہ بن عزیز کی شہادت:

عبداللہ بن عزیز کندی[1] اپنے ایک چھوٹے سے لڑکے محمد کو ساتھ لے کر نکلے اور کہا اے اہل شام کیا تم میں کوئی شخص بنی کندہ کا ہے۔ یہ سن کر کچھ لوگ لشکر سے نکلے اور کہا ہم لوگ کندی ہیں۔ کہا اپنے بھتیجے کو مجھ سے لے لو اسے اپنے خاندان کے لوگوں کے پاس کوفہ میں بھیج دینا۔ میں عبداللہ بن عزیز کندی ہوں' انہوں نے کہا تم ہمارے ابن عم ہو تمہارے لیے امان ہے۔ عبداللہ کندی نے جواب دیا۔ واللہ میں اپنے بھائیوں کے مقتل سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ یہ ایسے برادران ایمانی تھے جن سے شہروں میں اجالا تھا۔ جن سے زمین اپنی جگہ پر قائم تھی۔ ذکر خدا ایسے ہی لوگوں کے دم سے جاری تھا۔ ان کے بیٹے نے رونا شروع کیا تو کہنے لگا۔ اے فرزند! اگر طاعت خدا سے بڑھ کر کسی چیز کو میں سمجھتا تو بے شک سمجھ کو سمجھتا۔ شامیوں میں جو لوگ ان کے خاندان کے تھے۔ انہوں نے بہت

---

[1] تاریخ کامل میں کندی کی جگہ کنانی ہے۔ ۱۲۔ ع۔ ح

قسمیں انہیں دیں۔ ان کے فرزند کا اپنے باپ کے لیے تڑپنا اور رونا ان سے نہ دیکھا گیا۔ یہ لوگ بھی بے اختیار رونے لگے۔ عبداللہ کندی اب اس طرف مڑے۔ جدھر ان کے اصحاب تھے۔ اور شامیوں کی صف پر قریب شام حملہ کیا۔ اور جب تک قتل نہیں ہو لیے لڑے گئے۔

کریب حمیری کی آمد:

اسی شام کا ذکر ہے کہ ایک ابلق نشان ہاتھ میں لیے کریب حمیری کم سے کم کوئی سو آدمیوں کے ساتھ توابین کی جماعت میں آئے۔ یہاں یہ ذکر ہو رہا تھا۔ کہ شام ہو جانے کے بعد رفاعہ نے ایسا ایسا ارادہ کیا ہے۔ حمیری نے حمیر و ہمدان کے لوگوں کو بھی یہیں جمع کیا اور کہا بندگان خدا اپنے پروردگار کی طرف چلو! واللہ خوشنودی خدا اور توبہ کی برابری دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی میں نے سنا ہے کچھ لوگ تم میں سے دنیا ترک کرنے کے بعد پھر دنیا کی طرف پلٹ جانا چاہتے ہیں۔ اگر دنیا کی طرف پلٹیں گے تو پھر گنا ہوں میں مبتلا ہوں گے۔ میں تو واللہ! دشمن سے منہ نہیں پھیرنے کا۔ جب تک کہ اپنے بھائیوں کے پاس نہ پہنچ جاؤں' حمیری کے کہنے سے سب لوگ مان گئے۔ کہا جو تمہاری رائے وہی ہماری رائے ہے۔ اب یہ نشان لیے ہوئے لشکر شام کے قریب پہنچے۔

حمیری کی شہادت:

ابن ذی الکلاع نے نشان دور سے دیکھ کر کہا واللہ یہ نشان تو حمیری یا ہمدانی معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ نشان کے قریب آیا۔ باتیں ہوئیں اس نے کہا تم لوگوں کے لیے امان ہے ان کے رئیس نے جواب دیا۔ دنیا میں تو ہمارے لیے پہلے بھی امان تھی۔ ہم آخرت کی امان کے خواستگار ہو کر آئے ہیں۔ غرض یہ لوگ لڑے اور لڑتے لڑتے قتل ہو گئے۔ صحیر مرنی بنی مزنیہ کے تیس آدمیوں کو لے کر چلے۔ کہا راہِ خدا میں موت سے کیا ڈرتے ہو وہ تو ضرور آنے والی ہے۔ جس دنیا کو چھوڑ کر تم خدا کی طرف آ چکے اب اس دنیا کی طرف ہرگز نہ پلٹنا دنیا کیا باقی رہ جائے گی۔ خدا کے جس ثواب کی طرف تم راغب ہو چکے ہو اب اس سے منہ نہ پھیرنا تمہارے لیے وہ ثواب ہی بہتر ہے۔ جو خدا کے پاس ہے۔ غرض یہ لوگ بھی لڑے اور لڑتے لڑتے قتل ہو گئے۔

رفاعہ کی مراجعت:

اب شام ہو گئی اور اہل شام لشکر گاہ کی طرف پلٹ گئے۔ رفاعہ نے اپنے لشکر کے زخمیوں کو غور سے دیکھا۔ جن کو دیکھا کہ اعانت کے محتاج ہیں بس ان لوگوں کو ان کی قوم والوں کے حوالہ کر دیا۔ باقی سب کو ساتھ لے کر رات ہی کو روانہ ہو گیا۔ صبح ہوتے تینیز میں پہنچا۔ پھر خابور سے گذرا' اور پار اترنے کے تمام ذریعوں کو قطع کرتا گیا۔ اس کے بعد بھی جہاں جہاں اسے ایسے ذرائع ملے انہیں قطع کر دیا۔ حسین بن نمیر نے صبح کو دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ کہ سب لوگ چلے گئے۔ اس نے ان کے تعاقب میں کسی کو روانہ نہیں کیا۔ اپنے لشکر کو لے کر تعجیل کے ساتھ روانہ ہوا۔ رفاعہ نے ابو جویریہ کو ستر سواروں کے ساتھ اپنے لشکر کے پیچھے رکھا۔ اس کا یہ کام تھا۔ کہ اگر کسی شخص کا کچھ مال یا گٹھڑی راستہ میں پڑی مل جائے۔ تو وہ اسے اٹھا لیے اور پہنچوائے۔ اگر کوئی ڈھونڈھے یا خواہش کرے۔ تو رفاعہ کے پاس اس چیز کو بھیج دے۔ وہ لوگوں کو دکھا دے۔

زخمی توابین کی تیمارداری و مہمان نوازی:

اسی طرح چلتے چلتے خشکی کی راہ سے قرقیسیا تک یہ لوگ پہنچ گئے زفر نے جس طرح پہلے سب کے لیے دانہ چارہ بھیجا تھا۔ اب

بھی اسی طرح سے سب کی مدارات کی اور طبیبوں کو اس نے روانہ کیا۔ یہ بھی کہا کہ جتنے دنوں تمہارا جی چاہے ہمارے پاس قیام کرو ہم تمہارے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ یہ لوگ تین دن تک وہیں رہے۔ اس کے بعد جس کو جس قدر کھانا اور چارہ کی ضرورت ہوئی اپنے ساتھ لے لیا۔

توابین کی مثنیٰ عبدی سے ملاقات:

سعد بن حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جب مقام ہیت میں پہنچے۔ تو اعرابیوں نے توابین کا سارا حال ان سے بیان کیا۔ سعد یہ سن کر وہاں سے پلٹے۔ مقام صندودا میں مثنیٰ عبدی سے ملاقات ہوگئی۔ سعد نے جو سنا تھا۔ ان سے بیان کر دیا۔ یہ لوگ اسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ رفاعہ کے آنے کی خبر ملی۔ سب استقبال کے لیے قریہ باہر نکلے ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔ ایک کو دیکھ کر ایک رو دیا۔ اپنے بھائیوں کی خبر مرگ سنی سب ایک رات دن وہیں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد مدائن والے اس کی طرف بصرہ والے بصرہ کی جانب پلٹ گئے۔ کوفہ کے لوگ کوفہ میں واپس آئے۔ دیکھا کہ مختار قید میں ہیں۔

عبدالملک کا اعلان فتح:

اوہم باہلی نے جا کر عبدالملک کو فتح کی مبارک باد دی۔ یہ خبر سن کر وہ منبر پر گیا۔ حمد وثنائے باری تعالیٰ بجا لایا اور کہا۔ خدا نے رؤسائے عراق میں سے بڑے فتنہ انگیز وگم کردہ راہ سلیمان بن صرد کو ہلاک کیا۔ اور سنو! تلواروں نے مسیّب کے سر کو گیند کی طرح اچھال دیا۔ اور سنو خدا نے ان کے دو بڑے سرداروں کو جو بڑے گمراہ اور گمراہ کنندہ تھے۔ قتل کیا۔ عبداللہ ازدی اور عبداللہ بن وال اب ان لوگوں کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا۔ جو دفع یا منع کی قدرت رکھتا ہو۔

مختار ثقفی کا دعویٰ:

مختار ثقفی کوئی پندرہ دن خاموش رہا۔ اس کے بعد اپنے اصحاب سے کہا هذا اكثر من عشر. ودون الشهر ثم يجيئكم. بنباء هتر من طعن نتر و ضرب هبر، و قتل جم. و امر رجم فمن لها انا لها لا تكذبن انا لها. یعنی اپنے اس غازی کے لیے دن گن رکھو۔ دس دن سے زیادہ مہینہ بھر سے کم۔ اس کے بعد تم حیرت انگیز خبریں سن لینا کہ اچانک برچھی چل گئی اور ایک وار نے ٹکڑے اڑا دیئے۔ بہت لوگ قتل ہو گئے سنگسار ہو گئے۔ جانتے ہو یہ کام کون کرے گا۔ میں کروں گا۔ تم سے جھوٹ نہیں کہتا۔ میں اس کام میں کامیاب ہوں گا۔

مختار ثقفی کا خط بنام رفاعہ بن شداد:

رفاعہ جنگ میں الوردہ سے جب کوفہ میں واپس آئے ہیں تو مختار نے قید خانہ سے ان کو یہ خط لکھا' میں ان لوگوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ کہ جب وہ واپس ہوئے۔ تو خدا نے ان کو اجر عظیم دیا۔ پلٹ آئے تو خدا ان سے خوش رہا۔ یہ رب کعبہ تم لوگوں میں جس نے ایک قدم اٹھایا اور ایک گام چلا۔ خدا نے اس کو ملک دنیا سے عظیم تر ثواب عنایت کیا۔ سلیمان نے اپنی بات کو پورا کر دکھایا۔ سلیمان نے اپنی بات کو پورا کر دیا۔ خدا نے ان کو وفات دے کر ان کی روح کو انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کی ارواح میں شامل کیا۔ وہ ایسے سردار تمہارے نہ تھے کہ ان کے ساتھ تم فتح یاب ہو سکتے۔ ہاں میں وہ امیر ہوں جسے حکم مل چکا ہے۔ میں وہ امین ہوں جس پر بھروسہ کر لیا ہے۔ میں ظالموں کا قاتل' دشمنان دین سے انتقام لینے والا۔ ان سے قصاص کرنے والا ہوں۔ سامان کرو۔ مستعد

ہو جاؤ۔ خوش کرو۔ خوش خبری دو۔ میں کتاب خدا و سنت رسول اللہ ﷺ اور انتقام خون ناحق اہل بیت اور حمایت ضعفاء اور جہاد ظلمہ کی طرف تم کو دعوت دیتا ہوں' والسلام۔ مختار کے قید ہونے کی وجہ یہ ہوئی تھی۔ کہ لوگوں نے اس کی ان باتوں کا ذکر عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد کے سامنے کیا۔ وہ دونوں شخص ایک جماعت کو ساتھ لیے ہوئے مختار کے پاس آئے اور اسے گرفتار کر لیا۔

عبیدہ مزنی کی شہادت:

حمید بن مسلم کہتا ہے۔ کہ جب ہم لوگ عین الوردہ سے واپس ہونے لگے تو ہم میں سے عبداللہ بن غزیہ توابین کی لاشوں کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور کہا: رحمکم صدقتم و کذبنا و فررنا. تمہیں لوگ سچے ثابت قدم نکلے۔ ہم سب جھوٹے ہوئے اور بھاگ کر چلے۔ جب سب روانہ ہوئے۔ اور صبح ہوئی تو دیکھا گیا کہ عبداللہ بن غزیہ اور ان کے ساتھ کوئی بیس آدمی اور واپس ہونے پر اور دشمن سے پھر لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رفاعہ اور ابن عوف اور بہت سے لوگ آ کر کہنے لگے خدا کے لیے ہماری کمر کو اب نہ توڑو۔ تم ایسے خوش عقیدہ لوگ جب تک ہم میں ہیں۔ ہمارے لیے برکت و خیر ہے۔ غرض قسمیں دے دے کر ان لوگوں کو روک لیا۔ ان میں ایک شخص عبیدہ مزنی باز نہ آیا ہم سب کے ساتھ ساتھ چلا تو' مگر لوگوں کو اپنی طرف غافل پا کر پھر پلٹا' اور اہل شام تک پہنچتے ہی حملہ کر دیا۔ تلواریں لگاتے لگاتے تھکے اور قتل ہوئے۔ یہ مرد مزنی حمید بن مسلم کے دوستوں میں تھا۔

عبیدہ مزنی کی شہادت کا واقعہ:

اس دن سے حمید کو اس بات کی آرزو تھی۔ کہ ایسا کوئی شخص ملے جو مزنی کے تنہا حملہ کرنے کا واقعہ مجھ سے بیان کرے ایک زمانہ کے بعد حمید سے اور عبدالملک ازدی سے مکہ میں ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں جنگ عین الوردہ کا ذکر نکلا۔ ازدی نے کہا ان لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد نہایت عجیب واقعہ یہ ہوا۔ کہ ایک شخص نے آ کر تلوار کا مجھ پر وار کیا۔ میں بھی لڑنے پر آمادہ ہو گیا وہ بہت زخمی ہو گیا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا۔

انی من اللہ الی اللہ افر رضو انک اللہم ابدی و اسر

ترجمہ: ''میں اللہ سے اللہ ہی کی طرف بھاگ کر جاتا ہوں۔ اے خدا تیری خوشنودی کی آرزو میرے ظاہر و باطن میں ہے''۔

میں نے پوچھا تو کس خاندان سے ہے۔ کہا اولاد آدم سے۔ میں نے خاندان ہی کو پھر پوچھا۔ کہا اے کعبہ کے خراب کرنے والو! میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے پہچانو' سلیمان بن عمرو اس سے لڑنے کو نکلا۔ وہ اس زمانہ میں بہت قوی اور شہ زور تھا۔ دونوں شخصوں نے ایک دوسرے کو زخموں میں چور کر دیا۔ پھر ہر طرف سے اہل شام ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کیا۔ میں نے واللہ ایسا حملہ آور کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ ذکر سن کر حمید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ازدی نے پوچھا کیا تمہاری اس سے قرابت تھی۔ حمید نے کہا قرابت تو نہ تھی۔ یہ شخص خاندان مضر سے تھا۔ میرا دوست تھا۔ اور میرے بھائیوں میں تھا۔ کہا خدا تجھے روتا ہی رکھے۔ ایک شخص بنی مضر کا گمراہ ہو کر مارا گیا اور اسے روتا ہے۔ حمید نے کہا واللہ گمراہ ہو کر نہیں مارا گیا' وہ اپنے پروردگار کی ہدایت اور دلیل روشن پر مارا گیا۔ کہا جہاں وہ گیا' خدا تجھے بھی وہیں پہنچا دے' حمید نے کہا آمین اور تجھے حصین بن نمیر کی جگہ پہنچا دے اور اس کے ماتم میں خدا تجھے روتا رکھے۔

اعشیٰ ہمدانی کا قصیدہ:

واقعہ توابین پر اعشیٰ ہمدانی نے جو قصیدہ لکھا ہے اس کو بھی لوگ پہلے چھپایا کرتے تھے۔

توسل بالتقوی الی اللہ صادقا　　　وتقوی الا لہ خیر تکساب کاسب

ترجمہ: ''اس بزرگ نے راست بازی سے خوفِ خدا پر عمل کیا۔ اور خوفِ خدا کیا اچھی کمائی ہے۔

وخلی عن الدنیا فلم یلتبس بھا　　　و تاب الی اللہ الرفیع المراتب

ترجمہ: اس نے دنیا کو چھوڑا کوئی واسطہ اس سے نہ رکھا توبہ کرنے کو خدا سے رجوع ہوا۔

فوجھہ نحو الثویہ سائرا　　　الی ابن زیادنی الجموع الکباکب

ترجمہ: اس کو خدا نے سواروں کی جماعت کے ساتھ ابن زیاد سے مقابلہ کرنے کو ثویہ کی طرف روانہ کیا۔

بقوم ھم' اھل التقیہ و النھی　　　مصالیت انجاد سراۃ مناجب

ترجمہ: اس کے ساتھ صاحبانِ تقویٰ وفرہنگ تھے۔ جو دلیروں کے دلیر اور نجیبوں کے نجیب تھے۔

مضوا تارکی رای ابن طلحۃ حسبہ　　　ولم یستجیبوا للامیر المخاطب

ترجمہ: یہ لوگ کارِ ثواب سمجھ کر روانہ ہو گئے نہ ابن طلحہ کی رائے پر عمل کیا نہ امیر کوفہ کی بات کا جواب دیا۔

فساروا وھم من بین ملتمس التقیٰ　　　و آخر مما جربا لامس تائب

ترجمہ: یہ لوگ اس حالت میں چلے جا رہے تھے۔ کہ کوئی ان میں سے خواہانِ تقویٰ تھا۔ اور کوئی اس گناہ کی جو اس سے سرزد ہوا تھا۔ توبہ کرنا چاہتا تھا۔

فلا قوبعین الوردۃ الجیش فاصلا　　　الیھم فحسوھم ببیض قواضب

ترجمہ: عین الوردہ میں پہنچ کر اس لشکر سے ان کا مقابلہ ہو گیا۔ جو ان سے لڑنے کے لیے نکلا تھا یعنی ابن ذی الکلاع کا لشکر۔ بس تلواریں کھینچ کر انہوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

یمانیۃ تذری الاکف و تارۃ　　　بخیل عتاق مقربات سلاھب

ترجمہ: جن کی تلواریں یمانی تھیں جو ہاتھوں کو اڑا رہی تھیں۔ پھر سواروں نے بھی شامیوں پر حملہ کیا۔ جن کے گھوڑے نجیب و اصیل راہوار ودراز قد تھے۔

فجاء ھم جمع من الشام بعدہ　　　جموع کموج البحر من کل جانب

ترجمہ: اسی اثناء میں اہل شام کا اور لشکر اس کے بعد کتنی ہی فوجیں موج دریا کی طرح ہر طرف سے ان پر امنڈ پڑیں (یعنی حصین بن نمیر کا لشکر)

فما برحوا حتی ابیدت سراتھم　　　فلم ینج منھم ثم غیر عصائب

ترجمہ: یہ لوگ اب بھی میدان سے نہ ٹلے۔ یہاں تک کہ تمام رؤساان کے قتل ہو گئے۔ چند لوگوں کے سوا' کوئی نہ بچا۔

و غودر اھل الصبر صرعی فاصبحوا　　　تعاورھم ریح الصبا و الجنائب

ترجمہ: اہل شام نے صابروں کی اس جماعت کو قتل کر کے ڈال دیا۔ ان کا یہ حال تھا کہ شمال کی باد صبا اور جنوب کی ہوائیں ان کی لاشوں پر سے آتی تھیں اور جاتی تھیں۔

و اضحیٰ الخزاعی الرئیس مجدلا　　　کان لم یقاتل مرةً و یحارب

ترجمہ: ان کا رئیس سلیمان بن صرد خزاعی اس طرح کشتوں میں پڑا تھا۔ جیسے اس نے کبھی شمشیر زنی کی ہی نہ تھی کبھی میدان میں لڑا ہی نہ تھا۔

و رأئس بنی شمخ و فارس قومه　　　شنوءةً التیمی هادی الکتائب

و عمر و بن بشر و الولید و خالد　　　وزید بن بکر والحلیس بن غالب

وضارب من همد ان کل مشیع　　　اذا شد لم ینکل کریم المکاسب

ترجمہ: یہی حال تھا بنی شمخ کے رئیس (میسّب) کا اور قوم شنوءۃ کے شہسوار (عبداللہ بن سعد) کا اور تیمی (عبداللہ بن وال) کا جو صاحب لشکر تھا۔ اور عمر بن بشر اور ولید اور خالد اور زید بن بکر اور حلیس بن غالب کا اور ہمدان کے اس رئیس کا جو شجاعوں پر حملہ کرتا تھا اور حملہ کرنے کے بعد کبھی رکتا نہ تھا۔ اور نہایت ستودہ صفات تھا۔

و من کل قوم قدا صیب زعیمهم　　　وذو حسیب فی زروة المجد ثاقب

ترجمہ: ہر قوم کا سردار جو ایسا عالی خاندان تھا کہ اوج شرف پر ستارہ کی طرح تاباں و درخشاں تھا۔ اس معرکہ میں قتل ہو گیا۔

ابو اغیر ضرب یفلق الهام وقعه　　　وطعن باطرافه الاسنة صائب

ترجمہ: یہ مرنے والے اس بات سے کسی طرح باز نہ آئے کہ تلوار کا ایسا وار کریں کہ دشمنوں کے سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور برچھی ماریں تو ایسی جس کا زخم کاری ہو۔

و ان سعید یوم یدمر عامرا　　　لاشجع من لیث بدرب مراتب

ترجمہ: انہی مرنے والوں میں سعید بھی تھا۔ جس نے عامر کو قتل کیا اس حملہ آور شیر سے جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہتا ہو بڑھ کر دلیر تھا۔

فیا خیر جیش للعراق واهله　　　سقیتم روایا کل اسحم ساکب

ترجمہ: اے اہل عراق کے لشکر جرار خدا تمہیں کالے کالے برسنے والے ابر رحمت سے سیراب کرے۔

فلا یبعدن فرسا ننا و حماتنا　　　اذا البیض ابدت عن خدام الکواعب

ترجمہ: ہمارے شہسوار ہمارے مددگار ایسے وقت میں ہم سے دور نہ ہوں جب شمشیر زنی کا یہ انجام ہو کہ مستورات کے پازیبوں پر نامحرموں کی نظر پڑے۔

و ما قتلوا حتی اثاروا عصابة　　　محلین ثورا کا للیوث الضوارب

ترجمہ: یہ لوگ یوں نہیں قتل ہوئے یہ ایک ایسی جماعت کو برانگیختہ کر گئے ہیں۔ جو آفتاب کی حدت و نور کی سی تجلی رکھتے ہیں''۔

سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھ والے توابین شہر ربیع الآخر جنگ عین الوردہ میں قتل ہوئے۔

اس سال مروان بن الحکم نے اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اہل شام کو ان کی بیعت کا حکم دیا۔ اس واقعے کی تفصیل حسب ذیل ہے:

عبدالملک اور عبدالعزیز کی ولی عہدی:

عمرو بن سعید بن عاص الاشدق مصعب بن الزبیر نے فلسطین بھیجا تھا۔ شکست دے کر مروان کے پاس دمشق آ گیا۔ اب تمام شام اور مصر پر مروان کی حکومت قائم ہو چکی تھی مروان کو معلوم ہوا کہ عمرو کہتا ہے۔ کہ مروان کے بعد وہ امیر المومنین ہو گیا۔ نیز وہ اس کا بھی مدعی ہے کہ خود مروان نے اس سے اس کا وعدہ کیا ہے۔ مروان نے اس اطلاع کے بعد حسان بن مالک بن بحدل کو اپنے پاس بلایا' اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنا دوں اور اس کے لیے سب لوگوں سے بیعت لے لوں اور اسی کے ساتھ مروان نے اسے عمرو بن سعید کے خیال سے بھی آ گاہ کیا۔ حسان نے کہا کہ آپ عمرو کی فکر نہ کیجیے میں اس سے سمجھ لوں گا۔ چنانچہ جب ایک شام کو سب لوگ مروان کے پاس جمع ہوئے تو ابن بحدل نے کھڑے ہو کر کہا مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں کی بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ آپ سب لوگ کھڑے ہوں اور امیر المومنین کے بعد عبدالملک اور عبدالعزیز کے لیے بیعت کریں۔

بلا استثناء سب لوگوں نے ان دونوں کے لیے بیعت کر لی اس سنہ کے غرہ ماہ رمضان میں مروان نے انتقال کیا۔

خالد بن یزید کی اہانت:

جب معاویہ بن یزید ابی لیلیٰ کا وقت آخر آیا تو اس نے اپنا جانشین نامزد کرنے سے انکار کر دیا۔ حسان بن مالک بن بحدل کا یہ ارادہ تھا۔ کہ وہ معاویہ کے بعد اس کے بھائی خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائے۔ مگر یہ کم سن تھا۔ اور یہ حسان اس کے باپ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا۔ اس وقت تو اس نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور یہ نیت رکھی کہ مروان کے بعد وہ خالد بن یزید کو خلیفہ بنائے گا۔ مگر جب مروان کے ہاتھ پر اس نے اور تمام اہل شام نے بیعت کر لی تو کسی نے مروان کو یہ رائے دی کہ تم خالد کی ماں سے شادی کر لو (خالد کی ماں کا نام ام خالد تھا یہ ابوہشام بن عتبہ کی پوتی تھی) تاکہ اس طرح خالد کی شان کم ہو جائے اور وہ خلافت کا مدعی نہ رہے مروان نے اس تجویز پر عمل کیا ایک دن خالد مروان سے ملنے آیا۔ مروان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے۔ اور وہ دونوں صفوں کے درمیان ٹہل رہا تھا۔ اسے دیکھ کر مروان نے کہا۔ بخدا یہ احمق ہے اے موٹی سرین والی عورت کے بیٹے آ یئے اس جملہ سے اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اہل شام کی نظروں میں خالد کی بے وقعتی ہو جائے۔

مروان کی موت کا واقعہ:

خالد نے یہ واقعہ اپنی ماں سے آ کر بیان کیا اس نے کہا خبردار اس واقعہ کو کسی اور سے بیان نہ کرنا۔ تم چپ رہو میں اس سے سمجھ لوں گی۔ جب مروان اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کیا خالد نے میرے بارے میں کوئی بات تم سے کہی ہے۔ اس نے کہا بھلا خالد تمہارے متعلق کوئی بات کہہ سکتا ہے وہ تمہاری اس قدر تعظیم کرتا کہ اسے اس کی جرأت کہاں کہ وہ کوئی بات تمہارے متعلق کہے مروان نے اس کے بیان کو سچ سمجھا۔ چندے وہ بھی خاموش رہی۔ ایک مرتبہ مروان اس کے پاس سویا۔ اس نے بہت سے گدے اس پر چن دے۔ اور اس طرح دبا کر اسے مار ڈالا۔

مروان کی عمر:

واقدی کہتے ہیں کہ ماہ رمضان میں بمقام دمشق تریسٹھ سال کی عمر میں مروان ہلاک ہوا۔ مگر ہشام بن محمد الکلبی کہتے ہیں۔ کہ مروان کی عمر اکسٹھ سال کی ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ مروان کی عمر اکہتر سال کی ہوئی۔ نیز اکاسی سال بھی بیان کی گئی ہے ابو عبدالملک اس کی کنیت تھی اور اس کا نام مروان بن الحکم بن ابی العاص بن اسیر بن عبدالشمس ہے اس کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن امیہ الکنانی ہے۔

مدت حکومت:

اس کی مدت خلافت نو ماہ تھی۔ بعضوں نے تین دن کم دس ماہ بیان کی ہے۔ اپنے مرنے سے پہلے مروان نے ایک مہم جیشی بن دلجۃ القینی کے ماتحت مدینے اور دوسری عبداللہ بن زیادہ کے زیر قیادت عراق بھیجی تھی۔ جب عبداللہ شام سے روانہ ہو کر جزیرے آیا تو اسے یہاں مروان کی ہلاکت کا علم ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اہل کوفہ کا گروہ تائبین اس کے مقابلے پر آیا۔ ان لوگوں نے جو جو کارروائیاں کیں ہم اسے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور اس نے اپنے قتل ہونے تک جو کارروائی کی اسے ہم ان شاء اللہ آئندہ بیان کریں گے۔

باب ۱۴

عبیداللہ بن ماحوز خارجی

حبیش بن دلجہ:

حبیش مدینے آیا اس وقت حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے جابر بن اسود بن عوف عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بھتیجا مدینہ کا حاکم تھا۔ یہ اس کے خوف سے مدینے سے بھاگ آیا۔ اسی زمانے میں حارث بن ابی ربیعہ نے جو عمر بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کا بھائی تھا۔ اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے بصرہ کا حاکم تھا۔ حنیف بن النجف التمیمی کی زیر قیادت حبیش بن دلجہ سے لڑنے کے لیے بصرہ سے ایک فوج بھیجی تھی۔ جب جیش کو اس فوج کی آمد کا علم ہوا وہ مدینے سے اس سمت روانہ ہوا۔

دوسری جانب سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی عباس بن سہل بن سعد الانصاری کو مدینے کا عامل مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا۔ کہ وہ حبیش کی تلاش میں جائے اور بڑھتے بڑھتے اس فوج سے جو ان کی امداد کے لیے حنیف کی زیر قیادت بصرے سے آئی ہے مل جائے۔

حبیش بن دلجہ کا قتل:

عباس بہت سرعت سے ان کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اور ربذہ پر انہیں آلیا۔ ابن دلجہ کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا۔ کہ تم اس جماعت سے ابھی چھیڑ نہ کرو۔ مگر اس نے اسے نہ مانا۔ اور کہا کہ میں یہاں منزل کرتا ہوں تا کہ ان کے قند آمیز ستو کھاؤں۔ ایک تیر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ نیز اس کے ہمراہ منذر قیس الجذامی اور ابو عقاب ابوسفیان کا مولی بھی مارے گئے یوسف بن الحکم اور حجاج بن یوسف بھی اس معرکے میں اس کے ہمراہ موجود تھے۔ یہ دونوں ایک ہی اونٹ پر بھاگ کر اپنی جان بچا سکے۔ اس جماعت کے پانسو آدمیوں نے مدینہ کے محلوں میں پناہ لی عباس نے ان سے اپنے آپ کو حوالے کر دینے کا مطالبہ کیا انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے اس نے ان سب کو قتل کر دیا حبیش کی شکست خوردہ فوج شام چلی گئی۔

ابن محمد کہتے ہیں۔ کہ زید بن سیاہ الاسواری نے جنگ ربذہ میں بیش کو اپنے تیر سے ہلاک کیا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے۔ تو زید بن سیاہ جو ایک سفید خراسانی گھوڑے پر سفید لباس پہنے سوار تھا۔ لوگوں کے مجمع میں آ کر کھڑا ہوا۔ لوگوں نے اس کے لباس کو اس قدر مسح کیا۔ اور اس قدر خوشبودار اشیاء اس پر ڈالیں کہ تھوڑی ہی دیر میں میرے دیکھتے دیکھتے اس کے کپڑے سیاہ ہو گئے۔

بصرہ میں طاعون کی وبا:

ابوجعفر کہتے ہیں۔ کہ اس سنہ میں بصرہ میں وہ مہلک طاعون پھیلا۔ جس سے ہزاروں اہل بصرہ ہلاک ہو گئے۔

مصعب بن زید کہتے ہیں۔ کہ جب یہ مہلک مرض بصرہ میں پھیلا۔ اس وقت عبداللہ بن عبیداللہ بن معمر بصرہ کا حاکم تھا۔ اس کی ماں نے اسی وبا میں انتقال کیا۔ تو کوئی شخص اس کی نعش کا اٹھانے والا بھی نہ تھا۔ حالانکہ وہ امیر بصرہ تھا۔ آخر کار چار دیسی کرائے پر کیے گئے اور وہ اسے قبر تک اٹھا لائے اسی سنہ میں بصرہ میں خارجیوں کا بہت زور بڑھ گیا۔ اور نافع بن الازرق قتل کیا گیا۔

معرکہ دولاب:

عبداللہ بن عبیداللہ بن معمر نے اپنے بھائی عثمان بن عبیداللہ کو نافع کے مقابلے کے لیے بھیجا مقام دولاب پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ عثمان مارا گیا اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ ایک روایت سے بھی اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

وہب کے باپ بیان کرتے ہیں۔ کہ بصرہ والوں نے ایک لشکر حارثہ بن بدر کی معیت میں خارجیوں کے مقابلے کے لیے بھیجا تو نافع نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''کرنب میں قیام کرو یا دولب میں اور جہاں چاہو چلے جاؤ''۔

معاویہ بن قرہ راوی ہے۔ کہ ہم ابن عبیس کے ہمراہ خارجیوں کے مقابلے کے لیے بڑھے ہم نے انہیں آ لیا۔ نافع بن الازرق اور ماحوز کے دو یا تین بیٹے مارے گئے۔ ابن بھی مارا گیا۔ مگر اس واقعہ کے متعلق مذکورہ صدر بیان کے علاوہ ایک دوسری روایت بھی ہے۔ کہ مسعود بن عمر کی وجہ سے اہل بصرہ کے از د ربیعہ اور تمیم اپنے باہمی اختلاف میں مشغول تھے۔ اس لیے ابن الازرق کی شوکت بہت بڑھ گئی۔ اور اس کی جمعیت بھی کثیر ہوگئی۔ یہ بصرے کی جانب بڑھا۔ جب پل کے قریب آیا۔ تو عبیداللہ بن الحارث نے مسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف کو اہل بصرہ کی جمعیت کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ یہ اس کی جانب بڑھا۔ اور اسے بصرہ اور اس کے علاقے سے ہٹاتا رہا۔ اور اسی طرح ہٹتے ہٹتے علاقہ اسوار کے دولاب نامی ایک جگہ آیا۔ یہاں یہ دونوں حریف مقابلے کے لیے مستعد ہوئے۔ اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔

مسلم بن عبیس کا خاتمہ:

مسلم بن عبیس نے اپنے میمنہ پر حجاج بن باب الحمیری کو اور میسرہ پر حادثہ بن بدر التمیمی ثم الغداتی کو متعین کیا تھا۔ ابن الازرق نے اپنے میمنہ پر عبدہ بن ہلال الیشکری کو اور میسرہ پر زبیر بن ماحوز التمیمی کو مقرر کیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے اور ایسا سخت رن پڑا کہ اس سے پہلے کبھی اس کی نظیر نہیں ملتی نہایت خونریز جنگ کے بعد مسلم بن عبیس بصریوں کا سردار اور نافع بن الازرق خارجیوں کا سرگروہ دونوں کام آئے۔

اہل بصرہ کی پسپائی:

بصرے والوں نے حجاج بن باب الحمیری کو اور خارجیوں نے عبداللہ بن الماخوز کو اپنا اپنا امیر مقرر کیا۔ اور پھر جنگ شروع ہوئی اس مرتبہ بھی نہایت شدید لڑائی ہوئی حجاج بن باب الحمیر اہل بصرہ کا امیر اور عبداللہ بن الماخوز خارجیوں کا سردار دونوں مارے گئے۔ اس کے بعد اہل بصرہ نے ربیعۃ الاجذام التمیمی کو اور خارجیوں نے عبیداللہ بن الماخوز کو اپنا امیر بنا لیا۔ اور پھر لڑائی شروع ہوئی۔ شام تک اسی طرح دونوں حریف دادمردانگی دیتے رہے۔ مگر اب دونوں جنگ سے تھک کر چور ہو گئے تھے۔ اور بے حس و حرکت ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں خارجیوں کی امداد کے لیے ایک اور دستہ آ گیا۔ جس نے اس لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ چونکہ یہ تازہ دم تھا۔ اس لیے اس نے میدان مصاف میں آتے ہی عبدالقیس کی جانب سے اہل بصرہ پر حملہ کر دیا اور اب تمام اہل بصرہ کو شکست ہوئی ربیعۃ الاجذام ان کا سردار برابر لڑتا رہا۔ اور مارا گیا۔ اس کے بعد اہل بصرہ کے علم کو حارثہ بن بدر نے اٹھا لیا اور لڑتا رہا مگر اس وقت تمام فوج شکست کھا کر میدان چھوڑ چکی تھی۔

عبداللہ بن الحارث کی معزولی:

یہ چند غیور بہادروں کے ہمراہ اپنی فوج کے عقب کو بچانے کے لیے لڑتا رہا۔ اور پھر سب کو لے کر اہواز میں کسی مقام پر فروکش ہوا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع بصرے پہنچی تو لوگوں کو سخت خوف پیدا ہوا۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعۃ القرشی کو ان خارجی فتنہ پردازوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ یہ بصرے آیا۔ اور اس نے عبداللہ بن الحارث کو معزول کر دیا۔ اب خارجیوں نے بصرہ کا رخ کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ کا امارت خراسان پر تقرر:

تمام لوگ اسی پریشانی میں مبتلا تھے۔ کہ مہلب بن صفرہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا خراسان کی ولایت کا فرمان تقرر لے کر آئے۔ احنف نے حارث بن ابی ربیعۃ اور دوسرے لوگوں سے کہا کہ خارجیوں کا کامیابی سے مقابلہ مہلب کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ عمائدین کی ایک جماعت ان کے پاس آئی۔ اور اس بارے میں ان سے گفتگو کی۔ مگر مہلب نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ میرے پاس امیر المومنین کا فرمان موجود ہے جس میں انہوں نے مجھے خراسان کا والی مقرر کیا ہے۔ میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔

مہلب کو خوارج سے جنگ کرنے کا حکم:

ابن ابی ربیعۃ نے بھی انہیں بلا کر اسی معاملے میں گفتگو کی مگر مہلب نے اس سے انکار ہی کر دیا۔ ابن ابی ربیعۃ اور اہل بصرہ کی یہ رائے ہوئی کہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک خط مہلب کے نام لکھا جائے۔ چنانچہ حسب ذیل خط ان کی طرف سے لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ خط عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مہلب بن ابی صفرہ کو لکھا جاتا ہے۔ السلام علیک! خدائے واحد یکتا کی تعریف کے بعد میں تم کو مطلع کرتا ہے۔ کہ حارث بن عبداللہ نے مجھے لکھا ہے۔ کہ گمراہ خارجیوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی ایک بڑی فوج اور بہت سے سرداروں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اور اب وہ بصرے کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں۔ میں نے تمہیں خراساں بھیجا تھا۔ اور خراسان کی ولایت کا فرمان بھی لکھ کر تم کو دے دیا تھا۔ مگر جب مجھے خارجیوں کی اس شورش کا علم ہُوا۔ تو اب میری رائے یہ ہے۔ کہ تم ہی ان کا مقابلہ کرتے کیونکہ مجھے یہ امید ہے۔ کہ تمہاری قیادت تمہارے اہالی شہر کے لیے بہت ہی مبارک و مسعود ہوگی۔ اور نیز خراسان جانے کے مقابلے میں اس کارروائی کا اجر بھی تم کو زیادہ ملے گا۔ پس بہتر یہ ہے۔ کہ تم خارجیوں کے مقابلہ کو جاؤ۔ ان سے لڑو۔ اور اپنے شہر والوں کے حقوق کی مدافعت کرو۔ اور جب تک ہمارا اقتدار رہے خراسان وغیر خراسان کسی جگہ کی ولایت بھی تمہارے ہاتھ سے نہیں جاسکتی''۔ وسلام علیک ورحمۃ اللہ

مہلب بن ابی صفرہ کی شرائط:

جب یہ خط مہلب کے حوالے کیا گیا۔ انہوں نے کہا تاوقتیکہ اس کا تصفیہ نہ ہو جائے۔ کہ جس چیز پر میں تسلط حاصل کروں وہ

میری ہوگی اور بیت المال سے مجھے اپنے ساتھیوں کو قوی کرنے کے لیے جس قدر روپیہ درکار ہوگا مل سکے گا اور اس بات کا حق نہ دیا جائے۔ کہ اشراف سرداروں اور شہسواروں میں سے میں جسے چاہوں اس مہم پر اپنے ساتھ لے جاؤں۔ میں ہرگز ان کے مقابلے کے لیے نہ جاؤں گا اس پر تمام اہل بصرہ نے کہا ہمیں آپ کی یہ تمام شرائط منظور ہیں۔ مہلب نے کہا فوج کی جماعتوں کو میرے ماتحت کردو۔ اور اس کے لیے ان کے نام باقاعدہ ہدایات لکھ دی جائیں بصرے والوں نے اس تجویز پر عمل کیا مگر مالک بن مسمع اور بکر بن وائل کے بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور اسی وجہ سے مہلب کے دل میں ان کی جانب سے عداوت جاگزین ہوگئی۔ عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان اور بصرے کے اور عمائدین نے مہلب سے کہا کہ جب کہ اور تمام اہل بصرہ نے آپ کے شرائط تسلیم کر لیے ہیں۔ تو اگر مالک بن مسمع یا اس کے طرف داروں نے اس معاملے میں آپ کی مخالفت کی ہے۔ تو اس کی مخالفت سے کیا ہو سکتا ہے۔ آپ اس بات سے بالکل قطع نظر کیجیے اپنے ارادے کو مصمم کر کے دشمن کی طرف پیش قدمی فرمائیں۔

مہلب نے اس تجویز پر عمل کیا۔ اور فوج کے پانچوں دستوں پر امیر مقرر کر دیئے۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان کو بکر بن وائل کے دستے پر اور حریش بن ہلال السعدی کو بنی تمیم کے دستے پر امیر مقرر کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ سے پہلی جھڑپ:

خارجی عبیداللہ بن ماحوز کی قیادت میں بڑھتے ہوئے جسر اصغر (چھوٹے پل) تک پہنچے۔ مہلب تمام عمائدین اور بہادروں کو لے کر ان کے مقابلے پر آئے اور انہیں اس پل سے مار بھگایا اہل بصرہ کی پہلی کارروائی ان کے مقابلے میں یہی تھی۔ حالانکہ قریب تھا۔ کہ وہ شہر میں درآتے۔ خارجی اس پل سے ہٹ کر بڑے پل کی جانب چلے۔ مگر اب مہلب نے بھی پوری ترتیب و تنظیم کے ساتھ رسالے اور پیدل سپاہ کو لے کر ادھر کا رخ کیا۔ جب خارجیوں نے دیکھا کہ یہ لوگ تو سائے کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے ادھر مہلب بھی ان کے قریب آ گئے۔ تو وہ اس پل سے بھی ایک منزل آگے نکل گئے۔ مگر مہلب ان کا تعاقب کرتے رہے۔ جہاں وہ منزل کرتے یہ ان تک پہنچتے اور وہاں سے کوچ کر جانے پر انہیں مجبور کر دیتے۔ اسی طرح ایک منزل سے دوسرے منزل اور دوسری سے تیسری منزل چھوڑنے پر انہیں مجبور کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خارجی اہواز کی ایک منزل پر پہنچے جس کا نام سلی سلیری تھا۔ اور یہاں انہوں نے پڑاؤ کیا۔

حارثہ بن بدر الغدانی:

جب حارثہ بن بدر الغدانی کو معلوم ہوا کہ خارجیوں سے جنگ کرنے کے لیے مہلب مقرر ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کرنبوا ود و لبوا وحیث شئتم فاذھبوا قدامر المھلب ''چاہے کرنب چلو یا دولب اور جہاں چاہو چلو اب مہلب امیر بنائے گئے ہیں''۔ یہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بصرے روانہ ہوا مگر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعۃ نے اسے مہلب کے پاس بھیج دیا۔

مہلب کی محتاط پالیسی:

جب مہلب خارجیوں کے سامنے آئے۔ انہوں نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی۔ اور دشمن کی نگرانی کے لیے چوکیاں بٹھادیں۔ جاسوس مقرر کر دیئے۔ اور پہرے لگا دیئے۔ فوج ہر وقت جنگ کے لیے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے باقاعدہ پانچوں

دستوں میں منقسم ہو کر آمادہ و مستعد تھی۔ خندق کے دروازوں پر پہرہ دار متعین تھے۔ چنانچہ خارجی جب کبھی شب خون مارنے کا ارادہ کرتے وہ اس کا کوئی موقع نہ پاتے اور واپس چلے جاتے۔ اسی بنا پر آج تک جو جوان سے لڑ چکا تھا۔ ان میں سے مہلب سے زیادہ نہ کوئی ان کے لیے سخت ثابت ہوا تھا۔ اور نہ خارجیوں کو کسی اور سے اتنی عداوت اور اس کے خلاف جوش نفرت تھا۔

خارجیوں اور عبید اللہ بن زیاد میں تکرار:

ایک رات کو خارجیوں نے عبید اللہ بن ہلال اور زبیر بن الماحوز کو رسالے کے دو زبردست دستوں کے ہمراہ مہلب کی فوج پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا زبیر داہنی اور عبید اللہ بائیں سمت سے اس پر او پر آئے۔ تکبیر کہی اور دشمن کو للکارا۔ مگر دیکھا کہ دشمن کی فوج ہر وقت آمادہ پیکار ہے انہیں ان پر شب خون مارنے کا کوئی موقعہ نہ مل سکا۔ اور خارجی بغیر کسی کاروائی کے واپس چلے گئے۔ جب وہ جانے لگے۔ تو عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان نے انہیں للکارا۔ اور یہ شعر پڑھا۔

وجدتمونا و قمرا انجادا لا کشفا خورا و لا اوغادا

''تم نے ہمیں مقابلے میں ثابت قدم اور بہادر پایا۔ نہ کرہ بزدل اور بھگوڑا خبردار ہو ہمیں جب للکارا جاتا ہے۔ تو ہم مقابلے کے لیے بڑھ جاتے ہیں۔ دوزخیو! کل صبح تم دوزخ میں جاؤ گے۔ وہی تمہاری جائے قرار ہے''۔

خارجیوں نے جواب دیا۔ اے فاسق! آگ تیرے اور تجھ ایسے لوگوں کے لیے جمع کی گئی ہے اور وہ کفار کے لیے تیار کی گئی ہے اور تو بھی کفار میں سے ہے۔

ابن ظبیان نے کہا۔ سن لو اگر تم جنت میں داخل ہوئے تو وہ تمام مجوسی بھی جو سفوان سے لے کر خراسان کی انتہائی سرحد تک آباد ہیں جو اپنی ماں بیٹیوں اور بہنوں سے تمتع کرتے ہیں۔ وہ بھی ضرور جنت میں جائیں گے۔ اور اگر ایسا ہو تو میرے تمام لونڈی غلام آزاد ہیں۔ خارجی نے کہا اے فاسق! تو پرہیزگار مسلمان کا دشمن اور شیطان مردود کا قائم مقام ہے۔ اب اور لوگوں نے ابن ظبیان سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے تو نے اس فاسق کو بہت صحیح جواب دیا۔

مہلب کی جنگی ترتیب:

صبح کی مہلب نے اپنی فوج کو پوری جنگی ترتیب کے ساتھ' خارجیوں کے مقابلے پر کھڑا کیا ازد اور تمیم مہلب کے میمنے پر بکر بن وائل اور عبدالقیس میسرے پر اور اہل العالیہ قلب میں متعین تھے۔ خارجی بھی اس ترتیب سے اب کے مقابل ہوئے کہ عبیدہ بن ہلال ایشکری میمنے پر اور زبیر بن الماحوز میسرے پر تھا۔ اہل بصرہ کے مقابلے میں خارجیوں کے پاس نہایت عمدہ اور کثرت سے اسلحہ اور گھوڑے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ انہوں نے کرمان سے اہواز تک تمام علاقہ پر پورا تسلط کر لیا تھا۔

خوارج کی شکست:

خارجی ایسے خود پہنے ہوئے تھے کہ جس کی لڑیاں سینوں پر پڑی ہوئی تھیں اور زرہ پوش بھی تھے۔ اس کے علاوہ فولادی کڑیوں کی چادریں ان کے کمر کے ٹیکے سے قلابوں کے ذریعے سے پیوستہ تھیں۔ جو زمین پر گھچی گھچی پھرتی تھیں۔ اب دونوں گتھ گئے۔ اور تمام دن دونوں حریفوں نے پوری ثابت قدمی اور شجاعت سے خوب ہی داد مردانگی دی جس سے سخت رن پڑا۔ پھر خارجیوں نے اپنی پوری ثابت قدمی اور شجاعت سے خوب ہی داد مردانگی دی جس سے سخت رن پڑا۔ پھر خارجیوں نے اپنی پوری قوت سے مسلمانوں پر

ایسا شدید حملہ کیا۔ کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ میدان جنگ سے ایسے بے اوسان ہو کر بھاگے۔ کہ ماں نے اپنے بچہ کی خبر نہ لی۔ اس شکست کی خبر بصرے بھی پہنچ گئی۔ جس سے انہیں اپنے لونڈی غلام بنائے جانے کا خوف پیدا ہو گیا۔ مگر مہلب نے بھی ان کی پیش قدمی کو روکنے میں کوئی تاخیر نہ کی اور وہ ان سے پہلے ایک ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے جو مفرور سپاہ کے بھاگنے کے راستوں کے ایک پہلو میں واقع تھا۔

مہلب کی خوارج پر حملہ کی تجویز:

اس بلند مقام پر چڑھ کر انہوں نے اپنی فوج کو للکارا اور اپنی جانب بلایا۔ ان کی فوج ایک جماعت ان کے پاس پلٹ آئی۔ اس طرح عمان کا دستہ بھی ان کے پاس ٹھہر گیا۔ اور اب تقریباً تین ہزار فوج ان کے پاس آ گئی۔ اس تعداد کو دیکھ کر انہیں اطمینان ہوا۔ انہوں نے حمد وثناء الٰہی کے بعد کہا بسا اوقات ایک جماعت کثیر کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہو جاتا ہے اور وہ مغلوب ہو جاتی ہے اور بسا اوقات اللہ ایک چھوٹی جماعت پر اپنی امداد نازل فرماتا ہے۔ اور وہ غالب آ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت یوں بھی تمہاری جماعت تھوڑی نہیں ہے۔ بلکہ میرے خیال میں بالکل کافی ہے۔ اور آپ لوگ تو اپنے شہر کے مشہور بہادر اور ثابت قدم لڑنے والے ہیں۔ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ جنہوں نے راہ فرار اختیار کی ہے۔ وہ آپ لوگوں میں شامل ہوں۔ کیونکہ ان کی شرکت صرف ضعف ہی کا باعث ہوگی۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ میں سے ہر شخص دس دس پتھر اپنے ساتھ لے لے اور پھر ہم سب خارجیوں کے پڑاؤ پر حملہ کریں۔ کیونکہ اس وقت وہ اپنے پڑاؤ میں بالکل بے خطر بیٹھے ہوں گے ان کا رسالہ بھی ہمارے بھائیوں کے تعاقب میں جا چکا ہے۔ اس لیے مجھے امید یہ ہے۔ کہ ان کے رسالے کی واپسی سے پیشتر ہی ہم ان کے پڑاؤ کو تباہ و برباد کر کے لوٹ لیں گے۔ اور ان کے امیر کو قتل کر دیں گے سب نے ان کی تجویز کو پسند کیا۔

خارجی سردار عبیداللہ بن الماحوز کا قتل:

اب مہلب اپنی جماعت کو لے کر خارجیوں کے پڑاؤ پر ٹوٹ پڑے اور جب تک خارجیوں کو کچھ بھی خبر ہو مہلب اور ان کی جماعت نے ان کے پڑاؤ کی ایک سمت ان پر تلواروں سے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ اب یہ لڑتے لڑتے عبیداللہ بن الماحوز اور اس کی فوج کے سامنے آئے جو پوری طرح مسلح تھی۔ حالت یہ تھی کہ مہلب کی فوج والے خارجی کا مقابلہ کرنے سے پہلے اس کے منہ پر پتھر مار مار کر اسے بدحواس کر دیتے۔ اور پھر نیزے یا تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تھوڑی ہی دیر کے مقابلے کے بعد عبیداللہ بن الماحوذ مارا گیا۔ نیز اس کے بڑے بڑے سرداروں کو بھی زخمی کر دیا گیا۔ مہلب نے خارجیوں کے پڑاؤ۔ اور جو کچھ وہاں تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ اور وہ بری طرح قتل کر دیئے گئے۔

خوارج کا فرار:

اب وہ خارجی جو بصرے والوں کے تعاقب میں گئے تھے۔ واپس آئے مگر مہلب نے پہلے ہی سے ان کے مقابلے کے لیے ان کے واپسی کے راستوں پر سوار اور پیدل مقرر کر دیئے تھے۔ خارجیوں میں سے جو ان کے ہاتھ پڑتا۔ اسے یہ قتل کر دیتے۔ بقیۃ

بسلی و سلبری مصارع فتیة
کرام و قتلیٰ لم توسد خد ودھا

''مقام سلی اور سلبری ان شریف بہادروں اور مقتولین کا مقتل عام ہے۔ جن کے گالوں کے تکئے نہیں رکھے گئے''۔

واپسی میں خارجیوں کی ایسی بری حالت تھی۔ کہ پانچ پانچ اور چھ چھ الاؤ کے لوگ ایک ہی الاؤ پر جمع ہوتے تھے۔ اس کی وجہ کچھ تو بے سروسامانی تھی۔ اور کچھ قلت تعداد جو جنگ کے بعد ان میں نمایاں تھی۔ پھر بحرین سے سامان خوراک ولباس انہیں پہنچا اور اب وہ کرمان اور اصفہان کی جانب چل دئے۔

مہلب کا خط بنام حارث بن عبیداللہ:

مہلب نے اہواز ہی میں قیام کیا اور مصعب کے بصرے آنے اور حارث بن عبیداللہ بن ربیعۃ کے بصرے کی ولایت سے معزول ہونے تک یہیں مقیم رہے۔

خارجیوں پر فتح پانے کے بعد مہلب نے یہ خط حارث کو لکھا۔ حمد وثناء کے بعد اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے امیر المومنین کو فتح دی فاسقین کو ہزیمت دی ان پر اپنا قہر نازل کیا انہیں بری طرح قتل کیا اور انہیں تتر بتر کر دیا۔ میں امیر کو مطلع کرتا ہوں کہ اہواز کے علاقے میں بمقام سلی وسلبری ہمارا خارجیوں سے مقابلہ ہوا۔ ہم نے ان پر حملہ کیا۔ ان سے لڑے' دن کے بیشتر حصے میں ان سے نہایت شدید جنگ ہوئی' پھر خارجیوں کے دستوں نے یک جا ہو کر مسلمانوں کی ایک جماعت پر حملہ کیا۔ اور انہیں شکست دی۔ مسلمانوں میں ایسی بھاگڑ مچ گئی۔ کہ مجھے خوف ہوا کہ مبادا یہ ہمارے لیے ہزیمت کاملہ ہو اس خطرے کو محسوس کرتے ہی میں ایک بلند مقام پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے اپنے قبیلے کو خاص کر اور عامہ مسلمین کو عموماً اپنے پاس بلانے کے لیے للکارا۔ میری اس دعوت پر مسلمانوں کا ایک ایسا گروہ جس نے اپنی جانیں اللہ کی راہ میں اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے فروخت کر دی تھیں۔ جس میں نہایت ہی ثابت قدم صابر اور سچے لوگ تھے۔ میرے پاس جمع ہو گیا۔ میں اسی جماعت کو لے کر دشمن کے عسکر پر جہاں ان کے کچھ لوگ ان کا سردار اور جائے بازگشت تھی' پلٹا ہمارے بہادروں نے دشمن کے پڑاؤ کا محاصرہ کر لیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ ہم نے پہلے تیراندازی کی پھر نیزہ بازی تھوڑی دیر اس طرح لڑنے کے بعد حریفوں کی نوبت تلوار پر آ گئی۔ کچھ دیر دونوں فریقوں نے ایک دوسرے پر بہادری سے بڑھ کر وار کیے' مگر پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ خارجی بری طرح مارے گئے۔ پھر میں نے ان کی منتشر شدہ جماعتوں کے لیے رسالے متعین کر دیئے جو دیہات میں راستوں میں اور گڑھوں میں چن چن کر قتل کر دیئے گئے۔ والحمد للہ رب العالمین وسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

ابن عبیداللہ کا خط بنام مہلب:

جب یہ خط حارث بن عبیداللہ بن ابی ربیعہ کے پاس پہنچا۔ اس نے اسے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ جو مکے کے سب لوگوں کے سامنے پڑھا گیا۔ حارث نے یہ خط مہلب کو لکھا:

مہلب اس خط کو پڑھ کر ہنسے اور کہنے لگے کہ یہ صرف مجھے برادرازدی کے نام سے جانتا ہے بے شک اہل مکہ اعرابی ہی ہیں۔

ابوعلقمہ کی دلیری:

نوجوان ابوعلقمۃ الحمیدی اس جنگ میں جس دلیری اور جرأت سے لڑا ایسا کوئی اور بہادر نہ لڑ سکا۔ یہ ازد اور تحمد کے شہسواروں میں جاتا۔ اور پکارتا کہ اپنی یہ گھنی زلفیں مجھے عاریت دے دو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے کچھ جوان مرد جوابی حملہ کرتے اور دشمن سے لڑ کر ہنستے ہوئے اس کی طرف واپس آتے۔ تو کہتے اے ابوعلقمہ دیکھیں مستعار دی جاتی ہیں۔ جب مہلب کو فتح ہوئی اور ان کی شجاعت اور حسن کارگزاری انہوں نے دیکھی تو ایک لاکھ درہم دیئے۔

مہلب کا اہل بصرہ سے معاہدہ:

بیان کیا گیا ہے۔ کہ مہلب سے پہلے اہل بصرہ نے احنف سے کہا تھا۔ کہ آپ ہمیں لے کر خارجیوں کا مقابلہ کیجیے۔ مگر انہوں نے مہلب کا نام تجویز کیا اور کہا کہ اس کام کے لیے وہ مجھ سے زیادہ اہل ہیں اور جب مہلب نے ان کی درخواست قبول کی تو یہ شرط کی کہ اس جنگ میں وہ جس علاقے پر قبضہ کریں گے۔ وہ تمہیں سال تک انہیں اور ان کے ساتھیوں کو دے دیا جائے گا۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ اس جنگ میں شرکت نہ کریں گے۔ انہیں اس علاقے کی آمدنی سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔ اہل بصرہ نے یہ شرط مان لی۔ اور اس کے لیے باقاعدہ تحریر دے دی پھر اس تحریر کو وہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس منظوری کے لیے لے گئے جسے انہوں نے بھی منظور کر لیا۔ اور اسے مہلب کے لیے نافذ بھی کر دیا۔

عمرو القنا کی فراری:

جب مہلب کی شرط مان لی گئی۔ انہوں نے اپنے بیٹے حبیب کو چھ سو شہسواروں کے ہمراہ عمر القنا کی سمت بھیجا' جہاں وہ چھوٹے پل کے پیچھے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ مہلب کے حکم سے چھوٹا پل باندھا گیا۔ حبیب نے دریا کو اس پل سے عبور کر کے عمرو اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور انہیں دونوں پلوں کے درمیان سے ہٹا دیا۔ یہ شکست کھا کر فرات کی سمت سے پسپا ہوئے۔

مہلب نے اپنی قوم والوں کو' جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے۔ اور جن کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ اور دوسری تمام فوجوں میں سے جو صرف ستر آدمی ان کے ہمراہ رہ گئے تھے۔ انہیں کوچ کے لیے تیار کیا۔ اور آگے بڑھ کر بڑے پل پر ٹھہر گیا۔ ان کے سامنے ہی عمرو چھ سو خارجیوں کے ہمراہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

مغیرہ بن مہلب کی پیش قدمی:

مہلب نے اپنے بیٹے مغیرہ کو رسالے اور پیدل کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے بھیجا پیدل سپاہ نے تیروں کی ان پر ایسی بوچھاڑ کی کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اب رسالے نے ان کا تعاقب کیا۔ مہلب کے حکم سے یہاں بھی پل بنایا گیا۔ انہوں نے اپنی تمام فوج کے ساتھ اسے عبور کیا۔ عمرو القنا اور اس کی تمام فوج ابن الماحوز سے جا ملی جو اس وقت مفتح میں مقیم تھا۔ اور اس سے [illegible] سے چلے گئے۔ [illegible] سے آٹھ فرسنگ کے فاصلے پر پہنچ کر انہوں نے

مہلب کا اہواز میں قیام:

اس سال بقیہ مدت میں مہلب وہیں قیام پذیر رہے۔ انہوں نے دجلہ کے پر گنے اخراج وصول کیا۔ اور اس سے اپنی فوج کو تنخواہیں دیں۔ جب اہل بصرہ کو مہلب کی اس کامیابی کا علم ہوا۔ انہوں نے ان کی امداد کے لیے مزید فوج بھیج دی جو مہلب کے پاس آ گئی۔ مہلب نے ان کے نام سپاہ میں درج کر کے ان کی معاشیں دے دیں۔ اس طرح اب ان کے پاس تیس ہزار فوج ہوگئی۔ اس بیان کے مطابق یہ معرکہ جس میں خارجیوں کو ہزیمت ہوئی۔ اور وہ بصرے اور اہواز کس مت چھوڑ کر اصفہان اور کرمان چلے گئے۔ ۶۶ھ میں واقع ہوا۔

خارجی مقتولین کی تعداد:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب خارجیوں نے اہواز سے کوچ کیا ہے۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی اور سلی سلبری میں مہلب سے ان کی جولڑائی ہوئی تھی۔ اس میں سات ہزار خارجی کام آ چکے تھے۔

امیر کوفہ عبداللہ بن زید کی برطرفی:

اس سنہ میں مروان نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے محمد کو مصر بھیجنے سے پہلے جزیرے بھیجا۔ اس سنہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن یزید کو کوفے کی ولایت سے برطرف کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن مطیع کو مقرر کیا۔ نیز عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی عبیدہ بن زبیر کو مدینے کی ولایت سے برطرف کر کے اس کی جگہ اپنے دوسرے بھائی مصعب بن الزبیر کو مامور کیا۔

عبیدہ کی معزولی کی وجہ:

عبیدہ کے عزل کی وجہ واقدی نے یہ بیان کی ہے کہ اس نے اپنے کسی خطبے میں کہا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اونٹنی کے معاملے میں جس کی قیمت پانچ سو درہم تھی اس قوم کے ساتھ کیا برتاؤ ہوا۔ اس جملے سے اس کا نام مقوم الناقہ (اونٹنی کی قیمت لگانے والا) پڑ گیا۔ جب ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے کہا یہ تکلف و تصنع ہے۔

ابراہیمی بنیاد پر کعبہ کی تعمیر:

اسی سال عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور مقام حجر کو اس میں داخل کر دیا۔ زیاد بن جبل کہتے ہیں۔ کہ مکے پر متصرف ہونے کے بعد میں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ مجھ سے میری ماں اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم کفر سے قریب العہد نہ ہوتی تو میں کعبے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر دوبارہ بناتا۔ اور حجر کو کعبے میں داخل کرتا۔ چنانچہ عبدالہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بنیاد کھود دی گئی۔ اور اونٹ کے برابر پتھر کی سلیں دستیاب ہوئیں۔ ان میں سے ایک سل کو سرکایا گیا۔ اس کے ساتھ بجلی کوند گئی۔ ان کے حکم سے وہ پتھر اسی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ اس پر انہوں نے کعبے کی تعمیر کی۔ اور اس کے دو دروازے ایک اندر جانے کے لیے اور ایک باہر آنے کے لیے قائم کیے۔

امیر حج حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ و عمال:

بن ہبیرہ بصرے کے قاضی تھے۔ اور عبداللہ بن خازم خراسان کا والی تھا۔

بنی تمیم کی ابن خازم کی مخالفت:

اسی سال ان بنی تمیم نے جو خراسان میں تھے۔ عبداللہ بن خازم کی مخالفت شروع کی اور ان میں جنگ تک نوبت پہنچی۔ خراسان کے تیموں نے بنی ربیعہ اور اوس بن ثعلبہ کے مقابلے میں عبداللہ بن خازم کی امداد کی اور اسی وجہ سے اس نے اپنے معاندین کو قتل کیا اور ان پر فتح پائی۔ جب خراسان میں عبداللہ بن خازم کا کوئی مخالف نہ رہا تو اس نے بنی تمیم کے ساتھ ظلم و زیادتی کی۔ اس نے ہرات کو اپنے بیٹے محمد کے ماتحت کر دیا۔ بکیر بن وشاح کو اس کی فوج خاصہ کا افسر مقرر کیا' نیز شماس بن وثار العطاردی کو اس کا مددگار بنایا۔ محمد کی ماں صفیہ بنی تمیم میں سے تھی۔

ابن خازم کا بنی تمیم پر ظلم:

جب ابن خازم نے بنی تمیم پر ظلم و زیادتی شروع کی یہ محمد کے پاس ہرات آئے ابن خازم بکیر و شماس کو لکھا کہ بنی تمیم کو ہرات میں نہ آنے دیں۔ شماس نے اس حکم کی بجا آوری سے انکار کر دیا۔ اور خود ہرات چھوڑ کر ان کے ساتھ ہو لیا۔ البتہ بکیر نے انہیں ہرات میں نہ آنے دیا۔

محمد بن عبداللہ بن خازم کا قتل:

اس کے قتل کے متعلق یہ روایت بیان کی گئی ہے۔ کہ اس نے بنی تمیم کو شہر میں آنے سے روک دیا اور خود ایک دن باہر شکار کے لیے گیا۔ بنی تمیم اس کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں نے اسے گرفتار کر کے بے دست و پاء کر دیا۔ اور خود ساری رات شراب پیتے رہے۔ ان میں سے جب کسی کو پیشاب معلوم ہوتا۔ وہ محمد پر جا کر پیشاب کرتا اس پر شماس نے ان سے کہا کہ جب تم نے اس کی یہ حالت کر دی ہے تو اس سے بہتر تو یہ ہے۔ کہ اسے اپنے ان دو تیموں کے عوض میں جنہیں اس نے کوڑوں سے ہلاک کیا ہے۔ قتل کر ڈالو۔ اس واقعے سے پہلے یہ ہو چکا تھا۔ کہ محمد نے بنی تمیم کے دو شخصوں کو پکڑا۔ اور ان کے اتنے کوڑے مارے کہ وہ مر گئے۔

ابن عبداللہ کے قتل کی ابن خازم کو اطلاع:

ایک ایسا شخص جو واقعے میں شریک تھا۔ بیان کرتا ہے جب بنی تمیم نے محمد کو قتل کرنا چاہا تو جیہان بن مشجۃ الضبی نے انہیں منع کیا اور اسے بچانے کے لیے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا۔ بعد میں اسی احسان کے عوض میں ابن خازم نے واقعہ فرتنا میں اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اس کی جان بخشی کی۔ بنی مالک بن سعد کے دو شخصوں عجلہ اور کسبب نے محمد بن خازم کو قتل کیا۔ جب ابن خازم کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ کسبب نے اپنی قوم کے بہت برا کسب کیا۔ اور عجلہ اپنی قوم کے لیے بہت جلد مصیبت لے آیا۔

حریش بن ہلال القریعی کی امارت:

محمد کو قتل کر کے بنی تمیم نے مرد کا رخ کیا۔ بکر بن وشاح نے اس کا تعاقب کیا۔ اور بنی عطارد کے ایک شخص شمیح کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ اور بنی سعد سے کہا کہ ہم نے محمد کو قتل کر کے تمہارا بدلہ لیا ہے۔ (اس سے مراد جشمی کا بدلہ تھا [illegible] شما [illegible] وغیرہ مرو آئے تو انہوں نے بنی سعد سے کہا کہ [illegible] گئے اور سب نے حریش بن ہلال القریعی [illegible]

[illegible]

حریش اور ابن خازم کی جنگ:

بنی تمیم میں سے بیشتر ابن خازم سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے حریش کے ہمراہ بعض ایسے بہادر بھی تھے جن کی نظیر نہ تھی ان میں سے ہر ایک فرد فوج کے ایک ایک دستے کے برابر تھا۔ اس میں شماس بن وثار' بجیر بن ورقاء الصریمی شعبہ بن ظہیر النہشلی ورد بن العلق العنبری' حجاج بن ناشب العدوی (جو بہترین قادر انداز تھا) اور عاصم بن حبیب العدوی شامل تھے۔ حریش بن ہلال دو سال تک ابن خازم سے برسر پیکار رہا۔

ابن خازم اور حریش کا مقابلہ:

جب جنگ نے اس قدر طول کھینچا اور فریقین کو نقصانات برداشت کرنا پڑے تو وہ بھی لڑائی سے تنگ آ گئے۔ آخر کار حریش میدان میں نکلا۔ اس نے ابن خازم کو آواز دی۔ اور کہا کہ ہمارے درمیان اس طویل مدت سے جنگ ہو رہی ہے۔ تم کیوں اپنی اور میری قوم کو تباہ کرتے ہو۔ آؤ ہم تم نپٹ لیں۔ جو دوسرے کو قتل کر دے گا۔ وہی اس ملک کا امیر بن جائے۔ ابن خازم نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ اور اب دونوں ایک دوسرے پر سانڈوں کی طرح حملہ کرنے لگے۔ کچھ دیر تک اسی طرح مقابلہ رہا۔ اور کوئی ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچا سکا۔ ابن خازم ذرا غافل ہوا۔ حریش نے اس کے سر پر تلوار ماری۔ اس کے سر کی کھال منہ پر آ پڑی حریش کی رکاب ٹوٹ گئی۔ اور تلوار اُچٹ گئی۔

حریش کے ہمراہیوں میں نفاق:

ابن خازم اپنے گھوڑے کی گردن سے چمٹا ہوا اپنی فوج میں واپس آ گیا۔ اس کے سر پر زخم آ گیا تھا۔ دوسرے دن صبح پھر دونوں فوجوں میں جنگ شروع ہوئی۔ مگر اب ابن خازم کے زخمی ہونے کی وجہ سے دونوں فریق چند روز تک جنگ سے باز رہے اور تنگ آ کر متفرق ہو گئے۔ ان کی تین جماعتیں ہو گئیں۔ بجیر بن ورقاء ایک جماعت کے ساتھ ابرشہر چلا گیا۔ عثمان بن بشیر بن المحتفز قرتنا آیا اور وہاں ایک قلعے میں فروکش ہو گیا۔ خود حریش نے مروالروز کی سمت اختیار کی۔ ابن خازم نے اس کا تعاقب کیا اور مروالروز کے ایک گاؤں میں جس کا نام الملحمہ تھا اسے آ لیا۔ حریش بن ہلال کے ہمراہ صرف بارہ آدمی تھے باقی اس کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ یہ مختصر سی جماعت ایک ویرانے میں قیام پذیر تھی ایک نیزہ اور ڈھال جو اس کے پاس تھی نصب کر دی تھی۔ جب ابن خازم اس کے پاس پہنچا۔

حریش اور ابن خازم میں مصالحت:

حریش اپنی جماعت کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلا ابن خازم کے ہمراہ اس کا ایک دلاور غلام بھی تھا۔ اس نے حریش پر تلوار کی ضرب لگائی مگر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اس پر بنی ضبہ کے اس شخص نے حریش کو اس کی جانب متوجہ کیا۔ اس نے کہا کہ یہ پوری طرح مسلح ہے۔ میری تلوار اس کی زرہ پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ البتہ ایک موٹا ڈنڈا میرے لیے لاؤ۔ اس سے اس کی خبر لوں گا۔ چنانچہ عناب کے درخت سے ایک موٹا ڈنڈا کاٹ کر حریش کو دے دیا گیا۔ اب حریش نے اس ڈنڈے سے ابن خازم کے غلام پر حملہ کیا [illegible]

[illegible]

وعدے پر ابن خازم نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ خراسان چھوڑ کر چلا جائے اور پھر کبھی اس کے مقابلے پر نہ آئے نیز ابن خازم نے حریش کو چالیس ہزار درہم بھی دئے۔

ابن خازم کا حریش سے حسن سلوک:

حریش نے قلعے کا دروازہ ابن خازم کے لئے کھول دیا۔ ابن خازم قلعہ میں آ کر اس سے ملا۔ اسے صلہ دیا اس کا قرض ادا کرنے کا بار اپنے سر لیا۔ اور دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے۔ اثنائے ملاقات میں ابن خازم کے سر کے زخم پر جو روئی کا پھاہا چپکا ہوا تھا۔ ہوا سے اڑ گیا۔ حریش نے اٹھ کر اسے اٹھالیا اور اپنے ہاتھ سے اسے پھر زخم پر رکھ دیا۔ ابن خازم کہنے لگا اے ابوقدامہ آج تمہارا چھونا مجھے کل کے تمہارے چھونے سے بہت نرم معلوم ہوا۔ حریش نے کہا: میں اللہ سے اور تم سے اس کی معذرت کرتا ہوں اور اگر میری رکاب نہ ٹوٹ جاتی تو تلوار تمہارے دانتوں تک اترتی۔ ابن خازم یہ سن کر ہنسا اور واپس چلا گیا۔ اس واقعے سے بنی تمیم کی جماعت پراگندہ ہوگئی اور میں کوئی اتحاد باقی نہ رہا۔

زہیر بن ذویب کا انتقام:

اشعث بن ذویب زہیر بن ذویب العدوی کا بھائی اسی جنگ میں مارا گیا۔ ابھی اس میں جان باقی تھی کہ زہیر نے اس سے اس کے قاتل کو دریافت کیا۔ اس نے کہا: مجھے اس کا نام معلوم نہیں۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ وہ ایک زردتر کی گھوڑے پر سوار تھا۔ زہیر نے جس کسی سوار کو زردتر کی گھوڑے پر دیکھا اس پر حملہ کیا۔ ان میں سے بعض لوگوں کو قتل کر دیا اور بعضوں نے بھاگ کر جان بچائی۔ اس کے خوف سے تمام ان لوگوں نے جن کے پاس زرد رنگ کا گھوڑا تھا۔ اس پر سواری ترک کر دی اور اس وجہ سے اس رنگ کے گھوڑے پڑاؤ میں کوتل پھر رہے تھے۔

باب ۱۵

مختار بن ابی عبید ثقفی

۶۶ھ کے واقعات

عامل کوفہ عبداللہ بن مطیع کا اخراج:

اس سنہ میں مختار بن ابی عبید نے حضرت حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے کوفے میں خروج کیا اور ابن الزبیرؓ کے عامل عبداللہ بن مطیع العدوی کو کوفے سے نکال باہر کیا۔

مختار بن عبید ثقفی کا خط بنام توابین:

جب سلیمان بن صرد کے ہمراہی کوفے میں آئے تو مختار نے انہیں یہ خط لکھا۔ امابعد چونکہ تم نے ظالموں سے علیحدگی اختیار کی اور ان سے جہاد کیا۔ اس لئے اللہ تم کو اس کا بڑا اجر دے گا اور گناہوں کے بوجھ کو اتار لے گا اگر تم نے اللہ کی راہ میں کچھ بھی خرچ کیا۔ کسی گھاٹی پر چڑھے یا کوئی قدم اٹھایا اس کے عوض میں اللہ نے تمہارا ایک درجہ آخرت میں بڑھا دیا۔ اور اس کے صلے میں ایسی نیکیاں تمہارے نام لکھیں کہ ان کا شمار صرف خدا ہی کر سکتا ہے۔ اگر میں خروج کر کے تمہارے پاس آؤں تو اللہ کی عنایت سے پھر ہر سمت سے تمہارے دشمنوں کے لئے تلوار نیام سے باہر نکالوں گا۔ اور پھر ان کے پرخچے اڑا دوں گا جو تم سے قریب ہوں اور اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہوں اللہ انہیں اپنے سے نزدیک کرے اور جو اس کے قبول کرنے سے انکار کریں۔ انہیں اللہ دور کر دے اسے اہل ہدایت تم پر سلام ہو۔

توابین کی اطاعت:

سیحان بن عمرو جو عبدالقیس کے خاندان بنی لیث سے تھا۔ اس خط کو اپنی ٹوپی کی اندرونی استر اور ابرے کے درمیان چھپا کر رفاعہ بن شداد مثنیٰ بن مخربہ العبدی، سعد بن حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما، یزید بن انس، احمر بن شمیط الاحمسی، عبداللہ بن شداد البجلی اور عبداللہ بن کامل کے پاس لایا۔ اور ان سب کو یہ خط پڑھ کر سنایا۔ اس جماعت نے ابن کامل کو اپنا قائم مقام بنا کر مختار کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا۔ کہ ہم آپ کی دعوت کو قبول کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ جس طرح آپ چاہیں ہم سے کام لیں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو ہم آ کر آپ کو قید سے نکال لائیں۔

مختار ثقفی کا خط بنام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

کامل قید میں آ کر مختار سے ملا جو پیام لایا تھا۔ وہ اس نے سنا دیا۔ شیعوں کے اس ارادے سے مختار بہت خوش ہوا۔ اور انہیں کہلا بھیجا۔ کہ وہ لوگ مجھے چھڑانے نہ آئیں۔ بلکہ میں خود ہی صبح و شام یہاں سے نکل آؤں گا۔ مختار نے زربی نام غلام کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس یہ خط دے کر بھیجا تھا:

ظالموں کے نام میری سفارش کا ایک خط لکھ دیں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ان کے پنجے سے مجھے رہائی دے والسلام علیک''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سفارش:

اما بعد تم کو معلوم ہے کہ مختار بن ابی عبید میرے سسرالی رشتہ دار ہیں۔ اور میرے تم دونوں سے جو دوستانہ مراسم ہیں۔ ان سے بھی تم واقف ہو۔ اسی لیے میں تم کو اپنی اس دوستی کے حق کی قسم دے کر لکھتا ہوں کہ میرے اس خط کو دیکھتے ہی تم مختار کو چھوڑ دو۔ و السلام علیکما ورحمۃ اللہ۔

مختار ثقفی کی رہائی:

جب عبید اللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے پاس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ خط پہنچا۔ انہوں نے مختار سے کہا کہ تم اپنے ضامن پیش کرو اس کے بہت سے طرف دار اس غرض سے اس کے پاس آئے۔ یزید بن الحارث بن یزید بن ردیم نے عبداللہ بن یزید سے کہا ان سب کی ضمانت سے کیا فائدہ ان میں سے جو دس مشہور اشخاص ہوں۔ صرف ان کی ضمانت لے لو۔ عبداللہ بن یزید نے اسی تجویز پر عمل کیا۔ اور جب ان سے ضمانت لے لی تو عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے مختار کو بلایا۔ اور اس سے کہا خدا کے سامنے یہ قسم کھاؤ۔ کہ جب تک ہم دونوں برسر اقتدار ہیں۔ تم ہمارے خلاف کوئی سازش یا بغاوت نہ کرو گے۔ اگر تم اس عہد کی خلاف ورزی کرو گے تو تم کو ایک ہزار جانور کفارۂ یمین کے لیے کعبے کے دروازے پر ذبح کرنے پڑیں گے اور تمہارے تمام لونڈی غلام آزاد ہو جائیں گے۔ مختار نے یہ قسم کھائی اس کو رہائی مل گئی اور وہ اپنے گھر آ گیا۔

مختار ثقفی کی عہد شکنی:

اس کے بعد ایک صاحب نے مختار کو یہ کہتے سنا۔ کہ یہ لوگ کس قدر احمق ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ میں نے ان سے حلف کیا ہے۔ اسے میں پورا کروں گا۔ اگرچہ میں نے ان کے لیے خدا کی قسم کھائی ہے مگر مناسب یہ ہے۔ کہ میں دیکھوں کہ جس بات کے لیے میں نے قسم کھائی وہ میرے لیے بہتر ہے یا اس کی خلاف ورزی اور ان میں سے جو میرے لیے بہتر ہوگی وہی میں کروں گا۔ اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں گا۔ اب میرا ان کے خلاف خروج کرنا خروج نہ کرنے سے بہتر ہے۔ اسی لیے میں ضرور خروج کروں گا۔ اپنی قسم کا کفارہ کروں گا۔ ہزار جانوروں کا ذبح کرنا میرے لیے بالکل سہل ہے۔ ایک ہزار جانوروں کی قیمت بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں جو مجھے پریشان کر دے۔ اب رہا غلاموں کا آزاد کرنا تو میں خود ہی چاہتا ہوں۔ کہ اگر مجھے میرے اس ارادے میں کامیابی ہو جائے تو میں کبھی کسی کو اپنا غلام نہ بناؤں گا۔

مختار ثقفی کی جماعت میں اضافہ:

قید سے رہائی کے بعد جب مختار نے اپنے مکان میں سکونت اختیار کی تو شیعہ اس کے پاس آئے۔ اور سب نے اس کو اپنا امیر بنالیا۔ جس وقت وہ قید تھا۔ اس وقت بھی یہ پانچ آدمی اس کے لیے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ سائب بن مالک الاشعری' یزید بن انس' احمر بن شمیط' رفاعہ بن شداد الفتیانی اور عبداللہ بن شداد الجشمی روز بروز اس کے طرفداروں میں اضافہ اور اس کی تحریک کو قوت پہنچتی رہی۔

عبداللہ بن مطیع کا امارت کوفہ پر تقرر:

اس اثناء میں ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو علیحدہ کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن مطیع کو کوفے بھیج دیا۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عدی بن کعب کے عبداللہ بن مطیع کو بلا کر کوفے کا والی مقرر کیا۔ اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بصرے کا والی مقرر کر کے بصرے بھیجا۔ ان کے تقرر کی اطلاع بحیر بن ریسان الحمیری کو ملی وہ ان سے ملنے آیا۔ اور کہا کہ آج چاند مقام ناطح میں ہے آج تم دونوں سفر نہ کرنا۔ ابن ابی ربیعہ نے ان کا کہا مانا۔ اور اس روز نہ روانہ ہوا۔ بلکہ چند رے اور ٹھہر گیا اور پھر اپنے مستقر روانہ ہوا اور محفوظ رہا۔ مگر عبداللہ بن مطیع نے اس سے کہا اگر چاند مقام ناطح میں ہے۔ تو ہوا کرے ہم بھی تو سینگوں سے لڑنا ہی چاہتے ہیں۔ اور واقعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ کہ لڑائی ہوئی اور اس میں عبداللہ بن مطیع کو ذلت اٹھانا پڑی۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے عمال کے متعلق عبدالملک کی رائے:

جب عبدالملک بن مروان کو معلوم ہوا کہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جدید عمال مقرر کیے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ بصرے پر کسے مقرر کیا ہے۔ لوگوں نے کہا حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو عبدالملک نے کہا وادی عوف میں کوئی شریف آدمی نہیں ہے۔ اس لیے ایک عوفی کو بصرے پر مقرر کیا ہے۔ یہ کہہ کر عبدالملک بیٹھ گیا۔ اور پوچھا کہ کوفے پر کسے مقرر کیا ہے۔ بیان کیا گیا کہ عبداللہ بن مطیع کو عبدالملک نے کہا کہ یہ محتاط آدمی ہے۔ مگر بسا اوقات احتیاط ترک کر دیتا ہے۔ بہادر ہے مگر بھاگنے کو برا بھی نہیں سمجھتا۔ پھر پوچھا مدینے پر کسے مقرر کیا معلوم ہوا کہ اپنے بھائی مصعب کو عبدالملک نے کہا بے شک یہ بہادر شیر ہے۔ اور ان کے گھر کا آدمی ہے۔

ابراہیم بن محمد بن طلحہ کی مراجعت مکہ:

جمعرات کے دن ۶۵ ھ کے ماہ رمضان کے ختم میں ابھی پانچ راتیں باقی تھیں کہ عبداللہ بن مطیع کوفے آیا۔ اس نے عبداللہ بن یزید سے کہا کہ اگر تم پسند کرو۔ تو یہاں میرے پاس رہو۔ میں ہر طرح تمہاری خاطر مدارات کروں گا۔ اور چاہو تو امیر المومنین کے پاس چلے جاؤ۔ کیونکہ تم نے ان کے ساتھ اور ان کی مسلم آبادی کے ساتھ خیر خواہی کی ہے۔ ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے کہا کہ تم امیر المومنین کے پاس چلے جاؤ۔

ابراہیم مکے آ گیا۔ چونکہ اس کے عہد میں مالگذاری میں کمی ہوئی تھی۔ اس کے متعلق اس سے باز پرس کی گئی۔ اس نے فتنہ و فساد کو اس کی کمی کا باعث بتایا۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے پھر اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی۔

ابن مطیع کا اہل کوفہ سے خطاب:

مطیع نے کوفے میں اپنے دونوں عہدوں کا جائزہ لے لیا۔ یہی نماز بھی پڑھاتا تھا۔ اور مال گذاری کا بھی افسر تھا۔ اس نے ایاس بن مضارب العجلی کو اپنی فوج خاصہ کا افسر مقرر کیا اور حکم دیا۔ کہ سب سے اچھا سلوک کرنا۔ البتہ مشتبہ اشخاص پر سختی کرنا' حصیرہ بن عبداللہ بن الحارث بن درید الازدی جس نے یہ زمانہ پایا ہے۔ اور جو مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے قتل میں موجود تھا۔ راوی ہے کہ جب عبداللہ بن مطیع مسجد کوفہ میں آیا میں وہاں موجود تھا۔ اس نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا۔ امیر المومنین عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے تمہارے شہر اور علاقے کا حاکم مقرر کر کے بھیجا ہے۔ اور حکم دیا ہے۔ کہ مال گذاری وصول کروں اور یہاں کے اخراجات کے بعد جو روپیہ فاضل ہو وہ تمہاری مرضی کے بغیر کسی اور جگہ منتقل نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی مرتے وقت یہی وصیت کی تھی۔ اور

اسی پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمل بھی کیا تھا۔ اللہ سے ڈرو۔ صراط مستقیم پر چلتے رہو۔ اختلاف پیدا نہ کرو۔ احمقوں کے ہاتھوں میں اپنے کو نہ دو۔ اگر تم نے میرے کہنے کو نہ مانا۔ تو پھر تم مجھے موردالزام نہ بنانا بلکہ اپنے ہی کو برا بھلا کہنا ایسی صورت میں بخدا میں مجرم کو سخت سزا دوں گا۔ اور مشتبہ اشخاص کو سیدھا کر دوں گا۔

سائب بن مالک الاشعری کی تقریر:

اس تقریر کے بعد سائب بن مالک الاشعری نے کھڑے ہو کر کہا۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ کہ تم ہماری فاضل آمدنی کو ہماری مرضی کے بغیر منتقل نہ کرو گے۔ تو ہم علی روس الاشہاد کہتے ہیں۔ کہ ہماری آمدنی کہیں اور نہ بھیجی جائے۔ بلکہ اس کو ہم میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور ہمارے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سا طرز عمل پسند کرتے ہیں۔ اگر چہ ان کا طرز جہاں باقی دونوں مذکور الصدر طریق حکومت سے ہمارے لیے نقصان میں کم اور خلق اللہ کے فائدہ میں کم نہ تھا۔

یزید بن انس کی تائید:

یزید بن انس نے کہا سائب بن مالک نے بالکل واجبی بات کہی ہے ہماری رائے ان کے ساتھ ہے۔ ابن مطیع نے کہا میں تم پر ہر اس طرز عمل سے حکومت کروں گا۔ جسے تم پسند کرو گے۔ اس کے بعد وہ منبر سے اتر آیا۔ یزید بن انس لاسندی نے سائب سے کہا تم نے خوب کہا کہ اس کی ساری شیخی خاک میں ملا دی اللہ مسلمانوں کے لیے تمہاری عمر دراز کرے بخدا میں خود چاہتا تھا۔ کہ کھڑے ہو کر وہی کہوں جو تم نے کہا۔ اور یہ بھی بہت اچھا ہوا۔ کہ اس کی تردید کوفے والے نے کی جسے ہماری جماعت سے تعلق نہیں ہے۔

مختار ثقفی کے خلاف شکایت:

ایاس بن مضارب نے ابن مطیع سے آ کر کہا۔ سائب مختار کے طرفداروں کا گروہ ہے اور اس لیے مجھے مختار کی جانب سے خطرہ ہے۔ تم اسے اپنے پاس بلا کر اس وقت تک کے لیے قید کر دو۔ جب تک کہ لوگوں کی حالت درست نہ ہو جائے۔ میرے مخبروں نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ اس کی تحریک مکمل ہو چکی ہے۔ اور وہ صبح و شام ہی کوفے پر حملہ کرنے والا ہے۔ ابن مطیع نے زائدہ بن قدامہ اور حسین بن عبداللہ البرسمی الہمدانی کو مختار کے بلانے کے لیے بھیجا۔

مختار ثقفی کی طلبی:

یہ دونوں ان کے پاس آئے۔ اور کہا کہ امیر بلاتے ہیں۔ مختار نے کپڑے منگوائے اور سواری کو زین لگانے کا حکم دیا۔ اور ان دونوں کے ہمراہ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ جب زائدہ بن قدامہ نے یہ دیکھا اس نے یہ آیت پڑھی:

﴿ وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ﴾

''اور جب ان لوگوں نے جنہوں نے خدا کی ہستی سے انکار کیا۔ تیرے ساتھ چال چلی کہ تجھے روک لیں۔ یا قتل کر دیں یا خارج البلد کر دیں۔ وہ اپنی چال چلتے ہیں۔ اور اللہ اپنی چال چلتا ہے۔ اور اللہ بہتر چال چلنے والا ہے''۔

اس کو سن کر مختار تاڑ گیا۔ پھر بیٹھ گیا۔ کپڑے اتار دیئے اور کہا۔ کہ مجھے لحاف اوڑھ دو مجھے شدید لرزہ آ گیا ہے۔ اس نے اس وقت عبدالعزی بن سہل الارذی کا یہ شعر پڑھا۔

اذا مـــا مـعشـر تـركـوا انـدا اهــم ولــم يـاتـوا لـكـريـهـة لـم يـهـابـوا

ترجمہ: ''جب کسی گروہ نے اپنے دیوان خانہ کو نہ چھوڑا اور وہ جنگ میں شریک نہ ہو اس سے کوئی نہیں ڈرتا''۔

مختار ثقفی کی معذرت:

مختار نے ان دونوں سے کہا کہ آپ ابن مطیع کے پاس جائیں اور میری حالت آپ دیکھ رہے ہیں۔ میری جانب سے معذرت کر دیجیے۔ میں نہیں چل سکتا۔ اس پر زائدہ بن قدامہ نے کہا۔ کہ میں تو اب اس کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔ البتہ اے میرے ہمدانی دوست تم جا کر اس سے ان کی معذرت کر دینا۔

حسین بن عبداللہ کہتا ہے: کہ اس وقت میں نے اپنے جی میں کہا اگر میں نے اس کی جانب سے وہ پیام نہ پہنچایا۔ جو وہ چاہتا ہے۔ تو مجھے یہ ڈر ہے کہ کل یہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ اس بنا پر میں نے مختار سے کہا۔ اچھا میں ابن مطیع سے تمہارا عذر جس طرح تم چاہتے ہو۔ اسی طرح بیان کر دوں گا۔ ہم اس کے پاس سے نکل آئے۔ دیکھا کہ اس کے دروازے پر اس کے طرف دار جمع ہیں۔ خود اس کے مکان میں بھی ان کی اچھی خاصی جماعت پہلے سے موجود تھی۔

حسین بن عبداللہ اور زائدہ بن قدامہ کی گفتگو:

اب ہم ابن مطیع کے پاس آنے کے لیے روانہ ہوئے راستے میں میں نے زائدہ بن قدامہ سے کہا۔ جب تم نے کلام اللہ کی آیت پڑھی' میں تمہارا مقصد سمجھ گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ باوجود کپڑے پہن لینے اور گھوڑے پر زین رکھنے کے ہمارے ساتھ آنے سے رُک گیا۔ نیز جب اس نے شعر پڑھا۔ اس سے میں نے یہ بھی سمجھ لیا۔ کہ اس شعر کے پڑھنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ تم کو جتا دے کہ جو تم اسے بتانا چاہتے تھے اسے اس نے سمجھ لیا ہے۔ اور اب وہ ابن مطیع کے پاس نہیں جائے گا۔ زائدہ نے اس ساری گفتگو سے انکار کیا اور کہا کہ اس سے میرا مقصد ہرگز کچھ اور نہ تھا۔ میں نے کہا تم قسم نہ کھاؤ۔ بخدا میں کوئی بات ابن مطیع سے یا مختار کے خلاف مرضی بیان نہیں کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس کے لیے خوف زدہ ہو۔ اور تم کو اس کا اتنا ہی خیال ہے جتنا کہ کسی کو اپنے ابن عم کے لیے ہوا کرتا ہے۔

ہم نے ابن مطیع سے آ کر اس کی بیماری کا حال بیان کر دیا۔ ابن مطیع نے ہماری بات باور کی نیز اسے بھی معذور سمجھا۔

مختار نے اپنے طرفداروں کو بلانا شروع کیا یہ انہیں اپنے گردوپیش کے مکانوں میں جمع کرتا رہا اس کا ارادہ تھا کہ محرم ہی میں کوفہ پر قبضہ کر لے۔

عبدالرحمٰن بن شریح کی تقریر:

مختار نے طرفداروں میں سے بنی شبام کا ایک معزز شخص عبدالرحمان بن شریح نامی سعید بن منقذ الثوری سعر بن ابی سعر الحنفی اسود بن جراد الکندی اور قدامہ بن مالک الجشمی سے آ کر ملا یہ سب لوگ سعر الحنفی کے مکان میں جمع ہوئے یہاں عبدالرحمٰن بن شریح نے ان کے سامنے تقریر کی اور اس میں کہا۔

حمد و ثنا کے بعد مختار میں ہمیں لے کر خروج کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے مگر ہمیں معلوم نہیں کہ انہیں ابن الحنفیہ نے ہمارے پاس بھیجا ہے یا نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم سب ابن الحنفیہ کے پاس چلیں اور انہیں مختار کی دعوت سے آگاہ کر دیں۔

اگر وہ ہمیں مختار کی متابعت کی اجازت دیں گے۔ تو ان کی متابعت کریں گے۔ ورنہ نہیں بخدا دین کی سلامتی ہمارے لیے دنیا کے ہر فائدہ سے زیادہ قابل پذیرائی ہے۔

عبدالرحمٰن اور ہمراہیوں کی روانگی:

سب نے کہا تمہاری رائے بالکل درست ہے تم جب چاہو۔ ہمیں لے کر ابن الحنفیہ کے پاس چلو۔ انہیں دونوں میں یہ سب لوگ ابن الحنفیہ سے ملنے روانہ ہوئے ان کے پاس آئے عبدالرحمٰن بن شریح ان کا سرگروہ تھا۔ ابن الحنفیہ سے ملنے روانہ ہوئے ان کے پاس آئے عبدالرحمان بن شریح ان کا سرگروہ تھا۔ ابن الحنفیہ نے ان سے اہل کوفہ کی حالت دریافت کی انہوں نے ساری کیفیت سنائی۔

اسود بن جواد الکندی کہتا ہے۔ کہ ہم نے ان سے کہا کہ ہمیں آپ سے ایک بات کہنا ہے۔ انہوں نے کہا: علانیہ یا راز میں ہم نے کہا کہ وہ راز ہے انہوں نے کہا تو ذرا ٹھہر جاؤ۔

عبدالرحمٰن کی ابن حنفیہ سے گفتگو:

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جانب اٹھ آئے انہوں نے ہمیں اپنے پاس بلالیا۔ ہم ان کے پاس گئے۔ عبدالرحمٰن بن شریح نے گفتگو شروع کی۔ اور حمد و ثنا کے بعد کہا۔ آپ اہل بیت ہیں۔ اللہ نے آپ کو فضیلت دی اور شرف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور اس امت پر آپ کا بڑا حق قرار دیا ہے۔ کہ جس سے صرف بے عقل اور بدنصیب انکار کر سکتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جو مصیبت آپ لوگوں کو اٹھانا پڑی۔ اس سے آپ کو ایک خاص حق حاصل ہو گیا۔ کیونکہ تمام مسلمانوں کو اس حادثے کا صدمہ ہے۔ مختار بن ابی عبید ہمارے پاس آئے اور وہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ آپ لوگوں کی جانب سے ہمارے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے ہمیں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے اور ضعیفوں کی حمایت کرنے کے لیے دعوت دی۔ ہم نے ان سب باتوں کے لیے ان کی بیعت کر لی۔ مگر اب ہم نے مناسب سمجھا کہ آپ سے ان باتوں کا ذکر کر دیں۔ اگر آپ ان کی اتباع کا ہمیں حکم دیں گے تو ہم ان کی اتباع کریں گے۔ اور اگر آپ منع کر دیں گے تو ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

محمد بن حنفیہ کا خطبہ:

اس کے بعد ہم نے فرداً فرداً اسی طرح کی تقریر کی وہ سب کی باتوں کو سنتے رہے۔ جب ہم سب کہہ چکے تو اب انہوں نے اللہ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کے بعد کہا: آپ نے ہمارے متعلق کہا ہے کہ ہمیں اللہ نے اپنے فضل خاص سے مشرف فرمایا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰـهَ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. اور بے شک اللہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اس فضل پر اس کا شکر واجب ہے۔ آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی مصیبت کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک ایسا سفاکانہ قتل عام تھا۔ جو ان کی تقدیر میں تحریر تھا۔ اور ایسی کرامت تھی۔ جو اللہ نے بعض لوگوں کے مراتب کے اضافے کے لیے اور دوسروں کے مراتب کی کمی کے لیے انہیں عطا کی تھی۔ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا وَ لَوْ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (اللہ کا حکم پورا ہوا اور اللہ کا حکم پہلے سے ہو چکا تھا) آپ نے ہمارے خون کا بدلہ لینے والوں کا ذکر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جس کسی کے ذریعے سے چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔ اس کے بعد میں اپنے اور آپ کے لیے اللہ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔

ہم ان کے پاس سے چلے آئے اور ہم نے کہا کہ ان کے آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیں مختار کی متابعت کی اجازت دے دی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اسے برا سمجھتے تو ہمیں منع کر دیتے۔

مختار ثقفی کی پریشانی:

ہم اپنے مقام پر واپس آئے یہاں ہمارے کچھ شیعہ ہم خیال جنہیں ہم نے اپنے ابن الحنفیہ کے پاس جانے اور اس کی غرض سے اطلاع دے دی تھی۔ ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ مختار شیعوں سے کہا کرتا تھا۔ کہ تمہارے کچھ لوگوں کو شک پیدا ہو گیا ہے۔ متحیر ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ محروم ہیں۔ اگر ان میں اصابت رائے ہے تو وہ واپس آ کر میرے ساتھ شریک ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ ڈر کر منحرف ہو گئے اور انہوں نے میری تجویز کو مسترد کر دیا تو وہ ہلاک ہوئے اور محروم رہیں گے۔

مختار ثقفی کے حق میں وفد کی تصدیق:

ایک ماہ سے کچھ زیادہ مدت اسی تعطل میں گذری اس کے بعد یہ وفد ابن الحنفیہ کے پاس سے بغیر اپنے گھروں کو گئے سیدھا مختار کے پاس آیا۔ مختار نے ان سے پوچھا کہ کیا قصہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم فتنے میں پڑ گئے ہو اور میری تحریک کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہو سب نے کہا ہمیں آپ کی مدد کرنے کا حکم ہوا ہے۔ مختار نے تکبیر کہی اور کہا میں ابو اسحاق ہوں۔ تمام شیعوں کو میرے پاس بلاؤ چنانچہ قریب کے تمام شیعہ جمع ہوئے۔ مختار نے کہا اے جماعت شیعہ تمہارے بعض لوگوں نے میری دعوت کی تصدیق کرنا چاہی۔ اور وہ امام الہدیٰ ابن الحنفیہ کے پاس گئے جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں ہیں۔ ان لوگوں نے ان سے میری دعوت کی تصدیق چاہی۔ اور انہوں نے انہیں مطلع کیا۔ کہ میں ان کا وزیر مددگار پیامبر اور دوست ہوں اور انہیں حکم دیا ہے۔ کہ میری اتباع کریں۔ ظالموں سے لڑنے اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا بدلہ لینے میں میرے حکم کی بجا آوری کریں۔

عبدالرحمٰن بن شریح کی مختار ثقفی کی حمایت میں تقریر:

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن شریح نے کھڑے ہو کر تقریر کی حمد و ثنا کے بعد کہا اے جماعت شیعہ ہم نے اپنے لیے خاص کر اور آپ سب کے لیے عامۃً اس بات کو مناسب خیال کیا۔ کہ اس معاملے میں مشورہ کر لیں۔ اس وجہ سے ہم مہدی ابن علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ہم نے ان سے اپنی اس جنگ کے برحق ہونے اور مختار کی دعوت کی صداقت دریافت کی انہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم خود مختار کی دعوت کو قبول کریں۔ اور اس کی پوری طرح امداد و پشت پناہی کریں۔ اس حکم کو سن کر ہم باغ باغ ہو گئے۔ اور ہمارے سینے صاف ہو گئے۔ جو شک و شبہ ہمارے دل میں اس تحریک کے متعلق تھا وہ سب اللہ نے دور کر دیا۔ اور اب ہم نے اپنے مشترکہ دشمن سے لڑنے کا عزم کر لیا ہے۔ جو لوگ اس وقت موجود ہیں۔ انہیں چاہیے۔ کہ وہ اس بات کو ان لوگوں کو پہنچا دیں۔ جو یہاں موجود نہیں۔ نیز آپ لوگ اب تیاری کیجیے اس تقریر کو ختم کرنے کے بعد عبدالرحمٰن بیٹھ گیا۔ پھر ہم میں سے ہر شخص نے فرداً فرداً یہی تقریر کی اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ تمام شیعہ اس تحریک میں شرکت کے لیے پوری طرح آمادہ ہو گئے۔

عامر الشعبی لکھتا ہے۔ کہ سب سے پہلے میں نے اور میرے باپ نے مختار کی دعوت پر لبیک کہا۔

ابراہیم بن الاشتر کی سپہ سالاری کی تجویز:

جب پوری تیاری ہو گئی اور خروج کا وقت قریب آ گیا تو احمر بن شمیط یزید بن انس عبداللہ بن کامل اور عبداللہ بن شداد نے

مختار سے کہا کہ کوفے کے تمام اشراف تمہارے مقابلہ کے لیے ابن مطیع کے پاس جمع ہیں اگر ہم ابراہیم بن الاشتر کو اپنا سپہ سالار مقرر کرلیں گے۔ تو چونکہ وہ ایک جوانہ اور بہادر اور شریف زادے ہیں نیز کافی شہرت بھی رکھتے ہیں۔ اور معزز و کثیر خاندان کے بھی فرد ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ کی مدد سے ہمیں دشمن کے خلاف بڑی قوت حاصل ہو جائے گی اور اس کی مخالفت بے ضرر ہو جائے گی۔

مختار نے کہا ان کے پاس جاؤ۔ انہیں دعوت دو۔ اور مطلع کرو کہ ہمیں حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والوں کے خون کا بدلہ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

ابراہیم سے وفد کی ملاقات:

شعبی کہتا ہے کہ ہم سب لوگ ابراہیم کے پاس آئے۔ اور میرے والد بھی اس جماعت میں شریک تھے۔ یزید بن انس نے گفتگو شروع کی۔ اور کہا کہ ہم ایک اہم بات آپ سے کہنے اور اس کی دعوت دینے آئے ہیں۔ اگر آپ اسے قبول فرمائیں گے تو آپ کے لیے بہتری ہے۔ اور اگر قبول نہ کریں گے تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اور ہم یہ درخواست کریں گے کہ اسے آپ کسی سے بیان نہ کریں۔

ابراہیم نے کہا میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ مجھ سے کسی بات کے بیان کرتے ہوئے کسی قسم کا اندیشہ کیا جائے یا میرے تقرب سلطانی سے کسی کو خوف ہو۔ وہ چھچھورے تنگ نظر ہوتے ہیں۔ جو اس قسم کی رعائتیں ملحوظ نہیں رکھتے۔

یزید بن انس نے ان سے کہا کہ ہم آپ کو ایسی بات کے لیے دعوت دیتے ہیں جس پر شیعوں کی جماعت نے اتفاق کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا جائے۔ اہل بیت کا بدلہ لیا جائے۔ اور کمزوروں کی حفاظت کی جائے۔

احمر بن شمیط کا ابراہیم سے خطاب:

اس کے بعد احمر بن شمیط نے تقریر کی اور کہا کہ میں آپ کا مخلص دوست ہوں۔ آپ کے والد کا انتقال ہو چکا ہے وہ ایک بڑے شریف سردار تھے۔ ان کی وجہ سے اگر آپ اسے قبول فرمالیں گے تو آپ کو وہی مرتبہ عزت حاصل ہو جائے گا جو آپ کے والد کا تھا۔ اور اس طرح آپ ایک مردہ عزت کو جو آپ کے آباء نے آپ کے لیے حاصل کی تھی پھر زندہ کر دیں گے۔ آپ ایسے بہادر شخص کی ادنیٰ کوشش اس کام کو کامیابی کی انتہائی حد تک پہنچانے کے لیے بالکل کافی ہے۔

ابراہیم بن الاشتر کی رضامندی:

اس تقریر کو سن کر وہ سوچنے لگے اب سب نے مل کر انہیں دعوت و ترغیب و تحریص دینا شروع کی ابراہیم نے کہا میں تمہاری اس دعوت کو کہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کا بدلہ لیا جائے۔ اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ تم اس تمام کارروائی کو میرے سپرد کر دو۔ لوگوں نے کہا ہم تو اس کے لیے بالکل تیار ہیں۔ کہ تم کو امیر بنائیں۔ مگر اس کی کوئی سبیل نہیں۔ کیونکہ مختار مہدی کی جانب سے ہمارے پاس ان کے پیغامبر اور اس جنگ پر مامور ہو کر آیا ہے۔ اور ہمیں اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

ابن الاشتر یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ انہوں نے ہماری دعوت قبول نہیں کی۔ ہم نے مختار سے آکر سارا واقعہ بیان کر دیا۔

مختار ثقفی اور ابن اشتر کی ملاقات:

تین دن گذر گئے پھر مختار نے اپنے بعض سر برآوردہ دوستوں کو جن میں میں اور میرے باپ بھی تھے۔ اپنے پاس بلایا اور سب کو لے کر روانہ ہوا۔ وہ ہمارے آگے کوفے کے مکانات سے یکے بعد دیگرے گذرتا جاتا تھا۔ ہمیں معلوم نہ تھا۔ کہ کہاں جا رہا ہے اسی طرح چلتے چلتے ابراہیم بن الاشتر کے دروازے پر ٹھہرے ہم۔ کو اس نے اندر آنے کی اجازت دی اور ہمارے لیے مسندیں بچھادیں ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے مختار خود ابراہیم کی مسند پر بیٹھ گیا۔ مختار نے کہا۔

مابعد یہ مہدی محمد بن امیر المومنین وصی کا خط آپ کے نام ہے جو خود بہترین انسان اور انبیاء کے بعد انسان کے لیے ہیں۔ اس خط میں وہ آپ سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ آپ ہماری مدد کیجیے۔ اگر آپ مدد کریں گے۔ تو اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے۔ اور اگر نہ کریں گے تو یہ خط آپ کے خلاف حجت ہے اور اللہ مہدی محمد اور ان کے دوستوں کو آپ کی عدم شرکت سے بے پرو کر دے گا۔

ابن الحنفیہ کا جعلی خط:

مکان سے روانہ ہوتے وقت مختار نے اس خط کو میرے حوالے کر دیا تھا۔ جب انہوں نے اپنی اس گفتگو کو ختم کر دیا تو مجھ سے کہا کہ وہ خط ابراہیم کو دے دو۔ میں نے وہ خط اسے دے دیا۔ اس نے چراغ منگوایا۔ اس کی مہر توڑی اور پڑھا۔ اس خط میں مرقوم تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ محمد المہدی کی طرف سے ابراہیم بن مالک الاشتر کو بھیجا جاتا ہے سلام علیک اس خدا کی تعریف کے بعد جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنے وزیر معتمد علیہ کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور انہیں حکم دیا ہے۔ کہ وہ میرے دشمن سے لڑیں اور میرے اہل بیت کا بدلہ لیں تک ان کی اپنے خاندان اور دوسرے طرفداروں کے ساتھ مدد کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارا مجھ پر احسان ہوگا۔ علاوہ ازیں تم ہر فوج کے جولڑنے جائے امیر بنائے جاؤ گے۔ اور کوفے سے لے کر شامیوں کے انتہائی شہروں تک جس جگہ پر تم قبضہ کرو گے وہ تمہیں تفویض کر دیئے جائیں گے۔ میں اس وعدے کے ایفا کے لیے اللہ کے سامنے عہد کرتا ہوں۔ نیز اگر تم نے میری خواہش کو منظور کر لیا تو اللہ کے یہاں بھی تم کو اس کا بڑا اجر ملے گا۔ اگر تم نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو تم اس طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے کہ پھر کبھی اس کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔ والسلام۔

خط کو پڑھ کر ابراہیم نے کہا اس سے پہلے میرے اور ان کے درمیان خط و کتابت رہ چکی ہے وہ ہمیشہ اپنے خطوں کو اپنے اور باپ کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ مختار نے کہا کہ ہاں وہ اور زمانہ ہوگا۔ اب اور زمانہ ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ اسے کون جانتا ہے کہ یہ ابن الحنفیہ نے لکھا ہے اس پر زید بن انس' احمر بن شمیط' عبداللہ بن کامل اور ان کے اور ساتھیوں نے اس سے کہا کہ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ یہ خط محمد بن علی رضی اللہ عنہ ہی نے تم کو لکھا ہے۔ صرف میں نے اور میرے والد نے اس شہادت میں حصہ نہیں لیا۔

ابراہیم بن الاشتر کی اطاعت:

یہ سن کر ابراہیم صدر مسند سے اٹھ آیا اور اس جگہ مختار کو بٹھا دیا۔ اور کہا اپنا ہاتھ لایئے میں بیعت کرتا ہوں۔ مختار نے ہاتھ بڑھا دیا۔ ابراہیم نے بیعت کر لی۔ پھر ہم سب کے لیے فواکہہ اور شہد کا شربت منگوایا۔ کھا پی کر ہم وہاں سے اٹھ آئے ابن الاشتر بھی ہمارے ساتھ آیا۔ مختار کے ساتھ سوار ہو کر اس کے فرودگاہ میں آیا۔

ابراہیم بن الاشتر کا تذبذب:

جب یہاں سے اپنے مکان جانے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اے شعبی ہمیں واپس لے چلو میں اس کے ساتھ واپس ہوا۔ جب ہم دونوں اس کے مقام پر آئے تو اس نے کہا مجھے یاد ہے کہ تم نے اور تمہارے والد نے مختار کی تائید میں شہادت نہیں دی۔ کہو کیا ان لوگوں نے سچ کہا میں نے کہا کہ جس طرح انہوں نے شہادت دی ہے اس سے تم خود واقف ہو ان میں بڑے بڑے قاری شہر کے شیوخ اور عرب کے سردار شامل تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں نے کوئی غلط بیانی کی ہوگی۔ کہنے کو تو میں نے یہ کہہ دیا۔ مگر بخدا مجھے خود ان کی شہادت پر اعتبار نہ تھا۔ البتہ اتنا ضرور تھا کہ مختار کے خروج کو میں دل سے چاہتا تھا۔ کہ یہ کارروائی انجام کو پہنچے۔ اس خیال سے میں نے اپنے دلی منشاء سے اسے آگاہ نہ کیا۔

ابن الاشتر کو تحریری یقین دہانی:

ابن الاشتر نے مجھ سے کہا کہ چونکہ میں ان سب صاحبوں کو پہچانتا نہیں ہوں۔ اس لیے تم ان سب کے نام مجھے لکھ دو۔ اس نے کاغذ اور دوات منگوائی اور یہ تحریر لکھ لی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''سائب بن مالک الاشعری' یزید بن انس الاسدی' احمر بن شمیط الاحمسی اور مالک بن عمرو النہدی اس طرح اس نے اور سب لوگوں کے نام لکھ کر لکھا۔ کہ ان لوگوں نے یہ شہادت دی ہے کہ محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے ابراہیم بن الاشتر کو یہ تحریری حکم بھیجا ہے کہ وہ ظالموں سے جنگ اور اہل بیت کا بدلہ لینے کے لیے مختار کی اعانت و نصرت کرے اور اس شہادت کی صداقت پر شراحیل بن عبد جو ابو عامر الشعبی مشہور فقیہ ہیں۔ عبدالرحمان بن عبداللہ الحنفی اور عامر شراحیل الشعبی نے شہادت دی ہے''۔

اس پر میں نے ابراہیم سے کہا اللہ آپ پر رحم کرے یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ابراہیم نے کہا رہنے دو۔ ممکن ہے کہ یہ مفید ہو۔

مختار ثقفی اور ابن الاشتر کی ملاقاتیں:

ابراہیم نے اپنے عزیزوں بھائیوں اور دوسرے اپنے طرفداروں کو اپنے پاس بلایا۔ اور اب یہ مختار کے پاس جانے لگا۔ یحییٰ بن ابی عیسیٰ الازدی حمید بن مسلم الاسدی ابراہیم بن الاشتر کا دوست تھا یہ اس کے پاس جایا کرتا تھا۔ نیز اس کے ہمراہ مختار کے پاس بھی جاتا تھا۔ ابراہیم مغرب کے قریب مختار کے پاس جاتا اور تارے چھٹکنے تک اس کے پاس رہتا۔ پھر گھر آجاتا کچھ زمانہ تک یہ آپس میں اپنے معاملات پر غور کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے تصفیہ کیا کہ ۱۴ ربیع الاوّل پنجشنبہ کے دن خروج کریں۔ ان کے شیعہ اور دوسرے طرف داروں نے بھی اس پر پوری طرح آمادگی ظاہر کی۔

ایاس بن مضارب کا گشت:

غروب آفتاب کے وقت ابراہیم نے اذان دی اور خود ہی آگے بڑھ کر امامت کی اور ہمیں نماز پڑھائی مغرب کی نماز کے بعد جب کے تاریکی چھا گئی یہ ہمیں لے کر مختار کی طرف چلا ہم پوری طرح مسلح ہو کر مختار کی جانب چلے اس اثنا میں ایاس بن مضارب نے عبداللہ بن مطیع سے یہ بات کہہ دی تھی کہ ان دو راتوں میں سے کسی ایک رات میں مختار تم پر خروج کرنے والا ہے ایاس جنگی پولیس کو

لے کر گشت کے لیے نکلا۔ اس نے اپنے بیٹے راشد کو کناسہ بھیجا اور بازاروں کے گردگشت کرتا رہا۔ اس نے ابن مطیع سے جا کر کہا میں نے اپنے بیٹے راشد کو کناسہ بھیج دیا ہے۔ اگر آپ کوفے کے ہر بازار میں اپنے کسی بڑے سردار کو وفادار جماعت کے ساتھ بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ اس سے مختار ڈر جائے گا۔ اور خروج نہ کرے گا۔

چنانچہ ابن مطیع نے عبدالرحمٰن بن سعد بن قیس کو جبانہ السبیع بھیجا اور کہا کہ تم اپنی قوم والوں کو روکے رکھو۔ جس حلقہ پر میں تم کو بھیجتا ہوں اس کی تم اچھی طرح نگرانی کرو اور کسی کو اپنے حلقے سے آگے نہ بڑھنے دو۔ اگر وہاں کوئی واقعہ پیش آ جائے تو پوری قوت اور چابکدستی سے اسے فرو کرو۔

سرداران کوفہ کو ہدایات:

ابن مطیع نے کعب بن ابی کعب الخثعمی کو جبانہ بشر بھیجا زجر بن قیس کو جبانہ کندہ شمر بن ذی الجوشن کو جبانہ سالم عبدالرحمان بن مخنف بن سلیم کو جبانہ صائدین اور یزید بن الحارث بن رد یم ابوحوشب کو جبانہ مراد بھیجا ان تمام سرداروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے ہم قوموں کو ہماری مخالفت سے باز رکھیں۔ اور کسی کو اپنے حلقے سے آگے نہ آنے دیں اور جس حلقے پر انہیں متعین کیا جاتا ہے۔ اس کی پوری نگرانی رکھیں۔

ابن الاشتر کی روانگی:

دوشنبے کو یہ سردار اپنی اپنی جماعت کے ساتھ اپنے اپنے مفوضہ حلقوں پر آ گئے دوسری جانب ابراہیم بن الاشتر مغرب کی نماز کے بعد مختار کے پاس آنے کے ارادے سے اپنی فرودگاہ سے روانہ ہوا۔ اسے یہ اطلاع مل چکی تھی۔ کہ تمام بازاروں میں فوجیں متعین ہیں۔ نیز جنگی پولیس نے بڑے بازار اور قصر امارت کو گھیر رکھا ہے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ منگل کی رات کو بعد مغرب میں ابراہیم کے ہمراہ مختار کے مکان سے روانہ ہوا۔ ہم عمرو بن حریث کے مکان سے گذرے ہماری جماعت سو افراد پر مشتمل تھی۔ ابراہیم ہمارا سردار تھا۔ ہم زرہیں اور قبائیں پہنے ہوئے تھے۔ تلواریں ہمارے ساتھ تھیں۔ تلواروں کے سوا جنہیں ہم نے کاندھوں پر لٹکا لیا تھا۔ اور کوئی ہتھیار ہمارے پاس نہ تھا۔ البتہ زرہیں قباؤں کے نیچے پہنے ہوئے تھے۔ جب ہم سعد بن قیس کے مکان سے گذر کر اسامہ کے مکان پر پہنچے۔ تو ہم نے ابراہیم سے کہا کہ آپ ہمیں خالد بن عرفطہ کے مکان سے ہو کر بنی بجلیہ کے محلے میں لے چلئے۔ وہاں پہنچ کر ہم ان کے مکانات میں سے ہو کر مختار کے پاس جا نکلیں گے۔

ابراہیم بن الاشتر کو گرفتار کرنے کا قصد:

ابراہیم جو ایک بہادر جوان تھا۔ اور دشمن کے مقابلہ میں باک نہیں کرتا تھا۔ کہنے لگا کہ میں عمرو بن حریث کے مکان پر قصر امارت کے پہلو میں وسط بازار میں گذروں گا۔ اس طرح اپنے دشمن کو مرعوب کروں گا اور بتاؤں گا۔ کہ مجھے ان کی کچھ پرواہ نہیں اب ہم باب الفیل کے راستے سے مختار کے مکان کی طرف چلے ابراہیم داہنی سمت مڑ کر عمرو بن حریث کے مکان کی طرف چلنے لگا۔ جب اس مکان سے ہم گذرے ہم نے دیکھا کہ ایاس بن مضارب پولیس کے ساتھ ہتھیار رکھولے کھڑا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا تم کون ہو۔ اور کہاں جا رہے ہو۔ ابراہیم نے جواب دیا میں ابراہیم بن الاشتر ہوں۔ ابن مضارب نے پوچھا تمہارے ساتھ یہ جماعت کیسی ہے؟ بخدا تمہاری نیت بخیر نہیں معلوم ہوتی۔ مجھے اطلاع ہوئی ہے کہ تم ہر شام اس مقام سے گذرا کرتے ہو۔ میں تم کو بغیر امیر کے سامنے

پیش کیے نہیں جانے دوں گا۔ ان کے سامنے چلو جیسا وہ مناسب خیال کریں گے تمہارے بارے میں حکم کریں گے۔

ایاس بن مضارب کا خاتمہ:

ابراہیم نے کہا تم مجھے نہ روکو اور جانے دو ایاس نے کہا بخدا میں ہرگز تم کو جانے نہ دوں گا۔ ایاس بن مضارب کے ہمراہ ایک ہمدانی ابوقطن نامی بھی تھا۔ جو ہر کوتوال کے ساتھ رہا کرتا تھا اسی بنا پر سب لوگ اس کی عزت و تعظیم کرتے تھے۔ یہ ابن الاشتر کا دوست تھا۔ اس نے اسے اپنے پاس بلایا۔ ابوقطن کے پاس ایک طویل نیزہ تھا یہ نیزہ لیے اس کے قریب پہنچا۔ اور اس کا خیال تھا کہ اس نے مجھے اس لیے بلایا ہے کہ میں ابن مضارب سے اس کی سفارش کروں کہ وہ اسے جانے دے ابن الاشتر نے اس نیزے کو لے کر کہا کہ یہ بہت لانبا ہے اور فوراً ہی ابن مضارب پر حملہ آور ہوا۔ اور نیزہ اس کے حلقوم میں پیوست کر دیا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ اپنے ایک ہم قوم سے کہا کہ اتر کر اس کا سر کاٹ لو۔ اس شخص نے اس حکم کی بجا آوری کی۔ اس واقعے سے ابن مضارب کی جماعت منتشر ہو کر ابن مطیع کے پاس آئی اس نے ایاس کے بیٹے راشد کو اس کی جگہ کوتوال مقرر کیا۔ اور اس رات کو اس کی جگہ کناسہ میں سوید بن عبدالرحمان المنقری ابوقعقاع بن سوید کو بھیجا۔

ابراہیم بن الاشتر اور مختار کی ملاقات:

ابراہیم بدھ کی رات مختار کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا کہ اگرچہ ہم نے کل والی رات میں خروج کا ارادہ کیا تھا مگر ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ کہ جس کی وجہ سے آج ہی رات کو خروج کرنا ضروری ہوا۔ مختار نے پوچھا کیا ہوا؟ ابراہیم نے کہا کہ ایاس بن مضارب نے میرا راستہ روکا وہ اس گھمنڈ میں تھا کہ مجھے روک دے گا۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کا سر میرے ساتھیوں کے ہمراہ موجود ہے۔ مختار نے کہا اللہ تجھے نیک بشارت دے یہ شگون نیک ہے اللہ نے چاہا تو یہ پہلی فتح ثابت ہوگی۔

مختار ثقفی کا خروج:

مختار ثقفی نے سعید بن منقذ کو حکم دیا۔ کہ مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے لکڑی کے مٹھوں میں آگ روشن کرو۔ عبداللہ بن شداد کو حکم دیا۔ کہ تم ہمارا شعار بلند کرو۔ سفیان بن لیل اور قدامہ بن مالک سے کہا کہ تم لوگوں میں منادی کرو۔ کہ حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کون آتا ہے۔ پھر مختار نے اپنی زرہ اور ہتھیار منگائے جب وہ آ گئے تو زیب بدن کرنے لگا۔ اور پڑھتا جاتا تھا:

قد علمت بیضاء حسنا الطلل و اضحة الخدین عجزاء الکفل انی غداۃ الروع مقدام بطل.

''گداز بدن، گوری چٹی، روشن رخسار موٹے سرین والی خوبصورت عورت اس بات سے واقف ہے۔ کہ میں جنگ میں آگے بڑھنے والا دلیر ہوں''۔

ابراہیم بن الاشتر کی مراجعت:

ابراہیم نے مختار سے کہا کہ یہ سردار جنہیں ابن مطیع نے محلوں میں مقرر کیا ہے۔ ہمارے طرفداروں کو ہمارے پاس آنے نہیں دیتے۔ اگر میں اپنی جماعت کے اپنی قوم کے پاس جاؤں تو میری قوم کے وہ تمام لوگ جنہوں نے میری بیعت کی ہے۔ میرے گرد جمع ہو جائیں گے انہیں لے کر میں کوفے کے اطراف میں چلا جاؤں گا۔ اور پھر ہم اپنا شعار بلند کریں گے۔ جو میرے پاس آنا چاہے گا۔ وہ میرے پاس آ جائے گا۔ اور جس سے ہو سکے گا وہ تمہارے پاس چلا آئے گا۔ جو تمہارے پاس آ جائے اسے تم اپنے اور طرفداروں

کے ساتھ روک لینا۔ تاکہ اگر ہمارے مقررہ وقت سے پہلے تم پر حملہ کر دیا جائے تو اس طرح تمہارے پاس ایسی جماعت ہو جس سے دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے' نیز اگر میں اپنی کاروائی سے فارغ ہو گیا تو رسالہ اور پیدل لے کر فوراً تمہارے پاس آ جاؤں گا۔

مختار نے کہا تم فوراً جاؤ مگر دشمن کے سردار کی طرف لڑنے نہ جانا۔ بلکہ جب تک جنگ سے بچ سکو بچنا۔ میری اس نصیحت کو یاد رکھو کہ جب تک جنگ کی ابتدا حریف مقابل کی طرف سے نہ ہو۔ تم پیش دستی نہ کرنا۔

زخر بن قیس کا ابن الاشتر پر حملہ:

ابراہیم بن الاشتر اپنے اس دستے کے ساتھ جسے وہ لے کر آیا تھا مختار سے رخصت ہو کر اپنی قوم کے پاس آیا۔ جن لوگوں نے اس کی بیعت کی تھی اور ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا ان میں سے اکثر نے ایفائے عہد کیا یہ ان سب کو لے کر کوفے کی گلیوں میں رات گئے تک چلتا رہا۔ کیونکہ وہ ان راستوں سے بچ رہا تھا۔ جو ان احاطوں کو جاتے تھے۔ جہاں ابن مطیع نے اپنے سردار متعین کر دیئے تھے اسی طرح وہ شاہراہوں کے ناکوں سے بھی بچتا جاتا تھا۔ چلتے چلتے جب یہ مسجد سکون کے پاس پہنچے تو زحر بن قیس کے رسالے کے ایک دستے نے جس کا کوئی قائد یا امیر نہ تھا۔ ابراہیم کی جماعت پر حملہ کر ابراہیم اور اس کے ساتھیوں نے بھی ان پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا یہ شکست خوردہ جماعت محلہ کندہ پہنچی۔ ابراہیم نے دریافت کیا۔ کہ کندہ کے احاطہ میں کون رسالدار مقرر ہے۔ قبل اس کے کہ اس کا جواب اسے معلوم ہو اس نے اپنے ساتھیوں سمیت حملہ کر دیا ابراہیم کہتا جاتا تھا۔ کہ اے خداوند تو جانتا ہے۔ کہ ہم تیرے نبی ﷺ کے خاندان کی حمایت میں کھڑے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں دشمن پر فتح دے۔ اور ہماری اس تحریک کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔

زحر بن قیس کی پسپائی:

جب ابراہیم دشمن کے رسالے تک جا پہنچا اور اسے مار بھگایا۔ تو اس سے کہا گیا۔ کہ اس رسالے کا سردار زحر بن قیس ہے یہ سنتے ہی ابراہیم نے مراجعت کا حکم دیا۔ جب یہ پسپا ہوئے تو ان کی ترتیب بگڑ گئی ایک پر ایک چڑھا جاتا تھا۔ راستے میں اگر کوئی گلی ملتی تو کچھ اس میں ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد یہ لوگ آہستہ آہستہ مراجعت کرنے لگے۔

ابراہیم بن الاشتر کا احاطہ اثیر میں قیام:

ابراہیم اثیر کے احاطہ پہنچا۔ وہاں دیر تک ٹھہرا رہا اس کے ساتھیوں نے اپنا شعار بلند کیا۔ سوید بن بن عبداللہ کو معلوم ہوا۔ کہ یہ جماعت اثیر کے احاطے میں موجود ہے۔ اس نے اس توقع پر کہ میں اس جماعت کو اچانک جا کر تباہ کروں گا۔ اور اس طرح ابن مطیع کے دل میں گھر کروں گا۔ ابراہیم بن الاشتر اور اس کی جماعت پر بے خبری میں حملہ کر دیا۔

سوید بن عبداللہ کا ابن الاشتر پر حملہ:

ابراہیم نے اس حالت کو محسوس کر کے اپنی جماعت سے کہا اے اللہ کے سپاہیو! اتر پڑو۔ ان فاسقوں کے مقابلے میں جنہوں نے اہل بیت رسول ﷺ کے کے خون بہائے ہیں۔ تم اس بات کے زیادہ سزاوار ہو۔ کہ اللہ تمہاری مدد کرے۔ اس حکم پر سب اتر پڑے۔ ابراہیم نے ان پر حملہ کیا اور اس قدر مارا کہ انہیں میدان سے بھاگنا ہی پڑا کوئی ترتیب باقی نہ رہی۔ ایک پر ایک چڑھا جاتا تھا۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے جاتے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا ہم بھی تو یہی چاہتے تھے۔ ہماری جو جماعت ان کا مقابلہ کرے گی اسے یہ شکست دے گی۔

سوید بن عبداللہ کی پسپائی:

ابراہیم اسی طرح شکست دیتا رہا۔ آخر کو وہ کناسے میں گھس گئے۔ ابراہیم کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ آپ ان کا تعاقب کریں وہ مرعوب ہو گئے ہیں۔ اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ ہماری اس کاروائی کا مقصد کیا ہے اور خدا ان کی دعوت اور مقصد سے بھی واقف ہے۔

ابراہیم نے ان کے مشورے کو قبول نہیں کیا۔ اور کہا کہ پہلے ہمیں اپنے امیر کے پاس چلنا چاہیے۔ تاکہ ہماری غیبت سے ان کو جو پریشانی لاحق ہوگی وہ دور ہو ہمیں ان کی حالت سے اور انہیں ہماری کارروائی سے واقفیت ہو۔ اس طرح ان کی اور ان کے دوستوں کی قوت میں اضافہ ہوگا۔ نیز باہمی مشورے سے کوئی عمدہ طرز عمل پیدا ہوگا اور مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ ان پر یورش ہوگئی ہوگی۔

ابراہیم بن الاشتر کی پیش قدمی:

ابراہیم اپنے ساتھیوں سمیت آگے بڑھا۔ مسجد اشعث کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرا۔ وہاں سے چلا پھر مختار کے مکان آیا۔ دیکھا کہ شور و غوغا برپا ہے۔ اور جنگ ہو رہی ہے شبث بن ربعی سنجہ کی جانب سے مختار پر حملہ آور ہوا۔ مختار نے یزید بن انس کو اس کے مقابلے پر بھیجا حجار بن ابجیر العجلی بڑھا۔ مختار نے احمر بن شمیط کو اس کے مقابلے کے لیے حکم دیا۔ جنگ خوب ہو رہی تھی۔ کہ ابراہیم قصر امارت کی جانب سے یہاں پہنچا۔ حجار اور اس کی فوج کو معلوم ہوا۔ کہ ابراہیم ہماری پشت پر آ گیا ہے۔ اس کے آنے سے پہلے ہی وہ متفرق ہو کر گلی کوچوں میں منتشر ہو گئے۔

شبث کا ابن مطیع کو مشورہ:

بنی نہد کے تقریباً سو طرفداران مختار کے ہمراہ قیس بن طہفہ آیا اور اس نے شبث بن ربعی پر جو اس وقت یزید بن انس سے مصروف پیکار تھا۔ حملہ کر دیا۔ شبث نے اس کی مزاحمت نہیں کی اسے راستہ دے دیا۔ اور جب قیس اور یزید دونوں کی فوجیں یک جا ہوگئیں تو شبث راستہ ان کے لیے چھوڑ کر ابن مطیع کے پاس آ گیا۔ اور اس سے کہا کہ آپ اپنے ان تمام سرداروں کو جن کو مختلف حلقوں میں آپ نے متعین کیا ہے۔ اپنے پاس بلا لیجیے۔ اور جب سب جمع ہو جائیں تو ایک قابل اعتماد سردار کو سپہ سالار مقرر کر کے ان سے لڑنے بھیجیے۔ دشمن کی طاقت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ مختار نے علی الاعلان خروج کر دیا ہے۔ اور اس کی دعوت کامیاب ہوگئی ہے۔

دوسری طرف مختار کو معلوم ہوا کہ شبث نے ابن مطیع کو اس قسم کا مشورہ دیا ہے وہ اپنی فوج کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی قیام گاہ سے چل کر سنجہ آیا۔ اور زائدہ کے باغ کے متصل دیر ہند کی پشت پر فروکش ہوا۔

بنوشاکر میں انتقام حسین رضی اللہ عنہ کی منادی:

ابوعثمان نے خروج کر کے بنوشاکر میں آ کر منادی کی یہ لوگ خروج کے لیے اپنے مکانات میں جمع تھے۔ مگر چونکہ کعب بن ابی کعب الخثعمی ان کے قریب ہی بشر کے احاطے میں متعین تھا۔ اس کے خوف سے یہ لوگ خروج نہ کر سکے تھے۔ کعب کو یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ بنی شاکر خروج کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے مقام سے چل کر میدان میں آیا۔ اور ان کے گلی کوچوں کے ناکے اس نے روک دیئے۔ اب ابوعثمان نے اپنی ایک مختصر جماعت کے ساتھ آ کر منادی کی۔ ''حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے آؤ''۔ اے ہدایت یافتہ قبیلے

امیر وزیر آلِ محمد ﷺ نے خروج کر دیا ہے وہ دیر ہند میں فروکش ہیں۔ انہوں نے اس کی بشارت دینے اور تم کو دعوت دینے مجھے بھیجا ہے۔ اللہ تم پر رحم کرے خروج کرو۔

بنوشاکر کا خروج:

یہ سنتے ہی بنی شاکر ''حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے'' کا نعرہ لگاتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور کعب بن ابی کعب سے لپٹ گئے پھر کعب کی فوج نے انہیں راستہ دے دیا۔ یہ مختار کے پاس آ کر اس کی چھاؤنی میں خیمہ زن ہو گئے۔ عبداللہ بن قراد الخثعمی نے قبیلہ خثعم کے تقریباً دو سو آدمیوں کے ہمراہ خروج کیا۔ اور یہ بھی مختار کے پاس اس کے پڑاؤ میں آ گیا۔ کعب بن ابی کعب نے اس کی بھی مزاحمت کرنا چاہی اور ایک دوسرے کے مقابل میں صف بستہ بھی ہو گئے۔ مگر کعب کو جب معلوم ہوا۔ کہ یہ اس کے قبیلے والے ہیں۔ اس نے بغیر لڑے انہیں راستہ دے دیا۔

بنی شبام کا خروج:

بنی شبام آخر شب میں جنگ کے لیے نکلے اور مراد کے احاطے میں آ کر جمع ہوئے جب عبدالرحمان بن سعید بن قیس کو ان کے خروج کا علم ہوا۔ اس نے ان سے کہلا بھیجا کہ اگر تم مختار کے پاس جانا چاہتے ہو تو سبیع کے محلے سے نہ گذرو۔ یہ جماعت بھی مختار سے آ ملی۔ ان بارہ ہزار آدمیوں میں سے جنہوں نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تین ہزار آٹھ سو آدمی طلوع فجر سے پہلے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور اس نے ان کی ترتیب وغیرہ بھی قائم کر دی۔

والبی کا بیان:

والبی کہتا ہے کہ میں حمید بن مسلم اور نعمان بن ابی جعد مختار کی شب خروج پہلے اس کے مکان آئے اور پھر اسی کے ہمراہ اس کے فوجی پڑاؤ چلے آئے۔ ابھی صبح بھی نمودار نہیں ہوئی تھی۔ کہ مختار اپنی فوج کی ترتیب و آراستگی سے فارغ ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اندھیرے ہی سے خود امام بن کر ہمیں نماز صبح پڑھائی۔ اور سورۂ نازعات اور عبس و تولی تلاوت کی ہم نے اس سے پہلے کسی امام کو اس سے زیادہ خوش لہجہ میں کلام پاک کی قرات کرتے نہ سنا تھا۔

امرائے کوفہ کا مسجد اعظم میں اجتماع:

ابن مطیع نے تمام محلوں کے امراء کو یہ حکم دیا کہ سب کے سب مسجد اعظیم میں جمع ہوں۔ نیز یہ اعلان کر دیا کہ آج رات کو جو مسجد میں نہ آئے گا اس کے حقوق حفاظت زائل ہو جائیں گے۔ اس اعلان سے بہت سے لوگ مسجد میں جمع ہوئے جب سب جمع ہو گئے تو ابن مطیع نے شبث بن ربعی کو تقریباً تین ہزار فوج کے ساتھ مختار کے مقابلے میں بھیجا اور راشد بن ایاس کو چار ہزار فوج خاصہ دے کر روانہ کیا۔

شبث بن ربعی:

ابی سعید الصیقل کہتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد جب مختار پلٹا تو ہم نے بنی سلیم کے محلّہ اور ڈاک کی سڑک کے درمیان شور وغوغا سنا مختار نے کہا کون اس کی لا سکتا ہے میں نے کہا میں۔ مختار نے کہا تو اچھا اپنے ہتھیار اتار ڈالو اور محض تماشائیوں کی طرح ان میں جا ملو اور جو واقعہ ہو اس سے آ کر مجھے آگاہ کرو۔

اس کی ہدایت کے بموجب جب میں اس جماعت کے قریب پہنچا تو اس وقت ان کا مؤذن تکبیر اقامت کہہ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ شبث بن ربعی وہاں زبردست فوج کے ساتھ موجود ہے شیبان بن حریث الضبی اس کے رسالے کا سردار تھا۔ اور خود شبث پیدل سپاہ میں تھا۔ جن کی تعداد بھی کثیر تھی۔

شبث بن ربعی کی امامت:

تکبیر اقامت کے بعد شبث نے امامت کی پہلی رکعت میں اِذَا زُلْـزِلَـتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا تلاوت کی میں نے اپنے جی میں کہا۔ خدا نے چاہا تو اللہ تمہیں کو متزلزل کر دے گا۔ دوسری رکعت میں اس نے وَالْـعٰـدِیٰـتِ ضَبْحًا تلاوت کی اس پر اس کے بعض ساتھیوں نے کہا آپ کو زیبا تھا کہ ان سے زیادہ طویل سورتیں قرأت کرتے۔ اس نے کہا کہ دیکھ رہے ہو۔ کہ ویلم (یعنی کفار) تمہارے سامنے ہیں۔ اور تم چاہتے ہو کہ میں اس وقت سورۂ بقر یا آل عمران تلاوت کرتا اس فوج کی تعداد تین ہزار تھی۔

شبث بن ربعی کی پیش قدمی:

میں بہت شتاب روی سے مختار کے پاس آیا شبث اور اس کی فوج کی مختار کو اطلاع دی اسی وقت سعر بن ابی سعر الحنفی گھوڑا دوڑاتا ہوا محلہ مراد کی جانب سے مختار کے پاس آیا تھا۔ اس نے بھی مختار کی بیعت کی تھی۔ مگر یہ اسی رات مختار کے ہمراہ کوتوالی کی نگرانی کے خوف سے خروج نہ کر سکا۔ صبح ہوتے ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مراد کے محلے سے گذرا یہاں راشد بن ایاس متعین تھا۔ اس کے سپاہیوں نے اس کا نام اور ارادہ دریافت کیا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور انہیں پیچھے چھوڑ کر مختار کے پاس آ گیا۔ اس نے مختار سے راشد کی خبر سنائی اور میں نے انہیں شبث کی پیش قدمی کی اطلاع دی۔

ابن الاشتر اور نعیم بن ہبیرہ کی روانگی:

مختار نے ابراہیم بن الاشتر کو نوسو سواروں یا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ چھ سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ہمراہ راشد بن ایاس کے مقابلے پر بھیجا۔ نیز نعیم بن ہبیرہ مصقلہ بن ہبیرہ کے بھائی کو تین سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ تم دونوں جاؤ۔ جب دشمن سے مقابل ہو۔ تو دونوں پیدل سپاہ میں گھوڑوں سے اتر نا پڑتا اور جاتے ہی اس کام سے فراغت کرنا خود ہی بڑھ کر حملہ کر دینا اپنے آپ کو دشمن کا ہدف نہ بنا لینا کیونکہ اس کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بغیر غلبہ پائے۔ مجھے اپنا منہ نہ دکھانا اور جان دے دینا۔

نعیم بن ہبیرہ کا شبث پر حملہ:

ابراہیم نے راشد کا رخ کیا۔ مختار نے یزید بن انس کو نوسو سپاہ کے ہمراہ اپنے آگے مسجد شبث کے مقام میں روانہ کیا۔ اور نعیم بن ہبیرہ شبث کی جانب بڑھا۔ میں اس فوج میں تھا۔ جسے مختار نے نعیم بن ہبیرہ کے ہمراہ شبث کی سمت روانہ کیا تھا۔ میرے ہمراہ سعر بن ابی سعر الحنفی بھی تھا۔ ہم نے شبث تک پہنچتے ہی حملہ کر دیا۔ اور خوب ہی داد مردانگی دی نعیم بن ہبیرہ سعر بن ابی سعر الحنفی کو اپنے رسالے پر مقرر کیا تھا۔ اور وہ خود پیدل سپاہ میں پیادہ چل رہا تھا۔ اب آفتاب عالمتاب طلوع ہوا اس کی روشنی اچھی طرح پھیل گئی۔ ہم نے انہیں اس قدر مارا کہ انہیں مکانات میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس پر شبث نے انہیں للکارا۔ اے برے حامیو! تم بالکل ننگے ہو۔ کیا تم اپنے غلاموں سے بھاگتے ہو۔

نعیم بن ہبیرہ کا قتل:

اس زجر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جماعت اس کے پاس ٹھہری رہی اور اس نے ہم پر شدید حملہ کیا۔ ہم اس سے پہلے ہی پراگندہ ہو گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمیں ہزیمت ہوئی۔ نعیم بن ہبیرہ میدان میں جمارہا۔ اور مارا گیا سعر قید کر لیا گیا۔ میں اور خلید حسان بن یخدج کا آزاد غلام دونوں قید کر لیے گئے۔ شبث نے خلید سے جو ایک وجیہہ اور جسیم آدمی تھا۔ پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا خلید حسان بن یخدج الذہلی کا آزاد غلام شبث نے اس سے کہا اے حرامزادے تو نے کناسے میں برتن بیچنا اب چھوڑ دیا ہے۔ جس نے تجھ کو آزاد کیا۔ اس کا عوض تو نے یہ دیا کہ اسی کے خلاف تلوار لے کر لڑنے آیا ہے۔ اس کی گردن ماردو۔ خلید قتل کر دیا گیا۔

سعر کی رہائی:

سعر کو شبث نے پہچانا اور کہا تم بنی حنفیہ سے متعلق ہو اس نے کہا ہاں شبث نے کہا تم نے ان لونڈی بچوں کی کیوں اتباع کی اللہ تمہارا برا کرے اچھا اسے چھوڑ دو میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس آزاد غلام کو قتل کر دیا۔ اور عرب کو چھوڑ دیا۔ میں بھی آزاد غلام ہوں۔ وہ مجھے قتل کر دے گا۔ اسی خوف سے جب اس سامنے پیش ہوا۔ اور اس نے مجھے دریافت کیا میں نے کہا میں بنی تیم اللہ سے ہوں۔ اس نے کہا آزاد غلام ہو۔ یا عرب ہو۔ میں نے کہا عرب ہوں زیاد بن خصفہ کے خاندان سے تعلق ہوں۔ شبث نے کہا ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ تم نے ایک مشہور شریف کا ذکر کیا ہے اچھا اپنے گھر جاؤ۔ میں وہاں سے روانہ ہو کر حمرا آیا۔ چونکہ میں نے دشمن سے لڑنے کا غور و فکر کے بعد عزم کیا تھا میں مختار کے پاس چلا آیا اور میں نے اپنے جی میں کہا کہ مجھے اپنے دوستوں کے پاس چل کر خود ان کی غمخواری کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کے بعد زندگی تلخ ہے جب میں اپنے دوستوں کے پاس پہنچا تو اس سے پہلے ہی سعر الحنفی ان کے پاس آ گیا تھا۔ اب شبث کا رسالہ مختار کی فوج کی طرف بڑھا مختار کو نعیم بن ہبیرہ کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی جسے اس کی فوج نے سخت نقصان محسوس کیا۔

مختار ثقفی کی پیش قدمی:

میں نے مختار سے آکر اپنی داستان سنائی اس نے مجھے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ اور کہا کہ یہ وقت باتوں کا نہیں ہے شبث نے آتے ہی مختار اور یزید بن انس کو گھیر لیا۔ دوسری طرف سے ابن مطیع نے یزید بن الحارث بن ردیم کو دو ہزار کے ہمراہ لحام جریر کی سڑک سے ہمارے مقابلے کے لیے بھیجا یہ فوج ناکوں کو روک کر ٹھہر گئی مختار نے یزید بن انس کو اپنے رسالے کا سردار مقرر کیا اور خود پیدل چلتے لے کر بڑھا۔

یزید بن انس کا فوج سے خطاب:

حارث بن کعب الوالبی (والبہ ازد) بیان کرتا ہے۔ کہ شبث کے رسالے نے ہم پر دو حملے کیے۔ مگر ہمارا کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔ یزید بن انس نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا اے گروہ شیعہ تم کو اب تک قتل کیا جاتا رہا ہے تمہارے ہاتھ پاؤں قطع کیے جاتے رہے ہیں۔ تم کو اندھا کیا جاتا رہا ہے اور تم کو کھجور کے درختوں پر سولی دی جاتی رہی ہے یہ سب کچھ تم اپنے نبی کے اہل بیت کی محبت میں برداشت کرتے رہے ہو۔ اب یاد رکھو اگر آج ہمارے دشمن نے ہم پر غلبہ پالیا۔ تو ہم میں سے کوئی زندہ نہ بچے گا۔ یہ تم سب کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیں گے۔ تمہاری اولاد ازواج اور مال و جائداد کے ساتھ وہ سلوک کریں گے جس کے دیکھنے سے

موت بہتر ہے ان سے بچنے کی آج صرف یہی ایک صورت ہے۔ کہ ثابت قدم رہو۔ دشمن کی آنکھوں میں نیزے کے کاری وار لگاؤ ان کے سروں پر پوری ضرب لگاؤ۔ اب تم شدید جنگ اور حملہ کے لیے تیار رہو اور جب میں اپنے پرچم کو دو مرتبہ حرکت دوں فوراً حملہ کر دینا۔ اس تقریر کے بعد ہم حملے کے لیے بالکل تیار ہو گئے۔ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ اور اس کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

ابن الاشتر کا راشد بن ایاس پر حملہ:

ابراہیم بن الاشتر راشد بن ایاس کی جانب چلا محلّہ مراد میں دونوں کا مقابلہ ہوا راشد کے ہمراہ چار ہزار فوج تھی۔ اس پر ابراہیم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت سے مرعوب نہ ہو جانا' بخدا اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک آدمی دس سے زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين. بسا اوقات ایک چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے ایک بڑی جماعت پر غالب آ گئی اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ابراہیم نے خزیمہ بن نصر کو حکم دیا۔ کہ تم رسالے کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو۔ خود ابراہیم پیدل سپاہ کے ساتھ پیدہ چلتا رہا۔ اس کا پرچم مزاحم بن طفیل کے پاس تھا۔ ابراہیم نے اس سے کہا کہ پرچم لے کر آہستہ آہستہ چلو۔

راشد بن ایاس کا خاتمہ:

اب دونوں فریق ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ نہایت شدید وخونریز جنگ ہوتی رہی۔ خزیمہ بن نصر العبسی نے راشد بن ایاس کو دیکھا اس پر حملہ کیا۔ اور نیزے سے اسے ہلاک کر دیا۔ اور اعلان کیا کہ رب کعبہ کی قسم میں نے راشد کو قتل کر دیا۔ راشد کی سپاہ کو ہزیمت ہوگئی راشد کے قتل کے بعد ابراہیم اور خزیمہ بن نصر اپنے ساتھیوں کو لے کر مختار کی طرف پلٹے انہوں نے نعمان بن ابی جعد کو راشد کے قتل اور فتح کی خوشخبری دینے کے لیے مختار کے پاس بھیجا۔ جب یہ خبر مختار کو معلوم ہوئی اس کی فوج نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور ابن مطیع کی فوج کی ہمتیں پست ہو گئیں۔

حسان بن قائد کی پسپائی و امان:

اب ابن مطیع نے حسان بن قائد بن بکیر العبسی کو تقریباً دو ہزار سپاہ کے ساتھ مقابلے کے لیے بھیجا۔ یہ مقام حمرا سے کچھ ہی اوپر ابراہیم بن الاشتر کا مزاحم ہوا تا کہ اسے وہ ابن مطیع کی اس فوج پر جو سنجہ میں تھی۔ حملہ نہ کرنے دے۔ ابراہیم نے خزیمہ بن نصر کو رسالے کے ہمراہ حسان بن قائد کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اور خود پیدلوں کے ساتھ ساتھ اس کی جانب چلا۔ بخدا کسی قسم کی نیزہ بازی یا شمشیر زنی کے بغیر حسان کی فوج بھاگ گئی۔ خود حسان فوج کی عقبی جماعتوں کے ہمراہ اصل سپاہ کو بچاتا جاتا تھا۔ خزیمہ بن نصر نے اس پر حملہ کیا۔ مگر پھر اسے پہچانا اور کہا اے حسان بن قائد اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو میں تمہارے قتل کرنے میں پوری کوشش صرف کر دیتا۔ لیکن اب چھوڑے دیتا ہوں۔ بھاگ جاؤ۔ مگر حسان کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور یہ گر پڑا۔ خزیمہ نے کہا اے ابو عبداللہ تمہارے لیے ہلاکت ہو اور لوگوں نے دوڑ کر اسے گھیر لیا۔ یہ تلوار پکڑ کر ان سے لڑتا رہا۔ خزیمہ نے اسے پکارا اے ابو عبداللہ تم کو امان دی جاتی ہے۔ تم خود کو ہلاک نہ کرو اس کے بعد خزیمہ اس کے بچانے کے لیے آ گیا۔ اور لوگ بھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔ ابراہیم اس کے پاس سے گذرا خزیمہ نے ابراہیم سے کہا یہ میرا چچیرا بھائی ہے میں نے اسے امان دے دی ہے۔

ابراہیم نے کہا تم نے بہت اچھا کیا اس کے بعد خزیمہ نے حسان کا گھوڑا منگوایا اسے سوار کیا اور کہا کہ اپنے گھر چلے جاؤ۔

ابن الاشتر کا شبث پر حملہ:

ابراہیم مختار کی جانب آیا۔ اس وقت شبث نے مختار اور یزید بن انس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ یزید بن حارث نے جو سبخہ کے قریب کوفہ کے ناکوں پر متعین تھا۔ دیکھا کہ ابراہیم شبث کی طرف بڑھ رہا ہے وہ خود ابراہیم کو روکنے بڑھا۔ اس نے خزیمہ بن نصر کو ایک جماعت کے ساتھ اس کے مقابلے پر بھیجا اور ہدایت کی کہ تم یزید بن حارث کو مجھ تک نہ آنے دینا۔ خود ابراہیم اب شبث کی سمت چلا حارث بن کعب راوی ہے کہ جب ابراہیم ہمارے پاس آنے لگا۔ تو ہم نے دیکھا کہ شبث اور اس کی فوج آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی ہے۔ ابراہیم نے اس کے قریب پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ اب یزید بن انس نے ہمیں بھی حملہ کرنے کا حکم دیا ہم نے حملہ کیا۔ دشمن پیچھے ہٹ کر کوفہ کے مکانات تک جا پہنچا۔ ادھر خزیمہ بن نصر نے یزید بن حارث بن رد یم کو حملہ کر کے شکست دی۔ اور اب یہ سب کوفے کے ناکوں پر جمع ہو گئے یزید بن حارث نے ان مکانوں کی چھتوں پر جو راستوں کے ناکوں پر تھے قادر اندازوں کو متعین کر دیا تھا۔ مختار بھی ایک جماعت کے ساتھ یزید بن حارث کی سمت بڑھا۔ جب یہ جماعت ناکوں پر پہنچی تو تیراندازوں نے ان پر ایسی ناوک فگنی کی کہ اس سمت سے وہ کوفے میں داخل نہ ہو سکے لوگ سنجہ سے شکست کھا کر ابن مطیع کے پاس چلے آئے جب راشد بن ایاس کے قتل کی خبر اسے معلوم ہوئی تو اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔

عمرو بن الحجاج کا ابن مطیع کو مشورہ:

یحییٰ بن ہانی راوی ہے کہ اس موقع پر عمرو بن الحجاج الزبیدی نے ابن مطیع سے کہا کہ یہ سر پکڑے بیٹھے رہنے کا وقت نہیں ہے۔ تم خود چلو اور سب لوگوں کو دشمن کے مقابلے کے لیے دعوت دو اور اس سے لڑو۔ شہر کی آبادی کثیر ہے اور صرف اس ایک چھوٹی سی باغی جماعت کے علاوہ جس نے خروج کیا ہے۔ اور جسے اللہ رسوا اور ہلاک کر دے گا۔ باقی سب آپ کے ساتھ ہیں۔ سب سے پہلے میں ان کے مقابلے کے لیے تیار ہوں۔ ایک جماعت میرے ساتھ کیجیے اسی طرح اوران کے ساتھ اور کسی جماعت کو بھیجئے۔

ابن مطیع کا فوج سے خطاب:

اس مشورہ سے متاثر ہو کر ابن مطیع نے سب کے سامنے آ کر تقریر کی حمد وثنا کے بعد کہا یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم ایک ذلیل وحقیر اور گمراہ چھوٹی سی جماعت کے مقابلے سے عاجز آ گئے۔ ان کے مقابلے پر چلو اپنے حریم کی ان کے مقابلے میں حفاظت کرو۔ اپنے شہر اور زر لگان کو ان سے بچاؤ ورنہ یہ یاد رکھو کہ تمہاری میں غیر مستحق شریک ہو جائیں گے۔ بخدا مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان باغیوں میں پانسو آدمی ایسے ہیں جو تمہارے آزاد کردہ ہیں۔ ان کا امیر بھی انہیں میں سے ہے۔ اگر ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو اس سے تمہاری عزت تمہاری حکومت تمہارا دین سب خاک میں مل جائے گا۔ یہ کہہ کر ابن مطیع نے اپنی تقریر ختم کر دی یزید بن حارث نے باغیوں کو کوفے میں داخل ہونے سے روک دیا۔

مختار ثقفی کا جبانہ میں قیام:

مختار سنجہ سے چل کر جبانہ کی پشت پر ظاہر ہوا وہاں سے بھی اور اوپر ہٹ کر مزینہ احمس اور یارق کے مکانات کے قریب ان کی مسجد اور مکانات کے نزدیک اتر پڑا۔ ان لوگوں کے مکانات اہل کوفہ کے مکان سے علیحدہ واقع ہوئے ہیں اور خود یہ مکانات بھی ایک

دوسرے سے پیوست نہیں ہیں۔ یہاں کے رہنے والے مختار کے لیے پانی لائے اس کی فوج نے پانی پیا مگر خود مختار نے نہیں پیا۔ اس پر اس کے احباب نے خیال کیا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے۔ احمر بن بدیح الہمدانی نے ابن کامل سے پوچھا کیا امیر روزے سے ہیں۔ اس نے کہا ہاں احمر نے کہا اگر آج وہ روزے سے نہ ہوتا تو یہ بات اس کے لیے زیادہ قوت کا باعث ہوتی۔ ابن کامل نے کہا وہ معصوم ہیں۔ وہ اپنے اعمال کی خوبی اور بدی سے زیادہ واقف ہیں۔ احمر نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ میں اللہ سے اپنے کہے کی معافی طلب کرتا ہوں۔

مختار ثقفی کی قصر کوفہ کی جانب پیش قدمی:

اس مقام کو دیکھ کر مختار نے کہا لڑنے کے لیے یہ مناسب جگہ ہے ابراہیم نے اس سے کہا اللہ نے دشمنوں کی ہزیمت دی ہے۔ ان کے دلوں میں ہمارا رعب بیٹھ گیا ہے۔ آپ یہاں قیام کیے لیتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے آپ ہمیں لے کر چلئے۔ اب ہمیں قصر کو فتح کرنے سے کوئی طاقت روکنے والی نہیں ہے۔ اور مجھے یہ امید ہے کہ ہماری ایسی کوئی زیادہ مزاحمت بھی نہ کی جائے گی۔ مختار نے کہا جس قدر ضعفا یا مریض ہیں۔ وہ یہاں ٹھہر جائیں۔ نیز اپنا تمام سامان و اسباب بھی یہاں رکھ دیا جائے اور دشمن کے مقابلہ پر چلو سب نے اس تجویز پر عمل کیا۔ مختار نے ابو عثمان النہدی کو اس جماعت پر اپنا قائم مقام بنایا۔ ابراہیم بن الاشتر کو اپنے آگے روانہ کیا۔ اور یہاں بھی اس نے فوج کی وہی ترتیب قائم رکھی جو مقام سنجہ میں تھی۔ ابن مطیع نے عمرو بن الحجاج کو دو ہزار فوج کے ہمراہ مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ یہ توریوں کی سڑک سے ان کے مقابلے کے لیے آیا مختار نے ابراہیم سے کہا تم اسے نظر انداز کر دو اور اس کا مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ابراہیم نے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی۔

ابراہیم کا کوفہ میں داخلہ:

مختار نے یزید بن انس کو بلا کر عمرو بن الحجاج کے مقابلے کے لیے جانے کا حکم دیا۔ اس نے اس ارخ کیا۔ اور خود مختار ابراہیم کے پیچھے ہولیا۔ اب یہ سب کے سب دشمن کی طرف چلے جب مختار خالد بن عبداللہ کی عید گاہ کے قریب پہنچا تو خود وہیں ٹھہر گیا۔ اور ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ اسی طرح سیدھا بڑھتا ہوا چلا جائے اور کنارے کی سمت سے کوفے میں داخل ہو۔ ابراہیم برابر بڑھتا چلا گیا۔ شمر بن ذی الجوشن دو ہزار فوج کے ساتھ ابن محرز کی سڑک سے ابراہیم کے مقابلے پر آیا۔ مختار نے سعید بن منقذ الہمدانی کو اس کے روکنے کے لیے بھیجا۔ سعید اس کے سامنے آ گیا۔ نیز مختار نے ابراہیم سے کہلا بھیجا کہ تم اس کی بھی کچھ پرواہ نہ کرو بلکہ سیدھے اپنے مقصد کے لیے بڑھتے چلے جاؤ۔ یہ اسی طرح بڑھتے ہوئے شبث کی سڑک پر پہنچا وہاں نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ پانچ ہزار فوج کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار تھا۔ دوسری جانب ابن مطیع نے سوید بن عبدالرحمان کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ لوگوں میں منادی کر دے کہ سب ابن مساحق کے پاس جمع ہوں۔ اس نے شبث بن ربعی کو قصر امارت پر اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اور خود کناسے میں ٹھہرا ہوا تھا۔

ابن الاشتر کی ہدایت:

حصیرہ بن عبداللہ راوی ہے کہ جب ابن الاشتر اپنی جماعت کے ساتھ دشمن کے مقابل آیا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے دشمن کے قریب پہنچتے ہی اپنی افواج سے کہا کہ اتر پڑو۔ اپنے گھوڑوں کو ایک دوسرے سے بالکل قریب کر لو۔ اور پھر اسی طرح پیدل دشمن کی سمت تلواریں نیام سے نکالے ہوئے چلو اگر یہ کہا جائے کہ شبث بن راجی آ گیا ہے یا عتیبہ بن الجفاس کا خاندان یا اشعث کا

خاندان یا یزید بن حارث کا خاندان آتا ہے۔ (یہاں اس نے کوفہ کے بعض مشہور خاندانوں کا نام لیا) تو اس سے تم خوفزدہ نہ ہو جانا۔ یہ لوگ جب تلوار کی حرارت محسوس کریں گے تو ابن مطیع کا اس طرح ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ جس طرح بھیڑیں بھیڑیئے سے ڈر کر فرار ہو جاتی ہیں۔

ابن مساحق کی شکست و امان:

ابن الاشتر کی فوج نے اپنے گھوڑے ایک دوسرے کے بالکل قریب کر لیے۔ اس نے اپنی قبا کے دامن کا سرا اٹھا کر اپنے سرخ شامی ٹپکے میں لگا لیا۔ جسے اس نے اپنی قبا پر باندھ رکھا تھا۔ اور قبا کو زرہ پر پہن رکھا تھا۔ پھر اس نے کہا میرا چچا اور ماموں تم پر سے قربان ہوں دشمن پر حملہ کرو۔ بخدا لڑائی شروع ہوئی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ ابراہیم کی فوج نے ان کو شکست دی ان میں ایسی گڑ بڑ مچی کہ سڑک کے ناکے پر ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ اور سب گڈمڈ ہو گئے ابن الاشتر ابن مساحق کے پاس پہنچا اس نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور تلوار اٹھائی ابن مساحق نے کہا اے ابن الاشتر میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کیا کسی کے عوض میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو۔ یا کبھی میرے اور تمہارے درمیان کوئی عداوت تھی۔ ابن الاشتر نے اسے چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ تم اس واقعے کو یاد رکھنا۔ چنانچہ ابن مساحق ہمیشہ اس بات کو یاد کیا کرتا تھا۔ اب ابراہیم کی فوج دشمن کے تعاقب میں بڑھتی ہوئی کناسے میں در آئی۔ یہاں تک کہ بازار اور مسجد میں داخل ہو گئی۔ اور انہوں نے ابن مطیع کا محاصرہ کر لیا۔ جو تین دن تک قائم رہا۔

قصر کوفہ کا محاصرہ:

ابن مطیع نے صرف تین دن تک اپنے ساتھیوں کو حالت محاصرہ میں کھانا دیا کیونکہ آٹا روک دیا گیا تھا۔ اس کے ہمراہ کوفے کے اشراف موجود تھے البتہ عمرو بن حریث نے قصر میں جا کر محاصرے کے شدائد کے مقابلے میں اپنے گھر کی راحت کو ترجیح دی۔ تین دن کے بعد ابن مطیع قصر سے نکل کر آبادی کے باہر چلا گیا۔ جنگ کے بعد مختار بازار کے ایک پہلو میں ٹھہر گیا۔ قصر امارت کے حصار کا کام اس نے ابراہیم بن الاشتر یزید بن انس اور احمر بن شمیط کے سپرد کر دیا۔ ابن الاشتر قصر کے دروازے اور مسجد کے متصل معین تھا۔ یزید بن انس بنی حذیفہ اور دارلرومین کی گلی پر متعین اور احمر بن شمیط عمارہ اور ابو موسیٰ کے مکان کے متصل متعین تھا۔

شبث کا ابن مطیع کو مشورہ:

جب محاصرہ شدید ہو گیا۔ تو اس معاملے پر اشراف نے ابن مطیع سے گفتگو کی شبث نے کہا اللہ امیر کو نیک ہدایت دے آپ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے غور فرمایئے نہ ہم آپ ہی سے بے پروائی کر سکتے اور نہ خود اپنی ذات سے ابن مطیع نے کہا کہ اچھا تو آپ لوگ مجھے مشورہ دیجیے شبث نے کہا آپ مختار سے اپنے اور ہمارے لیے امان حاصل کیجیے اور خود کو اور اپنے طرفداروں کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔ ابن مطیع نے کہا ایسی صورت میں کہ امیر المومنین عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت تمام حجاز اور بصرے میں مضبوطی سے قائم ہے میں خود اس سے امان طلب نہیں کرنا چاہتا۔ شبث نے کہا تو بہتر یہ ہے کہ آپ خفیہ طور سے قصر امارت سے نکل کر شہر میں کسی ایسے شخص کے پاس جس پر آپ کو پورا اعتماد ہو جا کر قیام کریں اور اس بات کی کوشش کیجیے کہ آپ کی سکونت کا مختار کو علم نہ ہو اور پھر آپ امیر المومنین کے پاس چلے جائیں۔

اشراف کوفہ کا شبث کی رائے سے اتفاق:

ابن مطیع نے اسماء بن خارجہ عبدالرحمٰن بن مخنف عبدالرحمٰن بن سعد بن قیس اور دوسرے اشراف کوفہ سے پوچھا۔ کہ کیا آپ بھی شبث کی رائے سے متفق ہیں۔ سب نے کہا ہم ان کی رائے سے بالکل اتفاق کرتے ہیں۔ ابن مطیع نے کہا اچھا تو رات ہو جانے دو۔ شام کے وقت عبداللہ بن عبداللہ اللیثی قصر کی دیوار پر مختار کی فوج کے سامنے آیا۔ اور انہیں خوب گالیاں دیں۔ مالک بن عمرو ابو مزالنہدی نے اس کے تیر مارا جو اس کے حلق کو زخمی کرتا ہوا گذر گیا۔ یہ چکر کھا کر گر پڑا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اچھا ہو گیا۔ جب اس کے تیر لگا تھا۔ تو مالک نے کہا تھا کہ یہ اپنی گالیوں کا انعام لے۔

قصر کوفہ پر مختار ثقفی کا قبضہ:

حسان بن قائد بن بکیر بیان کرتا ہے کہ محاصرے کے تیسرے دن جب قصر امارت میں شام ہوئی تو ابن مطیع نے ہم سب کو اپنے پاس بلایا۔ حمد و ثنا کے بعد اپنی تقریر میں کہا: ''جن لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ان کی حیثیت سے میں واقف ہوں ان میں دو ایک شخص کے سوا باقی تمام کوفے کے اراذل کمینے اور احمق ہیں۔ آپ کے تمام اشراف باعزت اور سر برآوردہ لوگ ہمیشہ میرے اطاعت کیش اور سچے بہی خواہ رہے ہیں میں یہ بات امیر المومنین کو پہنچا دوں گا اور کہوں گا کہ آپ لوگوں نے اپنی پوری کوشش اور خلوص نیت سے ہمارا ساتھ دیا مگر کیا کیا جاتا اللہ کا حکم سب پر غالب آیا۔ آپ حضرات نے جو مشورہ مجھے دیا ہے اسے آپ جانتے ہیں میں نے اب یہ مناسب سمجھا ہے کہ ابھی ابھی قصر سے باہر چلا جاؤں۔ اس پر شبث نے کہا اللہ امیر کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے ہمارے مال و متاع کو محفوظ کر دیا۔ ہمارے اشراف کی عزت افزائی کی۔ اپنے آقا کی خیر خواہی کی اپنے فرض کو بخوبی انجام دیا۔ بغیر آپ کی اجازت کے ہم بھی کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے ابن مطیع رومیوں کے کوچ سے ہو کر ابو موسیٰ کے مکان پر چلا آیا اور قصر چھوڑ دیا۔ اس کے جانے کے بعد اس کے اور احباب نے قصر کا دروازہ کھول دیا۔ اور ابن الاشتر سے کہا ہمیں امان دیجیے ابن الاشتر نے سب کو امان دی۔ انہوں نے قصر سے باہر آکر مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

مختار ثقفی کا اہل کوفہ سے خطاب:

ابوالاشتر راوی ہے کہ مختار قصر میں آ گیا۔ یہیں اس نے شب بسر کی صبح کے وقت تمام عمائد شہر مسجد اعظم اور قصر امارت کے دروازے پر جمع ہوئے مختار نے قصر سے نکل کر برسر منبر تقریر کی حمد و ثنا کے بعد کہا اس خدا کی تعریف ہے جس نے اپنے دوست سے ہمیشہ کے لیے نصرت و اعانت کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنے دشمن سے ذلت و ناکامی کا اس کا یہ وعدہ ایسا یقینی ہے کہ گویا واقع ہو چکا۔ جس نے اس میں شک کیا وہ محروم رہا۔ تمہارے لیے ایک علم بلند کیا گیا۔ اور مقصد پیش نظر رکھا گیا۔ علم کے متعلق کہا گیا ہے کہ اسے بلند رکھو نیچے نہ گرنے دو۔ غرض و غایت کے لیے کہا گیا ہے۔ کہ اس کے حصول کے لیے پوری کوشش کرو۔ ہم نے ایک داعی کی دعوت کو سنا اور اسے قبول کیا۔ اب دیکھئے کتنے مرد اور عورتیں مرنے والوں کی خبر مرگ دیتی ہیں۔ وہ ہلاک ہو جس نے سرکشی کی۔ روگردانی اور نافرمانی کی۔ ہمیں جھٹلایا اور ہماری دعوت سے منہ پھیر لیا۔ پس اے لوگو! آؤ ہدایت کے لیے بیعت کرو۔ اس خدا کی قسم جس نے آسمان و زمین بنائے علی بن ابی طالب رضی اللہ اور ان کی آل کی بیعت کے علاوہ اس بیعت سے جس کی میں دعوت دیتا ہوں کوئی بیعت بہتر نہیں۔

مختار ثقفی کی بیعت:

اتنی تقریر کرنے کے بعد مختار منبر سے اُتر آیا۔ مقصوری میں چلا گیا ہم اور تمام اشراف اس کے پاس آئے اس نے بیعت کے لیے اپنا ہاتھ پھیلا دیا لوگ بڑھ بڑھ کر بیعت کرنے لگے۔ مختار کہتا تجا تا تھا۔ بیعت کرو میری کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے ظالموں سے لڑنے اور کمزوروں کی حفاظت کے لیے نیز اس بات کے لیے کہ جس سے ہم لڑیں گے تم بھی لڑو گے۔ اور جس سے ہم صلح کریں گے۔ تم بھی صلح کرو گے۔ اور ہماری بیعت کو پورا کرو گے۔ نہ ہم تم کو معاف کریں گے۔ نہ تم ہم سے اپنے لیے معافی کے خواستگار ہو گئے۔

منذر بن حسان کی اطاعت اور قتل:

جو شخص ان باتوں کو تسلیم کر لیتا تھا۔ مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا تھا۔ منذر بن حسان بن فراز الضبی کی صورت اس وقت بھی میرے سامنے ہے۔ کہ وہ مختار کے پاس آیا۔ اسے امیر کہہ کر سلام کیا۔ بیعت کی اور واپس چلا گیا۔ جب یہ قصر سے واپس آنے لگا۔ سعید بن منقذ النوری شیعوں کی ایک جماعت کے ہمراہ دہلیز پر کھڑا ہوا تھا۔ جب ان لوگوں نے اسے اور اس کے ہمراہ اس کے بیٹے حیان بن المنذر کو دیکھا تو ایک سفیہہ نے ان میں سے کہا کہ یہ سرکشوں کے عمائد سے ہے۔ اور یہ کہتے ہی انہوں نے حملہ کر کے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اگرچہ سعید بن منقذ نے منع بھی کیا کہ جلدی نہ کرو۔ ان کے بارے میں اپنے امیر کی رائے معلوم کر لینے دو۔ مگر اوروں نے اس کی بات نہ مانی۔ جب مختار کو اس واقعے کا علم ہوا۔ اسے سخت ناگوار گذرا۔ جس کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے۔ اب مختار لوگوں کو امیدیں دلاتا رہا ان کی اور عمائد کی دوستی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور اس مقصد کے لیے وہ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا تھا۔

مختار ثقفی کا ابن مطیع سے حسن سلوک:

ابن کامل نے مختار سے آ کر کہا کہ ابن مطیع ابو موسیٰ کے گھر میں مقیم ہے۔ مختار نے اسے کوئی جواب نہیں دیا ابن مالک نے تین مرتبہ یہی کہا۔ اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کامل کو محسوس ہوا کہ یہ بات انہیں گوارا نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ مختار اور ابن مطیع اس ہنگامہ سے پہلے باہم مخلص دوست تھے شام کو مختار نے ایک لاکھ درہم ابن مطیع کو بھیج۔ اور کہا کہ اس روپیہ سے سفر کا انتظام کر کے چلے جاؤ۔ مجھے تمہاری جائے سکونت معلوم تھی۔ اور مجھے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ محض روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تم اب تک روانگی سے رُکے رہے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

مختار کو کوفے کے خزانے سے نو کروڑ درہم ملے اس میں سے اس نے ان لوگوں کو جو ابن مطیع کو قصر میں محصور کرتے وقت اس کے ہمراہ تھے۔ اور جن کی تعداد تین ہزار آٹھ سو تھی۔ پان سو درہم فی کس دیئے اور جو لوگ قصر کو محصور کرنے کے بعد اس کے علم کے نیچے آئے اور محاصرہ کی تینوں راتوں میں برابر کے ساتھ رہے انہیں دو دو سو دیئے۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی مختار سب کے ساتھ نیکی سے پیش آتا ان کے ساتھ عدل و انصاف کرتا اس نے شرفا کو اپنا مصاحب بنایا۔ جو ہر وقت اس کے ساتھ بیٹھتے اور باتیں کرتے عبداللہ بن کامل الشاکری کو کوتوال مقرر کیا۔ عرنیہ کے آزاد غلام کیسان ابو عمرہ کو اپنی فوج خاصہ کا سردار مقرر کیا۔

مختار ثقفی پر موالی کا اعتراض:

ایک دن ابوعمرہ مختار کے سرہانے کھڑا تھا۔ اور مختار اشراف کوفہ سے بہت ہی توجہ سے باتیں کر رہا تھا۔ موالیوں میں سے کسی شخص نے اس سے کہا کہ دیکھو ابواسحق (مختار) ہمیشہ عربوں ہی سے ہم کلام رہتا ہے اور ہماری طرف دیکھتا ہی نہیں۔ مختار نے ابوعمرہ کو بلا کر پوچھا کہ یہ شخص جسے میں نے تم سے باتیں کرتے دیکھا ہے۔ تم سے کیا کہہ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اللہ آپ کو نیک ہدایت دے آپ کا ان کی طرف سے منہ پھیر کر عربوں سے متوجہ ہونا انہیں ناگوار اور شاق گذرا۔ مختار نے کہا ان سے کہہ دو کہ اس بات سے تم رنجیدہ نہ ہو ہم تم ایک ہی ہیں۔ اس کے بعد دیر تک خاموش رہنے کے بعد مختار نے کہا:

''ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔ اس بات کو موالیوں نے بھی اس کی زبانی سن لیا۔ تو انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ بشارت ہو اب تم ان سب کو قتل کر دو گے''۔

فوجی دستوں کی روانگی:

مختار نے سب سے پہلے عبداللہ بن الحارث اشتر کے بھائی کو پرچم (باندھ کر) دیا۔ اور اسے آرمینا بھیجا۔ محمد بن عمر بن عطارد کو آذربائیجان روانہ کیا۔ عبدالرحمان بن سعید بن قیس کو موصل اسحق بن مسعود کو مدائن اور علاقہ جوخی قدامہ بن ابی عیسیٰ بن ربیعۃ النصری بنی ثقیف کے خلیف کو بہقباذ الاعلی محمد بن کعب بن قرطبہ کو بہقباذ الاوسط حبیب بن منقذ الثوری کو بہقباذ الاسفل اور سعد بن حذیفہ بن یمان کو حلوان بھیجا حلوان میں ان کے ہمراہ دو ہزار سوار تھے۔ ایک ہزار ماہانہ اس کی تنخواہ مقرر کی اسے کردوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ اور ہدایت کی کہ راستوں کی حفاظت کی جائے نیز مختار نے اپنے علاقہ جبال کے عمال کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے پرگنوں کے تمام محاصل سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حلوان میں دے دیا کریں۔

محمد بن الاشعث بن قیس کی اطاعت:

اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے محمد بن الاشعث بن قیس کو موصل کا والی مقرر کیا تھا۔ اور اسے ہدایت کی تھی۔ کہ وہ تمام سرکاری معاملات میں ابن مطیع کو لکھ کر احکام حاصل کرے۔ اور اس کے احکام کی اطاعت کرے البتہ ابن مطیع کو بغیر ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے حکم کے محمد بن الاشعث کو برطرف کر دینے کا حق حاصل نہ تھا۔ اس سے پہلے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد موصل کے بااختیار حاکم تھے۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور والی کے ماتحت نہ تھے۔ جب عبدالرحمان بن سعید بن قیس مختار کی جانب سے مقرر ہو کر موصل آیا۔ تو محمد بن الاشعث موصل چھوڑ کر عراق روانہ ہوا۔ اور تکریت میں اپنی قوم کے اشراف اور دوسرے عمائد کے ساتھ سب سے الگ تھلگ قیام پذیر ہو گیا۔ اور دیکھنے لگا۔ کہ اس تحریک کے ساتھ لوگوں کا طرز عمل کیا ہوتا ہے۔ اور اسے کہاں تک کامیابی ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی مختار کے پاس آ گیا۔ اور جس طرح کوفے کے اور لوگوں نے مختار کا ساتھ دینے کے لیے اس کی بیعت کی تھی اس نے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

قاضی شریح کی علیحدگی:

مسلم بن عبداللہ الضبابی راوی ہے کہ جب مختار نے ظہور کیا اس کی طاقت جم گئی ابن مطیع کو نکال دیا۔ اور اپنے عمال بھیج دیئے تو اب یہ صبح و شام دربار عام کرنے لگا۔ پہلے فصل خصوصیات بھی کرتا تھا بعد میں اس نے کہا۔ کہ مجھے اہم امور سرانجام دینا ہیں اس لیے

اب میں قضائت نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس نے شریح کو قاضی مقرر کیا۔ یہ چند روز اس عہدے کا کام کرتے رہے۔ پھر یہ شیعوں سے ڈر کر بیمار بن گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ شیعہ کہا کرتے تھے۔ کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہیں۔ انہوں نے حجر بن عدی کے خلاف شہادت دی تھی۔ اور انہوں نے ہانی بن عروہ کا وہ پیام نہیں پہنچایا تھا۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عہدہ قضا سے علیحدہ کر دیا تھا۔ شریح نے جب یہ دیکھا کہ لوگ اس قسم کی چہ میگوئیاں ان کے متعلق کر رہے ہیں وہ بیمار بن گئے۔ مختار نے ان کی جگہ عبداللہ بن عتیبہ بن مسعود کو قاضی مقرر کیا۔ یہ بیمار پڑے تو ان کی جگہ عبداللہ بن مالک الطائی کو قاضی بنایا۔

عبداللہ بن ہمام کا قصیدہ:

یہی راوی بیان کرتا ہے۔ کہ عبداللہ بن ہمام نے عمرو کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرفداری میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی برائی میں باتیں بیان کرتے سنا اس بنا پر ان کے کوڑے لگوائے جب مختار نے ظہور کیا تو یہ گوشہ نشین ہو گیا۔ مگر عبداللہ بن شداد نے مختار سے ان کے لیے امان لے لی۔ اس کے بعد یہ مختار کے پاس آیا۔ اور اس کی شان میں قصیدہ خوانی کی جب یہ قصیدہ سنا چکا تو مختار نے اپنے دوستوں سے کہا آپ لوگوں نے سنا اس نے کیسی عمدہ آپ کی تعریف کی ہے مناسب یہ ہے۔ کہ ایسا ہی عمدہ اس کا صلہ بھی اسے دیا جائے۔ یہ کہہ وہ خود اندر اٹھ کر چلا گیا۔ اور اپنے مصاحبوں سے کہا کہ تم سب میرے واپس آنے تک یہاں بیٹھے رہو۔

ابن ہمام اور یزید بن انس:

عبداللہ بن شداد الجشمی نے ابن ہمام سے کہا میں تم کو گھوڑا اور شال دوں گا۔ قیس بن طہفہ النہدی نے جس کی بیوی رباب اشعث کی بیٹی تھی۔ کہا کہ میں بھی تم کو گھوڑا اور شال دوں گا۔ اسے اس بات سے شرم آئی کہ اس کا کوئی ہمسر معاصر ابن ہمام کو ایسی شے دے جو یہ اسے نہ دے سکے اس نے یزید بن انس سے پوچھا تم اسے کیا دو گے اس نے کہا اگر اس کے مدحیہ قصیدہ کی غرض اللہ سے ثواب کا حصول ہے۔ تو وہ اسے ملے گا۔ اور اگر اس نے ہم سے روپیہ وصول کرنے کے لیے یہ قصیدہ کہا ہے تو بخدا ہمارے پاس اتنا نہیں ہے کہ ہم اسے دے سکیں۔ میری تنخواہ میں سے جو کچھ بچا تھا۔ وہ میں نے اپنے ساتھیوں کو دے دیا۔ اس تقریر کے بعد قبل اس کے کہ کوئی اور احمر بن شمیط سے اس کی متعلق کہے۔ خود اس نے ابن ہمام کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر اس مدح سے تمہارا مقصد اللہ کی خوشنودی ہے تو اسے حاصل کرو۔ اور اگر اس سے تمہارا مقصد لوگوں کی خوشنودی ہے اور ان کے مال کا حصول ہے۔ تو اس میں تم کو کبھی کامیابی نہ ہوگی۔ کیونکہ بخدا خدا کے علاوہ اگر کسی نے کسی اور ذات کی تعریف کی تو وہ ہرگز کسی صلے کا مستحق نہیں۔

یزید بن انس اور ابن ہمام میں تلخ کلامی:

ابن ہمام نے اس پر اسے گالی دی یزید بن انس نے اس کے مارنے کے لیے درہ اٹھایا اور ابن شمیط سے کہا کہ یہ فاسق تمہارے متعلق یہ کہہ رہا ہے تم تلوار سے اس کی خبر لو۔ ابن شمیط تلوار اٹھا کر اس پر دوڑا ان دونوں کے طرفدار بھی ابن ہام پر جھپٹے مگر ابراہیم بن الاشتر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پیچھے کر لیا۔ اور کہا کہ میں اس کا محافظ ہوں۔ تم اس پر کیوں حملہ کرتے ہو۔ بخدا یہ ہمارا دوست ہے ہماری تحریک میں شامل ہے۔ اس نے ہماری بہت اچھی تعریف کی اگر تم اس کی مدح گوئی کا صلہ نہیں دے سکتے تو کم از کم اسے گالیاں تو نہ دو اور مار تو نہ ڈالو۔

ابن ہمام کی امان:

بنی مذحج فوراً اس کے اور اس کے حملہ آوروں کے درمیان حائل ہو گئے اور کہا کہ اسے ابراہیم نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اب کسی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا ان کی یہ گفتگو سن کر مختار باہر نکل آیا۔ اور ہاتھ سے سب کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ جب سب بیٹھ گئے تو ان سے کہا۔ کہ اگر تم سے کوئی اچھی بات کہی جائے۔ تو اسے قبول کرو۔ اگر اس کا کچھ صلہ دے سکتے ہو تو صلہ دو ورنہ خاموش ہو رہو شاعر کی زبان سے بچو۔ جو کچھ وہ کہہ دے گا۔ وہ ہر جگہ مشہور ہو جائے گا۔ سب نے کہا ہم اسے قتل کیوں نہ کر دیں مختار نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ہم نے اسے امان و پناہ دی ہے۔ نیز تمہارے بھائی ابراہیم نے بھی اسے پناہ دی ہے۔

بنی ہوازن کا احتجاج:

مختار بھی سب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ابراہیم مجلس سے اٹھ کر اپنے مکان چلا گیا۔ اس نے ابن ہمام کو گھوڑا اور شال دی۔ یہ اسے لے کر واپس چلا گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اب میں ان کے پاس نہ جاؤں گا۔ بنی ہوازن کو جب اس واقعے کا علم ہوا انہیں ابن ہمام کی حمایت میں بہت جوش آیا۔ اور وہ سب مسجد میں جمع ہوئے۔ مختار نے اپنے قاصد کے ذریعے سے درخواست کی کہ آپ اس واقعے سے درگزر کیجیے بنی ہوازن نے یہ درخواست منظور کی اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ابن ہمام نے اس واقعے کی بنا پر ابراہیم کی تعریف میں چند شعر کہے۔

ابن شداد اور یزید بن انس میں مصالحت:

دوسرے دن عبداللہ بن شداد مسجد میں آ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بنو اسد اور احمس ہم پر دوڑ آئے۔ ہم کبھی ان کی اس جرات سے درگزر نہیں کریں گے۔ مختار کو اس بات کا علم ہوا اس نے اسے اپنے پاس بلا بھیجا۔ اور یزید بن انس اور احمر بن شمیط کو بھی بلایا۔ اور حمد و ثناء کے بعد مختار نے کہا اے ابن شداد تم نے جو کچھ کیا یہ محض شیطان کی تحریک تھی۔ اب تم اللہ کے سامنے توبہ کرو۔ ابن شداد نے کہا میں نے توبہ کی مختار نے کہا یہ دونوں تمہارے بھائی ہیں۔ تم ان کی جانب بڑھوں اور ان کی معذرت کو قبول کرو۔ اور ان کی اس بات کو میری خاطر معاف کر دو۔ ابن شداد نے کہا۔ میں نے معاف کر دیا۔ ابن ہمام نے مختار کی تحریک کے بارے میں ایک اور قصیدہ لکھا۔

اس سنہ میں مختار نے قاتلان حسین اور ان کے طرفداروں پر جو کوفہ میں تھے۔ اچانک حملہ کر دیا اور جس پر اس کی دسترس ہو سکی۔ اسے قتل کر دیا۔ بعض کوفہ سے بھاگ گئے اور مختار کی زد سے نکل گئے۔

باب ۱۶

قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کا انجام

عبداللہ بن زیاد کو احکامات:

شام میں مروان بن الحکم کی حکومت جب اچھی طرح قائم ہوگئی اس نے دو بڑی فوجیں ایک جیش بن دلجۃ القینی کی قیادت میں حجاز بھیجی اس کا واقعہ اور جیش کی ہلاکت کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ دوسرے عبداللہ بن زیاد کی قیادت میں عراق میں روانہ کی مقام عین الوردہ میں اسی فوج اور شیعانِ اہل بیت کے گروہ توابین سے جو واقعہ جنگ پیش آیا۔ اسے بھی ہم بیان کر چکے مروان نے عبداللہ بن زیاد کو عراق روانہ کرتے وقت اس تمام علاقہ کا حاکم مقرر کیا تھا جس پر اس کا تصرف ہو جائے نیز اسے تین دن تک کوفہ کو لوٹنے کا بھی حکم دیا تھا۔

عبداللہ بن زیادہ کی روانگی موصل:

اسے جزیرے میں پہنچ کر اس وجہ سے رکنا پڑا کہ وہاں قیس میلان موجود تھے۔ جنہوں نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی اور چونکہ مرج راہط کی جنگ میں مروان نے انہیں بری طرح قتل کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ اس کی اور اس کے بیٹے عبدالملک کی حکومت کی ضحاک بن قیس کے زیر قیادت برابر مخالفت کرتے رہے۔ اسی وجہ سے عبداللہ بن زیاد ایک سال تک ان کی مخالفت کی وجہ سے عراق نہ جاسکا۔ اس کے بعد یہ موصل کی سمت بڑھا۔

عبدالرحمٰن بن سعید کی مختار ثقفی سے امداد طلبی:

عبدالرحمان بن سعید بن قیس نے جو مختار کی جانب سے موصل کا عامل تھا۔ اسے لکھا کہ عبیداللہ بن زیاد علاقہ موصل میں داخل ہوگیا ہے۔ اس نے اپنی پیدل اور سوار فوج میری طرف بھیج دی ہے۔ میں مقابلہ سے گریز کر کے تکریت آ گیا ہوں اور یہاں آپ کی ہدایت کا منتظر ہوں۔

مختار نے جواب دیا کہ جب تک میرا حکم تم کو موصول نہ ہو تم تکریت نہ چھوڑنا۔

یزید بن انس کو موصل جانے کا حکم:

جب عبدالرحمان بن سعید کا خط مختار کے پاس آیا۔ مختار نے یزید بن انس کو بلایا اور کہا اے یزید عالم و جاہل برابر نہیں اسی طرح حق و باطل بھی ایک نہیں ہیں عبدالرحمٰن بن سعید نے جو ایک سچا آدمی ہے دشمنوں کی پیش قدمی کی اطلاع دی ہے تمہارے پاس رسالہ کی زبردست طاقت ہے۔ تم دن و رات منزلیں طے کرتے ہوئے موصل روانہ ہو جاؤ اور اس کی سرحد میں پہنچ کر منزل کر دینا میں تمہاری امداد کے لیے پیدل سپاہ کے دستے یکے بعد دیگرے بھیجتا رہوں گا۔

یزید بن انس کی روانگی:

یزید بن انس نے کہا۔ کہ مجھے تین ہزار ایسے شہ سوار دے دیجیے۔ جنہیں میں خود انتخاب کرلوں اس کے بعد آپ اس مہم کو میرے سپرد کر دیجیے میں اسے کامیابی تک پہنچانے کا ذمہ دار ہوں اگر مجھے پیدل سپاہ کی ضرورت ہوئی تو میں آپ کو بعد میں لکھوں گا۔

مختار نے کہا اچھی بات ہے اللہ کا نام لے کر جسے چاہو منتخب کرلو یزید نے تین ہزار سواروں کا انتخاب کیا۔ مدینہ کے دستہ پر نعمان بن عوف بن ابی جابر الازدی کو سردار مقرر کیا۔ تمیم و ہمدان کے دستہ پر عاصم بن قیس بن حبیب الہمدانی کو مذحج اور اسد کے دستہ پر ورقا بن غازب الاسدی کو اور بنی ربیعہ اور کندہ کے دستہ پر سعر بن ابی سعر الحنفی کو سردار بنایا۔ اب یہ فوج کوفہ سے روانہ ہوئی۔

مختار ثقفی کی ہدایات:

مختار اور دوسرے لوگ مشایعت کے لیے ویر ابی موسیٰ تک اس فوج کے ہمراہ آئے۔ یہاں مختار نے اس فوج کو رخصت کیا۔ اور خود واپس پلٹا۔ یہ ہدایت کی کہ دشمن کا سامنا ہوتے ہی حملہ کرنا۔ اگر کوئی موقع ملے تو اس سے فوراً فائدہ اٹھانا۔ مگر اپنی حالت سے مجھے روزانہ مطلع کرتے رہنا اگر مزید امداد کی ضرورت ہو تو مجھے فوراً اٹھانا۔ مگر اپنی حالت سے مجھے روزانہ مطلع کرتے رہنا اگر مزید امداد کی ضرورت ہو تو مجھے فوراً لکھ دینا اور چاہے تم مدد نہ بھی طلب کرو۔ تب بھی میں تم کو امدادی فوج بھیج دوں گا۔ اس سے تمہاری قوت میں اضافہ ہوگا۔ تمہاری فوج کی ہمت بڑھے گی۔ اور تمہارے دشمن مرعوب ہوں گے۔ یزید نے کہا آپ کی دعا ہی ہمارے لیے سب سے بڑی مدد ہے اور لوگوں نے اس سے کہا کہ اللہ تمہارے ساتھ ہو اور تمہاری تائید کرے پھر اسے خدا حافظ کہا۔ یزید نے اس سے کہا کہ میرے لیے شہادت کی دعا مانگئے۔ بخدا اگر دشمن سے مقابلہ ہوا تو چاہے فتح مجھے حاصل نہ ہو سکے مگر شہادت سے محروم نہ رہوں گا۔ ان شاء اللہ

عبدالرحمٰن بن سعید کی معزولی:

مختار نے عبدالرحمٰن بن سعید کو لکھ دیا۔ کہ میں یزید کو بھیجتا ہوں۔ اب تمام اس علاقہ کی حکومت تم اس کے سپرد کر دو۔ وہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ یزید بن انس نے کوفہ سے روانہ ہو کر سورا میں رات بسر کی یہاں لوگوں نے اس سے شدت سفر کی شکایت کی اس وجہ سے یزید نے ایک دن اور رات وہیں قیام کیا۔ پھر علاقہ جوخی سے گذر کر رذانات ہوتا ہوا موصل کے علاقہ میں بنات تلی پر فروکش ہو گیا۔

ربیعہ بن المخارق اور عبیداللہ بن حلمۃ کی روانگی:

اس کے آنے اور مقام کی اطلاع عبیداللہ بن زیاد کو ہوئی اس نے اس کی فوج کی تعداد دریافت کی تاجروں نے اسے بتایا کہ یہ کوفہ سے تین ہزار سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا تھا۔ عبیداللہ نے کہا میں اس کے مقابلہ میں دو چند فوج بھیجے دیتا ہوں۔ اس نے ربیعہ بن المخارق الغنوی اور عبداللہ بن حملۃ الخثعمی کو تین ہزار سواروں کے ہمراہ یزید کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اور دونوں کے نام یہ حکم لکھا کہ دشمن کے مقابلہ میں جو پہلے پہنچے وہ پوری فوج کا سپہ سالار ہوگا۔

ربیعہ بن المخارق یزید کے مقابلہ پر پہلے پہنچ گیا۔ اور اس کے مقابلہ میں تبات تلی پر فروکش تھا۔ مورچہ زن ہو گیا۔ یزید بن انس جو اس وقت صاحب فراش تھا۔ اس کے مقابلہ پر نکلا۔

یزید بن انس کی علالت:

ابوسعید الصیقل کہتا ہے کہ یزید اس حالت میں ہمارے پاس آیا کہ وہ مرض کی وجہ سے ایک گدھے پر سوار تھا لوگ اس کے آس پاس پیدل چل رہے تھے۔ اور اسے ہر طرف سنبھالے ہوئے تھے۔ کسی نے اس کے دونوں بازو تھام رکھے تھے۔ اور کوئی اس

کے دونوں پہلو رو کے ہوئے تھا۔ یہ اپنے ہر دستہ فوج کے پاس آ کر ٹھہرتا۔ اور ان سے کہتا۔ اے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سپاہیو! ثابت قدم رہو۔ اس کا تم کو اجر ملے گا۔ دشمن کے مقابلے میں پوری ثابت قدمی دکھاؤ تم کو فتح نصیب ہوگی شیطان کے پیروؤں سے لڑو۔ بے شک شیطان کا مکر بہت ہی کمزور ہے۔ اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو ورقا بن عازب الاسدی تمہارے امیر ہوں گے اگر وہ بھی ہلاک ہو جائیں۔ تو عبداللہ بن ضمرۃ الغدوی تمہارے امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی ہلاک ہو جائیں تو سعر بن ابی سعر الحنفی امیر مقرر کیے جائیں' میں اس کے باز و اور ہاتھ کو پکڑے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے جب اس کے چہرہ پر نظر کی تو مجھے محسوس ہوا کہ اس کی موت کا وقت بالکل قریب آ گیا ہے یزید بن انس نے عبداللہ بن ضمری الغدوی کو اپنے میمنہ پر مقرر کیا۔ سعر بن ابی سعر کو اپنے میسرہ پر اور ورقا بن عازب الاسدی کو تمام رسالہ کا افسر مقرر کیا۔ خود یزید سواری سے اتر کر پیدل سپاہ میں بستر پر لیٹا ہوا ساتھ ہوا اور حکم دیا کہ کھلے میدان میں دشمن پر حملہ کرو۔ مجھے پیدل سپاہ کے ساتھ ساتھ آگے رکھو تمہارا جی چاہے تو اپنے امیر کی حمایت میں جانبازی دکھاؤ اور چاہو تو مجھے چھوڑ کر بھاگ جاؤ۔

جنگ کا آغاز:

۶۶ ہجری کے ماہ ذی الحجہ کے عرفہ کے دن ہم یزید بن انس کو لے کر دشمن کے مقابلہ پر نکلے کبھی کبھی ہم ان کے پیٹ کو سہارا دے دیتے تھے۔ اور وہ ہمیں جنگ کے متعلق ہدایات دینے لگتا تھا۔ مگر پھر درد کی شدت کی وجہ سے وہیں اسے زمین پر لٹا دیا جاتا تھا۔ اور فوج جنگ میں مصروف ہو جاتی۔ جنگ کی یہ کیفیت طلوع آفتاب سے پہلے پو پھٹنے کے وقت تھی۔ دشمن کے میسرہ نے ہمارے میمنہ پر حملہ کیا۔ اور دونوں حریفوں میں شدید جنگ ہوتی رہی ہمارے میسرہ نے ان کے میمنہ پر حملہ کر کے اسے شکست دی اس وقت ورقا بن عازب الاسدی نے رسالہ کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا۔ اور ابھی دھوپ بھی اچھی طرح نہیں پھیلی تھی۔ کہ ہم نے انہیں شکست دی اور ان کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا۔

ربیعہ بن المخارق کا قتل:

موسیٰ بن عامر العدوی راوی ہے کہ ہم بڑھتے ہوئے اہل شام کے سپہ سالار ربیعہ بن المخارق کے قریب پہنچ گئے۔ اس کے ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اور یہ گھوڑے سے اترا ہوا انہیں بلا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ اے حق کے حامیو! اے وفادارو! اطاعت شعارو! میرے پاس آؤ۔ میں ابن المخارق ہوں۔ میں خود چونکہ بالکل نوجوان تھا۔ اس لیے اس سے خوف زدہ ہو کر علیحدہ کھڑا رہا۔ عبداللہ بن ورقا الاسدی اور عبداللہ بن ضمرۃ الغدوی دونوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

عمرو بن مالک کا بیان:

عمرو بن مالک ابو کبشۃ القینی روای ہے کہ میں بالکل نوجوان لڑکا تھا۔ اور اپنے ایک چچا کے ہمراہ شامیوں کے لشکر میں تھا۔ جب ہم کوفیوں کے پڑاؤ پر پہنچے۔ تو ربیعہ بن المخارق نے فوج کی جنگی ترتیب خوش اسلوبی سے قائم کی۔ میمنہ پر اپنے بھانجے کو مقرر کیا۔ میسرہ پر عبدربہ السلمی کو مقرر کیا۔ اور اب وہ رسالہ اور پیدل لے کر جنگ کے لیے نکلا اس نے شامیوں سے کہا۔ کہ اس وقت تمہارا مقابلہ مفرور غلاموں سے ہے جو اسلام سے خارج ہو گئے ہیں انہیں اللہ کا خوف نہیں رہا۔ اور ان کی زبان بھی عربی نہیں رہی۔ اس وقت میرا بھی یہ خیال تھا کہ ربیعہ نے دشمن کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہی درست ہے اب جنگ شروع ہو گئی اسی حالت میں

ایک عراقی تلوار لیے ہمارے سامنے آیا۔ اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

برئت من دین الحکمینا و ذاك فینا شر دین دینا

ترجمہ: ''میں خارجیوں کے دین سے علیحدہ ہوں اور ہم اسے مذہب کے اعتبار سے بہت برا سمجھتے ہیں''۔

عبداللہ بن حملۃ الخثعمی کی آمد:

اب ہمارے اور ان کے درمیان کچھ دن نکلے تک نہایت شدید جنگ ہوئی چاشت کے وقت عراقیوں نے ہمیں شکست دی ہمارے امیر کو قتل کر دیا۔ ہمارے پڑاؤ پر قبضہ کرلیا۔ اب ہم نے کامل شکست کھا کر میدان چھوڑ دیا موضع نبات تلی سے ایک گھنٹہ کی مسافت پر عبداللہ بن حملۃ ہمارے پاس آ پہنچا۔ ہم پھر اس کے ہمراہ واپس آئے اور وہ یزید بن انس کے مقابل آ جما ساری رات ہم نے پوری نگہبانی سے بسر کی۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اب ہم پھر بڑی عمدہ جنگی ترتیب کے ساتھ میدان کارزار میں مقابلہ کے لیے آئے۔

عبداللہ بن حملہ کی شکست:

عبداللہ بن حملہ نے زبیر بن حریمہ الخثعمی کو اپنے میمنہ پر اور ابن القیصر القحافی کو اپنے میسرہ پر متعین کیا اور خود رسالہ اور پیدل کے ہمراہ عین قربان کے دن دشمن کے مقابلہ پر آگے بڑھا ہم نے ان سے نہایت شدید جنگ کی۔ مگر پھر انہوں نے ہمیں بری طرح شکست دی۔ بری طرح قتل کیا ہمارے پڑاؤ پر قبضہ کرلیا ہم بھاگ کر عبداللہ بن زیاد کے پاس آئے اور اپنی سرگذشت اس سے بیان کی۔

عبداللہ بن حملہ کا قتل:

موسیٰ ابن عامر راوی ہے کہ پہلے عبیداللہ بن حملۃ الخثعمی ہمارے سامنے آیا۔ پھر یہاں سے ہٹ کر اس نے ربیعہ بن المخارق العنوی کی شکست خوردہ فوج کے سامنے آ کر اسے روکا۔ اور پھر اسے میدان جنگ میں واپس لے آیا۔ موضع بنات تلی پر اس نے منزل کی دوسرے دن صبح ہی سے ہمارے اور دشمن کے درمیان رسالہ کی جنگ شروع ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد دونوں فریق اپنے اپنے پڑاؤ پر واپس چلے گئے۔ ظہر کی نماز کے بعد ہم پھر دشمن کے مقابل آئے۔ جنگ شروع ہوئی۔ اور ہم نے شامیوں کو بھگا دیا۔ عبداللہ بن حملہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ اپنی فوج کو للکارنے لگا۔ اے وفادار و اطاعت شعارو! بھاگنے کے بعد جوابی حملہ کرو۔ اسی حالت میں عبداللہ بن قراذ الخثعمی نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ہم نے اس کے تمام پڑاؤ پر قبضہ کرلیا۔

یزید بن انس کا انتقال:

تین سو قیدی یزید بن انس کے سامنے جب کہ وہ بازار میں تھا۔ پیش کیے گئے۔ اس نے اشارے سے ان کے قتل کر دینے کا حکم دیا اور وہ سب کے سب بلا استثناء قتل کر دیئے گئے۔ یزید بن انس نے کہا اگر میں مر جاؤں تو ورقا بن عازب امیر ہوں اسی شام کو اس نے قضا کی ورقا نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کر دیا۔

ورقا بن عازب کا ہمراہیوں سے مشورہ:

اس کی موت نے اس کی فوج پر بہت بڑا اثر کیا۔ ان کے دل ٹوٹ گئے جب یہ سب کے سب اس کو دفن کرنے گئے تو ورقا نے

ان سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے ہمراہ اسی ہزار شامی فوج ہے اب آپ لوگوں کی کیا رائے ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں وہاں سے ایک ایک کر کے جانے لگے ورقا نے اپنے مختلف دستوں کے سرداروں اور دوسرے شہ سواروں کو اپنے پاس مشورے کے لیے بلایا اور کہا کہ جو بات میں نے آپ سے بیان کیا ہے اس کے متعلق آپ حضرات کی کیا رائے ہے میں بھی آپ ہی ایسا آدمی ہوں۔ آپ سے کسی طرح افضل نہیں ہوں۔ اس لیے مہربانی کر کے آپ حضرات اس معاملے میں مجھے مشورہ دیجیے واقعہ یہ ہے کہ ابن زیاد شام کی زبردست فوج لے کر جس کے ساتھ شام کے بڑے بڑے بہادر اور شہ سوار ہیں۔ ہمارے مقابلے کے لیے آ رہا ہے۔ اس موجودہ حالت میں تو ہم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ ہمارے امیر کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی موت کی وجہ سے بعض لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اگر ان کا مقابلہ کرنے اور ان تک پہنچنے سے پہلے ہی ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں تو اس صرف یہ سمجھا جائے گا۔ کہ ہم صرف اپنے امیر کی موت کی وجہ سے واپس چلے آئے۔ نیز چونکہ ہم نے ان کی فوج کے امیروں کو قتل کر دیا ہے۔ اس وجہ سے وہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ ہم آج تو اپنی مراجعت کے لیے اپنے امیر کی موت کا بہانہ بنا سکتے ہیں۔ اور اگر ہم نے ان سے جنگ کی تو گویا ہم نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا اگر ہمیں آج ہزیمت ہوئی تو ہماری وہ فتح جو ہم نے اپنے دشمن پر کل حاصل کی ہے ہمارے لیے بالکل بے سود ہو گی۔

ابراہیم بن الاشتر کی روانگی:

اس تجویز کو سب نے پسند کیا۔ ورقا واپس (روانہ) ہوا اس کی واپسی کی اطلاع مختار اور اہل کوفہ کو معلوم ہوئی اس پر لوگوں نے عجیب وغریب خبریں مشتہر کیں اصل واقعہ تو کسی کو معلوم نہ تھا۔ لوگوں نے مشہور کیا کہ یزید بن انس ہلاک ہو گیا۔ اور فوج کو شکست ہوئی۔ مختار کے عامل نے جو مدائن پر متعین تھا۔ علاقہ سواد کے ایک منبطی کو جو اس کا خبر رساں تھا۔ مختار کے پاس بھیجا اس نے اصل واقعہ سے مختار کو آ کر اطلاع دی۔ مختار نے ابراہیم بن الاشتر کو سات ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ جب تم کو یزید بن انس کی فوج ملے اسے اپنے ساتھ دشمن کے مقابلہ پر واپس لے جانا۔ اور اس مجموعی طاقت کے ساتھ دشمن کی سمت بڑھنا مقابلہ ہوتے ہی جنگ شروع کر دینا۔ ابراہیم اس مہم پر روانہ ہوا۔ اور حمام اعین پر آ کر اس نے اپنا پڑاؤ کیا۔

اشراف کوفہ کے مختار ثقفی پر اعتراضات:

نضر بن صالح راوی ہے کہ یزید بن انس کے مرنے کے بعد کوفہ کے اشراف ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے مختار کی نسبت بری بری خبریں بیان کیں انہوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ کہ یزید بن انس اپنی طبعی موت سے مرا۔ بلکہ کہا کہ وہ جنگ میں مارا گیا۔ نیز وہ کہنے لگے۔ کہ مختار نے اسے ہماری مرضی کے بغیر ہماری فوج کا امیر بنایا۔ ہمارے آزاد کردہ غلاموں کو تقرب دیا۔ انہیں سواریاں دیں۔ ہماری مال گذاری کے روپیہ سے ان کی تنخواہیں دیں اور مختار کی وجہ سے ہمارے غلام بھی ہم سے سرکش ہو گئے جس کی وجہ سے ہمارے شہر کے یتیم اور بیوائیں سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئیں ہیں۔ سب لوگوں نے کہا کہ شبث بن ربعی کے مکان میں جمع ہو کر ان معاملات پر گفتگو کریں۔ کیونکہ وہ ہمارے شیخ ہیں۔ شبث نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پائے تھے یہ سب جمع ہو کر اس کے مکان آئے۔ شبث نے سب کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد یہ لوگ اسی قسم کی گفتگو کرنے لگے۔

شبث اور مختار ثقفی کی ملاقات:

مختار کے خلاف ان کے غصہ کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔ سرکاری مال گذاری میں اس نے موالیوں کو بھی شریک کر لیا تھا۔ اس گفتگو کو سننے کے بعد شبث نے کہا کہ پہلے میں خود مختار سے مل کر ان باتوں کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اس نے اس کے پاس آ کر تمام شکائتیں بیان کیں مختار نے ہر بات کے متعلق کہا کہ میں ان کے منشا کے مطابق کر لوں گا۔ جب اس نے غلاموں کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ جس طرح اللہ نے اس ملک کو ہمیں عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح موالیوں کو بھی بطور مال غنیمت ہمیں دیا۔ مگر آپ نے یہ غضب کیا کہ ان کو اپنا شریک کار بنایا۔ ہم نے انہیں آزاد کر دیا۔ تاکہ اس کا ہمیں اللہ کے یہاں سے اجر ملے۔ اور یہ لوگ ہمارے شکر گزار ہیں۔ آپ نے اس پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ انہیں ہماری آمدنی میں شریک کار بنایا۔ ہم نے انہیں آزاد کر دیا۔ تاکہ اس کا ہمیں اللہ کے یہاں سے اجر ملے۔ اور یہ لوگ ہمارے شکر گزار ہیں۔ آپ نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہیں ہماری آمدنی میں شریک کر لیا۔

موالیوں کی سپردگی کی پیش کش:

مختار نے کہا اگر آپ لوگ یہ موثق وعدہ کریں کہ میری حمایت میں آپ بنی امیہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑیں گے۔ تو میں ان موالیوں کو بھی آپ کے سپرد کیے دیتا ہوں۔ اور آپ کی مال گذاری کی آمدنی آپ ہی پر خرچ کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔ مگر آپ لوگ میری حمایت کا ایسا عہد کیجیے جس سے مجھے اطمینان ہو۔ شبث نے کہا میں اپنے دوستوں سے اس کا تذکرہ کروں گا۔ پھر اس کے متعلق آپ کو جواب دوں گا یہ وہاں سے چلا آیا۔ پھر مختار کے پاس نہیں گیا۔ طرف کوفہ کے اشراف نے بالاتفاق مختار سے لڑنے کا تصفیہ کیا۔

شبث کا اشراف کوفہ سے مشورہ:

قدامہ بن حوشب راوی ہے کہ اس کے بعد شبث بن ربعی شمر بن ذی الجوشن محمد بن الاشعث اور عبدالرحمان بن سعد بن قیس بن کعب بن ابی کعب الخثعمی کے پاس آئے۔ شبث نے حمد وثنا کے بعد اس سے کہا کہ ہم سب نے مختار سے لڑنے کا تصفیہ کر لیا ہے۔ آپ بھی اس میں شریک ہوں شبث نے مختار کی شکایت میں بیان کیا۔ کہ اس نے بغیر ہماری مرضی کے ایک شخص کو ہماری فوج کا امیر مقرر کیا اس کا یہ بیان ہے کہ ابن الحنفیہ نے اسے اپنا قائم مقام بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے۔ حالانکہ ہمیں معلوم ہے۔ کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے ہماری آمدنی ہمارے موالیوں کو کھلا دی۔ ہمارے غلاموں کو اپنے ساتھ شریک کر کے ہمارے اور بیوہ خاتونوں کو تکلیف ومصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اس نے اور اس کے غلام طرفداروں نے ہمارے سلف صالحین سے اپنی برأت کا اظہار کیا کعب نے اس تقریر پر مرحبا کہی اور ان کی دعوت کو بخوشی قبول کر لیا۔

عبدالرحمان بن مخنف کی مخالفت:

ابویحیٰی بن سعید راوی ہے کوفہ کے اشراف عبدالرحمان بن مخنف کے پاس آئے۔ اور مختار سے لڑنے کی اسے دعوت دی عبدالرحمان نے کہا کہ تم لوگوں نے اس کا ارادہ ہی کر لیا ہے۔ تو میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ مگر میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ایسا نہ کرو۔ لوگوں نے پوچھا کیوں۔ عبدالرحمٰن نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ تم میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دو گے اور متفرق ہو جاؤ گے۔ مختار کے ہمراہ خود تمہارے غلام اور موالی بھی اس کے ہمراہ ہیں۔ یہ آپس میں پوری طرح متحد ہیں تمہارے

غلام اور تمہارے موالی دوسرے شخصوں کے مقابلے میں ہم سے بہت زیادہ شدید عداوت و کینہ رکھتے ہیں۔ عرب کی شجاعت اور عجم کی عداوت کے ساتھ وہ تم سے لڑے گا اگر تم لوگ کچھ زمانے تک انتظار کرلو تو خود تم کو کوئی کارروائی اس کے خلاف نہ کرنا پڑے گی۔ شام یا بصرہ کی فوجیں آ کر اس سے نپٹ لیں گی۔ خود تم کو اس کے مقابلہ میں کچھ نہ کرنا پڑے گا۔ اور تم کو اپنی قوت اپنے ہی مقابلے میں صرف نہ کرنا پڑے گی۔

مختار ثقفی پر حملہ کا منصوبہ:

اس پر سب نے کہا کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ ہماری مخالفت نہ کریں۔ اور اس کام میں روڑے نہ ڈالیں عبدالرحمان نے کہا میں تمہارا ہی آدمی ہوں۔ جب چاہو خروج کرو۔ اب اس معاملہ پر یہ لوگ ایک دوسرے سے ملاقات کرنے لگے اور سب نے کہا کہ ابراہیم بن الاشتر کو مختار کے پاس سے چلے جانے دو۔ چنانچہ ابراہیم بن الاشتر کے ساباط پہنچنے تک یہ لوگ چپ بیٹھے رہے اور پھر مختار پر چڑھ دوڑے۔

عبدالرحمٰن بن سعید ہمدانی کا خروج:

عبدالرحمان بن قیس الہمدانی بنی ہمدان کے ساتھ خروج کر کے سبیع کے احاطہ میں آیا۔ زحر بن قیس الجعفی اور اسحٰق بن محمد بن الاشعث کندہ کے احاطہ میں جمع ہوئے۔ سلیمان بن محمد الحضرمی بیان کرتا ہے کہ جبیر الحضرمی ان دونوں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے احاطہ سے چلے جایئے۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کریں۔ اسحاق بن محمد نے کہا تمہارے اس احاطہ سے' اس نے کہا جی ہاں یہ لوگ وہاں سے پلٹ کر چلے گئے۔

بنی بجیلہ اور بنی ازد کا خروج:

کعب بن ابی کعب الخثعمی بشر کے احاطہ میں نکل آیا۔ بشیر بن جریر بن عبداللہ بن بجیلہ کے ہمراہ ان لوگوں کے پاس آیا۔ عبدالرحمان بن مخنف کے احاطہ میں اپنی جمعیت کے ہمراہ آیا۔ اسحاق بن محمد اور زحر بن قیس سبیع کے احاطہ میں عبدالرحمان بن سعید بن قیس کے پاس آئے۔ بجیلہ اور خثعم عبدالرحمٰن بن مخنف کی طرف روانہ ہوئے جو بنی ازد کے ہمراہ آمادہ تھا۔

سبیع کے احاطہ میں اجتماع:

سبیع کے احاطہ میں جو لوگ جمع تھے انہیں معلوم ہوا کہ مختار نے ان کے مقابلہ کے لیے رسالہ تیار کیا ہے انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی قاصد ازد بجیلہ اور خثعم کے پاس دوڑائے انہیں اپنی قرابت کا اور اللہ کا واسطہ دیا کہ فوراً ہماری مدد کو آؤ یہ لوگ ان کی طرف روانہ ہوئے اور اب سب کے سب سبیع کے احاطہ میں جمع ہو گئے۔ جب مختار کو ان کے اجتماع کا علم ہوا تو ان کے ایک جا جمع ہو جانے سے اسے خوشی ہوئی۔

ابراہیم بن الاشتر کی طلبی:

شمر بن ذی الجوشن قیس کے ہمراہ سلول کے احاطہ میں آیا شبث بن ربعی حسان بن فائد العبسی اور ربیعہ بن ثروان الضبی مضر کے ہمراہ کناسے میں جمع ہوئے۔ حجار بن الجر اور یزید الحارث بن ردیم بنی ربیعہ کے ہمراہ تمارین اور سنجہ کے درمیان آ کر ٹھہرے عمرو بن الحجاج الزبیدی اپنے مذحج کے طرف داروں کے ہمراہ مراد کے احاطہ میں آ کر ٹھہرا۔ اہل یمن نے اسے اپنے پاس بلایا۔ مگر اس

نے جانے سے انکار کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ تیار ہو۔ میں خود تمہارے پاس ابھی آتا ہوں۔ مختار نے اسی دن عمرو بن توبہ کو ابراہیم بن الاشتر کے پاس روانہ کیا۔ اسے بہت تیز جانے کی ہدایت کی اور ابراہیم کو جو ساباط میں تھا۔ حکم دیا کہ میرے اس خط کے دیکھتے ہی اپنی فوج کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔

اہل کوفہ کی ناکہ بندی:

مختار نے اہل کوفہ سے پچھوایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا تم نے ادعا کیا تھا کہ اس کام کے لیے ابن الحنفیہ نے تم کو بھیجا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ مختار نے کہا تم اور میں دونوں ایک ایک وفد ابن الحنفیہ کے پاس بھیجیں اس سے اصل حقیقت کا تم پر انکشاف ہو جائے گا۔ اس تجویز سے اس کی غرض یہ تھا کہ اس طرح اتنی مہلت مل جائے گی کہ ابراہیم اس کے پاس آ جائے۔ اور مختار کے حکم سے اس کے ساتھیوں نے اپنے ہاتھ جنگ سے روک لیے اہل کوفہ نے تمام راستے اس پر مسدود کر دیئے۔ کوئی چیز مختار اور اس کے ساتھیوں کہ نہ پہنچ سکتی تھی۔ حتی کہ پانی بھی اگر پانی ان کی غفلت کی وجہ سے کبھی پہنچ بھی جاتا تو وہ بہت ہی تھوڑا ہوتا تھا۔

شمر بن ذی الجوشن کی مراجعت احاطہ سلول:

عبداللہ بن سبیع میدان میں آیا۔ شاکر نے اس سے خوب جنگ کی۔ پھر عقبہ بن طارق الجشمی بھی اس کے ساتھ آ کر جنگ میں شریک ہوا۔ اور کچھ دیر تک لڑتا رہا۔ پھر خود اس کا حریف ان سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ دونوں اپنی فوج کے عقب میں اس کو بچاتے ہوئے آگے بڑھے۔ عقبہ بن طارق قیس کے ہمراہ احاطہ بنی سلول میں ٹھہر گیا۔ اور عبداللہ بن سبیع یمنیوں کے ہمراہ سبیع کے احاطہ میں رک گیا۔ شمر بن ذی الجوشن نے اہل یمن سے آ کر کہا بہتر یہ ہے کہ ایسی جگہ جمع ہو جہاں فوج کے دو پہلو مقرر کر سکیں۔ اور صرف ایک طرف سے دشمن سے لڑیں۔ میں تمہارا ہم قبیلہ ہوں۔ اگر چاہتے ہو تو میری رائے پر عمل کرو۔ ورنہ ان تنگ گلیوں میں بغیر کسی رخ کے مجھ سے نہیں لڑا جائے گا۔ اس کے بعد یہ اپنی قوم کے پاس سلول کے احاطہ میں آ گیا۔

ابراہیم بن الاشتر کی واپسی:

مختار کا قاصد کوفہ سے روانہ ہو کر اسی دن شام ابراہیم کے پاس پہنچ گیا۔ اور فوج میں اعلان کر دیا کہ کوفہ واپس چلو۔ ابراہیم اس وقت روانہ ہو گیا۔ اور جب رات زیادہ بڑھ گئی اس نے قیام کر دیا۔ اس کی فوج نے کھانا کھایا۔ اپنے جانوروں کو برائے نام آرام دینے کے بعد وہ تمام رات برابر چلتا رہا۔ صبح کی نماز سوار میں پڑھی پھر سارے دن چلنے کے بعد عصر کی نماز کوفہ کے پل کے دروازے پر پڑھی کوفہ آ کر ساری رات مسجد میں بسر کی۔ اس کے ہمراہ اس کے بڑے بڑے بہادر اور شجاع طرف دار تھے۔ مختار کے خلاف اہل کوفہ نے جب خروج کیا تو اس کی تیسری صبح کو مختار قصر سے نکل کر مسجد اعظم کے منبر پر چڑھا۔

شبث کا مختار ثقفی کو پیغام:

ابو عیاث الکلبی راوی ہے کہ شبث بن ربعی نے اپنے بیٹے عبدالمومن کے ذریعے سے مختار سے کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے قریب کے رشتہ دار ہیں۔ ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ہمارے اس وعدے پر تم اعتماد کرو۔ مگر حقیقت اس کے خلاف تھی۔ اس کی نیت لڑائی کی تھی۔ اور یہ اس نے صرف ایک چال چلی تھی۔

رفاعہ بن شداد کی امامت:

جب یمنی سبیع کے احاطہ میں جمع ہو گئے تو نماز کا وقت آ گیا۔ جتنے یمنی سردار تھے وہ اس بات سے پہلو تہی کرنے لگے کہ کسی دوسرے کو امام بنائیں۔ اس پر عبدالرحمٰن بن مخنف نے کہا کہ یہ اختلاف کی پہلی بات ہے۔ تمہارے شہر کے سب سے بڑے قاری تمہارے ہی قبیلہ میں رفاعہ بن شداد الیمتانی موجود ہیں۔ (یہ قبیلہ دیحلہ سے تھا) انہیں سب پسند بھی کرتے ہیں۔ انہیں امام بناؤ۔ اسے سب نے پسند کیا اور اب جنگ ہونے تک یہی ان کو نماز پڑھانے لگے۔

انس بن عمرو الازدی:

انس بن عمرو الازدی نے اہل یمن میں آ کر ان کی باتیں سنیں یہ کہہ رہے تھے کہ اگر مختار ہمارے بھائی مضریوں کی طرف بڑھے گا تو ہم ان کی امداد کے لیے جائیں گے۔ اور اگر وہ ہم پر پیش قدمی کرے گا مضری ہماری مدد کے لیے آئیں گے۔ اس بات کو سن کر ان میں سے ایک شخص دوڑتا ہوا مختار کے پاس گیا۔ مختار اس وقت منبر پر تھا۔ یہ منبر پر چڑھ گیا۔ اور یہ خبر اس سے بیان کی۔ مختار نے کہا اہل یمن تو بے شک ایسے صادق القول ہیں۔ کہ اگر میں مضریوں پر حملہ کروں تو یہ ان کی مدد کے لیے ضرور جائیں گے۔ مگر مضری یمنیوں کی مدد کے لیے نہیں آئیں گے۔ اس کے بعد یہ دستور ہو گیا۔ کہ مختار اس شخص کو اپنے پاس اکثر بلاتا تھا۔ اور اس کی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

ابراہیم بن الاشتر کی مضریوں پر فوج کشی:

مختار منبر سے اتر آیا۔ اس نے اپنی فوج کو بازار میں ترتیب دیا۔ (اس وقت بازار میں اتنی عمارت نہ تھی۔ جیسی اب ہے) ابراہیم سے پوچھا کہ تم کس جماعت کے مقابلہ پر جانا چاہتے ہو۔ اس نے کہا جہاں چاہیں آپ مجھے بھیج دیں۔ مگر چونکہ مختار خود ایک بڑا عقل مند اور ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے یہ گوارہ نہ کیا۔ کہ ابراہیم کو خود اس کی قوم کے مقابلے پر بھیجے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ وہ ان کے خلاف اپنی پوری شجاعت و تدبیر جنگ سے کام نہ لے سکے۔ اس خیال سے اس نے ابراہیم کو مضریوں کے مقابلے پر بھیجا۔ جو کناسے میں شبث بن ربعی اور محمد بن عمیر بن عطارد کی قیادت میں جمع تھے۔ اور خود مختار نے اہل یمن کے مقابلے پر جانے کا ارادہ کیا۔

احمر اور عبداللہ بن کامل کی پیش قدمی:

مختار کی یہ عادت تھی۔ کہ جب وہ اہل یمن وغیرہ پر فتح پاتا تھا۔ تو ان کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا اور بہت کم رحم کرتا۔ ابراہیم بن الاشتر کناسے کی طرف چلا اور خود مختار سبیع کے احاطے کی سمت مختار عمرو بن ابی وقاص کے مکان کے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ اس نے احمر بن شمیط البجلی الاحمسی کو اور عبداللہ بن کامل الشاکری کو اپنے سامنے سے آگے روانہ کیا۔ ابن شمیط سے کہا تم اسی راستے سے بڑھتے ہوئے اپنی قوم کے مکانات میں سے ہو کر دشمن کی فوج تک جو سبیع کے احاطے میں جمع ہے۔ پہنچو عبیداللہ بن کامل سے کہا۔ کہ تم اس دوسرے راستے سے بڑھو۔ اور انس بن شریق کی اولاد کے مکان سے ہو کر سبیع کے احاطے پہنچو۔ پھر دونوں کو پاس بلا کر ان سے چپکے سے کہا کہ بنی شبام نے مجھ سے کہلا بھیجا ہے کہ وہ دشمن کے عقب سے اس پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اب یہ دونوں سردار اپنے اپنے مقررہ راستے سے روانہ ہو گئے۔

احمر و عبداللہ کے دستوں کی پسپائی:

اہل یمن کو ان دونوں کی پیش قدمی کا علم ہوا انہوں نے ان دونوں راستوں کو جس سے ان کی فوجیں بڑھ رہی تھیں۔ مدافعت کے لیے تقسیم کر لیا۔ مسجد احمس کے عقبی راستے پر عبدالرحمان بن قیس الہمدانی اسحاق بن الاشعث اور زحر بن قیس ان کے مقابلے کے لیے مستعد ہو گئے۔ اور فرات کے قریب جو راستہ واقع تھا۔ اس پر عبدالرحمان بن مخنف بشر بن حریر بن عبداللہ اور کعب بن ابی کعب مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے اب حریفوں میں نہایت شدید جنگ ہوئی جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی احمر بن شمیط اور عبداللہ بن کامل کی فوجیں پسپا ہوئیں۔ ان شکست خوردہ کو دیکھ کر مختار خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے ان سے واقعہ دریافت کیا۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں ہزیمت ہوئی۔ مختار نے پوچھا: احمر بن شمیط نے کیا کیا۔ انہوں نے کہا وہ مسجد قصاص کے پاس سواری سے ایک قبر کے احاطہ میں اتر پڑا ہے۔ اس سے ان کی مراد مسجد ابوداؤد تھی (اس زمانے کے لوگ اس احاطے میں جمع ہو کر قصے بیان کرتے تھے) اس کے ہمراہ اس کی قوم کے کچھ اور لوگ بھی اتر پڑے تھے۔ عبداللہ بن کامل کے ساتھیوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں کہ عبداللہ نے کیا کیا۔

عبداللہ بن قراد الخثعمی کی کمک:

مختار نے انہیں فوراً واپس جانے کا حکم دیا۔ بلکہ خود انہیں لے کر ابی عبداللہ الجدلی کے مکان تک آیا۔ عبداللہ بن بن الخثعمی کو جس کے ماتحت چار سو جنگ جو تھے۔ حکم دیا۔ کہ تم ابن کامل کے پاس جاؤ۔ اگر وہ مارا گیا۔ تو تم اس کی جگہ متعین کیے جاتے ہو۔ اور اس کی فوج لے کر دشمن کا مقابلہ کرو۔ اور اگر وہ زندہ ہو۔ تو خود صرف سو سوار اپنے ساتھ لے لینا۔ بقیہ کو ابن کامل کے سپرد کر دینا۔ اور انہیں ہدایت کرنا کہ نہایت وفاداری اور خلوص نیت کے ساتھ اس کے احکام پر چلیں۔ کیونکہ اس مخلصانہ طرز عمل کا فائدہ مجھے ہو گا۔ اور جو میرے ساتھ اخلاص برتے گا۔ اسے بشارت ہونی چاہیے۔ تم خود اپنے سواروں کو لے کر دشمن کے احاطہ سبیع والی جماعت کے مقابلہ پر جاؤ۔ اور حمام اعین کے متصل اس پر حملہ کرو۔

عبداللہ بن قراد کی احاطہ سبیع کی طرف پیش قدمی:

عبداللہ بن قراد روانہ ہو کر ابن کامل کے پاس آیا یہ زندہ تھا۔ اور عمرو بن حریث کے حمام کے پاس اپنے بعض طرفداروں کے ہمراہ جو اس کے ساتھ میدان معرکہ میں جمے ہوئے تھے۔ دشمن سے لڑ رہا تھا۔ عبداللہ نے تین سو آدمی اس کے حوالے کیے اور خود سبیع کے احاطے کی طرف بڑھا۔ پھر انہیں راستوں میں ہو کر مسجد عبدالقیس پہنچا۔ اور ٹھہر گیا۔ یہ سو سپاہی اس کی فوج کے تھے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ کیا رائے دیتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ جو آپ کی رائے ہو ہم بھی اس پر عمل کریں گے۔ اس نے کہا بخدا میں دل سے چاہتا ہوں کہ مختار کو کامیابی ہو۔ مگر اسی کے ساتھ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آج میرے خاندان کے اشراف ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ اپنے ہاتھوں ان کی ہلاکت کے بجائے میں خود مر جانا اچھا سمجھتا ہوں۔ بہر حال تھوڑی دیر توقف کرو۔ میں نے سنا ہے کہ بنی شبام عقب سے ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو بہتر ہے ہم اس ناخوش گوار فرض کی انجام دہی سے بچ جائیں گے۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی رائے پسند کی عبداللہ بن قراد وہیں بنی عبدالقیس کی مسجد کے پاس رک گیا۔

عبداللہ بن شریک کی احمر کو کمک:

مختار نے مالک بن عمرو النہدی کو دو سو پیادوں کے ہمراہ دشمن کے مقابلے پر بھیجا۔ یہ ایک نہایت ہی شجاع آدمی تھا۔ نیز مختار

نے عبداللہ بن شریک النہدی کو دو سو سواروں کے ہمراہ احمر بن شمیط کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ احمر بن شمیط برابر اپنی جگہ جما ہوا تھا۔ یہ امدادی فوج اس وقت اس کے پاس پہنچی جب کہ دشمن نے کثیر تعداد میں اسے آ لیا تھا۔ اس بنا پر اس مقام پر طرفین میں خون ریز معرکہ ہوا۔

حسان بن فائد العبسی کا خاتمہ:

ابن الاشتر شبث بن ربعی اور اس کے ہمراہی مضریوں کی کثیر جماعت کے سامنے آیا۔ جس میں حسان بن فائد العبسی بھی تھا۔ ابراہیم نے اس سے کہا کہ میدان سے چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی مضری میرے ہاتھوں ہلاک ہو تم اپنے تئیں ہلاک نہ کرو۔ مگر انہوں نے مراجعت سے انکار کیا۔ اور لڑے ابراہیم نے انہیں شکست دی حسان زخمی ہو گیا۔ اور میدان سے اٹھا کر اسے گھر لایا گیا۔ اور یہاں پہنچ کر مر گیا۔ مرنے سے پہلے اسے بستر مرگ پر کچھ افاقہ ہو گیا تھا۔ اس افاقہ میں اس نے کہا۔ میں اپنے زخموں سے اچھا ہونا نہیں چاہتا۔ میری آرزو یہی تھی کہ میں نیزے یا تلوار کے وار سے مروں مضریوں کی شکست کی خوشخبری ابراہیم نے مختار کو بھیجی۔ مختار نے اس خبر کو اپنی طرف سے احمر بن شمیط اور ابن کامل کو بھیجا۔ جو فوجیں راستوں پر متعین تھیں وہ اپنے قریب کے ساتھیوں کی مدد کر رہی تھیں۔

شیخ ابو القلوص کے دستہ کی احاطہ سبیع میں آمد:

اب بنی شیام یکجا ہوئے۔ ابو القلوص کو اپنا سردار بنایا۔ اور سب کی یہ رائے ہوئی کہ اہل یمن کے عقب سے ان پر حملہ کیا جائے اس تجویز کے متعلق بعضوں نے کہا۔ اگر تم اپنی کوشش اپنے ان دشمنوں کے مقابلے میں صرف کرو۔ جو تمہاری قوم سے نہیں ہیں۔ تو زیادہ اچھا ہے اس لیے مضر سے اور ربیعہ سے چل کر لڑو۔

اس گفتگو میں ان کے شیخ ابو القلوص نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ وہ خاموش رہا۔ لوگوں نے اس سے کہا۔ کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ﴾

''تم ان کافروں سے لڑو۔ جو تمہارے قریب ہیں۔ اور انہیں ضرور تم میں سختی محسوس ہونا چاہیے''۔

کھڑے ہو جاؤ سب کھڑے ہو گئے۔ قیس انہیں دو یا تین نیزوں کے طول کی مسافت تک لے گیا۔ اور کہا بیٹھ جاؤ۔ سب بیٹھ گئے اس کے بعد پھر انہیں پہلی مرتبہ سے زیادہ مسافت تک لے کر چلا اور پھر انہیں بٹھایا اب پھر انہیں کھڑا کر کے تیسری مرتبہ ذرا اور زیادہ دور لے کر گیا۔ اور پھر کہا بیٹھ جاؤ۔ اس پر انہوں نے کہا ابو القلوص ہم تم کو عرب کے شجاع ترین لوگوں میں سمجھتے ہیں۔ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ اس نے کہا تجربہ کار اور ناتجربہ کار برابر نہیں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس طرح تمہارے دل ٹھکانے ہو جائیں۔ اور تم لڑنے کے لیے پوری طرح آمادہ ہو جاؤ۔ دہشت کی حالت میں تم کو لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑنے کو میں نے مناسب خیال نہیں کیا۔ سب نے کہا تم ہی اپنے فعل کو خوب سمجھتے ہو۔ جب بنی شیام سبیع کے احاطے پہنچے تو راستے کے منہ پر اعسر الشاکری نے ان کا مقابلہ کیا۔

رفاعہ بن شداد کا قتل:

جندعی اور ابو الزبیر بن کریب نے اس پر حملہ کر کے زمین پر گرا دیا۔ اور دونوں احاطے میں در آئے اور ان کے پیچھے ایک بڑی

جماعت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ کا نعرہ لگاتے ہوئے احاطے میں داخل ہوگئی دوسری جانب سے ابن شمیط کی فوج نے اس نعرے کے جواب میں یہی نعرہ بلند کیا۔ اسے سن کر یزید بن عمیر بن ذی مران الہمدانی نے یالثارات عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہیں۔ اس کی قوم کے بعض لوگوں نے اس سے کہا تم ہم کو مقابلہ پر لائے ہم نے تمہاری اطاعت کی اب جب کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم پر تلواریں پڑ رہی ہیں۔ تم کہتے ہو کہ دشمن کا مقابلہ چھوڑ کر پلٹ جائیں یہ نہیں ہوسکتا رفاعہ بن شداد رجز پڑھتا ہوا مختار کی فوج پر پلٹا لڑا اور مارا گیا۔

یزید بن عمیر کا خاتمہ:

اس جنگ میں یزید بن عمیر ذی مران نعمان بن صہبان الجرمی الزاسبی جو ایک عابد وزاہد آدمی تھا۔ اور رفاعہ بن شداد بن عوسجہ الفیتانی نہران کے حمام کے قریب جو سبخہ میں واقع ہے۔ مارے گئے رفاعہ بھی عابد وزاہد تھا۔ فرات بن زحو بن قیس الجعفی بھی مارا گیا۔ زحر بن قیس زخمی میدان سے اٹھایا گیا۔ عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس اور عمرو بن مخنف بھی مارے گئے۔ عبدالرحمان بن مخنف لڑتا ہوا زخمی گر پڑا۔ پیدلوں نے اسے بیہوشی کی حالت میں اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا۔ اور اس کے گرد بعض ازدی بڑی جواں مردی سے لڑتے رہے۔

اسیرانِ جنگ کا قتل:

وادعین کے مکانات سے پان سو قیدی جن کی مشکیں بندھی تھیں مختار کے سامنے پیش کیے گئے۔ اس پر بنی نہد کے عبداللہ بن شریک نے جو مختار کے سرداروں سے تھا۔ یہ کیا کہ جو عرب اس کے سامنے پیش کیا گیا اسے چھوڑ دیتا۔ بنی نہد کے آزاد غلام درہم نے مختار سے ان کے طرز عمل کی شکایت کی مختار نے اس سے کہا کہ تمام قیدی میرے سامنے لائے جائیں اور ان میں سے جو جو حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں موجود تھا۔ یہ اسے قتل کرا دیتا۔ قبل اس کے یہ پوری تعداد ختم ہو۔ ان میں سے دو سو اڑتالیس آدمی مختار نے قتل کر دیئے۔

ان قیدیوں میں سے اس جنگ سے پہلے جس نے مختار کے ساتھیوں کو کوئی تکلیف یا نقصان پہنچایا تھا۔ انہوں نے اسے علیحدہ لے جا کر قتل کر دیا۔ اس طرح انہوں نے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور مختار کو اس بات کا علم بھی نہ ہوا۔ جب بعد میں اسے معلوم ہوا۔ تو اس نے بقیہ قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور یہ وعدہ لے لیا۔ کہ وہ اس کے کسی دشمن کے ساتھ بھی یکجا نہ ہوں گے اور نہ اس کے طرفداروں کے ساتھ کوئی دھوکا یا فریب کریں گے۔ البتہ سراقہ بن مرداس البارقی کے متعلق اس نے حکم دیا۔ کہ یہ مسجد تک میرے ساتھ گھسیٹ کر لایا جائے۔

مختار نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ ان لوگوں کے علاوہ جو آل نبی کے قتل میں شریک رہے ہیں۔ اور جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا وہ مامون ہے۔

یزید بن الحارث اور اس کے ساتھیوں کی مراجعت:

یزید بن الحارث بن یزید بن ردیم اور حجار بن الجر نے اپنے دو قاصد نتیجہ جنگ معلوم کرنے کے لیے اہل یمن کی طرف روانہ کیے۔ اور انہیں ہدایت کی کہ یمنیوں کے قریب جاؤ۔ اور دیکھو اگر ان کو فتح نصیب ہو تو تم میں سے جو شخص پہلے ہمارے پاس آ جائے وہ

لفظ صرفان کہے اور انہیں شکست ہوئی ہو تو لفظ جمزان کہے۔ چونکہ اہل یمن کو شکست ہو چکی تھی اس لیے جو پہلا قاصد خبر لے کر ان کے پاس آیا۔ اس نے جمزان کہا یہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنی قوم والوں سے کہا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ یہ سب واپس چلے گئے۔

عمرو بن الحجاج کی روپوشی:

عمرو بن الحجاج الزبیدی جو حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھا۔ اپنی سواری پر سوار ہو کر شراف اور رقصہ کے راستے ہو لیا۔ مگر پھر آج تک اس کی کوئی خبر نہ ملی معلوم نہیں زمین اسے کھا گئی یا آسمان نے اسے اٹھا لیا۔

فرات بن زحر کی تدفین:

فرات بن زحر بن قیس جب مارا گیا۔ تو عائشہ بنت خلیفہ بن عبداللہ الحنفیہ نے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں مختار سے اس کے دفن کرنے کی اجازت طلب کی مختار نے اجازت دے دی اور عائشہ نے اسے دفن کر دیا۔

مختار نے اپنے غلام ذربی کو شمر بن ذی الجوشن کی تلاش میں روانہ کیا۔

ذربی پر شمر کا حملہ:

مسلم بن عبداللہ الفیابی راوی ہے کہ مختار لے غلام ذربی نے ہمارا تعاقب کیا۔ اور ہمیں آ لیا۔ ہم اپنے دبلے پتلے تیز رو گھوڑوں پر کوفے سے نکل چلے تھے ہم نے دیکھا کہ یہ اپنے گھوڑے پر اڑا ہوا چلا آ رہا ہے اس کے قریب آتے ہی شمر نے ہم سے کہا کہ تم اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاؤ۔ اور مجھ سے دور چلے جاؤ۔ شاید یہ غلام میری تاک میں آیا ہے ہم نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ دی اور خوب تیزی سے بھگایا۔ غلام نے شمر پر حملہ کیا پہلے تو شمر اس کے وار کو بچانے کے لیے گھوڑے کو کاوا دیتا رہا اور جب ذربی اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا شمر نے ایک ہی وار میں۔ اس کی کمر توڑ دی۔ جب یہ مختار کے سامنے لایا گیا۔ اور اس واقعہ کی اطلاع اسے دی گئی اس نے کہا کہ اگر یہ مجھ سے مشورہ لیتا تو اسے کبھی شمر پر حملہ آور ہونے کا حکم نہ دیتا۔

شمر بن ذی الجوشن کا خط بنام ابن زبیر رضی اللہ عنہما:

ذربی کو قتل کر کے شمر سانید ما پہنچا یہاں سے روانہ ہو کر یہ کلتا خبسہ نامی ایک گاؤں کے پہلوں میں جو دریا کے کنارے واقع تھا۔ ایک ٹیلہ کے پہلو میں فروکش ہوا۔ گاؤں سے ایک کسان کو بلا کر اسے پیٹا اور کہا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس میرا یہ خط لے جا۔ اس خط پر یہ پتہ مرقوم تھا۔

امیر مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے نام شمر بن ذی الجوشن کی طرف سے یہ کسان اس خط کو لے کر روانہ ہوا ایک ایسے گاؤں میں پہنچا جو زیادہ آباد تھا۔ اور یہاں ابو عمرہ متعین تھا۔ ان دنوں اسے مختار نے اپنے اور اہل بصرہ کے درمیان جنگی چوکی کے فرائض انجام دینے کی غرض سے گاؤں میں متعین کر دیا تھا۔ اس گاؤں کا ایک کسان اس کسان سے ملا۔ اور شمر نے اس کے ساتھ جو زیادتی کی تھی۔ اس کی شکایت کی یہ دونوں کھڑے ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ ابو عمرہ کا ایک سپاہی ان کے پاس سے گذرا اور اس نے اس خط کو اور اس کے پتے کو دیکھا اور اس سے شمر کا مقام پوچھا۔ اس نے بتا دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ ان سے صرف تین فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ اب یہ لوگ شمر کی طرف چلے۔

شمر بن ذی الجوشن کا قتل:

میں اس شب شمر ہی کے ہمراہ تھا۔ ہم نے اس سے کہا بہتر یہ ہے کہ آپ ہمیں لے کر یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ ہمیں یہاں ڈر معلوم ہوتا ہے۔ شمر نے کہا کہ میں اسے مختار کذاب کے خوف پر محمول کرتا ہوں۔ بخدا! میں تین دن تک یہاں سے کوچ نہیں کروں گا۔ تم لوگ مرعوب ہو گئے ہو جس جگہ ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں ریچھ کثرت سے تھے۔ میں نیم بیدار تھا۔ جب میں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی میں نے اپنے جی میں کہا۔ کہ یہ ریچھ ہوں گے۔ مگر جب آواز زیادہ تیز آنے لگی تو میں جاگ اٹھا۔ آنکھیں ملیں اور پھر میں نے کہا کہ یہ ہرگز ریچھوں کی آواز نہیں ہے۔ میں اٹھنے لگا کہ اتنے ہی میں وہ لوگ ٹیلے سے اتر کر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کا احاطہ کر لیا۔ ہم اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر پیدل ہی بھاگے۔ یہ سب شمر پر ٹوٹ پڑے۔ یہ اس وقت ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ چونکہ یہ مبروص تھا مجھے اس کی کوکھ کی سپیدی چادر پر سے نظر آ رہی تھی۔ یہ نیزے سے ان پر وار کرنے لگا۔ اسے زرہ یا کپڑے پہننے کا بھی موقع ان لوگوں نے نہیں دیا۔ ہم اسے چھوڑ کر چلتے بنے میں تھوڑی دور ہی گیا تھا۔ کہ میں نے تکبیر کی آواز کے ساتھ یہ سنا کہ خبیث قتل کر دیا گیا۔

عبدالرحمان بن عبید ابوالکنود کہتا ہے کہ میں نے ہی اس کسان کے پاس شمر کا خط دیکھا تھا۔ اسے میں ابوعمرہ کے پاس لایا۔ اور میں نے ہی شمر کو قتل کیا۔ یہ تھوڑی دیر تک ہم پر نیزے سے وار کرتا رہا۔ پھر نیزہ چھوڑ کر اپنی جھونپڑی میں گیا۔ اور تلوار لے کر ہم پر حملہ آور ہوا۔

سراقہ بن مرداس کی دروغ گوئی:

یونس بن ابی اسحٰق راوی ہے جب سبیع کے احاطہ سے نکل کر مختار قصر کی طرف روانہ ہوا سراقہ بن مرداس نے نہایت بلند آواز سے ان مصرعوں کو پڑھ کر مختار کو مخاطب کیا:

''اے وہ شخص جو تمام عرب کا بہترین فرد ہے۔ اور جو شجر اور جند کے قیام کرنے والوں میں بہترین ہے اور جوان سب سے بہتر ہے۔ جنہوں نے اذان دی۔ لبیک کہا یا سجدہ کیا۔ آج تو مجھ پر احسان کر''۔

مختار نے اسے جیل خانے بھیج دیا۔ یہ ساری رات قید رہا دوسری صبح کو اسے جیل سے نکالا گیا یہ مختار کی تعریف میں قصیدہ پڑھتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ جب مختار کے پاس پہنچا تو خود سراقہ نے کہا اللہ امیر کو نیک ہدایت کرے میں خدائے واحد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ملائکہ کو ابلق گھوڑوں پر سوار زمین و آسمان کے درمیان لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ مختار نے کہا اچھا منبر پر چڑھ کر سب کو اس کی اطلاع کرو۔ اس نے منبر پر چڑھ کر اس بات کو بیان کر دیا اور اتر آیا۔ مختار نے تخلیے میں بلا کر اس سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے ملائکہ کو نہیں دیکھا ہے۔ اور جس غرض سے تم نے یہ بات بنائی ہے کہ میں تم کو قتل نہ کروں میں اس سے بھی واقف ہوں۔ اچھا جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔ مگر میرے طرفداروں کو میرے خلاف نہ ورغلانا۔

سراقہ بن مرداس کی رہائی:

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے کبھی ایسی غلیظ قسمیں نہیں کھائی تھیں جیسا کہ اس موقع پر کھائیں۔ کہ میں نے ملائکہ کو لڑتے ہوئے دیکھا ہے مختار نے اسے رہا کر دیا۔ یہ بھاگ کر عبدالرحمان بن مخنف کے ساتھ ہو گیا۔ جو بصرہ میں مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے

پاس تھا۔ کوفہ کے تمام اشراف اور عمائد مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بصرہ چلے آئے۔

ایک اور صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جب سراقہ البارقی گرفتار کیا گیا تو اس نے اپنے پکڑنے والوں سے کہا: بخدا تم نے مجھے گرفتار نہیں کیا۔ مجھے تو ایسے نفوس نے گرفتار کیا ہے جو سفید لباس پہنے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اس پر مختار نے کہا بلاشبہ یہ ملائکہ تھے۔ اس کے بعد مختار نے اسے رہا کر دیا۔

عبدالرحمان بن سعید کا بیان:

عمیر بن زیاد بیان کرتا ہے کہ احاطہ سبیع کے معرکہ کے دن عبدالرحمان بن سعید بن قیس الہمدانی نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جو ہمارے عقب سے حملہ کر رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ بنی شبام ہیں۔ عبدالرحمان نے کہا کیسے تعجب کی بات ہے کہ وہ شخص جس کی خود کوئی قوم نہیں ہے وہ ہماری ہی قوم کو ہمارے خلاف لڑا رہا ہے۔

شرحبیل بن ذی لقلان کا اظہار افسوس:

البدوق راوی ہے کہ اس معرکہ میں شرحبیل بن ذی بقلان (جو ناعطیوں میں سے تھا) مارا گیا۔ ناعطی ہمدان کے قبیلہ کا ایک خاندان ہے اپنے مارے جانے سے پہلے اس نے کہا تھا۔ اس جنگ میں جو شخص مارا جائے وہ کیسی گمراہی کی موت مرے گا۔ نہ ہمارے ساتھ امام ہے نہ ہمارا کوئی مقصد ہے اور دوستوں کی جدائی کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اگر ہم نے اپنے مقابل کو آج قتل بھی کر دیا۔ تب بھی ہم ان سے بچ نہیں سکتے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. بخدا میں محض اپنی قوم کی ہمدردی کے لیے لڑنے آیا ہوں تاکہ انہیں کوئی آسیب نہ پہنچے۔ مگر بخدا اس سے نہ میں بچوں گا۔ اور نہ میری قوم بچے گی اور نہ میں نے انہیں کوئی فائدہ پہنچایا اور نہ مجھے ان سے کوئی فائدہ پہنچا۔

شرحبیل کا قتل:

ابھی وہ یہ کہہ رہا تھا۔ کہ ہمدان ہی کے فائیشین کے خاندان کے ایک شخص احمد بن ہدیج نے اسے تیر سے ہلاک کر دیا۔ سعد بن ابی سعد الحنفی ابوالزبیر الشبامی اور ایک تیسرے شخص نے عبدالرحمان بن سعید بن قیس الہمدانی کے قتل کا دعویٰ کیا۔ سعد نے کہا میں نے اس پر نیزے کا وار کیا تھا۔ ابوالزبیر نے کہا مگر میں نے تلوار سے دس سے زیادہ اس پر وار کیے تھے۔ اور میرے بیٹے نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اپنی ہی قوم کے سردار کو قتل کر رہے ہو۔ اس پر میں نے یہ جواب دیا تھا:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ ھُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ﴾

''تم ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئے ہیں۔ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ پاؤ گے۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ بیٹے بھائی یا خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں''۔

مختار نے کہا تم سب نے مجھ پر احسان کیا۔

عکرمہ بن ربعی کی شجاعت:

نضر بن صالح بیان کرتا ہے کہ اس جنگ میں اہل یمن بہت مارے گئے۔ اور مضریوں کے تو صرف چند آدمی کناسے میں کام

آئے تھے۔ کہ اس کے بعد ہی یہ بنی ربیعہ کے پاس چلے گئے۔ حجار بن سب اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس جانے لگے۔ مگر جاتے جاتے عکرمہ دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اور نہایت بے جگری سے لڑتا رہا۔ زخمی ہو کر پلٹا۔ اور اپنے گھر چلا آیا۔ مکان میں اس سے کسی نے کہا۔ کہ رسالہ ہمارے قبیلہ کی طرف آیا ہے۔ یہ اپنے کمرے سے نکلا اور چاہتا تھا۔ کہ اپنے مکان کی دیوار پھاند کر دوسرے کے مکان میں کود جائے مگر زخمی ہونے کی وجہ سے پھاند نہ سکا تو اس کے غلام نے سہارا دے کر اسے دیوار پر چڑھایا۔

احاطہ سبیع کا معرکہ:

احاطہ سبیع کی یہ جنگ ٦٦ ھ ہجری میں' جب کہ ماہ ذی الحجہ کے ختم میں ابھی چھ راتیں باقی تھیں بدھ کے دن واقع ہوئی کوفہ کے اشراف بصرہ چلے گئے۔ اور اب مختار نے صرف قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کی تلاش شروع کی مختار نے کہا: ہمارا یہ مسلک نہیں ہے۔ کہ ہم قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو دنیا میں زندہ چلتا پھرتا رہنے دیں اگر میں یہ کروں تو بخدا میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا حامی و مددگار ثابت ہوں گا۔ اور پھر میں واقعی کذاب کہلانے کا مستحق ہوں جیسا کہ یہ آج مجھے کہتے ہیں میں قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف اللہ سے اعانت طلب کرتا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنا انتقام لینے کا ذریعہ بنایا ہے۔ کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے ان کے حق کو قائم کیا جائے اور اللہ کے لیے یہ بات سزاوار ہے کہ ان کے قاتلوں کو قتل کرے اور ان لوگوں کو ذلیل کردے جو اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو نہیں سمجھتے۔ مجھے ان سب کے نام بتاؤ۔ پھر میرے حکم سے ان کو تلاش کر کے سب کو فنا کر دو۔

موسیٰ ابن عامر راوی ہے مختار نے کہا قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کو تلاش کر کے میرے سامنے لاؤ۔ بخدا جب تک میں اس شہر اور زمین کو ان کے ناپاک اجسام سے پاک نہیں کروں گا۔ مجھے کھانا اور پینا بھلا معلوم نہیں ہوتا۔

عبداللہ بن اسید اور حمل بن مالک کا قتل:

مالک بن اعین الجہنی راوی ہے کہ عبداللہ بن ویاس نے جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا۔ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ میں سے مختار کو چند آدمیوں کے نام بتا دیئے جن میں عبداللہ بن اسید بن الترل الجہنی (از حرقہ) مالک بن النیر البدی اور حمل بن مالک المحاربی تھے۔ مختار نے اپنے سرداروں میں سے ابو یمز مالک بن عمرو النہدی کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا یہ لوگ قادسیہ میں تھے۔ اس نے انہیں جا کر پکڑ لیا۔ اور عشاء کے وقت مختار کے پاس لے آیا۔ مختار نے ان سے کہا اے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کتاب اور آل رسول کے دشمن حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کہاں ہیں؟ میرے پاس انہیں لاؤ۔ تم نے اس شخص کو قتل کیا۔ جس پر نماز میں درود بھیجنے کا تم کو حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا ہم اسے ناپسند کرتے تھے۔ آپ ہم پر احسان کریں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ مختار نے کہا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر احسان نہیں کیا۔ اس پر تم کو رحم نہ آیا۔ اسے تم نے سیراب نہ ہونے دیا۔

مالک بن النیر البدی کا انجام:

مختار نے بدی سے کہا تو نے ان کی ٹوپی اتاری تھی۔ عبداللہ بن کامل نے کہا جی ہاں یہی وہ شخص ہے۔ مختار نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں قطع کر کے چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ یہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر جان دے دے چنانچہ اس حکم پر عمل کیا گیا۔ اور اسی طرح خون نکلتے نکلتے وہ مر گیا۔ جو دو اور تھے ان میں سے عبداللہ الجہنی کو عبداللہ بن کامل نے قتل کر دیا۔ اور حمل بن مالک المحاربی کو سعد بن ابی سعد الحنفی نے قتل کر دیا۔

زید بن مالک اور عمران بن خالد کا قتل:

ابوسعید الصیقل راوی ہے کہ کئی قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کا پتہ مختار کو سعر الحنفی نے دیا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا ہم اس کے ہمراہ روانہ ہوئے یہ بنی ضبیعہ سے گذرا اور ان میں سے اس نے زیاد بن مالک کو گرفتار کر لیا۔ پھر بنی عنسر کی طرف آیا۔ اور ان میں سے عمران بن خالد کو گرفتار کیا۔ پھر اس نے مجھے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جو دبا یہ کہلاتے تھے حمرا میں ایک مکان کی طرف بھیجا جس میں عبدالرحمٰن بن ابی خشکارۃ البجلی اور عبداللہ بن قیس الخولانی تھے۔ ہم انہیں مختار کے پاس لے آئے اس نے کہا اے نیک بندوں اور جنت کے نوجوانوں کے سردار کے قاتلو! آج اللہ تم سے بدلہ لے گا۔ آج تمہارے پاس ایک ٹمُ منحوس دن لے کر آئی ہے۔ ان لوگوں نے اس ٹمُ پر بھی قبضہ کیا تھا۔ جو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔ مختار نے حکم دیا کہ سر بازار انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس حکم کے مطابق وہ قتل کر دیئے گئے۔ یہ کل چار ہوئے۔

عبداللہ اور عبدالرحمان کا قتل:

حمید بن مسلم بیان کرتا ہے کہ سائب بن مالک الاشعری مختار کا رسالہ لے کر ہم پر آ گیا میں عبدالقیس کی طرف بھاگا۔ عبداللہ اور عبدالرحمان صلحب کے بیٹے بھی میرے پیچھے ہی بھاگے سائب بن مالک الاشعری ان دونوں کے گرفتار کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اور اس طرح مجھے بھاگنے کا موقع مل گیا۔ وہ دونوں پکڑ لیے گئے۔ اور سائب انہیں لے کر عبداللہ بن وہب بن عمرو اعشیٰ ہمدان کے چچیرے بھائی کے مکان پر بنی عبد سے ہو کر آیا۔ اور اسے بھی پکڑ کر مختار کے پاس لایا۔ مختار نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور انہیں بھی سر بازار قتل کر دیا گیا۔ یہ تین ہوئے۔ حمید بن مسلم نے اپنے بھاگ کر بچ جانے پر دو شعر بھی کہے۔ موسیٰ بن عامر العدوی (از جہنہ راوی ہے کہ جب مختار نے)

عثمان بن خالد اور ابو اسماء بشر کا قتل:

عبداللہ بن کامل کو عثمان ابن خالد ابن اسید الاہمانی (از جہنیہ) اور ابو اسماء بشر ابن سوط القابضی کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ دونوں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں موجود تھے۔ اور عبدالرحمان بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے میں شریک تھے۔ اور ان کے اسلحہ اور لباس پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا تھا عبداللہ بن کامل نے عصر کے وقت بنی دہمان کی مسجد کو گھیر لیا۔ اور کہا اگر عثمان بن خالد کریز الدہمانی میرے پاس نہ لایا گیا۔ تو آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک جتنے گناہ بنی دہمان نے کیے ہیں۔ ان سب کا وبال مجھ پر پڑے اگر میں ان سب کی گردن نہ ماروں ہم نے کہا۔ آپ ہمیں مہلت دیجیے۔ ہم اسے تلاش کرتے ہیں۔ ہم سب رسالہ کے ہمراہ اس کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ ہم نے ان دونوں کو احاطے میں بیٹھا ہوا پایا۔ یہ جزیرے بھاگ جانا چاہتے تھے۔ یہ دونوں عبداللہ بن کامل کے پاس لائے گئے۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مومنین کو جنگ سے بچا لیا۔ اگر یہ ابو اسماء اس کے ہمراہ نہ ملتا تو ہم اس کی تلاش میں اس کے مکان جاتے۔ بہر حال خدا کا شکر ہے۔ اس نے تجھ کو ہمارے قبضے میں دے دیا۔

یہ انہیں لے کر روانہ ہوا۔ اور جب جعد کے کنوئیں کے مقام پر آیا ان دونوں کی گردن ماردی اور مختار سے آ کر ان کا واقعہ بیان کیا۔ مختار نے اسے حکم دیا کہ واپس جاؤ اور ان کی لاشوں کو جلا ڈالو۔ جب تک لاش جل نہ جائے یہ دفن نہ ہونے پائیں۔

اعشیٰ ہمدانی نے عثمان الجہنی کا مرثیہ لکھا۔

خولی بن یزید الاصبحی کا قتل:

مختار نے معاذ بن ہانی بن عدی الکندی حجر کے بھتیجے اور ابوعمرہ اپنے کوتوال کو خولی بن یزید الاصبحی کی گرفتاری کے لیے بھیجا یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹا تھا۔ ان دونوں نے اس کے مکان کو جا کر گھیر لیا۔ یہ ایک کوٹھی میں جا کر چھپا۔ معاذ نے ابوعمرہ کو اس کے گھر کی تلاشی کا حکم دیا اس کی بیوی باہر نکل آئی انہوں نے اس سے پوچھا۔ کہ تمہارا شوہر کہاں ہے اس نے زبان سے تو اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ مگر ہاتھ کے اشارے سے اس کے چھپنے کا مقام بتا دیا۔ یہ اس کی جگہ پہنچے۔ اور دیکھا کہ وہ اپنے سر پر ایک ٹوکرا رکھے ہوئے ہے۔ یہ اسے نکال لائے۔ مختار اس وقت کوفے میں سیر کر رہا تھا۔ پھر یہ خود اپنے سرداروں کے پیچھے روانہ ہوا۔ اس سے پہلے ہی ابوعمرہ نے مختار کے پاس اپنا قاصد بھیج دیا تھا۔ یہ ابی بلال کے مکان کے پاس اس کے پاس پہنچا۔ اس وقت مختار کے ہمراہ ابن کامل بھی تھا۔ اس قاصد نے خولی کی گرفتاری کی خبر اس سے بیان کی۔ مختار انہیں کی طرف چلا آگے بڑھ کر وہ مل گئے۔ مگر مختار کے حکم سے خولی کو اس کے گھر والوں کے سامنے لا کر قتل کر دیا گیا۔ پھر اسے جلا دیا۔ اور جب تک اس کی لاش جل کر راکھ نہ بن گئی مختار وہاں ٹھہرا رہا۔ اور اس کے بعد چلا آیا۔

اس کی بیوی عیوف بنت مالک بن نہار بن عقرب حضر موت کی رہنے والی تھی۔ جس وقت سے یہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا تھا۔ وہ اس کی دشمن ہو گئی تھی۔

مختار ثقفی کا ابن سعد کے قتل کا ارادہ:

ایک دن مختار نے اپنے جلیسوں سے کہا۔ کل میں ایسے شخص کو قتل کروں گا۔ جس کے پاؤں بڑے جس کی آنکھیں گڑی ہوئی اور بھنویں ابھری ہوئی ہیں۔ اس کے قتل سے تمام مومن اور ملائکہ مقربین خوش ہوں گے۔

ہثیم بن الاسود النخعی اس وقت مختار کے پاس بیٹھا تھا۔ اس بات کو سن کر اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ اس سے اس کی مراد عمرو بن سعد بن ابی وقاص ہے مکان آ کر اس نے اپنے بیٹے عریان سے کہا۔ کہ آج ہی رات جا کر تم عمرو بن سعد کو اس کی اطلاع کر دو۔ اور کہہ دو کہ تم اپنی حفاظت کا انتظام کرو۔ وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔

عمرو بن سعد کو مختار کے ارادہ کی اطلاع:

عریان نے اس کے پاس آ کر تنہائی میں یہ واقعہ بیان کیا۔ عمرو بن سعد نے کہا اللہ تمہارے باپ کو اس کی جزائے خیر دے مگر وعدۂ امان اور عہد و میثاق کے بعد وہ کیونکر میرے ساتھ ایسا سلوک کر سکتا ہے۔ اپنے خروج کے ابتدائی زمانہ میں مختار لوگوں کے ساتھ نہایت ہی اخلاق و مہربانی سے پیش آتا تھا۔ اور عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قرابت کی وجہ سے سب سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

عمرو بن سعد کو مختار ثقفی کا امان نامہ:

عمرو بن سعد نے عبداللہ بن جعدہ سے کہا کہ مجھے مختار کی جانب سے اپنے متعلق خوف ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اس سے میرے لیے امان حاصل کیجیے موسیٰ ابن عامر ابوالاشعر اس واقعہ کا راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے اس وعدۂ امان کو خود دیکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ وعدۂ امان مختار بن ابی عبید کی جانب سے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کے لیے لکھا جاتا ہے۔ تمہاری جان' تمہارے مال اعزاء اقرباء اور اولاد کو امان دی جاتی ہے۔ تمہارے سابقہ اعمال کا تم سے اس وقت تک کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ جب تک تم ہمارے احکام کی اطاعت کرو گے ہمارے فرمان بردار رہو گے اپنے مکان اپنے خاندان اور اپنے شہر میں قیام رکھو گے شیعانِ اہل بیت اور ہماری فوج وغیرہ سب کو یہ ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ وہ عمرو بن سعد کے ساتھ کوئی برائی نہ کریں''۔

سائب بن مالک احمر بن شمیط عبداللہ بن شداد اور عبداللہ بن کامل اس عہد پر شاہد ہیں نیز مختار نے اللہ کے سامنے یہ عہد واثق کیا کہ وہ اس امان کو عمرو بن سعد کے لیے ایفا کرے گا۔ البتہ اگر کوئی نیا واقعہ رونما ہو۔ نیز اس نے کہا کہ میں اللہ کو اس عہد پر شاہد کرتا ہوں۔ اور اسی کی شہادت بالکل کافی ہے۔

ابو جعفر محمد بن علی کہا کرتے تھے کہ مختار نے عمرو بن سعد سے جو وعدہ امان کیا تھا۔ اور اس میں یہ استثناء کی تھی۔ کہ ان حدث حدثا اس سے اس کی مراد خروج ریح تھی۔

عمرو بن سعد کا قتل:

جب عریان عمرو بن سعد کے پاس آیا۔ یہ اسی رات اپنے گھر سے روانہ ہو کر اپنے حمام آ گیا۔ پھر اس نے اپنے دل میں کہا کہ بہتر یہ ہے۔ کہ میں اپنے ہی مکان چلوں۔ اس خیال سے وہ پلٹا۔ روحار سے گذر کر صبح اپنے مکان آیا۔ اس نے اپنے حمام آ کر اپنے آزاد غلام سے کہا تھا۔ کہ مختار نے مجھے یہ وعدۂ امان لکھ کر دیا تھا۔ اور اب مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا آپ نے یہ بڑی غلطی کی کہ اپنے مقام اور گھر کو چھوڑ کر یہاں آئے۔ آپ اپنے گھر واپس جائیں۔ اور مختار کو اپنے خلاف کوئی موقع نہ دیں۔ اس مشورہ پر عمل کر کے عمرو بن سعد اپنے مکان آیا۔

مختار کو معلوم ہوا۔ کہ عمرو بن سعد اپنے مکان سے چلا گیا ہے۔ مختار نے کہا وہ جا نہیں سکتا اس کی گردن میں ایسی زنجیر پڑی ہے۔ کہ اگر وہ بھاگنا بھی چاہے تو بھاگ نہیں سکتا۔ صبح کو مختار نے ابوعمرہ کو عمرو بن سعد کے بلانے کے لیے بھیجا ابوعمرہ اس کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا کہ امیر نے تم کو بلایا ہے۔ چلو! عمر و اٹھا اس کا پاؤں اس کے جبہ میں الجھا۔ اور یہ گر پڑا۔ ابوعمرہ نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا سر کاٹ کر اپنی قبا کے دامن میں رکھ کر مختار کے پاس آیا۔ اور اسے مختار کے سامنے ڈال دیا۔

حفص بن عمر بن سعد کا قتل:

مختار نے عمر بن سعد کے بیٹے حفص بن عمرو سے جو اس وقت اس کے پاس بیٹھا تھا۔ پوچھا پہچانتے ہو یہ کون ہے۔ اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون. پڑھا اور کہا ہاں اب ان کے بعد زندگی کا مزا نہیں۔ مختار نے کہا: تم نے سچ کہا اور تم زندہ بھی نہ رہو گے۔ مختار نے اسے بھی قتل کرا دیا۔ اور اس کا سر بھی اس کے باپ کے سر کے پاس رکھ دیا گیا۔ مختار کہنے لگا۔ یہ حسین رضی اللہ عنہ کے عوض اور یہ علی بن حسین علیہ السلام کے عوض میں اگرچہ یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ بخدا اگر میں قریش کے تین دستے بھی قتل کر دوں۔ تب بھی یہ ان انگلیوں کا معاوضہ نہیں ہو سکتے۔

عمر بن سعد کے قتل کی وجہ:

حمیدہ بنت عمر بن سعد نے اپنے باپ کا مرثیہ لکھا۔ ان دونوں کو قتل کر کے مختار نے ان کے سر مسافر بن سعید بن تمران الناطی اور ظبیان بن عمارۃ التمیمی کے ہاتھ محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیجے اور اس کے متعلق ایک خط بھی لکھا موسیٰ بن عامر راوی ہے کہ جس شے نے مختار کو عمرو بن سعد کے قتل کی ترغیب دی وہ یہ واقعہ تھا۔ کہ یزید بن شراحبیل الانصاری محمد بن الحنفیہ کے پاس آیا۔ السلام علیک کے بعد دونوں میں مختار کے خروج اور اس کی تحریک کی دعوت کے متعلق جو اہل بیت نبی کے خون کا بدلہ لینے کے بارے میں تھی۔ گفتگو ہونے لگی محمد بن الحنفیہ نے نہایت ہی آہستگی سے کہا کہ مختار دعویٰ تو کرتا ہے۔ کہ وہ ہمارے شیعوں میں ہے۔ حالانکہ قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے اس سے باتیں کرتے ہیں۔

مختار ثقفی کا محمد بن الحنفیہ کے نام خط:

یزید نے اس بات کو یاد رکھا اور جب یہ کوفے آیا اور مختار سے ملا تو مختار نے اس سے دریافت کیا کیا تم مہدی سے ملے تھے۔ ان سے کیا بات چیت ہوئی یزید نے سارا واقعہ سنایا۔ اسے سنتے ہی مختار نے عمرو بن سعد اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے ان کے مذکور الصدر دو شخصوں کے ہاتھ محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیج دیے۔ اور یہ خط انہیں لکھا:

> ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ خط مہدی بن علی رضی اللہ عنہ کے نام مختار بن ابی عبید کی جانب سے بھیجا جاتا السلام علیک ایہا المہدی خدائے واحد کی حمد کے بعد اللہ نے آپ کے دشمنوں سے بدلہ لینے کے لیے مجھ کو مقرر فرمایا ان میں بہت سے قتل ہوئے۔ بہت سے قید ہوئے۔ بہت سے اپنا گھر بار چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس احسان پر خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے قاتلوں کو قتل کیا۔ اور آپ کے حامیوں کی اعانت کی میں عمرو بن سعد اور اس کے بیٹے کے سر کو آپ کے حامیوں کے پاس بھیجتا ہوں قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت میں سے جس پر ہماری دسترس ہوئی ہم نے اسے قتل کر دیا۔ جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ اور جب تک صفحہ ارض کو میں ان کے وجود سے بالکل پاک نہ کر دوں گا۔ ان کی تلاش سے باز نہ رہوں گا۔ اب اس معاملہ میں اے مہدی آپ کی جو رائے ہو۔ اس سے مجھے مطلع کیجیے۔ تا کہ میں اس پر عمل کروں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ''۔

حکیم بن طفیل الطائی کی گرفتاری:

مختار نے عبداللہ بن کامل کو حکیم بن طفیل الطائی السنبسی کی گرفتاری کے لیے بھیجا اس نے مقتل کربلا میں عباس بن علی رضی اللہ عنہ کے لباس واسلحہ پر قبضہ کیا تھا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا تھا۔ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ میرا تیر ان کے پائجامے میں لگا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ کو اس سے کوئی ضرر نہ ہوا۔

عبداللہ بن کامل نے جا کر اسے پکڑ لیا۔ اور مختار کے پاس لے چلا۔ اس کے گھر والے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی فریاد رسی کو گئے کہ وہ اس کے بارے میں مختار سے سفارش کریں۔ عدی رضی اللہ عنہ انہیں راستہ ہی میں مل گیا۔ اس نے عبداللہ بن کامل سے اس کی سفارش کی اس نے کہا میں اس کے بارے کچھ نہیں کر سکتا امیر مختار حاکم مجاز ہیں۔ عدی رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کے پاس آتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا شوق سے تشریف لائیے۔ عدی رضی اللہ عنہ مختار کی طرف روانہ ہوا۔

حکیم بن طفیل الطائی کا قتل:

اس سے پہلے یہ واقعہ پیش آ چکا تھا۔ کہ سبیع کے احاطہ کی جنگ میں جو لوگ قید ہوئے ان میں سے کئی کے متعلق عدی رضی اللہ عنہ نے مختار سے سفارش کی اور محض اس کی سفارش پر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ مگر وہ سب ایسے لوگ تھے۔ جن کے متعلق حسین رضی اللہ عنہ یا اہل بیت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شرکت کی کوئی بات نہیں سنی گئی تھی۔ شیعوں نے ابن کامل سے کہا ہمیں یہ خوف ہے۔ کہ امیر اس خبیث کے متعلق عدی رضی اللہ عنہ کی سفارش قبول کرلیں گے۔ حالانکہ اس کے جرم سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم ہی اسے قتل کر دیں ابن کامل نے انہیں اجازت دے دی۔ جب یہ عنزیئین کے مکان پہنچے تو انہوں نے حکیم کو جس کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ نشانہ بنا کر کھڑا کیا۔ اور کہا کہ تو نے ابن علی رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے اتارے تھے۔ ہم تیری آنکھوں کے سامنے تیری زندگی میں تیرا لباس اتارتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے بالکل برہنہ کر دیا۔ پھر اس سے کہا تو نے حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا تھا۔ اور تو کہا کرتا ہے کہ تیرا تیر ان کے پائجامے سے لگ گیا تھا۔ اور اس سے حسین رضی اللہ عنہ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ بخدا ہم بھی تیرے اسی طرح تیر مارتے ہیں۔ کہ وہ تیرے جسم کو نہ لگے۔ اور اگرچہ انہوں نے اس کے صرف ایک تیر مارا مگر اسی میں سے بہت سے پیکان نکل کر اسے آ لگے اور وہ مر گیا۔ ایک عینی شاہد بیان کرتا ہے۔ کہ پیکانوں کی کثرت سے وہ سہی معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عدی بن حاتم کی سفارش:

اب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ مختار کے پاس آیا۔ مختار نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔ عدی رضی اللہ عنہ نے اپنے آنے کی غرض بیان کی مختار نے کہا اے ابوظریف تم قاتلانِ حسین کی بھی سفارش کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا اس پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے مختار نے کہا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ ابھی یہ گفتگو ختم ہوئی تھی کہ ابن کامل بھی آ گیا۔ مختار نے پوچھا اس کے ساتھ کیا کیا۔ ابن کامل نے کہا۔ شیعوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ مختار نے کہا۔ میرے پاس لائے بغیر تو نے کیوں اس قدر جلد اسے قتل کر دیا۔ (حالانکہ واقعہ یہ تھا اگر ابن کامل اسے قتل نہ کر دیتا۔ تو یہ بات مختار کو بھلی معلوم نہ ہوتی) دیکھو یہ عدی رضی اللہ عنہ اس کی سفارش کے لیے آئے ہیں۔ اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے ابن کامل نے کہا میں مجبور تھا۔ شیعوں نے نہ مانا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی ابن کامل سے ناراضگی:

عدی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اے دشمن خدا! تو جھوٹ بولتا ہے۔ تجھے یہ گمان تھا۔ کہ وہ شخص جو تجھ سے بہتر ہے۔ وہ اس معاملے میں میری سفارش قبول کرے گا۔ اس لیے میرے آنے سے پہلے تو نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی خطرہ تجھے نہ تھا۔ ابن کامل عدی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا چاہتا تھا۔ مگر مختار نے فوراً اپنی انگلی اپنے منہ پر رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کر دی۔ عدی رضی اللہ عنہ مختار سے خوش ہو کر اور ابن کامل سے ناراض ہو کر مختار کی مجلس سے چلا آیا۔ ابن کامل کی قوم میں سے جس شخص سے یہ ملتا۔ اس سے ابن کامل کی شکایت کرتا۔

مرۃ بن منقذ کا فرار:

مختار نے ابن کامل کو علی بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کے قاتل مرۃ بن منقذ بن النعمان العدی (از قبیلہ عبدالقیس) کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ یہ ایک بہادر آدمی تھا۔ ابن کامل نے اس کے مکان کو گھیر لیا۔ یہ نیزہ لے کر تیز رو گھوڑے پر سوار مقابلہ کے لیے نکلا۔ اور اس

نے عبداللہ بن ناجیۃ الیشامی کے نیزہ مارا۔ جس سے وہ گر پڑا۔ مگر نیزہ نے اسے کوئی گزند نہ پہنچا۔ ابن کامل نے تلوار سے اس پر وار کیے مگر وہ اپنے بائیں ہاتھ سے روکتا گیا۔ اس طرح تلوار ہاتھ میں اتر گئی۔ مگر گھوڑا اس تیزی سے اسے لے اڑا کہ یہ اسے نہ پا سکے اور وہ مصعب سے جاملا اس کے بعد اس کا ہاتھ بیکار ہو گیا۔

زید بن رقاد کا انجام:

نیز عبداللہ الشاکری کو بنی جنب کے زید بن رقاد کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ایک نوجوان کے تیر مارا جس نے پیکان سے اپنی پیشانی کو بچانے کے لیے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔ مگر میرے تیر نے اس ہاتھ کو پیشانی سے ایسا پیوست کر دیا۔ کہ وہ اسے اپنی پیشانی سے ہٹا ہی نہ سکا۔ تو انہوں نے یہ دعا مانگی۔ اے خداوند ہمارے دشمنوں نے جیسا حقیر اور ذلیل ہمیں کیا ہے۔ تو بھی ان کو ایسا ہی ذلیل کر۔ اور جس طرح انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو انہیں قتل کر اس نے ایک اور تیر سے اس لڑکے کا خاتمہ کر دیا۔ یہ شخص بھی کہا کرتا تھا۔ کہ میں اپنے مقتول کے پاس آیا۔ جس تیر سے ان کی ہلاکت واقع ہوئی تھی۔ وہ تو میں نے آسانی سے اس کے شکم میں سے نکال لیا۔ مگر دوسرے تیر کو جو پیشانی پر لگا تھا۔ نکالنے کی بہت کوشش کی۔ تیر تو نکل آیا۔ مگر پیکان پیشانی ہی میں پیوست رہا اور اسے میں نہ نکال سکا۔ جب ابن کامل اس کے مکان پر پہنچا۔ بہت سے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے یہ بھی ایک بڑا بہادر آدمی تھا۔ تلوار لے کر مقابلہ پر آیا۔ ابن کامل نے کہا اسے نیزہ یا تلوار سے ہلاک نہ کرو۔ بلکہ تیر اور پتھر سے اس کا خاتمہ کرو۔ لوگوں نے اس قدر تیر اور پتھر مارے کہ یہ گر پڑا۔ ابن کامل نے کہا دیکھو اگر اس کے جان ہو تو اسے باہر نکال لاؤ۔ چونکہ ابھی اس میں جان تھی۔ لوگ اسے باہر نکال لائے۔ ابھی وہ زندہ ہی تھا۔ کہ ابن کامل نے اسے آگ منگا کر جلا ڈالا۔

سنان بن انس اور عبداللہ بن عقبہ کا فرار:

مختار نے سنان بن انس کو جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا مدعی تھا۔ تلاش کیا مگر معلوم ہوا۔ کہ وہ بصرہ بھاگ گیا ہے۔ مختار نے اس کا گھر منہدم کر دیا۔ نیز اس نے عبداللہ الغنوی کو تلاش کیا۔ یہ بھی بھاگ کر جزیرے چلا گیا تھا۔ مختار نے اس کے گھر کو بھی منہدم کر دیا۔ اس شخص نے اہل بیت حسین رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے کو قتل کیا تھا۔ اسی طرح بنی اسد کے ایک اور شخص حرملہ بن کامل نے آل حسین رضی اللہ عنہ میں سے کسی کو قتل کیا تھا۔

عبداللہ بن عروۃ الخثعمی کا فرار:

مختار نے عبداللہ بن عروۃ الخثعمی کو جو کہا کرتا تھا۔ کہ میں نے آل حسین رضی اللہ عنہ پر بارہ تیر چلائے۔ مگر وہ سب ضائع گئے۔ تلاش کیا۔ مگر یہ بھی بھاگ کر مصعب کے پاس آ گیا تھا۔ مختار نے اس کے مکان کو بھی ڈھا دیا۔

عمر بن صبیح کا قتل:

مختار نے بنی صدا کے ایک شخص عمر بن صبیح کی گرفتاری کا حکم دیا۔ یہ شخص کہا کرتا تھا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو تیر سے زخمی کیا مگر کسی کو قتل نہیں کیا۔ جب سب لوگ سو گئے۔ تب پولیس اس کی گرفتاری کے لیے اس کے مکان آئی۔ یہ اس وقت اپنی چھت پر بے خبر سو رہا تھا۔ تلوار اس کے سرہانے رکھی تھی۔ پولیس نے اسے پکڑ لیا۔ اور تلوار پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ کہنے لگا۔ اللہ اس تلوار کا برا کرے یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی۔ اور کس قدر دور ہو گئی۔ یہ مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت تو مختار نے اسے قصر ہی میں قید

کر دیا۔ اور صبح کو دربار عام کیا۔ جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ تو یہ شخص مقید اس کے سامنے لایا گیا۔ تو نہایت ڈھٹائی سے کہنے لگا۔ اے کافر و فاجر اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی۔ تو تم کو معلوم ہو جاتا۔ کہ میں اس وقت نکما اور بزدل نہیں ہوں۔ یہ میری عین خوشی ہوتی اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے مارا جاتا۔ کیونکہ میں تم کو بدترین خلائق سمجھتا ہوں۔ کاش! اس وقت تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی۔ کہ میں تھوڑی دیر تمہارا مقابلہ کرتا۔ اس کے بعد اس نے ابن کامل کی آنکھ پر طمانچہ مارا ابن کامل ہنسا۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کہنے لگا۔ کہ یہ شخص کہتا ہے کہ اس نے آل محمد کو زخمی کیا ہے اور ان پر نیزہ بازی کی ہے اب اس کے بارے میں آپ حکم دیجیے۔ مختار نے کہا نیزے لاؤ۔ نیزے لائے گئے۔ مختار نے حکم دیا۔ کہ نیزوں سے اس کا کام تمام کر دو۔ اس حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

ہیاط بن ابی زرعہ اور عبدالرحمان بن عثمان کا قتل:

مختار کے طرفدار ابو زرعہ بن مسعود کے بیٹوں کے مکان کے پاس سے گذر رہے تھے۔ انہوں نے مکان پر سے ان کے تیر مارے ان لوگوں نے مکان میں گھس کر ہیاط بن ابی زرعہ الثقفی اور عبدالرحمان بن عثمان بن ابی زرعہ الثقفی کو قتل کر دیا۔ البتہ عبدالملک بن ابی زرعہ سر پر زخم کھا کر ان کی گرفت سے نکل گیا۔ اور بھاگتا ہوا مختار کے پاس آیا۔ مختار نے اپنی بیوی ام ثابت سمرہ بن جندب کی پوتی سے اس کے پٹی باندھنے کو کہا اور پھر اسے اپنے پاس بلایا۔ اور کہا اس میں میرا کیا قصور ہے تم نے ان پر تیراندازی کی اور اس طرح انہیں جوش انتقام آ گیا۔

محمد بن الاشعث کا فرار:

محمد بن الاشعث بن قیس اشعث کے گاؤں میں جو قادسیہ کے پہلو میں واقع تھا۔ مقیم تھا۔ مختار نے جوشب ساون[1] الکرسی کو سو آدمیوں کے ہمراہ اس کی تلاش میں روانہ کیا۔ اور کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ۔ تو وہ سیر و شکار میں مزے اڑا رہا ہوگا۔ یا کسی جگہ کھڑا ہو گا۔ یا خوف کی حالت میں جھگڑ رہا ہوگا۔ یا کسی جگہ چھپا ہوگا۔ اگر ہو سکے تو اس کا سر لے آؤ۔ حوشب اس کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اس کے قصر کو گھیر لیا۔ مگر یہ اس محاصرے سے پہلے ہی اپنے قصر سے نکل کر مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا تھا۔ حوشب یہی سمجھتا رہا کہ وہ قصر میں ہے جب اس کی فوج قصر میں داخل ہوئی تو انہیں اس کے نکل جانے کا حال معلوم ہوا۔ یہ مختار کے پاس واپس چلے آئے۔ مختار نے اس کے مکان کو منہدم کرا دیا۔ اور اس کے چونے اور اینٹ سے حجر بن عدی الکندی کا مکان تعمیر کرایا جسے زیاد بن سمیہ نے منہدم کر دیا تھا۔

مثنیٰ بن مخربتہ العبدی:

مثنیٰ بن مخربتہ العبدی سلیمان بن صرد کے ساتھ عین الورہ کی جنگ میں شریک ہوا پھر گروہ توابین میں سے جو لوگ بچ کر کوفہ واپس آئے یہ ان کے ہمراہ کوفہ آیا۔ اس وقت مختار قید تھا۔ اب یہ کوفے ہی میں رہا۔ جب مختار قید سے آزاد ہوا۔ تو اس نے پوشیدہ طور پر اس کی بیعت کی۔ مختار نے اس سے کہا۔ کہ تم اپنے شہر بصرہ جاؤ۔ اور میرے لیے چپکے چپکے دعوت دو۔ اس نے بصرہ آ کر مختار کے لیے تحریک شروع کی اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اور بعض دوسرے لوگوں نے بھی اس کی دعوت قبول کر لی۔

---

[1] اس مشہور کرسی کے پردہت کو جس کا مختار نے تابوت سکینہ بنا کر جلوس نکالا تھا۔ (مترجم)

مثنیٰ بن مخربتہ العبدی کا خروج:

جب مختار نے ابن مطیع کو کوفے سے نکال دیا۔ اور عمر بن عبدالرحمان بن الحارث بن شام کو کوفے آنے سے روک دیا۔ تو مثنیٰ بن مخربتہ بصرہ میں خروج کر کے مسجد اعظم آیا۔ اس کی قوم والے اس کے پاس جمع ہو گئے اس نے مختار کے لیے لوگوں کو دعوت دی پھر مسجد سے گنج آیا۔ اور اسی کے قریب اس نے اپنی چھاؤنی قائم کی وہیں انہوں نے سامان خوراک جمع کیا۔ اور قربانی کی۔

عباد بن حصین اور قیس بن الہثیم کے دستوں کے روانگی:

قباع نے اپنے کوتوال عباد بن حصین اور قیس بن الہثیم کو پولیس اور فوج کے ہمراہ ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا یہ دونوں موالیوں کی گلی سے سنجہ کی مسجد آئے۔ اور وہیں ٹھہر گئے تمام لوگ اپنے اپنے مکانات میں ٹھہرے رہے۔ باہر نہیں نکلے۔ عباد دیکھنے لگا۔ کہ کوئی شخص نظر آئے تو اس سے حال دریافت کرے مگر کوئی نظر نہیں آیا۔ اس پر اس نے کہا کیا یہاں بنی تمیم کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ خلیفۃ الاعور بنی عدی کے (عدی الرباب) آزاد غلام نے اس سے کہا کہ یہ دراد نکل کر آیا۔ عباد نے اسے گالی دی اور کہا کہ میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں اور تو میرے پاس نہیں آیا۔ اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کہ آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ عباد نے کہا ابھی جاؤ۔ ہتھیار سنبھالو اور گھوڑے پر سوار ہو کر آؤ۔ یہ مسلح ہو کر آ گیا اور اب یہ سب وہیں ٹھہرے رہے۔

ابن حصین کی حکمت عملی:

دوسری جانب مثنیٰ کے ساتھی سامنے آئے۔ اور وہ بھی ان کے مقابل آ کر ٹھہر گئے۔ عباد نے دراد سے کہا تم قیس کے ہمراہ کھڑے رہو۔ قیس بن الہثیم اور دراد وہیں ٹھہرے اور خود عباد وہاں سے پلٹ کر قصابوں کے راستے سے ہوتا ہوا کلا آیا گنج کے چار دروازے تھے ایک بصرہ کے متصل تھا۔ ایک خلالین کے محلّہ کی طرف ایک مسجد کی طرف اور ایک شمالی رخ تھا۔ عباد اس دروازے پر آیا۔ جو نہر کے قریب کباڑیوں کے محلّہ کے متصل واقع تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ عباد ٹھہر گیا۔ اس نے سیڑھی منگائی۔ اسے گنج کی دیوار پر نصب کیا۔ تیس آدمی چڑھ گئے۔ عباد نے انہیں چھتوں پر ہنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ جب تکبیر کی آواز سنو۔ تو تم چھتوں پر تکبیر کہنا۔

عباد کا مثنیٰ کے رسالہ پر حملہ:

ان ہدایات کے دینے کے بعد عباد بن قیس بن الہثیم کے پاس آ گیا اس نے دراد سے کہا دشمن کو چھیڑو دراد نے ان پر راسلہ سے حملہ کیا۔ حریفوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ مثنیٰ کے چالیس آدمی کام آئے۔ اور عباد کے بھی کچھ آدمی مارے گئے۔ جب ان لوگوں نے جو چھتوں پر تھے۔ جنگ کا شور اور تکبیر کی آواز سنی۔ تو انہوں نے بھی تکبیر کہی۔ اسے سن کر گنج میں جتنے آدمی تھے وہ سب بھاگے۔ مثنیٰ اور اس کی فوج نے جب اپنے عقب میں تکبیر کی آواز سنی تو وہ بھاگے عباد اور قیس بن الہثیم نے ان کے تعاقب سے اپنی فوج کو روک دیا۔ اور پورے گنج پر قبضہ کر لیا۔ مثنیٰ اور اس کے ہمراہی بنی عبدالقیس کے پاس چلے آئے۔

عباد اور قیس اپنے ہمراہیوں کو لے کر قباع کے پاس چلے آئے قباع نے ان کو اب عبدالقیس کی طرف روانہ کیا۔ قیس تو یل کی سمت سے اور عباد مربد کے راستے سے ان کے مقابلہ پر آیا اور جنگ شروع ہوئی۔

زیاد بن عمر العتکی کا قباع سے احتجاج:

زیاد بن عمرو العتکی قباع کے پاس آیا۔ جو اس وقت مسجد میں منبر پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہی مسجد میں چلا آیا۔

اور اس نے قباع سے کہا کہ یا تو تم اپنے رسالہ کو ہمارے بھائیوں کے مقابلہ سے ہٹا لو۔ ورنہ ہم اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ قباع نے احنف بن قیس اور عمرو بن عبدالرحمان المخزومی کو بھیجا۔ تاکہ یہ لوگوں میں صلح کرا دیں۔ یہ دونوں عبدالقیس کے پاس آئے۔ احنف نے بنی بکر از داور تمام لوگوں سے سوال کیا۔ کہ کیا تم ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر قائم نہیں ہو۔ انہوں نے کہا ہم قائم ہیں۔ مگر ہم اپنے اہل برادری کا ساتھ چھوڑ نہیں سکتے۔ احنف نے کہا تم ان سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اس شرط پر انہیں امان دی جاتی ہے۔ کہ وہ اس شہر میں فتنہ و فساد برپا نہ کریں۔ اور یہاں سے جہاں چاہیں چلے جائیں۔

مثنیٰ بن مخربتہ العبدی کی مراجعت:

مالک بن المسمع اور زیاد بن عمرو اپنے اور سر برآوردہ طرفداروں کے ساتھ مثنیٰ کے پاس آئے اس سے اور اس کے دوستوں سے کہا کہ ہم تمہارے مقصد میں شریک رائے نہیں ہیں مگر میں نے بکر اور ازد کو پس پشت ڈال دیا۔

عباد اور قیس قباع کے پاس آ گئے۔ مثنیٰ اپنے معدودے چند آدمیوں کے ساتھ کوفہ میں مختار کے پاس چلا آیا۔

اس جنگ میں سوید بن رناب الشنی اور عقبہ بن عشیر الشنی مارے گئے ایک تمیمی نے ان دونوں تمیمی نے ان دونوں کو قتل کیا تھا۔ پھر یہ تمیمی بھی مارا گیا۔ تو عقبہ بن عشیرہ کا بھائی اس کا خون پی گیا اور کہنے لگا کہ میں اپنے بھائی کا بدلہ لے رہا ہوں۔

مختار ثقفی کی مسمع اور زیاد بن عمرو کو دعوت:

مثنیٰ نے کوفہ جا کر مختار سے اپنی ساری سرگزشت بیان کی اور کہا کہ مالک بن مسمع اور زیاد بن عمرو میرے پاس آئے اور میری بصرہ سے روانگی تک اندونوں نے میری حفاظت کی اس بات سے بات سے مختار کے دل میں انہیں ملانے کا لالچ پیدا ہوا۔ اور اس نے ان کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا تم میری دعوت کو قبول کرو۔ اور میری اطاعت کرو۔ دنیا میں جو تم چاہو گے تم کو دیا جائے گا۔ اور جنت کا تمہارے لیے میں ضامن ہوں۔ اس خط کے موصول ہونے کے بعد مالک نے زیاد سے کہا اے ابو مغیرہ مختار دین و دنیا تم کو دے رہا ہے۔ زیاد نے مذاقاً جواب دیا۔ اے ابو غسان میں تو وعدہ پر لڑتا نہیں۔ جو مجھے درہم دے گا اس کے ہمراہ لڑوں گا۔

مختار ثقفی کا احنف کے نام خط:

مختار نے احنف اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو یہ خط لکھا ''السلام علیکم بنی مضر اور ربیعہ کا برا ہو احنف اپنی قوم کو اس طرح دوزخ کی طرف لے جا رہا ہے کہ وہاں سے واپسی ممکن ہی نہیں۔ تقدیر کو میں بدل نہیں سکتا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجھے کذاب کہتے ہو۔ مجھ سے پہلے انبیاء کو بھی اس طرح جھٹلایا گیا ہے۔ اور میں ان میں سے اکثر سے اچھا نہیں ہوں۔ اس لیے اگر مجھے کاذب سمجھا گیا۔ تو کیا ہوا۔

شعبی اور احنف بن قیس کی گفتگو:

شعبی کہتا ہے میں بصرہ آیا۔ اور ایک جلسہ میں شریک ہوا جس میں احنف بن قیس بھی تھا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے مجھے دریافت کیا میں نے کہا کوفہ کا باشندہ ہوں اس نے کہا تم ہمارے موالی ہو۔ میں نے کہا کیونکر اس نے کہا ہم نے تم کو مختار کے ساتھیوں سے جو تمہارے غلام ہیں۔ بچا لیا۔ میں نے کہا تم جانتے ہو۔ کہ ہمارے اور تمہارے متعلق ہمدان کے شیخ نے

کیا کہا ہے۔ احنف نے پوچھا کیا۔ میں نے اس کے یہ اشعار سنائے۔ کیا تم اس بات پر فخر کرتے ہو۔ کہ تم نے غلاموں کو قتل کیا ہے۔ اور ایک مرتبہ آل عزل کو شکست دی۔ اور تم اس بات پر فخر کرتے ہو تو یہ بھی یاد کرو۔ کہ جنگ جمل میں ہم نے تمہارے ساتھ کیا کیا تھا۔

احنف بن قیس کا خط بنام مختار ثقفی:

یہ سن کر احنف ناراض ہوا اس نے اپنے غلام کو خط لانے کا حکم دیا۔ غلام ایک خط لایا۔ جس میں مرقوم تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم! یہ خط احنف بن قیس کی جانب لکھا جاتا ہے۔ امابعد! ربیعہ اور مضر ہلاک ہونے والے ہیں کیونکہ اس طرح دوزخ کی جانب لے جا رہا ہے کہ وہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجھ کو جھوٹا کہتے ہو۔ مجھ سے پہلے بہت سے انبیاء کو جھوٹا کہا گیا ہے۔ اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔ احنف نے کہا بتاؤ مختار تم میں سے ہے یا ہم میں سے ہے۔

مسکین بن عامر بن انیف بن شریح بن عمرو بن حدس بھی مختار سے لڑا ہوا تھا۔ جب سب کو شکست ہوئی تو یہ محمد بن عمیر بن عطارد کے پاس آذربیجان چلا گیا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کا منصوبہ:

اس سنہ میں مختار نے ایک فوج مدینہ اس غرض سے روانہ کی کہ یہ دھوکہ سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے۔ حالانکہ اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر یہ ظاہر کیا۔ کہ میں اس فوج کو آپ کی امداد کے لیے بھیج رہا ہوں۔ تاکہ آپ اس کی مدد سے اس فوج کا مقابلہ کریں۔ جو عبدالملک نے آپ کے مقابلہ پر بھیجی ہے اور جو وادی القری میں آ کر فروکش ہوئی تھی۔

ابن مطیع کا بصرہ میں قیام:

موسیٰ بن عامر راوی ہے کہ جب مختار نے ابن مطیع کو کوفہ سے نکال دیا یہ بصرہ آ گیا۔ اس نے شکست کھا کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا۔ اور بصرہ ہی میں قیام پذیر ہو گیا۔ اس کے بعد عمر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام بھی بصرہ آ گیا۔ اور اب یہ دونوں بصرہ میں رہنے لگے۔

مختار ثقفی کی ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اعانت طلبی:

عمر کے بصرہ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب مختار نے کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس کی حکومت مضبوطی سے قائم ہو گئی تو اب تک شیعہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ ابن الحنفیہ کے لیے دعوت دے رہا ہے اور اس کا مقصد اہل بیت کے خون کا بدلہ لینا ہے۔ مگر اب اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے چال چلی۔ اور انہیں لکھا میں نے جیسی آپ کی خیر خواہی کی اور آپ کے دشمن کے مقابلہ میں جو کوشش کی اسے آپ جانتے ہیں۔ آپ نے خود ہی مجھ سے بہت کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ بشرطیکہ آپ کی خیر خواہی میں کامیاب ثابت ہوں میں نے جو عہد کیا تھا۔ وہ پورا کیا مگر آپ نے وعدہ کا ایفاء نہ کیا۔ اب جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے آپ واقف ہیں۔ اگر آپ پھر میرے ساتھ تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔

اس خط کے لکھنے سے اس کا مقصد محض یہ تھا کہ اپنے اقتدار کے پوری طرح قائم ہونے تک وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنی مخالفت سے باز رکھے اس کارروائی سے اس نے شیعوں کو مطلقاً آگاہ نہیں کیا۔ اور اگر اتفاقیہ طور پر اس کے متعلق کوئی بات انہیں معلوم بھی

ہوئی۔ تو انہوں نے اسے باور کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

عمر بن عبدالرحمٰن کو کوفہ جانے کا حکم:

اس خط کے موصول ہونے کے بعد ابن زبیر رضی اللہ نے چاہا کہ معلوم کریں کہ آیا مختار صلح کرنا چاہتا ہے یا لڑنا چاہتا ہے۔ اس غرض سے انہوں نے عمر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام المخزومی کو بلا کر حکم دیا کہ تم کوفہ جاؤ۔ ہم نے تم کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ اس نے کہا میں وہاں کیسے جاؤں۔ وہاں تو مختار نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ نے کہا جاؤ وہ ہماری اطاعت و فرماں برداری کا مدعی ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ نے اسے اخراجات سفر کے لیے تیس چالیس ہزار درہم دیئے عمر اب کوفہ روانہ ہوا۔

مختار کا جاسوس مکہ سے مختار کے پاس آیا۔ مختار نے دریافت کیا کہ ابن زبیر رضی اللہ نے عمر کو کس قدر رقم دی ہے اس نے کہا تیس ہزار اور چالیس ہزار کے درمیان۔

زائد بن قدامہ اور عمر بن عبدالرحمان کی ملاقات:

مختار نے زائد بن قدامہ کو بلایا اور کہا اپنے ساتھ ستر ہزار لے جاؤ۔ یہ اس رقم سے دوگنی ہے جو ابن زبیر رضی اللہ نے عمر کو کوفہ آنے کے لیے دی ہے۔ اور صحرا میں عمر سے جا کر ملو مسافر بن سعید بن نمران الناعطی کو پانسو نیزہ باز شہسواروں کے ساتھ جو خود و زرہ سے مسلح ہوں۔ اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ اور عمر سے کہو کہ جس قدر روپیہ تم کو دیا گیا ہے۔ یہ اس سے دو چند موجود ہے ہم تمہیں چاہتے کہ تمہارا نقصان ہوا سے لے لو۔ اور واپس چلے جاؤ۔ اگر وہ اتنا کہنے پر واپس چلا جائے تو فبہا ورنہ رسالہ دکھا دینا۔ اور کہہ دینا کہ اس کے پیچھے اسی طرح رسالہ کے سو دستے اور موجود ہیں۔

عمرو بن عبدالرحمٰن کی مراجعت بصرہ:

زائدہ یہ رقم اور رسالہ لے کر عمر سے ملنے روانہ ہوا۔ صحرا میں اس سے ملاقات کی اور کہا یہ روپیہ لو اور واپس چلے جاؤ۔ عمر نے کہا: مجھے امیر المومنین نے کوفہ کا والی مقرر کیا ہے۔ ان کے حکم کی بجا آوری ضروری ہے زائدہ نے اسے رسالہ دکھایا۔ جسے اس نے اپنے ایک جانب کمین گاہ میں متعین کر رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر عمر نے کہا اب میں مجبور ہوں۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا اب وہ مجھ پر کوئی الزام نہیں رکھ سکتے لائیے۔ وہ روپیہ مجھے دیجیے زائدہ نے کہا اگر مختار دوست نہ ہوتا تو وہ کبھی یہ رقم تم کو نہ بھیجتا۔ عمر نے اس روپیہ کو لے کر بصرہ کا رخ کیا اور اب وہ اور ابن مطیع حارث بن عبداللہ ابی ربیعہ کی ولایت میں بصرہ میں جمع ہوئے ابھی تک مثنیٰ بن مخربتہ العبدی نے بصرہ میں وہ فتنہ برپا نہیں کیا تھا۔ جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

مختار ثقفی کی مصالحت کی کوشش:

ابو مخنف راوی ہے کہ مختار کو معلوم ہوا۔ کہ شامی عراق کی جانب آ رہے ہیں۔ اس نے ارادہ کیا۔ کہ پہلے ان سے نپٹ لینا چاہیے۔ مگر اس کے ساتھ اسے یہ بھی خوف ہوا کہ مبادا شامی مغرب سے مجھ پر آ جائیں۔ اور مصعب بصرہ سے پیش قدمی کریں اور اس بنا پر اس نے ابن زبیر رضی اللہ سے صلح کر لی اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وقت ٹال دیا جائے۔ اور پھر ان سے بھی نپٹ لیا جائے گا۔ اس وقت عبدالملک نے عبدالملک بن الحارث بن الحکم بن العاص کو وادی القریٰ ابن زبیر رضی اللہ سے مقابلہ کے لیے بھیج دیا تھا۔ اور مختار نے اب ابن زبیر رضی اللہ سے یہ چال چلی کہ صلح کر لی۔

مختار ثقفی کی اعانت وفوج کی پیشکش:

مختار نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے آپ سے لڑنے کے لیے ایک فوج بھیجی ہے اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کی مدد کے لیے امدادی فوج بھیج دوں۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا کہ اگر تم میرے مطیع ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم میرے پاس فوج بھیجو اور وہاں میرے لیے بیعت لو۔ جب مجھے معلوم ہو جائے گا کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے تو میں تمہاری اس بات کو سچ سمجھوں گا۔ اور تمہارے علاقہ پر اپنی فوجیں روانہ نہیں کروں گا۔ جو فوج تم میری امداد کے لیے بھیجنا چاہتے ہو۔ اسے فوراً بھیج دو۔ اور اسے حکم دو۔ کہ وادی القریٰ میں عبدالملک کی فرستادہ فوج کے مقابلہ پر جا کر لڑے۔ والسلام

شرحبیل بن ورس کی روانگی:

مختار نے شرحبیل بن ورس الہمدانی کو بلایا۔ اور اسے تین ہزار فوج کے ہمراہ جن میں تعداد غالب موالیوں کی تھی۔ اور عرب صرف سات سو تھے۔ مدینہ جانے کا حکم دیا۔ اور ہدایت کی کہ مدینہ پہنچتے ہی اپنی رسید سے مجھے مطلع کرنا۔ اس کے بعد میں آئندہ کے لیے تم کو ہدایت بھیجوں گا۔ مختار اصل میں یہ چاہتا تھا۔ کہ جب یہ مدینہ پہنچ جائے۔ تو اس فوج پر کسی اور شخص کو اپنی طرف سے سپہ سالار مقرر کر کے بھیج دے اور شرحبیل کو مکہ جانے کا حکم دے تا کہ یہ وہاں جا کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا ماصرہ کر لے اور لڑے۔

عباس بن سہل کی روانگی مدینہ:

شرحبیل کوفہ سے مدینہ روانہ ہوا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا مختار نے میرے ساتھ کوئی فریب کیا ہو۔ اس لیے انہوں نے عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار فوج کے ساتھ مدینہ بھیجا۔ اور ہدایت کی کہ عربوں کو نفرت دلائے اور اس جماعت کو نظر میں رکھے اگر یہ ان کے مطیع وفرمان بردار ہوں تو خیر ورنہ کسی حیلہ سے ان سب کو تباہ کر دے۔ عراق بھی آ گئے اور عباس بن سہل رقیم میں ابن الورس سے آ کر ملا۔ ابن ورس نے اپنی فوج کی جنگی ترتیب کر دی تھی۔ میمنہ پر سلیمان بن حمیر الشوری الہمدانی کو متعین کیا تھا اور میسرہ کر عباس کو سلام کیا اور خود وہ پا پیادہ پیدل سپاہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

شرحبیل بن ورس اور عباس بن سہل کی ملاقات:

عباس اس طرح ان کے پاس پہنچا کہ اس کے تمام سپاہی علیحدہ علیحدہ چل رہے تھے کوئی نظام ان میں نہ تھا۔ یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ ابن ورس پانی پر پوری جنگی ترتیب کے ساتھ فروکش ہے۔ عباس نے عراقیوں کے قریب پہنچ کر انہیں سلام کیا۔ اور ابن ورس سے کہا کہ تم سے تخلیہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ابن ورس تنہائی میں اس سے ملا عباس نے اس سے پوچھا کیا تم ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اطاعت میں نہیں چاہتا ہوں۔ ابن ورس تنہائی میں اس سے ملا عباس نے اس سے پوچھا کیا تم ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اطاعت میں نہیں ہو۔ اس نے کہا ہاں میں ہوں عباس نے کہا۔ تو وادی القریٰ میں ان کے دشمن فروکش ہیں۔ تم ہمارے ساتھ ان کے مقابلہ پر چلو۔ ابن ورس نے کہا مجھے تمہارے احکام بجالانے کی ہدایت نہیں دی گئی۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ مدینہ پہنچ کر ٹھہروں اور پھر جو مناسب سمجھوں کروں۔ عباس بن سہل نے کہا۔ اگر تم ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اطاعت میں ہو تو انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ کہ میں تم کو اور تمہاری فوج کو وادی القریٰ میں اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر لے جاؤں۔ ابن ورس نے کہا مجھے تمہارا حکم ماننے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور نہ میں تمہارے

ساتھ وادی القریٰ میں جاؤں گا۔ البتہ مدینہ پہنچ کر اپنے حاکم مجاز کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دوں گا۔ پھر وہ جو حکم مجھے دیں گے ویسا کروں گا۔

شرحبیل بن ورس کی فوج کے لیے رسد کی فراہمی :

عباس بن سہل نے جب اس کی لجاجت آمیز گفتگو سنی۔ تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف ہے۔ مگر اس نے مناسب نہ سمجھا کہ ابن ورس اس بات سے آگاہ ہو۔ کہ اس نے اس کے رویہ کو سمجھ لیا ہے۔ اس لیے عباس نے اس سے کہا اچھا تمہیں جو مناسب معلوم ہو وہ کرو۔ میں تو وادی القریٰ جاتا ہوں۔ عباس بن سہل بھی پانی پر آ کر فروکش ہوا۔ اس نے کچھ قیمتی اشیاء جو اس کے ساتھ تھیں۔ تحفتہً ابن ورس کو بھیجیں۔ نیز آٹا اور چرم کشیدہ بھیڑیں بھیجیں۔ ابن ورس اور اس کی فوج بھوکوں مر رہی تھی۔ ابن سہل نے ہر دس آدمی کے لیے ایک بکری بھیج دی۔ ان لوگوں نے انہیں ذبح کیا اور گوشت کے صاف کرنے میں مصروف ہو گئے اکثر پانی کے کنارے جمع ہو گئے ان میں جنگی ترتیب قائم نہ رہی اور وہ ایک دوسرے سے بے خطر اپنے کاروبار میں مشغول ہو گئے۔

عباس بن سہل کا ابن ورس پر حملہ :

عباس نے ان کی اس بے خبری کی حالت کا اندازہ کر کے اپنی فوج میں سے ایک ہزار جواں مرد بہادر منتخب کیے اور انہیں لے کر شرحبیل ابن ورس کے خیمہ کی طرف بڑھا ابن ورس نے انہیں اپنی جانب آتا دیکھ کر اپنی فوج کو للکارا مگر ابھی سو آدمی بھی اس کے پاس جمع نہ ہوئے تھے کہ عباس بن سہل اس کے پاس آ گیا۔ اس وقت ابن ورس کہہ رہا تھا۔ اے اللہ کے سپاہیو! میرے پاس آؤ ان ظالموں سے جو شیطان ملعون کے پیرو ہیں۔ لڑو تم حق اور راہ راست پر ہو اور انہوں نے دھوکہ اور فریب کیا ہے۔

شرحبیل بن ورس کا قتل :

ابو یوسف راوی ہے کہ عباس رجز پڑھتا ہوا عراقیوں پر ٹوٹ پڑا۔ تھوڑی دیر لڑائی ہونے کے بعد ابن ورس ستر اور جوان مردوں کے ساتھ مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد عباس نے ابن ورس کی فوج کو امان دے دی اور ان کے لیے امان کا جھنڈا بلند کر دیا۔ تین سو آدمیوں کے ماسوا جو سلیمان بن حمیر الہمدانی اور عباس بن حمدۃ الجدلی کے ساتھ واپس چلے گئے اور سب کے سب عباس کے پاس چلے آئے عباس نے ان سب کو قتل کرا دیا۔ البتہ دو سو آدمی اس طرح بچ گئے کہ جن لوگوں نے انہیں قتل کرنا برا سمجھا۔ اور چھوڑ دیا۔ یہ بقیۃ السیف عراق واپس روانہ ہوئے مگر ان میں سے بھی اکثر راستہ ہی میں مر گئے۔

مختار ثقفی کا خط بنام محمد بن الحنفیہ :

جب مختار کو ان کے حشر کا علم ہوا اور جب کچھ لوگ واپس آئے اس نے سب کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ شریر فاجروں نے اچھے پاک بندوں کو قتل کر دیا۔ مگر یہ مقدر ہو چکا تھا وہ پورا ہوا۔

مختار نے حسب ذیل خط صالح بن مسعود الخثعمی کے ہاتھ ابن الحنفیہ کو ارسال کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! میں نے ایک فوج آپ کے پاس اس غرض سے بھیجی تھی کہ وہ آپ کے دشمنوں کو ذلیل کرے۔ آپ کے لیے ملکوں کو فتح کرے۔ جب یہ لوگ آپ کے پاس آنے کے لیے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے۔ تو ملحد کی ایک فوج ان سے ملی اور باوجود عہد امان کے انہوں نے دھوکہ سے میری فوج پر اچانک حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا۔ اب اگر آپ مناسب خیال کریں۔ تو میں

اہل مدینہ کی جانب ایک زبردست فوج بھیجتا ہوں اور آپ ان کے پاس اپنے سفراء بھیج دیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں۔ اور یہ فوج میں آپ کے حکم سے بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ اس غرض کے لیے اپنے سفیر روانہ فرمائیں گے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ یہ لوگ ملحد ظالم آل زبیر کے مقابلہ میں آپ کے اور اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو زیادہ سمجھنے والے ہیں اور زیادہ نرمی و خلق سے پیش آنے والے ہیں۔

محمد بن الحنفیہ کا خط بنام مختار ثقفی:

ابن الحنفیہ نے انہیں لکھا تمہارے خط کو میں نے پڑھا اور مجھے معلوم ہے کہ تم کسی قدر میرے حق کو سمجھتے اور میری خوشنودی کے لیے تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ نیز یہ بات بھی مجھے معلوم ہوئی کہ جب تک میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں گا۔ تمام امور سیاسی کی باگ میرے ہی ہاتھ میں ہوگی۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے ہر بات میں جسے تم نے علانیہ کیا ہے یا حصہ لیا ہے اللہ کی اطاعت کرو۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اگر میں لڑائی کا ارادہ کروں۔ تو میرے بہت سے مددگار فوراً میری حمایت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ مگر میں سب سے الگ تھلگ ہوں اور چپ بیٹھا ہوں اب جو اللہ کرے اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

محمد بن الحنفیہ کا مختار ثقفی کو زبانی پیغام:

صالح بن مسعود رخصت ہونے کے لیے ابن الحنفیہ کے پاس آیا۔ انہوں نے اسے رخصت کیا۔ دعا دی مختار کے نام خط دیا۔ اور کہا کہ زبانی کہہ دینا کہ اللہ سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ اور خونریزی سے بچے صالح بن مسعود نے ان سے کہا کیا آپ نے یہ باتیں اپنے خط میں انہیں نہیں لکھیں ابن الحنفیہ نے کہا۔ میں نے تم کو اللہ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اللہ کی اطاعت تمام خوبیوں کی جامع اور تمام برائیوں کی مانع ہے۔

جب مختار کو یہ خط ملا اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے ایسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے نیکی اور فارغ البالی حاصل ہوگی۔ اور کفر و فریب دور ہو جائے گا۔

محمد بن الحنفیہ کی اسیری:

ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے محمد بن الحنفیہ کو ان کے ہمراہیوں اور اہل خاندان کے ساتھ مع کوفے کے سترہ عمائد کے زمزم میں اس وجہ سے قید کر دیا۔ کہ چونکہ تمام امت نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجتماع نہیں کیا تھا۔ اس لیے ان لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ یہ لوگ بھاگ کر حرم میں پناہ گزین ہوئے۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے یہ دھمکی دی کہ میں خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اگر تم بیعت نہ کرو گے تو میں سب کو قتل کر کے جلا دوں گا۔ اس کے لیے انہوں نے ایک مہلت مقرر کر دی کہ وہ اس اثناء میں بیعت کر لیں۔

محمد بن الحنفیہ کی مختار ثقفی سے امداد طلبی:

ابن الحنفیہ کے ساتھیوں میں سے بعضوں نے انہیں یہ مشورہ دیا۔ کہ آپ مختار اور کوفیوں کے پاس قاصد بھیجئے۔ تاکہ وہ ہماری حالت اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی دھمکیوں سے ان کو آگاہ کرے۔ ابن الحنفیہ نے تین کوفیوں کو مختار کے پاس اس غرض سے بھیجا۔ جب باب زمزم کے پہرہ دار سو گئے۔ تو یہ تینوں کوفے روانہ ہوئے ان کے ہاتھ انہوں نے مختار اور اہل کوفہ کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں

اپنی اور اپنے رفقاء کی حالت اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی انہیں قتل کرنے اور جلا ڈالنے کی دھمکی سے انہیں آگاہ کیا۔ اور درخواست کی کہ وہ اس موقع پر انہیں اس طرح بے یار و بے مددگار نہ چھوڑ دیں گے جس طرح انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو چھوڑ دیا تھا۔

مختار ثقفی کا اہل کوفہ سے خطاب:

یہ قاصد مختار کے پاس آئے اور وہ خط اس کے حوالے کیا مختار نے دربار عام کے لیے منادی کر دی جب سب لوگ جمع ہو گئے تو انہیں وہ خط پڑھ کر سنایا۔ اور کہا کہ یہ تمہارے مہدی کا خط ہے جو تمہارے اہل بیت نبی کے قائم مقام ہیں۔ غضب خدا کا انہیں اس طرح باڑہ میں بند کر دیا گیا ہے جس طرح بھیڑ بکریاں بند کی جاتی ہیں اور یہ اب انتظار کر رہے ہیں رات دن کے کسی وقت میں انہیں قتل کر کے جلا دیا جائے۔ میں ابو اسحاق نہیں اگر میں ان کی پوری مدد نہ کروں اور رسالہ کا ایسا سیلاب اس کے مقابلے پر نہ بھیج دوں۔ جو ابن الکاہلیہ کو برباد اور تباہ کر دے۔

مختار ثقفی کے فوجی دستوں کی روانگی:

مختار نے ابو عبداللہ الجدلی کو ستر بہادر شہسواروں کے ہمراہ مکے روانہ کیا۔ ظبیان بن عثمان التمیمی کو چار سو آدمیوں کے ساتھ ابوالمعتمر اور ہانی بن قیس سو سو آدمیوں کے ساتھ عمیر بن طارق اور یونس بن عمران کو چالیس چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ مختار نے طفیل بن عامر اور محمد بن قیس کے ہاتھ ابن الحنفیہ کو خط لکھا۔ کہ میں نے آپ کے لیے فوجیں روانہ کر دی ہیں۔ اب یہ سب سردار ایک دوسرے کے پیچھے روانہ ہوئے۔ ابو عبداللہ ستر سواروں کے ساتھ ذات عرق پہنچ گیا۔ پھر عمیر بن طارق بھی چالیس شہسواروں کے ساتھ اس کے پاس پہنچ گیا۔ نیز یونس بن عمران بھی چالیس شہسواروں کے ہمراہ آ گیا۔ اس طرح اب ان کی تعداد ایک سو پچاس ہو گئی۔ ابو عبداللہ اس جماعت کو لے کر وہاں سے روانہ ہوا۔ اور اب یہ حرم میں داخل ہوئے ان کے ہمراہ نوبت و نقارہ بھی تھا۔ اور یہ بالثارات حسین رضی اللہ عنہ پکار رہے تھے۔ اس طرح یہ زمزم پہنچے وہاں ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ابن الحنفیہ وغیرہ کو جلانے کے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کر رکھی تھیں۔ اور جو مہلت انہوں نے ان کے لیے مقرر کی تھی۔ اس میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔

محمد بن الحنفیہ کی رہائی:

عراقیوں نے وہاں پہنچتے ہی پہرہ داروں کو بھگا دیا۔ اور زمزم کے گرد لکڑیوں کے کٹگر کو توڑ دیا۔ اور ابن الحنفیہ کے پاس پہنچ گئے اور ان سے کہا۔ کہ آپ ہمیں دشمن خدا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کی اجازت دیجیے۔ ہم ابھی ابھی اس کا قلع قمع کیے دیتے ابن الحنفیہ نے کہا میں حرم میں لڑنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ان عراقیوں سے کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ابن الحنفیہ اور دوسرے لوگوں کو بیعت لیے بغیر چھوڑ دوں گا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ابو عبداللہ الجدلی نے کہا ہاں تم کو ایسا کرنا پڑے گا۔ ورنہ بخدا ہم تم سے اس طرح لڑیں گے جس سے باطل پرستوں کے ہوش و حواس جاتے رہیں۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیا کہنا ہے۔ یہ ایک مٹھی بھر جماعت ہے اگر میں اپنی فوج کو حکم دے دوں تو وہ ابھی ابھی ان سب کے سر اتار لے۔ قیس بن مالک نے کہا۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ اگر تم نے اس کا ارادہ کیا۔ تو قبل اس کے کہ تم ہمارے ساتھ وہ سلوک کر سکو جو تم چاہتے ہو۔ خود تم پر ایک زبردست فوج آ پڑے گی۔ ابن الحنفیہ نے اپنے ساتھیوں کو روکا۔ اور فتنہ و

فساد برپا کرنے سے انہیں ڈرایا۔ اس کے بعد ابو معتمر سو سواروں کے ہمراہ ہانی بن قیس سو سواروں کے ساتھ اور طبیانی بن عمارہ دو سو سواروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آخر الذکر کے ہمراہ روپیہ بھی تھا۔ انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر یالثارات حسین رضی اللہ عنہ کا شور برپا کیا۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما انہیں دیکھ کر ڈر گئے۔

محمد بن حنفیہ کی روانگی شعب علی:

محمد بن الحنفیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ زمزم سے نکل کر شعب علی آئے۔ عراقی ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتے جاتے تھے اور ان سے لڑنے کی اجازت مانگتے تھے۔ مگر انہوں نے لڑنے کی اجازت نہیں دی اسی گھاٹی میں محمد بن علی کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے انہوں نے وہ روپیہ جو مختار نے بھیجا تھا انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

ابن خازم کا محاصرہ بنی تمیم:

اس سنہ میں عبداللہ بن خازم نے اپنے بیٹے محمد کے قاتلوں کا جو بنی تمیم میں سے تھے محاصرہ کر لیا۔

ابن خازم کے دور ولایت خراسان میں جب بنی تمیم متفرق ہو گئے۔ تو ان کے ستر یا اسی شہسوار قصر فرتنا میں آ کر فروکش ہوئے انہوں نے عثمان بن بشر بن المحتضر المزنی کو اپنا امیر بنایا۔ اس کے ہمراہ شعبہ بن ظہیر النہشلی' ورد بن الفلق العنبری زہیر بن ذویب العدوی جیہان بن مشجعۃ الضبی حجاج بن ناشب العدوی اور رقبہ بن الحر بنی تمیم کے اور شہسواروں کے ساتھ موجود تھے۔

زہیر بن ذویب کا عہد:

ابن خازم نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ایک مضبوط خندق ان کے گرد بنالی یہ قصر سے نکل کر اس سے لڑتے اور پھر قلعے میں چلے آتے۔ ایک دن ابن خازم پورے ساز و سامان سے چھ ہزار فوج لے کر اپنی خندق سے لڑنے نکلا' عثمان بن بشیر بن المحتضر نے اپنے دوستوں سے کہا کہ واپس چلے چلو۔ میں گمان نہیں کرتا۔ کہ آج تم اس کا مقابلہ کر سکو گے۔ زہیر بن ذویب العدوی نے کہا۔ میری بیوی پر طلاق ہے اگر میں ابن خازم کی صفوں کو توڑے بغیر واپس ہو جاؤں۔

زہیر بن ذویب کی دلیری:

ان کے پہلو ہی میں ایک ایسی ندی تھی جس میں صرف جاڑے کے زمانے میں پانی بہتا تھا۔ اور آج کل یہ خشک تھی زہیر اس ندی کی رہ گذار میں ہولیا۔ اور بے خبری میں ابن خازم کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ اول سے آخر تک ان کی ترتیب درہم برہم کر دی اور وہ گھوم گئے۔ اس نے پلٹتے پلٹتے پھر حملہ کیا ابن خازم کی فوج نے اس کا تعاقب کیا۔ اور ندی کے دونوں کناروں سے اسے للکارتے ہوئے چلے۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ ندی میں اتر کر اس پر حملہ کرتا۔ جب وہ اس موقع پر پہنچا۔ جہاں سے وہ ندی میں اترا تھا۔ تو یہ پھر اس میں سے نکل کر اس پر حملہ آور ہوا یہ لوگ پھٹ گئے۔ اور وہ واپس چلا آیا۔ ابن خازم نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ جب تم زہیر پر نیزہ کا وار کرو۔ تو اپنے نیزوں میں کانٹے لگا لینا۔ اور انہیں اس کی زرہ میں الجھا دینا۔ زہیر ایک دن ان کے مقابلہ پر نکلا ابن خازم کے آدمیوں نے اسے گرفتار کرنے کے لیے پہلے ہی سے اپنے نیزوں میں آنکڑے لگا رکھے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نیزوں سے اس پر حملہ کیا۔ اور چار نیزے اس کی زرہ میں اٹکا دیئے۔ یہ ان پر حملہ کرنے کے لیے جھپٹا۔ ان کے ہاتھ لڑکھڑا گئے۔ اور نیزے چھوٹ گئے۔ یہ ان چاروں نیزوں کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا قلعہ میں چلا آیا۔

ابن خازم کو زہیر کی پیشکش:

ابن خازم نے غزوان بن جز العدوی کو زہیر کے پاس بھیجا اور کہا کہ زہیر سے کہہ دو۔ کہ اگر تم چاہو۔ تو میں تم کو امان دیتا ہوں۔ ایک لاکھ درہم دوں گا۔ اور باسان تمہاری جاگیر میں دے دوں گا۔ بشرطیکہ تم میرے دوست بن جاؤ۔ زہیر نے غزوان سے کہا میں کیونکر ایسے لوگوں کا دوست بن سکتا ہوں۔ جنہوں نے اشعث بن زویب کو قتل کیا ہے۔ غزوان نے یہ بات موسیٰ بن عبداللہ بن خازم سے کہہ دی۔

زہیر کا محصورین کو مشورہ:

جب محاصرے کو ایک طویل مدت گذر گئی تو محصورین نے ابن خازم سے درخواست کی کہ تم نکل جانے دو ہم خود تتر بتر ہو جائیں گے۔ ابن خازم نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ مگر اس شرط پر کہ تم سب اپنے کو میرے سپرد کر دو۔ یہ لوگ اس کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ مگر زہیر نے کہا غضب ہے تم یہ کیا کرتے ہو۔ بخدا یہ سب کو قتل کر دے گا۔ اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو شریف بہادروں کی موت اختیار کرو۔ ہم سب مقابلے پر چلیں یا تو سب مارے جائیں گے یا بعض بچ جائیں گے اور بعض مارے جائیں گے۔ بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ اگر تم پوری شجاعت و بسالت سے ان پر حملہ کرو گے تو وہ تم کو راستہ دے دیں گے اگر تم چاہو تو میں سب کے آگے رہتا ہوں۔ اور اگر چاہو تو سب سے پیچھے رہوں۔

بنی تمیم کی اطاعت:

مگر دوسرے لوگوں نے اس کی رائے نہ مانی۔ زہیر نے کہا اچھا میں تم کو دکھا دیتا ہوں یہ اور رقیہ بن الحرمعہ اپنے ترکی غلام کے اور شعبہ بن ظہیر دشمن کے سامنے آئے۔ اور اس دلیری سے ان پر حملہ آور ہوئے کہ دشمن کائی کی طرح پھٹ گئے۔ اور لوگ تو نکل گئے۔ مگر زہیر پھر قلعے میں واپس آ گیا۔ اور ان سے کہا تم نے دیکھا کہ اس حملہ کا کیا نتیجہ ہوا۔ اب تو تم میرا کہنا مانو رقیہ اس کا غلام اور شعبہ نکل گئے۔ محصورین نے کہا۔ ہم میں بعض ایسے لوگ ہیں۔ جو اس قدر جرأت نہیں کر سکتے اور وہ زندگی کے زیادہ شائق ہیں۔ زہیر نے کہا اللہ تم کو دور کر دے۔ تم اپنے دوستوں سے علیحدگی چاہتے ہو۔ بخدا مجھے موت کی کوئی فکر نہیں ہے۔

بنی تمیم کا انجام:

محصورین نے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ اور سب نے ہتھیار رکھ دیئے۔ ابن خازم نے سب کے بیڑیاں ڈلوا دیں۔ اور اب ایک ایک شخص اس کے سامنے لایا گیا۔ وہ تو خود چاہتا تھا۔ کہ انہیں چھوڑ دے۔ مگر اس کے بیٹے موسیٰ نے نہ مانا۔ اور کہا اگر آپ نے انہیں معاف کر دیا تو میں خودکشی کرلوں گا۔ ابن خازم نے کہا۔ بخدا میں جانتا ہوں۔ کہ تم مجھے بہت غلط مشورے دے رہے ہو۔ مگر پھر اس نے تین آدمیوں کے علاوہ قتل کر دیا۔ ان میں سے ایک حجاج بن ناشب العدوی تھا۔ اس نے محاصرے کے وقت ابن خازم کے تیر مارا تھا۔ جس سے اس کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا تھا۔ ابن خازم نے قسم کھائی تھی۔ کہ اگر اس پر میرا قابو ہوا تو میں اسے یا تو ضرور قتل کر دوں گا۔ یا اس کے ہاتھ کٹوا دوں گا۔ یہ بالکل نوجوان تھا۔ اس وجہ سے بنی تمیم کے کئی ایسے شخصوں نے جو عمرو بن حنظلہ سے علیحدہ رہے تھے اور اس کاروائی میں شریک نہ تھے۔ ابن خازم سے اس کی سفارش کی۔ ان میں سے ایک نے کہا یہ میرا چچیرا بھائی ہے۔ یہ بالکل نوعمر ہے۔ آپ اسے میری خاطر معاف کر دیجیے۔ ابن خازم نے اسے چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ بھاگ جاؤ۔ اب میں تجھے

نہ دیکھ پاؤں۔ اس قتل عام سے جیہان بن مشجعۃ الضبی بھی بچ گیا۔ یہ وہ شخص ہے کہ جس روز ابن خازم کا بیٹا محمد مارا گیا ہے۔ اس نے اسے بچانے کے لیے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا تھا۔ ابن خازم نے کہا۔ کہ اس خچر کو چھوڑ دو۔ نیز بنی سعد کا ایک شخص بھی بچ گیا۔ جس روز اس کا ابن خازم سے مقابلہ ہوا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ کہ شہسوارو! مضر کے مقابلے سے واپس چلو۔

زہیر بن ذویب اور ابن خازم:

اب لوگ زہیر بن ذویب کو ابن خزم کے سامنے لائے پہلے ان لوگوں نے چاہا تھا۔ کہ سواری پر اسے سوار کریں مگر اس نے انکار کیا۔ حالانکہ بیڑیاں پہنے ہوئے تھا۔ یہ اسی طرح جھنکارتا ہوا ابن خازم کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ ابن خازم نے اس سے کہا۔ اگر میں تم کو رہا کر دوں اور بآسانی تمہاری جاگیر میں دے دوں تو میرا کس قدر احسان مانو گے۔ اس نے کہا اگر آپ میری صرف جان ہی بخش دیں تو بھی میں آپ کا شکر گذار رہوں گا۔ اس کے بیٹے موسیٰ نے کہا آپ کیا غضب کرتے ہیں۔ بجّوں کو قتل کرتے ہیں اور گرگ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ شیرنی کو قتل کرتے ہیں اور شیر کو آزادی دیتے ہیں۔ ابن خازم نے کہا یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم زہیر ایسے بہادر کو قتل کردیں۔ مسلمانوں کے دشمنوں سے کون لڑے گا۔ اور پھر کون غریب عورتوں کی حفاظت کرے گا۔ موسیٰ نے اپنے باپ سے کہا۔ بخدا اگر آپ بھی میرے بھائی کے قتل میں شریک ہوتے تو میں آپ کو بھی قتل کر دیتا۔ اس پر بنی سلیم کے ایک شخص نے ابن خازم سے کہا۔ میں زہیر کے بارے میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ آپ اسے قتل نہ کریں۔ موسیٰ نے کہا ہاں اب تم اسے اپنی بیٹیوں کے لیے ایک نر بنا کر رکھ لو ابن خازم کو غصہ آ گیا۔ اور اس نے زہیر کے قتل کا حکم دے دیا۔

زہیر بن ذویب کا قتل:

زہیر نے اس سے کہا۔ میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ ابن خازم نے پوچھا کیا؟ اس نے کہا آپ مجھے اور لوگوں سے علیحدہ قتل کریں۔ اور میرے خون کو ان کمینوں کے خون سے نہ ملائیں۔ میں نے ان کو ہتھیار رکھنے سے منع کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ تلواریں کھینچ کر تم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور عزت کی موت مر جائیں۔ بخدا اگر یہ لوگ میرے مشورے پر عمل کرتے تو پھر تمہارے بیٹے کو یہ کہنے کی نوبت ہی نہ آتی اور نہ اسے اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کا ہی خیال آتا۔ مگر انہوں نے میری رائے نہ مانی اگر یہ میرے مشورہ پر عمل کرتے تو ان میں کا کوئی شخص بغیر تمہارے کئی آدمیوں کے قتل ہوئے۔ قتل نہ ہوتا۔ ابن خازم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور یہ ایک جانب لے جا کر قتل کر دیا گیا۔

بنی تمیم کے قتل پر ملال:

مسلمہ بن لحارب راوی ہے کہ جب احنف بن قیس ان لوگوں کو یاد کرتا۔ تو کہا کرتا تھا۔ اللہ ابن خازم کا برا کرے اس نے اپنے ایک احمق بزدل نوعمر لڑکے کے بدلے میں بنی تمیم کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اگر ایک آدمی کو قتل کر دیتا تو بدلہ پورا ہو جاتا۔

بنوعدی کہتے ہیں۔ کہ جب ابن خازم کے طرف داروں نے زہیر کو سوار کرنا چاہا۔ تو اس نے انکار کیا۔ اور نیزے پر پورا زور ڈال کر اپنے دونوں پیروں پر جم کر خندق میں کود گیا۔

حریش بن ملال کو جب ان کے قتل کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے ان کا مرثیہ لکھا اس موقع پر زہیر بن ذویب' ابن بشر' عثمان بن

بشر المحتفز المازنی ورد بن فلق العنبری اور سلیمان بن المحتفز بشر کا بھائی سب کے سب مارے گئے۔

امیر حج ابن زبیر رضی اللہ عنہما و عمال:

اس سنہ میں ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی امارت میں حج ہوا۔ مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کی جانب سے مدینے اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بصرے کا والی تھا۔ ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے قاضی تھے کوفے پر مختار کا قبضہ تھا۔ اور عبداللہ بن خازم خراسان میں تھا۔

ابراہیم بن الاشتر کی شام پر فوج کشی:

اس سنہ میں ابراہیم بن الاشتر عبیداللہ بن زیاد سے لڑنے اس وقت روانہ ہوا۔ جب کہ ماہ ذی الحجہ کے ختم میں ابھی آٹھ راتیں باقی تھیں۔

اہل سبیع اور اہل کناسہ سے فارغ ہونے کے بعد ابراہیم صرف دو دن کوفے میں مقیم رہا۔ اس کے بعد ہی مختار نے اسے اہل شام کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا۔ ۶۶ ھ کے ماہ ذی الحجہ کے ختم میں ابھی آٹھ راتیں باقی تھیں۔ کہ ابراہیم سنیچر کے دن اہل شام کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ مختار نے اس کے ہمراہ اور کئی جنگ آزمودہ و تجربہ کار اور بہادر و ہوشیار سرداروں کو روانہ کیا۔ اس کے ہمراہ قیس بن طہفتہ النہدی اہل مدینہ کے دستے کے ساتھ عبداللہ ابن جتہ الاسدی مذحج اور اس کے دستے کے ساتھ اسود بن جراد الکندی' کندہ اور ربیعہ کے ساتھ حبیب بن منقذ الشوریٰ الہمدانی تمیم اور ہمدان کے دستے کے ساتھ روانہ ہوئے۔

کرسی کا جلوس:

خود مختار اسے رخصت کرنے کے لیے کوفے سے دیر عبدالرحمان ابن ام الحکم تک آیا۔ یہاں مختار کے پیرو ایک کرسی کو ایک سفید خچر پر رکھے ہوئے ایک جلوس کی شکل میں اس کے سامنے آئے اس کرسی کو انہوں نے پل پر ٹھہرا دیا۔ اس کرسی کے جلوس کا منتظم اور مرتب جوشب البرسمی تھا اور وہ کہتا جاتا تھا۔ اے خداوندا! تو ہمیں اپنی اطاعت کے لیے ہماری عمروں کو دراز کر۔ ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد دے ہمیں یاد رکھ اور نہ بھول اور ہمیں اپنے رحمت کے پردے سے ڈھانپ لے۔ اس کے اور ساتھی آمین کہتے جاتے تھے۔

جب مختار اور ابراہیم اس جماعت کے پاس پہنچے۔ تو پل پر ان کا انبوہ بہت زیادہ ہوگیا۔ یہ دونوں راس الجالوت کے پلوں کی طرف جو دیر عبدالرحمان کے پہلو میں واقع تھا۔ چلے گئے۔ مگر یہاں بھی وہ کرسی والے آپہنچے۔ اور اللہ سے امداد طلب کرتے رہے۔

مختار ثقفی کی ابن الاشتر کو ہدایات:

مختار کوفے واپس آنے کے ارادے سے دیر عبدالرحمٰن کے پل اور راس الجالوت کے پلوں کے درمیان پہنچ کر ٹھہر گیا۔ ابن الاشتر سے کہا میری یہ تین نصیحتیں غور سے سن لو اور انہیں یاد رکھو۔ ایک یہ کہ اللہ سے اپنے علانیہ اور خفیہ ہر کام میں ڈرتے رہو۔ تیزی سے سفر طے کرو۔ جس وقت دشمن سے تمہارا سامنا ہو۔ فوراً اس سے جنگ کرنا۔ اگر رات کو دشمن کے پاس پہنچو تو صبح ہونے سے پہلے ہی اس سے جنگ میں مصروف ہو جانا اگر دن میں پہنچو تو رات کو انتظار کیے بغیر اسی وقت دشمن سے نپٹ لینا اس کے بعد مختار نے کہا تم نے میری ہدایتوں کو یاد کر لیا۔ ابراہیم نے کہا۔ جی ہاں مختار نے کہا خدا تمہارے ساتھ ہو اس کے بعد مختار واپس آ گیا۔ ابراہیم کا فوجی

پڑاؤ اسی جگہ تھا۔ جہاں حمام اعین واقع ہے اور یہیں سے وہ شامیوں کے مقابلے پر اپنی فوج کو لے گیا۔

کرسی کے متعلق ابن الاشتر کا تاثر:

مختار کی واپسی کے بعد ابراہیم اپنے ساتھی سرداروں کے ہمراہ روانہ ہوا۔ جب کرسی والوں کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ اس کے چاروں طرف جمع ہیں۔ اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے دشمنوں کے خلاف مدد مانگ رہے ہیں۔ ابراہیم نے ان کی حالت دیکھ کر کہا اے اللہ تو ان جاہل احمقوں کی حرکت کا ہمیں ذمہ دار قرار نہ دینا۔ بخدا انہیں نے تو بالکل بنی اسرائیل کی نقل اتاری ہے۔ جس طرح کہ بنی اسرائیل گوسالہ کے گرد جمع ہوگئے تھے۔ یہ کرسی کے گرد جمع ہوئے ہیں۔

جب ابراہیم اور اس کی فوج پل سے گذر گئی۔ تو یہ کرسی والے واپس چلے آئے۔

کرسی کا واقعہ:

طفیل بن جعدۃ بن ہبیرۃ راوی ہے کہ ایک مرتبہ میں بالکل قلاش ہو گیا تھا۔ اور بہت ہی تنگ دست تھا کہ ایک دن میں نے اپنے پڑوسی تیلی کے پاس ایک ایسی کرسی دیکھی۔ جس پر اس قدر تیل جم گیا تھا۔ کہ لکڑی نظر نہ آتی تھی۔ میں نے اپنے جی میں کہا چلو اس کے متعلق مختار سے چل کر کہیں میں نے وہ کرسی تیلی کے یہاں سے منگوائی اور مختار سے آ کر کہا۔ میں ایک بات آپ سے کہنا تو نہیں چاہتا تھا۔ مگر پھر مناسب یہی سمجھا کہ بیان کر دوں۔ مختار نے کہا کیا ہے۔ میں نے کہا جس کرسی پر جعدہ بن ہبیرہ بیٹھا کرتا تھا۔ وہ موجود ہے۔ اس کے متعلق خیال ہے کہ اس میں ایک خاص اثر اور تصرف ہے مختار نے کہا سبحان اللہ تم نے آج تک یہ بات بیان نہیں کی تھی۔ اسے ابھی منگاؤ۔ اسے جب دھویا گیا۔ تو بہت عمدہ لکڑی نمایاں ہوئی۔ اور چونکہ اس نے خوب زیتون کا تیل پیا تھا۔ اس لیے وہ چمک رہی تھی یہ کپڑے سے ڈھانپ کر مختار کے پاس لائی گئی۔ مختار نے مجھے بارہ ہزار درہم دلائے پھر سب لوگوں سے کہا کہ نماز میں شرکت کریں۔

کرسی کے متعلق مختار ثقفی کی تقریر:

معبد بن خالد الجدلی بیان کرتا ہے کہ مختار میرے اسماعیل بن طلحہ بن عبداللہ اور شبث بن ربعی کے ساتھ مسجد آیا۔ تمام لوگ جوق در جوق مسجد میں جمع ہو رہے تھے مختار نے اپنی تقریر میں کہا کہ اقوام گذشتہ میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی ہے جو ہماری قوم میں موجود نہ ہو۔ بنی اسرائیل کے پاس ایک تابوت تھا۔ جس میں آل موسیٰ علیہ السلام و آل ہارون علیہ السلام کا بقیہ موجود تھا۔ اسی طرح ہمارے پاس بھی ایک چیز موجود ہے مختار نے کرسی برداروں کو حکم دیا کہ اسے کھولا جائے۔ کپڑے کا غلاف ہٹایا گیا۔ اس پر سبائیہ فرقے کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں کہیں۔ شبث بن ربعی نے کھڑے ہو کر کہا اے معشر مضر کافر نہ ہو جاؤ لوگوں نے اسے دھکے دے دے کر مسجد سے نکال دیا۔

کرسی کے متعلق شیعوں کا عقیدہ:

اسحاق کہتا ہے کہ مجھے اس خلفشار سے یہ یقین ہوا کہ یہ ضرور شبث ہی ہوگا۔ اس کے کچھ زمانے بعد ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ عبیداللہ بن زیاد شامیوں کے ساتھ باجمیرا پہنچ گیا ہے۔ شیعوں نے ایک خچر پر اسی کرسی کا جلوس نکالا اس پر غلاف پڑا ہوا تھا۔ سات آدمی داہنی جانب سے اور بائیں جانب سے اسے روکے ہوئے تھے۔ چونکہ اس جنگ میں اہل شام اس بری طرح قتل کیے گئے تھے۔

کہ اس سے پہلے انہیں کبھی ایسا روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا۔ اس وجہ سے اس کرسی پر ان کا اعتقاد اور بھی جم گیا تھا۔ اور اس میں ان کی افراط کفر صریح کی حد تک پہنچ گئی۔ میں اپنے کیے پر نادم ہوا۔ کہ میں نے یہ کیا فتنہ پیدا کر دیا۔ اس کے متعلق لوگوں میں بھی چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کرسی کہیں چھپا دی گئی اور اس کے بعد میں نے اسے نہیں دیکھا۔

ام ہانی کی کرسی کے لیے خواہش:

مختار نے جعدہ بن ہبیرہ ابی وہب المخزومی کی اولاد سے جس کی ماں ام ہانی رضی اللہ عنہا ابو طالب کی بیٹی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں کہا کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کرسی لا دو۔ انہوں نے کہا نہ وہ ہمارے پاس ہے اور نہ ہم جانتے ہیں۔ کہ کہاں سے لائیں۔ مختار نے کہا احمق نہ بن جاؤ اور مجھے لا دو۔ اس جواب سے انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ جس کرسی کو لا کر دے دیں گے مختار اسے قبول کر لے گا۔ چنانچہ یہ لوگ ایک کرسی مختار کے پاس لائے اور کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرسی ہے مختار نے اسے قبول کر لیا۔ اب بنی شبام بنی شاکر اور مختار کے اور سرداروں نے اس کرسی پر حریر و دیباج لپیٹ کر اس کا جلوس نکالا۔

کرسی کا متولی حوشب البرسمی:

موسیٰ بن عامر ابو اشعر الجہنی بیان کرتا ہے کہ جب اس کرسی کی اطلاع ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو ہوئی تو کہنے لگے کہ بنی ازد کے ٹڈے کیوں اس کرسی کے ساتھ نہ ہوئے۔ جب یہ کرسی نکالی گئی تو سب سے پہلے موسیٰ بن ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اس کا محافظ اور متولی بنا۔ اس کا یہ حال تھا۔ کہ صبح کو سب سے پہلے یہی مختار کے پاس آتا تھا اور مختار اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا تھا۔ کیونکہ اس کی ماں ام کلثوم بنت الفضل بن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ تھی۔ اس کے بعد جب اس معاملے میں اس پر لعن طعن کی گئی۔ تو اس نے یہ کرسی حوشب البرسمی کے حوالے کر دی۔ اور پھر یہی مختار کی ہلاکت تک اس کرسی کا متولی یا مالک رہا۔

اعشی کے دادھیالی رشتہ داروں میں سے ایک شخص جس کی کنیت ابو امامہ تھی۔ اور حوشب کی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ کہتا تھا۔ کہ آج ہمارے لیے تمہیط وحی رکھی گئی ہے۔ جسے کسی نے آج تک نہیں سنا تھا۔ اور یہ ہر واقع ہونے والی بات کی خبر دے دیتی ہے۔ موسیٰ بن عامر کہتا ہے کہ اس قسم کی باتیں عبد اللہ بن نوف بتایا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا۔ کہ مختار نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ مختار اپنے آپ کو اس سے بے تعلق ظاہر کرتا تھا۔

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد چہارم

اموی دورِ حکومت

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

حصہ دوم (۶۷ھ تا ۹۹ھ)

ترجمہ: سید محمد ابراہیم (ایم۔اے) ندوی

نفیس اکیڈمی

اردو بازار کراچی

عہدِ اسلامی کی فتوحات

از

محمّد اقبال سلیم گاھندری

تاریخ طبری اسلامی تاریخ کا وہ قدیم اور مستند ترین ماخذ ہے جس کی وسعت و جامعیت کے مقابل میں کسی تاریخ کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا۔

تاریخ طبری کا پانچواں حصہ جو پیش خدمت ہے ۶۷ھ تا ۹۹ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے' یہ دور عبدالملک بن مروان اور اس کے دو بیٹوں ولید اور سلیمان کا عہدِ حکومت ہے۔ بنو امیہ کے دورِ حکومت (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ) میں یہ عہد سیاسی استحکام کے لحاظ سے بہترین دور تسلیم کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے بھی یہ عہد بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ایک طرف سے تو اسلامی تاریخ کے عظیم سپہ سالار موسیٰ بن نصیر یورپ میں فتوحات کے طبل بجا رہے تھے تو دوسری طرف شمال مشرقی ایشیا کے سبزہ زار اور برف پوش پہاڑ قتیبہ بن مسلم کی اولوالعزمی کی جولانگاہ تھے۔ محمد بن قاسم کی غیرت اسلامی اور حمیت ایمانی نے اپنی معرکہ آرائیوں کے لیے کفر زار ہند اور بلقان کا میدان منتخب کیا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ بت کدۂ ہند میں محمد بن قاسم نے جو پرچم توحید بلند کیا تھا اور جو اذانیں سندھ کے ریگستانوں میں دی تھیں اس کی گونج سے آج بھی توحید پرستوں کے دل ولولوں سے معمور ہیں۔

تاریخ اسلام کے عظیم و جلیل سپہ سالار طارق نے اندلس کے کنارے اپنے سفینے نذر آتش کر دیئے ابھی ان کشتیوں کے شعلے بجھنے بھی نہ پائے تھے کہ سرزمین اندلس پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ اسلامی فوجوں کی ہیبت سے انسان تو کیا پہاڑوں کی چوٹیاں اور دریاؤں کے دل دہل گئے اور اندلس میں مسلم تہذیب و ثقافت اور تمدن کی نئی صبح طلوع ہوئی' اس نئے سویرے کی روشنی نے یورپ کو علم و سائنس فلسفہ تحقیق و تجسس' وسعتِ نظر' رواداری اور حریت کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ اس عہد میں اگر ایسے عظیم سپہ سالار تھے جنہوں نے مشرق و مغرب کو اپنی شمشیر کی نوک پر رکھ لیا تھا تو ایسے نابغہ روزگار عالم اور مفکر بھی تھے جن کے علم و فضل اور فکر و فلسفہ نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اسی عہد میں حجاج بن یوسف کی بے پناہ منتظمانہ قوتوں کا خونی انداز میں ظہور ہوتا ہے۔ تاریخ کا طالب علم اس حقیقت سے خوب واقف ہے کہ حجاج بن یوسف کی ہلکی سی شکن مراکش سے ماوراء النہر اور اسپین سے سندھ تک پھیلی ہوئی دنیا کو زیروزبر کر دیتی تھی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا ظہور بھی تاریخ کے اسی عہد میں ہوا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی تربیت کا بھی یہی زمانہ ہے' یہی اسلامی تہذیب وثقافت کی نشاۃ ثانیہ کا دور اوّل تھا۔

بنو امیہ کا عہد حکومت خلافتِ راشدہ اور خلافتِ عباسیہ کی درمیانی کڑی ہے۔غرضیکہ اپنی بے شمار اور گوناگوں خصوصیات سلطنت کے استحکام ملکی فتوحات' علوم وفنون کی ترقی' مسلم تہذیب وثقافت کے عروج کے لحاظ سے یہ شاندار عہد ہے۔

تاریخ طبری کا پانچواں حصہ پیش کرتے ہوئے ہم خوشی اور فخر کے ساتھ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کی اشاعت نے اردو داں طبقے کے لیے علم ومطالعہ کی بہت بڑی رکاوٹ دور کر دی ہے۔اور تاریخ کے طالب علموں اور تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے تاریخ اسلام کے ابتدائی سرچشمہ تک پہنچنا اور اس سے سیراب ہونا بہت آسان ہو گیا ہے۔اب یہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کا فرض ہے کہ وہ اسلام دشمن اور متعصب مصنفین کی مرتب کردہ اور غیر مستند کتابوں کی جگہ علامہ طبری کی تاریخ کو طلباء سے متعارف کرائیں تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں نے بنی نوع انسان کے ارتقاء کی خاطر تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کے میدان میں کیسے کیسے قابل فخر اور ناقابل فراموش معرکے سر کیے ہیں۔

و ما توفیقی الا باللّٰہ

فہرست موضوعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ طبری حصہ پنجم

اُموی دورِ حکومت

باب ا

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ

۶۷ھ کے واقعات:

اس سنہ میں عبیداللہ بن زیاد معہ اپنے ہمراہی شامیوں کے قتل کیا گیا۔ اس واقعے کی تفصیل یہ ہے:

ابراہیم بن الاشتر کی بار بشیا میں آمد:

ابی سعید الصیقل کہتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم بن الاشتر کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ہمراہی شامیوں کا رخ کیا۔ اس لیے ہم تیزی کے ساتھ اپنے مقصود کی طرف سیدھے چلے جا رہے تھے تا کہ ہم قبل اس کے کہ عبیداللہ بن زیاد سرزمین عراق میں داخل ہو اُسے جالیں۔ ہم عراق کی سرحد میں اس سے بہت پہلے پہنچ گئے اور علاقہ موصل میں داخل ہوئے۔ ہم نے اپنی رفتار اور بھی تیز کر دی اور دریائے خازر پر جو موضع بار بشیا کے پہلو میں واقع ہے اسے جالیا۔ (اس موضع اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ ہے)

جیش طفیل بن لقیط کی روانگی:

ابن اشتر نے اپنی فوج کے مقدمۃ الجیش پر طفیل بن لقیط کو سردار مقرر کیا تھا۔ یہ شخص اس کا ہم قبیلہ جواں مرد اور شجاع تھا۔ جب یہ ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا تو ابن الاشتر نے حمید بن حریث کو بھی اپنے پاس بلایا۔ اس وقت ابن الاشتر بغیر ساز و سامان کے آگے نہیں بڑھتا تھا۔ اس نے اپنے تمام ہمراہیوں' رسالہ اور پیدل کو اپنے قریب ایک جتھے میں رکھ کر کوچ کرنا شروع کیا اور سوائے اس کے طفیل بن لقیط کو گرداوری کے لیے روانہ کیا' اپنی جماعت کو علیحدہ علیحدہ ہونے نہ دیا۔ یہاں تک کہ اس نے موضع میں آ کر مورچے باندھے۔

عمیر بن الحباب کی ابن الاشتر سے ملاقات کی خواہش:

دوسری جانب سے عبیداللہ بن زیاد بھی آ پہنچا اور ان کے قریب ہی خازر کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے۔ عمیر بن الحباب

السلمی نے ابن الاشتر کے پاس کہلا بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آج رات کو تم سے ملوں۔ ابن الاشتر نے جواب دیا کہ جب چاہیں آپ مجھ سے مل لیں۔ اس وقت پوا قبیلہ بنی قیس ملک جزیرہ میں موجود تھا' اور یہ لوگ مروان اور اس کے خاندان کے مخالف تھے۔ مروان کی فوج بنی کلب پر مشتمل اور ابن بحدل اس کا سردار تھا۔

عمیر اور ابن الاشتر میں معاہدہ:

عمیر رات کو ابن الاشتر کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ میں اپنے سردار کے میسرے پر ہوں اور یہ بھی وعدہ کیا کہ معہ اپنی فوج کے شکست کھا جاؤں۔ ابن الاشتر نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے' آیا میں اپنے گرد اگر خندق کھود لوں اور دو یا تین روز تک جنگ کو ٹالتا رہوں گا۔ عمیر نے کہا ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ تمہاری مخالف جماعت تو یہی چاہتی ہے کہ وہ جنگ کو طول دے۔ کیونکہ یہ بات ان کے لیے مفید ہے وہ تم سے تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور جنگ کو طول دینے میں تھوڑی فوج اپنے سے زائد فوج کے مقابلے میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ اپنے مدمقابل سے فوراً دو دو ہاتھ کر لو۔ اس لیے کہ تمہاری طرف سے ان کے دلوں میں رُعب بیٹھا ہوا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ تم فوراً ان پر حملہ کر دو۔ اور اگر تمہاری فوج سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی اور مسلسل کئی روز تک وہ لڑتے رہے تو تمہاری فوج کا رُعب ان کے دلوں سے جاتا رہے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ وہ تم پر دلیر ہو جائیں گے۔

ابراہیم نے جواب دیا کہ مجھے اب معلوم ہوا کہ تم میرے مخلص دوست ہو۔ اور تمہاری رائے بھی ٹھیک ہے۔ میرے رئیس نے بھی مجھے یہی ہدایت کی تھی۔ اس پر عمیر نے کہا کہ بس مناسب یہی ہے کہ تم اس بڈھے تجربہ کار کی رائے سے تجاوز نہ کرو کیونکہ مصائب ومکائد جنگ کا جس قدر اسے تجربہ ہے ہمیں تمہیں نہیں۔ صبح ہوتے ہی کارروائی شروع کر دو' اور اپنے مقابل پر حملہ کر دو۔

ابن الاشتر کی صف بندی:

عمیر واپس چلا گیا۔ ابن الاشتر نے اس تمام رات میں اپنے محافظ دستے کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا۔ اور اس کی آنکھ تک نہ جھپکی جب صبح کاذب نمودار ہوئی اور پو پھٹی اس نے اپنے ہمراہیوں کو مسلح کیا۔ اپنی فوج کے دستہ کو قاعدہ سے تقسیم کیا اور اپنے ماتحت سرداروں کو احکام دیئے۔ سفیان بن یزید بن مفصل الازدی کو اپنے میمنہ پر۔ علی بن مالک الجشمی ابوالاحوص کے بھائی کو میسرے پر اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ کو جو ابن الاشتر کا ہم بطن بھائی تھا رسالے پر سردار مقرر کیا۔ چونکہ سواروں کی تعداد تھوڑی تھی اس لیے ابراہیم نے انھیں اپنے قریب رکھا حالانکہ وہ اس سے پہلے فوج کے حصہ میمنہ اور قلب میں متعین تھے۔ اسی طرح اس نے اپنی پیدل سپاہ پر طفیل بن لقیط کو سردار مقرر کیا۔ مزاحم بن مالک ابن الاشتر کے علم بردار تھے۔ اب صبح ہوگئی ابراہیم نے جھٹ پٹے کے وقت اپنی فوج کو صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد میدانِ جنگ میں لے کر سب کو چلا۔ صف بندی کی۔ فوج کے مختلف حصوں کے سرداروں کو اپنی اپنی جگہ متعین کر دیا۔ میمنے کا سردار میمنے پر۔ میسرے کا سردار میسرے پر اور پیدل سپاہ کا پیدل سپاہ پر متعین کر دیا۔ رسالے کو اپنے قریب رکھا۔ جس کا سردار عبدالرحمان بن عبداللہ ابراہیم کا اخیافی بھائی تھا۔ اور اس طرح رسالہ تمام فوج کے وسط میں تھا۔

عبداللہ بن زہیر السلولی:

ابراہیم میدان جنگ میں پاپیادہ ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ فوج نے اس کے ہمراہ اطمینان سے آہستہ

آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ابراہیم ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جہاں سے وہ دشمن کو اچھی طرح سے دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے وہ ٹیلے پر بیٹھ گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ مقابل فوج میں سے کسی نے بھی حرکت تک نہیں کی تو عبداللہ بن زہیر السلولی کو جو اپنے بیمار گھوڑے پر سوار تھا حکم دیا کہ تم فوراً دشمن کی فوج میں جاؤ اور اُن کی حالت سے اطلاع دو۔

عبداللہ بن زہیر کی ایک سپاہی سے ملاقات:

عبداللہ اس حکم کی تعمیل کے لیے روانہ ہوا' اور ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ واپس آ گیا اور کہا کہ ہمارے دشمنوں پر ہماری طرف سے خوف و دہشت طاری ہے ان میں سے ایک شخص مجھ سے ملا اور اس نے بیہودگی سے مجھے یا شیعۃ ابی تراب یا شیعۃ المختار الکذب کے لقب سے پکارا۔ میں نے اس سے کہا کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان جو معاملہ درپیش ہے وہ گالی گلوچ سے بہت زیادہ اہم ہے پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! تو مجھ کو کس طرف بلا رہا ہے حالانکہ تم بغیر امام کے لڑنے آئے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں' ایسا نہیں ہے بلکہ ہم حسین رضی اللہ عنہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جنگ کرنے آئے ہیں عبید اللہ ابن زیاد کو ہمارے حوالے کر دو۔ کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کو جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں قتل کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو آزاد غلام قتل ہوئے ہیں ان کے خون بہائیں اسے قتل کر ڈالیں کیونکہ اس قابل تو ہم اسے سمجھتے نہیں کہ اسے حسین رضی اللہ عنہ کا بدل سمجھیں اور ان کے خون کے عوض اسے قتل کر ڈالیں۔ جب تم اسے ہمارے حوالے کر دو گے اور ہم اسے کسی غلام کے عوض جسے اس نے قتل کیا ہو قتل کر ڈالیں گے تو ہم اپنے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ کو حاکم بنائیں گے یا مسلمانوں میں سے کسی اور قابل اور اس کام کے اہل کو جسے تم کہو گے حاکم بنالیں گے۔

اس پر اس نے جواب دیا کہ اس حکم مقرر کرنے کے معاملے میں ہم تمہارا ایک مرتبہ سے زیادہ تجربہ کر چکے ہیں۔ مگر تم نے دھوکہ دیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ کب اور کیونکر۔ اس نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان دو منصف فیصلے کے لیے مقرر کیے تھے مگر تم نے ان کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ میں نے پھر جواب دیا کہ یہ تمہارا بیان بلا دلیل ہے ہم نے اس امر پر آمادگی ظاہر کی تھی کہ اگر وہ دونوں بالاتفاق کسی شخص کو امیر منتخب کریں گے تو ہم اس امر کی پیروی کریں گے۔ اس پر اظہار طمانیت کریں گے اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے مگر کیا کیا جائے کہ ان دونوں نے ایک شخص پر اتفاق نہیں کیا اور اختلاف رائے ہوا۔ خدا نے ان دونوں کو نہ توفیق خیر عطا فرمائی نہ راستی بخشی۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ میں نے اسے بتا دیا میں کون ہوں۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس پر اس نے اپنے خچر کو جسے وہ ہانک رہا تھا جھڑکی دی کہ چل۔ میں نے کہا کہ اس معاملے میں تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ یہ تمہاری پہلی بے ایمانی ہے۔

ابراہیم بن الاشتر کا فوجی دستوں کو خطاب:

ابراہیم نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہو کر جس قدر نشان بردار سردار تھے سب کے پاس پہنچا۔ جب کسی ایک جھنڈے کے پاس پہنچتا تو ٹھہر جاتا اور حسب ذیل الفاظ کہتا:

''اے دین کے مددگارو! اے حق و صداقت کے ساتھیو! اور اے اللہ کے سپاہیو! یہ عبید اللہ بن مرجانہ حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور ابن فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاتل ہے۔ جو حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی صاحبزادیوں عورتوں اور ان

کے شیعوں کے درمیان حائل ہو گیا' اور انھیں نصرت کو آنے نہیں دیا۔ باوجودیکہ دریائے فرات انھیں نظر آ رہا تھا مگر اس نے پانی تک حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں پر بند کر دیا۔ وہ اپنے چچیرے بھائی کے پاس صلح کرنے کی غرض سے جانا چاہتے تھے مگر اس نے اس سے بھی آپ کو باز رکھا۔ آپ اللہ کی زمین میں کسی طرف چلے جانا چاہتے تھے۔ مگر اس نے اس سے بھی آپ کو روک دیا اور آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو شہید کر ڈالا۔ خدا کی قسم! فرعون نے بنی اسرائیل کے شرفا کے ساتھ ایسی بدسلوکی نہیں کی جیسی کہ ابن مرجانہ نے اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے کی ہے جو بالکل پاک اور بے گناہ تھے۔ اب اللہ تمہیں اور اسے ایک دوسرے کے مقابلے میں لے آیا ہے پس خدا کی قسم! میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور اسے میدان میں اسی لیے جمع کیا ہے کہ تمہارے کلیجے تمہارے ہاتھوں اس کے خون بہنے سے ٹھنڈے ہوں۔ کیونکہ خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کی حمایت میں جہاد کے لیے نکلے ہو''۔

ابراہیم نے اسی طرح میمنہ اور میسرہ اور تمام فوج کا چکر لگایا اور لوگوں کو جہاد اور مارنے مرنے پر ترغیب دی۔ پھر واپس آ کر اپنے جھنڈے کے نیچے گھوڑے سے اتر پڑا۔

آغازِ جنگ:

اب فوج ابن زیاد کی طرف بڑھی ابن زیادہ نے اپنے میمنے پر حصین بن نمیر الکونی کو میسرے پر عمیر بن الحباب السلمی اور سواروں پر شرحبیل بن ذی الکلاح کو سردار مقرر کیا تھا اور خود وہ پیدل فوج میں پاپیادہ چل رہا تھا۔ دونوں صفیں ایک دوسرے کے مقابل آ گئیں۔ حصین بن نمیر نے اہل شام کے میمنے کو لے کر اہل کوفہ کے میسرے پر حملہ کر دیا۔ اہل کوفہ کے میسرے پر علی بن مالک الجشمی سردار تھا جو خود ثابت قدمی سے لڑا اور مارا گیا۔ اس کے بعد فوج کے جھنڈے کو قرۃ بن علی نے لے لیا جو خود بھی بہادر اور دلیر تھا مگر وہ بھی اور بہت سے غیور جوان مردوں کے ساتھ مارا گیا اور اہل کوفہ کا میسرہ شکست کھا کر پیچھے ہٹا۔ علی بن مالک کے جھنڈے کو عبداللہ بن ورقاء بن جنادہ السلولی نے جو حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی کے بھتیجے تھے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور جب یہ فوج بھاگی تو اس کے سامنے آئے اور کہا کہ اللہ کے سپاہیو! میری طرف آ ؤ فوج کی ایک کثیر تعداد ان کی طرف چلی اور انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ تمہارا سردار خود لڑ رہا ہے آ ؤ میرے ساتھ اس کی طرف چلو۔ چنانچہ یہ سب کے سب اس طرف چلے اور وہاں جا کر دیکھا کہ ابراہیم ننگے سر پکار رہا ہے کہ اے اللہ کے سپاہیو! میں ابن الاشتر ہوں' تمہارے لیے بھاگنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم جوابی حملہ کرو۔ وہ شخص قابل الزام نہیں ہے جس نے اپنے اوپر سے الزام ہٹا دیا۔ اس کے ہمراہی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

سفیان بن یزید کا عمیر پر حملہ:

ابراہیم نے اپنے میمنے کے سردار کو حکم بھیجا کہ تم دشمن کے میسرے پر حملہ کرو۔ کیونکہ اسے بھروسہ تھا کہ عمیر بن الحباب حسب وعدہ شکست کھا جائے گا۔ پس سفیان بن یزید بن المغفل میمنے کے سردار نے عمیر پر حملہ کیا مگر عمیر اپنی جگہ پر ڈٹا رہا اور نہایت سخت جنگ کی۔ ابراہیم نے لڑائی کی یہ حالت دیکھ کر اپنی فوج کو دشمن کے بڑے جتھے پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور اپنی فوج سے کہا کہ خدا کی قسم! اگر ہم نے اس حصہ فوج کے پرزے کر ڈالے تو وہ فوجیں جو ان کے میمنے اور میسرے پر لڑ رہی ہیں اس طرح ہمارے سامنے سے نوک دم بھاگ جائیں گی جس طرح کوئی پرند تم سے خوفزدہ ہو کر اڑ جاتا ہے۔

ابن عازب کا بیان:

ابن عازب بیان کرتے ہیں کہ ہم دشمنوں کی جانب بڑھے اور جب ان سے بالکل قریب ہو گئے تو تھوڑی دیر نیزوں سے لڑتے رہے، پھر تلوار اور ڈنڈوں پر نوبت پہنچی اور تمام دن اسی طرح جنگ ہوتی رہی۔ خدا کی قسم ہے کہ جب تلوار پر تلوار پڑتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے گھر دھوبیوں کے موصل ہیں جن سے وہ کپڑے دھور ہے ہیں۔ عرصہ تک یہی حالت رہی مگر پھر اللہ نے انہیں شکست دی اور وہ نوک دم بھاگ گئے۔

شامی فوج کی پسپائی:

ابراہیم اپنے نشان بردار سے کہہ رہے تھے کہ تم اپنا جھنڈا لے کر دشمنوں میں گھس جاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ پر سے قربان ہو جاؤں میرے بڑھنے کا وقت نہیں آیا۔ ابراہیم نے کہا ایسا نہیں ہے کیونکہ تمہارے ہمراہی سب جنگ میں مصروف ہیں اور ان شاء اللہ ان کے پاؤں میدانِ جنگ سے نہ اکھڑیں گے۔ جب علمبردار جھنڈا لے کر آگے بڑھا ابراہیم نے اپنی تلوار سے حملہ کیا اور جس شخص پر تلوار مارتے تھے اسے فوراً گرا دیتے تھے اور دشمنوں کو اپنے سامنے سے بھیڑ بکریوں کی طرح ہٹا دیتے تھے۔ جب ابراہیم نے جھنڈا لے کر دشمنوں پر حملہ کیا تو ان کے ہمراہی بھی یک دل ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

ابن زیاد کی شکست:

عبیداللہ بن زیاد کے پاس اس روز ایک ایسی تلوار تھی جس چیز پر پڑتی اس پر کچھ اثر نہ کرتی۔ جب اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی تو عیینہ بن اسماء نے اپنی بہن ہند بنت اسماء کو جو ابن زیاد کی بیوی تھی۔ گھوڑے پر سوار کر لیا اور لے کر چلتا ہوا۔ اور یہ شعر رجز میں پڑھنے لگا۔

ان تصرمی حبالنا فربما

اردیت فی الھیجا الکمی المعلما

''اگرچہ تو نے ہمارے باہمی رشتہ قرابت کو قطع کر دیا ہے مگر خیر میں نے بارہا میدان جنگ میں مسلح سردار کو ہلاک کر ڈالا ہے''۔

عمیر بن الحباب کی ابن الاشتر سے درخواست:

ابراہیم نے جب ابن زیاد اور اس کی فوج پر حملہ کیا تو وہ نہایت شدید جنگ کے بعد بھاگے اور فریقین کا شدید جانی نقصان ہوا۔ عمیر بن الحباب نے کہا کہ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ جب تک اللہ کے سپاہیوں کا غیظ و غضب کم نہ ہو جائے تم ہرگز میرے پاس نہ آنا۔ کیونکہ مبادا تمہیں ان سے ضرر پہنچے۔

ابن زیاد کا قتل:

خود ابراہیم کہتے ہیں کہ دریائے خازر کے کنارے ایک اکیلے جھنڈے کے نیچے میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ مشرق میں اور دونوں پاؤں مغرب کی طرف اڑ گئے تھے لوگوں نے اس کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ یہی تو عبیداللہ بن زیاد تھا جو مقتول پڑا ہوا تھا۔ ابراہیم نے اس کو دو کر دیا تھا اس لیے اس کے دونوں ہاتھ مشرق اور مغرب

کی طرف علیحدہ علیحدہ پڑے ہوئے تھے۔

شریک بن جدیر تغلبی:

شریک بن جدیر التغلبی نے ابن زیاد کے دھوکے میں حصین بن نمیر المسکونی پر حملہ کیا اور وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ شریک نے پکار کر کہا کہ مجھے اور ابن زیاد کو قتل کر ڈالو۔ اس طرح ابن نمیر قتل کر دیا گیا۔ شریک بن جدیر تغلبی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی جنگ میں شریک تھے اور ان کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیاں ختم ہو گئیں تو یہ بیت المقدس چلے گئے اور وہیں رہ پڑے۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر انھیں معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اگر میرا بس چلا تو میں ابن زیاد کو قتل کر ڈالوں گا یا خود جان دے دوں گا۔ جب انھیں یہ خبر ملی کی مختار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو شریک مختار کے پاس آئے۔ مختار نے انہیں ابراہیم کے ساتھ بنی ربیعہ کے رسالے پر سردار مقرر کر کے میدان جنگ میں روانہ کیا۔ شریک نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ میں نے اس کام کے لیے اللہ سے عہد کیا ہے تو تین سو جوان مردوں نے ان کے ہاتھ پر آخر دم تک لڑنے کے لیے بیعت کر لی۔

حصین بن نمیر کا قتل:

جب دونوں فوجیں آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئیں تو انہوں نے اپنے ہمراہیوں سمیت ایسا شدید حملہ کیا کہ پرے کے پرے صاف کر ڈالے اور ابن نمیر تک جا پہنچے۔ غبار کا ایک طوفان اٹھا اور تلواروں کی کھٹا کھٹ کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ جب غبار فروع ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں تغلبی و ابن زیاد مقتول پڑے ہیں اور دونوں کے بیچ میں کوئی نہیں ہے۔ شریک یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

کل عیش قد اراہ قذراً
غیر رکز الرمح فی ظل فرس

''گھوڑے کے سائے میں نیزہ بازی کے علاوہ میں ہر قسم کی زندگی بیہودہ سمجھتا ہوں''۔

مقتولین میں شرحبیل بن ذی الکلاح بھی تھا۔ سفیان بن یزید بن المغفل الازدی' اور ورقا بن عازب الاسدی اور عبیداللہ بن زہیر السلمی تینوں نے اس کے قتل کا دعویٰ کیا۔

شامی لشکر گاہ پر قبضہ:

جب ابن زیاد کی فوج ہزیمت کھا کر بھاگی تو ابراہیم کی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور مقتولین سے کہیں زیادہ اس کی فوج کے سپاہی دریا میں غرق ہو گئے اور پھر انہوں نے ابن زیاد کے لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا جس میں ہر قسم کی اشیاء موجود تھیں۔

مختار ثقفی کی پیش گوئی:

مختار ثقفی کو بھی اس واقعے کی خبر پہنچی۔ حالانکہ وہ خود اپنے ہمراہیوں سے کہہ رہا تھا کہ ان شاءاللہ آج یا کل ہمیں ابراہیم کی جانب سے فتح کی خوشخبری ملنے والی ہے ان کی فوج نے ابن زیاد کی فوج کو شکستِ فاش دی ہے۔ مختار سائب بن مالک الاشعری کو کوفے پر اپنا جانشین مقرر کر کے خود اپنے لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا اور ساباط میں آ کر قیام کیا۔ ایک راوی کہتا ہے کہ جب ہم ساباط

سے گزرے تو مختار نے لوگوں سے کہا کہ اللہ کی جماعت نے مقام نصیبین یا اس کے قریب ہی دشمنوں سے ان کے قیام کرنے کے مقامات سے بالکل قریب ہی تمام دن شمشیر زنی کی ہے اور ان کی بڑی تعداد نصیبین میں محصور ہے۔

مختار ثقفی کا مدائن میں خطبہ:

جب ہم مدائن پہنچے تو لوگ مختار کے گرد جمع ہو گئے۔ مختار منبر پر خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا اور ہمیں سوچ سمجھ کر کام کرنے، کوشش کرنے اور اطاعت امیر میں ثابت قدم رہنے اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا بدلہ لینے کے لیے مخاطب کر رہا تھا کہ اتنے میں متواتر کئی قاصد ابن زیاد کے قتل، اس کی فوج کے شکست کھانے، گرفتار کیے جانے اور شام والوں کے بڑے بڑے سرداروں کے قتل کی خوشخبری لائے۔ اس پر مختار نے کہا کہ اے اللہ والو! کیا میں نے قبل وقوع اس فتح کی تمہیں خوشخبری نہیں دی تھی۔ سب نے کہا بے شک آپ نے یہی کہا تھا۔

مختار ثقفی کا کذب:

راوی کہتا ہے کہ اس وقت مجھ سے میرے ایک پڑوسی ہمدانی شخص نے کہا کہ اے شعبی کیا اب تم ایمان لے آؤ گے۔ میں نے کہا کہ کس چیز پر ایمان لاؤں کیا اس بات پر ایمان لاؤں کو مختار غیب سے واقف ہے۔ اس پر تو میں ہرگز ایمان نہیں لاؤں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ کیا مختار نے ہم سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ ہمارے دشمنوں کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ میں نے جواب دیا کہ اس نے بیان کیا تھا کہ مقام نصیبین پر انھیں شکست ہوئی ہے حالانکہ دریائے خازر علاقہ موصل میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس نے کہا اے شعبی خدا کی قسم! جب تک تم دردناک عذاب نہ دیکھو گے ایمان نہ لاؤ گے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ ہمدانی کون تھا جو تم سے اس قسم کے سوالات کر رہا تھا تو راوی نے بتایا کہ ایک شجاع آدمی تھا جو اس جنگ کے بعد جنگ حروراء میں مختار کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا۔ سلمان بن عمیر اس کا نام تھا اور ہمدان میں جو قبیلہ ثور تھا اس سے تعلق رکھتا تھا۔

مختار ثقفی کی مراجعت کوفہ:

مختار کوفہ واپس آ گیا اور ابراہیم موصل آ گیا۔ اور اس کے تمام علاقے پر اپنے عالموں کو روانہ کر دیا۔ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو نصیبین کا حاکم بنا کر بھیجا اور مقامات سنجار، دارا اور اس کے متصل ملک جزیرہ کا جو علاقہ تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اہل کوفہ جن سے مختار پہلے لڑ چکا تھا اور انہیں شکست دے چکا تھا وہ اب مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بصرہ جا ملے۔ ان لوگوں میں جو مصعب کے پاس آئے شبث بن ربیع بھی تھا۔

سراقہ بن مرداس البارقی نے عبیداللہ بن زیاد کے قتل کرنے کی وجہ سے ابراہیم اور اس کے ہمراہیوں کی تعریف میں چند شعر بھی کہے۔

اسی سال میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے قباع کو بصرے سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ اپنے بھائی مصعب کو حاکم بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بصرہ میں آمد:

عمرو بن سرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے آزاد غلام بیان کرتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو مکہ سے مصعب کے ساتھ بصرہ

آ ئے تھے۔ جب تک وہ مسجد کے دروازے کے سامنے نہ اتر پڑے انھوں نے اپنے چہرے کو نقاب میں پوشیدہ رکھا۔ مسجد میں داخل ہوکر منبر پر چڑھے اور لوگوں نے کہا کہ امیر آ گئے۔ اتنے میں حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی جو پہلے بصرہ کے امیر تھے مسجد میں آ ئے۔ مصعب نے اپنا چہرہ بے نقاب کیا تب لوگوں نے انھیں شناخت کیا اور کہا کہ آپ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مصعب نے حارث سے کہا کہ منبر پر آ ؤ۔ چنانچہ حارث بھی منبر پر چڑھے اور مصعب سے ایک درجہ نیچے بیٹھ گئے۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بصرہ میں خطبہ:

مصعب خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد وثناء کے بعد کلام پاک کی یہ آیات تلاوت کیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ. نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى سے اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ تک ﴾

''طٰسٓمٓ۔ یہ خدا کی روشن کتاب کی آیات ہیں۔ ہم تمہارے سامنے موسیٰ (علیہ السلام) کا حال بیان کرتے ہیں۔
بے شک فرعون فساد کرنے والوں میں سے تھا''۔ تک

تلاوت کرنے کے بعد ملک شام کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا' پھر مصعب نے یہ آیت پڑھی:

﴿ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ ﴾

''اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو اس سرزمین میں ذلیل کیے گئے ہیں۔ ہم انہیں سردار بنا دیں گے اور انھیں کو وارث کر دیں گے''۔

اس آیت کو پڑھ کے مصعب نے حجاز کی طرف اشارہ کیا۔ پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴾

''اور ہم فرعون وہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان کی جانب سے وہ دکھائیں گے جن کا انھیں ڈر لگا ہوا تھا''۔

اور پھر شام کی طرف اشارہ کیا۔

عوانہ کہتے ہیں کہ مصعب نے بصرے میں خطبے کے وقت اہل بصرہ کو مخاطب کر کے کہا کہ:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے حاکموں کے نام رکھ لیا کرتے ہو اور اس لیے میں نے پہلے ہی سے اپنا نام قصاب رکھا ہے''۔

اسی سال مصعب نے مختار کی طرف رُخ کیا اور اسے قتل کیا۔

شبث بن ربعی کی بصرہ میں آمد:

جب شبث بصرہ میں مصعب کے پاس آیا تو اس کی یہ حالت تھی کہ ایک خچر پر سوار تھا جس کی دم اور کان کے کنارے قطع کر دیئے تھے اپنی قبا کو بھی چاک کر دیا تھا اور پکار رہا تھا یا غوثاہ۔ یا غوثاہ (میری فریاد رسی کیجیے' میری فریاد رسی کیجیے) مصعب کو اس کی اطلاع ہوئی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ ایک شخص دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور اپنی فریاد رسی چاہتا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ قبا پھٹی ہوئی ہے اور اسی طرح اس کے خچر کی دم اور کان کاٹ لیے گئے ہیں۔ مصعب نے کہا بے شک یہ شبث بن ربعی ہے اس کے سوا

اور کوئی یہ ہیئت نہیں بنا سکتا' اسے اندر بلالو۔ شبث بن ربعی اندر آیا۔ کوفے کے اور سر برآوردہ اشخاص بھی مصعب کے پاس آئے۔ اپنے آنے کا حال بیان کیا۔ مصیبت کی داستان سنائی اور کہا کہ ہمارے ہی غلام اور آزاد غلام ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ اب آپ ہماری اعانت کیجیے اور ہمارے ساتھ مختار پر فوج کشی کیجیے۔

محمد بن الاشعث بن قیس:

محمد بن الاشعث بن قیس بھی مصعب کے پاس آئے۔ یہ کوفے کی جنگ میں موجود نہ تھے بلکہ اس وقت اپنے قصر واقع طیز ناباذ میں جو قادسیہ کے قریب ہے مقیم تھے۔ جب اہل کوفہ کی ہزیمت کی انھیں اطلاع ہوئی تو بھاگ کر نکل جانے کا ارادہ کیا۔ مختار نے دریافت کیا کہ محمد بن الاشعث کہاں ہے؟ اس پر لوگوں نے ان کے مکان کا پتہ دیا۔ مختار نے عبداللہ بن قراد الخثعمی کو سو سواروں کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ فوجی دستہ ان کی طرف چلا تو انہیں بھی خبر ہوگئی کہ دشمن سر پر آ پہنچا ہے۔ فوراً بے آب وگیاہ جنگل میں مصعب کی طرف جانے کا قصد کر کے نکل کھڑے ہوئے اور مصعب سے جا ملے اور انھیں مختار کے خلاف جنگ کرنے پر اُبھارا۔ مصعب نے ان کے مرتبے اور علوشان کی وجہ سے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ مختار نے فوج بھیج کر محمد بن الاشعث کے محل کو منہدم کرادیا۔

مہلب بن ابی صفرہ کی طلبی:

جب مصعب کے جھنڈے کے نیچے ایک بڑی جماعت جمع ہوگئی انھوں نے کوفے پر حملے کا ارادہ کیا مگر محمد بن الاشعث سے کہا کہ میں اس وقت تک کوچ نہیں کروں گا جب تک کہ مہلب بن ابی صفرہ نہ آجائیں گے۔ مہلب مصعب کی طرف سے فارس کے گورنر تھے۔ مصعب نے انہیں لکھا کہ تم میرے پاس آؤ تاکہ ہماری کارروائیوں میں شریک رہو۔ کیونکہ ہم کوفے پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ مہلب اور اس کے ساتھیوں نے آنے میں دیر کی اور چونکہ وہ لڑائی میں جانا نہ چاہتے تھے اس لیے خراج کے وصول کرنے کا بہانہ کر دیا۔ مصعب نے محمد بن الاشعث کو کچھ وعدہ وعید کر کے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ خود جا کر مہلب کو لے آئیں اور ان سے یہ کہہ دیں کہ میں بغیر تمہارے آئے جنگ کے لیے نہیں نکلوں گا۔

محمد بن الاشعث اور مہلب:

محمد بن الاشعث مصعب کا خط لے کر مہلب کے پاس آئے جب مہلب نے خط پڑھا تو محمد سے طنزاً کہا کہ کیا تمہیں کو قاصد بن کر آنا چاہیے تھا۔ مصعب کو تمہارے سوا کوئی اور قاصد ہی نہیں ملا۔ محمد بن الاشعث نے کہا کہ میں ہرگز کسی شخص کا قاصد نہیں ہوں۔ مگر کیا کہا جائے حالت یہ ہے کہ ہمارے ہی غلام اور آزاد غلاموں نے ہماری آل واولاد اور عورتوں پر قبضہ کرلیا۔

مہلب کی بصرہ میں آمد:

غرض کہ اب مہلب ایک ایسی زبردست جمعیت' اس قدر روپیہ اور ساز وسامان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ کسی بصرہ والے کو نصیب نہ تھا۔ جب مہلب بصرہ میں آئے تو مصعب کے دروازے پر پہنچے تاکہ ان سے ملیں۔ حالانکہ لوگوں کو اندر جانے کی اجازت تھی۔ مگر پھر بھی چونکہ حاجب انہیں پہچانتا نہیں تھا اس لیے انھیں اندر جانے سے روک دیا۔ مہلب نے اس کے ایک ایسا گھونسہ رسید کیا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ حاجب اسی حالت میں مصعب کے پاس چلا آیا' اس کی ناک سے خون جاری تھا۔ مصعب نے پوچھا کہ کیا

ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ ایک شخص نے مجھے مارا ہے مگر میں اسے نہیں پہچانتا۔ جب مہلب مصعب کے پاس پہنچ گئے تب حاجب نے پہچانا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے مارا ہے مصعب نے حاجب کو حکم دیا کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ اس کے بعد مصعب نے لوگوں کو بڑے پل کے پاس چھاؤنی کے میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو بلا کر کہا کہ تم کوفہ جاؤ اور جس قدر لوگوں پر تمہارا بس چل سکے انھیں میری جماعت میں شامل کرو اور خفیہ طور پر انھیں ترغیب دو کہ وہ میری بیعت کر لیں اور مختار کے ساتھیوں سے قطع تعلق کر لیں۔

عبدالرحمٰن بن مخنف چپکے سے مصعب کے پاس سے چلے آئے اور اپنے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی کوفہ کی جانب پیش قدمی:

مصعب نے کوفے کا رخ کیا۔ قبیلہ بنی تمیم کے عباد بن الحصین بن معمر کو اپنے میمنے پر اور مہلب بن ابی صفرہ کو اپنے میسرے پر سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔ مالک بن مسمع کو قبیلہ بکر بن وائل کے دستے پر' مالک بن منذر کو قبیلہ عبدقیس کے دستے پر' احنف بن قیس کو بنی تمیم کے دستے پر' زیاد بن عمر الازدی کو قبیلہ ازد کے دستے پر اور قیس بن ہیثم کو اہل نجد کے دستے پر سردار مقرر کیا۔

مختار ثقفی کا اہل کوفہ کو خطاب:

جب مختار کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں میں خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا۔ حمد و ثناء کے بعد اس نے کہا کہ اے کوفہ والو! اے دین والو! صداقت اور کمزوروں کے مددگار رو! اور اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی گروہ' تم نے ان باغیوں کو بھگا دیا' جنھوں نے تم سے سرکشی کی وہ اپنے ہی ایسے فاسقوں کے پاس آئے اور انھیں تمہارے خلاف ابھار کر لائے ہیں تاکہ حق مٹ جائے اور باطل کو عروج ہو۔ اور اللہ کی جماعت بدل جائے۔ خدا کی قسم! اگر تم ہلاک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی پرستش صرف اس طرح ہوگی کہ اس پر بہتان لگائے جائیں گے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر لعن طعن کیا جائے گا اس لیے تم فوراً احمر بن شمیط کے ساتھ میدان جنگ میں جانے کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر تم ان سے لڑو گے تو ان شاء اللہ تم انھیں ہلاک کر دو گے' جس طرح عاد اور ارم ہلاک ہو گئے۔

احمر بن شمیط کی روانگی:

احمر بن شمیط جنگ کے لیے آمادہ ہوا اور مقام حمام اعین پر فوج ترتیب دی گئی اور جمع کی گئی۔ مختار نے ان تمام سرداران فوج کو بلایا جو ابن الاشتر کے ساتھ تھے اور اسی ترتیب سے انھیں احمر بن شمیط کے ساتھ روانہ کیا اور سردار ابن الاشتر سے علیحدہ ہو چکے تھے کیونکہ انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ ابراہیم بن الاشتر مختار کی سیادت کی مطلقاً پروا نہ کرتا تھا۔ مختار نے ان سرداروں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ابن شمیط کے ہمراہ روانہ کیا۔

احمر بن شمیط کی صف بندی:

احمر بن شمیط جنگ کے لیے روانہ ہوا اور انھوں نے مقدمۃ الجیش پر ابن کامل الشاکری کو روانہ کیا۔ ابن شمیط چلتے چلتے چشمہ مذار پر اتر پڑا۔ دوسری سمت سے مصعب بھی آ گئے اور اسی کے قریب خیمہ زن ہو گئے۔ دونوں سرداروں نے اپنے اپنے لشکر کو آراستہ کیا اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ احمر بن شمیط نے اپنے میمنے پر عبداللہ بن کامل الشاکری کو' میسرے پر عبداللہ بن وہب بن

نصلہ الجشمی کو سواروں پر رزین عبد السلولی کو اور پیدل سپاہ پر کثیر بن اسمٰعیل الکندی کو جو جنگ خازر میں ابن الاشتر کے ہمراہ تھا سردار مقرر کیا۔ اسی طرح کیسان ابی عمرہ عرینہ کے آزاد غلام کو موالیوں کی جماعت کا افسر مقرر کیا۔

عبداللہ بن وہب کا ابن شمیط کو پاپیادہ ہونے کا مشورہ:

عبداللہ بن وہب بن انس الجشمی میسرے کا سردار ابن شمیط کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ یہ غلام اور موالی شدید جنگ کے موقعے پر ثابت قدم رہنے والے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ایک بڑی تعداد سواروں کی ہے آپ پاپیادہ ہیں آپ کی انھیں اس کی ضرور متابعت کرنا پڑے گی۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر نیزہ اور شمشیر سے ان پر سخت حملہ کیا گیا تو وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ سے پرندوں کی طرح اُڑ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ البتہ اگر آپ نے انھیں پاپیادہ کر دیا تو پھر انھیں ثابت قدم رہ کر لڑنے کے سوا چارہ نہ ہوگا۔ چونکہ موالیوں کے ہاتھوں انھیں کوفے میں تکلیف اٹھانا پڑی تھی اس لیے یہ ان سے عداوت رکھتے تھے اور اب یہ تدبیر اس لیے کی تھی کہ اگر یہ پیدل ہو جائیں گے تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔ ابن شمیط نے اس رائے پر بدگمانی نہیں کی۔ بلکہ یہی خیال کیا کہ اس میں اس کی خیر خواہی ہے اور اس ترکیب کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ گروہ استقلال سے جنگ کرے۔

ابن شمیط کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی پیشکش:

چنانچہ اس نے اس جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ اے آزاد شدہ غلامو! میرے ساتھ تم بھی گھوڑوں سے اتر کر جنگ کرو۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ پاپیادہ ہو گئے اور ابن شمیط اور اس کے علم کے سامنے پاپیادہ ہو کر چلنے لگے۔ مصعب نے عباد بن الحصین کو اپنے رسالے کا افسر مقرر کیا تھا۔ عباد ابن شمیط اور ان کے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کو کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت اور امیر المومنین عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے دعوت دیتے ہیں۔ فریق مخالف نے کہا کہ ہم تمہیں کتاب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور امیر مختار کے ہاتھ پر بیعت کی دعوت دیتے ہیں تاکہ ہم آل رسولؐ میں سے کسی شخص کو باہم مشورے سے امیر مقرر کر لیں۔ اگر کوئی اور شخص اس بات کا مطالبہ کرے گا کہ وہ آل رسولؐ پر حکمرانی کرے تو ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ہم اس کے خلاف جہاد کریں گے۔

عباد کا ابن شمیط پر حملہ:

عباد مصعب کے پاس آئے اور جو کچھ پیش آیا تھا اس سے انھیں آگاہ کیا۔ مصعب نے انھیں حکم دیا کہ واپس جاؤ اور دشمنوں پر حملہ کرو۔ عباد نے ابن شمیط اور ان کی فوج پر حملہ کر دیا۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی جگہ پر پلٹ آئے۔

مہلب کا ابن کامل کی فوج پر حملہ:

مہلب نے ابن کامل پر حملہ کیا۔ ابن کامل کی فوج میں ایسی برہمی پڑی کہ کوئی نظام قائم نہیں رہا۔ اور صفیں آپس میں مختلط ہو گئیں۔ ابن کامل گھوڑے سے اتر پڑا۔

مہلب ان کی جانب سے پلٹ آئے اور پھر اپنی جگہ آ کر کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھی بھی تھوڑی دیر تک اپنی اپنی جگہ چپ

کھڑے رہے۔ پھر مہلب نے اپنی فوج والوں کو ایک فیصلہ کن حملہ کرنے کا حکم دیا اور انھیں بتا دیا کہ تمہارا دشمن تمہاری شجاعت کا مزا چکھ چکا ہے کیونکہ ان میں سخت بدنظمی پڑ چکی تھی۔ مہلب کی فوج نے اس مرتبہ ایسا شدید حملہ کیا کہ ابن کامل کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے مگر خود ابن کامل ہمدان کے کچھ لوگوں کے ساتھ برابر اپنی جگہ جما رہا۔ اب مہلب نے اپنا قومی لقب لوگوں کو سنانا شروع کیا کہ میں بنی شاکر کا جواں مرد ہوں۔ میں بنی شبامہ کا بہادر ہوں۔ میں بنی ثور کا نوجوان ہوں اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ابن کامل کی فوج کو شکست ہوگئی۔

احمر بن شمیط کا قتل:

عمر بن عبیداللہ بن معمر نے عبداللہ بن انس پر حملہ کیا اور تھوڑی دیر لڑنے کے بعد پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ اس کے بعد تمام فوج نے ابن شمیط پر حملہ کر دیا۔ ابن شمیط لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ میدان جنگ میں کام آیا۔ اب اس کے گروہ نے ایک دوسرے سے پکار کر کہا کہ اے بجیلہ وخثعم کے گروہ استقلال اور ثابت قدمی سے جمے رہو۔ دوسری جانب سے مہلب نے بلند آواز سے ان سے کہا کہ اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو بھاگ جاؤ۔ تم کیوں خواہ مخواہ اپنی عزیز جانوں کو ان غلاموں کے (ساتھ) ورطہ ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔ (خدا تمہاری کوششوں کو کبھی بار آور نہ ہونے دے)

مہلب کا پیدل سپاہ پر حملہ:

پھر اس نے اپنی فوج کی طرف دیکھ کر کہا کہ خدا کی قسم آج موت نے میری ہی قوم میں گرما گرمی ظاہر کی ہے۔ اب رسالے نے ابن شمیط کی پیدل سپاہ پر حملہ کر دیا۔ پیدل سپاہ بے ترتیبی سے پسپا ہوگئی اور بیابان کی سمت اس نے راہ فرار اختیار کی۔ مصعب نے عباد بن الحصین کو رسالہ دے کر ان کے تعاقب میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ جو قیدی تمہارے ہاتھ لگے اس کی گردن مار دینا۔ اسی طرح مصعب نے محمد بن الاشعث کو بھی اہل کوفہ کے رسالہ کے بڑے دستے کے ساتھ جنہیں مختار نے اس سے پہلے شکست دی تھی' ابن شمیط کی فوج کے تعاقب میں روانہ کیا اور کہا کہ اب موقع ہے کہ تم اپنا بدلہ لے لو۔

شکست خوردہ فوج سے انتقام:

ہزیمت خوردہ فوج کے لیے یہ لوگ بصرے والوں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ جس شخص کو پکڑتے تھے فوراً اسے قتل کر ڈالتے تھے اور کوئی ایسا قیدی نہ تھا جسے انھوں نے معاف کیا ہو۔ اس فوج سے سوائے چند سواروں کے اور کوئی نہ بچ سکا۔ اور پیدل سپاہ تو تقریباً بالکل تباہ ہوگئی۔

معاویہ بن قرۃ المزنی کہتے ہیں کہ ہزیمت خوردہ فوج کے ایک سپاہی تک میں پہنچ گیا اور میں نے اپنے برچھے کی انی اس کی آنکھ میں بھونک دی اور اس کی آنکھ کو انی سے ہلانے لگا۔ جب اس سے میں نے کہا کہ تم نے بھی ایسا ہی کیا ہے تو کہنے لگا کہ بے شک ان لوگوں کا خون ہمارے لیے ترک اور دیلم کے خون سے بھی زیادہ حلال ہے۔ معاویہ بن قرہ بصرے کے قاضی تھے۔

ابن مصعب کی روانگی:

مصعب خود روانہ ہوئے اور جس جگہ اب واسط القصب واقع ہے اس مقام سے انھوں نے دریا عبور کیا (شہر واسط اس وقت موجود نہ تھا۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد آباد کیا گیا ہے) پھر بیاباں کو طے کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد مصعب نے پیدل سپاہ' اس

کے ساز و سامان اور ضعیف العمر لوگوں کو کشتیوں میں سوار کر دیا اور دریائے خرشاذ سے ہوتے ہوئے دریائے قوسان کو عبور کیا اور اسی دریا کے راہ سے دریائے فرات میں پہنچ گئے۔

اہل بصرہ جب کشتیاں چلا رہے تھے تو یہ شعر پڑھتے جاتے تھے:

عـودنـا الـمـصـعـب جـر القَلَسِ　　و الـزنـبـريـات الـطـوال القعس

ترجمہ: ''مصعب نے ہمیں لانبے کوزہ پشت جہازوں کے اور ان کی رسی کھینچنے کا عادی بنا دیا''۔

جب ان عجمیوں کو جو مختار کے ساتھ تھے اپنے بھائیوں کی مصیبت کا علم ہوا جو انہیں ابن شمیط کے ساتھ پیش آئی تھی تو کہنے لگے کہ یعنی اس مرتبہ تو جھوٹ کہا۔

ابن شمیط کی شکست کی مختار ثقفی کو اطلاع:

عبدالرحمن بن ابی عمیر الثقفی کہتے ہیں کہ میں اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب اسے اپنی فوج کی ہزیمت کی خبر پہنچی۔ مختار میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ غلام اس طرح قتل کر ڈالے گئے جس کی نظیر سے میرے کان آشنا نہیں۔ پھر اس نے بتایا کہ ابن شمیط اور ابن کامل اور فلاں فلاں شخص مارے گئے۔ پھر اہل عرب کے چند بہادروں کے نام لیے جو اس جنگ میں کام آئے تھے اور کہنے لگا کہ بخدا ان میں سے ہر ایک ایک بڑی جماعت سے بھی بہتر تھا۔ اس پر میں نے کہا بے شک یہ تو ایک مصیبت ہے جو آپ پر نازل ہوئی۔ مختار نے کہا کہ موت سے تو چارہ نہیں اور ابن شمیط جس طرح میدان جنگ میں بہادروں کی موت مرے ہیں اس موت سے زیادہ اور کوئی موت مجھے محبوب نہیں میں بھی چاہتا ہوں کہ اسی طرح اپنی جان دوں۔

مختار ثقفی کا سیلحسین میں قیام:

راوی کہتے ہیں کہ مختار کی گفتگو سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس نے اپنے دل سے اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے حصول مقصد کے لیے آخری دم تک لڑتا رہے گا۔

جب مختار کو معلوم ہوا کہ دشمن ان کی جانب گھوڑوں اور اونٹوں' کشتیوں پر چلا آ رہا ہے تو وہ خود بھی مقابلے کے لیے آگے بڑھے اور مقام سیلحسین پر آ کر اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ اس مقام کو دیکھ کر معلوم ہو گیا کہ یہ مختلف دریاؤں کا سنگم ہے۔ اس مقام پر دریائے حیرۃ' دریائے سیلحسین' دریائے قادسیہ' دریائے یوسف فرات سے ملتے تھے۔ مختار نے اسی سنگم پر ایک بند بنا کر دریائے فرات کا پانی روک دیا۔ اس طرح فرات کا تمام پانی ان معاون دریاؤں میں چڑھ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرے والے جو کشتیوں میں سوار ہو کر چلے آ رہے تھے ان کی کشتیاں کیچڑ میں پھنس گئیں۔ بصرے والوں نے یہ حالت دیکھ کر کشتیاں چھوڑ دیں اور پا پیادہ کوچ کرنا شروع کیا۔ ان کا رسالہ ان کے آگے دریائے فرات کے اس بند تک پہنچ گیا اور اسے منہدم کر کے کوفے کی طرف اس نے اپنی باگیں اٹھا دیں۔

عبداللہ بن شداد کی کوفہ میں نیابت:

مختار کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بھی مقابلے کے لیے آگے بڑھا اور مقام حروراء میں اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ اور اہل بصرہ اور کوفہ کے درمیان مورچے باندھ لیے۔ مختار نے اپنے قصر اور مسجد کو مستحکم کر لیا تھا۔ بلکہ اپنے قصر میں وہ تمام سامان بھی مہیا کر رکھا تھا۔ جس

کی حالت محاصرہ میں ضرورت پیش آتی ہے۔ مختار نے اپنی غیبت کی وجہ سے عبداللہ بن شداد کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا تھا۔

مختار ثقفی کی فوجی تربیت:

مختار ابھی حروراء ہی میں تھا کہ مصعب آ گئے۔ مختار بھی ان کے مقابلے کے لیے نکلا۔ اس نے اپنے میمنے پر سلیم بن یزید الکندی کو میسرے پر سعید بن منقذ ہمدانی ثوری کو سردار مقرر کیا اور (باڈی گارڈ) شخصی محافظتی دستے کا عبداللہ بن قراد خثعمی سردار تھا۔ اسی طرح مختار نے اپنے رسالے پر عمر بن عبداللہ النہدی کو اور پیدل فوج پر مالک بن عمر النہدی کو سردار مقرر کیا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی صف بندی:

دوسری جانب مصعب نے اپنے میمنے پر مہلب بن ابی صفرہ اور میسرے پر عبیداللہ بن معمر التیمی کو۔ سواروں پر عباد بن حصین الحبطی اور پیدل سپاہ مقاتل بن مسمع البکری کو سردار مقرر کیا۔ خود مصعب گھوڑے سے اتر آئے اور اپنی کمان کو ٹیک ٹیک کر چلنے لگے۔ مصعب نے اہل کوفہ پر محمد بن الاشعث کو امیر مقرر کیا تھا۔ اب محمد بھی میدان جنگ میں آ گئے اور مصعب اور مختار کے درمیان داہنی جانب مغرب رو یہ ایک جگہ جم گئے۔

آغازِ جنگ:

جب مختار نے میدان جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو اس نے بصرے والوں کو ہر دستہ فوج پر اپنے ایک ایک سردار کو حملہ کرنے کا حکم دیا' سعید بن منقذ کو جو میسرے کا سردار تھا۔ قبیلہ بنی بکر بن وائل کے دستے پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مالک بن مسمع البکری اس دستے کا سردار تھا۔ عبدالرحمٰن بن شریح الشبامی اپنے افسر بیت المال کو قبیلہ عبدالقیس پر جس کا سردار مالک بن المنذر تھا' عبداللہ بن جعدۃ القرشی ثم المخزومی کو اہل نجد پر جس کا سردار قیس بن ہیثم السلمی تھا۔ مسافر ابن سعید بن نمران الناعطی کو قبیلہ ازد پر جس کا سردار زیاد بن عمرو العتکی تھا سلیم بن یزید الکندی اپنے میمنے کے افسر کو قبیلہ بنی تمیم پر جس کے سردار احنف بن قیس تھے۔ اسی طرح سائب بن مالک الاشعری کو محمد بن الاشعث پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور مختار اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ دونوں فوجوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور آپس میں بھڑ گئیں۔

سعید بن منقذ اور عبدالرحمٰن بن شریح کے حملے:

سعید بن منقذ اور عبدالرحمٰن بن شریح بکر بن وائل اور بنی عبدالقیس کے دستوں پر حملہ کر رہے تھے۔ (یہ دونوں قبیلے مصعب کی فوج کے میسرے میں متعین تھے اور عمر بن عبیداللہ بن معمران پر سردار تھے) بنی ربیعہ نے ان سے شدید جنگ کی اور نہایت ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ سعید بن منقذ اور عبدالرحمٰن بن شریح کی یہ حالت تھی کہ جب حملہ کرتے تھے تو منہ پھیرنے کا نام نہ لیتے تھے۔ اور جب ایک حملہ کرتا اور واپس آ جاتا تو دوسرا اس کی جگہ حملہ کر دیتا اور بسا اوقات دونوں ایک ساتھ حملہ کرتے تھے۔

مہلب کو حملہ کرنے کا حکم:

لڑائی کی یہی حالت قائم تھی۔ مصعب نے مہلب سے کہلا بھیجا کہ اب کیا انتظار کر رہے ہو کیوں نہیں اپنی مدمقابل فوج پر حملہ کر دیتے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج صبح سے ہمارے ان دو فوجی دستوں کو جنگ کا کس قدر بار اٹھانا پڑا ہے۔ اپنی فوج کے ساتھ حملہ

کرو۔ مہلب نے کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے اہل کوفہ کے خوف سے میرا یہ ارادہ تھا کہ میں بنی ازد اور تمیم کو تاوقتیکہ موقع نہ دیکھ لوں مفت میں نہ کٹوا ڈالوں۔

عبداللہ بن جعدہ کا اہل نجد پر حملہ:

مختار نے عبداللہ بن جعدہ کو حکم بھیجا کہ تم ان لوگوں پر جو تمہارے مقابل صف بستہ میں حملہ کرو۔ عبداللہ نے اہل نجد پر حملہ کیا ان کی صفیں درہم برہم کر دیں اور انہیں اتنا پیچھے ہٹا دیا کہ وہ مصعب تک پہنچ گئے۔ مصعب گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے (وہ کبھی میدان جنگ سے بھاگتے نہ تھے بلکہ بدستور اپنی جگہ ڈٹے ہوئے تیر اندازی کرتے رہے) ان کی فوج کے اکثر لوگ ان کے قریب ہی گھوڑوں سے اتر پڑے اور تھوڑی دیر تک اسی مقام پر جنگ ہوتی رہی۔ پھر دونوں فریق علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

مہلب بن ابی صفرہ کا حملہ:

مہلب کے تحت میں پیدل سپاہ کے دو کثیر التعداد دستے اور سوار بھی تھے۔ مصعب نے ان سے بھی کہلا بھیجا کہ تم کیسے بزدل ہو کہ حملہ کرنے میں انتظار کر رہے ہو۔

تھوڑی ہی دیر بعد مہلب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ دوسرے لوگ آج صبح سے جنگ کر رہے ہیں اور تم لوگ کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہو۔ ہمارے دوسرے ساتھی نہایت خوبی سے لڑ رہے ہیں۔ بس اب تم پر اس معاملہ کا مدار ہے حملہ کرو۔ اللہ سے اعانت طلب کرو اور ثابت قدم رہو۔

مہلب اور اس کی فوج نے اپنے مقابل لوگوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ پرخچے اڑا دیئے اور میدان کو ان سے صاف کر دیا۔

عبداللہ بن عمر النہدی کا قتل:

عبداللہ بن عمر النہدی جو جنگ صفین میں بھی شریک تھے کہنے لگے کہ اے اللہ میں اسی عقیدے پر قائم ہوں جیسا کہ میں جنگ صفین میں پنجشنبہ کی شب تھا۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں جو میدان جنگ سے پیچھے ہٹ گئے اور اپنے ساتھیوں کو چھوڑ گئے اسی طرح مجھے مصعب کے طرفداروں سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد شمشیر زنی کرتے رہے اور مارے گئے۔

محمد بن الاشعث کا قتل:

مالک ابن عمرو ابونمران النہدی پیدل سپاہ کے سردار تھے۔ ان کے پاس ان کا گھوڑا لایا گیا اور وہ سوار ہوئے۔ اس وقت تک مختار کی فوج شدید ترین نقصان اٹھا چکی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک جھاڑی ہے جس میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جب مالک گھوڑے پر سوار ہوئے تو کہنے کہ میں اب سوار ہو کر کیا کروں گا۔ خدا کی قسم! اپنے گھر میں مرنے سے مجھے یہاں مرنا زیادہ محبوب ہے۔ کہاں ہیں وہ دور اندیش لوگ اور کہاں ہیں وہ صبر و استقامت والے۔ یہ سن کر پچاس آدمی ان کی طرف چلے۔ اب شام کا وقت ہو گیا تھا۔ اس جماعت نے محمد بن الاشعث کے ہمراہیوں پر حملہ کیا اور محمد بن الاشعث اپنے تمام ہمراہیوں سمیت وہیں مارے گئے۔

ابونمران کا قتل:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مالک ہی نے محمد بن الاشعث کو قتل کیا۔ ابونمران بھی محمد بن الاشعث کے پہلو ہی میں مقتول پایا گیا۔ بنی کندہ کا دعویٰ ہے کہ عبدالملک بن اشاۃ الکندی نے ابونمران کو قتل کیا۔

عبدالملک بن اشاۃ الکندی کا خاتمہ:

جب مختار اپنے ہمراہیوں کے ساتھ محمد بن الاشعث کی لاش پر گزرا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے انصار کے گروہ ان مکار لومڑیوں پر حملہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے حملہ کیا اور عبدالملک بن اشاۃ الکندی مارا گیا۔ بنی خثعم کا یہ دعویٰ ہے کہ عبداللہ بن قراد نے ابن اشاۃ کو قتل کیا ہے۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ عوف بن عمرو الجشمی اس بات کا دعوت کرتا ہے کہ ان کے قبیلہ کے ایک آزاد غلام نے ابن اشاۃ کو قتل کیا۔ اسی طرح چار مختلف اشخاص نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے ابن اشاۃ کو قتل کیا ہے۔

سعید بن منقذ اور سلیم بن یزید کا خاتمہ:

سعید بن منقذ کے ہمراہی منتشر ہو گئے اور وہ اپنی قوم کے ستر آدمیوں کے ساتھ نبرد آزمائی کرتے رہے یہاں تک کہ سب کے سب مر گئے۔ اسی طرح سلیم بن یزید الکندی نوے آدمیوں کی جماعت کے ساتھ جس میں اس کے خاندان اور دوسرے قبیلے کے بھی لوگ تھے شمشیر زنی کرتا رہا اور وہ بھی مارے گئے۔

عاصم وعیاش اور احمر کا قتل:

مختار شبث کی سڑک کے سرے پر لڑتا رہا۔ گھوڑے پر سے اتر پڑا اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے گا اور تمام رات لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے دشمن پیچھے ہٹ گئے۔ اس رات مختار کے ساتھیوں میں کئی شجاع اور بہادر شخص میدان جنگ میں کام آئے ان میں عاصم بن عبداللہ الازدی' عیاش بن خازم الہمدانی الثوری اور احمر بن ہدیج الہمدانی الفائشی بھی تھے۔

مختار ثقفی کی مراجعت:

اسی رات کو بنی ہمدان نے پکار کر کہا کہ اے ہمدان کے گروہ دشمن سے آگے بڑھ کر مقابلہ کرو۔ اس کے بعد ان لوگوں نے نہایت شدید جنگ کی۔ جب دشمن مختار سے پیچھے ہٹ گیا تو اس کے ساتھیوں نے عرض کی کہ اے امیر دشمن پسپا ہو گیا ہے اب آپ بھی اپنے محل میں واپس تشریف لے جائیں۔ مختار نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! میں اس لیے گھوڑے سے نہیں اترا تھا کہ واپس اپنے محل کو جاؤں گا۔ مگر اب جب کہ خود دشمن ہی پیچھے ہٹ گیا ہے تو بہتر ہے اللہ کا نام لے کر ہمارے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلو۔ مختار اپنے محل واپس چلا آیا۔

سائب بھی مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ لڑائی میں آیا تھا۔ قبیلہ بنی وہبیل کے ورقاء النخعی نے اسے قتل کیا۔

ہند بنت المتکلفۃ اور لیلیٰ بنت قمامہ کی ابن حنفیہ سے شکایت:

ہند بنت المتکلفۃ الناعطیہ ایک عورت تھی جس کے مکان میں تمام غالی شیعہ جمع ہوتے تھے اور باتیں کرتے تھے۔ اس طرح لیلیٰ بنت قمامۃ المزنیہ کے مکان میں بھی شیعہ جمع ہوتے تھے' اس کا بھائی رفاعہ بن قمامہ اگرچہ شیعانِ علی رضی اللہ عنہ میں سے تھا مگر غالی نہ تھا اور اس وجہ سے لیلیٰ اسے اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ ابو عبداللہ الجدلی اور یزید بن شراحیل نے دونوں عورتوں کے غلو کی حالت سے ابن حنفیہ کو اطلاع دی اور اسی طرح ابو الاحراس المرادی بطین اللیثی اور ابو الحارث الکندی کی بھی شکایت تھی۔

ابن حنفیہ کا شیعان کوفہ کے نام خط:

اس پر ابن حنفیہ نے یزید بن شراحیل کے ہاتھ ایک خط شیعان کوفہ کے نام لکھا۔ جس میں انھیں ان لوگوں سے ڈرایا اور وہ خط یہ ہے:

''یہ خط محمد بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہماری ان شیعوں کے نام بھیجا تھا جو کوفہ میں ہیں' تمہیں چاہیے کہ مجالس اور مساجد میں جمع ہو کر خفیہ اور علانیہ اللہ کو یاد کرو اور مومنین کے علاوہ کسی کو اپنا ہم راز نہ بناؤ۔ اگر تمہیں اپنی جان کا خوف ہو تو تمہیں اپنے دین و مذہب کے لیے جھوٹے دعویداروں سے خوف نہ کرنا چاہیے۔ نماز روزے پر مداومت کرو۔ اور اللہ کو پکارتے رہو اور یقین جانو کہ مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جو سوائے حکم ربانی کے کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچا سکے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہے اور ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص سے اس کے اعمال کا حساب لے گا۔ پس تمہیں چاہیے کہ اچھے کام کرو اور نیکیوں کو اپنے لیے پہلے سے بھیج دو اور غافل نہ بنو۔ السلام علیکم''۔

عبداللہ بن نوف کا دعویٰ:

جب جنگ حروراء کے لیے لوگ روانہ ہوئے تو عبداللہ بن نوف بھی ہند بنت المتکلفہ کے گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلا: ''بدھ کے دن آسمان بلند ہوگا اور موت دشمنوں کی شکست کے ساتھ اترے گی پس اللہ کا نام لے کر حروراء کی طرف بڑھو''۔ جب میدان جنگ آراستہ ہوا اور لڑائی شروع ہوئی تو عبداللہ بن نوف کے چہرے پر ایک زخم آیا اور لوگ شکست کھا کر پیچھے ہٹے۔ عبداللہ بن شریک النھدی ابن نوف سے ملا۔ وہ پہلے سے ان کے فخریہ مقولہ کو سن چکا تھا۔ عبداللہ بن شریک نے ابن نوف سے کہا کہ کیا تم نے ہمارے سامنے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ہم اپنے دشمن کو بھگا دیں گے؟ ابن نوف نے کہا کہ تم نے کلام اللہ میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی پیش قدمی:

صبح کو مصعب اپنے ہمراہیوں کو لے کر جن میں بصرے اور کوفے والے سب شریک تھے سبخہ کی طرف چلے۔ جب مہلب کے پاس آئے تو مہلب نے ان سے کہا کہ اگر محمد بن الاشعث نہ مارے جاتے تو یہ فتح آپ کو نہایت خوش آیند ہوتی۔ مصعب نے کہا بے شک تم ٹھیک کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا رحم نازل کرے۔ یہ کہتے ہی مصعب آگے بڑھے اور پھر مہلب کو مخاطب کر کے کہا کہ عبیداللہ بن علی مارے گئے۔ مہلب نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مصعب نے کہا یہ وہ شخص تھے کہ کاش زندہ ہوتے اور ہماری اس فتح کی خوشخبری سنتے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ہم انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے اور جو اقتدار ہمیں حاصل ہے اس کے وہی مستحق ہوتے۔ کیا تم ان کے قاتل کو جانتے ہو مہلب نے کہا میں نہیں جانتا مصعب نے کہا کہ اس شخص نے انھیں قتل کیا ہے وہ اپنے کو شیعان علی سے کہتا ہے مگر پھر بھی انھیں جان بوجھ کر قتل کر ڈالا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سبخہ میں آمد:

مصعب سبخہ میں پہنچے اور اپنے دشمنوں پر پانی اور رسد کی بہم رسانی مسدود کر دی۔ مصعب نے عبدالرحمان بن محمد بن الاشعث کو ایک سمت روانہ کیا۔ اور انہوں نے مقام کناسہ پر مورچے لگائے۔ اسی طرح عبدالرحمان بن مخنف بن سلیم کو بنی سبیع کے قبرستان کی

طرف بھیجا۔ مصعب نے ان سے کہا کہ جو کام تمہارے تفویض کیا گیا تھا اسے تم نے اچھی طرح انجام نہیں دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے دو قسم کے لوگ دیکھے ایک تو وہ جو آپ کی طرف مائل تھے وہ تو آپ کے ساتھ ہو گئے۔ دوسرے وہ جو مختار کی رائے کو اچھا سمجھتے تھے انھوں نے مختار کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ کسی اور شخص کو ان سے بہتر سمجھتے ہیں پھر میں تو آپ کے یہاں آنے تک اپنے مکان ہی میں مقیم رہا۔ مصعب نے کہا بے شک تمہارا بیان درست ہے۔

مختار ثقفی کے محل کا محاصرہ:

مصعب نے عباد بن الحصین کو بنی کندہ کے قبرستان کی طرف زحر بن قیس کو بنی مراد کے قبرستان اور عبیداللہ بن الحر کو صائدیین کے قبرستان کی طرف روانہ کیا۔ ان تمام سرداروں نے مختار اور ان کی فوج پر پانی اور رسد کو بند کر دیا۔ اس وقت مختار اور اس کے ہمراہی مختار کے محل میں محصور تھے۔ عبیداللہ بن الحر صائدیین کے قبرستان میں مختار کے رسالے سے جنگ میں مصروف تھے کبھی وہ مختار کے رسالے کو پیچھے ہٹا دیتے تھے اور کبھی مختار کا رسالہ انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ عبیداللہ نے اپنے رسالے کے پیچھے دستے اور سواروں کو بچاتے بچاتے عکرمہ کے مکان تک ہٹ آتے اور پھر جوابی حملہ کر کے اپنے مقابل کے رسالے کو صائدیین کے قبرستان تک پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے عبیداللہ کے رسالے والے بسا اوقات مشکیزوں پر قبضہ کر لیتے اور بہشتیوں کو پکڑ کر انھیں زدو کوب کرتے۔ کیونکہ یہ لوگ مختار کی فوج کو پانی پہنچاتے تھے اور مختار کی فوج والے شدت ضرورت کی وجہ سے ایک دینار یا دو دینار ادا کرتے تھے۔

محاصرہ میں سختی:

ایسا بھی ہوتا تھا کہ مختار اپنے ہمراہیوں کے ساتھ محل سے نکل کر دشمن سے معمولی سی جھڑپ کر کے کوئی سخت نقصان پہنچائے بغیر واپس چلا جاتا۔ جب کبھی مختار کا رسالہ حملہ کرنے کے لیے نکلتا تو مکان کی چھتوں پر سے ان پر پتھر اور کیچڑ پھینکی جاتی اور اس طرح لوگ ان پر دلیر ہو گئے ان کی زندگی عورتوں کی بدولت قائم تھی حالت یہ تھی کہ عورتیں اپنے مکان سے کھانا پانی اور اشیائے لطیفہ کی چیز سے ڈھانک کر لے کر چلتیں۔ ظاہراً دکھلاتیں کہ وہ نماز کے لیے بڑی مسجد میں جا رہی ہیں یا کسی اپنے عزیز و اقارب سے ملنے جا رہی ہیں اور جب مختار کے محل کے پاس پہنچتیں تو ان کے لیے دروازہ کھول دیا جاتا اور جس اپنے عزیز یا خاوند کے لیے وہ کھانا لے کر جاتیں اسی طرح اسے پہنچ جاتا۔ جب اس کی اطلاع مصعب اور ان کے ہمراہیوں کو ہوئی تو مہلب نے جو ان معاملات کا وسیع تجربہ رکھتا تھا یہ تجویز پیش کی کہ ان پر پہرے بٹھا دینے چاہئیں اور کسی شخص کو محل میں جانے نہ دیا جائے تاکہ محصورین اسی طرح تمام ہو جائیں۔

دوسری طرف محصورین کی یہ حالت تھی کہ جب زیادہ پیاس معلوم ہوئی تو کنوئیں کا کھاری پانی ہی پینے لگے یہ دیکھ کر مختار نے حکم دے دیا کہ کنوئیں میں شہد ڈال دیا جائے تاکہ پانی کا مزہ بدل جائے اور پینے کے قابل ہو جائے۔ اس طرح بھی اکثر لوگ سیراب ہو جاتے۔

تین عورتوں کی گرفتاری اور رہائی:

اب مصعب نے اپنے ہمراہیوں کو محل سے اور زیادہ قریب رہنے کا حکم دیا۔ عباد بن الحصین الحبطی نے مسجد جہینہ کے قریب مورچے لگائے۔ عباد دوران جنگ میں لڑتے لڑتے اکثر بنی مخزوم کی مسجد تک پہنچ گیا تھا بلکہ اس قدر قریب پہنچ جاتے تھے جہاں سے

ان کی فوج والے مختار کے ان ہمراہیوں پر جو محل پر دکھائی دیتے تیر اندازی کرتے تھے۔ محل کے نزدیک جو عورت ملتی اس سے اس کا نام پتہ اور منزل مقصود دریافت کرتے۔ ایک ہی دن میں تین عورتیں گرفتار کیں جن میں دو بنی شبامہ کے دو شخصوں کی بیویاں تھیں اور ایک بنی شاکر کے کسی شخص کی اہلیہ تھی۔ یہ اپنے خاوند کے پاس جو قصر میں محصور تھے آئی تھیں۔ کھانا بھی ان کے پاس تھا۔ عباد نے انہیں مصعب کے پاس بھیج دیا۔ مصعب نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا اور واپس بھیج دیا۔

زحر بن قیس کا مورچہ:

زحر بن قیس بھی مصعب کے حکم سے لوہاروں کے محلّہ میں جہاں گھوڑے خچر وغیرہ کرایہ پر ملتے تھے مورچہ لگائے ہوئے تھے۔ عبیداللہ بن الحر و بلال کے مکان کے قریب ٹھہرے۔ محمد بن عبدالرحمان ابن سعید بن قیس اپنے باپ کے مکان کے قریب ٹھہر گئے۔ حوشب بن یزید بصریوں کی گلی میں جو بنی خزیمہ ابن مالک شاہراہ عام کے سرے پر واقع ہے مقیم ہوئے۔ مہلب بھی بڑھتے ہوئے جہار سو خنیس پر اتر پڑے۔ اور عبدالرحمٰن بن مخنف دار السقایۃ کی جانب سے آئے۔

کوفی اور بصری جوانوں کا انجام:

بصرے اور کوفے کے کچھ نوجوان جو جنگ کی افتادوں سے بالکل ناواقف تھے بغیر کسی سردار کے بڑے بازار میں نکل پڑے اور مختار کو ابن دومۃ خطاب کر کے پکارنے لگے۔ مختار اپنے قصر پر برآمد ہوا اور کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کوفے اور بصرے کا کوئی بڑا معتبر سردار نہیں ہے ورنہ یہ کبھی مجھے اس نام سے نہ پکارتے جب اس نے ان نوجوانوں کے گروہ کی یہ ہیئت اور غیر منظم حالت دیکھی تو ان کے قتل پر آمادہ ہو گیا اور اپنی فوج کے ایک دستے کو قصر سے باہر نکل کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مختار کے ساتھ دو سو آدمیوں کی ایک جماعت نے قصر سے نکل کر ان نوجوانوں پر حملہ کیا۔ تقریباً سو نوجوان کھیت رہے باقی نہایت بے ترتیبی سے ایک پر ایک گرا پڑتا تھا بھاگے۔ مگر فرات بن حیان العجلی کے مکان تک پہنچتے پہنچتے مختار کے ساتھیوں نے انھیں پھر جالیا۔

یحییٰ بن ضمضم کا خاتمہ:

ایک شخص قبیلہ بنی ضبہ کا بصرے کا رہنے والا یحییٰ بن ضمضم نامی تھا۔ اس کے پاؤں اس قدر لمبے تھے کہ جب گھوڑے پر سوار ہوتا تھا تو زمین کو چھو جاتے تھے۔ بڑا سفاک و مہیب تھا۔ کوئی شخص اس کے سامنے نہیں ٹھہرتا تھا اس نے مختار کے اصحاب پر حملہ کر دیا۔ جدھر وہ بڑھتا کوئی اس کے سامنے نہ ٹھہرتا مختار نے اسے دیکھا اور حملہ کر کے ایک ہی وار پیشانی پر ایسا لگایا کہ پیشانی اور کاسہ سر دونوں غائب ہوئے اور وہ دھم سے زمین پر مردہ ہو کر گر پڑا۔ جب اس جھڑپ کا علم مصعب کے سرداروں کو ہوا تو وہ چاروں طرف سے آگے بڑھے۔ مختار کے ہمراہیوں میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ وہ اس متحدہ قوت کا مقابلہ کرتے مجبوراً انھیں قصر میں واپس جانا پڑا۔

مختار ثقفی کا اپنے ساتھیوں کو حملہ کرنے کا مشورہ:

مختار اور ان کے ساتھی قصر میں محصور تھے۔ محاصرہ کی تکلیف روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی ایک روز مختار نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ جس قدر محاصرہ طویل ہو گا تمہاری طاقت گھٹتی جائے گی اس لیے بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ کھلے میدان میں اتر کر دشمن سے ایک فیصلہ کن لڑائی لڑلو تاکہ عزت سے ہم اپنی جانیں دے دیں۔ اگر تم لوگ بہادری سے لڑے تو مجھے اب بھی اپنی فتح سے یاس نہیں۔ مگر وہ لوگ کب اس نصیحت پر عمل کرتے وہ تو اور بھی بزدل بن گئے پھر مختار نے کہا کہ خدا کی قسم! ہے میں نہ

تو کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور نہ خود کو دشمنوں کے سپرد کروں گا۔

عبداللہ بن جعدہ کی روپوشی:

عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب نے جب مختار کے اس استقلال اور عزم کو دیکھا تو چپکے سے رسی کے ذریعے قصر سے اتر آئے اور اپنے بھائی بندوں میں شامل ہو گئے اور پوشیدہ رہے۔

مختار ثقفی کا عزم:

جب مختار ثقفی کو اپنے ہمراہیوں کی بزدلی اور بے ہمتی کا اچھی طرح علم ہو گیا تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ قلعے سے نکل کر دشمن سے آخری جنگ کرے۔ اپنی بیوی ام ثابت بنت سمرہ ابن جندب الفزاری کے پاس قاصد بھیجا۔ اس نے بہت سی خوشبو بھیج دی۔ مختار نے غسل کیا۔ اپنے سر اور داڑھی میں خوشبو لگائی اور کل انیس جان نثاروں کے ساتھ جن میں سائب بن مالک الاشعری بھی تھا قلعے سے نکلے۔ یہ وہی شخص ہے جو مختار کے مدائن جانے کے وقت کوفے پر اس کا جانشین بھی رہ چکا تھا۔ ان کی بیوی کا نام عمرہ تھا جو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا بھی تھا جس کا نام محمد تھا۔ یہ لڑکا اس محاصرے کے وقت باپ کے ساتھ قلعے میں موجود تھا۔ جب باپ مارا گیا اور قلعہ میں جس قدر لوگ تھے سب گرفتار ہو گئے' یہ بچہ بھی ان میں تھا۔ صغیر سنی کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔

مختار ثقفی اور سائب بن مالک الاشعری کی گفتگو:

جب مختار قلعے سے نکلا تو سائب کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تمہاری کیا رائے ہے۔ سائب نے کہا کہ اصل میں رائے تو آپ کی رائے ہے۔ مختار نے کہا کہ بھلا میری رائے یا ارادہ کوئی چیز ہے یا اللہ کا ارادہ سائب نے کہا کہ حقیقت میں خدا کا ارادہ ارادہ ہے مختار کہنے لگا افسوس ہے تم پر تم بالکل بیوقوف ہو۔ میں بھی عرب ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجاز پر اور نجدہ نے یمامہ پر اور مروان نے شام پر اپنا اپنا تسلط جما لیا ہے تو میں بھی بہ حیثیت عرب ہونے کے کسی طرح ان سے کم نہیں تھا۔ میں نے ان ممالک پر قبضہ کر لیا اس لیے میں بھی انہیں کے مثل تھا۔ البتہ جب اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا بدلہ لینے کی طرف سے عربوں نے خواب خرگوش کی سی بے پروائی کی تو میں نے اس فرض کو بھی انجام دیا۔ جو لوگ اہل بیت کے قتل میں شریک تھے انہیں ان کے کیفرِ کردار کو پہنچایا۔ اسی بنا پر مجھے آج یہ دن دیکھنا پڑا ہے۔ اگر تمہاری نیت خالص ہے تم اپنی خاندانی شرافت کے اعتبار سے جو ہر مردانگی دکھاؤ۔ سائب کہنے لگے: انا للہ وانا الیہ راجعون. میں اپنی شرافت کے لیے لڑ کر کیا کر لوں گا۔

مختار ثقفی کی امان طلبی:

مختار کل انیس ہمراہیوں کے ساتھ قلعے سے نکلا اور دشمنوں سے کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس چلا آؤں تو کیا تم مجھے امان دو گے؟ مصعب کے ساتھیوں نے کہا کہ صرف اس شرط پر کہ تمہارا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہو گا۔ مختار کہنے لگا کہ میں اپنی قسمت کی باگ کبھی بھی تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا۔ یہ کہا اور شمشیر زنی کرتا ہوا مارا گیا۔

مختار ثقفی کی پیش گوئی:

مختار ثقفی نے اپنے ہمراہیوں کو قلعے سے نکل کر لڑنے کے لیے کہا۔ انہوں نے نہ مانا۔ اس پر مختار نے ان سے کہہ دیا تھا کہ

جب میں قلعے سے نکل کر دشمن سے لڑتا ہوا کام آ جاؤں گا تمہاری کمزوری اور ذلت اور زیادہ ہوگی۔ اگر تم نے اپنے دشمنوں کو اپنی قسمتوں کا حاکم بنا دیا تو تمہارے وہ تمام دشمن جنہیں تمہارے ہاتھوں تکلیف یا صدمہ اٹھانا پڑا ہے تم پر جھپٹ پڑیں گے اور ہر شخص یہ کہے گا کہ فلاں شخص سے میں اپنا بدلہ لوں گا اور اس طرح تم قتل کر ڈالے جاؤ گے۔ تم میں سے بقیۃ السیف جب اپنے ہمراہیوں کے اس عبرتناک انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اس وقت نادم ہو کر کہیں گے کہ کاش ہم نے مختار کا کہا مانا ہوتا اور اس کی رائے پر عمل کیا ہوتا۔ اگر تم اب میرے ساتھ قلعے سے نکل کر دشمن پر حملہ آور ہوتے ہو تو چاہے فتح ہمیں نصیب نہ ہو پھر بھی یہ کیا کم ہے کہ عزت سے جان دو گے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص بھاگ کر اپنے خاندان میں جا ملے تو تمام خاندان والے اسے گھیر لیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ کل اسی وقت تم اس قدر ذلیل وخوار ہو جاؤ گے کہ روئے زمین پر تم سا بے آبرو نہ نکلے گا۔

مختار ثقفی کا قتل:

بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ مختار اسی روز موضع الزیاتین کے قریب قتل کیا گیا۔ قبیلہ بنی حنیفہ کے دو بھائیوں نے اس کے قتل کرنے کا دعویٰ کیا۔ ایک کا نام طرفہ اور دوسرے کا نام طرافہ تھا۔ یہ عبداللہ بن دجاجہ کے لڑکے تھے۔

بجیر بن عبداللہ کی حملہ کرنے کی رائے:

مختار کے قتل کے دوسرے دن بجیر بن عبداللہ المکی اپنی فوج والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ کل مختار نے ایک اچھی رائے دی تھی' کاش! تم اس کا کہنا مانتے۔ اب اگر آج تم نے خود کو دشمن کے حوالے کر دیا تو بھیڑ بکری کی طرح موت کے گھاٹ اتار دیئے جاؤ گے۔ اب بھی موقع ہے تلواریں لے کر میدان جنگ میں اتر پڑو۔ آخر دم تک لڑتے رہو اور باعزت مرو۔ اس کی کوشش بھی رائیگاں گئی۔ فوج نے صاف طور پر کہہ دیا کہ اگر ہمیں اس مشورہ پر عمل کرنا ہوتا تو اس شخص کا کہا مانتے جو ہمارے نزدیک تم سے کہیں زیادہ واجب الاطاعت تھا۔ اس کے حکم کو جب ہم نے نہ مانا تو ہم تمہاری اطاعت کب کر سکتے ہیں۔

محصورین کی گرفتاری:

آخر کار اس محصور فوج نے اپنے تئیں مصعب کے حوالے کر دیا۔ مصعب نے عباد بن الحصین کو قلعے کی طرف روانہ کیا۔ عباد نے مشکیں بندھوا کر محصورین کو نکالنا شروع کیا۔ عبداللہ بن شداد الجشمی عباد بن الحصین کے سپرد کیا گیا۔ عبداللہ بن قراد نے لڑنے کے لیے لکڑی' تلوار وغیرہ تلاش کی۔ مگر کچھ نہ ملا۔ کیونکہ جب یہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو ایک ندامت سی اس پر طاری ہوگئی۔ بہر حال لوگوں نے ان کی تلوار لے لی اور مشکیں باندھ کر اسے بھی قلعے سے باہر نکالا۔

عبداللہ بن قراد کا قتل:

عبدالرحمٰن بن محمد اس کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا اسے میرے حوالے کر دو۔ تاکہ میں اس کی گردن ماروں۔ اس پر عبداللہ بن قراد کہنے لگا اس بات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہارے باپ کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا میں تمہارے دادا کے دین پر نہیں ہوں جو پہلے ایمان لے آئے اور پھر مرتد ہو گئے۔ یہ سنتے ہی عبدالرحمٰن گھوڑے سے اتر پڑا اور کہا کہ اسے میرے قریب لے آؤ۔ لوگوں نے اس کے قریب کر دیا اور عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن قراد کو قتل کر ڈالا۔ اس پر عباد ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ حالانکہ اس قتل کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا۔

عبداللہ بن شداد الجشمی کا خاتمہ

عبدالرحمن عبداللہ بن شداد الجشمی کے پاس آیا جو ایک شریف آدمی تھا اور عباد سے درخواست کی کہ آپ انھیں اس وقت تک قید رکھیں جب تک کہ خود امیر ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کریں۔ عبدالرحمن مصعب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ عبداللہ بن شداد کو آپ مجھے دے دیں تاکہ میں اسے قتل کر ڈالوں۔ کیونکہ میرے باپ کو اس نے قتل کیا تھا مصعب نے ان کی درخواست منظور کر لی اور عبدالرحمن نے ابن شداد کی گردن ماردی۔ جب عباد کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے خدا کی قسم! اگر مجھے تمہاری نیت کا علم ہوتا تو میں ابن شداد کو کسی اور کے حوالے کرتا تاکہ وہ اسے قتل کر ڈالے مگر مجھے تو یہ خیال تھا کہ تم مصعب سے سفارش کر کے انہیں رہائی دلاؤ گے۔

عبداللہ بن شداد کی رہائی:

عبداللہ ابن شداد کا بیٹا بھی سامنے لایا گیا۔ اس کا نام بھی شداد تھا اور سن بلوغ کو پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنے موئے زیر ناف چونے وغیرہ سے گرا رکھے تھے۔ عباد نے حکم دیا کہ دیکھا جائے کہ آیا یہ بالغ ہے یا نہیں۔ لوگوں نے کہہ دیا کہ ابھی بچہ ہے اور اس طرح اس کی گلوخلاصی ہوئی۔

قیس بن سعید کا امان قبول کرنے سے انکار:

اسود بن سعید نے مصعب سے درخواست کی کہ اگر میرا بھائی اپنے کو ہمارے حوالے کر دے تو اس کو امان دی جائے اس کی درخواست منظور ہوئی۔ اسود اپنے بھائی کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں امان دی گئی ہے اس نے اپنے کو حوالے کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرنے کو تمہارے ساتھ جینے پر ترجیح دیتا ہوں۔ قیس اس کا نام تھا یہ بھی قلعے سے نکالا گیا اور دوسرے اسیروں کے ساتھ قتل کر ڈالا گیا۔

بجیر بن عبداللہ کی امان طلبی:

بجیر بن عبداللہ المسلی جن کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ موالیوں میں سے تھے۔ جب یہ مصعب کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ بجیر نے مصعب کو مخاطب کر کے کہا کہ سب تعریف اسی خدائے برتر کے لیے ثابت ہے جس نے ہمیں قید کی مصیبت میں مبتلا کیا اور تمہیں یہ طاقت دی کہ تم ہمیں معافی دو۔ یہ دونوں وہ مرتبے ہیں کہ ایک سے اللہ کی خوشنودی اور دوسری سے اس کی ناراضی حاصل ہوسکتی ہے۔ جو شخص درگزر کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے درگزر کر دیتا ہے اور اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص سزا دیتا ہے وہ کبھی اس کے بدلے سے مامون نہیں رہ سکتا۔ اے ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہمارا تمہارا قبلہ ایک' مذہب ایک ہے۔ ہم ترک یا دیلم نہیں ہیں۔ بالفرض اپنے ہموطن بھائیوں سے ہم نے مخالفت کی بھی تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا ہم راستی پر تھے اور وہ غلطی پر یا اس کے برعکس پھر ہم آپس میں جنگ و جدال میں مصروف ہو گئے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کیونکہ اسی طرح اس سے پہلے اہل شام اور بصرہ اختلاف رائے کی وجہ سے باہمی جدال و قتال میں مصروف رہے اور پھر صلح بھی کر لی اور اتحاد کر لیا۔ اب آپ ہمارے مالک ہیں' معاف کیجیے ہماری قسمتیں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ درگزر کیجیے۔

ابن الاشعث کا اسیران جنگ کو قتل کرنے کا مطالبہ:

بجیر اسی طرح عاجزی سے رحم کی درخواست کرتا رہا۔ یہاں تک کہ لوگوں پر اور خود مصعب پر اس کا اثر پڑا اور انھوں نے سب

کے چھوڑ دینے کا ارادہ کرلیا اس پر عبدالرحمٰن بن الاشعث اٹھے اور کہنے لگے کہ آپ ان سے درگزر کرنا چاہتے ہیں یہ کبھی نہیں ہوسکتا یا تو آپ ہمیں اپنا بنالیں یا انھیں۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس الہمدانی بھی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میرے باپ اور بنی ہمدان کے پانچ سو آدمی مارے گئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے خاندان کے تمام بڑے بڑے لوگ اور دوسرے شہر والے ان کے ہاتھوں مقتول ہوئے ہیں۔ باوجود اس کے آپ انھیں یونہی چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا خون ان کے شکموں میں بہہ رہا ہے یا آپ ہمیں اپنا بنالیں یا انھیں۔

اسی طرح ہر قبیلے اور خاندان والے جن کے عزیز و اقارب مارے گئے تھے اٹھے اور یہی مطالبہ پیش کرنے لگے۔

اسیران جنگ کی پیشکش:

جب مصعب نے اپنی فوج کا یہ رنگ دیکھا تو قیدیوں کے قتل کردینے کا حکم دے دیا۔ اس حکم کے سنتے ہی تمام قیدی بآواز بلند کہنے لگے کہ اے ابن زبیر رضی اللہ عنہ آپ ہمیں قتل نہ کیجئے بلکہ جب آپ کی اہل شام سے جنگ ہو تو اپنے مقدمۃ الجیش پر آپ ہمیں متعین کردیجئے۔ کیونکہ خدا کی قسم جب اہل شام سے آپ کا مقابلہ ہوگا تو ہم جانتے ہیں کہ آپ کی اور آپ کے فوج والوں کی ایسی حالت نہیں کہ ہماری مدد کی اس وقت ضرورت نہ ہو اگر ہم مارے بھی جائیں گے تو انھیں اس قدر کمزور کردیں گے کہ آپ آسانی سے ان پر غلبہ حاصل کرلیں اگر ہم فتح مند ہوئے تو اس فتح کے فوائد سے آپ اور آپ کے ہمراہی متمتع ہوں گے۔

بجیر بن عبداللہ کا قتل:

مصعب نے ان کی ایک نہ سنی اور رائے عامہ کی پیروی کی۔ اس پر بجیر المسلی نے کہا کہ یہ میری ایک آرزو ہے اسے اب منظور کریں کہ میں ان دوسرے قیدیوں کے ساتھ نہ مارا جاؤں۔ کیونکہ میں نے انھیں حکم دیا تھا کہ تلواریں لے کر کھلے میدان میں آخری دم تک دشمن کا مقابلہ کرو اور عزت سے جان دو۔ مگر ان لوگوں نے میرے حکم کا اتباع نہیں کیا۔ چنانچہ بجیر سب سے پہلے قتل کیا گیا۔

مسافر بن سعید کی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے درخواست:

مسافر بن سعید بن نمران نے مصعب سے کہا کہ اے ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب تم خداوند عالم کے سامنے جاؤ گے تو اس کا کیا جواب دو گے کہ تم نے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کو جنھوں نے اپنی قسمت تمہارے سپرد کردی تھی اسے بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔ انصاف تو یہ ہے کہ مسلم کی جان ایک کے بدلے کے علاوہ نہ لی جائے۔ اس لیے جس قدر آدمی ہم نے تمہارے قتل کیے ہیں اتنے ہی تم ان کے عوض ہمارے قتل کر ڈالو مگر باقی جو بچیں انھیں تو رہا کر دینا چاہیے۔ ہم میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ہماری جنگ میں کبھی شریک نہیں ہوئے۔ یہ لوگ پہاڑی اور میدانی علاقے میں لگان وصول کرنے اور راستے کی حفاظت میں مشغول تھے مگر مصعب نے ان کی درخواست پر مطلقاً کان نہیں دھرا۔

مسافر بن سعید کا خاتمہ:

مسافر نے کہا کہ خدا اس جماعت کا برا کرے۔ باوجودیکہ میں نے ان سے کہا کہ رات کے وقت قلعے سے نکل چلو اور سڑکوں کے پہرداروں کو قتل کر کے اپنے قبائل میں مل جاؤ مگر انھوں نے میرا حکم نہ مانا مجھے مجبور کیا کہ اس انتہائی ذلت وخواری کی حالت کو قبول

کرو۔ انھوں نے ذلیل غلاموں کی موت کو باعزت موت پر ترجیح دی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے خون کو ان کے خون سے نہ ملائیں۔ چنانچہ انھیں اوروں سے پہلے ایک سمت لے جا کر قتل کر دیا۔

مختار ثقفی کی لاش کا انجام:

مصعب کے حکم سے مختار کے کف دست قطع کیے گئے اور مسجد کے پہلو میں کیلوں سے ٹھونک کر نصب کر دیئے گئے۔ ایک مرصے کے بعد حجاج ابن یوسف کی اس پر نظر پڑی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مختار کے کف دست ہیں اس پر اس نے حکم دیا کہ اتار دیئے جائیں۔

ابن الاشتر کو مصعب کی پیشکش:

مصعب نے اپنے عاملوں کو علاقہ کوہستانی اور میدانی کی طرف روانہ کر دیا۔ مصعب نے ابن الاشتر کو ایک خط لکھا جس میں انھیں دعوت دی گئی تم میری اطاعت کرلو۔ اور اگر تم میری دعوت کو قبول کر کے میری اطاعت منظور کرتے ہو تو شام کا ملک تمھیں دے دیا جائے گا۔ رسالے کے سردار بنا دیئے جاؤ گے اور مغرب الاقصیٰ کا وہ تمام علاقہ جس پر تم نے تسلط کرلیا ہے بدستور تمہارے ہی حیطہ اقتدار میں رہے گا۔ جب تک کہ خاندانِ زبیر رضی اللہ عنہ میں حکومت ہے۔

عبدالملک کی ابن الاشتر کو پیشکش:

دوسری جانب سے عبدالملک بن مروان نے بھی ابن الاشتر کو اسی مضمون کا ایک خط بھیجا اور لکھا کہ تم میری اطاعت قبول کرتے ہو تو تمام علاقہ عراق تمہارے قبضہ تصرف میں دے دیا جائے گا۔ ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کیا اور اس معاملہ میں ان کا مشورہ طلب کیا۔ بعض لوگوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنے کا مشورہ دیا۔ بعضوں نے عبدالملک کے حق میں رائے دی۔

ابن الاشتر کا فیصلہ:

ابن الاشتر نے کہا کہ اگر عبیداللہ بن زیاد اور اہل شام کے دوسرے سرداروں کو میں نے قتل نہ کیا ہوتا تو میں عبدالملک کی دعوت قبول کر لیتا۔ علاوہ بریں میں اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ اپنے شہر یا قبیلے پر دوسرے کو ترجیح دوں۔ ابن الاشتر نے مصعب کی دعوت قبول کر لی۔ مصعب نے انھیں لکھا کہ میرے پاس آ ؤ۔ ابراہیم گئے اور حلف اطاعت بھی اٹھایا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا خط بنام ابن الاشتر:

مصعب نے جو خط ابراہیم کو لکھا تھا وہ حسبِ ذیل ہے:

''اللہ تعالیٰ نے جھوٹے دعویدار مختار کو اس کے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ ان کے طرفداروں کا بھی جن کا طرز عمل کفر کی حد تک پہنچ چکا تھا اور جادو سے شعبدہ بازیاں کرنے لگے تھے یہی حشر ہوا۔ اب میں تمھیں اللہ کی کتاب' اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم اس دعوت کو قبول کرو' تو میرے پاس آ جاؤ۔ ملک جزیرہ اور تمام مغرب الاقصیٰ جب تک تم زندہ ہو اور حکومت خاندان زبیر رضی اللہ عنہ میں ہے تمہارے ہی زیر نگیں کر دیئے جائیں گے۔ اس وعدے کے ایفاء کے لیے ہم خدا سے عہد کرتے ہیں۔ یہ عہد ان معاہدات سے جو خدا نے نبیوں سے لیا تھا زیادہ مؤثر ہے''۔ والسلام

ابن الاشتر کے نام عبدالملک کا خط :

اسی طرح عبدالملک بن مروان نے جو خط ابراہیم کو بھیجا تھا۔ وہ بھی حسب ذیل ہے :

حمد وصلوات کے بعد تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آل زبیر رضی اللہ عنہ نے ائمہ ہاوبین کے خلاف بغاوت برپا کی اور مستحقین حکومت سے اقتدار سلب کر لیا۔ کعبۃ اللہ میں خلاف شرع کارروائیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر قابو پا کر سخت ذلت وعذاب میں مبتلاء کرنے والا ہے میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر میری دعوت تم نے قبول کر لی تو جب تک میں اور تم زندہ ہیں عراق کی عنان حکومت تمہارے سپرد کر دی جائے گی۔ تمہیں یہ حق ہو گا کہ مجھ سے یہ وعدہ بطور اپنے حق کے ایفاء کراؤ۔ میں اللہ کے سامنے بھی یہی عہد کرتا ہوں۔

ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے یہ خط سنایا اور پوچھا کہ مجھے کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے کسی نے عبدالملک کے حق میں اور کسی نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں رائے دی۔ اس پر ابراہیم بولے کہ میری ذاتی رائے بھی یہی ہے کہ اہل شام کا اتباع کروں مگر یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے شام میں جس قدر قبائل سکونت پذیر ہیں ان میں کوئی بھی تو ایسا نہیں کہ جسے میرے ہاتھ سے گزند نہ پہنچی ہو اور اس کا خون بہا میرے ذمہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ میں اپنے شہر اور قبیلے کو کسی حالت میں چھوڑ نا نہیں چاہتا۔ ابراہیم نے مصعب کی طرف رُخ کیا۔ جب مصعب کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے مہلب کو اپنے مستقر پر بھیج دیا۔ یہ اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب مہلب دریائے فرات پر آ کر خیمہ زن ہوا۔

عمرۃ زوجہ مختار ثقفی کا قتل :

مصعب نے ام ثابت بنت سمرۃ بن جندب اور عمرۃ بنت النعمان بن بشیر الانصاری رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے بلایا۔ یہ دونوں مختار کی بیویاں تھیں۔ ان سے پوچھا کہ مختار کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ام ثابت نے جواب دیا کہ جس معاملے میں ہم سے رائے لی جارہی ہے اس کے متعلق ہمارے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ آپ کی رائے کی تائید کریں۔ یہ سن کر مصعب نے اسے رہائی دے دی۔ مگر عمرۃ نے کہا کہ مختار خدا کے نیک بندوں میں سے تھے اللہ تعالیٰ رحم وکرم ان کے شامل حال کرے۔ اس جواب پر مصعب نے اسے جیل خانہ بھیج دیا۔ اور ان کے معاملے میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ یہ عورت اس بات کی مدعی ہے کہ مختار ایک نبی تھے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں حکم دیا کہ انھیں جیل خانے سے نکال کر قتل کر ڈالو۔ چنانچہ رات گئے ان کو حیرہ اور کوفے کے درمیان لائے۔ مطر نے تلوار کے تین ہاتھ ان کے رسید کیے۔ یہ شخص بنی قفل متعلقہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کا شاگرد پیشہ تھا اور پولیس کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ عمرۃ نے اپنے قبیلے عزیزوں اور باپ وغیرہ کو مدد کے لیے حسب دستور عرب پکارا۔ ابان بن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے یہ فریاد سنی فوراً مطر کی طرف جھپٹا اور ایک تھپڑ اس کے رسید کیا اور کہا حرامزادے تو نے اسے قتل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے دستِ راست کو قطع کر دے گا۔ مطر نے ابان کو پکڑ لیا اور اسے مصعب کے پاس لایا۔ ابان نے کہا کہ میری ماں مسلمان تھیں۔ بنی قفل اس پر شاہد ہیں مگر کسی شخص نے اس کے بیان کی تصدیق نہیں کی مصعب نے حکم دیا کہ اس شخص کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس نے ایک ایسا واقعہ جانکاہ دیکھا تھا جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مصعب کو سرزنش:

مصعب کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ مصعب نے انھیں سلام کیا اور کہا کہ میں آپ کا بھتیجا مصعب ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جی ہاں! آپ ہی نے سات ہزار مسلمانوں کو ایک دن میں قتل کیا جب تک جیتے ہو جیو۔ مصعب کہنے لگے کہ وہ سب کے سب کافر اور جادوگر تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ اگر اپنے باپ کی میراث میں سے بھی تم نے اس قدر بھیڑ بکریاں ذبح کی ہوتیں تو یہ بھی اسراف میں داخل ہوتا۔

سوید بن غفلہ:

سوید بن غفلہ علاقہ نجف میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے پیچھے سے اپنی کمر کے سہارے کی لکڑی سے ان کے ہولا دیا۔ انھوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس شخص نے کہا کہ بتاؤ شیخ کے متعلق کیا رائے ہے۔ سوید نے دریافت کیا کہ کون سے شیخ کے متعلق دریافت کرتے ہو۔ اس نے کہا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ سوید کہنے لگے میں اس امر پر گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کان، آنکھ، زبان اور دل سے محبوب رکھتا ہوں۔ دوسرا شخص بولا تم گواہ رہو کہ انھیں اپنی آنکھ، کان، دل اور زبان سے ناپسند کرتا ہوں۔ یہ دونوں چلتے چلتے کوفے آئے اور علیحدہ ہو گئے۔ اس واقعہ کو کئی سال یا ایک عرصہ گزر گیا۔ سوید ایک روز مسجد اعظم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص عمامہ باندھے مسجد میں آیا اور ایک شخص کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے ہمدانیوں پر اس کی نظر پڑی۔ ان لوگوں کی داڑھیاں تمام جماعت میں بہت ہی کترا واں اور تھوڑی تھوڑی تھیں۔ یہ اجنبی انھیں ہمدانیوں میں آ کر بیٹھ گیا۔ سوید بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے۔ لوگوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے پاس سے آیا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا: کیا لائے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ موقع اس کے اظہار کا نہیں ہے۔ کل فلاں مقام پر آؤ تو بتاؤں۔

مختار بن ابی عبید ثقفی کے نام خط:

دوسرے روز سعید بھی اور لوگوں کے ساتھ اس کے پاس پہنچے اس شخص نے ایک خط نکالا۔ جس کے نیچے سیسے سے مہر ثبت تھی۔ ایک لڑکے کو یہ خط دیا اور کہا کہ اسے پڑھو۔ یہ شخص خود جاہل تھا پڑھنا نہیں جانتا تھا۔ لڑکے نے خط پڑھا۔ جس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط مختار بن ابی عبید کے لیے وصی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے اس کے بعد اور باتیں تھیں جب یہ سنائی گئیں تو تمام جماعت زار و قطار رونے لگی۔ اس شخص نے لڑکے سے کہا ذرا ٹھہر جاؤ تا کہ یہ لوگ اپنی گریہ وزاری سے ذرا سنبھل جائیں۔ یہ حالت دیکھ کر سوید سے ضبط نہ ہو سکا۔ انھوں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ شخص مجھے نجف کے راستے میں ملا تھا اور یہ واقعہ میرے اور اس کے درمیان پیش آیا تھا۔ لوگوں نے ان کے بیان کو کچھ اچھا نہ سمجھا اور کہنے لگے کہ اس شخص کے اس بیان سے تمہارا انکار کرنا ضرور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہمارے خیالات کو دوسری طرف متوجہ کرنا اور اس صحائف آسمانی پھاڑنے والے ذلیل و کمین شخص کی حمایت پر آمادہ کرنا چاہتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے:

اس پر سوید نے ہمدانیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں ہرگز تم سے کوئی ایسی بات بیان نہیں کروں گا جسے خود میرے کانوں نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہ سنا ہو یا جسے میرے دل نے یاد نہ رکھا ہو۔ میں نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو صحائف کا پھاڑنے والا مت کہو۔ خدا کی قسم! انھوں نے جو کچھ کیا ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے سے کیا ہے۔ اگر یہ کام میرے سپرد کیا جاتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔ ہمدانی کہنے لگے کہ کیا خود تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے۔ سوید نے جواب دیا کہ بے شک میں نے یہ خود انھیں سے سنا ہے۔

اب لوگ اس شخص کے پاس سے دور ہو گئے۔ اس پر اس شخص نے غلاموں کا رخ کیا اور ان سے طالب اعانت ہوا۔ اور خیر پھر جو کچھ اس نے کیا کیا۔

واقدی کی روایت:

مختار کے متعلق واقدی کا بیان اس بیان سے ذرا مختلف ہے۔ واقدی کہتا ہے کہ مختار نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ مخالفت کا اظہار اس وقت کیا ہے جب کہ مصعب بصرہ آ چکے تھے۔ مصعب مختار کی طرف بڑھے اور جب اس کا علم مختار کو ہوا تو اس نے احمر شمیط البجلی کو مصعب کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا اور حکم دیا کہ مقام مذار پر مصعب کی فوج سے لڑو۔ اس لیے واقدی کے نزدیک یہ فتح مقام مذار پر ہوئی۔

مختار کے اس حکم دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے کہا گیا تھا کہ مقام مذار پر بنی ثقیف کے ایک شخص کو عظیم الشان فتح حاصل ہوگی۔ اس سے مختار یہ سمجھا کہ یہ پیش گوئی میرے لیے کی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا اشارہ حجاج بن یوسف کی طرف تھا۔ جب وہ عبدالرحمٰن بن الاشعث سے اسی مقام پر بعد اس کے لڑا ہے۔

مقدمۃ الجیش کے سردار عباد الحبطی:

مصعب نے عباد الحبطی اپنے مقدمۃ الجیش کے سردار کو حکم دیا کہ تم مختار کی فوج کی طرف جاؤ۔ عباد آگے بڑھا۔ اس کے ہمراہ عبیداللہ بن علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مصعب دریائے فرات کے کنارے نہر البصر یین ٹھہر گئے۔ اس مقام پر ایک نہر کھودی گئی۔ اس وجہ سے اس کا نام نہر البصر یین رکھا گیا۔ مختار بیس ہزار فوج کے ساتھ مصعب کے مقابل صف آرا ہو گیا۔ دوسری جانب مصعب مع اپنے ہمراہیوں کے آگے بڑھے۔ مختار شام ہونے تک اپنے مدمقابل کی طرح فوج کی ترتیب میں رہا جب رات ہو گئی اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جب تک ''یا محمد'' کوئی منادی با آواز بلند نہ پکارے کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور جس وقت یہ لفظ تم سنو فوراً دشمن پر حملہ کر دینا۔ یہ حکم سن کر مختار کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ خدا کی قسم مختار محض جھوٹا شخص ہے یہ شخص مع اپنے ہمراہیوں کے چپکے سے مصعب کی جماعت میں جا ملا۔

مختار ثقفی کے نقیب کی صدا:

جب چاندنی اچھی طرح پھیل گئی مختار نے ایک نقیب کو حکم دیا کہ ''یا محمد'' بآنگ دہل پکارو۔ اس آواز کو سنتے ہی مختار کی فوج مصعب کی فوج پر ٹوٹ پڑی۔ انھیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ یہاں تک کہ خود مصعب کو اپنے فوجی قیام گاہ تک ہٹنا پڑا۔ تمام شب اسی طرح جنگ ہوتی رہی۔ مختار نے اپنے آپ کو تنہا پایا۔ اس کے ہمراہی مصعب کی فوج میں خلط ملط ہو گئے تھے۔ مختار شکست کھا کر پیچھے ہٹا اور کوفہ کے قصر میں چلا آیا۔ صبح کو مختار کے ساتھی جب واپس آئے تو بہت دیر تک کھڑے رہے۔ جب دیکھا کہ مختار نہیں ہے تو

انھوں نے خیال کیا کہ مارا گیا۔ پھر کیا تھا جس سے بھاگا جا سکا وہ بھاگ گئے اور کوفہ کے مکانوں میں چھپ گئے آٹھ ہزار نے کوفہ کے قصر کا رُخ کیا۔ کوئی دشمن مقابلے کے لیے نہیں تھا۔ مختار پہلے سے قصر میں داخل ہو چکا تھا یہ لوگ بھی ان کے ہمراہ قصر بند ہو گئے۔ اس رات کی جنگ میں مختار پہلے سے قصر میں داخل ہو چکا تھا یہ لوگ بھی ان کے ہمراہ قصر بند ہو گئے۔ اس رات کی جنگ میں مختار کی فوج نے مصعب کی فوج میں بہت سے لوگوں کو قتل کیا تھا۔ محمد بن الاشعث بھی اسی رات مارے گئے۔ صبح کے وقت مصعب بھی آگے بڑھے اور قصر کا محاصرہ کر لیا۔ چار ماہ تک محاصرہ قائم رہا۔ اس دوران میں مختار روزانہ قصر سے نکل کر کوفہ کے بڑے بازار کی ایک سمت میں مصعب کی فوج سے لڑتا مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکتا یہاں تک کہ مختار میدان جنگ میں کام آ گیا۔ محمد بن الاشعث بھی اسی رات۔

محصورین سے غیر مشروط حوالگی کا مطالبہ:

جب مختار مارا گیا تو قصر کے دوسرے محصورین نے مصعب سے امان طلب کی۔ مصعب نے امان دینے سے انکار کیا اور کہا کہ بغیر کسی شرط کے خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ جب ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو مصعب نے تقریباً سات سو عرب اور بقیہ جس قدر اہل عجم تھے سب کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

پہلے مصعب کا یہ ارادہ ہوا کہ عربوں کو چھوڑ دیں اور صرف عجمیوں کو قتل کر ڈالیں۔ مگر ان کے مصاحبین نے اس طرز عمل سے روکا اور کہا کہ اگر آپ عربوں کو چھوڑ دیں گے اور صرف عجمیوں کو قتل کر ڈالیں گے حالانکہ مذہب تو سب کا ایک ہی ہے۔ آپ فتح حاصل نہیں کر سکیں گے۔ خیر پھر مصعب نے یہی کیا کہ عربوں کو سب سے پہلے قتل کر ڈالا۔

ان محصورین کے متعلق مصعب نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن الاشعث اور محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس اور ایسے ہی دوسرے لوگوں نے جن کے عزیز و اقارب مختار کے ہاتھوں مارے گئے تھے کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہیے۔

عبیداللہ بن الحر کی تجویز:

اس تجویز کو سن کر بنی ضبہ بہت گھبرائے اور کہا کہ منذر بن حسان کی جان بخشی کی جائے۔ عبیداللہ بن احر نے کہا کہ اے امیر جتنے قیدی آپ کے قبضے میں ہیں ان سب کو ان کے خاندان والوں کے سپرد کر دیجیے۔ اس طرح آپ ان خاندان پر ان کی جان بخشی کر کے احسان کریں گے۔ اگر انھوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو ہم نے بھی انھیں قتل کیا ہے۔ پھر جب ہماری سرحد پر جنگ ہوگی تو ہمیں ان کے نہ ہونے سے ضرر پہنچے گا۔ ان قیدیوں میں جو غلام ہیں انہیں ان کے آقاؤں کے سپرد کر دینا چاہیے۔ تاکہ یہ ہمارے بعد ہمارے یتیم بچوں، بیواؤں اور بوڑھے اعزا کا کام کاج کریں۔ البتہ یہ آزاد غلام جس قدر ہیں انھیں قتل کر ڈالیے۔ کیونکہ یہ سخت ناشکرے اور مغرور ہیں۔

مصعب ہنسے اور احنف سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ احنف نے کہا کہ زیاد نے مجھ سے اسی قسم کی خواہش کی تھی۔ مگر میں نے نہ مانا۔ آپ سب کو بلا لحاظ قتل کر ڈالیے۔ چنانچہ مصعب نے حکم دے دیا کہ تمام قیدی قتل کر ڈالے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور چھ ہزار نفوس اس جوش انتقام کی نذر ہو گئے۔

مہلب کی روانگی:

مختار بتاریخ ۱۴/ رمضان المبارک ۶۷ھ بعمر ۶۷ سال قتل کیا گیا۔ اب مصعب مختار کے قضیے سے فارغ ہو گئے اور ابراہیم

بن الاشتر بھی ان کا طرف دار بن گیا اور خود کوفہ میں اقامت پذیر رہے اور موصل' جزیرۂ آذر بائیجان اور آرمینیا کی طرف مہلب بن ابی صفرہ کو روانہ کیا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی معزولی:

اسی ۶۷ھ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی مصعب کو بصرہ کی امارت سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ اپنے بیٹے حمزہ کو گورنر بنا کر بھیجا۔ مصعب کیوں اور کس طرح معزول ہوئے اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ ایک بیان تو اس کے متعلق یہ ہے کہ مصعب بصرے کے گورنر تھے۔ جب مختار کے مقابلے کے لیے میدان جنگ کی طرف چلے تو بصرہ پر عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ مختار کے قتل کے بعد مصعب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے نہ صرف انھیں اپنے عہدے سے برطرف کر دیا بلکہ اپنے پاس نظر بند بھی کر لیا۔ اور یہ عذر پیش کیا کہ باوجود یکہ میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ تم حمزہ سے کہیں زیادہ عہدۂ گورنری کے مستحق اور اہل ہو مگر میرے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مثال موجود ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو برطرف کر دیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کر دیا۔

حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا امارت بصرہ پر تقرر:

حمزہ بصرہ کے گورنر بنا کر بھیج دیئے گئے۔ یہ اگرچہ بڑے سخی تھے مگر مزاج میں استقلال نہ تھا۔ ان کی سخاوت بعض مرتبہ حد سے تجاوز کر جاتی کہ جو چیز ان کے پاس ہوتی سب دے ڈالتے اور دوسری دفعہ اس قدر بخل کرنے لگتے کہ اس کی نظیر نہ ملتی۔ بصرہ میں ان سے بعض خفیف اور سبک حرکتیں ظاہر ہوئیں ایک روز حمزہ بصرہ کے تالاب پر گئے اور کہنے لگے کہ اگر لوگ احتیاط کریں تو اس کا پانی گرمیوں میں بھی باقی رہے اور لوگوں کے کام آئے کچھ عرصے کے بعد پھر تالاب کی طرف سوار ہو کر گئے۔ تالاب کے پانی کو گھٹا ہوا دیکھ کر کہنے لگے کہ پہلے ایک دن میں نے اسے دیکھا تھا تو کہہ دیا تھا کہ ہرگز کافی نہیں ہوسکتا۔ اس پر احنف نے کہا کہ اس کا پانی اسی طرح پہلے بڑھ جاتا ہے اور پھر خشک ہو جاتا ہے۔

حمزہ کی نااہلی:

ایک روز حمزہ اہواز گئے۔ اس کا پہاڑ دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ مکہ کے کوہ قعیقعان کے مشابہ ہے۔ اس بنا پر اس کا بھی نام قعیقعان رکھ دیا گیا۔

حمزہ نے مروان شاہ کو اپنے وکیل کے ذریعے خراج ادا کرنے کا حکم دیا۔ مروان شاہ نے اس میں کچھ تساہل کیا۔ حمزہ نے اسے تلوار کے ایک ہی ہاتھ میں قتل کر ڈالا۔ اس پر احنف نے کہا کہ امیر کی تلوار کس قدر تیز ہے۔

حمزہ نے بصرہ میں بہت بدنظمی پیدا کر دی اور جو کچھ بدعنوانیاں اس سے سرزد ہوئیں وہ ہوئیں۔ انھوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ بلکہ عبدالعزیز بن بشر کے قتل کرنے کا ارادہ کیا احنف نے اس واقعے کی ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو اطلاع کی اور یہ بھی درخواست کی کہ مصعب پھر اپنے سابق عہدہ پر فائز کر دیئے جائیں۔

یہ حمزہ وہی ہیں جنہوں نے عبداللہ ابن عمیر اللیثی کو بحرین میں خارجیوں کے مقابلہ پر جنگ کرنے کے لیے متعین کیا تھا۔

حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی معزولی:

جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حمزہ کو موقوف کر دیا تو یہ بصرہ کے خزانے سے بہت سارو پیہ لے کر چلے۔ مالک بن مسمع نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ تم ہماری تنخواہوں کی رقم بھی لیے جا رہے ہو۔ اس طرح ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے۔ جب عبیداللہ بن عبید بن معمر نے ادائی روزینہ کی ضمانت کی۔ مالک خاموش رہے۔ اور حمزہ اس روپیہ کو لے کر اپنے باپ کے پاس بھی نہیں گئے۔ مدینہ پہنچ کر اس روپیہ کو کئی شخصوں کے پاس بطور امانت رکھوا دیا اور سب لوگ اس روپیہ کو لے کر چلتے ہوئے۔ البتہ ایک یہودی نے ان کی امانت واپس کر دی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ان واقعات کا علم ہوا تو انھوں نے کہا کہ خدا اسے دور کرے میں چاہتا تھا کہ حمزہ کی وجہ سے میں بنی مروان پر فخر کروں گا۔ مگر وہ ہی نکما نکلا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بحالی:

مصعب کی موقوفی اور بحالی کے اسباب اور واقعات واقدی نے جو بیان کیے ہیں وہ اس بیان سے قدرے مختلف ہیں ان کے بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ جب مصعب نے کوفہ پر فتح پائی تو ایک سال کوفہ میں مقیم رہے۔ کیونکہ بصرے سے انھیں موقوف کر کے اپنے بیٹے حمزہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ ایک سال اس طرح گزارنے کے بعد مصعب اپنے بھائیوں کے پاس مکہ میں آئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں پھر بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مختار کی جنگ سے فراغت پانے کے بعد مصعب کوفہ پر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو حاکم مقرر کر کے خود بصرہ چلے آئے تھے۔ ایک بیان یہ ہے کہ مختار کے قتل کے بعد کوفہ اور بصرہ دونوں مصعب ہی کی زیر نگرانی رہے۔

امیر حج حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ و عمال:

اس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ مصعب اس وقت ان کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ اگرچہ اس امر میں اختلاف ہے کہ اس وقت بصرہ پر کون حاکم تھا۔

اس وقت کوفہ کے قاضی عبداللہ بن عتبہ بن مسعود تھے۔ ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے قاضی تھے۔ عبدالملک بن مروان شام کے مالک تھے اور عبداللہ بن خازم السلمی خراسان کے گورنر تھے۔

۶۸ھ کے واقعات

3

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بصرہ میں آمد:

اسی سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مصعب کو دوبارہ عراق کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا۔ برطرفی کے بعد ان کی بحالی کے واقعات واسباب کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ مصعب جب دوبارہ عراق کے گورنر مقرر ہوئے تو پہلے بصرہ آئے اور حارث بن ابی ربیعہ کو کوفہ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ اسی سال میں خارجی فارس سے عراق واپس آئے۔ بڑھتے بڑھتے کوفہ تک پہنچ گئے اور مدائن میں داخل ہو گئے۔

معرکہ سابور:

اہواز میں مہلب کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد خارجی فارس' کرمان اور مضافات اصبہان میں مقیم تھے۔ جب مہلب موصل اور اس کے مضافات کے حاکم بنا کر بھیجے گئے تو ان کی جگہ مصعب نے عمر بن عبداللہ بن معمر کو فارس کا حاکم مقرر کیا۔ خارجیوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور زبیر بن الماحوز کی سرکردگی میں عمر بن عبیداللہ پر ٹوٹ پڑے۔ مقام سابور پر عمر بن عبیداللہ نے خارجیوں سے مقابلہ کیا اور ایک شدید جنگ کے بعد ایک نمایاں فتح حاصل کی۔ البتہ اس جنگ میں خارجیوں کے زیادہ لوگ قتل نہیں ہوئے اور وہ بہت باقاعدگی اور ترتیب سے پسپا ہو گئے۔ اس جنگ کے بعد انھیں اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا اور کوئی مزاحمت ان کی نہیں کی گئی۔

عمر بن عبیداللہ کا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام خط:

اس کے متعلق عمر بن عبیداللہ نے حسب ذیل خط مصعب کو لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حمد وثنا کے بعد میں امیر کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے خارجیوں کو (جو کہ دین سے نکل گئے ہیں اور اپنی غرض کے بندے ہیں) جا لیا اور دن کے وقت کچھ عرصے تک مسلمانوں نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی۔ ہم نے اللہ کی مدد سے ان کے چہروں اور پشتوں پر سخت ضربیں لگائیں اور انھیں بھگا دیا۔ کچھ ان میں سے مارے گئے اور باقی شکست کھا کر بھاگے۔ میں اس عریضے کو آپ کی خدمت میں گھوڑے پر بیٹھا ہوا لکھ رہا ہوں اور دشمن کے تعاقب میں چلا جا رہا ہوں اور مجھے توقع ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو انھیں اچھی طرح ان کے کیفر کردار کو پہنچا دوں گا''۔

پل طمستان پر خارجیوں سے معرکہ:

عمر بن عبیداللہ نے ان کا تعاقب جاری رکھا' مگر خارجی بچ کر نکل گئے اور اصطخر پہنچے۔ عمر بن عبیداللہ پھر ان کی جانب بڑھے۔ طمستان کے پل پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک شدید جنگ کے بعد جس میں عمر بن عبیداللہ کا بیٹا بھی کام آیا۔ عمر کو فتح نصیب ہوئی۔ خوارج نے طمستان کے پل کو توڑ ڈالا اور اصبہان اور کرمان کے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ یہاں انھوں نے اپنے

نقصانات کی تلافی کی۔ اور جب ان کی قوت وتعداد بڑھ گئی تو پھر فارس کی طرف آئے۔ عمر بن عبید اللہ بن معمر اس وقت بھی فارس کے گورنر تھے۔

خوارج کی روانگی اہواز:

اس مرتبہ خوارج نے اس راستے کو چھوڑ کر جو انھوں نے سابور پر حملہ کرنے کے وقت اختیار کیا تھا دوسرے راستے سے فارس کو طے کیا اور اس مرتبہ ارجان کی سمت چلے۔ عمر بن عبید اللہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ خوارج کا رخ اس وقت بالا بالا بصرے کی جانب ہے۔ انھیں یہ خوف پیدا ہوا کہ میرے اس طرز عمل کو مصعب کبھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ لہٰذا وہ نہایت سرعت سے ان کے پیچھے چلے۔ جب ارجان آئے تو انھیں معلوم ہوا کہ خوارج یہاں سے آگے بڑھ کر اہواز کی سمت جا رہے ہیں۔ دوسری طرف مصعب کو بھی ان کی روانگی کی اطلاع ہوئی۔ اور انھوں نے بڑے پل پر فوج کی صرف آرائی کی۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی عمر بن عبید اللہ سے خفگی:

مصعب نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ عمر بن عبید اللہ کو فارس کا گورنر مقرر کرنے سے مجھے کیا فائدہ ہوا۔ حالانکہ جو فوج میں نے ان کے ساتھ روانہ کی ہے اسے ماہ بماہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ ہر سال انھیں انعام واکرام ملتے رہتے ہیں بلکہ اس مقررہ سالیانہ کے علاوہ بھی میں انھیں دیتا رہتا ہوں اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ خوارج اس کے علاقے کو طے کر کے مجھ پر بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ اس کے لیے ان کے پاس کوئی معقول عذر نہیں ہوسکتا۔ میں نے مزید امدادی فوج بھی اس کے پاس بھیجی ہے اگر عمر بن عبید اللہ نے خوارج سے جنگ کی ہوتی اور ان کے مقابلے سے بھاگ گئے ہوتے تو بھی ان کے پاس میرے سامنے پیش کرنے کے لیے ایک عذر ہوتا۔ حالانکہ میدان سے بھاگنا نہ تو کوئی اچھا فعل ہے اور نہ بطور عذر کے قبول کیا جاسکتا ہے۔

خوارج کی اہواز میں آمد:

خوارج زبیر بن الماحوز کے ساتھ بڑھتے بڑھتے اہواز تک پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ جاسوسوں نے انھیں اطلاع دی کہ عمر بن عبید اللہ تمہارے پیچھے چلے آ رہے ہیں اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ بصرہ سے تمہارے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس خطرے کو محسوس کر کے زبیر بن الماحوز خطبے کے لیے کھڑا ہوا۔ حمد وثنا کے بعد زبیر بن الماحوز نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ دشمنوں کے درمیان واقع ہونا ہمارے لیے نہایت خطرناک ہے اس لیے ہمیں فوراً ایک طرف اپنے دشمن سے نپٹ لینا چاہیے۔

خوارج کا مدائن پر ظلم وستم:

زبیر بن الماحوز اپنی فوج کو لے کر چلا۔ علاقہ جوخی کو طے کرتا ہوا نہروانات پر آیا۔ اور یہاں سے دریائے دجلہ کے کنارے کنارے مدائن پر آ دھمکا۔ کردم بن مرثد بن نجبۃ الفزاری مدائن کا حاکم تھا۔ خوارج نے مدائن میں سخت غارت گری کی۔ بچوں' عورتوں اور مردوں کو قتل کر ڈالا۔ اور حاملہ عورتوں کے رحموں کو چیر ڈالا۔ کردم نے راہِ فرار اختیار کی۔

بنانۃ بنت یزید کا قتل:

خوارج ساباط میں آئے اور تمام لوگوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا انھوں نے ربیعہ ابن ناجد کی لونڈی کو جس کے بطن سے ان کا ایک لڑکا تھا قتل کر ڈالا۔ اسی طرح خارجیوں نے ابی یزید بن عاصم الازدی کی بیٹی بنانۃ کو بھی تہ تیغ کیا۔ یہ قرآن کی حافظ تھیں اور اپنے

زمانے میں سب سے زیادہ حسین عورت تھیں۔ جب خارجیوں نے تلوار سے ان پر حملہ کیا تو انھوں نے کہا کہ صد افسوس! کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ مردوں نے عورتوں کو قتل کیا ہو۔ تم انہیں قتل کر رہے ہو جو تم پر ہاتھ نہیں اٹھاتیں۔ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں کرتیں۔ اور خود اپنے کو بھی وہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں جن کی نشو ونما زیوروں میں ہوئی اور جھگڑوں سے ہمیشہ علیحدہ رہی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا اسے قتل کر ڈالو۔ اس میں سے ایک شخص نے کہا کیا ہی اچھا ہو کہ ان سب کو چھوڑ دو۔ اس پر دوسرے بولے اے خدا کے دشمن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حسن کا جادو تم پر چل گیا ہے تو کافر ہو گیا۔ یہ شخص ان لوگوں کے پاس سے ہٹ آیا اور جب انہیں یقین آ گیا کہ وہ چلا گیا ہے پھر حملہ کیا اور اس خاتون کو قتل کر ڈالا۔

خوارج کا عورتوں پر حملہ:

ریطہ بنت یزید کہنے لگیں کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا۔ تم عورتوں اور بچوں کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی قتل کر رہے ہو۔ ریطہ یہ کہہ کر ہٹ گئیں۔ خارجی ان پر ٹوٹ پڑے۔ رواع ایاس بن شریح کی بیٹی جوان کی اخیافی بھائی کی بیٹی تھی۔ سامنے آ گئیں۔ خارجیوں نے ان پر بھی حملہ کیا اور سر پر تلوار کا وار لگایا۔ تلوار کی دھار رواع کے سر پر پڑی اور یہ دونوں زمین پر گر پڑیں۔ ایاس بن شریح نے تھوڑی دیر خارجیوں کا مقابلہ کیا۔ مگر یہ بھی زیر کر لیے گئے۔ اور زمین پر گر پڑے خارجی انھیں مردہ سمجھ کر وہاں سے ہٹ گئے۔ رزین بن متوکل نامی ایک شخص قبیلہ بکر بن وائل کا اس جھڑپ میں زخمی ہوا۔ خارجی اس کے پاس سے ہٹ گئے۔ بنانہ بنت یزید اور ربیعہ ابن ناجد کی ام ولید تو جان بحق ہو گئیں۔ باقی اور جانبر ہو گئے۔ ایک نے دوسرے کو پانی پلایا۔ اپنے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ اور کرایہ کی سواریوں پر کوفہ چلے آئے۔

رواع بنت ایاس کا بیان:

رواع بنت ایاس نے کہا کہ میں نے اس شخص سے زیادہ کوئی بزدل آدمی نہیں دیکھا جو ہمارے ساتھ تھا اور اس کی بیٹی بھی اس کے ہمراہ تھی۔ جب ہم پر حملہ کیا گیا تو وہ ہمیں اور خود اپنی بیٹی کو ہمارے پاس چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی طرح میں نے اس شخص سے زیادہ بہادر نہیں دیکھا جو ہمارے ساتھ تھا۔ مگر ہم نہ اسے پہچانتے تھے اور نہ وہ ہمیں۔ مگر پھر بھی دشمن نے ہم پر حملہ کیا تو ہماری مدافعت میں لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ زمین پر زخمی ہو کر گر پڑا یہی رزین بن متوکل البکری تھا۔ اس واقعے کے بعد یہ اکثر ہم سے ملنے آتا تھا۔ اور دوستی رکھتا تھا۔ اس نے حجاج کے دورِ امارت میں انتقال کیا۔ تمام عربوں نے اس کی موت کا رنج کیا۔ یہ ایک نیک آدمی تھا۔

معرکہ کرخ:

مصعب نے ابوبکر بن مخنف کو استان عالی کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ جب حارث بن ابی ربیعہ آ گئے تو ابوبکر کو علیحدہ کر دیا۔ مگر ان کے بعد پھر دوسرے سال انھیں کو اس مقام کا حاکم مقرر کر دیا۔ جب خارجی مدائن پر چڑھ آئے انھوں نے اپنی ایک جماعت کو ابوبکر کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ صالح بن مخراق اس خوارج کی جماعت کا سردار تھا۔ مقام کرخ پر دونوں کی جنگ ہوئی۔ تھوڑی دیر جنگ ہونے کے بعد ایک دوسرے نے پا پیادہ دست بدست جنگ کے لیے آمادگی ظاہر کی چنانچہ ابوبکر اور دوسری طرف خارجی گھوڑوں سے اتر پڑے۔ ابوبکر یساران کا آزاد غلام عبدالرحمٰن بن ابی بعال اور ایک اور شخص انہیں کے قبیلے کا میدان جنگ میں کام آئے اور ان کے تمام دوسرے ساتھی شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔

حارث بن ابی ربیعہ کی خوارج پر فوج کشی:

جب خارجیوں کے حملہ کی اطلاع کوفے والوں کو ہوئی وہ حارث ابن ابی ربیعہ کے پاس آئے۔ واویلا مچائی۔ اور ان سے کہا کہ آپ جنگ کے لیے جائیں۔ کیونکہ یہ خوارج ہمارے دشمن ہیں جو ہم پر مسلط ہو گئے ہیں۔ یہ رحم کا نام بھی نہیں جانتے۔ حارث مقابلے کے لیے بڑھے مگر نہایت آہستہ آہستہ چلے۔ نخیلہ پہنچے۔ کئی روز تک اسی مقام پر قیام پذیر رہے۔ اس پر ابراہیم بن الاشتر کھڑے ہوئے حمد و ثنا کے بعد انھوں نے کہا کہ ہماری طرف ایسا دشمن بڑھا چلا آ رہا ہے جس میں رحم نہیں ہے۔ مرد و عورت اور بچوں کو قتل کر رہا ہے شاہراہوں کو خطرناک اور علاقے کو برباد کر رہا ہے اس لیے آپ ہمیں لے کر ان پر حملہ کیجیے۔ حارث نے پھر کوچ کا حکم دیا اور کچھ اور چل کر دیر عبدالرحمٰن پر ڈیرے ڈال دیئے۔ اس قیام کے دوران ہی میں شبث بن ربعی بھی آ ملے اور انھوں نے بھی ان سے وہی کہا جو ابن الاشتر پہلے کہہ چکے تھے مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ جب لوگوں نے محسوس کیا کہ یہ آگے بڑھنے میں جان بوجھ کر دیر لگا رہے ہیں تو ایک رجزیہ شعر میں طنزاً اس بات کو ظاہر کر دیا اور اس طرح انھیں مجبور کر دیا کہ اس مقام سے آگے بڑھیں۔ غرض کہ جہاں کہیں حارث قیام پذیر ہوتا تھا اس قدر دیر لگا تا کہ لوگ تنگ ہو جاتے اور اس خیمے کے گرد طنزیہ یہ جملہ کہتے۔ خدا خدا کر کے انیس روز میں صراۃ پہنچا۔ دشمن کی دیکھ بھال اور گرداوری کرنے والی جماعتیں پہلے ہی اس مقام تک پہنچ چکی تھیں۔ دشمن کے مخبروں نے انھیں خبر دی کہ ایک جماعت تمہارے مقابلے کے لیے آئی ہے انھوں نے اپنے اور مقابل فوج کے درمیان جو پل تھا اسے توڑ ڈالا۔

ام یزید کا قتل:

بنی سبیع کا ایک شخص سماک بن یزید نامی موضع جوبر میں سکونت پذیر تھا۔ یہ ذرا دیوانہ سا آدمی تھا۔ خارجی اس کے گاؤں میں آئے اسے اور اس کی بیٹی کو پکڑ لیا۔ اور اس کے سامنے اس کو قتل کر ڈالا ام یزید اس کا نام تھا اور اس نے خارجیوں سے کہا تھا کہ اے مسلمانو! میرا باپ دیوانہ ہے اسے قتل نہ کرو اور میں ابھی لڑکی ہوں۔ میں نے کبھی کوئی برا فعل نہیں کیا۔ نہ اپنے ہمسایہ کو کبھی اذیت پہنچائی' بلکہ بالا خانے پر بھی نہیں چڑھی۔ خارجی اسے سامنے لائے تا کہ قتل کر ڈالیں۔ اس نے پھر چلانا شروع کیا کہ بتاؤ تو سہی کہ میں نے کیا قصور کیا ہے؟ مگر خارجیوں نے ایک نہ سنی' تلواروں سے اس پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ وہ زمین پر مردہ یا بیہوش ہو کر گر پڑی اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

سماک بن یزید کا قتل:

سماک بن یزید خوارج کے ہاتھوں میں قید تھے۔ جب صراۃ پر خوارج نے حملہ کیا تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب ان کے مقابل حکومتِ وقت کی فوج صف بستہ ہوئی تو سماک نے اپنی حمایتی فوج کی کثرت تعداد کو دیکھ کر چلا چلا کر کہنا شروع کیا کہ ان خوارج خبیثوں کی تعداد بہت کم ہے تم دریا عبور کر کے ان پر ٹوٹ پڑو۔ اس پر خارجیوں نے اس فوج کے سامنے ہی ان کی گردن مار دی اور سولی پر لٹکا دیا۔

رات کے وقت اس فوج کے دو شخص دریا کے اس پار پہنچے اور سماک کے لاشے کو سولی سے اتار کر سپرد خاک کر دیا۔

ابراہیم بن الاشتر کا خوارج پر حملہ کرنے کا مشورہ:

ابراہیم بن الاشتر نے حارث سے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں فوج کے ساتھ دریا عبور کر کے ان کتوں تک پہنچوں

اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے سر کاٹ کر آپ کے سامنے لاتا ہوں ل اس پر شبث بن ربعی' اسماء بن خارجۃ' یزید بن الحارث' محمد بن الحارث اور محمد بن عمیر نے کہا کہ اللہ امیر کو نیک صلاح دے۔ بہتر ہے کہ آپ خارجیوں سے تعارض نہ کریں اور خود جارحانہ کارروائی نہ کریں۔ یہ لوگ ابراہیم سے حسد کرتے تھے' اس وجہ سے یہ رائے دی تھی۔

حارث بن ابی ربیعہ کا خطبہ:

خارجیوں کو صراۃ کے پل پہنچ کر معلوم ہوا کہ کوفے سے ایک فوج ان کے مقابلے کے لیے آئی ہے۔ انھوں نے فوراً پل توڑ ڈالا۔ حارث نے بھی اس فعل کو غنیمت سمجھا اور اپنی جگہ رُکا رہا۔ پھر بیٹھ کر خطبہ شروع کیا۔ حسبِ معمول حمد وثنا کے بعد کہا کہ جنگ کی ابتداء تیراندازی سے کرنا پھر نیزہ بازی اور آخر میں تلواریں سونت کر دشمن سے دودو ہاتھ کر لینا اور اس آخری مرحلے ہی میں وارانیارا ہو جاتا ہے۔

خوارج پر حملہ:

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا خدا امیر کو نیک صلاح دے۔ آپ نے بیان تو خوب کیا ہے مگر ہم اس پر اس وقت تک عمل نہیں کر سکتے جب تک کہ یہ دریا ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہے۔ ہمیں آپ حکم دیں کہ پھر پل بنائیں اس کے بعد آپ ہمیں لے کر دریا کہ عبور کر کے دشمن پر حملہ کر دیں پھر اللہ آپ کو ان کی وہ بری گت دکھائے گا جس کی آپ کو تمنا ہے۔ پل کی ساخت کا حکم دیا گیا۔ پل بنا اور فوج نے اسے عبور کر کے خوارج پر حملہ کیا۔ خارجی بھاگے' مدائن پہنچے مسلمان بھی ان کے تعاقب میں مدائن پہنچے۔ خارجیوں کے رسالے کا ایک دستہ مسلمانوں سے مقابلے کے لیے نکلا۔ اور پل کے قریب ایک معمولی سی جھڑپ ہوئی۔ خارجی مدائن سے پیچھے ہٹے۔

خوارج کی پسپائی:

حارث نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو چھ ہزار سوار دے کر ان کے تعاقب میں روانہ کیا تا کہ انھیں کوفے کے علاقے سے نکال دیں اور جب وہ بصرے کے علاقے میں داخل ہو جائیں ان کا تعاقب چھوڑ دیں۔ عبدالرحمٰن حسب الحکم ان کے تعاقب میں چلے اور جب خارجی کوفے کے علاقہ سے نکل کر اصبہان کی طرف چلے عبدالرحمٰن واپس چلے آئے نہ انھوں نے جنگ کی اور نہ کوئی جنگ ان خارجیوں کے درمیان اس تعاقب کے دوران میں ہوئی۔

خوارج کا اصبہان پر حملہ:

خوارجیوں نے چلتے چلتے عتاب بن ورقہ پر مقام جی[1] پر حملہ کر دیا اور محاصرہ کر لیا۔ عتاب نے قلعے سے نکل کر جنگ کی۔ مگر ان سے عہدہ برا نہ ہو سکے۔ خارجیوں نے عتاب کے ہمراہیوں پر شدید حملہ کر کے انھیں پھر شہر میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔ اصبہان اس زمانے میں اسماعیل بن طلحہ بن مصعب بن زبیر رضی اللہ کی جاگیر میں تھا۔ اور عتاب اس کے حاکم تھے۔ عتاب صبر وسکون سے خوارج کا مقابلہ کرتے رہے اور ہر روز شہر سے نکل کر دروازۂ شہر کے سامنے خوارج سے جنگ کرتے رہے اور فصیل پر سے تیر اور پتھروں کا منہ

---

[1] جی اصبہان سے دو میل کے فاصلے پر ایک قصبہ تھا جو ویران پڑا ہے اہل عجم اسے شہرستان بھی کہتے ہیں۔ (مترجم)

برساتے رہے۔

ابو ہریرہ بن شریح:

عتاب کی فوج میں حضر موت کا رہنے والا ایک شخص ابو ہریرہ بن شریح نامی تھا۔ یہ بھی عتاب کے ہمراہ شہر سے نکل کر خارجیوں سے نبرد آزمائی کرتا تھا۔ اور نہایت بہادر شخص تھا۔ جب حملہ کرتا تو رجز کے اشعار پڑھتا۔ جن میں خوارج پر طنز ہوتا۔ عرصہ تک اس کا یہی طریقہ رہا۔ آخرکار ایک خارجی جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ عبیدہ ہلال تھا کمین گاہ میں چھپ کر اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ ابو ہریرہ حسب عادت رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں نکلا۔ عبیدہ بن ہلال نے کمین گاہ سے جست کر کے اس کے مونڈھے پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ زمین پر آ رہا۔ ابو ہریرہ کے ساتھی دوڑ پڑے اور انھیں اپنی فرودگاہ میں اٹھا لائے۔ ان کا علاج کیا گیا۔ اس کے بعد خارجی طنزاً چلا چلا کر کہنے لگے کہ اے اللہ کے دشمنو! اے دشمنانِ خدا ابو ہریرہ ہزار (بھونکنے والے) پر کیا گزری۔ اس پر عتاب کے ہمراہی جواب دیتے کہ اے دشمنانِ خدا ابو ہریرہ کے لیے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

ابو ہریرہ اور خوارج:

چنانچہ ابو ہریرہ تھوڑے ہی عرصہ میں شفایاب ہو کر پھر بدستور سابق خوارج پر حملہ آور ہونے لگا۔ اس مرتبہ خوارج نے کہنا شروع کیا کہ اے دشمن خدا! ہم تو یہ امید لگائے ہوئے تھے کہ عنقریب تجھے تیری ماں کے پاس بھیج دیں گے۔ ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ اے فاسقو! تم میری ماں کا کیوں ذکر کرتے ہو۔ خارجی کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں کا ذکر کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ بہت جلد اس کے پاس پہنچنے والا ہے ابو ہریرہ کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ افسوس تم سمجھے بھی کہ خارجی ماں سے کیا مراد لے رہے ہیں وہ جہنم کو ماں سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اب ابو ہریرہ ان کے فقرے کو سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ اے دشمنانِ خدا کس چیز نے تمھیں تمہاری ماں سے علیحدہ کر دیا ہے کہ اب تم اس سے منکر ہو؟ یاد رکھو کہ دوزخ ہی تمہاری ماں اور وہیں تمہاری بازگشت ہے۔

عتاب بن ورقہ کا محاصرہ:

محاصرے کو کئی مہینے گزر گئے۔ شہر کے جانور ہلاک ہو گئے۔ سامان خوراک ختم ہو گیا۔ محاصرہ کی تکلیف نہایت سخت ہو گئی۔ عتاب نے اپنے ہمراہیوں کو بلایا تا کہ تقریر کریں۔ حمد و ثنا کے بعد کہنے لگے کہ تم لوگ جانتے ہو جو تکلیف تمھیں اٹھانی پڑی ہے اب صرف یہی مرحلہ باقی ہے کہ اگر کوئی اپنے میں سے مر جائے تو اس کا بھائی آ کر اگر اس میں استطاعت ہے اسے سپرد خاک کر دے اور سزاوار یہ ہے کہ تم اس سے بھی زیادہ کمزور ہو جاؤ کہ اگر کوئی مرے تو اسے دفن کرنے والا یا نماز پڑھنے والا بھی نہ ملے۔ اللہ سے ڈرو تمہاری تعداد اتنی تھوڑی نہیں کہ جس کا اثر تمہارے دشمنوں پر نہ ہو۔ تم میں کوفے کے بڑے بڑے شہسوار ہیں اور ایسے لوگ ہیں جو اپنے قبائل اور خاندانوں میں سب سے زیادہ نیک و متقی ہیں۔ ہمارے ساتھ ان دشمنوں پر حملہ کرو اور جب تک تمہاری یہ حالت نہ ہو جائے کہ چلنے کی طاقت نہ رہے یا اس قدر ضعف نہ ہو جائے کہ اگر کوئی عورت بھی تم پر حملہ کرے تو تم اسے نہ روک سکو اس وقت تک تم میں قوت حیات موجود ہے ہر شخص کو چاہیے اپنی مدافعت کرے ثابت قدم رہے اور شجاعت دکھائے مجھے پوری توقع ہے کہ اگر تم بہادری سے لڑے تو ضرور اللہ تعالیٰ تمھیں ان پر فتح دے گا اور تمھیں غالب کرے گا۔ اس تقریر کو سن کر ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ امیر کی رائے صائب اور مناسب ہے آپ ہمیں لے کر دشمن پر حملہ کر دیجیے۔

عتاب کا خوارج پر حملہ:

رات کے وقت تمام لوگ امیر کے پاس جمع ہوئے۔ عتاب نے حکم دیا کہ تمام فوج والوں کے لیے بہت سا کھانا پکایا جائے۔ تمام فوج نے رات کا کھانا عتاب کے ساتھ کھایا اور صبح ہوتے ہی اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ خارجیوں پر انھیں کے کیمپ میں دھاوا کر دیا۔ خارجی اپنی جگہ بالکل بے خوف و خطر تھے۔ انھیں کبھی خیال بھی نہیں آتا تھا کہ محصور فوج خود ان کے کیمپ میں درانہ چلی آئے گی۔ عتاب کے ساتھیوں نے کیمپ کے ایک طرف سے حملہ کیا اور دشمنوں کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ وہ فرودگاہ کے دروازے سے ہٹ گئے۔ عتاب کے ہمراہی زبیر بن الماحوز تک پہنچ گئے۔ ابن ماحوز ایک جماعت کے ساتھ جنگ میں نبرد آزمائی کے لیے آیا' مگر کام آیا اپنے سردار کی موت کے بعد خارجی قطری کے پاس گئے ان کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی۔

خوارج کی پسپائی و مراجعت:

عتاب خارجیوں کے لشکرگاہ کو خوب اچھی لوٹ کر شہر میں واپس آ گئے قطری ان کے پیچھے پیچھے آیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ جنگ کرنا چاہتا ہے۔ اور زبیر ابن الماحوز کے فرودگاہ پر آ کر یہ بھی قیام پذیر ہو گیا۔ خارجی یہ کہتے ہیں قطری کے ایک مخبر نے اس سے کہا کہ میں نے عتاب کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر خارجی خچروں پر سوار ہوں۔ گھوڑیوں کو جلو میں لے جائیں۔ آج ایک جگہ قیام کریں اور کل دوسرے مقام پر ڈیرے ڈالیں تب زندہ رہ سکتے ہیں۔ جب قطری کو اس بات کا علم ہوا وہاں سے چل دیا اور عتاب کے ساتھیوں نے بھی ان کی مزاحمت نہیں کی۔ ابوزہیر عبسی جو عتاب کے ساتھ تھے کہتے ہیں کہ دوسرے دن ننگی تلواریں لے کر قطری کی طرف بڑھے۔ مگر خارجی اپنے فرودگاہ سے کوچ کر چکے تھے۔ اس موقعے کے بعد پھر کبھی ان سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔

خوارج کی اہواز میں آمد:

اس کے بعد قطری اطراف کرمان پہنچا۔ کچھ عرصہ دم لیا۔ ایک بڑی جماعت اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لی۔ غلے کی فصلیں ہضم کر ڈالیں۔ بہت سارو پیہ جمع کر لیا اور جب طاقت بڑھ گئی پھر مقابلے کے لیے سامنے آیا۔ اصبہان کا علاقہ طے کرتا ہوا ناشط کے درے سے ایذج آیا اور اہواز میں ٹھہر گیا۔ اس وقت حارث بن ابی ربیعہ مصعب کی طرف سے بصرے کے حاکم تھے۔ ان واقعات کی اطلاع حارث نے انھیں کی اور یہ بھی لکھا کہ مہلب ہی ان خارجیوں کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مصعب نے مہلب کو جو اس وقت موصل اور جزیرے کے والی تھے۔ حکم بھیجا کہ تم خوارج سے نبرد آزمائی کرو۔ اور مہلب کی جگہ ابراہیم بن الاشتر کو اس علاقے کی کارفرمائی کے لیے روانہ کیا۔

معرکہ سولاف:

مہلب بصرہ آئے اور منتخب بہادروں کو اپنے ہمرکاب لے کر خارجیوں کے مقابلے کو نکلے۔ مقام سولاف پر دونوں فوجوں میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ مسلسل آٹھ ماہ تک ایسی شدید جنگ ہوئی اور طرفین میں ایسا سخت رن پڑا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

شام میں قحط:

اسی ۶۸ ہجری میں شام میں شدید قحط پڑا۔ شدتِ قحط کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے اس سال کوئی جہاد نہیں ہو سکا۔ اسی سنہ میں عبدالملک بن مروان مقام بطنان حبیب واقع علاقہ قنسرین میں اپنی فوج کے ساتھ قیام پذیر رہا۔ جب بارش ہوئی

تو کیچڑ بہت زیادہ ہوئی۔ اسی وجہ سے اس کا نام بطنان الطین پڑ گیا۔ عبدالملک نے موسم سرما بھی اس مقام میں بسر کیا اور پھر وہاں سے دمشق کا رخ کیا۔

عبیداللہ بن الحر کے واقعات قتل:

نیز اسی سنہ میں عبیداللہ بن الحر بھی مقتول ہوا۔ یہ شخص باعتبار اپنی دانائی، علم و فضل، پابندی احکام شرعیہ اور اجتہاد کے اپنی قوم کے ممتاز افراد میں سے تھا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلقات خراب ہوئے تو اس نے کہا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھتا ہوں اور وہ اگرچہ اس دار فانی سے رحلت کر گئے ہیں۔ مگر میں ان کی امداد کروں گا۔

عبیداللہ بن الحر کی کارگذاری:

عبیداللہ بن الحر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقیم تھا۔ مالک بن مسمع بھی چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حامی تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچا ابن الحر برابر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ جنگ صفین میں بھی شریک ہوا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو کوفہ آیا۔ اپنے عزیزوں اور ان لوگوں سے ملا جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی تنازعہ کی وجہ سے ہر قسم کے نقصانات برداشت کرنا پڑے تھے۔ اور ان سے کہا کہ عزلت گزینی کسی کے لیے مفید نہیں۔ میں شام میں رہ چکا ہوں مگر وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کی یہ کیفیت ہے۔ اسی طرح کوفہ والوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کی برائی کی۔ ابن حر نے کہا اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ حکومت تمہارے ہاتھ میں آ جائے تو عذر لنگ چھوڑ کر اپنی سیادت اپنے ہاتھ میں لے لو۔ سب نے جواب دیا کہ ہم اس معاملے میں مشورہ کرنے کے لیے پھر ملیں گے اور اسی طریقہ کار کے اختیار کرنے کے لیے وہ آپس میں ساز باز بھی کرنے لگے۔

عبیداللہ بن الحر کی جماعت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے خلفشار کے زمانے میں شورش پھر نمودار ہوئی۔ ابن حر کہنے لگے کہ میں نہیں سمجھتا کہ قریش عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کریں گے کہاں ہیں شریف نجیب ماؤں کے بیٹے۔ وہ میرے پاس آئیں۔ چنانچہ تمام قبائل کے چھٹے ہوئے سرکش سات سو شہسوار ابن حر کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور سب نے استدعا کی کہ جدھر چاہیں ہمیں لے چلیں۔

جب عبیداللہ بن زیاد فرار ہو چکا۔ اور یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی انتقال کیا۔ ابن حر نے اپنے شہسواروں سے کہا کہ اب تمہارے لیے موقع ہے۔

عبیداللہ بن الحر کی مدائن میں آمد:

ابن حر اپنی جماعت کے ساتھ مدائن پہنچا اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو خراج علاقہ جبل سے سلطان کے لیے بھیجا جاتا ہے یہ راستے میں زبردستی چھین لیتا۔ اس میں سے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا روزینہ وصول کر لیتا۔ ابن حر نے اپنے ہمراہیوں سے یہ بھی کہا کہ اس مال میں ہمارے ان بھائیوں کا بھی حق ہے جو کوفے میں ہیں اور انھیں بھی دینا ضروری ہے مگر وہ لوگ کب ایسی باتوں پر کان دھرنے والے تھے۔ اس مال میں سے انھوں نے ایک سال کا پیشگی وظیفہ حاصل کر لیا۔ ابن حر نے وزیر مال کو اپنے اس طرز عمل کی

صفائی لکھ بھیجی۔

عبیداللہ بن الحر کی شاعری:

غرضیکہ عرصے تک ابن الحر اسی قسم کی غیر آئینی زندگی بسر کرتا رہا۔ مگر کسی شخص کی ذاتی دولت یا تاجروں سے کسی قسم کا تعارض نہیں کرتا تھا بلکہ عورتوں کی عصمت وعزت کا جس قدر وہ محافظ تھا۔ کوئی عرب اس کے مقابل میں نہ تھا۔ اسی طرح تمام دوسری منہیات اور مسکرات سے ہمیشہ پرہیز کرتا تھا۔ لوگوں میں اس کے متعلق جو برے خیالات پیدا ہوئے اس کی وجہ اس کی شاعری ہے اور بے شک وہ اپنے ہمعصروں میں بہترین شاعر تھا۔

ام سلمہ زوجہ ابن حر کی گرفتاری:

ابن حر کا یہی رویہ مختار کے برسر اقتدار ہونے تک قائم رہا۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ ابن الحر نے مفصلات میں اس قسم کی شورش مچا رکھی ہے تو اس کی بیوی ام سلمہ کو قید کر لیا۔ اور قسم کھا کر کہا کہ میں یا تو ابن حر کو قتل کروں گا یا اس کے اہل وعیال کو تہ تیغ کر دوں گا۔

عبیداللہ بن الحر کا کوفہ کے جیلخانہ پر حملہ:

ابن حر کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اپنے شہسواروں کے ساتھ رات کے وقت کوفے میں درآیا۔ جیل خانہ کا دروازہ توڑ ڈالا اور نہ صرف اپنی بیوی بلکہ جس قدر مرد اور عورتیں مقید تھیں سب کو آزاد کر دیا۔ مختار نے مقابلے کے لیے فوج روانہ کی۔ مگر یہ لڑتا بھڑتا کوفے سے صاف بچ کر نکل گیا۔ پھر اس نے مختار کے عاملوں اور طرفداروں کو سخت تنگ کرنا شروع کیا۔ ہمدانی مختار کے ساتھ ان کے مکان پر جھپٹ پڑے۔ اس کے مکان کو جلا کر خاک کر دیا اس کی تمام جائیداد کو جوجبہ اور بدۃ میں تھی لوٹ لیا۔ اس کے بدلے میں ابن حر ماہ کی طرف چلا۔ عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس اور ہمدانیوں کی جس قدر املاک وجاگیریں وہاں تھیں سب لوٹ لیں پھر سواد کے علاقہ میں آیا اور یہاں بھی جس قدر املاک ہمدانیوں کی تھی سب پر قبضہ کر لیا۔

ابن حر کی گرفتاری:

اسی طرح کبھی مدائن کا رخ کرتا اور جوخی کے عاملوں پر حملہ کر کے ان کے تمام مال ومتاع کو لوٹ لیتا اور کوہستانی علاقے کی طرف چلا جاتا تھا۔ اب وہ زمانہ آیا کہ مختار مارے گئے اور مصعب دوبارہ گورنر کوفہ مقرر ہو کر آئے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ ابن حر نے زیاد اور مختار دونوں کو تنگ کر رکھا تھا اور اب ہمیں پھر خوف ہے کہ وہ علاقہ سواد پر پھر سابق کی طرح تاخت وتاج کرے گا۔ اس لیے مصعب نے ابن الحر کو قید کر دیا۔

ابن الحر کی بنی مذحج سے سفارش کی درخواست:

ابن الحر نے بنی مذحج کے بعض لوگوں سے درخواست کی کہ وہ مصعب کے پاس جا کر اس کی سفارش کریں۔ بنی مذحج کے سربرآوردہ لوگوں سے قاصد کے ذریعے درخواست کی کہ آپ لوگ مصعب کے پاس جائیں اور میرے متعلق خود ان سے گفتگو کریں۔ کیونکہ مصعب نے مجھے بغیر کسی جرم کے محض لوگوں کی شکایت پر قید کر دیا ہے اور میری جانب سے ایسی باتوں کا خوف دلایا ہے کہ نہ میں نے ان کا ارتکاب کیا اور نہ میری یہ شان ہے کہ میں انھیں کروں۔ اس کے ساتھ اس نے بنی مذحج کے شہسواروں کو لکھا کہ تم زرہ

بکتر سے مسلح، ہتھیار سج کر تیار رہو۔ میں نے بعض لوگوں کو مصعب کے پاس بھیجا ہے تا کہ وہ میرے متعلق ان سے گفتگو کریں۔ اگر ان کی سعی سفارش بار آور ہو تو تم کسی سے تعارض نہ کرنا۔ اپنے ہتھیاروں کو معمولی لباس کے نیچے چھپائے رکھنا۔

عبیداللہ بن الحر کی رہائی:

چنانچہ بنی مذحج کے بعض لوگ اس غرض کے لیے مصعب کے پاس آئے ان کی سفارش کارگر ہوئی۔ مصعب نے ابن حر کو چھوڑ دیا۔ ابن حر نے اپنے ہمراہیوں سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر یہ جماعت اپنے مقصد میں ناکامیاب ہو کر واپس آئے تو تم لوگ فوراً مجلس پر حملہ کر دینا۔ میں اندر سے تمہاری مدد کروں گا۔ جب ابن حر جیل سے نکلا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اب ہتھیاروں کو ظاہر کر دو۔ سب نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ بغیر کسی تعارض کے ابن حر اپنے گھر واپس آ گیا۔

ابن حر کی رہائی پر مصعب کی پشیمانی:

مصعب ابن حر کے رہا کر دینے پر نادم ہوئے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اس نے مخالفت شروع کر دی۔ لوگ اسے مبارکباد دینے آئے۔ کہنے لگا کہ حکومت صرف خلفائے ماقبین کو زیبا تھی۔ آج کے لوگوں میں کسی کو بھی ان کے مماثل نہیں پاتا کہ اس کے ہاتھ میں ہم اپنی عنان حکومت تفویض کر دیں۔ یا خیر خواہی سے پیش آئیں۔ اس وقت محض غاصبوں نے تسلط کر لیا ہے۔ اس لیے ہم کیوں ان کی بیعت کے طوق سے اپنی گردنوں کو ذلیل و رسوا کریں۔ میدان جنگ میں وہ ہم سے دلیر نہیں اور نہ کسی سخت مشکل کے وقت میں وہ ہم سے زیادہ سودمند ہیں علاوہ بریں خود رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ فرمایا ہے کہ جو کوئی برے کام کرے تم اس کی اطاعت نہ کرو۔ خلفائے اربعہ کے بعد نہ ہم نے کسی امام صالح کو دیکھا اور نہ کسی وزیر کو جو متقی ہو۔ سب کے سب اللہ کی نافرمانی اور خلاف منشاء خداوندی کرنے پر آمادہ ہیں۔ دنیا کی محبت ان پر غالب ہے آخرت کا کچھ خیال نہیں ہماری عزتوں پر حملہ کرنا ان کے لیے کس طرح جائز ہے۔ ہم وہ مجاہد ہیں جنہوں نے نخیلہ قادسیہ، جلولاء اور نہاوند کے معرکے سر کیے۔ ہم نیزوں کے لیے اپنے سینے اور تلواروں کے لیے اپنی پیشانیاں پیش کر دیتے ہیں۔ مگر باوجود ان تمام خدمات وحقوق کے نہ ہمارا کوئی حق سمجھا جاتا ہے نہ افضلیت۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ تم اپنی عزت وحمیت کی حفاظت کے لیے تلوار نیام سے نکال لو۔ اب جس کی بھی حکومت ہوگی اس میں تمہارے حقوق سب پر افضل ہوں گے۔ میں نے تو اب مخالفت اور جنگ کا کھلم کھلا اظہار کر دیا ہے اور اللہ ہی میں تمام قدرتیں ہیں۔

مصعب کی ابن حر کو پیشکش:

ابن حر نے اپنے ہمراہیوں کی مدد سے جنگ اور لوٹ مار شروع کر دی۔ مصعب نے سیف بن ہانی المرادی کو اس کے پاس بھیجا سیف نے ابن حر سے کہا کہ اگر تم مصعب کی بیعت کر لو اور ان کی اطاعت قبول کر لو تو بادوریا کا خراج تمہیں دیا جایا کرے گا۔ ابن حر نے جواب دیا کہ کیا اب بادوریا اور دوسرے مقامات کا خراج میرے قبضہ قدرت میں نہیں ہے۔ نہ میں کچھ قبول کروں گا اور نہ کسی بات میں ان پر اعتماد کروں گا۔ مگر اے جوان میں تمہیں ایک عاقل آدمی سمجھتا ہوں (سیف اس وقت بالکل نوجوان تھا) اگر تم میری اتباع کرنے پر آمادہ ہو تو میں تمہیں دولت مند بنا دوں گا۔ سیف نے اس خواہش کو رد کر دیا۔ مصعب نے ابرد بن قرۃ الریاحی کو ابن حر کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ ابن حر نے اسے شکست دی اور اس کے چہرے پر ایک زخم بھی لگا یا۔

حریث بن زید اور ابن حر کا مقابلہ:

اس کے بعد مصعب نے حریث بن زید (بایزید) کو مقابلے میں بھیجا۔ ان دونوں میں تنہا جنگ ہوئی۔ ابن حر نے حریث کو قتل کر ڈالا۔ پھر مصعب نے حجاج بن جاریۃ الخثعمی اور مسلم بن عمرو کو مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ نہر صرصر پر طرفین میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ ابن حر نے دونوں کو شکست دی۔

ابن حر اور یونس بن ہاعان کا مقابلہ:

اب مصعب نے ایک وفد ابن حر کے پاس بھیجا۔ اس نے ابن حر کو دعوت دی کہ تم کو امان عطا کی جائے گی۔ تمہاری عزت کی جائے گی اور جس علاقہ کی حکومت چاہو تمہارے سپرد کر دی جائے گی مگر اس نے قبول نہ کیا۔ اور مقام نرسی میں آیا یہاں تک کہ زمیندار مسمی طیز جشنس مقام فلوجہ کے خراج کا روپیہ لے کر بھاگ گیا۔ ابن حر اس کے تعاقب میں چلا۔ زمیندار عین التمر پہنچا۔ بسطام بن مصقلہ بن ہبیرۃ الشیبانی اس جگہ حاکم تھے ان کے پاس پناہ لی۔ بسطام اپنی فوج کے ساتھ جو ایک سو پچاس سواروں پر مشتمل تھی' ابن حر کے مقابلے کے لیے نکلے۔ یونس بن ہاعان الھمدانی نے جب کہ ابن حر نے اسے پکارا کہ آؤ مجھ سے مقابلہ کرو۔ یہ بات کہی کہ سب سے بدتر زمانہ آخر عمر کا ہوتا ہے مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میں اتنے دنوں تک بقید حیات رہوں گا کہ مجھے کوئی مقابلے کے لیے پکارے گا۔ ابن حر نے اپنے مقابل کے ایک کاری وار لگایا دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور اپنے گھوڑوں سے گر پڑے ابن حر نے یونس کا عمامہ لے لیا اور اسی سے اس کی مشکیں کس دیں اور پھر سوار ہو گیا۔

حجاج بن حارثہ کی گرفتاری:

حجاج بن حارثہ الخثعمی بھی پہنچ گئے۔ ابن حر نے حملہ کر کے انھیں بھی قید کر لیا پھر بسطام بن مصقلہ اور مجشر میں مقابلہ ہوا۔ اس طرح ایک نے دوسرے پر وار کیے کہ دونوں تنگ آ گئے۔ آخر کار بسطام مجشر پر غالب آ گئے۔ ابن حر یہ دیکھتے ہی بسطام پر جھپٹ پڑا بسطام اس سے لپٹ گئے اور دونوں زمین پر آ رہے مگر ابن حر بسطام کے سینے پر گرا۔ اور انھیں قید کر لیا۔ اس روز بہت سے لوگ اس نے قید کیے جس کا تذکرہ بعد تک لوگ کرتے رہے۔ جس قدر قیدی تھے سب کی یہی خواہش تھی کہ ہم آزاد کر دیئے جائیں۔

ابن حر نے اپنے شہسواروں میں سے ایک جماعت کو دلہم مرادی کے ماتحت زمیندار کی تلاش میں روانہ کیا یہ لوگ اسے پا گئے۔ مگر جنگ سے پہلے اس کے روپے پر قبضہ کر لیا۔

ابن حر کے خلاف فوجی دستوں کی روانگی و جنگ:

ابن حر تکریت پہنچا۔ مہلب کی طرف سے جو عامل مقرر تھا وہ خوف سے بھاگ گیا۔ ابن حر نے خراج وصول کرنا شروع کیا۔ مصعب نے پھر ابرد بن قرۃ الریاحی اور جون بن کعب الھمدانی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ اس کے مقابلے کو بھیجا۔ علاوہ بریں مہلب نے پانسو سوار بسر کردگی یزید بن المغفل ان کی امداد کے لیے روانہ کیے بنی جعفی کے ایک شخص نے ابن حر کو مشورہ دیا کہ اس قدر فوج کے مقابلے میں آپ نہ لڑیں۔ مگر وہ کب ماننے والا تھا۔ مجشر سے جنہیں اس نے اپنا جھنڈا دے دیا تھا کہا کہ حملہ کرو اور دلہم المرادی کو بھی اس کے ساتھ آگے بڑھایا۔ چنانچہ دو روز برابر صرف تین سو ہمراہیوں کے ساتھ ابن حر لڑتا رہا۔ جریر بن کریب زخمی ہوئے عمرو بن جندب الازدی اور اس کے شہسواروں کی ایک بڑی تعداد اس جنگ میں کام آئیں۔ شام کے قریب دونوں فوجیں ہٹ گئیں۔

ابن حر کی کوفہ میں آمد:

ابن حر تکریت سے روانہ ہوا۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں تمہیں عبدالملک بن مروان کے پاس لے جارہا ہوں۔ چنانچہ لوگ آمادہ ہو گئے۔ پھر کہنے لگے کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ مبادا میں مصعب اور اس کے ساتھیوں کو قرار واقعی مزا چکھائے بغیر مر جاؤں۔ اس لیے پھر کوفہ چلو۔ کوفے کے ارادے سے کس کر پہنچا۔ اس کے عامل کو نکال دیا اور بیت المال میں جس قدر روپیہ تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ غرضیکہ اسی طرح کوفہ پہنچا اور قصابوں کے محلے میں فروکش ہوا۔

ابن حر پر حملہ و کوفہ سے خراج:

مصعب نے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا پھر ابن حر دیر الاعور کی طرف چلا۔ اس مرتبہ مصعب نے حجار بن ابجر کو اس کے مقابلے میں بھیجا پر بھی شکست کھا کر واپس آئے مصعب نے انھیں بہت کچھ برا بھلا کہا اور پھر مقابلے کے لیے بھیجا اور اس مرتبہ جون بن کعب الہمدانی اور عمر بن عبیداللہ بن معمر کو بھی مقابلے کے لیے بھیجا۔ یہ تمام سردار اپنی اپنی فوج کے ساتھ ابن حر پر ٹوٹ پڑے۔ ابن حر کے ساتھیوں میں سے اکثر زخمی ہوئے۔ ان کے گھوڑے پے کر ڈالے گئے۔ مجشر بھی جس کے پاس ابن حر کا جھنڈا تھا زخمی ہوئے مگر انہوں نے جھنڈا احمر طئی کے سپرد کر دیا۔ حجار بن ابجر پیچھے ہٹے مگر حجار نے جوابی حملہ کیا اور شام تک نہایت شدید جنگ ہوتی رہی۔ اور پھر ابن حر کوفے سے چل دیا۔

یزید بن الحارث کو ابن حر کا مقابلہ کرنے کا حکم:

مصعب نے یزید بن الحارث ابن رویم الشیبانی کو جو مدائن کا حاکم تھا حکم بھیجا کہ تم ابن حر کا مقابلہ کرو۔ یزید نے پہلے اپنے بیٹے حوشب کو مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ مقام باجسری پر دونوں میں معرکہ جنگ پیش آیا۔ ابن حر نے اپنے مقابل کو شکست دی اور کچھ لوگ بھی قتل کیے۔ ابن حر مدائن پہنچا۔ یہاں لوگ مقابلے کے لیے قلعہ بند ہو گئے۔ ابن حر یہاں سے بھی آگے بڑھا۔ جون ابن کعب الہمدانی اور بشر بن عبداللہ الاسدی اس کے مقابلے کے لیے چلے جون نے مقام حولایا پر مورچہ باندھا۔ اور بشر تامہر آیا اور ابن حر سے سرگرم پیکار ہوا۔

بشر بن عبداللہ کا قتل:

ابن حر نے بشر کو قتل کیا اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی ادھر سے نپٹ کر ابن حر نے جون کا مقابلہ کرنے کے لیے حولاء کا رخ کیا۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ اس کے مقابل ہوئے مگر ابن حر نے انھیں بھی اپنے نیزے سے قتل کر ڈالا۔ اس کے ساتھیوں کو شکست دی اور ان کے تعاقب میں چلا۔ اب بشیر بن عبدالرحمٰن بن بشیر العجلی [illegible] کا مقابل ہوا مقام سورا پر دونوں میں مدید جنگ ہوئی پھر بشیر خود پیچھے ہٹ کر اپنے مستقر پر واپس چلا گیا۔ اور کہا کہ میں نے ابن حر کو شکست دی۔ جب اس کے اس دعوے کی خبر مصعب کو ہوئی۔ کہنے لگے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو چاہتے ہیں کہ ایسے کام کے لیے ان کی تعریف کی جائے جسے انھوں نے نہیں کیا۔ ابن حر نے علاقہ سواد میں قیام اختیار کیا۔ لوٹ مار کرنے لگا اور خود ہی خراج وصول کر لیتا۔

عبیداللہ بن حجر کا قتل:

ابن حر عبدالملک بن مروان کے پاس آیا۔ عبدالملک نے دس آدمیوں کے ساتھ اسے کوفہ روانہ کیا اور کہا کہ تم کوفہ روانہ ہو

جاؤ۔ ان کے علاوہ اور سپاہی تم سے ملیں گے۔ ابن حر اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا۔ جب انبار پہنچا' ایک شخص کو کوفہ اس لیے روانہ کیا کہ وہ اس کے آنے کی لوگوں کو خبر کر دے۔ اور لوگوں سے یہ بھی درخواست کرے کہ وہ میرے شریک ہو جائیں۔ اس کے آنے کی اطلاع بنی قیس کو ہوگئی۔ وہ حارث بن عبداللہ کے پاس جو ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفے کا عامل تھا آئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ ایک لشکر ابن حر کے مقابلے کے لیے روانہ کیجیے چنانچہ ایک لشکر بھیجا گیا اور ابن حر سے مقابلہ ہوا تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد ابن حر کا گھوڑا غرق ہو گیا۔ ابن حر ایک کشتی پر سوار ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہی ایک حبشی کشتی میں کود پڑا۔ اس نے ابن حر کے دونوں بازو پکڑ لیے اور دوسرے لوگوں نے اسے کشتی کے پتواروں سے مارنا شروع کیا۔ ان لوگوں نے چلا کر کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی امیر المومنین کو تلاش تھی۔ یہ دونوں لپٹ گئے اور دریا میں ڈوب گئے۔ بعد میں لوگوں نے ابن حر کو نکال لیا۔ اس کا سر جدا کر کے کوفہ سے اس سر کو بصرہ بھیج دیا۔

ابن حر کے قتل کی دوسری وجہ:

بعض لوگوں نے ابن حر کے مارنے کی اور وجہ لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن حر کوفے میں مصعب کے پاس آیا کرتا تھا اس نے دیکھا کہ اہل بصرہ کو ان پر تقدیم دی جاتی ہے اسے یہ بات ناگوار گزری۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قصیدہ لکھ کر بھیجا جس میں مصعب کی شکایت تھی اور یہ بھی دھمکی دی تھی کہ عبدالملک بن مروان سے جا ملوں گا۔

عطیہ بن عمرو البکری اور ابن حر ایک ساتھ قید کیے گئے تھے۔ جب عطیہ رہا کر دیئے گئے تو اس موقعے پر بھی ابن حر نے مصعب کو مخاطب کر کے بعض شکایت آمیز اشعار کہے۔

مصعب سوید بن منجوف کو جس کی چگی داڑھی تھی عزیز رکھتے تھے۔ ابن حر کو یہ بات بھی ناپسند ہوئی۔ اسی پر ایک قصیدہ لکھ ڈالا۔

قبیلہ قیس عیلان کی ہجو:

ایک قصیدہ قبیلہ قیس عیلان کی ہجو میں لکھا۔ اس پر زفر بن الحارث نے مصعب کو لکھا کہ ابن زرقا کے مقابلے میں میں ہی آپ کی جانب سے لڑا ہوں اور اب ابن حر نے بنی قیس کی ہجو لکھی ہے۔ آپ اس کا تدارک کیجیے اس پر بنی سلیم کے کچھ لوگوں نے ابن حر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ابن حر نے کہا کہ میں نے تو یہ شعر کہا تھا:

الم ترقیسا قیس عیلان اقبلت   الینا و سارت بالقنا و القنابل

ترجمہ: ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ قبیلہ قیس عیلان ہماری سمت نیزے اور رسالوں کے دستے لے کر آئے''۔

اور انھیں میں سے کسی نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس پر زفر بن حارث نے خوشی منائی اور فخریہ اشعار لکھے۔ اسی طرح عبداللہ بن ہمام نے بھی فخریہ قصیدہ لکھا۔

عرفات میں چار جھنڈے:

اس سال عرفات میں چار جھنڈے چار مختلف لوگوں کے آئے ابن الحنفیہ کا علم کوہ مشاۃ کے قریب نصب تھا۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا جھنڈا اس مقام پر نصب تھا جہاں عرفات کے اجتماع کے دن امام کھڑا ہوتا ہے۔ بعد میں ابن حنفیہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے مقام پر ٹھہر گئے۔ نجدۃ الحروری ان دونوں کے پیچھے تھے اور بنی امیہ کا جھنڈا ان دونوں کے بائیں

جانب ایستادہ تھا۔ سب سے پہلے ابن حنفیہ کی جماعت منتشر ہوگئی۔ پھر نجدۃ اس کے بعد بنی امیہ اور سب کے آخر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا جھنڈا اکھاڑا گیا۔ اور لوگوں نے ان کی پیروی کی۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ شام کو اس وقت تک عرفات سے روانہ نہیں ہوئے جب تک ابن زبیر رضی اللہ عنہ روانہ نہیں ہوئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے روانگی میں دیر کی۔ حالانکہ ابن الحنفیہ اور نجدۃ اور بنو امیہ روانہ ہو چکے تھے۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ایام جاہلیت کے طریقے پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے ہی چل کھڑے ہوئے۔

محمد بن جبیر کا بیان:

محمد بن جبیر کہتے ہیں کہ اس موقع پر بھی مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں فتنہ وفساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ اس کی روک کے لیے میں ان چاروں سرداروں کے پاس گیا۔ سب سے پہلے میں محمد بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے ابوالقاسم اللہ سے ڈرو۔ ہم ایک مقدس فرض ادا کرنے محترم سرزمین میں جمع ہوئے ہیں۔ جس قدر آدمی یہاں جمع ہیں۔ یہ اللہ کا ایک وفد ہے جو اس بیت مبارک کی زیارت کو حاضر ہوا ہے۔ آپ کوئی بیت ایسی نہ کریں جس سے ان کا حج فاسد ہو جائے۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ہرگز ایسا ارادہ نہیں۔ میں کسی کو بیت اللہ آنے سے نہیں روکوں گا۔ اور نہ میرے سبب سے کسی حاجی کو کوئی ضرر پہنچے گا۔ میں صرف ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور میرے خلاف جو ان کا ارادہ اس سے اپنی حفاظت کرنا چاہتا ہوں اور میں ریاست کی خواہش نہ کروں گا۔ جب تک دو شخص بھی میرے اختلاف رائے رکھیں۔ تم ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے جا کر اس معاملے میں گفتگو کرو اور نجدہ کے پاس بھی جاؤ۔

محمد بن جبیر کی مصالحانہ کوشش:

محمد بن جبیر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان سے وہی گفتگو کی جو ابن حنفیہ سے کر چکے تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں کہ میرے ساتھ پر تمام لوگوں نے بیعت کی ہے مگر یہ میرے معانذ ہیں۔ محمد بن جبیر نے عرض کیا کہ اس وقت تو یہی بہتر ہے کہ آپ رکے رہیں انہوں نے کہا بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا اس کے بعد محمد ابن جبیر نجدہ کے پاس آئے۔ نجدۃ نے اپنے ساتھیوں سے جو ہم جلسہ تھے۔ عکرمہ ابن عباس کا غلام بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے آقا سے ملنا چاہتا ہوں جاؤ اور اجازت طلب کرو۔ فوراً ہی وہ اجازت لے کر واپس آیا۔ یہ ان کے سامنے پہنچے' ان کی تعظیم کی اور وہی گفتگو ان سے بھی کی جو پہلے دونوں سابق الذکر اصحاب سے کر چکے تھے۔ نجدہ نے جواب دیا کہ میں یہ تو نہیں کروں گا کہ خود کسی کے خلاف جنگ وجدل کی ابتداء کروں۔ البتہ اگر کوئی خود چھیڑے گا تو میں ضرور اس سے لڑوں گا۔ ابن جبیر نے اسے بتایا کہ ابن حنفیہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی آپ سے لڑنا نہیں چاہتے۔ اس کے بعد محمد بن جبیر طرفداران خاندان بنی امیہ کے پاس پہنچے اور حسب سابق ان سے بھی وہی گفتگو پیش آئی۔ ان لوگوں نے کہا کہ جب تک کوئی ہم پر حملہ نہ کرے گا ہم خود کسی سے نہیں لڑیں گے۔ محمد بن جبیر کہتے ہیں کہ اس موقع پر سب سے زیادہ امن وآشتی امیز طریقے پر محمد بن الحنفیہ کے طرفدار عرفات سے روانہ ہوئے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے عمال:

جابر بن اسود بن عوف الزہری اس سال ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے مدینہ کے عامل تھے۔ کوفہ اور بصرہ کے عامل ان کے بھائی مصعب تھے۔ خراسان کے حاکم عبداللہ بن خازم السلمی تھے' اور شام میں عبدالملک بن مروان کی حکومت تھی۔

باب ۲

عبدالملک بن مروان ۶۹ھ کے واقعات

عمرو بن سعید بن العاص:

جب عبدالملک بن مروان مقام عین وردہ کو گئے۔ دمشق پر عمرو بن سعید بن العاص کو اپنا قائم مقام بنا گئے۔ عمرو بن سعید دمشق میں قلعہ بند ہو کر مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ عبدالملک کو اس کی خبر ہوئی۔ دمشق واپس آئے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

بعض راویوں نے اس واقعے کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ عمرو بن سعید عبدالملک بن مروان کے ہمرکاب تھا۔ جب مقام بطنان حبیب پر عبدالملک فروکش ہوئے تو عمرو دمشق واپس آ کر قلعہ بند ہو گیا پھر عبدالملک بھی دمشق کو واپس ہوئے۔

عمرو بن سعید کا دمشق پر قبضہ:

ایک یہ بھی روایت ہے کہ عبدالملک بطنان حبیب سے دمشق کو واپس آئے۔ کچھ عرصہ قیام کر کے قرقیسیاء کا رُخ کیا۔ زفر بن حارث الکلابی اور ان کے ہمراہ عمرو بن سعید بھی اس مقام میں تھے۔ عمرو بن سعید ایک رات چپکے سے چل دیا۔ حمید بن حریث بن بحدل الکلبی اور زہیر بن ابرد الکلبی ان کے ساتھ ہوئے۔ یہ دمشق آئے۔ عبدالرحمٰن بن ام الحکم الثقفی دمشق پر عبدالملک کے قائم مقام تھے۔ انھیں جب معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید واپس آ رہا ہے شہر کی حکومت ترک کر کے فرار ہو گئے۔ عمرو نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور جس قدر خزانے تھے ان پر بھی قبضہ کر لیا۔

اور لوگوں نے یہ بیان کیا کہ یہ واقعہ ۷۰ھ میں پیش آیا۔

عمرو بن سعید اور عبدالملک میں کشیدگی:

عبدالملک دمشق سے عراق کی جانب مصعب کے مقابلہ کے ارادے سے نکلے۔ عمرو بن سعید نے کہا کہ آپ خود عراق جا رہے ہیں حالانکہ آپ کے والد نے اپنے بعد مجھے خلافت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے میں لڑتا رہا ہوں اور جس طرح میں نے ان کی خدمات انجام دی ہیں ان سے آپ ناواقف نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ اپنے بعد آپ مجھے اپنا جانشین نامزد فرمائیں۔ عبدالملک سن کر خاموش ہو گئے۔ عمرو بن سعید ناراض ہو کر دمشق پلٹا۔ عبدالملک بھی اس کے پیچھے پیچھے دمشق آ گئے۔

عمرو بن سعید کا اہل دمشق سے خطاب:

پہلے بیان کے مطابق عمرو بن سعید نے دمشق پر قبضہ کر لیا عبدالرحمٰن بن ام حکم الثقفی کو طلب کیا۔ جب یہ نہ ملے حکم دیا کہ ان کا مکان منہدم کر دیا جائے۔ اس کی تعمیل ہوگئی۔ عمرو ایک بڑے مجمع کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہوا۔ منبر پر چڑھا حمد و ثنا کے بعد بیان کیا کہ مجھ سے پہلے قریش کا کوئی شخص ایسا نہیں گزرا کہ جس نے منبر پر چڑھ کر یہ دعویٰ نہ کیا ہو کہ جنت اور دوزخ اس کے قبضہ تصرف میں ہے جو اس کی اطاعت کرے گا اسے جنت ملے گی اور جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ مگر میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ جنت دوزخ سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے میں اس معاملہ میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہتا کہ یہ میرے فرائض میں ہے کہ آپ

لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کروں اور انعام واکرام دیتا رہوں۔

عمرو بن سعید اور عبدالملک میں جھڑپیں:

ادھر جب عبدالملک صبح کو بیدار ہوئے انھیں معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید غائب ہے۔ دریافت حال پر اصل کیفیت معلوم ہوگئی۔ عبدالملک دمشق کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ یہاں آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ عمرو بن سعید نے تمام شہر پر کمبل اڑھا دیئے ہیں۔ چند روز تک دونوں میں جنگ ہوئی۔عمرو بن سعید نے حمید بن حریث الکلبی کو رسالے پر سردار مقرر کر کے میدان جنگ روانہ کیا۔اس کے مقابلے میں عبدالملک نے سفیان بن الابرد الکلبی کو بھیجا۔اور جب عمرو نے زہیر الکلبی کو میدان جنگ میں روانہ کیا۔اس مقابلے پر عبدالملک نے حسان بن مالک بن بحدل الکلبی کو بھیجا۔

ابن سراج اور عبدالرحمٰن بن سلیم کا مقابلہ:

ایک روز دونوں طرف کے سواروں میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔عمرو بن سعید کے ہمراہ بنی کلب کا ایک شخص رجاء ابن سراج تھا۔انھوں نے عبدالرحمٰن بن سلیم کو تنہا مقابلے کے لیے پکارا۔یہ عبدالملک کے ہمراہ تھا عبداللہ نے یہ ضرب المثل مصرع پڑھا ع

''قد انصف القارۃ من راماہا''

یعنی قبیلہ قارۃ کے قدر اندازوں کو جس نے تیر مارا بے شک اس نے تیر افگنی کی داد دی۔دونوں میں مقابلہ شروع ہوا ایک دوسرے پر نیزے سے وار کرنے لگے عبدالرحمٰن کی رکاب ٹوٹ گئی اور اس طرح سے ابن سراج نے اپنی جان بچائی۔اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ اگر میری رکاب نہ ٹوٹ جاتی تو جتنے انجیر تو نے کھائے تھے سب پیٹ سے نکل پڑتے۔

بنی کلب کی جنگ سے علیحدگی:

ایک عرصہ تک عمرو اور عبدالملک میں مقابلہ رہا۔آخر کار بنی کلب کے بچے اور عورتیں روتی ہوئی آئیں اور سفیان بن الابرد اور ابن بحدل سے کہا کہ بھلا تم کاہے کو قریش کی خاطر آپس میں لڑ رہے ہو۔مگر کوئی بھی واپسی کے لیے تیار نہ تھا تاوقتیکہ اس کا مد مقابل واپسی کی ابتداء نہ کرے۔بہر حال جب اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ ایک دوسرے کو مقابلے سے باز رہنا چاہیے تو لوگوں نے غور کیا کہ ابتداء کس کی جانب سے ہو۔سفیان عمر میں حریث سے بڑے تھے لوگوں نے حریث سے مطالبہ کیا کہ پہلے تمہیں میدان جنگ سے واپس ہو جانا چاہیے چنانچہ حریث نے ایسا ہی کیا۔

عمرو بن سعید اور عبدالملک میں مصالحت:

پھر عبدالملک اور عمرو بن سعید کی صلح ہوگئی۔ایک صلحنامہ پر دونوں کے دستخط ہو گئے۔عبدالملک نے عمرو بن سعید کو امان دی۔ یہ واقع جمعرات کی شام کو وقوع پذیر ہوا۔عمرو بن سعید اپنے شہسواروں کے ساتھ ایک سیاہ کمان حمائل کیے ہوئے عبدالملک کے کیمپ میں آیا' عبدالملک کے خیمے کی قنات کی طنابیں ان کے گھوڑے نے روندڈالیں۔جس کی وجہ سے سرادق گر پڑا عمرو گھوڑے سے اتر پڑا اور بیٹھ گیا۔عبدالملک غصے میں بھرے ہوئے تھے عمرو کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے۔اے ابوامیہ کیا آپ نے سیاہ قوس اس لیے حمائل کی ہے کہ آپ بنی قیس کے مشابہ بننا چاہتے ہیں۔عمرو نے کہا کہ ایسا نہیں بلکہ میں اس شخص کے مماثل ہونا چاہتا ہوں جو ان میں سب سے بہترین تھا یعنی عاص بن امیہ۔

اس غیظ کی حالت میں عمرو بن سعید اٹھ کھڑا ہوا' اور اپنے سواروں کے ساتھ دمشق میں داخل ہوا۔

عبدالملک کی دمشق میں آمد:

روز پنجشنبہ عبدالملک بھی دمشق میں داخل ہوئے۔ انھوں نے عمرو سے کہلا بھیجا کہ لوگوں کے واجبات انہیں دے دو۔ عمرو نے جواب دیا کہ آپ کو اس شہر میں داخل دینے کا کوئی حق نہیں آپ یہاں سے چلے جائیں۔ دمشق میں داخل ہونے کے چند روز بعد دو شنبہ کے دن عبدالملک نے حکم دیا کہ عمرو سامنے لایا جائے۔ عمرو اس وقت اپنی کلبیہ بیوی کے پاس تھا۔ اس سے پہلے عبدالملک نے کریب بن ابرہتہ بن الصباح الحمیری کو اس لیے اپنے پاس بلایا تھا کہ وہ عمرو کے معاملے میں مشورہ کریں کریب نے کہا کہ بنی حمیر اسی وجہ سے تو تباہ ہوئے۔ میں آپ کو اس معاملے میں مشورہ نہیں دیتا کیونکہ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

عمرو بن سعید کی طلبی:

عبدالملک کا قاصد عمرو کو بلانے آیا۔ عبداللہ بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ بھی عمرو کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ عبداللہ نے عمرو سے کہا کہ بخدا میں اپنی جان سے بھی زیادہ تم کو عزیز رکھتا ہوں۔ عبدالملک نے تمہیں بلایا ہے۔ میری رائے نہیں کہ تم جاؤ۔ عمرو نے پوچھا کیوں۔ عبداللہ نے کہا اس لیے کہ تبیع کعب الاحبار کی بیوی کے بیٹے نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک سردار واپس آ کر دمشق کے دروازے بند کر لے گا۔ پھر وہ نکل جائے گا اور کچھ ہی عرصے کے بعد قتل کر ڈالا جائے گا۔ عمرو نے کہا بخدا اگر میں سوتا بھی ہوتا تو مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ابن زرقاء مجھے جگا بھی سکے گا یا مجھ پر حملہ کرنے کی وہ جرأت کرے گا علاوہ بریں گزشتہ شب میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور آپ نے اپنا قمیض مجھے پہنا دیا۔ عبداللہ عمرو کا داماد تھا۔

عبدالملک سے ملاقات کی مخالفت:

عمرو نے عبدالملک کے قاصد سے کہا جا کر میرا اسلام کہہ دو اور کہہ دینا کہ میں ان شاء اللہ شام کے وقت آؤں گا۔ جب شام ہوئی عمرو نے ایک مضبوط زرہ پہنی جس کے اوپر قبائے قوہی اور نیچے قمیض قوہی اور تلوار حمائل کی۔ اس کے پاس کی بیوی اور حمید بن حریث بن بحدل الکلبی موجود تھے۔ جب عمرو نے اٹھ کر جانے کا ارادہ کیا۔ اس کا پاؤں فرش میں الجھ گیا اور وہ گر پڑا۔ حمید نے کہا کہ بخدا اگر تم میرا کہا مانتے ہو تو ہرگز نہ جاؤ۔ اس کی بیوی نے اس قول کی تائید کی۔ مگر عمرو نے ایک نہ سنی اور اپنے موالیوں میں سے سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر عبدالملک کی طرف چلا۔ عبدالملک نے بھی تمام خاندان بنی مروان کو اپنے پاس حاضر رہنے کا حکم دیا تھا۔

جب عبدالملک کو معلوم ہوا کہ عمرو دروازے تک آ پہنچا تو حکم دیا کہ جس قدر آدمی اس کے ساتھ ہیں وہیں روک دیئے جائیں۔

عمرو بن سعید کے ساتھیوں کی علیحدگی:

عمرو کو اندر آنے کی اجازت دی۔ اسی طرح عمرو کے تمام ساتھی ہر ایک دروازے پر روک دیئے جاتے تھے۔ عمرو محل کے صحن میں پہنچا تو اس کے ساتھ سوائے ایک خادم کے اور کوئی نہ تھا۔ عمرو نے عبدالملک کی طرف نظر دوڑائی تو دیکھا کہ تمام مروانی اس کے پاس جمع ہیں۔ ان میں حسان ابن مالک بن بحدل الکلبی اور قبیصہ بن ذوئب الخزاعی بھی ہیں۔ عمرو فوراً سمجھ گیا کہ اب خیر نہیں اپنے خادم کی طرف مڑ کر اس سے کہا کہ فوراً یحییٰ بن سعید کے پاس جا اور انہیں بلا کر میرے پاس لا۔ خادم نے بغیر مطلب کے سمجھے کہہ دیا

میں حاضر ہوں۔ اس پر عمرو نے غصہ میں کہا دور ہو جہنم میں جا۔

حسان اور قبیصہ سے عبدالملک کی گفتگو:

عمرو اب مکان میں آ چکا تھا عبدالملک نے حسان اور قبیصہ سے کہا کہ جب چاہو تم اٹھ کھڑے ہو اور عمرو سے جا کر ملو۔ عبدالملک نے اس خیال سے کہ عمرو کو کوئی شبہ نہ پیدا ہو اور وہ بالکل مطمئن رہے۔ مذاقاً ان دونوں شخصوں سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ بتاؤ تم دونوں میں کون زیادہ دراز قد ہے۔ حسان نے جواب دیا امیر المومنین قبیصہ مجھ سے اپنے عہدے کی وجہ سے زیادہ بڑے ہیں۔ اس وقت قبیصہ عبدالملک کی شاہی مہر کے محافظ تھے۔

عمرو نے پھر اپنے غلام سے مڑ کر کہا کہ تو یحییٰ کو میرے پاس بلا لا۔ غلام نے اس مرتبہ بھی بات سمجھے بغیر جواب دیا کہ حاضر۔ عمرو نے ڈانٹ کر کہا۔ چل ہٹ دور ہو۔

عمرو بن سعید اور عبدالملک کی گفتگو:

حسان اور قبیصہ کے باہر نکل جانے کے بعد عبدالملک نے حکم دیا کہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ چنانچہ تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ عمرو اب عبدالملک کے قریب پہنچ گیا۔ عبدالملک نے اس کے آنے پر مرحبا کہا اور کہا کہ یہاں آیئے اور اپنے ساتھ تخت خلافت پر اسے بھی بٹھایا۔ دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ ان کی تلوار لے لو۔ عمرو نے کہا: افسوس! کیا امیر المومنین مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میرے پاس بھی بیٹھو اور تلوار بھی باندھے رہو۔ غرض کہ تلوار لے لی گئی اور پھر دونوں کچھ عرصے تک باتیں کرتے رہے۔

عمرو بن سعید کی گرفتاری:

عبدالملک نے عمرو سے کہا کہ جب تم مجھ سے باغی ہو گئے تھے میں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر میں نے کبھی تمہیں دیکھا اور تم میرے دستِ قدرت میں آئے تو تمہیں بیڑیاں پہنا دوں گا۔ مروانی بولے اور پھر انہیں چھوڑ دیں گے۔ عبدالملک نے کہا کہ ''ہاں'' پھر میں انہیں چھوڑ دوں گا اور میں ابوامیہ کے ساتھ کر ہی کیا سکتا ہوں۔ مروانیوں نے کہا امیر المومنین کی قسم پوری کیجیے عمرو نے بھی کہا خدا امیر المومنین کی قسم پوری کرے۔ عبدالملک نے اپنی گدی کے نیچے سے ایک بیڑی نکالی اور اسے عمرو کی طرف پھینک دیا اور غلام کو حکم دیا کہ عمرو کو اس میں کس لو۔ چنانچہ غلام نے اٹھ کر حکم کی تعمیل کر دی۔

عمرو بن سعید کی عبدالملک سے درخواست:

عمرو نے کہا کہ میں امیر المومنین کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے اس حیثیت سے لوگوں کے سامنے نہ نکالیں۔ عبدالملک نے کہا کہ اے ابوامیہ اس وقت جب کہ موت سر پر ہے تم اپنی مکاری سے باز نہیں آتے ہم ہرگز تمہیں اس حالت میں لوگوں کے سامنے نہیں نکالیں گے۔ اور یہ بیڑی تمہاری عذاب شدید کے بعد اتاری جائے گی۔ پھر عبدالملک نے ایسا جھٹکا دے کر اسے اپنی طرف کھینچا کہ اس کا منہ تخت سے ٹکرایا اور اگلا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ عمرو نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کا خوف دلاتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دانت توڑنے کے بعد آپ اور سخت سزا مجھے دے بیٹھیں۔ عبدالملک نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارے اوپر رحم کرنے سے تم مجھ پر رحم کرو گے۔ اور قریش کی حالت درست ہو جائے گی تو تمہیں قطعی رہا کر دیتا۔ مگر ہماری سی حیثیت کے دو شخص کبھی ایک ملک

میں ایک طرح نہیں رہ سکتے۔ بلکہ یہ ضروری ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو دور کردے۔ جب عمرو نے دیکھا کہ دانت تو ٹوٹ چکا ہے اور عبدالملک کے ارادہ کو وہ سمجھ گیا تو کہنے لگا اے ابن زرقا تو نے دھوکا دیا۔

عمرو بن سعید کے قتل کرنے کا فیصلہ:

عمرو کے قتل کا واقعہ اور لوگوں نے یوں بیان کیا ہے کہ جب عبدالملک نے اسے اپنی طرف کھینچا اس کا ایک دانت گر پڑا عمرو اسے ٹٹولنے لگا۔ عبدالملک نے کہا کہ تمہارا دانت ایسے موقع پر گرا ہے کہ اب تم مجھ سے کبھی خوش نہیں رہو گے۔ چنانچہ عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور اس کی تعمیل ہوگئی۔

عبدالعزیز بن مروان سے سعید کی رحم کی درخواست:

(روایت سابقہ کے مطابق) جب مؤذن نے عصر کی اذان دی عبدالملک نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اور عبدالعزیز بن مروان کو عمرو کے قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ عبدالعزیز تلوار لے کر عمرو کی طرف چلے۔ عمرو نے انہیں خدا کا خوف اور آپس کی قرابت کا واسطہ دلایا اور کہا۔ بھلا آپ میرے قتل کے لیے آئے ہیں۔ کوئی اور شخص جو قرابت میں دور ہوتا اس کے لیے متعین ہوتا تو مناسب تھا۔ عبدالعزیز نے تلوار پھینک دی اور بیٹھ گئے۔ عبدالملک نے مختصر سی نماز پڑھی۔ محل میں چلے آئے اور دروازے بند کر لیے گئے۔

یحییٰ بن سعید کا قصر عبدالملک پر حملہ:

عبدالملک جب نماز کے لیے محل سے نکلے تو لوگوں نے دیکھا کہ عمروان کے ہمراہ نہیں فوراً جا کر یحییٰ بن سعید کو اطلاع دی یحییٰ عمرو کے ایک ہزار غلاموں اور ان کے پیچھے اور بہت سے ان کے طرفداروں کے ساتھ آئے۔ عمرو کے طرفداروں نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا کہ اے ابوامیہ آپ ہمیں اپنی آواز سنائیں۔

عبدالعزیز بن مروان اور عبدالملک:

یحییٰ بن سعید کے ہمراہ حمید بن حریث اور زہیر بن الابردھی آئے اور انھوں نے محل کا باب المقصورہ توڑ کر لوگوں پر شمشیر زنی شروع کی۔ عمرو بن سعید کے غلام مصقلہ نے ولید بن عبدالملک کے سر پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا ابراہیم بن عربی میر منشی انھیں اٹھا کر منشی خانہ میں لے گئے۔ نماز کے بعد عبدالملک جب پھر محل میں واپس آئے تو دیکھا کہ عمرو زندہ موجود ہے۔ عبدالعزیز نے کہا کہ اس نے اللہ کا واسطہ دیا اور میرے صلہ رحم سے شفاعت کی درخواست کی۔ مجھے رحم آ گیا عبدالملک نے کہا خدا تیری ذلیل ماں کو رسوا کرے تو بھی اس کا سا ہے۔ عبدالملک کی ماں عائشہ بنت معاویہ ابن المغیرہ بن ابی العاص بن امیہ تھی اور عبدالعزیز کی ماں کا نام لیلیٰ تھا۔

عمرو بن سعید کا قتل:

عبدالملک نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ چھوٹا بھالا لے کر آؤ۔ وہ لایا۔ عبدالملک نے بھالے کو ہوا میں جنبش دے کر عمرو پر وار کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ دوبارہ وار کیا' یہ بھی کارگر نہ ہوا۔ ہاتھ سے ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ عمرو زرہ پہنے ہوئے ہے۔ عبدالملک کو ہنسی آ گئی۔ عمرو سے کہا کہ اے ابوامیہ تم زرہ بھی پہنے ہوئے ہو' گویا پہلے سے تیار ہو کر آئے تھے۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ تلوار لاؤ۔ تلوار آئی۔ عبدالملک کے حکم سے عمرو پچھاڑا گیا۔ وہ عمرو کے سینے پر بیٹھ گیا اور اسے ذبح کر ڈالا۔ قتل کرنے کے بعد عبدالملک کانپنے اور تھرتھرانے لگا۔ لوگوں نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ جب کبھی کوئی شخص اپنے عزیز کو قتل کرتا ہے اس کی یہی حالت ہو جاتی ہے۔ بہر حال اور لوگوں نے عمرو

کے سینے پر سے اٹھا کر تخت پر بٹھایا۔

راوی کہتے ہیں کہ کسی دنیادار یا دیندار نے کبھی اس بے رحمی سے کسی کو قتل نہیں کیا۔

عمرو بن سعید کے سر کی حوالگی:

یحییٰ بن سعید اور ان کے ہمراہی محل میں گھس کر بنی مروان اور ان کے حوالی موالیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور اکثروں کو انھوں نے زخمی کر دیا۔ انھوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ اسی اثناء میں عبدالرحمٰن ام الحکم الثقفی آ گئے۔ عمرو کا سر ان کے حوالے کیا گیا۔ انھوں نے اسے لوگوں کے سامنے ڈال دیا۔ عبدالعزیز بن مروان نے اس موقع پر چال کی کہ تھیلیوں میں روپیہ بھر کر لوگوں کے سامنے ڈال دیں۔ انھوں نے جب یہ روپیہ دیکھا اور اس کے ساتھ عمرو کے سر کو بھی دیکھا۔ فوراً روپے کی تھیلیوں پر ٹوٹ پڑے اور لوٹ کر منتشر ہو گئے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب عبدالملک نماز کے لیے جانے لگے تو اپنے غلام ابوزعیزعہ کو عمرو کے قتل کر دینے کا حکم دیتے گئے۔ ابوزعیزعہ نے عمرو کو قتل کر کے اس کے سر کو اس کے طرفداروں اور سب لوگوں کے سامنے ڈال دیا۔

جو روپیہ لوگوں کے سامنے ان کے بہلانے کے لیے ڈالا گیا تھا۔ اس کے متعلق بعد میں عبدالملک نے حکم دیا کہ سب واپس کیا جائے۔ چنانچہ وہ سب وصول کر کے بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔

اس روز کے ہنگامے میں یحییٰ بن سعید کے سر میں ایک پتھر لگا۔

ولید بن عبدالملک:

عبدالملک نے حکم دیا کہ تخت باہر لایا جائے۔ چنانچہ مسجد کے قریب تخت بچھایا گیا اور وہیں عبدالملک نے جلوس کیا۔ دیکھا کہ ولید بن عبدالملک نہیں ہے۔ پوچھا کہ ولید کہاں ہے؟ اور ساتھ ہی قسم کھا کر یہ بھی کہا کہ اگر باغیوں نے ولید کو قتل کر ڈالا ہے تو وہ اپنا قصاص لے چکے۔ ابراہیم بن عربی الکنانی آگے بڑھے اور عرض کی کہ ولید میرے پاس ہیں آپ فکر نہ کریں۔ ایک اچھا سا زخم ان کے آ گیا ہے جس سے کوئی خطرہ نہیں۔

یحییٰ بن سعید کی اسیری:

یحییٰ بن سعید عبدالملک کے سامنے لایا گیا۔ عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ عبدالعزیز کھڑے ہوئے اور عرض کی خدا مجھے امیر المومنین پر سے قربان کر دے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ تمام بنی امیہ کو ایک ہی روز میں قتل کر ڈالیں۔ اس پر عبدالملک نے حکم دیا کہ اچھا یحییٰ کو قید کر دیا جائے۔

عنبسہ بن سعید کی اسیری:

اس کے بعد عنبسہ بن سعید سامنے لایا گیا۔ اس کے لیے بھی قتل کا حکم ہوا۔ پھر عبدالعزیز سفارش کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ میں آپ کو بنی امیہ کے استیصال و ہلاک کرنے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ ایسا نہ کریں چنانچہ عنبسہ کے لیے بھی حکم ہوا کہ قید کر دیا جائے۔

عامر بن الاسود کی رہائی:

عامر بن الاسود الکلبی پیش کیے گئے عبدالملک کے ہاتھ میں بانس کی ایک لکڑی تھی۔ اس کے سر پر رسید کی اور کہا کہ کیوں جی تم

ہی عمرو کی حمایت میں مجھ سے جنگ کرنے آئے تھے؟ عامر نے کہا' بے شک! عمرو نے میرا اعزاز کیا اور تو نے میری توہین کی۔ اس نے مجھے اپنے سے قریب کیا اور تو نے دور کیا اس نے احسانات کیے اور تو نے برائی۔ اس لیے میں اس کے ہمراہ تیرے مقابلے کے لیے آیا۔ عبدالملک نے حکم دے دیا کہ قتل کر دیا جائے۔ عبدالعزیز کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ اے امیر المومنین یہ میرے ماموں ہیں آپ خدا کے واسطے ان کی جان بخشی کیجیے عامر کو عبدالعزیز کے حوالے کر دیا اور سعید کے بیٹوں کو قید کرنے کا حکم دیا۔ وہ سب قید کر لیے گئے۔

یحییٰ بن سعید کے متعلق عبدالملک کو مشورہ:

یحییٰ کو قید ہوئے ایک ماہ یا اس سے کچھ زیادہ ہوا ہوگا کہ عبدالملک منبر پر خطبے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حمد وثنا کے بعد لوگوں سے یحییٰ کے قتل کے متعلق مشورہ لیا لوگوں کی طرف سے کوئی صاحب تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین سانپ سے ہمیشہ سنپولیا ہی پیدا ہوتا ہے ہماری رائے ہے کہ آپ اسے قتل کر ڈالیں۔ وہ منافق اور دشمن ہے۔

پھر عبداللہ بن مسعدۃ الفزاری تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر المومنین یحییٰ آپ کے چچا کا لڑکا ہے اور جو رشتہ داری آپ سے اور اس سے ہے آپ اس سے واقف ہیں۔ جو کچھ اس نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ اور جو آپ نے اس کے ساتھ طرز عمل اختیار کیا کیا۔ میں خود بھی ان کی طرف سے بے خوف نہیں ہوں۔ مگر میں آپ کو یہ رائے بھی نہیں دیتا کہ آپ اسے قتل کر ڈالیں۔ اس کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ اسے اپنے دشمن کے مقابلے پر جنگ کرنے بھیج دیجیے۔ اگر وہ جنگ میں کام آیا تو اس کے قتل کی ذمہ داری سے آپ بچ جائیں گے۔ اگر وہ صحیح وسالم بچ گیا تو پھر جیسا آپ مناسب سمجھیں کیجیے۔

یحییٰ بن سعید کی روانگی:

عبدالملک نے اس رائے کو پسند کیا اور سعید کی اولاد کو مصعب کے لیے روانہ کیا۔ یہ خاندان مصعب کے پاس پہنچا۔ یحییٰ بن سعید مصعب سے ملنے گئے۔ مصعب نے ان سے کہا تم تو بچ کر نکل آئے مگر دم جھڑ گئی۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ واقعی دم تو اپنے بالوں سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔

زوجہ عمرو بن سعید سے صلحنامہ کی طلبی:

عبدالملک نے عمرو کی کلبیہ بیوی کے پاس قاصد بھیجا اور مطالبہ کیا کہ وہ صلحنامہ مجھے دے دو جو میرے اور عمرو کے درمیان ہوا تھا۔ عمرو کی بیوی نے جواب دیا کہ میں نے اسے عمرو کے کفن میں لپیٹ دیا ہے۔ تاکہ خدا کے سامنے پیش کر کے تمہارے مقابلے میں دادخواہی کرے۔

عمرو بن سعید اور عبدالملک کی دیرینہ عداوت:

عمرو اور عبدالملک ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔ امیہ پر جا کر دونوں مل جاتے تھے۔ عمرو کی والدہ ام البنین بنت الحکم بن العاص عبدالملک کی پھوپھی تھیں۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ عمرو اور عبدالملک میں بچپن سے رنج چلا آتا تھا۔ سعید کے بیٹوں کی ماں ام البنین تھیں اور عبدالملک اور معاویہ مروان کے بیٹے تھے۔ یہ سب کے سب بچپن کے زمانے میں مروان بن حکم کی ماں کے پاس جو بنی کنانہ کی بیٹی تھی آیا کرتے

تھے اور آپس میں باتیں کرتے تھے۔ عبدالملک اور معاویہ کے ہمراہ ان کا غلام اسود بھی ہوتا تھا۔ ام مروان کا یہ دستور تھا کہ جب لڑکے اس کے پاس آتے ان کے لیے کھانا پکاتی اور ہر ایک کے سامنے علیحدہ علیحدہ رکابیں رکھ دیتی۔ معاویہ بن مروان اور محمد بن سعید عبدالملک بن مروان اور عمرو بن سعید میں جھگڑا کرا دیتی۔ یہ لڑتے اور ہشت مشت کرتے اور پھر آپس میں بات چیت موقوف ہو جاتی تھی۔ ام مروان یہ بھی کہا کرتی تھی کہ اگر ان دونوں میں عقل نہ ہوگی تو ان دونوں میں تو ہوگی۔ غرض کہ یہ لوگ اپنے بچپن کے زمانے میں اس کے پاس آتے تھے۔ وہ ہمیشہ یہی طریقہ اختیار کرتی۔ اسی طرح شدہ شدہ ان کے دلوں میں عداوت بیٹھ گئی۔

عبداللہ بن یزید القسری:

عبداللہ بن یزید القسری ابو خالد یحییٰ بن سعید کے مسجد میں داخل ہونے کے وقت اس کے ساتھ تھا۔ اس نے باب المقصورہ کو توڑ ڈالا اور بنی مروان سے لڑتا رہا۔ جب عمرو قتل کر دیا گیا۔ اور اس کا سر لوگوں کے سامنے ڈال دیا گیا۔ یہ اور اس کا بھائی خالد دونوں عراق چلے گئے اور سعید کے بیٹوں کے ہمراہ جو مصعب کے پاس تھے۔ قیام پذیر ہو گئے۔ اور اس وقت تک وہیں رہے جب تک کہ ان کی جماعت پھر عبدالملک کے پاس نہ آئی۔ جب مرج میں عبداللہ کی ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی تھی۔ یہ مصعب کی حمایت میں بنی امیہ سے لڑتا رہا تھا۔ جب تمام لوگوں نے عبدالملک کی خلافت تسلیم کر لی۔ ان سب کے بعد عبداللہ عبدالملک کے پاس آیا۔ عبدالملک نے پوچھا۔ اے آل یزید تمہارا کیا حال ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا (حرباحربایاخرباخربا) یعنی جنگ نے یا جماعت بندی نے حالت خراب کر دی۔ عبدالملک نے اس کے جواب میں:

﴿ ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴾ پڑھا

''یہ روز بدتم نے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے دیکھا اور اللہ تو ہرگز بھی بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں''۔

عبدالملک اور پسران عمرو بن سعید:

جب سب نے عبدالملک کی خلافت تسلیم کر لی تو اس کے بعد عمرو بن سعید کے چاروں لڑکوں امیہ' سعید' اسمٰعیل اور محمد عبدالملک کے پاس آئے' عبدالملک نے ان کی طرف دیکھ کر کہا تم ایسے گھرانے کے رکن ہو جو ہمیشہ بغیر کسی استحقاق کے اپنے کو تمام قوم پر افضل سمجھتا رہا ہے۔ میرے اور تمہارے باپ کے درمیان کوئی نئی عداوت نہ تھی بلکہ ہمارے ابا و اجداد اور تمہارے بزرگوں میں جاہلیت کے زمانے سے چلی آتی تھی۔ عبدالملک نے اس تحکمانہ لہجے سے گفتگو کی ابتداء عمرو کے سب سے بڑے بیٹے امیہ سے کی۔

سعید بن عمرو کا عبدالملک کو جواب:

حالانکہ یہ اپنے سب بھائیوں میں زیادہ ہوشیار اور عقلمند تھا مگر جواب نہ دے سکا۔ اس پر سعید بن عمرو منجھلا بھائی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ امیر المومنین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ایام جاہلیت کی باتیں ہیں۔ اسلام نے ان تمام باتوں کو اب محو کر دیا ہے اور ہم سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور دوزخ سے ڈرایا ہے۔ عمرو اور آپ کے درمیان چاہے عداوت ہو مگر وہ آپ کے ابن عم تھے اسے آپ خوب جانتے ہیں اور جو سلوک آپ نے ان سے کیا اس سے بھی آپ واقف ہیں۔ عمرو واصل بحق ہو گئے اب اللہ ہی ان سے حساب کرنے کے لیے کافی ہے اگر آپ محض اس عداوت کی بنا پر جو آپ کے اور عمرو کے درمیان تھی ہمیں مستوجب سزا سمجھتے ہیں تو اس صورت سے تو ہمارے لیے پیوند زمین ہو جانا ہی بہتر ہے۔

پسران عمرو بن سعید کو معافی واعزازات:

اس تقریر نے عبدالملک پر بہت اثر کیا۔ اس نے کہا کہ صورت ایسی واقع ہو چکی تھی کہ یا عمرو مجھے قتل کر دیتے یا میں انھیں۔ اس لیے میں نے ان کے قتل کر ڈالنے کو اپنے مقتول ہونے پر ترجیح دی اور اب رہے تم لوگ۔ تم لوگوں میں بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ صلہ رحم کروں گا۔ تمہارے حقوق کی نگہداشت کروں گا۔ چنانچہ عبدالملک ان سے حق یگانگی ادا کرنے لگا اور دربار میں عزت دینے لگا۔ اور اس نے ان کے مناصب میں اضافہ کر دیا۔

خالد بن یزید اور عبدالملک کی گفتگو:

خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک روز عبدالملک سے کہا مجھے تعجب ہے کہ کس طرح آپ نے عمرو کو بھلاوے میں پایا۔ جو اسے قتل کر ڈالا۔ عبدالملک نے جواب میں دو شعر پڑھے۔

دانيتــه منــي ليسكن روعــه　　　فاصول صولة حازم مستمكن

غضبا و محمية لديني انه　　　ليس المسئ سبيله كالمحسن

ترجمہ: ''میں نے اسے اپنے قریب کر لیا کہ اس کا خوف جاتا رہے تاکہ پھر میں ایک مقتدر ہوشیار کی طرح دین کی خاطر غصہ اور جوش میں بھرا ہوا حملہ کروں اور یہ ظاہر ہے کہ بدکردار کا طریقہ عمل نیک کام کرنے والے کی طرح کبھی نہیں ہو سکتا''۔

ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں سعید بن عمرو سے ایک شخص ملا اور کہنے لگا کہ رب کعبہ کی قسم بنی امیہ میں تمہارے باپ کا سا کوئی شخص نہ تھا۔ مگر انھوں نے خاندان بنی امیہ سے حکومت حاصل کرنے کے لیے مخالفت کی اور ہلاک ہوئے۔

خیف منیٰ میں ایک خارجی کا قتل:

واقدی کہتے ہیں کہ عمرو بن سعید اور عبدالملک کے درمیان محاصرہ ومقابلے کا واقعہ ۶۹ھ میں پیش آیا۔ عمرو دمشق میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا اور عبدالملک نے بطنان حبیب سے واپس آ کر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مگر عمرو کا قتل ۷۰ھ میں عبدالملک کے ہاتھوں واقع ہوا۔ اسی سال حج کے موقعے پر مقام خیف منیٰ میں ایک خارجی نے اپنا شعار ''لا الحکم الا اللہ'' پکارا۔ مگر جمرہ کے پاس قتل کر دیا گیا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسے جمرہ کے پاس تلوار کھینچتے دیکھا۔ وہ اکیلا نہ تھا بلکہ خارجیوں کی ایک جماعت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک رکھے۔ یہ شخص ان میں سے آگے بڑھا اور اپنا شعار پکارنے لگا۔ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا۔

امیر حج ابن زبیر رضی اللہ عنہ:

اس سال بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی زیر امارت لوگوں نے حج کیا۔ کوفے اور بصرے پر ان کے بھائی مصعب گورنر تھے شریح کوفے کے قاضی تھے۔ بصرے کے منصب قضا پر ہشام بن ہبیرہ تھے اور عبداللہ بن خازم خراسان کے گورنر تھے۔

۷۰ھ کے واقعات

عبدالملک کی شاہ روم سے مصالحت:

اس سال رومیوں نے جنگ کی تیاری کی اور شام میں جو مسلمان آباد تھے ان پر حملہ کر دیا۔ عبدالملک نے اس خوف سے کہ رومیوں کے ہاتھ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔ بادشاہ روم سے ہزار دینار ہر جمعہ ادا کرنے پر صلح کر لی۔

اسی سال مصعب بہت سا مال ومتاع اور مویشی لے کر مکہ آئے۔ اپنے خاندان اور دوسرے لوگوں میں اسے تقسیم کیا۔ عبداللہ بن صفوان اور جبیر بن شیبہ اور عبداللہ بن مطیع کو بہت سا روپیہ وغیرہ دیا اور خوب قربانی کی۔

امیر حج ابن زبیر رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سال لوگوں کو حج کرایا۔ مختلف صوبجات پر ان کے گورنر اور قاضی وہی لوگ تھے جو سنہ سابق میں تھے۔

۷۱ھ کے واقعات

۷۱ھ میں عبدالملک مصعب کے مقابلے کے لیے عراق کی طرف چلے۔ اب تلک یہ ہوا تھا کہ جب عبدالملک بطنان حبیب پہنچتے اور مصعب مقام باجمیرا تک بڑھ آتے۔ موسم سرما شروع ہو جاتا۔ دونوں صاحب اپنے اپنے مستقر کو واپس ہو جاتے اور پھر آئندہ سال اسی طرح مقابلے کی تیاریاں کرتے۔

خالد بن عبداللہ کی روانگی بصرہ:

۷۰ھ میں عبدالملک شام سے مصعب کے ارادے سے چلے۔ خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید بھی ان کے ہمراہ تھا۔ خالد نے عبدالملک سے کہا کہ اگر آپ مجھے کچھ سواروں کے ساتھ بصرہ بھیج دیں تو میں امید کرتا ہوں کہ اس پر قبضہ کر لوں گا۔ عبدالملک نے اس کی خواہش کے مطابق اسے روانہ کیا۔ خالد پوشیدہ طور پر اپنے موالی اور خاصے کے سواروں کے ساتھ بصرہ آیا اور عمرو بن اصمع الباہلی کے پاس فروکش ہوا۔ عمرو نے خالد کو پناہ دی۔ عباد بن الحصین ابن معمر کی پولیس کا افسر اعلیٰ تھا۔ مصعب نے اپنے مکے کی روانگی کے وقت عبیداللہ بن عبیداللہ ابن معمر کو بصرے پر اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔

عباد بن الحصین ابن معمر:

عمرو بن اصمع نے اس امید سے کہ عباد بھی خالد کے ہاتھ پر بیعت کرے گا عباد کو کہلا بھیجا کہ میں نے خالد کو پناہ دی میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس بات کا علم ہو جائے تا کہ آپ میری پشت پناہ رہیں۔

عمرو بن اصمع کا قاصد ایسے وقت پہنچا جب کہ عباد گھوڑے سے اتر رہا تھا۔ اس نے پیام پہنچا دیا۔ عباد نے اس سے کہا کہ

اپنے آقا سے جا کر کہہ دے بخدا میں گھوڑے سے زین بھی نہیں اتاروں گا اور سواروں کو لے کر تیرے پاس ابھی پہنچتا ہوں۔ یہ خبر سنتے ہی عمرو نے خالد سے کہا کہ میں تمہیں دھوکہ نہیں دینا چاہتا۔ یہ قول عباد کا ہے وہ ابھی آتا ہی ہوگا اور میں تمہاری مدافعت کرنے سے قاصر ہوں۔ بہتر ہے کہ تم مالک بن مسمع کے پاس فوراً چلے جاؤ۔

خالد بن عبداللہ کو مالک بن مسمع کی امان:

ایک یہ بھی روایت ہے کہ خالد علی بن اصمع کے پاس مقیم ہوا تھا جب عباد کو اس کی خبر لگی اس نے کہلا بھیجا کہ میں ابھی تیرے پاس آتا ہوں۔ خالد ابن اصمع کے پاس سے اس بے سروسامانی میں نکل کر بھاگا کہ ایک باریک قوہی قمیض اس کے جسم پر تھا۔ دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں۔ پاؤں رکابوں سے نکلے ہوئے تھے مالک کے پاس پہنچا۔ اپنی روئیداد سنائی اور کہا کہ تم مجھے پناہ دو۔ مالک نے کہا بہتر ہے اور مالک اور اس کا بیٹا مقابلے کے لیے نکلے مالک نے ابوبکر بن وائل اور ازد کو اپنی حمایت کے لیے بلایا۔ سب سے پہلے بنی لشکر کا جھنڈا مالک کے پاس پہنچا۔ اور دوسری طرف عباد بھی سواروں کا دستہ لیے ہوئے آموجود ہوا دونوں جماعتیں ٹھہری رہیں اور آپس میں جنگ وجدال نہیں ہوا۔

خالد بن عبداللہ سے بنی تمیم کا تعاون:

دوسرے دن صبح کو خالد نافع بن حارث کے جفرہ کی طرف چلا (یہ موضع اس کے بعد سے خالد ہی کی طرف منسوب کیا جانے لگا) خالد تمیم کے کچھ لوگ آ کر شریک ہوگئے تھے۔ ان میں صعصعہ بن معاویہ اور عبدالعزیز بن بشر اور مرہ بن محکان بھی بنی تمیم کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے۔ خالد کے ساتھ جفریہ کہلاتے تھے اور ابن معمر کے سپاہی زبیریہ کہلاتے تھے۔ جفریہ میں عبیداللہ بن ابی بکرۃ حمران اور مغیرہ بن المہلب تھے زبیریوں کی جانب سے قیس بن ہیثم السلمی تھے یہ اُجرت دے کر لوگوں کو اپنے ساتھ بھرتی کر لیتے تھے۔ ایک شخص نے اُجرت کا تقاضا کیا۔ قیس نے کہا کل دوں گا۔ اس پر غطفان بن انیف قبیلہ بنی کعب بن عمرو کے ایک شخص نے طنز یہ اشعار کہے۔

قیس اپنے گھوڑے کی گردن میں گھونگرو ڈالے رہتا تھا۔ عمرو بن وبرۃ القحیفی بنی حنظلہ کے سواروں پر سردار تھا۔ ان کے جو خدمت گار تھے ان کی تنخواہ تیس درہم یومیہ مقرر تھی مگر یہ انہیں صرف دس ہی دیا کرتا تھا۔ ایک شعر میں ان کے اس طرز عمل کی بھی شکایت کی گئی۔ شعر یہ ہے۔

لبئس ما حکمت یا بن وبره تعطی ثلثین و تعطی عشره

ترجمہ: ''اے ابن وبرہ تمہارا یہ طرز عمل اچھا نہیں کہ تمہیں تو تیس ملیں اور تم صرف دس ادا کرو''۔

عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان کی مراجعت دمشق:

مصعب نے زحر بن قیس الجعفی کو ابن معمر کی مدد کے لیے ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ اس کے مقابلے میں عبدالملک نے عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان کو خالد کی مدد پر بھیجا۔ عبیداللہ نے بصرے میں داخل ہونا مناسب نہ سمجھا بلکہ مطر بن توام کو دریافت حال کے لیے روانہ کیا۔ مطر نے بصرے سے واپس جا کر عبیداللہ کو اطلاع دی کہ ہمارے ساتھی منتشر ہو گئے ہیں۔ عبیداللہ پھر چپکے سے عبدالملک کے پاس چلا آیا۔

خالد بن عبداللہ کا بصرے سے اخراج:

مالک اور عباد میں چوبیس روز برابر جنگ ہوتی رہی۔ جب مالک کی ایک آنکھ ضائع ہوئی تو وہ جنگ سے باز آیا۔ یوسف بن عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص نے بیچ میں پڑ کر دونوں میں صلح کرادی۔ شرط یہ ہوئی مالک خالد کو بصرے سے نکال دے اور خود اسے امان دی جاتی ہے چنانچہ خالد بصرے سے چلا گیا۔

مالک کو یہ خوف پیدا ہوا کہ ممکن ہے مصعب عبیداللہ کی اس امان دینے کی تصدیق نہ کریں۔ اس لیے وہ ثاج چلا گیا۔

فرزدق نے مالک کے قصہ بنی تمیم کے اس سے اور خالد سے مل جانے کے واقعے کو اپنے چند اشعار میں نظم بھی کر دیا ہے۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بصرہ میں آمد:

جب عبدالملک دمشق واپس ہو گئے مصعب کی پوری ہمت اس بات پر تھی کہ بصرہ پہنچ جائیں۔ انھیں خیال تھا کہ بصرہ پہنچ کر خالد کی سرکوبی کروں گا۔ مگر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ خالد یہاں سے امان پا کر نکل چکا ہے اور ابن معمر نے لوگوں کو امان دے دی ہے اکثر لوگ تو بصرے میں مقیم رہے اور کچھ مصعب کے خوف سے بصرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ مصعب ابن معمر پر بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اب میں تمہیں کوئی ذمہ دار عہدہ نہ دوں گا۔ اور جفریہ جماعت کو بلا بھیجا۔ انھیں گالیاں دیں اور ڈنڈے بھی مارے۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جفریہ جماعت کو سرزنش:

مصعب نے ان لوگوں کو بلا بھیجا۔ وہ سب ان کے سامنے لائے گئے۔ سب سے پہلے مصعب عبیداللہ بن ابی بکرہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ اے ابن مسروح تو اس کتیا کا بیٹا ہے جس سے باری باری کتوں نے اپنی خواہش بھی کو پورا کیا۔ اس نے مختلف رنگ کے سیاہ' سرخ اور زرد پلے کتوں کے سے جنے۔ تیرا باپ ایک غلام تھا اور جو طائف کے قلعے سے حضور رسالت مآب ﷺ کی جناب میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ تم نے ایک نیا شگوفہ چھوڑا اور ادعا کیا کہ ابوسفیان نے تمہاری ماں کے ساتھ زنا کیا ہے خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو تمہاری اصلیت سے تمہیں ملا دوں گا۔

حمران کی اہانت:

پھر حمران کو مخاطب کر کے کہا اے یہودیہ کے بیٹے تو ایک نبطی کافر ہے جنگ عین التمر میں اسیر کیا گیا۔ حکم بن منذر الجارود سے کہا' اے خبیث تو جانتا ہے کہ تو کون ہے اور جارود کون تھا؟ جارود ایک کافر تھا جو جزیرۂ ابن کاوان واقعہ علاقہ فارس میں رہا کرتا تھا۔ پھر سمندر کے کنارے پہنچ کر قبیلہ عبدالقیس میں شامل ہو گیا اور نجدا میں جانتا ہوں کہ دنیا میں کوئی قبیلہ اس قبیلے سے زیادہ برائیوں میں مبتلا نہیں۔ بعد میں اس کی بہن سے مکعبر الفارسی سے شادی کر لی' یہ ہی اس کی انتہائے شرافت ہے اے ابن قباذ یہ ہی اس عورت کے جنے ہیں۔

عبداللہ بن فضالہ الزہرانی سامنے لایا گیا۔ مصعب نے کہا کہ کیا اہل ہجر اور پھر طماہج سے نہیں ہے۔ بخدا میں تجھے تیرے نسب کی طرف پلٹا دوں گا۔

علی بن اصمع سامنے لایا گیا۔ مصعب نے اس سے کہا کہ کبھی تو بنی تمیم کا غلام ہوتا ہے اور کبھی جھوٹ موٹ اپنی نسبت باہلہ سے کرتا ہے۔

عبدالعزیز بن بشر کی تذلیل:

عبدالعزیز بن بشر بن حناط سامنے لایا گیا۔ مصعب نے کہا اے ابن مشتور کیا تیرے چچا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بکری نہیں چرائی تھی؟ جس کے پاداش میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ بخدا معلوم ہوتا ہے کہ تیرے بہنوئی نے تیری اعانت کی ہے (اس کی بہن مقاتل ابن مسمع کی بیوی تھی) ابی حاضرالاسدی پیش کیا گیا۔ مصعب نے اس سے کہا کہ اے اصطخر یہ کے بیٹے بھلا تو کہاں اور شرافت کہاں۔ تو تو اونٹ چرانے والے خانہ بدوشوں میں سے ہے۔ جھوٹ موٹ اپنے کو بنی اسد سے کہتا ہے۔ بنی اسد میں نہ کوئی تیرا رشتہ دار ہے اور نہ ہم نسب ہے۔

زیاد بن عمرو پیش کیا گیا۔ مصعب نے اس سے کہا اے ابن کرمانی! تو تو کرمانی کفاروں میں سے ہے۔ فارس پہنچ کر ملاح بن گیا۔ کجا تو اور کجا میدان جنگ وجدال۔ ہاں البتہ کشتی چلانے میں تو مشاق ہے۔

عبداللہ بن عثمان اور شیخ بن النعمان کی اہانت:

عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص پیش کیا گیا۔ مصعب نے اس سے کہا۔ تیری یہ شان کہ تو مجھ پر چڑھائی کرے تو ہجر کے کفار میں سے ہے تیرا باپ طائف میں رو پڑا تھا۔ اہل طائف کا قاعدہ تھا کہ جو شخص ان میں ملنا چاہتا اسے شریک کر لیتے تھے اور اسے وہ اپنی عزت سمجھتے تھے۔ بخدا میں تجھے تیری اصلیت کی طرف پلٹا دوں گا۔ پھر شیخ ابن النعمان پیش کیا گیا۔ مصعب نے کہا اے ابن خبیث تو زندورد کے کفار میں سے ہے تیری ماں بھاگ گئی تھی اور تیرا باپ قتل کر دیا گیا تھا۔ پھر اس کی بہن سے بنی یشکر کے ایک شخص نے شادی کر لی تھی۔ جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ انھوں نے تجھ کو اپنے نسب میں ملا لیا تھا۔

جعفریہ جماعت کو سرزنش:

اس کے بعد مصعب نے ان کو سو سو کوڑے لگوا دیئے اور داڑھیاں منڈوا دیں۔ ان کے مکانات منہدم کر دیئے گئے۔ تین روز تک دھوپ میں کھڑے رکھے گئے۔ ان سے ان کی بیویوں کی طلاق دلوائی گئی۔ ان کے لڑکے دشمن سے مقابلہ کرنے والی فوج میں بھرتی کر لیے گئے۔ تمام بصرہ میں انھیں پھرایا گیا اور ان سے قسم لی گئی کہ وہ کبھی کسی آزاد شریف عورت سے نکاح نہیں کریں گے۔

ہمراہیان خالد کا قتل:

خالد کے جو ہمراہی فرار ہو گئے تھے ان کے تعاقب میں مصعب نے خداش بن یزید الاسدی کو روانہ کیا۔ خداش مرہ بن محکان کے عقب میں جا پہنچا اور گرفتار کر لیا گیا۔ پھر اپنی طرف گھسیٹ کر قتل کر ڈالا۔ خداش اس وقت مصعب کے باڈی کا افسر اعلیٰ تھا۔

مالک بن مسمع کے مکان کا انہدام:

سنان بن ذہل (قبیلہ بنی عمرو بن مرثد کے ایک شخص کو) مصعب نے مالک بن مسمع کے مکان کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ سنان نے اس کے مکان کو منہدم کر دیا۔ اور جس قدر اثاثات البیت اس میں تھا اس سب پر مصعب نے قبضہ کر لیا۔ منجملہ اور چیزوں کے ایک لونڈی بھی تھی اس کے بطن سے مصعب کا لڑکا عمر بن مصعب پیدا ہوا۔

مصعب کوفہ جانے سے پہلے تک بصرہ ہی میں مقیم رہے۔ پھر اس وقت تک کوفہ میں قیام پذیر رہے جب تک کہ انہیں عبدالملک سے جنگ کرنے کے لیے نہ جانا پڑا۔

آلِ مروان سے عبدالملک کی خط و کتابت:

عبدالملک مقام مسکن میں فروکش تھے۔ خاندان مروان کے جس قدر افراد عراق میں بود و باش رکھتے تھے' سب کے نام عبدالملک نے خطوط لکھے۔ سب نے اس کی امداد کا وعدہ کیا اور یہ شرط کی کہ اصبہان کا صوبہ ہمیں دے دیا جائے۔ چنانچہ عبدالملک نے ایسا ہی کیا کہ تمام ولایت اصبہان ان لوگوں کی جاگیر میں دے دی۔ ان میں حجار بن ابجر' غضبان ابن القبعثری' عتاب بن ورقاء قطن بن عبداللہ حارثی' محمد ابن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس' زہر بن قیس اور محمد بن عمیر شامل تھے۔

عبدالملک نے اپنے مقدمۃ الجیش پر محمد بن مروان کو' میمنہ پر عبداللہ بن یزید بن معاویہ' میسرے پر خالد بن یزید کو سردار مقرر کیا۔ مصعب بھی مقابلے کے لیے بڑھے۔ مگر حسب عادت قدیمہ اہل کوفہ نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور تنہا چھوڑ دیا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا عزم:

عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مصعب میدان جنگ کے لیے نکلے وہ اپنے گھوڑے کی پال پر سہارا لیے ہوئے تھے اور داہنے بائیں لوگوں کو غور سے دیکھتے جاتے تھے۔ مجھ پر نظر پڑی۔ مجھے قریب بلا کر کہا۔ حسین ابن علی علیہ السلام نے اپنے آپ کو ابن زیاد کے حوالے کرنے سے انکار کیا اور جنگ پر اڑے رہے۔ بتاؤ ان کا یہ طرز عمل مناسب تھا یا نہیں۔ پھر خود ہی ایک شعر بھی پڑھا۔ جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ آخر دم تک مقابلہ کریں گے۔

عبدالملک اور اہل شام میں اختلاف:

عمرو بن سعید کے قتل کر دینے کے بعد عبدالملک کو اب کچھ خوف نہ تھا۔ جس نے مخالفت کی اسے قتل کر ڈالا۔ تمام ملک شام بلاشرکت غیرے اس کا مطیع ہو چکا تھا۔ جب مصعب سے مقابلے کی ٹھہر گئی۔ عبدالملک خطبے کے لیے کھڑے ہوئے۔ لوگوں سے کہا کہ مصعب کے مقابلے کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ شام کے عمائدین نے اس سے اختلاف کیا۔ اگر چہ ان کا اختلاف کیا۔ اگر چہ ان کا اختلاف اصل مقصد سے نہ تھا بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ عبدالملک وہیں قیام کریں۔ اور فوج مصعب کے مقابلے کے لیے بھیجی جائے۔ اگر کامیابی نصیب ہو تو فبہا ورنہ دوسری امدادی فوج سے اس کی مدد کی جا سکے۔ کیونکہ انھیں یہ خوف دامنگیر تھا کہ اگر عبدالملک مصعب کے مقابلے میں کام آئے تو ان کے بعد اہل شام کا کوئی بادشاہ نہ رہے گا۔ اس لیے انھوں نے درخواست کی کہ اے امیر المومنین کیا اچھا ہو کہ آپ خود نہ جائیں بلکہ فوجوں پر اپنے خاندان کے کسی شخص کو سردار مقرر کر کے مصعب کے مقابلے کو روانہ فرمائیں۔

عبدالملک کا آلِ زبیر رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اعتراف:

عبدالملک نے جواب دیا کہ اس اہم خدمت کو صرف وہ قریشی اچھی طرح انجام دے سکتا ہے جو سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔ ممکن ہے کہ ایسا شخص منتخب کر کے بھیج دوں جو بہادر ہو مگر صاحب عقل نہ ہو۔ البتہ میں اپنے کو اس کا مستحق سمجھتا ہوں۔ میں فنونِ جنگ سے اچھی طرح واقف ہوں اور ضرورت کے موقع پر تلوار کا بھی دھنی ہوں۔ میرے مقابلے میں مصعب ہیں' جن کا خاندان بہادر ہے اس شخص کے بیٹے ہیں جو تمام قریش میں سب سے بہادر تھا۔ مگر وہ فن حرب سے ناواقف ہیں۔ عیش و عشرت کو پسند کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو در پردہ ان کے مخالف ہیں۔ میرے ساتھ وفادار اور مخلص ہیں۔

عبدالملک کے اہل عراق کے نام خطوط:

عبدالملک شام سے چل کر مسکن پر فروکش ہوئے۔ مصعب باجمیرا تک بڑھے۔ عبدالملک نے اپنے تمام طرفداروں کو جو عراق میں مقیم تھے خطوط لکھے تھے۔ ابراہیم بن الاشتر عبدالملک کا ایک سربمہر لفافہ لیے ہوئے مصعب کے پاس آئے' جسے انھوں نے اس وقت تک نہ پڑھا تھا۔ یہ خط مصعب کو دے دیا۔ مصعب نے پوچھا اس میں کیا ہے ابراہیم نے کہا میں نے اسے اب تک نہیں پڑھا ہے۔ خود مصعب نے اس خط کو پڑھا۔ جس میں عبدالملک نے ابراہیم کو اپنا طرفدار بنانے کے لیے اس وعدہ پر انھیں دعوت دی تھی کہ عراق کی صوبہ داری ان کے کے تفویض کر دی جائے گی۔ ابراہیم نے کہا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے میں سب سے زیادہ مایوسی انھیں میری طرف سے ہوگی۔ مجھے ہی نہیں بلکہ اسی طرح کے خط عبدالملک نے آپ کے اکثر طرفداروں کو لکھے ہیں۔ آپ میرے کہنے پر عمل کریں اور ان سب کو قتل کر ڈالیں۔

ابن الاشتر کا مصعب کو مشورہ:

مصعب نے کہا کہ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو ان کے تمام خاندان وقبیلہ والے ہم سے بگڑ جائیں گے۔ ابراہیم نے کہا اس کی دوسری سبیل بھی ہے' سب کو بیڑیاں پہنا کر ابیض کسریٰ کے جیل بھیج دیجیے اور جو نگران ہو اسے یہ ہدایت کر دی جائے کہ اگر آپ کو شکست ہو تو وہ ان سب کو قتل کر ڈالے اور اگر آپ فاتح ہوں تو انھیں رہا کر کے ان کے خاندانوں پر احسان کا بوجھ رکھ دیجیے گا۔ مصعب نے کہا اے ابونعمان میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اللہ ابوبحر پر رحم کرے وہ مجھے اہل عراق کی غداری سے ڈرا رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مصیبت کا ہمیں سامنا ہے وہ اس کے منتظر ہی تھے۔

قیس بن ہیثم کا اہل عراق کو مشورہ:

جب اہل عراق نے مصعب سے غداری کرنے کا قصد کیا' قیس بن ہیثم نے انہیں لعنت ملامت کی اور کہا کہ شامیوں کو ہرگز بھی فاتحانہ حیثیت سے اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دینا۔ اگر وہ تمہارے اسباب معیشت میں شریک بن گئے تو تمہارے مکانات میں کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ یہ معلوم ہوگا کہ کسی نے جھاڑو پھیر دی ہے۔ بخدا میں نے خود ایک شامی سردار کو خلیفہ کے دروازے پر دیکھا جو اس آرزو پر خوش ہو رہا تھا کہ کاش وہ بھی کسی کام کے لیے عراق بھیج دیا جائے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں پیداوار کی کثرت ہے۔ ہر طرف سرسبزی و شادابی ہے۔ ہمارے یہاں ایک ایک شخص کے پاس ہزار ہزار اونٹ ہیں حالانکہ شام کے سرداروں کے پاس صرف ایک ہی گھوڑا ہوتا ہے جس پر وہ جنگ کے لیے جاتے ہیں اور اس پر اپنے پیچھے سامان خوراک وغیرہ رکھ لیتے ہیں۔

ابراہیم بن الاشتر کا خاتمہ:

مقام مسکن دیر جاثلیق کے قریب دونوں فوجوں میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ ابراہیم بن الاشتر نے آگے بڑھ کر محمد بن مروان پر حملہ کیا اور محمد کو اس جگہ سے ہٹا دیا۔ عبدالملک نے عبداللہ بن یزید کو آگے بھیجا۔ عبداللہ محمد بن مروان کے قریب پہنچ گیا۔ طرفین کی فوجیں درہم برہم ہو کے مل گئیں۔ مسلم بن عمرو الباہلی' یحییٰ بن مبشر (متعلقہ قبیلہ بنی ثعلبہ بن یربوع) اور ابراہیم بن الاشتر میدان جنگ میں کام آئے۔

عتاب بن ورقاء کا فرار:

یہ دیکھتے ہی عتاب بن ورقاء جو مصعب کے ہمراہ رسالہ کا سردار تھا' میدان سے فرار ہو گیا۔ مصعب نے قطن بن عبداللہ الحارثی سے کہا اے ابوعثمان اپنے سواروں کو آگے بڑھاؤ۔ قطن نے کہا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ مصعب نے پوچھا کیوں؟ قطن نے جواب دیا کہ میں اسے برا سمجھتا ہوں کہ تنہا بنی مذحج خواہ مخواہ قتل کر ڈالے جائیں۔

اہل عراق کی غداری:

مصعب نے حجار ابن ابجر سے کہا اے ابواسید تم اپنا نشان آگے بڑھاؤ۔ اس نے کہا ان نجس لوگوں کی طرف بڑھوں؟ مصعب نے کہا بخدا جس لیے تم پیچھے ہٹتے ہو وہ نہایت ہی مذموم اور قبیح فعل ہے۔ اس کے بعد مصعب نے محمد بن عبدالرحمٰن ابن سعید بن قیس کو اسی طرح کا حکم دیا۔ محمد نے جواب دیا کہ جب کسی اور نے آپ کے حکم کی پروانہیں کی تو میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ اس کو بجالاؤں۔

ابن خازم والی خراسان:

اس وقت حالت یاس میں مصعب نے کہا اے ابراہیم اور آج ابراہیم میرے پاس نہیں ہے۔ (ابراہیم سے مراد ابراہیم بن الاشتر تھے) ابن خازم والی خراسان کو معلوم ہوا کہ مصعب عبدالملک کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ اس نے دریافت کیا کہ آیا ان کے ہمراہ عمر بن عبیداللہ بن معمر ہے۔ کہا گیا کہ وہ فارس پر مصعب کی جانب سے عامل ہے۔ پھر پوچھا کیا مہلب بن ابی صفرہ ان کے ساتھ ہے جواب ملا کہ وہ موصل کا عامل ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا عباد بن الحصین ان کے ہمراہ ہے معلوم ہوا کہ وہ بصرہ کا عامل ہے۔ اس پر ابن خازم نے کہا اور میں خراسان میں ہوں۔ پھر ایک شعر پڑھا جس میں مصعب کی ناکامیابی کا اندیشہ ظاہر کیا گیا تھا۔

عیسیٰ بن مصعب کا خاتمہ:

مصعب نے اپنے بیٹے عیسیٰ سے کہا کہ تم معہ اپنے ہمراہیوں کے اپنے چچا کے پاس مکہ چلے جاؤ۔ اور اہل عراق نے جو غداری میرے ساتھ کی ہے اس کی اطلاع کرو۔ میری تم پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ میں تو مارا ہی جاؤں گا۔

عیسیٰ نے جواب دیا کہ میں ہرگز کسی قریشی سے آپ کی خطرناک حالت کا اظہار نہ کروں گا۔ البتہ اگر آپ چاہتے ہیں تو بصرہ چلے جایئے کیونکہ یہاں ان کی ایک اچھی جماعت ہے یا امیر المومنین کے پاس چلے جایئے مصعب نے کہا بخدا میں قریش کو ہرگز یہ موقع نہ دوں گا کہ وہ بعد میں اس بات پر طعن آمیز گفتگو کریں کہ میں بنی ربیعہ کی ترک نصرت کرنے سے میدان جنگ سے فرار ہو گیا تاوقتیکہ میں خود حرم محترم میں شکست کھا کر نہ داخل ہوں۔ بلکہ میں برابر لڑتا رہوں گا۔ اگر میں مارا گیا تو میدان جنگ میں تلوار سے مارا جانا کوئی عار نہیں۔ بھاگنے کی میری عادت اور خصلت نہیں اگر تمہارا ارادہ بھی میدان جنگ میں واپس جانے کا ہے تو بہتر ہے جاؤ اور لڑو۔ چنانچہ عیسیٰ نے میدان جنگ کا رخ کیا' لڑا اور مارا گیا۔

عبدالملک کی مصعب کو امان کی پیشکش:

عبدالملک نے اپنے بھائی محمد بن مروان کے ذریعے مصعب کے پاس پیام بھیجا کہ میں آپ کو امان دیتا ہوں مصعب نے جواب دیا کہ مجھ سا شخص اس موقعے سے دو ہی صورتوں میں واپس ہٹ سکتا ہے کہ یا وہ غالب ہو یا مغلوب۔

اسمٰعیل بن طلحہ کو عبدالملک کی امان:

عین دوران جنگ میں زیاد بن عمرو نے عبدالملک کے پاس آ کر عرض کیا' اے امیر المومنین اسمٰعیل بن طلحہ میرا مخلص ہمسایہ تھا۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ مصعب نے میرے لیے کوئی برائی سوچی ہو اور اس نے اس کا توڑ نہ کر دیا ہو مہربانی فرما کر آپ اسے امان دیجیے۔ عبدالملک نے کہا ہاں اسے امان ہے زیاد دونوں مقابل صفوں کے درمیان آیا یہ ایک نہایت ہی قوی ہیکل جیم و شحیم آدمی تھا۔ زیاد نے چلا کر کہا ابو بختری اسمٰعیل بن طلحہ کہاں ہے اسمٰعیل سامنے آیا۔ زیاد نے کہا میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اسمٰعیل اس قدر قریب ہو گیا کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں باہم مل گئیں۔ اس زمانے میں لوگ حاشیہ دار پٹکہ باندھتے تھے۔ زیاد نے اسمٰعیل کے پٹکے پر ہاتھ ڈال کر زین سے اکھاڑ دیا۔ اسمٰعیل نے کہا اے ابو مغیرہ میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں تیرا کیا ارادہ ہے یہ تو مصعب سے وفاداری کے خلاف ہے۔ زیاد نے جواب دیا ہاں میں اس بات کو اس سے اچھا سمجھتا ہوں کہ کل تمہیں مقتول دیکھوں۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا امان قبول کرنے سے انکار:

جب مصعب نے امان قبول کرنے سے انکار کیا تو محمد بن مروان نے عیسیٰ بن مصعب کو آواز دی کہ اے میرے بھتیجے تو اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈال۔ تجھے امان ہے۔ مصعب نے بھی اس سے کہا کہ تیرے چچا نے مجھے امان دی ہے تو ان کے پاس چلا جا۔ عیسیٰ نے جواب دیا مبادا قریش کی عورتیں اس بات کا تذکرہ کریں کہ میں نے آپ کو قتل ہونے کے لیے سپرد کر دیا اور خود اپنی جان بچائی مصعب نے کہا اچھا پھر میرے سامنے آگے بڑھو اور جنگ کرو۔ عیسیٰ نے مقابل آ کر داد مردانگی دی اور کام آیا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شجاعت و قتل:

تیروں نے مصعب کو چھلنی کر دیا تھا زایدہ بن قدامتہ نے یہ حالت دیکھ کر مصعب پر حملہ کر دیا اور نیزے سے ایک کاری وار کیا اور کہا یہ مختار کا بدلہ ہے۔ نیزہ کھا کر مصعب زمین پر گر پڑے۔ عبیداللہ بن ظبیان نے ان کے قریب گھوڑے سے اتر کر ان کا سر جدا کر دیا اور کہا کہ اس نے میرے بھائی نابی بن زیاد کو قتل کیا تھا۔ عبیداللہ سر لے کر عبدالملک پاس آیا۔ عبدالملک نے ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ اس نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے آپ کے حکم کی اطاعت میں انہیں قتل نہیں کیا ہے بلکہ ان سے مجھے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لینا تھا اور محض سر اٹھا کر لانے کا میں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا اور اس سر کو عبدالملک کے پاس چھوڑ دیا۔ انتقام کی وجہ یہ تھی کہ مصعب نے اپنے کسی صوبہ کی پولیس پر مطرف بن سیدان الباہلی (ثم احد بنی جاوۃ) کو افسر اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ نابی بن زیاد بن ظبیان اور قبیلہ بنی نمیر کا ایک اور شخص ڈکیتی کے مرتکب ہوئے تھے۔ یہ دونوں مطرف کے پاس لائے گئے۔ نابی قتل کر ڈالا گیا۔ دوسرے شخص کو کوڑے لگا کر چھوڑ دیا گیا۔

مطرف بن سیدان کا قتل:

اس وجہ سے عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان نے جسے مصعب نے بصرہ کی ولایت سے برطرف کر کے اہواز کا والی مقرر کر دیا تھا۔ مطرف کے مقابلے کے لیے فوج جمع کی۔ دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ کچھ دیر ٹھہرے رہے بیچ میں دریا حائل تھا۔ مطرف نے عبیداللہ کا مقابلہ کرنے کے لیے دریا عبور کیا۔ مگر اس سے پہلے ہی عبیداللہ آ پہنچا اور نیزہ کے ایک وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔

عبیداللہ بن ظبیان:

مصعب نے مطرف کے بیٹے مکرم کو عبیداللہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مکرم بڑھتا بڑھتا اس مقام تک پہنچ گیا جو اب اس کے نام سے عسکر مکرم پکارا جاتا ہے مگر ابن ظبیان کو نہ پا سکا۔ عبیداللہ ابن ظبیان اپنے بھائی کے قتل کے بعد عبدالملک سے جا ملا تھا۔

ایک مرتبہ ابن ظبیان بصرہ میں مطرف کی ایک بیٹی کے پاس سے گزرا۔ لوگوں نے کہا کہ یہی تیرے باپ کا قاتل ہے۔ لڑکی نے جواب دیا میرا باپ فی سبیل اللہ شہید ہوا۔ اس پر ظبیان نے یہ شعر پڑھا۔

فلا فی سبیل اللہ لاقی حمامہ ابوك و لكن فی سبيل الدراهم

ترجمہ: ''تیرا باپ خدا کی راہ میں شہید نہیں ہوا بلکہ روپے کے پیچھے اس نے اپنی جان دی''۔

عیسیٰ بن مصعب اور مصعب کی تدفین:

مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک نے اہل عراق کو بیعت کرنے کے لیے بلایا۔ لوگوں نے آ کر بیعت کی مصعب دیر جاثلیق کے متصل دریائے قارون پر قتل کیے گئے۔ عبدالملک نے مصعب اور ان کے بیٹے عیسیٰ کو تجہیز و تدفین کا حکم دیا اور دونوں دفن کر دیئے گئے۔ جب مصعب قتل کر دیئے گئے تو عبدالملک نے حکم دیا کہ دونوں کو سپرد خاک کر دو۔ اور کہا کہ بخدا میری اور ان کی قدیم دوستی تھی' مگر کیا کیا جائے سلطنت ایک ایسی شے ہے جس میں ان باتوں کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا۔

مصعب کے قتل پر عبدالملک کا اظہار افسوس:

عبداللہ بن شریک العامری کہتے ہیں کہ میں مصعب کے پہلو میں کھڑا تھا۔ میں نے اپنی قبا سے ایک خط نکال کر انھیں دیا اور عرض کی کہ یہ عبدالملک کا خط ہے۔ مصعب نے کہا پھر تم کیا چاہتے ہو۔ اسی اثنا میں ایک شامی مصعب کے کیمپ میں آیا۔ اس نے ایک لونڈی کو باہر نکالا۔ اس نے چلا کر کہا۔ (واذلاہ) مصعب نے پہلے تو اس کی طرف دیکھا پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ مصعب کا سر عبدالملک کے سامنے لایا گیا۔ عبدالملک نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ قریش میں تمہارا مثل اب نہیں رہا۔

جبی کا مصعب کے متعلق عبدالملک سے استفسار:

یہ دونوں جب مدینہ میں رہتے تھے ایک عورت مسماۃ جبی کے پاس جایا کرتے تھے اور آپس میں باتیں کرتے تھے۔ جبی سے جب کہا گیا کہ مصعب قتل کیے گئے تو کہنے لگی اس کا قاتل ہلاک و برباد ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ عبدالملک نے انھیں قتل کیا ہے۔ اس پر جبی نے کہا میرا باپ قاتل اور مقتول دونوں پر قربان ہو۔ اس واقعے کے بعد عبدالملک حج کرنے لگے۔ جبی ان سے ملنے آئی اور کہنے لگی کہ کیا تمہیں نے اپنے بھائی مصعب کو قتل کیا ہے۔ عبدالملک نے جواب دیا جو جنگ میں شریک ہوگا وہ ضرور اس کا مزہ چکھ کر رہے گا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مصعب اور عبدالملک کی جنگ اور مصعب کا قتل یہ واقعات ۷۲ھ میں پیش آئے۔ البتہ خالد بن عبداللہ بن اسید کا واقعہ اور عبدالملک کی جانب سے ان کا بصرہ جانا یہ واقعات ۷۱ھ کے ہیں۔

مصعب جمادی الآخر میں قتل کیے گئے اور اسی ۷۱ ہجری میں عبدالملک کوفہ آئے اور عراق اور ان دونوں شہروں کوفہ اور بصرہ کی اہم خدمات اپنے عاملوں کو سپرد کیں (یہ واقدی کا بیان ہے) ابوالحسن کا یہ بیان ہے کہ یہ واقعہ ۷۲ ہجری میں پیش آیا۔ ایک دوسری

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصعب منگل کے دن ۳/ جمادی الآخر یا جمادی الاوّل ۷۲ ہجری میں قتل کیے گئے۔

بنی قضاعہ کی اطاعت:

پہلے بیان کے مطابق عبدالملک جب کوفہ آئے۔ نخیلہ پر فروکش ہوئے اور انھوں نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا۔ سب سے پہلے بنی قضاعہ بیعت کرنے آئے۔ عبدالملک نے دیکھا ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کس طرح بنی مضر سے اب تک بچے رہے' حالانکہ تمہاری تعداد بھی بہت کم ہے عبداللہ بن یعلی النہدی نے جواب دیا کہ ہم ان سے زیادہ معزز اور بہادر ہیں عبدالملک نے پوچھا کن لوگوں کی وجہ سے تمہیں یہ رتبہ حاصل ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ ان لوگوں کی وجہ سے جو ہمارے قبیلے کے امیر المومنین کے ساتھ ہیں۔

بنی مذحج اور بنی ہمدان کی اطاعت:

پھر بنی مذحج اور بنی ہمدان آئے۔ عبدالملک نے کہا ان لوگوں سے تعرض کرنے کی کوئی بات میں نہیں پاتا۔ میں نہیں دیکھتا کہ کوفہ میں ان میں سے کسی کو بھی کوئی خاص مرتبہ حاصل ہو۔

یحییٰ ابن سعید بن العاص کو امان:

ان کے بعد بنی جعفی پیش ہوئے۔ عبدالملک نے ان سے کہا کہ تم نے اپنے بھانجے کو چھپا رکھا ہے۔ اس سے عبدالملک کی مراد یحییٰ بن سعید بن العاص تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ایسا ہی ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا انھیں امان عطا کی گئی ہے۔ عبدالملک نے کہا کیا تم مجھ سے کوئی شرط بھی کرنا چاہتے ہو۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا ہمارا آپ کے ساتھ کسی معاملے کے لیے شرط کرنا اس وجہ سے نہیں کہ ہم آپ کے اختیار اور حق سے بے خبر ہیں بلکہ ہماری یہ جرأت اور گستاخی ایسی ہے جیسا کہ بیٹا اپنے باپ سے کرتا ہے۔ عبدالملک نے کہا بے شک تم اچھے لوگ ہو تم جاہلیت میں بھی اور شہسواروں میں شمار ہوئے۔ میں یحییٰ کو امان دیتا ہوں۔

یحییٰ بن سعید کی اطاعت:

چنانچہ بنی جعفی یحییٰ بن سعید کو عبدالملک کے پاس لے آئے۔ ابوایوب اس کی کنیت تھی۔ جب عبدالملک نے اس کی طرف دیکھا تو کہا اے ابوقبیح اب کس منہ سے تم اپنے رب کے سامنے جاؤ گے۔ تم نے تو مجھے خلافت سے معزول کر دیا تھا۔ یحییٰ نے جواب دیا اسی منہ سے جسے اس نے بنایا ہے پھر اس نے بیعت کی اور جب پشت پھیر کر جانے لگا۔ عبدالملک نے اس کی پشت کی طرف دیکھا کر کہا۔ خدا اس کا بھلا کرے کیسا زیرک آدمی ہے۔

معبد بن خالد الجدلی کہتا ہے کہ پھر ہم بنی عدوان عبدالملک کے سامنے آئے۔ سب کے آگے ہم نے ایک نہایت حسین وجمیل شخص کو کھڑا کیا اور میں پیچھے رہا۔ (معبد بدصورت تھا)

بنی عدوان کی عبدالملک کی بیعت:

عبدالملک نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں۔ معتمد نے کہا بنی عدوان۔ اس پر عبدالملک نے کچھ شعر پڑھے۔ پھر اس خوبصورت شخص کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کہ کہو۔ اس نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ میں اس کے پیچھے سے بول اٹھا اور کچھ شعر

پڑھے۔ جس میں بعض افراد قوم کی کچھ خوبیاں بیان کی تھیں۔ عبدالملک مجھے چھوڑ کر پھر اس حسین آدمی کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا۔ یہ کس کا ذکر ہے۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ اس پر میں نے اس کے پیچھے سے کہا۔ ذوالاصبع کا ذکر ہے۔ عبدالملک نے اسی سے دریافت کیا یہ نام کیوں رکھا گیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ میں نہیں جانتا۔ پھر میں نے اس کے عقب سے عرض کیا کہ سانپ نے اس کی انگلی میں کاٹ لیا تھا وہ قطع کر دی گئی اس لیے یہ نام ہوا۔ پھر اس حسین شخص کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ اس کا نام کیا ہے۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا میں نے عرض کیا حرثان بن الحارث۔ اس مرتبہ پھر عبدالملک نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ یہ تمہارے قبیلے کا شخص ہے۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ میں نے عقب سے عرض کیا بنی ناج سے ہے۔ اس پر عبدالملک نے کچھ شعر پڑھے اور پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر مستفسر ہوا کہ تمہاری تنخواہ کتنی ہے۔ اس نے کہا سات سو۔ مجھ سے پوچھا تمہیں کتنا ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا تین سو۔ اس پر عبدالملک نے اپنے دونوں معتمدوں کو حکم دیا کہ اس شخص کی تنخواہ سے چار سو کم کر کے اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا جائے۔ میں اپنی تنخواہ سات سو کرا کے واپس آیا اور اس کی کل تنخواہ تین سو رہ گئی۔

بنی کندہ کی اطاعت:

اس کے بعد بنی کندہ عبدالملک کے سامنے پیش کیے گئے۔ عبدالملک نے عبداللہ بن اسحٰق ابن الاشعث کی طرف نظر کی اور اس سے اپنے بھائی بشر بن مروان کے سپرد کر دیا اور ہدایت کی کہ اپنی مصاحبت میں انھیں بھی مقرر کر لو۔

داؤد بن قحذم کی اطاعت:

داؤد بن قحذم بنی بکر بن وائل کے دو سو آدمیوں کے ہمراہ عبدالملک کے سامنے آئے۔ یہ سب لوگ داؤدی قبائیں پہنے ہوئے تھے جو اسی داؤد کی طرف منسوب ہیں۔ داؤد عبدالملک کے پہلو بہ پہلو اس کے تخت پر بیٹھ گیا۔ عبدالملک ان کی طرف متوجہ ہوا۔ کچھ ہی دیر کے بعد داؤد دربار سے اٹھا۔ اس کے ہمراہی بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور جانے لگے۔ اس کے پیچھے عبدالملک نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا اور کہا اگر ان کا سر میرے پاس نہ آیا ہوتا تو یہ فاسق کبھی میری اطاعت نہ کرتے۔

امارت کوفہ پر بشر بن مروان کا تقرر:

عبدالملک نے قطن بن عبداللہ الحارثی کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا مگر صرف چالیس روز قطن اس عہدے پر سرفراز رہے پھر عبدالملک نے انھیں موقوف کر کے ان کی جگہ اپنے بھائی بشر بن مروان کو مقرر کیا۔ عبدالملک خطبے کے لیے منبر پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر واقعی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں تو انھیں خود آ کر لوگوں کی خبر گیری کرنا چاہیے بجائے اس کے کہ وہ حرم بیٹھے ہوئے اپنے گناہوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ میں نے بشر بن مروان کو تمہارا گورنر مقرر کیا ہے اور انھیں ہدایت کر دی کہ اطاعت شعار رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور نافرمانوں کے خلاف سخت تدابیر اختیار کریں۔ تمہیں چاہیے کہ جو کہیں اسے سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

ہمدان اور رے پر عمال کا تقرر:

محمد بن عمیر کو عبدالملک نے ہمدان کا حاکم مقرر کیا اور یزید بن رویم کو رے کا حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح اور عامل مقرر کیے گئے مگر جس جس سے اصبہان کی صوبہ داری دینے کا وعدہ کیا تھا وہ ایک سے بھی پورا نہیں کیا۔

شرپسندوں کی طلبی:

پھر عبدالملک نے کہا میرے پاس ان بدکرداروں کو لاؤ جنہوں نے شام اور عراق میں اودھم مچا رکھا تھا۔ لوگوں نے عرض کی کہ ان لوگوں کو ان کے قبائل کے سرداروں نے اپنی پناہ میں رکھا ہے۔ عبدالملک نے کہا کیا میرے مقابلے میں کسی کو پناہ دی جا سکتی ہے؟ حالانکہ عبداللہ بن یزید بن اسد اور یحییٰ بن معیوف الہمدانی نے علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اور ہذیل بن زفر بن الحارث اور عمرو بن زید الحکمی نے خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پناہ لی تھی۔ عبدالملک نے ان سب لوگوں کی خطا معاف کر دی اور یہ لوگ نکل آئے۔

حمران بن ابان کا بصرہ پر قبضہ:

اسی سال عبیداللہ بن ابی بکرۃ اور حمران بن ابان میں بصرہ کی حکومت کے متعلق تنازعہ ہوا۔ اس کی روئداد یہ ہے کہ مصعب کے قتل ہونے کے بعد یہ دونوں بصرہ پر سیادت حاصل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں اس منصب کے مدعی ہوئے ابن ابی بکرہ نے حمران سے کہا۔ میں تم سے دولت و ثروت میں زیادہ ہوں۔ جنگ جفرہ کے موقع پر خالد کی فوج کا تمام خرچ میں نے ہی برداشت کیا تھا۔ اس پر لوگوں نے حمران کو صلاح دی کہ تم ابن ابی بکرہ کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تاوقتیکہ عبداللہ بن الاہتم کی امداد حاصل نہ کر لو۔ اس صورت میں پھر تمہارا پایہ زبردست ہو جائے گا۔ اور ابن ابی بکرہ تمہارے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ حمران نے ایسا ہی کیا اور بصرہ پر اقتدار حاصل کر لیا اور ابن الاہتم کو بصرہ کی پولیس کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔

بنی امیہ میں حمران کا مرتبہ:

حمران کو بنی امیہ میں ایک خاص رتبہ حاصل تھا اور وہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ایک معمر اعرابی نے آ کر حمران کو پوچھا کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حمران ہے۔ اس معمر شخص نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حمران کو دیکھا کہ ان کی چادر مونڈھے سے ڈھل گئی تھی۔ مروان اور سعید بن العاص دونوں لپکے تا کہ ایک سے پہلے دوسرا اس کی چادر درست کر دے۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ حمران نے اپنے پاؤں پھیلا دیئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عامر دونوں نے مل کر دبانا شروع کیا۔ اسی سال عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔

امارت بصرہ پر خالد بن عبداللہ کا تقرر:

کچھ روز حمران بصرہ کے حاکم رہے اور ابن ابی بکرہ مصعب کے قتل کے بعد کوفہ میں عبدالملک کے پاس آئے۔ عبدالملک نے خالد بن عبداللہ ابن خالد ابن اسید کو بصرہ اور اس کے ماتحت علاقہ کا گورنر مقرر کیا۔ خالد نے عبداللہ ابن ابی بکرہ کو اپنا قائم مقام کر کے بصرہ کی گورنری پر روانہ کیا۔ عبیداللہ جب حمران کے پاس پہنچے تو حمران نے کہا تم آ گئے کاش نہ آتے۔ غرض ابن ابوبکرہ خالد کے بصرہ آنے تک ان کے قائم مقام کی حیثیت سے گورنری انجام دیتے رہے۔ واقدی کے بیان کے مطابق اسی سال عبدالملک شام واپس چلے گئے۔

گورنر مدینہ جابر بن اسود کی معزولی:

اسی سنہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ابن اسود بن عوف کو مدینہ کی گورنری سے برطرف کر دیا اور ان کی جگہ طلحہ بن عبداللہ بن

عوف کو مقرر کیا۔ یہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے مدینہ کے آخری گورنر ہوئے۔ جب طارق بن عمرو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد غلام نے مدینہ پر تسلط کر لیا' طلحہ وہاں سے بھاگ گئے۔ طارق مدینہ ہی میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ عبدالملک نے اسے خط لکھا۔

واقدی کے بیان کے مطابق اس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مصعب کے قتل کی خبر ہوئی خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا۔ تمام تعریف اسی خدا کے لیے ہے' جس نے پیدا کیا' جس کے ہاتھ میں حکومت ہے۔ جسے چاہتا ہے سلطنت عطا کرتا ہے' جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے' جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ جان لو حق و صداقت جس کے ساتھ ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا چاہے وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اسے کبھی عزت نصیب نہیں ہوتی جس کی دوستی شیطان اور اس کے گروہ سے ہو' چاہے اس کی امداد کے لیے تمام بنی نوع انسان ہی کیوں نہ ہوں۔ ہمیں عراق سے ایک خبر معلوم ہوئی ہے جس نے ہمیں رنجیدہ بھی کیا ہے اور خوش بھی اور وہ یہ کہ مصعب خدا کی رحمت ان پر نازل ہو) قتل ہو گئے ہیں۔ ہمیں خوشی اس لیے ہوئی ہے کہ انہیں درجہ شہادت نصیب ہوا۔ اور غم اس لیے کہ ایک محبّ صادق کی جدائی ایک سوزش نہانی ہے۔ جو اس کے دوست کو مصیبت کے وقت ستاتی ہے۔ مگر عقلاء ان تمام باتوں کے بعد صبر جمیل اختیار کرتے ہیں۔ اس وقت مجھے مصعب کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ حالانکہ اس سے پہلے زبیر رضی اللہ عنہ کی موت کا صدمہ سہ چکا ہوں۔ نیز حضرت عثمان کی موت کا رنج بھی ایسا نہیں جسے میں نے فراموش کر دیا ہو۔ مصعب بھی اللہ کے ایک بندے اور میرے دست و بازو تھے۔ مگر صدمہ اس بات کا ہے کہ اہل عراق نے ان سے بے وفائی کی۔ منافقت کی اور بہت تھوڑی قیمت کے عوض انہیں دشمن کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور سپرد کر دیا۔ پس اگر وہ مارے گئے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں' کیونکہ ہم اپنے بستروں پر پڑے رہ کر مرنے کے عادی نہیں جیسا ابی العاص کی اولاد ہے۔

بخدا! ان کے خاندان کا کوئی شخص بھی زمانہ جاہلیت یا اسلام کی جنگ میں کام نہیں آیا اور ہم ہمیشہ نیزوں کا نشانہ بنائے اور تلواروں کے سائے میں جان دیتے رہے ہیں۔ رہی یہ دنیا یہ اس شہنشاہ اعلیٰ واعظم کی طرف سے صرف اسی کی حکومت و سلطنت کو بقائے دوام حاصل ہے ایک عاریت ہے اگر وہ سامنے آئے گی تو اسے غرور اور خوشی کے عالم میں سنبھالنے والا نہیں اور وہ پیٹھ پھیر لے گا تو ذلیل بے وقوفوں کی طرح میں رووں گا نہیں۔ یہ کہہ کر میں اپنے اور تمہارے لیے مغفرت مانگتا ہوں۔

عبدالملک کی اہل کوفہ کو دعوت:

مصعب کے قتل کرنے کے بعد عبدالملک کوفہ میں داخل ہوئے۔ حکم دیا کہ بہت سا کھانا پکایا جائے۔ چنانچہ کھانا تیار کیا گیا۔ حکم دیا کہ قصر خورنق میں کھانا چنا جائے تمام لوگوں کو عام دعوت دی۔ لوگ آ آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اتنے میں عمرو بن حریث المخز ومی بھی آ گئے عبدالملک نے انہیں اپنے پاس بلایا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ پوچھا کہ آپ کو کون سا کھانا زیادہ مرغوب ہے۔ عمرو بن حریث نے جواب دیا کہ سرخ رنگ کا بزغالہ جس میں خوب نمک لگا ہوا اور اچھی طرح سے بھنا ہوا ہو۔ عبدالملک نے کہا یہ تو کچھ نہ ہوا۔ آپ بکری کے شیر خوار بچے کو کیوں بھول گئے' جس میں خوب مسالہ لگا ہوا ہو۔ اچھی طرح صاف کیا گیا ہو جس کی ران کبھی آپ کے ہاتھ میں ہو اور کبھی دست' اور جس کی پرورش دودھ اور گھی سے ہوئی ہو۔

اس کے بعد خوان چنے گئے اور سب نے کھانا کھایا۔

عبدالملک نے کہا کہ ہماری زندگی اس وقت کس قدر خوش آیند ہے۔ کاش! کسی شے کی بقا ہوتی، مگر ہماری تو یہ حالت ہے کہ ہر روز زوال کی طرف راستہ طے کر رہے ہیں۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد عبدالملک نے تمام قصر میں پھرنا شروع کیا۔ عمرو بن حریث سے پوچھتے جاتے تھے کہ کون اس مکان کا مالک ہے اور کس نے اسے بنایا تھا۔ عمرو انہیں بتاتے جاتے تھے۔ اور یہ شعر عبدالملک کے وردِ زبان پر تھا۔

و کم جدیدیا أمیم الی بلی   و کل امرئ یوما یصیر الیٰ کان

ترجمہ: ''اے امیہ ہر نئی چیز پرانی ہونے والی ہے اور ہر شخص کے لیے ایک دن یہ کہا جائے گا کہ ''تھا''۔

اس کے بعد عبدالملک اپنی نشت گاہ میں آ گئے اور لیٹ گئے۔ واقدی کے قول کے مطابق اسی سنہ میں عبدالملک نے قیساریہ کو فتح کیا۔

باب۳

خوارج کی بغاوت

۷۲ھ کے واقعات:

خارجیوں کا خروج مہلب بن ابی صفرہ اور عبدالملک اور عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید کے واقعات ۔

جماعت مہلب اور خوارج کی گفتگو:

مقام سولاف پر مہلب اور خارجیوں کے درمیان مسلسل آٹھ ماہ تک شدید جنگ ہوتی رہی ۔ آٹھ ماہ گذرنے کے بعد مصعب کے قتل کی اطلاع انھیں ملی ۔ اس خبر کا علم خارجیوں کو مہلب اور ان کے ہمراہیوں سے پہلے ہو گیا ۔ خارجیوں نے ان سے دریافت کیا کہ مصعب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ۔ مہلب کی جماعت نے کہا' وہ ہمارے پیشوا ہیں ۔ خارجیوں نے دریافت کیا کہ کیا وہ دنیا وعقبیٰ میں تمہارے آقا ہیں؟ مہلب کی جماعت نے جواب دیا بے شک ۔ خارجیوں نے دریافت کیا کہ کیا تم زندگی اور موت دونوں حالتوں میں ان کے دوست ہو؟ انھوں نے جواب دیا بلاشبہ ہم ان کے سامنے اور ان کے بعد ان کے جاں نثار اور وفادار ہیں ۔

پھر خارجیوں نے پوچھا کہ عبدالملک بن مروان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ مہلب کے طرفداروں نے جواب دیا کہ وہ ملعون کا بیٹا ہے ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں' اس کی جان ہمارے لیے تمہاری جانوں سے بھی زیادہ حلال ہے ۔

خارجیوں نے دریافت کیا پھر تم اس کی زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اس کے دشمن ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اس کے بھی ایسے ہی دشمن ہیں جیسے کہ ہم تمہارے ہیں ۔

اس تمام گفتگو کے بعد خارجیوں نے کہا تمہارے امام مصعب کو عبدالملک بن مروان نے قتل کر ڈالا اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ جس عبدالملک سے تم آج بے تعلقی ظاہر کر رہے ہو اور اس پر لعنت بھیج رہے ہو کل اسی کو تم اپنا امام بنالو گے ۔ مہلب کی جماعت والوں نے کہا اے دشمنانِ خدا تم جھوٹ بولتے ہو ۔

جماعت مہلب کی عبدالملک کی اطاعت:

جب دوسرا دن ہوا تو مصعب کے قتل ہو جانے کی خبر معلوم ہو گئی ۔ مہلب نے عبدالملک بن مروان کے لیے لوگوں کی بیعت لی ۔ پھر خارجی آ کر کہنے لگے کہ مصعب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ۔ مہلب کی جماعت والوں نے جواب دیا ۔ اے دشمنانِ خدا! ہم تمہیں نہیں بتاتے کہ ان کے متعلق ہماری کیا رائے ہے ۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اب وہ خارجیوں کے سامنے اپنی زبان سے اپنے آپ کو جھٹلانا نہیں چاہتے تھے ۔

خارجیوں نے کہا کل تو تم نے ہم سے کہا تھا کہ مصعب دنیا وعقبیٰ میں تمہارے آقا وولی ہیں اور تم لوگ زندگی اور موت سب میں ان کے شریک اور دوست ہو ۔ اب بتاؤ عبدالملک کے متعلق کیا کہتے ہو ۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارے امام اور خلیفہ ہیں ۔

چونکہ عبدالملک کے لیے حلف وفاداری اٹھا چکے تھے' لہٰذا اس قول کے کہنے کے سوا اور کوئی چارہ ان کے لیے باقی نہ تھا ۔

خارجیوں نے کہا اے دشمنانِ خدا کل تک تو تم اس سے اپنی دنیا وآخرت میں کامل بے تعلقی ظاہر کر رہے تھے اور مدعی تھے کہ تم

زندگی اور موت میں اس کے مخالف رہو گے اور یا آج ہی اسے تم نے اپنا امام اور خلیفہ بنالیا۔ یہ وہی شخص تو ہے جس نے تمہارے امام کو جس کی دوستی کا تم دم بھرتے تھے قتل کر ڈالا۔ بتاؤ کہ ان میں سے کون سچا اور راہ راست پر ہے اور کون گمراہ ہے؟

مہلب کی جماعت والوں نے کہا: اے دشمنانِ خدا! جب ہماری قسمتوں کی باگ مصعب کے ہاتھ میں تھی ہم اس پر خوش تھے اور اب عبدالملک ہمارے معاملات کے سربراہ کار ہوگئے ہیں۔ ہم اس پر بھی خوش ہیں۔

خارجیوں نے کہا نہیں بات نہیں ہے بلکہ تم بدکردار ظالم اور دنیا کے بندے ہو۔

عبدالملک کے عمال:

عبدالملک نے بشر بن مروان کو کوفہ کا اور خالد بن عبداللہ بن خالد ابن اسید کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ جب خالد بصرہ آئے انہوں نے اہواز کا خراج وصول کرنے اور اس کی حفاظت کے عہدے پر مہلب کو برقرار رکھا۔ عامر بن مسمع کو سابور کا' مقاتل ابن مسمع کو اردشیر خرہ کا۔ مسمع بن مالک بن مسمع کوفہ اور دارابجرد کا' اور مغیرہ بن المہلب کو اصطخر کا عامل مقرر کیا۔

عبدالعزیز بن عبداللہ پر خوارج کا حملہ:

خالد بن مقاتل کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ عبدالعزیز سے جا کر مل جاؤ۔ عبدالعزیز خارجیوں کی تلاش میں چلا۔ خوارج عبدالعزیز پر کرمان کی طرف سے دارابجرد میں اتر آئے' یہ ان کی طرف بڑھا۔ خارجیوں کے سردار قطری نے صالح بن مخراق کو نو سو سواروں کے ہمراہ مقابلے کے لیے بھیجا۔ صالح اس جماعت کو لے کر آگے بڑھا یہاں تک کہ عبدالعزیز بھی سامنے آ گیا۔ عبدالعزیز اپنی فوج کو لیے ہوئے رات کو چڑھ آ رہا تھا' فوج کو نہ جنگ کا خیال تھا اور نہ اس کام کے لیے تیار تھی کہ خارجیوں سے یکا یک مڈبھیڑ ہوگئی۔ اور انھیں شکست ہوئی۔ مقاتل میں مسمع گھوڑے سے اتر پڑا' لڑا اور کام آیا۔

بنت منذر بن جارود کا نیلام وقتل:

عبدالعزیز بن عبداللہ کو شکست ہوئی۔ اس کی بیوی جو منذر ابن جارود کی بیٹی تھی خارجیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئی۔ اس کو بذریعہ نیلام فروخت کیا جانے لگا اور ایک لاکھ درہم تک اس کی قیمت لگی یہ ایک خوبصورت عورت تھی۔ اس کا ہم قبیلہ ایک شخص ابوالحدید الشنی جو خارجیوں کے سرداروں میں سے تھا آگے بڑھا اور اس نے دوسروں سے کہا اس سے الگ ہو جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مشرکہ کے حسن و جمال کا جادو تم پر چل گیا ہے اور پھر اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ابوالحدید جب بصرہ آیا تو خاندان منذر کے لوگوں نے دیکھ کر کہا بخدا ہم نہیں جانتے آیا تیری تعریف کریں یا مذمت۔ ابوالحدید کہا کرتا تھا کہ میں نے یہ فعل عزت وحمیت قومی کے تقاضے سے کیا تھا۔

عبدالعزیز کا رام ہرمز میں قیام:

عبدالعزیز شکست کھا کر مقام رام ہرمز پہنچا۔ مہلب کو اس کے شکست کھانے کی خبر ہوئی۔ مہلب نے اس کے ہم قوم ایک معتبر بربرآوردہ شخص کو جو مہلب کے بہادر شہسواروں میں تھا عبدالعزیز کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ اگر واقعی اسے شکست ہوئی ہے تو تم اس کی عزت افزائی کرنا اور جتا دینا کہ تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہے جو تم سے پہلے لوگ نہ کر چکے ہوں۔ اور یہ بھی کہہ دینا کہ عنقریب اور فوج تمہاری مدد کے لیے آتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہیں عزت و نصرت دے گا۔

یہ شخص عبدالعزیز کے پاس آیا۔ عبدالعزیز صرف تیس ہمراہیوں کے ساتھ فروکش تھا۔ نہایت پژمردہ خاطر اور رنجیدہ۔ اس ازدی شخص نے اسے سلام کیا اور بتایا کہ میں مہلب کا فرستادہ قاصد ہوں اور جو پیام لایا تھا وہ حرف بحرف پہنچا دیا۔ یہ بھی کہا کہ تمہیں جو ضرورت ہو اس سے مطلع کرو۔

اس فرض کو انجام دینے کے بعد یہ شخص پھر مہلب کے پاس آیا اور روئداد سنائی۔ مہلب نے اس سے کہا اب تم خالد کے پاس بصرہ جاؤ اور انھیں ان واقعات کی اطلاع کرو۔ اس نے کہا بھلا میں خالد کے پاس جاؤں اور ان سے جا کر کہوں کہ تمہارے بھائی کو شکست ہوئی بخدا میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔

اس پر مہلب نے کہا پھر تمہارے سواروں کے ساتھ کون شخص جائے تم بچشم خود اسے دیکھ چکے ہو اور میرے قاصد بن کر جا چکے ہو۔ اس پر اس شخص نے کہا اے مہلب پھر اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ اس مرتبہ کسی اور شخص کو تم خالد کے پاس بھیجو۔ یہ کہہ کر یہ شخص باہر نکل آیا۔ مہلب نے کہا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ تم میری جانب سے بالکل بے پرواہ ہو۔ اگر کسی اور شخص کے ساتھ ہوتے اور وہ تمہیں پیدل کہیں روانہ کرتا تو دوڑتے ہوئے جاتے۔ وہ شخص پھر سامنے آیا اور اس نے کہا کہ کیا آپ اپنی بردباری کا ہم پر احسان رکھتے ہیں۔ بخدا ہم آپ کے ہمسر ہیں بلکہ آپ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی خاطر اپنی جانوں کو تلواروں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور آپ کے دشمنوں سے آپ کی مدافعت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ہم کسی ایسے شخص کے ساتھ ہوتے جو ہماری پروانہ کرتا اور اپنی ضروریات کے لیے ہمیں پیدل بھیجتا اور پھر اسے جنگ میں ہماری امداد کی ضرورت ہوتو ہم اپنے اور دشمن کے درمیان اسے کر دیتے اور اس کی آڑ میں اپنی جانیں بچاتے۔

خالد بن عبداللہ کو عبدالعزیز کی شکست کی اطلاع:

مہلب نے کہا جو کچھ تم نے کہا بالکل درست ہے اور ایک دوسرے نوجوان ازدی کو جو اس کے ساتھ تھا بلایا اور حکم دیا کہ تم خالد کے پاس جاؤ اور ان کے بھائی کی حالت سے انہیں مطلع کر دو۔ یہ نوجوان خالد کے پاس آیا۔ خالد کے چاروں طرف لوگ حلقہ باندھے کھڑے تھے‘ خالد ایک سبز جبہ اور اس پر سبز ہی ریشمی چوبغلہ پہنے ہوئے تھے۔ اس نوجوان نے خالد کو سلام کیا۔ خالد نے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے مہلب نے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ بیان کر دوں۔ خالد نے پوچھا کیا؟ اس نوجوان نے کہا کہ عبدالعزیز شکست کھا کر رام ہرمز میں مقیم ہے۔ خالد نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے مطلقاً جھوٹ نہیں کہا بلکہ سچا سچا واقعہ بیان کر دیا ہے اگر میں جھوٹا ثابت ہوں تو آپ میری گردن مار دیجیے گا۔ اگر میرا بیان سچا ہو تو آپ اپنا جبہ اور چوبغلہ دونوں مجھے عنایت کر دیجیے گا۔ خالد نے کہا تو نے بہت ہی چھوٹی شے مانگی۔ تیری صداقت ثابت ہونے کی شکل میں جو معمولی نقصان مجھے ہوگا اس کے مقابلے میں تیرے جھوٹا ثابت ہونے کی صورت میں جو نقصان عظیم ہوگا اس کے برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس شخص کو قید کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اور جب اس کے بیان کی تصدیق ہوگئی وہ رہا کر دیا گیا۔

خالد بن عبداللہ کا عبدالملک کے نام خط:

پھر اس نے عبدالملک کو حسب ذیل خط لکھا:

''حمد و ثناء کے بعد امیر المومنین کو مطلع کرتا ہوں کہ میں نے عبدالعزیز بن عبداللہ کو خارجیوں کی تلاش میں بھیجا تھا' فارس میں ان سے مڈبھیڑ ہوئی اور شدید جنگ ہونے کے بعد عبدالعزیز کو اس وجہ سے شکست ہوئی' جب ان کی فوج والے انہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مقاتل بن مسمع میدانِ جنگ میں کام آئے یہ شکست خوردہ فوج اہواز میں مقیم ہے میں نے مناسب سمجھا کہ ان واقعات کی امیر المومنین کو اطلاع دے دوں تاکہ جناب والا اپنی رائے اور نیز مزید احکام سے مجھے ایما فرمائیں' تاکہ میں حسب الحکم عمل پیرا ہوں۔ ان شاء اللہ۔ آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو''۔

عبدالملک کا خط بنام خالد بن عبداللہ:

اس کے جواب میں عبدالملک نے حسب ذیل خط خالد کو لکھا:

''حمد و ثناء کے بعد' تمہارا قاصد تمہارا خط لے کر آیا جس سے معلوم ہوا کہ تم نے اپنے بھائی کو خارجیوں کے مقابلے میں بھیجا تھا نیز اس سے معلوم ہوا کہ اس نے شکست کھائی اور کون کون شخص میدان جنگ میں کام آیا۔ تمہارے قاصد سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مہلب تمہاری جانب سے اہواز کے عامل ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ نے تمہاری رائے کو ذلیل کیا کہ تم نے مکہ والوں میں سے اپنے ایک اعرابی بھائی کو جنگ کے لیے بھیجا اور مہلب کو اپنے قریب ہی خراج وصول کرنے پر مامور کیا۔ حالانکہ فتح مہلب کے ساتھ رہتی۔ سیاست کے وہ ماہر ہیں۔ فن جنگ سے خوب واقف تجربہ کار اور جنگی چالوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لیے تم اب اس بات کا انتظام کرو کہ خود فوج لے کر جاؤ اور اہواز یا اس کے اور آگے جہاں کہیں خارجی ملیں ان کا مقابلہ کرو میں نے بشر کو اطلاع دے دی ہے کہ وہ کوفے والوں کی فوج سے تمہاری امداد کریں۔ جب دشمن تمہارے مقابل آ جائے اس وقت تم کسی تجویز پر عمل نہ کرنا تاوقتیکہ مہلب اس میں موجود نہ ہوں اور تم نے ان سے مشورہ نہ لیا ہو ان شاء اللہ والسلام علیک ورحمۃ اللہ''۔

خالد کو یہ بات ناگوار گزری کہ عبدالملک نے ان کی اس کارروائی کو کہ انہوں نے مہلب کو چھوڑ کر اپنے بھائی کو خارجیوں کے مقابلے میں بھیجا احمقانہ خیال کیا اور نیز محض ان کی رائے کی کوئی وقعت نہیں تاوقتیکہ مہلب اس مشورہ میں شریک نہ ہوں۔

بشر بن مروان کو خوارج پر فوج کشی کا حکم:

عبدالملک نے بشر بن مروان کو لکھا کہ میں نے خالد کو خارجیوں کے مقابلے میں چڑھائی کرنے کا حکم دیا ہے تم پانچ ہزار فوج ان کی امداد کے لیے کسی ایسے شخص کی زیر قیادت جسے تم پسند کرو بھیج دو۔ جب یہ مہم ختم ہو جائے تم اس فوج کو رے بھیج دینا تاکہ وہاں یہ اپنے دشمنوں کے خلاف عمل کرے اور اپنی چھاؤنیوں میں اپنی مقررہ میعاد ملازمت تک مقیم رہے۔ جب ان کی واپسی کا وقت آئے انھیں واپس بھیجنا اور بجائے ان کے دوسری فوج بھیج دینا بشر نے پانچ ہزار سپاہی چنے اور عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کی زیر سیادت انھیں روانہ کیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب اس مہم سے تم فارغ ہو جاؤ تو رے واپس آ جانا اور اس بات کے لیے ایک تحریری وعدہ انھیں دے دیا گیا۔

مہلب کا کشتیوں پر قبضہ کرنے کا مشورہ:

خالد اہل بصرہ کے ساتھ اور عبدالرحمٰن کوفے والوں کے ساتھ اہواز آئے۔ دوسری جانب سے خارجی بھی بڑھے اور شہر اہواز

اوران فوجوں کے پڑاؤ کے قریب آ گئے۔ مہلب نے خالد سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں بہت سی کشتیاں موجود ہیں تم فوراً انھیں اپنے قبضے میں کرلو ورنہ میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ خارجی ان میں آگ لگا دیں گے چنانچہ کچھ عرصہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ خارجیوں کی ایک جماعت کشتیوں کی طرف چلی اورانہیں جلا دیا۔

مہلب کا عبدالرحمٰن کو خندق کھودنے کا مشورہ:

خالد نے اپنے میمنے پر مہلب کواور میسرے پر داؤد بن قحذم (متعلقہ بنی قیس بن ثعلبہ) کوسردار مقرر کیا۔ مہلب عبدالرحمٰن کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے اس وقت اپنے گرد خندق نہیں بنائی تھی۔ مہلب نے پوچھا اے میرے بھتیجے تم نے کیوں اب تک خندق نہیں کھودی۔ عبدالرحمٰن نے کہا میں انہیں گوزشتر سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ مہلب نے کہا نہیں تم انہیں اس قدر حقیر و ذلیل نہ سمجھو۔ وہ عرب کے درندے ہیں۔ جب تک تم خندق نہ کھودو گے میں یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ آخر کار عبدالرحمٰن نے مہلب کی رائے پر عمل کیا۔ شدہ شدہ عبدالرحمٰن کے اس قول کی اطلاع کہ میں خارجیوں کو گوزشتر سے زیادہ نہیں سمجھتا خارجیوں کو پہنچی۔ ان کے ایک شاعر نے اس پر چند شعر کہے۔

خالد بن عبداللہ کا خوارج پر حملہ:

دونوں فوجیں بیس روز تک ایک دوسرے کے مقابل جمی رہیں۔ آخر کار خالد نے فوج لے کران پر حملہ کیا جب خارجیوں نے دیکھا کہ مقابل فوج کی تعداد اور ساز و سامان بہت زیادہ ہے انہوں نے محسوس کیا کہ اس طرح جنگ کرنا ہمارے لیے خطرناک ہے اور پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ اس طرح خالد کی فوج کے دل بڑھ گئے اوراس نے بڑھ کر حملے شروع کیے۔ خارجی قاعدے کے ساتھ پسپا ہوئے۔ ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اس ٹڈی دل کا مقابلہ کرتے خالد نے داؤد بن قحذم کوبصرے کی فوج دے کران کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اس کے بعد خود خالد تو بصرہ واپس آ گئے عبدالرحمٰن بن محمد رے چلے گئے اور مہلب نے اہواز میں قیام کیا۔

عبدالملک کو نوید فتح:

اس واقعے کے متعلق خالد نے عبدالملک کو یہ خط لکھا کہ: ''میں امیر المومنین کو مطلع کرتا ہوں کہ میں خارجیوں کے مقابلے کے لیے (جو دین سے اور مسلمانوں کی حکومت سے علیحدہ ہو گئے ہیں) روانہ ہوا۔ شہر اہواز میں ہمارا اوران کا مقابلہ ہوا۔ دونوں فوجوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ نہایت ہی شدید جنگ ہوئی۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اوران کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے انہیں قتل کرنا شروع کیا نہ انہیں کوئی ہٹا سکتا تھا اور نہ وہ خود رکتے تھے۔ علاوہ بریں جس قدر مال و متاع ان کے لشکر میں تھا وہ سب بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ پھر میں نے داؤد بن قحذم کوان کے تعاقب میں روانہ کیا ہے اور اللہ نے اگر چاہا تو وہ خود انہیں ہلاک اور تباہ کر دے گا۔ والسلام علیک''۔

عبدالملک کا خط بنام بشر بن مروان:

عبدالملک نے اس خط کو پڑھ بشر بن مروان کو لکھا کہ ''تم ایک بہادر جنگ کا تجربہ رکھنے والے شخص کو چار ہزار سواروں کے ساتھ خارجیوں کی تلاش میں فارس بھیجو۔ چونکہ خالد نے مجھے لکھا ہے کہ اس نے داؤد بن قحذم کواس فرض کی بجا آوری کے لیے بھیج دیا ہے۔ اس لیے تم جس شخص کا انتخاب کر کے اس مہم کی تفویض کرو اسے یہ ہدایت کر دینا کہ جب تمہاری داؤد سے ملاقات ہو تو اس کے

مشورے کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ کیونکہ تمہارے اختلاف سے دشمن کو تقویت پہنچے گی۔ والسلام علیک''۔

عتاب بن ورقا کی روانگی:

اس کی تعمیل میں بشر نے عتاب بن ورقا کو کوفے کے چار ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ جماعت روانہ ہوئی اور سرزمین فارس میں یہ اور داؤد بن قحذم مل گئے۔ پھر یہ سب متفقہ طور پر خارجیوں کی تلاش میں چلے۔ یہاں تک کہ اکثر سپاہیوں کے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ تکلیف سفر اور سامان خوراک کے ختم ہو جانے سے انہیں سخت مصیبت اٹھانی پڑی اور ان دونوں فوجوں کا بیشتر حصہ پیدل چل کر اہواز واپس آیا۔

عبدالعزیز کی شکست اور اپنی بیوی کو چھوڑ کر بھاگ جانے کے واقعہ کو ابن قیس الرقیات المخزومی نے اپنے چند اشعار میں نظم کر دیا ہے۔

اسی سال ابی فدیک الخارجی (جو بنی قیس بن ثعلبہ سے تھا) نے سر اٹھایا۔ بحرین پر قبضہ کر لیا۔ اور نجدہ بن عامر الحنفی کو قتل کر ڈالا۔

ابو فدیک کا خروج:

خالد بن عبداللہ کو قطری کے اہواز پر حملہ کرنے اور دوسری طرف ابی فدیک کے خروج کی خبریں دونوں ساتھ ہی پہنچیں۔ خالد نے اپنے بھائی امیہ بن عبداللہ کو ایک زبردست فوج کے ساتھ ابی فدیک کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ ابو فدیک نے انہیں شکست دی اور ان کی لونڈی کو گرفتار کر کے اسے اپنے لیے مخصوص کر لیا' امیہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بصرے کا رخ کیا اور تین دن میں بصرہ پہنچے خالد نے عبدالملک کو امیہ کی شکست اور خارجیوں کی حالت سے بذریعہ خط مطلع کر دیا۔

حجاج بن یوسف:

اسی سنہ میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ روانہ کیا۔ اس مہم پر حجاج ہی کو بھیجنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب عبدالملک نے شام کی طرف واپس جانے کا قصد کیا حجاج نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے امیر المومنین میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو گرفتار کر لیا ہے اور ان کی کھال کھینچی ہے۔ اس لیے آپ مجھے ان کے مقابلے کے لیے بھیجیے۔ عبدالملک نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور شامیوں کی ایک زبردست فوج کے ساتھ حجاج کو روانہ کیا۔ حجاج مکہ پہنچا۔ عبدالملک نے اس سے پہلے مکہ والوں کو خط کے ذریعے مطلع کر دیا تھا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لو تو تمہیں امان دی جاتی ہے۔

حجاج بن یوسف کی روانگی مکہ:

مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ روانہ کیا۔ حجاج شامیوں کی دو ہزار افواج کے ساتھ ماہ جمادی ۲ ۷ھ میں روانہ ہوا۔ مدینہ چھوڑتا ہوا عراق کے راستے سے طائف پہنچا اور وہیں خیمہ زن ہو گیا اس طرف سے حجاج مقام عرفہ پر جو حل[1] میں یعنی حرم مکہ کے باہر واقع ہے فوج بھیجتا۔ دوسری طرف ابن زبیر رضی اللہ عنہما اس کے

---

[1] حل ماسوائے حرم کو کہتے ہیں جہاں جنگ کرنا جائز ہے۔

مقابلے پر مہم روانہ کرتے۔ دونوں فوجوں میں اس مقام پر جنگ ہوتی ہر مرتبہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے سواروں کو شکست ہوتی اور حجاج کے سوار مظفر و منصور واپس آتے۔

طارق بن عمرو کی کمک:

یہ حالت دیکھ کر حجاج نے عبدالملک کو خط لکھ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے اور حرم میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور انہیں بتایا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طاقت زائل ہو چکی ہے۔ ان کے اکثر ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور یہ بھی درخواست کی کہ مزید فوج سے میری امداد کی جائے۔ چنانچہ عبدالملک نے اس خط کے جواب میں حجاج کے ان معروضات کو منظور کر لیا اور طارق ابن عمرو کو حکم بھیجا کہ تم اپنی تمام فوج کے ساتھ حجاج سے جاملو۔ طارق پانچ ہزار فوج کے ہمراہ حجاج کی امداد کے لیے آیا۔ شعبان ۷۲ھ میں حجاج طائف میں داخل ہوا تھا جب ماہ ذیقعدہ شروع ہوا حجاج طائف سے روانہ ہو کر بیر میمون پر فروکش ہوا' اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔ حاجیوں نے اس سنہ میں اسی حالت میں حج کیا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ محصور تھے۔

طارق بن عمرو کی مکہ میں آمد:

طارق مکہ میں غرہ ذالحجہ کو داخل ہوا۔ نہ اس نے بیت الحرام کا طواف کیا اور نہ وہاں تک پہنچا اگرچہ وہ احرام باندھے تھا مگر مسلح رہتا تھا۔ البتہ عورتوں کی نزدیکی خوشبو سے پرہیز کرتا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے تک اس کی یہی روش رہی۔ قربانی کے روز ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں قربانی کی مگر اس سال نہ وہ حج کر سکے اور نہ ان کے ساتھی' اس لیے کہ انہوں نے عرفات میں وقوف نہیں کیا تھا۔

شامی فوج میں رسد کی فراوانی:

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ۷۲ھ میں حج کرنے گیا مکہ پہنچا اور ان لوگوں میں سے ہو کر جنہوں نے مکے پر چڑھائی کی تھی ہم مکہ پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ حجاج اور طارق کی فوجیں حجون سے لے کر بیر میمون تک پڑاؤ ڈالے پڑیں ہیں۔ ہم نے بیت الحرام کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کر لی۔ حجاج نے لوگوں کو حج کرایا۔ پھر میں نے اسے عرفات میں پہاڑ کی چٹانوں کے پاس اپنے گھوڑے پر سوار زرہ اور خود پہنے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد حجاج اس مقام سے اتر آیا اور میں نے اسے پھر بیر میمون کی طرف جاتے دیکھا۔ مگر حجاج نے کعبے کا طواف نہیں کیا' اس کی تمام فوج مسلح تھی بہت افراط سے سامان خوراک ان کے پاس تھا۔ سامان خوراک سے لدے ہوئے قافلے شام سے ان کے لیے آتے تھے۔ جس میں کھانا بسکٹ ستو آٹا بھرا ہوا تھا۔ ان کے سپاہی عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ میں نے ایک سپاہی سے ایک درہم کے بسکٹ خریدے۔ اس نے اتنے دیئے کہ جو ہم تین آدمیوں کے جحفہ پہنچنے تک بالکل کافی ہوئے۔

عبدالملک کی ابن خازم کو پیشکش:

ایک واقف حال کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ غرہ ماہ ذیقعدہ ۷۲ھ میں محصور کیے گئے۔ اسی سنہ میں عبدالملک نے عبداللہ بن خازم السلمی کو خط بھیج کر اپنی بیعت کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ سات سال تک خراسان تمہاری جاگیر میں رہے گا۔ ۷۳ھ میں مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ قتل ہوئے۔ عبداللہ بن خازم اس وقت ابرشہر میں بجیر ابن ورقا الصریمی (صریم بن الحارث) سے

مصروف پیکار تھے۔ عبدالملک بن مروان نے سورۃ بن اشیم النمیری کو اپنا خط دے کر ان کے پاس بھیجا جس میں انہیں دعوت دی تھی کہ اگر تم میری بیعت کر لو گے تو سات سال تک خراسان تمہاری جاگیر میں رہے گا۔ خط پڑھ کر ابن خازم نے سورہ سے کہا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ بنی سلیم اور بنی عامر کے درمیان فساد برپا ہو جائے گا تو ضرور تمہیں قتل کر ڈالتا۔ مگر تم اس کو نگل جاؤ۔ چنانچہ سورہ نے اس خط کو کھا لیا۔

ابن خازم اور سوادہ بن عبیداللہ:

بعض راوی یہ کہتے ہیں کہ اس کام کے لیے سوادہ بن عبیداللہ النمیری بھیجا گیا تھا۔ دوسرے کہتے ہیں کہ عبدالملک نے سنان بن مکمل الغنوی اپنے خادم کے پاس بھیجا تھا' اور خط میں لکھا تھا کہ خراسان تمہاری جاگیر میں رہے گا۔ ابن خازم نے سوادہ سے کہا کہ عبدالملک نے اس کام کے لیے تمہیں کو اس لیے بھیجا ہے کہ تم غنوی ہو اور انہیں معلوم ہے کہ میں بنی قیس کے کسی شخص کو قتل نہیں کرتا۔ لیکن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس خط کو نگل جاؤ۔

بکیر بن وشاح کی اطاعت:

عبدالملک نے بکیر بن وشاح (جو قبیلہ بنی عوف بن سعد سے تھا) کو جو ابن خازم کی گورنری میں خراسان میں ان کی جانب سے مرو پر قائم مقام تھا ایک خط لکھا جس میں ان سے بہت کچھ وعدے کیے اور امیدیں دلائیں۔ بکیر نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انحراف کر کے لوگوں کو عبدالملک کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ اہل مرو نے اس دعوت پر لبیک کہی۔ ابن خازم کو اس صورتِ حال کی خبر ہوئی۔ خوف پیدا ہوا کہ مبادا بکیر اہل مرو کو لے کر مجھ پر حملہ کر دے اور اس صورت میں تمام اہل مرو اور اہالی ابرشہر میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اس لیے اس نے بحیر کا مقابلہ چھوڑ کر مرو کا رخ کیا' ان کا قصد یہ تھا کہ ترمذ میں اپنے بیٹے کے پاس چلے جائیں۔ بحیر نے ان کا تعاقب کیا اور ایک گاؤں میں جس کا نام شاہمیغد ہے انہیں جا لیا۔ اس موضع اور مرو کے درمیان آٹھ فرسخ کی مسافت ہے۔

ابن خازم اور بحیر کا مقابلہ:

ابن خازم نے بحیر کا مقابلہ کیا۔ بنی لیث کا ایک آزاد غلام جو معرکہ جنگ سے بالکل قریب تھا۔ بیان کرتا ہے کہ آفتاب طلوع ہوتے ہی دونوں فوجیں ذخار سمندروں کی طرح آپس میں گتھ گئیں۔ مجھے تلواروں کے کھٹا کھٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جوں جوں آفتاب بلند ہوتا جاتا تھا شور کم ہوتا جاتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ چونکہ اب دن زیادہ آ گیا ہے۔ اس وجہ سے شور کم سنائی دیتا ہے۔ نماز ظہر سے فراغت کے بعد یا کچھ پہلے میں باہر نکلا۔ بنی تمیم کا ایک شخص مجھ سے ملا۔ میں نے اس سے جنگ کی کیفیت دریافت کی۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے دشمن خدا ابن خازم کو قتل کر ڈالا اور یہ اس کی لاش موجود ہے۔

اس کا لاشہ ایک خچر پر جا رہا تھا۔ اس کے عضو تناسل میں ایک رسی اور پتھر بندھا ہوا تھا تا کہ خچر پر اس کا وزن برابر رہے۔

ابن خازم کا قتل:

وکیع بن عمیرہ القریعی نے جو دورقیہ کا بیٹا تھا' ابن خازم کو قتل کیا تھا' بحیر بن ورقاء' عمار بن العزیز الجشمی اور وکیع نے اس پر حملہ کیا' پھر نیزوں سے وار کیا اور پھر زمین پر گرا دیا۔ وکیع نے ابن خازم کی چھاتی پر سوار ہو کر اسے قتل کر ڈالا۔ کسی عہدہ دار نے وکیع سے

دریافت کیا کہ تو نے کس طرح ابن خازم کو قتل کیا تھا۔ وکیع نے کہا کہ پہلے تو اپنے بھالے کی انی سے میں نے اس پر کاری وار کیے جب وہ زمین پر چت گر پڑا میں اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اگر چہ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر نہ اٹھ سکا اور میں نے اس سے کہا اب بولو۔ میں دویلہ کا بدلہ لیتا ہوں (دویلہ وکیع کا ہم بطن بھائی تھا اور ان جنگوں میں نہیں بلکہ اس سے پہلے کسی اور لڑائی میں کام آیا تھا) ابن خازم نے وکیع کے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ خدا کی لعنت تجھ پر ہو' کیا تو عرب کے سردار کو اپنے ایک کافر بھائی کے بدلے قتل کرتا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

وکیع کہتا ہے کہ میں نے کسی شخص کو اس کے سوا نہیں دیکھا کہ اس حال میں جب موت سر پر سوار تھی اس کے اس قدر تھوک نکلا ہو۔

ایک دن ابن ہبیرہ سے یہ قصہ بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا ایسے وقت میں تھوک زیادہ نکلنا انتہائی شجاعت کی نشانی ہے۔

ابن خازم کے قتل ہوتے ہی بحیر نے بنی غدانہ کے ایک شخص کو عبدالملک کے پاس روانہ کیا تا کہ وہ ابن خازم کی موت کی خوشخبری انہیں پہنچا دے۔ مگر ابن خازم کا سر اس کے ساتھ نہ بھیجا۔

ابن خازم کے سر کی روانگی:

بکیر بن وشاح اہل مرو کے ساتھ بحیر سے آ کر ملا۔ ابن خازم قتل ہو چکا تھا۔ بکیر نے چاہا کہ وہ ابن خازم کا سر لے لے۔ بحیر مانع ہوا۔ بکیر نے اسے ڈنڈے مارے سر پر قبضہ کر لیا اور بحیر کو قید کر دیا۔ اس سر کو عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ میں نے ابن خازم کو قتل کیا ہے۔ جب یہ سر عبدالملک کے پاس پہنچا تو اس نے بنی غدانت کے اس شخص کو جو بحیر کا قاصد بن کر آیا تھا بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے جواب دیا میں کچھ نہیں جانتا۔ البتہ یہ جانتا ہوں کہ ابھی میں فوج سے روانہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ابن خازم قتل کیا جا چکا تھا۔

عبدالملک کے عمال:

اس سال حجاج بن یوسف کے زیر اہتمام لوگوں نے حج کیا۔ عبدالملک کی جانب سے طارق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آزاد غلام مدینہ میں گورنر تھا اور بشر بن مروان کوفے کا گورنر تھا عبیداللہ بن عبداللہ بن مسعود کوفے کے منصب قضاء پر فائز تھا۔ خالد بن عبداللہ بن اسید بصرے کا گورنر تھا۔ اور ہشام بن ہبیرہ بصرے کے قاضی تھے بعض لوگوں کے بیان کے مطابق عبداللہ بن خازم اسلمی خراسان کے گورنر تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ بکیر بن وشاح گورنر خراسان تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا سر اور ابن خازم:

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ۷۲ھ میں عبداللہ بن خازم السلمی خراسان کے گورنر تھے' ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ابن خازم حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل ہونے کے بعد قتل کیے گئے ہیں اور کہتے ہیں عبدالملک نے ابن خازم کو خط بھیج کر دعوت دی تھی کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لو تو دس سال تک خراسان تمہاری جاگیر میں رہے گا۔ یہ خط اس وقت بھیجا تھا جب کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما قتل ہو چکے تھے۔ عبدالملک نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا سر بھی ابن خازم کے پاس بھیجا تھا۔ جب یہ سر ابن خازم کے پاس پہنچا۔ ابن خازم نے قسم کھا کر کہا کہ میں اب تو کبھی بھی عبدالملک کی اطاعت نہیں کروں گا۔ پھر ایک طشت منگوایا۔ اس سر کو غسل دیا' خوشبو لگائی'

کفن پہنایا' نماز پڑھی اور اس سر کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے پاس مدینہ منورہ واپس بھیج دیا۔ اور قاصد کو حکم دیا کہ عبدالملک کا خط نگل جاؤ اور کہا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے قتل ہی کر دیتا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابن خازم نے قاصد کے ہاتھ پاؤں قطع کرائے اور پھر گردن ماردی۔

اہل قلم مسلمانوں کا تذکرہ:

عربوں میں سب سے پہلے عربی حرب بن امیہ ابن عبد شمس نے لکھی۔ فارس کے اول کاتب کا نام بیوراسب ہے۔ یہ حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں گزرا ہے۔ سب سے پہلے لہراسب کا وغان بن کیموس نے اہل قلم کا تذکرہ تصنیف کیا اور ان کے درجے قائم کیے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابرویز نے اپنے میر منشی سے کہا کہ کلام کی چار قسمیں ہیں' کسی چیز کا پوچھنا' کسی چیز کی حقیقت دریافت کرنا' کسی چیز کا حکم دینا اور کسی بات کی خبر دینا۔ یہی چار باتیں گفتگو کی جان ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی پانچویں قسم نہیں ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بات کم کر دی جائے تو بات پوری نہ ہو۔ پس اگر تم کوئی بات پوچھے تو نرمی وشائستگی سے سوال کرنا چاہیے۔ اگر کسی شے کی حقیقت دریافت کرے تو اپنے اپنے مطلب کو واضح طور پر بیان کرنا چاہیے۔ جب تو حکم دے تو اس میں ایسی تاکید ہو جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ حکم ناطق ہے۔ اور جب کوئی بات تو بیان کرے تو سچ سچ کہنا چاہیے۔

لفظ امابعد! سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے استعمال فرمایا۔ یہ وہ جملہ ہے جہاں سے مقرر نفس مطلب کی طرف عود کرتا ہے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت کلام پاک میں فرمایا۔

ایک صاحب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس لفظ کو سب سے پہلے قیس بن ساعدۃ الایادی نے استعمال کیا۔

عہد رسالت کے اہل قلم اصحاب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وحی لکھا کرتے تھے اور اگر کسی وقت یہ حضرات نہ ہوتے تو پھر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وحی لکھتے۔ خالد ابن سعید بن العاص اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کے خانگی معاملات لکھا کرتے تھے۔ اور عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث رضی اللہ عنہ اور علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خانگی معاملات کے کاتب تھے۔ بسا اوقات عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دوسرے بادشاہوں کے نام خطوط بھی لکھے ہیں۔

خلافتِ راشدہ کے اہل قلم حضرات:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کتابت کے فرائض حضرت عثمان' زید بن ثابت' عبداللہ بن ارقم' عبداللہ بن خلف الخزاعی اور حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہم انجام دیتے تھے۔

زید بن ثابت اور عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے۔ عبداللہ بن خلف الخزاعی ابوطلحۃ الطلحات رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے بصرہ کے دفتر کے میر منشی تھے۔ ابوجبیرہ بن ضحاک الانصاری رضی اللہ عنہ کوفہ کے دفتر کے میر منشی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتبوں سے فرمایا کہ تم کام پر اس طرح قابو رکھو کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ اس لیے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو کام اس قدر جمع ہو جائے گا کہ پھر تم حیران ہو جاؤ گے کہ کس کام کو پہلے کریں اور کسے بعد۔

ملک عرب عہد اہل اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اول شخص ہیں جنہوں نے دفتر قائم کیا۔

مروان بن الحکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔ مدینہ کے دفتر کے میر منشی عبدالملک' ابو جبیرۃ الانصاری کوفہ کے دفتر کے میر منشی تھے۔ ابوغطفان بن عوف بن سعد بن دینار (یعنی بنی دہمان یعنی قیس عیلان) اہیب اور حمران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد غلام بھی آپ کی پیشی کا کام کرتے تھے۔

سعید بن نمران الہمدانی جو بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جانب سے کوفہ کے قاضی بھی ہو گئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشی کے منشی تھے۔ اسی طرح یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے منشی تھے۔ عبیداللہ بن ابی رافع بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتبوں میں تھے۔ ابی رافع کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ابراہیم تھا۔ بعضوں نے اسلم دوسروں نے سنان اور لوگوں نے عبدالرحمٰن بتایا۔

بنوامیہ کے کاتب:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطوط لکھنے کا کام عبیداللہ بن اوس الغسانی کو تفویض تھا۔ اور محکمہ مال کے میر منشی سرجون ابن منصور الرومی تھے۔ ان کے آزاد غلام عبدالرحمٰن بن دراج بھی ان کے منشی تھے۔ اور عبیداللہ بن نصر بن الحجاج ابن علاء السلمی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض اور دفاتر کے میر منشی تھے۔ ریان بن مسلم' معاویہ بن یزید رضی اللہ عنہ کے منشی تھے اور دفتر کے میر منشی سرجون تھے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابوزعیزعہ ان کے منشی تھے۔

عبدالملک کے میر منشی قبیصہ بن ذویب بن حلحلۃ الخزاعی تھے جن کی کنیت ابواسحاق تھی۔ اور عبدالملک کے آزاد غلام ابو زعیزعہ دفتر مراسلات کے میر منشی تھے۔

ولید کے منشی قعقاع بن خالد یا خلید العبسی تھے۔ دفتر مال وخزانہ کے میر منشی سلیمان بن سعد الخشنی تھے۔ محکمہ فرامین شاہی کے سیکرٹری شعیب العمانی تھے۔ دفتر مراسلامت کے میر منشی جناح ولید کے آزاد غلام تھے۔ اور محکمہ وصولی اجناس خام بطور لگان (محکمہ بٹائی) کے میر منشی نفیع بن ذویب ولید کے آزاد غلام تھے۔

سلیمان بن نعیم الحمیری سلیمان کے میر منشی تھے۔ مسلمۃ کا میر منشی ان کا آزاد غلام سمیع تھا۔ محکمہ مراسلات لیث بن ابی رقیہ ام الحکم بنت ابی سفیان کے آزاد غلام کے تفویض تھا۔ محکمہ مال سلیمان بن سعد الخشنی اور محکمہ فرامین شاہی نعیم بن سلامتہ کے متعلق تھا جو فلسطین کا باشندہ اور اہل یمن کا آزاد غلام تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رجا بن حیوۃ کے پاس شاہی مہر رہتی تھی' مغیرہ ابن ابی فروہ یزید بن المہلب کے میر منشی تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے منشی لیث بن ابی فروہ' ام الحکم بنت ابوسفیان کا آزاد غلام اور رجا بن حیوۃ تھے۔ اسمٰعیل بن ابی حکیم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے آزاد غلام ان کے میر منشی تھے۔ سلیمان بن سعد الخشنی محکمہ مال وخزانہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ ان کے بعد صالح ابن جبیر الغسانی (یا غدانی) اور عدی بن الصباح بن المثنی اس عہدے پر فائز ہوئے۔ مؤخر الذکر کے متعلق ہیثم بن عدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بڑے اہلکاروں میں تھے۔

یزید بن عبدالملک کے خلیفہ ہونے سے پیشتر ایک شخص یزید بن عبداللہ ان کا میر منشی تھا۔ پھر انہوں نے اسامۃ بن یزید السلیحی

کو اپنا منشی مقرر کیا۔

سعید بن الولید بن عمرو بن جبلۃ الکلبی الابرش جن کی کنیت ابومخاشع تھی' ہشام کے میر منشی تھے۔ نصر بن سیار ہشام کے جانب سے خراسان کے محکمہ مال وخزانہ کے افسر اعلیٰ تھے اور ہشام کی جانب سے رصافہ میں جو اہلکار تھے ان میں شعیب بن دینار بھی تھے۔

بکیر بن الشماخ ولید بن یزید کے میر منشی تھے' محکمہ مراسلات سالم' سعید بن عبدالملک کے آزاد غلام کے تفویض تھا۔ ان کے دوسرے اہلکاروں میں سے عبداللہ بن ابی عمرو یا عبدالاعلیٰ بن ابی عمرو بھی تھے۔ اوران کی خاص پیشی کا کام عمرو بن عتبہ کیا کرتے تھے۔

یزید بن ولید الناقص کے میر منشی عبداللہ بن نعیم تھے اور عمرو بن حارث بنی حج کے آزاد غلام محکمہ فرامین شاہی اور مہر کے افسر تھے اور محکمہ مراسلات ثابت بن سلیمان بن سعد الخشنی کے تفویض تھا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ربیع بن عرعرۃ الخشنی اس خدمت پر مامور تھے محکمہ مال وخزانہ اور چھوٹے دارالانشا کے افسر اعلیٰ نضر بن عمرو ایک یمنی شخص تھے۔

ابراہیم بن الولید کے میر منشی ابن ابی جمعہ تھے' جو ان کے فلسطین کے دفتر کے بھی افسر اعلیٰ تھے۔ اہل حمص کے علاوہ تمام لوگوں نے ابراہیم بن الولید کے ہاتھ پر بیعت کی اور حمص والوں نے مروان بن محمد الجعدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

عبدالحمید بن یحییٰ (علاء بن وہب العامری کے آزاد غلام) مصعب بن ربیع الخثعمی اور زیاد بن ابی وردمروان کے منشی تھے' محکمہ مراسلات عثمان بن قیس خالد القسری کے آزاد غلام کے تفویض تھا۔ مروان کے بڑے انشاء پردازوں میں مخلد بن محمد بن الحارث تھے جن کی کنیت ابو ہاشم تھی اور مصعب بن ربیع الخثعمی تھے جن کی کنیت ابوموسیٰ تھی۔ عبدالحمید بن یحییٰ نہایت ہی بلیغ ونغز گو اہل قلم اور شاعر تھے۔

بنوعباس کے کاتب:

خالد برمکی ابوالعباس کے میر منشی تھے۔ ابوالعباس نے اپنی صاحبزادی ربطہ کو خالد برمکی کے حوالے کر دیا تھا اور خالد کی بیوی ام خالد بنت یزید نے خالد کی بیٹی ام یحییٰ کے ساتھ ابوالعباس کی بیٹی ربطہ کو بھی دودھ پلایا۔ اسی طرح ابوالعباس کی بیوی ام سلمۃ نے خالد کی بیٹی ام یحییٰ کو اپنی بیٹی ربطہ کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔

محکمہ مراسلات صالح بن ہیثم ربطہ کے آزاد غلام کے سپرد تھا۔

ابوجعفر منصور کے میر منشی عبدالملک بن حمید حاتم بن نعمان الباہلی الخراسانی کے آزاد غلام تھے' ہاشم بن سعید الجعفی اور عبدالاعلیٰ بن ابی طلحہ التمیمی واسط میں منصور کے میر منشی تھے۔

یہ بھی بیان کیا گیا کہ سلیمان بن مخلد بھی منصور کے میر منشی تھے۔ اسی طرح ربیع بھی ان کے منشی تھے۔ اور عمارۃ بن حمزہ نہایت ہی فاضل لوگوں میں تھے۔ ابوعبیداللہ مہدی کے میر منشی تھے' ابان بن صدقہ محکمہ مراسلات کے افسر اعلیٰ تھے۔ محمد بن حمید الکاتب اور یعقوب بن داؤد محکمہ فوج کے افسر اعلیٰ تھے' یعقوب بن داؤد کو بعد میں مہدی نے اپنا وزیر بھی مقرر کر لیا تھا۔ مہدی کے بیٹے کے میر منشی عبداللہ بن یعقوب تھے۔ اور محمد اور یعقوب جو دونوں نہایت اچھے شاعر تھے وہ بھی اس کے منشیوں میں تھے۔

یعقوب بن داؤد کے بعد مہدی نے فیض بن ابی صالح کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ یہ ایک سخی شخص تھا۔

ہادی موسیٰ کے میر منشی عبیداللہ بن زیاد بن ابی لیلیٰ اور محمد بن حمید تھے۔ مہدی نے ایک روز ابوعبیداللہ سے کہا کہ عرب کے کچھ اشعار

پڑھو۔ اس پر انہوں نے اشعار عرب کی قسمیں اور خوبیاں بیان کیں۔ اور شعراء میں سے طرفہ۔ لبید۔ نابغہ۔ ہدبہ خشرم۔ زیاد بن زید اور ابن مقبل کے اشعار پڑھ کر سنائے اور کہا کہ عرب کی شاعری کا یہ بہترین نمونہ ہے۔

یحییٰ بن خالد مہدی کا وزیر ہوا۔ ہارون الرشید کا وزیر جعفر بن یحییٰ بن خالد تھا۔ یہ جملہ اس کی انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔

الخط سمة الحکمة بہ تفصل شذورھا و ینظم منثورھا

ترجمہ: ''تحریر حکمت کی ایک لڑی ہے جس کے ذریعے سے حکمت کے نکتے واضح کیے جاتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی گوندھ لیے جاتے ہیں''۔

ثمامہ نے جعفر بن یحییٰ سے دریافت کیا کہ بیان کیا چیز ہے۔ یحییٰ نے کہا کہ بیان کی یہ تعریف کی ہے کہ جو لفظ بولا جائے وہ قائل کے مطلب کو پورے طور پر احاطہ کیے ہوئے ہو۔ اس کے مقصد کی خبر دے رہا ہو۔ کوئی اور مطلب اس کے سوا اس سے نہ سمجھا جا سکے اور بغیر غور و تفحص کے واضح کر دے۔

اصمعی کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے۔ دنیا ہمیشہ گردش میں ہے۔ دولت ایک عاریت ہے۔ ہمیں اپنے اسلاف کی پیروی کرنا چاہیے اور ہم خود اپنی آئندہ نسلوں کے لیے سبق اموز عبرت ہے۔

بنی عباس کے بقیہ اہل قلم اور انشا کا تذکرہ اور حال اس وقت بیان کیا جائے گا جب خلفائے بنی عباس کی تاریخ بیان ہو گی۔

باب۴

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

۷۳ھ کے اہم واقعات:

حجاج اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان بطن مکہ میں چھ مہینے سترہ روز تک جنگ ہوتی رہی غرہ ذیقعدہ ۷۲ھ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما محصور کیے گئے۔ اور بتاریخ ۱۰/ جمادی الاوّل ۷۳ھ مقتول ہوئے اس طرح آپ چھ ماہ سترہ روز محصور رہے۔

مکہ پر سنگباری:

محاصرے کی حالت میں جب منجنیقوں سے پتھر برسائے جاتے تھے اس وقت آسمان پر گرج چمک شروع ہوئی۔ بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک نے ان پتھروں میں جو پھینکے جارہے تھے ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ شامی خوف زدہ ہو کر ٹھٹک گئے۔ حجاج نے اپنی قبا کا دامن اپنے کمر کے ٹپکے میں لپیٹ لیا اور خود پتھر اٹھا کر منجنیق میں رکھے اور فوج کو حکم دیا کہ پتھر برساؤ اور خود بھی اس عمل میں شریک ہوا۔

بجلی گرنے پر شامیوں میں دہشت و ہراس:

صبح کے وقت چمک اور کڑک پھر شروع ہوئی اور پے در پے بجلی گری۔ حجاج کی فوج کے بارہ آدمی نذر اجل ہو گئے۔ شامیوں پر اس واقعے سے ایک دہشت سی طاری ہو گئی۔ حجاج نے ان سے کہا کہ اس سرزمین تہامہ میں کوئی انوکھی بات نہیں ہے میں اسی سرزمین کا رہنے والا ہوں یہ تو یہاں کے معمولات میں ہے۔ بلکہ یہ ہماری فتح کی فال نیک ہے بس اب فتح حاصل ہوئی تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ تمہارے دشمنوں کو بھی ایسی ہی تکلیف پہنچے گی جیسی تمہیں پہنچی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دوسرے دن پھر بجلی گری اور اس مرتبہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی فوج کے چند آدمی ہلاک ہوئے۔ اس پر حجاج نے اپنی فوج والوں سے کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ ہمارے دشمن ہلاک ہو رہے ہیں حالانکہ تم خلیفہ کی اطاعت کر رہے ہو اور وہ مخالفت۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں کی علیحدگی:

بہر حال اسی طرح دونوں میں جنگ ہوتی رہی اور وہ وقت آ گیا کہ اس کے بعد ہی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما مقتول ہوئے۔ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔ اور مکے کے اکثر باشندے وعدہ معافی لے کر حجاج کے پاس چلے گئے تھے۔

منذر بن جہم الاسدی کہتے ہیں کہ جس روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قتل ہوئے ہیں اس روز میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ آپ کے بیشتر ساتھی آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اور تقریباً دس ہزار حجاج سے جا ملے تھے۔

حمزہ وحبیب پسران ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی علیحدگی:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خود منذر بن جہم نے بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اس طرح ان کے دولڑکے حمزہ اور حبیب بھی حجاج کے پاس چلے گئے اور اپنے لیے حجاج سے وعدہ امان لے لیا۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مشورہ:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، لوگوں کی اس بے وفائی اور ترک نصرت کو دیکھ کر اپنی والدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ ان سے کہا کہ لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے' یہاں تک کہ میری اولاد اور رشتہ دار سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ اب میرے ساتھ مٹھی بھر آدمی ہیں جن کی قوت مدافعت تھوڑی دیر کی مہمان ہے۔ میرے دشمن جو میں مانگوں مجھے دینے پر آمادہ ہیں۔ اب بتائیے کہ آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی گفتگو:

انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! بخدا خود تم ہی اپنے حال سے زیادہ واقف ہو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حق وصداقت پر ہو اور اس کی طرف دعوت دیتے ہو تو اسے پورا کرو' کیونکہ اسی بناء پر تمہارے طرفداروں نے اپنی عزیز جانیں تمہاری خاطر قربان کی ہیں' اپنی گردن پر دوسروں کو قبضہ نہ کرنے دو کہ بنی امیہ کے نوعمر لڑکے اس سے کھیلتے پھریں اور اگر تمہاری یہ تمام کوشش دنیا کے حاصل کرنے کے لیے ہے تو تم بدترین خلائق ہو۔ تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور جو تمہارے ساتھ مارے گئے ان کا خون بھی رائگاں گیا۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اگر چہ میں ہوں تو صداقت وراستی پر مگر چونکہ میرے ساتھی مجھے چھوڑ کر دشمنوں سے جا ملے اس لیے میں بھی اپنے میں کمزوری محسوس کرتا ہوں تو یہ شرفا یا نیک بندگانِ خدا کا مسلک نہیں' دنیا میں تم ہمیشہ تو رہ نہیں سکتے۔ اس لیے موت ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔

اس گفتگو کو سن کر ابن زبیر رضی اللہ عنہما اپنی ماں سے اور قریب ہو گئے۔ ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور عرض کی کہ بخدا میری بھی یہی رائے ہے۔ خدا کی قسم! میں نے نہ تو دنیا کی طرف میلان کیا اور نہ دنیا میں رہنا چاہتا ہوں۔ حکومت کے لیے میری جدوجہد اغراض ذاتی پر مبنی نہ تھی بلکہ بوجہ اللہ میں نے یہ مہم اپنے سر لی تھی۔ میں نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ حرم محترم کی حرمت مٹا دی جائے۔ مگر اس وقت میں نے مناسب یہ سمجھا کہ آپ کی رائے بھی لے لوں آپ نے میرے ارادے کو اور بھی مستحکم کر دیا۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں میں آج مارا جاؤں گا مگر آپ مجھ سے رنج وغم نہ کریں اور مجھے اللہ کے سپرد کر دیجیے۔ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ نہ میں نے کسی ایسے کام کے کرنے کا ارادہ کیا جس سے میری عزت پر دھبہ آئے اور نہ میں نے کوئی اور برا کام کیا' نہ خدا کے احکام کی تعمیل میں حد سے تجاوز کیا' نہ امان دے کر اسے توڑا' نہ کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا۔ جب کبھی کسی ماتحت افسر کے ظلم کی اطلاع مجھے ہوئی میں نے کبھی اسے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اسے سرزنش کر دی۔ خدا کی خوشنودی میرے نزدیک سب سے بڑھ کر سفارش تھی۔ جو میں کہہ رہا ہوں اس لیے نہیں کہ میں نے برے اعمال کیے ہیں' ان سے اپنے آپ کو علیحدہ کر رہا ہوں بلکہ اے خدا تو خوب مجھ سے واقف ہے کوئی شے تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اس بیان سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میرے ان حالات کو معلوم کر کے میرے بعد میری ماں کو رنج نہ ہو بلکہ وہ میری خوبیوں سے ایک گونہ اطمینان وتسلی حاصل کر سکیں۔

ان کی ماں نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے یہ توقع ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے اس جہان فانی سے رحلت کر گئے۔ تو میں ثبات و استقلال سے تمہاری موت پر صبر کروں گی اور اگر میں تم سے پہلے مرگئی تو میرے جی میں آتا ہے کہ کم از کم میں نکل کر دیکھ تو لوں کہ تمہاری اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی دعا:

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے والدہ محترمہ! خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ آپ مہربانی فرما کر ہمیشہ میرے لیے دعا فرماتی رہیں۔ انھوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا ہرگز نہ کروں گی کہ تمہارے لیے دعا نہ کروں۔ کیونکہ مجھے یقین کامل ہے کہ چاہے اور کسی شخص نے باطل کے لیے اپنی جان دی ہو مگر تم نے تو حق وصداقت کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے یہ دعا مانگی:

"اے اللہ! تو اس کی شب ہائے دراز میں عبادت کے لیے شب بیداری' اور مکہ اور مدینہ کی دوپہریوں میں تیری عبادت میں آہ و بکا کرنے اور روزے میں شدت تشنگی کے برداشت کرنے اور اپنے باپ اور مجھ سے حسن سلوک کی وجہ سے اس پر رحم فرما۔ اے اللہ! اس کے معاملے کو میں نے تیرے سپرد کر دیا ہے اور جو کچھ تو نے فیصلہ کیا ہے میں اس پر خوش ہوں۔ میرے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تو مجھے صبر وشکر کرنے والوں کا سا ثواب عطا فرما"۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ماں آپ کے قتل کے بعد صرف پانچ یا دس ہی دن اور زندہ رہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے آخری ملاقات:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے پاس گئے تو زرہ اور خود پہنے ہوئے تھے' سامنے جا کر کھڑے ہو گئے سلام کیا اور آگے بڑھے اور اپنی والدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بوسہ دیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ آخری رخصت کا وقت ہے تم مجھ سے دور مت ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ سے رخصت ہونے آیا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس جہان فانی میں قیام کا یہ آخری دن ہے۔ علاوہ بریں میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر میں قتل ہو گیا تو میں ایک مضغہ گوشت ہوں گا۔ جو کچھ میرے ساتھ کیا جائے گا اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

ان کی ماں نے کہا اپنے ارادے کو تکمیل کرو اپنے آپ کو ابن ابی عقیل کے حوالے تک نہ کرو۔ میرے قریب آؤ تاکہ میں تمہیں رخصت کروں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو صبر کی تلقین:

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور قریب ہوئے۔ ان کے بوسے لیے اور گلے ملے۔ جب انہیں زرہ چبھی تو انہوں نے فرمایا کہ جو لوگ جان دینے پر آمادہ ہوتے ہیں وہ زرہ نہیں پہنا کرتے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے زرہ اس لیے پہنی ہے تاکہ آپ کو تسلی رہے کہ میں پورے طور پر مسلح مقابلے کے لیے جا رہا ہوں۔ اس پر ان کی ضعیف العمر ماں نے فرمایا کہ ان باتوں سے مجھے تسلی نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے زرہ اتار دی اور آستین چڑھائی۔ اپنی قمیض کے دامن سے اپنی کمر باندھ لی' اور ململ کا جبہ جو قمیض کے نیچے تھے اس کے نیچے کے حصے کو بھی کمر کے ٹپکے میں لپیٹ لیا۔ ان کی ماں کہتی جاتی تھیں کہ کپڑے ایسے پہنو جس سے چستی و چالاکی معلوم ہو۔ پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما یہ رجز یہ شعر پڑھتے ہوئے واپس آئے۔

انـــی اذا اعـــرف یـــومـــی اصبـــر اذا بـــعـــضـهـم یـعـرف ثـم یـنـكـر

ترجمہ: "میں جب اپنے معرکے کو پہچان لیتا ہوں تو صبر کرتا ہوں' حالانکہ بعض لوگ جانتے ہیں اور پھر ثابت قدم نہیں رہتے"۔

ان کی ضعیف ماں نے اس شعر کو سن کر کہا تم صبر کرو گے۔ کیونکہ خدا کی قسم تمہارے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اور تمہاری ماں صفیہ عبدالملک کی بیٹی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شجاعت:

اہل حمص کے ایک سردار نے جو خود اس واقعہ میں شریک تھا بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو منگل کے روز دیکھا تھا اور ہم حمص والے پانسو آدمیوں کے دستے کی صورت میں ان پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ داخلے کے لیے بھی ایک خاص دروازہ مقرر کر دیا گیا تھا کہ جس سے صرف ہم ہی کو داخل ہونے کا حکم تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تنہا ہمارے مقابلے میں آتے اور ہم سب شکست کھا کر پیچھے ہٹ جاتے اور وہ رجزیہ شعر جو اوپر لکھا جا چکا ہے اور یہ مصرع: اذا بعضهم يعوف ثم ينكر (جب کہ بعض دوسرے لوگ جان بوجھ کر ایسے وقت میں انجان ہو جاتے ہیں) پڑھتے۔ میں ان سے کہتا بلاشبہ آپ ایک شریف جوانمرد ہیں۔ میں نے انہیں ابطح میں کھڑے ہوئے دیکھا کسی شخص کو آپ کے پاس جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور اس سے ہمیں خیال ہوا کہ آپ مارے ہی نہ جائیں گے۔

مکہ کی ناکہ بندی:

غرض کہ منگل ہی کے دن حرم کے تمام دروازے شامیوں سے بھر گئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی فوج والوں نے مدافعت کے مقامات دشمن کے حوالے کر دیئے۔ دشمن کی تمام فوجیں ان میں سما گئیں۔ ہر دروازے پر خاص خاص جماعتیں' افسر اور کئی ایک دوسرے لوگ متعین کر دیئے گئے۔ چنانچہ جس دروازے پر حمص والے متعین کیے گئے تھے وہ بالکل کعبے کے سامنے تھا۔ اسی طرح دمشق والے باب بنی شیبہ پر' اہل اردن باب الصفا پر' اہل فلسطین باب بنی جمح پر' اور اہل قنسرین باب بنی سہم پر متعین کر دیئے گئے تھے۔ حجاج اور طارق بن عمرو دونوں کی فوجیں ابطح کی سمت میں مروہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کبھی اس سمت میں دشمن کا مقابلہ کرتے اور کبھی دوسری جانب۔ اس وقت آپ کی مثال شیر نیستاں کی طرح تھی' کہ جب دشمن کی جماعتیں آپ پر حملہ آور ہوتیں آپ ان کے پیچھے جھپٹتے' حالانکہ وہ دروازے ہی پر کھڑی ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ دروازے سے بھی باہر انہیں نکال دیتے اور رجزیہ شعر پڑھتے اور بآواز بلند کہتے "اے ابن صفوان تیری والدہ کو فتح کی خوشخبری حاصل نہ ہو گی کاش! میرے ساتھی ہوتے"۔

لو كان قرني و احدا كفيته

"اگر میرا مدمقابل ایک شخص ہوتا تو میں اس کے لیے بس تھا"

اس کے جواب میں ابن صفوان کہتے بخدا! اگر ہزار بھی ہوتے تو آپ ان سے عہدہ برآ ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا اپنے ساتھیوں سے خطاب:

۱۷/ جمادی الاول ۷۳ھ بروز سہ شنبہ صبح کے وقت حجاج نے تمام ناکوں پر قبضہ کر لیا۔ اس تمام رات حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما عبادت الٰہی میں مصروف رہے پھر تلوار کے پرتلے سے کمر باندھ کر تھوڑی دیر سو گئے۔ بہت سویرے بیدار ہوئے' سعد سے کہا کہ اذان دو۔ سعد نے مقام ابراہیم کے پاس اذان دی۔ آپ نے وضو کیا۔ دو رکعت سنت فجر پڑھی۔ پھر آگے بڑھے' مؤذن نے اقامت کہی'

اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ دونوں رکعتوں میں سورۂ نون والقلم حرف بہ حرف تلاوت کی اور سلام پھیرا پھر خطبے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حمد وثناء کے بعد فرمایا آپ لوگ اپنے چہرے کھول دیجیے تاکہ میں آپ کو دیکھوں (کیونکہ تمام لوگوں نے خود اور عماموں سے اپنے چہرے چھپا رکھے تھے) اس حکم کی تعمیل میں لوگوں نے اپنے چہرے کھول دیئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے آل زبیر رضی اللہ عنہ اگر تم نے میرے ساتھ خیر خواہی کی ہوتی تو عرب میں ہمارا وہ خاندان ہوتا کہ جس نے اللہ کے راستے میں اپنی جانیں قربان کی ہوتیں اور کبھی ہم پر یہ مصیبت نازل نہ ہوتی۔ اے آل زبیر رضی اللہ عنہ تم ہرگز تلواروں کے لڑنے سے خائف نہ ہونا۔ کیونکہ مجھے اس کا تجربہ ہے۔ کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس میں زخمی نہ ہوا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ زخم کے علاج کرنے کی تکلیف تلوار کے لگنے سے زیادہ سخت ہے جس طرح تم اپنے چہروں کو بچاتے ہو اسی طرح تلواروں کو بھی بچانا کیونکہ میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں کہ جس کی تلوار ٹوٹ گئی ہو اور وہ پھر زندہ باقی رہا ہو۔ کیونکہ مرد کے پاس ہتھیار نہ ہوں تو وہ عورت کی طرح تہتا ہے جب بجلی چمکے اپنی آنکھیں بند کر لینا یا تلواروں سے اپنی آنکھیں بچانا۔ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ صرف اپنے مقابل کا دھیان رکھے۔ میرے متعلق سوال تمہاری اپنی توجہ کو نہ بٹائے۔ اور یہ ہرگز نہ کہنا کہ میں کہاں ہوں۔ البتہ جو شخص دریافت کرے اسے بتا دینا۔ میں سواروں کے سب سے اول دستے میں کھڑا ہوں گا۔ اللہ کا نام لے کر حملہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دشمن پر حملہ کیا اور جو ان تک انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ ایک اینٹ آپ کے چہرے پر لگی' جس کی وجہ سے آپ کو چکر آ گیا اور تمام چہرہ لہولہان ہو گیا۔ جب خون کی گرمی جو چہرے سے بہہ رہا تھا آپ کو محسوس ہوئی تو آپ نے یہ شعر پڑھا:

فلسنا على الاعقاب تدمى كلومنا　　　و لكن على اقدامنا تقطر الدما

ترجمہ: ''ہم ان لوگوں میں نہیں ہیں کہ جو پشت پر زخم کھاتے ہیں اور ایڑیاں ان کے خون سے حنائی ہوتی ہیں بلکہ خون ہمارے پنجوں پر گرتا ہے''۔

اور پھر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

ایک مجنون لونڈی چلائی وا المیر المومنینا[1] کیونکہ جہاں آپ گرے تھے اس نے آپ کو دیکھ لیا تھا اور لوگوں کو بتانے کے لیے ان کی طرف اشارہ کیا۔ سفید ململ کا لباس آپ کے زیب تن تھا۔

طارق بن عمرو کا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق اعتراف:

حجاج کو جب اس کی خبر ہوئی' اس نے سجدۂ شکر ادا کیا اور طارق اور وہ دونوں آپ کی لاش پر آئے۔ طارق نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ ان سے زیادہ جواں مرد آج تک پیدا نہیں ہوا۔ حجاج نے سن کر کہا تم ایسے شخص کی تعریف میں رطب اللسان ہو جس نے امیر المومنین کی مخالفت کی۔ طارق نے جواب دیا بے شک ان کی یہی غیر معمولی بہادری اور شجاعت ہی تو ہمارے لیے باعث تسلی ہو سکتی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب تھا کہ ہم نے سات ماہ سے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا' نہ انہوں نے کوئی

---

[1] ترجمہ: افسوس امیر المومنین ہلاک ہو گئے۔

خندق کھودی نہ کوئی قلعہ تھا نہ کوئی اور بلند مقام تھا جو قدرتی طور پر مدافعت کا کام دیتا مگر پھر بھی لڑائی میں انہوں نے اپنا پلہ ہلکا نہ ہونے دیا بلکہ انہیں کا پلہ بھاری رہا۔ جب اس گفتگو کی خبر عبدالملک کو ہوئی اس نے طارق کے خیال کی تائید کی۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک حبشی غلام کو قتل کیا' پہلے اس پر تلوار کا وار کیا اور پھر پیچھے سے حملہ کر کے اس پر غالب آ گئے' اپنے حملے کے دوران کہتے جاتے تھے۔ اے حبشی صبر کر کیونکہ ایسے ہی موقعوں پر بہادر صبر کیا کرتے ہیں۔

اہل مکہ کی عبدالملک کی بیعت:

حجاج نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن صفوان اور عمارہ بن عمرو بن حزم کے سروں کو مدینے بھیجا جہاں وہ کسی جگہ نصب کر دیئے گئے۔ پھر وہ عبدالملک کے سامنے لائے گئے۔ اس کے بعد حجاج مکہ داخل ہوا اور تمام اہل قریش سے عبدالملک کے لیے بیعت لے لی۔

اسی سنہ میں عبدالملک نے طارق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد غلام کو مدینہ کا والی مقرر کیا۔ طارق پانچ ماہ تک اس عہدے پر سرفراز رہا۔

واقدی کے بیان کے مطابق اسی سنہ میں بشر بن مروان نے انتقال کیا۔ واقدی کے علاوہ اور لوگوں کے بیان کے مطابق بشر کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی۔

عمر بن عبیداللہ اور ابوفدیک خارجی کی جنگ:

اسی سال عبدالملک نے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو ابی فدیک خارجی کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور حکم دیا کہ دونوں شہروں کوفے اور بصرے کے جن جن لوگوں کو چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ عمر پہلے کوفہ آئے' باشندوں کو جمع کیا اور اس طرح دس ہزار آدمی ان کے ساتھ ہوئے۔ اسی طرح بصرے سے اتنے ہی آدمی شریک ہوئے اس کے بعد اس تمام فوج کی تنخواہیں اور خوراک تقسیم کر دی گئی۔ اور اس لشکر جرار کو لے کر عمر روانہ ہوئے کوفے والوں کو انہوں نے اپنے میمنہ پر رکھا اور محمد بن موسیٰ بن طلحہ کو ان کا سردار مقرر کیا۔ بصرے والوں کو میسرہ پر رکھا اور اپنے بھتیجے عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ کو ان پر سردار مقرر کیا۔ رسالے کو قلب فوج میں متعین کیا۔ غرضیکہ اس ترتیب کے ساتھ عمر بحرین پہنچے۔ عمر نے فوج کی صف بندی کی۔ سب سے آگے پیدل سپاہ کو رکھا۔ ان کے پاس نیزے تھے جو انہوں نے زمین سے لگا رکھے تھے اور عرق گیروں سے ڈھانک رکھے تھے۔

ابوفدیک کا میسرہ پر شدید حملہ:

ابوفدیک اور اس کے ساتھیوں نے یک جان ہو کر حملہ کیا۔ اور عمر بن عبیداللہ نے میسرے کو چیر ڈالا اور یہ حصہ فوج شکست کھا کر بھاگا مگر مغیرہ بن المہلب' معن بن المغیرہ' مجاعۃ بن عبدالرحمٰن اور اسی طرح دوسرے شہسوار برابر مقابلہ کرتے رہے۔ سب لوگ اہل کوفہ کی صف کی طرف مڑے جو ابھی دیوار آہنی بنے اپنی جگہ ڈٹے ہوئے تھے۔

عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ ڈولی پر ڈال کر میدان جنگ سے اٹھائے گئے۔ یہ ان لوگوں میں جو میدانِ جنگ میں گرے پڑے تھے اور خون ان کے زخموں پر جم گیا تھا۔

اہل بصرہ کی شجاعت:

جب بصریوں نے دیکھا کہ اہل کوفہ بدستور اپنی جگہ پر ثابت قدم ہیں اور ایک انگل اپنی جگہ سے نہیں ہٹے' انہوں نے اپنے

اور پر نفرین کی پھر میدان جنگ میں آئے اور لڑنا شروع کر دیا۔ اب ان پر کوئی سردار نہ تھا۔ یہاں تک کہ یہ بے سری فوج عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ کے پاس سے گذری جو زخمی پڑے تھے اور انہیں اٹھا لیا اور خارجیوں کی فرودگاہ میں جا گھسے یہاں گھاس کا انبار لگا ہوا تھا اس میں آگ لگا دی۔ ہوا بھی ان کے خلاف چلنے لگی۔

ابوفدیک خارجی کا قتل:

اہل کوفہ اور بصرہ نے خارجیوں پر حملہ کیا اور انہیں سخت نقصان پہنچایا۔ ابوفدیک میدان جنگ میں کام آیا۔ اس فوج نے قلعہ مشقر میں خارجیوں کا محاصرہ کر لیا۔ خارجیوں نے اپنے آپ کو بلا کسی شرط کے حوالے کر دیا۔ عمر بن عبیداللہ نے چھ ہزار کو تہ تیغ کرا دیا اور آٹھ سو کو قیدی بنا لیا مال غنیمت میں امیہ بن عبداللہ کی لونڈی بھی جو ابوفدیک سے حاملہ تھی ملی۔ اور پھر یہ تمام لشکر بصرہ واپس آ گیا۔

خالد بن عبداللہ کی معزولی:

اسی سال عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے بھائی بشر بن مروان کو مقرر کیا۔ اور اسی طرح کوفہ اور بصرہ دونوں کی صوبہ داری بشر ہی کے تفویض ہوگئی۔ بصرہ کے گورنر مقرر ہونے کے موقعے پر بشر عمرو بن حریث کو کوفے پر اپنا جانشین مقرر کر کے بصرہ آئے۔ اسی سال محمد بن مروان موسم گرما کی مہم لے کر رومیوں سے جہاد کرنے گئے اور رومیوں کو شکست دی۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی سال عثمان بن الولید اور رومیوں کے درمیان آرمینا کے مضافات میں جنگ ہوئی۔ عثمان کے پاس کل چار ہزار فوج تھی حالانکہ ان کے مقابل رومیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ مگر عثمان نے انھیں شکست دی اور شدید نقصان پہنچایا۔

امیر حج حجاج بن یوسف:

اس سال حجاج نے لوگوں کو حج کرایا۔ یہ مکہ، یمن اور یمامہ کا صوبہ دار تھا۔ واقدی کے بیان کے مطابق بصرہ اور کوفہ پر بشر بن مروان صوبہ دار تھا۔ دوسرے لوگ بیان کرتے ہیں کہ بشر کوفہ کے گورنر تھے اور بصرہ کے حاکم خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید تھے۔

شریح بن الحارث کوفہ کے قاضی تھے۔ ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے قاضی تھے اور بکیر بن وشاح خراسان کے گورنر تھے۔

باب ۵

حجاج بن یوسف

۷۴ھ کے واقعات

طارق بن عمرو کی معزولی:

اس سال عبدالملک نے طارق بن عمرو کو مدینہ طیبہ کی ولایت سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ حجاج کو مقرر کر دیا۔ حجاج مدینہ آیا ایک ماہ قیام کیا اور پھر عمرہ ادا کرنے روانہ ہو گیا۔

خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر:

حجاج بن یوسف نے کعبہ کی دیواروں کو جنھیں عبداللہ نے بنایا تھا منہدم کرا دیا۔ حضرت عبداللہ نے حجر کو بھی کعبہ میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس کے دروازے بنا دیئے گئے تھے۔ مگر حجاج نے نے کعبہ کو پھر اس کی پہلی صورت پر بنا دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہانت:

حجاج ماہ صفر میں پھر مدینہ واپس آ گیا اور اس مرتبہ تین ماہ مقیم رہا۔ اہل مدینہ کے ساتھ بے عزتی سے پیش آتا تھا' انھیں تکالیف پہنچاتا تھا۔ محلّہ بنی مسلمہ میں ایک مسجد بنائی جو حجاج ہی کے نام سے مشہور ہے۔ اور تو اور حجاج کی توہین سے صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ بچے اور اس نے ان کی گردنوں میں داغ لگوا دیئے۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں داغ لگائے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی گردن میں داغ لگائے۔ اس سے مقصد ان کی تذلیل و توہین تھی۔

حجاج نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور کہا تو نے کیوں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہانت کی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے ضرور ان کی مدد کی۔ حجاج نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو اور پھر سیسہ گرم کر کے ان کی گردن پر داغ لگائے۔

اسی سنہ میں عبدالملک نے ابوادریس الخولانی کو قاضی مقرر کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی سنہ میں بشر بن مروان کوفہ سے بصرہ گورنر مقرر ہوئے۔

خوارج کی مہم پر مہلب کا تقرر:

اس سنہ میں عبدالملک نے مہلب کو خارجیوں کے خلاف ایک مہم کا سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔ واقعہ اس کا یہ ہے کہ جب بشر بصرہ آ گئے عبدالملک نے انھیں لکھا کہ مہلب کو ان کے وطن بصرہ کی ایک جماعت کے ساتھ خارجیوں کے مقابلے کے لئے بھیجو اور مہلب کو یہ اختیار دے دو کہ وہ خود اپنے شہر کے سربرآوردہ شہسواروں اور تجربہ کار لوگوں کو منتخب کر لیں۔ کیونکہ اہالی بصرہ سے وہی خوب واقف ہیں۔ جنگی معاملات میں ان کو بالکل آزادی دے دینا کیونکہ مجھے ان کے تجربے اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے اخلاص پر اعتماد ہے اور کوفہ والوں کی بھی ایک زبردست جمعیت ان کے ساتھ بھیجنا۔ اس فوج پر مشہور معروف اور شریف و نجیب اور ایسے شخص کو

سردار مقرر کرنا جس کی شجاعت وبسالت اور امور جنگ میں اس کا تجربہ محتاج تعارف نہ ہو۔ ان دونوں شہروں کے منتخب لشکر کو خارجیوں کے مقابلے پر روانہ کرنا اور حکم دینا کہ جہاں خارجی جائیں یہ فوج بھی ان کے تعاقب میں اسی طرف جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں بالکل نیست ونابود کردے' والسلام علیک۔

بشر نے مہلب کو بلا کر خط سنایا اور حکم دیا کہ جسے چاہو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے منتخب کرلو۔ مہلب نے اپنے سالے جدیع بن سعید بن قبیصہ بن سراق الازدی کو اپنے سامنے بلا کر حکم دیا کہ فوج کا رجسٹر لے آؤ تا کہ اس میں سے لوگوں کا انتخاب کرلیا جائے۔

بشر بن مروان کا مہلب سے حسد:

بشر کو یہ بات بری معلوم ہوئی کہ مہلب کو اس مہم کی سرداری کی عزت براہ راست عبدالملک کی جانب سے حاصل ہوئی۔ اب ان کی طاقت نہ تھی کہ وہ سوائے مہلب کے کسی دوسرے شخص کا انتخاب کرتے۔ اور اس طرح ان سے جلنے لگے کہ گویا انھوں نے ان کے خلاف کوئی گناہ کیا ہے۔ بہر حال بشر نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو بلایا اور کوفہ کے لوگوں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ وہ شہسواروں' دلیر اور شجاع لوگوں کو منتخب کریں۔

بشر بن مروان کا عبدالرحمٰن بن مخنف کو مشورہ:

عبدالرحمٰن بن مخنف کہتے ہیں کہ بشر نے بلا کر مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمھاری کس قدر عزت ومنزلت کرتا ہوں۔ اور کس قدر تمھیں چاہتا ہوں۔ میرا یہ ارادہ تھا کہ میں تمھیں اس فوج کا چونکہ میں تمھاری شرافت وشجاعت دولتمندی اور سخاوت سے بخوبی واقف ہوں سردار بناؤں' یہ سمجھ لو کہ تمھارے متعلق نہایت اچھی رائے رکھتا ہوں مگر دیکھو کہ صورت معاملہ یہ واقع ہوئی ہے کہ مہلب اس کے سردار بنائے گئے ہیں اس لئے تمھیں چاہیے کہ تم ان کے مقابلے میں اپنے حکم پر سختی سے جمے رہو ان کی رائے اور مشورے کو قبول نہ کرو۔ اور ان کی تذلیل وتحقیر کرتے رہو۔

یہ باتیں تو کیں مگر یہ نہ کہا کہ فوج کا اس طرح انتظام کرنا دشمن سے لڑنا اور مسلمانوں کی خبر گیری کرنا بلکہ مجھے اپنے ایک عزیز دوست کی مخالفت پر آمادہ کیا کہ میں ایسا ہی بیوقوف نھا بچہ تھا جو ان کے داؤں میں آجاتا میں نے کوئی ایسی مثال نہیں دیکھی کہ مجھ جیسے جہاں دیدہ بوڑھے اور صاحب مرتبہ سردار سے کسی نے ایسی خواہش کی ہو جیسی کہ اس کل کے لونڈے نے مجھ سے کی۔ اس نے وہ بات کی ہے جس کا انجام کو پہنچانا اس کی قابلیت وقدرت سے باہر تھا۔ جب بشر نے محسوس کیا کہ میں نے جواب دینے میں زیادہ دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تو مجھ سے دریافت کیا کہو کیا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ جواب دیا کہ بھلا میں آپ کے حکم سے سرتابی کرسکتا ہوں۔ میں تو اس امر پر مجبور ہوں کہ آپ کے ہر حکم کی چاہے اسے میں پسند کروں یا نہ کروں پوری طرح تعمیل کروں۔

مہلب کی خوارج پر فوج کشی:

مہلب نے اہل بصرہ کو لے کر رام ہرمز پر مورچہ لگایا اور خارجیوں سے مقابلہ شروع ہوا۔ مہلب نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بھی اہل کوفہ کے ہمراہ مقام مذکور پر آپہنچے' ان کے ہمراہ اہل مدینہ کا جو دستہ تھا اس کے سردار بشر بن جریر تھے' بنی تمیم اور ہمدانیوں پر محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس' کندہ اور ربیعہ پر اسحاق بن محمد بن الاشعث اور مذحج اور بنی اسد پر زحر ابن قیس سردار تھے۔

بشر بن مروان کا انتقال:

عبدالرحمٰن نے مہلب سے میل یا ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایسی جگہ خیمہ لگایا جہاں سے دونوں فوجیں ایک دوسرے کو دیکھ سکتی تھیں۔ جنگ کو شروع ہوئے دس ہی روز گزرے تھے کہ خبر آئی بشر بن مروان نے بصرہ میں انتقال کیا۔ اب کیا تھا بصرہ اور کوفہ والوں میں سے اکثر فوج کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بشر نے اپنے بعد خالد بن عبداللہ بن اسید کو اپنا جانشین چھوڑا اور کوفہ پر عمرو بن حریث ان کے قائم مقام تھے۔

اہل کوفہ کا میدان جنگ سے فرار:

اہل کوفہ میں سے جو لوگ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے ان میں زحر بن قیس' اسحٰق بن محمد بن الاشعث اور محمد بن سعید بن قیس بھی تھے۔ عبدالرحمٰن بن مخنف نے اپنے بیٹے جعفر کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ چنانچہ اسحٰق اور محمد کو تو یہ واپس لایا اور البتہ زحر کو نہ پا سکا۔ عبدالرحمٰن نے اول الذکر دونوں صاحبوں کو دو روز تک قید رکھا اور پھر ان سے یہ وعدہ لے لیا کہ اب کبھی وہ ان سے جدا نہ ہوں گے۔ مگر ان دونوں نے ایک ہی دن کے قیام کے بعد پھر راہ فرار اختیار کی اور اس مرتبہ شاہراہ عام چھوڑ کر دوسرے راستے سے چلے' حسب سابق اس مرتبہ بھی ان کا تعاقب کیا گیا ان تک دسترس نہ ہو سکی اور وہ دونوں اہواز پہنچ کر زحر بن قیس سے جا ملے۔

خالد بن عبداللہ کا مفرور فوجیوں کے نام فرمان:

اہواز میں اور بھی بہت سے لوگ جو بصرہ جانا چاہتے تھے جمع ہو گئے۔ اس کی اطلاع خالد بن عبداللہ کو ہوئی۔ خالد نے ان لوگوں کے نام ایک فرمان لکھا اور ایک قاصد کو حکم دے کر بھیجا کہ فوج کے سرداروں کو جسمانی سزا دینا اور ان سب کو واپس لے آنا۔

خالد کا آزاد غلام ہی اس خط کا حامل بن کر قاصد بنا۔ تمام لوگ جمع ہوئے۔ اس نے خط پڑھ کر سنایا وہ خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ خط خالد بن عبداللہ کی جانب سے ہر اس مسلمان اور مومن کے نام ہے۔ جس تک یہ خط پہنچے آپ سب پر اللہ کی سلامتی ہو۔ میں اس معبود کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ بعد ازیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد مسلمانوں پر فرض کیا ہے اسی طرح ان حاکمان بالا دست کی جو جہاد کا اہتمام کرتے ہیں اطاعت کرنا بھی فرض ہے۔ جو شخص جہاد کرتا ہے اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا' اور جو شخص جہاد نہ کرے گا اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں۔ اور جو شخص مسلمانوں کے اعلیٰ عہدہ دار اور سربراہ کاروں کی نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہوگا اور وہ سزا کا بھی مستحق ہوگا' اس کا جسم' اس کی عزت' نفس اس کا مال تنخواہ سب ہی متاثر ہوں گی اور وہ دور دراز تکلیف دہ علاقوں میں خارج البلد کر دیا جائے گا۔ اے مسلمانو! تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ تم نے کس شخص کے خلاف یہ جرأت کی ہے اور کس کی نافرمانی کی ہے۔ وہ امیر المومنین عبدالملک بن مروان ہے جس کی یہ عادت نہیں کہ مجرم سے چشم پوشی کرے' اور نہ وہ نافرمانوں کو معافی دیتا ہے جو اس کے حکم کی اطاعت نہیں کرتا' اس کی خبر کوڑے سے لیتا ہے اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے اس کی تلوار سے خبر لیتا ہے' اس لیے میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس کی وجہ سے تمہارے خلاف کارروائی کی جائے۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنی اپنی فوجی بارکوں میں واپس چلے جاؤ۔ اپنے

خلیفہ کی اطاعت کرو۔ اور سرکش و نافرمان نہ بنو ورنہ تمہارے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا جسے تم اچھا نہیں جانتے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس خط کے بعد جس نافرمان پر میں نے قابو پایا میں اسے فوراً قتل کر ڈالوں گا اگر خدا نے چاہا۔ والسلام علیکم''۔

زحر کی خالد کے قاصد سے سخت کلامی:

قاصد نے اس خط کی ایک دو سطریں پڑھی ہوں گی کہ زحر بن قیس نے کہا کہ اس کا مختصر مضمون بتا دو۔ خالد کے آزاد غلام نے کہا خدا کی قسم! میں اس شخص کا کلام سن رہا ہوں جس کا منشا ہے کہ جو کچھ وہ سنتا ہے اسے نہ سمجھے اور میں بتائے دیتا ہوں کہ اس میں کوئی بات نہیں جو اس کو بھلی معلوم ہو۔ زحر نے کہا اے سرخ رنگ کے غلام جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے تو اس کی تعمیل کر اور اپنے گھر واپس چلا جا۔ تو نہیں جانتا کہ ہمارے ارادے کیا ہے۔

خط پڑھا جا چکا کسی نے اس پر التفات نہیں کیا۔ زحر اسحٰق بن محمد اور محمد بن عبدالرحمٰن کوفہ کے پہلو میں ایک گاؤں میں آ کر مقیم ہوئے جو اشعث کی اولاد کی ملک تھا' اور یہاں سے انھوں نے عمرو بن حریث کو لکھا۔

مفرور فوجیوں کا کوفہ میں قیام:

حمد وثناء کے بعد جب لوگوں کو امیر مرحوم کے وفات کی خبر ہوئی وہ میدان جنگ سے منتشر ہو گئے اور ہمارے ساتھ کوئی نہیں رہا۔ اس وجہ سے اب ہم آپ کے پاس اور اپنے وطن کی طرف واپس آئے ہیں۔ مگر ہم نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے آپ چونکہ حاکم ہیں آپ کی اجازت لے لیں۔

عمرو بن حریث نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم نے اپنے فوجی اقامت گاہوں کو بلا اجازت چھوڑ دیا اور سرکش اور مخالف ہو گئے۔ اس لئے تمھیں شہر میں آنے کی اجازت دے سکتا ہوں نہ امان۔

جب یہ خط ان لوگوں کے پاس آیا یہ انتظار کرتے رہے اور رات کے پردہ میں اپنے اپنے مکانات میں چلے آئے اور حجاج بن یوسف کے کوفہ آنے تک بغیر کسی چھیڑ چھاڑ کے اقامت گزیں رہے۔

بکیر بن وشاح کی معزولی:

اسی سنہ میں عبدالملک نے بکیر بن وشاح کو خراسان کی صوبہ داری سے معزول کر کے ان کی جگہ امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ بکیر کی برطرفی اور امیہ کے تقرر کے واقعات یہ ہیں۔

ابوالحسن کے بیان کے مطابق بکیر دو سال تک خراسان کے گورنر رہے۔ کیونکہ ۷۲ھ میں ابن خازم قتل ہوئے اور ۷۴ھ میں امیہ نے خراسان آ کر اس عہدے کا جائزہ لیا۔

بکیر بن وشاح اور بحیر میں مصالحت:

بکیر کی برطرفی کی وجہ یہ ہوئی کہ جب ابن خازم قتل کر ڈالے گئے تو ان کے سر کے بھیجنے کے متعلق بحیر اور وشاح میں اختلاف ہوا' اور اسی بناء پر بکیر نے بحیر کو قید کر دیا۔ اور جب تک امیہ خراسان کے گورنر مقرر ہو کر نہ آئے بحیر قید رہے۔

بکیر کو جب معلوم ہوا کہ عبدالملک نے ان کی جگہ امیہ کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا ہے' اس نے بحیر کے پاس پیام

بھیجا کہ میں آپ سے راضی نامہ کرنا چاہتا ہوں۔ مگر بحیر نے انکار کر دیا اور کہا کہ شاید بکیر نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تمام خراسان متفقہ طور پر ان کا طرف دار رہے گا۔ غرضیکہ کئی مرتبہ قاصد پیام لے کر گئے مگر بحیر انکار ہی کرتا رہا۔ آخر کار ضرار بن حصین الضبی بحیر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم بالکل ہی بیوقوف ہو۔ تمہارا ایک بھائی تم سے معذرت کر رہا ہے حالانکہ تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور تم اس کی قید میں ہو مگر پھر انکار کر رہے ہو۔ اگر وہ تمہیں قتل کر ڈالے تو اس کا کیا کرو گے تمہاری حمایت میں کوئی چوں تک بھی نہیں کرے گا۔ اور جو چیز تمہیں مل رہی ہے تم اسے قبول نہیں کرتے۔ صلح کر لو اور پھر تمہیں بالکل آزادی ہے جہاں چاہے جانا۔ بحیر نے اس مشورے کو قبول کر لیا اور بکیر سے صلح کر لی۔ بکیر نے چالیس ہزار درہم اسے بھیجے اور یہ بھی شرط کر لی کہ میرے مقابلے پر کبھی نہ آنا۔

خراسان میں خانہ جنگی کا خطرہ:

اس وقت خراسان میں قبیلہ بنی تمیم تھا۔ ان میں خصومت ہوگئی تھی بنی مقاعس اور دوسرے تحت کے قبیلے والے بکیر سے تعصب کرنے لگے تھے اس سے قدرتی طور پر خراسانیوں کو یہ ڈر پیدا ہوا کہ صورت معاملات اگر یہی قائم رہی تو اس کا نتیجہ فساد ہوتا ہی ہے اور ہماری خانہ جنگی سے ہمارے مشرک دشمن ضرور فائدہ اٹھائیں گے اور اس طرح وہ ہمیں زیر کر لیں گے۔ ان تمام خیالات کی بناء پر انہوں نے عبدالملک کو ان واقعات کی اطلاع دی اور لکھا کہ بحیر اور بکیر کے جھگڑے کے بعد اس ملک کی حالت اسی وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی قریشی زادہ اس کا حاکم اعلیٰ نہیں مقرر کیا جائے جس سے نہ لوگ حسد کریں اور نہ تعصب۔

عبدالملک کا ارباب سیاست سے مشورہ:

عبدالملک نے ارباب سیاست کو مخاطب کر کے کہا کہ خراسان ہماری سلطنت کی مشرقی سرحد ہے اور جو کچھ وہاں فتنہ و فساد وہاں ہو چکا ہے وہ ہو چکا۔ اس وقت بنی تمیم کا ایک شخص اس پر گورنر ہے۔ لوگ اب اس سے تعصب کرتے ہیں اور انھیں یہ خوف دامنگیر ہے کہ مبادا پھر وہی فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو اور یہ تمام سرحدی علاقہ اس کے نذر ہو جائے۔ اہل خراسان نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں ان پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنا دوں جو قریش سے ہو جس کی بات کو وہ سنیں اور جس کے احکام کی تعمیل کریں۔

عبدالملک اور امیہ بن عبداللہ کی گفتگو:

اس پر امیہ بن عبداللہ نے عرض کی کہ آپ اپنے قرابت داروں میں سے کسی شخص کو خراسان کا حاکم اعلیٰ مقرر فرمائیں۔

عبدالملک نے جواب دیا کہ اگر تم ابوفدیک کے مقابلے سے پسپا نہ ہوئے ہوتے تو میری نظر انتخاب تم ہی پر پڑتی۔

امیہ نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین میں نے اس وقت ان کے مقابلے سے عنان مراجعت پھیری تھی۔ جب کہ میرے ساتھ کوئی مقابلہ کرنے والا باقی نہیں رہا تھا۔ تمام لوگ مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس وقت میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے گروہ کے پاس واپس جانا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک مٹھی بھر فوج کے ساتھ میں دشمن کا مقابلہ کروں اور مفت میں سب کو ہلاکت میں ڈالوں۔ اس طرح میں نے مسلمانوں کو ہلاکت سے بچایا۔ مرار ابن عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اس سے خوب واقف ہیں اور خود خالد بن عبداللہ نے بھی جناب والا کو میری مجبوریوں سے پوری طرح آگاہ کر دیا۔

امارت خراسان پر امیہ بن عبداللہ کا تقرر:

اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ خالد بن عبداللہ نے عبدالملک کو اس واقعہ کے متعلق لکھ دیا تھا کہ چونکہ تمام لوگوں نے امیہ کا

ساتھ چھوڑ دیا تھا اس وجہ سے مجبوراً انہیں پلٹ آنا پڑا۔ مرار جو اس وقت موجود تھے انہوں نے عبدالملک کے سامنے امیہ کے بیان کی تائید کی۔ اس پر عبدالملک نے امیہ کو خراسان کا گورنر مقرر کر دیا۔

عبدالملک امیہ کو بہت چاہتے تھے اور اپنی اولاد کے برابر سمجھتے تھے۔ امیہ کے خراسان کے مقرر ہونے پر لوگ کہنے لگے کہ یہ خوب ہوا کہ ایک طرف تو ابی فدیک کے مقابلے میں شکست کھائی اور دوسری طرف اس کا معاوضہ یہ ملا کہ خراسان کے گورنر مقرر ہوئے۔

بحیر کی امیہ بن عبداللہ سے ملاقات:

بحیر اس وقت مقام سنج میں مقیم تھا اور پوچھتا رہتا کہ امیہ کب آتے ہیں۔ جب اسے معلوم ہوا کہ وہ ابرشہر کے قریب آ گئے ہیں تو اس نے ایک عجمی باشندے سے جس کا نام رزین یا زرير تھا کہا کہ تو مجھے ایک ایسے قریب کے راستے سے لے چل کہ میں ابرشہر امیہ کے پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤں تجھے انعام واکرام دیا جائے گا بلکہ میں اور بھی بہت کچھ تجھے دوں گا۔

یہ شخص راستے سے خوب واقف تھا۔ چنانچہ بحیر اس شخص کے ساتھ روانہ ہوا اور ایک ہی رات میں سنج سے سرزمین سرخس میں پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے نیسابور آیا اور امیہ سے ابرشہر میں جا ملا۔ ملاقات کے وقت اس نے خراسان کی پوری حالت سے انھیں مطلع کیا اور بتایا کہ کیا تدابیر اختیار کی جائیں جس سے کہ باشندوں کی حالت درست ہو۔ وہ اچھی طرح سے اطاعت وفرمانبرداری کریں اور ان کے انتظام کی تکلیف گورنر کے لیے کم ہو جائے۔ علاوہ اس کے بحیر نے امیہ سے بکیر کے خلاف اس روپیہ کے لیے جس پر انھوں نے قبضہ کر لیا تھا مرافعہ بھی کیا اور کہا کہ بکیر ضرور بے وفائی کرے گا۔

امیہ کا بکیر سے حسن سلوک:

بہر حال بحیر بھی امیہ کے ہمراہ مرو آیا۔ امیہ ایک نہایت شریف سردار تھا۔ اس نے بکیر یا اس کے دوسرے عہدہ داروں سے کوئی تعارض نہیں کیا بلکہ بکیر سے کہا کہ تم میرے باڈی گارڈ کے سردار ہو جاؤ۔ اس نے قبول کرنے سے انکار کیا اور اس لیے یہ عہدہ بحیر کو دے دیا گیا۔

اس کے اس انکار کرنے پر بکیر کے ہم قوم چند لوگوں نے اسے ملامت کی اور کہا ''دیکھا تم نے اس عہدے کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بحیر اس پر مقرر ہو گیا اور تمہارے ان کے تعلقات جس قدر خراب ہیں اس سے تم بخوبی واقف ہو۔

بکیر نے جواب دیا کہ نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کل تک تو میں اس صوبہ کا حاکم اعلیٰ تھا کہ جب میں چلتا تھا تو دوسرے میرے نیزے کو اٹھا کر چلتے تھے' اب کیا آج میں اس ذلت کو گوارا کر لوں کہ دوسرے کے لیے نیزہ ہاتھ میں لے کر چلوں۔

امیہ نے بکیر سے کہا کہ خراسان کے علاقہ میں جس جگہ کو چاہو تم پسند کر لو وہ تمہاری جاگیر میں دے دیا جائے۔ بکیر نے کہا طخارستان۔ امیہ نے کہا بہتر ہے۔ طخارستان تمہاری جاگیر میں دے دیا جاتا ہے۔ بکیر نے اب روانگی کی تیاری شروع کی اور بے انتہا روپیہ لوگوں میں تقسیم کیا۔

بحیر نے امیہ سے کہا کہ اگر بکیر طخارستان پہنچ گیا وہ ضرور تم سے دغا کرے گا۔ غرضیکہ بحیر ہمیشہ اسی طرح امیہ کے کان بکیر کی جانب سے بھرتا رہتا تھا۔ آخر کار بار بار کہنے کا اثر ہوا اور امیہ نے بکیر کو حکم دیا کہ تم میرے ہی پاس رہو۔

امیر حج حجاج بن یوسف:

اسی سنہ میں حجاج بن یوسف نے لوگوں کو حج کرایا۔ حجاج نے اپنے مدینہ آنے سے پیشتر عبداللہ بن قیس بن مخرمہ کو مدینہ کا قاضی مقرر کر دیا۔

مکہ و مدینہ کا گورنر حجاج بن یوسف تھا۔ کوفہ اور بصرہ پر بشر بن مروان۔ خراسان پر امیہ بن عبداللہ بن اسید گورنر تھا۔

شریح بن الحارث کوفہ کے قاضی تھے۔ ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے قاضی تھے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اس سال عمرہ ادا کیا مگر اس سال کی صحت میں کلام ہے۔

۷۵ھ کے واقعات

اس سنہ میں محمد بن مروان نے موسم گرما کی مہم کے ساتھ رومیوں سے جہاد کیا' جب کہ رومی مرعش کی جانب سے آگے بڑھے تھے۔

امارت عراق پر حجاج بن یوسف کا تقرر:

اسی سنہ میں عبدالملک نے یحییٰ بن الحکم بن ابی عاص کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا اور اسی طرح حجاج بن یوسف کو تمام عراق کا سوائے خراسان اور سجستان کے گورنر مقرر کیا۔ اور اسی سنہ میں حجاج بن یوسف کوفہ آیا۔

حجاج مدینہ میں مقیم تھا کہ عبدالملک کا حکم ملا کہ عراق جاؤ۔ کیونکہ بشر کا انتقال ہو چکا تھا۔ حجاج بارہ سواروں کے ساتھ نہایت اعلیٰ اور تیز رفتار اونٹنیوں پر سوار ہو کر کوفہ پہنچا۔

حجاج بن یوسف کی کوفہ میں آمد:

جس وقت کوفہ پہنچا ہے تو دن اچھی طرح چڑھ گیا تھا مگر حجاج کا آنا دفعتہً ہوا کیونکہ اس کے آنے کا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔ مہلب بھی کوفہ میں نہ تھے۔ کیونکہ مہلب نے بشر کو خوارج بھیج دیا تھا۔

حجاج سب سے پہلے مسجد میں آیا اور منبر پر چڑھا۔

اس نے ایک سرخ باریک کپڑے کے عمامے سے اپنے چہرے کو چھپا رکھا تھا۔ لوگوں سے کہا کہ میرے سامنے آؤ تاکہ میں تقریر کروں۔ لوگوں نے پہلے تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو خارجی خیال کیا اور اس کے قتل کرنے کی ٹھان لی۔ مگر جب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے اپنا چہرہ بے نقاب کر دیا اور یہ شعر پڑھا۔

انا ابن جلا و طلاع الثنایا متی اضع العمامة تعرفونی

ترجمہ: ''میں وہ آفتاب ہوں جو پردۂ ظلمت کو چاک دیتا ہوں اور گھاٹیوں پر چڑھنے والا ہوں۔ جب میں اپنا عمامہ اتاروں گا تب تم مجھے پہچان لو گے''۔

حجاج بن یوسف کا خطبہ:

بخدا میں شر کو اس کے کجاوہ میں لاد دیتا ہوں اور اس کے ایسے ہی نعل لگاتا ہوں اور جو جیسا کرتا ہے ویسے ہی اس کا بدلہ دیتا

ہوں میں بہت سے سروں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ پک گئے ہیں اور ان کے توڑ لینے کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں عماموں اور ڈاڑھیوں کو خون سے زعفرانی دیکھ رہا ہوں۔ اے عراق کے لوگو! جان لو کہ میں انجیر کی طرح دبایا نہیں جا سکتا اور نہ بوسیدہ خشک مشک سے میں ڈرایا جا سکتا ہوں۔ میرا تقرر نہایت دانائی سے کیا گیا ہے اور مجھے بڑے اہم فرائض انجام دینا ہیں۔ امیر المومنین عبدالملک نے اپنے ترکش سے تیر نکالے اور ان سب کی لکڑیوں کو دانت سے کاٹا اور مجھ ہی کو سب سے زیادہ مضبوط اور ٹوٹنے میں سخت پایا اور اس لیے انھوں نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کیونکہ عرصہ دراز سے فتنہ وفساد تمہارا شیوہ ہو گیا ہے اور بغاوت تمہارا دستور العمل۔ مگر اب سمجھ لو کہ میں تمہاری اس طرح کھال ادھیڑ لوں گا جس طرح لکڑی سے چھال اتاری جاتی ہے اور اس طرح تمہیں قطع کر ڈالوں گا جس طرح کہ خشک خار دار درخت ببول کاٹ ڈالا جاتا ہے اور اس طرح تمہیں ماروں گا جس طرح ایک اجنبی اونٹ پیٹا جاتا ہے۔ بخدا! میں وعدہ کرتا ہوں اسے وفا کرتا ہوں اور جب میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اسے پورا کرتا ہوں۔ اس لیے مجھ سے اور ان جماعتوں سے ڈرو اور قیل وقال سے بچو اور جس حالت میں تم اب ہو اس سے اپنے آپ کو نکالو بخدا یا تو تم راہ راست پر آ جاؤ ورنہ یاد رکھو کہ مہلب کی فوج میں سے جو لوگ بھاگ کر آئے ہیں وہ اگر آج سے تین دن کے بعد یہاں آ گئے تو انہیں قتل کر ڈالوں گا اور ان کی جائداد ضبط کر لوں گا۔ اس قدر خطبہ دینے کے بعد حجاج اپنے قیام گاہ کی طرف چلا گیا۔ جب حجاج دیر تک خاموش بیٹھا رہا تو محمد بن عمیر نے کچھ کنکریاں ہاتھ میں اٹھالیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ ارادہ کیا کہ اسے مارے اور یہ بھی کہا کہ خدا اسے ہلاک کرے یہ کس قدر کریہہ منظر اور بدشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو یہ کہے گا وہ بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اس کی ظاہری شکل وصورت ہے۔

جب حجاج نے خطبہ شروع کیا تو اس کا اس قدر اثر ہوا کہ خود بخود یہ کنکر مٹھی سے گرنے لگے اور محمد بن عمیر کو خبر تک نہیں ہوئی۔

حجاج نے اپنے خطبہ میں یہ بھی کہا تھا شاھت الوجوہ. یعنی تمہارے منہ برے ہو جائیں گے اِنَّ اللّٰہَ ضَرَبَ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ اٰمِنَۃً مُّطْمَئِنَّۃً یَّاْتِیْھَا رِزْقُھَا رَغَدًا مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰہِ فَاَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ. ”اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو مثال اس قریہ سے دی ہے جو نہایت امن وسکون میں تھا۔ ہر جگہ سے نہایت اطمینان و صبر کے ساتھ ماکولات اسے پہنچا کرتی تھیں اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی' پس اللہ تعالیٰ نے اس قریہ کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔ انھیں کے اعمال اس کے ذمہ دار تھے“۔

تم لوگ بھی اس قریہ کے باشندوں کی طرح ہو۔ بہتر ہے کہ تم اپنی حالت درست کر لو اور راہ راست پر آ جاؤ ورنہ یاد رکھو کہ تمہیں ایسی ذلت کا مزا چکھاؤں گا کہ تم باز آ جاؤ گے اور تمہیں خشک خار دار درخت ببول کی طرح قطع کروں گا پھر تم مطیع ومنقاد ہو جاؤ گے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یا تم میرے ہاتھوں انصاف قبول کرو' فتنہ وفساد اور جھوٹی افواہوں سے باز آ ؤ ورنہ معمولی قطع وبرید کیا شئے ہے۔ میں تلوار سے تمہاری ایسی قطع وبرید کروں گا کہ تمہاری عورتیں بیوہ اور تمہارے بچے یتیم ہو جائیں گے اور جب تک کہ تم ان غیر آئینی باتوں کو ترک نہ کرو گے اور ان باتوں سے باز نہ رہو گے' میں ہوں اور یہ جماعتیں ہیں۔ تم میں سے کوئی شخص سوار نہیں ہو سکتا مگر تنہا' یاد رکھو کہ اگر باغیوں کو ان کی بغاوت اور سرکشی راس آ گئی اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے تو نہ خراج وصول ہوگا اور نہ دشمنوں سے کوئی لڑنے والا ہوگا اور نہ سرحد کی حفاظت ہو سکے گی۔ اگر یہ لوگ زبردستی جہاد میں شریک نہ ہوں گی خوشی سے تو کبھی بھی نہ

ہوں گے۔ مجھے اس بات کی خبر پہنچی ہے کہ تم لوگوں نے مہلب کو چھوڑ دیا اور عدول حکمی کر کے اپنے شہر واپس آ گئے ہو اور میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے تین دن کے بعد جس شخص کو میں یہاں دیکھوں گا اس کی گردن ماردوں گا۔

مفرور فوجیوں کی واپسی کا حکم:

اس کے بعد حجاج نے تمام سربرآوردہ لوگوں کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ تمام لوگوں کو مہلب کے پاس پہنچا دو اور مجھے تحریری ثبوت اس بات کا دو کہ یہ لوگ اپنی منزل مقصود کو پہنچ گئے۔اس مدت کے ختم ہونے تک پل کے دروازے شب و روز کھلے رہیں۔

حجاج بن یوسف کا اہل کوفہ کو خطاب:

تیسرے دن حجاج نے بازار میں تکبیر کی آواز سنی گھر سے نکل کر منبر پر متمکن ہوا اور کہنے لگا اے باشندگان عراق باغیوں اور منافقو اور برے اخلاق والو۔ میں نے تکبیر کی ایک آواز سنی ہے مگر یہ وہ تکبیر نہیں جس سے اللہ کے راستے میں ترغیب وتحریص دلائی جاتی ہو۔ بلکہ اس کا مقصد لوگوں کو خوفزدہ کرنا ہے اور میں نے خوب جان لیا ہے کہ یہ ایک غبار ہے جس کے پردے میں سخت و تیز آندھی آنے والی ہے۔اے بیوقوف! لونڈی کے جنوں اور بندگان سرکشی و نافرمانی اور اے بیوہ اور لاوارث عورتوں کے بیٹو کیا تم میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو اپنی کمزوری وضعف کے باوجود خاموشی اور اطمینان سے بیٹھے اور اپنے خون کو مفت نہ بہائے اور پھونک پھونک کر قدم دھرے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ عنقریب میں تمہیں ایسی سخت سزا دوں گا جو اگلوں کے لیے عذاب اور آیندہ نسلوں کے لیے عبرت ثابت ہوگی۔

عمیر بن ضابی کا عذر:

اس تقریر کے بعد عمیر بن ضابی التمیمی نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ خدا امیر کے کاموں کی ہمیشہ اصلاح کرتا رہے۔ میں بھی اس مہم میں شریک تھا اور اس سے متعلق ہوں۔مگر میں بیمار اور ضعیف سن رسیدہ شخص ہوں۔ یہ میرا لڑکا بالکل نوجوان ہے یہ میرے بدلے حاضر ہے۔

حجاج نے پوچھا کہ تم کون ہو۔عمیر نے اپنا نام بتایا۔حجاج نے پھر پوچھا کہ کیا تم نے میری کل کی تقریر سنی ہے عمیر نے کہا ہاں۔حجاج نے کہا کہ کیا تم ہی وہ شخص نہیں ہو جس نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی۔عمیر نے اس کا بھی اقرار کیا۔ حجاج نے پھر پوچھا کس بنا پر تم نے ایسا کیا۔عمیر نے کہا کہ اگر چہ میرا باپ ایک بہت بوڑھا شخص تھا۔مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے جیل خانہ میں ڈال دیا تھا۔حجاج نے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہ شعر کہا ہے:

هممت و لم افعل و كدت و ليتني ترکت علی عثمان تبكي حلائله

ترجمہ: ''میں نے قصد کیا مگر اسے عملی جامہ نہیں پہنایا۔ میں اس فعل کو کرنے ہی والا تھا اور کاش میں عثمان رضی اللہ عنہ کو ایسی حالت میں چھوڑتا کہ ان کی بیویاں ان پر نوحہ کر رہی ہوتیں۔ میں تو تمہارے قتل کر دینے میں دونوں شہروں کوفہ اور بصرہ کی بھلائی خیال کرتا ہوں''۔

اس کے بعد حجاج نے اپنے پہرہ دار کو عمیر کی گردن مار دینے کا حکم دیا اور ایک شخص نے اٹھ کر اس کے حکم کی تعمیل میں اسے قتل کر دیا اور حجاج نے اس کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔

عمیر کا قتل:

اس واقعہ کے متعلق ایک دوسرا بیان یہ ہے کہ عنبسہ بن سعید نے حجاج سے پوچھا کہ آپ اس شخص کو جانتے ہیں۔ حجاج نے کہا نہیں۔ عنبسہ نے کہا کہ یہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے ہے۔ اس پر حجاج نے اس سے مخاطب ہو کر کہا اے دشمن خدا تو نے امیر المومنین کے پاس اپنی طرف سے کیوں نہ کسی اور شخص کو بھیجا۔ اس وقت بھی اپنے معاوضہ میں کسی اور کو بھیج دیا ہوتا۔

اور پھر اس کے قتل کر ڈالنے کا حکم دیا اور بعد میں یہ اعلان کرا دیا کہ عمیر نے باوجود ہمارا حکم سن لینے کے اس کی تعمیل نہیں کی اور تین دن کے بعد حاضر ہوا۔ اس لیے ہم نے اسے قتل کر ڈالا اور اس لیے تمام لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جو لوگ مہلب کی فوج میں تھے ان میں سے اگر کوئی شخص آج رات یہاں بسر کرے گا' وہ اپنی جان کو معرض خطر میں سمجھے۔

مفرور فوجیوں کی مراجعت:

اس اعلان کو سنتے ہی تمام لوگ پل پر جمع ہو گئے۔ تمام سربرآوردہ لوگ مہلب کے پاس پہنچے جو اس وقت رام ہرمز میں مقیم تھے اور وہاں جا کر ان سے اپنے پہنچنے کی باقاعدہ رسیدیں حاصل کیں۔ اس پر مہلب نے کہا کہ آج عراق میں وہ شخص آیا ہے جو اپنے زمانہ کا جوان مرد ہے۔ اب دشمن قتل ہو جائیں گے۔

ابو عبیدہ نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ اس شب صرف بنی مذحج کے چار ہزار آدمیوں نے پل کو عبور کیا۔ مہلب نے اس پر کہا اب عراق میں ایک جوان مرد آیا ہے۔

عبدالملک کا خط بنام اہل کوفہ:

جب عبدالملک کا خط لوگوں کے سامنے پڑھا جانے لگا تو پڑھنے والوں نے کہا: امابعد السلام علیکم! میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔ اس پر حجاج نے کہا چپ رہ اے نافرمان غلام بھلا امیر المومنین تو تم پر سلامتی بھیجیں اور تم میں سے کسی شخص کو یہ توفیق نہ ہو کہ اس کا جواب دے۔ یہ اخلاق اموی عورت کے لونڈوں کا ہے۔ ٹھہرو بخدا اب میں تمہیں کچھ اور اخلاق سکھاؤں گا۔ اور جو شخص اس خط کو پڑھ رہا تھا اسے حکم دیا کہ پھر ابتدا سے پڑھے۔ چنانچہ جب پڑھنے والا امابعد السلام علیکم پر پہنچا تو سب نے بلا استثنا کہا وعلی امیر المومنین السلام ورحمۃ اللہ۔

عمیر کے قتل کا واقعہ:

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ جب حجاج کوفہ آیا تو اس نے لوگوں سے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ تم لوگ مہلب کی فوج میں سے چھوڑ کر بھاگ آئے ہو۔ اس لیے میں حکم دیتا ہوں کہ آج سے تیسرے دن کی صبح کو ان کی فوج کا کوئی شخص یہاں نہ رہے۔

تیسرے دن کے بعد ایک شخص لہولہان حجاج کے پاس آیا۔ دریافت کرنے پر اس نے بتلایا کہ میں نے عمیر بن ضابی البرجمی کو حکم دیا تھا کہ تم اپنی فوج میں چلے جاؤ مگر اس کے جواب میں اس نے مجھے مارا اور اس حکم کی تکذیب کی۔ حجاج نے عمیر کو بلایا' ایک پیر فرتوت سامنے لایا گیا۔ حجاج نے دریافت کیا کہ تم کیوں اپنے فوجی مرکز سے بھاگ کر چلے آئے؟ عمیر نے کہا میں ایک بڈھا ضعیف ہوں۔ حرکت تک نہیں کر سکتا اس لیے میں نے اپنے عوض اپنے بیٹے کو جو مجھ سے زیادہ طاقتور اور عمر میں میرے مقابلے میں بالکل جوان ہے۔ بھیج دیا ہے آپ میرے بیان کی تصدیق فرما لیجیے اگر میں سچا ہوں تو خیر ورنہ مجھے ضرور سزا دیجیے گا۔ اس پر عنبسہ بن سعید

نے کہا کہ یہ ہی وہ شخص ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مقتول پڑے تھے یہ ان کے لاشہ کے پاس آیا ان کے طمانچے مارے' ان پر کود پڑا' جس سے آپ کی دو پسلیاں چور ہوگئیں۔ حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔

عمر بن سعید کی روایت:

عمر بن سعید کہتے ہیں کہ میں کوفہ سے حیرہ جارہا تھا کہ اثناء راہ میں میں نے چند لوگوں کو رجز پڑھتے سنا۔ میں اس طرف چلا اور ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا خبر ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم پر قبائل عرب کے بدترین قبیلہ ثمود کا ایک شخص حاکم ہو کر آیا ہے' جس کی پنڈلیاں ٹیڑھی' جس کے چوتڑ خشک سوکھے ہوئے اور دن کا اندھا شپرہ چشم ہے۔ ہمارے قبیلے کا عمیر بن ضابی اس کے پاس گیا تو اس نے اسے قتل ہی کر ڈالا۔ حجاج اسی سنہ کے ماہ رمضان المبارک میں کوفے آیا۔

حکم بن ایوب کا امارت بصرہ پر تقرر:

حکم بن ایوب الثقفی کو بصرے کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ خالد بن عبداللہ پر تشدد کرنا۔ جب خالد کو اس کا علم ہوا وہ حکم کے بصرے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور مقام جلحاء میں قیام پذیر ہوا۔ اہل بصرہ اس کے ساتھ ہولیے اور تاوقتیکہ اس نے ہر شخص کو ہزار ہزار درہم نہ دیئے وہ اس کے کمرے سے نہ گئے۔

اس سال عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا اور اسی سال یحییٰ بن حکم عبدالملک کے پاس آیا اور مدینے پر ابان بن عثمان کو اپنا قائم مقام مقرر کرایا۔ عبدالملک نے یحییٰ بن حکم کو حکم دیا کہ تم بدستور سابق مدینے کے حاکم رہو گے۔ بصرے اور کوفے پر حجاج بن یوسف اور خراسان پر امیہ بن عبداللہ گورنر تھے۔ شریح کوفے کے' زرارہ بن اوفی بصرے کے قاضی تھے۔

اسی سنہ میں حجاج کوفے سے بصرہ گیا اور کوفے پر ابو یعفور عروۃ بن المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام کردیا اور جب تک کہ حجاج جنگ رستقباذ کے بعد کوفے واپس نہ گیا ابو یعفور برابر کوفے پر قائم مقام کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔

حجاج بن یوسف کی بصرہ میں آمد:

اور اسی سال بصرے میں لوگوں نے حجاج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

عمیر کے قتل کے بعد حجاج کوفے سے بصرے آیا اور جس قسم کی تہدید آمیز تقریر اس نے اہل کوفہ کے سامنے کی تھی اسی قسم کی یہاں بھی کی۔

بنی یشکر کا ایک شخص اس کے سامنے پیش کیا گیا کہ یہ شخص فوج سے بھاگ آیا ہے۔ اس نے کہا مجھے فتق کا عارضہ ہے۔ بشر نے خود دیکھا تھا اور میرے اس عذر کو قبول بھی کر لیا تھا۔ جو کچھ مجھے بیت المال سے تنخواہ ملتی ہے وہ یہ موجود ہے واپس کر لی جائے۔ حجاج نے اس کی ایک نہ سنی اور قتل کروا ڈالا۔ اہل بصرہ اس واقعہ سے بہت ہی پریشان ہوئے' اور بصرے سے روانہ ہو کر رام ہرمز کے پل پر فوجی معائنے کے لیے باقاعدہ طور پر آگے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ اس پر مہلب نے کہا اب لوگوں پر ایک جوان مرد شخص سردار مقرر ہو کر آیا ہے۔

عبداللہ بن جارود کی بغاوت:

ماہ شعبان ۷۵ھ کی ابتدائی تاریخوں میں حجاج بصرے سے روانہ ہو کر رستقباذ میں مقیم ہوا اور یہاں لوگوں نے اس کے خلاف

عبداللہ بن جارود کی زیر سیادت علم بغاوت بلند کیا۔ حجاج نے عبداللہ بن جارود کو قتل کر ڈالا اور اس نے اٹھارہ سر رام ہرمز میں نصب کرنے کے لیے روانہ کیے۔ اس ترکیب سے مسلمانوں کی حالت مضبوط ہوگئی۔ مگر دوسری طرف خارجیوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری' کیونکہ انہیں توقع تھی کہ ہمارے دشمنوں میں پھوٹ اور نفاق پڑ جائے گا اس کے بعد حجاج بصرے واپس آ گیا۔

عبداللہ بن جارود کا قتل:

بصرے آ کر جب حجاج نے لوگوں کو حکم دیا کہ تم مہلب سے جا کر مل جاؤ تو تمام لوگ روانہ ہوگئے۔ اب خود حجاج بھی بصرے سے چل کر آخر شعبان میں رستقباذ میں مقام دستوی کے قریب فروکش ہوا۔ اس کے ساتھ بصرے کے اکابر اور عمائدین بھی تھے مہلب اور اس کے درمیان اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔ اس مقام پر حجاج لوگوں کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ تمہاری تنخواہوں میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو اضافہ کیا تھا وہ ایک فاسق ومنافق کا اضافہ ہے جسے میں کبھی جائز نہیں رکھ سکتا یہ سن کر عبداللہ بن جارود العبدی نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ یہ اضافہ کسی فاسق ومنافق نے نہیں کیا ہے۔ بلکہ امیر المومنین عبدالملک نے اس کی توثیق کی ہے اور اس اضافے کو ہمارے لیے بحال رکھا ہے مگر حجاج نے اسے جھٹلایا اور دھمکایا اس پر عبداللہ بن جارود حجاج پر جھپٹ پڑا۔ جتنے عمائدین واکابر تھے وہ بھی عبداللہ کے ساتھ ہوئے دونوں جماعتوں میں شدید معرکہ جدال وقتال گرم ہوا۔ حجاج نے عبداللہ اور اس کے اکثر ساتھیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کا اور اس کے ساتھیوں کا سر کاٹ کر مہلب کے پاس بھیج دیا اور خود بصرے آ گیا۔

مہلب اور ابن مخنف کو خوارج پر حملہ کرنے کا حکم:

مہلب اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو خط لکھا کہ جس وقت میرا یہ خط تمہیں ملے تم فوراً خارجیوں پر حملہ کر دینا۔ اسی سنہ میں مہلب اور ابن مخنف نے خارجیوں کو رام ہرمز سے نکالا۔

۲۰/ شعبان یوم دوشنبہ ۷۵ھ میں حجاج کو تحریر حکم کی تعمیل میں مہلب اور ابن مخنف نے بمقام رام ہرمز خارجیوں پر حملہ کیا اور بغیر کسی شدید مقابلے کے انہیں وہاں سے نکال دیا۔ اگرچہ کوئی خونریز معرکہ کارزار گرم نہیں ہوا تاہم ان دونوں سرداروں نے خارجیوں پر حملہ کیا اور خارجی باقاعدگی سے پسپا ہو گئے اور مقام کازرون واقعہ علاقہ سابور میں جا کر مورچے لگائے۔ مہلب اور ابن مخنف بھی ان کے تعاقب میں چلے اور یکم رمضان کو انہیں جا لیا۔ مہلب نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی۔ اہل بصرہ کا یہ بیان ہے کہ مہلب نے عبدالرحمٰن بن مخنف سے بھی کہا تھا کہ میری یہ رائے ہے کہ تم بھی ضرور اپنے گرد خندق کھود لو' مگر ان کے ساتھی فوج والوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہماری تلواریں ہی ہماری خندقیں ہیں۔

خوارج کا مہلب پر شبخون:

خارجیوں نے مہلب پر شب خوں مارا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ظلمت شب میں ان کا قلع قمع کر دیں' مگر مہلب اس قسم کے اچانک حملہ کے لیے بالکل تیار تھے۔ چنانچہ جب خارجیوں کو معلوم ہوگیا کہ مہلب نے مدافعت کا پورا سامان پیشتر سے کر رکھا ہے تو وہ اس طرف سے ہٹ کر عبدالرحمٰن پر حملہ آور ہوئے۔

یہاں کوئی خندق نہ تھی کہ ان کے حملہ کو روکتی' خارجیوں نے ان سے جنگ شروع کی۔ ان کے ساتھی انہیں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنی فوج کی ایک جماعت کے ساتھ لڑتے لڑتے مارے گئے۔ اسی طرح جتنے لوگ اس'

وقت ان کے ساتھ تھے وہ سب بھی میدان جنگ میں ان کے گرد کام آئے۔

مہلب اور خوارج کی جنگ:

مگر کوفے والوں کا بیان ہے کہ جب حجاج کا خط مہلب اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو ملا جس میں حکم دیا گیا تھا کہ اس حکم کے دیکھتے ہی تم دونوں خارجیوں پر حملہ کر دینا۔ یہ دونوں سردار بروز چہار شنبہ ۲۰/ رمضان ۷۵ھ میں خارجیوں پر حملہ آور ہوئے اور اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے خارجیوں سے جس قدر لڑائیاں لڑی گئی تھیں ان سب سے زیادہ یہ خونریز اور خوفناک تھی۔ یہ واقعہ ظہر کے بعد کا ہے۔ اب خارجی اپنی پوری قوت کے ساتھ صرف مہلب پر ٹوٹ پڑے اور مہلب کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے فوجی قیام گاہ کی طرف واپس چلے آئیں۔ جنگ کی اس حالت کو دیکھ کر مہلب نے چند نیک اور متقی لوگوں کو جو فوج میں تھے عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ عبدالرحمٰن کے پاس آئے اور کہا کہ مہلب نے آپ سے کہا ہے ہمارا اور آپ کا دشمن ایک ہی ہے۔ مسلمانوں پر اس وقت جو وقت ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں اس لیے آپ اپنے برادرانِ اسلام کی مدد فرمائیں۔ خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے۔

ابن مخنف کی مہلب کو امداد:

اب عبدالرحمٰن نے رسالے سے اور پیدل سپاہ سے جو یکے بعد دیگرے بھیجی جاتی تھی مہلب کو مدد دینا شروع کی۔ عرصے کے بعد جب خوارج نے یہ رنگ دیکھا کہ اس طرح عبدالرحمٰن کی فوج میں سے پیدل اور رسالہ برابر مہلب کی مدد کو آ رہا ہے انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اب عبدالرحمٰن کی جمعیت کم ہو گئی ہو گی۔ اس لیے انہوں نے اپنی فوج کے پانچ دستوں کو تو مہلب کے مقابلے پر چھوڑا اور اپنی تمام طاقت کے ساتھ عبدالرحمٰن کا رخ کیا۔ عبدالرحمٰن نے جب یہ دیکھا کہ یہ میری طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ قرا لوگ جن کے سردار ابوالاحوص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قلبی دوست اور خزیمہ ابن نصر ابونصر بن خزیمہ العبسی جو زید بن علی کے ساتھ قتل اور کوفے میں دار پر کھینچے گئے تھے۔ میدان جنگ میں گھوڑوں سے اتر پڑے۔

عبدالرحمٰن بن مخنف اور خوارج کی جنگ:

اس طرح عبدالرحمٰن کے ساتھ خاص ان کے خاندان اور قبیلے کے اکہتر شہسوار بھی اتر پڑے۔ خارجیوں نے ان پر حملہ کیا اور سخت ترین جنگ ہوئی۔ اکثر لوگ عبدالرحمٰن سے علیحدہ ہو گئے اور اب اہل بصرہ کی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ جو برابر اپنی جگہ ڈٹی رہی عبدالرحمٰن رہ گئے۔

ان کا بیٹا جعفر ان لوگوں میں تھا جنہیں عبدالرحمٰن نے مہلب کی امداد کے لیے بھیج دیا تھا۔ اپنے باپ کو اس خطرے میں دیکھ کر اس نے لوگوں سے کہا کہ میرے ساتھ چلو مگر صرف چند لوگ اس کے ساتھ آئے۔ جب یہ اپنے باپ سے قریب پہنچ گیا خارجی بیچ میں سدراہ ہوئے۔ یہ لڑا اور زخمی ہوا۔ خارجیوں نے اسے میدان جنگ سے اٹھا لیا۔

عبدالرحمٰن بن مخنف کا قتل:

عبدالرحمٰن بن مخنف اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر نصف سے زیادہ رات گئے تک لڑتے رہے اور پھر اسی جماعت میں مارے گئے۔ صبح کے وقت مہلب آئے۔ انہیں دفن کیا ان کے لیے دعا کی اور ان کی موت کی خبر حجاج کو لکھی۔ حجاج نے اس کی اطلاع عبدالملک کو دی۔ عبدالملک نے مقام منیٰ میں عبدالرحمٰن کی خبر مرگ کا اعلان کیا اور اہل کوفہ کی مذمت کی۔

ابن مخنف کا مہلب سے عدم تعاون:

حجاج نے عبدالرحمٰن بن مخنف کی فوج کا عتاب بن ورقا کو سردار مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب تم دونوں مہلب اور عتاب کسی جنگ میں شریک ہوں تو مہلب کے مشورے پر عمل کرنا اور ان کی اطاعت کرنا۔ عتاب کو یہ بات ناگوار ہوئی مگر کیا کرتا حجاج کے حکم کی تعمیل کے سوا چارہ نہ تھا۔ واپس جانے کی بھی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا ناچار آ کر اپنی فوج میں فروکش ہوا اور خارجیوں سے جنگ میں مصروف ہوا۔ خارجیوں کے مقابلے میں جنگ کرنے کی تمام ذمہ داری مہلب پر تھی مگر عتاب برابر اپنی صوابدید پر کام کرتا رہا اور کسی معاملے میں اس نے مہلب سے مشورہ نہ لیا۔

جب مہلب نے اس کا یہ طرزِ عمل دیکھا تو اہالی کوفہ میں بعض لوگوں کو جس میں بسطام بن مصقلہ بن ہبیرہ بھی تھے' انتخاب کر کے انہیں عتاب کے خلاف برانگیختہ کیا۔

مہلب اور ابن مخنف میں تلخ کلامی:

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ عتاب مہلب کے پاس آیا اور کہا کہ میری فوج والوں کی تنخواہ ادا کر دو۔ مہلب نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔ مگر عتاب نے اپنی فوج والوں کی تنخواہ کی ادائی کا مطالبہ درشت اور تحکمانہ لہجے میں کیا۔ اس پر مہلب نے کہا کہ تو یہاں ہے اے ابن اللخناء (لخناوہ عورت جس کے بدن سے بدبو آتی ہو)

اس کے متعلق بنی تمیم یہ کہتے ہیں کہ عتاب نے بھی لفظ کو مہلب کے لیے استعمال کیا مگر دوسرے لوگوں کا یہ بیان ہے کہ عتاب نے کہا کہ میری ماں تو بہت سے سخی اور شجاع ماموؤں اور چچاؤں والی ہے۔ کاش کہ خدا میرے اور تیرے درمیان تفریق کر دے اور میں تیری صورت نہ دیکھوں۔

غرض کہ اس قسم کی سخت گفتگو دونوں میں ہوتی رہی کہ مہلب اٹھ کر گئے اور چاہتے ہی تھے کہ ڈنڈا اٹھا کر عتاب کے رسید کریں کہ ان کے لڑکے مغیرہ نے ڈنڈا پکڑ لیا اور کہا کہ خدا امیر کو نیک صلاح دے عتاب عرب کے سربرآوردہ اور شریف لوگوں میں ہیں۔ اگر آپ نے کوئی بات خلاف طبیعت بھی ان سے سنی ہے تو آپ اسے برداشت کریں اور معاف کر دیں کیونکہ آپ ہی سے اس قسم کے تحمل کی توقع ہے۔ مہلب خاموش ہو گیا اور عتاب کو کچھ نہیں کہا۔ عتاب اٹھ کر چلا آیا مگر بسطام بن مصقلہ نے سامنے آ کر اسے گالیاں دینا شروع کیں اور سخت برا بھلا کہا۔

مہلب کے خلاف عتاب کی شکایت:

عتاب نے حجاج کو مہلب کی شکایت لکھی اور لکھا کہ مہلب نے کوفے کے چند جاہل بے وقوفوں کو میرے لیے برانگیختہ کیا اور ان سے میری توہین کرائی۔ آپ مجھے اپنے پاس بلا لیں۔ چونکہ شبیب کے ہاتھوں کوفہ کے شرفا کو مصیبت اٹھانی پڑی تھی اس لیے اس کے تدارک کے لیے خود حجاج کو عتاب کی ضرورت پیش آ گئی اس لیے حجاج نے عتاب کو لکھا کہ تم میرے پاس چلے آؤ اور فوج کا انتظام و انصرام مہلب کے سپرد کر دو۔ مہلب نے اس پر حبیب بن مہلب کو سردار مقرر کر دیا۔

صالح بن مسرح:

مہلب سابور میں ایک سال تک خارجیوں کے مقابلے میں مصروف رہے اسی سنہ میں صالح بن مسرح (متعلقہ بنی امرئ

القیس) نے شورش کے لیے سر اٹھایا۔ یہ شخص صفریہ فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ ہی پہلا شخص ہے جس نے اس فرقے والوں میں سے سر اٹھایا۔

اس شخص کی شورش کے اسباب اور وہ واقعات جو اس سنہ میں پیش آئے۔ حسب ذیل ہیں:

صالح بن مسرح کی گرفتاری کا حکم:

صالح بن مسرح ۷۵ھ میں حج کرنے گیا۔ اس کے ہمراہ شبیب بن یزید' سوید' بطین اور ایسے ہی اور لوگ بھی تھے اسی سنہ میں عبدالملک بن مروان کو قتل کرنا چاہا۔ عبدالملک کو بھی اس کی خبر پہنچ گئی جب حج کر کے واپس گیا تو حجاج کو لکھا کہ ان لوگوں کو کوشش کر کے گرفتار کرلو۔

صالح کوفے میں آتا تھا اور ایک ایک ماہ تک قیام کرتا تھا۔ اپنے ہمراز دوستوں سے ملتا جلتا اور وعدے وعید کرتا تھا۔ مگر کوفے میں صالح کی سازش بار آور نہ ہوسکی اور جب حجاج نے اسے پکڑنا چاہا تو کوفے والوں نے اس کی مطلق مخالفت نہیں کی۔

باب ۶

شبیب بن یزید خارجی

۷۶ھ کے واقعات

صالح بن مسرح کا کردار:

اسی سنہ میں صالح بن مسرح نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس کے اسباب وواقعات یہ ہیں:

صالح بن مسرح التمیمی ایک نہایت عابد وزاہد شخص تھا۔ اپنے معبود کے سامنے ہمیشہ گڑگڑاتا تھا۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔ مقام بداراا اور علاقہ موصل اور جزیرے میں بہت سے لوگ اس کے جاننے والے تھے جنہیں وہ قرآن پڑھاتا اور خطبے دیا کرتا تھا۔

قبیصہ بن عبدالرحمٰن نے اپنے دوستوں سے بیان کیا کہ صالح میرے پاس خطبہ دیا کرتا تھا (خود یہ شخص انہیں کے خیالات و عقائد کا ماننے والا تھا)

صالح بن مسرح کا خطبہ:

صالح سے اس کے متبعین نے درخواست کی کہ آپ ہمارے پاس کوئی خط بھیجیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا یہ اس کا خطبہ تھا جو دیا کرتا تھا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرِ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ.

''تمام تعریفیں اسی ذات کے لیے ثابت ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیاں اور روشنی بنائی۔ اس پر بھی کافر اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں''۔

اے خداوندا! ہم تیرے ساتھ کسی کو عدیل وشریک نہیں بناتے اور سوائے تیرے اور کسی کی طرف نہیں دوڑتے۔ صرف تیری ہی عبادت وپرستش کرتے ہیں' تو ہی نے پیدا کیا ہے۔ تیری ہی حکومت ہے' تو ہی نفع ونقصان دینے والا ہے اور تو ہی ہماری جائے بازگشت ہے۔ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ محمد ﷺ تیرے وہ بندے ہیں جنہیں تو نے برگزیدہ کیا تیرے رسول ﷺ جنہیں تو نے پسند فرمایا' تاکہ وہ تیرے احکام دنیا کو پہنچادیں اور تیرے بندوں کے ساتھ خیر خواہی کریں۔ اور ہم اس بات پر بھی شاہد ہیں کہ انھوں نے پیغام خداوندی کو پہنچا دیا۔ قوم کی فلاح و بہبود میں پوری کوشش کی۔ حق کی دعوت دی' انصاف کیا' دین کی امداد کی' مشرکین سے جہاد کیا۔ آخرکار خدا نے انھیں اس دنیا سے اٹھالیا۔

اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ دنیا سے علیحدہ رہو۔ آخرت کی خواہش کرو۔ موت کو اکثر یاد کرتے رہو' فاسق لوگوں سے علیحدہ رہو' مومنین سے دوستی پیدا کرو۔ کیونکہ دنیا کی خواہش کم کرنے سے اللہ تعالیٰ کے پاس

نعمتیں ہیں ان کے حاصل کرنے کی آرزو پیدا ہوتی ہے اور مادی جسم کو عبادتِ خداوندی میں مشغول ہونے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے موت کو اکثر یاد کرنے سے بندہ اپنے رب سے ڈرنے لگتا ہے اس کے سامنے خضوع وخشوع کرتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ فساق سے علیحدہ رہنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں یہ فرمایا ہے۔

﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَمَا تُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾

''(جو شخص ان میں مر جائے اس کے لیے تم اے محمدؐ!) کبھی دعا نہ کرنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور وہ اس حال میں مرے ہیں کہ وہ گنہگار تھے''۔

مومنین سے دوستی کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اس ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی رحمت اور اس کا کرم ہمیں حاصل ہوگا اور جنت ملے گی۔ خدا مجھے اور تمہیں سچے اور صابر لوگوں میں کرے۔

ایمان والوں پر اللہ کی بڑی رحمت تھی کہ اس نے انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جس نے انھیں کتاب اللہ بتائی۔ عقل و حکمت سکھائی' ان کے قلوب میں نورِ ایمانی کی صفائی پیدا کر دی گناہوں سے انھیں پاک کیا اور ان کے مذہب میں ان کی امداد کی اور وہ مسلمانوں پر بے حد مہربان اور شفیق رہے۔ پھر اللہ نے انھیں اس جہان فانی سے اٹھا لیا۔ (صلوٰت اللہ علیہ) آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے متقی شخص تمام مسلمانوں کی خوشی سے سربراہ کار امور خلافت ہوئے جو بالکل آنحضرتؐ کے نقش قدم پر چلے اور انھیں کے طریق عمل پر آپ نے بھی کام کیا۔ آخر کار واصل بحق ہوئے (اللہ آپ پر اپنا رحم کرے)۔

اپنا جانشین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا جن کے ہاتھ میں اللہ نے اس قوم کی باگ دی۔ آپ نے کلام خداوندی کے مطابق کام کیا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا' حق وصداقت کی راہ میں کبھی وہ ذاتی بغض وعداوت کو کام میں نہیں لائے اور نہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت پر کان دھرا۔ آخر کار یہ بھی واصل بحق ہو گئے۔ (اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے)

ان کے بعد مسلمانوں کی زمام قیادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی۔ انھوں نے مال غنیمت میں تصرف کیا۔ حدود شرعی موقوف کر دیئے۔ انتظام وسیاست ملک میں حد سے تجاوز کر گئے۔ مسلم کی تذلیل اور مجرم کی عزت افزائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں قتل کر ڈالا۔ پس اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام نیک مومنین کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔ بعد ازاں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے مگر تھوڑے ہی زمانے بعد انہوں نے جہاں حکم خداوندی جاری کرنا چاہیے تھا وہاں انسانوں کو حکم بنا دیا۔ گمراہ لوگوں کے متعلق بھی شک کیا۔ جادۂ مستقیم سے ہٹ گئے اور تملق و چاپلوسی سے کام لیا اور اس لیے ہم علی رضی اللہ عنہ اور شیعانِ علی رضی اللہ عنہ سے بالکل علیحدہ ہیں۔

پس اے لوگو! اللہ تم پر اپنا رحم نازل فرمائے' ان حق سے برگشتہ فرقوں اور گمراہی وتاریکی کے گروہوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے چلو۔ تاکہ ہم اس فانی دنیا سے عالم جاودانی میں چلے جائیں اور اپنے ان ایمان و یقین رکھنے والے

برادرانِ ملت سے جاملیں جنھوں نے آخرت کے عوض دنیا کو بیچ ڈالا اور عاقبت میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنا مال صرف کرڈالا۔ قتل سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ میدانِ جنگ میں قتل ہونا موت سے زیادہ آسان ہے۔ اور موت تو ایک دن ضرور آنے والی ہے کہ تمہیں اس کا سان گمان بھی نہ ہوگا کہ وہ کب آئے گی اور پھر وہ تم میں اور تمہارے باپوں' بیٹوں اور بیویوں اور املاک و جائیداد کے درمیان جدائی کردے گی اور بجائے اس کے کہ تم موت سے اس قدر ڈرو اور گھبراؤ۔ تمہیں نہایت خوشی سے اپنے جان و مال کو اللہ کے سپرد کردینا چاہیے۔ تمہیں اس کے معاوضے میں جنت الفردوس ملے گی' خوبصورت حوروں سے تم بغل گیر ہوگے۔ خدا مجھے اور تمہیں ان نیک' اس کے شکر کرنے والے لوگوں میں بنادے جو ہمیشہ صداقت کی ہدایت کرتے ہیں اور اسی پر انصاف کرتے ہیں''۔

صالح بن مسرح کی جماعت:

صالح کے پیرو ہمیشہ اس کے پاس آتے جاتے رہتے تھے کہ ایک دن اس نے ان سے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تم کس بات کے منتظر ہو اور کب تک منتظر رہو گے۔ ظلم تو اب کھلم کھلا ہو رہا ہے' اور عدل و انصاف کے حلق پر چھری پھیر دی گئی ہے ان عمال و حاکموں کا ظلم و تکبر روز بروز بڑھتا جارہا ہے' یہ لوگ جادۂ حق سے دور ہوتے جاتے ہیں اپنے رب کے خلاف منشاء و افعال کرنے میں شیر ہو رہے ہیں۔ اس لیے تم جنگ کے لیے مستعد ہو جاؤ اور اپنے ان برادرانِ ملت کے پاس قاصد بھیجو جو باطل کے منکر اور حق کے داعی اور تمہارے اغراض و مقاصد سے ہمدردی رکھتے ہوں تاکہ پھر ہم ایک جا جمع ہوں۔ اپنی حالت کا اندازہ کریں کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور کس وقت ہمیں حق و انصاف کے لیے میدانِ جنگ میں نکل آنا چاہیے۔

شبیب بن یزید کی صالح کو پیشکش:

چنانچہ اس کے متبعین نے اس مقصد کے لیے آپس میں خط و کتابت کی اور پیامبر بھیجے اور آپس میں ملاقاتیں کیں۔ ابھی یہ ہی ادھیڑ بن ہو رہی تھی کہ محلل بن وائل الیشکری شبیب کا خط لے کر صالح کے پاس آیا۔ اس خط میں تحریر تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ اس غرض کے لیے آپ نے مجھے بھی دعوت دی ہے میں اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں اور اگر آپ آج کے دن کو مناسب سمجھتے ہیں تو آپ شیخ المسلمین ہیں۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑے گا اور اگر آپ ایک دن تاخیر کرنا چاہتے ہوں تو مجھے بتائیں' زندگی کا اعتبار نہیں صبح ہے تو شام کا اعتبار نہیں اور شام ہے تو صبح کی خبر نہیں بہت ممکن ہے کہ موت آج ہی میری امیدوں کا خاتمہ کردے اور میں گمراہوں سے جہاد نہ کرسکوں۔ یہ کتنا عظیم الشان نقصان ہوگا اور یہ کیسی فضیلت ہوگی جو مجھے ترک کرنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان جیسا کردے جو اپنے اعمال سے خدا اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس دن کے متمنی ہیں کہ جنت میں خدا کا جلوہ دیکھیں گے اور نیک لوگوں کی صحبت میں رہیں گے۔ السلام علیک۔

صالح بن مسرح کا شبیب کے نام خط:

جب صالح کے پاس محلل شبیب کا یہ خط لے کر آیا اس نے اس کا یہ جواب دیا۔ حمد و ثناء کے بعد عرصے سے نہ تمہاری حالت معلوم ہوئی تھی اور نہ تمہارا کوئی خط آیا تھا جس نے مجھے غمگین کردیا تھا۔ ایک مسلمان نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تم جنگ کے لیے آمادہ ہو اور آرہے ہو۔ میں اپنے مالک کے اس فیصلے پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

قاصد خط لے کر آیا۔ جو کچھ اس میں مذکور تھا میں نے بخوبی اسے سمجھ لیا۔ ہم جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ صرف تمہاری وجہ سے میں اب تک رکا ہوا ہوں۔ تم یہاں آ ؤ تا کہ جب تمہاری رائے ہو ہم سب ساتھ جنگ کے لیے نکلیں۔ کیونکہ تمہاری رائے اور مشورے کے بغیر چارہ نہیں اور کوئی معاملہ بغیر تمہاری رائے ومشورے کے طے نہیں پا سکتا۔ والسلام علیک۔

صالح بن مسرح سے شبیب کی ملاقات:

شبیب کے پاس جب یہ خط آیا اس نے اپنے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ ان میں اس کا بھائی مصاد بن یزید بن نعیم، محلل بن وائل الیشکری، صقر بن حاتم (قبیلہ بنی تیم شیبان سے) ابراہیم بن حجر ابو الصقیر (قبیلہ بنی محلم سے) اور فضل بن عامر (قبیلہ بنی ذہل بن شیبان سے) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بہر حال شبیب روانہ ہو کر دارا میں صالح کے پاس آیا۔ جب صالح سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا' اب جہاد کے لیے چلیے اللہ آپ پر اپنا رحم نازل فرمائے کیونکہ سنت نبوی روز بروز مٹ رہی ہے اور مجرمین کی سرکشی و نافرمانی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ صالح نے اپنے پیروؤں میں قاصد بھیج دیئے اور ان سے وعدہ کیا کہ ماہ صفر کی چاند رات بروز چہار شنبہ (۷۶ھ) کو جنگ کے لیے کوچ کریں گے۔

اب لوگ جمع ہونے شروع ہوئے تا کہ شب میعاد کو میدانِ جنگ کا رُخ کریں اور ان کی پوری جماعت اس رات میں اس کے پاس اکٹھی ہوگئی۔

شبیب کی صالح بن مسرح سے درخواست:

شبیب کا بیان ہے کہ جب ہم نے جنگ کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو سب کے سب صالح کے پاس جس رات کو جنگ کے لیے چلے ہیں جمع ہوئے۔ چونکہ اللہ کی زمین میں ہر طرف ظلم وعصیاں کا دور دورہ تھا اس لیے میری یہ رائے تھی کہ جو لوگ ان زیادتیوں کے مرتکب ہوئے ہیں ان پر حملہ کر دینا چاہیے۔ اس لیے میں نے صالح سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کی کیا رائے ہے۔ ہمیں اس پردۂ ظلمت میں جنگ کے لیے روانہ ہو جانا چاہیے اور قبل اس کے کہ ہم انہیں حق کی دعوت دیں یا انہیں قتل کر ڈالیں یا اتمام حجت کے لیے پہلے انہیں دعوت دیں۔ قبل اس کے کہ اس معاملہ میں آپ کوئی رائے دیں میں اپنی رائے پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ہمارے عقائد وخیالات کو نہ مانے ہمیں اسے قتل کر ڈالنا چاہیے چاہے وہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو یا غیر ہو۔ کیونکہ بلا شبہ ہم ایسے گمراہوں کے خلاف جنگ کے لیے نکلے ہیں جنہوں نے احکام خداوندی کو پس پشت ڈال دیا ہے اور شیطان ان پر غالب ہے۔

صالح بن مسرح کی ہدایت:

اس پر صالح نے کہا نہیں پہلے ہم انہیں دعوت دیں گے۔ اس لیے کہ ہماری دعوت پر صرف وہی لبیک کہے گا جس کے عقائد مثل ہمارے ہوں گے اور جو ہمارے مخالف عقائد کو ماننے والے ہیں وہ ضرور ہمارا مقابلہ کریں گے مگر اتمام حجت کے لیے دعوت لابدی ہے تا کہ بعد میں کوئی شرعی عذر باقی نہ رہے۔

شبیب نے پھر دریافت کیا کہ اچھا جن لوگوں سے ہم جنگ کریں گے اور ان پر فتح پانے کی صورت میں ان کے جان و مال کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے صالح نے جواب دیا کہ اگر ہم نے انہیں تہ تیغ کر ڈالا اور مال غنیمت حاصل کیا تو وہ ہمارا ہے اور اگر ہم

نے درگزر کر دیا تو یہ بھی ہمارے ہی اختیار میں ہے۔

شبیب نے کہا کہ آپ کی رائے۔(خدا آپ پر اپنا رحم نازل فرمائے) صایب ہے۔

محمد بن مروان کے گھوڑوں پر قبضہ:

جس شب میں صالح جنگ کے لیے روانہ ہوا اس نے اپنے پیروؤں سے کہا۔اے اللہ کے بندو! خدا سے ڈرو۔صرف انھیں لوگوں کو قتل کرنا جو تمہارے لیے تمہارے مقابلے پر آئیں۔ہر کس و ناکس پر ہاتھ نہ اٹھانا۔اس لیے کہ یہ تمہارا جوش اور غیظ وغضب محض اللہ کی خاطر ہے کیونکہ اس کے محارم کو توڑ دیا گیا اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کی گئی' بلا وجہ لوگوں کا خون بہایا گیا۔بغیر کسی حق کے لوگوں کے مال ومتاع پر قبضہ کرلیا گیا۔تم دوسروں پر ہرگز وہ الزام نہ لگاؤ جس کے بعد میں تم خود مرتکب ہو جاؤ۔خوب سمجھ لو کہ تم اپنے فعل کے جواب دہ ہو۔تم میں زیادہ تر پیدل چلنے والے لوگ ہیں اس منڈی میں محمد بن مروان کے جانور موجود ہیں۔سب سے پہلے ان پر حملہ کر کے قبضہ کرلو تاکہ جس قدر لوگ تمہارے ساتھ ایسے ہیں کہ ان کے پاس سواریاں نہیں ہیں وہ سوار ہو جائیں اور اس طرح تمہاری طاقت دشمن کے مقابلے میں زیادہ ہو جائے گی۔

چنانچہ اسی شب میں سب سے پہلے ان لوگوں نے جس قدر گھوڑے وہاں تھے ان سب پر قبضہ کر کے اپنی پیدل سپاہ کو سوار بنا دیا۔

صالح بن مسرح کا خروج:

تیرہ یوم تک خارجی علاقہ بدارا میں مقیم رہے۔ان کے خوف سے باشندگان بدارا'نصیبین اور سنجار نے اپنے شہروں کے دروازے بند کر لیے اور قلعہ بند ہو گئے۔

جس شب صالح پہلی مرتبہ جنگ کے لیے نکلا ہے۔اس کے ساتھ کل ایک سو بیس یا ایک سو دس شہسوار تھے۔

جب محمد ابن مروان کو جو اس وقت جزیرے کے حاکم تھے خارجیوں کے اس خروج کی اطلاع ہوئی انھوں نے اسے ایک معمولی سی بات سمجھی اور عدی بن عدی عمیرہ کو جو بنی الحارث بن معاویہ بن ثور سے تھا۔پانسو فوج کے ساتھ ان کے مقابلے پر روانہ کیا۔عدی نے عرض کیا۔خدا امیر کو نیک ہدایت دے کیا آپ مجھے صرف پانسو فوج کے ساتھ خارجیوں کے سردار کے مقابلے پر بھیج رہے ہیں۔حالانکہ آج بیس برس سے بنی ربیعہ کے کچھ ایسے لوگ اس کے ساتھ ہیں جو میری تاک میں ہیں اور ہم سے جنگ کر رہے ہیں۔ان میں ہر شخص ایک سو شہسواروں سے بھی جو پانسو پیدل کے ساتھ ہو زیادہ بہادر اور کار آمد ہے۔

محمد بن مروان نے کہا' اچھا میں پانسو فوج اور تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں اور ایک ہزار فوج سے تم ان کا مقابلہ کرنے کے لیے جاؤ۔

عدی کی صالح پر فوج کشی:

غرض کہ عدی ایک ہزار سپاہ کے ساتھ حران سے روانہ ہوا۔یہ پہلی فوج تھی جو صالح پر بھیجی گئی تھی۔اگر چہ عدی صالح کے مقابلے پر روانہ ہو گیا۔مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔عدی ایک عابد و زاہد شخص تھا۔عدی اس مہم پر روانہ ہوا۔دوغان آیا اور تمام فوج کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا۔اور زیاد بن عبداللہ نامی ایک شخص جو قبیلہ بنی خالد بن الورثہ سے تھا چپکے

سے صالح کے پاس بھیجا۔

عدی اور صالح کی مراسلت:

اس شخص نے صالح سے جا کر کہا کہ عدی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ چونکہ میں تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتا اس لیے تم اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور شہر کا رخ کرو اور اس کے باشندوں سے جا کر لڑو۔

صالح نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اگر تم عقائد کو مانتے ہو تو مجھے بتا دو ہم رات کے وقت اس شہر سے تمہارا مقابلہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کا رخ کریں گے۔ اور اگر ظالموں اور سرکشوں اور برے لوگوں کے ہم خیال ہو تو اس وقت ہمیں اختیار ہوگا مناسب سمجھیں گے تو تمہیں سے جنگ کریں گے یا تمہارے علاوہ کسی دوسرے کے مقابلے کے لیے چلے جائیں گے۔ قاصد نے یہ پیام عدی کو دیا پھر عدی نے پیام بھیجا کہ صالح سے جا کر کہو کہ اگر چہ میں تمہارے مذہب کا قائل نہیں مگر میں تو سرے سے جنگ کو ہی اچھا نہیں سمجھتا' چاہے تم ہو یا کوئی اور۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ کسی اور کا جا کر مقابلہ کرو۔ صالح نے اسے مان لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سوار ہو جاؤ چنانچہ سب کے سب تیار ہو گئے۔

خارجیوں نے اس درمیانی شخص کو تاوقتیکہ وہ روانہ ہو گئے اپنے پاس روکے رکھا۔

صالح بن مسرح کا عدی پر حملہ:

صالح اپنے ساتھیوں کو لے کر دوغان کے بازار میں عدی کے پاس آیا۔ عدی نماز میں مشغول تھا اسے کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا معاملہ ہے' حالانکہ رسالہ برابر اس پر بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ دشمن سر پر آ گیا تو چیخ و پکار شروع ہوئی۔

صالح نے اپنے میمنہ پر شبیب کو اور سوید بن سلیم الہندی الشیبانی کو میسرہ پر مقرر کیا تھا اور خود قلب فوج میں تھا۔ جب یہ لوگ اپنے مقابل دشمن کے بالکل قریب جا پہنچے تو دیکھا کہ وہ مطلقاً جنگ کے لیے تیار نہ تھے اور سخت ابتری اور افراتفری ان پر پڑی ہوئی ہے۔ صالح نے شبیب کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ شبیب نے حملہ کیا پھر سوید نے بھی حملہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر لڑے بھڑے انہیں شکست نصیب ہوئی۔

خالد بن جزء السلمی اور حارث بن جعونہ کی روانگی:

عدی کی شکست خوردہ اور مفرور فوج محمد کے پاس پہنچی۔ محمد بہت خفا ہوا اور خالد بن جزء السلمی کو بلایا اور پندرہ سو فوج کے ساتھ خارجیوں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ پھر حارث بن جعونہ کو جو بنی ربیعہ بن عامر بن صعصعہ سے تھا بلایا اور اسے بھی پندرہ سو فوج کے ساتھ روانہ کیا اور دونوں کو حکم دیا کہ تم خارجیوں کی اس مٹھی بھر خبیث جماعت کی طرف جس قدر جلد ممکن ہو جاؤ' تم میں سے جو پہلے ان کے پاس پہنچے وہ ہی اپنے ہمعصر پر سردار سمجھا جائے گا۔

صالح کا محاصرہ آمد:

غرض کہ یہ دونوں سردار اپنی اپنی جمعیت کو لیے ہوئے خارجیوں کی تلاش میں امکانی سرعت کے ساتھ چلے۔ راستے میں صالح کی نقل و حرکت کے متعلق دریافت کرتے جاتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ آمد کی طرف گیا ہے۔ انھوں نے بھی اس سمت اپنی باگیں پھیر دیں اور آمد پہنچے۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ صالح نے باشندگان آمد کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ یہ دونوں رات کے وقت اس مقام پر

پہنچے اور اپنے گرد خندق کھود کر محفوظ ہو گئے اور صالح کے پاس پہنچ گئے ۔ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی فوج کے ساتھ مورچہ لگائے تھے ۔صالح نے شبیب کو حارث بن جعونتہ العامری کے مقابلے پر بھیجا اور خود خالد بن جزءالسلمی کی طرف چلا ۔

صالح بن مسرح اور جزءالسلمی کی جنگ:

صالح کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ عصر کے ابتدائی وقت میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ صالح نے اپنی فوج کو نماز عصر پڑھائی اور پھر دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ معرکہ کارزار گرم ہوا اور ایسا شدید رن پڑا کہ جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی ۔اب ہماری ایسی حالت ہوگئی تھی کہ فتح بالکل ہمارے سامنے تھی ۔ہم میں سے ایک آدمی دشمن کے دس آدمیوں پر حملہ کرتا تھا اور انہیں شکست دیتا تھا اس طرح اگر بیس آدمیوں پر بھی اس نے حملہ کیا تو انہیں شکست دی ۔ ہمارے مقابل کا رسالہ ہمارے رسالے کے سامنے نکتا نہ تھا۔ جب ان کے سرداران فوج نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا گھوڑوں پر سے کود پڑے اور اپنی فوج کے بیشتر حصے کو حکم دیا کہ پاپیادہ ہو جاؤ۔ اب لڑائی کا رنگ دگرگوں ہو گیا اور اب ہم جس پر چاہتے تھے قابو نہیں پا سکتے تھے ۔ جب ہم ان پر حملہ آور ہوتے ان کی پیدل سپاہ نیزوں سے ہمارا مقابلہ کرتی ۔ان کے قادراندازوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی ۔ اور اس گھمسان میں ان کا رسالہ بھی ہمیں کچلے ڈالتا تھا۔ غرض کہ رات ہونے تک ہم برابر ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ظلمتِ شب نے ہمارے اور ان کے درمیان بیچ بچاؤ کرایا۔ ہم میں سے بہت سے لوگ زخمی ہوئے اور اسی طرح دشمن کے بہت سے زخمی ہوئے ۔ ہمارے تیس آدمی کام آئے مگر اپنے مقابل دشمن کے ستر سے زیادہ بہادر ہم نے موت کے گھاٹ اتارے ۔ بخدا جب شام ہوئی ہم انہیں اور وہ ہمیں لڑائی کا پورا پورا تلخ مزہ چکھا چکے تھے ۔اب ہم دونوں مقابل اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہے ۔ نہ وہ ہم پر بڑھ کر آتے تھے اور نہ ان پر ہم بڑھتے تھے ۔

صالح بن مسرح خارجی کی روانگی دسکرہ:

جب رات ہوگئی وہ اپنی فوجی قیام گاہ کو چلے گئے اور ہم اپنے ۔ ہم نے نماز پڑھی آرام کیا اور ملیدہ کھایا اس کے بعد صالح نے شبیب اور اپنے دوسرے سرداروں کو بلایا اور کہا اے میرے دوستو بولو اب کیا رائے ہے ۔شبیب نے کہا کہ ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی ہم نے ان سے جنگ کی اور انھوں نے خندقوں سے اپنا بچاؤ کیا۔ اس لیے میری رائے میں ہم ان کے مقابل نہیں ٹھہر سکتے ۔ صالح نے کہا بے شک میری بھی یہی رائے ہے ۔ چنانچہ رات ہی رات وہ وہاں سے روانہ ہو گئے ۔ علاقہ جزیرہ سے گزرتے ہوئے موصل کے علاقے میں آئے ۔ اسے بھی طے کیا دسکرہ آئے ۔ اب حجاج کو بھی اس کی خبر معلوم ہوئی ۔ اس نے حارث بن عمیرہ بن ذی المعشار الہمدانی کو تین ہزار فوج کے ساتھ ان کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اس تین ہزار فوج میں سے ایک ہزار تو اول درجے کی باقاعدہ لڑنے والی فوج تھی باقی کوفے کے رنگروٹ تھے جو اس وقت بھرتی کر لیے گئے تھے ۔

صالح بن مسرح کی خانقین میں آمد:

حارث اس فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب دسکرہ پہنچا صالح یہاں سے بھی جلولا اور خانقین کی سمت چلا گیا۔ یہ بھی اس کے پیچھے ہوا یہاں تک کہ مدبج نامی ایک گاؤں میں پہنچا۔ یہ گاؤں علاقہ موصل میں دریائے تخوم پر واقع ہے اور اس کے اور علاقہ جوخی کے درمیان واقع ہے ۔صالح کے ساتھ اُس وقت کل نوے آدمی تھے ۔

حارث بن عمیر کی صالح خارجی سے جنگ:

حارث بن عمیرہ نے اپنی فوج کی صف بندی اور اسلحہ بندی کی' اپنے میمنہ پر ابو رواغ الشاکری کو اور میسرے پر زبیر بن الاروح التیمی کو سردار مقرر کیا اور عصر کے بعد خارجیوں پر حملہ کر دیا۔

صالح نے اپنی جماعت کے تین حصے کر دیئے تھے میمنے پر جو رسالے کا دستہ متعین تھا' اس کا شبیب کو اور میسرہ کا سوید بن سلیم کو سردار مقرر کیا اور خود بھی ایک دستے کی قیادت کرتا رہا اس طرح ہر دستے میں کل تیس آدمی تھے۔

جب حارث نے اپنی جمعیت کے ساتھ ان پر حملہ کیا تو سوید کا قدم میدانِ جنگ سے اکھڑ گیا اور صالح بن مسرح اپنی جگہ پر ڈٹا رہا اور مارا گیا۔

صالح بن مسرح کا قتل:

شبیب لڑتا لڑتا اپنے گھوڑے سے دشمن کے پیدل دستے میں گھس گیا اور ایسا شدید حملہ کیا کہ وہ علیحدہ ہٹ گئے اور یہ اس جگہ پہنچا جہاں صالح کھڑا ہوا تھا۔ دیکھا کہ صالح مقتول پڑا ہے۔ شبیب نے اپنی فوج والوں کو اپنی طرف بلایا۔ اور سب کے سب اس کی آڑ میں آ گئے۔ شبیب نے اپنی فوج والوں سے کہا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی پیٹھ دوسرے سپاہی کی پیٹھ سے ملائے رکھے اور جب دشمن پر حملہ آور ہو تو نیزہ بازی کرتا رہے تاکہ جس طرح ہو سکے ہم اس قلعے میں داخل ہو جائیں' پھر وہاں اطمینان سے تصفیہ کریں گے کہ کیا کرنا چاہیے۔

سب نے ایسا ہی کیا اور داخل ہو گئے اور اب شبیب کے ساتھ کل ستر آدمی رہ گئے تھے۔

حارث بن عمیرہ کا محاصرۂ قلعہ:

حارث نے سر شام ہی قلعے کا محاصرہ کر لیا اور فوج کو حکم دیا کہ قلعے کا پھاٹک جلا دو۔ تاکہ جب یہ بالکل دہکتا ہوا انگارا ہو جائے اسے چھوڑ دو کیونکہ اس طرح یہ قلعے سے نکل نہ سکیں گے اور صبح ہوتے ہی ہم سب کو تہ تیغ کر ڈالیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حارث کی فوج والوں نے قلعے کے دروازے کو آگ لگا دی اور پھر اپنے لشکر میں آ گئے۔

حارث کے ساتھیوں سے خوارج کی سخت کلامی:

شبیب اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعے کی فصیل پر آیا۔ اس پر حارث کی فوج میں جو نئی فوج بھرتی ہو کر آئی تھی اس میں سے کسی شخص نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ اے حرامیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل اور رسوا نہیں کیا۔ انھوں نے جواب دیا اے فاسقو! تم ہمارے مقابلے میں لڑ رہے ہو اس لیے کہ ہم تم سے لڑ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس صداقت اور حق کی راہ سے اندھا کر دیا ہے جس پر ہم چل رہے ہیں مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے ہماری ماؤں پر جو تہمت لگائی ہے خدا کے سامنے اس کا کیا جواب پیش کرو گے۔ ان میں جو متین اور سمجھدار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ ہماری فوج کے چند چھچھورے نوعمر لونڈوں نے یہ بات کہی ہے' ان کی اس بیہودہ حرکت سے نہ ہم خوش ہوئے اور نہ ہم اسے جائز رکھتے ہیں۔

شبیب کی بیعت:

پھر شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب کیا رائے ہے۔ یہ اچھی طرح جان لو کہ اگر صبح کو انہوں نے ہم پر حملہ کیا تو ہم سب

کے سب مارے جائیں گے۔ انہوں نے کہا پھر جیسا حکم دیں۔ شبیب نے کہا رات مصیبت کی بہترین پردہ پوشی ہے۔ چاہے میرے ہاتھ پر یا اپنے میں سے کسی اور شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلو اور پھر ہمارے ساتھ قلعے سے نکل کر دشمن پر خود اس کے لشکر گاہ میں پہنچ کر حملہ کردو۔ کیونکہ وہ اس بات سے بالکل بے خوف ہوں گے کہ ہم ان پر شب خوں ماریں گے اور مجھے توقع ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر فتح دے گا۔ سب نے کہا بہتر ہے آپ اپنا ہاتھ پھیلایئے تاکہ ہم سب بیعت کریں چنانچہ سب نے بیعت کی اور اسے اپنا امیر مقرر کرلیا۔

حارث بن عمیرہ پر شبیب خارجی کا شبخوں:

اب سب کے سب قلعے سے باہر نکلنے کے لیے چلے۔ دروازے پر پہنچ کر دیکھا کہ وہ انگارہ بنا ہوا ہے وہ اونی نمدے لائے۔ انہیں پانی سے بھگو کر آگ پر بچھا دیا اور اس طرح دروازے سے گذر آئے اس واقعے کا علم حارث اور اس کی فوج کو اس وقت تک مطلقاً نہ ہوسکا تاوقتیکہ شبیب کی فوج نے حارث کے لشکر گاہ کے وسط میں ان پر تلوار چلانی شروع نہ کردی حارث لڑتا ہوا میدان میں گر پڑا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے اٹھالیا اور شکست کھا کر بھاگے اور تمام لشکر اور اس میں جو کچھ تھا سب اپنے دشمن کے لیے چھوڑ کر چلتے ہوئے اور مدائن جا کر دم لیا۔

یہ پہلی فوج تھی جسے شبیب نے شکست دی۔ منگل کے دن ابھی ماہ جمادی الاول ۷۶ھ کے ختم ہونے میں تیرہ روز باقی تھے کہ صالح بن مسرح میدان جنگ میں مارا گیا۔

اسی سنہ میں شبیب اپنی بیوی غزالہ کے ساتھ کوفے میں داخل ہوا۔

شبیب خارجی اور سلامۃ بن سیار:

جب صالح جنگ مذبح میں مارا گیا تو اس کے ساتھیوں نے اب شبیب کو اپنا سردار مقرر کرلیا۔ شبیب نے علاقہ موصل کا رخ کیا۔ سلامتہ بن سیار بن المضاء التیمی (تیم شیبان) سے ملاقات ہوئی۔ شبیب نے اسے دعوت دی کہ تم بھی میرے ساتھ ہو جاؤ۔ شبیب اسے اس وقت سے جانتا تھا جب کہ وہ دفتر میں ملازم تھا اور غزوات میں شریک ہوتا تھا۔ سلامتہ نے یہ شرط پیش کی کہ میں اس فوج میں سے تیس سوار منتخب کیے لیتا ہوں اور انھیں لے کر جاتا ہوں صرف تین رات تم سے جدا رہوں گا پھر واپس آجاؤں گا۔ شبیب نے یہ شرط مان لی۔ سلامتہ تیس سواروں کو منتخب کر کے انھیں بنی عنزہ کی طرف لے چلا۔ ارادہ اس کا یہ تھا کہ چونکہ بنی عنزہ نے اس کے بھائی فضالہ کو قتل کر ڈالا تھا یہ ان شہسواروں کی مدد سے اپنا بدلہ لے۔

فضالہ کے قتل کا واقعہ:

فضالہ کے قتل کا واقعہ یہ ہے کہ اس سے پہلے فضالہ اٹھارہ شہسواروں کی جمعیت کے ساتھ لوٹ مار کے لیے نکلا تھا۔ وہ علاقہ جال کے چشمہ آب پر پہنچا جس کا نام شجرہ تھا۔ اس چشمے پر جھاؤ کا ایک درخت تھا اور قبیلہ بنی عنزہ اس کے مالک تھے۔ جب بنی عنزہ نے فضالہ کو دیکھا تو ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے کہ ہم اسے قتل کر ڈالیں اور اس کا سر امیر کے پاس لے چلیں گے تو ہمیں انعام واکرام ملے گا۔ سب نے اس پر اتفاق کرلیا کہ ضرور اسے قتل کرنا چاہیے۔ مگر بنو نصر جو فضالہ کے ماموں ہوتے تھے۔ انھوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ ہم اپنے عزیز کے قتل میں ہرگز تمہاری موافقت نہ کریں گے۔

بہر حال بنی عنزہ نے فضالہ کی جماعت پر حملہ کیا اور ان سب کو قتل کر کے سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیج دیئے۔ اسی بنا پر عبدالملک نے ان لوگوں کو بانقیا میں وطن دار بنا دیا اور اگر چہ اس واقعے سے پہلے ان کی معاشیں تھوڑی تھیں انہیں اور جاگیریں عطا کیں۔

سلامتہ نے اپنے بھائی کے قتل اور اس کے ماموں کی ترک نصرت پر یہ شعر کہا:

و ما خلت اخوال الفتی یسلمونہ لوقع السلاح قبل ما فعلت نصر

ترجمہ: ''بنی نصر کی اس حرکت سے پہلے مجھے کبھی یہ خیال نہ تھا کہ کسی شخص کے ماموں اسے ہتھیاروں سے قیمہ ہونے کے لیے سپرد کر دیتے ہیں''۔

سلامتہ کے بھائی فضالہ نے صالح و شبیب کے مہم لے جانے سے پہلے حکومت وقت کے خلاف سر اٹھایا تھا۔

سلامتہ بن سیار کا انتقام:

غرض کہ جب سلامتہ نے شبیب کے ہاتھ پر بیعت کی اس وقت یہ شرط کر لی کہ وہ تیس شہسواروں کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بنی عنزہ کے قیام گاہ پر پہنچا اور ایک ایک محلے کو قتل کرتا ہوا ان کے اس فریق میں پہنچا جس میں اس کی خالہ بھی تھی۔ یہ اپنے بیٹے پر جو کہ بالغ نوجوان تھا اس کی جان بچانے کے لیے چھا گئی اور اپنی پستان سلامتہ کے سامنے کر دی اور کہا کہ میں تجھے اس قرابت کی قسم دلاتی ہوں کہ تو میرے بیٹے کو نہ مار۔

سلامتہ نے ایک نہ سنی اور کہا کہ بخدا جب سے کہ فضالہ چشمہ شجرہ پر اترا تھا میں نے اسے نہیں دیکھا۔ (اس سے مراد اس کا بھائی تھا)

تو اس سے علیحدہ ہو جا ورنہ میں تیرے پستان کو نیزہ سے پرودوں گا۔ وہ اپنے بیٹے کو چھوڑ کر علیحدہ ہوگئی اور سلامتہ نے اسے قتل کر ڈالا۔

شبیب خارجی کی روانگی راذان:

اب شبیب اپنے ساتھیوں کے ساتھ راذان کی طرف چلا۔ بنی تیم بن شیبان کے ایک گروہ کو اس کے آنے کی خبر ہوگئی۔ وہ لوگ اس سے خوفزدہ ہو کر بھاگے اور دیر خرزاد پر جو حولایا کے پہلو میں واقع ہے۔ فروکش ہوئے۔ ان کے ہمراہ ان کے قبیلے والوں کے سوا اور لوگوں کی بھی تھوڑی سی تعداد تھی۔ اور اس طرح ان کی مجموعی تعداد تین ہزار کے قریب تھی۔ حالانکہ شبیب کے پاس کل ستر یا اس سے دو چار زیادہ شہسوار تھے۔ شبیب نے انہیں جالیا۔ یہ لوگ اس سے ڈر کر قلعہ بند ہو گئے۔

رات کے وقت شبیب بارہ سواروں کے ساتھ اپنی ماں کے پاس چلا جو کوہ ساتید ما کے پہلو میں عربوں کے ایک خیمے میں فروکش تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں اپنی والدہ کو لے آتا ہوں اور پھر ہمیشہ اسے اپنے ہی ساتھ لشکر میں رکھوں گا اور جب تک کہ موت ہمارے آپس میں جدائی نہ ڈال دے میں اسے اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دوں گا۔

بنی تیم بن شیبان پر شبیب خارجی کا حملہ:

بنی تیم بن شیبان کے دو شخص اپنی جان بچانے کے لیے قلعے سے اترے اور اپنی قوم کے ان لوگوں سے جو اس وقت مقام جال

میں ان سے ایک گھڑی دن کی مسافت پر واقع تھا مقیم تھے جا ملے۔ دوسری طرف سے شبیب بھی بارہ سواروں کے ساتھ اپنی ماں سے ملنے کے لیے جو سُفح میں مقیم تھی روانہ ہوا۔ یکا یک اس کی مڈبھیڑ بنی تیم بن شیبان کی ایک جماعت سے ہوئی' جو مزے سے کھا پی رہی تھی اور اطمینان سے سکونت پذیر تھے۔ انہیں مطلقاً خبر نہ تھی کہ شبیب اس وقت ان کے جائے قیام سے گزر رہا ہے۔ یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ اسے ان کی خبر نہ ہو فوراً اس نے اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور ان کے تیس سرداروں کو قتل کر دیا۔ جس میں حوثرہ بن اسد اور وبرہ بن عاصم بھی تھے۔ یہ ہی دونوں قلعے سے اتر کر اس مقام جال میں آئے تھے۔

شبیب اپنی ماں کے پاس چلا گیا اور اسے سُفح سے لے آیا۔

قلعے میں جو لوگ محصور تھے ان میں سے ایک شخص قبیلہ بکر بن وائل کا قلعے کی دیوار پر شبیب کے ساتھیوں کے سامنے آیا۔

سلام بن حیان کی مصالحت کی پیشکش:

اپنی غیبت میں شبیب اپنے بھائی مصاد بن یزید کو اپنا قائم مقام بنا گیا تھا جو شخص کہ قلعے کی دیوار پر آیا تھا اس کا نام سلام بن حیان تھا۔ اس نے شبیب کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا اے لوگو! ہم اپنے اور تمہارے درمیان قرآن کو حکم بناتے ہیں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام نہیں سنا ہے:

﴿ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ﴾

''اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تا کہ اللہ کے کلام کو سنے اور پھر اسے اس کی جائے پناہ پر پہنچا دے''۔

شبیب کے ہمراہیوں نے کہا بے شک ہم نے یہ کلام سنا ہے۔ اس پر اس نے کہا تو اچھا تم ہمارے خلاف جنگ کرنے سے باز آ ؤ۔ صبح کے وقت ہم تم سے امان لے کر تمہارے پاس آئیں گے تا کہ کوئی ایسی بات تمہاری جانب سے ہمیں پیش نہ آئے جو ہمیں ناگوار خاطر ہو۔ پھر تم اپنے شرائط پیش کرنا اگر ہم اسے قبول کر لیں گے تو ہماری جان اور ہمارا مال تم پر حرام ہو جائے گا۔ ہم تمہارے بھائی ہو جائیں گے اور اگر ہم ان شرائط کو قبول نہ کریں تو تم پہلے ہماری جائے پناہ کو واپس بھیج دینا اور پھر جو چاہے کرنا۔ خارجیوں نے کہا یہ درخواست منظور ہے۔

خوارج کی محصورین سے مصالحت:

صبح کے وقت قلعے میں جو لوگ محصور تھے وہ خارجیوں کے پاس چلے آئے۔ شبیب کے ساتھیوں نے ان کے سامنے اپنے شرائط پیش کیے جسے انھوں نے بالکلیہ منظور کر لیا۔ ان میں گھل مل گئے اور انہیں کے پاس چلے آئے جسے جس کے پاس جگہ' موقع ملا فروکش ہو گیا۔

یہ واقعہ شبیب کی عدم موجودگی میں پیش آیا تھا۔ جب شبیب واپس آیا تو ان کے ساتھیوں نے اسے اس صلح کی خبر کی۔ اس پر اس نے کہا کہ جو کچھ تم نے کیا بہت ٹھیک کیا۔

شبیب خارجی کی روانگی آذربائیجان:

شبیب نے پھر کوچ شروع کیا۔ ایک جماعت اس کے ساتھ ہوئی اور ایک جماعت وہیں رہی۔

اس روز ان کے ہمراہ ابراہیم بن حجر المحلمی ابوالصقیر جو بنی تیم بن شیبان کے ساتھ مقیم تھا جنگ کے لیے روانہ ہوا۔

شبیب علاقہ موصل کے ملحقہ علاقہ اور تخوم علاقہ جوخی کو قطع کر کے آذربائیجان کی طرف چلا۔

سفیان بن ابی العالیہ:

راستے میں سفیان بن ابی العالیۃ الخثعمی سے جو رسالے کے ساتھ تھا آمنا سامنا ہوا۔ سفیان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس رسالے کے ساتھ طبرستان جائے مگر چونکہ حاکم طبرستان سے صلح ہو گئی تھی۔ اس لیے اسے واپسی کا حکم دیا گیا تھا کہ واپس آ ؤ۔ چنانچہ یہ اب تقریباً ایک ہزار سواروں کے ساتھ طبرستان سے واپس آ رہا تھا کہ شبیب سے اس کا سامنا ہو گیا۔

ابن ابی العالیہ کو شبیب سے لڑنے کا حکم:

حجاج کا ایک خط سفیان کے پاس آیا تھا۔ جس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ تم اپنی جمعیت کے ساتھ دسکرہ جا کر ٹھہرے رہو اور جب حارث بن عمیرہ الہمدانی بن ذی المشعار کی فوج جس نے کہ صالح کو قتل کیا تھا اور مناظرہ کا رسالہ تمہارے پاس پہنچ جائے تب تم شبیب کا رخ کرنا اور اس سے دو دو ہاتھ کر لینا۔

چنانچہ جب یہ خط آیا تو وہ روانہ ہوا اور دسکرہ میں آ کر فروکش ہوا۔

سورۃ بن ابجر التمیمی کی کمک:

دوسری طرف کرنے اور مدائن میں حارث بن عمیر کی فوج کے لوگ تھے۔ ان میں اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص کہ سفیان بن العالیہ کے پاس دسکرہ میں نہ جائے گا۔ اس کے تمام حقوق زائل ہو جائیں گے۔ بہر حال یہ تمام فوج سفیان کے پاس آ ئی۔ اسی طرح بنی مناظر کا رسالہ بھی پہنچا' ان کی تعداد پانسو تھی اور سورۃ بن ابجر التمیمی (از بنی ابان ابن دارم) ان کا سردار تھا۔ سوائے پچاس آدمیوں کے جو پیچھے رہ گئے تھے اور نہ آئے باقی تمام فوج سفیان کے پاس پہنچ گئی۔

سورۃ بن ابجر کا ابن ابی العالیہ کو پیغام:

سورۃ نے سفیان سے کہلا بھیجا تھا کہ جب تک میں تمہارے پاس نہ آ جاؤں تم ہرگز اپنے فوجی قیام سے آگے نہ بڑھنا۔ مگر سفیان نے اس نصیحت پر عمل نہیں کیا جلدی کی اور شبیب کی تلاش میں روانہ ہو گیا اور خانقین میں پہاڑ کی چڑھائی پر شبیب کو جا لیا۔

سفیان کا تعاقب خوارج:

سفیان نے خازم بن سفیان الخثعمی کو (بنی عمرو بن شہران سے) کو اپنے میمنہ پر اور عدی بن عمیرۃ الشیبانی کو اپنے میسرہ پر سردار مقرر کیا۔ پہلے تو شبیب ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ہموار میدان میں اتر آیا اور پھر پہاڑ پر چڑھنے لگا تا کہ اس سے یہ معلوم ہو کہ وہ سفیان سے جنگ کرنے سے کترا رہا ہے۔ شبیب کا بھائی مصاد سفیان کی تاک میں پچاس آدمیوں کے ساتھ زمین کے ایک غار میں گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ جب سفیان کی فوج نے دیکھا کہ شبیب اپنی فوج جمع کر کے پہاڑ کی چڑھائی پر چلا جا رہا ہے تو سب نے کہا کہ دشمن خدا شکست کھا کر بھاگ گیا اور یہ سب اس کے پیچھے چلے۔

عدی بن عمیرہ کا ابن ابی العالیہ کو مشورہ:

عدی بن عمیرۃ الشیبانی نے یہ بات کہی کہ دیکھئے جلدی نہ کیجیے پہلے ہمیں پھر کر اس تمام میدان جنگ کی دیکھ بھال کر لینا چاہیے

کیونکہ اگر کوئی جماعت کمین گاہ میں پوشیدہ ہوگی تو ہم اسے ڈرا دیں گے اور وہاں سے نکال دیں گے اور اگر یہ صورت پیش نہ آئی تو یہ ہم سے بھاگ کے کہاں جائیں گے۔ مگر افسوس کہ کسی نے اس کی بات نہیں سنی اور خارجیوں کے تعاقب میں نہایت تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے۔

شبیب خارجی کا ابن ابی العالیہ پر حملہ:

شبیب خارجی نے جب دیکھ لیا کہ یہ لوگ اس جگہ سے جہاد ہمارے ساتھی کمین گاہ میں چھپے بیٹھے ہیں آگے نکل آئے ہیں۔ وہ ایک دم ان پر پلٹ پڑا۔

دوسری طرف سے جب ان لوگوں نے جو کمین گاہ میں پوشیدہ تھے دیکھ لیا کہ یہ لوگ ہم سے آگے نکل گئے ہیں وہ بھی کمین گاہ سے نکل آئے غرض کہ اس طرح شبیب نے سامنے سے حملہ کیا اور کمین گاہ کے لوگوں نے ان کو پیچھے سے للکارا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ کسی شخص نے مقابلہ نہیں کیا اور سفیان کی فوج کو شکست ہوئی۔

مگر ابن ابی العالیہ تقریباً دو سو جوان مردوں کے ساتھ میدان کارزار میں جما رہا اور اس نے شدید ترین مقابلہ کیا اور خوب ہی داد مردانگی دکھائی بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس نے شبیب اور ان کے ساتھیوں کے مقابلے میں برابر کی جنگ کی اور دونوں کے پلے برابر رہے۔

سوید کا ابن ابی العالیہ کے قتل کا ارادہ:

سوید بن سلیم نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا کوئی شخص تم میں سے ہمارے مدمقابل دشمن کے سردار ابن ابی العالیہ کو پہچانتا ہے۔ اگر مجھے اس کی شناخت ہوتی تو میں اسے قتل کرنے کی پوری کوشش کرتا۔ شبیب نے کہا کہ میں اسے سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ وہ دیکھو چاند تارے پیشانی والے گھوڑے پر وہ سوار ہے اور تیر اندازوں کے دستے کے سامنے ایستادہ ہے یہی ابن ابی العالیہ ہے۔ اگر تم ان کے مقابلہ پر جانا چاہتے ہو تو تھوڑی دیر دم لو۔

اس کے بعد شبیب نے قعنب کو حکم دیا کہ تم بیس سواروں کا دستہ اپنے ہمراہ لے کر جاؤ اور دشمن کی پشت پر سے حملہ آور ہو۔

ابن ابی العالیہ کی شکست:

قعنب بیس سوار لے کر پہاڑ کی بلندی پر چلا۔ ابن ابی العالیہ کی فوج والوں نے جب دیکھا کہ یہ ہمارے عقب سے ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو انہوں نے بھاگنا اور کھسکنا شروع کیا۔ سوید بن سلیم نے سفیان بن ابی العالیہ پر حملہ کیا اور نیزہ کا وار کیا مگر شہسواروں کے نیزے کچھ نہ بنا سکے۔ شمشیر زنی شروع ہوگئی اور پھر ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور اسی طرح گتھم گتھا زمین پر گر پڑے اور پھر دونوں علیحدہ ہو گئے۔ اب شبیب نے ان پر حملہ کیا اور دشمن سے میدان کو صاف کر دیا۔

ابن ابی العالیہ کے غلام غزوان کی جاں نثاری:

سفیان کے پاس ان کا غلام غزوان آیا اپنے سواری کے گھوڑے سے اتر پڑا اور عرض کی کہ اے میرے آقا آپ اس پر سوار ہو جائیں سفیان اس پر سوار ہو گیا۔ خارجیوں نے سفیان کو چاروں طرف سے حلقے میں لے لیا۔ غزوان نے اس کی جان بچانے کے لیے داد مرادنگی دی اور میدان جنگ میں کام آیا۔ اس کے پاس سفیان کا علم بھی تھا۔

سفیان ابن ابی العالیہ کا حجاج کے نام خط:

سفیان اس معرکہ سے بھاگ کر بابل مہروذ پہنچا۔ اور یہ خط واقعے کے متعلق حجاج کو لکھا:

''حمد وصلوٰۃ کے بعد میں امیر کو (خدا ہمیشہ آپ کے کاموں کی اصلاح کرتا رہے) اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے ان خارجیوں کا تعاقب کیا اور خانقین میں انہیں جا لیا۔ میں نے ان سے جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت نقصانات عائد کیے اور ہمیں ان پر فتح عنایت کی۔ اسی اثناء میں ان کی مدد کے لیے ایک اور جماعت جو وہاں موجود تھی آ گئی اور اس نے ہماری فوج پر حملہ کیا اور شکست دی۔ میں خود چند دیندار اور ثابت قدم بہادروں کے ساتھ میدان میں اتر پڑا۔ اور لوگ میدان جنگ سے اٹھا کر مجھے یہاں بابل مہروز لائے اب میں یہاں مقیم ہوں۔

جو فوج آپ نے مجھے بھیجی تھی وہ سب پہنچ گئی مگر سورۃ ابن ابجر نہ میرے پاس اب تک آیا ہے اور نہ اس جنگ میں میرے ساتھ شریک ہوا ہے۔ اب جب کہ میں یہاں بابل مہروز پہنچ گیا سورہ میرے پاس آیا اس نے ایسی لامعنی باتیں بنائیں کہ جنہیں میں سمجھ نہ سکا اور جھوٹ موٹ کا بہانہ کر دیا۔ والسلام علیک''۔

حجاج نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ جس شخص نے اس طرح کی کارروائی کی اور لڑا اس نے ٹھیک کیا' وہ کسی طرح قابل الزام نہیں اور پھر یہ خط اسے لکھا:

''حمد وصلوٰۃ کے بعد' تم نے خوب داد شجاعت دی اپنے فرض منصبی کو پورے طور پر ادا کیا۔ جب تمہارے زخموں کی تکلیف میں افاقہ ہو تو تم خوشی خوشی اپنے اہل وعیال کے پاس چلے آنا۔ والسلام''۔

حجاج کا خط بنام سورۃ ابن ابجر:

اور حجاج نے سورۃ ابن ابجر کو حسب ذیل خط لکھا:

''حمد وصلوٰۃ کے بعد اے ام سورۃ کے بیٹے! تجھے ہرگز یہ زیبا نہ تھا کہ میرے عہد کے توڑنے کی جرأت کرتا اور میرے لشکر کی امداد کرنے سے باز رہتا۔ جب تجھے میرا یہ خط ملے تو فوراً اپنے میں سے ایک سخت اور جفاکش آدمی کو مدائن روانہ کرنا تاکہ وہ اس رسالے میں سے جو وہاں مقیم ہے پانسو سواروں کا انتخاب کر کے تیرے پاس لے آئے پھر تو اس فوج کے ہمراہ خارجیوں کے تعاقب میں روانہ ہو جانا' خوب دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ دشمن کے ساتھ حیلہ اور تدابیر جنگ سے کام لینا۔ کیونکہ جنگ میں سب سے بہتر طریقہ کار چال ہے۔ والسلام''۔

عدی بن عمیرہ کی روانگی مدائن:

سورۃ کے پاس حجاج کا جب یہ خط پہنچا اُس نے اُسی وقت عدی بن عمیرہ کو مدائن روانہ کیا۔ مدائن میں ایک ہزار سوار تھے عدی نے اُس میں سے پانچ سو چن لئے اور عبداللہ بن عصیفیر حاکم مدائن کے پاس آیا (عبداللہ کا یہ پہلا زمانہ صوبہ داری تھا) عدی اُس کے پاس سے رخصت ہو کر اپنی جمعیت کے ساتھ سورۃ ابجر کے پاس بابل مہروز آیا اور اب سورۃ شبیب کی تلاش میں چلا۔

شبیب کا مدائن پر حملہ:

شبیب علاقہ جوخی میں گھومتا پھرتا تھا اور سورۃ اس کی تلاش میں جا رہا تھا کہ شبیبؔ آیا اور مدائن پہنچا۔ اہل مدائن نے اس کا

مقابلہ کرنے کے لیے قلعے کے دروازے بند کر لیے۔ اور دوسری مدافعت کی تدابیر اختیار کر لیں۔ مگر چونکہ مدائن قدیم کے استحکامات بوسیدہ ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے شبیب مدائن میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ مال غنیمت میں فوج کے گھوڑے اور دوسرے جانوروں کی ایک بڑی تعداد اس کے ہاتھ آئی۔ جو شخص سامنے آیا خارجیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ مگر لوگوں کے گھروں میں داخل نہیں ہوئے۔

شبیب خارجی کا نہروان پر قیام:

اسی اثناء میں قاصد نے آ کر شبیب کو خبر دی کہ سورۃ ابن ابجر آپ کے مقابلے کے لیے آ رہا ہے۔ شبیب اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے بھی روانہ ہوا۔ نہروان پہنچا پڑاؤ کیا' وضو کیا' نماز پڑھی اور پھر اس مقام پر آیا جہاں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہم ملت پیشروؤں کو قتل کیا تھا۔ خارجی یہاں پہنچے۔ اپنے بھائیوں کے لیے دعائے مغفرت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیعان علی رضی اللہ عنہ سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کیا اور بہت دیر تک رونے دھونے کے بعد آگے بڑھے۔

نہروان کو عبور کر کے اس کے مشرق میں ڈیرے لگا دیئے۔ دوسری طرف سورۃ بھی پہنچا اور قطر آثار پر پڑاؤ ڈالا۔ اس کے مخبروں نے خبر دی کہ شبیب نہروان کے قریب خیمہ زن ہے۔

سورۃ ابن ابجر کا شبخون مارنے کا منصوبہ:

سورۃ نے سرداران لشکر کو جمع کر کے کہا کہ جب کبھی کھلے ہموار میدان یا پہاڑ کی گھاٹیوں میں خارجیوں نے تم سے جنگ کی اس میں یا تو دونوں فریقوں کے پلے برابر رہے ہیں یا انہوں نے تم پر فتح حاصل کی ہے۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ ان کی تعداد سو سے کچھ اوپر ہی ہے اس لیے میں نے یہ سوچا کہ میں تم میں سے تین سو شہسوار ایسے منتخب کر لوں جو سب سے زیادہ تنومند اور بہادر ہوں اور انہیں لے کر اسی وقت دشمن پر حملہ کر دوں۔ کیونکہ انہیں بالکل یہ خیال نہ ہوگا کہ ہم ان پر شبخون ماریں گے بخدا اس ترکیب سے مجھے پوری توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان کے ان بھائیوں سے جو اس سے پیشتر نہروان پر قتل کیے گئے تھے ملا دے گا۔ سب لوگوں نے کہا اگر آپ اسے بہتر سمجھتے ہیں تو ایسا ہی کیجیے۔

سورۃ بن ابجر کا شبخون:

سورۃ نے اپنے لشکر گاہ پر خازم بن قدامۃ الخثعمی کو اپنی جگہ نگران مقرر کیا۔ اپنی فوج میں سے تین سو قوی' دلیر اور بہادر سپاہیوں کا انتخاب کیا اور انہیں لے کر نہروان کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف شبیب نے رات اس انتظام سے بسر کرنے کا انتظام کر لیا تھا کہ محافظ تمام رات جاگتے رہیں۔ چنانچہ جب سورۃ کی جماعت ان کے قریب پہنچی وہ فوراً بھانپ گئے' اپنے گھوڑوں پر آ جمے اور پورے طور پر مسلح ہو گئے۔ اب سورۃ مع اپنے ہمراہیوں کے ان کے قریب پہنچا معلوم ہوا کہ انہیں ان کے آنے کی خبر لگ چکی تھی اور وہ جنگ کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

سورۃ بن ابجر کی پسپائی:

سورۃ اور اس کی جماعت نے ان پر حملہ کیا۔ خارجی آہنی دیوار کی طرح اپنی جگہ جمے رہے اور برابر شمشیر زنی کرتے رہے' یہاں تک کہ سورۃ اور اس کے ساتھیوں کو ان سے اپنا رخ پلٹنا پڑا۔ شبیب نے اپنی فوج والوں کو للکارا کہ ہاں دشمن جانے نہ پائے۔

سب کے سب ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں خارجیوں کے سامنے میدان چھوڑنا پڑا۔ تمام فوج نے شبیب کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔ شبیب شمشیر زنی کرتا چلا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

من ینك العیر ینك نیاکا جندلتان اصطکتا اصطکاکا

ترجمہ: ''جو شخص کہ وحشی گدھے کو زخم لگائے گا وہ ایک بڑے زبردست دولتی جھاڑنے والے کو چھیڑے گا۔ دو بڑے گول پتھر ہیں کہ خوب ہی ایک دوسرے سے رگڑ کھا رہے ہیں''۔

سورۃ کو رائے کی مشقت برداشت کرنی پڑی اور وہ اس راستے سے بھی ہٹ گیا تھا۔ جس میں کہ شبیب تھا۔

شبیب خارجی کا تعاقب:

شبیب بھی اس کے تعاقب میں چلا۔ اور اسے یہ امید تھی کہ سورۃ تک پہنچ کر اس کے لشکر کو لوٹ لوں گا اور لشکر والوں کو شکست دوں گا۔ اس لیے وہ نہایت تیزی سے ان کے تعاقب میں جارہا تھا۔ سورۃ کے ساتھی مدائن آئے اور شہر میں داخل ہو گئے۔ اب شبیب بھی مدائن پہنچا اور شہر کے مکانات کے قریب پہنچ گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ مگر وہ لوگ پہلے ہی شہر میں داخل ہو چکے تھے ابن ابی عصیفیر اہل مدائن کو لے کر شبیب کے مقابلے کے لیے نکلا۔ لوگوں نے شبیب کی فوج پر تیروں کا مینہ برسایا اور مکانات پر سے پتھر پھینکے۔

شبیب خارجی کی روانگی تکریت:

شبیب اپنے ساتھیوں کو لے کر مدائن سے چلتا ہوا اور مقام کلواذا پہنچا۔ یہاں حجاج کے بہت سے جانور تھے ان سب پر اس نے قبضہ کر لیا اور علاقہ جوخی کو طے کرتا ہوا تکریت کی جانب نکلا۔

سورۃ بن ابجر کی فوج کی مراجعت کوفہ:

دوسری جانب مدائن میں جو فوج تھی اس میں یہ پریشان کن خبر مشہور ہوئی کہ شبیب بالکل قریب آ گیا ہے۔ اور اس کا ارادہ ہے کہ آج ہی رات اہل مدائن پر شب خون مارے۔ پھر کیا تھا اس افواہ کے مشہور ہوتے ہی تمام فوج میں افراتفری پڑ گئی اور تمام فوج مدائن سے چل دی۔ اور کوفے آ گئی۔ جو لوگ مدائن سے بھاگے تھے انہوں نے اس بات کو بیان کیا کہ ہمیں یہ اطلاع پہنچی تھی کہ آج رات ہم پر شبخون مارا جائے گا اور شبیب تکریت پہنچ چکا ہے جب یہ شکست خوردہ فوج حجاج کے پاس آئی حجاج نے جزل بن سعید بن شرحبیل بن عمرو الکندی کو روانہ کیا۔

سورۃ بن ابجر کی گرفتاری و معافی:

اس فوج کے شکست کھا کر واپس آنے پر حجاج نے یہ بھی کہا کہ خدا سورۃ کا برا کرے اس نے چھاؤنی اور فوج دونوں کو تباہ کر ڈالا۔ آپ خارجیوں پر شبخون مارنے گئے تھے بخدا میں اسے ضرور سزا دوں گا۔ اسی بنا پر حجاج نے سورۃ کو قید کر دیا۔ مگر بعد میں اس کا قصور معاف کر دیا گیا۔

خوارج کی مہم پر جزل کا تقرر:

اس کے بعد حجاج نے جزل کو جن کا نام عثمان بن سعید تھا بلایا اور حکم دیا کہ خارجیوں کے مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو تو نہ تو ایک ناتجربہ کار کی سی جلدی کرنا اور نہ کاہل خوفزدہ کی سی سستی خدا کے لیے اے بنی عمرو بن معاویہ

کے بھائی تم میرے مطلب کو سمجھ گئے ہو۔ جزل نے کہا خدا امیر کے کاموں کی ہمیشہ اصلاح کرتا رہے میں آپ کے مفہوم کو سمجھ گیا ہوں۔ حجاج نے حکم دیا کہ اچھا جاؤ اور دیرعبدالرحمٰن پر پڑاؤ کرو۔ تا کہ تمام فوج یہیں تمہارے پاس جمع ہو جائے۔

جزل کا حجاج کو مشورہ:

جزل نے عرض کی کہ میری اتنی گذارش اور ہے کہ اس ہزیمت خوردہ فوج کا کوئی آدمی آپ میرے ساتھ نہ بھیجیں۔ کیونکہ ان کے دلوں میں خارجیوں کی طرف سے رعب جاگزین ہے۔ ان میں سے کسی کی ذات سے بھی آپ کو یا مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

حجاج نے کہا یہ بھی منظور ہے اور اس میں شک نہیں ہے تمہاری یہ رائے قرین مصلحت اور دوراندیشی ہے۔

جزل بن سعید کی روانگی:

اس کے بعد حجاج نے منشیوں اور متصدیوں کو بلا کر حکم دیا کہ چار ہزار فوج کا انتخاب کرے۔ ہر دستہ فوج میں سے ایک ہزار جوان چن لو اس کام میں عجلت کرو۔ چنانچہ قبائل کے سربرآوردہ ممتاز اشخاص اور متصدیان دفتر جمع ہوئے اور اس مہم پر بھیجی جانے والی فوج کا انتخاب شروع ہوا۔ چار ہزار آدمیوں کا انھوں نے انتخاب کیا اور حکم دیا کہ فوجی چھاؤنی میں باقاعدہ طور پر تیار ہو جائیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور پھر انہیں کوچ کا اعلان دیا گیا اور وہ روانہ ہوئے۔

حجاج کی طرف سے ایک نقیب نے اعلان کیا کہ اس مہم کا اگر کوئی شخص پیچھے رہ جائے گا اور نہ جائے گا تو اس کے تمام حقوق متعلقہ حفاظت جان و مال باطل ہو جائیں گے۔ غرض کہ جزل بن سعید روانہ ہوا۔ عیاض بن ابی لینہ الکندی اس کے آگے آگے مقدمۃ الجیش پر تھا اور یہ مدائن پہنچا۔ تین روز تک وہاں مقیم رہا۔

شبیب خارجی کی تلاش:

ابن ابی عصیفر نے اسے ایک سواری کا گھوڑا اور ایک بارکش ٹٹو' دو خچر اور دو ہزار درہم بھیجے اور فوج کے لیے بھیڑوں اور چارے کا اس قدر انتظام کر دیا جو انہیں تین روز تک کافی ہوا۔ پھر یہ لوگ روانہ ہوئے اور جس نے چاہا وہ ان بھیڑوں کو اپنے ساتھ بھی لیتا گیا غرض کہ اب جزل شبیب کی تلاش میں روانہ ہوا' اور علاقہ جوخی میں اس کی تلاش کی۔

شبیب خارجی کی چال:

اب شبیب نے یہ طرز عمل اختیار کیا کہ اپنی ہیبت بٹھانے کے لیے آج اس منڈی پر حملہ کر دیا اور کل دوسری پر دھاوا بولتا۔ آج اس علاقے کو روند ڈالا اور کل دوسرے کو پامال کر دیا۔ مگر کسی ایک مقام پر ٹھہرتا نہیں تھا کیونکہ اس کی غرض یہ تھی کہ جزل کو اس کے ساتھیوں سے علیحدہ کر دے اور پھر جزل جلد بازی سے اس پر حملہ کرے تا کہ جب اس کے ساتھ جماعت تھوڑی ہو اس وقت اچانک اس پر ٹوٹ پڑے۔

جزل کی محتاط پالیسی:

جزل بھی اس ارادے کو تاڑ گیا تھا اور اب وہ بغیر پوری تیاری اور ساز و سامان کے آگے نہیں بڑھتا تھا۔ جہاں کہیں پڑاؤ کرتا اپنے چاروں طرف خندق کھود لیتا۔

اس ترکیب سے شبیب بھی اکتا گیا کیونکہ حملہ کرنے کا کوئی موقع جزل نے اسے ہدست ہونے نہ دیا۔ آخر کار اس نے اپنے ساتھیوں کو ایک رات کوچ کا حکم دیا اور وہ رات ہی کو چل دیئے۔

شبیب خارجی کی فوج کی ترتیب:

ایک شخص جو شبیب کے ساتھیوں میں تھا بیان کرتا ہے کہ ہم دیر بیرما میں تھے کہ شبیب نے ہمیں بلایا۔ ہماری تعداد کل ایک سو ساٹھ نفوس پر مشتمل تھی۔ اس جماعت کو اس نے پھر چار حصوں پر تقسیم کیا اور ہر چالیس آدمی کی جماعت پر ایک سردار مقرر کیا۔ خود شبیب نے چالیس آدمی اپنی زیر قیادت رکھے چالیس اپنے بھائی مصاد کے حوالے کیے۔ سوید بن سلیم اور محلل بن وائل کو بھی چالیس چالیس آدمی دیئے۔

شبیب کا شبخون مارنے کا منصوبہ:

اس کے مخبروں نے آ کر خبر دی تھی کہ جزل بن سعید دیر یزدجرد پر فروکش ہے۔ اس لیے شبیب نے ہم سب کو بلا کر تیاری کے متعلق احکام دیئے اور حکم دیا کہ گھوڑوں کے توبرے چڑھا دیئے جائیں اور سب لوگ اس اثناء میں پیدل چلیں اور جب گھوڑے دانہ کھالیں اس وقت سوار ہو جائیں تم میں سے ہر شخص کو اپنے افسر کے ساتھ چلنا چاہیے اور دیکھتے رہو تمہارا افسر جو احکام دے فوراً اس کی تعمیل کرو۔

شبیب خارجی کے سرداروں کو ہدایت:

پھر سرداران فوج کو بلا کر کہا کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ دشمن کے پڑاؤ پر آج ہی شب کو شبخون ماروں اپنے بھائی مصاد کو حکم دیا کہ پہلے تم دشمن پر حملہ کرنا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر حلوان کی سمت سے ان کے عقب سے حملہ کرنا' میں ان کے سامنے سے کوفے کی سمت سے حملہ کروں گا اور دیکھو تم سوید مشرق کی طرف سے حملہ آور ہونا اور محلل تم مغرب کی جانب سے حملہ کرنا۔

ہر شخص کو اسی سمت سے حملہ آور ہونا چاہیے جو ان کے لیے مقرر کر دی گئی ہے اور ان پر اس وقت تک حملہ نہ کرنا اور نہ للکارنا جب تک کہ میں حکم نہ دوں غرضیکہ ہم نے پوری تیاری کر لی۔

شبیب خارجی کا شبخون:

راوی بیان کرتا ہے کہ میں خود اس جماعت میں تھا جو شبیب کے زیر قیادت تھی۔ جب ہمارے گھوڑوں نے دانہ کھالیا اور یہ ابھی بالکل اول شب تھی کہ ہم روانہ ہوئے اور دیر خرارہ کے قریب پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ دشمن کی ایک جماعت بیرونی چوکی پر دیکھ بھال کے لیے مستعد ہے۔ اور عیاض بن ابی لینۃ الکندی اس کا سردار ہے۔ پہنچنے کے ساتھ ہی شبیب کے بھائی مصاد نے چالیس آدمیوں کی جماعت سے عیاض پر حملہ کر دیا مصاد شبیب کے آگے تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ شبیب سے آگے پہنچ کر دشمن کی پشت پر سے حملہ کرے جیسا کہ شبیب نے اسے حکم دیا تھا۔

مگر جب اس جماعت سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی' اس نے ان سے جنگ شروع کر دی۔ دشمن تھوڑی دیر ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔ پھر ہم سب ان کی طرف جھپٹ پڑے ان پر حملہ کیا اور انہیں شکست دی۔

دشمن نے شاہراہ اعظم پر راہ فرار اختیار کی۔ حالانکہ ان کے اور ان کی اصل فوج کے درمیان جو دیر یزدجرد پر ڈیرے ڈالے

پڑی تھی تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا۔

شبیب نے ہم سے کہا اے مسلمانوں کے گروہو! دشمن پر چڑھ دوڑ واوران سے اتصال قائم رکھو۔ تا کہ اگر تم سے ہو سکے تو تم انہیں کے ساتھ ان کے پڑاؤ میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم نے ان کا بڑا ہی سخت تعاقب کیا۔ ان سے چمٹے رہے مطلقاً انہیں ڈھیل نہ دی اور وہ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے ان میں مقابلے کی تاب نہ تھی اور چاہتے تھے کہ جس طرح ہو سکے اپنے پڑاؤ میں پہنچ جائیں۔

غرض کہ اہل کوفہ اپنے قیام گاہ تک پہنچے مگر ان کے ساتھیوں نے انہیں لشکر گاہ میں داخل ہونے سے باز رکھا اور ہم پر تیروں کی بارش کی۔

ان کے مخبروں نے انہیں پہلے سے ہماری نقل وحرکت کی اطلاع دے دی تھی۔

شبیب خارجی کا چوکی دیرخرارہ پر حملہ:

جزل نے اپنے چاروں طرف خندق کھود لی تھی اور حفاظت کی تمام تدابیر اختیار کر رکھی تھیں اور حفاظت کے لیے یہ بیرونی چوکی بھی قائم کر دی تھی جس سے دیرخرارہ پر ہمارا مقابلہ ہوا۔ اس طرح اور بھی چوکی تھی جو حلوان کے قریب راستے پر قائم کی گئی تھی۔ جب ہم نے دیرخرارہ والی چوکی پر حملہ کر کے اس کی جماعت کو ان کے اصل لشکر گاہ میں واپس جانے پر مجبور کر دیا تو دوسری چوکیوں والے بھی اپنے اپنے مقامات سے جہاں وہ متعین تھے واپس چلے آئے مگر انہیں بھی اصل لشکر گاہ والوں نے اپنے احاطے میں داخل ہونے سے روکا اور کہا کہ دشمن سے لڑو اور تیروں سے اپنی مدافعت کرو۔ جو چوکی کہ حلوان کے قریب متعین کی گئی تھی اس پر عاصم بن حجر اور ایک دوسری پر واصل بن حارث السکونی سردار تھے۔

جب یہ تمام جماعتیں ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ شبیب نے ان پر حملہ کرنا شروع کیا اور خندق تک پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا مگر لشکر گاہ والوں نے خارجیوں پر اس قدر تیر برسائے کہ انہیں پیچھے ہٹا دیا۔

شبیب خارجی کی روانگی حلوان:

شبیب نے جب دیکھا کہ وہ دشمن تک نہیں پہنچ سکتا اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اب انہیں چھوڑ دو اور یہاں سے چلتے رہو۔ خارجی حلوان کی سمت چلے اور جب اس مقام کے قریب پہنچے جہاں کہ حسین ابن زفر (بنی بدر بن فزارہ سے تھا) کے قبے ایستادہ ہیں (یہ قبے اس واقعہ کے بعد بنائے گئے ہیں) شبیب نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر پڑو یہاں پڑاؤ کر دو۔ گھوڑوں کو دانہ کھلاؤ اپنے تیر و کمان ٹھیک کر لو۔ تھوڑی دیر آرام کر لو۔ دو رکعت نماز پڑھو اور پھر اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔

شبیب کا اہل کوفہ کے فوجی پڑاؤ پر حملہ:

شبیب پھر انہیں لے کر اہل کوفہ کے فوجی پڑاؤ کی طرف چلا اور کہا کہ دیکھو انہیں ہدایات پر عمل کرنا جو میں نے اوّل شب میں مقام دیر بیرما پر تمہیں دی تھیں۔ ان کے لشکر گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لینا جیسا کہ میں نے حکم دیا ہے۔

غرضیکہ خارجی شبیب کے فوج کے پڑاؤ کی طرف بڑھے۔ اس اثنا میں اہل لشکر گاہ نے اپنے محافظ چوکیوں کے سپاہیوں کو

لشکر گاہ میں آنے کی اجازت دے دی تھی۔ اور وہ سب کے سب وہاں پہنچ چکے تھے اور ان کی طرف سے بالکل بے خوف تھے۔

جب خارجیوں کے گھوڑوں کے سموں کی آواز ان کے بالکل قریب انھیں سنائی دی تب انھیں محسوس ہوا کہ دشمن سر پر آ پہنچا ہے ورنہ اس سے پہلے انھیں کچھ خبر نہ تھی۔

غرض کہ صبح سے کچھ ہی پہلے خارجیوں نے انھیں جالیا۔ انھیں گھیر لیا اور ہر جانب سے انھیں للکارنا شروع کیا۔

شبیب خارجی کی مراجعت کوفہ:

اہل کوفہ نے بھی چاروں طرف سے مقابلہ شروع کیا اور خوب تیر برسائے۔ شبیب نے اپنے بھائی مصاد کو جو کوفہ کی سمت سے اہل کوفہ پر حملے کر رہا تھا اپنے پاس بلایا اور کہا کہ دشمن کے لیے کوفہ کا راستہ چھوڑ دو۔ مصاد چلا آیا اور کوفے کے رخ کو اس نے ان کی پسپائی کے لیے چھوڑ دیا۔ اب بھی خارجی تین طرف سے برابر حملہ آور ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ بالکل صبح ہو گئی۔ انھوں نے پھر صبح کو نہایت شدید حملہ کیا مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور اہل کوفہ برابر جمے رہے۔

خارجی انھیں چھوڑ کر چلتے ہوئے۔ اس پر اہل کوفہ نے ان پر طنزیہ فقرے کسنے شروع کیے اور کہنے لگے کہ اے دوزخ کے کتو! اے خارجی گروہ مقابلے پر آ ؤ ہم تیار ہیں مگر خارجیوں نے ایک نہ سنی اور ان سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہٹ آئے یہاں پہنچ کر انھوں نے مختصر سا پڑاؤ کیا۔ نماز صبح پڑھی اور برازالروز کی سمت روانہ ہوئے پھر جرجرایا اور اس کے متصل علاقے کی طرف چلے اور اب اہل کوفہ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

شبیب خارجی کی خراج کی وصولی:

ایک شخص جو بطور تاجر اس فوج کے ساتھ تھا جو خارجیوں کی تلاش میں بھیجی گئی تھی بیان کرتا ہے کہ جزل بن سعید ہمارا سردار تھا یہ خارجیوں کی جستجو میں روانہ ہوا۔ بغیر پورے انتظامات حفاظت کے آگے نہیں بڑھتا تھا۔ جس مقام پر پڑاؤ کرتا اس کے گرد خندق کھود لیتا تھا۔ شبیب کی یہ حالت تھی کہ وہ جزل سے کنائی کاٹتا تھا۔ اس کے مقابلے پر نہیں آتا تھا۔ علاقہ جوخی اور دوسرے علاقوں میں تخت و تاراج کر رہا تھا۔ خراج خود وصول کر لیتا تھا۔

حجاج کا جزل کے نام تنبیہ آمیز خط:

حجاج اس حالت کو اب زیادہ عرصے تک برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جزل کو ایک خط لکھا جو تمام فوج کے سامنے سنایا گیا۔ وہ خط یہ ہے:

''حمد و ثنا کے بعد میں نے تمہیں کوفہ کے شہسواروں اور سربرآوردہ منتخب لوگوں کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا ہے، تمہیں حکم دیا تھا کہ اس گمراہ خارجی گروہ کا تعاقب کرو جب تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو تو جب تک انہیں تباہ نہ کر دو اور انہیں پورے طور پر ان کے کیفر کردار کو نہ پہنچا دو ہرگز ان سے اپنا منہ نہ موڑنا مگر اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دیہات میں مزے سے راتیں بسر کرتے ہو۔ خندقوں کی اوٹ میں جوب کھاتے ہو اور بجائے اس کے کہ تم میرے حکم کی تعمیل کرتے، دشمن پر حملے کرتے اور قلع قمع کر دیتے۔ یہ آرام طلبی تمہیں زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے''۔

جزل کی خوارج کے تعاقب میں روانگی :

ہم مقام قطراثا اور دیر ابی مریم میں تھے کہ یہ خط پڑھا گیا۔ جزل کو یہ ڈانٹ ناگوار گزری۔ فوج کو فوراً کوچ کا حکم دیا چنانچہ بہت شتاب روی سے اب فوج خارجیوں کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ ہم نے اپنے امیر سے سرکشی کی اور یہ کہا کہ معزول کر دیا جائے۔

مہم خوارج پر سعید بن مجالد کا تقرر :

چنانچہ حجاج نے سعید بن مجالد کو اس مہم کا سردار بنا کر بھیجا۔ اور یہ شرط کی کہ جب خارجیوں کا تمہارا مقابلہ ہو تم فوراً بلا توقف اور انتظار ان پر حملہ کر دینا اللہ سے طالب امداد رہنا۔ جزل کا طرز عمل اختیار نہ کرنا۔ ان کا اس طرح پیچھا کرنا جس طرح درندہ جانور اپنے شکار کا تعاقب کرتا ہے اور اس طرح ان کے اچانک حملے سے بچنا جس طرح کہ سوسمار وار بچاتی ہے۔

جزل شبیب کی تلاش میں روانہ ہوا۔ نہروان پہنچا اور یہاں اس نے خارجیوں کو جا لیا مگر اپنے لشکر گاہ میں بیٹھا رہا اور اپنے چاروں طرف خندق کھود لی۔

سعید بن مجالد کا فوج سے خطاب :

اسی مقام پر سعید بن مجالد حجاج کی جانب سے اس لشکر کا امیر مقرر ہو کر آیا۔ لشکر گاہ میں داخل ہوا اور خطبہ دینے کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے اس نے اللہ کی حمد کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور پھر کہا:

> ''اے کوفے والو! تم کمزور و بزدل ہو گئے ہو۔ تم اپنے فرض کو پورا کرنے سے قاصر رہے اور اپنے حاکم اعلیٰ کو ناراض کر لیا۔ غضب خدا کا۔ دو ماہ سے تم ان دبلے پتلے بدویوں کی تلاش میں ہو۔ انہوں نے تمہارے شہروں کو برباد کر ڈالا۔ تمہاری مال گزاری کو خود وصول کر لیا اور تم خوفزدہ ہو کر خندقوں میں دبکے ہوئے ہو۔ اس وقت تک خندقوں سے نکلتے ہی نہیں جب تک تمہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ خارجی تم سے ہٹ کر کسی اور جانب چلے گئے ہیں یا تمہیں مقام کے علاوہ کسی اور مقام پر انہوں نے دھاوا کیا ہے۔
>
> اللہ کا نام لے کر دشمن کی طرف چلو''۔

جزل کا سعید بن مجالد کی پالیسی سے اختلاف :

غرض کہ سعید اور تمام فوج خندقوں سے باہر نکلی سعید نے جس قدر رسالہ تھا اسے ایک جا جمع کیا۔ اس پر جزل نے دریافت کیا کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں سعید نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس رسالے کے ساتھ شبیب پر بڑھ کر حملہ کروں۔ جزل نے کہا نہیں یہ ٹھیک نہیں آپ اپنی تمام فوج پیدل اور رسالے کے ساتھ ایک جا رہیں البتہ ان کے سامنے آ جائیں کیونکہ شبیب خود ہی تم پر حملہ کرے گا اس لیے آپ اپنی جمعیت کو منتشر نہ کیجیے۔ فوج اگر سب یک جا رہی تو اس سے انہیں نقصان اور آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ مگر سعید نے جزل سے کہا کہ تم فوج کی صف میں کھڑے رہو۔

جزل نے کہا اے سعید جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی ذمہ داری سے میں بالکل بے تعلق ہوں اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان جو موجود ہیں اسے سن رہے ہیں سعید نے کہا ہاں میری یہ رائے ہے اگر یہ راست آئی تو گویا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا

کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اگر میں اپنی اس چال میں ناکام رہا تو تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

جزل اب اہل کوفہ کے ساتھ جنہیں وہ خندق سے باہر نکال لایا تھا ٹھہرا رہا۔ ان کے میمنے پر عیاض بن لینۃ الکندی اور میسرے پر عبدالرحمٰن بن عوف کو سردار مقرر کیا اور خود ان کی اصل فوج میں ٹھہرا رہا۔

سعید بن مجالد کا شبیب خارجی کا محاصرہ:

سعید بن مجالد آگے روانہ ہوا اور اس کے ساتھ فوج بھی چلی۔ اس اثنا میں شبیب براز الروز کی طرف چلا۔ قطیطیا میں جا کر اس نے پڑاؤ کیا۔ اس مقام کے زمیندار کو حکم دیا کہ ہماری ضروریات کی اشیا خرید دے اور صبح کا کھانا تیار کرائے۔ زمیندار نے اس فرمائش کو منظور کر لیا۔ شبیب شہر میں داخل ہوا۔ دروازے بند کر لیے گئے۔ ابھی کھانے سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ سعید بن مجالد اپنی فوج کے ساتھ آ دھمکا۔

زمیندار نے شہر کی فصیل پر چڑھ کر دیکھا کہ فوج بڑھتی ہوآ رہی ہے اور قلعے کے قریب پہنچنا چاہتی ہے وہ فصیل پر سے اتر آیا اس کا رنگ فق تھا۔ شبیب نے اس سے پوچھا کہ کیوں تمہارے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔

زمیندار نے بیان کیا کہ ہر طرف سے آپ کو فوجوں نے گھیر لیا ہے۔ اس پر شبیب نے کہا کچھ پرواہ نہیں' ہاں یہ تو بتاؤ کہ ہمارا ناشتہ بھی تیار ہے یا کہ نہیں۔ زمیندار نے کہا ہاں تیار ہے۔ شبیب نے کہا اچھا لاؤ۔

شہر کے دروازے پہلے ہی بند تھے غرض کہ کھانا لایا گیا' شبیب اور ان کے ساتھیوں نے ناشتہ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی' پھر اپنا خچر منگایا اور اس پر سوار ہوا۔

تمام خارجی شہر کے دروازے کے نزدیک جمع ہوئے۔ شبیب نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ اور اپنے خچر پر سوار ہو کر نکلا' دشمن پر حملہ آور ہوا اور کہنے لگا کہ حکومت اللہ ہی کو زیبا ہے۔[1] میں ابومدلہ ہوں اگر چاہتے ہو تو ثابت قدم رہو۔

سعید نے اپنی فوج اور رسالے کو ایک جا جمع کرنا شروع کیا اور پھر انہیں لے کر شبیب کے پیچھے چلا اور کہنے لگا کہ خارجی صرف ایک حملے کے ہیں۔

شبیب خارجی کا سعید بن مجالد پر حملہ:

شبیب نے دیکھا کہ دشمن علیحدہ علیحدہ اور متفرق ہو گیا ہے اپنے رسالے کو ایک جا جمع کر کے انہیں کنائی کاٹ کر حملہ کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ ان کے سردار کو پیش نظر رکھو کیونکہ بخدا یا تو میں اسے قتل کر ڈالوں گا یا وہ مجھے قتل کر ڈالے۔

چنانچہ حسب ہدایت خارجیوں نے ایک جانب کو بچتے ہوئے اہل کوفہ پر حملہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ سعید ابن مجالد اپنی جگہ پر جما رہا اور اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا کہ میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ۔ میں ذی مران کا بیٹا ہوں۔ سعید نے اپنی ٹوپی اتار کر زین کے ہرنے پر رکھ دی تھی۔

---

[1] لا حکم الا اللہ ترجمہ ہے جو خارجیوں کا شعار تھا۔

سعید بن مجالد کا قتل:

شبیب نے اس پر حملہ کر کے سر پر تلوار کی ایک ایسی ضرب لگائی جو دماغ تک اتر گئی اور سعید زمین پر مردہ گر پڑا۔ فوج شکست کھا کر بھاگی۔ بہت سے لوگ مارے گئے۔ بقیۃ السیف جزل کے پاس پہنچے۔ جزل گھوڑے پر سے اتر پڑا اور لوگوں سے کہا کہ میرے پاس آؤ۔

جزل کی مراجعت مدائن:

عیاض بن ابی لینۃ نے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ اگر تمہارا اگلا سردار میدان جنگ میں کام آیا تو کیا ڈر ہے۔ یہ تمہارا دوسرا سردار مبارک و میمون نصیبے والا زندہ موجود ہے جزل نے پوری داد مردانگی دی اور زخمی ہو کر گر پڑا اور ڈولی میں ڈال کر مدائن اٹھا کر لایا گیا۔ اس فوج کے شکست خوردہ مفرورین کوفہ آئے۔

اس جنگ میں خالد بن نہیک (بنی زہل بن معاویہ سے) اور عیاض بن ابی لینۃ نہایت بہادری سے لڑے اور انہیں دونوں نے جزل کو دشمن کے نرغے سے نکالا' جو زخمی ہو چکا تھا۔

مذکورہ بالا بیان ایک جماعت کا ہے دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ یہ جنگ دیر ابی مریم اور براز الروز کے درمیان ہوئی تھی۔ پھر جزل نے اس واقعے کی پوری کیفیت حجاج کو لکھ بھیجی۔

شبیب خارجی کی سوق بغداد کو امان:

شبیب نے کرخ کے قریب دجلہ کو عبور کیا۔ سوق بغداد کو قاصد بھیجے اور انھیں امان دی۔ بات یہ تھی کہ اس روز بغداد کے بازار کا دن تھا۔ شبیب کو معلوم ہوا تھا کہ لوگ اس سے خوفزدہ ہیں کہ مبادا بازار کے دن ان پر ٹوٹ پڑے اور لوٹ لے۔ مگر چونکہ شبیب اور اس کے ساتھی بازار سے کپڑے سواری کے جانور اور دوسری مایحتاج چیزیں خریدنا چاہتے تھے اس لیے اس نے مناسب سمجھا کہ ان کے خوف کو امان کا وعدہ کر کے دور کر دے۔

شبیب خارجی کی کوفہ کی جانب روانگی:

شبیب اپنی فوج کو لے کر کوفے کی طرف چلا۔ تمام لشکر اوّل شب میں روانہ ہوا' اور مقام عقر الملک پر جو قصر ابن ہبیرہ کے قریب واقع ہے پڑاؤ کیا۔ پھر صبح سے تیزی کے ساتھ کوچ کرنا شروع کیا اور حمام عمر بن سعید اور قبین کے درمیان رات بسر کی۔

سوید بن عبدالرحمٰن کو شبیب خارجی پر حملہ کا حکم:

جب حجاج کو ان کی نقل و حرکت اور قیام کا علم ہوا اس نے سوید بن عبدالرحمٰن السعدی کو دو ہزار شہسواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور سوید کو حکم دیا کہ تم شبیب کے مقابلے کے لیے جاؤ اس پر حملہ کرو۔ میمنہ و میسرہ مقرر کر لینا۔ اور پھر پوری جمعیت کے ساتھ اس پر بڑھنا۔ اگر شبیب تمہارے مقابلے سے ہٹ جائے تم اسے جانے دینا اس کا تعاقب نہ کرنا۔

غرض کہ سوید اس مہم پر روانہ ہوا۔ مقام سخہ پر آ کر اس نے اپنے لشکر کی صف بندی شروع کی۔ اسے معلوم ہوا کہ شبیب سامنے آ رہا ہے یہ بھی اس کے مقابلے پر روانہ ہوا' مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا موت اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

حجاج نے عثمان بن قطن کو بھی روانگی کا حکم دیا۔ اس نے بھی سبخہ پر لشکر کشی کی تیاری کی اور اعلان کر دیا گیا کہ اس لشکر کا جو آج رات کوفے میں بسر کرے گا اور عثمان کے پاس نہ پہنچے گا اس کے تمام حقوق متعلقہ حفاظت جان و مال زائل ہو جائیں گے۔

سوید کا زرارہ میں قیام:

حجاج نے سوید کو حکم دیا کہ تم اپنے دو ہزار سواروں کے ساتھ شبیب کے مقابلے پر روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ دریا عبور کر کے زرارہ پہنچا ابھی فوج کی ترتیب اور انہیں جنگ کی تحریص ہی دلانے میں مصروف تھا کہ اس سے کہا گیا کہ شبیب تمہارے بالکل قریب آ گیا ہے سوید گھوڑے پر سے اتر پڑا' اس کی فوج کے اکثر لوگ اس کے ساتھ اتر پڑے' جھنڈا سامنے لایا گیا اور یہ سب کے سب زرارہ کی انتہائی حد تک پہنچ گئے یہاں آ کر معلوم ہوا چونکہ شبیب کو تمہارے قیام گاہ کا علم ہو چکا تھا اس لیے اس نے تمہارا رخ چھوڑ دیا اور چونکہ دریا یہاں پایاب نہ تھا اس لیے اس نے تمہاری سمت کے علاوہ اور دوسری سمت سے دریا عبور کیا ہے اور وہ کوفے کی طرف جا رہا ہے پھر کسی نے اس سے کہا دیکھیے وہ جا رہا ہے۔

سبخہ میں کوفی افواج کا اجتماع:

سوید نے اپنی تمام فوج میں اعلان کر دیا اور یہ سب کے سب سوار ہو کر اس کے پیچھے چلے۔ شبیب بڑھتے بڑھتے دارالرزق پہنچا۔ یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ تمام اہل کوفہ مقابلے کے لیے سبخہ میں تیاری کر رہے ہیں۔ سبخہ میں جو فوج جمع ہو رہی تھی انہیں جب معلوم ہوا کہ شبیب قریب آ گیا' ان میں پریشانی پھیل گئی۔ ایک نے دوسرے کو آواز دینا شروع کیا وہ پلٹے اور ارادہ کیا کہ شہر کوفہ میں چلے آئیں۔ مگر جب ان سے کہا گیا کہ شبیب بن عبدالرحمٰن شبیب کے پیچھے چلا آ رہا ہے بلکہ اس تک پہنچ چکا ہے تو انہیں قرار آیا اور اپنی اپنی جگہ قائم رہے۔

شبیب خارجی کی محصوری و اطمینان قلبی:

شبیب نے جب دیر میں تھوڑا قیام کیا حکم دیا کہ ایک بکری اس کے لیے بھونی جائے۔ زمیندار فصیل پر چڑھا اور اترا اور اس کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ شبیب نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے کہا بخدا ایک بڑی فوج نے تمہیں گھیر لیا ہے۔ شبیب نے کہا کیا ابھی تک بکری بھنی نہیں۔ جواب دیا گیا کہ نہیں۔ شبیب نے کہا اچھا اسے چھوڑ دو۔

زمیندار پھر دوسری مرتبہ شہر کی فصیل پر دیکھنے کے لیے چڑھا اور آ کر اس نے کہا کہ بخدا فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔
شبیب نے کہا اچھا وہ بھنا ہوا گوشت تو لاؤ اور بغیر کسی تردد یا پریشانی کے کھانے لگا۔ اور اس سے فراغت کرنے کے بعد وضو کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی' زرہ پہننے کے بعد دو تلواریں حمائل کیں اور ایک لوہے کا گرز لیا اور حکم دیا کہ میرے لیے خچر پر زین کسا جائے۔ اس کے بھائی مصاد نے کہا بھی کہ بھلا آج بھی آپ خچر پر زین کسوا رہے ہیں۔ سبیب نے کہا ہاں! آج اسی پر زین رکھو۔ اور سوار ہوا۔ پھر کہا فلانے تم میمنے پر رہو اور فلانے تم میسرے پر اور مصاد سے کہا کہ تم قلب فوج میں رہو۔

شبیب خارجی کا کوفی فوج پر حملہ:

اس کے بعد اس نے زمیندار کو شہر کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کوفہ والوں کے روبرو ہی دروازہ کھولا گیا اور اپنے اشعار

کہتا ہوا سعید کی طرف چلا۔ سعید اور اس کے ساتھیوں نے رجعت قہقہری شروع کر دی اور اس دیر سے ایک میل کے قریب فاصلے پر پیچھے ہٹ گئے۔

سعید کہتا جاتا تھا اے ہمدانیو میں ذی مران کا بیٹا ہوں میرے پاس آؤ۔

سعید نے ایک دستہ فوج کو اپنے بیٹے کے ساتھ روانہ کیا کیونکہ اسے یہ محسوس ہو گیا تھا کہ دشمن مجھ پر غلبہ کر لے گا۔ شبیب یہ دیکھ کر اپنے بھائی مصاد کی طرف دیکھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے تیری موت کا سوگوار بنائے اگر میں اسے قتل کر کے اس کے بیٹے کو اس کا سوگوار نہ بناؤں اور پھر گرز لے کر سعید پر چڑھ دوڑا۔ سعید مارا گیا اور زمین پر گر پڑا۔ فوج نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی۔ مگر سوائے ایک مقتول کے اور کوئی اس روز اہل کوفہ میں مقتول نہیں ہوا۔

جزل کی شجاعت:

سعید کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کر جزل کے پاس آئی۔ جزل نے انہیں اپنی طرف بلایا۔

عیاض بن ابی لینۃ نے کہا اے لوگو! اگر تمہارا اوّل درجے والا سردار ہلاک ہو گیا ہے تو کوئی ہرج نہیں یہ تمہارا دوسرا مبارک نصیب امیر موجود ہے اس کے پاس آؤ اور اس کے زیر قیادت لڑو۔

یہ سن کر کچھ لوگ تو جزل کی طرف آئے اور بعض نے سیدھے کوفہ کی طرف راہ فرار اختیار کی۔ جزل نہایت بہادری سے لڑتا رہا' آخر کار زخمی ہو کر گرا۔ خالد بن نہیک اور عیاض بن ابی لینۃ دونوں اسے بچاتے رہے اور بڑی مشکل سے جزل کو دشمن کے نرغے سے نکالا۔ اور وہ ڈولی میں ڈال کر لایا گیا۔ فوج شکست کھا کر کوفہ میں داخل ہوئی۔

جزل کا حجاج بن یوسف کے نام خط:

جزل کو لوگ اٹھا کر مدائن لے آئے اور یہاں سے اس نے تمام واقعے کی کیفیت حجاج کو لکھی۔ جزل کا وہ خط یہ ہے:

''حمد و ثنا کے بعد میں امیر کو مطلع کرتا ہوں کہ میں اس لشکر کے ساتھ جسے آپ نے میرے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا تھا' دشمن کے مقابلے کے لیے نکلا۔ آپ نے دشمن کے متعلق جو ہدایات مجھے دی تھیں میں ان پر پوری طرح کاربند رہا' اس لیے جب میں موقع دیکھتا تھا دشمن پر نکل کر حملہ آور ہوتا تھا اور جب کبھی خطرے کا خوف ہوتا تھا میں فوج کو خارجیوں کے مقابلے پر جانے سے باز رکھتا تھا۔

میں برابر اسی طریقہ کار پر عمل پیرا رہا۔ دشمن نے تمام تدبیریں مجھ پر ختم کر دیں مگر وہ مجھے دھوکا نہ دے سکا اور نہ اچانک غفلت کی حالت میں مجھ پر حملہ کر سکا اتنے میں سعید بن مجالد رحمۃ اللہ علیہ آئے' میں نے ان سے کہا کہ سوچ سمجھ کر کام کیجیے عجلت نہ کیجیے' اور میں نے یہ بھی انہیں ہدایت کی تھی کہ پوری فوج کے ساتھ دشمن سے جنگ کی جائے مگر انہوں نے میری بات نہ مانی اور رسالہ کو لے کر دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔

میں نے اس معاملے میں اہل کوفہ اور بصرہ کو گواہ کر لیا کہ میں ان کی رائے سے بالکل بے تعلق ہوں۔ اور جو کچھ انھوں نے کیا وہ ہرگز میرا منشا نہ تھا۔

سعید نے اپنا ارادہ پورا کیا اور شہید ہوئے خدا ان کی خطاؤں کو معاف کرے۔ پھر فوج میری طرف آئی۔ میں گھوڑے سے اتر پڑا۔ انھیں اپنی طرف بلایا اور ان کے لیے اپنا جھنڈا بلند کیا۔ لڑا اور زخم کھا کر گر پڑا۔ مجروحین میں سے لوگوں نے مجھے اٹھایا' جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں پر مجھے لے جا رہے ہیں اور ہم میدان کارزار سے ایک میل کے فاصلے پر نکل آئے ہیں۔ اب میں مدائن میں مقیم ہوں۔ میرے زخم اس قدر شدید ہیں کہ اگر ان سے کم بھی کسی کو آئے ہوتے تو وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا یا مجھ ایسا شخص زخمی ہوتا اس کی خطائیں درگزر کی جاتیں۔ جس دیانتداری اور خلوص سے میں نے آپ کے حکم کی بجا آوری اور فوج کے ساتھ سلوک کیا ہے اور دشمن کے مقابلے پر جو چالیں اختیار کیں اور جنگ میں کس طرح لڑا۔ یہ تمام باتیں آپ خود دریافت فرما سکتے ہیں۔ اس سے جناب والا پر وہ صداقت اور خیر خواہی جو میں نے کی ہے اچھی طرح ظاہر و روشن ہو جائے گی''۔

حجاج کا خط بنام جزل:

حجاج نے اس کے جواب میں یہ خط لکھا:

''حمد و ثنا کے بعد تمہارا خط مجھے ملا میں نے اسے پڑھا' اور جو کچھ تم نے اس میں بیان کیا تھا میں بخوبی سمجھ گیا۔ میری خیر خواہی اہل کوفہ پر تمہارا اقتدار اور انضباط' دشمن پر تمہارا حملہ' ان تمام امور کے متعلق جو کچھ تم نے اپنے لیے لکھا ہے میں اسے سچ سمجھتا ہوں۔

سعید کی کارروائی اور دشمن پر حملہ کرنے میں اس نے جس عجلت کا اظہار کیا اس کے متعلق جو کچھ تم نے بیان کیا اسے بھی سمجھا ہے۔

میں اس کی جلد بازی اور تمہاری تاخیر دونوں کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھتا ہوں اس کی جلد بازی نے تو اسے جنت الفردوس پہنچا دیا۔ رہی تمہاری تاخیر اور ڈھیل اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جب تمہیں کوئی موقع ہمدست ہوا تم نے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور جب انسان کسی موقع کو اس لیے چھوڑ دے کہ وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ تدبیر اور احتیاط ہے۔ تمہارا طرز عمل قرین صواب ہے۔ تم خوب لڑے تم نے میرے احکام کی پوری تعمیل کی۔ میرے نزدیک تم ان لوگوں میں ہو جن کی بات کو سنا جائے' اسے مانا جائے اور ان کی خیر خواہی پر اعتماد کیا جائے۔ میں تمہارے پاس حیان بن ابجر کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ تمہارا علاج کریں۔ دو ہزار درہم میں نے تجھے بھیجے ہیں انہیں تم اپنی ضروریات اور دوسرے غیر معمولی اخراجات میں خرچ کرو۔ والسلام''۔

چنانچہ حیان بن ابجر (بنی فراس سے۔ جو داغ دے کر یا دوسرے طریقے سے علاج کیا کرتے تھے) جزل کے پاس آئے اور اس کا علاج کرنے لگے۔

عبداللہ بن ابی عصیفر نے بھی جزل کو ہزار درہم بھیجے۔ خود عیادت کرنے جاتا تھا۔ علاوہ ازیں تحفے تحائف بھی بھیجا کرتا تھا۔

شبیب خارجی کا کرخ میں قیام:

اب شبیب مدائن پہنچا' مگر یہاں آ کر اسے معلوم ہوا' کہ باشندوں اور شہر پر کسی طرح اس کا دسترس نہیں ہو سکتا' اس لیے

مدائن سے کوفہ کی سمت چلا۔ کرخ پہنچا' دریائے دجلہ کو عبور کر کے کرخ آیا۔ شبیب خود کرخ ہی میں مقیم تھا کہ اس نے بغداد کے بازار والوں سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ اطمینان سے کاروبار کرتے رہو تمہیں آنچ تک نہیں آئے گی۔ اس اطمینان دلانے کی وجہ یہ تھی کہ شبیب کو خبر پہنچی تھی کہ بازار والے اس سے خوفزدہ ہیں کہ مبادا غارت گری کرے۔

شبیب خارجی کا سوید پر حملہ:

سوید جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے بنی مزینہ اور بنی تمیم کے مکانات کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کی پشت پر چھوڑا۔

شام کے وقت شبیب نے ان پر نہایت شدید حملہ کیا مگر اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اب شبیب نے حیرہ کی طرف رخ کر کے کوفے کے مکانات پر حملہ کرنا شروع کیا۔ سوید نے بھی پیچھا نہ چھوڑا بلکہ برابر لگا ہوا چلا آیا۔ یہاں تک کہ شبیب کوفے کی تمام آبادی قطع کر کے حیرہ پہنچا۔ سوید بھی اس کے تعاقب میں حیرہ آیا۔ مگر یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ شبیب نے جاتے جاتے پل توڑ ڈالا ہے۔ اس لیے اس نے شبیب کا تعاقب چھوڑ دیا اور صبح تک وہاں ٹھہرا رہا۔

حجاج نے سوید کو حکم دیا کہ شبیب کے پیچھے جاؤ۔ یہ اس کے تعاقب میں چلا مگر شبیب وہاں سے نکل آیا اور دریائے فرات کے نیچے کے علاقے میں اس کا ہم قوم جو ملتا اسے لوٹ لیتا۔

شبیب خارجی کا بنی ورثہ پر حملہ:

مقام خفان کی پشت پر سے اس نے صحرا سے ایک اور پہاڑی علاقے کی طرف جس کا نام غلطہ تھا چڑھنا شروع کیا۔ یہاں بنی ورثہ کے کچھ لوگوں سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ شبیب نے ان پر حملہ کیا اور انہیں مجبور کر دیا کہ وہ زمین کے گڑھوں میں پناہ لیں۔ یہاں سے انھوں نے شبیب اور اس کی فوج والوں پر چکی کے سخت پتھر جو ان کے چاروں طرف پڑے ہوئے تھے برسانے شروع کیے۔

آخر کار یہ پتھر کب تک چلتے ختم ہوگئے۔ شبیب نے انہیں جالیا اور ان میں سے تیرہ آدمیوں کو قتل کر ڈالا جس میں حنظلہ بن مالک' مالک بن حنظلہ اور حمران بن مالک بھی تھے یہ سب قبیلہ بنی ورثہ سے تھے۔

شبیب خارجی کا فزر بن الاسود پر حملہ:

اب شبیب اپنے ہی خاندان والوں اور یک جدی عزیزوں پر غارت گری کرنے کے لیے صلت پہنچا (صلت اس کے قبیلے کا چشمہ ہے) یہ چشمہ فزر بن الاسود کے جو صلب کی اولاد میں سے تھا زیر نگیں تھا اور یہ وہی شخص تھا جو شبیب کو اس طرز عمل سے روکتا تھا اور اس بات سے منع کرتا تھا کہ وہ خود اپنے ہی قبیلے اور قریبی عزیزوں پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

شبیب کو اس کی نصیحت ناگوار گزرتی اور کہا کرتا تھا کہ بخدا اگر سات سوار بھی میرے زیر اقتدار ہوتے تو میں فزر پر ضرور غارت گری کروں گا۔

جب اس مقام پر شبیب نے حملہ کیا تو پوچھا کہ فزر کہاں ہے۔

فزر نے اپنے آپ کو اس سے بچالیا اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر کہ جس کے پیچھے کوئی خارجی مکانات کی اوٹ ہونے کی وجہ

سے گھوڑا نہ دوڑا سکا' اس نے جنگل کا راستہ لیا۔ تمام لوگ شبیب سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ اس لیے یہ واپس آیا۔

شبیب نے تمام مفصلات کے لوگوں میں اپنی دہشت بٹھا دی۔ مقام قطقطانہ پر حملہ کیا۔ پھر مقاتل کے محل پر دھاوا بولا وہاں سے دریائے فرات کے کنارے پر جو علاقہ تھا اس پر جھپٹا' یہاں سے حصاصہ اور انبار ہوتا ہوا دقوقا میں گھس آیا' اور یہاں سے آذربائیجان کے ملحقہ علاقہ کی طرف روانہ ہوا۔

حجاج کی روانگی بصرہ:

حجاج نے اس کا خیال چھوڑ دیا۔ اور کوفے پر عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر خود بصرے چلا آیا۔

اس درمیان میں لوگوں کو شبیب کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا کہ اتنے میں ماذرواسب بابل مہروذ کے زمیندار اور رئیس نے عروہ کو خط لکھا کہ انبار کے ایک تاجر نے جو میرے علاقے کا رہنے والا ہے مجھ سے آ کر بیان کیا کہ شبیب کا ارادہ ہے کہ اس آیندہ ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں وہ کوفہ میں گھس آئے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اس کی اطلاع کر دوں تاکہ آپ اس کے متعلق کچھ سوچیں اس بیان کو ابھی ایک گھنٹے کا عرصہ نہ گزرا ہو گا کہ میرے دو خراج وصول کرنے والے ملازم آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ شبیب خانجار پہنچ چکا ہے اور وہاں مقیم ہے۔

عروہ نے اس خط کو ایک دوسرے اپنے خط کے ساتھ منسلک کر کے فوراً حجاج کے پاس بصرے روانہ کیا۔ حجاج اس خط کو پڑھتے ہی نہایت تیزی سے کوفے روانہ ہوا۔

شبیب خارجی کی کوفہ کی جانب پیش قدمی:

دوسری جانب سے شبیب بڑھتے بڑھتے دجلہ کے کنارے ایک گاؤں میں آیا جس کا نام حربی تھا اس مقام سے اس نے دجلہ کو عبور کیا اور پوچھا کہ اس گاؤں کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے کہا اس کا نام حربی ہے۔

شبیب نے کہا حرب ہے۔ اس کی آگ سے تمہارے دشمن تاپیں گے اور حرب تمہیں ان کے مکانات کا قابض بنا دے گا جو شخص واقف کار ہوتا ہے اور پرہیزگار ہوتا ہے وہ اچھی ہی فال لیتا ہے۔

پھر شبیب نے اپنا جھنڈا بلند کیا اور اپنے ساتھیوں کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ بڑھتے بڑھتے مقام عقرقوفا پر پڑاؤ کیا۔

سوید بن سلیم نے عرض کی کہ اے امیر المومنین کاش! آپ ہمیں اس منحوس نام والے گاؤں سے لے کر نہ گزرتے بلکہ کسی دوسرے راستے سے آتے۔

شبیب نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی فال لی ہے۔ بخدا میں ہرگز اس مقام سے رخ نہ موڑوں گا بلکہ اس میں سے ہو کر دشمن کے مقابلے پر جاؤں گا۔ ان شاء اللہ اس کی نحوست تمہارے دشمنوں پر ہو گی۔ اسی موضع میں تم ان پر حملہ کرو انھیں کو تباہی اور شکست نصیب ہو گی۔

اس کے بعد شبیب نے اپنی فوج والوں سے کہا کہ اے لوگو! حجاج اس وقت کوفے میں نہیں ہے اور اب کوفے تک ان شاء اللہ کوئی مزاحمت نہ کرے گا۔ اس لیے بڑھے چلو۔ شبیب نہایت شتاب روی سے کوفے کی طرف چلا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ حجاج سے

پہلے کوفہ پہنچ جائے۔

حجاج کی کوفہ میں آمد:

دوسری جانب عروہ نے حجاج کو لکھا کہ شبیب نہایت سرعت سے کوفے پر بڑھا آ رہا ہے اور قریب رہ گیا ہے۔ اس لیے آپ آنے میں بہت جلدی کیجیے۔

حجاج منزلوں کو جلد جلد طے کرتا ہوا چلا۔ دونوں چاہتے تھے کہ اپنے مقابل سے پہلے کوفہ پہنچ جائیں۔ حجاج ظہر کے وقت کوفہ میں داخل ہو گیا اور شبیب نماز مغرب کے وقت سنجہ پہنچا۔ یہاں اس نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر کچھ تھوڑا بہت کھانا کھایا اور خارجی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر کوفے میں داخل ہوئے۔

شبیب خارجی کا قصر کوفہ پر حملہ:

شبیب بڑھتا ہوا بازار تک پہنچا۔ پھر قلعے پر حملہ آور ہوا اور قصر کے دروازے کو گرز سے مارنا شروع کیا۔

ابو منذر کہتے ہیں کہ میں نے شبیب کے گرز کے نشان کو قصر کے دروازے پر دیکھا ہے۔ اس ضرب نے دروازے میں بہت کچھ اثر کیا تھا۔

شبیب وہاں سے ہٹ کر چبوترہ پر کھڑا ہوا اور یہ دو شعر پڑھے:

و كأن حافرها بكل خميلة كيل يكيل به شحيح معدم

عبد دعيى من ثمو اصله لابل يقال ابو ابيهم يقدم

''گویا گھوڑے کا سم جو نرم ریتلی زمین پر پڑتی ہے وہ ایک پیمانہ ہے جس سے بخیل اور فقیر آدمی وزن کرتا ہے میرا مدمقابل ایک جھوٹے نسب کا مدعی غلام ہے جس کی اصل ثمود سے ہے' نہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ ان کا جد اعلیٰ یقدم تھا''۔

خوارج کی مسجد میں غارت گری:

اس کے بعد خارجی بڑی مسجد میں گھس آئے جس میں اکثر نمازی جمع رہتے تھے۔ ان میں سے شبیب نے عقیل بن مصعب الوادی' عدی بن عمرو الثقفی اور ابو لیث بن ابی سلیم عنبسہ بن ابی سفیان کے آزاد غلام کو قتل کر ڈالا۔

دوسرے خارجیوں نے ازہر بن عبداللہ العامری کو قتل کر ڈالا۔

خارجی حوشب کے مکان پر پہنچے۔ یہ پولیس کے افسر اعلیٰ تھے۔

حوشب کے غلام میمون کا قتل:

خارجی ان کے دروازے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ امیر حوشب کو بلا رہے ہیں۔ حوشب کے غلام نے خچر باہر نکالا تاکہ حوشب اس پر سوار ہو جائیں۔ اس اثنا میں میمون نے بھانپ لیا کہ دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ خارجیوں نے خیال کیا کہ اب یہ ہمارا بھانڈا پھوڑ دے گا۔

میمون نے چاہا کہ پھر مکان میں چلا جائے مگر خارجیوں نے کہا کہ تم اس وقت تک یہیں رہو جب تک کہ تمہارے آقا یہاں باہر نہ آ جائیں۔

حوشب نے اس گفتگو کو سنا اور سمجھ لیا کہ دشمن آ گیا مگر باہر نکل آیا۔ جب دیکھا کہ ایک جماعت کی جماعت موجود ہے اس نے یقین کر لیا کہ ضرور یہ دشمن ہیں اور پلٹ کر جانے لگا' خارجی اس کی جانب لپکے مگر وہ گھر میں گھس گیا اور اس نے دروازہ بند کر لیا۔

سوید اور بجاف کی گفتگو:

سوید نے اس سے کہا کہ یہاں اتر آؤ۔ بجاف نے کہا میرے آنے سے تمہیں فائدہ۔ سوید نے کہا' اس جوان اونٹنی کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں جو میں نے آپ سے فلاں علاقے میں خریدی تھی۔

بجاف نے کہا واہ اچھے وقت قیمت ادا کرنے آئے۔ کیا یہ ہی وقت اور جگہ ادائیگی کے لیے رہ گئی تھی۔ کیا ایسے وقت میں جب کہ رات اندھیاری اور تم گھوڑے کی پشت پر ہو اس امانت کی ادائیگی کرنی تھی۔ اے سوید اللہ اس ملت کا برا کرے جس کی تکمیل اور اصلاح بغیر عزیزوں کے قتل کے اور اپنی ہی قوم کے خون بہانے کے ہو ہی نہیں سکتی۔

ذہل بن الحارث کا قتل:

یہاں سے پلٹ کر خارجی مسجد بنی ذہل پر پہنچے۔ یہاں انھوں نے ذہل بن الحارث کو دیکھا۔ یہ اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور عادت تھی کہ بہت لمبی نماز پڑھتے تھے۔ جب یہ اپنے گھر واپس جانے لگے' خارجیوں نے انہیں جا لیا اور حملہ کیا کہ انہیں قتل کر ڈالیں۔

ذہل نے کہا اے خداوند! ان لوگوں کے ظلم اور جہل کی میں تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ اے خداوندا میں کمزور ہوں۔ ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تو ان سے میرا بدلہ لے۔ مگر اس پر خارجیوں نے ان پر وار کیے اور قتل کر ڈالا۔ پھر کوفہ سے نکل کر مردمہ کی سمت روانہ ہوئے۔

نضر بن قعقاع:

نضر بن قعقاع بن شور الذہلی اور اس کی ماں ناجیۃ بنت ہانی بن قبیصہ ہانی الشیبانی شبیب کے سامنے آئے۔ جب نضر سامنے آیا تو شبیب نے اسے بہت گھور کر غور سے دیکھا۔ نضر نے کہا السلام علیکم ایہا الامیر ورحمۃ اللہ۔ اس پر سوید نے فوراً کہا کہ افسوس ہے تجھ پر امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کر۔ پھر نضر نے ''امیر المومنین'' کہا۔ خارجی کوفہ سے باہر نکل آئے اور مردمہ کی سمت روانہ ہو گئے۔

کوفہ میں منادی:

حجاج نے حکم دیا کہ ایک اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ منادی نے اعلان کیا کہ اے اللہ کے سوارو! اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ اور تمہیں خوشخبری ہو' اس وقت تک خود حجاج قلعے کے دروازے پر موجود تھا۔ اس کے پاس ایک غلام بھی کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں چراغ تھا۔

سب سے پہلے عثمان بن قطن بن عبداللہ بن الحصین ذی الغصہ آزاد غلاموں اور اپنے خاندان اور قبیلے کی ایک معتد بہ جماعت کے ساتھ آموجود ہوا' اس نے کہا امیر سے اطلاع کر دی جائے کہ عثمان حاضر ہے' جو حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے۔

اس غلام نے جو چراغ لیے کھڑا ہوا تھا کہا کہ آپ اپنی جگہ پر ٹھہریں اور امیر کی ہدایت کے منتظر رہیں۔

اب ہر جانب سے لوگ جمع ہونے شروع ہوئے۔ عثمان نے تمام رات ان لوگوں کے ساتھ جو جمع ہو گئے تھے اسی مقام پر بسر کی۔

شبیب خارجی کے تعاقب میں فوجی دستوں کی روانگی:

پھر حجاج نے بشر بن غالب الاسدی (بنی ذالبہ) کو دو ہزار فوج کے ساتھ اور زایدہ بن قدامۃ الثقفی کو دو ہزار فوج کے ساتھ۔ ابوالضریس بنی تمیم کے آزاد غلام کو ایک ہزار آزاد غلاموں کے ساتھ اور اعین کو جو حمام اعین کا مالک تھا اور بشر بن مروان کا آزاد غلام تھا ایک ہزار فوج کے ساتھ خارجیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔

محمد بن موسیٰ ناظم سجستان:

عبدالملک نے محمد بن موسیٰ بن طلحہ کو سجستان کا ناظم مقرر کیا تھا۔ اور اس کے لیے باقاعدہ وثیقہ بھی لکھ دیا تھا۔ اس طرح حجاج کو یہ خط لکھا تھا:

''حمد و ثناء کے بعد جب محمد بن موسیٰ تمہارے پاس پہنچے ان کے ہمراہ سجستان جانے کے لیے دو ہزار کا بندوبست کر دینا اور انھیں جلد روانہ کر دینا''۔

عبدالملک نے محمد بن موسیٰ کو حکم دیا کہ تم حجاج سے خط و کتابت کرتے رہنا۔

محمد بن موسیٰ اور حجاج:

جب محمد بن موسیٰ آئے تو حجاج نے اس فوج کی تیاری اور درستی میں جو ان کے ہمراہ جانے والی تھی دیر لگانی شروع کی۔ محمد کے دوستوں نے اسے سمجھایا کہ آپ تو مہربانی کر کے فوراً اپنی منزل مقصود کو جایئے اور اپنی ذمہ دار خدمت کا جائزہ لیجیے۔ کیونکہ معلوم نہیں حجاج کا اس جنگ میں کیا حشر ہو۔

مگر محمد بدستور قائم رہا اور شبیب کے مقابلے کا جو واقعہ پیش آیا وہ اس کے سامنے پیش آیا۔ اس کے بعد حجاج نے محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ سے کہا کہ تم شبیب اور خارجیوں سے لڑلو اور پھر اپنی منزل مقصود کو چلے جانا۔

حجاج نے ان امراء کے ساتھ جو شبیب کے تعاقب میں بھیجے گئے تھے عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر بن کریز القرشی اور زیاد بن عمرو العتکی کو بھی بھیج دیا۔

نضر بن قعقاع کا قتل:

شبیب کوفہ سے نکل کر مردمہ پہنچا۔ یہاں خراج وصول کرنے کے لیے ایک حضر موت کا باشندہ ناجیہ بن مرثد الحضرمی نامی

مقرر تھا' یہ شخص ڈر کر حمام میں چھپ گیا۔ شبیب وہاں پہنچا حمام سے اسے باہر نکالا اور قتل کر ڈالا۔

نضر بن قعقاع بن شور شبیب کے سامنے آیا۔ یہ شخص حجاج کے ہمراہ تھا۔ جب حجاج بصرے سے آ رہا تھا مگر جب حجاج نے نہایت سرعت سے کئی کئی منزلوں کو ایک ایک دن میں طے کرنا شروع کیا تو اسے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

جب شبیب نے اسے دیکھا اور اس کے ساتھ جمعیت بھی دیکھی پہچان گیا اور اس سے کہا اے نضر بن قعقاع صرف خدا ہی کا حکم نافذ ہے اس کے کہنے سے مطلب یہ تھا کہ وہ نضر کو (بطور خود) راہ راست پر آنے کی ہدایت کرنا چاہتا تھا۔

نضر اس جملے کے مفہوم کو سمجھ نہ سکا اور اس نے جواب دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. ہم خدا ہی کے لیے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اس پر شبیب کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المومنین معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اس کہنے سے اس نے یہ سمجھا کہ آپ اسے اپنے مذہب کی تلقین کر رہے ہیں۔

پھر کیا تھا سب نے اس پر حملہ کر دیا اور قتل کر ڈالا۔

شبیب خارجی کی روانگی قادسیہ:

یہ تمام سردار دریائے فرات کے نیچے کے علاقے میں جمع ہوئے مگر اب شبیب نے اپنا رخ ہی بدل دیا اور بجائے اس کے کہ وہ ان سرداروں کی طرف آتا' اس نے قادسیہ کا رخ کیا۔

حجاج نے زخر بن قیس کو اٹھارہ سو منتخب شہسواروں کے ساتھ شبیب کے تعاقب کا حکم دیا۔ اور کہہ دیا کہ جہاں کہیں تم اسے پا سکو فوراً حملہ کر دینا۔ البتہ اگر وہ اپنی راہ چلا جائے تم اس کا تعاقب کرنا بلکہ جب تک وہ تم پر پلٹ کر خود حملہ آور نہ ہو تم اس سے مزاحم نہ ہونا۔ اور اگر وہ کسی مقام پر پڑاؤ کر دے اور تمہارے مقابلے پر جما رہے تو تم بھی اس جگہ سے نہ ہلنا جب تک کہ اس سے دو دو ہاتھ نہ کر لو۔

زحر بن قیس کی مہم:

زحر اس مہم پر روانہ ہوا سیلحسین پہنچا۔ شبیب کو بھی معلوم ہوا کہ زحر میرے مقابلے کے لیے آ رہا ہے۔ اس نے بھی اس طرف کوچ کیا۔ غرض کہ دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں آ گئے۔ زحر نے اپنے میمنہ پر عبداللہ بن کناز النہدی کو مقرر کیا جو ایک نہایت ہی بہادر شخص تھا اور اپنے میسرے پر عدی بن عمیرۃ الکندی ثم الشیبانی کو مقرر کیا۔

زحر اور شبیب خارجی کی جنگ:

شبیب نے بھی اپنے تمام سواروں کو ایک جگہ جمع کیا تاکہ ایک دم سے مجتمع حالت میں دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ وہ اپنے سواروں کو لے کر دشمن کی صف پر حملہ کرنے کے لیے بڑھا' آندھی کی طرح چلا اور تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کاٹ دینے کے بعد زحر بن قیس تک پہنچ گیا۔

زحر بن قیس کی شکست و مراجعت کوفہ:

زحر گھوڑے سے اتر پڑا' لڑا اور زخم کھا کر گر پڑا' اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی' خارجیوں نے سمجھا کہ ہم نے اسے قتل کر دیا۔ مگر جب صبح ہوئی اور اسے سردی محسوس ہوئی۔ اٹھا اور خود اپنے پیروں سے چل کر گاؤں میں آیا' یہاں اس نے رات بسر کی اور پھر یہاں سے اسے لوگ کوفہ لے گئے اس کے چہرے اور سر پر تلوار اور نیزوں کے سترہ اٹھارہ زخم آئے تھے' کچھ عرصہ تک اپنی جائے قیام سے نہیں ہلا۔ پھر حجاج کے پاس آیا اور تمام چہرہ اور زخموں پر روئی کے پھائے رکھے ہوئے تھے۔ حجاج نے اسے اپنے برابر تخت پر بٹھایا اور جو لوگ اس وقت اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے انہیں مخاطب کر کے کہا جس کسی کو ایک جنتی کے دیکھنے سے خوشی حاصل ہوتی ہو جو چلتا پھرتا بھی ہے حالانکہ وہ شہید ہے۔ اسے چاہیے کہ زحر بن قیس کو دیکھ لے۔

شبیب خارجی کی نجران میں آمد:

چونکہ شبیب کے ساتھیوں کو اپنی جگہ خیال تھا کہ ہم نے زحر کو قتل کر دیا ہے۔ اس لیے انھوں نے شبیب سے کہا کہ ہم نے دشمن کے لشکر کو شکست دی۔ ان کے ایک بڑے سردار کو قتل کر دیا اس لیے بہتر یہ ہے کہ اپنی عزت و آبرو کو بچا کر آپ ہمیں یہاں سے کسی دوسری طرف لے چلیے۔

شبیب نے کہا کہ ہم نے چونکہ اس امیر کو قتل کیا اور اس لشکر کو شکست دی اس لیے وہ تمام سردار اور فوج جو تمہاری تلاش میں بھیجی گئی تھی تم سے مرعوب ہے' اب تم میرے ساتھ ان کی طرف بڑھو بخدا اگر ہم نے انھیں قتل کر لیا تو ان شاء اللہ حجاج کے قتل کرنے اور کوفہ پر قبضہ کرنے میں اب کوئی شئے ہماری سد راہ نہ ہوگی۔

سب نے کہا اب ہم آپ کی رائے پر چلنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے دل و جان سے حاضر ہیں۔ ہم آپ کی مرضی پر ہیں جیسا آپ کہیں گے ویسا ہم کریں گے۔

شبیب نے سب کو لے کر تیزی سے کوچ شروع کیا نجران پہنچا (یہ نجران وہ ہے جو عین التمر کے اطراف میں کوفہ کے قریب واقع ہے)۔

روذبار میں کوفی افواج کا اجتماع:

یہاں آ کر اس نے دشمن کی نقل و حرکت دریافت کی معلوم ہوا کہ مقام روذبار واقعہ زیریں فرات علاقہ بھقباذ اسفل میں جو کوفہ سے چودہ فرسخ کے فاصلے پر ہے تمام سردار جمع ہو رہے ہیں۔

حجاج کو بھی خبر ہوگئی کہ شبیب ان سواروں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس نے عبدالرحمٰن بن الغرق ابن ابی عقیل کے آزاد غلام کو جس کی حجاج بہت تکریم و تعظیم کیا کرتا تھا۔ حکم دیا کہ تم ان سرداروں کے پاس جا کر انہیں مطلع کر دو کہ خارجی تمہاری طرف بڑھے آ رہے ہیں اور یہ بھی کہہ دینا کہ اگر ایک ہی جگہ میں تم سب جمع ہو جاؤ تو زایدہ بن قدامہ تم سب کے سردار ہوں گے۔

ابن الغرق آیا جو پیغام تھا وہ پہنچا دیا اور پھر واپس چلا گیا۔

سپہ سالار زایدہ بن قدامہ:

غرض کہ شبیب اس جرار فوج تک پہنچا جس میں سات سردار تھے اور زایدہ بن قدامہ سب کے افسر اعلیٰ تھے۔

ہر سردار نے اپنی اپنی جمعیت کو علیحدہ علیحدہ ترتیب دیا تھا۔ میمنہ پر زیاد ابن عمرو العتکی اور میسرے پر بشر بن غالب الاسدی سردار تھا۔ ہر سردار اپنے دستہ فوج میں ایستادہ تھا۔

اب شبیب بھی اس موقع پر پہنچا۔ ایک ایسے ٹیلے پر چڑھ کر کھڑا ہوا جہاں سے وہ اپنے مقابل کی فوج کو دیکھ سکتا تھا۔

شبیب ایک کمیت رنگ کے گھوڑے پر جس کی پیشانی پر سفید داغ تھا سوار تھا۔ شبیب نے اپنے دشمن کی ترتیب و آراستگی کو دیکھا۔ پھر اپنی فوج میں چلا گیا۔

اب شبیب اپنی فوج کو تین دستوں میں منقسم کر کے تیزی سے حملہ آور ہوا اور اہل کوفہ کی فوج کے قریب آ گیا۔ وہ دستہ جو سوید بن سلیم کی زیر قیادت تھا سامنے سے گزر کر اہل کوفہ کے میمنہ کے مقابل کھڑا ہو گیا اور وہ دستہ جس کی کمان مصاد کر رہا تھا وہ بھی اس طرح اہل کوفہ کے میسرے کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ خود شبیب اپنے دستے کے ساتھ اس فوج کے قلب کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔

زایدہ بن قدامہ کا فوج سے خطاب:

زایدہ بن قدامہ اپنی فوج میں میسرہ سے میمنہ تک جاتے تھے اور لوگوں کو جنگ میں ثابت قدم رہنے کی تحریص دلاتے تھے' کہتے تھے "اے اللہ کے بندو! تم پاک ہو اور تمہاری تعداد بھی کثیر ہے۔ یہ ناپاک مٹھی بھر آدمی تمہارے مقابل ہوئے ہیں خدا کرے کہ وہ تم پر سے قربان ہونے کے لیے بنائے گئے ہوں تم دو یا تین حملوں میں ثابت قدم رہو اور پھر ان پر جوابی حملہ کرو فتح سامنے ہے' اور یقینی ہے آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان کی تعداد دو سو بھی نہ ہوگی۔ وہ صرف ایک حملے کے ہیں وہ چور ہیں۔ صراط مستقیم سے نکل گئے ہیں تم پر اس لیے حملہ آور ہوئے کہ تمہارا خون بہائیں' تمہاری مالگزاری کو وصول کر لیں۔ اس لیے کسی شئے کے حاصل کرنے میں وہ اس قدر طاقتور نہ ہوں گے جس قدر کہ تم اس کی مدافعت کرنے کی حالت میں ہوں گے۔ ان کی تعداد کم ہے' تمہاری زیادہ ہے۔ وہ ایک ہی خاص فرقے سے تعلق رکھتے ہیں' حالانکہ تم اہل جماعت ہو۔ اپنی آنکھیں بند کر لو۔ اور نیزے لے کر ان پر ٹوٹ پڑو۔ مگر ابھی جب تک میں حکم نہ دوں حملہ نہ کرنا۔ یہ کہہ کر زایدہ پھر اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

آغازِ جنگ:

جنگ شروع ہوگئی۔ سوید نے زیاد بن عمرو پر حملہ کیا ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں مگر زیاد اپنی نصف جماعت کے ساتھ اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ سوید تھوڑی دیر کے لیے ہٹ گیا اور پھر دوبارہ حملہ آور ہوا اور دونوں فریق تھوڑی دیر تک نیزہ زنی کرتے رہے فروہ بن لقیط جو خود اس جنگ میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ ہم نے تھوڑی دیر نیزہ زنی کی مگر اہل کوفہ برابر ہمارے مقابلے میں جمے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ یہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے۔ زیاد بن عمرو نہایت دلیری سے لڑا اور خوب لڑا۔ اپنے سواروں کے دل اپنی آواز سے بڑھاتا جاتا تھا اور برابر تلوار مارتا چلا جاتا تھا۔ اور اس طرح بے جگری سے لڑ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ سوید بن سلیم جیسا بہادر ترین عرب اور

بڑا ہی سخت تلوار یا بھی اس روز اس کے مقابلے سے کنائی کاٹ رہا تھا' اور سامنے نہیں آتا تھا۔

پھر ہم دوبارہ پیچھے ہٹ آئے۔ ہم نے دیکھا کہ ہمارے دشمنوں کی صفیں درہم برہم ہو رہی ہیں اس پر خارجیوں نے شبیب سے کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ دشمن کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا ہے آپ ان پر حملہ آور ہوں۔

شبیب نے کہا ذرا ٹھہرو انہیں اپنی اپنی جگہ سے ہٹ جانے دو' ان کے پاؤں اکھڑنے دو۔ خارجی تھوڑی دیر تو خاموش رہے اور سہ بارہ حملہ آور ہوئے۔

اہل کوفہ کی شکست و پسپائی:

اہل کوفہ شکست کھا کر بھاگے۔ میں نے زیاد بن عمرو کو دیکھا کہ وہ برابر تلوار مار رہا ہے مگر جو تلوار اس پر پڑتی تھی اچٹ جاتی تھی اور کچھ کارگر نہیں ہوتی تھی' حالانکہ اس نے اپنی زرہ بھی اتار کر اپنے گھوڑے کی زین پر رکھ دی تھی۔

میں نے دیکھا کہ بیس تلواریں اس پر پڑیں مگر اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ مگر آخر کار یہ بھی بھاگا کچھ تھوڑا سا زخمی ہو گیا تھا مگر یہ واقعہ شام کا ہے۔ پھر ہم نے عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر پر حملہ کر کے اسے بھی شکست دی مگر آدمی کچھ زیادہ نہیں مارے گئے اور شمشیر زنی بھی تھوڑی ہی دیر ہوئی۔ مجھے یہ اطلاع ہوئی تھی کہ عبدالاعلیٰ بھی زخمی ہوا تھا۔ یہ بھی زیاد بن عمرو سے جا ملا۔ اور ان دونوں نے راہ فرار اختیار کیا۔

مغرب کے وقت ہم محمد بن موسیٰ بن طلحہ تک پہنچ گئے اور اس سے بھی نہایت شدید جنگ ہوئی مگر محمد اپنی جگہ جما رہا۔

بشر بن غالب کا خاتمہ:

شبیب کے بھائی مصاد نے بشر بن غالب پر جو اہل کوفہ کے میسرہ پر سردار تھا حملہ کیا۔ بشر نے خوب ہی داد مردانگی دی اور اپنی جگہ جما رہا۔ آخر کار وہ اور اس کے پچاس دوسرے بہادر اپنے گھوڑوں سے زمین پر اتر پڑے اور شمشیر زنی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سب کے سب مارے گئے۔

ان مقتولین میں عروہ بن زہیر بن ناجذ الازدی بھی تھا۔ اس کی ماں کا نام زرارہ تھا اور یہ عورت بنی ازدہی میں پیدا ہوئی تھی' اس وجہ سے اس قبیلے کو بنی زرارہ بھی کہتے تھے۔

خارجیوں نے بشر کو قتل کر ڈالا۔ اس کی فوج شکست کھا کر فرار ہو گئی۔ خارجی اب ابی الضریس بنی تمیم کے آزاد غلام پر جو بشر کے متصل ہی تھا ٹوٹ پڑے اور اسے پیچھے دھکیل دیا۔ ابی الضریس اس جگہ تک پیچھے ہٹا جہاں کہ اعین متعین تھا۔ خارجیوں نے ان دونوں پر حملہ کیا اور دونوں کو شکست دی اور انہیں دبائے ہوئے زایدہ بن قدامہ تک پہنچ گئے۔

شبیب خارجی کا زائدہ پر حملہ:

جب خارجی زائدہ تک پہنچ گئے۔ زائدہ زمین پر اتر پڑے اور پکارنے لگے' اے مسلمانو اپنی جگہ ڈٹے رہو اور میرے پاس آؤ۔ تمہارے دشمن کافر ہیں' تم مومن ہو۔ اس لیے وہ تم سے زیادہ ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔

زایدہ صبح ہونے تک خارجیوں سے لڑتے رہے۔ پھر شبیب نے اپنی فوج کے دستے کے ساتھ زایدہ پر حملہ کیا۔ زایدہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور تمام میدان بہادروں کی لاشوں سے پاٹ دیا۔

اس شب زایدہ بلند آواز سے اپنی فوج والوں سے کہہ رہے تھے:

''اے لوگو! اپنی جگہ ثابت قدم رہو اور دوسروں کو بھی ثابت قدم رہنے کی ترغیب دو اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا''۔

زایدہ بن قدامہ کا قتل:

غرض کہ زایدہ اس طرح سینہ سامنے کیے ہوئے برابر دشمنوں سے لڑتے رہے' خوب جوہر شجاعت دکھائے اور آخر کار کام آئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابوالصقیر الشیبانی نے زایدہ کو قتل کیا تھا۔ مگر اس کے اس دعوے میں ایک دوسرے شخص فضل بن عامر نے حجت کی اور خود ان کے قتل کا مدعی ہوا۔ شبیب نے زایدہ کو قتل کر ڈالا' اور ابوالضریس اور اعین ایک زبردست قلعے میں جا گھسے۔

شبیب کی بیعت کی دعوت:

شبیب نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب تلوار نیام میں کر لو کسی کو قتل نہ کرو بلکہ لوگوں کو بیعت کی دعوت دو۔ چنانچہ صبح کے وقت لوگوں کو بیعت کی دعوت دی گئی۔ عبدالرحمٰن بن جندب کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو شبیب کے ہاتھ پر بیعت کرنے آئے تھے۔ شبیب اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے دوسرے سردار اس کے سامنے ایستادہ تھے۔ جو کوئی بیعت کرنے آتا اس کے شانے سے تلوار لی جاتی اس کے ہتھیار بھی لے لیے جاتے پھر وہ شبیب کے قریب پہنچتا اور امیر المومنین کے لقب سے اسے مخاطب کرتا اس کے بعد اسے جانے کی اجازت ہو جاتی اور کوئی تعارض اس سے نہ کیا جاتا۔

محمد بن موسیٰ کی شجاعت:

ابھی میں بیعت کرنے ہی گیا تھا کہ صبح ہوگئی' محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ معرکہ کارزار کے انتہائی کنارے پر اب تک اپنی جگہ جمے ہوئے تھے۔ جب صبح ہوئی ان کے حکم سے مؤذن نے اذان دی۔ شبیب نے اذان کی آواز سن کر پوچھا کہ یہ کیا ہے کسی نے جواب دیا کہ یہ محمد بن موسیٰ بن طلحہ ہے جو اب تک اپنی جگہ پر جما ہوا ہے۔

شبیب نے کہا ہاں میرا بھی یہی خیال تھا کہ اس کی حماقت اور تکبر ضرور اسے مجبور کرے گا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے' اچھا ان لوگوں کو ہم سے علیحدہ لے جاؤ۔ گھوڑوں سے اتر پڑو تاکہ نماز پڑھ لیں۔

شبیب خارجی کا محمد بن موسیٰ پر حملہ:

شبیب گھوڑے سے اتر پڑا۔ خود ہی اذان دی پھر آگے بڑھا اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ اور دوسری رکعت میں اَرَاَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ تلاوت کی اور سلام پھیرا۔ پھر سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ محمد پر حملہ آور ہوئے۔ کچھ لوگ میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور کچھ لوگ اپنی جگہ جمے رہے۔

فرد کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب ہم نے محمد پر حملہ کیا اور چاروں طرف سے اسے گھیر لیا' وہ برابر شمشیر زنی کرتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا:

﴿ الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ﴾

''الم۔ کیا لوگوں کا یہ گمان ہے کہ انھیں چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ یہ کہیں گے کہ ہم ایمان لائے ہیں اور حالانکہ انہیں کسی مصیبت میں امتحان کے لیے نہیں بھیجا گیا ہم نے ان سے اگلے لوگوں کو اس لیے مصیبت میں ڈالا تا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اپنے ایمان میں سچا اور کون جھوٹا ہے''۔

محمد شمشیر زنی کرتا ہوا مارا گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے سنا ہے کہ شبیب ہی نے اسے قتل کیا تھا۔ اس کے بعد ہم اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے اور محمد کے قیام گاہ میں جو کچھ تھا سب پر قبضہ کر لیا۔

جن لوگوں نے شبیب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں رہا تھا سب بھاگ گئے تھے۔

محمد بن موسیٰ کو شبیب خارجی کی پیش کش:

محمد بن موسیٰ بن طلحہ کے متعلق جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ ابو مخنف کی روایت ہے۔ ان کے علاوہ اور لوگوں نے یہ بیان کیا کہ جب عبدالملک بن مروان نے محمد بن موسیٰ کو سجستان کا حاکم مقرر کیا' حجاج نے محمد کو لکھا کہ جس جس مقامات سے آپ کا گزر رہا ان سب پر آپ ہی حاکم ہیں البتہ شبیب آپ کے راستے میں ہے۔

محمد بن موسیٰ شبیب کی طرف پلٹا۔ شبیب نے اس سے کہلا بھیجا کہ تمہیں دھوکہ دیا گیا ہے تمہاری آڑ میں حجاج نے اپنے آپ کو بچا لیا۔ تم میرے پڑوسی ہو تمہارا مجھ پر حق ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ جو احکام آپ کو ملے ہیں ان کے مطابق آپ اپنی منزل مقصود کو چلے جایئے' اور میں تم سے خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔

محمد بن موسیٰ اور شبیب خارجی کا مقابلہ:

مگر محمد ایسی باتوں پر کب کان دھرتا' اسی ضد پر اڑا رہا کہ میں تو شبیب سے لڑوں گا۔ شبیب نے ٹالنا چاہا اور پھر دوبارہ قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ تم مجھ سے مت لڑو۔ مگر اس بار بھی اس نے نہ مانا اور دعوت دی کہ میں تم سے مبارزت کرنا چاہتا ہوں۔[1] بطین تعنب اور سوید یکے بعد دیگرے مقابلے کے لیے بڑھے مگر محمد بن موسیٰ نے کہا کہ میں صرف شبیب ہی سے تنہا لڑنا چاہتا ہوں۔

ان لوگوں نے شبیب سے کہا کہ وہ ہم سے تو لڑنا نہیں چاہتا آپ ہی سے لڑنا چاہتا ہے۔

شبیب نے کہا خیر' کیا حرج ہے وہ اشراف ہے بہر حال شبیب مقابلہ کے لیے محمد بن موسیٰ کی طرف بڑھا اس سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تیرا خون بہانا میرے لیے حرام ہے۔ تجھے میرا حق ہمسائیگی حاصل ہے۔ محمد نے اب بھی نہ مانا اور اس پر اڑا رہا کہ میں تو لڑوں گا۔

محمد بن موسیٰ کا قتل:

غرض کہ اب شبیب نے اس پر حملہ کیا اور ایک گرز سے جس کی شام پر بارہ رطل لوہا لگا ہوا تھا اس کے سر پر ایسی شدید ضرب

---

[1] مبارزت وہ جنگ جس میں صرف ایک شخص صرف ایک کا مقابل ہوتا ہے۔ مترجم

لگائی کہ خود کے ٹکڑے ہو گئے اور سر بھی پاش پاش ہو گیا' اور محمد مردہ ہو کر گر پڑا۔

شبیب نے باقاعدہ اس کی تجہیز و تکفین کی۔ اس کے لشکر گاہ سے جو مال و متاع اس کے ہاتھ آیا تھا اس کی قیمت لگا کر اس کے اہل و عیال کو بھیج دی اور اپنے ساتھیوں سے معذرت کی کہ چونکہ محمد بن موسیٰ کوفہ میں میرا ہمسایہ تھا اس لیے میرا یہ فرض تھا کہ جو کچھ غنیمت میرے ہاتھ آئی ہے میں اسے اس کے ورثا کو دے دوں۔

اس سے پہلے محمد بن موسیٰ، عمر بن عبیداللہ بن معمر کے ہمراہ فارس میں تھا۔ اور اس کے ساتھ ابو فدیک کے مقابلے میں اس کے میمنہ کا سردار تھا۔ اس جنگ میں اس نے اپنی بہادری اور شجاعت کی وجہ سے شہرت اور ناموری حاصل کی تھی۔ عمر بن عبیداللہ نے اپنی بیٹی ام عثمان اس کے نکاح میں دے دی تھی۔ عبدالملک اس کا بہنوئی تھا۔

جب عبدالملک نے اسے سجستان کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔ یہ کوفہ آیا۔ یہاں کسی نے حجاج سے کہا کہ اگر یہ شخص جو اس قدر بہادر اور پھر عبدالملک کا سالہ بھی ہے سجستان چلا گیا اور پھر اس کے پاس اگر کسی ایسے شخص نے پناہ لی جس کی تمہیں تلاش ہو تو ہرگز اس شخص کو تمہارے حوالے نہیں کرے گا۔

حجاج نے کہا اچھا پھر کیا کیا جائے' مشورہ دیا گیا کہ تم خود اس سے ملنے جاؤ سلام کر و اس کی شجاعت و بسالت کی تعریف و توصیف کرو اور کہو کہ شبیب آپ کے راستے میں ہے میرا تو اس نے ناک میں دم کر دیا ہے مجھ سے اب کچھ نہیں ہو سکتا' اب صرف آپ سے میری تمام اُمیدیں وابستہ ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے اس کی طرف سے مطمئن کر دے گا۔ یہ کارنامہ آپ کی شہرت میں چار چاند لگا دے گا۔

یہ بات محمد کی سمجھ میں آ گئی۔ شبیب کی طرف مڑا۔ شبیب اس سے دو چار ہوا اور کہنے لگا کہ میں حجاج کی چال کو سمجھ گیا ہوں۔ اس نے تمہیں دھوکا دیا ہے اور اس طرح اس نے تمہاری آڑ میں اپنے آپ کو بچایا ہے اور میں گویا تمہارے ساتھیوں کے ہمراہ ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جب طرفین میں مقابلہ ہو گا یہ تمہیں چھوڑ دیں گے اور تم بھی اوروں کے ساتھ مارے جاؤ گے۔ میری بات مانو اور اپنا راستہ لو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری جان ضائع ہو۔

مگر محمد نے ایک نہ سنی۔ شبیب نے اس سے تنہا جنگ کی اور قتل کر ڈالا۔

ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ:

اس رات جن لوگوں نے شبیب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان میں ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ شبیب نے کہا کہ کیا تم ابو بردہ نہیں ہو۔ اس نے کہا ہاں!

شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے میرے دوستو! اس کا باپ منجملہ دو سرپنچوں کے تھا[1]

سب نے کہا کہ کیوں نہ اسے قتل کر ڈالیں۔ شبیب نے کہا کہ اس کے باپ نے جو کچھ کیا تھا۔ اس کا یہ ذمہ دار نہیں۔ سب نے کہا بے

---

[1] جنگ صفین کے بعد ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے حکم بنائے گئے تھے۔

شک آپ کا فرمانا درست ہے۔ صبح کے وقت شبیب اس قلعے کی طرف بڑھا۔ جس میں ابوالضریس اور اعین پناہ گزیں تھے۔ انہوں نے شبیب پر تیر برسائے اور قلعہ بند ہو گئے۔

شبیب خارجی کا خانجار میں قیام:

شبیب اس روز تمام دن وہاں قیام کر کے انہیں چھوڑ کر چلتا ہوا۔

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اب کوفہ تک راستہ صاف ہے کوئی مزاحم نہیں۔

شبیب نے نظر جو دوڑائی تو دیکھا کہ اس کے ساتھی روانہ ہو گئے ہیں۔ شبیب نے کہا جو کچھ ابھی تمہیں کرنا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے جو اب تک تم کر چکے ہو۔

غرض کہ یہ انہیں لے کر نضر' صراط اور بغداد پر دھاوے کرتا ہوا خانجار آیا اور یہاں ٹھہر گیا۔

عثمان بن قطن کا امارت مدائن پر تقرر:

جب حجاج کو معلوم ہوا کہ شبیب نضر کی جانب بڑھا ہے اس نے خیال کیا کہ اس کا ارادہ مدائن پر حملہ کرنے کا ہے جو کوفہ کا دروازہ ہے اور جو شخص مدائن پر قبضہ کر لے گا تو کوفہ کا بیشتر علاقہ اس کے قبضہ اقتدار میں آ جائے گا۔ اس سے حجاج کو سخت تشویش ہوئی۔ اس نے عثمان بن قطن کو بلایا اور مدائن جانے کا حکم دیا اور کہا کہ خطبہ اور نماز پڑھانے کا بھی تم ہی کو حق ہے۔ تمام علاقہ جوخی اور استان کا خراج سب تمہارے لیے ہے۔

عثمان بن قطن اور جزل:

عثمان روانہ ہوا۔ تیزی سے منزلوں کو طے کرتا ہوا مدائن پہنچا' حجاج نے عبداللہ بن عصیفیر حاکم مدائن کو موقوف کر دیا۔ جزل بھی کئی ماہ سے یہاں مقیم تھا اور اپنے زخموں کا علاج کرا رہا تھا۔ ابن ابی عصیفیر جزل کی عیادت کو آتا تھا اور بہت کچھ سلوک کرتا رہتا تھا۔ جب عثمان مدائن آیا اس نے اس کی خبر گیری نہ کی اور نہ کبھی ملنے ہی جاتا تھا اور نہ کبھی سوغات بھیجتا۔

اس پر جزل نے کہا اے اللہ! تو ابن عصیفیر کی سخاوت و شرافت میں دن دونی رات چوگنی ترقی دے اور عثمان بن قطن کے بخل میں اضافہ ہو۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث:

حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو بلایا اور حکم دیا کہ فوج کا انتخاب کر لو۔ اور اس دشمن کے تعاقب میں جاؤ۔ چھ ہزار شہسوار منتخب کر لو۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے شہسواروں اور ان کے سرداروں کو منتخب کر لیا اور اپنی قوم کے بھی چھ سو کندی اور حضرمی بہادر چنے۔ حجاج نے عبدالرحمٰن کو مشورہ دیا کہ ایک جگہ فوج کو جمع کر کے اس کی ترتیب کر لو۔ عبدالرحمٰن نے مقام دیر پر لشکر آرائی شروع کی۔

حجاج کا فوج کے نام پیغام:

جب حجاج نے ارادہ کیا کہ اب اس فوج کو روانہ کیا جائے اس نے حسب ذیل خط تمام فوج کے نام لکھا:

''حمد و ثناء کے بعد تم نے ذلیل اور کمینے لوگوں کی سی عادت اختیار کی ہے۔ جنگ میں تم نے پشت موڑی حالانکہ یہ کفار کا وتیرہ ہے۔

میں نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار تم سے درگزر کیا ہے مگر اب میں تم سے خدا کی سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اب کے پھر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں ایسی سخت سزا دوں گا اور ایسی مصیبت میں مبتلا کروں گا کہ جو تمہیں اس دشمن کے ہاتھوں ابھی جن کے لیے تم وادیوں اور گھاٹیوں میں‘ دریاؤں میں پہاڑوں میں بھاگتے پھرتے ہو تمہیں اٹھانی نہ پڑی ہوگی جس شخص میں عقل ہوگی وہ تو اس تنبیہہ سے متاثر ہو جائے گا اور اپنے خلاف کوئی موقعہ شکایت نہ آنے دے گا۔ جس نے آگاہ کر دیا وہ تو اب بالکل بری الذمہ ہے جس میں حیات ہے اگر انہیں پکارا جائے تو سن لیتے ہیں مگر جنہیں اس وقت پکارا جا رہا ہے ان میں تو حیات ہی نہیں۔ والسلام علیکم‘‘۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کی روانگی:

طلوع آفتاب کے وقت حجاج نے اپنے مؤذن ابن الاصم کو عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اسی وقت روانہ ہو جائیں اور تمام فوج میں اعلان کر دینا کہ اس مہم کے جو شخص ساتھ نہ جائے گا اور پیچھے رہ جائے گا اس کے تمام حقوق متعلقہ حفاظت جان و مال ساقط ہو جائیں گے۔

عبدالرحمٰن روانہ ہوا‘ مدائن آیا‘ ایک دن ایک رات یہاں قیام کیا۔ اس کی فوج والوں نے ضروریات زندگی خریدیں اور پھر کوچ کا اعلان کیا گیا۔

ابن الاشعث کو جزل کا مشورہ:

غرض کہ یہاں سے لاؤ لشکر روانہ ہوا۔ عثمان بن قطعن کے پاس پہنچا اور پھر جزل کے پاس آیا۔ اس کی خیریت اور زخموں کی حالت دریافت کی اور ایک گھنٹہ اس کی خیریت مزاج پوچھتا رہا اور دوسری باتیں کرتا رہا۔

جزل نے اثنائے گفتگو میں کہا اے میرے عزیز دوست! ایسے لوگوں کے مقابلے پر جا رہے ہو جو عرب کے بہادر ترین لوگ ہیں۔ جنگ و جدال ان کی گھٹی میں پڑا ہے۔ ان کا بچھونا گھوڑوں کی پیٹھ ہے۔ بخدا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ گھوڑوں کی پسلیوں میں سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کی پشتوں پر انھوں نے پرورش پائی ہے وہ شیر نیستان ہیں ان کا ایک بہادر سو پر بھاری ہے۔ اگر تم جنگ کی ابتداء کرو گے تو وہ بھی لڑنا شروع کر دیں گے اور اگر للکارا اور ڈانٹ ڈپٹ کی جائے تو بھی آگے بڑھ کر حملہ آور ہوں گے۔ میں ان سے لڑ چکا ہوں ان کا مزا چکھ چکا ہوں۔ جب کھلے میدان میں میں نے ان سے جنگ کی وہ مجھ سے برابر کیا بلکہ فائق رہے اور جب خندق میں نے اپنے گرد کھود لی اس طرح ایک محدود جگہ میں ان سے لڑا تو البتہ مجھے ان کے مقابلے میں کچھ تفوق حاصل ہوا اور میں نے ان پر فتح بھی پائی۔ اس لیے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جب تک پوری طرح تیار نہ ہو یا خندق کی آڑ نہ لے لو اس وقت تک حتی الامکان ان کے مقابلے پر نہ آنا۔

اس کے بعد جزل نے رخصت کیا اور کہا میری گھوڑی الفسیفسا ہے اسے لے جا کبھی دھوکہ دینے والی نہیں۔

ابن الاشعث کا تخوم میں قیام:

عبدالرحمٰن نے گھوڑی لے لی اور اب اپنی فوج کو لے کر شبیب کی طرف چلا۔ جب شبیب کے قریب پہنچا شبیب اس سے ہٹ کر دقوقا اور شہرزور کی طرف چل دیا۔

عبدالرحمٰن اس کے تعاقب میں چلا اور تخوم جا کر منزل کی اور کہا کہ شبیب اب علاقہ موصل میں ہے تو اب ہمیں چاہیے کہ یا اپنے شہروں کو اس کے دست برد سے بچائیں یا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

حجاج کا ابن الاشعث کو حکم:

اس پر حجاج نے اسے لکھا کہ شبیب کا تعاقب کرو۔ جہاں وہ جائے تم اس کے پیچھے جاؤ۔ یہاں تک کہ تم اسے جالو اسے قتل کر ڈالو اور صفحہ ہستی سے نابود کر دو کیونکہ یہ تمام حکومت امیر المومنین کی ہے۔ اور تمہارے ساتھ جو فوج ہے یہ امیر المومنین کی فوج ہے۔ والسلام۔

شبیب کی تلاش:

عبدالرحمٰن نے جب اس خط کو پڑھا وہ پھر شبیب کی جستجو میں نکلا۔ یوں تو شبیب اس کے مقابلے سے بچتا رہتا تھا۔ مگر رات کے وقت شبخون مارتا مگر جب یہاں آ کر دیکھتا کہ چاروں طرف خندق ہے اور حفاظت کی تمام تدابیر موجود ہیں۔ بے نیل و مرام واپس چلا جاتا اور عبدالرحمٰن اس کے پیچھے ہوتا۔

جب شبیب کو معلوم ہوتا کہ عبدالرحمٰن اپنے مورچوں سے باہر نکل آیا ہے اور میری طرف آ رہا ہے تو پھر عبدالرحمٰن کی طرف مڑتا مگر یہاں آ دیکھتا کہ تمام رسالہ اور باقاعدہ صف بستہ ہیں۔ مقابلے کے لیے آمادہ ہیں۔ قادر انداز بھی تیر لیے حکم کے منتظر ہیں۔ کوئی موقع یا کمزوری ہمدست نہ ہوتی کہ حملہ کرے۔ مجبوراً اپنا راستہ لیتا اور چلا جاتا۔

جب شبیب نے دیکھا کہ وہ عبدالرحمٰن پر کسی طرح دھوکے سے حملہ آور نہیں ہو سکتا اور نہ اس تک پہنچ سکتا ہے اس نے یہ ترکیب شروع کی کہ پسپا ہونا شروع کیا اور جب عبدالرحمٰن اپنے رسالے کے ساتھ اس کے قریب پہنچا اس نے بیس فرسخ کے فاصلے پر جا کر منزل کی اور پھر ایک پتھریلے دشوار گزار بے آب و گیاہ مقام پر پڑاؤ کیا۔

عبدالرحمٰن تعاقب کرتا ہوا یہاں بھی پہنچا۔ شبیب نے یہاں سے روانہ ہو کر بیس یا پندرہ فرسخ اور دور جا کر اور ایک دسوار گزار اور پتھریلے مقام پر منزل کی اور یہاں بھی اتنے ہی عرصہ قیام کیا کہ جتنے عرصہ میں عبدالرحمٰن یہاں بھی پہنچ گیا۔

غرضیکہ اس طرح شبیب نے اس فوج کو سخت تکالیف میں مبتلا کیا' ان کے گھوڑوں کی نعلیں گر پڑیں جس سے انہیں سخت تکلیف ہوئی۔ اگر چہ اور بھی تمام مصائب و شدائد اس فوج کو برداشت کرنے پڑے مگر عبدالرحمٰن برابر تعاقب کرتا رہا۔ خانقین پہنچا' جلولا آیا' تامرا آیا۔ یہاں سے چل کر موضع بت پر جو موصل کا ایک گاؤں دریائے موصل پر واقع ہے اور اس موضع اور کوفے کے درمیان صرف ایک ندی حولایا نامی پڑتی ہے آ کر منزل کی۔

فریقین میں التوائے جنگ کا معاہدہ:

عبدالرحمٰن نے دریائے حولایا کے بطن میں اور راذان اعلیٰ واقعہ علاقہ جوخی میں پڑاؤ کیا۔ اس دریا کے ایسے مقامات میں اس نے قیام کیا جو بہت ہی محفوظ ہے اور جہاں عبدالرحمٰن فروکش ہوا تھا وہ جگہ اسے بہت ہی پسند آئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قدرتی طور پر خندق اور قلعہ بنا ہوا تھا۔

شبیب نے عبدالرحمٰن کے پاس ایک قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج کل ہماری اور آپ کی عید کا زمانہ ہے اگر آپ مناسب

سمجھیں تو عید کے جتنے دن ہیں ان کے گزرنے تک جنگ بندی کر دی جائے تو مناسب ہے۔

عبدالرحمٰن تو دل ہی سے چاہتا تھا کہ جنگ میں ڈھیل اور دیر ہو۔ اس نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کر لیا۔

عثمان بن قطن کی عبدالرحمٰن کے خلاف شکایت:

عثمان بن قطن نے حجاج کو عبدالرحمٰن کی شکایت میں حسب ذیل خط لکھا:

''حمد وثنا کے بعد میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ عبدالرحمٰن نے تمام علاقہ جوخی کو کھود کر ایک خندق بنا دیا ہے۔ شبیب کو تو چھوڑ دیا ہے۔ مگر اس علاقے کی مال گزاری اپنے خرچ میں لا رہا ہے اور باشندوں کو کھائے جاتا ہے۔ والسلام''۔

حجاج نے اس کے جواب میں لکھا:

''عبدالرحمٰن کے متعلق جو کچھ تم نے لکھا ہے میں اسے بخوبی سمجھ گیا اور مجھے اپنی جگہ یقین ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اس نے ایسا ہی کیا ہے' اب تم خود وہاں جاؤ اور فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لو۔ تم ہی تمام فوج کے سردار مقرر کیے جاتے ہو۔ خارجیوں کے تعاقب میں تیزی کے ساتھ روانہ ہونا تا کہ تم انہیں جا لو اور ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر فتح دے گا۔ والسلام''۔

حجاج نے مطرف بن المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مدائن بھیجا۔

امیر لشکر عثمان بن قطن:

عثمان روانہ ہوا عبدالرحمٰن اور جو اہل کوفہ اس کے ہمراہ تھے ان کے پاس پہنچا' یہ لوگ دریائے حولایا پر مقام بت کے متصل پڑاؤ ڈالے پڑے تھے۔ عثمان منگل کی رات کو وہاں پہنچا اور ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ تھی۔

عثمان ایک خچر پر سوار تھا۔ جاتے ہی اس نے اعلان کیا کہ اے لوگو! تمہیں اپنے دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہونا چاہیے۔

تمام لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کی کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دلاتے ہیں آپ یہ کیا کر رہے ہیں' رات ہو چکی ہے۔ فوج جنگ کے لیے آمادہ نہیں آج رات تو آپ بسر کیجیے اور پھر پوری تیاری کے ساتھ دشمن پر حملہ کیجیے۔

مگر عثمان نے نہ مانا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اسی وقت ان سے نپٹ لوں یا میں اس موقع سے فائدہ اٹھا لوں اور یا وہی فائدہ حاصل کر لیں۔

عبدالرحمٰن اور عقیل کی فوری حملہ کی مخالفت:

اتنے میں عبدالرحمٰن بھی آ گیا۔ اس نے اس کے خچر کی لگام پکڑ لی اور جب وہ اتر پڑا اسے خدا کا واسطہ دلایا' عقیل بن شداد السلولی نے عثمان سے کہا کہ آپ اسی وقت دشمن پر جو حملہ آور ہونا چاہتے ہیں یہ آپ کل بھی کر سکتے ہیں اور کل جنگ کرنا آپ کے اور فوج کے دونوں کے لیے اچھا ہے۔ اس وقت آندھی اور غبار بہت چھایا ہوا ہے' شام بھی ہو چکی ہے آج رات آپ قیام کیجیے اور تڑکے ہی ہم سب کو لے کر دشمن پر حملہ کر دیجیے گا۔ غرض کہ عثمان رات بسر کرنے پر راضی ہو گیا۔

نہایت ہی تیز آندھی چل رہی تھی اور وہ غبار سے اٹ گیا تھا۔ تحصیلدار نے بیگار کے مزدوروں کو بلایا۔ انھوں نے اس کے لیے ایک کوٹھری بنائی اس میں عثمان نے رات گذاری۔

اہل بیت کی شبیب خارجی سے درخواست :

اب چہار شنبہ کی صبح ہوئی باشندگان بت شبیب کے پاس آئے۔ شبیب نے یہاں ان کے گرجا میں قیام کیا۔ ان لوگوں نے شبیب سے عرض کی کہ آپ کمزور اور جزیہ دینے والے پر رحم فرماتے ہیں۔ جس شخص پر جزیہ وصول کرنے میں سختی کی جاتی ہے وہ خود آپ سے دادخواہ ہوتا ہے اور جو تکلیف ہمیں پیش آتی ہے وہ ہم سب آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ آپ ان پر غور فرماتے ہیں اور اس کے انسداد کی کوشش کرتے ہیں۔

اور یہ ظالم لوگ نہ کسی کو بات کرنے دیتے ہیں نہ کسی کا عذر سماعت کرتے ہیں۔ بخدا! اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ گرجے میں مقیم ہیں اور پھر آپ اپنے لیے یہ فیصلہ کر لیں کہ یہاں سے کوچ کر کے چلے جائیں تو یہ یقینی ہے کہ وہ ہم سب کو تہ تیغ کر ڈالیں گے۔ اس لیے کہ آپ مناسب سمجھیں تو اس موضع کی ایک جانب یہاں سے ہٹ کر آپ اپنا پڑاؤ ڈالیں تا کہ ہمارے خلاف کوئی بہانہ انھیں نہ ملے۔

شبیب نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ وہ اس گاؤں سے ہٹ کر ایک جانب مقیم ہو گیا۔

اس تمام رات عثمان اپنی فوج کو جنگ کی ترغیب وتحریص دیتا رہا اور بدھ کے دن صبح کو فوج لے کر خارجیوں کی طرف بڑھا تھا کہ سامنے سے نہایت ہی تند وتیز آندھی اور غبار کا طوفان ان پر چھا گیا۔

تمام فوج نے عرض کیا کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آج تو آپ ہمیں لے کر حملہ آور نہ ہوں۔ کیونکہ آندھی کا رخ ہمارے خلاف ہے۔

عثمان اس روز بھی ٹھہر گیا۔

دوسری جانب سے شبیب اس فوج سے مقابلے کے لیے بالکل تیار تھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں بھی آ گیا تھا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ خود دشمن ہی آگے نہیں بڑھا وہ بھی اپنی جگہ رکا رہا۔

عثمان بن قطن کی سرداروں کو ہدایت :

پنجشنبہ کی رات کو عثمان جنگ کے لیے آمادہ ہوا۔ فوج کے مختلف دستوں پر سردار مقرر کیے اور ہر دستے کو لشکر گاہ کے ایک جانب متعین کر دیا اور کہا کہ اسی ترتیب کے ساتھ دشمن سے نبرد آزمائی کرنا۔

پھر پوچھا کہ میمنہ پر کون ہے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ خالد بن نہیک بن قیس الکندی اور میسرہ پر عقیل بن شداد السلولی ہیں۔

ان دونوں کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو وہاں سے ہٹنا نہیں۔ میں نے تمہیں دونوں پہلو سپرد کر دیئے ہیں' اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا ایک دم نہ ہٹنا اور نہ بھاگنا اور میں خود بقسم کہتا ہوں کہ اپنی جگہ سے کبھی نہ ہٹوں گا۔ دونوں نے عرض کی کہ ہم اس معبود کی قسم کھا کر عرض کرتے ہیں جس کے سوا اور کوئی دوسرا معبود نہیں کہ ہم میدان جنگ سے ہرگز نہ بھاگیں گے یا فتح حاصل کریں گے یا جان دے دیں گے۔

عثمان نے کہا اللہ تم دونوں کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ عثمان نے صبح کی نماز پڑھائی اور میدان جنگ کا رخ کیا۔ مدینہ کے بنی تمیم اور ہمدانیوں کا جو دستہ تھا اسے اپنے میسرہ میں دریائے حولایا پر متعین کیا اور بنی کندہ' ربیع' مذحج اور بنی اسد کے دستے کو میمنے

پر متعین کیا اور خود گھوڑے سے اتر کر فوج کے ہمراہ پیدل چلنے لگا۔

خوارج پر حملہ:

دوسری طرف شبیب بھی مقابلہ کے لیے بڑھا' آج اس کے ساتھ کل ایک سو اکاسی بہادر تھے۔ شبیب دریا کو عبور کر کے اہل کوفہ کے مقابلہ ہوا۔

شبیب خود اپنی فوج کے میمنے پر تھا۔ سوید بن سلیم میسرہ پر تھا اور اس کا بھائی مصاد قیادت کر رہا تھا۔ خارجیوں نے مجتمعہ طور پر حملہ کیا اور وہ ایک دوسرے کو پکار پکار کر ہمت بندھاتے جاتے تھے۔

عثمان بار بار یہ آیت پڑھتے جاتے تھے:

﴿ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾

''اگر تم نے راہ فرار اختیار کی تو تمہارا یہ فعل تمہیں موت یا قتل سے بچا نہیں سکتا اور پھر نہ جیو گے مگر بہت کم۔ کہاں ہیں اپنے دین کے مخالفین اپنے خراج کے بچانے والے''۔

اس پر عقیل بن شداد بن حبشی السلولی نے کہا غالباً میں بھی منجملہ ان لوگوں کے ہوں گا جو اس جنگ میں روز بار میں مارے جائیں گے۔

شبیب کا میسرہ پر حملہ:

شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا' دیکھو میں دشمن کے میسرہ پر جو دریا کے قریب متعین ہے حملہ کرتا ہوں۔ اگر میں اسے شکست دے دوں تو میرے میسرے کے سردار کو چاہیے کہ اس وقت وہ دشمن کے میمنہ پر ٹوٹ پڑے۔ البتہ میری فوج کے قلب کا سردار تاوقتیکہ اسے میرا حکم نہ ملے اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

غرض کہ شبیب نے اپنے میمنہ کو لے کر دشمن کے میسرہ پر حملہ کیا اور وہ شکست کھا کر پیچھے ہٹے عقیل بن شداد گھوڑے سے اتر پڑا' لڑا اور مارا گیا۔ اس روز مالک بن عبداللہ الہمد انی ثم المرہبی جو عیاش بن عبداللہ بن عیاش المنتوف کا چچا وہ بھی مارا گیا۔ ابن شداد دشمن سے لڑتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا:

لا ضربن بالحسام الباتر ضرب غلام من سلول صابر

ترجمہ: ''بے شک میں ایک قاطع تلوار سے بنی سلول کے ایک بہادر نوجوان کی طرح شمشیر زنی کرتا ہوں''۔

شبیب اس فوج کے لشکر گاہ میں بھی داخل ہو گیا۔

سوید کا خالد بن نہیک پر حملہ:

سوید بن سلیم نے جو شبیب کے میسرے پر سردار تھا عثمان بن قطن کے میمنہ پر جس کا سردار خالد بن نہیک بن قیس الکندی تھا' حملہ کیا۔ خالد زمین پر اتر پڑا اور نہایت بے جگری سے لڑا۔

اس اثناء میں شبیب نے اس کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اور اگرچہ بنی کندہ اور بنی ربیعہ کا دستہ اس کے زیر قیادت تھا' مگر شبیب کہیں نہ رکا اور تلوار لے کر خالد پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کیا۔ عثمان اور اس کے ساتھ اور بڑے شریف و نجیب لوگ زمین پر اتر پڑے

تھے یہ شبیب کے فوج کے قلب پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے۔

اس فوج پر شبیب کا بھائی مصاد سردار تھا اور کل ساٹھ سپاہی پیدل اس کے ہمراہ تھے۔

عثمان بن قطن کا مصاد پر حملہ:

عثمان اس دستہ کے قریب پہنچا اور اس کے ساتھ جو منتخب شرفا اور سربرآوردہ لوگ تھے انہیں ساتھ لیے ہوئے مصاد پر حملہ آور ہوا اور ایسی شمشیرزنی کی کہ ان کی ترتیب باقی نہ رہی مگر پھر شبیب نے عقب سے سواروں کے ساتھ ایسا چانک حملہ کیا کہ وہ سنبھل ہی نہ سکا۔ خارجیوں نے اہل کوفہ کے شانوں پر نیزوں سے حملہ کر کے انہیں منہ کے بل گرانا شروع کیا۔

سوید ابن سلیم بھی اپنے رسالہ کے ساتھ اسی طرف پلٹ پڑا' بلکہ خود مصاد اور اس کے ساتھی واپس آئے۔

بات یہ تھی کہ شبیب نے انہیں حکم دیا تھا کہ تم پیدل لڑو' اس وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے ان میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔

عثمان بن قطن کا خاتمہ:

عثمان بن قطن نہایت جوانمردی سے لڑا مگر پھر خارجیوں نے اس پر چاروں طرف سے حملہ کر کے اسے محاصرے میں لے لیا۔

مصاد اس پر حملہ آور ہوا' اور تلوار کا ایک ہی وار ایسا کیا کہ عثمان چکر کھا گیا اور اس نے کہا وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا. (اور خدا کا حکم پورا ہوا) اس کے بعد اور لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔

ابن الاشعث کی مراجعت دیرابی مریم:

اس جنگ میں ابرد بن ربیعۃ الکندی بھی مارا گیا۔ یہ ایک ٹیلہ پر تھا' اس نے اپنے ہتھیار اپنے غلام کو دے دیئے اور گھوڑا بھی اسے دے دیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ عبدالرحمٰن اپنے گھوڑے سے گر پڑا ابن ابی سبرۃ الجعفی نے جو ایک خچر پر سوار تھا اسے دیکھا اور پہچانا' اس کے پاس خچر سے اتر پڑا۔ اپنا نیزہ اس کے حوالہ کر دیا کہا کہ سوار ہو جایئے۔

عبدالرحمٰن بن محمد نے کہا کہ پیچھے کون سوار ہوگا۔ ابن ابی سبرہ نے کہا سبحان اللہ بھلا آپ ہی کو آگے سوار ہونا چاہیے۔

عبدالرحمٰن سوار ہو گیا اور ابن ابی سبرہ سے کہا کہ لوگوں کو حکم عام دے دو کہ سب کے سب دیرابی مریم پر جمع ہو جائیں۔ ابن ابی سبرہ نے اعلان کر دیا اور یہ دونوں چل دیئے۔

واصل بن حارث کو ابن الاشعث کی تلاش:

واصل بن حارث السکونی نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن کا وہ گھوڑا جو اسے جزل نے دیا تھا بغیر سوار کے میدان کارزار میں چکر لگاتا پھرتا ہے اتنے میں اس گھوڑے کو شبیب کی فوج والوں نے پکڑ لیا۔ واصل کو اب اپنی جگہ گمان غالب ہو گیا کہ عبدالرحمٰن میدان جنگ میں کام آیا۔ اس لیے جو لوگ مقتول پڑے تھے ان میں تلاش کرنا شروع کیا مگر نہ پایا اور لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خود اپنی سواری سے اتر پڑا اور عبدالرحمٰن کو سوار کر دیا۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ یہ عبدالرحمٰن ہی تھا۔ رہا ان کا گھوڑا اسے دشمنوں نے زبردستی پکڑ لیا۔

واصل اور ابن الاشعث کی ملاقات:

یہ سن کر واصل اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پیچھے چلا۔ واصل کے ہمراہ اس کا غلام بھی ایک خچر پر سوار ہو کر ساتھ ہوا۔

جب یہ دونوں عبدالرحمٰن اور ابن ابی سبرہ کے قریب پہنچے محمد بن ابی سبرہ نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ دو سوار ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔

عبدالرحمٰن نے پوچھا دو کے سوا بھی کوئی اور ہے ابن ابی سبرہ نے کہا نہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا تو پھر کچھ خوف نہیں دو دو کے مقابلے میں کمزور نہیں۔ ابن ابی سبرہ نے اب اس طرح باتیں کرنا شروع کیں کہ گویا اسے ان دونوں سواروں کی مطلقاً پرواہی نہیں۔ یہاں تک کہ یہ دونوں سواران کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ ابن ابی سبرہ نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ دو شخصوں نے ہمیں آ لیا ہے عبدالرحمٰن نے کہا اچھا اتر پڑو۔

غرضیکہ دونوں سواری سے اتر پڑے اور تلواریں کھینچ کر ان کی طرف بڑھے۔ جب واصل نے ان دونوں کو دیکھا اس نے شناخت کر لیا اور کہا کہ جب میدان جنگ میں اتر کر لڑنے کا موقع تھا۔ تو آپ لوگ نہ اترے اور اب اپنی بہادری جتانا چاہتے ہیں' اب اس وقت آپ کو اترنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد اس نے اپنے چہرے سے عمامہ ہٹایا۔ تب ان دونوں نے شناخت کیا۔ خوش آمدید کہا۔

واصل نے ابن الاشعث سے کہا کہ جب میں نے دیکھا کہ تمہارا گھوڑا بغیر سوار کے میدان کارزار میں گھومتا پھرتا ہے مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ تم پیدل ہی چلے آئے ہو اس لیے میں اپنا گھوڑا بھی تمہارے لیے لایا ہوں تاکہ تم اس پر سوار ہو جاؤ۔

ابن الاشعث نے خچر تو صرف ابن ابی سبرہ کے لیے چھوڑ دیا اور خود اس گھوڑے پر سوار ہو گیا اور وہاں سے روانہ ہو کر دیر الیعار آ کر قیام کیا۔

شبیب کی جانب سے بیعت کی دعوت:

ادھر شبیب نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب تلوار نیام میں کر لو۔ چنانچہ اس کے ساتھیوں نے ہاتھ قتل سے کھینچ لیا اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ اور پھر پیدل سپاہ میں سے جو لوگ باقی تھے وہ شبیب کے پاس آئے اور انہوں نے بیعت کی۔

مقتولین کی تعداد:

ابوالصقیر المحلمی نے شبیب سے کہا کہ میں نے سات کوفیوں کو دریا کے پیٹے میں قتل کیا ہے۔ ان میں کا جو آخری آدمی تھا وہ میرے کپڑوں سے چمٹ گیا۔ اور چیخ پکار شروع کی اور مجھے ڈرانے لگا۔ میں بھی اس سے ڈر گیا تھا۔ مگر پھر میں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔

اس روز بنی کندہ کے ایک سو بیس آدمی کام آئے اور تمام فوج میں سے ایک ہزار یا چھ سو آدمی مارے گئے۔ اور جس قدر سر برآوردہ لوگ تھے ان میں سے بیشتر مارے گئے۔

قدامۃ بن خازم بن سفیان الخثعمی نے اس روز ایک جماعت کو قتل کیا۔

ابن الاشعث کی مراجعت کوفہ:

عبدالرحمٰن نے وہ رات دیر الیعار میں بسر کی' دو سوار آئے اور ان کے پاس کوٹھے پر چڑھ کر چلے گئے' ایک شخص تو علیحدہ کھڑا ہو گیا اور ایک بہت دیر تک عبدالرحمٰن سے تنہائی میں باتیں کرتا رہا۔ پھر وہ اتر آیا اور اس کے دوسرے ساتھی بھی نیچے اتر آئے۔ بعد میں لوگوں نے بیان کیا کہ جو شخص عبدالرحمٰن سے باتیں کرتا رہا وہ شبیب تھا اور عبدالرحمٰن میں اور اس میں پہلے سے مراسلت ہوا کرتی

تھی۔ پچھلی رات عبدالرحمٰن یہاں سے روانہ ہوکر دیرابن مریم آئے۔ یہاں آ کر دیکھا کہ رسالے کے تمام سردار بھی موجود ہیں اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ نے اس کے لیے جو کی روٹیاں تیار کیں جو تہ بہتہ ایک دوسرے پر اس طرح رکھی ہوئی ہیں کہ قصر معلوم ہوتے ہیں اوران کے لیے بھیڑیں بھی ذبح کی ہیں۔

وہ دن تو انہوں نے کھانے پینے اوراپنے گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو چارہ کھلانے میں صرف کیا۔ تمام لوگ جمع ہوکر عبدالرحمٰن کے پاس آئے اور کہا کہ سنا گیا ہے کہ شبیب تمہارے پاس آیا تھا۔ اور گویا تم بھی اس کے قیدی تھے۔ تمام فوج منتشر ہوگئی اور جو بہترین جوانمرد تھے وہ مارے گئے۔ اس لیے اب آپ کوفہ واپس چلیے۔

غرض کہ عبدالرحمٰن کوفے کی طرف روانہ ہوا' تمام فوج بھی چلی۔ یہ کوفہ آئے اور حجاج کے سامنے نہ آتے تھے مگر اس کے بعد انہیں وعدہ معافی دے دیا گیا۔

اسلامی سکہ کا اجرا:

اسی ۷۶ھ میں عبدالملک نے درہم و دینار مضروب کرائے اور مسلمانوں میں یہ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان سکوں کو مضروب کرایا ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ مثقال جس کے مطابق عبدالملک نے یہ سکے مضروب کرائے تھے ایام جاہلیت کا مثقال تھا اوراس کا وزن ایک حبہ کم بارہ قیراط تھا۔ اوراس کے دس مثقال ایام جاہلیت کے سات مثقال کے برابر تھے۔

ہلال بن اسامۃ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے دریافت کیا کہ کتنے دیناروں پر زکوۃ واجب ہوگی۔ سعید نے کہا جس کے پاس بیس مثقال وزن شامی سے سونا ہوا سے آدھی مثقال زکوۃ دینا پڑے گی۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ شامی اور مصری میں فرق کیا ہے۔ سعید نے کہا شامی وہ وزن ہے جس کے مطابق دینار مضروب ہوئے ہیں اوران دیناروں کے مضروب ہونے سے پہلے یہ ہی دینار کا وزن تھا اور وہ ایک حبہ کم بارہ قیراط تھا۔

سعید نے یہ بھی کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اس وزن کے دینار دمشق بھیجے گئے تھے اور پھر اسی کے مطابق وہ مضروب ہوئے۔

متفرق واقعات:

اسی سنہ میں یحییٰ بن الحکم عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اوراس سنہ کے ماہ رجب میں عبدالملک نے ابان بن عثمان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔

ابان بن نوفل بن مساحق بن عمرو بن خداش (قبیلہ بنی عامر) بن لوی کو منصب قضا پر سرفراز کیا۔ اسی سال مروان بن محمد بن مروان پیدا ہوا۔ ابان بن عثمان نے جو مدینہ کا حاکم تھا اس سال لوگوں کو حج کرایا۔

کوفہ اور بصرہ کا حاکم حجاج بن یوسف تھا۔ خراسان پر امیہ بن عبداللہ ابن خالد حاکم تھا۔ شریح کوفے کے اور زرارہ ابن اوفی بصرہ کے قاضی تھے۔

باب ۷

شبیب بن یزید خارجی (۲)

۷۷ھ کے واقعات

حر بن عبداللہ بن عوف:

شبیب نے اس فوج کو جو اس کے مقابلے کے لیے حجاج نے زیر سرکردگی عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث روانہ کی تھی' شکست فاش دی' اور عثمان بن قطن کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ نہایت ہی سخت موسم گرما میں پیش آیا۔ شبیب اور اس کے ہمراہیوں کو گرمی کی شدت نے بے تاب کر دیا تھا اس لیے وہ مقام ماہ بہزاذان چلا آیا۔ یہاں اس نے تین ماہ گرمی کے بسر کیے اور بہت سے دنیا کے حریص اس کے پاس جمع ہو گئے۔ ایسے لوگ بھی آ ملے جن پر کوئی مطالبہ سرکاری باقی تھا یا جنہوں نے کوئی جرم کیا تھا' اور حجاج ان کی تلاش میں تھا۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک شخص حر بن عبداللہ بن عوف بھی تھا۔

حر بن عبداللہ کا جرم:

اس کا واقعہ یہ ہے کہ دریائے درقیط کے علاقہ کے دو زمینداروں نے اس پر سختی کی تھی' اس سے بری طرح پیش آئے تھے۔ اس نے دونوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کر ڈالا اور شبیب کے پاس چلا گیا۔ اور ماہ میں اسی کے ساتھ تھا اور شبیب کے ساتھ اس کے قتل ہونے تک اس کی تمام لڑائیوں میں شریک رہا۔ شبیب کے قتل کے بعد حجاج نے ان تمام لوگوں کو وعدہ معافی اور امان دے دیا جو شبیب سے جا ملے تھے اور جن پر کسی قسم کا سرکاری مطالبہ باقی تھا یا جو کسی جرم کے مرتکب ہوئے تھے۔ یہ اعلان جنگ سبخہ کے بعد کیا۔

حر بن عبداللہ کو معافی:

الغرض اس کے شائع ہوتے ہی حر بھی اپنے ہی طرح کے اور لوگوں کے ہمراہ کھلے بندوں نکلا۔ ان دونوں زمینداروں کے متعلقین جنہیں اس نے قتل کیا تھا آئے اور حجاج کے سامنے اس کے خلاف مستغیث ہوئے۔

حر حجاج کے سامنے لایا گیا۔ چونکہ یہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اس لیے اس نے وصیت بھی کر دی تھی۔

حجاج نے اس سے دریافت کیا' اے دشمن خدا! تو نے دو سرکاری خراج وصول کرنے والے زمینداروں کو قتل کر ڈالا۔

حر نے جواب دیا' خدا آپ کو نیک توفیق دے۔ اس سے بڑھ کر بھی ہو گیا۔ حجاج نے پوچھا کیا؟

حر نے جواب دیا کہ یہ ہی میرا امیر المومنین کی اطاعت سے نکل جانا اور عام جماعت مسلمانوں سے علیحدہ ہو جانا۔ مگر اس کے بعد آپ نے ان تمام لوگوں کو وعدہ معافی دے دیا ہے جو آپ کے پاس چلے آئیں' ملاحظہ فرمائیے یہ آپ کا اعلان امان ہے' یہ آپ کا خط ہے جو مجھے آپ نے بھیجا تھا۔

حجاج نے کہا اچھا بہتر ہے جاؤ بے شک میں نے وعدۂ معافی تو ضرور دے دیا ہے' اور پھر اسے چھوڑ دیا۔

جب گرمی کی شدت کم ہوگئی شبیب ماہ سے تقریباً آٹھ سو سپاہ کی جماعت کے ساتھ مدائن کی طرف آیا۔ مطرف بن المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس وقت مدائن کا عامل تھا۔

حجاج بن یوسف کا اہل کوفہ کو انتباہ:

شبیب قناطر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے قریب آ کر خیمہ زن ہوگیا۔ ماذرواسپ بابل مہروذ کے رئیس اعظم نے حجاج کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ نہیں معلوم کہ شبیب کا ارادہ کہاں کا ہے۔ حجاج نے اس خط کو پڑھا اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا۔ حمد وثنا کے بعد اس نے کہا۔ اے لوگو! یا تم لوگ اپنے شہروں اور خراج کی مدافعت کرو ورنہ میں اب مجبوراً ایسے لوگوں کو اس کام کے لیے بلاتا ہوں جو تم سے زیادہ اطاعت شعار فرماں بردار اور مصائب وشدائد جنگ میں زیادہ صابر اور برداشت کرنے والے ہیں۔ وہ تمہارے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور تمہاری آمدنی کو اپنے مصارف میں خرچ کریں گے۔

اس پر ہر جانب سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم دشمن کے مقابلے کے لیے تیار ہیں اور اپنے امیر کی ناراضی کو دور کر دیں گے' آپ ہمیں دشمن کے مقابلے پر جانے کا حکم دیجیے' آپ جہاں حکم دیں گے ہم جائیں گے۔

زہرہ بن حویہ کا حجاج کو مشورہ:

زہرہ بن حویہ نے جو ایک پیر فرتوت تھا اور جس سے بغیر سہارے اچھی طرح کھڑا بھی ہوا نہیں جاتا تھا کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے سردار! خدا آپ کو نیک توفیق دے' اس وقت جس قدر مہمیں آپ نے دشمن کے مقابلے پر روانہ کی ہیں وہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں پر مشتمل تھیں۔ اب آپ یہاں کی پوری مخلوق کو دشمن کے مقابلے پر بھیج دیجیے اور ایسے شخص کو جو بہادر' صابر' تجربہ کار' میدان جنگ سے بھاگنے والے کو ذلت و عار سمجھنے والا اور ثابت قدم رہنے کو عزت و بزرگی سمجھنے والا ہوا سے اس مہم کا سردار مقرر فرمایئے۔

حجاج نے کہا بس تم ہی اس کام کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہو۔

اہل کوفہ کی روانگی:

زہرہ نے جواب دیا کہ ایسے شخص کی ضرورت ہے جو نیزہ اٹھا سکے' زرہ کے بوجھ کو سنبھال سکے' تلوار چلا سکے' اور گھوڑے پر بیٹھ سکے پس ان میں سے میں کسی بات کو بھی پورا نہیں کر سکتا۔ میری بصارت کمزور ہے اور میں خود بھی بہت ضعیف ہوگیا ہوں' ہاں آپ بڑے شوق سے مجھے اس مہم کے ہمراہ بھیج دیجیے۔ میں سواری میں بیٹھ جاؤں گا اور جو اس فوج کا سردار ہوگا اس کے فوجی قیام گاہ میں رہوں گا اسے مشورہ دیتا رہوں گا۔

حجاج نے کہا خدا تمہیں اوّل اور آخر اسلام میں اس کی جزائے نیک عطا فرمائے' تم نے نہایت ہی مخلصانہ بات کہی اور سچ کہا اور میں اس تمام مخلوق کو دشمن کے مقابلے پر بھیجتا ہوں۔ اے لوگو! تم سب کے سب روانہ ہو جاؤ۔ تمام لوگ واپس پلٹے اور اب مہم پر روانہ ہوگئے۔ مگر کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ان کا سپہ سالار کون ہے۔

حجاج کی عبدالملک سے امداد طلبی:

حجاج نے عبدالملک کو اس حالت کے متعلق حسب ذیل خط لکھا:

''حمد وثناء کے بعد میں امیر المومنین (خدا آپ کی عزت بڑھائے) کو اطلاع دیتا ہوں کہ شبیب مدائن کے سامنے آ گیا

ہے اور کوفہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ باشندگان کوفہ اکثر جنگوں میں اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے جتنی لڑائیاں ہوئیں ان سب میں فوج کے سپہ سالار کو اس نے قتل کر دیا اور فوج کو شکست دی' اس لیے اگر امیر المومنین اسے مناسب خیال فرمائیں تو شامیوں کو بھیج دیں تاکہ وہ ان کے دشمنوں کا مقابلہ کریں اور تمام آمدنی اپنے مصرف میں لے آئیں۔ والسلام''۔

سفیان بن الابرد کی روانگی:

یہ خط عبدالملک کے پاس پہنچا' اس نے سفیان بن الابرد کو چار ہزار فوج کے ساتھ اور حبیب بن عبدالرحمٰن الحکمی کو بنی مذحج کے دو ہزار شہسواروں کے ساتھ حجاج کے پاس بھیج دیا۔

اب کوفے والوں کا یہ حال ہے کہ مارامار شبیب کی طرف چلے جا رہے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ امیر جیش کون ہے۔ مختلف چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کوئی کہتا ہے فلاں شخص سردار ہے اور کوئی دوسرے کا نام لیتا ہے۔

عتاب بن ورقا اور مہلب میں کشیدگی:

حجاج نے عتاب بن ورقا کو حکم بھیج دیا تھا کہ تم میرے پاس چلے آؤ۔

عتاب اس وقت مہلب کے ہمراہ کوفے والوں کے رسالے کے سردار تھے اور یہ وہی فوج تھی جسے بشر بن مروان نے قطری کے مقابلے پر روانہ کیا تھا۔ عبدالرحمٰن تقریباً دو ماہ تک اس فوج کے سردار رہے' حجاج کے عراق آنے کے بعد صرف ماہ رجب اور شعبان میں یہ فوج ان کے ماتحت رہی' آخر ماہ رمضان المبارک میں قطری نے عبدالرحمٰن کو قتل کر ڈالا اور حجاج نے اس فوج کی قیادت کے لیے جس میں کوفے ہی کے باشندے تھے اور جس میں عبدالرحمٰن قتل ہوئے تھے' عتاب بن ورقا کو بھیج دیا تھا' اور انہیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ تم مہلب کے احکام کی تعمیل کرنا۔ یہ بات عتاب کو ناگوار گزری اور پھر مہلب میں اور عتاب میں جھگڑا ہوا۔ عتاب نے حجاج کو اس عدہ سے اپنا استعفیٰ دے دیا اور درخواست کی کہ آپ مجھے اپنے ہی پاس بلا لیں۔

عتاب کی کوفہ میں طلبی:

اب جب کہ حجاج کا خط عتاب کے پاس پہنچا کہ تم چلے آؤ' اس سے وہ بہت خوش ہوئے' حجاج نے کوفے کے تمام عمائدین کو جس میں زہرہ بن حویہ العبدی (بنی اعرج) اور قبیصہ بن والق التغلبی بھی تھے اپنے پاس بلا لیا اور کہا کہ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے' میں کس شخص کو اس مہم کا سردار بناؤں۔ لوگوں نے کہا اے امیر آپ ہی کی رائے سب سے اعلیٰ واولیٰ ہے۔

حجاج نے کہا میں نے عتاب بن ورقا کو بلایا ہے اور وہ آج ہی یا کل رات کو یہاں آ جائیں گے اور یہی اس مہم کو لے کر دشمن کے مقابلے پر جائیں گے۔ زہرہ بن حویہ نے کہا اللہ نے امیر کو نیک صلاح دی۔ آپ نے ٹھیک نشانہ پر تیر لگایا ہے۔ بخدا! یہ وہ شخص ہے کہ بغیر فتح حاصل کیے واپس نہیں آئے گا اور یا اپنی جان دے دے گا۔

قبیصہ بن والق کا حجاج کو مشورہ:

قبیصہ بن والق نے عرض کیا کہ میں امیر المومنین کو کچھ مشورہ دینا چاہتا ہوں اگر یہ غلط ہو تو یہ سمجھئے گا کہ میں نے امیر المومنین آپ اور عامہ مسلمین کی خیرخواہی میں حد سے زیادہ احتیاط سے کام لیا اور اگر ٹھیک سمجھا جائے تو میں خیال کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس

کی توفیق مجھے عطا فرمائی۔

ہم نے سنا ہے کہ شام سے ایک فوج آپ کو بھیجی گئی ہے اور کوفہ والوں نے ہر جگہ شکست کھائی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیے گئے۔ جنگ کے نازک موقعوں پر ثابت قدم نہیں رہے' بھاگنے کو عار نہ سمجھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پہلو میں دل ہی نہیں رہا بلکہ وہ اور لوگوں کے سینوں میں جاگزین ہو گیا ہے۔

اس لیے اگر جناب والا مناسب تصور کریں تو اس فوج کی طرف جو شام سے آپ کی امداد کے لیے آ رہی ہے قاصد بھیج دیجیے تاکہ وہ پوری تدابیر حفاظت اختیار کریں اور ہرگز ایسی جگہ رات بسر نہ کریں جہاں انہیں خیال ہو کہ یہاں ان پر شبخون مارا جائے گا۔ خود آپ نے ایسا کیا ہے کیونکہ جنگ کے وقت آپ خود نہایت مستعد' ہوشیار اور تدابیر جنگ سے کام لینے والے ہیں' کبھی آپ پلٹ جاتے ہیں اور کبھی کجاوہ کس کے چل دیتے ہیں اور سردست آپ نے شبیب کے مقابلے پر اہل کوفہ کو روانہ کیا ہے حالانکہ ان پر آپ کو پورا اعتماد نہیں ہے اور یہ ان کے برادران ملت جو ملک شام سے ان کی امداد کے لیے آ رہے ہیں انہیں معلوم ہوا کہ شبیب کا طرز عمل یہ ہے کہ آج وہ اس علاقہ پر حملہ دھاوا کرتا ہے اور کل دوسری جگہ تاخت کرتا ہے اور مجھے خوف ہے کہ شبیب اس شام سے آنے والی فوج پر جب کہ وہ بے خبر اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائے اڑے آ رہے ہوں گے اچانک حملہ کر دے گا۔ خدانخواستہ اگر یہ فوج تباہ ہو گئی تو ہم بھی تباہ ہو جائیں گے اور تمام عراق برباد ہو جائے گا۔

حجاج نے کہا بخدا! تم نے نہایت عمدہ رائے اور مشورہ دیا ہے اور پھر عبدالرحمٰن بن الغرق ابن عقیل کے آزاد غلام کو اس فوج کی طرف روانہ کیا جو شام کی طرف سے آ رہی تھی۔

شامی فوج کو حجاج کا پیغام:

عبدالرحمٰن حجاج کا خط لے کر اس فوج کے پاس پہنچا جو اس وقت مقام (ہیت) میں فروکش تھی۔ اس خط میں مستور تھا:

''حمد و ثنا کے بعد جب تم ہیت پہنچ جاؤ تو پھر دریائے فرات اور انبار کا راستہ چھوڑ دینا اور عین التمر کے راستے سے کوفہ آؤ۔ حفاظت کی پوری تدابیر اختیار کرنا اور کوشش کرو کہ یہاں جلد پہنچ جاؤ۔ والسلام''۔

چنانچہ اس فوج نے اپنی رفتار بہت تیز کر دی۔

عتاب بن ورقا کی سپہ سالاری:

عتاب بن ورقا اسی رات جیسا کہ حجاج نے بیان کیا تھا کوفہ پہنچ گئے۔ حجاج نے انھیں سپہ سالاری کا حکم دیا۔ عتاب لوگوں کو لے کر چلے اور حمام اعین پر فوج کی آراستگی اور ترتیب کرنے لگے۔

شبیب خارجی کی کلواذا میں آمد:

دوسری جانب سے شبیب بڑھتا ہوا کلواذا آیا۔ یہاں سے اس نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے قریب کے شہر بھرسیر میں آ کر قیام کیا۔ اب مطرف بن المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور شبیب کے درمیان صرف دریائے دجلہ کا پل رہ گیا تھا۔

جب شبیب بھرسیر میں فروکش ہوا۔ مطرف نے پل توڑ ڈالا اور شبیب کے پاس قاصد کے ذریعہ پیام بھیجا کہ آپ اپنے ہمراہیوں میں سے چند سر برآوردہ شخصوں کو میرے پاس بھیج دیجیے تاکہ میں کلام پاک کے ذریعہ ان سے گفتگو کروں اور غور کروں کہ

آپ کا مذہب کیا ہے جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔

شبیب خارجی اور مطرف میں مراسلات:

شبیب نے چند سربرآوردہ آدمیوں کو جن میں قعنب' سوید اور محلل تھے اس غرض سے روانہ کیا۔ جب انھوں نے چاہا کہ کشتی میں سوار ہوں' شبیب نے حکم بھیجا کہ جب تک میرا قاصد مطرف کے پاس سے واپس نہ آ جائے کشتی میں سوار نہ ہونا۔ چنانچہ وہ قاصد واپس آ گیا۔ شبیب نے پھر مطرف سے کہلا بھیجا کہ جس قدر آدمی میرے تمہارے پاس آئے ہیں اتنے ہی تم بھی میرے پاس بھیج دو تا کہ یہ بطور یرغمال میرے پاس اس وقت تک رہیں جب تک کہ میرے آدمی واپس نہ آ جائیں۔

مطرف نے شبیب کے قاصد سے کہا کہ جاؤ اور کہہ دو کہ جب ابھی میں نے اپنے آدمی تمہارے پاس بھیجے تھے اس وقت کس طرح میں نے تم پر اعتماد کر لیا تھا اور اب کیوں تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے۔

قاصد نے واپس آ کر شبیب سے یہ پیام کہہ دیا۔

شبیب نے پھر قاصد بھیجا اور کہا کہ مطرف سے کہہ دینا کہ تم جانتے ہو کہ ہمارے مذہب میں عہد کا توڑنا حرام ہے جو برخلاف اس کے تم لوگ عہد شکنی کرتے ہو اور اسے جائز بھی رکھتے ہو۔

اس پر مطرف نے ربیع بن یزید الاسدی' سلمان بن حذیفہ بن ہلال بن مالک المزنی اور یزید بن ابی زیاد اپنے آزاد غلام اور محافظ دستہ کے افسر اعلیٰ کو بطور یرغمال شبیب کے پاس بھیج دیا۔

جب یہ لوگ شبیب کے پاس پہنچ گئے تب اس نے اپنے لوگوں کو مطرف کے پاس بھیجا۔ لوگ مطرف کے پاس آئے اور اس طرح چار روز تک برابر آتے جاتے رہے مگر کسی بات پر دونوں فریقوں کا اتفاق نہیں ہوا' اور جب شبیب کو معلوم ہو گیا کہ مطرف نہ میرا مطیع ہوتا ہے اور نہ میرے مذہب کو اختیار کرتا ہے اس نے عتاب بن ورقاء اور اہل شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا۔

شبیب خارجی کا عتاب پر حملے کا ارادہ:

شبیب نے اپنی فوج کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ آج چار روز سے اس ثقفی شخص نے مجھے اس تجویز پر عمل کرنے سے باز رکھا ہے جو میں نے سوچی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ محض رسالے دستے کو لے کر جاؤں اور اس فوج پر جو شام سے آ رہی ہے حملہ کر دوں۔ مجھے امید یہ تھی کہ اس طرح یا تو میں اچانک انھیں جا لوں گا یا انہیں حفاظت کی تدبیریں اختیار کرنے پر مجبور کر دوں گا اور مجھے کچھ ڈر نہیں' اگر میں ان سے ایسی حالت میں مقابلہ کروں جب کہ وہ اس شہر سے دور ہوں جس پر حجاج سا شخص امیر ہو جس پر وہ بھروسہ کریں اور یا کوفے کا سا شہر ہو جس کی حفاظت میں وہ اپنے آپ کو بچا سکیں' آج ہی میرے مخبروں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ فوج کی اگلی جماعتیں مقام عین التمر میں پہنچ گئی ہیں۔ اور اب وہ کوفے سے اس قدر قریب رہ گئے ہیں کہ وہاں سے کوفہ نظر آ رہا ہے۔ عتاب کی سمت سے جو میرے مخبر آئے ہیں' انہوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ عتاب اہل کوفہ کی جماعت کے ساتھ مقام صراۃ میں فروکش ہوا ہے اور یہ جگہ ہم سے بہت ہی قریب ہے اس لیے ہم سب کو عتاب کی طرف چلنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔

مطرف کی روانگی مدائن:

مطرف کو اپنی جگہ یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا میں نے شبیب سے جو نامہ و پیام کیا ہے اس کی خبر حجاج کو ہو جائے اس لیے وہ

پہاڑی علاقے کی طرف چل دیا اور یہ ارادہ کیا کہ جب تک شبیب اور عتاب کے مقابلے کا نتیجہ نہ نکلے اس علاقے میں قیام کروں گا۔

شبیب نے مطرف کو لکھا کہ اگر چہ تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی مگر میں تمہیں اپنے برابر سمجھتا ہوں اور مساویانہ سلوک کے لیے تیار ہوں۔

اس پر مطرف نے اپنی جماعت والوں سے کہا کہ اپنی عزت اور طاقت کو بچا کر ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے کیونکہ حجاج ضرور ہم سے لڑے گا مگر اس وقت ہمارے پاس بھی کافی طاقت ہوگی۔

غرض کہ مطرف وہاں سے روانہ ہوا مدائن پہنچا۔ شبیب نے پھر دریا پر پل باندھا اور اپنے بھائی مصاد کو مدائن کی طرف روانہ کیا۔

عتاب کا سوق حکمۃ میں قیام:

دوسری جانب سے عتاب شبیب کی طرف بڑھتے بڑھتے سوق حکمۃ پر آ کر فروکش ہوا تھا۔

حجاج نے اس مہم کے لیے کوفہ سے دو قسم کے لوگ روانہ کیے تھے ایک تو باقاعدہ جنگجو سپاہی اور دوسرے نوجوان رضا کار۔ اس طرح باقاعدہ فوج کی تعداد چالیس ہزار تھی اور دس ہزار نوجوان رضا کار اس کے علاوہ تھے اور اسی طرح سوق حکمۃ پر عتاب کے ساتھ یہ دونوں طرح کی جماعتیں شامل ہوگئی تھیں اور اب کی مجموعی تعداد پچاس ہزار تھی۔ کوفے میں عربوں کے جس قدر خاندان آباد تھے ان میں سے حجاج نے کسی شخص کو نہیں چھوڑا' اور نہ کسی قریشی کو بلکہ سب کو اس مہم پر روانہ کر دیا تھا۔

حجاج کا باشندگان کوفہ سے خطاب:

حجاج نے جس وقت عتاب کو شبیب کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ خطبہ دینے منبر پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا' اے باشندگان کوفہ تم سب کے سب عتاب کے پاس جاؤ' سوائے ان لوگوں کے جو سرکاری ملازم ہیں۔ کسی شخص کو اجازت نہیں کہ وہ گھر بیٹھا رہے اور اس مہم پر نہ جائے' یہ خوب سمجھ لو کہ اس مجاہد کے لیے جو شدائد جنگ میں صابر رہے عزت و بزرگی ہے' جو شخص میدان جنگ سے فرار ہو جائے' اس کے لیے ذلت و بے رحمی ہے۔ اس معبود کی قسم ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ اگر اس موقع پر بھی تم نے وہی کیا جیسا کہ تم پہلے کرتے آئے ہو تو یاد رکھو کہ تمہیں نہایت ہی سخت سزا دوں گا۔

اس تقریر کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا اور تمام لوگ سوق حکمۃ میں عتاب کے پاس پہنچ گئے۔

شبیب خارجی کا فوج سے خطاب:

دوسری جانب شبیب نے اپنی فوج کا معائنہ کیا' اس کی کل تعداد ایک ہزار تھی۔ اور پھر خطبہ دینے کھڑا ہوا۔ حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا:

> ''اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے آج تک تمہیں دشمنوں پر فتح دی ہے حالانکہ تمہاری تعداد سو اور دو سو اس سے زیادہ یا کبھی کچھ کم رہی ہے' اور آج تم سیکڑوں کی تعداد میں ہو۔ خیر مجھے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے اس کے بعد تمہیں لے کر جنگ کی طرف روانہ ہوں گا۔ چنانچہ شبیب نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر اعلان کر دیا کہ اے اللہ کے فوج والو! سوار ہو جاؤ اور تمہیں خوش خبری ہو''۔

غرضیکہ شبیب اپنی اس جماعت کے ساتھ روانہ ہوا۔ مگر اب اس کی فوج والوں کا یہ حال تھا کہ آگے بڑھنے سے ہچکچاتے تھے۔

مگر جب مقام ساباط سے یہ لوگ گزر گئے تو سب کے سب شبیب کے ساتھ اتر پڑے۔

شبیب نے ان سے پرانے قصص و حکایات بیان کیے اور جہاد کے واقعات سنائے اور عرصہ تک اپنی فوج کو دنیا کی نفرت اور آخرت کی رغبت وتحریص کی تلقین کرتا رہا۔ پھر اپنے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا۔ مؤذن نے اذان دی' شبیب نے خود آگے بڑھ کر سب کو نماز عصر پڑھائی اور پھر روانہ ہوا' اور اب عتاب اور اس کی فوج کے سامنے پہنچ گیا۔

جب شبیب کی نظر اپنے دشمن پر پڑی اسی وقت اپنے گھوڑے سے اتر پڑا' اور پھر مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا۔ مؤذن نے اذان دی اور شبیب نے آگے بڑھ کر اپنے ساتھیوں کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ سلام بن سیار الشیبانی اس کا مؤذن تھا۔

شبیب خارجی کی عتاب کی طرف پیش قدمی:

جب عتاب بن ورقا کو مخبروں نے اطلاع دی کہ شبیب آ پہنچا ہے' عتاب تمام فوج کے ساتھ میدان جنگ میں نکلا اور انہیں جنگ کے لیے باقاعدہ طور پر مرتب کیا۔

پہلے روز جب عتاب اس مقام پر پہنچا تھا اس نے اپنے لشکر کے چاروں طرف خندق کھود لی تھی اور روزانہ یہ ظاہر کرتا تھا کہ اس کا ارادہ ہے کہ خود مدائن جا کر شبیب کا مقابلہ کرے۔

شبیب کو اس بات کی اطلاع ہوگئی' اس نے کہا کہ میں اسے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں کہ خود اس کی طرف جاؤں بجائے اس کے کہ وہ میری طرف آئے اور اس لیے اب خود شبیب اس کے مقابلے پر چل کر آیا۔

عتاب کی صف بندی:

جب عتاب نے فوج کی صف بندی کی' محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو اپنے میمنہ کا افسر مقرر کیا اور اس سے کہا' اے میرے بھائی کے بیٹے تم شریف ہو' جنگ میں ثابت قدم وصابر رہنا اور دوسروں کو ثابت قدم رکھنا۔

محمد نے کہا بخدا میں اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک ایک آدمی بھی میرے ساتھ رہے گا۔

قبیصہ بن والق کا عذر:

عتاب نے قبیصہ بن والق سے جو بنی تغلب کے دستہ فوج کا افسر تھا کہا کہ تم میرے میسرہ پر رہو۔ اس پر قبیصہ نے کہا۔ میں تو بہت ہی ضعیف و بڈھا ہوں مجھ سے زیادہ سے زیادہ صرف یہ ہوسکتا ہے کہ اپنے جھنڈے تلے بیٹھا رہوں گا کیونکہ جب تک کوئی دوسرا آدمی مجھے کھڑا نہ کرے میں کھڑا تو ہو ہی نہیں سکتا' مگر یہ عبیداللہ بن الحلیس اور نعیم بن علیم دونوں تغلبی موجود ہیں (یہ دونوں سردار بھی بنی تغلب کے دستوں پر افسر تھے) بڑے تجربہ کار' محتاط مستقل ارادے والے اور بہادر ہیں' ان میں سے جس کسی کو چاہیں آپ یہ خدمت سپرد کردیں۔

چنانچہ عتاب نے نعیم بن علیم کو اپنے میسرہ کا سردار مقرر کیا۔

عتاب کی پیدل سپاہ:

اور حنظلہ بن الحارث الیربوعی اپنے چچازاد بھائی کو جو اپنے خاندان کا شیخ تھا پیدل فوج پر سردار مقرر کیا اور تمام فوج کو تین صفوں پر تقسیم کیا' ایک صف پیدل سپاہ کی تھی جو تلواروں سے مسلح تھی۔ دوسری ان لوگوں کی جن کے پاس نیزے اور بھالے تھے اور

ایک صف تیراندازوں کی تھی۔

عتاب اپنے میمنہ اور میسرہ میں گھومتا پھرتا تھا اور ہر ایک علمبردار اور اس کی فوج کے پاس جاتا انہیں خوفِ الٰہی اور صبر و استقامت کی تلقین کرتا اور قصص و حکایات بیان کرتا۔

عتاب کا کوفی فوج سے خطاب:

تمیم بن الحارث الازدی بیان کرتے ہیں کہ عتاب ہمارے پاس آ کر ٹھہرا اور بہت سے قصے بیان کیے' منجملہ ان کے مجھے تین کلمے یاد رہ گئے ہیں۔

عتاب نے کہا اے مسلمانو! جنت میں سب سے بڑا درجہ شہداء کا ہے۔ خداوند عالم اپنے مخلوقات میں سے کسی اور کو اس قدر زیادہ پسند نہیں فرماتا جتنا کہ وہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو جہاد میں صابر رہتے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے فرمایا ہے: اِصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ. (صبر کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) اب سمجھ لو کہ جس کے فعل کی خدا تعریف کرے اس کا درجہ کتنا بڑا ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ باغیوں سے دشمنی رکھتا ہے اور کیا نہیں دیکھتے کہ یہ تمہارے دشمن اندھا دھند تلواروں سے مسلمانوں کا گلا کاٹتے ہیں اور اسے قربت خداوندی کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

اس زمین کے رہنے والوں میں یہ سب سے بدترین لوگ ہیں اور اہل دوزخ کے کتے ہیں کہاں ہیں قصہ گو؟

راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے کسی شخص نے اس تقریر پر لبیک نہیں کہا۔ یہ دیکھ کر عتاب نے کہا کہ کوئی شخص ہے جو عنترہ کا شعر پڑھے۔ اس کا کسی نے جواب نہیں دیا۔

اب عتاب نے غصہ ہو کر کہا۔ بخدا! میں خوب جانتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے اور اس حالت میں چھوڑ جاؤ گے کہ ہوا مجھ پر خاک اڑا رہی ہوگی۔

عتاب سامنے آ کر قلب فوج میں بیٹھ گیا۔ زہرہ بن حویہ' عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث' ابوبکر بن محمد ابی جہم العدوی بھی اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

شبیب خارجی کی فوجی ترتیب:

شبیب بھی صرف چھ سو آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ ایک ہزار میں سے چار سو آدمی پیچھے رہ گئے اور اس کے ساتھ نہ آئے۔ اس پر شبیب نے کہا اچھا ہوا کہ ایسے لوگ پیچھے رہ گئے جن کو میں چاہتا بھی نہ تھا کہ اپنی فوج میں دیکھوں۔ شبیب نے سوید بن سلیم کو دو سو سواروں کے ساتھ اپنے میسرہ پر اور محلل بن وائل کو دو سو سواروں کے ساتھ اپنے قلب میں متعین کر دیا' اور خود بھی دو سو سواروں کے ساتھ مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں جب کہ چاند اچھی طرح روشن ہو گیا تھا اپنے میمنہ کی طرف چلا آیا شبیب نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کس کے نشان وعلم ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ بنی ربیعہ کے نشانات ہیں۔ اس پر شبیب نے کہا ہاں یہ وہ جھنڈے ہیں جنہوں نے اکثر حق کی امداد کی ہے۔[1] اور باطل کی بھی امداد کی ہے۔[2] تمام جنگوں میں ان جھنڈوں کا حصہ

---

[1] اسلام [2] کفر یا زمانہ جاہلیت

ہے۔تمہارے اس جہاد میں میں بھی حق و خیر کے لیے پوری طرح تمہارے ساتھ صعوبتوں اور تکلیفوں میں شریک رہوں گا۔تم بنی ربیعہ ہو اور میں شبیب ہوں۔ میں ابوالمدلہ ہوں۔حکومت اسی کو زیبا ہے جس میں حکومت کرنے کی صلاحیت ہو' دیکھو ثابت قدم رہنا۔

شبیب خارجی کا میسرہ پر حملہ:

اس کے بعد شبیب نے اپنے دشمنوں پر حملہ کیا (یہ اس وقت خندق کے سامنے ایک ٹیلے پر ایستادہ تھا) انہیں منتشر کر دیا۔مگر قبیصہ بن والق عبیداللہ بن الحسیس اور نعیم بن علیم کے نشان بردار اپنی جگہ جمے رہے' اور سب مارے گئے' اور تمام میسرہ کو شکست ہوئی۔بعض تغلبیوں نے شور مچا دیا کہ قبیصہ بن والق مارے گئے۔

قبیصہ بن والق کا قتل:

اس پر شبیب نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ اے معشر المسلمین تم نے قبیصہ کو قتل کر ڈالا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيْ اٰتَيْنَاهُ اٰيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ ﴾

''اور تو اس شخص کا قصہ ان سے بیان کر کہ ہم نے اسے اپنی نشانیاں دیں۔پھر وہ اس سے علیحدہ ہو گیا پھر پیچھے پڑ گیا اس کے شیطان اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا''۔

یہی حالت تمہارے بھائی قبیصہ بن والق کی ہوئی کہ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر مسلمان ہوا۔اور پھر اب کفار کی حمایت میں تم سے لڑنے آیا۔

شبیب اس کے لاشہ پر ٹھہر گیا اور کہنے لگا کہ اگر تو اپنے پہلے اسلام پر قائم رہا ہوتا تو نجات پاتا۔

شبیب خارجی کا عتاب بن ورقا پر حملہ:

پھر اپنے میسرہ کو لے کر عتاب بن ورقاء پر حملہ آور ہوا سوید بن سلیم نے اہل کوفہ کے میمنہ پر جس کی قیادت محمد بن عبدالرحمٰن کو تفویض تھی حملہ کیا۔

محمد بن تمیم اور ہمدانیوں کے کچھ لوگوں کے ساتھ برابر لڑتا رہا اور ان لوگوں نے خوب ہی جوہر شجاعت دکھائے۔ابھی لڑائی کا یہی رنگ تھا کہ انہیں معلوم ہوا کہ عتاب بن ورقا میدان جنگ میں کام آئے۔اب کیا تھا اس خبر کے سنتے ہی ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور تتر بتر ہو گئے۔

عتاب بن ورقا اور ابن حویہ کی گفتگو:

عتاب قلب فوج میں ایک چٹائی پر بیٹھے تھے اور زہرہ بن حویہ بھی ان کے ہمراہ تھے کہ شبیب نے ان پر حملہ کیا۔اس وقت عتاب نے زہرہ سے کہا کہ آج کے دن ہماری فوج کی تعداد تو بہت زیادہ ہے مگر ان میں شجاعت و استقلال کی کمی ہے۔کاش کہ اس تمام فوج کے مقابلے میں میرے پاس اس وقت صرف پانچ سو تمیمی بہادر ہوتے تو پھر میں دشمنوں کو مزا چکھاتا کیا ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے' کیا ایک بھی اپنی جان کی قربانی کے لیے تیار نہیں۔

مگر کسی نے اس پر لبیک نہیں کہا اور اسے دشمن کے نرغے میں چھوڑ دیا۔

زہرہ نے کہا اے عتاب تم نے خوب کیا' وہی کیا جو تم سے اولوالعزم کو کرنا چاہیے تھا۔ بخدا اگر دشمن کے سامنے سے تم اپنی پیٹھ پھیرتے تو بھی کے دن کی زندگی تھی تمہیں خوش ہونا چاہیے مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری موت کے وقت ہمیں درجہ شہادت دینے والا ہے۔

عتاب نے کہا خدا تمہیں اس کی ایسی جزائے خیر عطا فرمائے۔ جیسی کہ نیک کام پر ہدایت کرنے کی ملا کرتی ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کو صبر و تقویٰ کی نصیحت کی۔

عبدالرحمٰن بن محمد کا فرار:

جب شبیب اس کے بالکل قریب آ گیا تو اگرچہ اور لوگ تو دہنے بائیں کائی کی طرف پھٹ گئے تھے' مگر ایک مٹھی بھر جماعت اب بھی اس کے ساتھ لڑنے مرنے کے لیے موجود تھی۔ یہ انہیں لے کر مقابلے کے لیے جھپٹا۔ عمار بن یزید الکلبی (بنی المدینہ) نے کہا'' خدا امیر کو نیک ہدایت دے عبدالرحمٰن بن محمد آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور بہت سے لوگ بھی ان کے ساتھ فرار ہو گئے۔ عتاب نے سن کر کہا ہاں یہ کوئی انوکھی بات نہیں وہ اس سے پہلے بھی بھاگ چکا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص اس قسم کی حرکت کرتا ہے اور ذرا برابر اس کی پروا نہیں کرتا۔

عتاب بن ورقا کا قتل:

عتاب تھوڑی دیر تک مقابلہ کرتے رہے اور کہتے جاتے تھے کہ اس سے پہلے کبھی میں نے ایسی جنگ میں شرکت نہیں کی جیسی کہ یہ ہے کہ لڑنے والے تو بہت کم ہیں اور بھاگنے والے بہت زیادہ۔

اس اثنا میں بنی تغلب کے قبیلہ بنی زید بن عمرو کے ایک شخص نے عتاب کو دیکھا جس کا نام عامر بن عبد عمرو تھا۔ اس نے اپنی قوم میں ایک خون کیا تھا اور اس وجہ سے بھاگ کر شبیب سے جا ملا تھا مگر تھا شہسوار۔ اس شخص نے شبیب سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شخص جو بول رہا ہے یہ عتاب ہے اور پھر حملہ کر کے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ عتاب زمین پر گر پڑا۔ اور یہی شخص عتاب کا قاتل تسلیم کیا گیا۔

زہرہ بن حویہ کا خاتمہ:

رسالے نے زہرہ بن حویہ کو روندنا شروع کیا۔ زہرہ تلوار سے اپنی مدافعت کرتا رہا' مگر کہاں تک لڑتا۔ نہایت ضعیف تھا۔ اچھی طرح کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ فضل بن عامر الشیبانی نے حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ شبیب بھی اس کے پاس پہنچا۔ یہ زمین پر مردہ پڑا تھا۔ شبیب نے دیکھ کر پہچان اور پوچھا کس نے اسے قتل کیا۔ فضل نے کہا میں نے اسے قتل کیا۔ اس پر شبیب نے کہا یہ زہرہ ابن حویہ ہے اگر یہ اب ضلالت و گمراہی کی راہ میں مارا گیا ہے مگر مسلمانوں کی بہت سی لڑائیاں ایسی تھی جس میں اس نے خوب ہی داد مردانگی دی' نہایت شجاعت سے لڑا اور مشرکین کی بہت سی جماعتوں کو اس نے شکست دی' رات کے پردہ میں بھی وہ لشکر لے کر آئے مگر اس نے انہیں بھی ان کے کیفر کردار کو پہنچایا۔ مشرکین کے بہت سے آباد قصبوں کو اس نے فتح کیا مگر اب کیا ہو سکتا ہے اللہ کے علم میں تو یہ تھا کہ یہ ظالموں کی اعانت میں اپنی جان دے گا۔

زہرہ بن حویہ کے قتل پر شبیب کا اظہارِ غم:

فروہ بن لقیط بیان کرتا ہے کہ زہرہ کی موت کا شبیب کو سخت رنج و قلق ہوا اور اس پر بکر بن وائل کے ایک نوجوان نے کہا کہ

امیر المومنین شب گذشتہ سے ایک کافر کی موت پر اس قدر رنج وغم کر رہے ہیں۔

شبیب نے کہا کہ مجھ سے زیادہ تو ان کی ضلالت سے واقف نہیں۔ مگر میں عرصہ سے ان سے واقف تھا۔ اگر یہ اپنی اسی حالت پر قائم رہتے تو آج ہمارے بھائی ہوتے۔

میدان جنگ میں عمار بن یزید بن شبیب الکلبی مارے گئے اور اس روز ابوخیثمہ بن عبداللہ بھی مارے گئے۔

شبیب خارجی کی بیعت:

شبیب نے اہل لشکر اور فوج پر قابو پالیا۔ اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب تلوار نیام میں کرلو اور لوگوں کو بیعت کے لیے دعوت دی۔ اس وقت تو سب نے بیعت کرلی مگر رات ہی کو فرار ہو گئے۔

شبیب جب ان سے بیعت لے رہا تھا ساتھ ہی کہتا جاتا تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ دوسرے ہی وقت تم بھاگ جاؤ گے۔ اہل کوفہ کے فوجی پڑاؤ میں جس قدر مال واسباب تھا سب پر شبیب نے قبضہ کرلیا اور اپنے بھائی کو مدائن سے بلایا اور جب وہ شبیب کے پاس آ گیا تو شبیب نے کوفہ کا رخ کیا۔

دو روز بیت قرہ میں اپنی فوج کے ساتھ منزل کی اور پھر اسی سمت چلا جدھر کہ اہل کوفہ گئے تھے۔

شامی فوج کی آمد پر حجاج کا خطبہ:

اب سفیان بن ابرد الکلبی اور حبیب ابن عبدالرحمٰن الحکمی (بنی مذحج) اپنے ساتھی شامیوں کے ساتھ کوفہ پہنچ چکے تھے اس سے حجاج کو تقویت ہوگئی اور اب اسے کوفہ والوں کی کوئی پروانہیں رہی۔

حجاج خطبہ کے لیے منبر پر کھڑا ہوا۔ حمد وثنا کے بعد یوں گویا ہوا:

''اے کوفے والو! جس نے تمہیں عزت دینا چاہی اللہ نے اسے عزت نہیں دی جس نے کوشش کی کہ تمہیں فتح حاصل ہو۔ اللہ نے اسے فتح نہیں دی۔ مجھ سے دور ہو جاؤ اور دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہو جاؤ حیرہ چلے جاؤ اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ جا کر آباد ہو جاؤ اور سوائے اس شخص کے جو ہمارا عامل ہو یا جو عتاب بن ورقا کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوا ہو اور کوئی شخص ہمارے ساتھ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے کے لیے نہ جائے''۔

فروہ بن لقیط کا بیان:

فروہ بن لقیط (یہ شخص خارجی ہے) بیان کرتا ہے کہ اب ہم دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور میں عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث اور محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس الہمدانی کے قریب پہنچ گیا۔ یہ دونوں پیدل چل رہے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ عبدالرحمٰن کا سر خاک آلود تھا۔ میں ان سے باز رہا اور میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اچانک ان پر حملہ کروں حالانکہ اگر میں شبیب کے ساتھیوں کو ان کے قتل کی اجازت دے دیتا تو وہیں دونوں مار ڈالے جاتے مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دونوں میرے ہم قوم ہیں۔ ایسے شخصوں کو قتل کرنا میرے لیے مناسب نہیں۔

عامل سورا کا قتل:

شبیب بڑھتے بڑھتے صراۃ پہنچا۔

شبیب کا ارادہ کوفے پر حملہ کرنے کا تھا جب مقام سورا پہنچا اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے کہا کہ تم میں کون شخص عامل سورا کا سر میرے پاس لاسکتا ہے۔ بطین' قعنب' سوید اور دو اور شخص اس کام کے لیے آمادہ ہو گئے۔

یہ لوگ نہایت تیز رفتاری سے چلے اور مال گذاری کے دفتر پہنچے۔ سرکاری عہدہ دار خراج وصول کرنے میں مصروف تھے' خارجی مکان میں درآئے اور لوگوں کو دھوکا دیا اور کہا کہ امیر کا استقبال کرو۔ لوگوں نے پوچھا کون امیر آئے ہیں۔ خارجیوں نے کہا حجاج نے جن کو فاسق شبیب کی سرکوبی کے لیے مقرر کر کے روانہ کیا ہے وہ ہیں۔

عامل بیچارہ دھوکے میں آ گیا اور جب خارجی اس کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے تلواریں نکال لیں اور ڈانٹ ڈپٹ شروع کی' عامل کو قتل کر ڈالا اور جس قدر روپیہ تھا سب پر قبضہ کر لیا اور شبیب کے پاس چلے آئے۔

شبیب خارجی کی دولت سے نفرت:

جب شبیب کے پاس پہنچے اس نے دریافت کیا کہ کیا لائے ہو انہوں نے کہا کہ اس فاسق کا سر اور جو روپیہ ہمیں ملا لائے ہیں۔ روپیہ تھیلیوں میں بھرا ہوا ایک بارکش گھوڑے پر لدا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر شبیب نے کہا ہاں تم میرے پاس وہ شے لائے ہو جس سے مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہوتا ہے۔

غلام میرا چھوٹا بھالا لانا۔ شبیب نے اپنے بھالے سے تھیلیوں کو چاک کر ڈالا اور حکم دیا کہ بارکش گھوڑا ہانکا جائے۔ روپیہ تھیلیوں میں سے بکھرتا جاتا تھا اس طرح وہ صراۃ پہنچا۔ یہاں آ کر اس نے کہا دیکھو اب بھی کچھ باقی ہو تو اسے پانی میں پھینک دو۔

سفیان بن الابرد کی پیش قدمی:

اب سفیان بن الابرد حجاج کے ہمراہ شبیب کے مقابلے کے لیے بڑھا۔ سفیان اس سے پہلے ہی حجاج کے پاس آ چکا تھا اور اس نے حجاج سے کہا تھا کہ تم مجھے آگے بھیج دو تاکہ قبل اس کے کہ وہ تم تک پہنچے میں اس کا مقابلہ کروں مگر حجاج نے کہا میں نہیں چاہتا کہ قبل اس کے میں شبیب سے تمہاری جماعت کے ساتھ مقابلہ کروں جب کہ کوفہ ہماری پشت و پناہ ہو اور قلعہ ہمارے قبضے میں ہو کہ تم سے علیحدہ ہو جاؤں۔

سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف:

جب شام کی فوج کوفہ آ گئی تو سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف دسکرہ سے کوفہ آیا۔ مطرف بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حجاج کو لکھا تھا کہ شبیب نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے آپ مزید کمک روانہ کیجیے۔ اس پر حجاج نے سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف کو دو سو شہسواروں کے ساتھ مطرف کے پاس بھیج دیا۔ جس وقت مطرف نے پہاڑوں میں جا کر پناہ لینے کا ارادہ کیا وہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس نے اپنے منشا سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کر دیا تھا مگر سبرہ سے یہ بات پوشیدہ رکھی تھی۔ جب مطرف دسکرۃ الملک پہنچا سبرہ کو بلایا اور اپنے ارادہ سے مطلع کیا اور کہا کہ تم بھی میرے ساتھ ہو جاؤ۔ سبرہ نے اس وقت حامی بھر لی مگر جب اس کے پاس سے چلا آیا اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے وہاں سے روانہ ہو گیا۔

اتنے میں اسے یہ خبر معلوم ہوئی کہ عتاب مارے گئے اور شبیب کوفے کی طرف روانہ ہوا ہے یہ بیطری نامی ایک گاؤں میں پہنچا۔ اس وقت شبیب مقام حمام عمر پر فروکش ہوا۔

سبرہ بن عبدالرحمٰن کی سفیان ابن الابرد سے گفتگو:

سبرہ اس گاؤں سے بھی روانہ ہوا۔ اور قریۂ شاہی کے پاس دریائے فرات کو عبور کر کے سواریوں پر سوار ہو کر حجاج کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ اہل کوفہ پر سخت عتاب ہے۔ وہ سفیان بن الابرد کے پاس گیا اپنا پورا قصہ سنایا اور کہا کہ میں امیر کا مطیع ہوں۔ مطرف کو چھوڑ آیا ہوں۔ عتاب کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوا بلکہ آج تک کسی ایک جنگ میں بھی جس میں باشندگان کوفہ کو ہزیمت اٹھانی پڑی ہے میں نے شرکت نہیں کی۔ اور میں ہمیشہ سے امیر کا (حجاج) عامل رہا ہوں۔ میرے ساتھ ایسے دو سو شہسوار ہیں جو کبھی ایسی جنگ میں میرے ساتھ شریک نہیں ہوئے جس میں شکست کھانا پڑی ہو۔ یہ سب اپنے عہد وفاداری پر اب تک قائم ہیں کسی بغاوت یا سازش میں شریک نہیں ہوئے۔

سفیان یہ تمام باتیں سن کر حجاج کے پاس گیا اور جو کچھ سبرہ نے اپنی کہانی سنائی تھی' وہ سب کچھ کہہ سنائی۔ حجاج نے کہا کہ سبرہ سچا ہے اور اس کا طرز عمل ٹھیک رہا ہے اچھا اس سے کہہ دو کہ وہ بھی ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے میں جنگ میں شریک ہو۔

سفیان نے آ کر سبرہ کو اطلاع کر دی۔

شبیب خارجی کا حمام اعین میں قیام:

اب شبیب حمام اعین پر آ کر فروکش ہوا' حجاج نے حارث بن معاویہ بن ابی زرعہ بن مسعود الثقفی کو بلایا اور مسلح پولیس کے ساتھ جو عتاب کے ساتھ شریک جنگ نہیں ہوئی تھی شبیب کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی جو عامل تھے تقریباً دو سو شامیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس طرح حارث بن معاویہ تقریباً ایک ہزار فوج کے ساتھ زرارہ پہنچا۔

حارث بن معاویہ کا قتل:

اس مہم کی آمد کی شبیب کو بھی خبر ہوئی۔ شبیب فوراً ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حارث کی طرف بڑھا اور اس تک پہنچتے ہی حملہ کر دیا اور حارث کو قتل کیا۔ اور اس کی فوج کو شکست دی۔

یہ شکست خوردہ فوج کوفہ واپس چلی آئی۔

شبیب بڑھتے بڑھتے فرات کے پل تک پہنچا۔ پل کو عبور کر کے دریا کے اس کنارے کوفے کے سامنے خیمہ زن ہو گیا۔

شبیب تین روز تک اپنے فوجی پڑاؤ میں مقیم رہا' پہلے دن اس نے حارث بن معاویہ کو قتل کیا۔ دوسرے روز حجاج نے اپنے تمام آزاد غلاموں اور غلاموں کو زرہ بکتر سے مسلح کر کے شبیب کے مقابلے پر روانہ کیا یہ ڈر کے مارے کوفے کے قریب ہی قریب سڑکوں کے ناکوں پر کھڑے رہے اور آگے نہیں بڑھے۔

جنگِ سبخہ:

اب کوفے والے بھی میدان جنگ کے لیے نکلے اور اپنے اپنے راستوں پر متعین ہو گئے۔ کیونکہ انہیں خوف تھا کہ اگر وہ مقابلے پر نہ جائیں گے تو حجاج اور عبدالملک ناراض ہوں گے۔ شبیب نے سبخہ کی آخری حد پر ایوان کے قریب جہاں کہ خبر رساں کھڑے ہوتے تھے ایک مسجد بنوائی جو آج تک اسی جگہ قائم ہے۔ تیسرے روز حجاج نے اپنے آزاد غلام ابوالورد کو جو زرہ بکتر پہنے ہوئے تھا اور دوسرے غلاموں کو جو زرہ بکتر سے آراستہ تھے مقابلے کے لیے میدان جنگ میں روانہ کیا۔ خارجیوں نے ابوالورد کو دیکھ کر کہا کہ یہی

حجاج ہے۔ شبیب نے اس پر حملہ کیا اور قتل کر ڈالا اور کہا کہ اگر یہ ہی حجاج تھا تو میں نے اسے قتل کر کے تمہیں راحت دے دی۔

غلام طہمان کا قتل:

پھر حجاج نے اپنے غلام طہمان کو اسی ساز وسامان اور اسی وضع ولباس میں مقابلے کے لیے بھیجا۔ شبیب نے حملہ کر کے اسے بھی قتل کر ڈالا' اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اگر یہ شخص حجاج تھا تو میں نے اسے بھی قتل کر کے تمہیں آرام وخوشی پہنچائی۔

حجاج کی سبخہ کی طرف پیش قدمی:

جب آفتاب عالمتاب اچھی طرح بلند ہو گیا' حجاج اپنے محل سے برآمد ہوا' اور حکم دیا کہ میرے لیے خچر لاؤ اس پر سوار ہو کر میں یہاں سے سبخہ تک جاؤں گا۔ چنانچہ ایک پنج کلیان خچر لایا گیا۔ اس پر لوگوں نے کہا خدا امیر کو نیک صلاح دے یہ عجمی آج ایسے دن میں ایسے خچر پر سوار ہونے کو شگون بد سمجھتے ہیں مگر حجاج نے اس کی کچھ پروا نہیں کی اور خچر کو قریب لانے کا حکم دیا اور کہا کہ ''آج کا دن بھی روشن پیشانی اور پنج کلیان ہے''۔ یہ کہہ کر خچر پر سوار ہو کر شامیوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا۔ اور جس راستہ سے پتہ جاتا تھا' اس راہ سے روانہ ہوا' اور سبخہ کے بلند ترین حصہ تک پہنچ گیا۔

حجاج کا سبرہ بن عبدالرحمٰن کو حکم:

جب حجاج نے شبیب اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ لیا' خچر سے اتر پڑا۔ آج شبیب کے ہمراہ چھ سو سوار تھے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ حجاج مقابلے کے لیے آ گیا ہے وہ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر سامنے آیا۔

سبرہ بن عبدالرحمٰن نے حجاج کے پاس آ کر کہا کہ آپ مجھے کہاں متعین فرماتے ہیں۔ حجاج نے کہا کہ تم راستوں کے ناکوں پر کھڑے رہو اگر دشمن تمہاری طرف آئے اور لڑے تو مقابلہ کرنا۔

سبرہ یہ حکم سنتے ہی اپنے ساتھیوں کی جماعت میں جا کر ٹھہر گیا۔

حجاج کا شامی فوج سے خطاب:

حجاج نے ایک کرسی منگوائی اور اس پر بیٹھ گیا۔ شامیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم لوگ فرمانبردار' اطاعت شعار' جنگ میں ثابت قدم رہنے والے اور ایمان والے ہو' ایسا نہ ہو کہ ان ناپاکوں کی گمراہی تمہاری صداقت پر غالب ہو جائے۔ آنکھیں نیچی کر لو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ۔ اور اس طرح اپنے نیزوں کے پھلوں سے دشمن کا مقابلہ کرو۔

تمام شامی اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے' اپنے نیزے علم کر لیے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک پتھریلی سیاہ آتش فشاں زمین کا قطعہ ہے۔

سوید اور محلل کا شامی فوج پر حملہ و پسپائی:

دوسری طرف سے شبیب بھی ان پر بڑھا' اور جب قریب آ گیا اس نے اپنی جماعت کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا ایک دستہ خود لے لیا' ایک سوید کے سپرد کیا اور ایک محلل بن وائل کے حوالے کر دیا' اور سب سے پہلے سوید کو حملے کا حکم دیا۔ سوید نے حملہ کیا' شامی اپنی جگہ جمے رہے۔ جب دونوں طرف سے نیزوں کے پھل آپس میں مل گئے' سامی سوید اور اس کے ہمراہیوں پر سامنے کے رخ سے جھپٹ پڑے اور بڑھ بڑھ کر نیزہ زنی کرنے لگے۔ سوید کو واپس پلٹنا پڑا۔ یہ دیکھتے ہی حجاج نے للکارا۔

''اے اطاعت شعار اور فرمانبردار لوگو! شاباش اس طرح بہادر لڑتے ہیں لڑتے جاؤ۔ غلام میری کرسی آگے بڑھا''۔
اب شبیب نے محلل کو حملے کا حکم دیا۔ محلل حملہ آور ہوا مگر اس کے ساتھی بھی شامیوں نے وہی کیا جو سوید کے ساتھ کر چکے تھے۔
اس مرتبہ پھر حجاج نے ان کے طرز عمل کی اسی طرح داد دی اور غلام کو حکم دیا کہ ''کرسی اور آگے بڑھا''۔

شبیب کا حملہ و پسپائی:

یہاں تک کہ اب شبیب حملہ آور ہوا۔ پہلے تو شامی اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑے رہے' مگر جب نیزوں کے پھل ایک دوسرے سے مل گئے' وہ اپنی اپنی جگہ سے آگے جھپٹ کر شبیب کے بالکل سامنے سے حملہ آور ہوئے۔
عرصہ تک شبیب ان سے لڑتا رہا مگر آخر شامیوں نے آگے بڑھ بڑھ کر ایسی نیزہ زنی کی کہ شبیب کو اس کی فوج تک پیچھے ہٹا دیا۔

شبیب کا سوید کو عقب سے حملہ کا حکم:

شبیب نے جب دیکھا کہ یہ تو اس قدر صبر و استقلال سے لڑ رہے ہیں' سوید کو حکم دیا کہ تم لحام جریر کی سڑک پر حملہ کرو۔ کیونکہ شاید اس کے مدافعین کو تم ہٹا سکو اور اس طرح حجاج پر عقب سے حملہ کرنا اور ہم سامنے سے حملہ آور ہوں گے۔
سوید اپنی جماعت کو ساتھ لے کر علیحدہ چلا گیا اور اس راستہ کے ناکے پر جو لوگ متعین تھے ان پر حملہ آور ہوا۔ مگر لوگوں نے مکانات پر سے اور سڑک سے اس قدر تیر برسائے کہ سوید کو واپس ہونا پڑا۔
حجاج نے پہلے ہی سے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو تقریباً تین سو شامیوں کے ساتھ اپنے پیچھے اسی لیے متعین کر رکھا تھا تاکہ خارجی عقب سے حملہ نہ کر سکیں۔

شبیب کا خوارج سے خطاب:

فروہ بن لقیط راوی ہے کہ اس جنگ کے روز شبیب نے ہم سے کہا: اے اہل اسلام! ہم نے اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور جس کسی نے اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ بیچ ڈالا ہو اسے اللہ کی راہ میں چاہے کیسی تکلیف اور مصیبت کیوں نہ اٹھانا پڑے اسے اس کی پرواہ نہ کرنا چاہیے۔ صبر کرو اور ایک ہی ایسا شدید حملہ کرو جیسا کہ تم نے ان لڑائیوں میں حملے کیے ہیں جن میں تمہیں فتح سے سرخروئی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد شبیب نے اپنے تمام ساتھیوں کو ایک جا کیا۔
حجاج نے جب دیکھا کہ شبیب حملہ کرنا چاہتا ہے اس نے اپنی فوج سے کہا کہ اے اطاعت شعار اور فرمانبردارو! اس ایک حملے کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا۔ اس کے بعد میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمارے اور فتح کے درمیان کوئی شے حائل نہیں رہے گی۔
تمام شامی اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔

شبیب خارجی کا دوسرا حملہ:

شبیب نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ کیا اور جب بالکل شامیوں سے بھڑ گیا حجاج نے بھی اپنی فوج کو بڑھنے کا حکم دیا اور ان لوگوں نے آگے بڑھ بڑھ کر خوب ہی نیزہ زنی اور شمشیر زنی شروع کی اور شبیب اور اس کے ساتھیوں کو پیچھے ڈھکیلتے رہے اور وہ بھی ان سے برابر لڑتا رہا' یہاں تک کہ موضع بستان زایدہ پہنچا۔ یہاں پہنچ کر شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اے اللہ کے دوستو!

گھوڑوں سے اتر پڑو اور خود بھی گھوڑے سے اتر پڑا۔

شبیب نے اپنے ساتھیوں کو اترنے کا حکم دیا۔ آدھے تو گھوڑوں سے اتر گئے اور آدھے سوید بن سلیم کے ساتھ چھوڑ دیئے گئے۔

حجاج بڑھتے بڑھتے شبیب کی مسجد تک پہنچا اور شامیوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا:

''اے اطاعت شعارو! اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں حجاج کی جان ہے یہ پہلی فتح ہے جو ہمیں حاصل ہوئی''۔

حجاج مسجد پر چڑھ گیا۔ اس کے ساتھ تقریباً بیس آدمی اور بھی چڑھ گئے جن کے پاس تیر تھے حجاج نے ان سے کہا کہ اگر خارجی ہمارے قریب آئیں تو تیروں سے ان کی خبر لینا۔

غرض کہ اس طرح اس تمام دن نہایت ہی شدید جنگ ہوتی رہی کہ دونوں فریق ایک دوسرے کی شجاعت و بسالت کے قائل تھے۔

خالد بن عتاب کا خوارج پر حملہ:

خالد بن عتاب نے حجاج سے کہا کہ آپ مجھے خارجیوں سے لڑنے کی اجازت دیجیے۔ کیونکہ میرے باپ کو انہوں نے مارا ہے۔ میں اس کا بدلہ لوں گا' اور آپ مجھے جانتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو بے اعتبار ہوں۔

حجاج نے کہا اچھا میں نے اجازت دی۔ خالد نے کہا میں ان کے عقب سے ان پر حملہ کرتا ہوں۔ تاکہ ان کی قیام گاہ پر غارت گری کروں۔ حجاج نے کہا اچھا جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو۔ خالد اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ چل دیا۔ خارجیوں کے عقب سے ان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوا۔

مصاد کا قتل:

خالد نے شبیب کے بھائی مصاد کو قتل کیا اور اس کی بیوی غزالہ کو فروہ بن دفان الکلبی نے قتل کیا ان کے لشکر گاہ میں آگ لگا دی۔

اس واقعہ کی خبر شبیب اور حجاج دونوں کو ہوئی۔ حجاج اور اس کی فوج نے تو خوشی میں نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا اور شبیب اور اس کے ساتھ جس قدر خارجی اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے تھے وہ سب کے سب ایک دم اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

شامی سپاہ کا شبیب پر حملہ:

یہ دیکھ کر حجاج نے شامیوں سے کہا کہ چونکہ انہیں ایسی خبر ملی ہے جس سے وہ مرعوب ہو رہے ہیں۔ اس لیے اب تم ان پر حملہ کرو۔ شامی ان پر حملہ آور ہوئے اور انھیں شکست دی' صرف شبیب ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ میدان جنگ میں باقی رہا۔

شبیب خارجی کی شکست و پسپائی:

ایک شخص راوی ہے جو خود شبیب کے ہمراہ تھا۔ جب شبیب کی فوج کو شکست ہوئی تو پل پر سے گزر کر آیا۔ حجاج کے رسالے نے اس کا تعاقب کیا۔ شبیب اپنا سر ہلاتا جاتا تھا۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنین ذرا مڑ کر دیکھئے آپ کے پیچھے کون آ رہا ہے۔

شبیب نے بالکل بے پروائی سے مڑ کر دیکھا اور پھر گردن جھکا لی اور سر ہلانے لگا۔ جب حجاج کا رسالہ ہمارے قریب آ گیا۔ ہم نے عرض کی امیر المومنین دشمن آپ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ شبیب نے پھر پیچھے مڑ کر دیکھا مگر بخدا ذرا بھی پروانہیں کی اور پھر سر کو ہلانے لگا۔ اس کے بعد حجاج نے اپنے اس رسالے کو حکم بھیجا کہ شبیب کا تعاقب نہ کرو اور اسے اللہ کی آگ میں جلنے کے لیے چھوڑ دو۔ چنانچہ دشمن ہمیں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

جس وقت شبیب نے پل کو عبور کر لیا اسے توڑ ڈالا۔

فروہ کہتا ہے کہ جب ہم شکست کھا کر بھاگے میں شبیب کے ہمراہ تھا جب تک کہ پل سے گزر نہ آئے کسی نے اسے چھیڑا نہ کسی نے ہمارا تعاقب کیا۔

حجاج کی مراجعت کوفہ:

حجاج کوفہ آیا۔ منبر پر خطبہ کے لیے کھڑا ہوا۔ حمد وثنا کے بعد اس نے کہا کہ اس سے پہلے کبھی شبیب سے ایسی جنگ نہیں ہوئی' بخدا وہ میدان جنگ سے بھاگ گیا اور اپنی بیوی کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کے چوتڑ میں نیزے کا بانس توڑا گیا ہے۔

حجاج کی مجلس مشاورت:

اس جنگ کے متعلق مزاحم بن زحر بن جساس التیمی کا یہ بیان ہے۔ کہ جب شبیب نے ہر معرکہ میں حجاج کی فوج کو شکست دی۔ حجاج نے ہم سب کو اپنے پاس بلایا۔ ہم سب لوگ اس کے دیوان خانہ میں جہاں وہ رات کو رہا کرتا تھا پہنچے' حجاج ایک تخت پر متمکن تھا اور لحاف اوڑھے ہوئے تھا۔

حجاج نے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسی بات کے لیے بلایا ہے جس میں سلامتی بھی ہے اور غور وفکر بھی۔ آپ لوگ مجھے اس معاملے میں مشورہ دیجیے۔ شبیب نے آپ کی تمام فصلوں پر قبضہ کر لیا' آپ کے گھروں میں گھس آیا' آپ کے سپاہیوں کو اس نے قتل کر ڈالا۔ اب بتائیے کہ کیا کیا جائے سب لوگوں نے سوچنے کے لیے گردنیں نیچے کر لیں۔

قتیبہ کی حجاج پر تنقید:

پھر ایک صاحب اپنی کرسی سے صف سے آگے بڑھے اور عرض پرداز ہوئے کہ اگر امیر مجھے بولنے کی اجازت دیں تو میں عرض کروں۔ حجاج نے کہا فرمائیے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ سچ تو یہ ہے کہ آپ نے نہ تو اللہ کے احکام کی نگہداشت کی' نہ امیر المومنین کی حفاظت کی اور نہ رعیت کی خیر خواہی۔ یہ کہہ کر پھر صف میں اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ یہ شخص قتیبہ تھا۔ حجاج یہ سن کر برہم ہوا۔ لحاف اتار دیا اور اپنے پاؤں تخت سے لٹکا دیئے جو مجھے نظر آ رہے تھے اور پوچھا کس شخص نے یہ باتیں کیں۔

قتیبہ کا حجاج کو جنگ میں شریک ہونے کا مشورہ:

قتیبہ پھر صف میں سے اپنی کرسی سے اٹھے اور جو کچھ کہہ چکے تھے اسے دہرایا۔ حجاج نے کہا اچھا اب کیا کرنا چاہیے:

قتیبہ نے کہا یہ چاہیے کہ آپ خود اس کے مقابلے پر جائیں اور آخری فیصلہ کر لیں۔

حجاج نے کہا اچھا میرے لیے فوجی قیام گاہ کے لیے جگہ تجویز کرو اسے درست کرو اور پھر صبح کو میرے پاس آؤ۔

راوی کہتا ہے کہ ہم قتیبہ بن سعید کو برا بھلا کہتے ہوئے مجلس مشاورت سے نکلے کیونکہ انہیں حضرات نے حجاج سے قتیبہ کی سفارش کی تھی

اور اسی بنا پر حجاج نے قتیبہ کو اپنا مشیر دوست بنا لیا تھا۔

حجاج اور قتیبہ کی ملاقات:

ہمیں احکام تو دے ہی دیئے گئے تھے۔ صبح ہوتے ہی ہم ہتھیاروں سے مسلح ہو کر روانہ ہوئے' حجاج نے صبح کی نماز پڑھی اور پھر محل میں چلا گیا۔ اس کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کا حاجب آتا تھا اور دریافت کرتا تھا کیا اب بھی آئے اب بھی آئے۔ ہم جانتے نہ تھے کہ کسے دریافت کر رہا ہے۔ اور تمام دیوان خانہ شاہی لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ اس کے بعد پھر حاجب نے آ کر پوچھا کہ کیا اب بھی آئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ قتیبہ مسجد میں ٹہل رہے ہیں اور ایک ہرات کی بنی ہوئی سبز قبا زیب تن ہے۔ سرخ باریک ململ کا عمامہ سر پر بندھا ہوا ہے۔ ایک چوڑی چکلی تلوار حمائل ہے۔ جس کا پرتلہ تنگ اور چھوٹا تھا۔ معلوم ہوتا تھا بغل میں دبائے ہیں۔ اپنی قبا کے دامن کو کمر کے پٹکہ میں لپیٹ دیا تھا زرہ دونوں پنڈلیوں تک لٹکی ہوئی تھی۔ ان کے لیے دروازہ کھولا گیا۔ قتیبہ محل میں داخل ہوئے کسی نے انہیں روکا نہیں اور یہ سیدھے حجاج کے پاس اس کے خاص کمرے میں چلے گئے۔ دیر تک وہاں رہے' پھر برآمد ہوئے اب ان کے ساتھ جھنڈا بھی تھا جو ہوا میں بل کھا رہا تھا۔

قتیبہ کی پیش قدمی:

حجاج نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر کھڑا ہوا اور باتیں کرنے لگا' اور اس جھنڈے کو باب الفیل سے باہر نکالے جانے کا حکم دیا۔ خود حجاج بھی اس کے پیچھے ہی باہر نکلا' دروازہ پر ایک بھورے رنگ کا چاند تارے والا پچکلیان خچر موجود تھا۔ حجاج اس پر سوار ہوا پیش دست خدمت گاروں نے اور گھوڑے بھی پیش کیے' مگر حجاج نے اور سب پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور اس خچر پر سوار ہو گیا۔ اور باقی تمام لوگ بھی سوار ہوئے۔ قتیبہ ایک کمیت رنگ کے چاند تارے والے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ کاٹھی اس قدر بڑی تھی کہ جب قتیبہ اس پر بیٹھے تو معلوم ہوتا تھا کہ زین میں ایک انار رکھا ہوا ہے۔ یہ تمام لاؤ لشکر دار السقایۃ کے راستہ پر ہولیا اور سبخہ کی طرف چلا۔ سبخہ میں شبیب کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ یہ بدھ کا دن تھا۔ دونوں فریق اس روز تو اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور جمعرات کی صبح کو جنگ کے لیے روانہ ہوئے۔ اور پھر جمعہ کے دن صبح کو لڑنے گئے۔ اور نماز جمعہ کے وقت خارجیوں کو شکست ہوئی۔

حجاج بن قتیبہ راوی ہے کہ شبیب بڑھا۔ حجاج نے اس کے مقابلے پر ایک امیر کو بھیجا۔ شبیب نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دوسرے کو بھیجا۔ شبیب نے اسے بھی قتل کر ڈالا۔ ان دونوں میں سے ایک اعین حمام اعین کا مالک تھا۔

غزالہ زوجہ شبیب کی منت:

شبیب کوفے میں درآیا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی غزالہ بھی تھی۔ اس نے منت مانی تھی کہ مسجد کوفہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گی جس کی ایک رکعت میں سورۂ بقر اور دوسری میں آل عمران تلاوت کروں گی۔ چنانچہ اس نے اپنی منت پوری کی اور شبیب نے اپنے لشکر گاہ میں جھونپڑے بنا لیے۔

حجاج اور قتیبہ میں سخت کلامی:

حجاج نے کھڑے ہو کر اپنی تقریر میں کہا اے باشندگان عراق! میں نہیں دیکھتا کہ تم دشمنوں سے لڑنے میں خلوص اور دلچسپی کا اظہار کرتے ہو۔ میں امیر المومنین کو لکھے دیتا ہوں کہ آپ اہل شام کو میری امداد کے لیے بھیجیے۔

اس پر قتیبہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ تم خود خارجیوں سے جنگ کرنے میں اللہ اور امیر المومنین سے مخلصانہ برتاؤ نہیں کر رہے۔ اس پر حجاج نے قتیبہ کے عمامہ ہی سے ان کا بہت سختی سے گلا گھونٹا۔

(اب یہاں سے پھر حجاج اور قتیبہ کی گفتگو شروع ہوتی ہے) حجاج نے پوچھا کہ یہ تم کس طرح کہتے ہو۔ قتیبہ نے کہا کہ تم ایک شریف و جوانمرد شخص کو خارجیوں کے مقابلہ میں بھیجتے ہو۔ اس کے ساتھ معمولی لوگ ہوتے ہیں جو بھاگ جاتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں اور بیچارہ وہ بہادر لڑتا ہے اور اپنی جان دیتا ہے۔ حجاج نے کہا اچھا اب کیا کیا جائے؟

قتیبہ نے کہا تم خود میدان جنگ میں چلو اور تمہارے ساتھ یہ تمہارے تمام حالی موالی بھی چلیں' جب یہ لوگ اچھی طرح سے اپنی جانیں لڑا دیں گے۔

اس پر جس قدر لوگ وہاں موجود تھے سب نے قتیبہ پر لعن طعن کی۔

حجاج نے کہا بخدا کل میں صبح کو شبیب کے مقابلے پر جاؤں گا۔

جب دوسرے دن صبح ہوئی تمام لوگ حاضر ہوئے۔ قتیبہ نے پھر اس وقت حجاج سے کہا کہ آپ اپنی کل کی قسم یاد رکھیں اس پر پھر تمام لوگوں نے انھیں برا بھلا کہا۔ حجاج نے ان سے کہا کہ تم جاؤ اور میرے فوجی قیام گاہ کے لیے جگہ کا انتخاب اور اس کی درستی اور صفائی کرو۔

حجاج کی میدان جنگ میں آمد:

قتیبہ حجاج کے پاس سے چلے گئے۔ حجاج اور ان کے ساتھیوں نے روانگی کی تیاری کی اور چل کر ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں گھوڑا تھا اور کوڑا پڑا ہوا تھا۔ حجاج نے کہا کہ بس اسی جگہ میرا خیمہ نصب کرو۔ لوگوں نے کہا بھی کہ یہاں کثافت ہے اس پر حجاج نے کہا کہ جس طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ اس کوڑے کرکٹ سے بھی زیادہ بدتر ہے' زمین تو اس کے نیچے پاک ہے۔ آسمان اس کے اوپر پاک ہے۔ غرض کہ حجاج اس جگہ اتر پڑا اور لوگوں کو ترتیب سے کھڑا کیا۔

خالد بن عتاب بن ورقا کی حکمت عملی:

خالد بن عتاب بن ورقا چونکہ معتوبین میں سے تھا' اس لیے وہ اس فوج میں شریک نہیں تھا' دوسری طرف سے شبیب مع اپنی فوج کے سامنے آیا۔ خارجیوں نے اپنے گھوڑے قریب کر لیے اور پا پیادہ آگے بڑھنے لگے۔

شبیب نے ان سے کہا کہ اب تیر اندازی تو چھوڑ دو اور ڈھالوں کی آڑ میں آہستہ آہستہ چلو اور جب دشمن کے نیزوں کو ڈھالوں کے نیچے کر لینا تاکہ تم اپنی جگہ جمے رہو اور پھر دشمنوں کے قدم قطع کر دینا۔ اور اللہ کے حکم سے بس تمہیں فتح ہوگی۔ چنانچہ خارجی اسی طرح آہستہ آہستہ اہل کوفہ کی طرف بڑھنے لگے۔

خالد بن عتاب اپنے ملازم اور خدمت گاروں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا اور خارجیوں کے لشکر گاہ میں عقب سے آ کر ان کی جھونپڑیوں کو آگ لگا دی۔

خارجیوں نے جب آگ کی روشنی اور اس کی آواز سنی تو مڑ کر دیکھتے کیا ہیں کہ ان کے گھروں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ فوراً اپنے اپنے گھوڑوں کی طرف بھاگے' اہل کوفہ ان کے پیچھے چلے اور خارجیوں کو شکست ہوگئی۔

حجاج خالد سے خوش ہو گیا اور اسی کو خارجیوں سے لڑنے کے لیے سردار مقرر کر کے روانہ ہوا۔

حجاج کے مخبر کی گرفتاری و رہائی:

جب شبیب نے عتاب کو قتل کر ڈالا تو اس نے دوسری مرتبہ کوفہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور بالکل کوفے کے سامنے تک چلا آیا۔

حجاج نے سیف بن ہانی اور ایک اور شخص کو شبیب کے پڑاؤ کی طرف خبریں لینے کے لیے بھیجا۔ یہ دونوں شبیب کے لشکر گاہ میں آئے۔ خارجی تاڑ گئے کہ مخبر ہیں' ایک شخص کو تو وہیں تہ تیغ کر ڈالا البتہ سیف بن ہانی بھاگا۔ ایک خارجی بھی اس کے پیچھے چلا۔ سیف نے اپنے گھوڑے کو ایک نالے پر سے کدایا اور پھر اس شخص سے درخواست کی کہ تو مجھے امان دے میں سچ سچ سارا واقعہ بتائے دیتا ہوں۔

خارجی نے امان دے دی۔ سیف نے بتایا کہ مجھے اور میرے دوسرے ساتھی کو حجاج نے اس لیے بھیجا تھا کہ شبیب کی خبر لائیں۔ اس پر خارجی نے کہا کہ حجاج سے کہہ دو کہ دوشنبہ کے دن ہم حملہ کریں گے۔

سیف نے حجاج کے پاس آ کر اطلاع دی۔ حجاج نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا اور پھر آنکھ ماری۔

شبیب کا بطین کو دارالرزق جانے کا حکم:

غرضیکہ دوشنبہ کے دن خارجی کوفہ کی طرف چلے۔ حجاج نے حارث بن معاویۃ الثقفی کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ زرارہ پر اس کی شبیب سے مڈبھیڑ ہوئی' شبیب نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کی فوج کو شکست دی اور کوفہ کے اور قریب آ گیا۔ شبیب نے بطین کو دس شہسواروں کے ساتھ روانہ کیا کہ دارالرزق میں دریائے فرات کے کنارے میرے ٹھہرنے کے لیے کسی مکان کا انتظام کرو۔ بطین اس کام کے لیے روانہ ہوا۔

بطین اور حوشب بن یزید میں مقابلہ:

حجاج نے حوشب بن یزید کو تمام اہل کوفہ کے ساتھ شبیب کے مقابلے پر روانہ کیا۔ یہ لوگ تمام راستوں کے ناکوں پر کھڑے ہو گئے' بطین ان سے لڑا مگر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ شبیب سے امداد طلب کی' شبیب نے اور شہسوار اس کے پاس بھیج دیئے۔ انھوں نے حوشب کے گھوڑے کو زخمی کر دیا اور اسے شکست دی مگر حوشب بچ گیا۔ غرض کہ بطین اس طرح دارالرزق پہنچ گیا اور دریائے فرات کے کنارے خیمہ لگایا۔ اب شبیب بھی آ کر پل کے اس طرف ٹھہر گیا۔ مگر حجاج نے کسی شخص کو اس کے مقابلے پر نہیں بھیجا۔ شبیب یہاں سے اور آگے بڑھ کر مقام سبخہ میں کوفہ اور فرات کے درمیان خیمہ زن ہوا۔ تین روز یہاں ٹھہرا مگر حجاج نے کسی شخص کو مقابلے کے لیے نہیں بھیجا۔ پھر حجاج کو مشورہ دیا گیا کہ تم خود مقابلے پر جاؤ۔

اہل کوفہ کو روانگی کا حکم:

حجاج نے قتیبہ ابن مسلم کو آگے بھیجا۔ قتیبہ لشکر گاہ کو ٹھیک ٹھاک کر کے واپس چلے آئے اور حجاج سے کہا کہ جس جگہ سے میں آ رہا ہوں۔ وہ جگہ بالکل ہموار اور مسطح ہے۔ آپ اب نیک فال لیتے ہوئے تشریف لے چلئے۔

تمام اہل کوفہ کو روانگی کا حکم دے دیا گیا چنانچہ سب روانہ ہوئے۔ حجاج کے ساتھ تمام سر برآوردہ لوگ بھی چلے اور یہ تمام فوج

اس لشکر گاہ میں آ کر فروکش ہوئی اور دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے۔

شبیب کے میمنہ پر بطین' میسرہ پر قعنب بنی ربیعہ بن ذہل کا آزاد غلام دوسو شہسواروں کے ساتھ متعین تھا۔ حجاج نے اپنے میمنہ پر مطر بن ناجیۃ الریاحی کو' میسرہ پر خالد بن عتاب بن ورقاء الریاحی کو تقریباً چار ہزار فوج کے ساتھ متعین کیا تھا۔

حجاج سے کہا گیا کہ جہاں تم کھڑے ہو وہ جگہ شبیب کو معلوم نہ ہونے پائے۔ اس لیے حجاج نے اپنی ہیئت بدل لی۔ اپنے کھڑے ہونے کی جگہ کو پوشیدہ رکھا۔ ابوالورد حجاج کا آزاد غلام بالکل حجاج کے مشابہ تھا۔ اسے دیکھتے ہی شبیب نے اس پر حملہ کیا اور ایک گرز سے جس کا وزن پندرہ رطل تھا اسے ہلاک کر ڈالا۔

اعین' حمام اعین کا مالک اور بکر بن وائل کا آزاد غلام بھی حجاج کے بالکل مشابہ تھا۔ شبیب نے اسے بھی قتل کر ڈالا۔

حجاج ایک چاند تارے والے پچکلیان خچر پر سوار ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمارا مذہب بھی ایسا ہی ہے اور پھر ابوکعب سے کہا کہ اپنا جھنڈا آگے بڑھاؤ۔ میں ابوعقیل کا بیٹا ہوں۔

شبیب نے خالد بن عتاب پر حملہ کیا اور رجتہ تک اسے پیچھے ہٹا دیا۔

خارجیوں نے مطر بن ناجیۃ پر حملہ کیا اور پیچھے ہٹا دیا۔ اس وقت حجاج خچر پر سے اتر پڑا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اتر پڑیں۔ چنانچہ سب اترے۔ حجاج ایک کمبل پر بیٹھ گیا۔ حجاج کے ہمراہ عنبسہ بن سعید بھی تھا۔

مصقلہ خارجی اور شبیب خارجی میں اختلاف:

یہ لوگ اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ مصقلہ بن مہلل الضبی نے شبیب کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور پوچھا کہ بتاؤ صالح بن مسرح کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے اور تم اس کے متعلق کیا کہو گے۔ شبیب نے کہا کہ بھلا یہ موقع اس قسم کے سوال کا ہے کہ خونریز جنگ ہو رہی ہے اور حجاج سامنے بیٹھا ہوا ہے۔

پھر شبیب نے کہا کہ میں صالح سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا۔ مصقد نے کہا کہ اللہ کو تجھ سے کوئی علاقہ نہیں۔ تمام خارجی شبیب کو چھوڑ کر چلتے ہوئے۔ البتہ چالیس آدمی باقی رہ گئے جو کہ کٹے خارجی اور سب سے بہادر لوگ تھے۔ باقی تمام خارجی دارالرزق کی طرف پسپا ہو گئے۔

غزالہ زوجہ شبیب کے سر کی تدفین:

اس پر حجاج نے کہا کہ اب خارجی متفرق ہو گئے ہیں اور خالد کو بذریعہ قاصد اس کی اطلاع کر دی۔ خالد نے ان پر حملہ کیا' غزالہ ماری گئی۔ ایک شہسوار اس کا سر کے کر حجاج کی طرف چلا۔ شبیب نے اس سر کو شناخت کر لیا اور علوان کو حکم دیا کہ مزاحمت کرے۔ علوان نے اس شخص پر حملہ کر کے اسے تہ تیغ کر ڈالا' اور وہ سر لا کر شبیب کے حوالے کر دیا' اسے غسل دیا گیا اور سپرد خاک کر دیا گیا۔ شبیب نے اس سر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ تمہاری قریب کی عزیز تھی۔

خوارج کی پسپائی:

خارجی ترتیب سے پسپا ہو گئے۔ خالد نے حجاج کے پاس آ کر اسے خارجیوں کی پسپائی کی اطلاع دی۔ حجاج نے اسے شبیب پر حملہ کرنے کا حکم دیا' اور خالد خارجیوں پر حملہ آور ہوا۔ آٹھ شخصوں نے جس میں قعنب۔ بطین۔ علوان' عیسیٰ۔ مہذب۔ ابن عویمر اور

سنان تھے خالد کا پیچھا کیا اور اسے رحبہ تک دباتے ہوئے لے گئے۔

خوط بن عمیر السد وسی کی رہائی:

جس جگہ شبیب کھڑا تھا وہیں خوط بن عمیر السد وسی اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ شبیب نے اس سے کہا اے خوط! اللہ ہی کو تمام حکومت سزاوار ہے۔ خوط نے کہا۔ بے شک اللہ ہی کو حکومت سزاوار ہے۔ اس پر شبیب نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ خوط تم میں سے ہے مگر یہ ڈرتا تھا۔ اس وجہ سے اس نے اب تک اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا۔ شبیب نے خوط کو آزاد کر دیا۔

عمیر بن القعقاع کا قتل:

عمیر بن القعقاع بھی پیش کیا گیا۔ شبیب نے اس سے بھی کہا کہ حکومت صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے مگر عمیر اس کے مطلب کو نہیں سمجھا اور اس نے کہا۔ اللہ کی راہ میں میری جوانی قربان ہے۔ شبیب نے مکرر کہا کہ حکومت اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ تاکہ اسے چھوڑ دے مگر اب بھی عمیر نہ سمجھا۔ اس پر شبیب نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

شبیب کا بھائی مصاد بھی اس جنگ میں کام آیا۔

شبیب خارجی کی مراجعت دار الرزق:

شبیب ان لوگوں کا جو خالد کے تعاقب میں گئے تھے انتظار کرنے لگا' مگر انھیں آنے میں دیر ہوگئی۔ شبیب اونگھ گیا اور حبیب بن خدوہ نے اسے بیدار کیا۔ اب حجاج کی فوج کی یہ حالت تھی کہ مارے خوف کے شبیب پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ شبیب دار الرزق چلا گیا۔ یہاں آ کر اس نے ان لوگوں کے مال و اسباب کو جمع کیا جو اس معرکہ میں مارے گئے۔

وہ آٹھوں آدمی جو خالد کے تعاقب میں گئے تھے وہ پھر اس جگہ واپس آئے جہاں کہ شبیب پہلے کھڑا ہوا تھا۔ جب یہاں آ کر دیکھا کہ شبیب نہیں ہے انھیں خیال پیدا ہوا کہ دشمنوں نے شبیب کو قتل کر ڈالا۔

خالد بن عتاب اور مطر کا خوارج کا تعاقب:

خالد اور مطر دونوں حجاج کے پاس واپس چلے آئے حجاج نے ان دونوں کو حکم دیا کہ اس آٹھ شخصوں کی جماعت کا تعاقب کرو۔ اب یہ دونوں تو ان آٹھوں کے تعاقب میں چلے اور وہ آٹھوں شخص شبیب کے پیچھے روانہ ہوئے۔ غرض یہ کہ اس طرح دونوں فریقوں نے مدائن کے پل کو عبور کیا۔ یہاں ایک گڑھی تھا' یہ آٹھوں خارجی اس میں داخل ہو گئے۔ خالد ان کے پیچھے ہی لگا ہوا تھا اس نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

خالد بن عتاب کی دلیری:

خارجی اس گڑھی سے بھی نکل کر بھاگے اور تقریباً دو فرسخ تک بھاگتے چلے گئے اور جاتے جاتے دریائے دجلہ میں اپنے گھوڑوں سمیت کود پڑے۔ ان کے ساتھ ہی خالد بھی مع اپنے گھوڑے کے دریا میں کود پڑا۔ اور گھوڑا لے کر پار نکل گیا اس کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں تھا۔

شبیب نے اس بہادری اور جرات کو دیکھ کر کہا خدا اس شہسوار اور اس کے گھوڑے کو ہلاک کر دے یہ بہادر ترین شخص ہے اور تمام روئے زمین میں اس کا گھوڑا بھی سب سے زیادہ طاقتور گھوڑا ہے۔ لوگوں نے شبیب سے کہا کہ یہ ہی تو خالد بن عتاب ہے اس پر

شبیب نے کہا ہاں شجاعت تو اس کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ بخدا اگر میں پہلے سے اسے جانتا تو میں بھی اس کے پیچھے کود پڑتا چاہے وہ آگ ہی میں کیوں نہ جاتا۔

جب شبیب کو شکست ہوئی حجاج کوفے میں داخل ہوا' اور منبر پر چڑھ کر کہنے لگا کہ شبیب کو اس سے پہلے ایسی جنگ سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ خدا کی قسم ہے کہ اس نہ تو راہ فرار اختیار کی اور اپنی بیوی کو مردہ چھوڑ کر چلا گیا۔

حبیب بن عبدالرحمٰن کو تعاقب کا حکم:

اس کے بعد حجاج نے حبیب بن عبدالرحمٰن الحکمی کو تین ہزار شامیوں کے ہمراہ شبیب کے تعاقب میں روانہ کیا اور حبیب سے کہہ دیا کہ اس کے شبخوں سے بچتے رہنا اور جہاں کہیں تمہاری اس سے مڈبھیڑ ہو جائے فوراً اس پر حملہ کر دینا۔ اس لئے کہا اللہ تعالیٰ نے اب جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دیا ہے اور ان کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔

حبیب بن عبدالرحمٰن شبیب کے تعاقب میں روانہ ہو کر انبار پہنچا۔

شبیب کے ساتھیوں کو امان کی پیشکش:

حجاج نے ایک یہ بھی چال چلی کہ اپنے تمام عاملوں کو ہدایت کر دی کہ تم چپکے چپکے شبیب کے ساتھیوں کو یہ پیام پہنچاؤ کہ جو شخص اس کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کی طرف آ جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ افسوں کارگر ہوا اور بہت سے لوگ شبیب کو چھوڑ کر حجاج کی طرف آ گئے۔ شبیب کو معلوم ہوا کہ حبیب انبار میں مقیم ہے' یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبیب کی طرف روانہ ہوا اور جب اس کے پڑاؤ کے قریب پہنچا تو خود بھی ٹھہر گیا اور خارجیوں کو نماز مغرب پڑھائی۔

شبیب خارجی کا حبیب پر شبخوں:

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ جب اس رات کو شبیب آیا ہے میں شامیوں کے ہی ساتھ تھا اور پھر اس نے ہم پر شبخوں مارا جب بالکل شام ہو گئی تو حبیب بن عبدالرحمٰن نے ہم سب کو جمع کر کے چار دستوں پر تقسیم کیا اور ہر دستے کو حکم دیا کہ اپنی اپنی سمت کی نگرانی رکھو' اس لئے کہ اگر ایک دستہ جنگ میں مصروف ہو جائے تو دوسرا دستہ اس کی امداد کرے' کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ خارجی ہم سے بالکل قریب پڑے ہوئے ہیں ذرا اپنے آپ کو مطمئن اور ثابت قدم رکھنا کیونکہ آج رات میں تم پر ضرور شبخوں مارا جائے گا۔

شبیب خارجی کا حبیب کی سپاہ پر حملہ:

بہرحال ہم تو پوری طرح تیار ہی تھے اور برابر دیکھ بھال کرتے رہے کہ شبیب نے آ کر حملہ کیا۔ سب سے پہلے اس نے اس دستہ فوج پر حملہ کیا جو عثمان بن سعید العذری کے ماتحت تھا۔ بہت دیر تک شمشیر زنی ہوتی رہی مگر کسی شخص کے قدم کو جنبش تک نہیں ہوئی سب اپنی اپنی جگہ جمے رہے۔ خارجی مجبور ہو کر اس دستہ سے ہٹ گئے۔ اب انھوں نے اس دستہ پر حملہ کیا جو سعید بن مجل العامری کے تحت تھا' ان سے بھی خوب مقابلہ ہوا مگر کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں ٹلا۔ خارجیوں نے انھیں بھی چھوڑا اور اس دستے پر بڑھے جو نعمان سعد الحمیری کے ماتحت تھا' مگر اس کا بھی کچھ نہ بگاڑ سکے۔

اس کے بعد چوتھے دستے پر جو قیصر الخثعمی کے ماتحت تھا حملہ آور ہوئے اور بہت دیر تک جنگ ہوتی رہی مگر یہاں بھی کچھ نہ کر سکے۔ اس کے بعد خارجیوں نے چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیا اور حملہ شروع کیا۔ اب تین پہر رات گزر چکی تھی اور خارجی برابر ہم

سے لڑ رہے تھے۔ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ہمیں نہ چھوڑیں گے۔ پھر بہت دیر تک پیدل لڑتے رہے یہاں تک کہ ہمارے اور ان کے ہاتھ شل ہو گئے کہ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ آنکھیں گرد و غبار سے خیرہ ہو گئی تھیں۔ بہت سے لوگ مارے جا چکے تھے۔ ہم نے ان کے تیس آدمی مارے۔ اور انھوں نے ہمارے تقریباً سو آدمی ہلاک کئے۔

شبیب خارجی کی مراجعت:

حالانکہ ان کی تعداد سو تھی اور اگر وہ کبھی اس سے زیادہ ہوتے تو بخدا وہ ہم سب کو ضرور ہلاک کر ڈالتے مگر پھر بھی باوجود اس قلت تعداد کے اس وقت تک انھوں نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک کہ ہم نے انھیں اور انھوں نے ہمیں پورا پورا مزمہ نہ چکھا دیا۔ میں نے خود دیکھا کہ ہم میں کا ایک شخص ان کے کسی شخص پر تلوار سے وار کرنا چاہتا تھا مگر ضعف اور تھکن کی وجہ سے دشمن پر اس کے وار کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم میں سے ایک اور شخص کو میں نے دیکھا کہ وہ بیٹھ کر لڑ رہا ہے اپنی تلوار ادھر ادھر پھراتا ہے مگر اس قدر تھک کر چور ہو گیا تھا کہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔

جب خارجی ہم سے مایوس ہو گئے تو شبیب گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے ان ساتھیوں کو بھی سوار ہونے کا حکم دیا جو گھوڑوں سے اتر پڑے تھے' اور جب اچھی طرح گھوڑوں کی پشتوں پر جم گئے ہم سے پلٹ کر چلتے ہوئے۔

فروہ بن لقیط کہتا ہے کہ جب ہم اہل کوفہ سے پلٹ کر واپس چلے تو ہم بہت تھک گئے تھے۔ ہمارے زخم یوں ہی کھلے ہوئے بغیر مرہم پٹی کے تھے' اس وقت شبیب نے ہم سے کہا کہ اگر ہم نے دنیا کی خاطر یہ مصیبت مول لی ہوتی تو یہ زخم اور تکالیف نہایت ہی تکلیف دِہ ہوتیں مگر چونکہ یہ بوجہ اللہ اختیار کی گئی ہیں اس لئے ان کا برداشت کرنا نہایت ہی سہل ہو رہا ہے۔ اس پر اس کے تمام ہمراہیوں نے کہا' امیر المومنین آپ بالکل سچ فرماتے ہیں۔

شبیب خارجی اور سوید خارجی کی گفتگو:

مجھے اب تک یاد ہے کہ شبیب' سوید بن سلیم کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے کل دو شخصوں کو قتل کیا ہے ان میں ایک تو بڑا بہادر اور دوسرا نہایت ہی بزدل تھا۔

شب گزشتہ میں دیکھ بھال کرنے کے لئے نکلا۔ تین شخص مجھے ملے جو ایک گاؤں میں اپنی ضروریات خریدنے چلے گئے۔ ایک شخص اپنی مایحتاج خرید کر اپنے ساتھیوں کی طرف روانہ ہوا۔ میں بھی اس کے ساتھ چلا۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے چارہ وغیرہ نہیں خریدا۔ میں نے جواب دیا کہ میرے اور ساتھیوں نے میرے لئے بھی خرید لیا ہے۔ پھر اس نے اس سے پوچھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ ہمارے دشمن کا پڑاؤ کہاں ہے؟ اس نے کہا ہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہم سے قریب ہی فروکش ہوئے ہیں اور بخدا میں چاہتا ہوں کہ کاش شبیب سے میرا مقابلہ ہو جاتا۔ میں نے کہا واقعی تم ایسا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا ہاں بے شک میں نے کہا اچھا تو تیار ہو جاؤ۔ خدا کی قسم میں ہی شبیب ہوں' اور یہ کہتے ہی میں نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ اس کے ساتھ ہی وہ شخص گر پڑا اور فوراً مر گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ لعنت ہے تجھ پر اٹھ۔ میں آگے بڑھا کہ دیکھوں تو سہی کیا ہوا۔ دیکھتا ہوں کہ روح جسم عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ میں یہاں سے واپس ہوا۔ ایک دوسرے شخص سے مڈبھیڑ ہوئی جو گاؤں سے واپس آ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا' یہ وقت تو لشکر گاہ میں واپس چلے جانے کا ہے تم اس وقت کہاں جاتے ہو۔ میں نے اس سے بات نہیں کی بلکہ گذرا چلا گیا میرا گھوڑا مجھے

اڑائے ہوئے لے جا رہا تھا۔ اس شخص نے میرا پیچھا کیا اور مجھے آ لیا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ آخر بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم تو ہمارے دشمنوں میں سے ہے۔

میں نے کہا ہاں صحیح ہے۔ اس پر اس نے کہا مجھے بھی خدا کی قسم ہے۔ آگے نہ بڑھنا تا آنکہ تو مجھے قتل کر ڈالے یا میں تجھے قتل کر ڈالوں۔ میں نے اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ ایک گھنٹہ تک ہم دونوں تلوار چلاتے رہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں نہ تو بہادری میں اور نہ جرات میں اس سے کسی طرح زیادہ رہا۔ البتہ چونکہ میری تلوار اس کی تلوار کے مقابلے میں زیادہ تیز تھی اس لئے میں نے اسے قتل کر ڈالا۔

شبیب خارجی کا کرمان میں قیام:

ہم یہاں سے روانہ ہو کر دجلہ کو عبور کرتے ہوئے علاقہ جوخی میں پہنچے۔ یہاں سے ہم نے دوبارہ واسط کے قریب دجلہ کو عبور کیا اور پھر اہواز کی سمت ہولئے اور فارس ہوتے ہوئے کرمان کے پہاڑوں میں چلے آئے۔

واقدی کے بیان کے مطابق اسی سنہ میں شبیب ہلاک ہوا۔ اور دوسروں کے بیان کے مطابق ۷۸ھ میں شبیب کی ہلاکت واقع ہوئی۔

سفیان بن الابرد کو شبیب کے تعاقب کا حکم:

ابو یزید السکسکی بیان کرتا ہے کہ جب ہمیں حجاج نے شبیب کی طرف پلٹ کر جانے کا حکم دیا تو بہت کچھ انعام واکرام تقسیم کیا اور جس قدر لوگ زخمی ہوئے تھے یا جنھوں نے دادِ شجاعت دی تھی۔ ان سب کو انعام دیا۔ پھر سفیان بن الابرد کو حکم دیا کہ تم شبیب کے تعاقب میں جاؤ۔ سفیان نے روانگی کی تیاری شروع کی۔ حبیب بن عبدالرحمٰن الحکمی کو یہ بات ناگوار گذری اور اس نے حجاج سے شکایتاً کہا کہ میں نے تو شبیب کو شکست دی اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا اور آپ اب سفیان کو اس کے تعاقب میں روانہ فرما رہے ہیں۔

سفیان دو ماہ کے بعد اس مہم پر روانہ ہوا۔ اس اثنا میں شبیب کرمان ہی میں مقیم رہا اور جب اس کے ساتھی ٹھیک ٹھاک ہو گئے ان کے زخم مندمل ہو گئے اور پھر ان میں جنگ کی قوت پیدا ہو گئی تو شبیب مع اپنے ساتھیوں کے پھر اس جانب پلٹا اور اہواز کے نیچے دریائے دجیل کے پل پر سفیان اس کے سامنے آ گیا۔

حجاج نے حکم ابن ایوب بن حکم بن ابی عقیل اپنے داماد کو جو بصرہ کا عامل تھا خط کے ذریعہ یہ ہدایت کر دی تھی کہ بصرہ والوں میں سے کسی شریف و بہادر شخص کو چار ہزار سپاہ کے ساتھ شبیب کے مقابلے پر روانہ کر دو اور جو شخص افسر ہو اسے حکم دے دینا کہ سفیان سے جا ملے اور ان کے احکام کی تعمیل کرے۔

حکم بن زیاد بن عمرو العتکی کو چار ہزار فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ مگر قبل اس کے کہ زیاد سفیان کے پاس پہنچے دریائے دجیل کے پل پر شبیب اور سفیان کا آمنا سامنا ہو چکا تھا۔ شبیب پل کو عبور کر کے سفیان کی جانب چلا آیا۔ یہاں آ کر دیکھا کہ سفیان اور لوگوں کے ساتھ گھوڑے سے اتر کر کھڑا ہوا ہے۔

سفیان کی صف بندی:

سفیان نے محاصر بن صیفی العذری کو رسالے کا افسر مقرر کر کے میدانِ جنگ میں روانہ کیا۔ اپنے میمنہ پر بشر بن حسان الفہری

کو اور میسرہ پر عمر بن ہبیرۃ الفزاری کو سردار مقرر کیا تھا۔

شبیب نے اپنی فوج کو تین دستوں پر منقسم کر دیا تھا۔ ایک دستہ سوید کے ماتحت' ایک قعنب المحلمی کے ماتحت اور ایک خود اس کے ماتحت تھا اور محلل بن وائل الیشکری کو لشکر گاہ میں چھوڑ آیا تھا۔

شبیب خارجی کا حملہ:

جب سوید نے شبیب کے میمنہ سے سفیان کے میسرہ پر اور قعنب نے شبیب کے میسرہ سے سفیان کے میمنہ پر حملہ کیا تو خود شبیب سفیان پر حملہ آور ہوا۔ بہت دن چڑھے تک ہم دونوں فریق لڑتے رہے۔ آخر کار خارجی اس مقام کی طرف واپس چلے گئے جہاں کہ پہلے ایستادہ تھے اور پھر ہم پر شبیب اور اس کے ساتھیوں نے تیس سے زیادہ حملے کیے مگر ہم میں سے کسی شخص کے پاؤں اپنی صف سے نہیں اُکھڑے۔ سفیان نے ہم سے کہا کہ علیحدہ علیحدہ نہ ہونا۔ بلکہ ساری فوج کو ایک ہی مرتبہ خارجیوں پر ٹوٹ پڑنا چاہیے۔

چنانچہ ہم عرصے تک اسی طرح نیزوں اور تلواروں سے لڑتے بھڑتے رہے مگر پھر ہم نے خارجیوں کو پل تک پیچھے ہٹا دیا۔

جب شبیب پل تک پہنچا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور اس کے ساتھ تقریباً سو آدمی اور بھی اتر پڑے ہم نے شام تک ان سے نہایت ہی شدید جنگ کی اب تک ایسی لڑائی نہیں لڑی گئی تھی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ خارجیوں نے بھی ایسی سخت نیزہ بازی اور شمشیر زنی کی کہ اس سے پہلے ہمیں سابقہ نہیں پڑا۔

سفیان نے جب دیکھا کہ کسی طرح ان پر میرا بس نہیں چلتا اور اس کے ساتھ وہ خارجیوں کی فتح کے امکان سے بھی بے خوف نہ تھا' اس نے قادر اندازوں کو سرِ شام خارجیوں پر تیر اندازی کا حکم دیا۔

خوارج پر تیر اندازی:

نصف النہار سے دونوں فریق گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ تیر اندازوں نے شام کے وقت ان پر تیر برسائے۔ سفیان نے تیر اندازوں کو ذرا علیحدہ ایک صف میں کھڑا کر دیا تھا۔ اور ایک شخص کو ان پر سردار مقرر کر دیا تھا۔

جب یہ تیر انداز کچھ دیر خارجیوں پر تیر برساتے رہے خارجیوں نے ان پر حملہ کیا۔ یہ دیکھتے ہی ہم نے بھی خارجیوں پر حملہ کیا اور اس طرح ہم نے خارجیوں کو تیر اندازوں کے قریب پہنچنے سے روک دیا۔

جب تھوڑی دیر اسی طرح ان پر تیر اندازی کی گئی۔ شبیب اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور انہوں نے ہمارے تیر اندازوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ تیس سے زیادہ آدمی ہلاک کر ڈالے۔

خوارج کی مراجعت کوفہ:

اس کے بعد شبیب نے اپنے سواروں کے ساتھ ہمارا رخ کیا اور جب ہماری طرف شبیب آیا ہم نے نیزوں سے اس کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ ظلمت کا پردہ ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا اور شبیب ہمیں چھوڑ کر پلٹ گیا۔

اس پر ابوسفیان نے اپنی فوج سے کہا کہ ان کا تعاقب نہ کرو بلکہ جانے دو۔ صبح ہوتے ہی ہم ان پر حملہ کریں گے۔

چنانچہ ہم سب لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور خارجیوں کے تعاقب میں نہیں گئے کیونکہ ہم تو خدا سے چاہتے تھے کہ خارجی واپس چلے جائیں۔

فروہ بن لقیط کا بیان:

فروہ بن لقیط راوی ہے کہ جب ہم پل کے قریب پہنچے' شبیب نے ہم سے کہا کہ اے معشر مسلمین اس وقت تو پل کے پار آ جاؤ اور کل صبح تڑکے ہی ہم دشمن پر حملہ کریں گے۔

ہم سب کے سب شبیب کے آگے تھے اور اس طرح ہم نے پل کو عبور کیا۔ البتہ شبیب پچھلے لوگوں کے ساتھ تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار پل سے گذر رہا تھا کہ ایک گھوڑی سامنے آ گئی۔ شبیب کے گھوڑے نے اس پر جست کی۔ گھوڑی بھڑکی' شبیب کے گھوڑے کا سم پل کی کشتی سے باہر نکل گیا۔ شبیب دریا میں گر پڑا۔ اور اس وقت اس نے یہ آیت پڑھی:

﴿ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ﴾

''اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کو پورا کر کے چھوڑے گا جس کے لیے کیے جانے کا فیصلہ ہو چکا ہے''۔

شبیب نے پانی میں غوطہ کھایا اور پھر ابھرا' اس وقت اس نے کہا:

﴿ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾

''یہ غالب اور جاننے والے کا فیصلہ تھا''۔

شبیب خارجی کی ہلاکت کی وجہ:

شبیب خارجی کی ہلاکت کا واقعہ جو مذکور ہوا دو راویوں نے بیان کیا ہے ایک تو ابو یزید السکسکی نے جو شامیوں کے خلاف نبرد آزما تھا دوسرے فروہ بن لقیط نے جو شبیب کے تمام معرکوں میں اس کے شریک حال رہا ہے مگر خود شبیب کے قبیلہ بنی مرہ بن ہمام کے ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ خود اس کے خاندان والوں کی ایک جماعت شبیب کے ہمراہ تھی جو اس کے ساتھ اس کے دشمنوں سے نبرد آزما تھی۔ اگر چہ یہ لوگ اس کے عقائد پر نہ تھے۔ شبیب نے ان لوگوں کے اکثر خاندان والوں اور عزیز و اقربا کو تہ تیغ کیا تھا' اس سے ان کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچا تھا اور ان کے سینوں میں کینہ کی آگ مشتعل تھی۔

مقاتل تیمی:

بنی تیم بن شیبان کا ایک شخص مقاتل نامی تھا۔ جب شبیب نے اسی قبیلے کے بہت سے افراد کو قتل کر ڈالا تو اس شخص نے شبیب کے قبیلہ بنی مرہ بن ہمام پر غارت گری کی اور اس قبیلے کے کچھ لوگ قتل کر ڈالے۔ اس پر شبیب نے اس سے سوال کیا کہ تم نے بغیر میری اجازت کے کیوں ان لوگوں کو قتل کر ڈالا۔

اس شخص نے جواب دیا کہ خدا امیر کو نیک ہدایت دے' آپ نے جو میرے خاندان میں کافر تھے انھیں قتل کیا اور اسی طرح میں نے آپ کے خاندان میں جو لوگ کافر تھے انھیں قتل کر ڈالا۔

شبیب خارجی اور مقاتل کی گفتگو:

شبیب نے اس پر سوال کیا کہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ آپ میرے حاکم ہیں کہ بغیر میرے آپ ایسی اہم باتوں کا خود تصفیہ فرما لیتے ہیں۔

مقاتل نے جواب دیا: آپ ہی بتائیے کہ کیا یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کہ جو شخص ہمارے عقائد کے خلاف عقیدہ رکھنے والا ہو

چاہیے وہ اپنا ہو یا غیر اسے قتل کر ڈالنا چاہیے۔ شبیب نے کہا ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔

مقاتل نے کہا تو پھر جو کچھ میں نے کیا وہ جائز تھا اور بخدا اے امیر المومنین جس قدر اشخاص آپ نے میرے قبیلے کے قتل کیے ہیں اس کے دسویں حصہ کے برابر بھی میں نے آپ کے قبیلے والوں کو قتل نہیں کیا۔ اور آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ کفار کے قتل کیے جانے پر اندوہ وملال کریں۔

شبیب نے کہا: نہیں مجھے ہرگز اس کا رنج نہیں۔

شبیب خارجی کی غرقابی:

شبیب کے ہمراہ اور بھی بہت سے لوگ ایسے تھے کہ شبیب نے ان کے خاندان والوں کو قتل کیا تھا۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب اس موقع پر شبیب سب سے پیچھے رہ گیا تو ان لوگوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ہم اسی وقت پل کو توڑ ڈالیں۔ اور فوراً ہی اپنا بدلہ لے لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اسی تجویز پر عمل کیا۔ پل کو توڑ ڈالا۔ کشتیاں ایک طرف جھک گئیں۔ اس کی وجہ سے گھوڑا پریشان ہو کر بھڑکا اور پانی میں گر کے غرق ہو گیا۔ یہ بیان قبیلہ مرہ بن ہمام کے اس شخص کا اور شبیب کے اور دوسرے اہل قبیلہ کا ہے۔ مگر عامۃ الناس اس کی روایت اس کے ہلاک ہونے کے بارے میں وہ ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔

ابو یزید السکسکی کہتا ہے کہ ہم واپسی کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ پل کا محافظ آیا اور اس نے پوچھا کہ تمہارے افسر اعلیٰ کہاں ہیں۔ ہم نے بتا دیا کہ وہ ہیں۔ یہ ان کے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ خارجیوں کا ایک شخص دریا میں گر پڑا اور اس پر تمام خارجیوں میں شور مچ گیا کہ امیر المومنین غرق ہو گئے اور اس کے بعد خارجی یہاں سے چلے گئے اپنے لشکر گاہ کو بھی چھوڑ گئے۔ اور اب اس میں ایک بھی متنفس باقی نہیں ہے۔

خوارج کا فرار:

سفیان نے اس خبر کو سن کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ ہم لوگوں نے بھی ان کی شرکت کی اور پھر وہاں سے چل کر پل پر آئے۔ محاصر بن صیفی کو حکم دیا کہ تم خارجیوں کے لشکر گاہ کو جا کر دیکھو۔ محاصر پل کو طے کر کے وہاں پہنچے اور جب دیکھا کہ وہاں چڑیا تک نہیں وہیں فروکش ہو گئے۔ یہ فرودگاہ باعتبار اپنی ترتیب اور قرینہ کے اکثر فوجی قیام گاہوں بہتر تھی۔

شبیب خارجی کا دل:

صبح کو ہم نے شبیب کی تلاش شروع کی اور اسے دریا سے نکال لیا۔ شبیب کے جسم پر زرہ تھی۔ لوگ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ اس کا پیٹ شق ہو گیا تھا اور اس کا دل نکال کر دیکھا گیا تو وہ پتھر کی طرح نہایت ہی سخت اور ٹھوس تھا۔ جب زمین پر مارتے تھے تو سختی کی وجہ سے گیند کی طرح انسان کے قد کے برابر اچھل جاتا تھا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا کہ اس خدائے پاک کا شکر ادا کرو جس نے تمہاری اعانت کی۔

پھر اس کے لشکر گاہ پر ہم نے قبضہ کر لیا۔

شبیب خارجی کی والدہ کا بیان:

جب شبیب کی ماں سے اس کی موت کی خبر بیان کی جاتی اور کہا جاتا تھا کہ شبیب قتل کر ڈالا گیا تو وہ مانتی ہی نہ تھی مگر اس مرتبہ

اس سے کہا گیا کہ شبیب غرق ہو گیا تو اسے یقین آ گیا اور کہنے لگی کہ جب شبیب پیدا ہوا تھا اسی وقت میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شہاب نار مجھ سے نکلا ہے۔ اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ بغیر پانی کے نہیں بجھے گا۔

شبیب خارجی کے والدین:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے ولید بن عقبہ نے سلمان بن ربیعہ کو اہل شام کی مدد کے لیے رومیوں کے علاقے میں روانہ کیا تو شبیب کا باپ یزید بن نعیم بھی سلمان کی فوج میں شریک ہو گیا تھا۔ جب سلمان وہاں سے واپس آئے لونڈیاں ہراج کی گئیں۔ یزید بن نعیم نے ایک نہایت ہی سرخ وسفید' سروقد' حسین وجمیل عورت کو دیکھا کہ جس پر خود بخود آنکھ پڑتی تھی۔

یزید اس عورت کو خرید لایا۔ یہ واقعہ اوائل ۲۵ھ کا ہے۔

جب اس عورت کو یزید کوفہ لے آیا اس سے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے انکار کیا۔ یزید نے اسے مارا بھی مگر اس کی سرکشی اور انکار اور زیادہ ہو گیا۔ جب یزید نے دیکھا کہ یہ تو کسی طرح مانتی ہی نہیں اس نے اسے قتل کر ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اس سے اس کے ہوش وحواس ذرا بجا ہو گئے اور وہ صلاحیت پر آ گئی۔ پھر اسے اپنے پاس بلایا اور مجامعت کی۔ استقرار حمل ہوا' اور عین قربانی کے دن بروز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۲۵ھ میں اس طرح شبیب پیدا ہوا۔ یہ لونڈی اپنے آقا سے حد درجہ محبت کرتی تھی۔ اور اس سے اکثر باتیں کیا کرتی تھی۔

ایک روز اس نے اپنے آقا سے کہا کہ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی تھی۔ اب اگر آپ چاہیں تو میں مسلمان ہونے کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئی اور جب شبیب پیدا ہوا تو یہ اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھی۔

شبیب خارجی کی والدہ کا خواب:

اس نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے بدن سے ایک شہاب نکلا ہے جو بلند ہوتے ہوتے آسمان اور آسمان کے تمام کناروں تک پہنچا ہے۔ ابھی وہ شہاب اسی حالت میں تھا کہ یکا یک وہ ایک دریائے ذخار میں گر پڑا اور بجھ گیا' اور شبیب اس روز پیدا ہوا تھا۔ جس دن مسلمان قربانی کرتے ہیں اور اسی طرح خون بہاتے ہیں۔ اس لیے میں نے اپنے خواب کی تعبیر یہ لی کہ یہ میرا لڑکا ایک دن ایسا ہوگا' کہ بہت سا خون اس کے ہاتھوں بہے گا اور اس کے اقبال اور نصیبہ میں بہت جلد غیر معمولی ترقی ہوگی۔

اس کا باپ اسے اور اس کی ماں کو اپنے ساتھ اپنے قبیلے کے علاقے میں لے جایا کرتا تھا اور ایک چشمہ آب لقف نامی تھا وہاں یہ خاندان قیام کرتا تھا۔

شامی فوج کا عہد:

اہل شام کی اس فوج کے سپاہی جو شبیب کے مقابلے پر آئے تھے' اپنے ساتھ ایک وزنی پتھر بھی اٹھا لائے اور کہنے لگے کہ ہم ہرگز شبیب کے مقابلے سے راہ فرار نہیں اختیار کریں گے تاوقتیکہ یہ پتھر بھاگ نہ جائے۔ شبیب کو بھی ان کے اس دعوے کی اطلاع پہنچی۔ اس نے ارادہ کیا کہ ان سے ایک چال چلے۔ چار گھوڑے منگوائے ہر گھوڑے کی دم میں دو دو ڈھالیں بندھوائیں اور اپنے ساتھیوں میں آٹھ شخصوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔

شبیب خارجی کی جنگی چال:

شبیب کے ہمراہ اس کا غلام حیان بھی تھا۔ شبیب نے اسے حکم دیا کہ پانی کی ایک چھاگل بھی ساتھ لے لو اور پھر لشکر گاہ کی ایک سمت نکل آیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی حکم دیا کہ تم اس لشکر گاہ سے ادھر ادھر ہو جاؤ۔ دو شخص ایک ایک گھوڑا لے لیں اور اسے لوہے کے ہتھیار سے رگڑیں۔ جب لوہے کی گرمی گھوڑوں کو محسوس ہونے لگے اسے دشمن کے لشکر گاہ میں چھوڑ دیں۔

لشکر گاہ کے قریب ہی ایک ٹیلہ تھا۔ اپنے ساتھیوں کو شبیب نے حکم دیا تھا کہ جو شخص تم میں سے بھاگ کر آ سکے وہ اس ٹیلے پر آ جائے۔

شامی فوج میں افراتفری:

مگر اس کے ساتھی اس حکم کی تعمیل کرنے سے ہچکچائے' یہ دیکھ کر خود شبیب گھوڑے سے اتر پڑا اور خود اس نے وہی کیا جس کے کرنے کا اس نے دوسروں کو حکم دیا تھا۔ گھوڑے دشمن کے لشکر گاہ میں گھس پڑے۔ شبیب بھی ان کی باگوں کو تھامے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔ دشمن پر اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ ایک دوسرے پر گرنے لگے' اس پر اس کے افسر اعلیٰ حبیب بن عبدالرحمٰن الحکمی نے ان سے للکار کر کہا کہ محض ایک دھوکا ہے جو تمہارے ساتھ کیا گیا ہے۔ زمین پر بیٹھ جاؤ اور دیکھو کیا ہوتا ہے چنانچہ سب کے سب زمین پر بیٹھ گئے۔

غلام حیان کا شبیب کو قتل کرنے کا ارادہ اور ناکامی:

جب شبیب نے دیکھا کہ ان کی گڑبڑ اور بے چینی مٹ گئی ہے اور یہ خود بھی اس وقت ان کے لشکر گاہ کے احاطہ میں تھا' یہ بھی زمین پر دبک گیا۔ گرزوں کی مار بھی اسے پڑی تھی۔ جس کی وجہ سے یہ سست ہو گیا تھا۔ جب لوگوں کی گڑبڑ مٹ گئی اور وہ اپنے اپنے مقامات میں واپس چلے گئے۔ شبیب ان کے بیچ میں سے گزرتا ہوا اسی ٹیلہ پر آیا۔ یہاں حیان اس کا غلام موجود تھا۔ شبیب نے حیان سے کہا کہ تو میرے سر پر پانی ڈال' اور جب شبیب نے پانی ڈالنے کے لیے اپنا سر آگے بڑھایا' حیان کا ارادہ ہوا کہ اسے قتل کر ڈالے اور اپنے دل میں اس نے سوچا کہ اگر میں نے اسے قتل کر ڈالا تو اس سے بڑھ کر میری عزت اور شہرت کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا' اور میرا یہ فعل حجاج کے نزدیک بھی نہایت مستحسن ہو گا گویا مجھے پروانہ امان اس طرح حاصل ہو جائے گا۔ مگر جب اس نے شبیب کے قتل کا ارادہ کیا وہ کانپنے لگا اور جب چھاگل سے پانی ڈالنے میں دیر ہو گئی تو شبیب نے اس کی وجہ دریافت کی اور پھر اپنے جوتے میں سے چھری نکال کر اسے دی۔ حیان نے چھری سے اس پانی کی چھاگل کو قطع کیا اور پانی اس کے سر پر بہا دیا اور پھر وہ چھری شبیب کو دے دی۔

حیان کہا کرتا تھا کہ ''میری بزدلی اور رعشہ نے مجھے اس کے قتل کرنے سے باز رکھا''۔ پھر شبیب اپنے لشکر گاہ میں اپنے ساتھیوں سے آ ملا۔

باب ۸

مطرف بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

آل مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے اعزازات:

اسی سال مطرف بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حجاج سے بگڑ کر بغاوت کی۔ عبدالملک کی اطاعت چھوڑ دی' اور کوہستانی علاقے میں جا کر پناہ لی۔ اس کے بعد قتل کیا گیا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے علاوہ اپنے باپ کی عزت و ناموری کے خود باعتبار اپنی ذاتی وجاہت اور شخصیت کے اپنے خاندان میں ایک خاص منزلت اور عزت کے مرتبے پر فائز تھے۔

جب حجاج عراق آیا تو یہ لوگ اس سے ملے اور اس سے گفتگو کی تو اسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس کے خاندان والے بلکہ ایک ہی مورث کی اولاد ہیں۔

اس وجہ سے حجاج نے عروہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کیا اور مطرف بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو مدائن کا اور حمزہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو ہمدان کا عامل مقرر کیا۔

مطرف بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کا اہل مدائن کو خطبہ:

مطرف نے مدائن پہنچ کر خطبہ پڑھا' اور حمد و ثنا کے بعد لوگوں سے کہا کہ امیر حجاج نے مجھے تمہارا حاکم مقرر کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ میں راست بازی کے ساتھ حکومت کروں۔ میرا طرز عمل انصاف پر مبنی ہو۔ اگر ان ہدایات پر میں نے پوری طرح عمل کیا تو میں بہترین آدمی ہوں گا۔ اور اگر میں ان ہدایات پر عمل نہ کر سکا تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنے آپ کو برباد کیا اور اپنی زندگی رائگاں کی۔ میں ظہر اور عصر کے درمیان مسجد میں بیٹھا کروں گا آپ لوگ اپنی ضروریات مجھ سے بیان کیا کیجیے اور مجھے ایسی تدبیروں کا مشورہ دیجیے جس سے آپ کی اور آپ کے ملک کی بھلائی اور بہتری ہو' اور ان شاء اللہ میں اپنے حتی المقدور کبھی آپ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

اس خطبہ کے بعد مطرف منبر پر سے اتر آیا۔

جب مطرف مدائن آیا اس وقت مدائن میں کوفے کے اکثر شرفا اور دوسرے خاندانوں کے اکثر سر برآوردہ لوگ موجود تھے اور کچھ فوج بھی تھی مگر ان کے پاس ساز و سامان اس قدر نہ تھا کہ اگر علاقہ جوخی یا انبار میں کوئی واقعہ ہو جائے تو اس کے لیے کافی ہو سکے۔

حکیم بن الحارث کی مطرف سے گفتگو:

جب مطرف منبر سے اتر کر ایوان شاہی میں لوگوں کے پاس آ کر بیٹھا' حکیم بن الحارث الازدی جو قبیلہ ازد کے سر برآوردہ لوگوں میں سے تھا' مطرف کی طرف بڑھا (اس کے بعد حجاج نے اسے خزانے کا افسر اعلیٰ بھی مقرر کر دیا تھا)

حکیم نے مطرف سے کہا خدا آپ کو نیک ہدایت دے جس وقت آپ نے تقریر کی تھی میں آپ سے دور تھا اور اب میں اس لیے آپ کے قریب آیا تھا کہ آپ کی تقریر کا جواب دوں مگر اسی اثنا میں آپ منبر سے اتر آئے۔ بہر حال جو کچھ آپ نے بیان کیا ہم نے اس کے مفہوم کو سمجھ لیا اور یہ کہ حجاج نے آپ سے انصاف و مساوات سے حکومت کرنے کا عہد لیا ہے۔ خدا عہد لینے والے اور عہد کرنے والے دونوں کو کامیاب کرے۔

آپ کی یہ آرزو ہے کہ آپ انصاف کریں اور حق کی اعانت کریں۔ خداوند عالم آپ کی نیت کی تکمیل میں آپ کی اعانت کرے۔

جس طرح کہ آپ کے والد ماجد کی سرشت میں تھا کہ وہ خدا اور بندگانِ خدا کی خوشنودی ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے اسی طرح آپ بھی اس مقصد کے حصول میں ان کے مشابہ ہیں۔

مطرف نے ان سے کہا کہ یہاں میرے پاس تشریف لائیے' ان کے لیے جگہ نکالی۔ حکیم مطرف کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

حصین بن یزید کہتے ہیں کہ مطرف ان تمام عاملوں میں جو مدائن آئے سب سے بہتر عامل تھے۔ مجرمین کو کوسخت ترین سزائیں دیتے تھے اور سرکاری عہدہ داروں کے ظلم کو مطلقاً روا نہیں رکھتے تھے۔

بشر بن الاجداع الہمدانی (ثم الثوری) جو شاعر بھی تھا' مطرف کے پاس آیا اور ان کی تعریف میں اشعار کہے۔ مطرف نے سن کر کہا: افسوس! تیرا مقصد یہ ہے کہ ہم فضول باتوں کی طرف مائل ہو جائیں۔

مطرف کی حجاج سے امداد طلبی:

جب شبیب ساتید ما سے مدائن کی طرف بڑھا۔ مطرف نے حسب ذیل خط حجاج کو لکھا:

''حمد و ثنا کے بعد میں امیر کو اطلاع دیتا ہوں کہ شبیب کا رخ ہماری طرف ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری امداد کے لیے اور فوج بھیج دیجیے تا کہ میں اس فوج کی امداد سے مدائن کی حفاظت کروں کیونکہ مدائن کوفے کا پھاٹک اور اس کا قلعہ ہے''۔

اس پر حجاج نے سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف کو دو سو سواروں کے ساتھ اور عبداللہ بن کناز کو دو سو کے ساتھ مطرف کی امداد کے لیے مدائن بھیجا۔

شبیب نے بڑھتے بڑھتے قناطر حذیفہ پر پڑاؤ کیا' اور پھر یہاں سے اور آگے بڑھ کر مقام کلواذا آیا۔ دجلہ کو عبور کیا اور قصبہ بہر سیر میں آ کر فروکش ہو گیا۔

مطرف بن مغیرہ رضی اللہ عنہ اور شبیب خارجی:

مطرف اس شہر عتیقہ میں تھا۔ جہاں منزل کسریٰ اور قصر ابیض واقع ہیں۔ جب شبیب نے بہر سیر میں اپنا پڑاؤ کیا تو مطرف نے دریا کے پل کو توڑ ڈالا اور شبیب کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ اپنے ساتھیوں میں سے چند معزز اور نیک لوگوں کو میرے پاس بھیج دیجیے تا کہ میں قرآن کریم سے ان سے بحث کروں اور ان عقائد پر غور کروں جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔

شبیب نے سوید بن سلیم' قعنب اور محلل بن وائل کو مطرف کی طرف روانہ کیا۔ جب کشتی ان کے قریب لائی گئی اور انھوں نے

اس میں اترنا چاہا۔ شبیب نے حکم بھیجا کہ جب تک میرا قاصد مطرف کے پاس سے واپس جواب لے کر نہ آ جائے تم لوگ کشتی میں سوار نہ ہوں۔

شبیب نے مطرف کے پاس قاصد کے ذریعہ سے کہلا بھیجا تھا کہ جس قدر اشخاص میرے آپ کے پاس آ رہے ہیں اتنے ہی آپ میرے پاس بھیج دیجیے تاکہ جب تک کہ میرے آدمی آپ سے مل کر واپس نہ آ جائیں۔ یہ لوگ بطور یرغمال میرے پاس رہیں۔

مطرف نے قاصد سے کہا کہ تو جا اور شبیب سے کہہ دے کہ جب میں نے اپنے آدمی آپ کے پاس بھیجے تھے اس وقت کیونکر میں نے آپ پر اعتماد کر لیا تھا اور اب آپ کیوں مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔

پھر شبیب نے قاصد کو واپس کیا اور کہلا بھیجا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے مذہب میں دھوکہ یا وعدہ خلافی جائز نہیں مگر آپ لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور اسے معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اس پر مطرف نے ربیع بن یزید الاسدی' سلیمان بن حذیفہ بن ہلال بن مالک المزنی اور یزید بن ابی زیاد مغیرہ کے آزاد غلام کو جو مطرف کے محافظ دستے کا سردار تھا۔ شبیب کے پاس بھیج دیا۔

جب یہ لوگ شبیب کے پاس پہنچ گئے' تب شبیب نے اپنے آدمیوں کو مطرف کے پاس بھیجا۔

مطرف بن مغیرہ رضی اللہ عنہ اور سوید کی گفتگو:

ابو مخنف کہتے ہیں کہ نضر بن صالح نے مجھ سے بیان کیا کہ میں مطرف بن المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا مگر مجھے معلوم نہیں کہ آیا راوی نے یہ کہا کہ میں اس فوج میں تھا جو مطرف کے ہمراہ تھی یا یہ کہا کہ میں اس وقت موجود تھا کہ جب شبیب کے قاصد مطرف کے پاس آئے۔

مطرف میرے اور میرے بھائی کے عزیز دوست تھے ہم سے کسی بات کو پوشیدہ نہیں رکھتے تھے جب شبیب کے قاصد ان کے پاس آئے اس وقت سوائے میرے اور میرے بھائی حلام بن صالح کے اور کوئی ان کے پاس موجود نہ تھا۔

شبیب کے قاصدوں کی تعداد چھ تھی اور ہم تین شخص تھے وہ سب کے سب تمام ہتھیاروں سے مسلح تھے اور ہمارے پاس صرف تلواریں تھیں۔

جب یہ قریب پہنچے سوید نے کہا: ''سلامی ہو اس پر جو اپنے رب سے ڈرا اور جس نے راہ ہدایت کو پہچانا''۔

مطرف نے کہا ''بے شک'' اور پھر ان پر اللہ کی سلامتی بھیجی۔ جب یہ لوگ بیٹھ گئے مطرف نے ان سے پوچھا کہ اب فرمائیے کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور کس طرف دعوت دے رہے ہیں۔

سوید نے پہلے خدا کی حمد اور پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کی اور یوں گویا ہوا۔ جس شئے کی طرف ہم آپ کو دعوت دینا چاہتے ہیں وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہم اپنے قوم والوں سے اس لیے عداوت رکھتے ہیں کہ وہ تمام خراج ذاتی مصارف میں خرچ کر رہے ہیں۔ انھوں نے خداوند عالم کے احکام پس پشت ڈال دیئے ہیں زبردستی اپنا تسلط جما لیا ہے۔

یہ سن کر مطرف نے کہا کہ آپ جس شئے کی دعوت دے رہے ہیں وہ تو عین حق ہے اور آپ کھلم کھلا ظلم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ میں ان امور میں آپ کا پیرو ہوں۔ اب میں جس چیز کی طرف آپ کو دعوت دوں آپ اس میں میری متابعت کیجیے تاکہ میری اور آپ کی کوشش کا ایک ہی مطمع نظر ہو اور میری اور آپ کی طاقت متحد ہو جائے۔

خارجیوں نے کہا کہ آپ فرمایئے آپ کیا چاہتے ہیں۔ اگر جس بات کی آپ دعوت دیں گے وہ حق ہوگی تو ہم آپ کی دعوت کو قبول کرلیں گے۔

مطرف کی خوارج کو دعوت:

مطرف نے کہا کہ آیئے ہم آپ مل کر ان ظالم سرکشوں کے خلاف ان کی بدعتوں کی وجہ سے جوانھوں نے ایجاد کی ہیں جہاد کریں اور انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف بلائیں اور اس معاملہ کی تصفیہ مسلمانوں کے باہمی سمجھوتہ سے ہو جائے تا کہ ایک ایسے شخص کو وہ اپنا امیر بنالیں جسے وہ پسند کریں جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک مسلمانوں میں ہوا کرتا تھا اور جب عربوں کو معلوم ہوگا کہ انتخاب امیر المومنین کا مطلب یہ ہے کہ قریش میں سے کسی شخص کو منتخب کرلیا جائے وہ اس تجویز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور ان میں سے اکثر آپ کے ساتھ ہو جائیں گے اور آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کی امداد کریں گے اور اس طرح آپ کی تجویز درجہ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔

یہ سنتے ہی خارجی چراغ پا ہو گئے اور مجلس اٹھ کر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اس بات کو تو ہم حشر تک منظور کرنے کے لیے تیار نہیں۔

خارجی وفد کی واپسی:

یہ کہہ کر خارجی وہاں سے روانہ ہوئے اور مکان کے چبوترے سے نکلنے ہی والے تھے کہ سوید بن سلیم مطرف کی طرف مڑا اور کہنے لگا: اے ابن المغیرہ رضی اللہ عنہ اگر میرے ساتھی دشمنی یا بدعہدی کرنے والے ہوتے تو وہ تمہیں قتل کرڈالتے' کیونکہ تم نے تو اپنے آپ کو خود ہی ان کے حوالے کر دیا تھا۔

یہ سن کر مطرف گھبرایا اور کہنے لگا بے شک خداوند عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی قسم ہے تم ٹھیک کہتے ہو۔

خارجی شبیب کے پاس واپس آئے اور جو کچھ مطرف نے کہا تھا بیان کیا۔ شبیب کو اس سے اس بات کا اور بھی خیال پیدا ہوا کہ مطرف کو اپنا طرف دار بنایا جائے۔ اس نے ان سے کہا کہ صبح کے وقت تم میں سے ایک شخص پھر مطرف کے پاس جائے۔

سوید خارجی کی مطرف سے ملاقات:

جب صبح ہوئی شبیب نے سوید کو مطرف کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم جا کر انہیں سمجھاؤ۔ سوید مطرف کے دروازے پر آیا۔ میں نے ہی اسے اندر جانے کی اجازت دی۔ جب سوید مطرف کے پاس اندر پہنچ کر بیٹھ گیا تو میں نے ارادہ کیا کہ وہاں سے اٹھ کر چلا آؤں۔ مگر مطرف نے مجھ سے کہا کہ تم بیٹھے رہو کیونکہ تم سے کسی بات کا پردہ نہیں ہے چنانچہ میں بھی بیٹھ گیا۔ میں اس وقت بالکل نوجوان تھا۔

سوید نے مطرف سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں کہ جن سے آپ کا کوئی راز راز نہیں۔ مطرف نے کہا کہ یہ نہایت ہی شریف و نجیب شخص ہیں۔ یہ مالک بن زہیر بن جذیمہ کے صاحبزادے ہیں۔

سوید نے ان سے کہا کہ تم نے ایک اچھے شخص کی عزت افزائی کی ہے۔ اگر ان کا مذہب بھی ان کے حسب ونسب کی طرح اعلیٰ ہو تو یہ پھر کامل فرد ہیں۔

شبیب خارجی کو مطرف کا پیغام:

اس کے بعد سوید مطرف کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ جو کچھ آپ نے مجھ سے کہا تھا وہ میں نے امیر المومنین سے بیان کر دیا۔ اس پر امیر المومنین نے ہمیں حکم دیا کہ پھر اس معاملہ میں آپ سے ملاقات کریں اور کہہ دیں کہ کیا آپ اس سے ناواقف ہیں کہ مسلمان اپنے میں سے جسے چاہے جس شخص کو مناسب سمجھ کر اپنا امیر مقرر کریں وہی سب سے زیادہ مناسب بات ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد یہی طریقہ جاری رہا۔ اگر آپ اس بات کو تسلیم کریں گے تو اس کے بعد ہمیں آپ سے اس بات کے کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم نے اپنے میں سے جو بہترین شخص تھا اور جو مصیبت کے بوجھ کو اٹھانے کی اپنے سینہ میں طاقت رکھتا تھا' اسے ہم نے اپنا امیر مقرر کر لیا ہے' جب تک کہ اس میں کوئی تغیر یا تبدیلی نہیں ہوئی اس کا ہاتھ ہماری زمام حکومت کا حامل ہے اور رہے گا۔

اور آپ نے جو مشورہ کے متعلق بیان فرمایا تھا اور کہا تھا کہ جب عربوں کو معلوم ہوگا کہ ہم کسی قریشی زادہ کو امیر بنانا چاہتے ہیں تو اکثر ہمارے تابع فرمان ہو جائیں گے۔ اس معاملے کے متعلق مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ میں آپ کو بتا دوں کہ جو لوگ حق اور راستی پر ہوتے ہیں ان کی قلت تعداد خداوند عالم کے سامنے ان کی تذلیل یا تنقیص کا باعث نہیں ہوتی اور اگر ظالموں کی تعداد زیادہ ہو تو اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

اگر ہم اس حق کو جس کے لیے لڑنے نکلے ہیں چھوڑ کر تمہاری دعوت اور مشورہ کو قبول کر لیں تو یہ ہماری خطا کمزوری اور ضعف ہوگا اور اس کے یہ معنی ہوں گے کہ گویا خود ہم نے ظالموں کی اعانت کے لیے راستہ صاف کر دیا کیونکہ ہمیں اس بات سے بالکل اتفاق نہیں کہ تمام عربوں کے سوا قریشی ہی اس منصب امارت کے زیادہ مستحق ہیں۔

اگر آپ اپنے اس دعوے پر اصرار کریں تو ہم سوال کریں گے کہ کیوں ایسا ہونا چاہیے اگر آپ کہیں اس لیے کہ قریشیوں کو رسول اللہ ﷺ سے قرابت حاصل ہے تو اس کا جواب بھی سن لیجیے کہ پھر ایسی صورت میں جو ہمارے آباء و اجداد مہاجرین تھے انہیں یہ سزاوار نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان کیا بلکہ ابی لہب کی اولاد پر بھی حکومت کرتے اگر چہ ان کے سوا کوئی اور باقی بھی نہ رہا ہوتا اور شاید انہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ خداوند عالم سے ڈرتا ہو اور حکومت کا سزاوار بھی وہی ہے جو زیادہ خدا سے ڈرنے والا سب سے افضل ہو۔ تمام سخت سے سخت ذمہ داریوں کے اٹھانے کی اس میں طاقت ہو جب تک کہ وہ مخلوقات کے امور کا سربراہ کار رہے۔

ہم نے سب سے پہلے مظالم کے خلاف آواز بلند کی۔ جور و زیادتی کو بدلا' اور ان ظالمین کی جماعت سے جنگ کی۔ اگر آپ ہمارے ساتھ ہو جاتے ہیں تو آپ ہمارے تمام فوائد و نقصانات میں برابر کے شریک رہیں گے اور ہم آپ کو مسلمان سمجھیں گے۔ ورنہ آپ بھی منجملہ ہمارے دشمنوں کے ایک دشمن تصور کیے جائیں گے اور جس طرح ہم مشرکین سے جہاد کرتے ہیں اسی طرح آپ سے بھی لڑیں گے۔

اس تقریر کو سن کر مطرف نے کہا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا میں اسے بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ آج تو آپ واپس تشریف لے جائیں تاکہ ہم اس معاملہ پر غور و خوض کر لیں۔ سوید واپس چلا آیا۔

مطرف بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کا ساتھیوں سے مشورہ:

مطرف نے اپنے خاص معتمد علیہ اور خیر خواہوں کو بلوایا۔ جس میں سلیمان بن حذیفۃ المزنی اور ربیع یزید الاسدی بھی تھے‘ نضر بن صالح کہتا ہے کہ میں اور یزید بن ابی زیاد مغیرہ کا آزاد غلام دونوں تلواریں لیے ہوئے مطرف کے سر پر کھڑے ہوئے تھے‘ یزید بن ابی زیاد مطرف کے دستہ کا سردار تھا۔

مطرف نے ان سر برآوردہ لوگوں سے کہا آپ لوگ میرے دوست اور بہی خواہ ہیں۔ آپ کے حسن مشورہ اور رائے پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ بخدا! میں ان ظالموں کے افعال کو ہمیشہ سے دل ہی دل میں ناپسند کرتا رہا ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے اپنے فعل وقول سے ان افعال کو بدلا ہے مگر جب ان کی خطائیں حد سے متجاوز ہو گئیں اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ خارجی ان سے جہاد کر رہے ہیں تو مجھے یہ مناسب معلوم ہوا کہ اگر مجھے ان کے خلاف مددگار مل جائیں تو مجھے ضرور ان کے خلاف جنگ کرنا چاہیے۔

میں نے خارجیوں کو دعوت دی تھی اور یہ تمام باتیں تفصیل سے ان سے کہہ دیں۔ انھوں نے بھی یہ ہی اس کے جواب میں کہا‘ اس لیے اب میری رائے نہیں ہے کہ ان کے خلاف جنگ کی جائے۔

اور اگر وہ ان باتوں کو جو میں نے ان کے سامنے پیش کی ہیں تسلیم کر لیں تو پھر میں عبدالملک اور حجاج کو چھوڑ دوں گا اور ان کے خلاف چڑھائی کروں گا۔

مزنی اور ابن ابی زیاد کا مدائن چھوڑنے کا مشورہ:

مزنی نے کہا کہ نہ تو خارجی آپ کے ساتھ ہو سکتے ہیں اور نہ آپ ہی ان کی اقتدا کر سکتے ہیں ان کی خیالات کو آپ اپنے ہی تک محدود رکھیں کسی شخص پر ظاہر نہ کریں۔ دوسرے شخص اسدی نے بھی یہی رائے دی اس پر مطرف کا آزاد غلام ابن ابی زیاد اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور عرض پرداز ہوا کہ خدا کی قسم! جو گفتگو آپ کے اور سوید کے درمیان ہوئی ہے اس کی اطلاع لفظ بہ لفظ حجاج کو پہنچے گی اور ایک بات کی دس بات کہی جائیں گی۔ اور آپ کے تمام ساتھی ہلاک کر ڈالے جائیں گے‘ اس لیے جہاں تک ممکن ہو اس مقام سے بھاگ جانا چاہیے کیونکہ ہر طرف باشندگان مدائن پھیلے ہوئے ہیں اور شبیب کی فوج والے اس گفتگو کا جو آپ کے اور اس کے قاصد سوید کے درمیان ہوئی ہے تذکرہ کر رہے ہیں رات نہ ہونے پائے گی کہ اس واقعہ کی من وعن خبر حجاج کو پہنچ جائے گی۔ اس لیے مدائن کے علاوہ کسی اور مقام کو اپنا مستقر بنائیے۔ مطرف کے دونوں ساتھیوں نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ مطرف نے ان سے پوچھا کہ فرمائیے آپ کا طرز عمل اب کیا ہوگا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہیں‘ حجاج وغیرہ کے خلاف اپنی جانیں آپ پر سے قربان کر دیں گے۔

اس کے بعد مطرف نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ آپ کے کیا ارادے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ کے دشمن سے لڑوں گا۔ آپ کے ساتھ تمام شدائد پر صابر رہوں گا جب تک آپ صابر رہیں گے۔

مطرف نے اس پر کہا کہ ہاں! آپ کی جانب سے مجھے ایسا ہی ظن بھی تھا۔

مطرف کی مدائن سے روانگی:

تیسرے دن قعنب مطرف کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر ہماری پیروی کرتے ہیں تو آپ ہم سے ہیں ورنہ ہمارا آپ سے

کوئی تعلق نہیں۔

مطرف نے جواب دیا کہ اس قدر عجلت نہ کیجیے کہ ایسے اہم مسئلہ کو آج ہی آپ طے کر دیں ابھی ہم غور کر رہے ہیں۔

مطرف نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ آج ہی رات سب کے سب یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور میرے ساتھ دسکرہ چلو کیونکہ وہاں ایک واقعہ پیش آ گیا ہے۔

مطرف رات کو روانہ ہوا' اس کے ساتھی بھی اس کے ہمراہ چلے اور مقام دیریزدجرد پہنچے اور یہاں منزل کی۔

قبیصہ بن عبدالرحمٰن کی اطاعت:

یہاں قبیصہ بن عبدالرحمٰن القحافی الخثعمی سے مطرف کی ملاقات ہوئی۔ مطرف نے اس سے کہا کہ تم میرے ساتھ ہو جاؤ۔ قبیصہ نے اسے منظور کر لیا۔ مطرف نے اسے خلعت دیا گھوڑا دیا اور نقد رقم بھی عطا کی اور یہاں سے روانہ ہو کر دسکرہ آیا اور جب یہاں سے بھی کوچ کا ارادہ کیا تو اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ اپنے ارادے سے اپنے ساتھیوں کو مطلع کر دے۔

مطرف بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

چنانچہ اس نے تمام سر برآوردہ لوگوں کو جمع کیا اور حمد و ثناء کے بعد ان سے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جہاد اور انصاف اور احسان کرنا فرض کیا ہے اور کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

''نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی اعانت کرو مگر گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے''۔

میں خدا کو گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا ساتھ چھوڑ دیا ہے جو صاحب میرے ساتھ رہنا چاہتے ہوں اور میرے ہم خیال ہوں وہ میرے ساتھ ہو جائیں ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کیا جائے گا اور جو صاحب اس پر آمادہ نہ ہوں انہیں آزادی ہے جہاں جی چاہے چلے جائیں کیونکہ میں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسا شخص میرے ساتھ ہو جس کی خود نیت ظالموں کے خلاف جہاد کرنے کی نہ ہو۔

میں آپ لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور ظالموں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے دعوت دیتا ہوں۔ جب ہمارے ارادے یہ ہیں ہمیں ضرور کامیابی ہوگی۔ اس وقت ہم امارت کے لیے باہم مسلمانوں میں مشاورت کریں گے اور جسے تمام مسلمان پسند کریں وہی ہمارا امیر ہوگا''۔

مطرف کے تمام ساتھیوں نے فوراً ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ اپنے فرودگاہ میں چلے گئے۔

سبرہ بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن کناز کی علیحدگی:

مطرف نے سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف اور عبداللہ بن کناز النہدی کو تخلیہ میں بلایا اور ان دونوں کو بھی اسی طرح دعوت دی جس طرح کہ اور تمام لوگوں کو اس نے دعوت دی تھی اس وقت تو ان دونوں نے اظہار رضامندی کیا مگر جب مطرف وہاں سے کوچ کر

گیا یہ دونوں مع ان لوگوں کے جو مطرف کا ساتھ چھوڑ کر ان سے آ ملے تھے۔ حجاج کے پاس واپس آ گئے' یہاں آ کر دیکھا کہ حجاج شبیب کے مقابلہ میں نبرد آزما ہے۔ یہ دونوں بھی شبیب کی جنگ میں شریک ہوئے۔

مطرف اپنے ہمراہیوں کو لے کر دسکرہ سے روانہ ہوا اور حلوان کی سمت چلا۔

سوید بن عبدالرحمٰن عامل حلوان کی حکمت عملی:

حجاج نے اس سال سوید بن عبدالرحمٰن السعدی کو حلوان اور ماسبذان کا عامل مقرر کر کے بھیجا تھا جب اسے اطلاع ہوئی کہ مطرف اس کے علاقہ کی جانب آنے والا ہے اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر میں نے اس معاملے میں ملایمت یا مداہنت سے کام لیا تو حجاج اسے کبھی پسند نہ کرے گا۔ اس لیے سوید نے مطرف کے مقابلے کے لیے اہالی اور کردوں کو جمع کیا۔ کردوں نے وہ حلوان کا راستہ مطرف پر مسدود کر دیا۔ سوید مطرف کے مقابلے کے لیے چلا مگر اس کا دلی منشا یہ تھا کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے کہ ایک طرف تو وہ مطرف سے جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی چاہتا تھا کہ حجاج بھی کوئی اعتراض نہ کرے' اس لیے اس کا اس طرح مقابلہ کے لیے روانہ ہونا محض دکھاوے کے طور پر تھا تاکہ اس پر الزام نہ آئے۔

حجاج بن جاریۃ الخثعمی:

حجاج بن جاریۃ الخثعمی کو جب معلوم ہوا کہ مطرف مدائن سے کوہستانی علاقہ کی طرف چل دیا ہے وہ خود اپنی قوم کے تیس آدمی اپنے ہمراہ لے کر اس کے شریک ہونے کے لیے روانہ ہوا۔

عبداللہ بن علقمہ الخثعمی کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو مطرف کی امداد کے لیے آئے تھے۔ ہم حلوان جا کر اس سے مل گئے اور سوید کے مقابلے میں اس کی طرف سے شریک معرکہ ہوئے۔

نضر نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔

جب ہم مطرف کے پاس پہنچے تو ہمارے آنے سے اسے بہت خوشی ہوئی اور اس نے حجاج بن جاریۃ الخثعمی کو اپنے برابر جگہ دی۔

نضر اور عبداللہ بن علقمہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ جب سوید ہمارے مقابلے پر آیا خود تو پیدل سپاہ کے ساتھ کھڑا رہا بلکہ انہیں مکانات سے باہر بھی نہیں نکالا۔ البتہ اس کا بیٹا قعقاع سواروں کے ساتھ سامنے آیا۔ اس کے سواروں کی تعداد اس روز کچھ زیادہ نہ تھی۔

نضر کا بیان ہے کہ سواروں کی تعداد کوئی دو سو تھی اور ابن علقمہ یہ کہتا ہے کہ ان کی تعداد تین سو تھی۔

سوید اور مطرف میں مصالحت:

مطرف نے حجاج بن جاریۃ کو بلا کر حکم دیا کہ تم اس جماعت کے مقابلہ میں جاؤ اور جتنی تعداد کہ مقابل فوج کی تھی اتنے ہی سوار ان کے ساتھ میدان جنگ میں بھیجے۔ یہ فوج قعقاع کے سامنے آئی اور چونکہ یہ شہسوار مشہور و معروف بہادر تھے' انھوں نے نہایت بہادری سے قعقاع سے جنگ کرنی شروع کی۔

سوید نے جب دیکھا کہ یہ جماعت میرے بیٹے قعقاع کی طرف گئی ہے۔ اس نے اپنے غلام رستم کو (جو اس واقعہ کے بعد ایک اور معرکہ میں سوید کے ہمراہ دیر الجماجم میں مارا گیا جب کہ بنی سعد کا جھنڈا اس کے پاس تھا) بلایا اور حکم دیا کہ حجاج کے پاس جائے۔

رستم نے حجاج بن جاریہ سے آ کر کہا کہ اگر ہمارے علاقے کو چھوڑ کر کسی اور طرف جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ کیونکہ ہم لوگ تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے' اور اگر تمہارا ارادہ ہمیں سے لڑنے کا ہے تو پھر ہمارے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ جس علاقہ پر ہم متصرف ہیں اس کی حفاظت کریں۔

حجاج نے اس پر یہ کہا کہ تم ہمارے افسر اعلیٰ کے پاس چلو اور جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے یہ ہی ان سے چل کر کہو۔

رستم مطرف کے پاس آیا اور جو کچھ اس نے حجاج بن جاریہ سے کہا تھا اس سے بھی کہہ دیا۔ اس پر مطرف نے کہا کہ نہ ہم تم سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ تمہارے علاقے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

رستم نے کہا اچھا تو پھر آپ اس راستے سے چلے جائیے اور ہمارے علاقے سے نکل جائیے اور ہمارے لیے یہ تو ضروری ہے کہ ہم لوگوں پر یہ بات ظاہر کر دیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ہم آپ کے مقابلے کے لیے تیار ہو کر نکلے تھے۔

مطرف کی کردوں سے مڈبھیڑ:

مطرف نے حجاج کو بلا بھیجا جب حجاج آ گیا تو پھر سب وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے کردوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ مطرف اور ان کی تمام فوج گھوڑوں سے اتر پڑی۔

دہنی جانب سے حجاج بن جاریہ اور بائیں سے سلمان ابن حذیفہ کردوں کی سمت بڑھے۔ انہیں شکست دی اور ان سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔

مطرف اور اس کے ساتھیوں کو کوئی نقصان اٹھانا نہیں پڑا۔ یہ چلتے چلتے جب ہمدان کے قریب آئے تو چونکہ ہمدان کا عامل مطرف کا بھائی حمزہ بن المغیرہؓ تھا' اس لیے مطرف نے ہمدان چھوڑ کر ماہ دینار کا رخ کیا۔

مطرف کی حمزہ بن مغیرہؓ سے امداد طلبی:

مطرف نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا کہ وہ ہمدان میں داخل ہو اور اس طرح اس کا بھائی حجاج کی نظر میں متہم ہو جائے البتہ جب وہ علاقہ ماہ دینار میں داخل ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی حمزہ کو لکھا کہ چونکہ اخراجات بہت زیادہ ہیں اور سخت تکلیف ہے اس لیے تم روپیہ اور ہتھیاروں سے حتی المقدور میری مدد کرو۔

مطرف نے یزید ابن ابی زیاد مغیرہؓ بن شعبہ کے آزاد غلام کو حمزہ کے پاس بھیجا تھا۔ رات کے وقت یزید مطرف کا خط لے کر حمزہ کے پاس آیا۔

جب حمزہ نے اسے دیکھا تو کہا:

''خدا کرے کہ تیری ماں کو تیری موت کا صدمہ اٹھانا پڑے تو نے ہی مطرف کو تباہ کیا''۔

یزید نے جواب دیا میں آپ پر سے قربان ہو جاؤں میں نے ہرگز ہرگز انہیں تباہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے

پیروں میں کلہاڑی ماری ہے بلکہ اپنے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر ڈالا اور اب مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں ان کی وجہ سے آپ نہ تباہ ہو جائیں۔

حمزہ نے کہا اچھا پھر کس نے انہیں یہ تجویز سمجھائی۔

یزید نے کہا خود ان کے دل نے۔ اس کے بعد یزید بیٹھ گیا اور پوری روئداد ان سے بیان کی اور مطرف کا خط جو ان کے نام تھا وہ انہیں دیا۔ حمزہ نے خط پڑھا اور کہا بہت اچھا' میں ضرور روپیہ اور ہتھیار ان کے پاس بھیج دوں گا۔ مگر یہ بتاؤ کہ کیا یہ بات چھپی رہے گی۔

یزید نے کہا کہ میری رائے میں تو یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی۔

اس پر حمزہ نے کہا اچھا اگر چہ میں ان کی ایسی مدد تو نہیں کر سکتا جس سے انہیں بہت زیادہ فائدہ پہنچتا یعنی کھلم کھلا انہیں امداد نہیں دے سکتا مگر اس سے آسان یعنی خفیہ طور پر ان کی مدد کرنے سے باز نہیں رہوں گا۔

حمزہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کی مطرف کو امداد:

حمزہ نے یزید کے ہمراہ روپیہ اور ہتھیار بھیج دیئے' یزید اسے مطرف کے پاس اس وقت لائے جب کہ ہم ماہ دینار کی منڈیوں میں ایک منڈی سامان متاخم نامی میں جو علاقہ اصبہان میں واقع ہے مقیم تھے۔ یہ ایک ایسی منڈی تھی جہاں خوبصورت عورتیں بکنے کے لیے آیا کرتی تھیں۔

مطرف کا قاشان میں قیام:

نضر بن صالح بیان کرتا ہے کہ جیسے ہی یزید روانہ ہوا میں نے لوگوں کو باتیں کرتے سنا کہ مطرف نے اپنے بھائی سے روپیہ اور ہتھیاروں کی امداد طلب کی ہے۔ یہ سن کر میں مطرف کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے مطرف نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ جب پہلی ہی بات مخفی نہیں رہی تو اب کون سی بات ہوگی جو افشا نہ ہو جائے گی۔

اتنے میں یزید بن ابی زیاد بھی آ گیا اور مطرف اپنے ساتھیوں کو لے کر قم' قاشان اور اصبہان کی طرف چل دیا۔

مطرف جب قم اور قاشان پہنچ گیا اور اسے ہر طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اس نے حجاج بن جاریہ کو بلایا اور کہا۔ جنگ سبخہ میں شبیب کو جو شکست ہوئی اس کا حال بیان کرو اور کیا تم اس معرکہ میں شریک تھے یا اس سے پہلے ہی چلے آئے تھے۔

حجاج بن جاریہ نے کہا ہاں! میں اس معرکہ میں شریک تھا۔

شبیب خارجی کے قتل پر مطرف کا اظہار افسوس:

مطرف نے کہا تو اچھا اس کا قصہ بیان کرو۔ حجاج نے پورا واقعہ بیان کیا۔ مطرف نے سن کر کہا کہ کاش! شبیب کو فتح حاصل ہوئی ہوتی۔ اور اگر چہ وہ خود گمراہ تھا مگر وہ دوسرے گمراہ کو تو قتل کر ڈالتا۔

مطرف کی یہ آرزو اس لیے تھی کہ اگر حجاج ہلاک ہو جاتا تو جس مقصد کے لیے وہ کوشاں تھا وہ پورا ہو جاتا۔

پھر مطرف نے اپنے عمال روانہ کیے۔

نضر بن صالح کہتا ہے کہ اگر قسمت ہی مخالف نہ ہوتی تو مطرف نے تدبیر تو بڑی دور اندیشی سے اختیار کی تھی۔

مطرف کا خط بنام سوید بن سرحان وبکیر بن ہارون:

مطرف نے حسب ذیل خط ربیع بن یزید کے ہاتھ سوید بن سرحان الثقفی وبکیر بن ہارون البجلی کے نام ارسال کیا:

''حمد وثنا کے بعد میں آپ کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے خلاف جہاد کیجیے جو حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جنھوں نے خراج کو صرف اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے اور کلام پاک کے احکام کو ترک کر دیا ہے جب حق وصداقت کی فتح ہو جائے گی اور باطل مٹ جائے گا اور حق کو غلبہ حاصل ہو جائے گا تو پھر ہم انتخاب امیر کے معاملے کو مسلمانوں کے باہمی مشورہ سے طے کر لیں گے' جسے وہ پسند کریں گے وہی ہمارا امیر ہو گا۔

جو شخص ہماری اس دعوت کو قبول کرے گا وہ ہمارا دینی بھائی اور موت وزیست کا ہمارا شریک رہے گا اور اس دعوت کو جو رد کر دے گا ہم اس کے خلاف جہاد کریں گے اور اس کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ ہمارے لیے اس شخص کے خلاف اللہ کی شہادت کافی ہے اور اسے سب سے بڑا نقصان تو یہی ہو گا کہ وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے فوائد سے متمتع نہ ہو گا اور اس سے زیادہ اس کی ذلت ہو گی کہ خدائی حکم کے خلاف وہ ظالموں سے مداہنت کے ساتھ پیش آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جہاد ایک ایسی شئے ہے جو لوگوں پر ناگوار ہے۔

اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے کہ اس کے حکم کو ماننے میں چون وچرا نہ کرے اور خدا کے دشمنوں سے جہاد کرے۔

اس کے لیے خدا آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آپ لوگ اس حق کی دعوت کو قبول فرمایئے اور ان لوگوں کو بھی دعوت دیجیے جن کے متعلق آپ کو یہ خیال ہو کہ وہ اس پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہوں گے اور جن امور کو وہ نہ مانتے ہوں انھیں بتا دیجیے۔

جو شخص میری رائے سے اتفاق کرے اور ہماری اس دعوت کو قبول کرے اور اپنے دشمن کو ہمارا دشمن سمجھے اسے چاہیے کہ میرے پاس آ جائے۔ خدا ہمیں اور آپ کو ہدایت دے اور ہماری اور آپ کی توبہ قبول فرمائے اس لیے کہ وہی سب سے بڑا توبہ کا قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔ والسلام''۔

سوید بن سرحان اور بکیر کی اطاعت:

جب یہ خط ان دونوں شخصوں کے پاس آیا' یہ دونوں اہل رے کی ایک جماعت کے ساتھ چپکے سے نکل کھڑے ہوئے اور دوسرے ان لوگوں کو بھی جو ان کے ساتھ ہو لئے انھوں نے دعوت دی اور اس طرح تقریباً اہل رے کے سو آدمیوں کی جماعت کے ساتھ یہ چپکے سے روانہ ہو گئے اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ ان کا مقصد کہاں جانے کا ہے۔ اور مطرف کے پاس آ گئے۔

براء بن قبیصہ کی حجاج کو اطلاع:

براء بن قبیصہ حجاج کی جانب سے اصبہان کا امیر تھا' ان واقعات کی اس نے حجاج کو اطلاع دی اور لکھا کہ اگر آپ کو علاقہ

اصبہان وغیرہ کی ضرورت وحفاظت منظور ہے تو فوراً مطرف کے مقابلے کے لئے ایک ایسی زبردست فوج بھیجے جو اس کا اور اس کے ساتھیوں کا استیصال کر دے۔ کیونکہ جس مقام پر وہ اب ہے وہاں اکثر مقامات سے لوگوں کی جماعتیں جا جا کر اس کے ساتھ شامل ہو رہی ہیں۔ اس کے متبعین اور فوج کی تعداد کثیر ہوگئی ہے والسلام''۔

حجاج کا ابن قبیصہ کے نام خط:

حجاج نے اس کے جواب میں لکھا کہ جس وقت میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تم اس فوج کے ساتھ جو تمہارے پاس ہے جنگ کی تیاری کرو اور جب عدی بن وتاد تمھارے پاس آ جائیں تم ان کی سرکردگی میں اپنی جمعیت کے ساتھ میدان جنگ کا رخ کرنا۔ ان کے احکام کی تعمیل کرنا اور ان کے مشورہ پر کاربند رہنا۔ والسلام''۔

براء بن قبیصہ کی جنگی تیاری:

براء نے اس خط کو پڑھتے ہی فوج کی ترتیب اور آراستگی شروع کر دی۔ حجاج نے بیس بیس' پندرہ پندرہ اور دس دس آدمیوں کی جماعتیں ڈاک لے جانے والے گھوڑوں کے ذریعہ سے براء بن قبیصہ کے پاس بھیجنا شروع کیں۔ اس طرح پانسو کی جمعیت اس کے پاس پہنچ گئی' اور دو ہزار پہلے سے اس کے پاس تھے۔

حمزہ بن مغیرہ کی معذرت خواہی:

جب جنگ سبخہ میں حجاج کو شبیب کے خلاف فتح ہوئی اسود بن سعد الہمدانی اس فتح میں شریک ہونے کے اثناء راہ میں رے آئے تھے۔ ان کا گزر ہمدان اور جبال میں بھی ہوا' اور یہ حمزہ کے پاس بھی آئے۔ حمزہ نے ان سے اپنے بھائی کی امداد کرنے کے معاملے میں معذرت چاہی۔ اسود نے اس واقعہ کو حجاج سے بیان کیا۔ حجاج نے کہا کہ مجھے بھی اس کا علم ہو چکا ہے۔

حمزہ بن مغیرہ کی معزولی واسیری:

حجاج نے حمزہ کو موقوف کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر اسے خوف پیدا ہوا کہ مبادا حمزہ میرے حکم کو ٹال جائے اور میرے خلاف ہو جائے۔ قیس بن سعد العجلی حمزہ کے محافظ دستہ کا افسر اعلیٰ تھا۔ بنی عجل اور بنی ربیعہ کی معتدبہ جماعت اس وقت ہمدان میں موجود تھی۔

حجاج نے قیس کو لکھا کہ تم ہمدان کے عامل مقرر کئے جاتے ہو' اور حکم دیا کہ اپنے سامنے حمزہ کو گرفتار کر کے بیڑیاں ڈال دو اور جب تک میرا حکم نہ آئے وہ چھوڑا جائے۔

قیس کے پاس جب حجاج کا یہ فرمان تقرر اور حکم پہنچا' وہ اپنے قبیلہ والوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حمزہ کی طرف آیا۔

جب مسجد میں داخل ہوا تو نماز عصر کی اقامت ہو رہی تھی' اس نے حمزہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد جب حمزہ مسجد سے واپس ہوا تو قیس بھی ساتھ ہوا۔ حجاج کا خط اسے پڑھ کر سنایا اور اپنے تقرر کا فرمان اسے دکھایا۔

حمزہ نے کہا کہ میں اس حکم کی تعمیل کے لئے بلا چون و چرا حاضر ہوں۔ قیس نے حمزہ کو گرفتار کر کے محبوس کر دیا اور ہمدان کی نظامت کا جائزہ لے لیا۔ اپنی قوم کے عمال کو مضافات پر بھیج دیا۔

قیس بن سعد العجلی کا حجاج کے نام خط:

اور حجاج کو حسب ذیل خط کے ذریعہ اس تمام کاروائی کی اطلاع کر دی۔

''حمد وثنا کے بعد میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے حمزہ بن المغیرہ کو بیڑیاں پہنا کر جیل خانے میں قید کر دیا ہے۔ اپنے عاملوں کو خراج وصول کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہے۔

اور خراج وصول کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب اگر جناب والا کی رائے ہو تو مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنی قوم اور اپنے علاقہ کے ان لوگوں کے ساتھ جو میرے ساتھ ہوں مطرف کے مقابلے پر جاؤں تا کہ اس سے جہاد کروں اور مجھے یقین ہے کہ خراج وصول کرنے سے زیادہ جہاد کا ثواب ہوگا۔ والسلام''۔

حجاج اس خط کو پڑھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ اس سمت سے ایسی خبریں موصول ہو رہی ہیں جس کی ہمیں توقع نہ تھی۔

دنیا میں سب سے زیادہ حجاج اس وقت حمزہ کے اصبہان پر حاکم رہنے سے خائف تھا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ حمزہ ضرور روپیہ اور اسلحہ سے اپنے بھائی کی امداد کرے گا اور یہ بھی خیال تھا کہ اگر میں نے کوئی فوری کاروائی اس کے خلاف کی تو ممکن ہے کہ وہ میرے ہی مقابلے کے لئے آمادہ ہو جائے اور عدول حکمی کرے اس لئے حجاج برابر سے بنھائے چلا گیا اور موقع پا کر اسے معزول کر دیا۔ جب اس طرف سے اسے اطمینان ہو گیا تو اب اس نے مطرف توجہ مبذول کی۔

حجاج کا قیس کی معزولی کا فیصلہ:

حجاج نے جب قیس بن سعد عجلی کا خط پڑھا اور یہ جملہ سنا کہ اگر جناب والا پسند فرمائیں تو میں مطرف کے مقابلے پر اپنی قوم کے ساتھ جانے کے لئے اور اس سے جہاد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حجاج نے کہا مجھے سب سے زیادہ یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ عربوں کی تعداد سیر حاصل علاقۂ خراج میں زیادہ ہو جائے۔ ابن المعراق کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ الفاظ حجاج کی زبان سے سنے مجھے معلوم ہو گیا کہ جب مطرف کے قضیہ سے فارغ ہو جائے گا قیس کو برطرف کر دے گا۔

عدی بن وتاد کو مطرف پر فوج کشی کا حکم:

حجاج نے عدی بن وتاد الایادی عامل رے کو حکم دی کہ مطرف بن مغیرہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور براء بن قبیصہ سے جا کر ملو۔ جب تم دونوں اکٹھے ہو جاؤ تو تم ہی فوج کے سپہ سالار مقرر کئے جاتے ہو۔

عبداللہ بن سلیم الازدی بیان کرتا ہے کہ جب حجاج کا خط عدی بن وتاد کے نام آیا۔ اس وقت میں رے میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ عدی نے اس خط کو پڑھا اور پھر وہ خط مجھے دے دیا اور میں نے اسے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ جس وقت تم میرے اس خط کو پڑھو فوراً اہل رے کے جو تین دستے فوج کے جو تمہارے ساتھ ہیں انھیں لے کر روانہ ہو جاؤ اور جی میں جا کر براء بن قبیصہ سے ملو اور پھر دونوں مطرف کے مقابلے کے لئے جاؤ۔ جب تم دونوں اکٹھے ہو جاؤ تو تم ہی تمام فوج کے سردار مقرر کئے جاتے ہو تا آنکہ اللہ تعالیٰ مطرف کو ہلاک کر دے اور جب اللہ تعالیٰ مومنین کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دے۔ تم اللہ کی نگہبانی اور حفاظت میں اپنے مستقر کی طرف پلٹ آنا۔ جب میں نے خط پڑھ لیا عدی نے مجھ سے کہا اٹھو اور تیاری کرو۔ عدی برآمد ہوا' فوج کے اجتماع کا حکم دیا۔ متصدیان فوج کو حکم دیا کہ تین دستے فوج کے منتخب کر لو۔

عدی کی پیش قدمی:

ابھی جمعہ کا دن نہ گزرا تھا کہ ہم روانہ ہو گئے جی پہنچے۔ قبیصۃ القہانی بھی نو سو شامیوں کے ساتھ یہاں آ کر مل گئے۔ ان

شامیوں میں عمر بن ہبیرہ بھی تھا۔ ہم صرف دو روز جی میں ٹھہرے۔ عدی بن وتاد اپنے تابع فرمان لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ اہل رے کے تین ہزار جنگجو سپاہی تھے اور براء بن قبیصہ کے ساتھ ایک ہزار سپاہی تھے۔ جنھیں حجاج نے کوفہ سے ان کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔ سات سو شامی تھے اور تقریباً ایک ہزار اصبہانی اور کرد اس کے علاوہ تھے۔ اس طرح تقریباً کل چھ ہزار سپاہی تھے۔

عدی روانہ ہوا اور مطرف کے قریب پہنچ گیا۔

عدی کی صف بندی:

جب مطرف کو معلوم ہوا کہ اتنا بڑا لشکر میرے مقابلے کے لئے آ رہا ہے اس نے اپنی فوج کے چاروں طرف خندق کھود لی اور دشمن کے آنے تک خندق کی حفاظت میں یہ تمام فوج پڑی رہی۔

یزید عبداللہ بن زہیر کا آزاد غلام راوی ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ اس وقت اپنے آقا کے ساتھ تھا۔

عدی نے میدان مقابلہ میں آتے ہی فوج کی ترتیب شروع کی۔ اپنے میمنہ پر عبداللہ بن زہیر کو متعین کیا اور براء بن قبیصہ سے کہا کہ تم میسرہ میں ٹھہرو۔

عدی اور براء بن قبیصہ میں کشیدگی:

براء اس حکم سے چڑ گئے اور کہنے لگے کہ آپ مجھے میسرہ میں کھڑے رہنے کا حکم دیتے ہیں حالانکہ میں بھی آپ کا ہم مرتبہ سردار ہوں۔

یہ میرے شہسوار میسرہ میں متعین ہیں میں نے ان پر طفیل بن عامر بن واثلہ کو جو عرب کے مشہور بہادر ہیں افسر اعلیٰ مقرر کر دیا ہے۔

جب اس کی اطلاع عدی کو ہوئی انھوں نے ابن اقیصر الخثعمی کو حکم دیا کہ تم جا کر سواروں کی کمان کرو اور براء سے جا کر کہو کہ تمھیں میرے احکام کی تعمیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ آپ کو میمنہ سے غرض اور نہ میسرہ سے نہ رسالہ نہ پیادہ فوج پر کوئی حکومت حاصل ہے۔ آپ صرف اسی لئے ہیں کہ میرے ہر حکم کی تعمیل کریں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جسے میں ناپسند کروں اور اس طرح میرے اور آپ کے ذاتی تعلقات میں فرق آ جائے۔

عدی براء کی بہت عزت وتوقیر کرتا تھا۔

اس کے بعد عدی نے عمر بن ہبیرہ کو میسرہ پر روانہ کیا اور سو شامی سواروں کے ساتھ انھیں حکم دیا کہ تم جا کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔

طفیل بن عامر کی علیحدگی کا حکم:

عمر بن ہبیرہ آئے اور اپنے جھنڈے کے قریب کھڑے ہو گئے ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے طفیل بن عامر سے کہا کہ اپنا جھنڈا چھوڑ دو اور ہم سے علیحدہ چلے جاؤ کیونکہ اس جگہ ہم متعین کئے گئے ہیں۔

طفیل نے کہا کہ میں تم سے جھگڑا کرنا نہیں چاہتا۔ یہ جھنڈا براء بن قبیصہ نے جو ہمارے افسر ہیں میرے سپرد کیا تھا۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے افسر اعلیٰ اس حصہ فوج کے سردار مقرر لئے گئے ہیں اور اب اگر یہ جھنڈا تمہارے سردار کے سپرد کیا گیا ہے تو خدا انھیں مبارک کرے ہم ہر طرح ان کے احکام کو سننے اور ان کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اس پر عمر بن ہبیرہ نے اپنے ساتھیوں کو ڈانٹا اور کہا الگ ہو جاؤ۔ یہ بھی تمہارے بھائی اور عزیز ہیں اور پھر طفیل سے کہا کہ ہمارا

جھنڈا آپ ہی کا جھنڈا ہے اگر آپ کی خوشی ہو تو ہم اسے آپ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ ان دونوں شخصوں نے اس موقع پر جس حلم و بردباری کا ثبوت دیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

پھر عدی گھوڑے پر سے اتر پڑا اور مطرف پر حملہ آور ہوا۔

مطرف کی صف بندی:

دوسری طرف مطرف نے حجاج بن جاریہ کو اپنے میمنہ پر اربیع بن یزید الاسدی کو اپنے میسرہ پر اور سلیمان بن صخر المزنی کو محافظ دستہ پر سردار مقرر کیا اور خود پاپیادہ سپاہ کے دستہ کے ساتھ ہو گیا۔ اور یزید بن ابی زیاد (مطرف کے والد مغیرہ بن شعبہ کا غلام) اس کا علم بردار تھا۔

بکیر بن ہارون کا مخالفین سے خطاب:

جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور قریب آ گئیں۔ مطرف نے بکیر بن ہارون البجلی سے کہا کہ تم جاؤ اور مقابل فوج کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی دعوت دو اور ان کی بداعمالیوں پر انہیں سرزنش کرو۔

چنانچہ بکیر اپنے ایک مشکی گھوڑے پر جس کی دم مقطوع تھی سوار زرہ خود سے مسلح کلائیوں پر فولادی دستانے ہاتھ میں نیزہ۔ زرہ کو مینی شالی چادروں کے سرخ کناروں سے باندھے میدان جنگ میں آئے اور بآواز بلند دشمن سے یوں مخاطب ہوئے:

''اے ہمارے ہم قبیلہ ہم مذہب اور ہم ملت لوگو! میں آپ سے اس ذات کا واسطہ دے کر کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے جس پر تمہاری پوشیدہ اور علانیہ تمام باتیں یکساں منکشف ہیں درخواست کرتا ہوں جب کہ تم ہمارے ساتھ انصاف اور صداقت کے سلوک کے مدعی ہو اور یہ تمہاری تمام خیر سگالیاں مخلوقات کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی کے لیے ہیں اور تم ان تمام باتوں کے لیے جنہیں خداوند عالم اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے گواہ ہو تو مجھے عبدالملک اور حجاج کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ کرو کہ وہ کیسے ہیں۔ کیا آپ لوگ اس سے ناواقف ہیں کہ یہ لوگ سخت ظالم خودغرض نفسانی خواہشوں کے بندے ہیں محض شبہ کی بنا پر لوگوں کو زندان بلا میں ڈالتے ہیں' غصہ کے جوش و خروش میں بندگانِ الٰہی کو قتل کر ڈالتے ہیں''۔

ہر طرف سے آوازیں آئیں کہ اے دشمن خدا ایسا نہیں ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ بکیر نے کہا افسوس:

﴿ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَّقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴾

''اللہ پر جھوٹ تہمت نہ لگاؤ' مبادا وہ تمہیں کسی عذاب سے بالکل تباہ کر ڈالے اور بے شک جس نے تہمت لگائی وہ محروم رہا''۔

کیا تم اللہ کو سبق دینا چاہتے ہو' میں نے تو تم سے شہادت طلب کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے شہادت کے اخفا کے بارہ میں فرمایا ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾

''جو شہادت کا اخفا کرے گا تو ضرور اس کا دل گناہ گار ہوگا''۔

عدی کے آزاد غلام صارم کا قتل:

صارم عدی بن وتاد کا آزاد غلام جو اس روز اس کا علم بردار بھی تھا بکیر کے مقابلہ پر نکلا اور اس پر حملہ آور ہوا۔ دونوں بہادر اپنی اپنی تلواروں سے ایک دوسرے پر وار کرتے رہے مگر عدی کا آزاد غلام بکیر کا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔

بکیر نے تلوار کے ایک ہی ہاتھ میں اس کا کام تمام کر دیا اور آگے بڑھ کر کہا کہ ایک ایک شہسوار مقابلے پر آ جائے مگر جب کوئی مقابلہ پر نہیں آیا۔ بکیر یہ شعر پڑھنے لگا۔

صـارم قـد لا قيـت سيفًـا صـارمًـا واسـدًا ذالـبدة ضبـارمًـا

ترجمہ: ''اے صارم تو نے ایک شمشیر براں اور ایک بالدار دلیر و خونخوار شیر سے مقابلہ کیا''۔

حجاج بن جاریہ کا میسرہ پر حملہ:

حجاج بن جاریہ نے جو میمنہ پر متعین تھا' عمر بن ہبیرہ پر جو عدی کے میسرہ پر تھا حملہ کیا۔ اسی میسرہ میں طفیل بن عامر بن واثلہ بھی تھا' حجاج اور طفیل مقابل ہوئے' یہ دونوں آپس میں بڑے دوست تھے اور برادرانہ تعلقات رکھتے تھے جب انہوں نے ایک دوسرے کو شناخت کیا تو اگرچہ وار کرنے کے لیے تلواریں اٹھا چکے تھے مگر پھر اپنے ہاتھ روک لیے۔ دونوں فوجوں میں دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ عدی بن وتاد کا میسرہ تھوڑی دیر میں پیچھے ہٹ گیا اور حجاج پھر اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

ربیع بن یزید کا عبدالرحمٰن بن زہیر پر حملہ:

اس کے بعد ربیع بن یزید نے عبداللہ بن زہیر پر حملہ کیا۔ عرصہ تک جنگ ہوتی رہی پھر کچھ لوگوں نے اسدی پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس لیے مطرف بن المغیرہ رضی اللہ عنہ کے میسرہ کو شکست ہوئی اور یہ پیچھے ہٹ کر مطرف کے پاس چلا آیا' اس کے بعد عمر بن ہبیرہ نے حجاج بن جاریہ اور اس کی فوج پر حملہ کیا اور دیر تک ان میں مقابلہ رہا۔ حجاج بھی اس سے بچ کر مطرف کے پاس چلا آیا۔

سلیمان بن صخر المزنی کا قتل:

ابن اقیصر الخثعمی نے رسالے کے ساتھ سلیمان بن صخر المزنی پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ ان کا رسالہ پسپا ہوا اور مطرف کے پاس چلا آیا اور مطرف کے قریب دونوں طرف ایسا سخت رن پڑا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ابن اقیصر بڑھتے بڑھتے مطرف تک جا پہنچا۔

مطرف بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

نضر بن صالح راوی ہے کہ مطرف اس وقت اپنے دشمنوں کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے کہ:

﴿ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾

''اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم سوائے اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی شئے کو اس کا شریک نہ گردانیں' اور سوائے اللہ کے اور کسی کو اپنا آقا نہ بنائیں۔ اگر وہ اس سے روگردانی کریں تو تم (اے مسلمانو!) ان سے کہہ دینا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں''۔

مطرف لڑتا رہا اور مارا گیا۔ عمر بن ہبیرہ نے اس کا سر کاٹ لیا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابن اقیصر نے اسے قتل کیا تھا' اور کئی مرتبہ دوڑ دوڑ کر اس کی جانب حملہ آور ہوا تھا۔ البتہ اس کے سر کو ابن ہبیرہ نے کاٹا اور عدی بن وتاد کے پاس لے کر آیا اور انعام و

اکرام حاصل کیا۔

عمر بن ہبیرہ کی شجاعت:

اس جنگ میں عمر بن ہبیرہ نہایت بہادری سے لڑا اور اس نے خوب جوہر شجاعت دکھائے۔

کلیم بن ابی سفیان الازدی نے یزید بن ابی زیاد مغیرہ کے آزاد غلام کو جو اس جنگ میں مطرف کا علم بردار تھا قتل کیا۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ کا قتل:

اب یہ فوج مطرف کے فوجی پڑاؤ میں داخل ہوئی۔ مطرف نے اپنے فوجی پڑاؤ پر عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عفیف الازدی کو سردار مقرر کیا تھا۔ یہ بھی مارا گیا۔ یہ ایک نہایت نیک اور عابد و زاہد آدمی تھا۔

زید ان لوگوں کا غلام جو عدی بن وتاد کے ساتھ تھے راوی ہے کہ میں نے اس کے سر کو ابن اقیصر کے پاس دیکھا۔ مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس سے کہا کہ تو نے بڑے مجاہد نمازی پرہیزگار کو جو ہمیشہ ذکر و شغل میں رہتا تھا قتل کیا۔

ابن اقیصر میری طرف آیا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ میرے مالک نے اس سے کہا کہ یہ میرا غلام ہے۔ پھر عدی کے ساتھ رے واپس چلے آئے۔

عدی نے ان لوگوں کو جنھوں نے جنگ میں نمایاں بہادری دکھائی تھی حجاج کی خدمت میں بھیجا حجاج نے ان کی تکریم و تحریم کی اور انہیں انعام وغیرہ دیا۔

مطرف کے ساتھیوں کو امان:

جب عدی رے واپس چلا آیا۔ بنی بجیلہ اس کے پاس آئے اور بکیر بن ہارون کی معافی کے خواستگار ہوئے۔ عدی نے اسے معافی دے دی۔

بنی ثقیف نے سوید بن سرحان الثقفی کے لیے امان طلب کی۔ عدی نے اسے بھی امان دے دی۔ اسی طرح جس قدر آدمی مطرف کے ساتھ تھے ان کے خاندان والوں نے عدی سے ان کے لیے امان کی درخواست کی اور یہ خوب کیا۔

مطرف کے کچھ ساتھی مطرف کے لشکر گاہ میں گھیر لیے گئے' ان لوگوں نے چلانا شروع کیا ''اے براء! ہمارے لیے امان حاصل کرو۔ اے براء! ہماری شفارس کرو''۔ براء نے ان کی سفارش کی اور وہ لوگ چھوڑ دیئے گئے۔ عدی نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ مگر پھر سب کو رہا کر دیا۔

نضر بن صالح راوی ہے کہ عدی حلوان میں سوید بن عبدالرحمٰن کے پاس آیا۔ سوید نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور خلعت و انعام دیا۔ اس کے بعد وہ کوفہ واپس چلا آیا۔

حجاج بن جاریہ کو امان:

حجاج بن جاریہ اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد رے آ گیا یہیں اس کی تعیناتی تھی۔ لوگوں نے عدی سے اس کی بھی سفارش کی مگر عدی نے کہا کہ یہ تو مشہور آدمی ہے اور اس کی شہرت مطرف کے ساتھ رہنے کی وجہ سے بھی ہو چکی ہے اور حجاج کا خط اس کے بارے میں آ چکا ہے۔

عبداللہ بن زہیر راوی ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنھوں نے حجاج بن جاریہ کی سفارش کی تھی مگر عدی نے ہمیں حجاج کا خط نکال کر دکھایا جس میں مسطور تھا کہ اگر حجاج بن جاریہ مارا گیا تو بہت ہی اچھا ہوا کیونکہ میں بھی یہی چاہتا ہوں اور اگر وہ اب تک زندہ ہے تو اسے اپنے سامنے پکڑ لو اور بیڑیاں ڈال کر میرے پاس بھیج دو۔ عدی نے کہا اس کے بارے میں یہ خط میرے پاس آ چکا ہے میں مجبور ہوں کہ اس کی تعمیل کروں۔ اگر حجاج نے یہ احکام نہ دیئے ہوتے تو میں ضرور اسے امان دے دیتا اور چھوڑ دیتا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر ہم خاموش ہو رہے اور اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے تاوقتیکہ عدی بن وتاد معزول نہ کر دیئے گئے۔ حجاج بن جاریہ برابر خائف رہا۔ مگر جب عدی کے برطرف ہونے کے بعد خالد بن عتاب بن ورقاء ان کی جگہ مقرر ہوئے تو میں ان کے پاس گیا اور حجاج بن جاریہ کی ان سے سفارش کی اور خالد نے اسے امان دے دی۔

باب ۹

قطری بن الفجارۃ خارجی

قطری بن الفجارۃ کی مخالفت:

اسی سنہ میں قطری بن الفجارۃ کے پیرو خارجیوں میں اختلاف پیدا ہوا' بعض خارجیوں نے قطری کی مخالفت کی' اسے چھوڑ دیا اوراس کی جگہ عبدرب کبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور بعض بدستور قطری ہی کے طرف دار رہے۔
اس واقعہ کی تفصیل اور اسباب کہ کیوں خارجیوں میں اختلاف پیدا ہوا' جس کی وجہ سے وہ آخر میں تباہ ہوئے' حسب ذیل ہیں:

جنگِ بستان:

جب حجاج نے عتاب بن ورقاء کو مہلب کی فوج سے واپس بلا لیا' مہلب سابور میں مقیم رہے۔ اور تقریباً ایک سال تک برابر خارجیوں کا مقابلہ کرتے رہے پھر مہلب اور خارجیوں کے درمیان بستان پر جنگ ہوئی' جس میں مہلب نے انہیں سخت نقصان پہنچایا۔
کرمان پر خارجیوں کا قبضہ تھا اور فارس پر مہلب کا قبضہ تھا۔ چونکہ علاقہ فارس سے انہیں سامانِ خوراک بہم نہیں پہنچتا تھا اور اپنے شہروں سے وہ بہت دور ہو گئے تھے۔ اس لیے وہ سخت دقت میں مبتلا تھے اور اب ان کی حالت ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ اس لیے مجبوراً انہیں کرمان آنا پڑا۔

مہلب اور خوارج کی جنگ:

مہلب ان کے تعاقب میں روانہ ہوا اور جیرفت میں آ کر پڑاؤ کیا (جیرفت کرمان کا ایک قصبہ ہے) اور اس مقام پر وہ ایک سال سے زیادہ برابر خارجیوں سے نہایت ہی شدید جنگ کرتا رہا۔ اور فارس کے تمام علاقہ سے انہیں نکال دیا' جب یہ تمام علاقہ مہلب کے قبضہ میں آ گیا۔ حجاج نے اس کو مہلب سے نکال کر اپنے عامل اس پر بھیج دیے اس قضیے کی اطلاع عبدالملک کو ہوئی۔

کوہستانی علاقہ کی مہلب کو حوالگی:

عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ فارس کے علاقہ کوہستانی کا خراج بالکل مہلب کے ہاتھ میں دے دو۔ کیونکہ فوج کے لیے اخراجات کی بھی ضرورت ہے۔ اور سپہ سالارِ فوج کی بھی اسی طرح امداد کرنا ضروری ہے' علاوہ بریں پرگنہ فسا اور دابجرد اور پرگنہ اصطخر بھی ان کی جاگیر میں دے دیئے جائیں۔ حجاج نے اس حکم کی تعمیل میں یہ تمام علاقے مہلب کے حوالے کر دیئے' مہلب نے اپنے عامل ان مقامات پر بھیج دیئے۔ اور یہ دونوں پرگنے دشمن کے مقابلہ کے لیے ان کی تمام ضروریات مہیا کرتے تھے۔ اسی کے متعلق ایک ازدی شاعر نے یہ کہا تھا۔ اور اس میں مہلب پر طنز بھی کیا ہے۔

نقاتل عن قصور درابجرد و نجبی للمغیرة و لرقاد

ترجمہ: ''ہم دراہجرد کے قلعوں کی مدافعت میں لڑتے ہیں اور مغیرہ اور رقاد کے لیے خراج وصول کرتے ہیں''۔
رقاد بن زیاد بن ہمام بن عتیک کا ایک شخص تھا جس کی مہلب بہت زیادہ عزت وتکریم کیا کرتا تھا۔

حجاج کا مہلب کے نام خط:

حجاج نے براء بن قبیصہ کو مہلب کے پاس بھیجا۔ اور حسب ذیل خط انہیں لکھا:
''حمد وثنا کے بعد میرا یہ خیال ہے کہ اگر تم چاہتے تو اب تک خارجیوں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیتے۔ مگر تم چاہتے ہو کہ وہ زیادہ عرصے تک زندہ رہیں تا کہ تم اس تمام علاقہ کو جو تمہارے گرد ہے کھا جاؤ میں نے براء بن قبیصہ کو تمہارے پاس اس غرض سے بھیجا ہے تا کہ یہ تمہیں خارجیوں کے مقابلے کے لیے تیار کریں۔ اس لیے جب براء تمہارے پاس پہنچیں تم تمام مسلمانوں کے ساتھ خارجیوں پر حملہ کرنا اور اپنی تمام طاقت اور کوشش ان کے مقابلہ میں صرف کرنا اور حیلے بہانے اور مہملات اور ایسی باتوں سے جن کا کرنا تمہارے لیے سزاوار نہیں ہے' باز آؤ' ایسے امور کو میں تم ایسے شخص کی جانب سے اچھا نہیں سمجھتا بچو اور انہیں چھوڑ دو۔ والسلام''۔

مہلب کا خوارج پر حملہ:

اس خط کے پڑھتے ہی مہلب نے اپنے تمام بیٹوں کو ایک ایک دستہ فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ کیا اور اسی طرح تمام فوج کو بھی اپنے اپنے جھنڈوں اور فوجی ترتیب اور دستوں پر منقسم کر کے میدان جنگ میں بھیجا۔
براء بن قبیصہ بھی آئے' مہلب نے انہیں ایک قریب کے ٹیلے پر کھڑا کر دیا۔ جہاں سے کہ وہ تمام فوج کی نقل وحرکت اور معرکہ کارزار کا بچشم خود معائنہ کر سکتے تھے۔ اب رسالے کے دستوں نے رسالے کے دستوں پر پیدل سپاہ نے پیدل سپاہ پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ اور صبح کی نماز سے لے کر نصف النہار تک ایسی شدید جنگ ہوئی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ دوپہر کے وقت یہ فوجیں بھی واپس پلٹ آئیں۔

پسرانِ مہلب کی شجاعت:

براء بن قبیصہ مہلب کے پاس آئے اور کہنے لگے بخدا میں نے تمہارے بیٹوں کی مثل بہادر کبھی نہیں دیکھے۔ اور نہ تمہارے شہسواروں کے سے شہسوار دیکھے۔ اور نہ ان لوگوں کے مثل جن سے تمہارا مقابلہ تھا۔ میں نے کسی کو ثابت قدم اور شجاع دیکھا۔
بخدا تم بالکل معذور ہو تمہارا کوئی قصور نہیں۔
اب مہلب اپنی تمام فوج کے ساتھ واپس پلٹ آئے۔ اور عصر کے وقت پھر تمام فوج کو لے کر خارجیوں کے مقابلے پر چلے ان کے بیٹے حسبِ سابق اپنے اپنے دستہ کی کمان کر رہے تھے اور انہوں نے اس وقت بھی صبح کی طرح خارجیوں سے نہایت ہی شدید جنگ کی۔

ابی طلحہ کا بیان:

ابی طلحہ راوی ہے کہ خارجیوں کے ایک رسالے کے دستہ کا ہمارے ایک دستہ سے مقابلہ ہوا۔ اور ان میں نہایت ہی شدید معرکہ' جدال وقتال گرم ہوا۔ کوئی فریق بھی مقابلہ سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ یہاں تک کہ ظلمت شب ان کے درمیان حائل ہوگئی تو ایک

نے دوسرے سے سوال کیا کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو انہوں نے کہا کہ ہم بنی تمیم ہیں۔ دوسرے فریق نے کہا کہ ہم بھی بنی تمیم ہیں اور اس طرح شام کے وقت دونوں فریق علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

براء بن قبیصہ کی روانگی کوفہ:

مہلب نے براء سے پوچھا فرمایئے آپ نے کیا دیکھا۔ براء نے کہا بخدا! میں نے ایسے لوگوں کو تمہارے مقابل پایا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی امداد ہے جوان کے خلاف تمہیں کامیاب کر رہی ہے۔

مہلب نے براء کی بہت کچھ خاطر مدارات کی اور انہیں نذرانہ دیا' خلعت دیا اور گھوڑا اور دس ہزار درہم دیئے۔

براء حجاج کے پاس واپس چلے آئے' اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا۔ اور مہلب کی معذوری ظاہر کی مہلب نے حجاج کو یہ خط لکھا۔

مہلب کا حجاج کے نام خط:

''میرے پاس جناب والا کا خط آیا۔ جس میں آپ نے خارجیوں کے معاملہ میں مجھ پر الزام عائد کیا تھا اور مجھے حکم دیا کہ میں ان پر حملہ کروں۔ اور یہ تمام کارروائی آپ کے فرستادہ شخص کے سامنے ہو۔ چنانچہ میں نے آپ کے احکام کی تعمیل کر دی۔ اب آپ اپنے قاصد سے جو کچھ انہوں نے بچشم خود دیکھا ہے دریافت فرمالیں۔ اگر ان کا تباہ کرنا یا ان کے مقام سے انہیں نکال دینا یہ میری قدرت میں ہوتا اور پھر میں ایسا نہ کرتا تو تب یقیناً اس کے یہ معنی ہوتے کہ نہ امیر المومنین سے میں نے وفا کی نہ آپ کی خیر خواہی۔ بلکہ مسلمانوں کو دھوکے میں رکھا' معاذ اللہ میرا ہرگز یہ طرزِ عمل نہیں اور نہ اس طرح میں خدا کو منہ دکھا سکتا ہوں۔ والسلام''۔

مقعطر الضبی کے قتل کا مطالبہ:

غرضیکہ مہلب اسی طرح مسلسل آٹھ ماہ تک خارجیوں سے برسرپیکار رہے۔ ان کے خلاف کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جب کبھی خارجیوں نے مہلب اور ان کے ساتھی اہل عراق پر کمین گاہ سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے ہمیشہ انہیں تیروں اور تلواروں سے زک دی اور اپنی حفاظت کی' ایک مقعطر الضبی نامی تھا جو قطری کی طرف سے کرمان کی ایک سمت کا عامل تھا۔ یہ ایک فوج کی جماعت اپنے ساتھ لے کر نکلا اور خارجیوں کے ایک بڑے بہادر شخص کو اس نے قتل کر ڈالا۔ تمام خارجی قطری کے پاس دوڑے آئے اور یہ واقعہ بیان کیا اور مطالبہ کیا کہ اس شخص کو جو قبیلہ بنی ضبہ سے تعلق رکھتا ہے ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہم اسے اپنے ساتھی کے بدلہ میں قتل کر ڈالیں۔

قطری خارجی اور خوارج میں اختلاف:

قطری نے کہا میری رائے تو یہ ہے نہیں کہ میں ایسا کروں اس شخص نے کلام پاک کے معنے بیان کرنے میں غلطی کی تھی۔ اور میں مناسب نہیں سمجھتا کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔ کیونکہ وہ بہت ہی نیک اور بزرگ شخص ہے۔

خارجیوں نے کہا ہاں اسے ضرور قتل کر ڈالنا چاہیے۔ قطری نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ غرضیکہ یہی واقعہ ان کے اختلاف کی بنیاد ہوا۔ خارجیوں نے عبدربہ کبیر کو اپنا سردار بنالیا اور قطری کو چھوڑ دیا۔

قطری خارجی اور مخالف خوارج کی شب و روز جنگ:

ایک مختصر سی جماعت نے قطری کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جو تقریباً خارجیوں کی مجموعی تعداد کی ایک چوتھائی یا پانچواں حصہ ہو گی۔ قطری اس جماعت کے ساتھ اپنے مخالف خارجیوں سے تقریباً ایک ماہ تک دن رات لڑتا رہا۔ اس واقعہ کی اطلاع مہلب نے حجاج کو دی اور لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے خارجیوں کے جوش و خروش کو ان کے جھگڑے ہی میں ٹھنڈا کر دیا۔ خارجیوں کی ایک بڑی جماعت نے تو قطری کا ساتھ چھوڑ کر عبدرب کبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی' ایک چھوٹی سی جماعت اب بھی اس کے ساتھ رہی۔ اور ان دونوں فریقوں میں رات دن معرکہ کارزار گرم ہوا اور مجھے توقع ہے کہ ان شاء اللہ یہی واقعہ ان کی تباہی کا سبب ہوگا۔ والسلام''۔

حجاج کا مہلب کو خوارج پر حملہ کرنے کا حکم:

حجاج نے اس کے جواب میں مہلب کو لکھا:

''تمہارا خط آیا' خارجیوں کی باہمی پھوٹ کے متعلق جو کچھ تم نے تذکرہ کیا ہے میں نے اسے پڑھا' جب میرا خط تمہیں ملے تو تم اسی حالت میں کہ ان کے آپس میں اختلاف اور دشمنی پڑ گئی ہے قبل اس کے کہ پھر ان میں یک جہتی اور اتفاق ہو جائے ان پر حملہ کر دو اور اس وقت تمہارے حملہ کر دینے سے انہیں شدید ترین نقصان پہنچے گا۔ والسلام''۔

مہلب کی خوارج کی خانہ جنگی میں خاموشی:

مہلب نے اس کے جواب میں لکھا:

''جناب والا کا مراسلہ مجھے ملا۔ جو کچھ اس میں مذکور تھا میں اسے سمجھ گیا۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ جب تک وہ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں اور اس طرح اپنی تعداد گھٹا رہے ہیں میں تماشہ دیکھتا رہوں گا اور ان سے کچھ نہ بولوں گا اگر اسی طرح وہ ختم ہو گئے تو فہو المراد اور اسی میں ان کی مکمل تباہی ہے اور اگر ان میں پھر اتحاد ہو گیا تو اس وقت وہ اس خانہ جنگی سے بہت کمزور ہو چکے ہوں گے۔ میں فوراً ہی ان پر حملہ کر دوں گا۔ اس وقت ان کی یہ طاقت و شوکت باقی نہیں رہے گی۔ اور ان شاء اللہ ان کا تباہ کرنا بہت ہی آسان ہوگا''۔

قطری کی روانگی طبرستان:

حجاج خاموش ہو گیا۔ اور مہلب بھی چپ بیٹھے ہوئے دور سے تماشہ دیکھتے رہے۔ خارجی اسی طرح ایک ماہ تک خانہ جنگی میں مصروف رہے۔ اس کے بعد قطری ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی طبرستان کی طرف چلا۔

خوارج کی عبدرب کبیر کی بیعت:

اور باقی تمام خارجیوں نے عبدرب کبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی' پھر فوراً ہی مہلب نے خارجیوں پر حملہ کر دیا۔ خارجیوں نے بھی مہلب کا نہایت سختی سے مقابلہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ کر دیا۔ اور بہت تھوڑے ان میں سے بچ سکے' باقی تمام کے تمام وہیں کھیت رہے۔

ان کی قیام گاہ پر قبضہ کر لیا گیا اور جو کچھ اس میں ساز وسامان تھا وہ سب لے لیا گیا۔ اور سب کو قید کر کے لونڈی غلام بنایا۔ کیونکہ خارجی بھی مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے تھے۔

جب کرمان میں خارجیوں کے درمیان اختلاف ہوا۔ جس کا ذکر ہم اوپر بیان کر چکے ہیں تو خارجی عبدربہ کبیر کے ساتھ ہوئے۔ اور کچھ قطری کے ساتھ ہو گئے۔ مگر اس سے قطری کی طاقت کو بہت ضعف پہنچا۔ اور اب اس نے طبرستان کا رخ کیا۔

سفیان بن الابرد کا قطری خارجی کا تعاقب:

حجاج کو قطری کی حالت کی اطلاع ہوئی۔ اس نے اہل شام کے ایک زبردست لشکر کو بسر کردگی سفیان بن الابرد قطری کے تعاقب میں روانہ کیا۔ سفیان روانہ ہو کر رے پہنچا۔ اور اب یہاں سے اس نے خارجیوں کا پیچھا کیا۔

طبرستان میں اہل کوفہ کی جو جماعت تھی اسحق محمد بن الاشعث اس کے سپہ سالار تھے۔ حجاج نے انہیں حکم دیا کہ تم سفیان کے احکام کی تعمیل کرو۔ اور وہی تمہارے افسر ہیں۔

اسحاق بھی سفیان سے آ ملے اور اب یہ دونوں سردار قطری کی تلاش میں روانہ ہوئے اور طبرستان کے پہاڑوں کی ایک گھاٹی میں اس سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اور پہنچتے ہی سختی سے جنگ شروع کر دی۔ قطری کے ساتھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور وہ اپنے گھوڑے یا خچر پر سے پہاڑ کے کھڈ کی تہہ میں لڑھکتا ہوا چلا گیا۔

ایک ضعیفہ کا معاویہ بن محصن پر حملہ:

معاویہ بن محصن الکندی کا بیان ہے کہ جب وہ وہ گرا میں نے اسے دیکھا مگر اسے پہچانتا نہ تھا۔ میں نے پندرہ عربی عورتیں دیکھیں جو اپنے حسن و جمال اور شکل وصورت میں قدرتِ خدا کا ایک نمونہ تھیں۔ سوائے ایک بڑھیا کے کہ وہ بھی ان میں تھی۔ وہ اپنی آپ ہی مثال تھیں۔ میں نے ان پر حملہ کیا اور انہیں سفیان بن الابرد کی طرف کھڈ پر لایا۔ جب میں انہیں سفیان کے قریب لے آیا تو اس بڑھیا نے تلوار نکال کر مجھ پر حملہ کیا۔ اور ایک ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار میرا خود کاٹ کر میرے حلق کی کھال کو کاٹتی ہوئی الجھ گئی۔ اس پر میں نے اس کے سر پر تلوار کا ایک ہی ہاتھ رسید کیا کہ اس کا خاتمہ ہو گیا اور زمین پر گر پڑی۔

اب میں ان نوجوان عورتوں کو لے کر آگے بڑھا اور انہیں میں نے سفیان کے حوالے کر دیا۔ سفیان اس بڑھیا کی جرأت پر ہنس رہا تھا اور پھر اس نے مجھ سے کہا کہیے آپ نے اسے کیوں قتل کر ڈالا میں نے عرض کیا کہ جناب والا نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ اس نے تو مجھ پر تلوار کا ایسا وار کیا تھا کہ قریب تھا کہ مجھے قتل ہی کر ڈالے۔

قطری خارجی اور ایک گنوار:

سفیان نے کہا کہ ہاں بے شک میں نے خود اس واقعہ کو دیکھا ہے میں تمہیں اس فعل پر الزام نہیں دیتا اس علاقے کا ایک گنوار اس جگہ آیا جہاں کہ قطری پہاڑ کی گھاٹی سے گرا پڑا ہوا تھا۔ چونکہ اسے سخت پیاس معلوم ہو رہی تھی اس نے گنوار سے کہا کہ مجھے پانی پلا۔ گنوار نے کہا کچھ دلوایئے تو پلاؤں۔ قطری نے کہا تجھے مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ یہاں میرے پاس سوائے ان ہتھیاروں کے اور کیا ہے اور اگر تو مجھے پانی پلا دے گا تو یہ ہتھیار میں تجھے دے دوں گا۔

گنوار نے کہا نہیں جناب ابھی دے دیجیے۔ قطری نے کہا کہ تاوقتیکہ تم پانی لا کر نہ پلاؤ۔ میں نہیں دے سکتا۔

قطری خارجی کا قتل:

غرض کہ وہ گنوار وہاں سے چلا آیا اور پہاڑ پر چڑھ کر بہت اونچی جگہ سے ایک بڑا بھاری پتھر لڑھکا دیا۔ پتھر لڑھکتا ہوا قطری تک پہنچا اور اس کے سرین پر لگا جس سے اس کا حال اور بھی سقیم ہوگیا پھر اس گنوار نے اور لوگوں کو آواز دے کر اپنی طرف بلایا۔ اسے اس وقت تک معلوم نہ تھا کہ یہ ہی قطری ہے۔ البتہ اس کی ذاتی وجاہت اور پورے اسلحہ سے جو وہ سجائے ہوئے تھا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ خارجیوں کا کوئی بڑا شخص ہے۔

قطری خارجی کے قتل کے مدعی:

قطری کو دیکھتے ہی کئی ایک کوفے والے اس کی طرف لپکے۔ اور اس کا کام تمام کیا۔ ان لوگوں میں سورہ بن الحر التمیمی، جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف، صباح بن محمد بن الاشعث، باذام بنی اشعث کا آزاد غلام اور عمر بن ابی صلت بن کنار بنی نصر بن معاویہ کا آزاد غلام جوز میندار بھی تھا۔ شریک تھے یہ سب کے سب قطری کے قتل کا دعویٰ کرتے تھے۔

جب کہ ان میں ہر شخص اس کے قتل کرنے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ ابوالجہم بن کنانۃ الکلبی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ لائیے یہ سر تو میرے حوالے کر دیجیے اور آپ لوگ آپس میں تصفیہ کر لیجیے۔

ابوالجہم بن کنانہ کا اعزاز:

ابوالجہم اس سر کو اسحٰق بن محمد کے پاس لایا یہ اہل کوفہ کی فوج کے افسر تھے۔ جعفر میں اور ان میں کسی وجہ سے رنجش تھی۔ جعفر ان کے پاس آتا بھی نہ تھا۔ اور نہ ان کی آپس میں بول چال تھی۔ جعفر سفیان کے ساتھ تھا اور اسحٰق کے ہمراہ نہ تھا اور اہل مدینہ کا جو دستہ فوج رے میں مقیم تھا اس کا افسر تھا۔

سفیان نے باشندگان رے میں سے حسب الحکم حجاج بہادروں کا انتخاب کیا۔ اور انہیں اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا تھا۔

بہر حال جب یہ لوگ قطری کا سر لے کر آئے تو اس کے متعلق جھگڑنے لگے۔ ابوالجہم بن کنانۃ الکلبی سر کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھا۔ سفیان نے اسے حکم دیا۔ کہ تم اس سر کو لے کر چلے جاؤ اور ان لوگوں کو آپس میں جھگڑنے دو۔

ابوالجہم اس سر کو لے کر حجاج کے پاس آیا۔ اور پھر عبدالملک کے پاس لایا۔ عبدالملک نے اسے دو ہزاری منصب داروں میں کر دیا۔ اور اس کے گھر کے اس بچے تک کا منصب مقرر کر دیا۔ جس کا دودھ چھوٹا ہو۔

جعفر کا قتل قطری پر دعویٰ:

جعفر سفیان کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ قطری نے میرے باپ کو قتل کیا تھا۔ اور اس کا مجھے نہایت ہی صدمہ تھا آپ میرا ان لوگوں سے سامنا کرائیے جو اس کے قتل کرنے کے مدعی ہیں۔ اور ان سے دریافت کیجیے کہ کیا میں ان سب کے آگے نہ تھا۔ اور سب سے پہلے پہنچ کر میں نے ہی اس کے ایک کاری ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اور اسے پچھاڑا تھا۔ جب میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس وقت اور لوگ آئے اور پھر انہوں نے بھی تلواریں مار کر اپنے حوصلے نکالنے شروع کیے۔ اگر وہ لوگ میرے بیان کی تصدیق کریں تو سچے ہیں اور اگر منکر ہوں تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ہی اسے قتل کیا ہے ورنہ وہ لوگ قسم کھا کر کہیں انہوں نے قتل کیا ہے۔ اور کہہ دیں کہ جو کچھ میرا بیان ہے اس سے وہ واقف نہیں اور نہ میرا اس کے قتل کرنے میں کوئی حق ہے۔ تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔

سفیان نے کہا کہ اب آپ آئے ہیں جب کہ میں نے سر کو حجاج کے پاس بھیج دیا ہے۔ جب جعفر واپس چلا آیا تو سفیان نے لوگوں سے کہا کہ بے شک اگر جعفر نے قطری کو قتل کیا ہے تو وہی سب سے زیادہ اہل بھی تھا۔

عبیداللہ بن ہلال خارجی کا قتل:

اس کے بعد سفیان نے عبیداللہ بن ہلال کی فوج کا رخ کیا عبید نے قلعہ قومس میں پناہ لی تھی۔ سفیان نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور کچھ روز لڑتا رہا۔ پھر سفیان اپنی فوج کو قلعہ کے بالکل نزدیک لے آیا۔ اور چاروں طرف سے خارجیوں کو گھیر لیا۔

سفیان نے اپنے نقیب کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ خارجیوں میں سے جو شخص اپنے سردار کو قتل کر کے ہمارے پاس چلا آئے گا اسے امان دی جائے گی۔

خارجیوں پر محاصرہ کی تکلیف روز بروز بڑھتی گئی۔ کھانے کو کچھ نہ رہا۔ جس قدر جانوران کے پاس تھے ان سب کو کھا گئے اور جب یہ بھی نہیں رہے تو قلعہ سے نکل کر سفیان کے مقابلہ پر آئے۔ سفیان نے ان سب کو قتل کر دیا اور ان کے سر حجاج کے پاس بھیج دیئے۔

سفیان بن الابرد کی معزولی:

سفیان اس جنگ سے فارغ ہو کر دنباوند اور طبرستان چلا آیا اور ابھی طبرستان ہی میں مقیم تھا کہ جنگ جماجم سے پہلے ہی حجاج نے اسے معزول کر دیا۔

امیہ بن عبداللہ ناظم خراسان:

اسی سنہ میں امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے بکیر بن وشاح السعدی کو قتل کیا۔

باب ۱۰

اُمیہ بن عبداللہ، بکیر بن وشاح

امیہ بن عبداللہ نے جو عبدالملک کی طرف سے خراسان کا ناظم تھا' بکیر بن وشاح کے علاقہ ماوراءالنہر میں جہاد کے لیے منتخب کیا۔ اس سے پہلے بھی امیہ نے بکیر کو طخارستان کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اور جب بکیر نے روانگی کا انتظام شروع کیا اور کچھ روپیہ لوگوں میں تقسیم کیا۔ اس وقت بحیر بن ورقاء الصریمی نے امیہ سے اس کی چغلی کھائی۔ جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس پر امیہ نے بکیر کو حکم دے دیا تھا کہ تم ابھی یہیں رہو۔

اب اس مرتبہ جب امیہ نے اسے ماوراءالنہر کے علاقہ میں جہاد کرنے کے لیے مقرر کیا۔ اس نے تیاری شروع کی۔ ساز و سامان اور اسلحہ فراہم کیا۔ اور سعد کے بعض آدمیوں اور تاجروں سے روپیہ بھی قرض لیا۔ اب کی پھر بحیر نے امیہ سے کہا کہ اگر بکیر دریا کے اس پار چلا گیا۔ اور ماوراءالنہر کے علاقے کے رؤسا سے ملا یہ ضرور خلیفۃ المسلمین کا ساتھ چھوڑ دے گا۔ اور خود دعویدار سلطنت بن جائے گا۔

امیہ اور بکیر میں کشیدگی:

امیہ نے بکیر سے کہلا بھیجا کہ تم بھی ٹھہرے رہو۔ شاید میں خود ہی جہاد کے لیے چلوں اور تم میرے ساتھ ہی رہنا۔

بکیر کو اس پر بہت طیش آیا اور اس نے کہا کہ اس کے تو یہ معنی ہوئے۔ کہ وہ مجھے دق کر رہے ہیں۔

عتاب اللقوہ الغدانی نے اس بھروسہ پر کہ میں تو بکیر کے ساتھ جہاد میں چلا جاؤں گا۔ کچھ قرض لیا تھا اب جب کہ بکیر کا جانا ملتوی ہو گیا تو عتاب کے قرض خواہوں نے اسے پکڑ لیا اور وہ قید کر دیا گیا مگر بکیر نے اس کی طرف سے روپیہ ادا کر دیا۔ اور پھر یہ رہا ہوا۔

اب امیہ بھی جہاد کے لیے جانے پر آمادہ ہوا۔ اور حکم دیا کہ بخارا پر فوج کشی کی تیاری کی جائے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ بخارا ہوتا ہوا ترمذ میں موسیٰ بن عبداللہ بن خازم پر حملہ آور ہو۔

امیہ کی فوج کا کشماہن میں اجتماع:

لوگوں نے ساز و سامان درست کرنا شروع کیا اور روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ امیہ نے اپنے بیٹے زیاد کو خراسان پر اپنا قائم مقام مقرر کر دیا امیہ روانہ ہوا۔ بکیر بھی اس کے ہمراہ تھا اور مقام کشماہن پر انہوں نے فوج کا اجتماع اور ترتیب کی۔ چند روز یہاں قیام کرنے کے بعد کوچ کا حکم دیا گیا اس مرتبہ پھر بحیر نے امیہ سے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ بہت لوگ اس مہم کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں گے۔ اس لیے آپ بکیر کو حکم دیں کہ وہ اہل فوج کے بالکل عقب میں رہیں تاکہ کوئی شخص پیچھے نہ رہ جائے۔

بکیر بن وشاح کی مراجعت مرو:

غرضیکہ امیہ نے حسبہٖ بکیر کو حکم دیا کہ تم سب کے پیچھے رہو اسی ترتیب سے چلتے چلتے یہ تمام لشکر دریائے جیحوں پہنچا۔ امیہ نے

بکیر سے کہا کہ تم سب سے پہلے دریا کو عبور کرو۔ مگر عتاب اللقوہ نے عرض کیا کہ آپ سپہ سالار ہیں۔ سب سے پہلے آپ عبور کریں۔ بعدہ دوسرے لوگ عبور کریں گے چنانچہ امیہ نے دریا کو عبور کیا۔ اور ان کے پیچھے تمام فوج نے عبور کیا۔ جب دریا کے اس پار پہنچ گئے تو امیہ نے بکیر سے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ چونکہ میرا لڑکا بھی بالکل نوجوان اور ناتجربہ کار ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ وہ انتظام ملک کو ٹھیک نہ رکھ سکے۔ اور اپنے فرائض کو بوجہ احسن انجام نہ دے سکے اس لیے تم مرو واپس چلے جاؤ میری قائم مقامی کرو۔ میں نے تمہیں اس کا والی مقرر کیا۔ میرے لڑے کو انتظام مملکت سکھاؤ اور اس فرائض کو تم انجام دو۔

بکیر نے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے خراسان کے ایسے شہسوار منتخب کیے۔ جنہیں وہ خوب جانتا تھا اور جن پر بھروسہ کرتا تھا ان کے ساتھ اس نے پلٹ کر مرو کا رخ کیا۔ اور پھر دریائے جیحوں کو عبور کیا۔

امیہ بن عبداللہ کی پیش قدمی:

امیہ نے بخارا کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ ابو خالد ثابت خزاعہ کا آزاد غلام ان کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا سردار تھا۔ جب امیہ بخارا کی طرف چلا آیا اور بکیر نے دریا عبور کر لیا تو عتاب اللقوہ نے بکیر سے کہا کہ ہم نے اور ہمارے خاندان والوں نے اپنی جانیں دے کر خراسان پر قبضہ کیا تھا۔ اور اس کا انتظام کیا۔ ہم نے درخواست کی تھی کہ قریش میں سے کوئی ایسا شخص ہمارا امیر بنایا جائے۔ جو ہم میں اتحاد و یکجہتی پیدا کرے۔ اور انتظام درست رکھے۔ مگر ایسا شخص ہمارا امیر مقرر کیا گیا ہے جس نے ہمیں کھلونا بنا رکھا ہے کبھی اس جیل خانہ میں رکھتا ہے کبھی دوسرے میں بدل دیتا ہے۔

عتاب اللقوہ کا بکیر کو مشورہ:

بکیر نے کہا اچھا پھر کیا صلاح ہے۔ عتاب نے کہا کہ صلاح یہ ہے کہ ان کشتیوں کو تو آگ کی نذر کر دو۔ مرو چلو۔ امیر کی اطاعت کا جوا گلے سے اتار دو اور چل کے وہاں رہو۔ اور جب تک ہو سکے عیش کرو۔ احنف بن عبداللہ العنبری نے بھی عتاب کی رائے کی تائید کی۔ مگر بکیر نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ یہ میرے بہادر ساتھی تباہ ہو جائیں گے۔

عتاب نے کہا کہ آپ ان لوگوں کی عدم موجودگی سے خائف ہیں۔ اگر یہ مٹ گئے تو میں اہل مرو میں سے جس قدر آدمی آپ چاہیں گے آپ کے پاس لے آؤں گا۔

بکیر نے کہا کہ اس حرکت سے مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔ عتاب نے کہا کہ اس کی ایک بڑی آسان صورت یہ ہے کہ آپ صرف اس بات کا اعلان کر دیجیے گا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے گا اس سے خراج نہیں لیا جائے گا۔ پھر دیکھئے کہ پچاس ہزار مسلح افراد شہسوار آپ کے پاس آ جائیں گے جو ان لوگوں سے زیادہ اطاعت شعار اور فرمانبردار ہوں گے۔

بکیر نے کہا کہ امیہ اور اس کے تمام ساتھی تباہ ہو جائیں گے۔ عتاب نے جواب دیا کہ وہ کیوں ہلاک ہونے لگے ان کے پاس تو ہر طرح کا سامان ہے۔ ہتھیار ہیں۔ ان کی تعداد کثیر ہے اور وہ بہادر ہیں۔ ان کے پاس تو اس قدر سامان ہے کہ وہ اپنی مدافعت کرتے ہوئے چین تک جا سکتے ہیں۔

زیاد بن امیہ کی اسیری:

غرض کہ اب بکیر نے کشتیاں جلا دیں۔ مرو واپس آیا۔ امیہ کے بیٹے کو پکڑ کر قید کر دیا اور لوگوں کو دعوت دی کہ تم امیہ کا ساتھ

چھوڑ دو۔لوگوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا امیہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔اس نے معمولی جنگ تاوان قبول کر کے بخارا والوں سے مصالحت کر لی اور واپس پلٹا۔

امیہ کا بکیر کے متعلق ساتھیوں سے مشورہ:

امیہ نے حکم دیا کہ کشتیاں بنائی جائیں۔کشتیاں مہیا کی گئیں امیہ نے بنی تمیم کے ان معزز اشخاص کو جو اس کے ہمرکاب تھے۔مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگوں کو بکیر کی حرکتوں پر تعجب نہیں ہوتا۔

جب میں خراسان آیا مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں بکیر سے ہوشیار رہوں۔اس کے خلاف میرے پاس شکایتیں کی گئی ہیں اور بیان کیا گیا کہ اس نے مال غنیمت میں تصرف بے جا کیا ہے مگر میں نے ان تمام باتوں پر چشم پوشی کی۔نہ کسی بات کی تحقیق و تفتیش کی اور نہ اس کے مقرر کردہ عہدہ داروں سے کوئی تعارض کیا میں نے اس کے سامنے اپنے محافظ دستہ کی سرداری پیش کی۔اس نے قبول نہیں کی۔میں نے اسے بھی معاف کر دیا۔پھر میں نے اسے گورنر مقرر کیا۔اس پر لوگوں نے مجھے اس کی جانب سے ڈرایا۔پھر میں نے حکم دیا کہ وہ ابھی یہیں مقیم رہیں۔اور اس کی غرض صرف اتنی تھی کہ میں دیکھوں کہ ان کا رنگ ڈھنگ کیا رہتا ہے۔اس کے بعد میں نے انہیں مرو واپس بھیج دیا۔تاکہ وہاں کے معاملات کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔میرے ان تمام احسانات کو انھوں نے پس پشت ڈال دیا۔اور ان تمام مراعات کا مجھے یہ صلہ دیا جو آپ کے سامنے ہے۔

ان لوگوں نے بکیر سے کہا کہ امیہ کا طرز عمل یہ نہیں ہے۔یہ اصل میں عتاب اللقوۃ کی شرارت ہے اسی نے بکیر کو کشتیاں جلا ڈالنے کا مشورہ دیا تھا۔

امیہ بن عبداللہ کی مراجعت مرو:

امیہ نے کہا کہ عتاب کی کیا حقیقت ہے' وہ تو ایک ہرجائی مرغی ہے جب اس بات کی اطلاع عتاب کو ہوئی تو اس نے چند شعروں موزوں کر کے اپنے دل کا بخار نکالا۔

کشتیاں تیار ہو گئیں۔امیہ نے دریا کو عبور کر کے مرو کا رخ کیا۔اور موسیٰ بن عبداللہ کا خیال بھی ترک کر دیا اور کہنے لگا' اے خداوند میں نے بکیر کے ساتھ احسان کیا تھا' اس نے میرے احسان کا بدلہ برائی سے دیا اور جو حرکت اس نے کی ہے وہ سب پر روشن ہے۔

اے خداوند! اب تو ہی اس سے میرا بدلہ لینے والا ہے۔شماس بن دثار نے جو ابن خازم کے قتل کے بعد بجستان سے واپس آ کر اس مہم میں امیہ کے ساتھ تھا کہا کہ ان شاء اللہ میں اس سے آپ کی طرف اسے بھگت لوں گا۔

بکیر کا شماس پر شبخون:

امیہ نے شماس کو آٹھ سو فوج کے ساتھ آگے بڑھا۔شماس مقام باسان پر جو بنی نصر کی ملکیت میں تھا آ کر فروکش ہوا۔بکیر بھی اس کی طرف چلا۔مدرک بن انیف بھی اس کے ساتھ تھا۔جس کا باپ شماس کے ہمراہ تھا۔

بکیر نے شماس سے کہلا بھیجا کہ کیا تیرے سوا بنی تمیم میں اور کوئی شخص نہ تھا جو میرے مقابلہ پر آتا اور اسے لعنت ملامت بھی کی۔

شماس نے کہلا بھیجا تو مجھ سے زیادہ قابل ملامت اور باعتبار اپنی حرکتوں کے مجھ سے کہیں زیادہ بدتر ہے تو نے امیہ سے وفاداری نہیں کی اور جو احسانات تیرے ساتھ اس نے کیے اس کا احسان نہیں مانا۔ جب وہ خراسان آیا۔ اس نے تیری عزت کی نہ تجھ سے اس نے کوئی تعارض کیا اور نہ تیرے مقرر کردہ عہدیداروں کو چھیڑا۔ مگر تو نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ اس کے مقابلہ پر آیا ہے بکیر نے شماس پر شب خون مارا اور اس کی فوج کو منتشر کر دیا۔ اپنی فوج کو حکم دیا کہ دشمن کے کسی شخص کو قتل نہ کرو اور البتہ اس کے اسلحہ چھین لو۔ چنانچہ جب وہ کسی شخص کو پکڑتے تھے تو اس کے ہتھیار چھین لیتے اور اسے چھوڑ دیتے تھے غرض کہ اسی طرح شماس کی تمام جماعت تتر بتر ہوگئی۔

شماس موضع بونیہ میں جو قبیلہ بنی طے کی جاگیر میں تھا آ کر فروکش ہوا۔ امیہ بھی کشماہن میں آ کر قیام پذیر ہوا اب شماس بن ورقا بھی امیہ کے پاس واپس آ گیا۔

ثابت بن قطبہ کی گرفتاری و رہائی:

اس مرتبہ امیہ نے ثابت بن قطبہ بنی خزاعہ کے آزاد غلام کو بکیر کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھایا۔ بکیر اس سے مقابل ہوا اور اسے گرفتار کر لیا اس کی فوج کو منتشر کر دیا اور چونکہ ثابت نے کوئی احسان بکیر کے ساتھ کیا تھا اس لیے بکیر نے اسے چھوڑ دیا۔

امیہ اور بکیر کی جنگ:

ثابت امیہ کے پاس واپس آ گیا اور اب خود امیہ اپنی فوج کے ساتھ بکیر کے مقابلہ پر آیا۔ بکیر نے اس کا مقابلہ شروع کیا ابو رستم الخلیل بن اوس العبشمی بکیر کے محافظ دستہ کا سردار تھا اس دن یہ خوب بہادری سے لڑا اس پر امیہ کی فوج والوں نے طنزاً اسے ''اے عارمہ کے شوہر کے محافظ دستہ کے سردار'' کہہ کر پکارا' عارمہ بکیر کی لونڈی تھی۔ ابو رستم یہ الفاظ سن کر ذرا جھجکا۔ بکیر نے اس سے کہا کہ ان لوگوں کی بکواس کا تم مطلقاً خیال نہ کرو۔ اور بے شک عارمہ کا شوہر ایک ایسا بہادر شخص ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اپنا جھنڈا آگے بڑھاؤ۔

بکیر کی پسپائی اور سوق عتیقہ میں قیام:

دونوں فوجوں میں پھر جنگ شروع ہوئی اور دیر تک لڑتے رہے آخر کار بکیر پسپا ہوا۔ اور مقام حائط میں داخل ہوا اور سوق عتیقہ میں فروکش ہوا۔

امیہ نے باسان میں ڈیرے ڈالے اور اب یہ دونوں مدمقابل میدان یزید میں سرگرم کارزار ہوتے رہے۔

میدانِ یزید میں بکیر و امیہ کے معرکے:

پہلے دن بکیر کی فوج کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ مگر بکیر نے انہیں سنبھال لیا۔ پھر دوسرے روز اسی میدان میں جنگ ہوئی۔ بنی تمیم کے ایک شخص نے بکیر کے پاؤں پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ بکیر گھسیٹتا ہوا چلنے لگا۔ اور ہریم اسے بچاتا جاتا تھا۔

اس تمیمی شخص نے دعا مانگی کہ اے اللہ تو ہماری مدد کر اور فرشتے امداد کے لیے بھیج دے۔ ہریم نے اس سے کہا کہ تو اپنی جان بچا۔ فرشتوں کو تیری کچھ پروا نہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ مگر اس شخص نے پھر دعا مانگی کہ اے اللہ تو فرشتوں کو ہماری مدد کے لیے بھیج دے۔

ہریم نے کہا کہ یا تو مجھ سے علیحدہ رہ۔ ورنہ میں تجھے قتل کر کے فرشتوں کے پاس چھوڑ جاؤں گا۔

ہریم نے بکیر کو بچایا اور اسے اپنی فوج میں لے آیا۔ بنی تمیم کے ایک شخص نے چلا کر کہا۔ ''اے امیہ! اے قریش کے رسوا کرنے والے'' یہ سن کر امیہ نے قسم کھائی کہ اگر یہ شخص میرے قابو میں آ گیا تو میں اسے حلال کر ڈالوں گا۔ چنانچہ یہ شخص پکڑا گیا۔ اور امیہ نے اسے شہر کی فصیل کے دونوں دمدموں کے درمیان ذبح کر ڈالا۔

حریث بن قطبہ کا بکیر پر مہلک وار:

دوسرے دن پھر مقابلہ ہوا۔ آج بکیر بن وشاح نے ثابت بن قطبہ کے سر پر تلوار کا ہاتھ مارا۔ اور فخریہ لہجہ میں کہا کہ میں ابن وشاح ہوں۔ فوراً ہی حریث بن قطبہ ثابت کے بھائی نے بکیر پر حملہ کیا۔ بکیر پسپا ہوا۔ اس فوج کے پاؤں بھی اکھڑ گئے۔ حریث بکیر کے پیچھے چلا اور جب پل کے قریب پہنچے تو حریث نے بکیر کو للکارا۔ بکیر نے پلٹ کر حریث پر حملہ کر دیا۔ مگر حریث نے اس کے سر پر ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار خود کو کاٹ کر اس کے سر پر بیٹھی۔ بکیر گر پڑا۔ مگر اس کے ساتھی اس کو شہر میں اٹھا کر لے آئے۔ غرض کہ اسی طرح ان دونوں میں مقابلہ ہوتا رہا۔

امیہ کا بکیر کا محاصرہ:

بکیر کے ساتھی خوب زرق برق رنگین لباس وزرد رنگ کی عبائیں اور پائجامے پہن کر صبح کو نکلتے تھے اور شہر کی فصیل پر بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص امیہ کی فوج والوں کو مخاطب کر کے اعلان کر دیتا تھا کہ اگر کسی شخص نے ہم پر ایک تیر بھی چلایا تو ہم اس کے عوض تمہارے اہل وعیال میں ایک شخص کا سر کاٹ کر فصیل سے پھینک دیں گے اس وجہ سے کوئی شخص ان پر تیر نہیں چلاتا تھا۔

بکیر اور امیہ میں مصالحت:

بکیر کو اب یہ خوف ہوا کہ اگر محاصرہ نے اور طول کھینچا تو لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے اس لیے اس نے صلح کی درخواست کی۔ امیہ کی فوج والے بھی صلح کے خواہش مند تھے۔ کیونکہ ان کے اہل وعیال شہر میں تھے۔ انہوں نے بھی درخواست کی کہ آپ صلح کر لیجیے۔ اور وہ خود بھی صلح وآشتی کو اچھا سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس شرط پر صلح ہوئی کہ امیہ چار لاکھ درہم بکیر کو دے۔ اور اسی طرح اس کے ساتھیوں کو بھی انعام دے۔ اور خراسان کے جس ضلع کو بکیر پسند کرے امیہ اسے اس ضلع کا حاکم مقرر کر دے۔ اور بحیر جو کچھ اس کے بارے میں کہے۔ اس پر اعتماد نہ کرے۔ اور اگر امیہ کو اس کی طرف سے کچھ شبہ ہو تو چالیس روز تک بکیر کو امان دی جائے۔ اس کے بعد وہ مرو سے چلا جائے گا۔

امیہ اور بکیر میں معاہدہ:

امیہ نے بکیر کے لیے عبدالملک سے وعدہ امان حاصل کر لیا۔ اور باب سنجار پر بکیر کو عہد نامہ لکھ کر دے دیا۔ اور پھر امیہ شہر میں داخل ہوا۔ بعض لوگوں کا یہ بیان ہے کہ بکیر امیہ کے ہمراہ جہاد کے لیے گیا ہی نہیں۔ بلکہ جب امیہ جہاد کے لیے جانے لگا تو اس نے مرو پر بکیر کو اپنا قائم مقام کر دیا۔ امیہ کے جاتے ہی بکیر نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ امیہ واپس آیا۔ بکیر سے لڑا اور پھر اس سے صلح کر کے مرو میں داخل ہوا۔

امیہ نے بکیر سے جو جو وعدے کیے تھے۔ وہ سب ایفا کیے۔ ہمیشہ اسے انعام واکرام دیتا رہتا تھا اور اس کی عزت کرتا تھا۔

امیہ کا عتاب اللقوۃ سے حسن سلوک:

امیہ نے عتاب اللقوۃ کو بلا کر کہا کہ تو نے ہی بکیر کو بغاوت کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ عتاب نے کہا جی ہاں۔ امیہ نے کہا کیوں؟ عتاب نے کہا میں بالکل مفلس اور نادار ہو گیا تھا۔ مجھ پر قرضہ بہت زیادہ ہو گیا تھا اور قرض خواہ مجھے ستا رہے تھے۔

امیہ نے کہا افسوس صرف اتنی بات کی وجہ سے تو نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دی۔ اور جب کہ مسلمان دشمنانِ ملت سے برسر جہاد تھے۔ تو نے دریا کے پل کی کشتیاں جلا ڈالیں۔ اور تجھے اللہ کا خوف نہیں آیا۔

عتاب نے کہا بے شک ہوا تو یہی ہے اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

امیہ نے پوچھا کہ تم پر کس قدر قرضہ ہے عتاب نے کہا۔ بیس ہزار۔ امیہ نے کہا کہ تم اس قسم کی حرکتوں سے آیندہ اجتناب کرو۔ جس سے مسلمانوں میں فتنہ وفساد پیدا ہو۔ اور میں تمہارے قرضہ کو ادا کر دیتا ہوں۔

عتاب نے کہا بہتر ہے میں اب آپ کے حکم کے مطابق عمل کروں گا۔ امیہ نے کہا مگر مجھے امید نہیں کہ تم جیسا کہہ رہے ہو ویسا کرو گے۔ خیر میں عنقریب تم پر جو قرضہ ہے اسے ادا کروں گا۔ چنانچہ امیہ نے حسب وعدہ اس کے قرضہ کو ادا بھی کر دیا۔

امیہ ایک نرم طبیعت سخی اور بامروت آدمی تھا' جس قدر انعام واکرام اس نے دیے ہیں خراسان کے کسی حاکم نے اتنے نہیں دیئے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے اس نے خراسان پر بڑی سختی سے حکومت کی سخت متکبر تھا۔ کہا کرتا تھا کہ تمام خراسان اور سجستان میرے باورچی خانہ کے لیے کافی نہیں۔

بحیر کی معزولی:

امیہ نے بحیر کو اپنے محافظ دستہ کی سرداری سے معزول کر دیا اور اس جگہ عطا بن ابی السائب کو مقرر کیا اور بکیر کے ساتھ جو جنگ ہوئی اور پھر اس کی معافی وغیرہ اس نے یہ تمام واقعات عبدالملک کو لکھ بھیجے۔

عبدالملک نے حکم دیا کہ ایک فوج امیہ کے پاس خراسان بھیجی جائے اس حکم کے ہوتے ہی لوگوں نے اپنی اپنی تنخواہیں چونکہ جانا نہیں چاہتے تھے دوسروں کو منتقل کرنا شروع کیں۔ چنانچہ شقیق بن سلیل الاسدی نے اپنی تنخواہ بنی جرم کے ایک شخص کے حوالے کر دی۔

امیہ نے لوگوں سے خراج وصول کرنا شروع کیا اور ان پر سختی شروع کی۔

بکیر بن وشاح کے خلاف شکایت:

بکیر ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ قبیلہ بنی تمیم کے کچھ لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے امیہ کے تشدد کی شکایت کی اور اسے برا بھلا کہا اور کہنے لگے کہ خراج وصول کرنے کے لیے ان دیہاتی زمینداروں کو امیہ نے ہم پر مسلط کر دیا ہے۔

بحیر ضراء بن حصین اور عبدالعزیز بن جاریۃ بن قدامہ بھی اسی وقت مسجد میں موجود تھے۔

بحیر نے یہ واقعہ امیہ کے سامنے بیان کیا۔ امیہ نے اسے جھٹلایا۔ بحیر نے کہا کہ فلاں فلاں لوگ اور مزاحم بن ابی مجشر السلمی اس کے گواہ ہیں آپ ان سے دریافت فرما لیں۔

امیہ نے مزاحم بلا کر واقعہ پوچھا مزاحم نے کہا کہ بکیر محض مذاق کر رہا ہے امیہ خاموش ہو رہا۔

اس کے بعد بجیر پھر امیہ کے پاس آیا اور اس نے قسم کھا کر کہا۔ بکیر نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگر تم نہ ہوتے تو امیہ کو میں قتل کر ڈالتا اور خراسان کو ہضم کر لیتا۔ مگر امیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں تمہارے بیان کو سچ نہیں سمجھتا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ کیا۔ پھر میں نے اسے امان دے دی۔ اور رابطہ اتحاد قائم کر لیا اب میں اس کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتا۔

بجیر' ضراء بن حصین اور عبدالعزیز بن جاریۃ کو بلا لایا۔ ان دونوں نے شہادت دی کہ بکیر نے ہم سے کہا تھا کہ اگر تم دونوں میرے ساتھ ہو جاؤ تو میں اس مخفت سرخ قریشی (امیہ) کو قتل کر ڈالوں اور ہم سے یہ بھی خواہش کی تھی کہ آپ کو دھوکے سے ہلاک کر ڈالیں۔

بکیر بن وشاح کی گرفتاری:

امیہ نے کہا کہ جس واقعہ کی تم نے شہادت دی ہے اس کو تم ہی خوب جانتے ہو اس کے متعلق میں ایسا گمان نہیں رکھتا مگر اب جب کہ تم نے اس بات کی شہادت دی ہے اس کے باوجود میرا خاموش رہنا میری کمزوری پر محمول ہوگا۔

امیہ نے اپنے صاحب اور محافظ دستہ کے سردار عطاء بن ابی السائب کو حکم دیا کہ جب بکیر اور اس کے دونوں بھتیجے بدل اور شمردل میرے پاس آئیں اور میں دربار سے اٹھ جاؤں۔ تم ان سب کو گرفتار کر لینا۔

امیہ نے دربار منعقد کیا۔ بکیر اور اس کے دونوں بھتیجے بھی آئے جب وہ بیٹھ گئے امیہ اپنے تخت سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔ لوگ باہر جانے لگے۔ بکیر بھی باہر جانے لگا۔ لوگوں نے حسب الحکم امیہ' بکیر اور اس کے دونوں بھتیجوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

امیہ نے بکیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا تو نے یہ باتیں کی تھیں۔ بکیر نے کہا کہ آپ ان سے ثبوت لیجیے۔ اور فیصلہ میں جلدی نہ کیجیے اور مخلوقہ کے بیٹے کی باتوں پر نہ جائیے۔

امیہ نے اسے قید کر دیا۔ اور اس کی لونڈی عارمہ کو بھی گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور احنف بن عبداللہ العنبری کو قید کیا اور کہا کہ تو نے بکیر کو میرے خلاف بغاوت کرنے کا مشورہ دیا۔

بکیر کے خلاف گواہی:

دوسرے دن بکیر کو قید خانہ سے باہر نکالا۔ بجیر' ضرار اور عبدالعزیز بن جاریۃ نے اس کے خلاف اس بات کی شہادت دی کہ اس نے ہم سے کہا تھا کہ ہم آپ کو قتل کر ڈالیں۔

اب بھی بکیر نے کہا کہ ان سے ثبوت لیجیے۔ ان کی شہادت کافی نہیں کیونکہ یہ میرے دشمن ہیں۔

امیہ نے زیاد بن عقبہ (جو اہل نجد کے سردار تھے) ابن ولان العدوی جو اس وقت بنی تمیم کے سر برآوردہ لوگوں میں سے تھے اور یعقوب بن خالد الذہلی سے کہا کیا آپ اسے قتل کریں گے۔ کسی نے حامی نہیں بھری۔ امیہ نے بجیر سے کہا کہ کیا تم اسے قتل کرتے ہو۔ بجیر نے کہا جی ہاں! چنانچہ امیہ نے بکیر کو بجیر کے حوالے کر دیا۔

یعقوب بن قعقاع کی سفارش:

یعقوب بن قعقاع بن اعلم الازدی جو بجیر کا دوست تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور امیہ سے چمٹ گیا اور نہایت لجاجت سے عرض

پرداز ہوا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں آپ بکیر کو چھوڑ دیجیے کیونکہ جو عنایتیں آپ نے اس پر کی ہیں وہ خود بخود آپ نے کی ہیں۔ امیہ نے کہا یعقوب! خود اس کی قوم والے ہی اسے قتل کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس کے خلاف شہادت دی ہے میرا کیا قصور ہے؟

عطاء بن ابی السائب نے نے جو امیہ کے دستہ کا سردار تھا۔ یعقوب سے کہا کہ امیہ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اور عطاء نے اپنی تلوار کے قبضے کی طرف سے یعقوب کو مارا۔ جس سے اس کی ناک زخمی ہوگئی۔

یعقوب باہر چلا آیا اور اس نے بحیر سے کہا کہ دیکھو صلح کے وقت تمام لوگوں نے بکیر سے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ تم بھی اس عہد میں شریک تھے۔ تمہارے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس عہد کو توڑو۔ بحیر نے کہا اے یعقوب! میں نے اس سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔

بکیر بن وشاح کا قتل:

بحیر نے بکیر سے وہ تلوار لے لی جس سے بکیر نے اسوار الترجمان سے جو ابن خازم کا ترجمان تھا چھین لی تھی۔ اس پر بکیر نے بحیر سے کہا کہ اگر تم نے اپنے ہاتھ سے مجھے قتل کیا تو بنی سعد میں پھوٹ پڑ جائے گی اس لیے تم الگ ہو جاؤ اور امیہ پر چھوڑ دو جو اس کا دل چاہے میرے ساتھ کرے۔ بحیر نے کہا اے اصبہانی لونڈے کے بیٹے جب تک میں اور تو دونوں زندہ ہیں ہمارے قبیلہ کی حالت کسی طرح نہیں سنبھل سکتی۔ بکیر نے کہا اے محلوقہ کے بیٹے اچھا پھر تم اپنا کام کرو۔ اس کے بعد بحیر نے بکیر کو قتل کر ڈالا۔ امیہ نے اس کی لونڈی عارمہ بحیر کو دے دی۔

احنف بن عبداللہ کو معافی:

لوگوں نے احنف بن عبداللہ العنبری کی امیہ سے سفارش کی۔ امیہ نے اسے جیل خانہ سے بلوایا اور کہا کہ اگر چہ تو نے ہی بکیر کو میرے خلاف بھڑکایا اور مشورہ دیا تھا مگر میں ان لوگوں کی خاطر تیری خطا معاف کرتا ہوں۔

امیہ نے بنی خزاعیہ کے ایک شخص کو موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کے مقابلہ پر بھیجا۔ عمرو بن خالد بن حصین الکلابی نے اسے دھوکے سے قتل کر ڈالا۔ اس کی فوج کے بعض لوگوں نے موسیٰ سے امان حاصل کر لی اور اس کے ساتھ ہو لیے۔ اور بعض لوگ امیہ کے پاس چلے آئے۔

امیہ کا جہاد و پسپائی:

اسی سال امیہ نے دریائے بلخ کو عبور کیا تاکہ کفار سے جہاد کریں مگر کسی مقام پر اس کا محاصرہ کر لیا گیا اور امیہ اور اس کی فوج کی ایسی بری گت ہوئی کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تھے۔ مگر کسی نہ کسی طرح اس آفت سے انہیں نجات ملی اور امیہ اپنی فوج کو لے کر مرو واپس چلے آئے۔ اس موقع پر عبدالرحمٰن بن خالد العاص بن ہشام بن مغیرہ نے امیہ کو ہجو میں چند شعر کہے۔

امیر حج ابان بن عثمان و عمال:

اسی سال ابان بن عثمان نے جو مدینہ کے حاکم تھے۔ لوگوں کو حج کرایا۔ کوفہ اور بصرہ کا گورنر حجاج بن یوسف تھا اور خراسان کے گورنر امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید تھے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق ابان بن عثمان حاکم مدینہ نے دونوں سالوں یعنی ۷۶ھ، ۷۷ھ میں لوگوں کو حج کرایا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ شبیب' قطری' عبیدہ بن ہلال اور عبدرب الکبیر کی ہلاکت ۷۸ھ میں ہوئی۔

باب ۱۱

مہلب بن ابی صفرہ

۷۸ھ کے واقعات:

اسی سنہ میں ولید موسم گرما کی مہم لے کر رومیوں سے جہاد کرنے گیا۔

امیہ بن عبداللہ کی برطرفی:

اور اسی سال عبدالملک نے امیہ بن عبداللہ کو خراسان کی گورنری سے برطرف کر دیا۔ اور خراسان اور سجستان بھی حجاج بن یوسف کے ماتحت کر دیے۔ جب یہ دونوں صوبے بھی حجاج کے ماتحت ہو گئے۔ اس نے اپنے عامل ان پر مقرر کر دیئے۔

مہلب کی عزت افزائی:

جب حجاج کو شبیب اور مطرف کے قضیہ سے نجات ملی۔ اس نے کوفہ سے روانہ ہو کر بصرہ کی راہ لی۔ اور کوفہ پر مغیرہ بن عبداللہ بن ابی عقیل کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حجاج نے پہلے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عامر الحضرمی کو اپنا قائم مقام مقرر کیا مگر پھر اسے معزول کر کے اس کی جگہ مغیرہ بن عبداللہ کو سرفراز کیا۔

مہلب جو خارجیوں کے قضیہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ وہ اب کوفہ ہی میں حجاج کے پاس چلے آئے۔

مہلب کے ساتھیوں کو اعزازات:

مہلب خارجیوں کے قضیہ سے فراغت پا کر اسی ۷۸ھ میں حجاج کے پاس چلے آئے حجاج نے انہیں اپنے برابر تخت پر جگہ دی۔ اور حکم دیا کہ مہلب کے ساتھیوں میں جن جن لوگوں نے دشمن کے مقابلہ میں نمایاں اور قابل قدر خدمات انجام دی ہوں۔ میرے سامنے پیش کیے جائیں۔ مہلب لوگوں کو پیش کرتے جاتے تھے۔ اور جس شخص کی شجاعت کی تعریف کرتے۔ حجاج اس کی تصدیق کرتا جاتا تھا۔ حجاج نے ان لوگوں کو سواریاں دیں۔ انعام دیا اور ان کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا۔ اور کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنے عمل کے طور پر سلطنت کی حمایت کی ہے یہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں انعام واکرام دیا جائے۔ یہ سرحدوں کے محافظ ہیں اور وہ بہادر ہیں جن سے دشمن جلتے اور خار کھاتے ہیں۔

عبیداللہ بن ابی بکرہ کا امارت سجستان پر تقرر:

جب حجاج نے مہلب کو خراسان کے ساتھ سجستان کا بھی ناظم مقرر کیا تو مہلب نے عرض کی کہ میں آپ کو ایک ایسا شخص بتاتا ہوں جو سجستان کے حالات سے مجھ سے زیادہ واقف ہے اور جو کابل اور زابل کا عامل رہ چکا ہے۔ ان صوبوں کا افسر مال تھا۔ ان سے لڑ بھی چکا ہے۔ اور صلح بھی کر چکا ہے۔

حجاج نے کہا' کہیے وہ کون شخص ہے؟ مہلب نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کا نام لیا۔ حجاج نے ان کی تجویز منظور کر لی۔

مہلب کا امارتِ خراسان پر تقرر:

مہلب کو خراسان کا اور عبیداللہ بن ابی بکرہ بجستان کا عامل مقرر کر دیا۔ اس وقت تک خراسان اور بجستان کے عامل امیہ بن خالد بن اُسید بن ابی العیص بن امیہ تھے۔ یہ براہ راست عبدالملک کے ماتحت تھے۔ حجاج کو جب عراق پر بھیجا گیا۔ اسے ان علاقوں کے معاملات میں کچھ دخل نہ تھا۔ اب اسی سال میں عبدالملک نے امیہ کو برطرف کر دیا اور خراسان اور بجستان کو بھی حجاج ہی کے ماتحت کر دیا۔ غرض کہ مہلب خراسان اور عبیداللہ بن ابی بکرہ بجستان روانہ ہو گئے۔ البتہ عبیداللہ اس ۷۸ھ کے آخر تک وہیں رہے۔

امارت خراسان کے لیے مہلب کی خواہش:

اس بیان کی روایت یہ ہے کہ ابی مخنف نے ابی المخارق سے یہ واقعات سنے۔ اس کے علاوہ علی بن محمد کی روایت یہ ہے کہ ۷۸ھ کے اوائل ہی میں خارجیوں کی تباہی کے بعد یہ دونوں صوبے حجاج کے ماتحت کیے گئے۔ تو حجاج نے مہلب کو بجستان کا اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو خراسان کا عامل مقرر کیا۔ مگر مہلب بجستان کو ناپسند کرتے تھے۔ اور وہاں جانا نہیں چاہتے تھے۔ اس معاملہ کے متعلق انہوں نے حجاج کے محافظ دستہ کے افسر اعلیٰ عبدالرحمٰن بن عبید بن طارق سے ملاقات کی۔ اور کہا کہ امیر نے مجھے تو بجستان کا عامل مقرر کیا ہے اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو خراسان کا عامل مقرر کیا ہے۔ حالانکہ خراسان سے میں بہ نسبت ان کے بہت زیادہ واقف ہوں۔ میں خراسان کے حالات سے حکم بن عمرو الغفاری کے زمانہ سے واقف ہوں۔ اور اسی طرح عبیداللہ بن ابی بکرہ بجستان سے مجھ سے زیادہ واقف ہیں آپ امیر سے عرض کریں کہ وہ مجھے خراسان بھیج دیں۔ اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو بجستان بھیج دیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اچھا میں عرض کروں گا۔ مگر تم زاذان فروخ سے بھی کہہ دو۔ کہ جب یہ بات میں امیر سے کہوں وہ میری تائید کریں۔ مہلب نے ان سے بھی تذکرہ کیا۔ زاذان فروخ نے وعدہ کر لیا کہ میں تائید کروں گا۔

عبدالرحمٰن بن عبیداللہ کی مہلب کی سفارش:

چنانچہ عبدالرحمٰن نے حجاج سے کہا کہ جناب والا نے مہلب کو بجستان کا عامل مقرر فرمایا ہے۔ حالانکہ اس خدمت کے لیے عبیداللہ بن ابی بکرہ مہلب سے زیادہ موزوں ہیں اور بجستان پر ان کا زیادہ اثر ہے۔ زاذان فروخ نے بھی اس قول کی تائید کی۔ مگر حجاج نے کہا میں نے تو اب اس تقرر کے لیے پروانہ لکھ دیا ہے۔ اس پر زاذان فروخ نے کہا کہ اس پروانہ کا بدلنا کون مشکل کام ہے۔ غرض کہ حجاج نے ابن ابی بکرہ کو بجستان بدل دیا۔ اور مہلب کو خراسان کا عامل مقرر کر دیا۔

مہلب سے اہواز کی مال گزاری کی طلبی:

مہلب سے دس لاکھ درہم اہواز کی مال گزاری کے طلب کیے گئے۔ خالد بن عبداللہ نے اہواز پر مہلب کو عامل مقرر کیا تھا۔

مہلب نے اپنے بیٹے مغیرہ سے کہا کہ خالد نے مجھے اہواز کا عامل مقرر کیا تھا۔ اور تمہیں اصطخر کا۔ اب حجاج نے مجھ سے دس لاکھ درہم کا مطالبہ کیا ہے۔ اس میں سے نصف میں ادا کروں گا اور نصف تم ادا کرو۔

مہلب کے پاس کچھ روپیہ نہ تھا اور جب وہ معزول کر دیے گئے تھے تو انہیں قرض لینا پڑا تھا مہلب نے قرض لینے کے لیے ابو ماویہ عبداللہ بن عامر کے آزاد غلام سے جوان کا خزانچی تھا۔ گفتگو کی اور ابو ماویہ نے تین لاکھ درہم مہلب کو قرض دے دیئے۔

مہلب کی بیوی خیرۃ القشیریہ نے کہا کہ اس رقم سے تو مطالبہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس نے خود اپنے زیورات اور دوسرا

خانگی سامان فروخت کر کے پانچ لاکھ روپے پورے کیے۔ اور پانچ لاکھ مغیرہ اس کا بیٹا لایا۔ اس طرح یہ دس لاکھ کی رقم مہلب نے حجاج کو ادا کر دی۔

حبیب بن مہلب کی روانگی خراسان:

مہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو اپنے مقدمۃ الجیش پر روانہ کیا۔ حبیب رخصت ہونے کے لیے حجاج کے پاس آیا۔ حجاج نے اسے خدا حافظ کہا اور دس ہزار درہم اور ایک سبز رنگ کی مادہ خچر اسے عطا کی۔ حبیب روانہ ہوا اور اسی خچر پر سوار خراسان پہنچا۔ حالانکہ اس کے اور تمام ساتھی گھوڑوں پر سفر کر رہے تھے۔ جن کی برابر ڈاک بیٹھی ہوئی تھی۔ بیس روز کی منزل کے بعد یہ جماعت خراسان پہنچی۔ مگر جیسے ہی یہ شہر میں داخل ہو رہے تھے کہ جلانے کی لکڑی کے گٹھے لوگ بار کیے لے جا رہے تھے۔ یہ مادہ خچر انہیں دیکھ کر چمکی۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ باوجودیکہ اس قدر مسافت طے کر کے یہ آئی ہے مگر اب بھی اس میں یہ دم باقی ہے۔ غرض کہ حبیب مرو میں داخل ہوا۔ اور امیہ سے کسی قسم کا تعارض کیے بغیر مسلسل دس ماہ تک مقیم رہا۔ ۷۹ھ میں مہلب مرو آئے۔

امیر حج ولید بن عبدالملک:

اسی سنہ میں ولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا۔ ابان بن عثمان مدینہ کے گورنر تھے۔ کوفہ' بصرہ' خراسان' سجستان اور کرمان کا گورنر حجاج بن یوسف تھا۔ حجاج کی طرف سے مہلب خراسان کے اور عبیداللہ بن ابی بکرہ سجستان کے عامل تھے۔ شریح کوفہ کے اور موسیٰ بن انس بصرہ کے قاضی تھے۔

اس سال عبدالملک نے یحییٰ بن الحکم کو کفار سے جہاد کرنے کے لیے روانہ کیا۔

۷۹ھ کے واقعات

اسی سال شام میں مرض طاعون شدت سے پھیلا' قریب تھا کہ پوری آبادی فنا ہو جائے اسی وجہ سے اس سنہ میں کوئی مہم جہاد پر نہیں بھیجی گئی۔

اسی سال رومیوں نے باشندگانِ انطاکیہ پر حملہ کر کے انہیں لوٹا اور تباہ و برباد کیا۔

عبیداللہ بن ابی بکرہ کی سجستان میں آمد:

اسی سال عبیداللہ بن ابی بکرہ نے رتبیل پر جہاد کیا۔ اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ جب حجاج نے مہلب کو خراسان اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو سجستان کا عامل مقرر کر کے بھیجا تو یہ دونوں عہدہ دار اپنے اپنے مستقر پر ۷۸ھ میں آ گئے۔ اس سال کے ختم ہونے تک عبیداللہ اپنے مستقر میں رہے۔ اور پھر رتبیل سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے۔

رتبیل کی عہد شکنی:

رتبیل سے مسلمانوں کی صلح تھی۔ اس سے پہلے عرب اس سے خراج وصول کیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات وہ خراج دینا بند کر دیا کرتا اور نہیں دیتا تھا۔ اس کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے حجاج نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کو حکم دیا کہ تمہارے پاس جس قدر فوج ہے اسے لے کر رتبیل کی سرکوبی کو جاؤ۔ اور جب تک اس کے علاقہ کو پامال' اس کے قلعوں کو مسمار' اس کی فوج کو تہ تیغ اور اس کے دوسرے

متعلقین کو لونڈی غلام نہ بنالو واپس نہ آنا۔

عبیداللہ کی رتبیل پر فوج کشی:

غرض کہ عبیداللہ بن ابی بکرہ کوفہ اور بصرہ کے جس قدر مسلمان ان کے پاس تھے۔ انہیں ساتھ لے کر جہاد کے لیے روانہ ہوئے شریح بن ہانی الحارثی اہل کوفہ کی جماعت کے سردار تھے اور خود عبیداللہ بصرہ والوں کے سردار تھے اور یہ ہی ان دونوں فوجوں کے سر عسکر بھی تھے۔

عبیداللہ اس مہم کو لے کر روانہ ہوئے۔ رتبیل کے علاقہ میں درآئے۔ اور جس قدر مویشی اور دوسرے مال و متاع پر ان کا ہاتھ پڑا اس پر قبضہ کرلیا۔ قلعوں اور قلعہ بند شہروں کو مسمار کر دیا اور تبیل کے اکثر علاقہ پر قبضہ کرلیا۔

عبیداللہ بن ابی بکرہ کی پیش قدمی:

رتبیل کی فوج نے جس میں ترک تھے۔ یہ طرز عمل اختیار کیا کہ مسلمانوں کے علاقہ میں مسلسل پیچھے ہٹتے چلے گئے اور علاقہ پر علاقہ خالی کرتے گئے۔ اس طرح جب مسلمانوں کی فوج بہت دوران کے اندرون ملک میں ایسے مقام تک چلی گئی۔ جہاں سے ترکوں کا دارالحکومت صرف اٹھارہ فرسخ کے فاصلہ پر تھا تو اب ترکوں نے مسلمانوں کو پہاڑوں کے دروں میں اور پر پیچ گھاٹیوں میں گھیر لیا۔ اور تمام تجارتی منڈیاں اور قصبات مسلمانوں کے رحم پر چھوڑ دیئے۔ اور ان تمام قصبات نے مسلمانوں کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔

عبیداللہ بن ابی بکرہ کی رتبیل سے صلح کی پیش کش:

مگر اب مسلمانوں کو خیال پیدا ہوا کہ ہم ان پہاڑوں میں گھر چکے ہیں اور ہماری تباہی یقینی ہے اس خطرہ کو محسوس کر کے عبیداللہ نے شریح بن ہانی سے کہلا بھیجا کہ میں ترکوں سے اس شرط پر صلح کرنا چاہتا ہوں کہ انہیں کچھ روپیہ دے دیا جائے اور ہمیں اس حصار سے نکل جانے دیں۔

شریح بن ہانی کی صلح کی مخالفت:

چنانچہ عبیداللہ نے سات لاکھ درہم دے کر صلح کر لی۔ جب شریح سے ملاقات کی تو شریح نے ان سے کہا کہ جس قدر زرتاوان تم نے ادا کیا ہے۔ امیر المومنین اسے تم سب لوگوں کی تنخواہوں سے وضع کر لیں گے۔

عبیداللہ نے کہا اگر تمہاری تنخواہیں بند ہو جائیں گی تو ہم زندہ نہیں رہیں گے۔ ہم تنخواہوں کے بند ہو جانے کو اپنی تباہی پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس پر شریح نے کہا کہ میری عمر پوری ہو چکی ہے۔ میرے لیے اب زندگی کا کوئی مزہ باقی نہیں رہا جو گھڑی پیش آتی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ہی میری ساعت واپسی ہے میں عرصہ دراز سے شہادت کا طالب ہوں اور اگر آج کے دن بھی مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی تو میں سمجھوں گا کہ پھر یہ درجہ مجھے کبھی حاصل نہ ہوگا۔

اس کے بعد شریح نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے للکارا کہ دشمن پر حملہ کرو۔ عبیداللہ بن ابی بکرہ نے کہا کہ تم تو بڈھے ہو گئے ہو۔ سٹھیا گئے ہو۔

شریح نے کہا کہ بس آپ نہ بولیے۔ آپ کو تو یہ پسند ہے کہ لوگ تذکرہ کریں۔ کہ عبیداللہ کا باغ ہے اور یہ ان کا حمام ہے۔

شریح بن ہانی کی شہادت:

اس کے بعد شریح نے تمام مسلمانوں کو متوجہ کر کے کہا کہ تم میں سے جو لوگ درجہ شہادت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ میری طرف آ جائیں۔ کچھ رضا کار کچھ سوار اور کچھ غیرت مند لوگ ان کے ساتھ ہو گئے اور دشمن سے سرگرم کارزار ہوئے تقریباً تمام مسلمان جنگ میں کام آئے، تھوڑے سے بچے۔ شریح نہایت بہادری سے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے دشمن سے لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔ ان میں سے جو بچے وہ اس علاقہ کو چھوڑ کر فرار ہوئے اور جب اس علاقہ سے مسلمانوں کے علاقہ میں آ گئے تو اور مسلمان اس شکست خوردہ فوج کے لیے کھانا لے کر آ گئے۔ ان لوگوں کی بھوک اور تھکن کی وجہ سے یہ حالت تھی کہ جس کسی نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا مر گیا۔ اس لیے لوگ اب انہیں کھانا کھلاتے ہوئے بھی ڈرنے لگے تھے اور جب تک کہ ان کی قوت ہاضمہ پورے طور پر عود کر نہ آئی۔ تھوڑا تھوڑا مکھن انہیں کھلاتے رہے۔

رتبیل کے متعلق حجاج کا عبدالملک کے نام خط:

حجاج کو ان تمام واقعات کی اطلاع پہنچی اسے رتبیل کی اگلی پچھلی حرکتیں یاد آ گئیں اور یہ واقعہ تو حد ہی کو پہنچ گیا تھا۔ اس لیے حجاج نے عبدالملک کو حسب ذیل خط لکھا۔

حمد ثناء کے بعد میں جناب والا کو مطلع کرتا ہوں کہ آپ کی جس قدر فوج سجستان میں تھی وہ سب تباہ ہو گئی۔ بہت تھوڑے آدمی اس میں سے بچے ہیں۔ دشمن کو جو فتح حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ سے اس کے حوصلے مسلمانوں کے خلاف اور بڑھ گئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے علاقہ میں گھس آیا ہے اور اس نے مسلمانوں کے تمام قلعوں اور مستحکم قصروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ اہل بصرہ اور کوفہ کی ایک زبردست فوج اس کی سرکوبی کے لیے بھیج دوں۔ مگر میں نے مناسب سمجھا کہ پہلے جناب والا کی رائے معلوم ہو جائے۔ پس اگر آپ مہم بھیجنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اپنی رائے پر عمل کروں گا۔ اور اگر جناب والا کا منشا مزید مہم بھیجنے کا نہ ہو تو آپ اپنی فوج کے مالک و مختار ہیں۔ کسی کو دخل دینے کا کیا موقع ہو سکتا ہے۔ مگر مجھے یہ خوف ہے کہ اگر رتبیل اور اس کے ساتھ جو اور مشرکین کی جماعت ہے ان کی سرکوبی کے لیے زبردست مہم نہ بھیجی گئی تو وہ اس مقام علاقہ پر قبضہ کر لیں گے۔

امیر حج ابان بن عثمان وعمال:

اسی سنہ میں مہلب خراسان کے گورنر بنا کر مقرر ہو کر آئے اور امیہ واپس گئے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کوفہ کے قاضی شریح نے منصب قضا سے استعفاء دے دیا۔ اور اس معاملہ میں انہوں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تھا۔ حجاج نے استعفا منظور کر لیا اور ابو بردہ کو قاضی مقرر کر دیا۔ واقدی اور دوسرے اصحاب سیر کے بیان کے مطابق اس سال ابان بن عثمان نے جو عبدالملک کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے لوگوں کو حج کرایا۔

حجاج عراق اور تمام ممالک مشرقیہ کا گورنر تھا اور حجاج کی طرف سے مہلب خراسان کے عامل تھے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس علاقہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں ان کی سربراہی تو مہلب کے ذمہ تھی اور لگان وصول کرنے کا کام ان کے بیٹے مغیرہ کے تفویض تھا۔

ابو بردہ بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کے اور موسیٰ بن انس بصرہ کے قاضی تھے۔

۸۰ھ کے واقعات

مکہ میں سیلاب سے تباہی:

اس سال مکہ میں ایک زبردست سیلاب آیا جو تمام حجاج کو بہالے گیا اور مکہ کے تمام مکانات غرق ہوگئے اسی وجہ سے اس سال کا نام لوگوں نے عام الحجاف[1] رکھا۔ کیونکہ جہاں تک اس کی رسائی ہوئی وہ ہر شے کو بہالے گیا۔

ایک اور صاحب بیان کرتے ہیں کہ بطن مکہ میں ایسا خوفناک سیلاب آیا کہ حاجیوں کو بہالے گیا اور اسی وجہ سے اس سنہ کا نام لوگوں نے عام الحجاف رکھا۔ میں نے اونٹ دیکھے جن پر سامان اور مرد عورتیں سوار تھیں۔ اور پانی انہیں بہائے لیے جارہا تھا اور ان کے بچنے کی کوئی تدبیر نہ تھی پانی بڑھتے بڑھتے رکن کعبہ[2] تک پہنچ گیا تھا۔

واقدی کے بیان کے مطابق اسی سال بصرہ میں شدت سے مرض طاعون پھیلا۔

مہلب کی کس پر فوج کشی:

اسی سال مہلب نے دریائے بلخ کو عبور کیا اور کس پر فوج کشی کی۔ جس وقت مہلب نے کس پر چڑھائی کی۔ ابوالادہم زیاد بن عمرو الزمانی مہلب کے مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ ان کے ماتحت تین ہزار فوج تھی حالانکہ ان کے مقابلہ میں دشمن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ مگر اپنی شجاعت خیر خواہی اور عقل مندی کی وجہ سے یہ اکیلے دو ہزار فوج کے مساوی تھے۔

مہلب کا محاصرہ کس:

جس وقت مہلب کس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ختل کے بادشاہ کا چچیرا بھائی ان کے پاس آیا اور اس نے بادشاہ ختل سے لڑنے کی استدعا کی مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو اس شہزادہ کے ساتھ روانہ کیا۔

یزید ایک مقام پر خیمہ زن ہوگیا اور ختل کے بادشاہ کا جس کا نام سبل تھا۔ چچیرا بھائی ایک اور مقام پر فروکش ہوا۔

سبل نے اپنے چچیرے بھائی پر شب خون مارا۔ اور اس کے فرودگاہ میں آ کر تکبیر کہنا شروع کی۔ چونکہ تکبیر مسلمانوں کا نعرۂ جنگ ہے۔ اس وجہ سے سبل کے چچیرے بھائی کو خیال ہوا کہ عربوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔ حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ جب اس شہزادہ نے عربوں کی فوج سے علیحدہ اپنا پڑاؤ ڈالا۔ اس وقت سے خود عربوں کو اس کی جانب سے دھوکے کا خطرہ تھا۔

سبل اپنے چچیرے بھائی کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے آیا اور تہ تیغ کر ڈالا۔

یزید بن المہلب نے سبل کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر چند روز کے بعد کچھ روپیہ بطور تاوان جنگ کے لے کر محاصرہ اٹھالیا' اور یزید مہلب کے پاس واپس چلا آیا۔

---

[1] لغوی معنی بہالے جانا۔

[2] وہ مقام جہاں حجر الاسود رکھا ہے۔

جب اس شہزادہ کی ماں کو جسے سبل نے قتل کیا تھا۔ اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ہوئی۔ اس نے سبل کی ماں سے کہلا بھیجا کہ یاد رکھو اب سبل کی بھی خیر نہیں ہے۔ جس شخص کو سبل نے قتل کیا ہے۔ اس کے ساتھ بھائی ہیں جو سب کے سب در پے انتقام ہیں اور تیرا بیٹا تنہا ہی ہے۔

سبل کی والدہ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ شبر کے بچے کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ بخلاف اس کے سور کے بچے بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔

حبیب بن مہلب کی ربخن پر فوج کشی:

مہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو مقام ربخن پر فوج کشی کرنے کے لیے روانہ کیا اس کے مقابلہ کے لیے بخارا کا رئیس چالیس ہزار فوج لے کر بڑھا۔ کفار میں سے ایک شخص نے مسلمانوں سے مبارز طلب کیا۔ حبیب کا آزاد غلام جبلہ اس سے نبرد آزما ہوا۔ جبلہ نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کی اصل فوج پر حملہ کر کے اس میں سے بھی تین آدمیوں کو تہ تیغ کر کے واپس چلا آیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی تمام فوج واپس پلٹ آئی۔ دشمن بھی اپنے علاقہ کی طرف پسپا ہو گیا۔

مہم محترقہ:

دشمن کی ایک جماعت نے ایک گاؤں میں پڑاؤ کیا۔ حبیب چار ہزار فوج لے کر ان پر ٹوٹ پڑا۔ انہیں سخت نقصان پہنچایا اور شکست دی۔ اور اس گاؤں کو جلا کر پھر لشکر کے پاس واپس چلا آیا۔

اسی وجہ سے اس مہم کا نام لوگوں نے محترقہ رکھ دیا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس گاؤں کو حبیب کے آزاد غلام جبلہ نے آگ لگائی تھی۔

مہلب دو سال کس پر پڑے رہے۔ بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ سغد اور اس سے اور آگے کے علاقہ پر فوج کشی کرتے تو زیادہ مناسب تھا۔ مہلب نے جواب دیا کہ میرے لیے یہی بہت ہے کہ میں اپنی اس فوج کو صحیح و سالم مرد بچا کر لے جاؤں۔

ہریم بن عدی کی شجاعت:

ایک روز دشمن کی فوج کا ایک شخص تنہا جنگ کے لیے نکلا۔ مسلمانوں کی جانب سے اس کے مقابلہ پر ہریم بن عدی خالد بن عدی کے باپ نکلے۔ ہریم اپنے خود عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ یہ ایک نہر کے قریب پہنچے وہ مشرک کچھ دیر تک کاوادے دے کر ان پر حملہ کرتا رہا۔ مگر آخر کار ہریم نے اسے قتل کیا۔ اور اس کے تمام ہتھیار اور لباس پر قبضہ کر لیا۔ اس پر مہلب نے ان سے کہا کہ اگر تم مارے جاتے۔ اور تمہارے عوض دشمن کے ایک ہزار سپاہی بھی قتل کر دیئے جاتے تو میرے خیال میں وہ ایک ہزار تمہارا خون بہا نہ ہوتے۔

مہلب کی تاوان پر مصالحت:

اسی مقام کس پر مہلب نے بنی مضر کے بعض لوگوں پر کچھ الزام لگایا اور انہیں قید کر دیا۔

جب مہلب دشمن سے صلح کر کے واپس پلٹے تو انہوں نے انہیں رہا کر دیا۔

حجاج کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حجاج نے مہلب کو لکھا کہ اگر تم نے ان لوگوں کو کسی جرم پر قید کیا تھا تو ان کا رہا کر دینا خلافِ مصلحت ہے اور اگر بلا وجہ قید کیا تھا تو یہ ظلم ہے۔

مہلب نے جواباً لکھا کہ جب مجھے ان کی جانب سے خطرہ پیدا ہوا میں نے قید کر دیا۔

مہلب نے جن لوگوں کو قید کیا تھا ان میں عبدالملک بن ابی الشیخ القشیری بھی تھے۔

جب مہلب نے اہل کس سے کچھ رقم تاوان پر صلح کر لی۔ تو یہ اسے وصول کرنے کھڑے ہوئے۔ اسی اثنا میں ابن الاشعث کا خط ان کے پاس آیا۔ جس میں مہلب سے درخواست کی گئی تھی کہ آپ حجاج کا ساتھ چھوڑ دیجیے۔ اور اس کے خلاف میری مدد کیجیے۔ مہلب نے اس خط کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔

عبدالملک کا رتبیل کے خلاف جہاد کا فرمان:

اسی سنہ میں حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو ترکوں کے بادشاہ رتبیل سے لڑنے کے لیے سجستان بھیجا۔

حجاج کے ابن الاشعث کو اس مہم پر بھیجنے کی وجہ اہل سیر نے مختلف طور سے بیان کی ہے۔ اسی طرح اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اس وقت جب کہ حجاج نے ابن الاشعث کو اس مہم پر مقرر کیا ہے۔ وہ کہاں تھے ایک روایت تو یہ ہے کہ جب حجاج کا خط جس میں اس نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کے رتبیل کے علاقہ میں بڑھنے اور پھر ان کی فوج کی تباہی کی اطلاع پائی تھی۔ عبدالملک کے پاس پہنچا۔ عبدالملک نے اس کا حسب ذیل جواب دیا۔

حمد و ثنا کے بعد میرے پاس تمہارا خط پہنچا۔ جس میں تم نے علاقہ سجستان میں مسلمانوں کی تباہی کی اطلاع دی ہے۔ اس کے متعلق سنو۔ مسلمانوں پر تو جہاد فرض ہی ہے۔ وہ اپنی خواب گاہوں کو چلے گئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اجر دینے والا ہے اور تم نے اس علاقہ کی طرف جو مزید فوج بھیجنے کے متعلق میری رائے دریافت کی ہے کہ آیا وہ بھیجی جائے اس کے متعلق مجھے تمہاری رائے سے اتفاق ہے کہ تم ضرور بھیج دو۔

حجاج اور عبدالرحمٰن بن محمد ابن الاشعث کی عداوت:

حجاج تمام ملک عراق میں سب سے زیادہ ابن الاشعث سے عداوت رکھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جب میں عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو دیکھتا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اسے قتل کر ڈالوں۔

نمیر بن وعلۃ الہمدانی ثم الیناعی بیان کرتے ہیں کہ میں حجاج کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ابن اشعث آئے۔ حجاج نے انہیں دیکھتے ہی کہا کہ میں اس کی چال کو دیکھتا ہوں تو دل میں آتا ہے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں۔

جب عبدالرحمٰن حجاج کے پاس سے اٹھے تو نمیر بھی اٹھے اور ان سے پہلے ہی سعید بن قیس السبیعی کے دروازہ پر آ کر ان کے انتظار میں کھڑے رہے۔ جب عبدالرحمٰن دروازہ سے باہر نکلنے لگے تو نمیر نے ان سے کہا کہ ذرا دروازہ کے اندر چلئے مجھے آپ سے ایک نہایت راز کی بات کہنا ہے مگر اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ جب تک حجاج بقید حیات ہے آپ اس کا ہرگز تذکرہ نہ کریں۔

عبدالرحمٰن نے کہا بہتر ہے آپ فرمائیں۔

نمیر نے کہا کہ حجاج تیرے متعلق یہ کہہ رہا تھا۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ جب تک میں اور حجاج زندہ ہیں۔ میں برابر اس کی تباہی کی

کوشش میں لگا رہوں گا۔ اور اگر میں ایسا نہ کروں تو واقعی پھر میں اس سزا کا مستحق ہوں۔ جس کا اظہار حجاج نے کیا ہے۔

حجاج کا فوج کا معائنہ:

اب حجاج نے بیس ہزار فوج اہل کوفہ کی اور بیس ہزار اہل بصرہ کی تیاری کرنی شروع کی۔ اس فوج کی ترتیب اور آراستگی میں پوری کوشش کی۔ تمام لوگوں کو پوری پوری تنخواہ دے دی۔ خوبصورت گھوڑے اور پورے ہتھیار دیئے۔ حجاج نے تمام فوج کا باقاعدہ معائنہ شروع کیا۔ جس شخص کی شجاعت کی تعریف اس کے سامنے بیان کی جاتی تھی۔ حجاج اسے انعام واکرام دیتا تھا۔

عباد بن الحصین کو حجاج کا انعام:

عباد بن الحصین الحبطی اور حجاج دونوں فوج کا معائنہ کر رہے تھے۔ عبید اللہ بن ابی محجن الثقفی' عبدالرحمٰن بن ام الحکم الثقفی کے پاس جاتے ہوئے عباد کے سامنے سے گذرے۔ عباد نے انہیں دیکھتے ہی کہا کہ میں نے ان کے گھوڑے سے زیادہ کوئی گھوڑا حسین و جمیل نہیں دیکھا اور گھوڑا بھی سپاہی کی بڑی قوت اور اس کا ہتھیار ہے۔ اور یہ مادہ خچر بھی بڑی مضبوط ہے اس پر حجاج نے انہیں پانچ سو پچاس درہم زیادہ دیئے۔

عطیہ العنبری حجاج کے پاس سے گذرا۔ حجاج نے انہیں دیکھ کر عبدالرحمٰن سے کہا کہ تم ان کا خیال رکھنا اور انہیں انعام و اکرام دینا۔

رتبیل کی مہم پر عبدالرحمٰن بن الاشعث کی تقرری:

جب یہ دونوں فوجیں پوری طرح کیل کانٹے سے لیس ہوگئیں تو حجاج نے عطارد بن عمر التمیمی کو اس فوج کا سردار بنا کر روانہ کیا۔ عطارد نے اہواز آ کر پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد حجاج نے عبید اللہ بن حجر بن ذی الجوشن العامری کو بھیجا۔ پھر اسے بھی موقوف کر کے اس کی جگہ عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو بھیجا۔

جب حجاج نے عبید اللہ بن حجر کو اس خدمت سے سبکدوش کر دیا اور اس کی جگہ عبدالرحمٰن کو مقرر کیا عبدالرحمٰن کا چچا اسمٰعیل بن الاشعث حجاج کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ آپ عبدالرحمٰن کو اس مہم کا سردار نہ بنائیے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ بغاوت کر بیٹھے گا۔ آج تک اس کا طرزِ عمل یہی رہا ہے کہ جب اس نے دریائے فرات کے پل کو عبور کیا پھر کسی حاکم کی تعمیل نہیں کی۔

حجاج نے جواب دیا کہ وہاں صرف عبدالرحمٰن ہی میرے لیے خطرناک اور مجھ سے بغاوت اور سرکشی پر آمادہ نہیں ہے بلکہ اور بھی ہیں۔

عبدالرحمٰن کا سجستان میں خطبہ:

بہرحال حجاج نے عبدالرحمٰن کو اس لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے اس فوج کے ساتھ ۸۰ ہجری میں سجستان پہنچا۔ سجستان پہنچ کر تمام باشندوں کو خطبہ سننے کے لیے بلایا۔ اور منبر پر چڑھ کر حسب ذیل تقریر کی۔

اے لوگو! حجاج نے تمہارے سرحدی علاقوں کی حفاظت اور تمہارے دشمنوں سے جنہوں نے تمہارے شہروں کو لوٹا۔ تمہارے افراد کو تہ تیغ کیا ہے' جہاد کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ آپ میں سے کوئی بھی اہل فوج سے پیچھے نہ رہ جائے۔ ورنہ مستوجب سزا ہوگا۔ آپ سب اپنی فوجی قیام گاہوں میں حاضر ہو جائیں۔

رتبیل کی عبدالرحمٰن کو خراج کی پیش کش:

چنانچہ تمام لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ان کے لیے بازار لگا دیئے گئے اور اب لوگوں نے جنگ کے لیے تیاری شروع کی۔ ہتھیار وغیرہ درست کرنے لگے۔ اس تیاری کی اطلاع رتبیل کو ہوئی۔ اس نے خوف زدہ ہو کر عبدالرحمٰن کو ایک خط لکھا۔ جس میں اس نے مسلمانوں کی پچھلی مرتبہ کی تباہی پر معذرت کی اور لکھا کہ مسلمانوں نے مجھے جنگ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں آپ سے صلح کی درخواست کرتا ہوں اور خراج دینے کے لیے آمادہ ہوں۔

عبدالرحمٰن نے اس کی درخواست منظور نہیں کی اور نہ خراج لینا پسند کیا۔ بلکہ اپنی زبردست فوج کے ساتھ اس کے علاقہ میں دھاوا شروع کر دیا۔

عبدالرحمٰن کی رتبیل پر فوج کشی:

جب عبدالرحمٰن رتبیل کے علاقہ کے پہلے شہر میں داخل ہوئے تو رتبیل نے اپنی تمام فوج اپنے پاس بلالی۔ اور تمام علاقہ تجارتی منڈیاں اور قلعے عبدالرحمٰن کے لیے چھوڑ دیئے۔

عبدالرحمٰن جس شہر پر قبضہ کرتے تھے۔ اس پر اپنا عامل مقرر کر کے بھیج دیتے تھے۔ اس کی حفاظت کے لیے فوج دستے بھی بھیج دیتے تھے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر تک ڈاک کا سلسلہ بھی قائم کر دیا۔ پہاڑی دروں اور گھاٹیوں میں پہرے قائم کر دیئے اور ایسی جگہوں پر جہاں سے خطرہ کا احتمال تھا فوجی چوکیاں قائم کی۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کی فتوحات:

جب عبدالرحمٰن نے اس کے بڑے وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا اور مویشیوں اور بہت سا مال غنیمت قبضہ میں کر لیا۔ اپنی فوج کو مزید پیش قدمی سے روک دیا اور کہا کہ اس سال یہ ہی ہمارے لیے کافی ووافی ہے جو ہمیں مل چکا ہے اب ہمیں، چاہیے کہ خراج وصول کریں اور لگان مشخص کریں۔ تا کہ اس اثناء میں مسلمان یہاں کے راستوں سے نڈر ہو جائیں اور پھر آئندہ سال آگے بڑھیں۔ ہر سال رتبیل کے علاقہ پر رفتہ رفتہ قبضہ کرتے جائیں اور اسی طرح ایک دن اس کے تمام خزانوں اور اہل وعیال پر قبضہ کر لیں گے ان کے بعید ترین شہروں اور مضبوط ترین قلعوں پر قابض ہو جائیں گے اور پھر جب تک کہ اللہ ان کفار کو بالکل تباہ نہ کر دے گا ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے۔

پھر عبدالرحمٰن نے ان تمام فتوحات کی اطلاعیں جو مسلمانوں کو دشمن کے علاقہ میں حاصل ہوئیں اور ان احسانات کی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیے حجاج کو خط کے ذریعہ سے اطلاع کر دی اور اپنی وہ رائے بھی لکھ دی جس پر آئندہ عمل کرنے کا انہوں نے ارادہ کیا تھا۔

ہمیان کی بغاوت وشکست:

دوسرے لوگوں نے ابن الاشعث کے سجستان کا عامل مقرر کیے جانے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ حجاج نے پہلے ہمیان بن عدی السدوسی کو اس لیے کرمان بھیجا کہ یہ اس علاقہ کی حفاظت کریں اور عاملان سند اور سجستان میں سے جس کسی کو امداد کی ضرورت ہو یہ اسے امداد دیں۔ مگر ہمیان اور اس کی فوج حجاج سے باغی ہو گئی۔ حجاج نے ابن الاشعث کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ ابن

الاشعث نے ہمیان کو شکست دی اور حجاج نے انہیں ہمیان کی جگہ مقرر کر دیا۔

امارت سجستان پر عبدالرحمٰن کا تقرر:

اسی درمیان میں سجستان کے عامل عبیداللہ بن ابی بکرہ کا انتقال ہو گیا۔ حجاج نے ابن الاشعث کو ان کی جگہ سجستان کا عامل مقرر کر دیا اور اس کے لیے باقاعدہ طور پر فرمان لکھ دیا۔

اس کے علاوہ حجاج نے ایک اور فوج سجستان بھیجنے کے لیے تیار کی۔ علاوہ معمولی تنخواہوں کے بیس لاکھ درہم اس فوج پر خرچ کیے۔ لوگ اسے جیش الطواویس[1] کہنے لگے۔ اور ابن الاشعث کو رتبیل پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔

امیر حج ابان بن عثمان:

ابان بن عثمان نے اس سال لوگوں کو حج کرایا۔ مگر بعض ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے اس سال حج کرایا۔ مدینہ کے حاکم ابان بن عثمان تھے۔ عراق اور تمام مشرقی ممالک کا گورنر حجاج تھا۔ اور حجاج کی جانب سے خراسان کے عامل مہلب تھے۔ ابو بردہ بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے۔ اور موسیٰ بن انس بصرہ کے قاضی تھے۔ اس سنہ میں عبدالملک نے اپنے بیٹے یزید کو جہاد کے لیے بھیجا۔

۸۱ھ کے واقعات

فتح قالیقلا:

اسی سنہ میں شہر قالیقلا مسلمانوں سے فتح کیا۔ عبدالملک نے اپنے بیٹے عبیداللہ کو جہاد کے لیے بھیجا اور اس نے شہر فتح کیا۔

بحیر بن ورقاء:

اسی سال بحیر بن ورقاء الصریمی خراسان میں مارا گیا۔ اس کا تفصیلی بیان حسب ذیل ہے:

بحیر نے امیہ بن عبداللہ کے حکم سے بکیر کو قتل کیا تھا اس پر عثمان بن رجاء بن جابر بن شداد۔ متعلقہ بنی عوف بن سعد نے جو ابناء میں سے تھا چند شعر کہے جس میں خاندان بکیر کے افراد کو بکیر کا بدلہ لینے کے لیے ابھارا تھا۔

جب بحیر کو معلوم ہوا کہ مجھے دھمکی دے رہے ہیں اس نے بھی دو فخریہ شعروں میں اپنے دل کا غبار نکالا۔

شمردل کا بحیر پر حملہ:

قبیلہ بنی عوف بن کعب بن سعد کے سترہ آدمیوں نے بکیر کے خون کا قصاص لینے کے لیے عہد کیا۔ چنانچہ شمردل نامی ایک شخص صحرا سے روانہ ہو کر خراسان پہنچا جب اس کی نظر بحیر پر پڑی جو اس وقت کھڑا ہوا تھا۔ شمردل نامی ایک شخص صحرا سے روانہ ہو کر خراسان پہنچا جب اس کی نظر بحیر پر پڑی جو اس وقت کھڑا ہوا تھا۔ شمردل نے فوراً اس پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اسے گرا دیا اور اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ میں نے بحیر کا کام تمام کر دیا ہے۔ اسی اثنا میں لوگوں نے کہا کہ یہ خارجی ہے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کے

---

[1] طواویس۔ طاؤس کی جمع ہے جس کے معنی مور کے ہیں۔

تعاقب میں چلے۔ شمر دل گھوڑے سے گر گیا اور مارا گیا۔

صعصعہ بن حرب العوفی کی سجستان میں آمد:

جب اس کوشش میں ناکامی ہوئی تو صعصعہ بن حرب العوفی متعلقہ بنی جندب صحرا سے اسی خیال سے روانہ ہوا۔ اس نے اپنا تمام سامان فروخت کر کے اس کے بجائے ایک گدھا خرید لیا۔ صعصعہ سجستان آیا اور بجیر کے رشتہ داروں کے پڑوس میں آ کر ٹھہرا۔ ان سے نہایت ہی نرمی اور اخلاق سے پیش آنے لگا اور کہا کہ میں اہل یمامہ کے قبیلہ بنی حنیفہ سے تعلق رکھتا ہوں۔

یہ شخص ہمیشہ بجیر کے عزیزوں کے پاس آتا جاتا تھا اور ان میں بیٹھنے اور اٹھنے لگا تھا۔ جب وہ لوگ اچھی طرح مانوس ہو گئے تو ایک دن کہنے لگا کہ خراسان میں میری کچھ میراث تھی۔ اس پر دوسرے لوگوں نے غاصبانہ طریقہ سے قبضہ کر لیا۔ اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ خراسان میں بجیر کا بہت کچھ اثر اور دخل ہے آپ لوگ ان کے نام ایک سفارشی خط مجھے لکھ دیجیے تاکہ وہ اس معاملہ میں میری اعانت کریں۔ چنانچہ بجیر کے رشتہ داروں نے بجیر کے نام خط لکھ کر دے دیا۔

صعصعہ کی بجیر سے ملاقات:

صعصعہ سجستان سے روانہ ہو کر مرو پہنچا اس وقت مہلب کفار سے جہاد میں مصروف تھے مرو میں بنی عوف کے جو لوگ تھے ان کی ایک جماعت سے اس کی ملاقات ہوئی۔ صعصعہ نے انہیں اپنے مرو آنے کی غرض و غایت بتائی۔ بکیر کے آزاد غلام صیقل نے جوش انبساط میں صعصعہ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

صعصعہ نے اس سے خنجر کی فرمائش کی۔ صیقل نے اسے خنجر بنا دیا اور اسے خوب تپا کر کئی مرتبہ گدھی کے دودھ میں غوطے دیے۔

صعصعہ مرو سے روانہ ہو کر دریا کو عبور کر کے مہلب کی لشکر گاہ میں پہنچا (مہلب اس روز مقام اخرون میں فروکش تھے) بجیر سے ملا اور سفارشی خط انہیں دیا اور کہا کہ میں قبیلہ بنی حنیفہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ ابن ابی بکرہ کے ساتھیوں میں تھا۔ سجستان میں میری جو جائیداد تھی وہ تو جاتی رہی۔ مرو میں کچھ باقی ہے اسے بیچنے کے لیے آیا ہوں۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد یمامہ واپس چلا جاؤں گا۔

بجیر کا صعصعہ سے حسن سلوک:

اس پر بجیر نے حکم دیا کہ اخراجات ضروری کے لیے کچھ روپیہ اسے دے دیا جائے۔ اپنے پاس ہی اسے ٹھہرایا اور کہا کہ جس معاملے میں چاہو تم میری امداد لے سکتے ہو۔

صعصعہ نے کہا کہ اس فوج کی واپسی تک میں یہیں آپ کے پاس ٹھہرا رہوں گا۔ چنانچہ صعصعہ ایک ماہ یا قریب ایک ماہ کے بجیر کے ساتھ مقیم رہا۔ بجیر کے ساتھ مہلب کی بارگاہ میں بھی حاضر ہوا کرتا تھا اور اس طرح اور لوگوں سے اس کی جان پہچان بھی ہو گئی۔

بجیر کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ مبادا کوئی شخص اچانک مجھ پر حملہ کر دے۔

اسی وجہ سے وہ کسی شخص پر اعتماد نہیں کرتا تھا مگر جب صعصعہ بجیر کے رشتہ داروں کا سفارشی خط لے کر اس کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتا ہوں۔ بجیر اس کی جانب سے بے خطر ہو گیا تھا۔

صعصعہ کا بجیر پر حملہ:

ایک روز بجیر مہلب کے دیوان خانہ میں معمولی قمیص چادر اور جوتے پہنے ہوئے بیٹھا تھا کہ صعصعہ بھی آیا اور اس کے پیچھے بیٹھ

گیا پھر اس سے اور قریب ہو گیا اور اس طرح اس پر جھک پڑا کہ گویا کوئی بات کہنا چاہتا ہے اور پھر یکا یک اس کی پشت پر سے کمر میں خنجر بھونک دیا جو پیٹ تک اتر گیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ یہ خارجی ہے۔ مگر اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے بکیر کا بدلہ لیا ہے۔

ابوالعجفاء بن ابی الخرقاء نے جو آج کل مہلب کے محافظ دستہ کا افسر تھا اسے گرفتار کر کے مہلب کے سامنے پیش کیا۔ مہلب نے اس سے کہا کہ تیرا مقصد پورا نہیں ہوا اور تو نے مفت میں اپنی جان ہلاکت میں ڈالی۔ بجیر کی حالت خطرناک نہیں ہے۔

بجیر بن ورقاء کا خاتمہ:

صعصعہ نے کہا: میں نے ایسا کاری وار لگایا ہے کہ وہ بچ نہیں سکتا۔ خنجر پیٹ تک اتر گیا ہے۔ اس کے پیٹ کی بد بو میرے ہاتھوں میں آتی ہے۔

مہلب نے اسے قید کر دیا۔ ابناء کے کچھ لوگ جیل خانہ میں اس سے جا کر ملے۔ اور انہوں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

دوسرے روز چاشت کے وقت بجیر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب صعصعہ کو بجیر کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ اب جو چاہو میرے ساتھ سلوک کرو مجھے کچھ پروا نہیں۔ اب بنی عوف کی عورتوں کی نذریں پوری ہو گئیں میں نے اپنا بدلہ لے لیا ہے۔ اب جو کچھ میرا حشر ہو مجھے اس کی پروا نہیں۔

کئی مرتبہ تنہائی میں مجھے موقع حاصل ہوا تھا کہ میں اس کا کام تمام کر دیتا۔ مگر میں نے اس طرح چپکے سے مارنا بزدلی خیال کیا۔

مہلب نے ان باتوں کو سن کر کہا کہ میں نے اس جیسا شخص موت سے نڈر اور صابر کبھی نہیں دیکھا۔

صعصعہ کا قتل:

بعد ازاں مہلب نے بجیر کے چچا زاد بھائی ابوسویقہ کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ انس بن طلق نے اس سے کہا کہ بجیر تو اب قتل ہی ہو چکا ہے۔ وہ تو واپس آ ہی نہیں سکتا اس لیے تم صعصعہ کو قتل نہ کرو۔

ابوسویقہ نے ایک نہ سنی صعصعہ کو قتل کر ڈالا۔ اس پر اس نے اسے بہت کچھ برا بھلا کہا۔

دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے کہ بجیر ابھی زندہ تھا کہ مہلب نے صعصعہ کو بجیر کے پاس بھیج دیا۔ اس پر انس بن مطلق العبشمی نے بجیر سے کہا کہ تم نے بکیر کو قتل کیا تھا اس کا بدلہ اس شخص نے تم سے لیا ہے تم اسے چھوڑ دو۔

مگر بجیر نے ایک نہ سنی لوگوں سے کہا کہ اسے میرے قریب لاؤ اور صعصعہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تو زندہ ہے۔

لوگوں نے صعصعہ کو بجیر کے قریب کر دیا۔ بجیر نے اس کے سر کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھا اور کہا: "اے کمینے صبر کر تو بدترین مخلوق ہے" ابن طلق نے بجیر سے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے میں تو تجھ سے اس کی سفارش کر رہا ہوں اور تو میرے سامنے ہی اسے قتل کیے ڈالتا ہے۔

قبیلہ عوف و ابناء کی شورش:

مگر بجیر نے اسے اپنی تلوار سے قتل کر ڈالا۔ پھر بجیر بھی مر گیا اس پر مہلب نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون یہ جہاد تو منحوس ہوا

کہ بجیر اس میں قتل کیے گئے۔ صعصعہ کے قتل کیے جانے کی وجہ سے قبیلہ عوف بن کعب اور ابناء بگڑ بیٹھے اور کہنے لگے کہ صعصعہ کو کیوں قتل کیا گیا۔ اس نے تو بکیر کا بدلہ لیا تھا۔ قبیلہ مقاعس اور دوسرے تحت کے قبیلے ان کے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

صعصعہ کی دیت:

جب لوگوں نے دیکھا کہ اس طرح فتنہ وفساد بڑھ جائے گا تو ان میں جو ارباب عقل اور دانش مند تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بجیر کی جان تو بکیر کے معاوضہ میں سمجھ لی جائے۔ البتہ صعصعہ کی جان کی دیت دے دی جائے۔ چنانچہ قبیلہ مقاعس والوں نے صعصعہ کی جان کے عوض دیت ادا کر دی۔ قبیلہ ابناء والوں میں سے ایک شخص نے صعصعہ کی تعریف میں دو شعر بھی کہے۔

عبدربہ الکبیر ابو وکیع جو صعصعہ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا وہ صحرا میں بکیر کے قبیلے والوں کے پاس آیا اور ان سے مطالبہ کیا کہ چونکہ صعصعہ نے بکیر کی موت کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جان قربان کی ہے اس لیے آپ لوگ اس کی جان کے عوض دیت ادا کیجیے۔

چنانچہ بکیر کے قبیلہ نے صعصعہ کی دیت ادا کی' اس طرح اس کی دو دیتیں دی گئیں۔

عبدالرحمٰن کی حکمتِ عملی سے حجاج کا اختلاف:

ابو مخنف کے بیان کے مطابق اسی سنہ میں عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث اور اس کے ساتھ عراق کی جو فوج تھی اس نے حجاج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور حجاج سے جنگ کرنے کے لیے اس کی طرف بڑھے۔ مگر واقدی یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۸۲ھ کا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل باب نمبر ۱۲ میں دیکھئے۔

باب ۱۲

عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث

عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو علاقہ رتبیل میں جو کچھ کامیابی ہوئی اور اب آئندہ وہ جس طرز عمل پر کاربند ہونا چاہتے تھے ان تمام باتوں کی اطلاع انہوں نے حجاج کو کر دی اس کا بیان ہم پہلے ۸۰ھ کے واقعات میں کر چکے ہیں۔ البتہ ۸۱ھ کے واقعات جو ان سے متعلق ہیں ان کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

حجاج کا جنگ جاری رکھنے پر اصرار:

حجاج نے ابن الاشعث کے خط کے جواب میں انہیں لکھا: حمد وثنا کے بعد' تمہارا خط مجھے ملا جو کچھ تم نے لکھا تھا میں نے اسے سمجھا مگر تمہارے خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط ایک ایسے شخص نے لکھا ہے جو صلح وآتشی کا بدل وجان متمنی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اسے ذلیل وحقیر دشمن سے تعلقات پیدا کر لیے ہیں جس نے مسلمانوں کی ایک جرار اور بہادر فوج کو ہلاک کیا تھا۔

اے عبدالرحمٰن کی ماں کے بیٹے یاد رکھو اگر تم نے میری فوج اور میرے صریح احکام کی موجودگی میں دشمن سے اجتناب کیا تو تمہارا حشر وہی ہوگا جیسا کہ اور مسلمانوں کا ہو چکا ہے میں تمہاری اس رائے کو جسے تم فوجی چال سمجھتے ہو ہرگز ایسا خیال نہیں کرتا بلکہ یہ محض تمہاری کاہلی اور بزدلی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے اس لیے اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم میری پہلی ہدایت پر عمل کرو۔ دشمن کے ملک میں بڑھتے چلے جاؤ اس کے تمام قلعوں کو مسمار' جنگ جو سپاہیوں کو تہ تیغ اور اہل وعیال کو متعلقین کو لونڈی غلام بنالو۔

حجاج کا دوسرا خط بنام عبدالرحمٰن:

اس خط کے بعد ہی حجاج نے حسب ذیل دوسرا خط ابن الاشعث کے نام لکھا '' حمد وثنا کے بعد جو مسلمان تمہارے پاس ہیں انہیں احکام دے دو کہ تاوقتیکہ اس تمام علاقہ کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمان فتح نہ کر لیں تم برابر اس مفتوحہ علاقہ میں مقیم رہو اور زراعت شروع کر دو۔

حجاج کا عبدالرحمٰن کے نام تیسرا خط:

اس خط کے بعد ہی پھر ایک تیسرا خط حجاج نے ابن الاشعث کو لکھا: '' حمد وثنا کے بعد میں نے دشمن کے علاقہ میں بڑھنے کے لیے تمہیں جو حکم دیا ہے تم اس کی فوراً تعمیل کرو' ورنہ تم علیحدہ ہو جاؤ اور اسحٰق بن محمد تمہارے بھائی تمہاری جگہ سپہ سالار مقرر کیے جاتے ہیں۔

عبدالرحمٰن اور اسحٰق میں گفتگو:

خط پڑھ کر ابن الاشعث نے کہا کہ میں خود ہی اسحٰق کے بوجھ کو اٹھاؤں گا۔ عبدالرحمٰن اسحٰق سے ملا۔ اسحٰق نے اس سے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں۔ مگر اس پر عبدالرحمٰن نے اسے دھمکی دی کہ اگر تم نے کسی سے اس بات کا تذکرہ کیا تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا اسحاق نے خیال کیا کہ شاید عبدالرحمٰن میرے مارنے کے لیے تلوار اٹھانا چاہتے ہیں اس لیے اس نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ دھر دیا۔

عبدالرحمٰن بن الاشعث کا فوج سے خطاب:

عبدالرحمٰن نے تمام فوج کو خطبہ سنانے کے لیے بلایا اور حمد وثنا کے بعد کہا آپ لوگ واقف ہیں کہ میں آپ کا بہی خواہ ہوں ایسا کام کرنے کے لیے تیار ہوں جس سے آپ کو نفع پہنچے دشمن کے مقابلے کے لیے میں نے جو طرزِ عمل آپ کے لیے تجویز کیا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں آپ کے ارباب عقل اور تجربہ رکھنے والے لوگوں سے مشورہ لے لیا تھا۔ اس میری رائے کو ان صاحبوں نے آپ کے لیے اس وقت اور آیندہ کے لیے بھی مناسب سمجھا تھا اس معاملہ کی اطلاع میں نے آپ کے امیر حجاج کو بھی کر دی تھی۔ اس کے جواب میں حجاج نے مجھے یہ خط لکھا ہے۔ جس میں مجھے بزدل اور کمزور بتایا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں فوراً آپ لوگوں کو لے کر دشمن کے ملک میں بڑھتا چلا جاؤں۔ یہ وہی علاقہ ہے جس میں حال ہی میں آپ کے دوسرے بھائی تباہ ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی چونکہ میں بھی آپ کا ایک فرد ہوں اس لیے اگر آپ اس حکم پر عمل کرنا چاہتے ہوں تو میں بھی تیار ہوں۔ اور اگر آپ اس پر عمل پیرا نہیں ہونا چاہتے تو بھی میں آپ کے شریک حال ہوں۔

عامر بن واثلہ الکنانی کی تقریر:

مطرف بن عامر بن واثلہ الکنانی نے بیان کیا ہے کہ اس موقع پر سب سے پہلے میرے باپ نے جو شاعر تھے اور مقرر بھی تھے کھڑے ہو کر تقریر کی اور حمد وثنا کے بعد کہنے لگے حجاج کی مثال اس شخص کی ہے جس نے سب سے پہلے اپنے بھائی سے کہا تھا کہ تو اپنے غلام کو گھوڑے پر سوار کر۔ اگر یہ ہلاک ہو جائے' تو ہلاک ہو جائے۔ تجھے کیا پروا' اور اگر زندہ بچ گیا تو بھی تو ہی اس کا مالک ہے۔ حجاج شمہ برابر بھی تمہاری پروا نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے اس نے تمہیں ایسے پر خطر ممالک میں بھیجا ہے' اگر تمہیں فتح ہوئی تو مال غنیمت تم حاصل کرو گے مگر اس علاقہ کی آمدنی اس کی ہے اس طرح اس کی طاقت و دبدبہ میں اضافہ ہوگا اور اگر دشمنوں نے تم پر فتح پائی تو اس وقت حجاج کے نزدیک تم ایسے قابل عداوت دشمن ہو جاؤ گے جن کی تکالیف کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا اور جس پر مطلقاً رحم نہیں کیا جاتا۔

اس لیے آپ لوگوں دشمن خدا حجاج کو چھوڑ دیجیے۔ اور عبدالرحمٰن کو اپنا امیر بنا لیجیے۔ اور میں ہی اس کی ابتدا کرتا ہوں اور آپ سب کو اس پر گواہ بناتا ہوں۔

اس تقریر کے ختم ہوتے ہی ہر طرف سے صدائیں آئیں' ہم آپ کی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ اور دشمن خدا حجاج کو چھوڑ دیتے ہیں۔

عبدالمومن بن شبث کا فوج سے خطاب:

اس کے بعد عبدالمومن بن شبث بن ربعی التمیمی جو عبدالرحمٰن کے اس مہم پر روانہ ہونے کے بعد سے محافظ دستہ کا سردار تھا تقریر کرنے کھڑا ہوا اور یوں گویا ہوا۔

اے اللہ کے بندو! خوب سمجھ لو اگر تم نے حجاج کے احکام کی تعمیل کی تو وہ حکم دے گا کہ تا بہ زندگی تم اس علاقہ کو اپنا وطن سمجھو اور جس طرح فرعون نے فوجوں کو دشمن کے علاقہ میں عرصہ تک مقیم رکھا تھا اسی طرح یہ بھی تمہیں یہیں رکھے گا۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ حجاج ہی نے سب سے پہلے اس فوج کو جو مہم پر بھیجی جاتی ہے مستقل طریقہ پر دشمن کے ملک میں حکماً اور جبراً رہنے کا حکم دیا۔ اس طرح

تمہیں کبھی موقع نہیں ملے گا کہ اپنے اعزا و احباب سے مل سکو اور یوں ہی اس دنیا سے چل بسو گے۔ بہتر ہے کہ اپنے اس امیر کے ہاتھ پر جو یہاں موجود ہیں بیعت کرلو اور پھر اپنے دشمن پر پلٹ پڑو اور اپنے ملک سے اسے نکال دو۔

عبدالرحمٰن بن الاشعث کی بیعت:

اس تقریر کے ختم ہوتے ہی تمام لوگ بیعت کرنے کے لیے عبدالرحمٰن کی جانب بڑھے اور بیعت کرنے لگے۔ عبدالرحمٰن بن الاشعث نے کہا کہ آپ لوگ میرے ہاتھ پر ان مقاصد کے حصول کے لیے بیعت کیجیے۔ سب سے پہلے یہ کہ ہمیں دشمن خدا حجاج سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے مقابلے میں آپ اگر میری امداد و حمایت کریں تا کہ ہم اسے سرزمین عراق سے نکالیں۔

غرض کہ انہیں امور کے لیے لوگوں نے ابن الاشعث کے ہاتھ پر بیعت کی مگر اس موقع پر ابن الاشعث نے عبدالملک کی ترک اطاعت وغیرہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

ذرالقاص سے ابن الاشعث کی مصالحت:

عمر بن ذرالقاص راوی ہے کہ میرا باپ اس وقت وہاں موجود تھا اور چونکہ ابن الاشعث کے بھائی قاسم بن محمد کے ساتھ ہو گیا تھا۔ اس لیے ابن الاشعث نے اسے مارا پیٹا تھا اور قید کر دیا تھا مگر اس موقع پر جب ابن الاشعث نے حجاج کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ انہوں نے میرے باپ کو جیل سے بلایا انہیں خلعت و انعام دیا۔ اور پھر وہ بھی ابن الاشعث کے ساتھ ہو گئے ذرالقاص زبردست مقرر تھا۔

عبدالرحمٰن اور رتبیل میں مصالحت:

عبدالرحمٰن جب سجستان سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے مقام بست پر عیاض بن ہمیان البکری (متعلقہ بنی سدوس بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ) کو اور زرنج پر عبداللہ بن عامر التمیمی کو رئیس مقرر کر دیا اور پھر رتبیل کے پاس صلح کرنے کے لیے سفیر بھیجا۔ اور اس شرط پر دونوں میں صلح ہوگئی کہ اگر اس کشمکش میں ابن الاشعث کامیاب ہوں تو رتبیل آیندہ سے خراج نہ دے۔ اور اگر ابن الاشعث کو شکست ہو اور وہ رتبیل کے پاس آجائیں تو رتبیل انہیں پناہ دے۔

عبدالرحمٰن اور رتبیل کی مراجعت عراق:

بہرحال جب عبدالرحمٰن سجستان سے عراق کی طرف روانہ ہوئے تو اعشیٰ بھی ان کے آگے آگے گھوڑے پر سوار چلتا جاتا تھا۔ اور اپنے اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے عطیہ بن عمرو العنبری کو اپنے مقدمۃ الجیش کا سردار مقرر کیا تھا۔ حجاج نے بھی اس کے مقابلہ کے لیے رسالہ بھیجا۔ جب کبھی عطیہ کی حجاج کے رسالے سے جنگ ہوئی اس نے شکست دی۔ اس پر حجاج نے دریافت کیا کہ کون شخص ہمارے مقابل ہے لوگوں نے اس سے کہا کہ عطیہ ہے اس موقع پر بھی اعشیٰ نے دو شعر کہے۔

غرض کہ عبدالرحمٰن نے اس فوج کے ہمراہ عراق کا رخ کیا اس سے پہلے اس نے ابواسحٰق السبیعی کو دعوت دی تھی کہ تم میرے ساتھ ہو جاؤ اور عبدالرحمٰن اس سے کہا کرتا تھا کہ تم میرے ماموں ہو اس لیے اس نے دریافت کیا کہ ابواسحٰق آئے یا نہیں۔

ابواسحٰق سے لوگوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن آپ کو پوچھ بھی رہے تھے مگر آپ ان کے پاس نہیں گئے مگر ابواسحٰق نے عبدالرحمٰن کے پاس جانا کچھ اچھا نہیں سمجھا اور نہیں گیا۔

عبدالرحمٰن بڑھتا ہوا کرمان پہنچا۔ حجاج نے خرشہ بن عمرالتمیمی کو رسالہ کا سردار مقرر کر کے روانہ کیا ابواسحٰق بھی کرمان پر فروکش ہوا۔ مگر جنگ جماجم تک عبدالرحمٰن کی اس بغاوت کے جھگڑے میں شریک نہیں ہوا۔

عبدالملک کی اطاعت سے انحراف:

جب یہ تمام فوجیں سرزمین فارس میں داخل ہوگئیں تو لوگوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ جب ہم نے حجاج کے خلاف جو عبدالملک کا عامل ہے۔ علم بغاوت بلند کیا ہے تو گویا ہم نے عبدالملک سے بھی بغاوت کر دی ہے۔

یہ سب لوگ اس مشورہ کے بعد عبدالرحمٰن کے پاس جمع ہوئے۔ سب سے پہلے تیحان بن ابجر متعلقہ بنی یتیم اللہ بن ثعلبہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں جس طرح اپنا کرتا اتار ڈالتا ہوں اسی طرح میں نے آج سے عبدالملک کی اطاعت کے جوئے کو اپنی گردن سے اتار دیا۔

تھوڑے سے لوگوں کے سوا باقی تمام لوگوں نے اس کی تقلید کی اور عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

عبدالرحمٰن اتباع قرآن پاک' سنت رسول اللہ ﷺ' گمراہی اور فسق و فجور کے سرغنوں کی ترک نصرت اور ایسے لوگوں کے خلاف جنہوں نے منہیات شرعیہ کو جائز قرار دے لیا تھا۔ جہاد کی آمادگی کے لیے لوگوں سے بیعت لینا شروع کی۔ جو شخص ان باتوں کو تسلیم کر لیتا تھا اس سے بیعت لے لی جاتی تھی۔

جب حجاج کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اس نے عبدالرحمٰن کے باغیانہ طرز کی عبدالملک کو خط کے ذریعہ اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ فوراً میری امداد کے لیے فوج روانہ فرمائیے۔

اس کارروائی کے بعد حجاج بصرہ آ گیا۔

مہلب کا عبدالرحمٰن کے نام خط:

دوسری طرف مہلب کو عبدالرحمٰن کی اس بغاوت کا علم اسی وقت ہو چکا تھا جب کہ عبدالرحمٰن ابھی سجستان ہی میں تھا اس پر مہلب نے ابن الاشعث کو لکھا' حمد وثنا کے بعد۔ اے عبدالرحمٰن! تم نے رسول اللہ ﷺ کی امت کے خلاف اپنا پاؤں سخت گمراہی و ضلالت کی رکاب میں رکھا ہے۔ دیکھو خواہ مخواہ اپنی جان عزیز کو ورطہ ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مسلمانوں کے قیمتی خون کو نہ بہاؤ۔ اتحاد امت میں تفرقہ نہ ڈالو اور اپنے عہد و اطاعت و وفاداری کو نہ توڑو۔ اگر تم یہ کہو کہ میں اپنے ساتھیوں سے خوفزدہ ہوں کہ مبادا وہی میری جان کے درپے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مقابلہ میں اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اس لیے خون بہا کر یا محرمات کو حلال سمجھ کر تم اپنی جان کو اللہ کے سامنے مجرم نہ بناؤ۔ والسلام علیک۔

مہلب کا حجاج کو مشورہ:

اسی طرح مہلب نے حجاج کو حسب ذیل خط لکھا:

''حمد وصلوٰۃ کے بعد' اہل عراق آپ کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں ان کی مثال ایک ایسے سیلاب کی ہے جو بلندی سے پستی کی طرف آ رہا ہو۔ اور جب تک کہ وہ ہموار سطح تک نہیں پہنچ جاتا کوئی شے اس کی روانی کو نہیں روک سکتی۔ بعینہٖ یہی مثال اہل عراق کی ہے کارروائی کی ابتداء میں ان میں بہت زیادہ جوش وخروش ہوتا ہے اور اپنے اہل وعیال سے ملنے کا

جنون ان کے سروں پر سوار ہوتا ہے اس جوش کی حالت میں کوئی چیز انہیں روک نہیں سکتی۔ البتہ جب وہ اپنے اہل وعیال میں پہنچ جائیں اور ان میں گھل مل جائیں اس وقت آپ ان کے خلاف کارروائی کریں اور ان شاء اللہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ آپ کو ان پر فتح دینے والا ہے''۔

حجاج نے اس خط کو پڑھ کر کہا اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے ماسوا کچھ نہیں۔ اگر چہ میں ان کا ہم خیال تو نہیں ہو سکتا مگر اس میں شبہ نہیں کہ ان کا مشورہ خیر خواہانہ ہے۔

عبدالملک کا اہل شام سے خطاب:

جب حجاج کا خط عبدالملک کے پاس پہنچا۔ اسے سخت تشویش پیدا ہوئی' تخت پر سے اتر پڑا۔ خالد بن یزید بن معاویہ کو بلوا بھیجا اور خط کو پڑھوایا۔

خالد نے عبدالملک کے اس خوف وہراس کو دیکھ کر عرض کی کہ امیر المومنین اگر یہ فتنہ بجستان کی سمت سے رونما ہوا ہے تو آپ ہرگز خوف نہ کریں۔ البتہ اگر یہ فتنہ خراسان سے اٹھا ہوتا تو آپ کے لیے محل تشویش تھا عبدالملک اپنے قصر امارت سے برآمد ہو کر رعایا کے سامنے تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عراق پر میری زندگی دوبھر ہوگئی ہے اور انہوں نے میری طاقت کا اندازہ لگانے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ اے خداوند! تو ان پر اہل شام کی تلواروں کو مسلط کر دے تاکہ وہ پھر تیری خوشنودی کے حلقہ میں آجائیں اور جب وہ تیری خوشنودی حاصل کر لیں تو پھر کوئی ایسا فعل نہ کریں جو تیری ناراضی کا باعث ہو اس تقریر کو ختم کر کے عبدالملک منبر سے اتر آئے۔

حجاج اور عبدالملک میں مراسلت:

حجاج اب تک بصرہ ہی میں اقامت گزیں رہا اور عبدالرحمٰن کے مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگا۔ اور مہلب کی رائے پر عمل کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

ملک شام سے عبدالملک کی طرف سے روزانہ حجاج کے پاس سو سو پچاس پچاس دس وبیس اور اس سے کم کی تعداد میں شہسوار ڈاک کے ذریعہ سے پہنچنا شروع ہوئے۔

اور اسی طرح حجاج نے بھی عبدالملک کے پاس روزانہ خطوط کی ڈاک لگا دی۔ جس میں عبدالرحمٰن کی گھڑی گھڑی کی نقل و حرکت کہ آج وہ کس پرگنہ میں مقیم ہوا اور کہاں سے اس نے کوچ کیا اور کون کون سی جماعتیں اس کے ساتھ شامل ہوتی جاتی ہیں مندرج ہوتی تھیں۔

حجاج کی پیش قدمی:

فضیل بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ ہماری چھاؤنی اس وقت کرمان میں تھی۔ اور اس میں چار ہزار کوفہ اور بصرہ کے سوار متعین تھے۔ جب ابن محمد بن الاشعث کا اس مقام سے گذر ہوا تو یہ تمام فوج اس کے ہمراہ ہوگئی۔ حجاج نے اپنی ہی رائے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ وہ خود آگے بڑھ کر ابن الاشعث کا مقابلہ کرے۔ اسی غرض سے وہ شامی فوج کو لے کر مقام تستر آیا۔ مطہر بن حر العکی یا جذامی اور عبداللہ بن رمیثۃ الطائی کو اپنے آگے کیا اور مطہر ہی ان دونوں جماعتوں کے افسر اعلیٰ تھے۔

مطہر اور عبدالرحمٰن کی جھڑپ:

یہ دونوں سردار آتے آتے دریائے قارون تک پہنچے' دوسری جانب عبدالرحمٰن ابن محمد نے اپنے سواروں میں سے ایک دستہ علیحدہ کر کے جن کی تعداد تین سو تھی۔ عبدالرحمٰن بن ابان الحارثی کے ماتحت کر دیا تھا۔ تا کہ وہ عبدالرحمٰن اور اس کی اصل فوج کے لیے بیرونی فوجی چوکی کے فرائض انجام دے۔

جب مطہر بن حر اس دستہ کے قریب پہنچا اس نے عبداللہ بن رمیثۃ الطائی کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ نے اپنا رسالہ آگے بڑھا دیا۔ مگر اسے شکست ہوئی اور وہ واپس ہو کر عبداللہ کے پاس آ گیا۔

اس جھڑپ میں اس کے ساتھی زخمی ہوئے۔

ابوزبیر الہمدانی جو اس وقت ابن محمد کے ساتھ تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ابن محمد نے اپنی فوج کو اپنے پاس جمع کر کے حکم دیا کہ اسی جگہ سے دریا کو عبور کرو۔

تمام لوگوں نے اپنے گھوڑے اسی مقام سے جہاں سے عبور کرنے کا حکم دیا گیا تھا دریا میں ڈال دیئے اور پلک مارتے ہی ہمارے رسالہ کے بیشتر حصہ نے دریا کو عبور کر لیا۔ ابھی پوری فوج نے عبور بھی نہیں کیا تھا کہ ہم نے مطہر بن حر اور عبداللہ بن رمیثۃ الطائی پر حملہ کر دیا اور یوم الاضحیٰ ۸۱ھ میں ہم نے ان دونوں کو شکست دی' ان کو سخت جانی نقصان پہنچائے اور ان کے تمام لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔

حجاج کی روانگی بصرہ:

حجاج تقریر کر رہا تھا کہ اس شکست کی خبر ابوکعب بن عبید بن سرجس نے اسے دی۔ اس پر حجاج نے لوگوں سے کہا کہ آپ یہاں سے بصرہ چلئے کیونکہ وہاں فوجی صدر مرکز ہے۔ مورچے میں اور تمام ضروریاتِ زندگی مہیا ہیں۔ کیونکہ یہ مقام جس میں ہم مقیم ہیں اتنی بڑی فوج کے بار کو برداشت نہیں کر سکتا۔ حجاج نے بصرہ کا رُخ کیا۔ اہل عراق کا رسالہ اس کے تعاقب میں چلا۔ حجاج کی فوج والوں میں سے جس کسی کو اکا دکا یہ پا جاتے اسے قتل کر ڈالتے اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا اس پر قبضہ کر لیتے۔

حجاج کا زاویہ میں قیام:

حجاج کی یہ کیفیت تھی کہ کسی طرف توجہ نہیں کرتا تھا بلکہ سیدھا بصرہ کا رخ کیے چلا جاتا تھا۔ جب اس نے زاویہ جا کر قیام کر لیا تو حکم دیا' کہ محلہ کلاء میں تاجروں کے پاس جس قدر غلہ ہے اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ لوگ غلہ پر قبضہ کر کے زاویہ لے آئے اور بصرہ کو اہل عراق کے لیے چھوڑ دیا۔ اس وقت حجاج کی جانب سے حکم ابن ایوب بن الحکم بن عقیل الثقفی بصرہ کا عامل تھا۔

اب اہل عراق بصرہ میں داخل ہوئے۔

حجاج بن یوسف کی پشیمانی:

جب ان باغیوں کے مقابلہ میں پہلی مرتبہ حجاج کو زک اٹھانی پڑی اور اس نے پسپائی شروع کی تو مہلب کے خط کو منگوا کر پڑھا اور کہنے لگا کہ مہلب جو ایک نہایت تجربہ کار اور فوجی افسر ہیں انہوں نے ہمیں یہ مشورہ دیا تھا کہ ہم بھی اہل عراق کی مزاحمت نہ کریں مگر افسوس ہے کہ ہم نے نہ مانا۔ ابومخنف کے علاوہ اور راویوں کا یہ بیان ہے۔ اس زمانہ میں حکم بن ایوب بصرہ کے میر بخشی تھے اور عبداللہ بن عامر بن مسمع پولیس کے افسر اعلیٰ تھے۔

ابن الاشعث کا تستر میں قیام:

حجاج اپنی فوج کو لے کر رستقباذ میں فروکش ہوا (یہ مقام اہواز کے پرگنہ دستوی میں شامل ہے) اور مقابلہ کے لیے فوجی انتظامات کیے۔ دوسری طرف ابن الاشعث نے تستر میں آ کر پڑاؤ کیا۔ ان دونوں کے درمیان صرف ایک دریا حائل تھا۔

حجاج کی پہلی شکست:

حجاج نے مطہر بن حر العکی کو دو ہزار فوج کے ساتھ حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس فوج نے ابن الاشعث کی ایک چوکی پوچھا یا مارا۔ مگر ابن الاشعث فوراً مقابلہ کے لیے جھپٹا۔ یہ واقعہ ۸۱ھ کے عرفہ کی شام کو پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل عراق نے شامیوں کے پندرہ سو آدمی قتل کیے۔ بقیۃ السیف شکست کھا کر حجاج کے پاس واپس آ گئے۔

اس روز حجاج کے پاس ڈیڑھ لاکھ فوج تھی۔ حجاج نے اس فوج کو تقسیم کر کے اپنے سرداروں کے زیر قیادت کر دیا۔ اور ان افسروں کو مختلف دستوں پر مقرر کر کے بصرہ کی طرف پسپائی شروع کی۔

حجاج کی بصرہ میں آمد:

ابن الاشعث نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرنا شروع کی اور کہا کہ حجاج تو کوئی چیز نہیں ہے ہم تو عبدالملک سے لڑنا چاہتے ہیں۔ بصرہ کے باشندوں کو جب معلوم ہوا کہ حجاج کو شکست ہوئی تو عبداللہ بن عامر بن مسمع نے چاہا کہ اس کی واپسی کا راستہ روک دینے کے لیے دریا کے پل کو توڑ ڈالے مگر حکم بن ایوب نے ایک لاکھ درہم رشوت دے کر اسے اس منصوبہ سے باز رکھا۔

جب حجاج بصرہ پہنچ گیا تو اس نے ابن عامر کو بلایا اور وہ ایک لاکھ درہم واپس لے لیے۔

ابی زبیر الہمدانی کی روایت:

غرض کہ ابی زبیر الہمدانی کی پہلی روایت کے مطابق جب عبدالرحمٰن بن محمد بصرہ میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ پر حجاج کے مقابلہ میں لڑنے اور عبدالملک کی اطاعت سے نکلنے کے لیے بصرہ کے تمام باشندوں نے جس میں عابد و زاہد اور ادھیڑ عمر کے تمام لوگ شریک تھے بیعت کی۔

بنی ازد کے قبیلہ جہاضم کے ایک شخص عقبہ بن عبدالغافر نامی جو صحابی تھے عبدالرحمٰن بن محمد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے جھپٹے اور حجاج کے خلاف لڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

حجاج نے اپنے گرد خندق کھود لی اور عبدالرحمٰن نے بھی بصرہ کے چاروں طرف خندق کھودی۔

۸۱ھ آخر ماہ ذی الحجہ میں عبدالرحمٰن بصرہ میں داخل ہوئے۔

امیر حج سلیمان بن عبدالملک:

اس سال سلیمان بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا اور اسی سنہ میں ابن ابی ذئب پیدا ہوا۔

ابان بن عثمان مدینہ کے عامل تھے۔ عراق اور رستمان دوسرے مشرقی صوبجات کا ناظم اعلیٰ حجاج بن یوسف تھا۔

اور حجاج کی جانب سے مہلب خراسان کے فوجی گورنر تھے اور ان کا بیٹا مغیرہ بن مہلب خراسان کا افسر مال تھا۔ ابو بردہ بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اُذنیہ بصرہ کے قاضی تھے۔

۸۲ھ کے واقعات

جنگ زاویہ:

مقام زاویہ پر حجاج اور عبدالرحمٰن بن محمد کے معرکے اور اُن کی تفصیل:

عبدالرحمٰن آخر ماہ ذی الحجہ ۸۱ھ میں بصرہ میں داخل ہوا۔ ماہ محرم الحرام ۸۲ھ میں حجاج اور اس کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔

ایک دن دونوں فریقوں میں شدید ترین معرکہ جدال وقتال گرم ہوا۔ مگر آخر کار عراقیوں نے شامیوں کو شکست دی۔ شامی پسپا ہو کر حجاج کے قریب آ گئے۔ عراقی پیش قدمی کر کے ان کی خندقوں تک جا پہنچے' یہاں بھی جنگ ہوئی۔ تمام قریش اور بنی ثقیف شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس موقع پر حجاج کے آزاد غلام عبید بن موہب نے جو حجاج کا میر منشی بھی تھا یہ شعر کہا۔

فـرالبـراء و ابـن عـمـه مـصـعـب و فـرت قـريـش غير آل سـعـيد

ترجمہ: ''براء اور ان کا چچیرا بھائی مصعب میدانِ جنگ سے بھاگ گئے۔ اور سعید کے خاندان والوں کے علاوہ تمام قریش والوں نے بھی راہ فرار اختیار کی''۔

اسی طرح پھر دونوں فریقوں میں آخر ماہِ محرم الحرام میں ایک اور مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں عراقیوں نے شامیوں کو شکست دی۔ شامیوں کا میمنہ اور میسرہ الٹ گیا۔ ان کے نیزے منتشر ہو گئے اور تمام صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ دشمن بڑھتے بڑھتے اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں کہ ہم لوگ حجاج کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔

حجاج لڑائی کا یہ رنگ دیکھتے ہی اپنے دونوں گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا اور تقریباً بالشت اس نے اپنی تلوار بھی نیام سے کھینچ لی تھی اور کہنے لگا کہ سخت خطرہ اور مصیبت کے وقت مصعب نے کس دلیری اور بہادری ظاہر کی۔ اللہ ہی کے لیے ان کی خوبیاں ہیں۔

عراقیوں کی پسپائی:

راوی کہتے ہیں کہ اس جملہ سے میں نے یہ سمجھ لیا کہ حجاج کا ارادہ بھاگنے کا نہیں ہے میں نے اپنے والد کی جانب آنکھ ماری کہ اگر وہ مجھے اجازت دیں تو میں اس کا خاتمہ کر دوں مگر انہوں نے اس طرح آنکھ کا اشارہ میری جانب کیا کہ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے سختی سے منع کرتے ہیں۔ میں خاموش ہو رہا میں نے مڑ کر دیکھا کہ سفیان بن ابرد الکلبی نے عراقیوں پر حملہ کر کے دشمن کو اس موقع سے پیچھے ہٹا دیا ہے۔

میں نے حجاج سے کہا کہ جناب والا کو خوش خبری ہو کہ دشمن پیچھے ہٹ گیا ہے اس پر حجاج نے مجھ سے کہا کہ کھڑے ہو کر دیکھو' میں نے کھڑے ہو کر دیکھا اور عرض کی بے شک اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ہزیمت دی۔ پھر حجاج نے زیاد کو حکم دیا کہ تم کھڑے ہو کر دیکھو۔ زیاد کھڑے ہوئے اور دیکھ کر کہنے لگے کہ بلاشبہ دشمن کو شکست ہوئی۔ یہ سنتے ہی حجاج سجدہ میں گر پڑا۔

جب میں واپس پلٹا تو میرے باپ نے مجھے بہت کچھ برا بھلا کہا اور کہنے لگے کہ تو نے تو میری اور میرے خاندان کی تباہی کا ارادہ کیا تھا۔

مقتولین معرکہ زاویہ:

اس معرکہ میں عبدالرحمٰن بن عوسجہ ابوسفیان النہمی ' اور عقبہ بن عبدالغافر الازدی ثم الجہضمی ان قاریوں میں جو ایک دستہ میں کھڑے ہوئے تھے مارے گئے۔

عبداللہ بن رزام الحارثی ' منذر بن الجارود اور عبداللہ بن عامر بن مسمع بھی مقتول ہوئے ' عبداللہ بن عامر کا سر حجاج کے سامنے پیش کیا گیا ' حجاج نے دیکھ کر کہا کہ مجھے تو یہ خیال نہ تھا کہ ہم دونوں میں کبھی جدائی ہوگی۔ حالانکہ اب تو ان کا سر میرے سامنے لایا گیا ہے۔

سعید بن یحییٰ کی شجاعت:

اس معرکہ میں سعید بن یحییٰ بن العاص نے ایک شخص سے مبازرت کی اور اسے تہہ تیغ کیا۔ اس مقتول کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا نام نصیر تھا اور یہ مفضل بن عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالملک کا آزاد غلام تھا اور دلیر شخص تھا اس سے پہلے حجاج سعید کی تکبر آمیز چال پر اسے ملامت کیا کرتا تھا مگر جب آج اسے فوج کی صفوں کے درمیان اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ میں اب آیندہ کبھی ان کی چال کی وجہ سے انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا۔

طفیل بن عامر کا قتل:

طفیل بن عامر بن واثلہ بھی اس معرکہ میں مارا گیا اس شخص نے عبدالرحمٰن کے ہمراہ کرمان سے آتے ہوئے فارس میں چند شعر کہے تھے۔ جس میں حجاج کی موت کی آرزو کی گئی تھی اس کے قتل ہونے کے بعد حجاج نے کہا کہ تو نے میرے لیے ایسی تمنا کی تھی کہ خدا کے علم میں تو اس کا زیادہ مستحق تھا۔ دنیا ہی میں اس نے فوراً ہی تجھ کو کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ اور آخرت میں وہی تجھے عذاب بھی دینے والا ہے۔

دشمن نے شکست کھائی اور عبدالرحمٰن نے کوفہ کا رخ کیا اور جو کوفی ان کے ساتھ تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہو لیے اسی طرح بصرہ کے جو طاقت ور شہسوار تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ:

جب عبدالرحمٰن کوفہ چلے گئے تو دوسرے بصریوں نے عبدالرحمٰن ابن عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

عبدالرحمٰن بن عباس اس بصریوں کی جماعت کے ہمراہ پانچ روز تک حجاج سے اس قدر شدید جنگ کرتا رہا کہ جس کی نظیر دیکھنے کا لوگوں کو کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا مگر پھر یہ بھی پلٹا اور ابن الاشعث سے جا ملا۔ بصریوں کی ایک جماعت بھی اس کے پیچھے ہوگئی اور اس سے جا ملی۔

حریش بن ہلال السعدی متعلقہ بنی انف الناقۃ جو جنگ میں مجروح ہوا تھا۔ سفوان آیا اور زخموں کی وجہ سے مر گیا۔

مقاتل بن مسمع کا قتل:

اس جنگ میں زیاد بن مقاتل بن مسمع از بنی قیس بن ثعلبہ بھی کام آیا یہ شخص عبدالرحمٰن کے ہمراہ بکر بن وائل کے رسالہ کے

دستہ اور پیدل سپاہ کا سردار تھا اس کی بیٹی حمیدہ نے اس پر نوحہ کرنا شروع کیا اور یہ شعر پڑھنے لگی۔

حامی زیادٌ علی رایتیہ وفر جدی بنی العنبر

ترجمہ: ''زیاد نے اپنے دونوں جھنڈوں کی حفاظت کی۔ اور بنی العنبر کے سوار بھاگ گئے''۔

بلتع السعدی نے جو بصرہ کے محلہ مربد میں گھی کی تجارت کرتا تھا۔ حمیدہ کو یہ شعر پڑھتے سنا کہ وہ اس طرح اپنے باپ پر نوحہ کر رہی ہے اور بنی تمیم پر الزام لگا رہی ہے۔ بلتع نے اپنا گھی تو اپنے ساتھیوں کے حوالے کیا اور خود اس کے مکان کے نیچے آ کر کھڑا ہوا اور چند شعر اس کے جواب میں کہے۔

بقیہ ایام ماہ محرم اور ماہ صفر کا ابتدائی زمانہ حجاج نے بصرہ میں بسر کیا اور پھر ایوب بن الحکم بن ابی عقیل کو بصرہ کا عامل مقرر کر دیا۔

ابن الاشعث کی کوفہ کی جانب پیش قدمی:

ابن الاشعث پہلے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ حجاج کوفہ پر عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عامر الحضرمی حرب بن امیہ کے حلیف کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے آیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق چار ہزار شامی فوج عبدالرحمٰن کے پاس تھی اور دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ان کی تعداد صرف دو ہزار تھی۔

مطر کی حوالگی قلعہ پر ابن الحضرمی سے مصالحت:

اس زمانہ میں حنظلہ بن الورادمتعلقہ بنی ریاح بن یربوع التمیمی اور ابن عتاب ابن ورقاء مدائن کے حاکم تھے اور مطر بن ناجیۃ الیربوعی مہتمم کوتوالی تھے۔ مطر کو جب عبدالرحمٰن کا حال معلوم ہوا تو یہ بھی کوفہ کی طرف روانہ ہوئے ابن الحضرمی ان کے مقابلہ کے لیے قلعہ بند ہو گئے تمام اہل کوفہ نے مطر بن ناجیہ کے ہمراہ ابن الحضرمی اور ان کی شامی فوج پر دھاوا کر دیا اور ان کا قلعہ میں محاصرہ کر لیا مگر پھر اس شرط پر مطر نے ابن الحضرمی سے صلح کر لی کہ وہ قلعہ سے نکل جائے اور قلعہ کو اس کے حوالے کر دے۔

ابن الحضرمی نے اس شرط کو مان لیا اور صلح کر لی۔

یونس بن ابی اسحٰق بیان کرتا ہے کہ میں نے شامیوں کو قلعہ پر سے کھجور کے درخت کے تنے کی سیڑھی کے ذریعہ اترتے ہوئے دیکھا۔ قلعہ کا دروازہ مطر بن ناجیہ کے داخل ہونے کے لیے کھول دیا گیا' دروازہ پر لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور اس ہجوم میں مطر گھر گیا۔ مطر نے اپنی تلوار میان سے باہر نکالی اور شامیوں کے خچروں کی ایک ٹولی کو جو قلعہ سے نکل رہے تھے ہلاک کیا اور اس طرح راستہ نکال کر قلعہ میں داخل ہو گیا تمام لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس نے دو دو سو درہم انہیں دیئے۔

یونس کہتے ہیں کہ میں نے مطر کو روپیہ تقسیم کرتے ہوئے دیکھا۔ ابو سقر بھی ان لوگوں میں تھے۔ جنہیں روپیہ دیا گیا تھا۔

ابن الاشعث کا کوفہ میں استقبال:

ابن الاشعث شکست کھا کر کوفہ کی طرف آیا اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ کوفہ آئے' بعض راویوں کے بیان کے مطابق اسی سنہ میں عبدالرحمٰن اور حجاج کے درمیان دیر جماجم کی جنگ ہوئی۔ واقدی کہتے ہیں کہ اسی سنہ کے ماہ شعبان میں یہ جنگ ہوئی اور

دوسرے راوی کہتے ہیں کہ ۸۳ ہجری میں یہ واقعہ پیش آیا۔

ابوالزبیر الہمدانی ثم الاجبی بیان کرتے ہیں کہ پہلی جنگ میں مجھے کچھ زخم آئے تھے جب ہم کوفہ پہنچے ہیں تو میں ابن الاشعث کے ہمراہ تھا۔

جب ابن الاشعث کوفہ کے قریب پہنچ گئے تو اہل کوفہ ان کے استقبال کو آئے اور زبارا کے پل کو عبور کرنے کے بعد اہل کوفہ نے ان کا استقبال کیا جب ابن الاشعث بھی ان کے قریب پہنچ گئے تو مجھ سے کہنے لگے کہ چونکہ آپ زخمی ہیں میں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ پہلی ہی مرتبہ اہل کوفہ زخمی سے ملیں اس لیے اگر آپ مناسب سمجھیں تو راستہ سے ذرا ہٹ جائیں چنانچہ میں راستہ سے ایک طرف کو ہو گیا اور اہل کوفہ آ پہنچے' جب ابن الاشعث کوفہ میں داخل ہو گئے تو بلا استثناء تمام باشندے ان کے پاس آئے مگر سب سے پہلے بنی ہمدان ان کے پاس آئے۔ عمرو بن حریث کے مکان کے قریب لوگوں نے ابن الاشعث کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

مطر کی گرفتاری ور ہائی:

بنی تمیم کے کچھ لوگ البتہ ایسے تھے جو مطر کے پاس پہنچے اور اس کی حمایت وحفاظت میں ابن الاشعث سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے' مگر کثرت تعداد کے مقابلہ میں ان کی پیش نہ گئی۔

عبدالرحمٰن نے سیڑھیاں منگوائیں' قلعہ کی دیواروں پر نصب کیں' لوگ قلعہ پر چڑھ گئے اور مطر کو گرفتار کر لائے۔

مطر نے عبدالرحمٰن سے درخواست کی کہ آپ مجھے پر رحم کریں اور مجھے قتل نہ کریں اور کیونکہ میں آپ کے تمام شہسواروں میں افضل ہوں اور جنگ کے موقع پر ان سب سے زیادہ کارآمد ہوں۔

عبدالرحمٰن نے مطر کو قید کر دیا مگر بعد میں معافی دے دی۔ اور رہا کر دیا۔

مطر نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بصری بھی عبدالرحمٰن کے پاس آ گئے۔

اسی محرم میں وہ تمام فوجیں جو بیرونی چوکیوں اور سرحدی ناکوں پر متعین تھیں۔ وہ بھی عبدالرحمٰن کی طرف دار ہو گئیں اور ان کے پاس چلی آئیں۔

عبدالرحمٰن بن عباس کی اطاعت:

اہالی بصرہ میں سے جو لوگ عبدالرحمٰن کے پاس آئے تھے ان میں عبدالرحمٰن بن العباس ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بھی تھا۔ اس شخص نے اسی جنگ میں شہرت حاصل کی اور ابن الاشعث کے کوفہ چلے آنے کے بعد تین دن تک حجاج سے بصرہ میں لڑتا رہا۔

جب اس واقعہ کی اطلاع عبدالملک کو ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اللہ عبدالرحمٰن کو ہلاک کرے۔ اس نے تو راہ فرار اختیار کی اور قریش کا ایک لونڈا اس کے بعد تین دن تک لڑتا رہا۔ حجاج نے بصرہ سے خشکی کے راستے کوچ شروع کیا۔ قادسیہ اور عذیب کے درمیان گزرا' مگر دشمن نے اسے قادسیہ پر پڑاؤ کرنے سے روکا' ابن الاشعث نے عبدالرحمٰن کو کوفہ اور بصرہ کے سواروں کی ایک زبردست جمعیت کے ساتھ حجاج کی مزاحمت کے لیے روانہ کیا اور اس فوج نے حجاج کو قادسیہ پر ٹھہرنے نہیں دیا۔

حجاج کا دیر قرۃ میں قیام:

عراقی بھی حجاج کے ساتھ ساتھ بڑھتے گئے اور وادی سباع کی طرف بڑھے' پھر دونوں فوجوں نے ساتھ ساتھ کوچ شروع

کیا۔ حجاج نے دیر قرۃ[1] میں آ کر پڑاؤ کیا اور عبدالرحمٰن بن العباس نے دیر جماجم پر ڈیرے ڈالے پھر ابن الاشعث بھی دیر جماجم آ گئے اور حجاج دیر قرۃ پر مقیم تھا۔

ابن الاشعث کا دیر جماجم میں قیام:

بعد میں حجاج کہا کرتا تھا کہ کیا یہ بات سچ نہیں کہ جب کبھی ابن الاشعث مجھے دیکھتا تھا تو وہ پرندوں کو اڑا کر میرے متعلق شگون لیا کرتا تھا۔ میں دیر قرۃ پر فروکش ہوا۔ اور ابن الاشعث نے دیر جماجم پر قیام کیا۔

حجاج بن یوسف کی مخالفت و دشمنی:

تمام کوفی 'بصری' کوفہ اور بصرہ کے قرا اور وہ فوجیں جو مختلف چوکیوں اور سرحدی علاقہ میں متعین تھیں۔ دیر جماجم پر یکجا ہو گئیں۔ اور سب کی سب حجاج کے ساتھ لڑنے پر تلی ہوئیں تھیں۔ اس مخالفت کی وجہ صرف حجاج کی ذات تھی۔ جس سے یہ تمام بغض و عداوت رکھتے تھے اور نفرت کرتے تھے۔

صرف اس فوج کی تعداد جسے باقاعدہ تنخواہیں ملتی تھیں۔ ایک لاکھ تھی اور اسی قدر آزاد غلام ان کے ہمراہ تھے۔

شامی فوج کی کمک:

دیر قرۃ پر فروکش ہونے سے پہلے ہی حجاج کی امداد کے لیے عبدالملک کی فرستادہ امداد پہنچ چکی تھی۔ اس مقام پر قیام کرنے سے پہلے حجاج کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ہیت اور ملک جزیرہ کی جانب چلا جائے۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ میں شام اور جزیرہ کے قریب رہوں تاکہ شام سے امدادی فوجیں جلد جلد اسے پہنچتی رہیں اور ملک جزیرہ کے سامان خوراک کی ارزانی اور افراط سے وہ متمتع ہوتا رہے۔

مگر دیر قرۃ پہنچ کر حجاج کہنے لگا کہ اس مقام سے بھی امیر المومنین سے بعد نہیں ہے۔ علاوہ بریں فلالیج اور عین التمر بھی ہمارے قریب ہی واقع ہیں۔ غرض کہ پھر اسی مقام پر اس نے پڑاؤ کر دیا۔

حجاج اور ابن الاشعث میں جھڑپیں:

ابن الاشعث اور حجاج دونوں نے اپنی فوجوں کے گرد خندق کھود لی اور مورچہ لگا دیئے۔ دونوں فریق اپنی اپنی خندقوں سے نکل کر جنگ کرتے تھے۔ اور جب ایک فریق اپنی خندق کو آگے بڑھاتا تھا تو دوسرا بھی اسے دیکھ کر اپنی خندق آگے بڑھاتا تھا۔ غرض کہ اسی طرح دونوں مقابل فوجوں میں روز بروز معرکہ جدال وقتال زیادہ سخت ہوتا جارہا تھا۔

حجاج کی برطرفی کی تجویز:

جب اس کیفیت کی اطلاع اہل شام اور قریش کے سربرآوردہ لوگوں کو ہوئی تو وہ اور دوسرے موالی عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تجویز پیش کی کہ اگر حجاج کی موقوفی سے اہل عراق خوش ہو جائیں تو ہمارے خیال میں حجاج کا برطرف کر دینا ان سے لڑنے کے مقابلہ میں زیادہ آسان ہے۔ اس لیے جناب والا حجاج کا عراق کی گورنری سے برطرف کر دیجیے۔ اہل عراق پھر سابق کی طرح آپ کے مطیع وفرمانبردار ہو جائیں گے۔ اور ہماری اور ان کی جانیں بھی سلامت رہیں گی۔

---

[1] قرۃ سکون اور اطمینان کو کہتے ہیں اور جماجم جمع ہے جمجمہ کی۔ جس کے معنی کاسہ سر کے ہیں۔

عبدالملک کی اہل کوفہ کو مراعات کی تجویز:

عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو جو اس وقت موصل میں تھا بلا بھیجا' یہ دونوں اپنی اپنی جمعیتوں کے ساتھ دربار امارت میں حاضر ہوئے۔ عبدالملک نے انہیں حکم دیا کہ تم دونوں جاؤ اور اہل عراق کے سامنے یہ بات پیش کرو کہ ہم حجاج کو برطرف کرتے ہیں اور تمہیں بھی اسی طرح باقاعدہ وظیفے ملا کریں گے۔ جس طرح کہ شامیوں کو ملتے ہیں۔ ابن الاشعث عراق کے جس شہر کو پسند کریں وہاں چلے جائیں اور جب تک وہ زندہ رہیں اور میں خلیفہ ہوں وہ اس شہر کے حاکم رہیں گے اگر اہل عراق ان شرائط کو قبول کرلیں تو حجاج کو موقوف کر دیا جائے اور اس کی جگہ محمد بن مروان کے عراق گورنر ہوں اور اگر عراقی ان مراعات کو نامنظور کر دیں تو حجاج ہی اہل شام کی جماعت کا افسر رہے اور وہی مہمات جنگ کا انصرام کرتا رہے۔ اور پھر تم دونوں بھی اس کے ماتحت رہنا۔ اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا۔

حجاج کی تجویز سے مخالفت:

اس سے زیادہ نازک اور تکلیف دہ موقع حجاج کو کبھی مدت العمر میں پیش نہیں آیا تھا۔ کیونکہ اسے ڈر لگا ہوا تھا کہ مبادا اہل عراق ان تجاویز پر لبیک کہہ دیں تو میں ان کی ولایت سے علیحدہ کر دیا جاؤں گا۔ انہیں خطرات کی بنا پر اس نے عبدالملک کو لکھا کہ اگر آپ نے میری برطرفی کا معاملہ اہل عراق کے سپرد کر دیا تو یہ اس وقت تو خاموش ہو جائیں گے مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں گے اور آپ کے خلاف کارروائی کرنے کی انہیں اور پیش از بیش جرأت ہوگی۔ کیا جناب والا کو معلوم نہیں کہ عراقی اشتر کے ہمراہ ابن عفان پر جا دوڑے اور جب ان سے پوچھا گیا کہ آخر تم کیا چاہتے ہو تو انہوں نے سعید بن العاص کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔

آپ اسے خوب سمجھ لیں کہ فولاد ہی لوہے کو نرم کرتا ہے جو کچھ جناب والا نے سوچا ہے کہ خدا کرے کہ اس میں بھلائی ودیعت ہو۔ والسلام۔

اہل کوفہ کو مراعات کی پیش کش:

مگر اس خط نے عبدالملک کے فیصلہ پر کچھ اثر نہیں ڈالا اور چونکہ وہ لڑائی سے بچنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے سابقہ تجویز پر عمل درآمد کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔

جب عبدالملک کا بیٹا اور بھائی دونوں حجاج کے پاس آ گئے۔ تو عبداللہ ابن عبدالملک نے میدان میں نکل کر اہل عراق کو مخاطب کر کے کہا کہ میں عبداللہ امیر المومنین کا بیٹا ہوں اور امیر المومنین آپ کو یہ مراعات دینا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد محمد بن مروان نے بڑھ کر کہا کہ میں امیر المومنین کا قاصد ہوں جسے انہوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور پھر وہی مراعات اور تجویزیں ان کے سامنے پیش کیں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

ابن الاشعث کا اہل کوفہ کو مشورہ:

چنانچہ بلا استثناء اہل عراق رات کے وقت ابن الاشعث کے پاس ان شرائط پر غور وخوض کرنے کے لیے جمع ہوئے ابن الاشعث تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اور حمد وثناء کے بعد انہوں نے کہا کہ تمہیں آج ایک ایسا موقع ملا ہے کہ فوراً اس سے

فائدہ اٹھانا چاہیے اور اگر اس زریں موقع کو ہاتھ سے جانے دیا تو مجھے خوف ہے کہ اہل الرائے کل اس پر کف افسوس وحسرت ملیں گے۔ آج ہمارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان برابری پر فیصلہ ہو رہا ہے۔ اگر آپ لوگوں کو جنگ زاویہ میں نقصان اٹھانا پڑا۔ تو جنگ تستر میں آپ کے دشمن سخت نقصان برداشت کر چکے ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ جو شرائط آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں آپ انہیں قبول کر لیں۔ اخلاقی نقطہ نظر سے اس وقت آپ ہی کی حالت ان سے زیادہ اچھی ہے۔ اور آپ ہی لوگ فتح مند تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ کے دشمن آپ سے خوف زدہ ہیں۔ آپ انہیں نقصانات پہنچا چکے ہیں۔ اس لیے اگر آپ نے ان شرائط کو اس وقت قبول کر لیا تو پھر تا بہ حیات آپ ہی ان پر دلیر رہیں گے۔ اور آپ ہی کی بات ان کے مقابلہ میں وزنی رہے گی۔

ابن الاشعث کی رائے سے مخالفت:

اس پر ہر جانب سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا ہے قحط، تنگی، افلاس، بھوک، قلت، سامان خوراک اور ذلت ان کے مقرین ہے۔ ہم تعداد میں زیادہ مرفہ الحال ہیں۔ ہمارے پاس سامان خوراک کثرت سے موجود ہے۔ ہم کبھی ان شرائط کو قبول نہیں کریں گے اور اس کے بعد اب کے پھر دوسری مرتبہ انہوں نے عبدالملک سے اپنی بغاوت اور مخالفت کا اعلان کیا۔

عبداللہ بن ذواب السلمی اور عمیر بن تیجان نے سب سے پہلے اٹھ کر عبدالملک سے اپنی بغاوت کا اعلان کیا۔ بلکہ اس مرتبہ ان کے اس ارادہ بغاوت میں فارس کے مقابلہ میں اور بھی استحکام اور تاکید کا اظہار ہوا۔

جنگ کا افسر اعلیٰ حجاج:

محمد بن مروان اور عبداللہ بن عبدالملک حجاج کے پاس آئے اور کہا کہ آپ جائیں اور اپنی فوج پر آپ کو اپنی صوابدید پر عمل کرنے کا پورا پورا اختیار ہے کیونکہ ہمیں بارگاہ خلافت سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ کے احکام کی تعمیل کریں۔

اس پر حجاج نے کہا میں نے آپ حضرات سے پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ ابن الاشعث کی اس بغاوت کا اصل مقصد آپ کے خاندان کو برباد اور تباہ کرنا ہے پھر اس کے بعد حجاج نے کہا کہ میں جو اپنی جان اس جنگ میں کھپا رہا ہوں یہ آپ ہی لوگوں کی خاطر ہے جو کچھ عروج اور اقتدار حاصل ہے یہ حقیقت میں آپ ہی کا ہے۔

یہ دونوں سردار جب حجاج سے ملتے تھے تو اسے امیر کے خطاب کے ساتھ سلام کرتے تھے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ خود حجاج بھی ان دونوں سرداروں کو امیر کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا۔

غرض کہ ان دونوں نے جنگ کا تمام انتظام اور ذمہ داری حجاج کے سپرد کر دی اور حجاج جنگ کا افسر اعلیٰ ہو گیا۔

ابن الاشعث کا دعویٰ:

محمد بن السائب کہتے ہیں کہ جب تمام لوگ مقام دیر جماجم پر جمع ہوئے تو میں نے سنا کہ عبدالرحمٰن بن محمد کہہ رہے تھے کہ بنی مروان کی نسبت عار دلانے کے لیے زرقاء کی طرف جاتی ہے اور اس پر شبہ نہیں کہ یہی ان کا صحیح ترین نسب ہے باقی رہے بنی العاص تو یہ صفوریہ کے کفار میں سے ہیں اب اگر امارت کے دعوے کے لیے قریش کھڑے ہوں تو میں نے انہیں بالکل نامرد ہی بنا دیا۔ اور ان کا تمام کس بل نکال دیا ہے اور اگر عرب اس کے مدعی ہوں تو اس کا مستحق ہوں میں ابن الاشعث بن قیس کا فرزند ہوں۔

ان الفاظ کو اس نے بلند آواز سے ادا کیا تا کہ سب لوگ سن لیں۔

حجاج کی فوجی ترتیب:

اب دونوں فریق جنگ کے لیے بڑھے۔ حجاج نے اپنے میمنہ پر عبدالرحمٰن بن سلیم الکلبی کو' میسرہ پر عمارۃ تمیم الخمی کو' رسالہ پر سفیان بن ابرد الکلبی کو اور پیدل سپاہ پر عبدالرحمٰن بن حبیب الحکمی کو سردار مقرر کیا۔

ابن لاشعث کی صف بندی:

اسی طرح ابن الاشعث نے اپنے میمنہ پر حجاج بن جاتیہ الخثعمی کو میسرہ پر ابرد بن قرۃ التمیمی کو' رسالہ پر عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن الحاث الہاشمی کو' پیدل سپاہ محمد بن سعد بن ابی وقاص کو' اپنے آہن پوش رسالہ پر عبداللہ بن رزام الحارثی کو' اور قاریوں کی جماعت پر جبلۃ بن زہر بن قیس الجعفی کو سردار مقرر کیا۔

ابن الاشعث کے ہمراہ پندرہ قریشی بھی تھے جن میں عامر الشعبی' سعید بن جبیر' ابوالبختری الطائی اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی شامل تھے۔

حجاج اور ابن الاشعث کے معرکے:

غرض یہ کہ روزانہ دونوں فوجوں میں معرکہ جدال وقتال گرم ہونے لگا۔ عراقیوں کو کوفہ اور اس کے مضافات سے تمام ضروریات زندگی برابر پہنچ رہی تھیں۔ اور وہ بڑے مزے میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ بلکہ بصرہ والے بھی انہیں امداد پہنچا رہے تھے۔ برخلاف اس کے شامی بری حالت میں تھے۔ انہیں ہر چیز گراں قیمت پر ملتی تھی۔ سامان خوراک کی قلت تھی اور گوشت تو بالکل مفقود ہی ہو گیا تھا۔ ان کی حالت گویا محصورین کی سی تھی۔ مگر ان تمام مشکلات اور تکالیف کے باوجود شامی نہایت ثابت قدمی اور شجاعت کے ساتھ اپنے دشمنوں سے صبح وشام نہایت ہی خوں ریز وشدید جنگ کرتے رہتے تھے۔

کبھی حجاج اپنی خندق کو دشمن کے قریب بڑھاتا تھا تو دوسری مرتبہ اہل عراق اپنی خندق آگے بڑھاتے تھے۔ غرض یہ کہ اس روز تک جس میں جبلۃ بن زحر مقتول ہوئے ہیں' لڑائی کا یہی رنگ رہا۔

کمیل بن زیاد النخعی کی شجاعت:

ایک روز حجاج نے کمیل بن زیاد النخعی کو جو ایک شجاع جنگ میں ثابت قدم رہنے والا اور بڑا رعب ودبدبہ کا سردار تھا اور جس کے دستہ فوج کا نام قراء کا دستہ تھا۔ دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ دستہ دشمن پر متواتر حملے کرتا رہتا تھا۔ اور ہر حملہ میں پوری دادِ مردانگی وشجاعت دیتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اس دستہ نے خاص شہرت ونا موری حاصل کی۔

حسب قاعدہ ایک روز دونوں فوجیں جنگ کے لیے معرکہ کارزار میں آئیں۔ حجاج نے اپنی فوج کو باقاعدہ جنگ کی ترتیب میں تقسیم کر کے دشمن پر حملہ کیا۔

اسی طرح محمد نے اپنی فوج کے آگے پیچھے سات صفیں قائم کیں۔

قراء کے دستہ کا حملہ:

حجاج نے قراء کے اس دستہ پر حملہ کرنے کے لیے جس کی قیادت جبلۃ بن زحر کر رہے تھے اپنی فوج کے تین دستے قائم کیے اور

ان پر جراح بن عبداللہ الحکمی کو سردار مقرر کر کے میدان جنگ میں بھیجا۔ یہ تینوں دستے جبلۃ بن زحر کے دستہ کے سامنے بڑھے۔

ایک شخص جو رسالہ کے ان تینوں حملہ کرنے والوں دستوں میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ جبلۃ اور اس کے ایک دستہ پر ہمارے دستہ نے باری باری حملے کیے مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔

مغیرہ بن مہلب کی وفات:

اسی سنہ میں مغیرہ بن مہلب نے خراسان میں انتقال کیا۔ مغیرہ اپنے باپ کی جانب سے مرو کے تمام علاقہ کے افسر اعلیٰ تھے رجب ۸۲ھ میں انہوں نے انتقال کیا۔

مغیرہ کی خبر مرگ یزید اور مہلب کی فوج والوں کو معلوم ہوئی۔ فوج تو چاہتی نہ تھی کہ مہلب کو یہ خبر سنائی جائے مگر یزید چاہتا تھا کہ انہیں کسی طرح معلوم ہو جائے اس لیے اس نے عورتوں کو نوحہ و بکا کرنے کا حکم دیا جب عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کیا تو مہلب نے وجہ دریافت کی لوگوں نے مغیرہ کی موت کی خبر سنائی مہلب نے انا للہ وانا الیہ رجعون پڑھا اور اس قدر سخت رنج ہوا کہ وہ اپنے جذبات کو چھپا نہ سکے۔ اس پر ان کے بعض خاص دوستوں نے انہیں برا بھلا بھی کہا۔

یزید بن مہلب کو مرو جانے کا حکم:

مہلب نے یزید کو بلایا اور حکم دیا کہ تم مرو جاؤ۔ مہلب کی یہ حالت تھی کہ بیٹے کو انتظام حکومت کے متعلق ہدایات دیتے جاتے تھے اور قطرہائے اشک سے ان کی ڈاڑھی شبنم زار بنی ہوئی تھی۔

حجاج نے مہلب کو مغیرہ کی موت کی وجہ سے تعزیت کا خط لکھا' مغیرہ ایک نہایت عمدہ سردار تھا۔

جس روز مغیرہ کا انتقال ہوا ہے۔ اس روز مہلب نے دریائے جیحوں کے اس پار مقام کس پر فوج کشی کر رکھی تھی۔

یزید بن مہلب کی روانگی مرو:

غرض کہ یزید ساٹھ یا بعض کہتے ہیں کہ ستر سواروں کے ساتھ مرو روانہ ہوا' یزید کے ہمراہیوں میں مجاعۃ بن عبدالرحمٰن العتکی' عبداللہ بن معمر بن سمیر الیشکری دینار السجستانی' ہیثم بن منخل الجرموزی' غزوان الاسکاف مقام زم کا رئیس (یہ شخص مہلب کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا اور عتیک کے آزاد غلام عطیہ بھی تھے) ایک لق و دق ریگستان میں پانچ سو ترکوں کی ایک جماعت سے ان کا مقابلہ ہوا۔

ترکوں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو ان لوگوں نے کہا کہ ہم تاجر ہیں۔ ترکوں نے کہا کہ مال تجارت کہاں ہے مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آگے روانہ کر دیا ہے اس پر انہوں نے کہا کچھ ہمیں بھی دو۔

یزید بن مہلب کی ترکوں سے لڑائی:

یزید نے دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ مگر مجاعۃ نے کچھ کپڑے اور باریک ململ کے تھان اور ایک کمان ان کی نذر کی اور ترک اسے لے کر واپس پلٹ گئے۔ مگر انہوں نے اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور ان پر واپس پلٹ کر آئے اس پر یزید نے کہا کہ میں تو ان کی عادت سے پہلے ہی خوب واقف تھا۔

غرض کہ دونوں فریقوں میں نہایت ہی شدید جنگ شروع ہوئی۔ یزید ایک ایسے ٹٹو پر سوار تھا۔ جو بالکل زمین سے لگا ہوا تھا۔ اس کے ہمراہ ایک خارجی تھا۔ جسے یزید نے گرفتار کیا تھا۔

ایک خارجی کی دلیری:

اس خارجی نے یزید سے رحم کی درخواست کی۔ یزید نے درخواست منظور کر لی اور اسے آزادی دے دی۔ یزید نے اس سے پوچھا ہی تھا کہ کہو کیا ارادہ ہے کہ اس خارجی نے ترکوں پر حملہ کر دیا اور ان میں جا گھسا اور پھر ان کے پیچھے سے نکل کر آیا تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک ترک کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اس کے بعد اس نے دوبارہ حملہ کیا اور ان میں جا گھسا اور ایک ترک کو قتل کر کے ان کے سامنے نکل آیا اور پھر یزید کے پاس واپس آیا۔

ابو محمد الزمی کا فرار:

اس معرکہ میں یزید نے ترکوں کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا اور خود یزید کی پنڈلی میں ایک تیر آ کر لگا اب ترکوں کا جوش وخروش اور جنگ میں ان کی دلیری اور بڑھ گئی ابو محمد الزمی نے راہ فرار اختیار کی مگر یزید برابر ان کے مقابلہ پر جما رہا اور آخر کار ترک علیحدہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بے شک کہ ہم نے آپ سے بدعہدی کی مگر آپ اس وقت تک میدان جنگ سے واپس نہیں پلٹ سکتے جب تک ہم میں کا آخری شخص بھی اپنی جان نہ دے دے یا جب تک کہ تم لوگ کام نہ آ جاؤ' یا یہ کہ آپ ہمیں کچھ مال اور دیجیے تو ہم واپس چلے جائیں۔

ترکوں کی واپسی:

یزید نے قسم کھا کر کہا کہ میں ایک جبہ نہیں دوں گا۔ مگر مجاعہ نے اسے سے عرض کی کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلا کر درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی جان پر رحم کریں اور آج اسے موت کی بھینٹ نہ چڑھا دیں مغیرہ پہلے ہی مر چکے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد کو ان کی موت کا کس قدر صدمہ اٹھانا پڑا ہے اور ان کی کیا حالت ہوئی ہے۔

یزید نے کہا مغیرہ کی جتنی زندگی مقدر تھی۔ وہ انہوں نے پوری کی اور میں اپنی زندگی سے زیادہ ایک منٹ زندہ نہیں رہوں گا۔ مگر پھر بھی مجاعۃ نے اپنا زرد رنگ کا عمامہ ترکوں کی طرف پھینک دیا۔ ترک اسے اٹھا کر چلتے ہوئے۔

ابو محمد الزمی کی آمد:

اب ابو محمد الزمی کچھ شہسواروں اور سامان خوراک کو لے کر واپس آئے۔ یزید نے ان سے کہا کہ آپ تو ہمیں دشمن کے نرغہ میں تباہ ہونے کے لیے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس پر ابو محمد نے عرض کیا کہ میں اس غرض سے گیا تھا کہ امدادی فوج اور سامان خوراک آپ کے لیے لے آؤں۔

اسی سنہ میں مہلب نے اہل کس سے کچھ تاوان لے کر صلح کر لی اور مرو کے ارادہ سے واپس پلٹے۔

حریث بن قطبہ:

مہلب بنی مضر کے بعض لوگوں کو الزام کی وجہ سے قید کر کے ''کس'' سے واپس چلا گیا۔ اور کسی کو ان پر اپنے بعد متعین کر دیا۔ خزاعۃ کے آزاد غلام حریث بن قطبہ کو بھی اپنا قائم مقام بنا دیا اور اسے حکم دیا کہ ترکوں سے جب تم تاوان وصول کر لو۔ تب ان کے یرغمال جو تمہارے ہیں انہیں واپس کر دینا۔

مہلب نے دریائے جیحوں کو عبور کر کے بلخ میں قیام کیا اور یہاں سے حریث کو خط لکھا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تم جب دشمن کے

یرغمال ان کے حوالے کر دو گے وہ تم پر پھر بھی غارت گری کریں گے اس لیے تاوان لینے کے بعد بھی تم انہیں رہائی نہ دینا۔ البتہ جب بلخ پہنچ جاؤ تب انہیں واپس کر دینا۔

یرغمال کی حوالگی:

حریث نے ملک کس سے کہا کہ مجھے مہلب نے ایسا حکم دیا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم فوراً ہمارا مطالبہ پورا کر دو میں تمہارے یرغمال تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اور ان سے جا کر کہہ دوں گا کہ آپ کا خط میرے پاس اس وقت پہنچا جب کہ میں اپنا مطالبہ وصول کر کے ان کے یرغمال انہیں واپس دے چکا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کس نے فوراً ہی رقم تاوان ادا کر دی اور حریث نے یرغمال اس کے حوالے کر دیئے اور بلخ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حریث بن قطبہ پر ترکوں کا حملہ:

اثنائے راہ میں انہیں ترکوں نے جن سے پہلے یزید کا مقابلہ ہو چکا تھا اب یہ مطالبہ پیش کیا کہ جس طرح یزید نے اپنی جان کا فدیہ ہمیں دیا تھا اسی طرح آپ بھی اپنا اور اپنے ساتھیوں کی جان کا فدیہ ہمارے حوالے کیجیے۔

حریث نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں اپنی ماں کا بیٹا نہیں۔ بلکہ یزید کی ماں کا بیٹا ہوں۔

اس پر ترکوں اور حریث میں جنگ ہوئی۔ حریث نے اکثر کو تو قتل کر ڈالا اور بعض کو قید کر لیا' دوسرے ترکوں نے اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا مگر حریث نے ان پر احسان رکھ کر انہیں چھوڑ دیا اور رقم فدیہ بھی واپس کر دی۔ مہلب کو جب معلوم ہوا کہ حریث نے ترکوں کے مقابلہ میں یہ کہا تھا کہ اگر میں فدیہ دوں تو اس وقت گویا مجھے یزید کی ماں نے جنا ہو۔ انہیں بہت برا معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اب اس کی یہ شان ہو گئی ہے کہ اپنے عزیز قریب کا بیٹا بننے میں اسے عار ہے۔

مہلب کی حریث سے جواب طلبی:

حریث بلخ آ گیا' مہلب نے دریافت کیا کہ دشمن کے وہ یرغمال کہاں ہیں؟ حریث نے کہا کہ میں نے تاوان لے کر انہیں رہا کر دیا۔ مہلب نے پوچھا کہ کیا میں نے اپنے خط کے ذریعہ سے تمہیں ان کے رہا کرنے سے منع نہیں کر دیا تھا۔

حریث نے کہا آپ کا خط مجھے اس وقت موصول ہوا جب کہ میں انہیں رہا کر چکا تھا۔ اور آپ کو جو خطرہ تھا میں اس سے محفوظ رہا۔

اس پر مہلب نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو' مجھے ساری حقیقت معلوم ہو چکی ہے تم نے ترکوں اور ان کے بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے کے لیے میرے خط سے اسے آگاہ کر دیا۔

حریث بن قطبہ کو سزا:

مہلب نے حکم دیا کہ حریث کو برہنہ کیا جائے جب حریث برہنہ ہونے سے بہت گھبرایا تو مہلب کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ مبروص ہے اسے ننگا کرایا اور تیس درے لگوائے۔

چونکہ اپنا برہنہ ہونا اسے نہایت ناگوار ہوا تھا۔ اس لیے حریث نے کہا کہ بجائے تیس کے چاہے تین سو درے آپ نے میرے لگائے ہوتے۔ مگر مجھے برہنہ نہ کیا ہوتا اور قسم کھائی کہ میں مہلب کو قتل کر ڈالوں گا۔

حریث کا مہلب کو قتل کرنے کا منصوبہ:

ایک روز مہلب اور حریث گھوڑوں پر سوار چلے جار ہے تھے۔حریث مہلب کے پیچھے تھا۔اس کے ساتھ اس کے دو غلام بھی تھے۔حریث نے انہیں مہلب کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیا۔ایک نے تو صاف انکار کر دیا اور وہاں سے پلٹ گیا اور جب ایک چلا گیا تو دوسرا غلام تنہا ہونے کی وجہ سے مہلب پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

حریث نے مکان واپس آ کر اپنے غلام سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں میرے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

غلام نے عرض کیا صرف آپ کی خاطر نہ اپنی جان کی خاطر۔کیونکہ میں خوب جانتا تھا کہ اگر میں نے مہلب کو قتل کر ڈالا تو آپ بھی مارے جائیں گے اور میں بھی مارا جاؤں گا' مگر مجھے تو اپنی جان کی پروانہ تھی صرف آپ کا خیال تھا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس فعل کا خمیازہ صرف مجھ ہی کو بھگتنا پڑے گا تو میں ضرور آپ کے حکم کی تعمیل کرتا۔اور مہلب کو قتل کر ڈالتا۔

حریث بن قطبہ کی طلبی:

حریث نے مہلب کے پاس آنا جانا ترک کر دیا اور یہ ظاہر کیا کہ مجھے درد اور تکلیف ہے مگر مہلب کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ حریث جھوٹ موٹ کے لیے بیمار بنا ہے اور وہ مجھے دھوکے سے قتل کرنا چاہتا ہے۔

مہلب نے ثابت بن قطبہ سے کہا کہ تم اپنے بھائی کو میرے پاس بلالاؤ میں اسے اپنے بیٹے کی مثل سمجھتا ہوں جو سزا میں نے اسے دی تھی وہ محض بغرض اصلاح اور تادیباً تھی۔بسا اوقات خود اپنے بیٹوں کو میں نے تادیباً مارا پیٹا ہے۔

ثابت اپنے بھائی کے پاس آیا اسے قسمیں دلائیں اور کہا کہ مہلب کے پاس چلو۔حریث نے جانے سے انکار کیا اور مہلب کی جانب سے اپنے خوف کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ بخدا جو سلوک انہوں نے میرے ساتھ کیا ہے۔اس کے بعد میں نہ تو کبھی ان کے پاس جاؤں گا اور نہ ان پر بھروسہ کروں گا۔اور نہ خود وہ مجھ پر اعتماد کریں گے۔

حریث و ثابت پسران قطبہ کا فرار:

اس کے بھائی ثابت نے جب اس کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھا تو کہا کہ اگر تمہاری یہی رائے ہے تو بہتر ہے کہ تم ہمیں لے کر موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کے پاس لے چلو۔ثابت کو یہ خوف پیدا ہوا کہ حریث ضرور مہلب پر قاتلانہ حملہ کرے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم سب مارے جائیں گے۔

غرض کہ یہ دونوں بھائی اپنے تین سو طرف داروں اور دوسرے ان عربوں کو لے کر اپنی اپنی جماعتوں سے بھاگ کر ان میں آ ملے تھے موسیٰ کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے۔

مہلب بن ابی صفرہ کی علالت:

مہلب کس سے مرو آ رہے تھے۔چلتے چلتے مقام زاغول متعلقہ علاقہ مروالروذ پر جب پہنچے تو کچھ لوگوں کے بیان کے مطابق ان کے منہ میں مسواک لگی جس سے زخم ہو گیا یا دوسرے لوگوں کے بیان کے مطابق کانٹا لگا۔

مہلب کی اپنے بیٹوں کو نصیحت:

بہر حال جب ان کی حالت نازک ہوئی تو مہلب نے اپنے بیٹے حبیب اور دوسرے بیٹوں کو جو وہاں موجود تھے اپنے پاس

بلایا۔ سرکنڈے منگوائے اور وہ سب ایک گٹھے کی شکل میں باندھ دیئے گئے۔ مہلب نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ کیا ان سرکنڈوں کو تم اس اجتماعی حالت میں توڑ سکتے ہو۔ سب نے کہا نہیں' پھر مہلب نے پوچھا کہ اگر انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے تب توڑ سکتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا بے شک۔

اس پر مہلب نے کہا کہ بس بعینہٖ یہی مثال جماعت کی ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو صلہ رحم کرو کیونکہ اس سے عمر بڑھتی ہے اور جان و مال کی زیادتی ہوتی ہے۔ تفریق سے بچتے رہنا کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ آخرت میں دوزخ ہے اور دنیا میں ذلت و کمزوری ہے۔ آپس میں دوستی اور ملاپ رکھنا۔ اپنے مقصد کو متحد کرنا اور اختلاف کو گنجائش نہ دینا۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرتے رہنا اس سے تمہاری حالت درست رہے گی۔ جب حقیقی بھائیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے تو علاتی بھائیوں کا ذکر ہی کیا ہے تم پر ایک دوسرے کی اطاعت اور آپس میں اتحاد رکھنا فرض ہے۔ تمہارے افعال ہمیشہ تمہارے اقوال سے افضل رہیں کیونکہ میں ایسے ہی شخص کو پسند کرتا ہوں جس کے کام اس کے دعووں سے زیادہ بہتر ہوں۔ ایسی باتوں سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ جس کی وجہ سے تمہیں جواب دہ ہونا پڑے۔ اور ہمیشہ اپنی زبان کو لغزشوں سے بچانا۔ یاد رکھو کہ اگر کسی شخص کا پاؤں پھسل جائے تو وہ سنبھل سکتا ہے مگر جس کی زبان اس کے قابو میں نہ ہو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

جو شخص تمہارے پاس آیا جایا کرے اس کے ساتھ مراعات کا سلوک کرنا اور اس کے حقوق کا لحاظ رکھنا۔ اس کا صبح و شام تمہارے پاس آنا ہی اس کی یاد دہانی کے لیے کافی ہو۔ بجائے بخل کے سخاوت اختیار کرنا۔ عربوں کو محبوب رکھنا اور ان پر احسان کرتے رہنا۔ عرب وہ قوم ہے جس کا ہر فرد محض تمہارے زبانی وعدہ پر اپنی جان تک قربان کر دے گا۔ چہ جائیکہ تم کوئی احسان اس پر کرو گے تو وہ کیا کچھ تمہاری خاطر نہ کر گذرے۔

لڑائی میں ہمیشہ تانی و تدبیر اور چالوں سے کام لینا۔ کیونکہ یہ باتیں جنگ میں محض شجاعت دکھانے سے زیادہ کارآمد ہیں۔

جب دو حریفوں میں مقابلہ ہوتا ہے تو وہ جو قسمت میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے البتہ کوئی شخص اگر حزم و احتیاط سے کام لے اور اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے نہایت ہی قابلیت سے کارروائی کی اور فتح حاصل کی اور اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اگر اس قدر حزم و احتیاط سے کام لینے کے باوجود اسے ناکامی کا سامنا ہوتا ہے تب بھی لوگ اس پر الزام نہیں رکھتے بلکہ کہتے ہیں کہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی اور نہ اس سے کوئی لغزش ہوئی مگر کیا کیا جائے کہ قسمت غالب تھی اس کے سامنے کوئی کیا کر سکتا ہے۔

ہمیشہ کلام پاک کی تلاوت جاری رکھنا رسول اللہ ﷺ کی سنت اور نیک لوگوں کے طریقہ زندگی کو اپنا معیار زندگی بنانا۔ خفیف حرکتوں اور اپنی مجلسوں میں زیادہ یاوہ گوئی سے اجتناب کرنا۔ میں یزید کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں اور حبیب کو اس وقت تک کے لیے فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کرتا ہوں جب تک کہ یہ اسے یزید کے پاس پہنچا دیں تم لوگ یزید کی مخالفت نہ کرنا۔

مہلب کی وفات:

اس پر مفضل نے عرض کیا کہ اگر آپ خود انہیں اپنا جانشین نہ بھی بناتے تو خود ہم لوگ ان ہی کو اپنا سردار بناتے۔

مہلب نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حبیب کو اپنا وصی بنایا' حبیب ہی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور پھر مرو کی طرف روانہ ہوا۔

یزید نے عبدالملک کو اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی اور پھر یہ بھی لکھا کہ مجھے مہلب اپنا جانشین بنا گئے ہیں حجاج نے اس وصیت کی توثیق کی۔ اور انہیں با قاعدہ مہلب کا جانشین تسلیم کر لیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مرنے کے وقت وصیت کرتے ہوئے مہلب نے یہ کہا تھا کہ اگر صرف میرے اختیار میں ہوتا تو میں حبیب کو اپنے بیٹوں کا سردار مقرر کرتا۔

مہلب نے ماہ ذی الحجہ ۸۲ھ میں انتقال کیا۔

امارتِ خراسان پر یزید بن مہلب کا تقرر:

اسی سنہ میں حجاج نے یزید بن المہلب کو مہلب کے انتقال کے بعد خراسان کا والی مقرر کیا اور عبدالملک نے ابان بن عثمان کو مدینہ کی گورنری سے برطرف کر دیا۔

امارتِ مدینہ پر ہشام بن اسمٰعیل کا تقرر:

واقدی کے بیان کے مطابق ۱۳ جمادی الآخر ۸۲ھ کو عبدالملک نے ابان بن عثمان کو موقوف کیا اور ان کی جگہ ہشام بن اسمٰعیل المخزومی کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔

ہشام نے گورنری کا جائزہ لیتے ہی نوفل بن مساحق العامری کو منصبِ قضا سے علیحدہ کر دیا۔ نوفل کو یحییٰ بن حکم نے مدینہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ یحییٰ کی علیحدگی کے بعد جب ابان بن عثمان اس عہدہ پر مقرر ہوئے تو انہوں نے نوفل کو ان کی جگہ برقرار رکھا۔

سات برس تین مہینے تیرہ دن ابان مدینہ کے گورنر رہے۔

ہشام بن اسمٰعیل نے اب نوفل کے بجائے عمرو بن خالد الزرقی کو مدینہ کا قاضی مقرر کیا۔

امیر حج ابان بن عثمان:

اسی سال ابان بن عثمان ہی نے لوگوں کو حج کرایا۔

حجاج کوفہ' بصرہ' اور تمام مشرقی صوبہ جات کا گورنر تھا۔ اور یزید بن مہلب حجاج کی طرف سے خراسان کا عامل تھا۔

۸۳ھ کے واقعات

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کا فوج سے خطاب:

ابو زبیر الہمدانی بیان کرتے ہیں کہ میں اس رسالہ کے دستہ میں تھا جو جبلۃ بن زحر کے ماتحت تھا۔ جب شامیوں نے پے درپے کئی حملے ہم پر کیے تو عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ الفقیہ نے ہم سب کو مخاطب کر کے کہا ''اے قراء کے گروہ! میدان جنگ سے بھاگنا کسی شخص کے لیے اس قدر مذموم نہیں ہے جتنا کہ آپ لوگوں کے لیے ہے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب ہمارا شامیوں سے مقابلہ ہوا یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص کسی فعل جرم کا ارتکاب کرلے یا کسی بری بات کی طرف لوگوں کو دعوت دیئے جاتے ہوئے دیکھے اور اپنے دل ہی دل میں اسے برا سمجھے تو وہ خدا کے سامنے ذمہ داری سے بچ جائے گا اور اگر کوئی اپنی زبان سے اس فعل پر نفرت کا اظہار کرے اور مخالفت کرے تو اسے اس کا اجر نیک ملے گا۔ اور اس کا مرتبہ پہلے شخص سے افضل ہے مگر جو ظالم اور منہیات کے ارتکاب

کے خلاف اس لیے تلوار اٹھائے تا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان غالب اور ظالموں کی خواہشیں مغلوب ہوں تو بے شک وہ ایسا شخص ہے کہ جس نے ہدایت کے راستہ کو پالیا اور اس کا قلب نور ایمان سے منور ہے۔ پس تم ان لوگوں سے جہاد کرو جو منہیات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مذہب میں نئی نئی اختراعات کرتے ہیں اور اپنے ان افعال کو مطلقاً برا نہیں سمجھتے۔

ابوالبختری شعبی اور سعید کی تقاریر:

ابوالبختری نے کہا کہ آپ لوگ اپنے دین و دنیا کی حفاظت کے لیے جنگ کیجئے' کیونکہ بخدا اگر دشمن نے آپ پر فتح پائی تو نہ صرف آپ کے مذہب میں فساد پھیلائے گا۔ بلکہ آپ کے مال و اسباب اور جائیداد پر قبضہ کرلے گا۔

شعبی کہنے لگے: اے مسلمانو! دشمنوں سے لڑو ان سے لڑنے میں آپ کو کسی قسم کا باک نہ ہونا چاہیے کیونکہ تمام روئے زمین پر کوئی قوم ایسی نہیں جو ان سے زیادہ ظالم اور جفا جو ہو۔ آپ لوگوں کو فوراً ان پر بڑھ کر حملہ کر دینا چاہیے۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ آپ لوگ دشمنوں سے لڑیں اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ ان کے خلاف لڑنے میں آپ کسی طرح اپنے آپ کو گنہگار نہ سمجھیں' بلکہ آپ تو ان کے معاصی' ان کے مظالم' مذہب اسلام میں ان کی بے جا مداخلت اور بدعات اور اس وجہ سے کہ انہوں نے کمزوروں کو ذلیل اور نماز کو مردہ کر دیا ہے برسرپیکار ہیں۔

ہم سب کے سب شامیوں پر حملہ کرنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ جبلہ نے ہم سے کہا کہ دیکھئے جب آپ لوگ دشمن پر حملہ آور ہوں تو پوری جراءت اور ثابت قدمی سے حملہ کیجیے گا اور جب تک کہ آپ لوگ ان کی صفوں پر جا کر ٹوٹ نہ پڑیں اپنی پشت دشمن سے نہ پھیریئے گا۔

جبلہ بن زحر کا خاتمہ:

غرض کہ اب ہم نے پوری شجاعت و بسالت اور طاقت کے ساتھ دشمن کے رسالوں کے دستہ پر حملہ کیا اور ان کے تینوں اگلے دستوں پر اس بے جگری سے حملہ کیا اور ایسا سخت نقصان پہنچایا کہ تتر بتر ہو گئے۔

ہم بڑھتے ہوئے دشمن کی اصلی صف پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بہت نقصان پہنچایا' اور جبلہ کی جانب سے انہیں ہٹا دیا۔

جب ہم واپس پلٹے تو دیکھا کہ جبلہ مقتول پڑے ہیں۔ مگر ہمیں معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کس طرح مارے گئے۔

اس واقعہ سے ہمیں سخت صدمہ ہوا اور ہماری تمام شجاعت و بسالت ختم ہوگئی' ہم میں بد دلی پھیل گئی ہم اپنی اسی جگہ آ کر ٹھہر گئے جہاں پہلے کھڑے تھے۔ ہمارے دستہ کے قاری لوگ بھی اب اپنی جان بچانے لگے' جبلہ ابن زحر کی موت ہمارے لیے ایسی رنج دہ تھی کہ گویا ہمارا کوئی بھائی یا باپ مر گیا ہے۔ اور خصوصاً جنگ کے اس نازک موقع پر اس کا مارا جانا ہمارے لیے اور بھی سخت تکلیف دہ ہوا۔

ابوالبختری الطائی کی تقریر:

ابوالبختری نے کہا کہ جبلہ کی موت سے اس قدر رنج کا اظہار آپ کی جماعت میں نہ ہونا چاہیے اس لیے کہ وہ بھی آپ ہی جیسے ایک آدمی تھے۔ جو دن ان کی موت کا مقرر تھا اس میں انہیں موت آئی اس میں کسی طرح بھی ایک دن کی تقدیم و تاخیر ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ آپ تمام لوگ بھی ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنے والے ہیں اور جب موت کا پیام آئے گا تو اس پر لبیک کہیں گے۔

ابن زحر کی موت پر شامی سپاہ کا اظہارِ مسرت:

مگر میں نے جب قاریوں کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ آثار حزن و ملال ان کے چہروں پر نمایاں تھے۔ ان کی زبانوں پر مہر خاموشی لگی ہوئی تھی۔ اور کمزوری اور بد دلی ان کی حالت سے ظاہر تھی اسی کے مقابلہ میں شامیوں پر اس واقعہ سے ایک خاص خوشی و انبساط طاری تھا اور انہوں نے طنزاً ہم سے کہا کہ اے دشمنان خدا! تم ہلاک ہوئے اور اللہ نے تمہارے اصل سرغنہ کو ہلاک کر ڈالا۔

ابن زحر کے قتل کا واقعہ:

ابو یزید السکسکی بیان کرتے ہیں کہ جب جبلہ اور ان کے ساتھیوں نے ہم پر حملہ کیا۔ ہم پسپا ہوئے۔ دشمن نے ہمارا تعاقب کیا ہماری فوج کا ایک دستہ ایک سمت پھٹ کر علیحدہ ہو گیا ہم نے دیکھا کہ جبلہ کے ساتھی ہماری فوج والوں کا تعاقب کر رہے ہیں اور خود جبلہ ایک ٹیلہ پر اس غرض سے کھڑے ہیں کہ ان کے ساتھی واپس پلٹ کر پھر ان ہی کے پاس چلے آئیں اس پر ہمارے بعض سپاہیوں نے کہا کہ بلاشبہ یہ جبلہ ابن زحر ہیں اس اثناء میں کہ ان کے ساتھی دوسری جانب جنگ میں مصروف ہیں ہمیں ان پر حملہ کر دینا چاہیے بہت ممکن ہے ہم انہیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

ابن زحر کے دستہ میں مایوسی و پریشانی:

غرض کی ہم نے فوراً ان پر حملہ کر دیا اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ انہوں نے بھاگنے کا مطلقاً خیال نہیں کیا بلکہ تلوار لے کر ہم پر جھپٹے۔ جب اس ٹیلہ سے وہ نیچے اتر آئے تو ہم نے نیزوں سے انہیں چھید دیا اور گھوڑے سے اتار کر زمین پر گرا دیا۔ ان کے ساتھی واپس پلٹے اور جب ہم نے انہیں آتے دیکھا تو ہم لوگ ایک طرف ہٹ گئے ان لوگوں نے جبلہ کو مقتول دیکھ کر بل انت العبدو انا الیہ راجعون. پڑھا اور سخت صدمہ اور رنج ان پر طاری ہوا۔ جسے دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

جبلہ کی موت سے ان کے ساتھیوں پر اس قدر اثر اور مایوسی طاری ہوئی کہ ان کی جنگ اور جارحانہ کارروائی میں ہم نے اس کا اثر نمایاں طور پر محسوس کیا۔

بسطام بن مصقلہ:

جبلہ کے ساتھیوں میں ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کی موت نے ہمیں سخت نقصان پہنچایا اور اس وجہ سے ہم پر بد دلی طاری ہو گئی۔ بسطام بن مصقلہ بن ہبیرۃ الشیبانی آئے۔ ان کے آنے سے ہماری ہمت بڑھ گئی اور ہم نے کہا کہ یہ شخص بے شک جبلہ کا صحیح قائم مقام ثابت ہو گا۔

جب ابوالبختری نے اس بات کو کسی شخص کی زبان سے سنا تو ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے کہ تمہارا برا ہو' کیا تم میں سے کوئی شخص مارا جائے گا تو تم سمجھ لو گے کہ بس اب تباہی اور موت نے ہمیں گھیر لیا اور کہا اگر ابھی ابن مصقلہ بھی مارے جائیں تو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال دو گے اور کہو گے کہ اب کوئی شخص ایسا نہیں رہا۔ جس کے زیر قیادت ہم لڑیں۔ یہ نہایت ہی نامناسب بات ہوئی' کہ ہم نے امیدوں کو تم سے وابستہ کیا ہے۔

بسطام اور قتیبہ کی ملاقات:

بسطام رے سے آ رہے تھے کہ اثنائے راہ میں قتیبہ کی اور ان کی ملاقات ہوئی۔ قتیبہ نے ان سے کہا کہ آپ حجاج اور

ناامیوں کا ساتھ دیں۔ بسطام نے قتیبہ کو عبدالرحمٰن اور عراقیوں کی حمایت کرنے کی دعوت دی۔ مگر کسی نے بھی ایک دوسرے کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور بسطام نے کہا کہ میں عراقیوں کے ساتھ مرنے کو شامیوں کے ساتھ زندہ رہنے پر ترجیح دیتا ہوں اور پھر ماسبذ ان پر آ کر فروکش ہوئے۔

بسطام کی بنی ربیعہ کے رسالہ کی سرداری:

جب بسطام محمد کے پاس پہنچے تو محمد سے درخواست کی کہ آپ مجھے بنی ربیعہ کے رسالہ کا سردار مقرر کر دیجیے۔ محمد نے ان کی درخواست منظور کر لی۔

بسطام نے بنی ربیعہ کو مخاطب کر کے کہا کہ جنگ کے موقع پر میرے مزاج میں غیر معمولی سختی اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے آپ مہربانی فرما کر ایسے موقع پر تحمل سے کام لیجیے گا اور میری باتوں کا برا نہ مانئے گا۔

عورتوں کی گرفتاری و رہائی:

بسطام ایک بہادر انسان تھے ایک روز کا واقعہ ہے کہ فوج جنگ کے لیے میدان مصاف میں آئی یہ بنی ربیعہ کے رسالہ کو لے کر دشمن پر حملہ آور ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کے فوجی قیام گاہ تک جا پہنچے' تیس عورتوں کو گرفتار کر کے جس میں لونڈیاں اور باندیاں تھیں اپنے لشکر گاہ کی طرف واپس پلٹے مگر جب لشکر گاہ کے قریب آئے تو ان عورتوں کو واپس کر دیا اور پھر حجاج کے لشکر گاہ میں آ گئیں اس پر حجاج نے کہا کہ دشمن نے اچھا کیا کہ ان لونڈیوں کو رہا کر دیا اور اس طرح انہوں نے اپنی عورتوں کو بچا لیا' ورنہ اگر وہ کل مجھے ان پر فتح حاصل ہوتی تو میں ان کی عورتوں کو قید کر لیتا۔

دوسرے روز پھر دونوں فریقوں میں مقابلہ ہوا' عبداللہ بن ملیل الہمدانی نے اپنے رسالہ کے ساتھ شامیوں پر حملہ کیا اور ان کے لشکر گاہ میں جا پہنچا۔ اٹھارہ عورتوں کو گرفتار کر لیا۔

عبداللہ کے ہمراہ طارق بن عبداللہ الاسدی قادر انداز بھی تھے ایک معمر شامی اپنے خیمہ سے نکلا۔ اسدی اپنے کسی شخص سے کہنے لگا کہ اس شیخ کو میرے سامنے سے ہٹا دو۔ شاید میں اسے تیر مار دوں یا حملہ کر کے نیزہ سے ہلاک کر ڈالوں۔

فوراً ہی اس ضعیف العمر شخص نے بلند آواز سے کہا ''اے اللہ تو ہم پر اور ان پر عافیت نازل فرما''۔

اس پر اسدی نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ ایسے شخص کو قتل کروں اور اسے چھوڑ دیا۔ فوراً ہی ابن ملیل ان عورتوں کو لے کر اپنے لشکر گاہ کی طرف چلا۔ مگر پھر انہیں بھی رہا کر دیا۔ اس موقع پر بھی حجاج نے اپنا پچھلا قول دہرایا۔

جبلہ ابن زحر کے قتل پر حجاج کا اظہارِ مسرت:

ایک دوسری روایت ہے کہ ولید بن نحیت الکلبی متعلقہ بنی عامر اپنا دستہ لے کر جبلہ بن زحر کی طرف بڑھا اور ایک ریت کے ٹیلہ پر سے ولید اس پر جھپٹا۔ ولید ایک موٹا تازہ جسیم شخص تھا۔ جبلہ ایک میانہ قد اور گٹھیلے بدن کا آدمی تھا۔ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ولید نے جبلہ کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ جبلہ گر پڑا اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگے اور ولید جبلہ کا سر لے آیا۔

ابو مخنف اور عوانۃ الکلبی دونوں راوی ہیں کہ جبلہ کا سر حجاج کے سامنے لایا گیا۔ حجاج نے اسے دو نیزوں پر اٹھا کر شامیوں سے کہا اس پہلی کامیابی کی میں آپ کو خوش خبری دیتا ہوں آج تک کوئی باغیانہ جنگ ایسی نہیں ہوئی کہ جس میں کوئی یمنی بڑا سردار نہ

مارا گیا ہوا اور یہ بھی یمن کے بڑے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔

حجاج بن جاریہ اور ابودرداء کا مقابلہ:

ایک اور دن کا واقعہ ہے کہ دونوں مقابل حریف جنگ کے لیے باہر نکلے۔ ایک شامی نے میدان جنگ میں نکل کر دشمن کے سامنے تنہا مقابلہ کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حجاج بن جاریہ اس کے مقابلہ میں آیا۔

حجاج نے حملہ کر کے اس پر نیزہ کا ایک وار کیا اور اسے گھوڑے سے گرا دیا مگر پھر اس شخص کے اور ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے بچالیا اتنے میں معلوم ہوا کہ یہ شخص ابودرداء الخثعمی تھا۔ اس پر حجاج بن جاریہ نے کہا کہ میں اب تک اسے پہچانتا نہ تھا۔ اگر پہلے سے پہچان لیتا تو کبھی اس سے مبارزت نہ کرتا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری قوم کا ایسا شخص مفت میں مارا جائے۔

ابوحمید کی مبارزت:

عبدالرحمٰن بن عوف الرواسی جس کی کنیت ابوحمید تھی مبارزت کے لیے میدان جنگ میں نکلا۔ اس کے مقابلہ کے لیے شامیوں کی طرف سے اس کا چچا زاد بھائی نکل کر آیا۔ تھوڑی دیر تک دونوں شمشیر زنی کرتے رہے اور دونوں کہنے لگے کہ میں بنی کلاب کا نوجوان بہادر ہوں اس پر ایک نے دوسرے سے اس کی شخصیت دریافت کی اور جب پوچھ گچھ لیا تو علیحدہ ہو گئے۔

عبداللہ بن رزام کی شجاعت:

عبداللہ بن رزام الحارثی حجاج کی جانب بڑھ کر آیا اور کہنے لگا کہ ایک ایک آدمی میرے مقابلہ پر بھیجتے جاؤ ایک شخص اس کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ عبداللہ بن رزام نے اسے قتل کیا اسی طرح تین روز تک روزانہ ایک ایک شخص کو قتل کرتا رہا چوتھے دن عبداللہ پھر مقابلہ کے لیے اکیلا بڑھا اسے دیکھا کر حجاج کی فوج والوں نے کہا ''وہ آیا کاش خدا اسے نہ لاتا''۔

عبداللہ بن رزام کا جراح کو مشورہ:

اس مرتبہ حجاج نے جراح کو حکم دیا کہ تم جا کر مقابلہ کرو۔ جراح مقابلے کے لیے بڑھا چونکہ جراح عبداللہ کا دوست تھا' عبداللہ نے جراح سے کہا: بھلا تم میرے مقابلہ پر کیوں آئے ہو؟ جراح نے جواب دیا کہ حکم حاکم مرگ مفاجات مجبور تھا کیا کرتا؟ عبداللہ نے کہا کہ میں ایک اچھی ترکیب بتاتا ہوں۔ جراح نے کہا وہ کیا۔ عبداللہ نے کہا میں تمہارے مقابلہ میں شکست کھا کر بھاگ جاتا ہوں اور پھر تم حجاج کے پاس واپس چلے جانا وہ تمہاری بہادری کی تعریف کرے گا اور تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ چونکہ اپنی قوم کے تم جیسے شخص کو میں قتل کرنا نہیں چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم سلامت رہو اس لیے تمہارے مقابلہ سے بھاگ جانے پر جو لوگ لعن طعن کریں گے میں اسے برداشت کرلوں گا اور مجھے اس لعنت ملامت کی کچھ پروا نہیں۔

جراح نے کہا اچھا ایسا ہی کرو۔

عبداللہ بن رزام اور جراح کا مقابلہ:

جراح نے عبداللہ پر حملہ کیا۔ عبداللہ اس کے سامنے سے کنائی کاٹا جاتا تھا' چونکہ اس کے حلق کا کوا کٹا ہوا تھا اسے پیاس بہت کم معلوم ہوتی تھی ایک غلام پانی کی صراحی لیے ساتھ تھا جب اسے پیاس معلوم ہوتی تو غلام اسے پانی پلا دیتا۔

غرض کہ جب عبداللہ جراح کے مقابلہ سے کنائی کاٹنے لگا اور پیچھے ہٹا تو جراح نے اس مستعدی سے اس پر حملہ کیا کہ معلوم

ہوتا تھا کہ وہ اسے قتل ہی کر ڈالے گا اس کے اس تیور کو دیکھ کر غلام نے چلا کر کہا کہ یہ تو سچ مچ آپ کی جان کے در پے ہے۔ عبداللہ یہ سنتے ہی پلٹ پڑا اور گرز کے کئی وار جراح کے سر پر کیے اور جراح کو زمین پر گرا دیا۔ اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے چہرے پر پانی ڈالو۔ اور اسے پانی بھی پلاؤ۔ غلام نے حکم کی تعمیل کی عبداللہ نے جراح سے کہا کہ تم نے مجھے اچھا معاوضہ دیا میں تو تمہاری سلامتی کا خواہاں اور تم میری جان کے درپے۔

جراح نے کہا کہ نہیں میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا تھا۔ عبداللہ نے کہا اچھا چلے جاؤ۔ تعلقات خاندانی اور عزیز داری کی وجہ سے میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔

قدامۃ بن حریش التمیمی:

سعید الحرشی کہتے ہیں کہ اس روز میں اوّل صف میں ایستادہ تھا کہ ایک عراقی جس کا نام قدامہ بن حریش التمیمی تھا۔ اپنی فوج سے نکل کر دونوں صفوں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اے شامی جرامقہ کے گروہ! میں تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دیتا ہوں تا کہ ہم آپس میں صلح کر لیں اور اگر تم میری دعوت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو تو ایک شخص کو میرے مقابلہ کے لیے نکل آنا چاہیے۔

ایک شامی بڑھا قدامہ نے اسے قتل کیا اور اسی طرح ایک ایک کر کے چار شامیوں کو اس نے قتل کیا۔ حجاج نے اس کی رفتار کو دیکھ کر اعلان کر دیا کہ اب کوئی شخص اس ناپاک کتے کے مقابلے پر نہ جائے اس حکم کے سنتے ہی تمام لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھٹھک گئے۔

قدامہ کا مقابلہ کرنے سے حجاج کی ممانعت:

میں نے حجاج سے جا کر عرض کیا کہ آپ نے تو یہ کہہ دیا کہ اب کوئی شخص اس کتے کے مقابلہ پر نہ جائے۔ حالانکہ جو شخص اس کے ہاتھوں مارے گئے ہیں ان کی موت کا وقت آ چکا تھا۔ اس شخص کی موت کا بھی ایک مقررہ وقت ہے میں سمجھتا ہوں کہ شاید اب وہ وقت قریب آ گیا ہے اس لیے آپ ان لوگوں کو جو میرے ساتھ آئے ہیں اجازت دیجیے کہ اب ان میں سے کوئی شخص اس کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔

حجاج نے کہا کہ اس کتے کی ہمیشہ سے یہ ہی عادت ہے۔ اس نے اپنی دہشت لوگوں میں بٹھا دی ہے خاص تمہاری جمعیت والوں کو میں اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جی چاہے اس کا مقابلہ کرے۔ سعید الحرشی نے اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر انہیں اس اجازت سے مطلع کیا۔

قدامہ سے مقابلہ کے لیے سعید الحرشی کی درخواست:

جب اس شخص نے پھر مبازرت کے لیے کسی مقابل کو بلایا۔ سعید الحرشی کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نکلا' قدامۃ نے اسے بھی قتل کیا۔

اس واقعہ سے سعید پر بڑا اثر ہوا اور چونکہ اس نے حجاج سے بہت بڑھ کر دعوے کیے تھے اس لیے اسے اور بھی زیادہ حزن و ملال ہوا۔

قدامہ نے پھر بلند آواز سے کہا: ''کہ کوئی اور ہے جو میرا مقابلہ کرے'' سعید پھر حجاج کے پاس گیا' اور درخواست کی کہ آپ

مجھے اس کتے کا مقابلہ کرنے کی اجازت دیجیے۔

حجاج نے کہا کہ یہ تو تمہاری مرضی پر موقوف ہے۔

سعید الحرشی کو مقابلہ کرنے کی اجازت:

سعید نے کہا کہ میں آپ کی مرضی پر کام کرنے کے لیے موجود ہوں۔ پھر حجاج نے کہا کہ ذرا اپنی تلوار مجھے دکھاؤ۔ سعید نے اپنی تلوار حجاج کو دے دی۔ حجاج نے کہا کہ میرے پاس ایک تلوار ہے' جو اس سے زیادہ وزنی ہے اور حکم دیا کہ وہ تلوار سعید کو دے دی جائے پھر حجاج نے سعید کی طرف دیکھ کر کہا کہ تمہاری زرہ تو نہایت عمدہ اور تمہارا گھوڑا نہایت قوی ہے اب دیکھوں کہ اس کتے کے مقابلہ میں تم کیا کرتے ہو۔

سعید نے عرض کیا کہ مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر فتح دے گا۔ حجاج نے کہا اچھا جاؤ خدا کی برکت وحفاظت تمہارے شامل حال رہے۔

سعید میدان جنگ میں بڑھا۔ قدامۃ کے قریب پہنچا۔ قدامہ نے کہا اے دشمن خدا ٹھہر جا۔ سعید ٹھہر گیا اور اس بات سے اسے خوشی ہوئی۔

سعید الحرشی کا قدامۃ پر حملہ:

قدامۃ نے کہا کہ یا تو پہلے تم چپ چاپ کھڑے رہو اور مجھے تین وار کرنے دو اور یا پہلے میں خاموش کھڑا رہتا ہوں اور تم تین وار مجھ پر کرلو اور اس کے بعد پھر تم اسی طرح اپنے آپ کو میرے سپرد کر دینا اور میں تم پر تین وار کروں گا۔

سعید نے کہا پہلے تم مجھے وار کرنے دو۔

قدامۃ نے اپنا سینہ اپنے زمین کے ہرنے پر رکھ دیا اور کہا کہ مارو۔

سعید نے خوب اچھی طرح تلوار تول کر نہایت اطمینان سے اس کے خود پر ہاتھ مارا۔ مگر شمہ برابر اثر نہیں ہوا۔ اس وجہ سے سعید کو اپنی تلوار اور اپنے وار پر اعتماد نہیں رہا۔ مگر پھر اس نے سوچا کہ مجھے اس کے کندھے جوڑ پر تلوار مارنی چاہیے۔ کیونکہ یا تو میں اسے قطع کروں گا۔ ورنہ کم از کم اس کے ہاتھ کو آئندہ وار کرنے سے کمزور کر دوں گا۔ چنانچہ اس مرتبہ اس نے کندھے کے جوڑ پر تلوار ماری۔ مگر کچھ کارگر نہ ہوئی اس سے اسے بھی سخت مایوسی ہوئی۔ اور ان لوگوں کو بھی جو اصل لشکر میں کھڑے تھے۔ جب اس واقعہ کا علم ہوا تو سخت رنج ہوا۔ غرض کہ سعید نے تیسرا وار کیا وہ بھی بیکار گیا۔

قدامۃ کا سعید پر حملہ:

اب قدامۃ نے تلوار نیام سے باہر نکالی اور سعید سے کہا کہ چپ کھڑے ہو جاؤ۔ سعید نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ قدامۃ نے ایک ہی ہاتھ ایسا لگایا کہ سعید زمین پر گر پڑا۔

قدامۃ بھی اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور سعید کے سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جرابوں سے ایک چھری یا خنجر نکالا اور اسے سعید کے حلق پر ذبح کرنے کے لیے رکھا اس پر سعید نے اسے خدا کا واسطہ دلا کر کہا کہ میرے قتل کرنے میں تمہیں وہ عزت و ناموری حاصل نہیں ہوگی جو مجھے چھوڑ دینے میں ہوگی۔

قدامۃ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ سعید نے اسے اپنا نام بتایا' قدامۃ نے کہا کہ بہتر ہے اے دشمن خدا جا چلا جا اور حجاج کو اس واقعہ کی اطلاع کر دینا۔

سعید دوڑتا ہوا حجاج کے پاس آیا۔حجاج نے پوچھا کہو کیا ہوا؟ سعید نے عرض کیا کہ حقیقت یہ ہے آپ زیادہ واقف تھے۔

ابوالبختری اور سعید بن جبیر کے حملہ:

ابو یزید السکسکی (گذشتہ روایت کے سلسلے میں) بیان کرتے ہیں کہ ابوالبختری الطائی اور سعید بن جبیر دونوں اس آیت کو آخر تک پڑھ رہے تھے: مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا. کوئی شخص بغیر اللہ کے حکم سے مر نہیں سکتا۔ ہر ایک کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہے۔اور پھر حملہ کرتے ہوئے دشمن کی صف پر ٹوٹ پڑے۔

پورے سو دن تک دونوں حریفوں میں معرکہ کارزار گرم رہا۔

عراقی فوج کی شجاعت:

غرہ ربیع الاوّل ۸۳ ہجری منگل کے دن صبح کے وقت ابن محمد بن الاشعث نے دیر جماجم پر آ کر پڑاؤ کیا اور جمادی اولاول ۱۴/ بدھ کے دن بوقت چاشت جب کہ دھوپ پھیل چکی تھی انہیں شکست ہوئی حالانکہ آخری جنگ کے دن تمام گذشتہ مواقع کے مقابلہ میں عراقی شامیوں کے مقابلہ میں نہایت دلیر تھے اور شامیوں کی حالت بہت ہی سقیم تھی۔

سفیان بن ابرد الکلبی کا حملہ:

غرض کہ ۱۴/ جمادی الآخر ۸۳ھ بروز چہار شنبہ دونوں حریفوں میں پھر مقابلہ شروع ہوا' عراقی تمام دن اس خوبی اور عمدگی سے لڑے کہ اس سے پہلے وہ کبھی اس طرح نہیں لڑے تھے اور انہیں شکست کا مطلقاً خیال نہیں تھا۔ بلکہ ان ہی کا پلہ شامیوں کے مقابلہ میں بھاری تھا۔ جنگ کی ابھی یہ حالت تھی کہ اتنے میں سفیان بن ابرد الکلبی اپنے رسالہ کے ساتھ اپنی فوج کے میمنہ سے بڑھا اور ابرد بن قرۃ التمیمی کے قریب پہنچا جو عبدالرحمٰن بن محمد کے میسرہ پر متعین تھا۔

ابرد بن قرۃ التمیمی کی پسپائی:

ابرد بن قرۃ التمیمی نے بغیر کسی شدید مقابلہ کے شکست کھائی۔لوگوں نے اس کے اس طرز عمل کی بہت مذمت کی اور چونکہ وہ ایک بہادر شخص تھا اور جنگ سے بھاگنا اس کی سرشت کے خلاف تھا۔ اس لیے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اس نے دیدہ و دانستہ ایسا کیا ہے۔معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسے امان دے دی گئی ہے اور اسی شرط پر اس نے صلح کر لی۔ کہ وہ اپنی فوج کو لے کر پسپا ہو جائے گا۔

بہر حال جب ابرد بن قرۃ نے پسپا ہونا شروع کیا تو اس سمت کی تمام صفیں اپنی جگہ سے اکھڑ گئیں اور جس کا جدھر منہ اٹھا اسی رخ اس نے بھاگنا شروع کیا۔

شامی فوج کی پیش قدمی:

عبدالرحمٰن بن محمد منبر پر چڑھ گئے اور لوگوں کو پکارنے لگے کہ اے بندگان خدا میں ابن محمد ہوں' میرے پاس آؤ۔عبداللہ بن رزام الحارثی ان کے پاس آئے اور منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے۔عبداللہ بن ذواب السلمی بھی اپنا رسالہ لے کر آئے اور عبدالرحمٰن کے قریب آ کر ٹھہر گئے عبدالرحمٰن اسی طرح منبر پر جمے رہے یہاں تک کہ شامی فوجیں ان کے بالکل قریب آ گئیں اور شامیوں نے ان

پر تاک تاک کر تیر برسانا شروع کیے۔ عبدالرحمٰن نے ابن رزام کو حکم دیا کہ دشمن کے اس رسالہ اور پیدل سپاہ پر حملہ کرو۔ ابن رزام نے حملہ کر کے انہیں روک دیا۔

اس کے بعد شامیوں کی ایک اور فوج جس میں پیدل سپاہ اور رسالہ دونوں تھے۔ عبدالرحمٰن کی طرف بڑھی' اس مرتبہ عبدالرحمٰن نے ابن ذواب کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ابن ذواب نے حملہ کر کے اس کی پیش قدمی اس جانب سے روک دی۔

عبدالرحمٰن بن الاشعث کی شکست:

عبدالرحمٰن اس وقت تک منبر ہی جمے رہے یہاں تک کہ شامی ان کے لشکر گاہ میں داخل ہو گئے اور انہوں نے تکبیر کہی' عبدالرحمٰن بن یزید بن المغفل الازدی جن کی بھتیجی عبدالرحمٰن کی بیوی تھیں۔ عبدالرحمٰن کے پاس منبر پر چڑھ کر آئیں اور ان سے کہا کہ آپ منبر سے اتر آیئے کیونکہ مجھے خوف ہے۔ کہ اگر آپ نہ اتریں گے تو گرفتار کر لیے جائیں گے اور اگر اس مقام سے واپس چلے جائیں گے تو شاید پھر آپ اس قابل ہو جائیں کہ دشمن کے مقابلہ کے لیے فوج جمع کر لیں۔ اور شاید کسی اور دن اللہ تعالیٰ انہیں آپ کے ہاتھوں تباہ کر دے۔

عبدالرحمٰن اتر آئے۔ اب عراقیوں نے اپنا لشکر چھوڑ دیا۔ اور اس طرح پسپا ہونا شروع کیا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن الاشعث کی کوفہ سے روانگی:

خود عبدالرحمٰن اپنے خاندان کے اور لوگوں اور ابن جعدہ بن ہبیرہ کے ساتھ میدان جنگ سے روانہ ہوئے اور جب مقام فلوجہ میں بنی جعدہ کے موضع کے مقابل آئے تو کشتی منگوائی اور اس میں بیٹھ کر دریا کو عبور کیا کہ آیا عبدالرحمٰن بھی کشتی میں ہیں یا نہیں۔ اگر چہ لوگوں نے انہیں جواب نہیں دیا مگر انہیں گمان غالب تھا کہ عبدالرحمٰن ضرور اس کشتی میں ہیں۔

عبدالرحمٰن اسی حالت میں کہ تمام ہتھیاروں سے مسلح اور گھوڑے پر سوار تھے اپنے مکان پر پہنچے۔ ان کی صاحبزادی مکان سے نکل کر آئیں اور ان سے چمٹ گئیں۔ اسی طرح ان کے اور گھر والے بھی روتے ہوئے آئے۔ عبدالرحمٰن نے انہیں صبر و سکون کی تلقین کی اور کہا کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں اگر تمہیں چھوڑ کر نہ جاؤں گا تو موت کے آنے تک تمہارے ساتھ زندگی بسر کروں گا۔ اگر میں مر بھی جاؤں تو رزاق مطلق جو تمہیں اس وقت روزی پہنچا رہا ہے وہ تو زندہ جاوید ہے' وہ میرے بعد بھی تمہیں اسی طرح رزق پہنچائے گا جس طرح کہ میری زندگی کے زمانہ میں پہنچاتا ہے اس کے بعد عبدالرحمٰن اپنے اہل و عیال سے رخصت ہو کر کوفہ سے چل دیئے۔

محمد بن مروان اور عبداللہ بن عبدالملک کی مراجعت:

محمد بن سائب الکلبی بیان کرتے ہیں کہ جب دن اچھی طرح چڑھ گیا اور زوال قریب ہو گیا اس وقت عراقی شکست کھا کر بھاگے۔ میں مع اپنے نیزہ تلوار اور ڈھال کے دوڑتا ہوا آیا۔ اسی دن اپنے گھر پہنچ گیا اور میں نے اپنے اسلحہ بھی اتارے نہ تھے کہ حجاج نے حکم دیا کہ دشمن کا تعاقب نہ کیا جائے بلکہ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تا کہ وہ تتر بتر ہو جائیں اور نقیب نے اعلان کر دیا کہ جو شخص حجاج کے پاس واپس آ جائے گا اسے امان دے دی جائے گی اس واقعہ کے بعد محمد بن مروان موصل چلے گئے اور عبداللہ بن عبدالملک نے شام کا رخ کیا اور یہ دونوں حجاج کو عراق میں سیاہ و سفید کا اختیار دے کر چلے گئے۔

حجاج کی بیعت:

حجاج کوفہ آیا' مصقلہ بن کرب بن رقبۃ العبدی کو جو ایک مقرر شخص تھا اپنے پہلو میں بٹھایا اور ان سے کہا کہ ہر اس شخص کو جس کے ساتھ ہم نے احسان کیا ہے اور پھر اس نے ہماری مخالفت کی تم لعن طعن کرو۔ اس کی ناسپاس گذاری۔ بدعہدی اور جو ذاتی عیب اس کا تمہیں معلوم ہو اس کی بنا پر تم ہر شخص کو ملامت کرو اور اس کی توہین کرو۔

کافر ہونے کا اقرار کی شرط:

جو شخص حجاج کے ہاتھ پر بیعت کرنے آتا تھا۔ حجاج اس سے پوچھتا تھا کہ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ تم کافر ہو جو شخص اس کا اثبات میں جواب دیتا تھا تو اس سے بیعت لیتا تھا ورنہ قتل کرا دیتا تھا۔

ایک خثعمی کا قتل:

قبیلہ خثعم کا ایک شخص جو دونوں حریفانہ جماعتوں سے بالکل الگ تھلگ دریائے فرات کے دوسرے کنارہ اس زمانہ میں رہا تھا بیعت کرنے آیا۔ حجاج نے اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں تو ہمیشہ سے اس موقع سے بالکل علیحدہ واقعات کے آخری نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا جب آپ کو فتح حاصل ہوئی تو اب آیا ہوں کہ اور لوگوں کے ساتھ میں بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔

حجاج نے کہا' خوب' آپ منتظر تھے اچھا تم اپنی زبان سے اس بات کا اقرار کرو کہ تم کافر ہو اس شخص نے کہا کہ میں بدترین خلائق ہوں گا۔ اگر اسی برس تک خدا کی عبادت کرنے کے بعد خود اپنی زبان سے اپنا کفر تسلیم کروں۔

حجاج نے کہا اگر ایسا نہ کرو گے تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا اس شخص نے جواب دیا کہ اگر آپ مجھے قتل کر ڈالیں گے تو مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ میری عمر ہی اب کتنی باقی ہے۔ میں تو خود ہی موت کا صبح و شام منتظر ہوں۔

حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔ اس پر جتنے لوگ چاہے وہ قریشی ہوں یا شامی' اس کے طرف دار ہوں یا مخالف' جو اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اس شخص پر ترس کھایا اور اس کے قتل کا افسوس کیا۔

کمیل بن زیاد النخعی کا قتل:

حجاج نے کمیل بن زیاد النخعی کو سامنے بلایا اور کہا کہ تم سے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے گا۔ اور میں تو چاہتا تھا کہ کسی طرح تم پر میرا قابو چل جائے۔

کمیل نے کہا کہ بخدا! میں نہیں جانتا کہ ہم دونوں میں سے آپ کس پر زیادہ ناراض ہیں۔ آیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جب کہ انہوں نے اپنے آپ کو قصاص کے لیے ہمارے حوالے کر دیا۔ مجھ پر جب کہ میں نے ان سے قصاص نہیں لیا اور انہیں معاف کر دیا۔

اس کے بعد کمیل نے حجاج کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بنی ثقیف کے شخص تو مجھ پر اپنے دانت نہ پیس ریت کے ٹیلہ کی طرح مجھ پر کیوں گرتا ہے اور بھیڑیے کی طرح دانت نہ دکھا۔ میری عمر صرف اس قدر باقی ہے جتنی کہ گدھے کی پیاس ہوتی ہے کہ وہ اگر صبح کے وقت پانی پی لیتا ہے تو شام کو مر جاتا ہے' اور شام کو پیتا ہے تو صبح کو جان دے دیتا ہے۔ جو کچھ تجھے کرنا ہے کر کیونکہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اور قتل کے بعد حساب کتاب ہو جائے گا۔

حجاج نے کہا کہ اس کی تمام ذمہ داری تجھ پر عائد ہوتی ہے۔ کمیل نے کہا کہ جی ہاں یہ اس وقت ہوتا جب کہ فیصلہ کا اختیار

آپ کو ہوتا۔

حجاج نے کہا کہ ہاں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں تھا اور تو نے امیر المومنین عبدالملک سے بغاوت کی۔

حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ کمیل آگے لایا گیا۔ ابوالجہم بن کنانۃ الکلبی متعلقہ بنی عامر بن عوف' منصور بن جمہور کے چچا زاد بھائی نے اسے قتل کیا۔

ایک کوفی کا اقرار کفر:

اس کے بعد ایک دوسرا شخص حجاج کے سامنے پیش کیا گیا حجاج نے اسے دیکھ کر کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ شخص اپنے کفر کی شہادت نہ دے گا۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا جناب والا مجھے اپنی ہی جان کے خلاف دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ جی جناب میں تو تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ کافر ہوں بلکہ فرعون سے بھی میرا کفر کچھ بڑا ہی ہوا ہے اس کے اس کہنے پر حجاج کو ہنسی آ گئی اور اس نے اسے رہائی دے دی۔

حجاج نے ایک ماہ کوفہ میں اقامت کی اور شامیوں کو عراقیوں[1] کے مکانات میں سکونت کا اختیار دیا۔

دیر جماجم کی جنگ کے بعد اس سنہ میں مقام مسکن پر ایک اور جنگ حجاج اور ابن الاشعث کے درمیان ہوئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

عبیداللہ بن عبدالرحمٰن کا بصرہ پر قبضہ:

جنگ جماجم کے بعد محمد بن سعد بن ابی وقاص مدائن پہنچا اور بہت سے لوگ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اسی طرح عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرۃ بن حبیب بن عبدشمس القرشی جماجم سے بھاگ کر بصرہ آیا۔ ایوب بن الحکم بن ابی عقیل حجاج کا چچا زاد بھائی بصرہ کا عامل تھا۔

عبیداللہ نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کی بصرہ میں آمد:

عبدالرحمٰن بن محمد بھی بصرہ چلا آیا۔ اور عبیداللہ بھی بصرہ میں موجود تھا تمام لوگ عبدالرحمٰن کے پاس جمع ہو گئے۔ ابن الاشعث کے بصرہ آتے ہیں عبیداللہ' عبدالرحمٰن ابن الاشعث کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ یہ خیال نہ کیجیے گا کہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ بلکہ آپ ہی کی خاطر میں نے بصرہ پر قبضہ کیا ہے۔

ابن الاشعث کا مسکن میں قیام:

اب حجاج بھی بصرہ کے ارادہ سے روانہ ہو کر پہلے مدائن آیا۔ پانچ روز یہاں مقیم رہا۔ اور پھر تمام فوج کو کشتیوں میں سوار کرا

---

[1] اصل میں یہ عبارت ہے۔ و عزل اهل الشام عن بیوت اهل الکوفه جس کے معنی ہیں کہ کوفیوں کے مکانات سے شامیوں کو نکال دیا مگر حاشیہ میں یہ نسخہ بھی موجود ہے۔ وانزل اهل الشام بیوت اهل الکوفه. جو زیادہ قرین قیاس ہے اور صحیح معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے میں نے اس حاشیہ والے نسخہ کو اختیار کر کے اس کا ترجمہ کیا ہے۔۱۲ مترجم

دیا تا کہ دریا کو عبور کر کے مدائن پر حملہ کرے۔ محمد بن سعد کو معلوم ہوا کہ شامی ہماری طرف دریا عبور کر کے آ رہے ہیں اس نے مدائن خالی کر دیا اور سب کے سب پھر ابن الاشعث سے جا ملے۔ حجاج ابن الاشعث کی طرف چلا۔ تمام لوگ ابن الاشعث کے ہمراہ مقام مسکن پر بڑھ کر آئے تا کہ یہاں دشمن کا مقابلہ کریں۔

اہل کوفہ اور شکست خوردہ جماعتوں کا مسکن میں اجتماع:

اہل کوفہ اور نیز تمام شکست خوردہ متفرق اور پریشان جماعتیں ابن الاشعث سے اس مقام پر آ ملیں۔ ابن الاشعث نے لوگوں کو میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے پر بہت کچھ لعنت ملامت کی ان میں سے اکثر نے بسطام بن مصقلہ کے ہاتھ پر آخری دم تک لڑنے کے لیے عہد کیا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی فوج کے چاروں طرف خندق کھود لی۔ ایک طرف پانی بھر گیا اور اب لڑنے کے لیے صرف ایک ہی سمت باقی رہ گئی۔

جنگِ مسکن:

خالد بن جریر بن عبداللہ القصری خاص کوفہ کے دستہ فوج کے ساتھ خراسان سے عبدالرحمٰن کے پاس چلا آیا۔ اور اس جنگ میں شریک ہو گیا۔

شعبان کے پندرہ روز تک دونوں حریفوں میں نہایت شدید معرکہ جدال وقتال گرم رہا۔ ۱۵/ شعبان کو زیاد بن غنیم القینی جو حجاج کی بیرونی محافظ چوکیوں کا افسر اعلیٰ تھا مارا گیا۔ اس کی موت سے حجاج اور اس کی فوج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

حجاج کا فوج سے خطاب:

شعبان کی پندرھویں تمام شب حجاج نے اپنی فوج میں چل پھر کر بسر کی فوج سے کہتا جاتا تھا کہ تم لوگ اطاعت شعار ہو وہ باغی ہیں تم اللہ کی خوشنودی کے لیے برسر پیکار ہو اور وہ ایسی بات کے لیے کوشش کرتے ہیں جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں ہمیشہ تمہارے سامنے بھلائی کی ہے کوئی معرکہ اب تک ایسا پیش نہیں آیا ہے۔ جس میں تم نے اپنی شجاعت اور عزم واستقلال کے ساتھ جنگ نہ کی ہو۔ اور آخر میں تمہیں ان پر فتح حاصل نہ ہوئی ہو اس لیے صبح ہوتے ہی پوری مستعدی اور چستی کے ساتھ دشمن پر حملہ کرو۔ اور مجھے اس بات میں مطلقاً شبہ نہیں کہ تمہیں فتح حاصل ہوگی۔ ان شاء اللہ

جنگ کا آغاز:

غرض کہ سپیدۂ سحری نمودار ہوتے ہی فوج نے جنگ کی پوری تیاری کی۔ اور سویرا ہوتے ہی دشمن پر جا ٹوٹے۔ ایسا شدید رن پڑا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جس وقت کہ سفیان بن ابرد کے رسالہ کو دشمن کے مقابلہ سے پسپا ہونا پڑا۔ اسی وقت عبدالملک ابن المہلب حجاج کی مدد کو آ پہنچا اس نے عراقیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

ابوالبختری اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا خاتمہ:

حجاج نے عبدالملک سے کہا کہ اس منتشر شدہ رسالہ کو بھی اپنے میں شامل کر لو۔ کیونکہ اب میں دشمن پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ عبدالملک نے حکم کی تعمیل کی اور اب ہر طرف سے شامیوں نے حملہ شروع کر دیا۔ عراقی شکست کھا کر بھاگے۔ ابوالبختری الطائی اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ میدان جنگ میں کام آئے۔ مرنے سے پہلے ان دونوں نے کہا تھا کہ میدان جنگ سے بھاگنا کسی وقت بھی

ہمارے لیے زیبا نہیں اور پھر دونوں مارے گئے۔

بسطام بن مصقلہ کا حملہ:

بسطام بن مصقلہ بصرہ اور کوفہ کے چار ہزار غیور بہادروں کو لے کر مقابلہ کے لیے بڑھے ان تمام شہسواروں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے تھے۔ بسطام نے ان سے کہا کہ یاد رکھو اگر راہ فرار اختیار کر کے اپنے تئیں موت کے چنگل سے بچا سکتے تو ہم ضرور بھاگ جاتے مگر موت تو دیر سویر آنے ہی والی ہے اس لیے ایسی شے سے بھاگنا جس سے ملے بغیر چارہ ہی نہیں فضول ہے۔ ہم لوگ حق و صداقت پر ہیں اس لیے تمہیں حق کی حمایت میں لڑنا چاہیے اور بالفرض اگر حق پر نہ بھی ہوتے تب بھی عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے غرضیکہ بسطام اور یہ بہادر جماعت نہایت جوانمردی سے لڑتی رہی۔ اس نے کئی مرتبہ شامیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ حجاج نے جب دیکھا کہ کسی طرح ان پر قابو نہیں چلتا تو تیراندازوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تیراندازوں کے علاوہ اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جب کہ تیراندازوں نے ان پر حملہ کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی چاروں طرف سے انہیں محاصرہ میں لے لیا۔ اس جماعت کے بیشتر افراد میدانِ جنگ میں کام آئے اور بہت تھوڑے باقی بچے۔

بکیر بن ربیعہ کا قتل:

بکیر بن ربیعہ بن ابی ثروان الضبی قید کر کے حجاج کے سامنے لایا گیا۔ حجاج نے اسے قتل کر ڈالا۔

ابوجہضم بھی ایک ایسے شخص کو گرفتار کر کے حجاج کے سامنے لایا گیا۔ جس کی دلیری و بہادری سے حجاج خوب واقف تھا۔ اس پر اس نے شامیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر خاص احسان ہے کہ تمہارا ایک لونڈا عراقیوں کے ایک ایسے بہادر شخص کو گرفتار کر لایا ہے۔ میں اسے مارے ڈالتا ہوں۔ حجاج نے اس شخص کو بھی قتل کر ڈالا۔

ابن الاشعث کی شکست و پسپائی:

ابن الاشعث اپنی شکست خوردہ فوج کے ساتھ سجستان کی طرف چلا۔ حجاج نے عمارۃ بن تمیم اللخمی اور اس کے ساتھ اپنے بیٹے محمد بن الحجاج کو ابن الاشعث کے تعاقب میں روانہ کیا مگر اس فوج کا سپہ سالار عمارۃ ہی تھا۔

عمارۃ بن تمیم کا ابن الاشعث کا تعاقب:

عمارۃ بن تمیم عبدالرحمٰن کے تعاقب میں روانہ ہوا اور مقام سوس پر اسے جا لیا عبدالرحمٰن نے کچھ دیر چڑھے تک اس کا مقابلہ کیا اور پھر اس کی فوج نے شکست کھائی اور یہ تمام لاؤ لشکر سابور آیا۔ اس مقام پر علاوہ اور لوگوں کے جو عبدالرحمٰن کے ہمراہ تھے بہت سے کرد بھی اس سے آ ملے۔

ابن الاشعث اور عمارۃ کی جنگ:

پہاڑ کے درہ پر عمارۃ نے اس جماعت سے نہایت شدید جنگ کی اس کی سپاہ کے بیشتر آدمی مجروح ہوئے۔ عمارۃ اور اس کی فوج نے شکست کھائی اور درہ کا راستہ دشمن کے لیے چھوڑ دیا۔ عبدالرحمٰن یہاں سے روانہ ہو کر کرمان پہنچے واقدی کہتے ہیں کہ بصرہ کے محلہ زاویہ پر محرم ۸۳ھ میں عبدالرحمٰن اور حجاج کے درمیان جنگ ہوئی۔

ابن الاشعث کا کرمان میں استقبال:

عبدالرحمٰن جب کرمان پہنچے تو عمرو بن لقیط العبدی نے جو ان کی طرف سے کرمان کا عامل تھا ان کا استقبال کیا اور ان کی مہمانداری کا سارا انتظام کیا۔ عبدالرحمٰن کرمان میں اقامت پذیر ہو گئے۔

معقل اور ابن الاشعث کی گفتگو:

بنی قبیلہ عبدقیس کے ایک معمر شخص نے جس کا نام معقل تھا عبدالرحمٰن سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے جنگ میں بزدلی کی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے ہرگز بزدلی نہیں کی۔ میں اپنی پیدل سپاہ کو لے کر دشمن کے پیدلوں پر ٹوٹ پڑا۔ اپنے رسالے کو لے کر ان کے رسالہ پر جھپٹا۔ پیدل ہو یا سوار میں نے سب کا مقابلہ کیا اور میں کبھی پسپا نہیں ہوا۔ تمام معرکوں میں صرف اس وقت میں نے دشمن کے لیے میدان چھوڑا ہے جب کہ میں نے دیکھا کہ اب ایک شخص بھی میرے ہمراہ لڑنے والا نہیں رہا ہے مگر کیا کیا جائے میں اس فیصلہ کو نہیں بدل سکتا تھا جو قسمت میں میرے خلاف ہو چکا تھا اس کے بعد ابن الاشعث اپنے ساتھیوں کو لے کر کرمان کے دشت کی طرف نکل گیا۔

جب ابن الاشعث نے جنگل کی راہ لی شامی اس کے تعاقب میں چلے۔ بعض شامی اسی صحرا کے ایک قلعہ میں داخل ہوئے اس میں انہیں خط ملا۔ جس میں کسی کوفی نے ابی جلدۃ الیشکری کے بعض اشعار رقم کیے تھے جن میں وطن کی جدائی' سفر کی صعوبت' اہل و عیال کی مفارقت اور ناکامیابی پر افسوس کا اظہار کیا گیا تھا۔

ابن الاشعث کا بست میں استقبال:

چلتے چلتے عبدالرحمٰن علاقہ سجستان کے شہر زرنج پہنچے یہاں کا عامل بنی تمیم کا ایک شخص عبداللہ بن عامر البعار متعلقہ بنی مجاشع ابن درام تھا۔ جسے عبدالرحمٰن ہی نے اپنی طرف سے زرنج پر عامل مقرر کیا تھا۔ جب عبدالرحمٰن شکست کھا کر زرنج پہنچے تو اس شخص نے شہر کا دروازہ بند کر لیا اور انہیں داخل ہونے سے روک دیا کئی دن تک عبدالرحمٰن اس امید میں رہے کہ دروازہ کھل جائے گا اور ہم شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ شہر کے باہر پڑے رہے مگر جب یہاں سے مایوس ہو گئے تو وہاں سے روانہ ہو کر مقام بست آئے اس مقام پر عبدالرحمٰن نے بکر بن وائل کے ایک شخص عیاض بن ہمیان' ابو ہشام بن عیاض السدوسی کو عامل مقرر کیا تھا اس نے عبدالرحمٰن کا استقبال کیا اور کہا کہ آپ یہاں فروکش ہوں۔ عبدالرحمٰن نے وہاں قیام کیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کی گرفتاری:

یہ شخص موقع کا منتظر رہا اور جب عبدالرحمٰن کے ساتھی انہیں چھوڑ کر ادھر ادھر ہو گئے عیاض نے عبدالرحمٰن کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور چاہتا تھا کہ انہیں حجاج کے حوالے کر کے اپنے لیے امان اور انعام و مرتبہ حاصل کرے۔

رتبیل کا محاصرہ بست:

ادھر رتبیل کو خبر ہو چکی تھی کہ عبدالرحمٰن میرے پاس آ رہے ہیں وہ فوج لے کر ان کے استقبال کو بڑھا۔ مگر جب اسے یہ کیفیت معلوم ہوئی اس نے بست کا محاصرہ کر لیا اور عیاض کو کہلا بھیجا کہ خبردار یاد رکھو کہ اگر عبدالرحمٰن کا بال بھی بیکا ہوا تو تمہاری خیر نہیں پھر میں اس وقت تک یہاں سے محاصرہ نہیں ہٹاؤں گا جب تک کہ تجھ پر قابو نہ پا لوں اور پھر تجھے اور تیرے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالوں گا

تیرے اہل وعیال کو لونڈی غلام بنالوں گا اور تیرا مال ومتاع اپنی فوج میں تقسیم کر دوں گا۔

رتبیل اور عیاض میں مصالحت:

عیاض اس دھمکی سے ڈر گیا اس نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ میرے جان و مال کے لیے وعدہ معافی عطا فرما دیں۔ تو میں عبدالرحمٰن کو مع تمام اس روپیہ کے جو اس کے پاس تھا آپ کے سپرد کر دوں گا۔ غرض کہ مذکورہ بالا شرائط پر دونوں میں صلح ہو گئی عبدالرحمٰن کے لیے شہر کا دروازہ کھول دیا گیا اور وہ رتبیل کے پاس چلے آئے۔

عیاض کی اہانت وتذلیل:

عبدالرحمٰن نے رتبیل سے کہا کہ اس شخص کو میں نے ہی اس مقام کا عامل مقرر کیا تھا اور مجھے اس پر پورا بھروسہ اور اعتماد تھا۔ اور پھر جو کچھ نمک حرامی اور بے وفائی اس نے میرے ساتھ کی اور جو سلوک مجھ سے روا رکھا وہ آپ کے بھی پیش نظر ہے۔ اس لیے اب آپ اسے میرے حوالے کر دیجیے تا کہ میں اسے قتل کر دوں۔

رتبیل نے کہا کہ میں اسے امان دے چکا ہوں اور اب یہ نہیں چاہتا کہ بدعہدی کروں۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ اچھا آپ اجازت دیجیے۔ کہ میں اسے خوب تھپڑ اور مکے رسید کروں اور اس کی توہین وتذلیل کروں۔ رتبیل نے یہ بات البتہ مان لی اور ابن الاشعث نے اسے مار پیٹ کر خوب اپنے دل کا بخار نکالا۔

مخالفین حجاج کا سجستان میں اجتماع:

عبدالرحمٰن، رتبیل کے ساتھ اس کے علاقہ میں چلا آیا رتبیل نے اپنے پاس انہیں مہمان رکھا اور ان کی بے حد تعظیم وتکریم کی عبدالرحمٰن کے ہمراہ شکست خوردہ فوج کی بھی ایک بڑی جماعت تھی۔ اس جماعت کے علاوہ عبدالرحمٰن کی شکست خوردہ فوج کا اور جو بیشتر حصہ باقی تھا یا بڑے بڑے سردار اور افسر جنھوں نے حجاج کی مخالفت میں کوئی جتن اٹھا نہیں رکھا تھا اور چونکہ حجاج کی اوّل مرتبہ دعوتِ امان کو رد کر چکے تھے اس لیے اب انہیں امان حاصل کرنے کی کوئی توقع نہ تھی یہ سب کے سب عبدالرحمٰن کی جستجو اور تلاش میں پھرتے پھرتے سجستان آئے اسی طرح علاقہ سجستان اور خود شہر سجستان کے اور بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہوئے غرض کہ اب ان کی تعداد ساٹھ ہزار ہو گئی تھی۔

ابن الاشعث کو خراسان آنے کی دعوت:

اس جماعت نے عبداللہ بن عامر البعار پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا اور عبدالرحمٰن کو جو اس وقت رتبیل کے پاس تھا۔ خط کے ذریعہ اطلاع دے دی کہ ہم آپ کے پاس آ رہے ہیں اور ہماری اتنی تعداد ہے اور فلاں قبیلے اور جماعتیں ہمارے ساتھ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب اس جماعت کو نماز پڑھاتے تھے ان لوگوں نے عبدالرحمٰن بن محمد کو یہ بھی لکھا کہ آپ ہمارے پاس آ جائیے تا کہ ہم خراسان چلیں۔ کیونکہ وہاں ہمارے طرفداروں کی ایک زبردست فوج ہے بہت ممکن ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہو کر اہل شام سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ علاوہ بریں خراسان ایک وسیع وعریض ملک ہے۔ جس میں کثرت سے قلعے ہیں اور بے انتہا آبادی ہے۔

ابن الاشعث کی سجستان سے روانگی:

عبدالرحمٰن بن محمد نے اس دعوت پر لبیک کہی اور رتبیل کے علاقہ سے روانہ ہو کر اپنی فوج کے ہمراہ اس جماعت کے پاس آئے ان تمام لوگوں نے عبداللہ بن عامر البعار کا محاصرہ کر لیا اور اس سے ہتھیار رکھوا لیے۔ عبدالرحمٰن نے اسے خوب پٹوایا۔ سزا دلوائی اور قید کر دیا۔

اب عمارۃ بن تمیم شامی فوج کے ہمراہ اس جماعت کے مقابل ہوا۔ عبدالرحمٰن کی فوج نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ آپ سجستان تو دشمن کے لیے چھوڑ دیں اور ہمیں سب کو لے کر خراسان چلئے۔

ابن الاشعث کی یزید بن مہلب کے متعلق رائے:

عبدالرحمٰن کہنے لگے کہ یزید بن المہلب خراسان کا گورنر ہے اور وہ ایک جوان اور بہادر آدمی ہے وہ کبھی اپنی خوشی سے اپنی حکومت آپ کے حوالے نہیں کرے گا اور بالفرض اگر اس کی مرضی کے بغیر تم لوگ علاقہ خراسان میں بھی داخل ہو گئے تو وہ بجلی کی طرح تمہارے مقابلہ کے لیے کوند کر آئے گا اور پھر شامی بھی برابر تمہارا تعاقب کر رہے ہیں اس لیے یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ تم ان دشمنوں کے بیچ میں گھر جاؤ اور اس طرح تمہارا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔

اس پر اور تمام لوگ کہنے لگے کہ اہل خراسان تو ہمارے اہل وطن ہیں ہمیں پوری توقع ہے کہ اگر ہم سرزمین خراسان میں داخل ہو گئے تو ایسے لوگوں کی تعداد جو ہمارا ساتھ دیں گے ان سے زیادہ ہو گی جو ہمارا مقابلہ کریں گے علاوہ بریں خراسان ایک طویل و عریض علاقہ ہے جہاں چاہیں گے ایک طرف کو ہو رہیں گے اور پھر حجاج یا عبدالملک کے مرنے تک وہیں ٹھہرے رہیں گے یا پھر جیسا مناسب سمجھیں گے ویسا کریں گے۔

عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرۃ کی علیحدگی:

عبدالرحمٰن نے کہا اچھا اللہ کا نام لے کر میرے ساتھ چلو یہ تمام فوج روانہ ہو کر ہرات آئی اب تک کوئی بات ان کے علم میں ایسی نہیں آئی تھی جس سے انہیں کچھ شبہ ہوتا۔ یکایک عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن القرشی دو ہزار فوج کے ساتھ چپکے سے عبدالرحمٰن کے لشکرگاہ سے چلا گیا اور جس راستہ سے وہ جانا چاہتے تھے اس راستہ کو چھوڑ کر کسی اور طرف چل دیا۔

ابن الاشعث کی مراجعت خراسان:

صبح کے وقت عبدالرحمٰن تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد کہنے لگے کہ ان تمام معرکوں میں میں آپ کے شریک رہا۔ ہر موقع پر میں آپ لوگوں کی خاطر آخری دم تک دشمن کے مقابلہ پر جما رہا' مگر جب میں دیکھتا تھا کہ آپ میں سے کوئی شخص بھی میدان جنگ میں نہیں ہے تو میں بھی مجبوراً ایسا ہو جاتا تھا مگر جب میں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ آپ لوگ نہ لڑتے ہیں اور نہ دشمن کے مقابلہ پر ثابت قدم رہتے ہیں تو میں بھی ایک گوشہ عافیت و سلامتی میں چلا آیا تھا آپ لوگوں نے یہاں بھی مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ بلکہ اپنے خط کے ذریعہ مجھ سے درخواست کی کہ میں آپ کے پاس آؤں' کیونکہ آپ لوگوں نے مجھے لکھا تھا کہ ہم سب لوگ متحد الخیال اور ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں اور اب پھر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ میں آپ کے پاس آیا آپ سب کی صلاح ہوئی کہ میں خراسان چلوں آپ نے اس بات کا ادعا کیا کہ آپ سب کے سب میرا ساتھ دیں گے اور پھر مجھ سے جدا نہ ہوں گے۔ مگر اس پر بھی

عبیداللہ بن عبدالرحمٰن نے جو حرکت کی وہ آپ پر روشن ہے۔ اس لیے آج کا تلخ تجربہ آپ لوگوں کی جانب سے میرے لیے کافی ہے میں تو اپنے اسی دوست کے پاس واپس جاتا ہوں جہاں سے آیا تھا جس کا جی چاہے میرے ساتھ ہو جائے اور جو شخص میرے ساتھ نہیں جانا چاہے اس کا جہاں سینگ سمائے میری طرف سے خدا کے حفظ و امان میں چلا جائے۔

عبدالرحمٰن بن عباس کی بیعت:

ایک گروہ تو اصل جماعت سے علیحدہ ہو گیا ایک گروہ نے عبدالرحمٰن کا ساتھ دیا۔ مگر بیشتر حصہ نے عبدالرحمٰن کے جانے کے بعد عبدالرحمٰن بن العباس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبدالرحمٰن بن محمد تو پھر رتبیل کے پاس چلا گیا اور دوسری جماعت نے خراسان کا رخ کیا۔

جب یہ لوگ ہرات پہنچے تو رقاد الازدی متعلقہ بنی عتیک سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی۔ عراقیوں نے اسے قتل کر دیا اور اب خود یزید بن المہلب ان کی طرف بڑھا۔

عبدالرحمٰن بن عباس کی خراسان میں آمد:

مفضل بن محمد راوی ہیں کہ مسکن پر شکست کھانے کے بعد ابن الاشعث تو کابل چلا گیا عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرۃ ہرات آ گیا۔ عبیداللہ نے ابن الاشعث کے بھاگنے پر اسے برا بھلا کہا اور اس کی مذمت کی۔ عبدالرحمٰن بن عباس سجستان آیا۔ یہاں ابن الاشعث کی شکست خوردہ فوج عبدالرحمٰن بن عباس کے پاس جمع ہو گئی اور وہ اس پوری جمعیت کے ساتھ جس کی تعداد بیس ہزار بیان کی گئی ہے خراسان کی طرف روانہ ہوا' ہرات آیا یہاں رقاد بن عبید العتکی سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی اور عراقیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔

یزید بن المہلب کی عبدالرحمٰن بن عباس کو پیش کش:

عبدالرحمٰن بن عباس کے ہمراہ عبداللہ بن المنذر بن الجارود متعلقہ بنی قیس بھی تھا۔

یزید بن المہلب نے عبدالرحمٰن بن عباس کو لکھا کہ اور دوسرے وسیع و عریض علاقے موجود ہیں وہاں ایسے لوگ ہیں جو اقتدار اور قوت میں مجھ سے کم ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ کسی دوسرے ایسے علاقہ میں چلے جائیں جو میرے حدود و اختیار سے باہر ہو۔ کیونکہ میں آپ سے لڑنا نہیں چاہتا اگر سفر کے اخراجات کے لیے روپیہ کی ضرورت ہو تو میں روپیہ سے بھی آپ کی امداد کرنے کے لیے تیار ہوں۔

عبدالرحمٰن بن عباس کی مال گزاری کی وصولی:

عبدالرحمٰن بن عباس نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم یہاں آپ سے جنگ کرنے کے لیے فروکش نہیں ہوئے ہیں اور نہ یہاں مستقل طور پر قیام کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ ذرا دم لے لیں اور پھر ان شاءاللہ یہاں سے چلے جائیں گے اور ہمیں آپ کی مالی امداد کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے یزید کا قاصد یہ جواب لے کر واپس چلا آیا مگر اب عبدالرحمٰن نے سرکاری مال گزاری وصول کرنا شروع کی۔

مفضل بن مہلب کی پیش قدمی:

جب یزید کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگا کہ جس شخص کا ارادہ یہ ہو کہ وہ چندے آرام لے کر چلا جائے گا وہ خراج نہیں

وصول کیا کرتا اس لیے اب یزید نے چار ہزار یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ اپنے بھائی مفضل کو آگے روانہ کیا اور پھر خود ار ہزار سوار لے کر اس کے بعد روانہ ہوا۔

یزید نے پورے ہتھیار سجا کر اپنے تئیں وزن کرایا اور اس کا وزن چار سو رطل نکلا اس پر کہنے لگا کہ میرا وزن اب اس قدر زیادہ ہو گیا ہے کہ میں جنگ میں جانے سے مجبور ہوں' بھلا کون گھوڑا میرے اس بار کو برداشت کر سکے گا؟ پھر اپنا گھوڑا جس کا نام کامل تھا منگوایا اور اس پر سوار ہوا۔

جدیع بن یزید کی مرو میں نیابت:

یزید نے اپنے ماموں جدیع بن یزید کو مرو پر اپنا جانشین مقرر کیا اور مروالروذ کے راستہ سے روانہ ہوا' اپنے باپ کی قبر پر آیا' تین روز یہاں قیام کیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو سو سو درہم تقسیم کیا' پھر ہرات پہنچا یہاں پہنچ کر اس نے عبدالرحمٰن بن عباس کو کہلا بھیجا کہ اب آپ نے اچھی طرح آرام لے لیا ہے خوب کھا پی کر موٹے ہو گئے اور خراج بھی وصول کر لیا۔ جس قدر خراج آپ نے وصول کر لیا ہے وہ میں آپ کو معاف کیے دیتا ہوں۔ بلکہ اگر آپ چاہیں تو کچھ اور بھی دے سکتا ہوں مگر اس شرط پر کہ آپ اس مقام سے کسی دوسرے علاقہ میں چلے جائیں کیونکہ بقسم کہتا ہوں کہ مجھے آپ سے لڑنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

مفضل بن مہلب کو حملہ کا حکم:

مگر عبدالرحمٰن نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا اور مقابلہ پر اصرار کیا۔ اس کے ہمراہ عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرۃ بھی تھا۔ عبدالرحمٰن نے خفیہ طور پر یزید کی فوج میں سازش کی انہیں بہت کچھ لالچ بھی دیا اور اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے دعوت دی کسی سپاہی نے یزید سے اس سازش کا ماجرا بیان کیا یزید نے سن کر کہا کہ اب ان کا قصور نا قابل معافی ہو چکا ہے کیا خوب میرا مزہ چکھے بغیر وہ اپنی امارت کے خواہش مند ہیں۔

یزید مقابلہ کے لیے آگے بڑھا دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں اور جنگ کے لیے تیار ہو گئیں یزید کے لیے ایک کرسی بچھا دی گئی اور وہ تو اس پر بیٹھ گیا اور جنگ کا انتظام اپنے بھائی مفضل کے سپرد کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اپنا رسالہ آگے بڑھاؤ۔

آغازِ جنگ:

مفضل رسالہ کو لے کر آگے بڑھا اور اب دونوں فوجوں میں معرکہ جدال وقتال گرم ہوا۔ کچھ ایسی زیادہ دیر تک جنگ بھی نہیں ہوئی تھی کہ عبدالرحمٰن کی فوج نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ عبدالرحمٰن چند غیور اور دلیر آدمیوں کی جماعت کے ساتھ اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ قبیلہ بنی عبد والے بھی برابر اپنی جگہ ڈٹے رہے۔

سعد بن نجد القردوسی نے حلیس الشیبانی پر جو عبدالرحمٰن کے سامنے تھا حملہ کیا حلیس نے نیزہ کے ایک وار سے سعد کو اس کے گھوڑے سے گرا دیا مگر پھر اس کے ساتھیوں نے آ کر اسے بچا لیا۔

عبدالرحمٰن بن عباس کی شکست و پسپائی:

عبدالرحمٰن اور اس کی جماعت پر دشمن کی ایک کثیر تعداد ٹوٹ پڑی' ان لوگوں کو پسپا ہونا پڑا مگر یزید نے تعاقب کرنے کی ممانعت کر دی۔

یزید کی فوج نے عبدالرحمٰن کی فوجی قیام گاہ میں جو کچھ تھا اس پر قبضہ کرلیا اور کچھ قیدی بھی گرفتار کیے۔ یزید نے عطاء بن ابی السائب کو حکم دیا کہ دشمن کے لشکر گاہ کی ہر چیز پر قبضہ کرلو منجملہ دوسرے مال غنیمت کی تیرہ عورتیں اس کے ہاتھ آئیں یزید نے انہیں مرہ بن عطاء بن ابی السائب کے حوالے کردیا۔ مرۃ ان عورتوں کو پہلے طبسین لے کر آیا اور پھر عراق لے آیا۔

سعد بن نجد کا دعویٰ:

یزید نے سعد بن نجد سے پوچھا کہ کسی شخص نے تم پر نیزہ کا وار کیا تھا۔ سعد نے کہا حلیس الشیبانی نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ حالانکہ اگر میں پیدل بھی ہوں اور وہ سوار ہو تب بھی میں ہی طاقت وشجاعت میں اس سے بڑھ کر ہوں۔

جب حلیس کو اس کے اس دعوے کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ بخدا! سعد نے جھوٹ کہا۔ میں پیدل اور سوار دونوں حالتوں میں اس سے زیادہ دلیر اور بہادر ہوں۔

عبدالرحمٰن بن منذر بن بشر بن حارثہ بھاگ کر موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کے پاس چلا گیا۔

اسیران جنگ کی روانگی کوفہ:

قیدیوں میں محمد بن سعد بن بشر بن ابی وقاص' عمر بن عبداللہ بن معمر' عیاش بن الاسود بن عوف الزہری' ہلقام بن نعیم بن القعقاع بن معبد بن زرارہ' فیروز بن حصین' ابوالعلج' عبداللہ بن معمر کا آزاد غلام' خاندان ابی عقیل کا ایک شخص' سوار بن مروان' عبدالرحمٰن بن طلحہ بن عبداللہ بن خلف اور عبداللہ بن فضالۃ الزہرانی بھی شامل تھے۔ عبدالرحمٰن بن عباس۔

اس جنگ کے بعد یزید بھی مرو واپس آ گیا اور سبرۃ بن نخف بن ابی صفرۃ کی حفاظت میں ان قیدیوں کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔

عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرۃ کی گرفتاری:

یزید نے ابن طلحہ اور عبداللہ بن فضالۃ کو رہا کردیا۔ بعض لوگوں نے عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرۃ کی یزید سے چغلی کھائی۔ یزید نے اسے بھی گرفتار کر کے قید کردیا۔

ابن طلحہ کی معافی:

ایک شخص جابر بن عمارہ کا بیان ہے کہ یزید نے اگرچہ ابن طلحہ کو معافی دے دی تھی مگر اسے حکم دے دیا تھا کہ تم میرے پاس ہی رہو۔ اور کہیں دوسری جگہ نہیں جاسکتے عبدالرحمٰن ابن طلحہ نے قسم کھائی تھی کہ اس احسان کے عوض جو یزید نے اس دام بلا سے نکال کر مجھ پر کیا ہے میں جہاں کہیں یزید کو دیکھوں گا اس کے ہاتھ کو اظہارِ تشکر وعقیدت کی بناپر بوسہ دوں گا۔

محمد بن سعد بن ابی وقاص کو امان:

محمد بن سعد بن ابی وقاص نے یزید سے کہا کہ چونکہ میرے والد ہی نے تمہارے باپ کو دعوتِ اسلام دی تھی اس لیے میں اس دعوت کا واسطہ دے کر تم سے اپنی جان کی معافی کا خواست گار ہوں۔ یزید نے ان کی درخواست منظور کر لی اور انہیں بھی امان دے دی۔ مگر اس روایت میں کہ محمد بن سعد بن ابی وقاص نے اس طرح معافی مانگی ایک لمبی چوڑی بحث ہے۔

عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ سے جواب طلبی:

یزید نے بقیہ قیدیوں کو حجاج کے پاس بھیج دیا عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ بن معمر بھی ان قیدیوں میں شامل تھے۔ حجاج نے ان

سے کہا کہ تم ہی عبدالرحمٰن کے محافظ دستہ کے افسر تھے۔ عمر بن موسیٰ نے کہا جناب والا فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑکی جس نے اچھوں اور بروں سب کو لپیٹ لیا۔ ہم بھی اس میں شریک ہو گئے۔ اب اگر آپ ہمیں معاف کر دیں تو یہ آپ کے انتہائی حلم و مروت کی بنا پر ہوگا۔ اور اگر آپ سزا دیں تو ہم واقعی مجرم ہیں آپ سزا دینے میں حق بجانب ہیں۔

یہ سن کر حجاج کہنے لگے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ اس فتنہ نے اچھے اور برے دونوں قسم کے اشخاص کو اپنے میں شامل کیا بالکل غلط ہے صرف بدکردار ہی اس میں شامل ہوئے۔ نیک اس سے بالکل علیحدہ رہے چونکہ تم نے اپنے قصور کا اعتراف کیا ہے اس لیے ممکن ہے کہ اس اعتراف سے تمہیں فائدہ ہو۔

عمر بن موسیٰ حجاج کے سامنے سے ہٹا دیا گیا۔ اس سے دوسرے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اسے معافی دے دی جائے گی۔

ہلقام بن نعیم کا قتل:

اتنے میں ہلقام بن نعیم حجاج کے سامنے پیش کیا گیا۔ حجاج نے اس سے دریافت کیا کہ تم بتاؤ عبدالرحمٰن بن محمد کی حمایت کرنے سے تمہاری کیا توقعات تھیں کیا تمہیں یہ توقعات تھیں کہ تم خلیفہ ہو جاؤ گے۔ ہلقام نے کہا بے شک' مجھے یہ ہی امید تھی۔ اور مجھے آرزو تھی کہ جس مرتبہ پر عبدالملک نے تجھے سرفراز کیا ہے ایسا ہی عبدالرحمٰن مجھے سرفراز کریں گے۔ یہ سنتے ہی حجاج کو غصہ آ گیا اور اس نے اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ہلقام قتل کر ڈالے گئے۔

ابن معمر و اسیران جنگ کا قتل:

اس کے بعد حجاج نے ابن معمر کی طرف جو اس کے سامنے سے ہٹا دیا گیا تھا دیکھا اور اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اسی طرح اور تمام قیدی بھی قتل کر ڈالے گئے۔

عمرو بن ابی قرۃ کی رہائی:

حجاج نے عمرو بن ابی قرۃ الکندی ثم الحجری جو ایک نہایت شریف آدمی تھے اور ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ معافی دے دی۔ اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم تو میرے پاس آ کر اپنی ضروریات بیان کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے ابن الاشعث اور اشعث سے کوئی تعلق نہیں مگر اب تم نے ابن الاشعث کی حمایت کی اس سے معلوم ہوا کہ ان سے بے تعلقی کا اظہار واقعیت پر مبنی نہیں تھا۔ مگر علاوہ بریں اس کی حمایت سے نہ آپ کو کوئی عزت حاصل ہوئی اور نہ کوئی فائدہ۔

عامر الشعبی کی کوفہ میں طلبی:

باغیوں کو جب دیر جماجم میں شکست ہوئی تو حجاج نے اعلان کرا دیا تھا جو شخص رے میں قتیبہ بن مسلم کے پاس چلا جائے گا تو اسے امان دے دی جائے گی اس لیے بہت سے آدمی رے میں قتیبہ کے پاس چلے گئے اور ان لوگوں میں عامر الشعبی بھی تھے۔

ایک روز حجاج نے شعبی کو یاد کیا اور پوچھا وہ کہاں ہیں انہوں نے کیا کارروائی کی؟ یزید بن مسلم نے جواب دیا کہ جناب والا مجھے اطلاع ملی ہے کہ شعبی رے میں قتیبہ کے پاس چلے آئے ہیں۔

حجاج نے کہا اچھا میں کسی شخص کو بھیجتا ہوں کہ وہ شعبی کو میرے پاس لے آئے اور قتیبہ کو خط لکھا کہ میرے خط کے دیکھتے ہی تم شعبی کو بھیج دو۔ یہ خط دے کر قاصد روانہ کر دیا۔

شعبی کی صاف گوئی و معذرت:

شعبی کہتے ہیں کہ ابن ابی مسلم میرے مخلص دوست تھے جب مجھے حجاج کے پاس لایا گیا تو ابن ابی مسلم سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا کہ آپ مشورہ دیں کہ میں کیا کروں؟ ابن ابی مسلم نے کہا کہ میں سوائے اس کے تمہیں اور کیا مشورہ دے سکتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے حجاج کے سامنے عذر خواہی کرنا۔ یہی مشورہ میرے دوستوں اور عزیزوں نے بھی مجھے دیا۔ جب میں حجاج کے سامنے گیا تو میں نے ان لوگوں کے مشورے کے بالکل خلاف عمل کیا اس سے پہلے میں نے امیر کے لفظ سے خطاب کر کے حجاج کو سلام کیا اور پھر کہا کہ اے امیر لوگوں نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنی جرأت کا اظہار کروں حالانکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ میرا یہ بیان حق و صداقت پر مبنی ہوگا۔ مگر میں جناب والا سے بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس موقع پر میں جو کہوں گا۔ وہ بالکل سچ اور حقیقت پر مبنی ہوگا۔ بخدا! ہم نے آپ کے خلاف بغاوت کی اور آپ کے خلاف کوئی دقیقہ کوشش اور جوش جرأت کا اٹھا نہیں رکھا اور ہم نے اس کارروائی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ مگر نہ تو ہم بے گناہ رہے اور نہ اس جرم بغاوت کا ارتکاب کر کے ہمیں اقتدار حاصل ہوا۔ اللہ نے آپ کو ہم پر فتح دی اس لیے اگر آپ ہمارے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں گے تو خود ہمارے افعال و حرکات ہی اس کے ذمہ دار ہیں اور اگر آپ ہمیں معاف کر دیں گے تو یہ آپ کے حلم و جذباتِ مروت کی بنا پر ہوگا اور ارتکابِ بغاوت کے ثبوت کے بعد آپ کو ہم پر پورا اختیار ہے۔

عامر الشعبی کو امان:

اس تقریر کو سن کر حجاج نے کہا کہ بخدا! اعترافِ جرم کی بنا پر میں تم کو ان لوگوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں جو میرے سامنے اس حالت میں آئے ہیں کہ ہمارے خونوں سے ان کی تلواریں متقاطر ہوتی ہیں اور پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اور ہم کسی جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ جاؤ ہم نے تمہیں امان دی۔

میں واپس پلٹا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ حجاج نے پھر بلایا۔ اس سے مجھے خوف پیدا ہوا مگر مجھے یاد آیا کہ حجاج مجھے وعدۂ معافی دے چکا ہے۔ اس سے میرا خوف جاتا رہا۔

حجاج نے مجھ سے نہایت ہی نرم اور تعظیم کے لہجہ میں پوچھا کہ بتایئے ہمارے دشمن کا کیا حال ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ جناب والا کے خوف سے میری نیند جاتی رہی ہے۔ شائستہ گھوڑا مجھے سرکش معلوم ہوتا تھا۔ خوف دامنگیر تھا اور تمام بہترین اعزا کی جدائی میرے قرین تھی۔ اور آپ سے کہیں چھٹکارا نہ تھا۔ حجاج نے مجھ سے کہا کہ اچھا جاؤ میں واپس چلا آیا۔

شاعر اعشیٰ ہمدانی کا قتل:

اعشیٰ ہمدانی مشہور شاعر حجاج کے سامنے لایا گیا۔ حجاج نے دیکھ کر کہا۔ اے دشمن خدا! تو اپنا وہ قصیدہ مجھے سنا' جس میں تو نے میری ہجو لکھی ہے اور جس کا پہلا مصرع یہ ہے۔

و بین الاشج و بین قیس باذخٌ

اعشیٰ نے کہا میں آپ کو وہ قصیدہ سناتا ہوں جو میں نے آپ کی مدح میں کہا ہے حجاج نے پہلے قصیدہ کے پڑھنے پر اصرار کیا۔ مگر اعشیٰ نے مدحیہ قصیدہ سنایا جب قصیدہ ختم کر چکا تو تمام شامیوں نے حجاج سے اس کی تعریف و توصیف کی۔ مگر حجاج نے کہا کہ نہیں

یہ تعریف کا مستحق نہیں ہے تمہیں معلوم نہیں کہ اس قصیدہ سے اس کا کیا مطلب تھا۔

پھر حجاج نے اعشیٰ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے دشمن خدا! تیرے اس مدحیہ کلام پر ہم تیری تعریف نہیں کرتے کیونکہ اس میں تو نے اپنے طرف داروں کی ناکامی پر اظہار افسوس کیا ہے ہم نے تجھ سے اس قصیدہ کی فرمائش نہیں کی تھی وہ قصیدہ سنا جس کا پہلا مصرع یہ ہے:

و بین الاشج و بین قیس باذخٌ

غرض کہ اعشیٰ نے یہ قصیدہ سنانا شروع کیا اور جب اس نے یہ مصرع پڑھا:

بخ بخ لوالدہ و للمولود

تو حجاج نے کہا اب تم کو کبھی یہ موقع نہیں ملے گا۔ کہ تم کسی اور کے لیے یہ الفاظ استعمال کرو۔ حجاج نے اسے سامنے بلا کر قتل کرا دیا۔

عمر بن ابی الصلت کا رے پر قبضہ:

واقعات متذکرہ بالا متعلقہ اسیران جنگ بالکلیہ ابومخنف کی روایت پر مبنی تھے۔ مگر اور ارباب سیر نے ان واقعات کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ جب ابن الاشعث کو شکست ہوئی یہ لوگ اور دوسری تمام شکست خوردہ فوج کے ساتھ رے آئے۔ عمر بن ابی الصلت بن کنارہ بن نصر بن معاویہ کے آزاد غلام نے جو ایک نہایت ہی بہادر شخص تھا رے پر قبضہ کر لیا تھا یہ تمام لوگ بھی اس سے آ ملے۔

امارتِ رے پر قتیبہ بن مسلم کا تقرر:

حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو رے کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا اس پر ان تمام قیدیوں نے جنہیں یزید بن المہلب نے حجاج کے پاس روانہ کیا تھا اور دوسری شکست خوردہ فوج نے عمر بن ابی الصلت سے کہا کہ ہم آپ کو اپنا امیر مقرر کرتے ہیں اور آپ ہمارے ساتھ قتیبہ سے لڑیں۔

عمر بن ابی الصلت کی شکست:

عمر نے اس معاملہ میں اپنے باپ ابوالصلت سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ اگر اتنی بڑی جماعت تمہیں اپنا امیر بناتی ہے تو تم فوراً منظور کر لو چاہے تم کل ہی قتل کر ڈالے جاؤ۔ چنانچہ عمر نے اپنا جھنڈا بلند کر دیا اور دشمن کے مقابلہ پر آیا مگر اسے اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور یہ شکست خوردہ فوج سجستان چلی گئی۔ سجستان پہنچ کر اس فوج نے عبدالرحمٰن بن محمد کو جو اس وقت رتبیل کے پاس مقیم تھے دعوتی خط لکھا۔

اب یہاں سے اس روایت میں وہی تمام واقعات ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔

ابن طلحہ کی رہائی:

ابوعبید نے بیان کیا ہے کہ جب یزید نے ان قیدیوں کو حجاج کے پاس بھیجنے کا قصد کیا تو اس کے بھائی حبیب نے کہا کہ جب آپ ابن طلحہ کو بھی حجاج کے پاس بھیج رہے ہیں تو پھر آپ کا اہل یمن کی امداد و اعانت کا متوقع ہونا بے معنی ہے اور اس پر یزید نے کہا کہ تم نہیں جانتے یہ حجاج کا معاملہ ہے اس کی مخالفت کرنا دانش مندی کے خلاف ہے۔

مگر پھر حبیب نے کہا کہ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرتے ہوئے کہ آپ معزول کر دیئے جائیں گے پھر بھی میں آپ

سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ابن طلحہ کو نہ بھیجئے۔ کیونکہ ہم ان کے زیر بار احسان ہیں۔ یزید نے کہا کہ ہم پر ان کے کیا احسانات ہیں۔ حبیب نے بتایا کہ ایک مرتبہ جامع مسجد میں مہلب سے دو لاکھ درہم کا مطالبہ کیا گیا اور اسی ابن طلحہ نے وہ رقم ان کی طرف سے ادا کر کے ان کی گلوخلاصی کرائی تھی۔ یزید نے ابن طلحہ کو رہا کر دیا اور دوسرے قیدیوں کو حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔

حجاج کا فیروز کو پیش کرنے کا حکم:

بیان کیا گیا ہے کہ جب یہ اسیران جنگ حجاج کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے حاجب سے کہا کہ دیکھو جب میں تمہیں حکم دوں کہ قیدیوں کے سردار کو میرے پاس لاؤ تو تم فیروز کو میرے سامنے پیش کرنا۔

دربار عام میں تخت بچھایا گیا (حجاج اس وقت واسط القصب میں مقیم تھا اور یہ وہ زمانہ ہے۔ کہ شہر واسط اب تک نہیں بنا تھا) حجاج نے اپنے حاجب کو حکم دیا کہ قیدیوں کے سردار کو میرے سامنے پیش کرو۔ حاجب نے فیروز سے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ۔

حجاج کی فیروز سے جواب طلبی:

فیروز کھڑا ہوا۔ حجاج نے اس سے دریافت کیا کہ اے ابوعثمان بھلا تم کا ہے کو ان باغیوں میں شریک ہوئے نہ وہ تمہاری قوم سے ہیں اور نہ عزیز ہیں۔ فیروز نے کہا ایک عام بغاوت برپا ہوئی اس میں سب ہی شریک ہوئے۔ ہم نے بھی اس میں شرکت کی۔ حجاج نے کہا کہ تم اپنی تمام جائداد منقولہ اور غیر منقولہ میرے نام لکھ دو۔ اس پر فیروز نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ حجاج نے کہا پہلے لکھ دو۔ فیروز نے کہا تو پھر اس کے بعد کیا مجھے امان دی جائے گی۔ حجاج نے کہا پہلے لکھ دو تو اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

فیروز نے غلام کو مخاطب کر کے کہا کہ لکھو ہزار' ہزار' اور ہزار (گویا دس کھرب درہم) حجاج نے پوچھا کہ یہ روپیہ کہاں ہے؟ فیروز نے کہا کہ میرے پاس ہے۔ حجاج نے کہا کہ مجھے دے دو اس پر فیروز نے پوچھا کہ کیا اس رقم کے ادا کرنے کے بعد امان دے دی جائے گی؟ حجاج نے کہا جب تم یہ رقم ادا کر دو گے میں تمہیں ضرور قتل کر ڈالوں گا۔ فیروز نے جواب دیا یہ نہیں ہوسکتا کہ تم میری جان بھی لو اور یہ روپیہ بھی۔ حجاج نے حاجب کو حکم دیا کہ اسے میرے سامنے سے ہٹا دو۔ چنانچہ فیروز علیحدہ کھڑا کر دیا گیا۔

محمد بن سعد بن ابی وقاص کی پیشی:

حجاج نے حکم دیا کہ محمد بن سعد بن ابی وقاص کو میرے سامنے پیش کیا جائے محمد بن سعد پیش ہوئے۔ حجاج نے ان سے کہا کہ تو شیطان کا پیرو ہے سخت متکبر اور بڑا ہی مغرور ہے تو نے یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کیا تا کہ اپنے تئیں حسین رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مماثل ظاہر کرے۔ اور پھر تو ابن کنارہ بنی نصر کے غلام یعنی عمر بن ابی الصلت کا موذن بن گیا یہ کہتے ہوئے حجاج نے ایک ڈنڈے سے جو اس کے ہاتھ میں تھا محمد بن سعد کو مارنا شروع کیا کہ وہ لہولہان ہو گئے اس پر محمد نے اس سے کہا کہ اے شخص جب ہم تیرے قبضہ اقتدار میں ہیں تو تجھے ہم پر نرمی کرنا چاہیے۔ چنانچہ حجاج نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

محمد بن سعد کا قتل:

محمد نے حجاج سے کہا کہ تم میرے معاملہ کو امیر المومنین کی خدمت میں پیش کر دو اگر وہ معاف کر دیں گے تو اس کار خیر میں تمہاری بھی شرکت ہو جائے گی اور تم جزائے خیر پاؤ گے اور اگر وہ میرے قتل کا حکم دیں گے تو اس کی ذمہ داری سے بری ہو جاؤ گے۔ حجاج نے دیر تک اس معاملہ پر غور کیا مگر پھر ان کے قتل کرنے کا حکم دے دیا اور اس حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

عمر بن موسیٰ کا قتل:

اس کے بعد حجاج نے عمر بن موسیٰ کو بلایا اور کہا اے ذلیل عورت کے غلام تو ہی ابن الحائک کے ہر بانے گرز لے کر چوبداروں کی طرح کھڑا ہوتا تھا فارس کے حمام میں اس کے ساتھ شراب پیتا تھا اور میری ہجو میں شعر کہا تھا کہاں ہے فرزوق؟ اٹھو اور وہ شعر سناؤ جو تم نے اس کے لیے کہا ہے فرزوق نے یہ شعر سنایا۔

و خضبت ایرك للزناء و لم تكن　　　یوم الهیاج لتخضب الأبطالا

ترجمہ: ''تو نے اپنے عضو تناسل کو زنا کے لیے رنگین کیا ہے حالانکہ تو نے میدان جنگ میں کبھی بہادروں کو ان کے خون سے نہیں رنگا''۔

عمر بن موسیٰ نے جواب دیا کہ کیا یہ میرا کم احسان ہے کہ میں نے اپنے عضو تناسل کو تیری ماں بہن اور جوروں سے علیحدہ رکھا۔ حجاج نے اس کے قتل کا بھی حکم دے دیا۔

ابن عبیداللہ بن عبدالرحمٰن کو معافی:

پھر حجاج نے ابن عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرہ کو بلایا یہ ایک بالکل نوجوان شخص تھا۔ اس نے عرض کی کہ جناب والا میں کمسن ہوں اپنے ماں باپ کے ساتھ مجھے خود تو اختیار نہ تھا میرے ماں باپ جہاں جاتے تھے میں بھی ان کے ساتھ رہتا تھا۔ حجاج نے پوچھا کہ کیا ان تمام لڑائیوں کے دوران میں تیری ماں بھی تیرے باپ کے ساتھ رہی ہے۔ ابن عبیداللہ نے کہا جی ہاں! حجاج نے کہا تیرے ماں باپ پر خدا کی لعنت ہو۔

اس کے بعد حجاج نے ہلقام بن نعیم کو بلا کر پوچھا کہ کہیے ابن الاشعث کی تو جو غرض و غایت تھی وہ تھی مگر آپ کے کیا توقعات تھے؟

ہلقام نے جواب دیا کہ مجھے یہ امید تھی کہ جس طرح عبدالملک نے تجھے عراق کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا ہے، اسی طرح ابن الاشعث اس خدمت پر مجھے سرفراز کرے گا۔

حجاج نے اپنے غلام حوشب کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دے۔ حوشب کھڑا ہوا۔ ہلقام نے اس سے کہا اے ابن لقیطہ تو میرے زخم کو مت چھیڑ۔ غرض کہ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

عبداللہ بن عامر کا قتل:

بعد ازاں عبداللہ بن عامر پیش کیا گیا جب یہ حجاج کے سامنے کھڑا ہوا تو کہنے لگا کہ اے حجاج اگر تو نے ابن المہلب کو اس کے اس جرم کی وجہ سے جس کا وہ مرتکب ہوا ہے معاف کر دیا تو خدا کرے کہ تو کبھی جنت کی صورت نہ دیکھے حجاج نے پوچھا کہ اس نے کیا کیا؟ اس کے جواب میں عبداللہ بن عامر نے یہ دو شعر پڑھے۔

لانه كاس فی اطلاق اسرته　　　و قادنحوك فی اغلالها مضرا

و قی بقومك ورد الموت اسرته　　　و كان قومك ادنیٰ عنده خطرا

ترجمہ: ''اس لیے کہ اس نے اپنے خاندان والوں کو رہائی دینے میں مکاری کی اور بنی مضر کو بیڑیاں پہنا کر تیری طرف بھیج دیا۔

تیری قوم کی آڑ میں اس نے اپنے خاندان کو موت کے گھاٹ سے بچالیا۔ حالانکہ تیری قوم سے اسے سب سے کم اندیشہ تھا''۔

حجاج تھوڑی دیر تک غور کرتا رہا۔ اور یہ بات اس کے دل میں اتر گئی مگر اس نے عبداللہ بن عامر سے کہا کہ خیر تجھے ان معاملات سے کیا تعلق اور پھر اسے بھی قتل کرادیا۔

یزید کی یہ حرکت حجاج کے دل میں برابر کھٹکتی رہی۔ مگر آخر کار اس نے یزید کو خراسان کی امارت سے موقوف کر کے اسے قید کر دیا۔

فیروز حصین کو ایذا رسانی:

حجاج نے حکم دیا کہ فیروز کو سخت سزا دی جائے اور اب اسے اس طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں منجملہ اور تکلیفوں کے ایک یہ بھی تھی کہ فارس کے سرکنڈے چیر چیر کر اس کے جسم پر باندھ دیئے جاتے تھے پھر اسے گھسیٹا جاتا تھا اور جب اس کا تمام جسم زخمی ہو جاتا تھا تو اس پر سرکہ اور نمک چھڑکا جاتا تھا۔ جب فیروز نے محسوس کر لیا کہ اب موت اس کے سر پر ہے تو جلاد سے کہا کہ تمام لوگوں کو یقین ہے کہ میں مارا جا چکا ہوں اور میری بہت سی امانتیں ان کے پاس ہیں جو کبھی تمہیں نہیں دیں گے بہتر یہ ہے کہ تم مجھے لے چلو تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ میں ابھی زندہ ہوں تاکہ وہ میرا روپیہ مجھے دے دیں۔ اور تم یہ بات حجاج سے جا کر کہو۔ حجاج نے کہا اچھا اسے لے جاؤ۔

فیروز حصین کا قتل:

غرض کہ فیروز کو شہر کے دروازے کی طرف لے چلے اس نے بہت سے لوگوں کے مجمع میں جا کر چلا کر کہا جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا اسے میں بتائے دیتا ہوں کہ میں فیروز حصین ہوں۔ میرا بہت سا روپیہ لوگوں کے پاس ہے اس لیے جس شخص کے پاس جو کچھ میرا ہے وہ سب اسی کا ہے میں دیئے دیتا ہوں اس میں سے کسی کو ایک حبہ بھی نہ دیا جائے جو لوگ یہاں موجود ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ میرے اس اعلان کو ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اب حجاج نے اس کے قتل کا بھی حکم دے دیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

ابن شوذب کی روایت:

یہ واقعات ابوبکر الہذلی کی روایت پر مبنی تھے۔ مگر ابن شوذب کی روایت یہ ہے کہ حجاج کے ان کے عاملوں نے جو مفصلات پر متعین تھے حجاج کو لکھا کہ مال گزاری بہت کم ہو گئی ہے اور ذمی مسلمان ہو کر شہروں میں جا بستے ہیں۔ اس پر حجاج نے بصرہ اور دوسرے مقامات میں حکم دے دیا کہ جس شخص کا اصل وطن دیہات میں ہے وہ دیہات میں چلا جائے۔ حکم حاکم مرگ مفاجات' چارو ناچار یہ لوگ ایک جماعت کی شکل میں آہ و بکا کرتے ہوئے نکلے اور شہر کے باہر پڑاؤ ڈال کر ٹھہر گئے یا محمداہ' یا محمداہ پکارتے جاتے تھے اور کسی کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائیں؟

بصرہ کے قاریوں کی ابن الاشعث کی حمایت کی وجہ:

بصرہ کے قاری اور دوسرے نیک لوگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ چہروں پر نقاب ڈال کر ان کے پاس جاتے اور ان کی آہ و بکا سن کر اور حالت زار کو دیکھ کر خود بھی رونے لگتے تھے اسی واقعہ کے بعد ہی فوراً ابن الاشعث نے عراق پر چڑھائی کی اور اسی وجہ سے بصرے

کے قاری ابن الاشعث کی حمایت میں حجاج کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

حجاج کا اہل کوفہ سے فریب:

شیبانی نے بیان کیا ہے کہ جنگ زاویہ میں حجاج نے گیارہ ہزار آدمیوں کو قتل کرا دیا۔ اور ان میں سے صرف ایک شخص کی جان بخشی کی گئی جس کا بیٹا حجاج کے منشیوں میں تھا۔ حجاج نے اس سے پوچھا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے باپ کی جان بخشی کر دی جائے اس نے کہا ہاں اور پھر حجاج نے اسے معافی دے دی۔

وعدہ معافی کے متعلق اصل میں حجاج نے لوگوں کو دھوکہ دیا۔ پہلے تو نقیب کو حکم دیا کہ اعلان کر دیا جائے چنانچہ جب عراقیوں کو شکست ہوئی تو نقیب نے اعلان کیا کہ فلاں فلاں اشخاص کو امان نہیں اور ان سر برآوردہ لوگوں کے نام لے دیے جن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے مگر نقیب نے یہ نہیں کہا کہ اور تمام لوگوں کو امان دی جاتی ہے مگر قدرتی طور پر عام لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ سوائے چند لوگوں کے باقی سب کو امان دی گئی ہے اس لیے یہ سب لوگ راہ فرار اختیار کرنے کی بجائے حجاج کے جائے قیام کی طرف پلٹے اور جب سب جمع ہو گئے تو انہیں حکم دیا کہ تمام ہتھیار رکھ دو اور پھر کہا کہ آج میں تم پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرتا ہوں جس سے تمہاری کوئی قرابت نہیں ہے۔

غرضیکہ حجاج نے انہیں عمارہ تمیم اللخمی کے سپرد کر دیا۔ عمارہ نے انہیں علیحدہ علیحدہ کر کے سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔

مقتولین کی تعداد:

مقتولین کی تعداد کے متعلق ہشام بن حسان نے یہ بیان کیا ہے کہ جن لوگوں کو حجاج نے اس طرح قتل کرایا تھا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار یا ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔

جنگِ مسکن کی دوسری روایت:

مقام مسکن پر ابن الاشعث کی شکست کے متعلق مذکورہ بالا بیان کے علاوہ جو ابو مخنف کی روایت پر مبنی تھا۔ ایک اور بیان حسب ذیل بھی ہے:

سرزمین ابزقباذ کے مقام مسکن پر حجاج اور ابن الاشعث جنگ کے لیے جمع ہوئے ابن الاشعث کا پڑاؤ دریائے خداش پر تھا جس کے پیچھے دریائے تیری رواں تھا۔ اور حجاج نے دریائے افرید پر خیمے ڈالے۔ غرض کہ اس طرح دونوں فوجوں نے دجلۂ سیب اور کرخ کے درمیان مورچے لگائے اور ایک ماہ یا اس سے کچھ کم دونوں حریفوں میں معرکہ جدال وقتال گرم رہا۔

زورق چرواہا اور حجاج:

دشمن تک رسائی کا حجاج کو صرف وہی راستہ معلوم تھا کہ جس سے دشمن حملہ آور ہوتا۔ ایک ضعیف العمر چرواہا زورق نامی حجاج کے پاس آیا اور اس نے دشمن کے عقب پر حملہ کرنے کے لیے کرخ کے پیچھے سے ایک اور راستہ کا پتا دیا۔ اس راستہ کا طول چھ فرسخ تھا۔ اور جھاڑیوں اور دریا کے پایاب حصہ سے ہوتا ہوا جاتا تھا۔

حجاج نے چھ ہزار منتخب شامی بہادروں کو ایک سردار کی زیر قیادت اس بڈھے کے ساتھ روانہ کیا اور اس فوج کے سردار سے کہہ دیا کہ تم لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور یہ چار ہزار درہم اپنے ساتھ لیتے جاؤ اگر یہ بڈھا تمہیں دشمن کی فوج کے عقب سے

لے جا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دے تو یہ روپیہ اسے دے دیا جائے اور اگر وہ جھوٹا ثابت ہو تو تم اسے قتل کر ڈالنا۔ جب دشمن کو دیکھ لو تو فوراً اس پر حملہ کر دینا اور یا حجاج یا حجاج اپنا نعرہ جنگ بنانا۔

حجاج کی میدان جنگ سے پسپائی:

نماز عصر کے وقت اس رہبر نے اپنا رستہ لیا اس کے جاتے ہی عین نماز عصر کے وقت ابن الاشعث اور حجاج کی فوج میں جنگ چھڑ گئی اور شام تک برابر جنگ ہوتی رہی ایک سابقہ قرارداد کے مطابق حجاج نے پسپا ہونا شروع کیا اور دریائے سیب کو عبور کر کے اس کے پیچھے ہٹ آیا۔ ابن الاشعث حجاج کے فوجی قیام گاہ میں داخل ہوا اور جو کچھ وہاں تھا اسے لوٹ لیا لوگوں نے اسے یہ بھی مشورہ دیا کہ مناسب تھا کہ آپ حجاج کا تعاقب کرتے مگر ابن الاشعث نے کہا کہ ہم لوگ بہت تھک گئے ہیں اور جنگ کی زحمت برداشت کر چکے ہیں اس وقت تعاقب کرنا مناسب نہیں۔

شامی فوج کا شبخون:

اس کے بعد ابن الاشعث اپنے مستقر کو واپس آ گیا اس کی فوج والوں نے ہتھیار اتار دیئے اور یہ احساس کرتے ہوئے کہ ہم نے دشمن پر فتح پائی ہے اطمینان سے سو رہے۔ آدھی رات کو دشمن سے اچانک اپنے نعرہ جنگ کو بلند کرتے ہوئے ابن الاشعث کی بے خبر فوج پر حملہ کیا ایسی سراسیمگی پھیلی کہ کوئی شخص بھی اپنے لیے تصفیہ نہیں کر سکتا تھا کہ کہاں جائے ان کے بائیں جانب دریائے قارون اور سامنے دریائے دجلہ موجزن تھے۔ جن کا بہاؤ اور عمق ناقابل عبور تھا۔ مقتولین سے کہیں زیادہ دریا میں غرق ہو گئے۔

ابن الاشعث کا فرار:

جب حجاج نے اپنی فوج کی آواز سنی تو پھر دریائے سیب کو عبور کر کے اپنے پہلے فوجی قیام گاہ میں آ گیا اور اپنے رسالہ کو دشمن پر حملہ کرنے کے لیے بڑھایا اس طرح حجاج کی ان دونوں فوجوں نے ابن الاشعث کو چکی کے دونوں پاٹوں کی طرح اپنے درمیان میں لے لیا اور کچل ڈالا۔

ابن الاشعث تین سو ہمراہیوں کے ساتھ دجلہ کے کنارے پر آیا اور کشتیوں کے ذریعہ بصرہ کی طرف چلا۔

ابن الاشعث کے لشکر گاہ پر قبضہ:

حجاج نے ابن الاشعث کے لشکر گاہ پر قبضہ کر کے ہر چیز ضبط کر لی اور جو شخص اسے وہاں ملا اس کو قتل کر ڈالا۔ اس طرح تقریباً چار ہزار آدمی اس نے قتل کر ڈالے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جو لوگ قتل ہوئے ان میں عبداللہ بن شداد بن الہاد بھی تھے۔

بسطام اور بکیر بن ربیعہ کا قتل:

بسطام بن مصقلہ بن ہبیرہ' عمر بن ضبیعۃ الرقاشی' بشر بن المنذر بن الجارود' اور حکم بن مخرمۃ (یہ دونوں عبدی تھے) اور بکیر بن ربیعہ بن ثروان بھی قتل کیے گئے ہیں ان سب کے سر ڈھالوں پر رکھ کر حجاج کے سامنے پیش کیے گئے۔ حجاج بسطام کے سر کو دیکھتا جاتا تھا اور یہ شعر تمثیلاً پڑھ رہا تھا۔

اذا مـــــررت بـــوادی حیۃٍ ذکـــرٍ فـاذھب ودعنی اقاسی حیۃ الوادی

ترجمہ: ''جب کہ تیرا اس نر سانپ کی ترائی میں سے گذر ہو تو جلد گذر جائیو اور مجھے چھوڑ دے۔ تاکہ میں اس ترائی کے سانپ کے

مقابلہ کی زحمت برداشت کرتا رہوں''۔

حجاج نے بکیر کے سر کو دیکھ کر کہا کہ اس بدبخت کے سر کو کس شخص نے ان دوسرے سروں کے ساتھ شامل کیا اور پھر غلام کو حکم دیا کہ اس کا کان پکڑ کر علیحدہ پھینک دے اور اس ڈھال کو مسمع بن مالک بن مسمع کے سامنے رکھ دے۔ غلام نے اس ڈھال کو مسمع کے سامنے رکھ دیا۔ مسمع بن مالک رو پڑے حجاج نے اس کی وجہ دریافت کی اور کہا کہ غالباً تم ان کی موت کے غم میں روئے ہو۔ مسمع نے کہا نہیں یہ بات نہیں بلکہ اس رنج میں کہ یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

اہل کوفہ کی جبری بھرتی:

اسی سنہ میں حجاج نے شہر واسط کی بنا ڈالی اس شہر کی بنا کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حجاج نے خراسان بھیجنے کے لیے اہل کوفہ کی ایک فوج جبری فوجی خدمت کے قانون کے مطابق بھرتی کی۔ اس فوج نے منزل مقصود کو جانے کے لیے حمام عمر پر اجتماع شروع کیا۔

ایک شامی کے قتل کا واقعہ:

اس فوج میں کوفہ کا رہنے والا ایک شخص اسدی نوجوان بھی تھا جس کی شادی ابھی حال ہی میں اس کی چچازاد بہن سے ہوئی تھی یہ نوجوان رات کے وقت لشکر گاہ سے اپنی بیوی کے پاس آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی ایک شخص نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ اسدی نے باہر آ کر دیکھا تو ایک بدمست شامی ہے اس کی بیوی نے کہا کہ یہ شامی روزانہ اسی طرح آ کر دق کرتا ہے اور اس کی نیت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ میں نے اس کے بڑے بوڑھوں سے بھی اس کی شکایت کی ہے اور انہیں اس کا علم ہو چکا ہے۔

اس کے خاوند نے کہا اچھا اسے اندر آنے دو۔ عورت نے دروازہ کھول دیا۔ اور جب وہ شامی اندر گیا تو پھر دروازہ بند کر دیا۔

اپنے خاوند کی خاطر اس عورت نے مکان کی خوب آرائش کی تھی۔ قالین اور گدے بچھائے تھے اور خوشبودار اشیاء سے اپنے گھر کو معطر بنایا تھا۔

شامی نے اس رنگ کو دیکھ کر کہا کہ اب تم پر میرا راز فاش ہو گیا۔ اتنے ہی میں اسدی نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ صبح کی اذان کے وقت اسدی اپنی چھاؤنی میں چلا گیا اور اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ لو تو شامیوں کو اطلاع کر دینا کہ وہ اسے اٹھا کر لے جائیں وہ ضرور تمہیں حجاج کے سامنے پیش کریں گے تم اصلی واقعہ بیان کر دینا۔

چنانچہ اس خاتون نے ایسا ہی کیا حجاج کے پاس مقتول کا مرافعہ کیا گیا۔ اور یہ خاتون اس کے سامنے پیش ہوئی اس وقت عنبسہ بن سعید بھی حجاج کے ساتھ اس کے تخت امارت پر ہم جلیس تھے حجاج کے دریافت کرنے پر اس خاتون نے تمام واقعہ بلا کم و کاست بیان کر دیا حجاج نے سن کر کہا کہ بے شک تم سچی ہو اور پھر اس مقتول شامی کے وارثوں سے کہا کہ جاؤ اور اسے دفن کر دو اسی کا قصور تھا نہ اس کا قصاص لیا جا سکتا ہے اور نہ دیت دلائی جا سکتی ہے۔

اس واقعہ کے بعد نقیب نے ایک اعلان عام کر دیا کہ کوئی شخص کسی اور کے مکان میں نہ جایا کرے۔

شہر واسط کی مسجد کی تعمیر:

غرض کہ تمام لوگ اس کے حکم سے شہر سے باہر نکلے۔ حجاج نے سفر مینا والوں کو بھیجا کہ وہ اس کے قیام گاہ کا انتظام کریں۔ حجاج

ہر طرف سے غور سے دیکھنے کے بعد کسکر کے قریب اقامت گزیں ہوا۔ وہ ابھی اس موضع میں تھا کہ اس نے ایک راہب کو گدھی پر سوار سامنے سے آتے دیکھا اس راہب نے دجلہ کو عبور کیا اور جب وہ ٹھیک واسط کے جائے وقوع پر پہنچا تو وہ گدھی ایک دم سے گر پڑی اور اس نے پیشاب کر دیا۔ راہب اتر پڑا اور جس جگہ گدھی نے پیشاب کیا تھا وہاں کی مٹی کھود کر دریائے دجلہ میں ڈال آیا یہ تمام واقعہ حجاج کے سامنے ہوا۔ حجاج نے حکم دیا کہ اس راہب کو میرے پاس لاؤ۔ راہب سامنے آیا حجاج نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے یہ کیوں کیا۔ راہب نے کہا کہ یہ ہمارے صحائف میں لکھا ہوا ہے کہ اس مقام پر ایک مسجد بنائی جائے گی۔ اور جب تک دنیا میں ایک بھی موحد باقی رہے گا۔ یہاں اللہ کی عبادت ہوتی رہے گی اسی کے بعد حجاج نے شہر واسط کی حد بندی کی اور اسی جگہ مسجد بنوائی۔

امیر حج ہشام بن اسمٰعیل و عمال:

واقدی کے بیان کے مطابق اسی سنہ میں عبدالملک نے ابان بن عثمان کو مدینہ کی نظامت سے برطرف کر دیا اور ان کی جگہ ہشام بن اسمٰعیل المخزومی کو مقرر کیا اور ہشام ہی نے لوگوں کو اس سال حج کرایا۔

سوائے مدینہ طیبہ کے اور باقی تمام صوبوں پر وہی لوگ حاکم اور عامل تھے جو سنہ گذشتہ میں تھے البتہ مدینہ کے ناظم عزل و نصب کے متعلق ہم اوپر ہی بیان کر چکے ہیں۔

۸۴ھ کے واقعات

واقدی کے بیان کے مطابق اسی سنہ میں عبدالملک کے بیٹے عبداللہ نے رومیوں کے خلاف جہاد کیا اور شہر مصیصہ فتح کیا۔

حوشب بن یزید کو ابن القریہ کی گرفتاری کا حکم:

نیز اسی سنہ میں حجاج نے ایوب ابن القریہ کو قتل کیا اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ یہ شخص ابن الاشعث کے ساتھیوں میں تھا۔ دیر جماجم سے بھاگ آنے کے بعد حوشب بن یزید کے پاس جو حجاج کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا آیا کرتا تھا۔ حوشب اپنے ملازمین سے کہتا رہتا تھا کہ اس شخص کو جو میرے ساتھ کھڑا ہوتا ہے تم اپنی نگاہ میں رکھو۔ کیونکہ ایک آدھ ہی روز میں حجاج کا میرے نام ایسا حکم آئے گا جس کی تعمیل مجھے کرنا ہی پڑے گی۔ چنانچہ یہ ہی ہوا کہ ایک روز ایوب حوشب کے ساتھ کھڑا تھا کہ حجاج کا یہ خط پہنچا:

> ''حمد و ثنا کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک عراقی کو جو میرا دشمن ہے پناہ دی ہے اس کے دیکھتے ہی تم ابن القریہ کو اس کی مشکیں کس کے معتبر شخص کی حراست میں میرے پاس بھیج دو''۔

ایوب بن القریہ کی گرفتاری:

حوشب نے خود خط کو پڑھ کر ابن القریہ کو پڑھنے کے لیے دیا اس نے پڑھ کر کہا کہ حکم کی تعمیل میں مجھے کچھ چون و چرا نہیں ہے۔ چنانچہ حوشب نے اس کی مشکیں کس کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ حجاج کے سامنے آیا تو حجاج نے پوچھا کہ کہو اس موقع کا بھی تم نے کچھ انتظام کر رکھا ہے کہ اب کیا جواب دو گے؟

ابن القریہ نے کہا کہ جی ہاں! تین لفظ ہیں' جو گویا ایستادہ سواریاں ہیں' دنیا' آخرت اور نیکی و احسان اس پر حجاج نے کہا اچھا اب ان کی ذرا تشریح کرو۔ ابن القریہ نے کہا بہتر ہے ابھی کیے دیتا ہوں۔

دنیا مال موجودہ کا نام ہے جس سے نیک و بد سب ہی متمتع ہوتے ہیں۔ آخرت یہ میزان عدل ہے اور ایسی عدالت ہے جس میں باطل کا دخل نہیں اب رہا احسان یہ اگر میرے خلاف استعمال کیا جائے تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ میں اپنی خطاؤں کا خود ہی معترف ہوں اور اگر اس سے مجھے کچھ فائدہ پہنچنے والا ہوتو میں ضرور اس سے بہرہ اندوز ہوں گا۔

ابن القریہ کا قتل:

حجاج نے کہا کہ اچھا اب تو آپ تلوار کا اعتراف کیجیے گا جب وہ آپ پر پڑے اس پر ابن القریہ نے حجاج سے درخواست کی کہ آپ میری لغزش کو معاف فرما دیجیے اور مجھ پر مہربانی فرمائیے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی رہوار ایسا نہیں جس نے کبھی ٹھوکر نہ کھائی ہو اور نہ کوئی ایسا شہسوار ہے جو منہ کے بل نہ گرا ہو۔

مگر حجاج نے کہا کہ میں ہرگز معاف نہیں کروں گا اور ابھی تجھے دوزخ دکھاتا ہوں۔

ابن القریہ کہنے لگا کہ چونکہ مجھے اس کی گرمی اب محسوس ہورہی ہے اس لیے اس تکلیف سے تو مجھے فوراً بچا دیجیے۔

حجاج نے پہرہ دار کو حکم دیا کہ اسے آگے بڑھاؤ اور قتل کر ڈالو۔ جب حجاج نے ابن القریہ کو خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا اچھا ہوتا کہ میں اسے چھوڑ دیتا تاکہ اس کی نہایت ہی فصیح و بلیغ گفتگو سن سکتا پھر حجاج نے اس کی لاش کے باہر اٹھا لے جانے کا حکم دیا اور اسے باہر نکال کر پھینک دیا گیا۔

عوانہ راوی ہیں کہ جب حجاج نے ابن القریہ کو خاموش رہنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ اگر میری تمہاری طاقت مساوی ہوتی تو پھر یا تو ہم سب کو زیر کر لیتے اور یا تمہیں بھی ایک زبردست ناقابل تسخیر شخص کا مقابلہ کرنا پڑتا۔

قلعہ باذغیس کی تسخیر:

اسی سنہ میں یزید بن المہلب نے نیزک کے قلعہ واقعہ باذغیس کو فتح کیا نیزک اس قلعہ میں آکر فروکش ہوا کرتا تھا یزید اس سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوا اس کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال کے لیے خبر رساں مقرر کر دیے۔ جب یزید کو نیزک کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس کی راہ میں مزاحم ہوا۔ نیزک کو بھی معلوم ہوا کہ دشمن میری تاک میں گھات لگائے بیٹھا ہے وہ پلٹ گیا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعہ میں جو کچھ ہے وہ سب یزید کو دے دیا جائے اور نیزک اپنے اہل و عیال کے قلعہ سے چلا جائے۔

نیزک اس قلعہ کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا۔ جب اسے دیکھتا تھا سجدہ کرتا تھا۔

حجاج کو نوید فتح:

یزید نے اس فتح کی خبر حجاج کو بھیج دی۔ یزید کے تمام مراسلات موسومہ حجاج یحییٰ ابن یعمر العدوانی لکھا کرتا تھا۔ جو بنی ہذیل کا حلیف تھا۔ اس واقعہ کے متعلق یحییٰ نے حسب ذیل خط حجاج کو لکھا:

دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر قابو دے دیا ان میں سے کچھ لوگوں کو ہم نے قتل کر دیا' بعض کو قید کر لیا۔ اور بقیۃ السیف نے پہاڑوں کی چوٹیوں میں' عمیق غاروں' گھنے جنگلوں اور دریاؤں کے گھواروں میں پناہ لی۔

یحییٰ بن یعمر کی کوفہ میں طلبی:

اس خط کے طرز تحریر کو دیکھ کر حجاج نے دریافت کیا کہ یزید کا منشی کون ہے؟ لوگوں نے یحییٰ کا نام لیا۔ حجاج نے یزید کو لکھا

کہ یحییٰ کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ یزید نے اسے ڈاک کے ذریعہ حجاج کے پاس بھیج دیا یہ شخص اپنے زمانے کا بہترین انشاء پرداز تھا۔

حجاج نے اس کا وطن دریافت کیا۔ یحییٰ نے کہا ''اہواز'' اس پر حجاج نے تعجب سے کہا کہ اور اس پر یہ فصاحت یحییٰ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے کلام کو یاد کرلیا ہے اور وہ خود ایک بڑے فصیح شخص تھے حجاج نے کہا یہ فصاحت یہیں سے آئی ہے۔

یحییٰ کی حجاج پر تنقید:

پھر حجاج نے پوچھا کہ کیا عنبسہ بن سعید بھی بول چال میں غلطی کرتے ہیں یحییٰ نے کہا ہاں! اس پر حجاج نے پوچھا اور فلاں صاحب بھی؟ یحییٰ نے کہا بے شک پھر حجاج نے پوچھا میرے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا میں بھی بول چال میں غلطی کرتا ہوں؟ یحییٰ نے کہاں ہاں! کچھ یوں ہی سی آپ بھی غلطی کرتے ہیں کہیں تو ایک حرف کو کم کردیتے ہیں اور کہیں زیادہ۔

اِنَّ کی جگہ اَنَّ اور اَنَّ کی جگہ اِنَّ پڑھتے ہیں اس تنقید سے حجاج برہم ہوا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر اس کے بعد سرزمین عراق میں میں نے تمہیں دیکھا تو قتل کرڈالوں گا۔ یحییٰ خراسان پلٹ گیا۔

اس سال ہشام بن اسمٰعیل المخزومی نے حج کرایا۔ مختلف صوبہ جات پر وہی لوگ اس سال بھی حاکم تھے جن کے نام ہم ۸۴ھ کے واقعات میں بتا چکے ہیں۔

۸۵ھ کے واقعات

عبدالرحمٰن بن محمد ابن الاشعث کی موت اور اس کے اسباب وواقعات۔

علقمہ بن عمرو کا ابن الاشعث کو مشورہ:

جب ابن الاشعث ہرات سے واپس رتبیل کے پاس جانے لگے ان کے ہمراہ ایک شخص علقمہ بن عمرو قبیلہ اود کا بھی تھا علقمہ نے ابن الاشعث سے کہا کہ میں آپ کے ہمراہ مملکت بادشاہ رتبیل میں داخل ہونا نہیں چاہتا ابن الاشعث نے وجہ دریافت کی تو علقمہ نے کہا کہ مجھے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی جان کا خطرہ ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حجاج رتبیل کے نام خط بھیجے گا جس میں لالچ اور خوف دے کر تمہاری سپردگی کا مطالبہ ہوگا۔ اور رتبیل یا تو تمہیں زندہ حجاج کے پاس بھیج دے گا یا قتل کرڈالے گا اب بھی موقع ہے اس وقت پانچسو بہادر ایسے ہیں جنہوں نے ہمارے ہاتھوں پر اس لیے بیعت کی ہے کہ ہم کسی شہر میں گھس کر قلعہ بند ہو جائیں اور اس وقت تک مقابلہ کریں جب تک کہ ہمیں امان نہ مل جائے یا ہم سب کے سب عزت کی موت مارے جائیں۔

عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو میں آپ کی غم خواری کروں گا اور عزت وتوقیر کروں گا مگر علقمہ نے جانے سے انکار کردیا۔

علقمہ بن عمرو کی ابن الاشعث سے علیحدگی:

عبدالرحمٰن علاقہ رتبیل میں چلے گئے اور یہ پانچ سو سوار وہاں سے روانہ ہو کر کسی مقام میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ مودود النضری کو انہوں نے اپنا سردار مقرر کرلیا۔

عمارہ بن تمیم اللخمی نے آ کران کا محاصرہ کرلیا۔ یہ جماعت اس سے لڑی اور اس کی پیش نہ جانے دی آخر کار عمارۃ کو انہیں امان دیتے بنی یہ لوگ اس کے پاس چلے آئے اور عمارۃ نے اپنے وعدۂ معافی کو برقرار رکھا۔

اب حجاج نے رتبیل کو ابن الاشعث کی سپردگی کے بارے میں خط پہ خط بھیجنے شروع کیے اور یہ دھمکی دی کہ اگر تم نے ابن الاشعث کو میرے حوالے نہ کر دیا تو دس لاکھ سپاہ سے تمہاری سلطنت کو روند ڈالوں گا۔

عبید بن ابی سبیع :

رتبیل کے پاس ایک شخص عبید بن ابی سبیع التمیمی الیربوعی تھا اس نے رتبیل سے کہا کہ میں حجاج سے تمہارے لیے یہ عہد لے لیتا ہوں کہ سات سال تک تم سے خراج نہ لیا جائے گا بشرطیکہ تم ابن الاشعث کو اس کے حوالے کردو۔ رتبیل نے کہا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو جو مانگو گے پاؤ گے عبید نے حجاج کو لکھا کہ رتبیل میری ہر بات کو مانتا ہے اور میں اس وقت تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ وہ ابن الاشعث کو آپ کے حوالے نہ کر دے گا۔ ان خدمات کے صلہ میں حجاج نے بھی اس شخص کو بہت کچھ روپیہ بطور انعام دیا اور رتبیل سے بھی اس نے ان خدمات کا معاوضہ لیا۔ غرض کہ رتبیل نے عبدالرحمٰن کے سر کو حجاج کے پاس بھیج دیا اور حجاج نے اس کے بدلہ میں سات سال کا خراج معاف کر دیا۔

حجاج کہا کرتا تھا کہ رتبیل نے تو دشمن خدا ابن الاشعث کو میرے پاس بھیج دیا تھا مگر اس نے خود چھت سے گر کر خودکشی کر لی۔

ملیکہ بنتِ یزید:

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یزید کی بیٹی ملیکہ کو کہتے سنا ہے کہ بخدا عبدالرحمٰن مر گئے اور ان کا سر میں اپنی ران پر رکھا ہوا دیکھ رہی ہوں۔

عبدالرحمٰن کو سل ہوگئی تھی انتقال کے بعد جب لوگوں نے انہیں دفن کرنے کا ارادہ کیا تو رتبیل نے کسی ملازم کو بھیج کر ان کا سر کٹوا منگوایا اور اسے حجاج کے پاس بھیج دیا علاوہ ازیں ان کے خاندان کے اٹھارہ آدمیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور حجاج کو اس کی اطلاع دی۔ حجاج نے لکھا کہ ان سب کو قتل کر کے میرے پاس بھیج دو۔

حجاج نے انہیں زندہ اپنے پاس بلانا پسند نہیں کیا کہ مبادا وہ اپنے معاملہ کو عبدالملک کے سامنے پیش کریں اور عبدالملک ان میں سے کسی ایک کو بھی معافی دے۔

عمارہ کا سجستان پر قبضہ:

ابن ابی سبیع اور ابن الاشعث کے مابین جو واقعہ پیش آیا اس کے متعلق مذکورۃ الصدر بیان کے علاوہ ابومخنف کی روایت پر مبنی تھا ایک اور حسب ذیل روایت بھی ہے جس کا راوی ابی عبیدہ معمر بن المثنی ہے اس کا بیان ہے کہ عمارہ کرمان سے روانہ ہو کر سجستان آیا۔ یہاں ایک شخص مودود العنبری نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ پھر اسے امان دے دی۔ اور اس طرح کل علاقہ سجستان ان کے تصرف میں آ گیا۔

عمارہ کا حجاج کے نام خط:

اس قضیہ سے فارغ ہونے کے بعد عمارہ نے حجاج کا حسب ذیل خط ایک قاصد کے ذریعہ رتبیل کے پاس بھیج دیا۔

حمد و ثنا کے بعد میں عمارہ کو ایسے تیس ہزار شامیوں کے ساتھ تمہارے مقابلہ پر بھیجتا ہوں۔ جو ہمیشہ سے وفا شعار اور فرمانبردار

رہے۔ انہوں نے کبھی خلیفہ سے بغاوت نہیں کی اور نہ باغیوں کی شرکت کی ان میں سے ہر شخص کو سو درہم تنخواہ ملتی ہے اور جنگ میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا ہے۔ اس سے بھی یہ خوب متمتع ہوتے ہیں۔ اور ابن الاشعث کی تلاش میں بھیجے گئے ہیں۔

عبید بن ابی سبیع کا رتبیل کو مشورہ:

رتبیل نے ابن الاشعث کو حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ابن الاشعث کے پاس عبید اللہ بن ابی سبیع التمیمی بھی تھا جوان کا خاص آدمی تھا اور اسی کو ابن الاشعث نے اپنا سفیر بنا کر رتبیل کے پاس بھیجا تھا۔ رتبیل کے پاس پہنچ کر اس نے خاص تعلقات پیدا کر لیے اور اس سے کہا کہ اگر تم نے ابن الاشعث کو حوالہ نہ کر دیا تو سخت مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔

عبید بن ابی سبیع کے خلاف شکایت:

عبدالرحمٰن کے بھائی قاسم بن الاشعث نے ان سے کہا بھی کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ تمیمی بے وفائی کرے گا بہتر ہے کہ آپ اسے قتل کر ڈالیں۔ عبدالرحمٰن نے اسے قتل کرنا بھی چاہا مگر یہ ہوشیار ہو گیا اور عبدالرحمٰن کی رتبیل سے شکایت کی۔ حجاج کا خوف اس کے دل میں جاگزیں کر دیا۔ اور مشورہ دیا کہ عبدالرحمٰن کو حجاج کے حوالہ کر دیجیے۔ رتبیل نے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔

رتبیل کی بدعہدی:

عبید پوشیدہ طور پر عمارۃ بن تمیم اللخمی کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اگر ابن الاشعث آپ کے حوالہ کر دیا جائے تو کتنا روپیہ آپ اس کے معاوضہ میں دیں گے۔ عمارہ نے دس لاکھ درہم کہے۔ عبید عمارہ کے پاس ٹھہرا رہا۔ عمارۃ نے اس معاملہ کے متعلق حجاج سے استصواب کیا۔ حجاج نے حکم دیا کہ عبید اور رتبیل دونوں کی شرائط کو منظور کر لو۔ عبید نے تو دس لاکھ مانگے اور رتبیل نے یہ شرط کی کہ دس سال تک میرے خلاف کوئی جنگ نہ کی جائے دس سال کے بعد میں نو لاکھ درہم سالانہ بطور خراج ادا کرتا رہوں گا۔

ابن الاشعث کی گرفتاری:

عمارہ نے ان لوگوں کے مطالبات کو منظور کر لیا۔ رتبیل نے ابن الاشعث کو اپنے سامنے حاضر کیے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اور اس کے خاندان کے تیس اور اشخاص حاضر کیے گئے۔ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہلے ہی سے تیار تھیں۔ عبدالرحمٰن اور اس کے بھائی قاسم کے گلے میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ اور ان سب کو عمارہ کی قریب ترین سرحدی چوکی میں بھیج دیا گیا۔

ابن الاشعث اور اس کے اعزا کا قتل:

عبدالرحمٰن کے اور جس قدر ساتھی تھے ان سے رتبیل نے کہہ دیا کہ جہاں تمہارا سینگ سمائے چلے جاؤ۔ جب عبدالرحمٰن عمارہ کے قریب رہ گیا اس نے ایک کوٹھے سے گر کر خودکشی کر لی اس کا سر کاٹ کر اور دوسرے قیدی عمارہ کے پاس لائے گئے۔ عمارہ نے ان سب کو بھی قتل کر ڈالا' اور ابن الاشعث اس کی بیوی اور اس کے دوسرے اعزا کے سروں کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج نے اس کے سر کو عبدالملک کی خدمت میں ارسال کر دیا اور عبدالملک نے عبدالعزیز کے پاس جو اس وقت مصر کے گورنر تھے بھیج دیا۔

ابن الاشعث کے سر کی روانگی شام:

عبدالملک کے سامنے جب ابن الاشعث کا سر لایا گیا اس نے اسے ابن الاشعث کی قریبی رشتہ دار عورت کے پاس جو کسی قریشی کے گھر میں تھی ایک خواجہ سرا کے ہاتھ بھیج دیا جب سر اس عورت کے سامنے رکھا گیا تو اس نے کہا کہ میں اس خاموش زائر کی آمد

پر خوش آمدید کہتی ہوں یہ ایک اولوالعزم بادشاہ تھا جس کا مطمع نظر اس کی اعلیٰ وارفع شان کے شایان تھا۔ مگر قسمت برگشتہ تھی اس لیے اسے کامیابی نہیں ہوئی۔

خواجہ سرا اس کے سر کو لے جانے لگا اس عورت نے اس کے سر کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا کہ میں اس وقت تک نہ لے جانے دوں گی جب تک کہ اپنی آرزو پوری نہ کرلوں گی۔ پھر اس نے خطمی منگوائی اس کو غسل دیا' غلاف پہنایا اور کہا کہ اب لے جا۔

خواجہ سرا سر کو لے گیا اور عبدالملک سے یہ داستان سنائی۔ جب اس عورت کا شوہر اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ اگر تیرا بس چلتا تو شاید اس سے استقرار حمل کرالیتی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ابن الاشعث کے ساتھیوں میں سے کسی شخص نے علاقہ رتبیل کی طرف راہ فرار اختیار کی ابن الاشعث نے کچھ اشعار پڑھ کر اسے غیرت دلائی۔ اس شخص نے ابن الاشعث کی طرف پلٹ کر کہا کہ اے ریشائیل کاش تم ہی کسی جنگ میں ثابت قدم رہے ہوتے تو ہم تمہارے سامنے ہی اپنی جانیں قربان کرتے تو یہ تمہارے لیے اس موجودہ حالت سے زیادہ اچھا ہوتا۔

شاعر حمید الارقط اور حجاج:

انہیں معرکوں میں سے کسی معرکہ پر حجاج جا رہا تھا۔ حمید الارقط شاعر بھی اس کے ہمراہ تھا۔ حمید نے یہ اشعار پڑھے۔

مازال یبنی خندقا و یھدمہ عن عسکر یقودہ و فیسلمہ

حتی یصیر فی یدیك مقسمہ ھیھات من مصفۃ منھزمہ

ان اضا الکظاظ من لا یسئامہ

ترجمہ: ''ہمیشہ وہ خندق بناتا رہا اور اسے منہدم کرتا رہا اس لشکر گاہ کے گرد جس کی وہ قیادت کرتا تھا اور پھر اسے چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ اس کی قسمت کی باگ تیرے ہاتھ میں آ گئی اس شکست خوردہ میدان مصاف پر افسوس ہے مصائب وشدائد جنگ کو وہی شخص برداشت کرسکتا ہے جسے وہ تھکا نہ سکیں''۔

حجاج نے ان اشعار کو سن کر کہا کہ یہ اشعار اس فاسق اعشیٰ ہمدانی کے شعر سے زیادہ حقیقت سے مملو ہیں۔ اعشیٰ ہمدانی کا یہ شعر تھا۔

نبئت ان بنی یوسف خرمن زلق فتبا

ترجمہ: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ یوسف کا لونڈا ایک چکنے پتھر سے گرا اور ہلاک ہوگیا''۔

''اب اسے معلوم ہوا ہوگا کہ کون پھسلا اور تباہ ہوا۔ کون منہ کے بل گرا۔ کس نے خوف کھایا اور محروم رہا اور کس نے شبہ کیا اور شک میں پڑا''۔

حجاج نے ان جملوں کو اس قدر بلند آہنگی کے ساتھ ادا کیا کہ جس قدر حاضرین تھے سب اس کے غیظ وغضب سے خوف زدہ ہو گئے اور اریقط بھی چپ ہوگیا۔ حجاج نے اس سے کہا کہ جو اشعار تم سنا رہے تھے سناؤ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ اریقط نے کہا کہ میری جان امیر اور اللہ کی جانب سے غالب فرماں روا پر سے قربان ہو۔ جب میں نے آپ کو اس جوش وغضب کی حالت میں دیکھا میرے تمام رگ پٹھے خوف سے کانپنے اور تھرتھرانے لگے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا اور زمین چکر کھانے لگی۔ حجاج نے کہا بے شک

اللہ ہی کی حکومت غالب ومقتدر ہے۔ وہی اشعار سناؤ اور ارلقیط نے پھر شعر سنائے۔

اریقط کے اشعار:

ایک روز حجاج کہیں جارہا تھا اس کے ہمراہ زیاد بن جریر بن عبداللہ البجلی بھی تھا۔ یہ کانا تھا۔ حجاج نے اریقط سے کہا کہ تم نے ابن سمرہ کے لیے جو شعر کہے تھے۔ وہ سناؤ' اریقط نے یہ شعر پڑھے:

یـا اعـورالعیـن فـدیـت العـوریٰ　　　کـنـت حبسـت الخندق المحفورًا

یـرد عـنـك الـقـدر الـمـقـدورا　　　و دائـرات السـوء ان تـدورا

ترجمہ: ''اے کانے! میں تیری یک چشمی پر فدا ہو جاؤں۔ تو نے خیال کیا تھا کہ یہ خندقیں تجھے ان مصائب سے بچا سکیں گی۔ جو تیرے لیے مقدر ہو چکی ہیں۔ یا تیری ہلاکت اور بدبختی کے دائرے اپنا دور بدل دیں گے''۔

باب ۱۳

یزید بن مہلب

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن الاشعث ۸۴ھ میں ہلاک ہوا۔ اسی سنہ میں حجاج نے یزید بن المہلب کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ اس کے بھائی مفضل کو مقرر کیا۔

حجاج کی ایک راہب سے ملاقات:

حجاج عبدالملک سے ملنے گیا تھا واپسی میں اس نے ایک دیر میں آ کر قیام کیا۔ لوگوں نے بیان کیا کہ یہاں ایک بڑا عالم و فاضل عیسائی راہب رہتا تھا۔ حجاج نے اسے بلایا اور پوچھا کہ کیا آپ کی کتابوں میں اس حالت کا ذکر ہے جس میں اس وقت ہم اور آپ ہیں۔

راہب نے کہا جی ہاں جو واقعات آپ پر گذر چکے ہیں گذر رہے ہیں اور گذرنے والے ہیں۔ وہ سب مذکور ہیں۔

حجاج نے پوچھا کہ کیا صریح طور پر نام بنام ان کا ذکر ہے یا صرف قرائن اوران کی صفات بتائی گئی ہیں۔

راہب نے کہا کہ جہاں صرف صفات بیان کیے گئے ہیں وہاں نام نہیں ہے اور جہاں نام ہے۔ وہاں صفات کا ذکر نہیں۔

حجاج نے پوچھا اچھا فرمایئے کہ ہمارے موجودہ امیر المومنین کی کیا خصوصیات ہیں راہب نے کہا کہ ہم اپنے زمانہ میں انہیں ایک نہایت ہی مدبر بادشاہ جانتے ہیں جو ان کی مخالفت کرے گا پچھاڑ دیا جائے گا۔

حجاج نے کہا ان کے بعد کون ہوگا راہب نے کہا ولید' حجاج نے پوچھا کہ ان کے بعد کون ہوگا؟

راہب نے کہا ایک ایسا شخص جس کا نام ایک نبی کا نام ہے جس سے خیر و برکت کا افتتاح ہوگا۔

حجاج نے پوچھا کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ راہب نے کہا ہاں مجھے بتا دیا گیا ہے حجاج نے پوچھا کیا آپ میرے منصب و ولایت کو جانتے ہیں؟ راہب نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ حجاج نے پوچھا میرے بعد کون والی ہوگا؟ راہب نے کہا یزید نامی ایک شخص ہو گا۔ حجاج نے پوچھا کہ آیا میری زندگی میں یا میرے بعد۔ راہب نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ حجاج نے پوچھا اس کی خصوصیات آپ جانتے ہیں راہب نے کہا کہ وہ ایک بدعہدی کرے گا اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا۔

حجاج کی یزید بن مہلب سے بدگمانی:

اس گفتگو کے بعد حجاج کے دل میں خیال آیا کہ یزید بن المہلب ہی میرا مقابل ہے۔ حجاج نے پھر کوچ کیا اور سات روز تک چلتا رہا۔ اس راہب کے قول سے اسے خوف پیدا ہو گیا تھا۔ مستقر پہنچ کر عراق کی صوبہ داری سے اس نے عبدالملک کو اپنا استعفیٰ لکھ بھیجا۔ عبدالملک نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھے تمہارا اصلی منشا معلوم ہو گیا ہے تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے متعلق میں اپنی رائے کا اظہار کروں تو سن لو کہ میں تمہیں ایک مفید آدمی سمجھتا ہوں اس لیے تم اپنا استعفا واپس لے لو اور اب کبھی مرتے دم تک استعفا نہ دینا۔

حجاج کی یزید بن مہلب کے متعلق عبید سے گفتگو:

ایک روز حجاج تنہا بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے عبید بن موہب کو بلایا۔ عبید حجاج کے پاس آیا۔ حجاج اس وقت زمین کرید رہا تھا۔ حجاج نے اپنا سر اوپر اٹھا کر عبید سے کہا کہ اہل کتاب بیان کرتے ہیں کہ میرے ماتحت عہدہ داروں میں سے ایک شخص یزید نامی عراق کا گورنر ہوگا۔ میں نے یزید بن کبشہ بن حصین بن نمیر اور یزید بن دینار کا خیال کیا۔ مگر ان لوگوں میں سے کوئی عراق کا نہیں ہے اور نہ انہیں اس کا موقع ہے ہو نہ ہو یہ یزید بن المہلب ہی ہے۔

عبید نے عرض کیا کہ آپ ہی نے انہیں عزت دی انہیں اس منصب جلیلہ پر سرفراز کیا ان کے طرفداروں کی تعداد بھی کثیر ہے۔ بہادر بھی ہیں' اطاعت شعار ہیں اور دولتمند نصیبہ ور بھی ہیں اور ترقی کے لیے نہایت موزوں اور اہل بھی ہیں۔

ناظم عمان خیار بن سبرہ:

حجاج نے یزید کے برطرف کر دینے کا ارادہ ہی کر لیا مگر کوئی حیلہ اس کے ہاتھ نہ آیا۔ خیار بن سبرۃ بن ذوئب بن ارفجہ بن محمد بن سفیان جو مہلب کے سرداروں میں تھا حجاج کے پاس آیا۔ حجاج نے اس سے یزید کی حالت اور روش دریافت کی۔ خیار نے کہا کہ وہ نہایت ہی وفا کیش اور خلیق و بامروت آدمی ہیں۔ حجاج نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ مجھ سے سچ سچ بیان کرو۔ خیار نے کہا کہ اللہ ہی بزرگ و برتر ہے اس میں شک نہیں ہے کہ جو کچھ اب تک انہوں نے کیا ہے اس کی بنیادیں کھوکھلی ہیں۔ حجاج نے کہا کہ بے شک تم نے سچ کہا۔

اس کے بعد حجاج نے خیار کو عمان کا ناظم کر دیا تھا۔

آل مہلب کے خلاف حجاج کی شکایت:

حجاج نے عبدالملک کو یزید اور خاندان مہلب کی شکایت لکھی کہ یہ لوگ زبیری ہیں۔ عبدالملک نے اس کے جواب میں حجاج کو لکھا کہ یہ کوئی جرم کی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ خاندان زبیر کے طرف دار ہیں لیکن یہ جوش عقیدت جو انہیں خاندان زبیر سے ہے یہ ہی ان کی ہمارے خاندان سے وفاداری کا باعث ہے۔

یزید بن مہلب کی معزولی:

مگر پھر حجاج نے اس راہب کے بیان پر عبدالملک کو لکھا کہ یہ لوگ ضرور بے وفائی کریں گے۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ تم نے یزید اور خاندان مہلب کی بہت شکایت کی ہے۔ تم ہی کسی ایسے شخص کا نام پیش کرو جو خراسان کی گورنری کا اہل ہو۔ حجاج نے مجاعۃ ابن معمر السعدی کا نام پیش کیا۔ عبدالملک نے اس پر لکھا کہ جو خرابی تم آل مہلب میں پاتے ہو وہی مجاعہ میں بھی موجود ہے۔ کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو کہ انتظامی قابلیت رکھنے والا سیاست دان اور تمہارے احکام کی تعمیل کرنے والا ہو اس پر حجاج نے قتیبہ بن مسلم کا نام پیش کیا۔ عبدالملک نے اسے منظور کر لیا اور حکم دے دیا کہ قتیبہ کو صوبہ دار بنا دیا جائے یزید کو بھی معلوم ہوگیا کہ حجاج نے مجھے برطرف کر دیا ہے اس نے اپنے اعزا سے پوچھا کہ بھلا کون شخص میرا جانشین بنایا جائے گا سب نے کہا کہ قبیلہ بنی ثقیف کا کوئی شخص ہو گا۔ یزید نے کہا نہیں۔ بلکہ تم ہی میں سے کوئی شخص عارضی طور پر مقرر کر دیا جائے گا۔ اور جب میں اس کے پاس چلا جاؤں گا۔ تب اسے بھی موقوف کر کے بنی قیس کا کوئی شخص مقرر کر دیا جائے گا۔ اور میرا خیال ہے کہ قتیبہ ہوں گے۔

یزید بن مہلب کی طلبی:

غرض کہ جب عبدالملک نے یزید کی معزولی کی حجاج کو اجازت دے دی۔ حجاج نے مناسب نہیں سمجھا کہ صاف صاف حکم بھیجے۔ بلکہ یزید کو لکھا کہ اپنے بھائی مفضل کو جائزہ دے کر تم میرے پاس آ ؤ۔

یزید نے حصین بن منذر سے مشورہ کیا۔ حصین نے کہا کہ تم نہ جاؤ اور کوئی بہانہ کر دو۔ کیونکہ امیر المومنین کی رائے تمہارے متعلق اچھی ہے اور یہ سب کچھ کیا دھرا حجاج کا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر تم نہ جاؤ گے اور روانگی میں جلد بازی نہ کرو گے تو امیر المومنین تمہارے ہی برقرار رکھنے کا حکم دے دیں گے۔

یزید کہنے لگا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں حکم کی خلاف ورزی کروں ہمیں جو کچھ عروج و ترقی حاصل ہوئی ہے یہ ہماری اطاعت و فرمانبرداری کے طفیل ہے۔ میں مخالفت اور سرکشی کو معیوب سمجھتا ہوں۔

امارت خراسان پر مفضل بن مہلب کا تقرر:

یزید نے سفر کی تیاری شروع کی۔ مگر حجاج کو اتنی دیر بھی ناگوار معلوم ہوئی اس نے مفضل کو لکھا۔ کہ میں تمہیں خراسان کا گورنر مقرر کرتا ہوں۔ اب مفضل نے یزید سے اصرار کرنا۔ شروع کیا کہ تم فوراً چلے جاؤ۔ یزید نے اس سے کہا کہ یاد رکھو میرے بعد کبھی حجاج تمہیں اس عہدہ پر برقرار نہیں رکھے گا۔ اس نے جو مجھے بلایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈرتا ہے کہ مبادا میں کبھی بغاوت کر بیٹھوں اور حکم کی خلاف ورزی کروں۔

مفضل کہنے لگا کہ آپ مجھ سے جل گئے۔ یزید نے کہا ارے بے وقوف بھلا میں تجھ سے حسد کروں۔ تمہیں خود ہی عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

مفضل بن مہلب کی برطرفی:

یزید ربیع الآخر ۸۵ھ ہجری میں خراسان سے روانہ ہوا اس کے بعد حجاج نے مفضل کو بھی برطرف کر دیا اس پر ایک شاعر نے مفضل اور اس کے ہم بطن بھائی عبدالملک کی ہجو میں چند شعر کہے۔ حصین نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے یہ دو شعر کہے:

امرتك امرا حازما فعصيتني فاصحت مسلوب الامارة نادما

فما انا بالباكي عليك صبابه وما انا بالداعي لترجع سالما

ترجمہ: ''میں نے تجھے ایک نہایت عمدہ مشورہ دیا تھا۔ مگر تو نے اسے نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تیری امارت چھن گئی اور تو نادم ہوا نہ مجھے تیری حالت پر کسی قسم کی محبت کی وجہ سے کوئی صدمہ ہے اور نہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ خدا کرے تو صحیح و سالم پھر واپس آ جائے''۔

قتیبہ اور حصین کی گفتگو:

جب قتیبہ خراسان آیا تو اس نے حصین سے کہا کہ تم نے یزید کی شان میں کیا کہا تھا؟ حصین نے یہ شعر پڑھے:

امرتك امرا حازما فعصيتني فنفسك اول اللوم ان كنت لائما

فان يبلغ الحجاج ان قد عصيته فانك يلقى امره متفا قمما

ترجمہ: ''میں نے تجھے ایک نہایت عمدہ مشورہ دیا تھا مگر تو نے نہ مانا پس اگر تو کسی کو موردِ الزام ٹھہرائے تو خود تیرا ہی نفس اس

ملامت کا زیادہ مستحق ہے اگر حجاج کو معلوم ہو جائے کہ تو نے اس کی نافرمانی کی ہے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا اقتدار نہایت ہی اہمیت رکھتا تھا''۔

قتیبہ نے پوچھا کہ تو نے کیا مشورہ دیا تھا جسے یزید نے نہ مانا۔ حصین نے کہا کہ میں نے اس سے کہا تھا کہ جس قدر درہم و دینار تیرے پاس ہوں سب حجاج کے پاس لے جانا۔

اس پر کسی شخص نے حصین کے بیٹے عیاض سے کہا کہ تیرا باپ تو بلاشبہ نہایت ہی چالاک گھوڑا ثابت ہوا۔ جب کہ قتیبہ نے اس سے جو بھی سوال کیا اور اس نے جواب میں کہا کہ میں نے یزید کو مشورہ دیا تھا کہ وہ تمام دینار و درہم امیر کے پاس لے جائے۔

یزید بن مہلب کی خوارزم پر فوج کشی:

حجاج نے یزید کو حکم دیا کہ خوارزم پر جہاد کرو۔ یزید نے لکھا کہ اس مہم میں فائدہ کم اور تکلیف زیادہ ہے اس پر حجاج نے یزید کو لکھا کہ اچھا کسی شخص کو اپنا جانشین بنا کر تم میرے پاس چلے آؤ۔ اس کے جواب میں یزید نے لکھا۔ کہ میں خوارزم پر جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ حجاج نے جواب دیا کہ خوارزم پر چڑھائی نہ کرو۔ کیونکہ واقعی اس ملک کا یہی حال ہے جیسا کہ تم نے پہلے لکھا تھا۔ مگر یزید نے نہ مانا اور فوج کشی شروع کر دی۔ بعد ازاں خوارزم والوں سے صلح کر لی۔ مال غنیمت میں لونڈی غلام بھی آئے۔ جب یہ فوج واپس آنے لگی اثنائے راہ میں سردی نہایت شدید پڑنے لگی۔ یزید کی فوج نے لونڈی غلاموں کے کپڑے خود لے کر پہن لیے نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب سردی سے ہلاک ہو گئے۔

مروالروز میں طاعون کی وبا:

یزید نے بلستانہ میں آ کر قیام کیا اس سال مروالروز میں طاعون پھیلا اور وہاں کے بہت سے باشندے نذر اجل ہو گئے۔

پھر حجاج نے یزید کو حکم دیا کہ تم میرے پاس چلے آؤ۔ یزید روانہ ہوا۔ اور جس جس شہر سے گذرتا تھا وہاں کے باشندے اس کے لیے پھول بچھاتے تھے۔

یزید ۸۲ ہجری میں خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا اور ۸۵ ہجری میں معزول کیا گیا۔ ربیع الآخر ۸۵ ہجری میں خراسان سے روانہ ہوا اور قتیبہ ان کی جگہ صوبہ دار مقرر کیا گیا۔

مذکورہ بالا بیان کے علاوہ ہشام بن محمد نے یزید کی برطرفی کے واقعات اور طرح سے بیان کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

حجاج کا آل مہلب کو تباہ کرنے کا منصوبہ:

عبدالرحمٰن بن محمد کے قضیہ سے فارغ ہونے کے بعد اب صرف یزید ہی ایک ایسا شخص تھا جو خار کی طرح یزید کے دل میں چبھ رہا تھا۔ حجاج نے عراق کے تمام خاندانوں کو تو اچھی طرح پہلے ہی کچل ڈالا تھا۔ صرف یزید اس کا خاندان اور بصرہ اور کوفہ کے جو لوگ اس کے ہمراہ خراسان میں تھے وہی اس کے فولادی پنجہ سے اب تک محفوظ تھے۔ اس لیے عبدالرحمٰن بن محمد کے بعد اب عراق میں اسے سوائے یزید کے اور کسی سے کسی قسم کا اندیشہ باقی نہ تھا چنانچہ اب حجاج نے یزید سے چالیں چلنا شروع کیں کہ کسی طرح اسے خراسان سے نکال دے اور یزید کے پاس قاصد بھیجنے شروع کیے کہ تم میرے پاس آؤ۔ یزید جہاد اور دشمن کے ہر وقت خطرہ کا بہانہ کر جاتا تھا۔ عبدالملک کے آخری عہد حکومت تک یہ ہی معاملہ رہا۔ آخر کار حجاج نے عبدالملک سے یزید اور اس کے خاندان کی اس بنا پر

شکایت کی کہ یہ لوگ آل زبیر کے طرف دار ہیں۔ ان کی اطاعت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے معزول کر دیا جائے۔
عبدالملک نے جواب دیا کہ مجھے مہلب کی اولاد میں اگر وہ خاندان زبیر کے حامی اور بہی خواہ ہیں تو صرف اس بنا پر کوئی برائی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ یہ تو ان میں ایک ایسا جوہر ہے کہ اسی کے باعث انہیں ہم سے عقیدت وارادت ہے اس کے بعد اس روایت میں وہ ہی بیان ہے جو روایت سابقہ میں پہلے مذکور ہو چکا۔

مفضل کی باذغیس پر فوج کشی:

حجاج نے یزید کو خراسان کی صوبہ داری سے برطرف کر کے اس کے بھائی مفضل کو ۸۵ھ ہجری میں بجائے اس کے خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ مفضل نو ماہ خراسان کا صوبہ دار رہا۔ اسی زمانے میں اس نے باذغیس پر چڑھائی کی اور اسے فتح کیا۔ فتح میں بہت کچھ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ جسے اس نے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ سو درہم آئے۔

فتح باذغیس:

باذغیس فتح کرنے کے بعد مفضل نے اخرون اور شومان پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کی۔ مال غنیمت پایا۔ اور اسے بھی تقسیم کر دیا۔
مفضل کا کوئی بیت المال نہیں تھا۔ جب اس کے پاس کچھ آتا یا غنیمت حاصل ہوتی تو فوراً تقسیم کر دیتا۔
اسی سنہ میں موسیٰ بن عبداللہ بن خازم ترمذ میں قتل کیا گیا۔

عبداللہ بن خازم کا نیسابور میں قیام:

جب موسیٰ کے باپ عبداللہ بن خازم نے فرتنا میں بنی تمیم کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ جس کا بیان پہلے آ چکا ہے تو جو لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے تھے ان میں سے بھی اکثر اس کا ساتھ چھوڑ کر چل دیئے۔ عبداللہ بن خازم نیسابور کی طرف چلا گیا۔ مگر چونکہ مرو میں اس کا بہت سا مال واسباب موجود تھا۔ اسے یہ خوف ہوا کہ مبادا بنی تمیم اس پر قبضہ کر لیں۔ اس لیے اس نے اپنے بیٹے موسیٰ سے کہا کہ تم مرو سے میرے تمام مال واسباب کو لے کر نکل جاؤ اور دریائے بلخ کو عبور کر کے کسی بادشاہ کے پاس پناہ گزیں ہو جاؤ یا کسی قلعہ پر قبضہ کر کے مقیم ہو جاؤ۔

موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کا اہل زم سے مقابلہ:

غرضیکہ موسیٰ دو سو بیس سواروں کے ساتھ مرو سے روانہ ہو کر آمل پہنچا۔ یہاں کچھ ڈاکو ان کی جماعت میں شامل ہو گئے اور اب چار سو کی جمعیت کے ساتھ موسیٰ آمل سے روانہ ہوا۔ بنی سلیم کے کچھ لوگ بھی جن میں زرعہ بن علقمہ بھی تھے۔ ان سے آ ملے۔ موسیٰ مقام زم کی طرف بڑھا۔ باشندوں نے اس کا مقابلہ کیا موسیٰ کو فتح حاصل ہوئی اور کچھ مال غنیمت بھی اس کے ہاتھ آیا۔ موسیٰ دریائے جیحوں کو عبور کر کے بخارا پہنچا۔ حاکم بخارا سے پناہ مانگی اسے ان کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا اور اس لیے اس نے پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ ایک ڈاکو ہے اور اس کے تمام ہمراہی بھی اس کی طرح جنگ جو اور فتنہ پرداز ہیں۔ میں انہیں پناہ نہیں دوں گا۔ مگر کچھ روپیہ، سواری کے جانور اور کپڑے انہیں بھیج دیئے۔

موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کو نوقان کی امان:

یہاں سے مایوس ہو کر موسیٰ مقام نوقان میں بخارا کے ایک رئیس کے پاس پہنچا اور رئیس نے اس سے کہا کہ چونکہ تمام لوگ

آپ سے خائف ہیں اس لیے آپ کا یہاں رہنا کسی طرح مناسب نہیں وہ لوگ ہرگز آپ کو امان نہیں دیں گے۔

موسیٰ کئی مہینے اس رئیس کے پاس نوقان میں مقیم رہا آخر یہاں سے بھی روانہ ہوا۔ ایک ایک رئیس کے پاس پناہ لینے جاتا یا کوئی قلعہ تلاش کرتا کہ اس میں فروکش ہو جائے مگر ہر جگہ سے دھتکار دیا جاتا اور کہیں اسے جائے پناہ میسر نہ آتی۔ آخر کار سمرقند پہنچا۔ یہاں کے رئیس طرخون نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ اور یہاں آ کر موسیٰ البتہ عرصہ تک مقیم رہا۔

موسیٰ بن عبداللہ کا شہسوار صُغد سے مقابلہ:

باشندگان صُغد ہر سال یہ رسم مناتے تھے کہ ایک دسترخواہ بچھایا جاتا تھا جس پر گوشت' ملیدہ روئی اور شراب کی ایک صراحی رکھی جاتی تھی۔ تمام صُغد میں جو سب سے زیادہ بہادر شخص ہوتا تھا وہی اسے کھاتا تھا اگر کوئی اور شخص اس کھانے کو کھالیتا تھا تو پھر ان دونوں میں مقابلہ ہوتا اور جو فتح مند ہوتا۔ اس کھانے کا ہر سال مستحق ہوتا۔

موسیٰ کے ساتھیوں میں ایک شخص نے اس کھانے کی حقیقت دریافت کی۔ جب اسے اس کی غرض و غایت معلوم ہوگئی تو پہلے تو وہ خاموش ہو رہا۔ اور پھر کہنے لگا کہ میں اس کھانے کو کھاؤں گا اور شہسوار صغد سے مقابلہ کروں گا اگر میں نے اسے قتل کیا تو پھر میں ہی صغد کا بہادر بن جاؤں گا چنانچہ وہ شخص بیٹھ کر تمام کھانا چٹ کر گیا جب اس شخص کو اطلاع ہوئی جس کے لیے دسترخوان چنا گیا تھا وہ نہایت برہم ہو کہ کہنے لگا کہ اے عرب! آ مجھ سے مقابلہ کر۔ عرب نے کہا کہ میں تو یہ ہی چاہتا ہوں۔ چنانچہ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ اور عرب نے اس صغدی بہادر کو تہ تیغ کر ڈالا۔

موسیٰ بن عبداللہ کا صغد سے اخراج:

اس پر بادشاہ صغد نے کہا کہ میں نے تم لوگوں کو اپنا مہمان بنایا۔ تمہاری تعظیم و تکریم کی۔ اور تم لوگوں نے اس کا بدلہ مجھے یہ دیا کہ صغد کے شہسوار اعظم کو قتل کر ڈالا۔ اگر میں نے تجھے (موسیٰ کو) اور تیرے ہمراہیوں کو وعدہ معافی نہ دیا ہوتا تو میں ضرور تم سب کو قتل کر ڈالتا۔ لہٰذا اب تم فوراً میرے شہر اور اس کے مضافات سے چلے جاؤ۔

موسیٰ بن عبداللہ اور رئیس کس کی جنگ:

موسیٰ یہاں سے روانہ ہو کر کس آیا۔ رئیس کس نے طرخون سے امداد طلب کی۔ امدادی فوج آئی۔ موسیٰ سات سو جواں مردوں کے ساتھ ان کے مقابلہ آیا۔ شام تک دونوں مقابل داد مردانگی دیتے رہے۔ اور رات کی وجہ سے پھر علیحدہ علیحدہ ہٹ گئے۔

موسیٰ کے بہت سے ساتھی زخمی ہو چکے تھے۔ صبح کے وقت موسیٰ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ سروں کو منڈ والو' چنانچہ خارجیوں کے طریقہ کے مطابق سب نے اپنے سر منڈ والیے (اور اہل عجم کی طرح جب کہ وہ مرنے کے لیے بالکل آمادہ ہو جاتے ہیں) ان لوگوں نے چمڑے کے توشہ دان توڑ پھوڑ ڈالے۔

زرعۃ بن علقمہ کا طرخون کو مشورہ:

موسیٰ نے زرعۃ بن علقمہ سے کہا کہ تم طرخون کے پاس جاؤ۔ اور اسے کسی تدبیر سے پھسلاؤ۔ زرعۃ طرخون کے پاس آیا۔ طرخون نے اس سے پوچھا کہ تمہارے سپاہیوں نے یہ کیا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اب وہ مرنے پر بالکل آمادہ ہو گئے ہیں اور بھلا آپ ہی فرمایئے کہ اگر جناب والا نے موسیٰ کو قتل کر دیا یا انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو اس سے آپ کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ اور آپ اس

وقت تک موسیٰ پر قابو نہیں پا سکتے کہ جتنے وہ ہیں اتنے ہی آپ کے آدمی بھی موت کے گھاٹ نہ اتار دیں گے اور اگر بالفرض آپ نے موسیٰ اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل بھی کر ڈالا۔ تب بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ یہ سمجھ لے کہ عربوں میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہے جتنے لوگ خراسان آئیں گے سب آپ سے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے آمادہ ہوں گے آپ ایک سے بچ گئے تو کوئی اور آپ کو قتل کر ڈالے گا۔

طرخون نے کہا یہ سب کچھ صحیح ہے مگر میں کسی طرح کس ان کے حوالہ نہیں کر سکتا۔ زرعۃ نے کہا تو اچھا آپ ان کے مقابلہ سے باز آیئے تا کہ وہ یہاں سے کسی اور طرف نکل جائیں۔

موسیٰ بن عبداللہ کی ترمذ میں آمد:

چنانچہ طرخون نے مقابلہ ترک کیا اور موسیٰ ترمذ آیا ترمذ میں ایک ایسا قلعہ تھا۔ جس کا ایک رُخ دریا کی جانب تھا اس قلعہ سے باہر موسیٰ ترمذ کے ایک زمیندار کے پاس آ کر فروکش ہوا۔ یہ زمیندار بادشاہ ترمذ کا ہمسایہ اور اس کے ماتحت تھا۔ اس نے موسیٰ سے کہا کہ چونکہ بادشاہ ایک نہایت ہی باحیا اپنی عزت کا پاس کرنے والا ہے اگر آپ اس سے دوستانہ طور پر پیش آئیں اور تحفے تحائف بھیجیں تو چونکہ وہ ایک ضعیف شخص ہے وہ ضرور آپ کو اپنے قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دے گا۔

موسیٰ نے کہا کہ یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا البتہ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھے قلعہ میں اترنے دیں چنانچہ موسیٰ نے درخواست کی مگر بادشاہ ترمذ نے اسے مسترد کر دیا اب موسیٰ نے بلا کسی قسم کا عار سمجھے اسے تحفے بھیجے' دوستانہ مراسم سے ربط بڑھانا چاہا اور ان کے تعلقات دوستانہ قائم ہو گئے۔

شاہِ ترمذ کے موسیٰ بن عبداللہ سے دوستانہ مراسم:

ایک روز موسیٰ بادشاہ ترمذ کے ساتھ شکار کھیلنے بھی گیا اور اب وہ نہایت ہی اخلاق و مہربانی سے بادشاہ سے پیش آنے لگا۔ بادشاہ نے موسیٰ کی دعوت کی اور کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی عزت افزائی کروں اس لیے کل صبح کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں اور صرف ایک سو ساتھی اپنے ہمراہ لائیے گا موسیٰ نے سو آدمیوں کا انتخاب کیا۔ یہ جماعت گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئی۔ شہر میں گھستے ہی ان کے گھوڑے ہنہنائے۔ اس پر اہل ترمذ نے برا شگون لیا اور مہمانوں سے کہا کہ گھوڑوں سے اتر جائیں۔ سب مہمان اتر پڑے۔ ایک مکان میں انہیں دو دو کر کے داخل کیا۔ کھانا کھلایا گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد موسیٰ لیٹ گیا۔ اہل ترمذ نے اس سے درخواست کی کہ اب جائیے۔ موسیٰ نے کہا کہ مجھے اس سے بہتر مکان نہیں مل سکتا۔ میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔ اب یہ جگہ یا تو میرے رہنے کا مکان بنے گی یا میری قبر۔

موسیٰ بن عبداللہ کا ترمذ پر قبضہ:

اب شہر میں ہی عربوں نے اہل ترمذ سے لڑنا شروع کیا ان میں سے کچھ لوگوں کو مار ڈالا اور کچھ بھاگ گئے عرب ان کے مکانات میں گھس گئے' موسیٰ نے شہر پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ ترمذ سے کہا کہ میں آپ سے اور آپ کے خاص لوگوں سے کسی قسم کا تعارض کرنا نہیں چاہتا۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ بادشاہ ترمذ اور باشندے چھوڑ کر نکل گئے ترکوں کے پاس آئے اور طالب امداد ہوئے ترکوں نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ صرف سو آدمیوں نے تمہارے شہر میں گھس کر تمہیں وہاں سے نکال دیا۔ حالانکہ

ہم نے مقام کس پر کامیابی سے ان کی مدافعت کی۔ اب ہم ہرگز ان سے نہیں لڑیں گے۔

موسیٰ بن عبداللہ کی حکمتِ عملی:

موسیٰ نے ترمذ میں اقامت اختیار کر لی اس کے اور ساتھی بھی جن کی تعداد سات سوتھی ترمذ میں آ کر مقیم ہو گئے جب اس کا باپ مارا گیا تو اس کے باپ کے ساتھی بھی جن کی تعداد چار سوتھی اس سے آ ملے اس طرح اس کی قوت بڑھ گئی اور یہ لوگ نکل نکل کر اپنے آس پاس کے علاقہ پر غارت گری کرنے لگے۔

ترکوں نے ایک وفد موسیٰ کے پاس اس لیے بھیجا تاکہ وہ اس کی حالت دیکھ کر آئے۔ موسیٰ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی نئی چال چلنی چاہیے۔

اگرچہ نہایت سخت گرمی پڑ رہی تھی مگر موسیٰ نے بہت سی آگ جلوائی اور اپنے ساتھیوں کو سردی کے گرم کپڑے پہننے کا حکم دیا ان لوگوں نے ان کپڑوں پر نمدے بھی پہن لیے اور تاپنے کی غرض سے اپنے ہاتھ آگ کی جانب دراز کر دیے۔ موسیٰ نے ترکوں کے وفد کو سامنے بلایا ترک یہ کیفیت دیکھ کر بہت گھبرائے اور مستفسر ہوئے کہ یہ کیا ہے؟ عربوں نے جواب دیا کہ ہمیں اس موسم میں سخت سردی معلوم ہوتی ہے اور موسم سرما میں سخت گرمی۔ ترک یہ دیکھ کر واپس چلے گئے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ تو واقعی جنات ہیں ہم ان سے کبھی نہیں لڑیں گے۔

ایک مرتبہ ترکوں کے بادشاہ نے موسیٰ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا ایک قاصد کو زہر' تیر اور مشک دے کر اس کے پاس بھیجا۔ زہر سے اس بات کا اشارہ تھا کہ ہماری لڑائی زہر کا خاصہ رکھتی ہے اور تیر سے مراد جنگ ہے البتہ مشک صلح کی نشانی تھی اب اس میں سے موسیٰ چاہے جنگ کو اختیار کرلے یا صلح کو۔

موسیٰ نے زہر کو آگ کے سپرد کر دیا اور تیر کو توڑ ڈالا۔ اور مشک کو بکھیر دیا اس واقعہ کو سن کر ترک بولے کہ عربوں کا ارادہ صلح کا نہیں ہے اور انہوں نے اس طرح بتا دیا ہے کہ ان کی جنگ آگ کے مشابہ ہے اور وہ ہمیں شکست دیں گے غرض کہ اس لیے ترکوں نے عربوں سے جنگ نہیں کی۔

امیہ کی موسیٰ بن عبداللہ پر فوج کشی:

اسی اثناء میں بکیر بن وشاح خراسان کا صوبہ دار مقرر ہوا اس نے موسیٰ سے کوئی تعارض نہیں کیا۔ البتہ جب امیہ صوبہ دار ہو کر آیا تو وہ خود موسیٰ کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ مگر راستہ ہی میں بکیر نے اس سے بدعہدی اور بغاوت کی اور اسے مجبوراً واپس آنا پڑا۔ امیہ اور بکیر کے درمیان صلح بھی ہوگئی۔ مگر اس سال اس نے کوئی کارروائی نہیں کی مگر دوسرے سال بنی خزاعہ کے ایک شخص کو امیہ نے ایک زبردست فوج دے کر موسیٰ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔

موسیٰ بن عبداللہ کا محاصرہ:

اب اس موقع پر اہل ترمذ پھر ترکوں کے پاس گئے اور ان سے طالب امداد ہوئے' پہلے تو ترکوں نے امداد دینے سے انکار کر دیا مگر جب ان لوگوں نے ترکوں سے بیان کیا کہ خود انہیں کے ہم قوم ان پر چڑھائی کر کے آئے ہیں اور انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا ہے اس موقع پر اگر ہم اس مہم کی اعانت کریں تو ہم ضرور موسیٰ پر فتح حاصل کر لیں گے۔ ترکوں نے اس بات کو مان لیا اور اہل ترمذ اور

ترکوں کی ایک زبردست فوج بھی موسیٰ کے مقابلہ کے لیے بڑھی۔ خزاعی اور ترکوں دونوں نے مل کر موسیٰ کا محاصرہ کرلیا۔ موسیٰ دن کے حصہ میں تو خزاعی سے لڑتا اور آخری حصہ میں ترکوں سے نبرد آزما ہوتے۔ دو یا تین ماہ تک اسی طرح لڑتا رہا۔

موسیٰ بن عبداللہ کا شبخون مارنے کا منصوبہ:

ایک روز موسیٰ نے عمرو بن خالد بن حصین الکلابی سے جو ایک نہایت بہادر تھا کہا کہ ہماری اور ان کی جنگ نے بہت طول کھینچا ہے اب میں نے یہ مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ اس خزاعی پر شبخون ماروں۔ کیونکہ وہ لوگ ہمارے شبخون مارنے کے خیال سے بالکل بے خطر ہیں اس معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟

عمرو نے کہا کہ شب خون مارنے کا خیال تو نہایت مناسب ہے مگر یہ عجمیوں پر ہونا چاہیے۔ کیونکہ عرب بہت ہی ہوشیار قوم ہے۔ فوراً خطرہ کو محسوس کر لیتے ہیں اور رات کے وقت عجمیوں سے زیادہ جرأت کا اظہار کرتے ہیں آپ ترکوں پر شب خون ماریئے۔ اور مجھے توقع ہے کہ اللہ ہمیں کامیابی عطا فرمائے گا۔ پھر اکیلے خزاعی کو تو ہم بھگت لیں گے۔ کیونکہ ہم قلعہ کی حفاظت میں ہیں اور وہ کھلے میدان میں پڑے ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ثابت قدم وصابر ہیں اور نہ جنگی چالوں کو ہم سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

موسیٰ بن عبداللہ کا ترکوں پر شب خون:

موسیٰ نے بھی ترکوں ہی پر شب خون مارنے کا قصد کیا اور جب ایک پہر رات گزر گئی۔ موسیٰ چار سو سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ عمرو سے کہا تم ہمارے بعد روانہ ہونا۔ مگر قریب رہنا۔ جب ہماری تکبیر کی آواز سنو تو تم بھی تکبیر کہنا۔

موسیٰ نے دریا کے کنارے کنارے بڑھنا شروع کیا۔ دشمن کے لشکر سے دور نکل گیا پھر مقام کفتان کی سمت سے بڑھنا شروع کیا اور جب دشمن کے قریب پہنچ گیا تو اپنی فوج کے چار حصے کر دیے اور انہیں حکم دیا کہ دشمن کے چاروں طرف پھیل جاؤ' جب ہماری تکبیر سنو' تم بھی تکبیر کہنا۔

ترکوں کی شکست وفرار:

موسیٰ آگے بڑھا۔ عمرو کو اپنے آگے کیا۔ فوج اس کے پیچھے ہوئی۔ جب پہرہ والوں پر سے ان کا گزر ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ موسیٰ کی جماعت نے کہا کہ راہ گیر ہیں جب یہاں سے آگے نکل گئے تو فوج کے دستے حسب الحکم چاروں طرف پھیل گئے۔ اور ایک ساتھ انہوں نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ ترکوں کو دشمن کی اطلاع اس وقت ہوئی جب ان پر کھچا کھچ تلواریں پڑنے لگیں۔ ایسی بدحواسی ان پر طاری ہوئی کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ شکست کھا کر پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں کے سولہ آدمی کام آئے۔ مسلمانوں نے ان کی لشکر گاہ قبضہ کرلیا۔ مال غنیمت میں ہتھیار اور روپیہ ہاتھ آیا۔

خزاعی کے قتل کا منصوبہ:

صبح کے وقت خزاعی اور اس کی فوج کی ہمتیں اس شکست سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔ انہیں بھی خوف ہوا کہ کہیں ہم پر بھی شب خون نہ ماریں اس لیے وہ چوکنے ہوگئے۔ عمرو نے موسیٰ سے کہا چونکہ خزاعی کو برابر امداد پہنچ رہی ہے اور ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اس لیے بغیر کسی چال کے تم فتح نہیں پا سکتے۔ مجھے ان کے پاس جانے دو تا کہ میں ان کے سردار کو موقع پا کر تنہائی میں قتل کر دوں۔ اس کی یہ تدبیر ہے کہ تم مجھے خوب مارو۔ موسیٰ نے کہا کہ اب تم کیوں پٹنے کے لیے جلدی کر رہے ہو حالانکہ ہر وقت قتل کے

لیے اپنے تئیں پیش کر رہے ہو۔عمرو نے کہا کہ قتل کے لیے تو روزانہ میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہی ہوں اور یہ معمولی مار پیٹ تو اس شے کے مقابلہ میں جس کا میں ارادہ کر رہا ہوں بالکل ہی آسان ہے غرض کہ موسیٰ نے اس کی بات مان لی اور اس کے پچاس کوڑے لگائے۔

خزاعی کا قتل:

عمرو موسیٰ کے لشکر سے نکل کر خزاعی کے پاس اجازت لے کر پہنچا اور اس سے کہا کہ میں یمن کا باشندہ ہوں۔عبداللہ بن خازم کے ہمراہ تھا ان کے قتل کے بعد میں ان کے بیٹے کے پاس چلا آیا اور انہی کے ہمراہ تھا اور سب سے پہلے میں ہی ان کا ساتھ دینے کے لیے آیا مگر جب آپ تشریف لائے تو موسیٰ نے مجھ پر اتہام لگایا۔مجھ سے سختی اور بداخلاقی سے پیش آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تو ہمارے دشمنوں کا طرفدار ہے اور ان کا مخبر ہے اس پر مجھے خوب زدوکوب کیا۔بلکہ مجھے تو یہ خوف تھا کہ شاید وہ مجھے قتل کر ڈالے گا۔اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ مار پیٹ کے بعد دوسرا قدم قتل ہی کا ہے اس ڈر سے بھاگ آیا۔

خزاعی نے یہ داستان سن کر اسے امان دے دی۔اور عمرو اس کے ساتھ رہنے لگا۔

ایک دن عمرو خزاعی کے پاس جب کہ وہ تنہا تھا آیا۔اس نے دیکھا کہ کوئی ہتھیار وغیرہ اس کے پاس نہیں ہے عمرو نے خیر خواہانہ لہجہ میں اس سے کہا کہ خدا آپ کو نیک ہدایت دے آپ جیسے سردار کو اس موقع پر بغیر ہتھیار کے کسی وقت رہنا مناسب نہیں ہے۔

خزاعی نے کہا کہ میرے پاس ہتھیار موجود ہے یہ کہہ کر اس نے اپنے بستہ کا کونا ہٹایا وہاں ایک شمشیر برہنہ رکھی تھی۔عمرو نے تلوار لے لی اور اسی سے خزاعی کا کام تمام کر دیا۔

خزاعی کی فوج کی مراجعت:

عمرو اس جگہ سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا۔لوگ اس کے پیچھے جھپٹے مگر عمرو ان کی پہنچ سے نکل گیا تھا۔اگرچہ انہوں نے تعاقب کیا۔مگر عمرو صاف بچ کر نکل گیا۔اور موسیٰ کے پاس پہنچ گیا اس سانحہ کے بعد خزاعی کی فوج منتشر ہوگئی۔کچھ لوگوں نے دریا عبور کر کے مرو کا رخ کیا اور کچھ لوگ موسیٰ کے پاس امان لینے کے لیے آ گئے موسیٰ نے انہیں امان دے دی اس مہم کی ناکامیابی کے بعد امیہ نے پھر کسی شخص کو موسیٰ کے مقابلہ پر روانہ نہیں کیا۔امیہ معزول کیا گیا اور اس کی جگہ مہلب خراسان کے صوبہ دار مقرر کیے گئے۔

مہلب کی اپنے بیٹوں کو موسیٰ کے متعلق نصیحت:

مہلب نے موسیٰ سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا بلکہ اپنے بیٹوں سے کہہ دیا کہ موسیٰ کو کبھی نہ چھیڑنا۔تم لوگ اسی وقت تک اس نواح کے حاکم رہو گے جب تک کہ یہ احمق اپنی جگہ قائم ہے۔جس روز یہ قتل کر دیا گیا اسی روز تم معزول ہو جاؤ گے اور بنی قیس کا کوئی شخص خراسان کا صوبہ دار مقرر کر دیا جائے گا۔

مہلب نے اپنی مدت العمر کسی شخص کو موسیٰ کے مقابلہ پر نہیں بھیجا۔ان کے بعد یزید بن المہلب خراسان کا صوبہ دار ہوا اس نے بھی موسیٰ سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

ثابت بن قطبہ کی یزید بن المہلب کے خلاف شکایت:

مہلب نے حریث بن قطبہ الخزاعی کو مارا تھا یہ اور اس کا بھائی ثابت موسیٰ کے پاس چلے آئے جب یزید صوبہ دار ہوا اس نے ان دونوں کی جائداد اور عورتوں پر قبضہ کرلیا ان کے اخیافی بھائی حارث بن منقذ اور ان کے داماد کو جس کی بیوی ام حفص بنت ثابت تھی۔ قتل کر ڈالا یزید کی اس حرکت کی اطلاع ان دونوں کو بھی ہوگئی ثابت نے طرخون کے پاس جا کر اس کی شکایت کی عجمی اس شخص کو بہت ہی محبوب رکھتے تھے اس کی آواز بلند تھی اور اس کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے اور اس کے وقار کو مانتے تھے۔ اس کے اثر کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص کسی بات کے پورا کرنے کے لیے عہد کرتا تو ثابت کی زندگی کی قسم کھاتا اور کبھی عہد شکنی کرتا۔

یزید بن المہلب کے خلاف طرخون کی جنگی تیاری:

یہ واقعہ سن کر طرخون کو غصہ آ گیا اس نے نیزک‘ سبل‘ اہل بخارا اور اہل صغد کو اس کے لیے جمع کر دیا یہ تمام جماعت ثابت کے ساتھ موسیٰ کے پاس آئی۔ دوسری طرف عبدالرحمٰن بن العباس کی مفرور فوج ہراۃ سے‘ ابن الاشعث کی عراق اور کابل کی سمت سے اور کچھ خراسان کے رہنے والے بنی تمیم کے وہ لوگ جو ابن خازم کی بغاوت میں لڑ رہے تھے موسیٰ کے پاس آ گئے اس طرح آٹھ ہزار عرب جس میں بنی تمیم‘ قیس‘ ربیعہ اور یمنی تھے۔ موسیٰ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

ثابت اور حریث نے موسیٰ سے کہا کہ اب آپ اس فوج کے ہمراہ دریائے جیحوں کو عبور کر کے خراسان پر فوج کشی کیجیے اور یزید کو نکال دیجیے پھر ہم آپ ہی کو خراسان کا امیر بنا دیں گے‘ طرخون‘ نیزک سبل اور اہل بخارا بھی آپ کے ساتھ ہیں یہ نہایت عمدہ موقع ہے۔

موسیٰ نے اس تجویز پر عمل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ مگر اس کے اور دوستوں نے اس سے کہا کہ یہ دونوں بھائی اس وقت تو یزید سے خوف زدہ ہیں اگر آپ نے یزید کو خراسان سے نکال دیا اور یہ لوگ مامون ہو گئے تو پھر یہ ہی قابض ومتصرف ہو جائیں گے اور خراسان کی امارت آپ سے چھین لیں گے بہتر یہ ہے کہ آپ یہیں رہیں۔

علاقہ ماوراالنہر سے عمال یزید کا اخراج:

موسیٰ نے ان کے مشورہ کو منظور کرلیا ترمذ ہی میں رہا اور ثابت سے کہہ دیا کہ اگر ہم نے یزید کو خراسان سے بھی نکال دیا تو کیا ہوگا۔ کوئی دوسرا شخص عبدالملک کی طرف سے عامل مقرر ہو جائے گا۔ البتہ یہ کرنا چاہیے کہ دریائے جیحوں کے اس پار کے علاقہ میں جو ہمارے متصل ہے۔ یزید کے جو عامل ومتصرف ہیں انہیں نکال دیں اور اس پر قبضہ کرلیں تا کہ وہاں کی آمدنی سے ہم فائدہ اٹھائیں۔

ثابت اس بات پر راضی ہوگیا۔ چنانچہ موسیٰ نے ماوراالنہر کے علاقہ میں جس قدر یزید کے عامل تھے ان سب کو نکال دیا بہت سا روپیہ انہیں ملا اور موسیٰ کے طرفداروں کی حالت اس سے بہت درست ہوگئی۔

حریث وثابت پسران قطبۃ کے قتل کا منصوبہ:

اس کارروائی کے بعد طرخون‘ نیزک‘ سبل‘ اہل بخارا اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اب انتظام سلطنت تو بالکل حریث اور ثابت کے ہاتھوں میں آ گیا اور موسیٰ محض نام کا امیر رہ گیا۔ اس حالت کو دیکھ کر موسیٰ کے دوستوں نے اس سے کہا کہ اصل حکومت واقتدار تو حریث اور ثابت کے ہاتھ میں ہے اور آپ برائے نام امیر ہیں ان دونوں کو قتل کر ڈالیے اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں

لے لیجیے۔

موسیٰ نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ان دونوں کے ساتھ بیوفائی کروں کیونکہ ان ہی دونوں نے میری حکومت وقوت کو مستحکم کیا ہے اس پر وہ لوگ حریث اور ثابت سے حسد کرنے لگے اور موسیٰ سے برابر ان کی شکایت کرتے رہے کہ یہ دونوں ضرور تمہارے ساتھ بیوفائی کریں گے۔ بار بار کہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ موسیٰ کے خیالات ان کی جانب سے خراب ہو گئے اور ان کی تجویز کے موافق اس نے حریث اور ثابت کو دفعتہً قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ترکوں کی موسیٰ بن عبداللہ پر فوج کشی:

اسی اثنا میں اور ایک آفتِ الٰہی نازل ہوئی کہ جس نے ان کے تمام منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ ستر ہزار ترک، تبتی اور ہیاطلہ (اس میں ان لوگوں کا شمار نہیں جو ننگے تھے یا جن کے خود بغیر کلغی کے تھے، یہ تعداد صرف ان لوگوں کی ہے جو کلغی دار خود پہنے تھے) کے لشکر نے موسیٰ پر فوج کشی کر دی۔

ابن خازم تین سو پیدل اور تین مسلح سواروں کے ساتھ شہر کے بالا حصار میں چلا آیا ایک کرسی اس کے لیے رکھ دی گئی اور وہ اس پر بیٹھ گیا۔ طرخون نے حکم دیا کہ گڑھی کی فصیل میں نقب لگائی جائے۔ موسیٰ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ دشمن کی مزاحمت نہ کرو جب دشمن کی پہلی جماعت گڑھی میں داخل ہو گئی اس وقت بھی موسیٰ نے اپنے آدمیوں سے یہ ہی کہا کہ ابھی ان سے تعرض نہ کرو۔ بہت سوں کو آ جانے دو ایک فولادی تیر موسیٰ کے ہاتھ میں تھا اسے وہ پھراتا جاتا تھا جب دشمن کثیر تعداد میں قلعہ میں گھس آیا۔ موسیٰ نے حکم دیا کہ ان کی مزاحمت کی جائے۔

موسیٰ گھوڑے پر سوار ہو کر ان پر حملہ آور ہوا اور فصیل کے اس شگاف سے جس سے وہ گھسے تھے انہیں باہر مار نکالا۔ اور پھر واپس آ کر کرسی پر متمکن ہو گیا۔ طرخون نے پھر اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا مگر انہوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا اس پر طرخون نے اپنے شہہ سواروں سے کہا یہ شیطان ہے جو رستم کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے جو کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور جو شخص میرے اس بیان کو تسلیم نہ کرے اسے چاہیے کہ اس پر حملہ کرے۔

مگر پھر اہل عجم کفتان کی منڈی کی طرف واپس چلے گئے۔

ابن خازم کا عجمیوں پر حملہ:

ایک مرتبہ عجمی موسیٰ کے گھوڑوں کو لوٹ لے گئے اس واقعہ سے موسیٰ بہت غمگین ہوا اس نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ اپنی داڑھی کو نوچنے لگا۔ ایک رات موسیٰ سات سو سپاہیوں کے ساتھ ایک ایسی ندی کے راستے جس میں پانی نہ تھا اور اس کے کناروں پر گھاس اُگی ہوئی تھی جس کا بہاؤ عجمیوں کی خندق کی طرف تھا روانہ ہوا صبح ہوتے وہ ان کے لشکر گاہ کے قریب پہنچ گیا دشمن کے گھوڑے چرنے کے لیے نکلے موسیٰ نے ان پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور انہیں ہنکا لایا کچھ لوگوں نے اس کا تعاقب کیا موسیٰ کے آزاد غلام سوار نے ان پر پلٹ کر ایک شخص کو مار کے گرا دیا۔ عجمی واپس چلے گئے اور موسیٰ صحیح وسلامت گھوڑوں کے اس گلے کو لے آیا۔

دوسرے دن عجمیوں نے پھر عربوں پر حملہ کیا۔ طرخون دس ہزار سپاہ کے ساتھ جو پورے ساز وسامان سے مسلح تھی ایک ٹیلہ پر جم گیا۔ موسیٰ نے اپنی فوج سے کہا کہ اگر تم نے اس جماعت کو ہٹا دیا تو اس کے بعد اوروں کا مقابلہ کرنا تو ہمارے لیے پھر بالکل آسان

کام ہے۔

حریث بن قطبہ کا خاتمہ:

حریث بن قطبہ اس جماعت کی طرف بڑھا اور تمام دن ایسی جوانمردی اور ثابت قدمی سے لڑا کہ دشمن کو اس ٹیلہ سے نیچے دھکیل دیا اور ایک تیر حریث کی پیشانی پر لگا پھر دونوں حریف علیحدہ ہٹ گئے رات کو موسیٰ نے عجمیوں پر شب خون مارا اس کا بھائی خازم بڑھتے بڑھتے طرخون کے خیمہ کے بالکل قریب جہاں شمع روشن تھی پہنچ گیا اور ایک شخص کے جسم میں تلوار کا اگلا حصہ بھونک دیا اس کے گھوڑے کو نیزہ سے ہلاک کر ڈالا۔ اور اس شخص کو ہٹا کر دریائے بلخ میں ڈال دیا یہ شخص دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ عجمی نہایت بری طرح مارے گئے اور بہت مشکل اور مصیبت سے ان کے بقیۃ السیف نے بھاگ کر جان بچائی اس واقعہ کے دو روز کے بعد حریث نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے خیمہ ہی میں دفن کر دیا گیا۔

موسیٰ عجمیوں کے سروں کو لے کر ترمذ روانہ ہوا۔ ان سروں سے انہوں نے دو محل تعمیر کیے یہ سر ایک دوسرے کے مقابل جما دیئے گئے۔ حجاج کو جب اس واقع کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگا کہ تمام تعریفیں اسی خدا کے لیے ہیں جس نے منافقین کو کفار پر فتح دی۔

منافقین کا ثابت بن قطبہ کے قتل پر اصرار:

حریث کے مر جانے سے موسیٰ کے دوستوں نے اس سے کہا کہ حریث سے تو اب ہمیں نجات مل گئی اب آپ ثابت کی طرف سے بھی ہمیں مطمئن کر دیجیے۔ موسیٰ نے اس مرتبہ پھر ان کی تجویز مسترد کر دی۔ رفتہ رفتہ ثابت کو بھی اس سازش کی اطلاع مل گئی۔ اس نے محمد بن عبداللہ بن مرثد الخزاعی نصر بن عبدالحمید کے جوابی مسلم کارے پر عامل تھا چچا کو جو موسیٰ بن عبداللہ کی خدمت میں تھا رشوت دے کر اپنا طرف دار بنا لیا اور اس سے کہا کہ تم ہرگز عربی زبان نہ بولنا اگر کوئی تم سے تمہارا وطن دریافت کرے تو کہہ دینا کہ میں بامیان کے قیدیوں میں سے ہوں۔

غرض کہ یہ شخص موسیٰ کے خادموں میں داخل ہو گیا جو بات وہاں سنتا اسے ثابت سے بیان کر دیتا ثابت نے اس سے کہہ رکھا تھا کہ جو بات میرے مخالف کیا کریں اسے خوب یاد رکھا کرو۔

اب ثابت پر بھی خوف طاری تھا جب تک یہ شخص آ کر روزانہ اسے خبر نہ پہنچا دیتا وہ نہ سوتا۔ اپنے خاص خدمت گاروں میں سے بعض کو حکم دے دیا تھا کہ وہ پہرہ دیتے رہیں اور اسی مکان میں رات بسر کریں ان کے ساتھ کچھ عرب بھی تھے جو اس کی حفاظت کرتے تھے۔

ثابت کے مخالف برابر اپنی دراندازیوں پر مصر رہے انہوں نے اسے اس قدر تنگ کیا کہ آخر ایک رات موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم نے کہہ کہہ کر میرا ناک میں دم کر رکھا ہے جو تم کرنا چاہتے ہو اسی میں تمہاری ہلاکت ہے۔ تم نے حد سے زیادہ ان سے خلاف مجھ سے کہا ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ کیوں تم انہیں قتل کرتے ہو اور میں تو کبھی ان سے بدعہدی نہیں کروں گا۔

ثابت بن قطبہ کا فرار:

موسیٰ کے بھائی نوح نے اس پر کہا کہ آپ ہمیں اجازت دے دیجیے۔ ہم اس سے سمجھ لیں گے جب وہ صبح آپ کے پاس

آئیں گے تو آپ کے پاس پہنچنے سے پہلے انہیں مکان میں لے جا کر قتل کر ڈالیں گے۔ موسیٰ نے کہا دیکھو کبھی ایسا نہ کرنا ورنہ تم سب تباہ ہو جاؤ گے اور تم لوگ خود اچھی طرح حالات سے واقف ہو۔

غلام اس تمام گفتگو کو سن رہا تھا۔ اس نے ثابت سے جا کر کہہ دیا ثابت رات ہی رات بیس سواروں کے ساتھ نکل کر چلتا ہوا۔ صبح کو ان لوگوں کو معلوم ہوا' مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کس طرف گیا ہے کہ اس کا تعاقب کرتے غلام بھی اب وہاں نہ تھا اس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ غلام ثابت کا مخبر تھا' جو ان کی باتوں کو سنتا رہتا تھا۔

موسیٰ بن عبداللہ کی ثابت پر فوج کشی:

ثابت حشورا آیا اور شہر میں جا کر مقیم ہوا۔ بہت سے عرب اور عجم اس کے پاس جمع ہو گئے اس پر موسیٰ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ تم نے اپنے خلاف ایک اور دروازہ کھول دیا ہے بہتر ہے کہ اسے بند کر دیا جائے۔

موسیٰ اس سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ ثابت بھی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اس کے مقابلہ پر آیا موسیٰ نے حکم دیا کہ فصیل جلا ڈالی جائے موسیٰ ان سے لڑا اور انہیں شہر کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کر دیا مگر ثابت اور اس کی فوج نے شہر میں داخل ہونے سے حملہ آوروں کو روک دیا۔

رقبہ بن الحر العنبری آگ میں سے گھس کر شہر کے دروازے تک پہنچ گیا یہاں ثابت کی فوج کا ایک شخص کھڑا اپنے ساتھیوں کی مدافعت کر رہا تھا۔ رقبہ نے اسے قتل کر دیا اور پھر واپس پلٹ کر آگ میں سے گھس کر جو اب بہت ہی مشتعل ہو چکی تھی چلا آیا یہاں تک کہ جو نمدہ وہ پہنے ہوئے تھے اس کے کناروں میں بھی آگ لگ گئی تھی۔ رقبہ نے اسے اتار ڈالا اور پھر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔

ثابت کی طرخون سے امداد طلبی:

ثابت شہر کے اندر قلعہ بند ہو گیا اور موسیٰ نے اس کی باہر کی گڑھی میں مورچہ لگایا۔ حشورا کے آتے ہوئے ثابت نے طرخون کے پاس امداد کے لیے قاصد بھیجا چنانچہ طرخون اس کی امداد کے لیے آیا جب موسیٰ کو معلوم ہوا کہ طرخون آ رہا ہے وہ محاصرہ چھوڑ کر ترمذ واپس آ گیا۔

اہل کس' بخارا اور نسف نے بھی ثابت کی امداد کی اور اس طرح اسی ہزار فوج ثابت کے پاس جمع ہو گئی ثابت نے اس فوج کو لے کر موسیٰ پر حملہ کیا۔ اس کا محاصرہ کر لیا سامان خوراک کی بہم رسانی مسدود کر دی جس سے ان کی بری گت ہو گئی۔ دن کے وقت ثابت کی فوج دریا کو عبور کر کے موسیٰ کا مقابلہ کرتی اور رات کو لشکر گاہ میں واپس آ جاتی۔

رقبہ اور ثابت بن قطبہ:

ایک روز رقبہ جو ثابت کا مخلص دوست تھا اور جو دوسروں کو اس کے خلاف سازش کرنے سے ہمیشہ منع کیا کرتا تھا اپنے لشکر سے نکل کر آیا اور ثابت سے مبازرت کا خواہاں ہوا۔ ثابت مقابلہ پر آیا۔ رقبہ بلاؤ کی کھال کی قبا پہنے ہوئے تھے ثابت نے حال دریافت کیا۔ رقبہ نے کہا بھلا ایسے شخص کی تم کیا خیریت دریافت کرتے ہو جو اس سخت گرمی کے زمانہ میں اس قدر گرم پوستین پہنے ہے اس کے بعد رقبہ نے اپنی فوج کی ناگفتہ بہ حالت بیان کی ثابت نے سن کر کہا کہ آپ لوگوں نے اپنے ہاتھوں یہ مصیبت لی ہے رقبہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں کبھی ان کے مشورہ اور تحریروں میں شریک نہیں ہوا۔ بلکہ جو کچھ ان لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا اسے میں نے ناپسند کیا۔

ثابت نے کہا اچھا بتائیے کہ آپ کو کچھ بھیجا جائے تو آپ کہاں ملیں گے؟ رقبہ نے کہا کہ میں محل الطفاوی کے پاس جو بنی قیس کے خاندان یعصر سے ملوں گا۔ محل ایک بڈھا شراب فروش تھا رقبہ اسی کے پاس مقیم تھا۔

ثابت بن قطبہ کی رقبہ کو امداد:

ثابت نے پانچ سو درہم علی بن المھاجر الخزاعی کے ہاتھ رقبہ کو بھیج دیئے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے تاجروں کا ایک قافلہ بلخ سے سامان ضروریات لے کر آ رہا ہے جب وہ یہاں پہنچ جائے اور تمہیں اس کی آمد کی اطلاع ہو جائے تم مجھے کہلا بھیجنا میں تمہاری ضروریات کی چیزیں لے کر بھیج دوں گا۔ علی محل کے دروازہ پر آیا اندر داخل ہوا دیکھا کہ رقبہ اور محل بیٹھے ہیں اور شراب کا ایک قدح سامنے ہے۔ ایک خوان بچھا ہے اس پر بھنا ہوا مرغ اور روٹیاں رکھی ہیں۔ رقبہ ایک پراگندہ مو شخص تھا۔ ایک سرخ رضائی اوڑھے تھا علی نے درہم کی تھیلی اور خط اسے دے دیا مگر بات نہیں کی۔ رقبہ نے تھیلی لے لی اور ہاتھ ہی کے اشارہ سے کہہ دیا کہ چلے جاؤ اور اس نے بھی کوئی بات نہیں کی۔

رقبہ ایک جسیم شخص تھا۔ جس کی آنکھیں گڑی ہوئی تھیں۔ جبڑے اُبھرے ہوئے اور مضبوط تھے۔ دانتوں کے درمیان اس قدر فرجہ تھا کہ ہر دو دانتوں کے درمیان ایک دانت کی گنجائش تھی اور اس کا چہرہ چپٹا ڈھال کی طرح معلوم ہوتا تھا۔

یزید بن ہزیل کی ثابت سے امداد طلبی:

جب موسیٰ کی فوج والے محاصرہ سے تنگ آ گئے تو یزید بن ہزیل نے کہا کہ ہم لوگوں کا ثابت کے پاس چلے جانا یا قتل ہو جانا بھوکے مرنے سے تو زیادہ اچھا ہے اور میں اس ثابت کو دھوکہ سے قتل کر ڈالتا ہوں یا اپنی جان دے دوں گا۔

یزید اس ارادے سے ثابت کے پاس آیا۔ اس سے امان کا خواستگار ہوا۔ ظہیر نے ثابت سے کہا کہ میں اسے آپ کے مقابلہ میں زیادہ جانتا ہوں یہ آپ کے پاس کسی لالچ سے یا آپ کی بہی خواہی کے لیے نہیں آیا ہے بلکہ یہ دھوکہ دینے کے لیے آیا ہے آپ اس سے ڈریے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں۔

ثابت نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں ایسے شخص پر حملہ کروں جو مجھ سے امان کا خواستگار ہو کر آیا ہو اور یہ ابھی مجھے معلوم نہیں کہ یہ واقعی دھوکہ دے گا یا نہیں۔

ظہیر نے کہا تو اچھا مجھے اس سے ضمانت لے لینے دیجیے اس پر ثابت نے یزید سے کہلا بھیجا کہ مجھے تو یہ گمان نہیں کہ جو شخص مجھ سے امان کا خواستگار ہو کر آیا ہے وہ بدعہدی کرے گا مگر یہ آپ کے عزیز آپ سے میرے مقابلہ میں زیادہ واقف ہیں جو شرائط یہ پیش کریں آپ انہیں منظور کر لیں۔

پسران یزید بن ہزیل کی بطور یرغمال حوالگی:

یزید نے ظہیر سے کہا کہ اے ابوسعید محض حسد کی وجہ سے تم میرے خلاف یہ کارروائی کر رہے ہو' کیا جو ذلتیں مجھے برداشت کرنا پڑی ہیں۔ وہ آپ کے لیے کافی نہیں ہوئی تھی اپنے وطن عراق اور اپنے اہل وعیال سے جدا ہوا اور اب خراسان میں اس حال میں ہوں جو تم بھی دیکھ رہے ہو۔ کیا اب بھی مجھ پر رحم نہیں آتا ظہیر نے کہا کہ اگر مجھے میری رائے پر تمہارے بارے میں عمل پیرا ہونے دیا جاتا تو تمہیں کبھی ان باتوں کے کہنے کا موقع نہیں ملتا۔ اچھا اب تم اپنے دونوں بیٹوں ضحاک اور قدامۃ کو بطور یرغمال میرے

حوالہ کر دو۔ یزید نے اپنے بیٹے ظہیر کے سپرد کر دیئے۔

یزید کا ثابت بن قطبہ پر مہلک وار:

یزید ثابت کی فوج میں رہنے سہنے لگا موقع کا منتظر تھا کہ کوئی وقت آئے اور قتل کروں، مگر کوئی موقع اسے نہ ملتا تھا۔ اسی اثناء میں زیاد القصیر الخزاعی کے لڑکے نے وفات پائی۔ مرو سے اس کی موت کی خبر اس کے باپ کو یہاں پہنچی۔ ثابت اظہار ہمدردی اور تعزیت کے لیے اس کے پاس گیا ظہیر اور اس کے خاندان والے جس میں یزید بن ہزیل بھی تھا اس کے ساتھ ہو گئے جب دریائے صغانیان پر یہ لوگ پہنچے تو یزید اور اس کے ساتھ دو اور شخص ارادتاً پیچھے رہ گئے اتنے میں ظہیر وغیرہ آگے بڑھ گئے یزید یہ موقع پا کر ثابت کے قریب پہنچا اور تلوار کا ایسا ہاتھ اس کے سر پر مارا کہ دماغ تک اتر گئی مارنے کے ساتھ ہی یزید اور اس کے دونوں ساتھی دریا میں کود پڑے۔ ظہیر نے ان دونوں پر تیر برسائے مگر یزید تو تیر کر نکل گیا اور وہ دونوں شخص مارے گئے۔

پسران یزید بن ہزیل کا قتل:

لوگ ثابت کو اٹھا کر اس کے مکان لے آئے۔ صبح کے وقت جب طرخون کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اس نے ظہیر کو حکم دیا کہ یزید کے دونوں بیٹے میرے سامنے لائیں جائیں غرض کہ دونوں لائے گئے۔ ظہیر نے ضحاک کو آگے بڑھایا طرخون نے اسے قتل کر ڈالا اس کے جسم اور اس کے سر کو دریا میں پھینک دیا۔ اس کے بعد ظہیر نے قدامہ کو آگے بڑھایا طرخون نے اس پر حملہ کیا۔ تلوار اس کے سینہ پر لگی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس لیے اسے زندہ ہی دریا میں ڈال دیا اور وہ غرق ہو گیا طرخون نے کہا کہ ان دونوں کے قتل کی ذمہ داری ان کے باپ اور اس کی بدعہدی پر ہے۔

یزید کو جب اپنے بیٹوں کی قتل کی خبر ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ شہر میں جس قدر خزاعی ہیں ان سب کے بیٹوں کو میں قتل کر ڈالوں گا۔

اس پر عبداللہ بن بذیل بن عبداللہ بن بدیل بن ورقاء نے جو ابن الاشعث کو مفرور فوج کے ساتھ موسیٰ کے پاس آیا تھا اس نے کہا کہ اگر بنی خزاعۃ کے ساتھ ایسا کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت دشوار کام ہے۔

ثابت بن قطبہ کا انتقال:

اس واقعہ کے سات روز کے بعد ثابت نے وفات پائی یزید بن ہزیل بڑا بہادر، سخی اور شاعر تھا اور ابن زیاد کے دورِ حکومت میں جزیرہ کاوان کا عامل بھی رہ چکا تھا۔ ثابت کے مرنے کے بعد عجمیوں کا اہتمام وانتظام طرخون کے متعلق رہا اور ثابت کے ساتھیوں کا سردار ظہیر ہو گیا مگر یہ دونوں کچھ اچھا انتظام قائم نہ رکھ سکے۔

طرخون پر شب خون مارنے کا قصد:

نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی قوت واقتدار میں ضعف رونما ہو گیا اس بدانتظامی کو محسوس کر کے موسیٰ نے ان پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ ایک شخص نے طرخون سے اس کے ارادہ کا تذکرہ کیا۔ طرخون سن کر ہنسا اور کہنے لگا کہ موسیٰ اپنے پاخانہ میں جاتے ہوئے تو ڈرتا ہے بھلا وہ کس طرح شب خون مارنے کی جسارت کر سکتا ہے دہشت وہراس نے اس کے دل پر قبضہ کر رکھا ہے لشکر گاہ کی حفاظت کے لیے آج کوئی شخص پہرہ نہ دے۔

موسیٰ بن عبداللہ کا طرخون پر شب خون:

دو پہر رات گزرے موسیٰ آٹھ سو سپاہیوں کے ساتھ جنہیں اس نے دن ہی سے تیار کر رکھا تھا اور ان کو چار دستوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ شب خون مارنے کے لیے روانہ ہوا۔ ایک دستہ کی قیادت رقبۃ بن الحر کو تفویض تھی ایک پر موسیٰ کا بھائی نوح بن عبداللہ سردار تھا۔ ایک پر یزید بن ہزیل اور ایک دستہ خود موسیٰ کے تحت میں تھا۔

غرض کہ اس ترتیب سے یہ فوج بڑھی موسیٰ نے اپنی فوج سے کہہ دیا تھا کہ جب تم دشمن کے لشکر گاہ میں داخل ہو جاؤ تو سب پھیل جانا اور جو چیز تمہارے سامنے آئے اسے تباہ کر دینا اور گرا دینا چار طرف سے یہ فوج دشمن کے لشکر گاہ میں داخل ہوئی جو سواری کا جانور' آدمی' خیمہ یا غلہ کا ڈھیر ان کے سامنے پڑتا اسے تباہ و برباد کر دیتے۔

طرخون پر حملہ:

نیزک نے جب اس ہنگامہ کے شور و غل کی آواز سنی اس نے ہتھیار اپنے بدن پر سجا لیے۔ اور اس تاریک رات میں کھڑا ہو گیا۔ علی بن المہاجر الخزاعی کو حکم دیا کہ طرخون سے جا کر کہہ دو کہ اس مقام پر کھڑا ہوں اور پوچھو کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ علی طرخون کے پاس آیا دیکھا کہ طرخون ایک راوٹی میں بیٹھا ہے اس کے خدمت گاروں نے اس کے آگے آگ روشن کر رکھی ہے علی نے نیزک کا پیام اسے سنایا۔ طرخون نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا اور خود طرخون لشکر گاہ اور اس شور و غل کی طرف آنکھ اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں محمیۃ السلمی آیا اور آکر اس نے کہا کہ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ. (حم وہ فتح نہ پائیں گے) خدمت گار علیحدہ ہٹ گئے محمیۃ راوٹی میں گھس آیا۔ طرخون اس کے مقابلہ کے لیے اٹھا۔ محمیۃ نے جھپٹ کر تلوار کا وار اس پر کیا۔ مگر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ طرخون نے تلوار کی نوک اس کے سینہ میں بھونک دی اور اسے پچھاڑ دیا اور پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ محمیۃ نکل کر بھاگ گیا اس کے بعد اس کے خدمت گار واپس آئے طرخون نے ان سے کہا کہ تم ایک شخص کو دیکھ کر بھاگ گئے ایسے ڈرے گویا کہ تم نے آگ کو لپکتے ہوئے دیکھا حالانکہ بہت سے بہت یہی ہوتا کہ وہ تم میں سے ایک کو جلا ڈالتی۔

طرخون کی جنگ بند کرنے کی پیشکش:

طرخون نے اپنی بات ابھی ختم نہیں کی تھی کہ اس کی باندیاں اس کی راوٹی میں آ گئیں اور خدمت گار اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ طرخون نے چھوکریوں کو بیٹھنے کا حکم دیا اور علی سے کہا کہ اٹھو دونوں کے دونوں باہر نکلے دیکھا کہ نوح بن عبداللہ بن خازم قناتوں کے پاس پہنچ چکا ہے دونوں ایک دوسرے پر تھوڑی دیر تک وار کرتے رہے مگر کوئی کسی کو کسی قسم کا زخم نہ پہنچا سکا نوح پیچھے مڑ کر چلا۔ طرخون نے اس کا تعاقب کیا اور نوح کے گھوڑے کی کمر میں تلوار بھونک دی گھوڑا چراغ پا ہو گیا اور نوح اور اس کا گھوڑا دونوں دریائے صغانیان میں گر پڑے طرخون پھر واپس آیا اس کی تلوار خون چکاں تھی قناتوں میں داخل ہوا۔ علی بن المہاجر بھی اس کے ہمراہ تھا پھر یہ دونوں اسی راوٹی میں چلے آئے طرخون نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ وہ قناتوں میں چلی جائیں چنانچہ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ پھر اس نے موسیٰ سے کہلا بھیجا کہ تم اس وقت اپنی فوج کو باز رکھو۔ صبح ہوتے ہی ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔

موسیٰ نے اس تجویز کو منظور کر لیا اپنے لشکر گاہ واپس چلا آیا اور صبح کے وقت طرخون اور تمام عجمی قومیں اپنے اپنے شہروں کو واپس چلی گئیں۔

موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کی شجاعت و دلیری:

اہل خراسان کہا کرتے تھے کہ ہم نے موسیٰ سا بہادر اور کسی کو نہ دیکھا اور نہ سنا دو سال تک اپنے باپ کی معیت میں لڑتا رہا پھر راسان میں ادھر ادھر پھرتا رہا ایک بادشاہ کے پاس پہنچا اس کے شہر پر قبضہ کر کے اسے وہاں سے نکال دیا پھر عربوں اور ترکوں کی فوجیں اس کے مقابلہ پر آئیں دن کے اول حصہ میں یہ عربوں سے لڑتا رہا اور آخری حصہ میں ترکوں سے مقابلہ پر جو ہر شجاعت و بسالت ظاہر کرتا رہا۔

موسیٰ پندرہ سال تک اپنے قلعہ میں مقیم رہا اور ماوراءالنہر کا تمام علاقہ بلاشرکتِ غیرے موسیٰ کے تصرف میں آ گیا۔

شہر قومس میں ایک شخص عبداللہ نامی رہتا تھا کچھ نوجوان اس کے پاس آ کر اس کے ساتھ کھانے پینے اور عیش ونشاط میں شریک ہوتے تھے اور تمام اخراجات یہی شخص برداشت کرتا تھا اسی وجہ سے قرضدار ہو گیا تھا عبداللہ موسیٰ کے پاس آیا موسیٰ نے چار ہزار درہم اسے دیے اور وہ اس رقم کو اپنے نوجوان دوستوں کے پاس لے آیا۔

مفضل بن مہلب کی موسیٰ بن عبداللہ پر فوج کشی:

جب یزید خراسان کی صوبہ داری سے معزول کیا گیا اور مفضل اس کا جانشین ہوا تو اس نے موسیٰ سے جنگ کر کے حجاج کے پاس رسوخ حاصل کرنا چاہا اور اسی غرض سے اس نے عثمان بن مسعود کو جسے یزید نے قید کر رکھا تھا۔ جیل خانہ سے آزاد کر کے بلایا اور کہا کہ میں تمہیں موسیٰ کے مقابلہ پر بھیجتا ہوں۔

عثمان بن مسعود کی روانگی:

عثمان نے کہا کہ مناسب ہے موسیٰ سے مجھے اپنے پھوپھی زاد بھائی ثابت اور خزاعی کا بدلہ بھی لینا ہے تمہارے باپ اور بھائی نے بھی مجھ سے یا میرے خاندان سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا ہے تم نے مجھے زندان بلا میں ڈالا۔ میرے چچیرے اور پھوپیرے بھائیوں کو جلاوطن کیا اور ان کی تمام جائداد کو ضبط کر لیا۔

مفضل نے کہا کہ یہ موقع ان شکایتوں کے اظہار کا نہیں ہے اس تذکرہ کو جانے دو اور اب جا کر اپنا بدلہ لے لو غرض کہ مفضل نے اسے تین ہزار فوج ہمراہ روانہ کیا اور اس سے کہا کہ تم نقیب سے اعلان کرا دو کہ جو شخص میرے ساتھ جائے گا وہ باقاعدہ طور پر فوج کا سرکاری ملازم سمجھا جائے گا نقیب نے بازار میں اس بات کا اعلان کر دیا اس کی وجہ سے بہت سے لوگ فوراً اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

مدرک کو عثمان کی مہم میں شریک ہونے کا حکم:

اس کے علاوہ مفضل نے مدرک کو جو اس وقت بلخ میں تھا لکھ بھیجا کہ تم بھی عثمان کے ہمراہ جاؤ۔ اب عثمان اس فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب بلخ میں پہنچا رات کے وقت اپنے لشکر گاہ میں پھرنے کے لیے نکلا اس نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ بخدا میں نے اسے قتل کر ڈالا یہ سن کر عثمان اپنے خاص مصاحبوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رب کی قسم! میں ضرور موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا۔

جزیرۂ عثمان:

صبح کے وقت عثمان بلخ سے روانہ ہوا۔ مدرک بھی اس کے ساتھ بادل نخواستہ روانہ ہوا عثمان نے دریا کو عبور کیا اور ایک جزیرہ

میں جو ترمذ کے قریب واقع ہے آ کر فروکش ہوا اب آج کل اس جزیرہ کا نام ہی جزیرہ عثمان ہے کیونکہ اسی جزیرہ میں عثمان پندرہ ہزار فوج کے ساتھ فروکش ہوا تھا۔

موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کا محاصرہ:

عثمان بن سبل اور طرخون کو اپنی اعانت کے لیے بلایا یہ سب کے سب آئے۔ موسیٰ کا انہوں نے محاصرہ کر لیا اور اب موسیٰ اور اس کی فوج کو محاصرہ سے سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا ایک رات کو موسیٰ کفتان پہنچا اور کچھ سامان خوراک وہاں سے لے کر پلٹ آیا دو مہینے سخت تنگی و ترشی کی حالت میں بسر کیے۔ عثمان نے شب خون سے پہلے ہی اپنے گرد خندق کھود رکھی تھی۔ اس سے موسیٰ کو شبخون مارنے کا کوئی بھی موقع نہ مل سکا۔ مجبور ہو کر موسیٰ نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بس آج جنگ کا فیصلہ کر دینا چاہیے۔ یا تخت یا تختہ' پہلے اہل صغد اور ترکوں پر حملہ کرو۔

موسیٰ بن عبداللہ کی فیصلہ کن جنگ:

غرض کہ اس آخری فیصلہ کن جنگ کے لیے موسیٰ اپنے لشکر گاہ سے روانہ ہوا۔ نضر میں سلیمان بن عبداللہ بن خازم کو شہر میں چھوڑ آیا' اور اس سے کہہ دیا کہ اگر میں مارا جاؤں تو تم شہر کو مدرک کے حوالہ کرنا۔ عثمان کے سپرد نہ کرنا۔ موسیٰ نے اپنی فوج کا ایک تہائی حصہ عثمان کے مقابل بھیج دیا اور حکم دیا کہ جنگ میں تم پیش قدمی نہ کرنا۔ اگر تم پر حملہ کیا جائے تب تم بھی مقابلہ کرنا یہ حکم دے کر خود موسیٰ نے طرخون اور اس کا رخ کیا اور اس قدر ثابت قدمی اور شجاعت سے ان سے لڑا کہ طرخون اور تمام ترک شکست کھا کر پیچھے بھاگے۔ موسیٰ نے ان کے لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ اور جس قدر سامان وہاں تھا اسے اٹھا کر لانے لگے۔

ترکوں اور صغدیوں کا جوابی حملہ:

دوسری جانب معاویہ بن خالد بن ابی برزہ نے عثمان کی طرف دیکھا جو خالد بن ابی برزہ کے ایک ٹٹو پر سوار تھا اور اس سے کہا کہ جناب والا گھوڑے سے اتر جائیں اس پر خالد نے عثمان سے کہا کہ آپ ہرگز نہ اتریں۔ کیونکہ معاویہ تو ہمیشہ فال بد ہی لیا کرتا ہے۔ اس کے بعد ہی ترکوں اور صغدیوں نے جوابی حملہ کیا اور موسیٰ اور قلعہ کے درمیان حائل ہو گئے موسیٰ نے ان کا مقابلہ کیا۔ مگر اس کا گھوڑا زخمی کر دیا گیا موسیٰ گر پڑا اور اپنے آزاد غلام سے کہا کہ تو مجھے سوار کر لے۔ غلام نے کہا موت سب کو بری معلوم ہوتی ہے۔ تمہارا جی چاہے تو میرے پیچھے سوار ہو جاؤ۔ اگر ہم بچ سکے تو دونوں بچ جائیں گے اور اگر مارے گئے تو دونوں مارے جائیں گے۔

موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کا قتل:

موسیٰ اپنے آزاد غلام کے پیچھے سوار ہو گیا جب موسیٰ اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوا تو عثمان نے اس کی پھرتی اور مستعدی کو دیکھ کر کہا کہ قسم ہے رب کعبہ کی یہ موسیٰ ہے جو گھوڑے پر سوار ہوا ہے۔

موسیٰ ایک خود پہنے تھا۔ جس پر ایک سرخ ریشم کا کپڑا منڈھا ہوا تھا۔ اور اس کی کلغی میں ایک بڑا آسمانجونی یاقوت لگا ہوا تھا۔

عثمان خندق سے نکلا اب موسیٰ کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ عثمان موسیٰ کی طرف بڑھا۔ موسیٰ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ اور اس کا آزاد غلام دونوں زمین پر گر پڑے۔ اتنے میں لوگ ان پر ٹوٹ پڑے' اور اسے قتل کر ڈالا۔

عربوں کا قتل:

عثمان کے نقیب نے اپنی فوجوں میں اعلان کر دیا کہ جس شخص کو تم پاؤ اسے قید کر لو۔ قتل نہ کرو اس پر موسیٰ کے اکثر ساتھی تو ادھر ادھر چلے گئے کچھ پکڑے گئے اور وہ عثمان کے سامنے پیش کیے گئے ان قیدیوں میں سے جو عرب عثمان کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ عثمان اس سے کہتا تھا کہ ہمارا خون بہانا تو تمہارے لیے حلال ہے اور کیا تمہارا خون بہانا ہم پر حرام ہو سکتا ہے یہ کہتا اور قتل کرا دیتا۔ اور اگر عربوں کے علاوہ کوئی اور قیدی پیش کیا جاتا تو عثمان اسے برا بھلا کہتا اور کہتا کہ یہ عرب تو مجھ سے لڑتے ہیں اور میرے مخالف ہی ہیں مگر تو نے میری حمایت کیوں نہیں کی؟ اس کے بعد اسے خوب پٹواتا۔

عبداللہ بن بدیل اور رقبہ بن الحر کو معافی:

عثمان ایک نہایت ہی سخت دل اور بے رحم آدمی تھا جس قدر قیدی اس کے سامنے پیش ہوئے اس نے سب کو قتل کرا دیا البتہ اپنے آزاد غلام عبداللہ بن بدیل بن عبداللہ بن بدیل بن ورقاء کو جب دیکھا تو ہاتھ کے اشارہ سے اسے رہائی کا حکم دے دیا اسی طرح رقبہ بن الحر کو بھی معافی دے دی جب رقبہ اس کے سامنے پیش ہوا۔ عثمان نے اسے دیکھ کر کہا کہ اس نے ہمارے خلاف کوئی بڑا گناہ نہیں کیا ہے۔ یہ ثابت کا مخلص درست تھا۔ دشمن کے ہمراہ تھا اس سے بھی اس نے وفاداری کی اور اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ تم نے کس طرح اسے قید کر لیا اس کے گھوڑے کو نیزہ کا زخم لگا تھا۔ یہ ایک گڑھے میں گر پڑا اور پکڑ لیا گیا۔

عثمان نے اسے آزاد کر دیا۔ بلکہ سواری کے لیے گھوڑا بھی دیا۔ اور خالد بن ابی برزہ سے کہا کہ اسے اپنے پاس ٹھہراؤ۔

واصل بن طیسلۃ العنبری نے موسیٰ پر حملہ کیا تھا۔

زرعہ بن علقمہ اور سنان الاعرابی کو امان:

عثمان کی نظر زرعہ بن علقمہ اسلمی حجاج بن مروان اور سنان الاعرابی پر پڑی جو ایک طرف علیحدہ کھڑے تھے عثمان نے ان سے کہا کہ تمہیں امان دی جاتی ہے۔ مگر لوگوں نے خیال کیا کہ اس نے امان نہیں دی ہے تا آنکہ انہوں نے وعدہ معافی اس سے لکھوا لیا۔

شہر ترمذ کی مدرک کو حوالگی:

شہر ترمذ اب تک نضر بن سلیمان بن عبداللہ بن خازم ہی کے قبضہ میں تھا اور اس نے کہہ دیا تھا کہ عثمان کے حوالہ نہیں کروں گا. البتہ مدرک کے حوالہ کر دوں گا۔ چنانچہ شہر مدرک کے حوالہ کر دیا گیا۔ مدرک نے نضر کو امان دے دی اور پھر عثمان کے حوالہ کر دیا۔

حجاج کو نوید فتح:

مفضل نے اس فتح کی خوش خبری حجاج کو لکھی۔ حجاج نے پڑھ کر کہا کہ یہ شخص ابن بہلہ بھی عجیب ہے کہ میں اسے ابن سمرہ سے لڑنے کے لیے حکم دیتا ہوں اور وہ لکھتا ہے کہ میں نے موسیٰ کو قتل کر ڈالا ہے۔

موسیٰ ۸۵ھ میں قتل کیا گیا۔ بختری نے بیان کیا کہ مغراء بن المغیرہ ابن ابی صفرہ نے موسیٰ کو قتل کیا تھا۔

قتل ہونے کے بعد ایک سپاہی نے موسیٰ کی پنڈلی کو زدوکوب شروع کی جب قتیبہ بن مسلم خراسان کا صوبہ دار مقرر ہو کر آیا تو اس نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے کیوں عرب کے اس بہادر کے ساتھ موت کے بعد ایسی ناشائستہ حرکت کی۔

اس سپاہی نے کہا کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا۔ قتیبہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس کے سامنے ہی اسے قتل کر دیا گیا۔

عبدالعزیز کو حق خلافت سے محروم کرنے کا فیصلہ:

اسی سنہ میں عبدالملک نے فیصلہ کیا کہ اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو اپنے بعد خلافت کے حق سے محروم کر دے جب عبدالملک نے اس بات کا ارادہ کیا تو قبیصہ بن ذویب نے اسے منع کیا اور کہا کہ آپ خود ایسا نہ کریں اس کارروائی سے ایک عام شور مچ جائے گا اور شاید اسے موت آ کر خود بخود آپ کو اس قضیہ کی ادھیڑ بن سے نجات دے دے۔

روح بن زنباع کا مشورہ:

اس پر عبدالملک اپنے ارادہ سے باز رہا مگر اس کا قلب اس کام کے لیے بے چین تھا کہ روز روح بن زنباع الجذامی نے کہا کہ اگر عبدالعزیز کو محروم کر دیں تو ایک آواز بھی ان کی حمایت میں نہ نکلے گی۔ عبدالملک نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے روح نے کہا بے شک ایسا ہی ہوگا سب سے پہلے میں خود اس آواز پر لبیک کہوں گا۔

عبدالملک کہنے لگا کہ ان شاء اللہ یہی مناسب بھی ہوگا۔

قبیصہ بن ذویب کے اختیارات:

یہی گفتگو کرتے ہوئے عبدالملک اور روح دونوں سو گئے۔ رات کا وقت تھا کہ اتنے میں قبیصہ بن ذویب عبدالملک کے پاس آئے۔ عبدالملک نے پہلے سے حاجبوں کو حکم دے رکھا تھا کہ دن اور رات کے آیا کسی وقت قبیصہ آئیں اور میں تنہا ہوں یا صرف ایک شخص میرے پاس ہو تم انہیں آنے دینا اور نہ روکنا۔ البتہ اگر عورتیں میرے پاس ہوں تو انہیں دیوان خانہ میں بٹھا دینا اور مجھے ان کی اطلاع کر دینا۔ غرض کہ قبیصہ بلا اجازت کمرہ میں چلے آئے شاہی مہر انہیں کے پاس رہتی تھی۔ سکہ کا انتظام بھی انہیں کے سپرد تھا۔ تمام سلطنت کی خبریں اور سوانح عبدالملک سے پہلے ان کی سامنے بیان کر دی جاتیں اور عرض داشت اور خطوط بھی ان کے سامنے پڑھے جاتے اور جو کوئی فرمان عبدالملک کی جانب سے شائع ہوتا وہ بھی ان کے اہم مرتبہ اور عزت کی وجہ سے ان کے سامنے پڑھ دیا جاتا تھا۔

عبدالعزیز بن مروان کی موت کی اطلاع:

قبیصہ نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی عبدالملک کو سلام کیا اور کہا خدا امیر المومنین کو عبدالعزیز کے عوض جزائے خیر عطا فرمائے۔ عبدالملک نے پوچھا کہ کیا ان کا انتقال ہو گیا؟ قبیصہ نے کہا جی ہاں! عبدالملک نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور روح کو مخاطب کر کے کہا لو اللہ نے خود بخود اس کام کو انجام کو پہنچا دیا۔ جس کے متعلق ہم سوچ رہے تھے اور پھر قبیصہ کی طرف دیکھ کر کہا اے ابو اسحٰق یہ اس معاملہ میں تمہارے مخالف تھے۔ قبیصہ نے پوچھا جناب والا کس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ عبدالملک نے وہ گفتگو کی جو اس کی روح سے عبدالعزیز کی علیحدگی کے متعلق ہوئی تھی بیان کی۔ قبیصہ نے کہا کہ تاخیر ہی بہترین طرز عمل ہے اور جلدی کی خرابیاں تو روشن ہیں۔ اس پر عبدالملک نے کہا کہ بسا اوقات عجلت ہی میں بہت کچھ بھلائی ہوتی ہے۔ تم تو عمرو بن سعید کا واقعہ تو دیکھ چکے ہو۔ کیا اس معاملہ میں عجلت تاخیر سے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئی۔

اسی سنہ ماہ جمادی الاوّل میں عبدالعزیز بن مروان نے مصر میں وفات پائی۔ عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ان کا جانشین کر کے اسے مصر کا گورنر بنا دیا۔

عبدالعزیز کی معزولی کی تحریک کا بانی حجاج:

مگر واقعہ کے متعلق مدائنی کا یہ بیان ہے کہ اس کی تحریک حجاج نے کی تھی اور اسی غرض سے اس نے ایک وفد زیر سرکردگی عمران بن عصام العنزی عبدالملک کی خدمت میں بھیجا تھا۔ عمران نے اس معاملہ پر عبدالملک کے سامنے تقریر کی۔ وفد کے دوسرے ارکان نے بھی ان کی تائید کی اور عبدالملک سے درخواست کی کہ عبدالعزیز بن مروان کی جگہ آئندہ جانشین خلافتِ عظمٰی ولید بن عبدالملک مقرر کیے گئے۔

عمران بن عصام کا وفد:

عمران بن عصام کی تمام تقریر اور قصیدہ خوانی سن کر عبدالملک نے کہا کہ عمران تم جانتے ہو وہ عبدالعزیز ہے۔ عمران نے کہا کہ امیر المومنین آپ کسی بہانہ سے انہیں حق خلافت سے محروم کر دیجیے۔ علی کہتے تھے کہ ابن الاشعث کے واقعہ سے پہلے ہی چونکہ حجاج نے اس معاملہ کے تصفیہ کے لیے عمران بن عصام کو خاص طور پر بھیجا تھا۔ عبدالملک کا یہ ارادہ ہوگیا تھا کہ ولید کو اپنا جانشین مقرر کر دے۔ مگر جب عبدالعزیز نے اس تجویز کو مسترد کر دیا تو عبدالملک بھی خاموش ہو گیا۔ یہاں تک کہ عبدالعزیز کی موت نے خود بخود اس قضیہ کا تصفیہ کر دیا۔

عبدالعزیز کا حق خلافت سے دستبرداری سے انکار:

جب عبدالعزیز نے عبدالملک کے بجائے ولید کے لیے بیعت لینا چاہی تو عبدالعزیز کو لکھا کہ اپنا حق خلافت اپنے بھتیجے کو دے دیجیے۔ عبدالعزیز نے انکار کر دیا اس پر دوبارہ عبدالملک نے لکھا کہ چونکہ میں ولید کی سب سے زیادہ عزت و توقیر کرتا ہوں۔ اس لیے کم از کم آپ تو اپنے بعد یہ حق اس کے لیے محفوظ کر دیجیے۔ عبدالعزیز نے اس کے جواب میں لکھا کہ جیسا آپ اپنے بیٹے ولید کو سمجھتے ہیں ویسا ہی میں اپنے بیٹے ابوبکر کو سمجھتا ہوں اس جواب کو پڑھ کر عبدالملک نے عبدالعزیز کے لیے ان الفاظ میں بددعا کی۔

عبدالعزیز بن مروان سے خراج کی طلبی:

اے خداوندا! جس طرح عبدالعزیز نے مجھ سے قطع تعلق کیا ہے اسی طرح تو اس سے اپنا تعلق منقطع کر لے اور پھر عبدالعزیز کو لکھا کہ مصر کا خراج بھیج دو۔ عبدالعزیز نے جواباً لکھا کہ ''اے امیر المومنین اب میری اور آپ کی اتنی عمر ہوگئی ہے کہ آپ کے خاندان کے جس شخص کی اتنی عمر ہوئی اس کی زندگی بہت ہی تھوڑی ہوئی ہے آپ اور میں دونوں اس بات سے ناواقف ہیں کہ ہم میں سے پہلے کون مرتا ہے؟ بہتر یہ ہے کہ اب اس تھوڑی سی بقیہ زندگی میں آپ مجھے نہ ستائیں۔

عبدالملک کی خاموشی:

عبدالملک پر اس تحریر کا بڑا اثر ہوا اور اس نے کہا کہ اپنی عمر کی قسم اب تا بہ زندگی میں انہیں ہرگز نہ چھیڑوں گا اور اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں دینا چاہے تو کسی بندہ کی مجال نہیں ہے کہ وہ اس حق سے تمہیں محروم کر دے اور ولید اور سلیمان سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی حرام کیا ہے دونوں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم کبھی نہیں عبدالملک نے کہا اللہ اکبر قسم ہے رب کعبہ کی تم دونوں ضرور اپنے مقصود کو حاصل کرو گے۔

عبدالملک کی بددعا:

جب عبدالعزیز نے عبدالملک کی تجویز کی خلافت کی جانشینی کے متعلق مسترد کر دی تو عبدالملک نے بددعا کی کہ اے اللہ جس طرح عبدالعزیز نے میرا ساتھ چھوڑا ہے اسی طرح تو بھی اس کا ساتھ چھوڑ دے اس پر عبدالعزیز کی وفات کے بعد اہل شام کہنے لگے کہ چونکہ عبدالعزیز نے امیرالمومنین کی تجویز مسترد کر دی تھی اور انہوں نے اس کے لیے بددعا کی اللہ نے اسے قبول کر لیا۔

محمد بن یزید کاتب کے لیے حجاج کی سفارش:

حجاج نے عبدالعزیز کو لکھا کہ آپ محمد بن یزید الانصاری کو اپنا کاتب بنا لیجیے اگر آپ کسی ایسے شخص کو کاتب بنانا چاہتے ہیں جو بھروسہ کے قابل راز دار' فاضل' عاقل اور دیندار ہو تو محمد بن یزید الانصاری سے بہتر اور کوئی آدمی آپ کو نہیں مل سکتا آپ بلاخوف و خطر تمام اہم سے اہم راز کا انہیں حامل بنا سکتے ہیں۔

عبدالملک نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور حجاج کو لکھا کہ محمد کو میرے پاس بھیج دو۔ حجاج نے محمد کو عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور عبدالملک نے انہیں اپنا میر منشی بنا دیا۔

محمد بن یزید کا بیان:

محمد بیان کرتے ہیں کہ امیرالمومنین عبدالملک کا یہ حال تھا کہ جو خط آتا میرے حوالے کر دیتے بہت سی باتوں کو اور لوگوں سے چھپاتے مگر مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھتے جو بات کسی عامل کو لکھتے مجھے ضرور بتا دیتے ایک روز دوپہر کے وقت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں مصر سے قاصد آیا۔ خبر رساں نے امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے جو تمہیں کہنا ہو مجھ سے کہہ دوں قاصد نے کہا نہیں میں نے کہا کہ اگر کوئی خط لائے ہو تو مجھے دے دو اس کا جواب بھی اس نے نفی میں دیا جو لوگ وہاں اس وقت موجود تھے ان میں سے کسی شخص نے امیرالمومنین کو قاصد کے آنے کی اطلاع کی۔ امیرالمومنین باہر نکل آئے اور مجھ سے پوچھا کیا ماجرا ہے میں نے عرض کیا مصر سے پیامبر آیا ہے' فرمایا خط لے لو میں نے عرض کیا وہ کہتا ہے میرے پاس خط نہیں ہے پھر کہا آنے کی وجہ دریافت کرو۔ میں نے کہا کہ میں نے دریافت کیا تھا اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔

مصری قاصد سے عبدالملک کی گفتگو:

اس پر امیرالمومنین نے کہا اچھا اسے اندر آنے دو۔ میں نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی پیامبر نے عرض کیا کہ خدا امیرالمومنین کو عبدالعزیز کی موت کے عوض جزائے خیر عطا فرمائے' امیرالمومنین نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا' رونے لگے پھر تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر کہنے لگے کہ خدا عبدالعزیز پر رحم کرے وہ تو اس دار فانی سے عالم جاودانی میں رحلت کر گئے اور ہمیں اس رنج واندوہ میں مبتلا کر گئے پھر عورتیں اور تمام محل والوں نے گریہ وبکا شروع کی۔

ولید اور سلیمان کی ولی عہدی کا اعلان:

دوسرے دن مجھے بلایا اور فرمایا کہ عبدالعزیز تو رحلت کر گئے مگر اب خلق اللہ کے انتظام اور نگرانی کے لیے ایسے شخص کے بغیر تو چارہ نہیں جو میرے بعد خدمت خلق کے اس اہم ونازک فرض کو سنبھال سکے۔ تمہاری رائے میں کون شخص اس منصب کا اہل ہے میں

نے عرض کیا کہ سب سے افضل اور اس منصب کے اہل ولید ہیں۔ عبدالملک نے کہا تمہاری رائے صحیح ہے اب بتاؤ کہ ان کے بعد اس خدمت جلیلہ کا کون اہل ہے میں نے کہا سلیمان سے بڑھ کر جو عرب کے سب سے بڑے بہادر شخص ہیں اور کون اہل ہو سکتا ہے امیر المومنین نے کہا بے شک صحیح کہتے ہو اگر ہم اس بات کا تصفیہ ولید کے سپرد کر جاتے تو ولید اپنے ہی بیٹوں کو ولی عہد خلافت مقرر کرتا اچھا اب فرمان لکھ دو کہ میرے بعد ولید ہوں اور ان کے بعد سلیمان خلیفہ ہوں چنانچہ میں نے حسب الحکم فرمان لکھ دیا۔

ولید کی محمد بن یزید سے خفگی:

چونکہ ولید کے بعد ان کی جانشینی کے لیے میں نے سلیمان کی سفارش کی تھی ولید مجھ سے بہت ناراض تھے اور اسی بنا پر کبھی کوئی اہم خدمت انہوں نے میرے تفویض نہیں کی۔

ہشام بن اسمٰعیل کو بیعت لینے کا حکم:

اب عبدالملک نے ہشام بن اسمٰعیل المخز ومی کو لکھا کہ تم ولید اور سلیمان کے لیے لوگوں سے حلف اطاعت لو تمام لوگوں نے ان دونوں کے لیے وفاداری کا حلف اٹھایا۔ مگر سعید بن المسیب نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک عبدالملک زندہ ہیں میں اور کسی شخص کے لیے حلف وفاداری نہیں اٹھا سکتا ہشام نے انہیں خوب زدوکوب کی اور لوگ انہیں ٹاٹ کے کپڑے پہنا کر مدینہ میں جو پہاڑ کا درہ تھا اور جہاں لوگوں کو قتل اور سولی پر چڑھاتے تھے لے چلے سعید کو یقین ہو گیا کہ مجھے قتل کرنے کے ارادے سے لے جا رہے ہیں مگر جب اس مقام پر پہنچ گئے پھر واپس پلٹا لائے اس پر سعید نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ مجھے سولی پر چڑھانے کے لیے نہیں لے جا رہے ہیں تو میں کبھی یہ کمبل کے کپڑے نہیں پہنتا مگر میں نے تو خیال کیا تھا کہ چونکہ مجھے سولی پر چڑھانے کے لیے لے جا رہے ہیں اسی لیے یہ کپڑے پہنا رہے ہیں۔

عبدالملک کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو کہنے لگے کہ خدا ہشام کا برا کرے جب انہوں نے بیعت کی سعید کو دعوت دی تھی اور انہوں نے انکار کیا تھا تو اسی وقت قتل کرا دیتا یا معاف کر دیتا۔

سعید بن المسیب کا بیعت کرنے سے انکار:

اسی سنہ میں عبدالملک نے اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنایا اور ان کے بعد ان کا جانشین سلیمان کو مقرر کیا۔ تمام شہروں کو حکم دیا کہ ان کے لیے بیعت لی جائے ہشام بن اسمٰعیل المخز ومی اس وقت مدینہ کے عامل تھے ان سے تمام لوگوں نے بیعت کر لی مگر سعید بن المسیب نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہشام نے انہیں خوب مارا تمام شہر میں انہیں تشہیر کر دیا اور قید کر دیا عبدالملک کو جب اس واقعہ کا علم ہوا اس نے ہشام کو اس حرکت پر لعنت ملامت کی ہشام نے ساٹھ کوڑے سعید کو لگوائے تھے اور موٹی اون کا جانگیا پہنا کر تمام مدینہ میں انہیں تشہیر کیا اور پھر درہ کی چوٹی پر انہیں لے گئے۔

مگر حارث کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جابر بن الاسود بن عوف الزہری کو مدینہ کا عامل مقرر کیا تو اس نے لوگوں کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے دعوت دی سعید بن المسیب نے کہا کہ میں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا تاوقتیکہ تمام لوگ بالا تفاق انہیں خلیفہ تسلیم نہ کر لیں۔ جابر نے اس پر ساٹھ کوڑے سعید کے لگوائے جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا علم ہوا انہوں نے جابر کو لعنت ملامت کی اور لکھا کہ ہمارے اور سعید کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے تم انہیں چھوڑ دو۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے مصر میں جمادی الاوّل ۸۴ھ میں وفات پائی۔

سعید بن المسیب کی اہانت وتذلیل:

ان کی وفات کے بعد عبدالملک نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کے لیے لوگوں سے بیعت کی اور تمام شہروں کو حکم بھیجا کہ ان کے لیے بیعت لی جائے اس زمانہ میں ہشام بن اسمٰعیل المخزومی مدینہ پر عبدالملک کا عامل تھا اس نے تمام باشندوں کو بیعت کے لیے بلایا اور سب نے بیعت بھی کر لی سعید بن المسیب کو بھی بلایا اور ان سے بھی بیعت کرنے کے لیے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس معاملہ پر غور کرتا ہوں۔

ہشام نے ان کے ساٹھ کوڑے لگوائے ان کو ایک جانگیا پہنا کر تمام شہر میں انہیں تشہیر کیا اور درہ کی چوٹی تک لے جا کر جب انہیں واپس لانے لگے تو سعید کہنے لگے کہ اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ تم لوگ مجھے سولی دینے نہیں لے جا رہے ہو تو میں ہرگز یہ اون کا جانگیہ نہ پہنتا۔

سعید بن المسیب سے بدسلوکی پر عبدالملک کا اظہارِ افسوس:

غرضیکہ ہشام نے انہیں پھر جیل خانہ میں واپس لا کر قید کر دیا اور اس تمام واقعہ اور ان کی مخالفت کی اطلاع عبدالملک کو لکھ بھیجی۔ عبدالملک نے اس فعل پر اسے لعنت و ملامت کی اور لکھا کہ سعید ایسے شخص ہیں کہ ہمیں ان کی دوستی اور ہمدردی کی زیادہ ضرورت ہے بجائے اس کے کہ ان کے ساتھ اس قسم کی بدسلوکی کی جائے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کا ارادہ نہ مخالفت کا ہے اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔

امیر حج ہشام بن اسمٰعیل:

اس سال ہشام نے لوگوں کو حج کرایا' اور حجاج ہی تمام مشرقی ممالک کا مع عراق کا گورنر جنرل تھا۔

۸۶ھ کے واقعات

عبدالملک کی وفات:

اسی سال عبدالملک نے وسط ماہ شوال میں وفات پائی۔ یوم پنجشنبہ وسط شوال ۸۶ھ میں عبدالملک نے وفات پائی اور اس طرح تیرہ سال پانچ مہینے عبدالملک نے خلافت کی۔

ایک دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۳ھ میں تمام لوگوں نے عبدالملک کے ہاتھ پر بحیثیت خلیفہ ہونے کے بیعت کی تھی۔

مدت حکومت:

ایک اور روایت میں ہے کہ وسط ماہ شوال ۸۶ھ بروز پنجشنبہ عبدالملک نے دمشق میں وفات پائی اس طرح بیعت کے دن سے وفات تک اکیس سال ڈیڑھ ماہ ہوا اس میں سے نو سال تک عبدالملک عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑتے رہے اور اس دوران میں صرف ان کی شام میں خلافت تسلیم کی جاتی تھی۔ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کے بعد پھر عراق میں بھی عبدالملک خلیفہ تسلیم کیے

گئے اس طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل اور تمام لوگوں کے عبدالملک کے خلیفہ تسلیم کرنے کے بعد سے ان کی مدت خلافت تیرہ سال اور سات روز کم چار ماہ رہ جاتی ہے۔

عبدالملک کی عمر:

عبدالملک کی عمر میں بہت کچھ اختلاف ہے ایک روایت یہ ہے کہ ان کی عمر ساٹھ برس کی ہوئی واقدی کہتے ہیں کہ اٹھاون سال ہوئی مگر پہلا بیان صحیح ہے کیونکہ اگر تاریخ ولادت سے تاریخ وفات تک حساب لگایا جائے تو ان کی عمر ساٹھ سال ہوتی ہے ۲۶ ہجری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبدالملک پیدا ہوئے اور جنگ دار میں اپنے باپ کے ساتھ شریک ہوئے جب کہ ان کی عمر دس سال کی تھی۔

ایک اور بیان سے پایا جاتا ہے کہ ان کی عمر تریسٹھ سال ہوئی۔

عبدالملک کا شجرۂ نسب:

عبدالملک کا شجرہ نسب یہ ہے۔عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کنیت ابوالولید ان کی ماں عائشہ بنت معاویہ المغیرہ بن ابی العاص تھیں۔

عبدالملک کی ازواج واولاد:

1. ولید' سلیمان' مروان الاکبر (متوفی) اور عائشہ۔ان کی ماں کا نام ولادۃ بن العباس بن جزء بن الحارث بن زہیر بن جذیمہ بن رواحۃ بن ربیعہ بن مازن بن الحارث بن قطیعہ بن عبس بن بغیض تھا۔
2. یزید' مروان' معاویہ (متوفی) اور ام کلثوم ان کی ماں عاتکہ بنت یزید بن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھی۔
3. ہشام اس کی ماں ام ہشام بنت ہشام اسمٰعیل بن ہشام بن الولید بن المغیرۃ المخزومی تھی۔ مدائنی کہتے ہیں کہ ام ہشام کا نام عائشہ تھا۔
4. ابوبکر' اس کا نام بکار تھا اور اس کی ماں عائشہ بنت موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تھی۔
5. حکم متوفی' اس کی ماں ام ایوب بنت عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھی۔
6. فاطمہ بنت عبدالملک' اس کی ماں ام المغیرہ بنت المغیرہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن المغیرہ تھی۔
7. اور عبداللہ' مسلمۃ' منذر' عنبسہ' محمد' سعید الخیر اور حجاج یہ لونڈیوں سے تھے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیویوں کے علاوہ عبدالملک کی اور بھی عورتیں تھیں۔جن میں سے ایک شقراء بنت سلمہ بن حلبس الطائی تھی اور دوسری حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی پوتی' پڑپوتی تھی۔جس کی دادی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔

سلمہ بن زید بن وہب سے عبدالملک کی گفتگو:

ایک مرتبہ سلمہ بن زید بن وہب بن نباتۃ الفہمی عبدالملک کے پاس آیا عبدالملک نے اس سے پوچھا کہ کون زمانہ بہترین زمانہ اور کون سے بادشاہ سب سے بہتر ہوئے ہیں سلمہ نے کہا بادشاہوں کا تو سب کا یہ حال ہے کہ یا وہ مذمت کرنے والے ہیں یا تعریف کرنے والے رہا زمانہ اس کی یہ کیفیت ہے کہ بعض اقوام کو عروج پہنچاتا ہے اور بعض کو قعر مذلت میں دھکیل دیتا ہے ہر شخص

اپنے زمانہ کی برائی کرتا ہے کیونکہ زمانہ ہر نئی چیز کو پرانی اور ہر چھوٹے بچہ کو بوڑھا کر دیتا ہے اور سوائے ایک امید کے زمانہ کی ہر شے فانی ہے۔

عبدالملک نے کہا کہ اب مجھ سے ذرا فہم کا حال بیان کیجیے۔ سلمہ نے کہا کہ ان کی حالت کی تصویر ان شعروں میں کسی شاعر نے کیا خوب کھینچی ہے وہ اشعار ہیں:

درج الليل النهار على فهم بن عمرو فاصبحوا كالرميم

و خلت دارهم فأضحت يبابًا بعد عزوثروة و نعيم

كذالك الزمان يذهب بالناس وتبقى ديارهم كالرسوم

''❶ دن اور رات کی گردش نے قبیلہ فہم بن عمرو کو مٹا کر خاک کر دیا۔ ان کے مکانات بالکل ویران اور چٹیل میدان کی طرح ہو گئے حالانکہ اس سے پہلے وہ قبیلہ نہایت عزت و دولت اور خوشحالی سے بسر کرتا تھا ❷ اور زمانہ کی تو یہ عادت ہے کہ رہنے والوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے اور ان کے بعد مکانات مٹ کر خاک کے تودے رہ جاتے ہیں''۔

سلمہ بن زید کے اشعار:

پھر عبدالملک نے سلمہ سے پوچھا کہ یہ حسبِ ذیل شعر کس نے کہے ہیں:

رايت الناس مذخلوا و كانوا — يحبون الغنى من الرجال

و ان كان الغنى قليل خير — بخيلاً بالقليل من النوال

فما ادرى علام و فيم هذا — وما ذايرتجون من البخال

اللدنيا فليس هناك دنيا — ولا يرجى لحادثة الليالى

ترجمہ: ''ابتدائے خلقت سے لوگوں کا یہ حال دیکھ رہا ہوں کہ وہ دولتمند اصحاب کو پسند کرتے ہیں چاہے وہ دولتمند بخیل اور کنجوس ہی کیوں نہ ہوں مگر میں نہیں جانتا کہ لوگ کیوں اور کس لیے بخل کرتے ہیں اور اس بخل سے انہیں کس فائدہ کی توقع ہے اگر دنیا کے لیے وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ ان کا خیال بالکل خیال بالکل غلط ہے دنیا کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ آفات ناگہانی سے کوئی بھی محفوظ نہیں''۔

سلمہ نے کہا کہ یہ شعر میرے ہیں۔

ابوقطیفہ عمرو بن ولید کے اشعار:

ابوقطیفہ عمرو بن الولید بن عقبہ بن ابی معیط نے حسبِ ذیل اشعار عبدالملک کے متعلق کہے۔

نبئت ان ابن القلمس عابنى — ومن ذامن الناس الصحيح المسلم

فابصر سبل الرشد سيد قومه — وقد يبصر الرشد الرئيس المعمَّمُ

فمن اهم هاخبر و نامن انتم — وقد جعلت اشياء تبدو و تكتم

ترجمہ: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن قلمس نے مجھ پر عیب لگایا ہے اور بھلا اسے صحیح و سالم لوگوں سے کیا واسطہ۔ پھر اس کی قوم کے

سردار نے صحیح راستہ پالیا اور اس میں شک نہیں کہ راہ راست کو جلیل القدر سردار ہی معلوم کیا کرتا ہے مگر تم کون ہو ذرا ہمیں بھی تو بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمام باتیں تو ظاہر ہی کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں مگر تم لوگ چھپاتے جاتے ہو''۔

عبدالملک کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے مثل ذی عزت ومنزلت خاندان کو کوئی شخص ''تم کون ہو'' کہہ کر خطاب کرے۔ بخدا اگر وہ بات نہ ہوتی جسے تم جانتے ہو میں حکم دیتا ہوں کہ تمہیں تمہاری ناپاک اصل سے ملا دیا جاتا اور اتنا مارتا کہ مر ہی جاتے۔

عبدالملک نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ اس وقت سوائے میرے اور کوئی شخص خلافتِ عامہ کے حاصل کرنے کی طاقت اور اہلیت نہیں رکھتا اس میں شک نہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بڑے عابد وزاہد اور صوم وصلوٰۃ کے نہایت سختی سے پابند ہیں مگر اپنے بخل کی وجہ سے وہ ایک کامیاب حکمران نہیں ہو سکتے۔

باب ۱۴

ولید بن عبدالملک

بیعتِ خلافت:

اسی سنہ میں ولید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بہ حیثیت خلیفہ ہونے کے بیعت کی گئی۔ ولید اپنے باپ کو دفن کر کے مسجد میں آیا۔ منبر پر چڑھا تمام لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے پھر اس نے تقریر کی اور کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون. امیر المومنین کی موت سے جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ ہی ہماری مدد کرنے والا ہے۔ اور تمام تعریفیں اسی خدا کے لیے سزاوار ہیں جس نے خلافت دے کر ہم پر اپنا سب سے بڑا انعام واحسان کیا ہے آپ لوگ کھڑے ہوں اور بیعت کریں۔ سب سے پہلے عبداللہ بن ہمام السلولی نے بیعت کی۔ ان کے بعد ہی اور تمام لوگوں نے بیعت کی۔

ولید بن عبدالملک کا پہلا خطبہ:

اس واقعہ کے متعلق واقدی بیان کرتے ہیں کہ ولید جب اپنے باپ کو دفن کر کے واپس آیا۔ عبدالملک دمشق کے باب الجابیہ کے باہر دفن کیے گئے۔ تو اپنے مکان میں نہیں گیا بلکہ سیدھا جامع دمشق میں آ کر منبر پر چڑھا۔ مناسب الفاظ میں حمد وثنا کے بعد اس نے کہا آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس شے کو اللہ نے آگے رکھا ہے کوئی شخص اسے پیچھے نہیں کر سکتا اور جسے اس نے پیچھے کیا ہے کوئی آگے نہیں بڑھا سکتا۔ ہر متنفس کے لیے خداوند عالم نے پہلے ہی سے موت کا فیصلہ کر دیا ہے اس سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عاملین عرش بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔

ہماری قوم کے سردار دوسرے عالم میں نیک بندوں کے منازل کی طرف سدھار گئے ان کا طرزِ عمل اور ہر فعل خدا کے لیے ہوتا ہے۔ جو شخص مخالفت یا بغاوت کرتا اس پر سختی کرتے اور اچھے اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور اخلاق سے پیش آتے۔ ہمارے مقدس مذہب اسلام کے تمام ارکان پر انہوں نے عمل کیا۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ خلافتِ اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت کی۔ دشمنانِ خدا پر فوج کشی کی وہ نہ کمزور تھے نہ ضرورت سے زیادہ سخت تھے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ آپ وفادار رہیں اور جماعت کے نظام میں تسبیح کے دانوں کی طرح منسلک رہیں یہ خوب سمجھ لیجیے کہ تنہا شخص کے ساتھ ہمیشہ شیطان لگا رہتا ہے جو شخص ہم پر اس بات کو ظاہر کرے گا جو اس کے دل میں ہے ہم اس سے ویسا ہی سلوک کریں گے اور جو مخالفت کے جذبات کو دل ہی دل میں چور کی طرح چھپائے رکھے گا وہ اس مرض سے ہلاک ہو جائے گا۔ اس تقریر کے بعد ولید نے عبدالملک کے سواری کے تمام جانور دیکھے ان پر قبضہ کر لیا ولید ایک نہایت ہی ظالم اور سخت گیر شخص تھا۔

امارتِ خراسان پر قتیبہ بن مسلم کا تقرر:

اسی سال قتیبہ بن مسلم حجاج کی طرف سے خراسان کا عامل مقرر ہو کر خراسان آیا۔ قتیبہ ۸۶ ہجری میں اس وقت خراسان پہنچا جب کہ مفضل فوج کا معائنہ کر رہا تھا اور اخرون اور شومان کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ قتیبہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور انہیں جہاد پر برانگیختہ کیا۔

قتیبہ کا جہاد پر خطبہ:

قتیبہ کی تقریر حسب ذیل ہے:

''اللہ تعالیٰ نے کفار سے جہاد کرنے کو تمہارے لیے حلال کیا ہے تاکہ اس کے دین کا غلبہ ہو' تم برائیوں سے بچو' زیادہ دولت مند بنو اور کفار تباہ و ہلاک ہوں اور کلام پاک میں اپنے نبی محترم ﷺ سے فتح کا حتمی وعدہ فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ﴾

''اللہ ہی وہ مقدس ذات ہے جس نے اپنے رسول کو شمع ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اسے تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہو جائے چاہے مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں''۔

اسی طرح خداوند برتر نے مجاہدین کے لیے بڑا ثواب اور اپنے پاس بڑے بڑے مراتب و مدارج دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ لَا يُصِيۡبُهُمۡ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَ لَا مَخۡمَصَةٌ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ..... اَحۡسَنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴾

''یہ مدارج اور یہ انعامات انہیں اس لیے دیئے جائیں گے کہ اللہ کی راہ میں نہ انہیں پیاس معلوم ہوتی ہے' نہ تھکن محسوس کرتے ہیں اور نہ کوئی اور دقت دشواری۔''

آخر آیت میں فرمایا کہ ان کا طرزِ عمل نہایت ہی بہتر رہا ہے''۔

اس کے بعد قتیبہ نے شہدا کے متعلق کہا کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں برابر اللہ کی طرف سے رزق پہنچتا رہتا ہے چنانچہ خود خداوند عالم نے شہداء کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ﴾

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور انہیں رزق پہنچایا جاتا ہے''۔

اس لیے آپ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے رب کے وعدہ حاصل کیجیے اور اپنے تئیں انتہائی مصیبت و تکلیف کے برداشت کرنے کے لیے تیار رکھیے اور خود میں ہمیشہ ڈھیل اور کاہلی سے محترز رہوں گا۔

قتیبہ بن مسلم کی پیش قدمی:

قتیبہ تمام فوج کے ساز و سامان' ہتھیار اور گھوڑوں کا معائنہ کرنے کے بعد جہاد کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے مرو پر دو شخصوں کو اپنا قائم مقام بنایا۔ فوج کا سردار ایاس بن عبداللہ بن عمرو کو مقرر کیا۔ اور مال گزاری پر عثمان بن السعدی کو مقرر کیا۔ جب قتیبہ طالقان پہنچا۔ یہاں بلخ کے کچھ زمیندار اس کے ساتھ ہو گئے۔ جب دریا کو عبور کیا تو اس پار تمش الاعور صغانیان کے بادشاہ نے تحفے تحائف اور سونے کی کنجی پیش کر کے اس کا استقبال کیا اور اپنے علاقہ میں آنے کی دعوت دی اور قتیبہ وہاں گیا۔

شاہ کفتان و صغانیان کی اطاعت:

اسی طرح کفتان کا بادشاہ بھی بہت سارو پیہ اور تحفے تحائف لے کر اس کی خدمت میں آیا اور اپنے یہاں آنے کی دعوت دی قتیبہ بیش کے ساتھ صغانیان گیا۔ بادشاہ صغانیان نے اپنا علاقہ اس کے حوالہ کر دیا۔ بادشاہان اخرون اور شومان تمش کے ہمسایہ تھے انہوں نے اس بیچارے پر زیادتیاں کی تھیں۔ اور جنگ کر کے اس کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا۔

قتیبہ کی مراجعت مرو:

اس بنا پر قتیبہ نے اب دونوں کی سرکوبی کے لیے جو علاقہ طخارستان کے حکمران تھے پیش قدمی کی مگر جنگ کرنے سے پہلے ہی غشتاسبان نے آ کر کچھ زر فدیہ دے کر صلح کی درخواست کی۔ قتیبہ نے صلح کر لی اور مرو واپس آ گیا۔ واپسی میں قتیبہ نے فوج کی قیادت اپنے بھائی صالح کے تفویض کر دی اور خود فوج کو پیچھے چھوڑ کر اس سے پہلے ہی مرو پہنچ گیا۔

صالح بن مسلم کی فتوحات:

ان کے چلے جانے کے بعد ان کے بھائی صالح نے قلعہ ماسار الحصن فتح کیا' اس جنگ میں نصر بن سیار بھی صالح کے ہمراہ تھا اس معرکہ میں وہ بڑی بہادری اور شجاعت سے لڑا جس کے صلہ میں صالح نے اسے ایک گاؤں تجانہ نامی جاگیر میں عطا کیا اس قلعہ کو فتح کرنے کے بعد صالح قتیبہ کے پاس چلا آیا پھر قتیبہ نے اسے ترمذ کا عامل مقرر کیا۔

حجاج کی قتیبہ سے اظہار خفگی:

قتیبہ کے خراسان آنے کے متعلق باہلی یہ کہتے ہیں کہ یہ ۸۵ ہجری میں خراسان آیا۔ فوج کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا جس قدر فوج خراسان میں اس وقت تھی اس کے پاس کل تین سو پچاس زرہیں ہیں۔ قتیبہ نے اخرون اور شومان پر فوج کشی کی اور پھر واپس پلٹ آیا واپسی میں کشتی پر سوار ہو کر آمل آیا اور فوج کو پیچھے چھوڑ دیا۔ فوج بلخ کے راستہ مرو آئی حجاج کو جب اس واقعہ کا علم ہوا اس نے قتیبہ کو لعنت و ملامت کی اور فوج کو پیچھے چھوڑ آنے پر اظہار ناخوشنودی کی اور لکھا کہ اب جب کبھی تم جنگ کرنے کے لیے جاؤ تو پیش قدمی کی صورت میں سب سے آگے رہو اور جب واپس پلٹنے لگو تو سب سے آخر میں پچھلے دستہ فوج میں رہو۔

اہل بلخ کی سرکوبی و سرکشی:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دریا کو عبور کرنے سے پہلے اس سال قتیبہ بلخ کے فساد کے فرو کرنے میں مصروف رہا بلخ کے کچھ لوگوں نے سرکشی کی تھی' اور مسلمانوں سے باغی ہو گئے تھے۔ قتیبہ بلخ والوں سے لڑا اس روز جنگ میں جو قیدی گرفتار ہوئے ان میں خالد بن برمک کے باپ' برمک کی بیوی بھی تھی اور اس وقت خود برمک نو بہار کا عامل تھا یہ عورت عبداللہ بن مسلم قتیبہ کے بھائی کے جسے فقیر کہا جاتا ہے۔ حوالے کر دی گئی۔ عبداللہ بن مسلم کو کچھ جذام بھی تھا عبداللہ نے اس عورت سے مباشرت کی اس واقعہ کے دوسرے ہی دن بلخ والوں نے قتیبہ سے صلح کر لی۔ قتیبہ نے حکم دیا کہ تمام قیدی واپس کر دیئے جائیں۔

زوجہ برمک اور عبداللہ بن مسلم:

اب برمک کی بیوی نے عبداللہ سے کہا کہ اے عرب میں تجھ سے حاملہ ہو گئی ہوں۔ اسی وقت عبداللہ نے وفات پائی مگر یہ وصیت کر دی کہ جو بچہ اس عورت سے پیدا ہو وہ میرے خاندان میں شامل کر لیا جائے اور پھر یہ عورت برمک کو واپس کر دی گئی جب خلیفہ مہدی رے آئے تو عبداللہ بن مسلم کے لڑکے خالد کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو۔ اس پر مسلم بن قتیبہ نے ان سے کہا کہ تم خالد کو اپنے خاندان میں شامل کرنا چاہتے ہو اگر وہ اسے منظور کر لیں تو پھر تمہیں اپنے خاندان کی لڑکی بھی انہیں دینا پڑے گی۔ اس پر عبداللہ کے لڑکے اپنے دعوے سے دستبردار ہو گئے۔ برمک طبیب حاذق تھا۔ مسلمہ کو کوئی بیماری تھی اس نے اس کا علاج کیا اور اسے صحت ہو گئی۔

حبیب بن مہلب ناظم کرمان کی برطرفی:

اسی سنہ میں مسلمہ بن عبدالملک نے علاقہ روم میں جہاد کیا۔ نیز اسی سنہ میں حجاج نے یزید بن المہلب کو قید کر دیا اور حبیب بن المہلب کو کرمان کی نظامت سے موقوف کر دیا۔ اور عبدالملک بن المہلب کو اس کے محافظ دستہ کی سرداری سے علیحدہ کر دیا۔

امیر حج ہشام بن اسمٰعیل:

ہشام بن اسمٰعیل المخزومی نے اس سال لوگوں کو حج کرایا عراق اور تمام مشرقی صوبجات کا گورنر جنرل حجاج تھا۔ مغیرہ بن عبداللہ بن ابی عقیل کوفہ کے پیش امام تھے اور زیاد بن جریر بن عبداللہ حجاج کی طرف سے کوفہ میں امیر عسکر تھا ایوب بن الحکم بصرہ کا عامل تھا اور قتیبہ بن مسلم خراسان کا گورنر تھا۔

۸۷ھ کے واقعات

ہشام بن اسمٰعیل کی معزولی:

اس سنہ میں ولید نے ہشام بن اسمٰعیل کو مدینہ کی صوبہ داری سے برطرف کر دیا ہشام کو معزولی کا حکم شب شنبہ بتاریخ ۷/ ماہ ربیع الاول ۸۷ھ میں موصول ہوا۔ اس طرح ہشام ایک ماہ یا اس سے کچھ کم چار برس مدینہ کا صوبہ دار رہا۔

امارت مدینہ پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تقرر:

ولید نے اس کی جگہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ کا صوبہ دار مقرر کیا عمر رحمۃ اللہ علیہ جب منصب پر سرفراز کیے گئے ان کی عمر ۲۵ برس کی تھی اور یہ ۶۲ھ میں پیدا ہوئے تھے جب آئے تو تیس اونٹوں پر ان کا سامان اور ان کے ساتھی تھے' اور مروان کے مکان میں آ کر فروکش ہوئے کچھ لوگ ان کے سلام کو آئے۔

فقہائے مدینہ کی طلبی:

نماز ظہر کے بعد عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ کے دس فقیہوں کو اپنے پاس بلایا۔ ان میں عروہ بن الزبیر' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' ابوبکر بن عبدالرحمٰن' ابوبکر بن سلیمان بن ابی خیثمہ' سلیمان بن یسار' قاسم بن محمد' سالم بن عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عامر بن ربیعہ' اور خارجۃ بن زید رحمہم اللہ تھے یہ لوگ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور بیٹھ گئے۔

فقہائے مدینہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب:

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بعد حمد و ثنا ان سے کہا کہ میں نے آپ حضرات کو ایسے کام کے لیے بلایا ہے' جس پر آپ کو اجر ملے گا اور اس معاملہ میں مشورہ دے کر آپ حق و صداقت کی اعانت کریں گے میں چاہتا ہوں کہ کوئی بات آپ سب کے یا آپ لوگوں میں سے جو صاحب اس وقت موجود ہوں ان کی رائے اور مشورہ کے بغیر نہ کروں۔ اگر آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ ظلم و زیادتی کر رہا ہے یا میرے ماتحت عہدہ داروں کے خلاف کوئی شکایت آپ سنیں تو آپ کو خدا کی قسم! آپ فوراً مجھے مطلع کریں اس ملاقات کے بعد یہ حضرات عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر کی دعا دیتے ہوئے باہر آ گئے اور ایک دوسرے سے رخصت ہو کر جدا ہو گئے۔

چونکہ ہشام کے متعلق ولید کی رائے بہت خراب تھی اس لیے ولید نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ہشام کی لوگوں میں تشہیر کی جائے۔

سعید بن المسیب کا ہشام سے حسن سلوک:

سعید بن المسیب کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے اور دوسرے اہالی موالیوں کو بلا کر ان سے کہا کہ اگر چہ ہشام کی تشہیر کی جا رہی ہے مگر خبردار تم میں سے کوئی شخص اسے نہ چھیڑے اور نہ کوئی بری بات کہے جس سے اس کے قلب کو اذیت ہو۔ کیونکہ میں اپنے اور اس کے معاملہ کو خدا اور قرابت کی بنا پر چھوڑے دیتا ہوں اگر چہ میری رائے اس کے متعلق اچھی نہیں ہے تاہم وہ کلمات اپنی زبان سے ہرگز نہ ادا کروں گا جو اس نے میرے لیے استعمال کیے تھے۔ محمد بن عمر کے باپ بیان کرتے ہیں کہ ہم ہشام کے ہمسایہ تھے۔ یہ باوجود اس ہمسائیگی کے ہمیں طرح طرح کی اذیتیں دیتا تھا۔

ہشام کی تشہیر و توہین کا حکم:

حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کو اس کے ہاتھوں سخت تکلیفیں برداشت کرنا پڑی تھیں جب ہشام معزول کیا گیا اور ولید نے اس کی توہین اور تشہیر کا حکم دیا تو کہنے لگا کہ مجھے صرف علی بن الحسین رضی اللہ عنہ سے خوف ہے ہشام مروان کے مکان کے پاس کھڑا کیا گیا تھا آپ اس کے پاس سے گزرے مگر اس کے قبل ہی آپ نے اپنے طرفداروں سے فرمایا تھا کہ بدتہذیبی کی کوئی بات ہشام سے نہ کہنا چنانچہ جب ہشام بن اسمٰعیل کے پاس سے گذرے تو اس نے کلام پاک کا یہ جملہ آپ کے سنانے کے لیے پڑھا:

﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَةَ ﴾

''اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے کہ وہ کس شخص کو اپنا پیامبر بناتا ہے''۔

مسلم قیدیوں کی رہائی:

اسی سنہ میں نیزک قتیبہ کے پاس آیا اور قتیبہ نے اہل باذغیس سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اب ان کے علاقہ میں داخل نہ ہو گا۔ اس واقعہ کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

نیزک طرخان کے پاس کچھ مسلمان قید تھے بادشاہ شومان سے صلح کرنے کے بعد قتیبہ نے نیزک کو ان قیدیوں کے بارے میں خط لکھا کہ تم انہیں چھوڑ دو۔ ورنہ میں بہت سختی سے پیش آؤں گا اس دھمکی سے نیزک خائف ہوا اور اس نے تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔

نیزک کو فوج کشی کی دھمکی:

اب قتیبہ نے سلیم الناصح عبیداللہ بن ابی بکرہ کے آزاد غلام کو نیزک کے پاس سفیر کی حیثیت سے بھیجا تاکہ یہ اسے صلح کی دعوت دیں اور اس سے کہہ دیں کہ تمہیں امان دی جائے گی۔ قتیبہ نے نیزک کو ایک خط بھی لکھا تھا اور اس میں لکھا تھا کہ اگر تم میرے پاس نہ آؤ گے تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم پر فوج کشی کروں گا اور جہاں کہیں تم جاؤ گے تمہیں کھود کر نکال لاؤں گا اور اس وقت تک اپنے ارادہ سے باز نہیں رہوں گا جب کہ مجھے فتح حاصل نہ ہو جائے گی یا موت آ کر میرے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دے گی۔

نیزک اور قتیبہ بن مسلم میں مصالحت:

غرض کہ سلیم قتیبہ کے اس خط کو لے کر نیزک کے پاس آئے اور اسے سمجھانے بجھانے لگے۔ نیزک نے ان سے کہا کہ آپ کے سردار کی نیت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ مجھ ایسے ذی عزت و مرتبت شخص کو اس قسم کا خط کبھی نہیں لکھا جاتا۔ سلیم نے اس سے کہا

کہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے سردار سیاحت وحکومت میں بہت سخت ہیں تاہم اگر ان کے سامنے کوئی شخص نرمی و عاجزی سے پیش آئے تو وہ بھی بہت ہی نرم طبیعت ہو جاتے ہیں اور جو تمکنت اور سرکشی سے پیش آئے اس کے لیے بہت ہی سخت ہیں آپ ان کی تحریر کے درشت لہجہ سے متاثر نہ ہوں اور محض اس وجہ سے ان کے پاس جانے کے قصد کو ملتوی نہ کیجیے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اور تمام عرب آپ کی بے انتہا خاطر و مدارت اور عزت وتوقیر کریں گے چنانچہ نیزک سلیم کے ساتھ قتیبہ کے پاس آیا۔ قتیبہ نے اہل باذغیس سے اس شرط پر صلح کر لی کہ اب وہ ان کے علاقہ میں داخل نہ ہوگا۔

مسلمۃ بن عبدالملک کی رومیوں پر فوج کشی:

اسی سنہ میں مسلمۃ بن عبدالملک نے رومیوں کے علاقہ میں فوج کشی کی یزید بن جبیر بھی ان کے ہمراہ تھا سوسنتہ کے مقام پر جو مصیصۃ کے قریب واقع ہے۔ رومیوں نے ایک زبردست فوج کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مقام طوانۃ کے قریب مسلمۃ اور میمون الجرجانی کی مڈبھیڑ ہوئی اس وقت مسلمۃ کے ساتھ کل ایک ہزار انطا کی جنگجو تھے۔ مسلمۃ نے دشمن کے بے شمار آدمی قتل کر ڈالے اور اللہ نے ان کے ہاتھوں کئی ایک قلعے سر کرا دیے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بجائے مسلمۃ کے اس سال ہشام بن عبدالملک نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ حصن بولق' احزم' بولس اور قمقم ان کے ہاتھوں فتح کرا دیے۔ عرب مستعربہ میں سے ایک ہزار سپاہی کام آئے ہشام بن عبدالملک نے ان کے بیوی بچوں کو قیدی بنا لیا۔

قتیبہ بن مسلم کا بیکند پر حملہ:

اسی سنہ میں قتیبہ نے بیکند پر فوج کشی کی۔ بیکند پر فوج کشی اور اس کی تفصیل:

نیزک سے صلح کرنے کے بعد قتیبہ دوسرے موسم جہاد تک مرو میں مقیم رہا اور پھر اسی ۸۷ ہجری میں اس نے بیکند پر فوج کشی کی۔ مرو سے چل کر مروالروذ آیا پھر آمل ہوتا ہوا زم آیا۔ اس مقام سے اس نے دریا کو عبور کر کے بیکند کا رخ کیا (بخارا کے شہروں میں بیکند دریائے جیحوں کے قریب ترین واقع ہے۔ تاجروں کا شہر کہلاتا ہے اور بخارا کی سمت سے ریگستان کے سرے پر واقع ہے)۔

مسلم فوج کی محصوری:

غرض کہ جب مسلمانوں کی فوج نے اس کے بالکل قریب جا کر پڑاؤ کیا تو بیکند والوں نے اہل صغد اور دوسرے اپنے آس پاس کے لوگوں سے اعانت طلب کی اس درخواست پر زبردست امدادی فوجیں بیکند کی امداد کے لیے پہنچ گئیں انہوں نے مسلمانوں کے رسل ورسائل کے راستہ کو مسدود کر دیا' اب یہ حالت ہوگئی کہ نہ قتیبہ کا کوئی قاصد اس حلقہ سے باہر جا سکتا تھا اور نہ اس کے پاس کوئی فرستادہ پہنچ سکتا تھا اس طرح دو ماہ تک اسے کوئی خبر نہ معلوم ہو سکی اور نہ حجاج کو اس کی کوئی خبر معلوم ہوئی اس سے حجاج کو سخت تشویش ہوئی اور اسے قدرتی طور پر مسلمانوں کی فوج کی تباہی کا خطرہ پیدا ہوا اس نے تمام مساجد میں لوگوں کو دعا کرنے کا حکم دیا اور تمام شہروں میں بھی دعا کرنے کے لیے احکام جاری کر دیے اور اس فوج کی یہ حالت تھی کہ روزانہ دشمن سے برسر پیکار رہتی تھی۔

تنذر عجمی اور قتیبہ بن مسلم:

ایک عجمی شخص تنذر نامی قتیبہ کا مخبر تھا اہل بخارا نے اسے بہت کچھ رشوت دے کر ملا لیا اور اس سے کہا کہ تو کسی ترکیب سے

قتیبہ کو اس کی موجودہ حیثیت سے ہٹا دے' تنذر قتیبہ کے پاس آیا اور تخلیہ کا خواستگار ہوا۔ تمام لوگ قتیبہ کے پاس اٹھ کر چلے گئے۔ مگر قتیبہ نے ضرار بن حصین الضبی کو اپنے پاس بٹھائے رکھا' تنذر نے قتیبہ سے کہا کہ حجاج کو معزول کر دیا گیا ہے اور یہ اب آپ پر عامل ہو کر آنے والے ہیں' بہتر یہ ہے کہ آپ مرو واپس چلے جائیں۔

تنذر عجمی کا قتل:

قتیبہ نے اپنے غلام سیاہ کو بلا کر حکم دیا کہ تنذر کو قتل کر ڈالے۔ حبشی نے اسے قتل کر ڈالا' پھر قتیبہ نے ضرار سے کہا کہ اب سوائے تمہارے اور میرے اور کوئی شخص اس خبر سے واقف نہیں ہے۔ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر یہ بات اس موجودہ جنگ کے اختتام تک کسی سے میں نے سنی تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا لہٰذا تم اپنی زبان پر مہر لگا لو۔ کیونکہ اس خبر کے شائع ہونے سے تمام لوگوں میں بددلی پھیل جائے گی۔

تنذر کے قتل پر قتیبہ کی تقریر:

اس بات کی ہدایت کرنے کے بعد قتیبہ نے دوسرے لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ جب لوگ اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ تنذر مقتول پڑا ہے اس سے انہیں پریشانی اور رنج ہوا اور ایک غور و فکر میں سب نے گردنیں نیچی کر لیں۔ قتیبہ نے ان سے کہا کہ آپ لوگ اس شخص کے قتل سے جسے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ہے' کیوں خائف ہیں سب نے کہا کہ ہم اسے مسلمانوں کا خیر سگال سمجھتے ہیں۔ قتیبہ نے کہا نہیں بلکہ وہ مفسد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے کیفر کردار کو پہنچا دیا اس خیال کو دل سے نکال ڈالیے اور کل صبح ہی دشمن سے غیر معمولی بہادری اور ثابت قدمی سے نبرد آزمائی کیجیے۔

اہل بیکند کی شکست و صلح:

دوسرے دن صبح ہی سے لوگ جہاد کے لیے تیار ہو کر میدان کارزار میں آ گئے۔ قتیبہ تمام علمبردار سرداروں کے پاس جا کر انہیں اور ان کے ماتحت مجاہدین کو جنگ کے لیے ابھارتے تھے۔ دونوں فوجوں میں معرکہ جدال و قتال گرم ہوا۔ اب مسلمانوں کی تلواروں نے دشمن کے گلوں سے معانقہ شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ثبات و استقلال نازل فرمایا۔ غروب آفتاب تک خوب لڑائی ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مونڈھے پشت پر سے مسلمانوں کے سپرد کر دیئے اور وہ شکست کھا کر شہر کی طرف بھاگ مسلمانوں نے ان کا ایسا سخت تعاقب کیا کہ شہر میں بھی نہ گھسنے دیا۔ کفار منتشر ہو گئے اور مسلمانوں نے جس طرح چاہا ان کو قتل کیا اور جسے چاہا اسے گرفتار کر لیا بہت کم شہر میں پناہ لے سکے قتیبہ نے سفر مینا والوں کو حکم دیا کہ شہر کی فصیل تباہ کر دی جائے اس پر کفار نے صلح کی درخواست کی قتیبہ نے صلح کر لی۔ اور بنی قتیبہ کے ایک شخص کو بیکند کا عامل مقرر کر دیا۔

اہل بیکند کی عہد شکنی:

اب قتیبہ واپس ہوا ابھی ایک یا دو منزل ہی آیا ہو گا اور بیکند سے صرف پانچ فرسخ کے فاصلے پر تھا کہ کفار نے اپنا عہد وفاداری توڑ ڈالا' عامل اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور ان کی ناک اور کان قطع برید کر دیئے قتیبہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی واپس پلٹا' اہل بیکند قلعہ بند ہو گئے تھے ایک ماہ تک قتیبہ لڑتا رہا پھر اس نے سفر مینا والوں کو حکم دیا کہ شہر کا حصار ختم اور تباہ کر دیا جائے۔ انہوں نے فصیل پر لکڑیوں سے پاڑ باندھنا شروع کی۔ قتیبہ کا ارادہ یہ تھا کہ جب پاڑ مکمل طور پر بندھ جائے اس وقت اس میں آگ لگا دی

جائے اور اس طرح فصیل منہدم ہو جائے گی۔ مگر قبل اس کے کہ سفر مینا والے اپنے کام کو ختم کرتے فصیل خود بخود گر پڑی اس سے چالیس آدمی ہلاک ہو گئے۔

بیکند کا تاراج:

اب پھر اہل بیکند نے صلح کی درخواست کی۔ مگر قتیبہ نے انکار کر دیا لڑا اور بزور شمشیر شہر کو مسخر کر دیا شہر میں جس قدر جنگ جو تھے ان کو تہ تیغ کر ڈالا۔ قیدیوں میں ایک کانا بھی تھا اسی نے ترکوں کو مسمانوں کے خلاف نقض عہد کرنے پر ابھارا تھا اس نے قتیبہ سے کہا کہ میں اپنی جان کا فدیہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ سلیم الناصح نے اس سے پوچھا کہ کتنا دو گے؟ اس نے پانچ ہزار چینی ریشمی تھان کہے۔ جس کے ہر تھان کی قیمت دو ہزار درہم تھی۔ قتیبہ نے مشورہ لیا۔ لوگوں نے کہا فدیہ لینے سے مسلمان کی دولت عامہ میں اضافہ ہوتا ہے اور اب کبھی اسے تو یہ موقع نہیں ملے گا کہ پھر ایسی حرکت کرے۔ اس لیے فدیہ لینے میں کیا ہرج ہے۔ مگر قتیبہ نے اس کی درخواست نامنظور کر دی اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ اب اس کا وجود آئندہ کسی موقع پر بھی مسلمانوں کے لیے موجب خطر ہے۔ لہٰذا اسے قتل کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔

فتح بیکند اور مال غنیمت:

بیکند کی فتح میں مسلمانوں کو مال غنیمت میں بے شمار سونے چاندی کے برتن ملے۔ قتیبہ نے مال غنیمت کی نگرانی اور تقسیم کے لیے عبداللہ بن والان العدوی متعلقہ بنی ملکان جسے قتیبہ امین ابن الامین کہا کرتا تھا اور ایاس بن جہیس الباہلی کو مقرر کر دیا ان دونوں نے جس قدر سونے چاندی کے ظروف اور بت تھے ان سب کو گلا دیا۔ اور قتیبہ کے پاس لے کر آئے۔ نیز تمام اس کیٹ کو بھی جو ان برتنوں سے نکلی تھی لے آئے۔ قتیبہ نے یہ کیٹ ان دونوں صاحبوں کو دے دی اس کی قیمت چالیس ہزار درہم آنکی گئی ان دونوں نے قتیبہ سے اس کی اطلاع کی۔ قتیبہ نے اسے واپس لے لیا۔ اور حکم دیا کہ اسے پھر گلایا جائے۔ جب اسے پھر گلایا گیا تو اس میں سے ایک لاکھ پچاس ہزار مثقال یا صرف پچاس ہزار مثقال قیمتی دھات نکلی۔

اسی طرح بیکند میں اور بھی بہت سی چیزیں مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اس قدر مال غنیمت اس مقام سے انہیں ملا کہ خراسان میں کبھی اتنا نہیں ملا تھا۔

فوج میں اسلحہ کی تقسیم:

اس فتح کے بعد قتیبہ مرو واپس آ گیا۔ مسلمانوں کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی انہوں نے خوب ہتھیار اور گھوڑے خرید لیے۔ ان کے لیے دور دور سے لوگ سواری کے جانور لائے۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ میں ہی سب سے عمدہ اور خوب صورت گھوڑا ہتھیار خریدوں۔ اس سے ہتھیاروں کی قیمت اس قدر چڑھ گئی کہ ایک نیزہ ستر درہم میں آنے لگا۔ سرکاری ذخائر حرب میں بھی تو میں یہ ہتھیار اور اسلحہ اور دوسرا سامان حرب تھا۔ قتیبہ نے حجاج کو لکھا کہ اگر جناب والا مجھے اجازت دیں تو میں یہ ہتھیار فوج کو دے دوں۔ حجاج نے اجازت دے دی۔ قتیبہ نے تمام سامان ضروریات حرب اور اسلحہ نکلوائے اور لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ اب فوج جنگ کے لیے کیل کانٹے سے مسلح ہو گئی۔

نومشکث کی فتح:

موسم بہار میں قتیبہ نے تمام لوگوں کو جمع کر کے اعلان عام کیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو جہاد کے لیے ایسے

وقت میں لیجاؤں جب کہ آپ کو زادراہ کے اٹھانے کی دقت نہ پڑے اور موسم سرما سے پہلے واپس لے آؤں۔ غرض کہ اب قتیبہ ایک نہایت آراستہ و پیراستہ فوج کے ساتھ جس کے گھوڑے نہایت حسین وخوب صورت تھے۔ اور چمکتے ہوئے ہتھیاروں سے مسلح جہاد کے لیے روانہ ہوا پہلے آمل آیا۔ پھر زم سے دریائے جیحوں کو عبور کر کے بخارا کے علاقہ میں داخل ہوا اور شہر نومشکث پر جو بخارا ہی کا ایک شہر ہے دھاوا کر دیا۔ شہر والوں نے اس سے صلح کر لی۔

مسلم الباہلی کی امانت کا واقعہ:

مسلم الباہلی نے والان سے کہا کہ میں کچھ مال بطور امانت آپ کے پاس رکھوانا چاہتا ہوں۔ والان نے پوچھا کہ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اور لوگوں کو اس کی خبر نہ ہو یا اوروں کو خبر ہو جانے میں آپ کوئی ہرج نہیں سمجھتے؟ مسلم نے کہا نہیں۔ میں اسے پوشیدہ ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ والان نے کہا تو بہتر یہ ہے کہ آپ کسی معتمد شخص کے ہاتھ وہ مال فلاں مقام پر بھیج دیجیے اور اسے حکم دے دیجیے کہ اگر وہاں کوئی بیٹھا ہو تو یہ مال وہاں چھوڑ کر چلا آئے۔ مسلم نے کہا بہتر ہے میں ایسا ہی کرتا ہوں اس نے تمام مال ایک خرجی میں رکھا۔ اسے خچر پر لادا اور اپنے آزاد غلام سے کہا کہ اسے فلاں مقام پر لے جاؤ۔ جب دیکھو کہ وہاں کوئی شخص بیٹھا ہوا ہے تو تم خچر چھوڑ کر چلے جانا۔

وہ خچر لے کر چلا دوسرے طرف والان وقت مقررہ پر حسبِ وعدہ اس مقام پر آیا مگر جب بہت دیر تک مسلم کا کوئی آدمی وہاں نہیں پہنچا۔ والان وقت مقررہ کے گزر جانے کے بعد چلا گیا۔ اور اس نے خیال کیا کہ شاید مسلم کا آدمی آ کر واپس چلا گیا۔

اس شخص کے چلے جانے کے بعد ہی ایک اور تغلبی اس جگہ آ کر بیٹھ گیا کہ اتنے میں مسلم کا آزاد غلام مال لے کر وہاں پہنچا جب دیکھ لیا کہ ایک آدمی وہاں بیٹھا ہوا ہے اس نے خچر کو وہیں چھوڑ دیا اور خود واپس چلا آیا۔

تغلبی نے خچر کو جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس پر زر و جواہر بار ہے اور کوئی شخص اس کا مالک نہیں ہے اس خچر کو اپنے گھر لے آیا اور خچر اور مال دونوں اپنے قبضہ میں کر لیے چونکہ مسلم کو تو یہ یقین تھا کہ میرا مال والان کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس لیے تاوقتیکہ اسے مال کی واپسی کی ضرورت نہ پڑی اس نے کبھی اس سے پوچھا بھی نہیں۔ جب ضرورت ہوئی تو مسلم نے والان سے کہا کہ میری امانت واپس کر دیجیے۔ والان نے کہا کہ میرے پاس آپ کی کوئی امانت نہیں ہے۔ اور نہ میں نے آپ کے مال کو لیا ہے۔

مسلم الباہلی کی امانت کی واپسی:

اب مسلم نے ہر جگہ والان کی برائی کرنا شروع کی اور اس کی بددیانتی کا اظہار کرتا۔ ایک روز بنی صبیعہ کی مجلس میں آیا اور ان سے والان کی شکایت کی۔ وہ تغلبی جس نے اصل میں اس کا مال لیا تھا وہ بھی وہاں موجود تھا یہ اٹھ کر اسے علیحدہ لے گیا اور پوچھا کہ تمہاری کیا کیا چیزیں تھیں۔ مسلم نے سب بیان کیں۔ تغلبی مسلم کو اپنے گھر لایا اور اس خرجی کو دکھا کر کہا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو۔ مسلم نے کہا ہاں! تغلبی نے کہا کہ اس مہر کو بھی جانتے ہو اس کا جواب بھی مسلم نے اثبات میں دیا۔ تغلبی نے کہا تو یہ آپ ہی کا مال ہے آپ لے لیجیے اور پورا قصہ سنایا اس حقیقت کے اظہار کے بعد مسلم نے جن لوگوں سے والان کی شکایت کی تھی ان سے آ کر معذرت کی اور پورا واقعہ سنایا۔

امیر حج حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وعمال:

اس سال عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جو مدینہ کے عامل تھے لوگوں کو حج کرایا اس سنہ میں ابوبکر بن عمر بن حزم، عمر بن عبدالعزیز

رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مدینہ کے قاضی تھے عراق اور تمام مشرقی صوبجات کا حسب سال ماسابق حجاج گورنر جنرل تھا جراح بن عبداللہ بن الحکمی اس سنہ میں حجاج کی طرف سے بصرہ کا عامل تھا اور عبداللہ بن اذینہ بصرہ کے قاضی تھے کوفہ میں معاملاتِ جنگ کا انتظام زیاد بن جریر بن عبداللہ کے تفویض تھا۔ اور ابوبکر بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کوفہ کے قاضی تھے اور قتیبہ بن مسلم خراسان کا گورنر تھا۔

۸۸ھ کے واقعات

قلعہ طوانیہ کی تسخیر:

اسی سنہ میں رومیوں کا قلعہ طوانیہ مسلمانوں نے مسخر کیا اور وہیں ایام سرما بسر کیے۔ مسلمۃ بن عبدالملک اور عباس بن الولید بن عبدالملک اس اسلامی فوج کے جس نے اس قلعہ کو تسخیر کیا تھا سردار تھے۔

پہلے دن کی لڑائی میں مسلمانوں نے دشمنوں کو شکست دی۔ کفار سے اپنے گرجاؤں اور خانقاہوں میں جا چھپے مگر پھر پلٹ کر آئے اور اب کی مرتبہ مسلمان پسپا ہو گئے اور اس بدحواسی سے بھاگے کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب کسی طرح جنگ کی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ صرف چند آدمی عباس کے پاس رہ گئے تھے۔ ان میں ابن محیریز الجحی تھا۔ عباس نے اس سے کہا کہ کہاں ہیں وہ قرآن پر ایمان رکھنے والے جو جنت کے خواہش مند ہیں۔

ابن محیریز نے عباس سے کہا کہ آپ انہیں آواز دے کر بلایئے وہ آپ کے پاس آئیں گے۔ عباس نے انہیں یا اہل القرآن کہہ کر آواز دی۔ اس پر سب کے سب پھر پلٹ پڑے اب کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سال کفار کو شکست دی اور مسلمان قلعہ طوانیہ میں داخل ہو گئے۔

اہل مدینہ کی جہاد کے لیے طلبی:

ولید نے مدینہ والوں کو حکم دیا کہ مدینہ سے دو ہزار فوج جہاد کے لیے تیار کی جائے۔ مدینہ کے ذی استطاعت باشندوں نے یہ ترکیب کی کہ اپنی جگہ دوسرے لوگوں کو اجرت دے کر بھیجنا شروع کیا۔ اور بجائے دو ہزار کے پندرہ سو تو عباس اور مسلمۃ کے ساتھ قلعہ طوانیہ کی تسخیر میں شریک ہوئے۔ باقی پانچ سو پیچھے ہی رہ گئے اور موسم گرما کی مہم میں شریک نہ ہوئے۔

عباس اور مسلمۃ دونوں اس مہم کے سردار تھے۔ انہوں نے قلعہ طوانیہ میں موسم سرما بسر کیا اور اسے فتح کیا۔ اسی سال یزید بن عبدالملک کا بیٹا ولید پیدا ہوا۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مکانات کا انہدام:

نیز اسی سال ولید نے مسجد نبوی اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مکانات کے انہدام کا حکم دیا اور ان کے مکانات کو بھی مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ربیع الاوّل ۸۸ ہجری میں ولید کا قاصد اس ہیئت سے مدینہ میں آیا کہ اس کا عمامہ کچھ بے تکا سا بندھا ہوا تھا کہ دو تین پیچ اس نے باندھ رکھے تھے اس پر لوگ کہنے لگے کہ معلوم نہیں کہ قاصد کیا پیام لے کر آیا ہے اور چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

مسجد نبوی کی توسیع کا منصوبہ:

قاصد عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ ولید کا خط انہیں دیا اس میں مرقوم تھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے بھی مسجد نبوی میں شامل کر دیئے جائیں علاوہ بریں اس کے پیچھے اور آس پاس جو مکانات ہیں وہ بھی خرید لیے جائیں تا کہ مسجد نبوی کا طول دو سوگز اور عرض دوسوگز ہو جائے اور اگر ممکن ہو تو مسجد کے سامنے کا حصہ بھی کچھ اور آگے بڑھا دیا جائے اور آپ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ مسجد کے سامنے آپ کے ننھیالی رشتہ داروں کے مکانات واقع ہیں وہ آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔

مکانات کی قیمت کی ادائیگی:

اگر ان میں سے کوئی شخص مکان دینے سے انکار کرے تو آپ شہر والوں سے ان مکانات کی صحیح قیمت کا اندازہ کرا کے نقد قیمت ان کے حوالے کر دیجیے گا اور پھر مکانات کو منہدم کرا دیجیے گا۔ اس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظیریں بھی موجود ہیں۔ کہ انہوں نے پہلے بھی ایسا کیا ہے ان مکانات کے مالک اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی بیٹھے تھے آپ نے ولید کا خط پڑھ کر انہیں سنایا۔ وہ لوگ قیمت لے کر مکانات دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قیمت ان کے حوالے کر دی۔ اب آپ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کو منہدم کرا کے مسجد نبوی کی بنیاد شروع کی۔ کچھ روز مدینہ کے کاریگروں نے کام کیا' بعد میں وہ معمار آ گئے جنہیں ولید نے خاص مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے بھیجا تھا۔

مسجد نبوی کا انہدام:

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خود بھی مسجد نبوی کے گرانے میں شریک تھے اور ان کے ہمراہ اور بھی سربرآوردہ لوگ جن میں قاسم' سالم' ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' خارجہ بن زید اور عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی مسجد کے گرانے میں شریک تھے یہ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد نشانات بتاتے اور اس کی شناخت کے نقشہ کا اندازہ کرتے جاتے تھے اور انہیں حضرات نے اس کی بنیاد قائم کی۔

صالح بن کیسان کا بیان:

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ جب ولید کا خط دمشق سے مسجد نبوی کے انہدام کے بارے میں آیا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو علیحدہ کر کے پندرہ شخص مسجد گرانے کے لیے گئے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کے انہدام اور اس کی تعمیر کی نگرانی میرے متعلق کر دی تھی۔ ہم نے مدینہ ہی کے مزدوروں اور کاریگروں سے انہدام کا کام لینا شروع کیا۔ سب سے پہلے ہم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانوں کو منہدم کر دیا کہ اتنے میں وہ کاریگر آ گئے جنہیں ولید نے اسی غرض سے مدینہ بھیجا تھا۔

مسجد نبوی کے لیے قیصر روم کی پیش کش:

صفر ۸۸ ہجری میں ہم نے مسجد نبوی کو گرانا شروع کیا۔ ولید نے قیصر روم کو لکھا کہ میں نے چونکہ مسجد نبوی کے انہدام اور پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر کا حکم دیا ہے اس لیے آپ بھی اس کام میں میری امداد کیجیے۔ قیصر روم نے ایک لاکھ مثقال سونا سو معمار اور چالیس اونٹ منقش اور کندہ پتھروں سے لدے ہوئے ولید کے پاس بھیج دیئے اور مسمار شدہ قصبوں اور شہروں سے مینا کاری کیے ہوئے پتھر تلاش کرا کرا کے ولید کے پاس بھیجے اور ولید نے انہیں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

اسی سنہ میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی نیز اسی سنہ میں مسلمۃ نے رومیوں سے جہاد کیا۔ تین قلعے قسطنطین' غزالہ اور آخرم فتح کیے اور تقریباً ایک ہزار عرب مستعربہ قتل کر ڈالے ان کے بال بچوں کو لونڈی غلام بنالیا اور ان کے تمام مال و متاع پر قبضہ کرلیا۔

اسی سنہ میں قتیبہ نے نومشکث اور رامیثنہ پر فوج کشی کی۔

اہل رامیثنہ کی اطاعت:

قتیبہ نے ۸۸ ہجری میں بشار بن مسلم کو مرو پر اپنا قائم مقام بنا کر نومشکث پر فوج کشی کی۔ باشندگان نومشکث نے قتیبہ کا استقبال کیا اور اس سے صلح کرلی یہاں سے قتیبہ رامیثنہ گیا اس شہر کے باشندوں نے بھی صلح کرلی اور قتیبہ مرو واپس چلا آیا۔

ترکوں کا مجاہدین پر حملہ:

اثنائے راہ میں ترکوں نے جن کے ساتھ صغدی اور اہل فرغانہ بھی کثیر تعداد میں تھے مسلمانوں پر حملہ کردیا اور عبدالرحمٰن بن مسلم الباہلی پر جو فوج کے پچھلے حصہ پر تھے اور ان کے اور اہل فوج اور قتیبہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا ترکوں نے اچانک حملہ کر دیا۔ جب ترک عبدالرحمٰن کے بالکل نزدیک پہنچ گئے اس نے قاصد کے ذریعہ سے اس خطرہ کی فوراً قتیبہ کو اطلاع دی۔ اتنے میں ترکوں نے عبدالرحمٰن پر حملہ کردیا اور جنگ شروع کردی۔

قتیبہ بن مسلم کی کمک:

قاصد نے قتیبہ کو جا کر اس سانحہ کی اطلاع دی۔ قتیبہ فوراً اپنی فوج لے کر عبدالرحمٰن کی امداد کے لیے پلٹا۔ عبدالرحمٰن بھی برابر ترکوں کے مقابلہ پر جما ہوا تھا۔ اب حالت یہ ہو چکی تھی کہ ترکوں نے تقریباً مسلمانوں کی فوج کے چھکے چھڑا دیے تھے۔ مگر جب عبدالرحمٰن کی فوج نے قتیبہ کو دیکھا تو ان کے حوصلے بلند ہو گئے ان میں پھر ایک قسم کی تازہ روح پیدا ہو گئی نہایت ثابت قدمی سے ظہر تک لڑتے رہے۔

ترکوں کی شکست وفرار:

اس معرکہ میں نیزک نے جو قتیبہ کے ہمراہ تھا خوب ہی داد مردانگی دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ترکوں کو شکست دی اور ان کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ قتیبہ نے اب پھر مرو کا رخ کیا اور ترمذ کے پاس سے دریائے جیحوں کو عبور کر کے بلخ ہوتا ہوا مرو پہنچا۔

باہلی یہ بیان کرتے ہیں کہ ان حملہ آور ترکوں کا سردار اس معرکہ میں فغفور چین کا بھانجا کورمغانون ترکی تھا۔ اور ترکوں کی تعداد دو لاکھ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کو فتح دی۔

اسی سال ولید نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ پہاڑی راستے صاف کر دیئے جائیں تاکہ مسافروں کو آسانی ہو اور قصبات میں کنوئیں کھدوائے جائیں۔

بیت المعذور قائم کرنے کا حکم:

صالح بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ ولید نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ تمام پہاڑی دشوار گذار راستے آسان کر دیئے

جائیں اور مدینہ میں کنوئیں کھدوائے جائیں اسی قسم کا حکم ولید نے اور مقامات میں بھی بھیجا تھا۔ چنانچہ خالد بن عبداللہ کو اس قسم کا حکم موصول ہوا تھا ولید نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ جس قدر جذامی ہیں وہ شاہراہوں میں لوگوں کے سامنے نہ پھریں بلکہ ان کے لیے ایک بیت المعذورین بنا دیا گیا تھا۔ جہاں باقاعدہ طور پر تمام ضروریاتِ زندگی ایصال ہوتی رہتی تھیں۔

مدینہ میں فوارہ بنانے کا حکم:

ولید نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی حکم دیا کہ ایک فوارہ بنایا جائے (یہ فوارہ آج کل یزید بن عبدالملک کے مکان کے قریب واقع ہے) عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بنوایا اور اس میں سے پانی جاری ہو گیا جب ولید حج کرنے کے لیے آیا تو پانی کے ذخیرے اور فوارہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ یہاں پہرہ بٹھا دیا جائے اور نمازیوں کو اس میں سے پانی دیا جایا کرے اس حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سال لوگوں کو حج کرایا۔

اہل مکہ کی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پانی کی قلت کی شکایت:

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۸۸ ہجری میں حج کرنے کے لیے قریشیوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان اصحاب کو اخراجات کے لیے بہت سا روپیہ اور سواری کے لیے سواریاں بھیج دی تھیں ان تمام اصحاب نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ذی الحلیفہ سے احرام باندھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے گئے تھے جب تمام جماعت مقام تنعیم پہنچی تو قریش کے کچھ لوگ جن میں ابی ملیکہ بھی تھے آپ سے ملنے آئے اور بیان کیا کہ مکہ میں پانی کی سخت قلت ہے اور ہمیں خوف ہے کہ حاجیوں کو اس وجہ سے سخت تکلیف اٹھانا پڑے گی اور پینے کے لیے بھی پانی میسر نہ ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بارش کے لیے دعا:

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے تو مطلب بالکل صاف ہے آؤ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں چنانچہ آپ نے اور دوسرے تمام لوگوں نے نہایت عاجزی اور خلوص سے دیر تک بارگاہِ کبریائی میں دعا کی۔ خداوند نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا اور بخدا اسی روز ہم بارش کی حالت میں بیت اللہ پہنچے رات تک خوب موسلا دھار مینہ برسا۔ اور جھڑی لگ گئی۔ وادی بطحا میں اس قدر سیلاب آیا کہ مکہ والے خائف ہو گئے عرفہ' منیٰ اور مزدلفہ میں بھی اس قدر بارش ہوئی کہ مشکل سے لوگ عبور کر کے جا سکتے تھے اور اس سال مکہ میں خوب سرسبزی اور نباتات کی روئیدگی ہوئی مگر ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۸ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا۔

اس سال تمام وہی لوگ مختلف مقامات کے صوبہ دار اور عامل تھے جو سنہ گذشتہ ۸۷ ہجری میں تھے۔

۸۹ھ کے واقعات

مسلمۃ بن عبدالملک کی قلعہ سوریہ پر فوج کشی:

مسلمۃ بن عبدالملک کی زیر قیادت اس سال مسلمانوں نے قلعہ سوریہ فتح کیا۔ واقدی بیان کرتے ہیں کہ اس سال مسلمۃ رومیوں سے جہاد کے لیے ان کے علاقہ میں داخل ہوئے ان کے ہمراہ عباس بن ولید بھی تھے۔ دشمن کے علاقہ میں پہلے تو دونوں ساتھ داخل ہوئے مگر پھر یہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ مسلمۃ نے قلعہ سوریہ فتح کیا اور عباس نے اذرولیہ فتح کیا' رومیوں کی ایک فوج نے ان کی مزاحمت کی مگر اس نے انہیں شکست دی۔

قلعہ جات عموریہ' ہرقلہ اور قمودیہ کی تسخیر:

مگر واقدی کے علاوہ اور لوگوں کا بیان یہ ہے کہ مسلمۃ نے قلعہ عموریہ کی تسخیر کے لیے پیش قدمی کی۔ یہاں رومیوں کی ایک زبردست فوج سے ان کا مقابلہ ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اور مسلمۃ نے قلعہ جات ہرقلہ اور قمودیہ فتح کر لیے اور عباس موسم گرما کی مہم لے کر بدندوں کی جانب سے کفار کے علاقہ میں جہاد کے لیے بڑھے تھے۔

قتیبہ بن مسلم کی وردان خذاہ سے جنگ:

نیز اس سال میں قتیبہ نے بخارا کے علاقہ میں جہاد کیا اور رامیثنہ فتح کیا یہ روایت باہلیوں کی ہے نیز وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب قتیبہ رامیثنہ فتح کر کے بلخ کے راستہ سے واپس ہوا تو فاریاب پر حجاج کا خط اسے ملا۔ جس میں حکم دیا گیا تھا کہ تم وردان خذاہ سے جا کر لڑو۔ قتیبہ ۸۹ ہجری میں دوبارہ مرو سے جہاد کے لیے روانہ ہوا۔ زم آیا اور یہاں سے دریا کو عبور کیا ریگستان کے راستے میں اہل صُغد' کس اور نسف نے اس کا مقابلہ کیا۔ قتیبہ ان سے لڑا۔ اور انہیں شکست دے کر بخارا پہنچا۔ وردان کی داہنی سمت سے گذر کر اس نے مقام خرقانہ زیرین میں اپنا پڑاؤ کیا۔ اس مقام پر دشمن کی ایک زبردست جمعیت سے اس کی جنگ ہوئی۔ دو دن دو راتیں مسلسل معرکہ جدال وقتال گرم رہا۔ مگر آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مظفر ومنصور کیا۔

ادریس بن حنظلہ کا بیان:

مگر ادریس بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ ۸۹ ہجری میں قتیبہ نے وردان خذاہ بخارا کے بادشاہ سے جنگ کی مگر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور نہ کوئی شہر فتح کیا اور مرو واپس آ گیا اور حجاج کو تمام واقعات کی اطلاع دے دی۔ اس پر حجاج نے اسے لکھا کہ بخارا کے بادشاہ کی تصویر میرے پاس بھیج دو۔ قتیبہ نے اس کی تصویر بھیج دی۔ حجاج نے قتیبہ کو لکھا کہ تم اپنے خلوت خانہ میں جاؤ اور خلوص نیت سے اپنے خدا کے سامنے توبہ کرو۔ اور پھر ان سمتوں اور راستوں سے بخارا پر چڑھائی کرو۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حجاج نے قتیبہ کو لکھا کہ کس کے خلاف کوئی چال چلو نسف کو تباہ کر دو۔ وردان کو لوٹ لو اور حفاظت کی تمام تدبیریں ہمیشہ اختیار کرتے رہنا اور مجھے چھوٹی چھوٹی مہموں کے بکھیڑوں سے نجات دو۔

خالد بن عبداللہ القسری:

نیز اسی سال خالد بن عبداللہ القسری مکہ کا گورنر مقرر کیا گیا ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ خالد مکہ میں منبر بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ بتاؤ خلیفہ کا مرتبہ بڑا ہے جو کسی کا قائم مقام ہوتا ہے یا رسول کا مرتبہ جو محض پیامبر ہوتا ہے۔ بخدا تم لوگ خلیفہ کی فضیلت سے ناآشنا ہو۔ مگر میں بتاتا ہوں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگا تو اللہ نے انہیں کھاری پانی عطا فرمایا۔ مگر تمہارے خلیفہ نے جب اللہ سے پانی مانگا تو دیکھو کیسا شیریں اور خوش ذائقہ پانی دیا گیا ہے یہ ایک کنواں تھا جسے ولید نے طویٰ اور حجون کی وادی میں کھدوایا تھا اور یہاں سے اس کا پانی لے جا کر زمزم کے پاس چمڑے کے حوض میں رکھتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کنوئیں کا پانی زمزم سے بھی اچھا ہے۔

مگر بعد میں اس کنوئیں کا پانی سوکھ گیا اور کنواں بھی منہدم ہو گیا۔ آج کل یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کس جگہ تھا۔

اس سال مسلمۃ بن عبدالملک نے ترکوں پر جہاد کیا اور آذربائیجان کی سمت سے مقام باب تک پہنچ گیا اور اس علاقہ میں مسلمۃ نے کئی قلعے اور شہر سر کیے۔

امیر حج حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سال لوگوں کو حج کرایا۔ اور وہی لوگ اس سال بھی مختلف ممالک کے ارباب حل وعقد تھے جن کا تذکرہ ہم سال گذشتہ کے بیان میں کر چکے ہیں۔

۹۰ھ کے واقعات

مسلمۃ بن عبدالملک اور عباس بن ولید کا جہاد:

اس سال مسلمۃ بن عبدالملک نے سوریہ کی سمت سے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا اور سوریہ میں جو پانچ قلعے تھے انہیں فتح کیا۔

عباس بن ولید نے بھی اس سال جہاد کیا اور بڑھتے بڑھتے ارزن تک پہنچ گیا۔ اور لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سوریہ تک پہنچ گیا تھا۔ اور محمد بن عمر اسی بیان کو زیادہ صحیح سمجھتا ہے۔

فتح سندھ:

نیز اسی سنہ میں محمد بن قاسم الثقفی رحمۃ اللہ علیہ نے جسے حجاج نے فوج دے کر سندھ فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا داہر بن صعصعۃ بادشاہ سندھ کو قتل کیا۔

اسی سال ولید نے عبداللہ بن عبدالملک کی جگہ قرہ بن شریک کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔

امیر البحر خالد بن کیسان کی گرفتاری و رہائی:

نیز اسی سال رومیوں نے خالد بن کیسان مسلمانوں کے امیر البحر کو گرفتار کیا۔ اسے قیصر روم کے پاس لے گئے۔ پھر قیصر نے اسے بغیر فدیہ لیے ولید کے سپرد کر دیا۔

قتیبہ بن مسلم کی بخارا پر فوج کشی:

اور اسی سنہ میں قتیبہ نے بخارا فتح کیا اور دشمن کی تمام طاقت کو جو اس نے وہاں جمع کی تھی شکست فاش دی۔

جب فتح حاصل کیے بغیر قتیبہ وردان خذاہ کے مقابلہ سے واپس مرو آ گیا۔ حجاج نے اس فعل پر اسے ڈانٹا اور کہا کہ تم اس حرکت سے توبہ کرو۔ اور پھر بخارا کے بادشاہ کے خلاف مہم لے کر جاؤ اور اس اس راستہ سے بخارا پر پیش قدمی کرنا قتیبہ ۹۰ ہجری میں بخارا پر جہاد کرنے کے لیے بڑھا۔

بخارا کا محاصرہ:

وردان خذاہ نے اہل سغد' ترکوں اور اپنے دوسرے ہمسایہ قوموں کو امداد کے لیے بلایا۔ یہ تمام لوگ بخارا کی امداد کے لیے آئے۔ مگر قتیبہ نے ان امدادی فوجوں کے آنے سے پہلے ہی بخارا پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جب امدادی فوجیں پہنچ گئیں تو اب اہل بخارا بھی کھلے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلے۔

بنی ازد کا کفار پر حملہ و پسپائی:

بنی ازد نے کہا ہمیں آج آپ بقیہ فوج سے علیحدہ متعین کر دیجیے۔ ہم دشمنوں کو سمجھ لیں گے۔ قتیبہ نے انہیں پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔ ازدی آگے بڑھ کر دشمن سے دست و گریباں ہو گئے۔ قتیبہ اپنے اسلحہ اور زرہ پر ایک زرد چادر اوڑھے بیٹھ رہا۔ اور ازدی کچھ عرصہ تو نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہے مگر پھر پسپا ہوئے اور مشرکین نے ایسی سختی سے ان کا تعاقب کیا کہ مسلمانوں کے چھکے چھڑا دیئے بلکہ قتیبہ کے لشکر میں در آئے اور اس سے بھی گزر کر آگے بڑھ آئے۔

مسلمانوں کا جوابی حملہ:

حالت یہ ہو گئی کہ عورتوں نے گھوڑوں کے چہروں کو مارا تا کہ یہ پھر میدان جنگ کی طرف پلٹ جائیں اور رونا شروع کیا اس کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے پھر مڑ کر جوابی حملہ کیا اور مسلمانوں کے دونوں بازوؤں کی فوجیں بھی ترکوں پر ٹوٹ پڑیں۔ لڑتے لڑتے انہیں پھر ان کی پہلی جگہ پر پسپا کر دیا اور ترک ایک بلند مقام پر جا کر ٹھہر گئے۔

قتیبہ کی بنی تمیم سے درخواست:

قتیبہ نے کہا کون ان ترکوں کو اس جگہ سے ہٹائے گا۔ اس وقت تمام قبائل کھڑے تھے۔ مگر کسی نے حامی نہیں بھری۔ قتیبہ خود چل کر بنی تمیم کے پاس آیا۔ اور ان سے کہا کہ میرا باپ تم پر قربان ہو آپ لوگ کفار کے لیے بمنزلہ دوزخ کے ہیں اس لیے آج بھی آپ اپنے سابقہ معرکوں کی سی جرأت و بسالت دکھائیے۔

وکیع سردار بنی تمیم کی پیش قدمی:

اس پر وکیع نے خود اپنے ہاتھ میں جھنڈا لے لیا اور بنی تمیم کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا آج آپ لوگ میرا ساتھ نہ دیں گے اور مجھے تنہا چھوڑ دیں گے؟ سب نے کہا ہرگز نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں ہریم ابی طحمۃ المجاشعی بنی تمیم کے رسالہ کے دستہ کا افسر تھا۔ اور وکیع تمام بنی تمیم کا سردار تھا۔ ابھی تمام لوگ چپ چاپ اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے۔ کوئی پیش قدمی کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ کہ وکیع نے ہریم کو رسالے لے کر آگے بڑھانے کا حکم دیا اور اپنا جھنڈا بھی اسے دے دیا۔ ہریم رسالہ لے کر آگے بڑھا اور خود وکیع نے

پیدل دستہ کے ساتھ آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ بڑھتے بڑھتے ہریم اس دریا کے کنارے پہنچا جو اس کے اور دشمن کے درمیان رواں تھا۔ ہریم وہاں ٹھہر گیا۔ مگر فوراً ہی وکیع نے اس سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو دریا میں گھوڑا ڈال دو۔ ہریم نے وکیع کی جانب خشمگیں اور غیظ آلود اونٹ کی طرح دیکھا اور کہنے لگا کہ اگر میں اپنا رسالہ دریا میں ڈال دوں اور یہ شکست کھا جائے تو بالکل تباہ ہو جائے گا۔ تم بالکل احمق ہو۔ وکیع کہنے لگا کیوں نالائق تو اور میرے حکم سے سرتابی کرے۔ اور نیز وکیع نے اس ڈنڈے سے جو اس کے ہاتھ میں تھا اسے مارا۔ ہریم نے اپنے گھوڑے کو چابک رسید کیا اور دریا میں ڈال دیا۔ اور کہنے لگا کہ جو کچھ اب میرے ساتھ ہو چکا ہے اس سے زیادہ تو دشمن کے مقابلہ میں بھی نہ ہوگا۔

وکیع اور ہریم کا ترکوں پر حملہ:

غرض کہ ہریم رسالہ کے ساتھ دریا کو عبور کر کے نکل گیا۔ وکیع بھی اپنے پیدل دستہ کے ساتھ دریا پر پہنچا۔ حکم دیا کہ شہتیر لائے جائیں۔ چنانچہ شہتیر بچھا کر پل بنایا گیا۔ اور اب وکیع نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ صرف وہ جو مرنے کے لیے تیار ہو۔ میرے ساتھ دریا کو عبور کرے۔ اور جو اس کے لیے تیار نہیں بہتر ہے کہ وہ آگے نہ بڑھے۔ اور یہیں اپنی جگہ ٹھہرا رہے صرف آٹھ سو پیدل سپاہ نے اس کے ساتھ دریا کو عبور کیا وکیع بھی آہستہ آہستہ ان کے ساتھ چلتا رہا۔ جب یہ تھک گئے تو تھوڑی دیر آرام کر لینے کی انہیں اجازت دی۔ اور جب ستا کر یہ دشمن کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ تو وکیع نے رسالہ کو اپنے دونوں بازوؤں پر رہنے کا حکم دیا اور ہریم سے کہا کہ میں دشمن پر نیزوں سے حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ تم اسے اپنے رسالہ سے ہماری جانب بڑھنے نہ دینا۔ ہریم سے اتنا کہہ کر وکیع نے فوج کو حملہ کا حکم دیا۔ تمام لوگ نہایت بہادری سے تیر کی طرح دشمن پر جا پڑے۔ ہریم نے بھی اپنے دستہ کو لے کر دشمن پر حملہ کیا۔ اور جب تک کہ انہیں اس اہم مقام سے ہٹا نہیں دیا ان کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

ترکوں کی شکست و پسپائی:

اس طرف قتیبہ نے یہ حالت دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ دیکھو دشمن نے شکست کھائی۔ مگر اب بھی کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ دریا کو عبور کرتا اور دشمن کا مقابلہ کرتا۔ مگر جب دشمن نے بالکل ہی بھاگنا شروع کیا تب اس فوج نے اس کا تعاقب کیا۔

کافر کے سر کے لیے انعام کا اعلان:

قتیبہ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص ایک کافر کا سر لائے گا اسے سو درہم انعام دیا جائے گا۔ اس روز بنی قریع کے گیارہ شخص قتیبہ کے پاس سر لے کر آئے۔ جس کسی سے قتیبہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے یہی کہا کہ میں قریعی ہوں۔ اس پر ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ کہ ایک ازدی شخص بھی کسی کافر کا سر قتیبہ کے سامنے لایا۔ قتیبہ نے اس کا نام ونسب پوچھا اس نے کہا کہ قریعی ہوں۔ جہم بن زحر بھی اس وقت قتیبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے قتیبہ سے کہا کہ خدا کی قسم! اس شخص نے جھوٹ بولا ہے یہ تو میرا چچیرا بھائی ہے قتیبہ نے اس شخص سے اس جھوٹ کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا کہ جب میں نے دیکھا کہ ہر شخص یہی آ کر کہتا ہے کہ میں قریعی ہوں تو میں نے خیال کیا کہ آج جو شخص کسی دشمن کا سر لے کر آئے اسے اپنے تئیں قریعی ہی بتانا چاہیے اس بات کو سن کر قتیبہ ہنسنے لگا اس معرکہ میں خاقان اور اس کا بیٹا زخمی ہوئے۔

قتیبہ بن مسلم کی مراجعت مرو:

قتیبہ پھر مرو واپس آ گیا اور حجاج کو لکھا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مسلم کو کفار کے مقابلہ پر بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح دی اس فتح میں حجاج کا ایک آزاد غلام بھی شریک تھا۔ اس نے حجاج سے آ کر اصل کیفیت بیان کی۔ حجاج کو قتیبہ پر سخت غصہ آیا اور اس سے قتیبہ کو بھی سخت رنج و کاوش ہوئی اس نے مشیروں کو صلاح دی کہ آپ بنی تمیم کے کچھ لوگوں کا ایک وفد انہیں انعام واکرام دے دلا کر اور انہیں راضی کر کے حجاج کے پاس بھیج دیجیے تاکہ یہ لوگ آپ کے بیان کی توثیق کریں۔

بنی تمیم کا وفد اور حجاج:

چنانچہ قتیبہ نے بعض لوگوں کو جن میں عرام بن شتیر الضبی بھی تھا۔ اس غرض سے حجاج کی خدمت میں بھیجا۔ جب یہ لوگ حجاج کے پاس پہنچے۔ حجاج نے انہیں خوب ڈانٹا ڈپٹا برا بھلا کہا' اور حجام کو بلایا۔ جو قینچی لیے ہوئے تھا۔ اور کہا کہ یا تو تم لوگ مجھ سے سچا سچا واقعہ بیان کرو۔ ورنہ اس قینچی سے تمہاری زبانیں قطع کرا دوں گا۔

اب کس کی مجال تھی کہ جھوٹ بولتا۔ عرام نے تمام وفد کی طرف سے کہا کہ امیر اور سپہ سالار عام تو قتیبہ تھے۔ مگر عبدالرحمٰن کو انہوں نے فوج کا سردار بنا دیا تھا۔ اس لیے دراصل فتح اسی کو ہوئی۔ جو تمام لوگوں کا سپہ سالار عام اور امیر تھا۔ اس بیان سے حجاج کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

شاہ سغد طرخون کی تجدید معاہدہ کی درخواست:

اسی سال قتیبہ نے طرخون سغد کے بادشاہ سے اپنے سابقہ عہد نامہ صلح کی تجدید کی اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب قتیبہ نے اہل بخارا کو نہایت ذلیل شکست دی اور ان کے پرخچے اڑا دیئے تو اہل سغد پر اس کی ہیبت اور رعب طاری ہو گیا۔ طرخون اپنے ساتھ دو اور سرداروں کو لے کر پلٹ آیا اور قتیبہ کے لشکر کے قریب آ کر ٹھہر گیا دریائے بخارا ان دونوں کے بیچ میں حائل تھا۔ طرخون نے قتیبہ سے درخواست کی کہ کسی شخص کو آپ بھیج دیجیے تاکہ میں اس سے کچھ گفتگو کروں۔ قتیبہ نے ایک شخص کو اس کے پاس بھیج دیا۔

قتیبہ بن مسلم اور طرخون میں تجدید معاہدہ:

مگر باہلی یہ کہتے ہیں کہ طرخون نے خود حیان النبطی کو آواز دے کر بلایا۔ حیان اس کے پاس گیا طرخون نے اس سے کہا کہ میں اس قدر فدیہ دے کر صلح کرنا چاہتا ہوں۔ قتیبہ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور اس کے ایک شخص کو تا ادائی زر فدیہ بطور یرغمال اپنے پاس روک لیا۔ طرخون اپنے علاقہ میں چلا گیا اور قتیبہ مرو واپس آ گیا نیزک بھی قتیبہ کے ہمراہ تھا۔

نیزک کا طخارستان جانے کا ارادہ:

اسی سنہ میں نیزک نے بدعہدی کی۔ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے قلعہ بند ہو گیا۔ قتیبہ نے اس سے جہاد کیا۔ اور اس پر فتح پائی۔ ان تمام واقعات کا بیان حسب ذیل ہے:

قتیبہ جب بخارا چھوڑ کر روانہ ہوا' نیزک بھی اس کے ہمراہ تھا مگر قتیبہ کی متواتر فتوحات سے اس کے دل میں قتیبہ کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ اور وہ قتیبہ سے ڈرنے لگا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے خاص مصاحبوں سے کہا کہ اگرچہ میں قتیبہ کے ہمراہ ہوں۔ مگر مجھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ اس عربی نژاد کی مثال کتے کی سی ہے اگر مارو تو بھونکتا ہے اور اگر اس کے سامنے ٹکڑا ڈال دو تو دم

ہلانے لگتا ہے۔ اور ساتھ ہو لیتا ہے اور اگر تم اس سے لڑو اور پھر کچھ دے دو۔ تو وہ راضی ہو جاتا ہے اور تمام پچھلی باتوں کو فراموش کر دیتا ہے۔ طرخون نے کئی مرتبہ ان کا مقابلہ کیا۔ مگر جب اس نے کچھ رقم فدیہ کی پیش کی۔ قتیبہ نے فوراً قبول کر لی اور پھر دوستانہ تعلقات قائم کر لیے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اس کا رعب داب بہت زیادہ ہے آپ لوگ بتایئے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں اس سے اجازت لے لوں اور اپنے وطن واپس چلا جاؤں سب نے کہا بہتر یہی ہے کہ اجازت لے لیجیے۔

نیزک کی روانگی طخارستان:

جب قتیبہ آمل آ پہنچا تو نیزک نے اس سے طخارستان واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ قتیبہ نے اجازت دے دی۔ نیزک قتیبہ کے لشکر گاہ سے بلخ کی طرف روانہ ہوا۔ مگر وہاں سے نکلتے ہی اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں اپنی رفتار میں بہت تیزی کرنا چاہیے چنانچہ نہایت سرعت سے یہ تمام لوگ چلے اور نوبہار پہنچے۔ یہاں نیزک نے پوجا پاٹ کیا اور برکت حاصل کی اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ مجھے یقین کامل ہے کہ ہمارے وہاں سے روانہ ہوتے ہی قتیبہ مجھے آنے کی اجازت دینے پر نادم ہوا ہوگا۔ اور بس ابھی اس کا قاصد مغیرہ بن عبداللہ کے پاس میرے قید کرنے کا حکم لے کر آتا ہوگا۔ لہٰذا تم ذرا دیکھتے رہو۔ اگر قتیبہ کا قاصد شہر کے دروازہ سے باہر نکل جائے تو امید ہے کہ وہ ابھی بروقان نہیں پہنچے گا ہم طخارستان پہنچ جائیں گے۔ اور جب تک مغیرہ کسی اور شخص کو ہمارے تعاقب میں بھیجے ہم خلم کی گھاٹی پہنچ جائیں اور وہ ہمیں نہیں پا سکے گا۔

نیزک کی گرفتاری کا حکم:

غرض کہ نیزک کے ساتھی دیکھ بھال کے لیے مستعد ہو گئے۔ قتیبہ کا قاصد مغیرہ کے پاس نیزک کے قید کرنے کا حکم لے کر روانہ ہوا۔ (چونکہ اس زمانہ میں بلخ ویران تھا اس لیے مغیرہ اس وقت بروقان میں تھا) یہ دیکھتے ہی نیزک اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر الوپ ہو گئے۔

اب قاصد مغیرہ کے پاس پہنچا۔ مغیرہ خود ہی نیزک کے تعاقب میں چلا۔ مگر دیکھا کہ وہ خلم کی گھاٹی میں داخل ہو گیا ہے مجبوراً تعاقب چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

نیزک کی بغاوت:

نیزک نے اپنے علاقہ میں پہنچتے ہی کھلم کھلا بغاوت کا اظہار کر دیا۔ اور اصبہذ' بلخ' باذام بادشاہ مرو روز' شہرک بادشاہ طالقان' ترسل بادشاہ' فاریاب اور جوزجانی بادشاہ جوزجان سے امداد کی استدعا کی۔ اور انہیں مسلمانوں کی حکومت کے جوئے کو اتار کے پھینک دینے پر برانگیختہ کیا۔ ان تمام رؤسا نے اس کی تجویز کو قبول کر لیا۔ نیزک نے ان سے کہا کہ آیندہ موسم بہار میں ہم سب ایک جا جمع ہو کر قتیبہ پر چڑھائی کریں گے۔ نیزک نے کابل شاہ سے امداد طلب کی۔ اپنا تمام قیمتی مال و اسباب زر و جواہرات اس کے پاس بھیج دیئے اور اجازت طلب کی کہ اگر ضرورت ہوئی تو میں آپ کے پاس آ کر پناہ لوں گا۔ اور اپنے علاقہ میں مجھے پناہ دیجیے گا۔ کابل شاہ نے اس کی درخواست پر پناہ دینے کا وعدہ کر لیا اور اس کے تمام مال و اسباب کو اپنے پاس رکھ لیا۔

شاہ جبغویہ کی اسیری:

طخارستان کا بادشاہ جبغویہ جس کا نام شذ تھا۔ ایک بہت ہی کمزور فرمانروا تھا۔ نیزک نے اسے اس ڈر سے کہ مبادا یہ کوئی

ریشہ دوانی کرے۔ گرفتار کر کے قید کر دیا اور سونے کی بیڑیاں اسے پہنا دیں۔ حالانکہ اصل میں جبغو یہ ہی طخارستان کا بادشاہ تھا اور نیزک اس کا غلام تھا۔ غرض کہ نیزک نے اسے قید کر دیا۔ اور اس کے علاقہ سے قتیبہ کے عامل محمد بن سلیم الناصح کو نکال دیا۔ ان تمام واقعات کی اطلاع قتیبہ کو موسم سرما کے شروع ہونے سے پہلے ملی اس وقت تمام فوج منتشر ہو چکی تھی اور صرف اہل مرو اس کے پاس باقی تھے۔

عبدالرحمٰن بن مسلم کو یروقان جانے کا حکم:

قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ یروقان واقع بلخ بھیج دیا۔ اور حکم دیا کہ موسم سرما کے ختم تک تم جب چاپ بیٹھے رہنا۔ جاڑہ نکلتے ہی فوج کی آراستگی اور ترتیب کر کے طخارستان روانہ ہو جانا اور یہ سمجھ لو کہ میں بھی تمہاری امداد کو پہنچتا ہی ہوں۔

عبدالرحمٰن کا یروقان میں قیام:

عبدالرحمٰن یروقان آ گیا۔ تمام جاڑے قتیبہ خاموش بیٹھا رہا۔ آخر موسم سرما میں اس نے ابرشہر' بیورد' سرخس اور اہل ہرات کو احکام بھیجے کہ جنگ کے لیے آ جائیں۔ جاڑہ نکلتے' ہی فوج کی آراستگی کی تمام لوگ اس مرتبہ اپنے معمولی سے پہلے ہی قتیبہ کے پاس جنگ کے لیے مستعد ہو کر چلے آئے۔

قتیبہ بن مسلم کی طالقان پر فوج کشی:

اسی سنہ میں قتیبہ نے اہل طالقان پر فوج کشی کی اور ہزاروں کافروں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ مقتولین کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کفاروں کی لاشوں کو جب ایک دوسرے کے محاذی رکھا گیا تو چار فرسخ تک دو مسلسل قطاریں بن گئیں۔ اس مہم کی وجہ یہ ہوئی کہ جب نیزک طرخان نے قتیبہ سے بغاوت کی اور قتیبہ سے لڑنا چاہا تو طالقان کے بادشاہ نے بھی نیزک کو قتیبہ کے خلاف مدد دینے کا وعدہ کیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ میں اپنے ساتھ اور بادشاہوں کو بھی جو قتیبہ سے لڑنا پسند کریں گے تمہاری مدد پر لے آؤں گا۔

نیزک قتیبہ سے بھاگ کر خلم کی گھاٹی میں جہاں سے طخارستان کو راستہ جاتا ہے آ گیا اور اسے محسوس ہو گیا کہ مجھ میں قتیبہ کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اس لیے اس نے تو بھاگ کر اپنی جان بچائی مگر اب قتیبہ نے طالقان پر حملہ کر کے اس کے باشندوں کا قتل عام کر دیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واقعہ اسی سنہ میں پیش آیا یا نہیں مگر ہم اس واقعہ کو ۹۱ ہجری کے واقعات میں بیان کریں گے۔

امیر حج عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وعمال:

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سال لوگوں کو حج کرایا اور آپ ہی اس سنہ میں ولید کی جانب سے مدینہ' مکہ اور طائف کے گورنر تھے۔ عراق اور مشرقی صوبوں کا ناظم اعلیٰ حجاج تھا۔ اور حجاج کی طرف سے جراح بن عبداللہ کا عامل تھا اور عبدالرحمٰن بن اذینہ قاضی تھے زیاد بن جریر بن عبداللہ کوفہ کا عامل تھا۔ اور ابوبکر بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے۔ قتیبہ بن مسلم خراسان اور قرۃ بن شریک مصر کے گورنر تھے۔

اسی سنہ میں یزید بن المہلب اور اس کے اور بھائی جو اس کے ہمراہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ جیل خانہ میں تھے نکل بھاگے اور پھر سلیمان بن عبدالملک کے پاس جا کر حجاج اور ولید بن عبدالملک کی گرفتاری سے بچنے کے لیے پناہ گزیں ہو گئے۔

آلِ مہلب کی اسیری:

چونکہ تقریباً تمام علاقہ فارس پر کردوں نے لوٹ مار اور غارت گری کر رکھی تھی۔ ان کی سرکوبی کے لیے ایک مہم بھیجنے کے لیے حجاج کوفہ سے رستقباذ آیا۔ یزید اور اس کے بھائیوں مفضل اور عبدالملک کو بھی قید سے نکال کر اپنے ساتھ لے آیا۔ اپنے لشکر گاہ ہی میں انہیں رکھا۔ اور ان کے چاروں طرف ایک خندق کھدوا دی تا کہ یہ لوگ بھاگ نہ جائیں اور اپنے حجرے کے قریب ہی ایک چھوٹے سے خیمہ میں انہیں قید کر دیا اور شامیوں کا پہرہ ان پر بٹھا دیا۔

یزید بن مہلب کی ثابت قدمی:

حجاج نے ساٹھ لاکھ درہم ان پر جرمانہ کر دیا تھا اور طرح طرح کی تکلیفیں انہیں دیتا تھا مگر یزید نہایت ثابت قدمی سے ان تمام مصائب کو برداشت کرتا تھا اور اس کی اس ثابت قدمی سے حجاج اور زیادہ چڑ جاتا تھا۔

یزید بن مہلب کو ایذا رسانی:

کسی نے حجاج سے کہا کہ یزید کی پنڈلی میں تیر مارا جائے۔ کیونکہ کوئی چیز بھی اس کی پنڈلی میں لگتی ہے تو وہ چلانے لگتا ہے۔ اور اگر معمولی سی چیز کو بھی حرکت دی گئی تو تم فوراً اس کے چیخنے کی آواز سنو گے اور پھر تم حکم دینا کہ اسے خوب تکلیف اور ایذا پہنچائی جائے اور اس کی پنڈلی کو کاٹا جائے۔ جب یزید کے ساتھ یہ حرکت کی وہ چلانے لگا۔

ہند بنت مہلب کو طلاق:

یزید کی بہن ہند بنت المہلب حجاج کے نکاح میں تھی جب یہ آواز سنی تو اس نے بھی چیخنا چلانا شروع کیا۔ حجاج نے محض اس وجہ سے اسے طلاق دے دی۔

آل مہلب پر جرمانہ:

مگر پھر یزید اور اس کے بھائیوں کو تکلیف دینے سے باز رہا۔ اور انہیں حکم دیا کہ زر مطالبہ ادا کرو۔ یہ تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرنے لگے۔ مگر اس کے ساتھ ہی بھاگ جانے کی فکر سے بھی غافل نہ رہے۔ انہوں نے مروان بن المہلب کو جو اس وقت بصرہ میں تھا لکھا کہ ہمارے لیے گھوڑے سدھائے جائیں اور لوگوں پر ظاہر کیا جائے کہ یہ فروخت کرنے کے لیے تیار کیے جا رہے ہیں مگر ان کی قیمت اتنی مانگی جائے کہ کوئی نہ لے سکے تا ہم اگر ہم کسی طرح اس جیل خانہ سے بھاگ سکے تو پھر یہی گھوڑے ہمارے کام آئیں گے۔

یزید بن مہلب کا جیل خانہ سے فرار:

مروان نے اس تجویز پر عمل کیا۔ حبیب بن المہلب بھی بصرہ میں تھا اور اس پر بھی طرح طرح کی سختیاں کی جا رہی تھیں۔ ایک دن یزید نے اپنے محافظین کے لیے کھانا پکوایا۔ انہیں خوب کھلایا‘ خوب شراب پلائی یہ لوگ مئے نوشی کے مزے اڑاتے رہے اور اس طرف یزید نے اپنے باورچی کے کپڑے پہنے اپنی داڑھی پر ایک سفید داڑھی لگالی۔ اور قید خانہ سے نکلا۔ کسی سپاہی نے اسے دیکھ کر کہا بھی کہ یہ تو یزید کی چال معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ رات تھی جب آ کر دیکھا تو سفید داڑھی نظر آئی۔ اسے چھوڑ کر اپنی جگہ واپس چلا آیا اور کہنے لگا کہ یہ تو کوئی پیر فرتوت ہے۔

مفضل وعبدالملک کا فرار:

مفضل بھی اس کے بعد ہی نکل آیا۔ اور اسے بھی کوئی نہ پہچان سکا۔ یہ دونوں ان کشتیوں کے پاس پہنچے‘ جو بطائح میں سے پہلے ان کے لیے تیار تھیں اب ان کے اور بصرہ کے درمیان اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔ یہ تو کشتیوں کے پاس پہنچ گئے۔ مگر عبدالملک کو کسی وجہ سے آنے میں دیر ہوئی۔ یزید نے مفضل سے کہا کہ ہمیں تو چل دینا چاہیے۔ عبدالملک آ ہی جائے گا۔ مگر چونکہ مفضل اور عبدالملک دونوں ایک ماں سے تھے۔ (ان کی والدہ بہلة الہندیة تھی) اس لیے مفضل نے کہا کہ میں تو بغیر عبدالملک کے آگے نہیں جاؤں گا چاہے مجھے پھر واپس جیل خانہ ہی جانا پڑے۔ اتنے میں عبدالملک بھی آ گیا یہ سب کشتیوں میں سوار ہو کر رات بھر چلتے رہے۔

پسران مہلب کے فرار پر حجاج کی پریشانی:

صبح کے وقت پہرے والوں کو ان کے بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا۔ اس کی اطلاع حجاج کو دی گئی۔ حجاج یہ سن کر بہت پریشان ہوا۔ اور اسے خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ خراسان کی طرف گئے ہیں۔ اس لیے اس نے فوراً قتیبہ بن مسلم کو ہرکارے کے ذریعے ان کے جانے کی اطلاع دے دی اور حکم دیا کہ تم اس کے مقابلہ کے لیے رہو۔ اسی طرح حجاج نے اور دوسرے اضلاع اور قلعوں کے عاملوں اور قلعہ داروں کو ان کی نقل وحرکت کی دیکھ بھال اور روک تھام کے لیے احکام ارسال کیے نیز حجاج نے ولید کو بھی ان کے بھاگ جانے کی اطلاع کی اور لکھا کہ مجھے یہ یقین ہے کہ یہ لوگ ضرور خراسان کی طرف گئے ہیں۔

پسرانِ مہلب سے حجاج کو خوف:

اب حجاج کا یہ حال تھا کہ برابر اس ادھیڑ بن میں تھا کہ دیکھیں یزید کیا کارروائی کرتا ہے اور کہا بھی کرتا تھا کہ میرا یہ خیال ہے کہ جو ابن الاشعث نے کیا تھا وہی یہ کرے گا۔

پسرانِ مہلب کی روانگی شام:

جب یزید بطائح سے موقوع کے قریب پہنچا یہاں اسے وہ گھوڑے جو پہلے ہی سے اس کے اور اس کے بھائیوں کے لیے تیار تھے ملے‘ یہ سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ عبدالجبار بن یزید الربعة بطور بدرقہ کے ان کے ہمراہ تھا۔ یہ انہیں سماوہ کی طرف لے چلا۔

دو روز کے بعد ایک ایسے شخص نے جس نے یزید اور اس کے بھائیوں کو شام کی سمت جاتے ہوئے دیکھا تھا حجاج سے آ کر بیان کیا کہ یزید شام کی طرف گیا ہے اور کہا کہ ان کے گھوڑے راستہ میں تھک گئے تھے۔ حجاج نے اس واقعہ کی اطلاع ولید کو دی۔

پسرانِ مہلب کو سلیمان بن عبدالملک کی امان:

یزید فلسطین پہنچا۔ وہیب بن عبدالرحمٰن الازدی کے پاس فروکش ہوا۔ یہ شخص سلیمان بن عبدالملک کے معزز دوستوں میں سے تھا۔ اس نے یزید کے اہل وعیال کو سفیان بن سلیمان الازدی کے پاس ٹھہرا دیا اور اس کا کچھ سامان بھی اس کے پاس رکھوا دیا۔ پھر وہیب نے سلیمان سے جا کر کہا کہ یزید بن المہلب اور اس کے بھائی حجاج سے بھاگ کر آپ کے پاس پناہ لینے کے لیے آئے ہیں اور میرے مکان میں فروکش ہیں۔

سلیمان نے کہا کہ ان سب کو میرے پاس لے آؤ میں ان سب کو امان دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص انہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

وہیب ان سب کو سلیمان کے پاس لے آیا اور اب یہ سب ایسے شخص کے پاس مقیم ہو گئے۔ جہاں اب انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔

بدرقہ عبدالجبار بن یزید اور یزید بن مہلب:

اثنائے راہ میں جب کہ عبدالجبار بن یزید بن الربعۃ ان کو لیے جا رہا تھا۔ یزید کا عمامہ کہیں گر پڑا۔ جب یزید نے تلاش کیا تو نہ پایا۔ عبدالجبار سے کہا کہ تم واپس جا کر ڈھونڈ لاؤ۔ عبدالجبار نے کہا کہ یہ بات میری شان کے خلاف ہے۔ یزید نے کہا کہ جاؤ اور تلاش کر کے لاؤ۔ عبدالجبار نے اس مرتبہ بھی اس کی بات مسترد کر دی۔ یزید نے اس کے کوڑا مارا۔ عبدالجبار نے اپنے اور اس کے تعلقات نسب کا اظہار کیا۔ اس پر یزید نادم ہوا۔ اسی وجہ سے بعد میں عبدالجبار نے یزید کی تعریف کی۔

حجاج نے ولید کو لکھا کہ مہلب کی اولاد نے خدا کے مال میں خیانت کی ہے۔ اور مجھ سے بھاگ کر سلیمان کے پاس پناہ لی ہے۔

اس سے پہلے یہ احکام دیئے گئے تھے کہ تمام لوگ خراسان جانے کے لیے جمع ہو جائیں۔ کیونکہ ہر شخص کو یہی خیال تھا کہ یزید اس لیے خراسان گیا ہے تا کہ وہاں جو اس کے طرفدار ہوں انہیں جنگ کے لیے برانگیختہ کرے۔

سلیمان کا ولید بن عبدالملک کے نام خط:

جب ولید کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یزید سلیمان کے پاس آ گیا ہے تو اس کے دل میں اس کی طرف سے جو اندیشہ تھا وہ جاتا رہا۔ اور اس روپیہ کے متعلق جو یزید نے ناجائز طریقہ سے حاصل کیا تھا اس کا غصہ بھی فرو ہو گیا۔ سلیمان نے ولید کو لکھا کہ یزید نے میرے پاس آ کر پناہ لی ہے ان پر صرف تیس لاکھ درہم واجب الادا ہیں مگر حجاج نے ساٹھ لاکھ کا مطالبہ کیا ہے ان لوگوں نے تیس لاکھ تو ادا کر دیئے ہیں اور بقیہ رقم میں اپنے ذمہ لے لیتا ہوں۔

یزید بن مہلب کی طلبی:

ولید نے سلیمان کو لکھا کہ جب تک تم یزید کو میرے پاس نہ بھیج دو گے اس وقت تک میں انہیں امان نہ دوں گا۔ سلیمان نے اس کے جواب میں لکھا کہ اگر یزید کو میں آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ تو خود بھی اس کے ہمراہ حاضر خدمت ہوں گا۔ اور آپ سے خدا کا واسطہ دے کر عرض کروں گا کہ آپ مجھے رسوا نہ کریں اور جو وعدہ امان میں نے انہیں دیا ہے اس میں دست اندازی نہ کریں۔

یزید بن مہلب کی سلیمان سے درخواست:

ولید نے لکھا کہ اگر تم ان کے ہمراہ آؤ گے تو بخدا میں ہرگز انہیں امان نہ دوں گا۔ جب معاملات کی نزاکت اس حد تک پہنچ گئی۔ تو خود یزید نے سلیمان سے کہا آپ مجھے بھیج دیجیے۔ کیونکہ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ محض میری وجہ سے آپ کے ان کے تعلقات خراب ہو جائیں اور لوگوں کو میرے متعلق چہ میگوئیاں کرنے کا موقع ملے کہ بھائیوں بھائیوں میں پھوٹ ڈلوا دی۔ آپ مجھے بھیج دیجیے۔ میرے ساتھ اپنے صاحبزادہ کو بھی بھیج دیجیے۔ اور ایک خط نہایت نرم اور ملائم لہجہ میں لکھ کر اپنے صاحبزادہ کے ہاتھ امیر المومنین کو میری سفارش کے لیے بھیج دیجیے۔

یزید بن مہلب اور ایوب بن سلیمان کی روانگی:

غرضیکہ سلیمان نے یزید کے ساتھ اپنے بیٹے ایوب کو بھی کیا۔ چونکہ ولید نے حکم دیا تھا کہ یزید کو پابہ زنجیر دربار خلافت میں حاضر کیا جائے۔ اس لیے سلیمان نے یزید کے بیڑیاں ڈال کر ولید کے پاس روانہ کر دیا۔ اپنے بیٹے ایوب سے کہا کہ جب امیر المومنین کی خدمت میں جانے لگو تو تم بھی یزید کی بیڑیوں میں شریک ہو جانا۔ اور اسی حالت میں امیر المومنین کی خدمت میں جانا۔

ایوب بن سلیمان کی ولید بن عبدالملک سے درخواست:

جب یہ سب ولید کے پاس پہنچے تو ایوب نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور یزید کے ساتھ ہی بیڑیاں پہنے ولید کے سامنے آیا۔ جب ولید نے اپنے بھتیجے کو بھی بیڑیاں پہنے دیکھا تو کہنے لگا کہ سلیمان نے تو انتہا کر دی۔ پھر ایوب نے اپنے باپ کا خط اپنے چچا کو دیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین میں آپ پر سے قربان ہو جاؤں۔ کہ آپ اس عہد کی حفاظت کریں۔ آپ اس شخص کی امیدوں کو خاک میں نہ ملائیں۔ جس نے صرف ہمارے آپ کے تعلقات ہی کی وجہ سے ہماری پناہ لی۔ اور نہ آپ اس شخص کو ذلیل و رسوا کریں جو محض اس وجہ سے کہ آپ ہماری عزت کرتے ہیں باقی سب دنیا کو چھوڑ کر ہمارے پاس اپنی عزت و آبرو بچانے کی امید لے کر آیا ہے۔

سلیمان کی پسرانِ مہلب کے لیے سفارش:

پھر ایوب نے سلیمان کا خط پڑھ کر سنایا جو حسب ذیل ہے: ''یہ خط عبداللہ بن الولید امیر المومنین کے نام سلیمان بن عبدالملک کی جانب سے ہے۔ حمد و ثنا کے بعد امیر المومنین! میرا خیال تھا کہ اگر آپ میں کسی ایسے شخص کو بھی جس نے آپ کے خلاف سرکشی اور بغاوت کی ہو۔ پناہ اور وعدۂ امان دے دوں گا تو آپ میرے اس وعدۂ امان اور ذمہ حفاظت کو کالعدم کر کے مجھے رسوا نہ کریں گے حالانکہ اس وقت تو میں نے ایسے شخص کو پناہ دی ہے جو ہمیشہ فرمانبردار اور اطاعت شعار رہا ہے اس نے اور اس کے باپ اور اس کے تمام خاندان نے اسلام کی خدمت میں وہ کارنمایاں کیے ہیں جنہیں سب جانتے ہیں میں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے اب آپ مختار ہیں چاہے تو جو کچھ وعدہ امان اور ذمہ حفاظت میں نے اپنے سر لیا ہے اسے توڑ ڈالیں۔ اور اس طرح مجھے سخت رنج پہنچائیں اور تعلقات کو منقطع کر دیں۔ مگر میں آپ سے خدا کا واسطہ دے کر عرض پرداز ہوں کہ آپ ہرگز تعلقات منقطع نہ کریں۔ میری آبروریزی نہ کریں اور میرے حال پر آپ کی جو مہربانیاں اور عنایتیں ہیں انہیں ترک نہ کیجیے۔ کیونکہ امیر المومنین! مجھے معلوم نہیں کہ میں اور آپ کب تک زندہ رہتے ہیں اور کب موت آ کر مجھے اور آپ کو جدا کر دیتی ہے۔ اس لیے یہ میری دلی تمنا اور خواہش ہے کہ جب تک میں اور آپ زندہ ہیں اس وقت تک آپ کی مہربانیوں اور عنایتوں میں میرے ساتھ کوئی کمی نہ ہو اور نہ مجھے کوئی رنج پہنچائیں اور میں امیر المومنین کو بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کی خوشنودی کے بعد دنیا کی اور کوئی شے مجھے اس قدر عزیز نہیں اور نہ میرے لیے باعث خوشی ہو سکتی ہے۔ جس قدر کہ جناب والا کی خوشنودی مزاج۔ کیونکہ جناب کی خوشنودی مزاج سے تو میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا خواستگار ہوں لہٰذا میں نہایت ادب سے عرض پرداز ہوں کہ اگر آپ تمام زمانہ میں سے صرف ایک دن اپنی انتہائی عنایت و کرم سے کام لے کر مجھے خوشی پہنچانا چاہتے ہوں اور میرے حقوق کی عزت کرتے ہوں تو آپ میری خاطر یزید کو معافی دے دیجیے اور جو

کچھ ان پر مطالبہ ہے اسے میں ادا کروں گا''۔

آل مہلب کو معافی:

خط پڑھ کر ولید نے کہا اچھا ہم نے سلیمان پر عنایت ومہربانی کی۔ پھر اپنے بھتیجے کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا۔ اب یزید نے تقریر شروع کی اور خدا کی حمد اور رسول کی ثناء کے بعد کہنے لگا: اے امیرالمومنین! ہم پر آپ کے احسانات بہت زیادہ ہیں چاہے کوئی ان انہیں بھول جائے مگر ہم نہیں بھول سکتے چاہے اور لوگ انہیں نہ مانیں مگر ہم ہمیشہ معترف رہیں گے۔ ہمارے خاندان نے آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مشرق ومغرب میں آپ کے دشمنوں کے خلاف جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ ظاہر ہیں۔ مگر پھر بھی آپ ہی کے احسانات ہم پر بہت زیادہ ہیں۔ جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہوسکتا۔ ولید نے یزید سے کہا بیٹھ جاؤ۔ یزید بیٹھ گیا۔ ولید نے اسے معافی دے دی۔ یزید سلیمان کے پاس واپس چلا آیا۔ ولید کے اور بھائیوں نے اس روپیہ کے متعلق جس کا حجاج نے یزید سے مطالبہ کیا تھا معاف کر دینے کی سفارش کی۔ ولید نے حجاج کو لکھ دیا کہ چونکہ یزید اور اس کے خاندان والے سلیمان کے پاس ہیں اس لیے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتے۔ تم بھی اسے چھوڑ دو اور اب آیندہ اس کے بارے میں کوئی خط وغیرہ مجھے نہ لکھنا۔

ابوعیینہ وحبیب پسرانِ مہلب کو معافی:

جب حجاج پر یہ حقیقت منکشف ہوئی وہ بھی خاموش ہورہا۔ ابوعیینہ بن المہلب بھی حجاج کے پاس تھا اور اس سے بھی حجاج نے دس لاکھ درہم کا مطالبہ کرر کھا تھا۔ مگر اب اسے بھی اس نے معاف کر دیا اور نیز حبیب بن المہلب سے بھی درگزر کر دیا۔

سلیمان بن عبدالملک کا یزید بن مہلب سے حسن سلوک:

یزید سلیمان بن عبدالملک کے پاس آ کر فروکش ہوا۔ وہ اسے لباس کے اوضاع سکھاتا تھا وہ عمدہ عمدہ کھانے اس کے لیے تیار کرواتا اور بیش قیمت تحائف بھیجتا اور اس میں شک نہیں کہ سلیمان بھی سب سے زیادہ یزید کی عزت ومنزلت کرتا تھا۔ خود سلیمان کا یہ حال تھا کہ جو کوئی تحفہ یا عمدہ چیز اس کے پاس آتی اس میں سے آدھی ضرور یزید کو بھیجتا بلکہ جو لونڈی سوائے خطیۃ الجاریۃ کے اسے بھلی معلوم ہوتی یزید کے پاس بھیج دیتا ان غیر معمولی مراسم کی اطلاع ولید کو ہوئی۔ ولید نے حارث بن مالک بن ربیعۃ الاشعری کو بلایا اور حکم دیا کہ تم سلیمان کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے اپنے خاندان کے رسم ورواج کی مخالفت کرنے والے امیرالمومنین کو اس بات کا علم ہوا ہے کہ جو کوئی تحفہ یا عمدہ چیز تمہارے پاس آتی ہے تم اس میں سے آدھی یزید کے پاس بھیج دیتے ہو۔ اور تمہاری لونڈیوں میں سے جو کوئی لونڈی تمہارے پاس آتی ہے اس کا طہر کا زمانہ ابھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ تم اسے یزید کے پاس بھیج دیتے ہو اور دیکھو حارث ان افعال پر تم انہیں برا بھلا کہنا اور لعنت ملامت کرنا۔ اور جو حکم تمہیں دیا جاتا ہے اس کی لفظ بہ لفظ تعمیل کرنا۔

حارث بن مالک اور سلیمان بن عبدالملک کی گفتگو:

حارث نے کہا کہ میں ضرور ایسا کروں گا اور مجھے کیا ڈر ہے میں تو صرف جناب کا پیامبر ہوں۔ ولید نے کہا تو اچھا جاؤ۔ اور یہ سب کچھ کہہ دو۔ اور ان کے پاس ٹھہرے رہنا۔ میں ان کے دینے کے لیے تمہیں کچھ تحائف بھیجوں گا تم وہ چیزیں سلیمان کو دے کر ان کی رسید لے لینا اور پھر چلے آنا۔

حارث سلیمان کے پاس آئے۔ اس وقت سلیمان کلام پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ حارث نے سامنے پہنچ کر سلام کیا' مگر سلیمان نے جواب نہیں دیا۔ تلاوت سے فارغ ہو کر سلام کا جواب دیا اور پھر اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ حارث نے وہ تمام باتیں اس سے کہہ دیں جن کے لیے ولید نے انہیں بھیجا تھا یہ باتیں سن کر سلیمان کا چہرہ غصہ سے بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ اگر تم پر کبھی میرا بس چلا تو تمہارے ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ حارث نے کہا جناب والا اس میں میرا کیا قصور ہے میں تو صرف پیامبر ہوں جو حکم مجھے ملا تھا اس کی میں نے تعمیل کر دی۔

سلیمان بن عبدالملک کا حارث سے اظہار خفگی:

حارث سلیمان کے پاس سے چلے آئے۔ جب وہ چیزیں ولید نے سلیمان کو دینے کے لیے پاس بھیجی تھیں آئیں تو انہیں لے کر حارث پھر سلیمان کے پاس آئے اور کہنے لگے جناب والا ان تحائف کی مجھے رسید دے دیجیے۔ سلیمان نے ڈانٹ کر کہا کہ مجھ سے رسید مانگنے کا تم کو کیا حق ہے حارث نے کہا اب میں دوبارہ اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرنا چاہتا۔ میں کیا کروں بندگی بے چارگی۔ جیسا کہ حکم مجھے دیا گیا تھا اس کی تعمیل کرنا مجھ پر ضروری تھا۔ سلیمان چپ ہو گیا۔ اور سمجھ گیا کہ حارث سچ کہہ رہا ہے۔

اب حارث سلیمان کے پاس سے نکل آئے اور لوگ بھی اٹھے سلیمان نے حکم دیا کہ جس قدر چیزیں آئی ہیں ان سب میں سے بھی برابر نصف نصف اور ان ٹوکروں میں سے آدھے لے جاؤ اور یزید کو پہنچا دو۔ حارث کو معلوم ہو گیا کہ یزید کے بارے میں سلیمان پر اب کسی شخص کے کہنے سننے کا اثر نہیں ہو سکتا۔ یزید نو مہینے سلیمان کے ہمراہ رہا۔

۹۵ ہجری بروز جمعہ ۱۲ ماہ رمضان المبارک حجاج نے انتقال کیا۔

باب ۱۵

قتیبہ بن مسلم

۹۱ھ کے واقعات:

اس سال عبدالعزیز بن الولید موسم گرما کی مہم کے ساتھ کفار سے جہاد کرنے گیا۔ مسلمہ بن عبدالملک اس مہم کا سپہ سالار تھا۔
مسلمہ نے ترکوں سے جہاد کیا۔ آذربائیجان میں در آیا اور باب تک پہنچ گیا اور کئی قلعے اور شہر فتح کر لیے۔
اسی سنہ میں موسیٰ بن نصیر نے اندلس پر چڑھائی کی اور کئی شہر اور قلعے سر کیے۔
نیز اسی سنہ میں قتیبہ بن مسلم نے نیزک طرخان کو قتل کیا۔

قتیبہ بن مسلم کی مرو روز کی جانب پیش قدمی:

اب یہاں سے پھر نیزک اور قتیبہ کی جنگ اور قتیبہ کی فتح کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔
جب باشندگان ابرشہر' بیورد' سرخس اور ہرات جنہیں قتیبہ نے جہاد کے لیے مدعو کیا تھا۔ اس کے پاس آ گئے تو اب قتیبہ اس تمام جماعت کے ساتھ مرو روز کی جانب بڑھا۔ مرو کی حکومت کا انتظام اس نے دو شخصوں کے سپرد کر دیا۔ حمام بن مسلم کو فوجی کارروائیوں کا منتظم اور عبداللہ بن الاہتم کو مال گزاری اور خزانہ کا مہتمم مقرر کیا۔ مرو روز کے رئیس کو جب قتیبہ کی پیش قدمی کی خبر ہوئی' اس نے علاقہ فارس کی طرف راہِ فرار اختیار کی۔ قتیبہ مرو روز آیا۔ وہاں کے رئیس کے دونوں لڑکوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور سولی پر چڑھا دیا۔ اس مقام سے قتیبہ نے طالقان کا رخ کیا۔ رئیس طالقان نے اس کی کوئی مزاحمت نہیں کی اور اس بنا پر قتیبہ نے بھی اس کے خلاف کوئی جنگی کارروائی نہیں کی۔ طالقان کے علاقہ میں کچھ ڈاکو تھے۔ قتیبہ نے انہیں قتل کرا کے سولی پر لٹکا دیا۔

فاریاب کی اطاعت:

عمر بن مسلم کو طالقان کا عامل مقرر کر کے خود قتیبہ نے فاریاب کی راہ لی۔ بادشاہ فاریاب نے اظہار اطاعت اور عقیدت کے لیے شہر سے باہر نکل کر قتیبہ کا استقبال کیا۔ قتیبہ نے اس کے طرز عمل کو نظر استحسان سے دیکھا۔ کسی شخص کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی ایک باہلی کو فاریاب کا عامل مقرر کیا۔

قتیبہ بن مسلم کا جوزجان میں استقبال:

رئیس جوزجان کو جب قتیبہ کی پیش قدمی کی اطلاع ہوئی۔ اس نے اپنے علاقہ کو خیرباد کہہ کر پہاڑوں میں جا کر پناہ لی۔ جب قتیبہ جوزجان پہنچا باشندوں نے اس کا استقبال کیا اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ قتیبہ نے ان کے طرز عمل کو پسند کیا۔ کسی شخص کو قتل نہیں کیا۔ عامر بن مالک الحانی کو یہاں کا عامل مقرر کر کے بلخ آیا۔ اصبہذ بلخ نے تمام باشندوں کے ساتھ قتیبہ کا استقبال کیا۔ ایک روز قتیبہ نے یہاں قیام کیا اور اب پھر عبدالرحمٰن کے پیچھے چلا۔ درہ خلم پہنچا' یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ یزید اس درہ سے آگے نکل گیا ہے اور مقام بغلان میں جا کر مورچے لگائے ہیں مگر اس نے درہ کے دہانہ اور اس کے دوسرے تنگ مقامات پر کچھ فوج قتیبہ کی مزاحمت کے لیے متعین کر دی تھی۔

قتیبہ کا قلعہ پر حملہ:

اسی طرح درہ کے پیچھے ایک مستحکم قلعہ میں بھی کچھ جمعیت متعین تھی۔ عرصہ تک قتیبہ درہ کے دہانہ پر سر ٹکراتا رہا مگر اسے کامیابی کا منہ تک دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ایک تو درہ ہی بہت تنگ تھا۔ دوسرے یہ کہ ایک ندی اس میں سے بہتی تھی جو قدرتی محافظ تھی اور اس کے درہ کے راستہ کے علاوہ مسلمانوں کو اور کوئی ایسا راستہ معلوم نہ تھا جس کے ذریعہ وہ نیزک تک پہنچ سکتے۔ صرف ایک ہی راہ اور تھی جو بے آب وگیاہ بیاباں سے ہو کر گزرتی تھی مگر اس راہ سے کسی بڑی فوج کا لے جانا تقریباً ناممکن سا تھا۔ ان حالات میں قتیبہ اسی مقام پر سر ٹپکتا رہا کہ شاید کوئی تدبیر کارگر ہو جائے۔ قتیبہ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ روب اور سمنجان کا بادشاہ روب خاں قتیبہ کے دربار میں حاضر ہوا اور اس نے یہ کہہ کر کہ میں اس درہ کے علاوہ ایک ایسا راستہ بتاتا ہوں جس سے قلعہ کی پشت پر آپ پہنچ سکتے ہیں امان طلب کی۔ قتیبہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ رات کے وقت کچھ لوگوں کو اس کے ساتھ کر دیا۔ روب خاں اس فوج کو درہ خلم کے پیچھے سے قلعہ پر لے آیا۔ مسلمانوں نے اسی وقت رات کو جب کہ محافظین اور مدافعین میٹھی نیند سو رہے تھے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے بیشتر کو تہ تیغ کر ڈالا۔ قلعہ کے محافظین میں سے جو بچے انہوں نے اور نیز ان لوگوں نے جو درہ کے دہانہ پر متعین تھے راہ فرار اختیار کی۔ قتیبہ اور اس کی فوج درہ سے گھس کر قلعہ میں آ گئی۔ اور قتیبہ سمنجان چلا گیا۔ اس وقت نیزک بغلان کے نفسج چاہ نامی چشمہ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ سمنجان اور بغلان کے درمیان اگرچہ بیابان حائل تھا مگر وہ کچھ دشوار گزار نہ تھا۔

نیزک کی کرز کو روانگی:

قتیبہ نے سمنجان میں چندے قیام کر کے نیزک کی طرف پیش قدمی کی۔ اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو اپنے آگے روانہ کیا۔ نیزک کو ان سرداروں کی نقل وحرکت کی خبر ہوئی۔ اس نے اپنی جائے قیام کو چھوڑ کر وادی فرغانہ کو طے کیا۔ اپنا تمام مال اسباب کابل شاہ کے پاس بھجوا دیا اور خود کرز چلا آیا۔ مگر عبدالرحمٰن بھی عقاب کی طرح اس کے پیچھے ہی لگا ہوا تھا یہ بھی کرز پہنچا اور جو اس کے تنگ اور دشوار گزار راستے تھے ان پر قابض ہو گیا۔

نیزک کا اسکیشمت میں قیام:

نیزک نے اس مقام کو بھی چھوڑ کر اسکیشمت پر پڑاؤ کیا۔ اور اب اس کے اور عبدالرحمٰن کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ تھا۔ نیزک مقام کرز میں قلعہ بند ہو گیا۔ اس تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ تھا اور وہ بھی اس قدر دشوار گزار تھا کہ کوئی جانور اس سے نہیں گزر سکتا تھا۔ قتیبہ دو ماہ تک اس کا محاصرہ کیے رہا۔ آخر کار نیزک کے پاس سامان خورد ونوش کی سخت قلت ہو گئی۔ اس کی فوج میں مرض چیچک پھیل گیا۔ اور جبغو ریہ بھی چیچک میں مبتلا ہو گیا۔

سلیم الناصح کو قتیبہ کا حکم:

دوسری جانب قتیبہ کو موسم سرما کے گزرنے کا خوف ہوا۔ اس لیے اس نے سلیم الناصح کو بلا کر کہا کہ تم نیزک کے پاس جاؤ۔ اور کسی نہ کسی طرح بغیر امان دیئے ہوئے میرے پاس لے آؤ۔ اور اگر وہ کسی اور طرح آنے پر راضی نہ ہو تو مجبوراً وعدہ معافی دے دینا اور خوب سمجھ لو کہ اگر میں نے تمہیں اس کے بغیر واپس آتے دیکھا تو تمہیں پھانسی دے دوں گا۔ اس لیے جاؤ اور جو مناسب سمجھو کرو۔ سلیم نے کہا کہ آپ اس معاملہ کے متعلق ایک خط عبدالرحمٰن کو لکھ دیجیے تا کہ وہ میری مخالفت نہ کریں۔ قتیبہ نے اس کی

درخواست منظور کر لی اور عبدالرحمٰن کو لکھ دیا۔ سلیم عبدالرحمٰن کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ آپ کچھ لوگوں کو درہ کے دہانہ پر متعین کر دیجیے تا کہ جب میں اور نیزک درہ سے باہر نکل آئیں تو یہ جماعت ہمارے اور درہ کے درمیان حائل ہو جائے۔

چنانچہ عبدالرحمٰن نے رسالہ کا ایک دستہ سلیم کے ساتھ کر دیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ جہاں سلیم حکم دیں تم ٹھہر جانا۔

سلیم الناصح اور نیزک کی ملاقات:

اب سلیم نیزک کی طرف روانہ ہوا۔ اپنے ساتھ بہت سا کھانا جو کئی روز کے لیے کافی تھا اور عمدہ قسم کا ملیدہ وغیرہ بھی لے گیا تھا۔ سلیم نیزک کے پاس پہنچا۔ نیزک نے شکایتاً کہا کہ آپ نے تو ہمیں بالکل ہی چھوڑ دیا۔ سلیم نے کہا کہ آپ یہ کیا الٹی بات کہہ رہے ہیں۔ میں نے آپ کو چھوڑا یا آپ نے ہم سے سرکشی اور نافرمانی کی۔ اور آپ خود ہی اپنی تکالیف کے ذمہ دار ہیں۔ نیزک نے کہا پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ سلیم نے کہا کہ بس یہی کیجیے کہ قتیبہ کے پاس چلے چلئے۔ آپ اسے اچھی طرح پرکھ چکے ہیں۔ قطب از جانمی جنبد کا مضمون ہے اور اپنے ارادہ سے باز آنے والا آدمی نہیں ہے۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ موسم سرما بھی یہیں بسر کرے گا' چاہے زندہ رہے یا تباہ ہو جائے۔

سلیم الناصح کا نیزک کو مشورہ:

نیزک کہنے لگا بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں بغیر وعدہ امان لئے اس کے پاس چلا چلوں۔ سلیم نے کہا مگر چونکہ وہ آپ سے بہت ناراض ہے اس لئے مجھے توقع نہیں کہ وہ آپ کو امان دے۔ البتہ ایک ہی صورت ہے کہ چپ چاپ چلے چلو اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دو۔ چونکہ وہ نہایت ہی بامروت آدمی ہے امید ہے کہ اس ترکیب سے تمہاری جان بچ جائے گی۔

نیزک کو سلیم الناصح کی امان:

نیزک نے کہا کیا واقعی تمہاری یہی رائے ہے۔ سلیم نے کہا کہ بیشک۔ نیزک کہنے لگا کہ میرا دل نہیں مانتا' بلکہ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ وہ میری صورت دیکھتے ہی مجھے قتل کر ڈالے گا۔ اس پر سلیم نے کہا کہ میں تو آپ کو محض مشورہ دینے کے لئے آیا تھا۔ اگر آپ میری تجویز پر عمل کریں گے تو مجھے امید ہے کہ آپ بچ بھی جائیں گے اور پھر آپ کی وہی پہلی عزت و منزلت قائم ہو جائے گی۔ اگر آپ نہیں مانتے تو اپنی جگہ خوش رہیں میں واپس جاتا ہوں۔ نیزک نے کہا اچھا کھانا تو کھاتے جایئے۔ سلیم کہنے لگا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کے یہاں کھانا تیار نہیں ہوتا اور ہمارے ساتھ کافی مقدار میں کھانا موجود ہے۔ سلیم نے فوراً کھانا منگوایا۔ خدمت گار بہت سا کھانا سامنے لائے۔ کھانا اس قدر عمدہ اور وافر تھا کہ جب سے ترک محصور ہوئے تھے انہیں نصیب ہی نہیں ہوا تھا۔ دیکھنے کے ساتھ ہی مربھکوں کی طرح کھانے پر گرے اور دیکھتے ہی دیکھتے چٹ کر گئے۔ ان کی اس ناشائستہ حرکت سے نیزک کو سخت رنج ہوا۔ اس موقع پر سلیم نے نیزک سے کہا کہ دیکھو میں تمہارا سچا دوست ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ محاصرہ نے تمہارے ساتھیوں کو سخت مصائب میں مبتلا کر دیا ہے اور اب مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر محاصرہ نے اور طول کھینچا اور تمہارا یہی حال رہا تو خود یہ لوگ تمہیں دشمن کے حوالے کر دیں گے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ قتیبہ کے پاس چلے چلو نیزک نے کہا چاہے کچھ ہو میں بغیر وعدۂ امان لئے تو کبھی اس کے پاس نہ جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے تو یہ گمان غالب ہے کہ وہ وعدۂ امان دے کر بھی مجھے قتل کر ڈالے۔ مگر خیر دل کی تسلی کے لئے وعدۂ امان ضروری ہے۔ سلیم نے کہا اچھا تمہیں امان دی جاتی ہے اور مجھے امید ہے کہ تم میری بات پر شبہ نہیں کرو گے۔

نیزک اور ترک سرداروں کی روانگی:

نیزک نے کہا نہیں مجھے آپ پر اعتماد ہے۔ سلیم نے کہا اچھا پھر میرے ہمراہ چلیے۔ اس پر نیزک کے اور مصاحبین نے بھی اس سے کہا کہ تم سلیم کی بات مان لو۔ کیونکہ یہ ہمیشہ سچ بولتے رہے ہیں چنانچہ نیزک نے سواریاں منگوائیں اور سلیم کے ہمراہ روانہ ہوا۔ جب پہاڑ کے درہ کے اس موقع پر آیا جہاں سے ڈھلوان شروع ہوتا تھا تو نیزک نے سلیم سے کہا کہ چاہے کسی اور کو اپنی موت کا وقت معلوم نہ ہو مگر میں اپنی موت کے وقت کو جانتا ہوں۔ جب میں قتیبہ کو دیکھوں گا تو مجھے موت آ جائے گی۔ سلیم نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ یہ تمہارا خیال غلط ہے بھلا کیا امان دے کر وہ تم پر ہاتھ اٹھائے گا۔ غرض کہ اس جگہ سے سب کے سب سواریوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ نیزک کے ساتھ جبغو ریہ بھی تھا جو اب مرض چیچک سے صحت یاب ہو چکا تھا اور صول اور عثمان نیزک کے دونوں بھتیجے اور صول طرخان جبغوریہ کا خلیفہ اور خنس طرخان نیزک کے محافظ دستہ کا افسر اعلیٰ بھی اس کے ہمراہ تھے۔ جب یہ تمام جماعت درہ کو عبور کر آئی تو اس رسالہ نے جسے سلیم نے پہلے ہی سے یہاں پوشیدہ جگہ میں متعین کر رکھا تھا پیچھے سے نکل کر درہ کے دہانہ کو مسدود کر دیا تا کہ ترک باہر نہ آ سکیں۔ اس پر نیزک نے سلیم سے احتجاجاً کہا کہ یہ تو پہلے ہی آثار اچھے نظر نہیں آتے۔

ترک سرداروں اور نیزک کی گرفتاری:

سلیم نے کہا تم اس کا کچھ خیال نہ کرو' ان لوگوں کا پیچھے ہی رہ جانا تمہارے لیے اچھا ہے بہر حال نیزک' سلیم اور دوسرے ترک سردار جو درہ سے نکل آئے تھے یہ سب کے سب عبدالرحمٰن بن مسلم کے پاس آئے۔ عبدالرحمٰن نے ایک قاصد کے ذریعے ان کے آنے کی اطلاع قتیبہ کو دی۔ قتیبہ نے عمرو بن ابی مہزم کو حکم دیا کہ تم عبدالرحمٰن سے جا کر کہو کہ وہ ان سب لوگوں کو میرے پاس لے آئیں۔ عبدالرحمٰن سب کو لے کر آیا۔ قتیبہ نے نیزک کے ساتھی دوسرے ترک سرداروں کو قید کرا دیا۔ اور نیزک کو ابن بسام اللیثی کی نگرانی میں دے دیا۔ اور حجاج سے نیزک کے قتل کرنے کی اجازت منگوائی۔ ابن بسام نے نیزک کو ایک حجرہ میں نظر بند کر دیا۔ اس حجرے کے گرد خندق کھدوادی اور پہرہ مقرر کر دیا۔

حجاج کی نیزک کے قتل کرنے کی اجازت:

قتیبہ نے معاویہ بن عامر بن علقمۃ العلیمی کو کرز بھیجا۔ معاویہ کو کرز میں جس قدر مال غنیمت اور جس قدر قیدی ملے وہ انھیں قتیبہ کے پاس لے آیا۔ قتیبہ نے تمام اسیران جنگ کو قید کر دیا اور ان کے متعلق حجاج کے آخری احکام کا منتظر رہا۔ چالیس روز کے بعد حجاج کا خط آیا۔ جس میں نیزک کو قتل کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی قتیبہ نے نیزک کو بلا کر پوچھا کہ کیا میں نے یا عبدالرحمٰن نے یا سلیم نے تم سے وعدۂ معافی کیا ہے؟ نیزک نے کہا کہ جی ہاں سلیم نے مجھ سے وعدۂ معافی کیا تھا۔ قتیبہ نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ کہہ کر قتیبہ دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور نیزک پھر محبوس کر دیا گیا۔ اس کے بعد قتیبہ تین دن تک اپنے مکان سے باہر نہیں نکلا۔

نیزک کے قتل کے متعلق قتیبہ کا مشورہ:

اب لوگوں میں نیزک کی قتیبہ کے متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ قتیبہ کے لیے کسی طرح جائز نہیں کہ اسے قتل کرے۔ دوسرے اس کے قتل کر دینے کے حامی تھے۔ چوتھے دن قتیبہ نے دربار عام منعقد کیا اور نیزک سے متعلق لوگوں سے

مشورہ لیا۔ ایک شخص نے کہا کہ اسے قتل کر ڈالیے' دوسرے صاحب بولے کہ چونکہ آپ اس سے عہد کر چکے تھے اس لیے اس کی جان نہ لیجیے ایک صاحب کہنے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرتا رہے گا۔ اسی باحث ومباحثہ کے درمیان ضرار بن حصین الضبی بھی دربار میں آئے۔ قتیبہ نے ان سے پوچھا کہ کہو ضرار تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔

نیزک اور ترک سرداروں کا قتل:

ضرار نے کہا کہ میں نے یہ بات سنی تھی' کہ جناب والا نے خدا سے اس بات کا عہد کیا ہے کہ اگر آپ کا کبھی نیزک پر قابو چلا تو آپ اسے قتل کر دیں گے۔ اس لیے اگر آپ اپنے اس عہد پر جو آپ نے خدا سے کیا تھا قائم نہ رہیں گے تو یاد رکھیے کہ اب کبھی اس کے مقابلہ میں خدا آپ کی امداد نہ کرے گا۔ قتیبہ دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا اور پھر کہنے لگا کہ اگر میری زندگی کی صرف اتنی ہی مدت باقی ہو کہ میں ان تین جملوں کو ادا کرسکوں تو میں یہ ہی حکم دوں گا کہ اسے ضرور قتل کر ڈالو۔ قتل کر ڈالو۔ قتل کر ڈالو۔ چنانچہ نیزک کو بلا کر قتل کا حکم سنایا گیا۔ اور نیزک اس کے ساتھ اور سات سو ترک تہ تیغ کر ڈالے گئے۔

نیزک کے قتل کے بارے میں دوسری روایت:

مگر باہلی یہ کہتے ہیں کہ نہ تو قتیبہ نے اور نہ سلیم نے نیزک سے کسی قسم کا کوئی وعدۂ معافی کیا تھا۔ جب قتیبہ نے اس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اسے سامنے لایا۔ ایک حنفی تلوار منگوائی۔ تلوار نیام سے باہر کی' آستین چڑھائی اور اپنے ہی ہاتھ سے اس کی گردن ماردی۔ عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ تم صول کو قتل کرو۔ عبدالرحمٰن نے حکم کی تعمیل کر دی اس طرح صالح نے عثمان (یاشقران) کو قتل کیا جو نیزک کا بھتیجا تھا۔ قتیبہ نے بکر بن حبیب السہمی الباہلی سے پوچھا کہیے آپ میں کچھ قوت ہے؟ بکر نے جواب دیا کہ جی ہاں ہے اور میں چاہتا بھی ہوں۔ بکر میں کچھ بدوی خصلتیں بھی تھیں۔ اس پر قتیبہ نے اس سے کہا کہ اچھا آپ ان دوسرے گنواروں کو سمجھ لیجیے۔ چنانچہ جب کوئی کافر سامنے لایا جاتا تھا بکر اسے تہ تیغ کر دیتا اور کہتا کہ موت کے گھاٹ آؤ' مگر یہاں سے واپس زندہ نہ جاؤ۔ اسی طرح باہلیوں کے بیان کے مطابق اس روز بارہ ہزار ترک قتل کر ڈالے گئے۔

نیزک اور اس کے دونوں بھتیجوں کو اسکیمت کے ایک چشمہ آب کی تہ میں جس کا نام خش خاشان تھا سولی پر لٹکا دیا گیا۔

قتیبہ نے نیزک کے سر کو محصن بن جزء الکلابی اور سوار بن زہدم الحرمی کے ہاتھ حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اس پر حجاج نے کہا کہ قتیبہ کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے بھائیوں میں سے کسی کے ہاتھ نیزک کا سر بھیجتا۔

شذ اور سبل کے متعلق نیزک کی رائے:

ایک روز کا واقعہ ہے کہ نیزک ابھی قید ہی میں تھا کہ قتیبہ نے اسے بلا کر پوچھا کہ شذ اور سبل کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا اگر میں انہیں بلا بھیجوں تو وہ آئیں گے یا انکار کریں گے۔ نیزک نے کہا نہیں آئیں گے۔

شذ اور سبل کی طلبی:

قتیبہ نے ان دونوں کو بلایا وہ آئے۔ جب وہ آ گئے تو اب اس نے نیزک اور جبغوریہ کو بھی دربار میں طلب کیا۔ آ کر دیکھتے کیا ہیں کہ شذ اور سبل قتیبہ کے روبرو کرسیوں پر متمکن ہیں۔ نیزک اور جبغوریہ بھی ان کے مقابل بیٹھ گئے۔ شذ نے قتیبہ سے کہا کہ اگرچہ جبغوریہ میرے دشمن ہیں مگر چونکہ عمر میں وہ مجھ سے بڑے ہیں اور بادشاہ ہیں اور میری حیثیت ان کے مقابلہ میں غلام کی ہے

اس لیے آپ مجھے ان کے قریب جانے کی اجازت دے دیجیے۔ قتیبہ نے اجازت دے دی شذ نے جبغوریہ کے پاس جا کر اس کا ہاتھ چوما اور سجدہ کیا۔ پھر شذ نے قتیبہ سے سبل کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت طلب کی قتیبہ نے اجازت دے دی اور شذ نے سبل کے پاس جا کر اس کے ہاتھ کو بھی بوسہ دیا۔

نیزک نے بھی قتیبہ سے اجازت طلب کی کہ آپ مجھے شذ کے قریب جانے کی اجازت دیجیے کیونکہ میں ان کا ادنیٰ خادم ہوں۔ قتیبہ نے اسے بھی اجازت دے دی۔ اور نیزک نے اس کے قریب جا کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

شذ اور سبل کی مراجعت:

اب قتیبہ نے شذ اور سبل کو اپنے اپنے علاقہ واپس چلے جانے کی اجازت دے دی۔ دونوں واپس چلے گئے اور قتیبہ نے حجاج القینی کو جو خراسان کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے شذ کے دربار میں اپنا معتمد (ریزیڈنٹ) مقرر کر دیا۔

نیزک کے ایک جوتے کی قیمت:

جب قتیبہ نے نیزک کو قتل کر ڈالا تو عابس الباہلی کے آزاد غلام نے نیزک کے ایک جوتے کو اٹھا لیا جس میں نہایت بیش قیمت جواہرات لگے ہوئے تھے۔ انہیں جواہرات کی بدولت زبیر اس علاقہ کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دولت مند بن گیا۔ اور اپنی تمام عمر اچھی طرح مرفہ الحالی میں بسر کی۔ ابی داؤد کے دورِ صوبہ داری میں کابل میں اس نے وفات پائی۔

جبغوریہ کو معافی:

قتیبہ نے جبغوریہ کو البتہ معاف کر دیا اور اسے ولید کے پاس بھیج دیا۔ جبغوریہ ولید کی وفات تک پھر شام ہی میں مقیم رہا۔

قتیبہ کی مراجعت:

اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بلخ کا عامل مقرر کر کے خود قتیبہ مرو واپس چلا آیا۔ مگر نیزک کے اس طرح قتل کر دینے پر کہ قتیبہ نے دھوکا سے نیزک کو قتل کیا۔ اس پر ثابت بن قطنہ نے یہ شعر بھی کہا:

''تم بدعہدی کو تدبیر ہرگز نہ سمجھنا۔ بسا اوقات لوگ اس کے ذریعہ بامِ عروج و ترقی پر پہنچتے ہیں مگر یہ ترقی نہایت ہی ناپائیدار ثابت ہوتی ہے اور پھر انہیں قعرِ مذلت میں گرنا پڑا ہے''۔

حجاج قتیبہ کے متعلق کہا کرتا تھا کہ جب میں نے اسے صوبہ دار مقرر کر کے بھیجا تھا تو یہ ایک بالکل ناتجربہ کار نوجوان تھا۔ مگر اس اثناء میں میں تو اس سے ایک بالشت بھی آگے نہیں بڑھا۔ حالانکہ وہ مجھ سے گزوں آگے نکل گیا ہے۔

شاہ جوزجان کی امان طلبی:

نیزک کے قتل کے بعد جب قتیبہ مرو واپس آنے لگا تو اب وہ بادشاہ جوزجان کی جو اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا تلاش میں چلا۔ بادشاہ نے قاصد کے ذریعے امان طلب کی۔ قتیبہ نے اس شرط پر امان دینے کا اقرار کیا کہ بادشاہ خود میرے پاس آئے اور صلح کر لے اس پر بادشاہ جوزجان نے کہا کہ آپ کے پاس یرغمال بھیجے دیتا ہوں اور آپ میرے پاس اپنے کچھ لوگوں کو بطور یرغمال بھیج دیجیے۔ چنانچہ قتیبہ نے حبیب بن عبداللہ بن عمرو بن حصین الباہلی کو بادشاہ جوزجان کے پاس بھیج دیا۔ اور بادشاہ نے اپنے کنبہ کے بعض لوگوں کو قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔

حبیب بن عبداللہ اور یرغمالوں کا قتل:

بادشاہ جوز جان حبیب کو اپنے ایک قلعہ میں نظر بند کر کے قتیبہ کے پاس آیا۔ صلح کی، واپس چلا اور طالقان پہنچ کر مر گیا۔ اہل جوز جان کہنے لگے کہ مسلمانوں نے اسے زہر دے دیا۔ اور اسی خیال کی بنا پر انھوں نے حبیب کو قتل کر ڈالا۔

نیز اسی سنہ ۹۱ ہجری میں قتیبہ نے شومان، کس اور نسف پر دوبارہ جہاد کیا۔ اور طرخان سے صلح کی۔ ان تمام مہموں کے واقعات کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

شاہ شومان کی عہد شکنی:

فیلنشب یا جیسا کہ بعضوں نے بیان کیا ہے غیلشتان شومان کے بادشاہ نے قتیبہ کے عامل کو نکال باہر کیا۔ اور وہ زرخراج جس کی باقاعدہ سالانہ ادائی پر قتیبہ سے اور اس سے صلح ہوئی تھی اس کی ادائی بھی روک دی۔ قتیبہ نے عیاش الغنوی اور خراستان کے ایک اور عابد زاہد شخص کو اس غرض سے ملک شومان کے پاس بھیجا کہ یہ لوگ اسے جا کر سمجھائیں کہ وہ رقم خراج ادا کر دے۔

یہ دونوں اس کے شہر کے سامنے آئے۔ شومان والوں نے شہر سے باہر آتے ہی ان پر تیر اندازی شروع کر دی۔ وہ خراسانی صاحب تو واپس چلے گئے۔ مگر عیاش برابر اپنی جگہ ڈٹے رہے اور کہنے لگے کہ کیا اس شہر میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ ایک مسلمان باہر نکل کر آیا اور کہنے لگا کہ میں مسلمان ہوں، فرمائیے آپ کیا چاہتے ہیں۔ عیاش نے اس سے کہا کہ تم میرے پیچھے آ جاؤ اور میری پشت بچاتے جاؤ۔ چنانچہ وہ شخص پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس کا نام مہلب تھا۔ اب عیاش نے کفار پر حملہ کیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے مگر ان مسلمان صاحب ہی نے پیچھے سے حملہ کر کے عیاش کو قتل کر ڈالا۔ عیاش کے جسم پر ساٹھ زخم آئے تھے۔ خود ترکوں کو ان کے قتل کا بہت رنج ہوا۔ وہ کہنے لگے کہ افسوس ہے کہ ہم نے ایک بڑے بہادر آدمی کو ہلاک کر ڈالا۔

قتیبہ کی شومان پر فوج کشی:

قتیبہ کی اس واقعہ کا علم ہوا، وہ خود ان کے مقابلہ کے لیے بلخ کے راستہ سے بڑھا۔ جب بلخ پہنچا تو اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو اپنے آگے روانہ کیا۔ اور عمر بن مسلم کو بلخ کا عامل مقرر کیا۔

چونکہ ملک شومان اور صالح بن سلم آپس میں دوست تھے۔ اس لیے صالح نے ایک شخص کے ذریعہ ملک شومان سے کہلا بھیجا کہ تم پھر قتیبہ کی اطاعت کر لو، اور اس کی خوشنودی حاصل کر لو۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ صلح کر لو۔ ملک شومان نے صلح سے انکار کر دیا اور صلح کے قاصد سے کہا کہ تم مجھے جو قتیبہ سے ڈراتے ہو میں اس کی کیا حقیقت سمجھتا ہوں۔ جس قدر مضبوط اور ناقابل تسخیر میرا قلعہ ہے، ایسا کسی اور رئیس کے پاس نہیں۔ جب میں اس کے بلند ترین برج سے تیر چلاتا ہوں تو باوجود اس کے کہ میری کمان بھی نہایت ہی سخت اور میں خود بھی زبردست تیر انداز ہوں، مگر پھر بھی میرا تیر قلعہ کی نصف مسافت تک نہیں پہنچتا۔ تو اب میں قتیبہ کی کیا پرواہ کرتا ہوں۔

شومان کی تسخیر:

قتیبہ بلخ سے چل کر دریا کو عبور کر کے شومان کے سامنے پہنچا۔ ملک شومان نے مدافعت کی پہلے سے تیاریاں کر رکھی تھیں۔ قتیبہ نے شہر کے مقابلہ میں منجنیقیں نصب کر دیں اور سنگ اندازی کر کر کے اسے منہدم کر دیا۔ ملک شومان نے جب دیکھا کہ قلعہ ہاتھ سے

چلا اس نے اپنا تمام قیمتی سامان اور زر و جواہر منگوا کر ایک کنویں میں ڈلوا دیا۔ جو قلعہ کے وسط میں واقع تھا اور جس کی گہرائی کی انتہا نہ تھی۔ اس کے بعد اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اب کھلے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکل آیا۔ جنگ ہوئی' بادشاہ شومان مارا گیا۔ قتیبہ نے بزور شمشیر قلعہ مسخر کر لیا۔ تمام جنگجو آبادی کو قتل کر ڈالا اور ان کے اہل و عیال کو لونڈی غلام بنا کر باب الحدید کی راہ سے واپس آ کر کس اور نسف کی طرف بڑھا۔

کس' نسف اور فریاب کی تاراجی:

حجاج نے قتیبہ کو پہلے ہی حکم دے دیا تھا کہ تم کس کی طرف کوئی چال چلو' نسف کو تباہ کر ڈالو اور بہت زیادہ احتیاط سے بچو۔ چنانچہ قتیبہ نے کس اور نسف کو فتح کر لیا۔ اہل فریاب نے مقابلہ کی تیاری کی۔ قتیبہ نے اسے جلا ڈالا۔ اور اسی وجہ سے بعد میں اس شہر کا نام محرقہ رکھ دیا گیا۔

عبدالرحمٰن بن مسلم کی سغد پر فوج کشی:

قتیبہ نے کس اور نسف سے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو سغد کی طرف بھیجا تا کہ طرخون سے مقابلہ کرے۔ عبدالرحمٰن نے وہاں سے روانہ ہو کر عصر کے وقت ترکوں کے قریب ہی ایک وادی میں آ کر پڑاؤ کیا۔ یہاں اس کی فوج نے شراب تیار کی اور خوب پی پلا کر بد مستیاں کرنے لگے۔ کوئی فوجی نظام قائم نہ رہا۔ عبدالرحمٰن نے اپنے خاندان کے آزاد غلام ابو مرضیہ کو حکم دیا کہ تم جا کر لوگوں کو شراب پینے سے منع کرو۔ ابو مرضیہ نے لوگوں کو ڈنڈے سے مارنا شروع کیا اور ان کے جام اور قدحے توڑ ڈالے۔ تمام شراب اس نالے میں بہنے لگی۔ اور اسی وجہ سے اس نالہ کا نام مرج النبیذ پڑ گیا۔

طرخون کی ادائیگی خراج:

عبدالرحمٰن نے طرخون سے وہ رقم خراج جس پر طرخون اور قتیبہ کے درمیان صلح ہوئی تھی لے لی۔ اور طرخون کے جو لوگ بطور یرغمال اس کے پاس تھے وہ واپس دے دیئے۔ اور اب عبدالرحمٰن واپس پلٹا۔ بخارا آیا۔ ابھی قتیبہ بھی بخارا ہی میں تھا کہ عبدالرحمٰن اس سے آ ملا۔ اور پھر یہ دونوں مرو واپس پلٹ آئے۔

طرخون کی اسیری و خودکشی:

اس صلح پر اہل سغد نے طرخون سے کہا کہ تو نے جزیہ دے کر اپنی ذلت قبول کی ہے۔ اور تو اب بہت زیادہ ضعیف العمر بھی ہو گیا ہے' ہم اب تجھ سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتے۔ طرخون نے کہا تو بہتر ہے جس کو تم پسند کرو اپنا بادشاہ بنا لو۔ اہل سغد نے غوزک کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اور طرخون کو قید کر دیا۔ اس قید کی ذلت کے احساس پر طرخون کہنے لگا کہ قید کے بعد اب دوسرا درجہ قتل ہے۔ آج ان لوگوں نے مجھے قید کیا ہے۔ کل قتل کر دیں گے۔ بہتر ہے کہ میں اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں تا کہ مزید ذلت سے بچ سکوں اور دوسرے کا ہاتھ مجھے نہ لگے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اس نے اپنی تلوار پر اپنا پورا بوجھ ڈال دیا۔ تلوار سینہ سے پشت کے پار نکل گئی۔

راوی کہتے ہیں کہ اہل سغد نے طرخون کے ساتھ یہ حرکت اس وقت کی جب کہ قتیبہ بجستان چلے آئے تھے۔ اور اسی وقت میں انہوں نے غوزک کو اپنا رئیس بنایا۔

باہلی کی روایت:

مگر باہلی یہ کہتے ہیں کہ جب قتیبہ نے بادشاہ شومان کا محاصرہ کرلیا۔ اس کے قلعہ کے سامنے منجنیقیں نصب کر دیں۔ اور ایک اور منجنیق فجاء نامی نصب کی جس کا پہلا پتھر قلعہ کی دیوار پر پڑا۔ دوسرا شہر میں گرا' پھر برابر شہر میں پتھر گرتے رہے اور اس کا ایک پتھر بادشاہ کے دیوان خانے میں گرا جس سے ایک شخص مقتول ہوا۔ قتیبہ نے بزور شمشیر قلعہ مسخر کرلیا۔ اور پھر کس اور نسف کی طرف واپس پلٹا اور وہاں سے بخارا آیا۔ بخارا کے قریب ایک ایسے گاؤں میں اس نے قیام کیا جس میں ایک دیول اور ایک آتش کدہ تھا اور اس میں کچھ مور بھی تھے اسی وجہ سے اس پڑاؤ کا نام منزل طوادیس رکھ دیا گیا۔ قتیبہ یہاں سے روانہ ہوکر سغد کی طرف چلا۔ تاکہ طرخون سے زرخراج وصول کرے۔ وادی سغد کی خوبصورتی اور اس کے دلفریب منظر کو دیکھ کر قتیبہ سے نہ رہا گیا اور اس نے بے ساختہ اس کی تعریف میں دو شعر کہے۔ قتیبہ طرخون سے زرخراج لے کر بخارا آیا۔ بخارا کی ریاست پر ایک نوجوان رئیس زادہ کو بادشاہ بنایا۔ بخارا کے ایسے لوگوں کو قتل کر ڈالا جن کے متعلق خوف تھا کہ یہ اس نوجوان بادشاہ کی مخالفت کریں گے پھر آمل کے راستہ مرو واپس آیا۔

باہلی بیان کرتا ہے کہ لوگ ابھی اپنے شراب کے برتنوں کو بھی نہ توڑ سکے تھے کہ قلعہ فتح ہوگیا۔

خالد بن عبداللہ کا اہل مکہ سے خطاب:

اسی سنہ میں ولید نے خالد بن عبداللہ قسری کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ خالد ولید کی وفات تک مکہ کا گورنر رہا۔ خالد نے مکہ کی گورنری کا جائزہ لے کر حسب ذیل تقریر لوگوں کے سامنے کی:

''آپ لوگ ایسے شہر کے باشندے ہیں جو خداوند عالم کے تمام شہروں میں باعتبار اپنی حرمت وتقدس کے ارفع واعلیٰ ہے۔ یہ وہی شہر ہے جسے بیت اللہ کے لیے خدا نے انتخاب کیا۔ اور مستطیع اصحاب پر اس کا حج فرض کیا۔ اس لیے آپ لوگ اطاعت گذار رہیں اور اتحاد قومی کی تنظیم میں منسلک رہیں بے بنیاد شبہات سے محترز رہیے' اور یاد رکھئے کوئی ایسا شخص جو اپنے حاکم اعلیٰ پر نکتہ چینی کرے گا وہ میرے سامنے پیش کیا جائے گا میں اسے اسی جرم میں پھانسی پر لٹکا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جسے مناسب خیال کیا اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اسی لیے آپ کو ان کے احکام اور معاملات میں چون و چرا کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ جو وہ حکم دیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کیجیے اور تعمیل کیجیے میں آپ لوگوں کو بتائے دیتا ہوں کہ مجھے یہ علم ہوا ہے کہ ہمارے بعض مخالفین آپ لوگوں کے پاس آتے ہیں' اور یہاں ٹھہرتے ہیں۔ آئندہ سے آپ کسی ایسے شخص کو اپنے ہاں نہ ٹھہرائیے جس کے متعلق خلافت حاضرہ کی مخالفت کا شبہ تک بھی ہو' ورنہ یاد رکھیے کہ جس شخص کے مکان میں کوئی مشتبہ شخص مقیم پایا جائے گا وہ مکان زمین سے ملا دیا جائے گا۔ اس لیے جو لوگ آپ کے یہاں ٹھہریں ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرلیا کیجیے۔ قومی اتحاد کو قائم رکھے۔ اطاعت شعار رہیے۔ کیونکہ پھوٹ بہت بری بلا ہے''۔

ابوحبیبہ اور خالد بن عبداللہ القسری:

ابوحبیبہ کہتے ہیں کہ میں اسی زمانہ میں عمرہ کرنے مکہ گیا۔ اور بنی اسد جو خاندان زبیر کے طرفداروں میں تھے ان کے مکانات میں جا کر ٹھہرا۔ مجھے کچھ معلوم ہی نہ تھا کہ ایک دم خالد نے مجھے بلایا۔ میں اس کے پاس گیا۔ خالد نے میرا وطن پوچھا میں نے کہا کہ مدینہ کا باشندہ ہوں۔ خالد کہنے لگا۔ تو پھر تم ایسے لوگوں کے پاس جو ہمارے مخالف ہیں کیوں مقیم ہوئے؟ میں نے کہا کہ میں یہاں

صرف ایک یا دو دن ٹھہروں گا اور پھر اپنے مکان واپس چلا جاؤں گا۔ اور میں خلیفہ وقت کے مخالفین میں سے نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو ان لوگوں میں ہوں جو ان کی حکومت کی تعظیم کرتے ہیں بلکہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو خلافت کا منکر ہو وہ ہلاک ہو جائے۔

میری تقریر سن کر خالد نے کہا کہ تمہارے وہاں ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ ایسے لوگوں کا وہاں قیام کرنا ٹھیک نہیں ہے جو خلیفہ وقت کے مخالف ہوں۔ میں نے کہا معاذ اللہ مجھے ایسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔ ایک روز میں نے خالد کو یہ کہتے سنا کہ یہ جانور جو حرم میں بسیرا لیتے ہیں اگر یہ بول سکتے اور ہماری اطاعت کا اقرار نہ کرتے تو میں انہیں بھی یہاں سے نکال دیتا۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ بیت اللہ میں صرف وہی لوگ رہیں اور وہی اس کی حرمت سے متمتع ہوں جو ہمارے مطیع ہوں۔ اور خاندان خلافت اور اس کے عہدہ داروں کے مخالف نہ ہوں۔ اس پر میں نے کہا کہ جناب والا بجا اور درست فرماتے ہیں۔

ولید بن عبدالملک کی مدینہ میں آمد:

۹۱ ہجری میں خود ولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا صالح بن کیسان کہتے ہیں۔ کہ جب ولید کے حج کے لیے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قریش کے دس آدمیوں کو حکم دیا کہ میرے ساتھ امیر المومنین کے استقبال کو چلیں چنانچہ دس آدمی جن میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام اور ان کے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جن کے ساتھ اور بھی خدم وحشم تھا سوید تک آئے یہ سب لوگ سواریوں پر سوار تھے۔ جب ولید سامنے آیا اور وہ بھی گھوڑے پر سوار تھا تو حاجب نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ امیر المومنین کی خاطر سواریوں سے اتر پڑیں۔ سب لوگ اتر پڑے مگر پھر خود ولید نے انھیں سوار ہونے کا حکم دیا۔ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلایا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ولید کے جلو میں ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور اسی طرح یہ تمام جماعت مقام ذی خشب پر آ کر فروکش ہوئی۔

مسجد نبوی کا معائنہ:

یہاں وہ تمام اصحاب جو استقبال کے لیے آئے تھے پیش کیے گئے۔ ایک ایک شخص آتا تھا اور سلام کرتا جاتا تھا۔ ولید نے کھانا منگوایا۔ ان سب اصحاب نے بھی اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ شام کے وقت ولید یہاں سے روانہ ہو کر مدینہ آیا۔ صبح کو مسجد نبوی دیکھنے کے لیے گیا۔ جس قدر لوگ اس وقت مسجد میں موجود تھے سب نکال دیئے گئے۔

سعید بن المسیب کا مرتبہ:

البتہ سعید بن المسیب اپنی جگہ بیٹھے رہے اور ان کے رتبہ کے اعتبار سے کسی سپاہی کو بھی یہ جرأت نہ ہوسکی کہ وہ انہیں اٹھا دیتا۔ سعید اپنے مصلی پر دو معمولی چادریں جن کی قیمت پانچ درہم ہوگی زیب تن کیے بیٹھے تھے۔ کسی شخص نے ان سے درخواست کی کہ آپ اٹھ جائیں سعید نے کہا کہ جو میرا اٹھنے کا وقت ہے اس سے پہلے تو میں ہرگز نہ اٹھوں گا۔ پھر ان سے کہا گیا کہ آپ اٹھ جائیں امیر المومنین کو سلام تو کرلیں۔ سعید کہنے لگے کہ میں خود تو ان کے پاس اٹھ کر سلام کرنے نہیں جاؤں گا۔

ولید بن عبدالملک اور سعید بن المسیب:

اب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال ہے کہ وہ ولید کو مسجد میں ادھر ادھر پھرا رہے ہیں' اور چاہتے ہیں کہ اس کی نظر سعید پر اس وقت تک نہ پڑے جب تک کہ یہ اٹھ نہ جائیں۔ مگر اچانک ولید کی نظر قبلہ کی طرف اٹھی اس نے پوچھا کہ یہ کون صاحب بیٹھے

ہوئے ہیں۔کیا یہ سعید بن المسیب تو نہیں ہیں؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جی ہاں یہی سعید بن المسیب ہیں' اوران کا یہ حال ہے اگر انہیں معلوم ہوتا کہ آپ اس وقت مسجد نبوی میں موجود ہیں تو وہ خود ضرور اٹھ کر آپ کے سلام کو آتے اور انہیں دکھائی بھی کم دیتا ہے۔ ولید نے کہا اچھا ہمیں ان کا حال معلوم ہوا۔ہم خود ان کے پاس جائیں گے اور سلام کریں گے۔

سلف الصالحین کا آخری نمونہ:

ولید نے تمام مسجد کا چکر لگایا۔روضہ اطہر پر آ کر کھڑا ہوا۔ پھر سعید کے پاس آیا اور ان کی مزاج پرسی کی۔سعید نہ کھڑے ہوئے اور نہ انہوں نے اپنی جگہ سے جنبش کی۔البتہ مزاج پرسی کے جواب میں الحمدللہ میں خیریت سے ہوں۔امیر المومنین کا مزاج کیسا ہے اور کیا حال ہے؟ ولید نے کہا الحمدللہ خیریت سے ہوں۔اس قدر گفتگو کے بعد ولید وہاں سے پلٹ آیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اب یہ ہی سلف الصالحین کا ایک نمونہ باقی رہ گئے ہیں۔عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ امیر المومنین بجا فرماتے ہیں۔

ولید نے مدینہ طیبہ میں بہت سے عجمی لونڈی غلام اور سونے چاندی کے برتن اور نقد روپیہ لوگوں میں تقسیم کیا۔ جمعہ کے دن خطبہ بھی پڑھا اور نماز پڑھائی۔

ولید بن عبدالملک کا خطبہ:

ولید نے مسجد نبوی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ کر ایام حج میں جمعہ کے دن خطبہ دیا۔منبر سے مسجد کے اندرونی صحن کی آخری دیوار تک فوج کی دو صفیں تھیں۔ان کے ہاتھوں ہی میں شاہی عصا اور کندھوں پر گرز تھے۔ولید ایک معمولی چوغا اور ٹوپی پہنے منبر پر چڑھا کوئی شال اس پر نہ تھی۔منبر پر چڑھ کر تمام لوگوں کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔مؤذن کو اذان دینے کی اجازت دی۔جب اذان ختم ہوئی تو پہلا خطبہ بیٹھے بیٹھے اور دوسرا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھا۔

اسحٰق اور رجاء بن حیوۃ کی گفتگو:

اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے رجاء بن حیوۃ سے مل کر پوچھا کہ آیا اس خاندان کا یہی طرز عمل رہا ہے۔رجاء نے کہا ہاں! معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور ان کے بعد اور تمام اس خاندان کے خلیفہ ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔میں نے کہا کیا آپ نے اس معاملہ میں کبھی ان سے گفتگو نہیں کی؟ رجاء کہنے لگے کہ قبیصہ بن ذویب مجھ سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے عبدالملک سے اس کے متعلق اعتراض کیا تھا مگر اس نے کسی قسم کی تبدیلی کرنے سے انکار کر دیا۔اور کہنے لگا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو ہمیشہ کھڑے ہو کر ہی خطبہ دیا ہے۔رجاء کہنے لگے مگر کیا کیا جائے ان لوگوں سے اسی طرح بیان کیا گیا۔اور اسی پر ان کا عمل ہے۔

اسحٰق کہتے ہیں کہ تمام خلفاء بنی امیہ میں ولید جیسا رعب داب اور تمکنت میں نے کسی میں نہیں دیکھی۔

امیر حج ولید بن عبدالملک وعمال:

محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ ولید مسجد نبوی کے لیے خوشبوئیں اور انگیٹھی بھی لایا تھا۔احرام مسجد نبوی میں کھول کر پھیلا دیا گیا۔

نہایت ہی بیش بہا دیباج کا بنا ہوا تھا۔ ایک دن پھیلا رہا' پھر لپیٹ کر اٹھا لیا گیا۔ اور ولید ہی نے اس سال حج کرایا۔ اس سال سوائے مکہ معظمہ کے باقی اور تمام صوبوں پر وہی لوگ عامل اور صوبہ دار تھے جو ۹۰ ہجری میں تھے۔ البتہ واقدی کے بیان کے مطابق خالد بن عبداللہ القسری اس سال مکہ کا گورنر تھا۔ مگر اور لوگوں نے بیان کیا ہے مکہ اس سال بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کے تحت تھا۔

۹۱ھ کے واقعات

مسلمہ نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا۔ تین قلعے سر کیے اور اہل سوسنہ کو رومیوں کے اندرونی علاقہ میں جلاوطن کر دیا۔

فتح اُندلس:

اسی سنہ میں موسیٰ بن نصیر کے آزاد غلام طارق بن زیاد نے بارہ ہزار فوج کے ساتھ اندلس پر حملہ کیا اور بادشاہ اندلس سے اس کا مقابلہ ہوا۔ واقدی کا دعویٰ ہے کہ اس بادشاہ کا نام اور ینوق تھا (راڈرک) جو اہل اصبہان میں سے تھا۔ اور یہ عجمی بادشاہان اندلس تھے۔ طارق نے اپنی پوری طاقت سے حملہ کیا۔ ادھر بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھ کر حملہ آور ہوا۔ اس کے سر پر تاج جواہر نگار دھرا تھا ہاتھ میں فولادی دستانے چڑھے ہوئے تھے اور وہ تمام مرصع زیور جن کا جنگ کے موقع پر پہننے کا ان کے شاہان پیشین سے دستور چلا آتا تھا اس کے جسم پر سجے ہوئے تھے دونوں حریفوں نے خوب ہی دادِ مردانگی اور شجاعت دی اور نہایت سخت رن پڑا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اور ینوق کو ہلاک کیا اور ۹۲ ہجری میں اندلس فتح ہو گیا۔

قتیبہ کی سجستان پر فوج کشی:

بعض اہل سیر کے بیان کے مطابق اسی سال قتیبہ نے رتبیل اعظم اور زابل کے ارادہ سے (سجستان) پر چڑھائی کی۔ جب قتیبہ سجستان پہنچ گیا۔ رتبیل کے سفرا پیام صلح لائے۔ قتیبہ نے درخواست صلح کو منظور کر لیا اور عبدربہ بن عبداللہ بن عمیر اللیثی کو وہاں کا عامل مقرر کر کے خود واپس چلا آیا۔

امیر حج حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ:

اسی سنہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جو مدینہ کے عامل تھے حج کرایا۔ اور نیز اس سنہ میں بھی مختلف ممالک کے وہی لوگ ارباب حل وعقد تھے جو سنہ ماسبق میں تھے۔

۹۳ھ کے واقعات

رومیوں پر فوج کشی:

عباس بن ولید نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا۔ اور شہر سمسطیہ فتح کیا۔ نیز مروان بن الولید رومیوں کے علاقہ میں فوج کشی کر کے حجرہ تک جا پہنچا۔ اور مسلمہ بن عبدالملک نے جدید قلعے' غزالہ اور برجمہ کو عطیہ کی سمت سے پیش قدمی کر کے مسخر کیا۔

خرزاذ کا ظلم واستبداد:

نیز اسی سال قتیبہ نے ملک خام جبرد کو قتل کرنے کے بعد شاہ خوارزم سے تجدید صلح کی۔ اس واقعہ کی تفصیل اور اسباب حسب ذیل ہیں: چونکہ بادشاہ خوارزم بہت ضعیف العمر تھا۔ اس لیے اس کے چھوٹے بھائی خرزاذ نے انتظام سلطنت پر کلیۃً قبضہ کر رکھا تھا۔ جیسا

چاہتا کرتا۔ اگر اسے خبر لگتی کہ بادشاہ کے طرفداروں میں سے کسی کے پاس کوئی حسین لونڈی' عمدہ سواری کا جانور یا کوئی بیش بہا شے ہے فوراً اس پر قبضہ کر لیتا۔ حتیٰ کہ اگر اسے معلوم ہوتا کہ کسی شخص کی لڑکی یا بیوی یا بہن خوبصورت ہے اسے زبردستی بلوا منگاتا۔ غرض کہ جس چیز کو چاہتا اس پر قبضہ کر لیتا' اور جسے چاہتا زندان بلا میں ڈال دیتا تھا۔ کسی شخص کی طاقت نہ تھی کہ اس کا مقابلہ کرے۔ بلکہ خود بادشاہ بھی اس کے سامنے ناچار ہو گیا تھا۔ جب کبھی بادشاہ سے اس کی حرکات کی شکایت کی جاتی وہ اپنی بے بسی ظاہر کر دیتا اور اس تمام اور اقتدار اور مستبدانہ حکومت کے باوجود خرزاذ بادشاہ سے خفا بھی رہتا تھا۔ جب ان حالات نے طول کھینچا تو بادشاہ نے قتیبہ کو اپنے علاقہ میں آنے کی دعوت دی۔ تاکہ وہ اپنی ریاست ان کے حوالے کر دے۔ اور اس لیے اس نے خوارزم کے شہروں کی تین طلائی کنجیاں بھی اس کے پاس بھیج دیں اور یہ شرط لگائی کہ جب آپ میرے علاقہ پر قبضہ کر لیں تو میرے بھائی اور میرے دوسرے مخالفین کو میرے حوالے کر دیجیے گا۔ تاکہ میں ان کے ساتھ جیسا چاہوں سلوک کر سکوں۔

شاہ خوارزم کی قتیبہ سے درخواست:

بادشاہ نے یہ پیام اپنے ایک قاصد کے ذریعہ سے بھیجا اور اس کی اطلاع اپنے کسی امیر یا سردار کو نہیں دی۔ آخر موسم سرما میں جب کہ جہاد کا موسم شروع ہو جاتا ہے۔ یہ قاصد قتیبہ کے پاس آیا۔ قتیبہ پہلے ہی سے جہاد کی تیاری کر چکا تھا۔ اب قتیبہ نے ظاہر تو یہ کیا کہ سغد پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے۔ مگر دراصل اس کا مقصد خوارزم تھا۔ بادشاہ خوارزم کا قاصد اپنے فرض کو کامیاب حد تک پہنچانے کے بعد خوارزم واپس چلا گیا۔ قتیبہ نے مسلم کے آزاد غلام ثابت الاعور کو مرو کا عامل مقرر کیا اور خود جہاد کے لیے روانہ ہوا۔

شاہ خوارزم کی مجلس عیش ونشاط:

دوسری جانب بادشاہ نے اپنے تمام رؤساء زمیندار اور علما اور دوستوں کو اپنے ساتھ عیش ونشاط میں شریک ہونے کے لیے خوارزم میں جمع کیا اور اپنے تمام احباب سے کہا کہ قتیبہ سغد پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور ہم سے اس وقت لڑنا نہیں چاہتا' لہٰذا آؤ موسم بہار میں ہم مجلس شراب ونشاط منعقد کریں اور گلچھرے اڑائیں۔ چنانچہ یہ تمام سردار شراب خواری اور عیش ونشاط میں منہمک ہو گئے۔ اور جنگ سے بالکل بے خطر۔

شاہ خوارزم کی مجلس مشاورت:

ترکوں کو قتیبہ کی پیش قدمی کا اس وقت علم ہوا جب کہ اس نے ہزارسپ میں پہنچ کر دریا کے اس کنارے خیمے ڈال دیئے۔ بادشاہ خوارزم نے اپنے مشیروں سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ سب نے کہا کہ ہم اس سے لڑیں گے۔ مگر بادشاہ نے کہا کہ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ عاجز رہ گئے ہیں اور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے جو ہم سے کہیں زیادہ زبردست اور طاقتور تھے۔ میری یہ رائے ہے کہ ہم کچھ دے دلا کر اسے اس سال تو یہاں سے ٹال دیں۔ آئندہ سال دیکھا جائے گا۔ سب نے کہا کہ ہم آپ سے متفق ہیں۔

بادشاہ خوارزم سے چل کر مدینۃ الفیل میں آ کر جو دریا کے اس پار واقع ہے مقیم ہوا (خوارزم کے اصل میں تین مختلف شہر ہیں جو ایک ہی حصار میں محصور ہیں۔ ان تینوں میں مدینۃ الفیل سب سے مستحکم ہے)۔

قتیبہ اور شاہ خوارزم میں مصالحت:

اب قتیبہ تو ہزارسپ میں دریا کے اس کنارے فروکش ہے۔ اور بادشاہ مدینۃ الفیل میں اس پار مقیم ہے۔ دونوں کے درمیان

دریائے بلخ موجزن ہے مگر قتیبہ کو اس دریا کے عبور کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ دس ہزار لونڈی غلام اور بہت سے جواہرات اور روپیہ کی ادائی پر دونوں میں صلح ہوگئی یہ بھی شرط طے پائی کہ بادشاہ خوارزم کی شاہ خام جرد کے مقابلہ میں اعانت کرے اور نیز وہ بات پوری کرے جس کے متعلق اس نے قتیبہ کو پہلے ہی لکھ دیا تھا۔ قتیبہ نے ان باتوں کو منظور کرلیا۔ اور انہیں پورا کیا۔

شاہ خام جرد کی سرکوبی:

قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو شاہ خام جرد کی سرکوبی کے لیے جو ہمیشہ بادشاہ خوارزم سے برسر جدال وقتال رہتا تھا۔ روانہ کیا۔ عبدالرحمٰن نے اس کے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ اور چار ہزار قیدی وہاں سے اپنے ساتھ لایا۔ جب یہ قیدی قتیبہ کے پاس آئے۔ قتیبہ نے منظر عام پر تخت بچھوایا اور دربار عام کیا۔ اور پھر قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ ایک ہزار اس کے داہنی جانب ایک ہزار بائیں جانب ایک ہزار سامنے اور ایک ہزار پیچھے کر دیئے گئے۔

مہلب بن ایاس کی تلوار:

مہلب بن ایاس کہتے ہیں کہ اس روز قیدیوں کے قتل کرنے کے لیے بڑے بڑے سرداروں کی تلواریں مانگی گئیں۔ ان میں بعض ایسی بھی ناکارہ تھیں کہ جن سے نکٹے کی ناک بھی نہ کٹ سکتی تھی۔ لوگوں نے میری بھی تلوار مانگ لی۔ یہ ایسی بلائے بے درماں تھی کہ جس پر پڑتی تھی اس میں سے صاف نکل جاتی تھی۔ میری تلوار کی اس کاٹ کو دیکھ کر قتیبہ کے خاندان والے جلنے لگے۔ یہ دیکھتے ہی میں نے قاتل کی طرف ذرا پلک ماردی کہ ہاتھ ڈھیلا کر دے چنانچہ اس نے ذرا ہاتھ ڈھیلا کیا کہ تلوار مقتول کے اگلے دانتوں پر پڑی جس سے اس میں دندانے پڑ گئے۔

خرزاذ کا قتل:

ابوالذیال کہتے ہیں کہ وہ تلوار اب بھی میرے پاس ہے۔ قتیبہ نے خرزاذ اور دوسرے ان لوگوں کو جو بادشاہ خوارزم کے مخالف تھے' بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ نے ان سب کو قتل کرا دیا۔ ان کے مال واسباب پر قبضہ کرلیا اور اسے قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔ قتیبہ شہر فیل میں داخل ہوا۔ اور بادشاہ سے وہ زر وجنس معاوضہ لے کر جس پر صلح ہوئی تھی پھر ہزار سپ واپس آ گیا۔

باہلی یہ کہتے ہیں کہ خوارزم سے قتیبہ کو ایک لاکھ لونڈی غلام ملے۔

۹۲ ہجری میں قتیبہ کے خاص دوستوں نے اس سے کہا کہ چونکہ تمام لوگ بجستان ایسے دور دراز ممالک سے آئے ہیں سب تھکے ہوئے ہیں بہتر ہے کہ اس سال آپ اب جہاد وغیرہ پر نہ جائیں۔ بلکہ تمام لوگوں کو آرام کرنے دیجیے۔ قتیبہ نے اس درخواست کو مسترد کر دیا اور اہل خوارزم سے صلح کر کے سغد کی طرف بڑھا۔ اسی سنہ میں قتیبہ نے خوارزم سے واپسی میں سمرقند پر حملہ کیا اور اسے فتح کیا۔

مجسر بن مزاہم کا سغد پر حملہ کرنے کا حکم:

خوارزم کی صلح کے بعد جب قتیبہ نے تمام زر وسامان معاوضہ پر قبضہ کرلیا تو مجسر بن مزاہم السلمی نے قتیبہ سے کہا کہ میں آپ سے تخلیہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ قتیبہ نے اور تمام لوگوں کو ہٹا دیا اور اب وہ صرف دونوں رہ گئے۔ مجسر نے کہا کہ اگر آپ کا سغد پر فوج کشی کرنے کا کبھی ارادہ ہو تو اس کے لیے آج سے زیادہ بہتر موقع پھر کبھی آپ کو نہیں ملے گا اس لیے اہل سغد کو یہ اطمینان ہے

کہ اس سال تو آپ ان پر حملہ نہیں کریں گے اور اب ان کے اور آپ کے درمیان صرف دس دن کا فاصلہ ہے۔

قتیبہ نے پوچھا کہ کیا کسی اور شخص نے تمہیں یہ مشورہ دیا ہے؟ مجسر نے کہا نہیں۔ قتیبہ نے پوچھا کیا کسی اور سے بھی تم نے اس کا تذکرہ کیا ہے؟ مجسر نے کہا نہیں۔ قتیبہ نے کہا اب اگر کسی اور سے اس کا تذکرہ کرو گے تو میں تمہیں تہ تیغ کر دوں گا۔

سغد پر فوج کشی:

قتیبہ نے اس روز تو قیام کیا دوسرے روز عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ تم سواروں اور تیراندازوں کو اپنے ساتھ لے کر مرو روانہ ہو جاؤ۔ اور تمام سامان واسباب کو اپنے آگے بھیج دو۔ چنانچہ سامان سب سے پہلے روانہ کر دیا گیا۔ اس کے پیچھے عبدالرحمٰن بن مرو روانہ ہو گیا اور اس تمام دن عبدالرحمٰن مرو کی طرف چلتا رہا۔

شام کے وقت قتیبہ نے عبدالرحمٰن کو لکھا کہ کل صبح کے وقت سامان تو مرو بھیج دینا اور تم خود رسالہ اور تیراندازوں کو لے کر سغد کی طرف روانہ ہو جانا۔ تمام کارروائی نہایت راز میں کی جائے۔ اور میں خود تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ عبدالرحمٰن کو جب یہ حکم ملا اس نے اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سامان کو مرو لے جائیں اور خود حسب الحکم سغد کی طرف چلا۔

قتیبہ کا فوج سے خطاب:

قتیبہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اللہ نے تمہارے ہاتھوں اس شہر کو ایسے وقت میں سر کرا دیا ہے جب کہ جہاد اور فوجی کارروائیاں کرنا ناممکن تھا۔ اب سغد ہمارے سامنے ہے۔ وہاں مدافعت کا بھی کوئی سامان نہیں ہے۔ اہل سغد نے اس عہد کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے۔ جو ہمارے اور ان کے درمیان ہوا تھا اور وہ زرفدیہ بھی نہیں دیا۔ جس کی ادا کی شرط پر ہم نے طرخون سے صلح کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو عہد کو توڑتا ہے اس کا خمیازہ اس کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اس لیے اللہ کا نام لے کر بڑھو اور مجھے توقع ہے کہ سغد اور خوارزم کی وہی خرابی ہوگی جو بنی نضیر اور بنی قریظہ کی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ وَ اُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ﴾

''اور دوسرا وہ مقام جس پر تمہاری دسترس نہ ہوسکی اللہ نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے''۔

سغد کا محاصرہ:

غرضیکہ قتیبہ سغد آیا' عبدالرحمٰن پہلے ہی بیس ہزار فوج کے ساتھ سغد کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ قتیبہ عبدالرحمٰن کے وہاں پہنچنے کے تین یا چار دن بعد اہل بخارا اور خوارزم کے ساتھ پہنچا۔ سغد پہنچ کر قتیبہ نے کلام پاک کی یہ آیت پڑھی:

﴿ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴾

''ہم جب کسی قوم کے سامنے اس کے میدان میں اترے تو نہ ماننے والوں کی صبح ان پر بہت بری گزری''۔

ایک ماہ تک قتیبہ نے ان کا محاصرہ رکھا۔ اور خود حصار کے اندر ایک سمت سے گھس کر کئی مرتبہ دشمنوں سے برسرپیکار بھی ہوا۔

اہل سغد کی ملک الشاش اخشاذ فرغانہ سے امداد طلبی:

اہل سغد کو محاصرہ کے طول کا خوف پیدا ہوا۔ انھوں نے ملک الشاش اور اخشاذ فرغانہ کو لکھا کہ اگر عربوں کو ہمارے مقابلہ میں فتح ہوگئی تو جس لیے انھوں نے ہم پر چڑھائی کی ہے اسی بنا پر یہ تم پر بھی اپنا دست آز دراز کر دیں گے۔ اس لیے اب آپ لوگ خود

اپنی فکر کر لیجیے۔

ملک الشاش اور اخشاذ کا شبخون مارنے کا منصوبہ:

اس تحریر کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان دونوں بادشاہوں نے ان کی امداد کے لیے عربوں سے جا کر لڑنے کا تصفیہ کیا۔ اور اہل سغد کو اطلاع دے دی کہ تم کسی جماعت کو ان سے لڑنے کے لیے بھیج دو تا کہ وہ اس جماعت سے مصروف کارزار رہیں اور ہم بے خبری میں ان پر شبخون مارتے رہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے یہاں کے رؤسا اور بڑے بڑے سرداروں کے بیٹوں اور سورماؤں کو مسلمانوں کے لشکر گاہ پر شبخون مارنے کے لیے منتخب کر کے روانہ کیا۔

قتیبہ کو شبخون کی اطلاع:

مگر مسلمانوں کے مخبروں نے فوراً اس کی خبر قتیبہ کو دی۔ قتیبہ نے ان کے توڑ کے لیے اپنی فوج سے تین سو یا چھ سو بڑے جوانمرد تلوار یئے منتخب کیے۔ اور صالح بن مسلم کو ان کا افسر مقرر کر کے حکم دیا کہ اس راستہ پر جہاں سے مخالف جماعت کی پیش قدمی کا خوف ہے۔ کمین گاہوں میں مناسب مقامات پر چھپ جائیں۔

اب صالح نے پھر دشمنوں کی نقل وحرکت کی اطلاع یابی کے لیے مخبر روانہ کیے اور خود اپنے اصل لشکر گاہ سے دو فرسخ کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ مخبروں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ آج ہی رات دشمن حملہ کر دے گا۔

صالح نے اپنے رسالہ کو تین دستوں پر تقسیم کر کے دو دستوں کو تو کمین گاہ میں چھپا دیا۔ ایک دستہ خود لے کر ان کی مزاحمت کے لیے راستے پر جم گیا۔

مشرکین کی پیش قدمی:

مشرکین پردۂ شب میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مگر انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ صالح ہماری گھات میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس لیے وہ بغیر اس خوف کے مسلمانوں کے لشکر گاہ تک پہنچنے سے پہلے ہماری کسی قسم کی مزاحمت کی جائے گی بڑھتے چلے آئے۔ صالح نے اسی بے خبری کی حالت میں ان پر حملہ کیا اور جب دونوں حریفوں میں خوب نیزہ بازی شروع ہو گئی تو اب وہ دو دستے بھی جو پہلے سے کمین گاہوں میں پوشیدہ تھے نکل آئے اور لڑائی میں شریک ہو گئے۔

صالح بن مسلم اور مشرکین کی جنگ:

مشرک اس قدر بے جگری اور دلیری سے لڑے جس کی مثال اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آئی۔ آخر دم تک لڑتے رہے۔ بھاگنے کا نام تک نہیں لیا اکثر مشرک میدان جنگ میں کھیت رہے اور بہت تھوڑے بھاگ کر بچ سکے۔ مسلمانوں نے ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ ان کے سر کاٹ ڈالے اور جو تھوڑے گرفتار ہوئے تھے جب ان سے مقتولین کی شخصیت دریافت کی گئی تو معلوم ہوا کہ ان میں کل شہزادے اور بڑے رئیسوں کے لڑکے تھے یا مشہور بہادر اور سورما تھے۔ ان قیدیوں نے یہ بھی کہا کہ ان میں کا ہر شخص سو آدمیوں کے برابر تھا۔

مسلمانوں نے ان کے نام ان کے کانوں پر لکھ دیئے۔ صبح کو لشکر گاہ میں آئے۔ ہر شخص اپنے ہاتھ میں ایک سر لٹکائے تھا جس پر اس مقتول کا نام لکھا ہوا تھا۔ مسلمانوں کو نہایت ہی عمدہ عمدہ گھوڑے غنیمت میں ملے۔ یہ سب چیزیں انہوں نے قتیبہ کو دے دیں۔

شاہ سغد کا قتیبہ پر طنز:

اس واقعہ نے اہل سغد کے حوصلے پست کر دیئے۔ اب قتیبہ نے ایک طرف تو شہر میں منجنیقیں نصب کر دیں۔ اور ان سے سنگ اندازی شروع کی اور اس کے ساتھ ہی برابر ان سے جنگ کرتا رہا۔ اور ایک منٹ کے لیے جنگ میں ڈھیل نہ دیتا تھا۔ بخارا اور خوارزم والے جوان کے ہمراہ تھے وہ بھی نہایت ہی خلوص اور تندہی سے لڑے۔ خوب داد شجاعت دی اور بے جگری سے اپنی جانیں مسلمانوں کے لیے لڑا دیں مگر جنگ کا تصفیہ اب تک نہیں ہوتا تھا کہ غوزک نے قتیبہ سے کہلا بھیجا کہ آپ میرا مقابلہ میرے ہی خاندان اور عزیزوں سے جو عجمی ہیں کر رہے ہیں۔ اس میں آپ کی کیا بہادری ہے۔ صرف عربوں کو مقابلہ پر بھیجئے تو مزا چکھایا جائے۔

قتیبہ کا فوج کا معائنہ:

قتیبہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ اس نے جدلی کو بلا کر حکم دیا کہ فوج کا معائنہ کرو۔ اور ان میں سے جو بہادر ہوں ان کا انتخاب کرو۔ غرض کہ تمام فوج معائنہ کے لیے حاضر کی گئی۔ خود قتیبہ ہی نے معائنہ کرنا شروع کیا۔ جو لوگ کہ تمام قبیلوں سے علیحدہ علیحدہ واقف تھے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اب خود قتیبہ ایک ایک شخص کو پکارتا جاتا تھا اور ان کے متعلق جاننے والوں سے پوچھتا تھا معرف بعض کے متعلق کہتا کہ یہ بہادر ہے۔ بعض کے متعلق کہتا کہ یہ متوسط درجہ کا آدمی ہے۔ بعضوں کو کہتا کہ یہ بزدل ہیں۔ اسی پر قتیبہ نے بزدلوں کا نام گدھیاں رکھ دیا۔ ان کے گھوڑے اور عمدہ ہتھیار چھین کر بہادروں اور دوسرے متوسط درجہ کے لوگوں کو دے دیئے اور برے سرے معمولی قسم کے ہتھیار ان بزدلوں کو بانٹ دیئے۔

قتیبہ کی منتخب فوج کا حملہ:

اب قتیبہ اس منتخب فوج کے ساتھ قلعہ پر حملہ آور ہوا۔ رسالہ رسالہ سے اور پیدل سپاہ پیدل سے دست و گریباں ہوگئی۔ منجنیقیں نصب تھیں ان سے شہر پر سنگ اندازی کی گئی اور فصیل میں ایک شگاف بھی پڑ گیا۔ مگر مدافعین نے اسے فوراً جوار کی لئی سے مسدود کر دیا۔ اور ایک شخص نے اسی مقام پر کھڑے ہو کر قتیبہ کو گالیاں دیں۔ قتیبہ کے ہمراہ کچھ قادر انداز بھی تھے۔ قتیبہ نے ان سے کہا کہ اپنے میں سے دو آدمی چن لو چنانچہ دو آدمیوں کے متعلق کہا گیا کہ یہی سب سے بڑھ کر قدر انداز ہیں۔ قتیبہ نے ان سے کہا کہ تم میں جو شخص اس کافر کو تیر مار کر ہلاک کر دے گا اسے دس ہزار درہم انعام دیا جائے گا اور اگر تیر خطا گیا تو ناوک افگن کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ ان دونوں میں سے ایک تو ذرا ہچکچایا مگر دوسرے نے آگے بڑھ کر ایسا تاک کے تیر مارا کہ اس کافر کی ٹھیک آنکھ میں جا کر لگا قتیبہ نے اسے دس ہزار درہم دینے کا حکم دے دیا۔

سغد پر سنگ باری:

دوسرے دن پھر شہر پر سنگ اندازی کی گئی اور ایک شگاف پیدا کیا گیا۔ قتیبہ نے حکم دیا کہ اسی شگاف پر چمٹے رہو اور جس طرح بنے اس مکان سے شہر میں گھس جاؤ۔ غرض کہ مسلمان لڑتے لڑتے اس شگاف تک پہنچ گئے۔ اس اثناء میں اہل سغد برابر مسلمانوں پر تیروں کا مینہ برساتے رہے اور ان کی یہ حالت تھی کہ اپنی ڈھالوں کو تیروں کے خوف سے آنکھ کے آگے رکھ کر حملہ کرتے تھے۔ جب مسلمان اس شگاف پر پہنچ گئے تو کفار نے درخواست کی کہ آج تو آپ واپس چلے جائیں کل ہم صلح ہی کر لیتے ہیں۔

اہل سغد کی امان کی درخواست:

اب یہاں باہلی یہ کہتے ہیں۔قتیبہ نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔اور کہا کہ اب جب کہ ہم نے اس شگاف پر قبضہ کرلیا ہے اور ہماری منجنیقیں ان کے شہراوران کے سروں پر گرج رہی ہیں ہمارا صلح کرنا بے معنی ہے مگراورلوگوں کا یہ بیان ہے کہ قتیبہ نے اپنی فوج سے کہا کہ اچھا آپ لوگ بھی تنگ آ گئے ہیں۔بہتر ہے کہ اتنی ہی کامیابی پر اکتفا کر کے واپس ہو جایئے۔چنانچہ سب واپس آئے۔

صلح نامہ کی شرائط:

دوسرے دن بارہ لاکھ درہم سالانہ خراج پر صلح ہوگئی۔اور یہ بھی شرط ہوئی تھی کہ تین ہزار لونڈی غلام مسلمانوں کو دیئے جائیں' مگران میں کوئی بچہ یا بوڑھا نہ ہو۔اور نہ کوئی ایسا ہو کہ جس میں کوئی عیب ہو۔اور شہرقتیبہ کے لیے خالی کر دیا جائے اس میں کوئی جنگجو آدمی نہ رہے ایک مسجد بنوائی جائے تا کہ قتیبہ اس میں نماز پڑھے۔ایک منبر رکھا جائے تا کہ اس پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا جائے اور پھر کھانا کھا کر واپس چلا آئے۔

شرائط صلح کی تکمیل:

جب شرائط صلح طے ہوگئیں تو قتیبہ نے اپنی فوج کے پانچوں دستوں میں سے دو دو شخصوں کو منتخب کر کے اس غرض سے شہر میں بھیجا کہ یہ شرائط صلح کی عملاً تکمیل کرالیں۔چنانچہ ان لوگوں نے ہر قسم کے معاوضہ پر قبضہ کرلیا۔جب تیس ہزار لونڈی غلام بھی آ گئے تو قتیبہ کہنے لگا کہ اب ان کفار کی اچھی طرح طرح توہین وتذلیل ہوئی۔کیونکہ اب ان کے اعزا اور اولاد تمہارے قبضہ میں آ گئی ہے۔

حسب شرائط صلح مدافعین نے شہر خالی کر دیا۔مسجد بنادی اور منبر رکھ دیا۔قتیبہ چار ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔مسجد میں آ کر نماز پڑھی' خطبہ پڑھا اور پھر کھانا کھایا۔اس کے بعد سغد سے کہلا بھیجا کہ جو شخص اپنا مال واسباب یہاں سے لے جانا چاہے لے جائے۔کیونکہ اب میں تو شہر سے ہرگز نہیں جاؤں گا اور یہ بھی رعایت ہے جو میں تمہارے ساتھ کر رہا ہوں اور میں تم سے اس معاوضہ کے علاوہ جس کا صلح میں تصفیہ ہوا ہے اور کچھ نہیں مانگتا۔البتہ یہ ضرور ہے کہ اب یہاں فوج رکھی جائے گی۔

مال غنیمت کے متعلق باہلی کا بیان:

باہلی یہ بیان کرتے ہیں کہ قتیبہ نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ اسے ایک لاکھ لونڈی غلام' تمام آتش کدے اور بتوں کے زیور دیئے جائیں چنانچہ ان اشیاء پراس نے قبضہ بھی کرلیا۔جب تمام بت اس کے سامنے لائے گئے تو پہلے جس قدر جواہرات اور زیوران پر تھے وہ سب اتار لیے گئے اور سب اوپر تلے رکھے گئے۔تو ایک محل کے برابر اس کا تودا لگ گیا۔قتیبہ نے ان کے جلانے کا حکم دیا۔ اس پر عجمی کہنے لگے کہ ان بتوں میں بعض دیوتا ایسے بھی ہیں کہ جو شخص انھیں جلائے گا خود تباہ ہو جائے گا قتیبہ نے کہا اچھا میں خود اپنے ہاتھ سے انھیں جلاتا ہوں۔غوزک نے دوزانو بیٹھ کر عرض کی کہ مجھ پر آپ احسان کریں اور ان بتوں کو نہ جلائیں۔مگر قتیبہ نے ایک نہ سنی۔آگ کا لوکا منگوایا اسے ہاتھ میں لے کر تکبیر کہتا ہوا بڑھا اور آگ لگادی۔اس کے بعد ہی دوسرے لوگوں نے بھی اس کی اقتداء کی۔جلنے کے بعد ان بتوں میں سے پچاس ہزار مثقال سونا اور چاندی برآمد ہوئی۔

شہر سے بڑی بڑی تانبے کی دیگیں نکلوائی گئیں۔انہیں دیکھ کر قتیبہ نے حضین سے پوچھا کہیے کیا رقاش کے پاس بھی ایسی دیگیں

تھیں۔ حصین نے کہا کہ اس کے پاس تو نہ تھیں البتہ عیلان کے پاس ایک دیگ اتنی بڑی تھی جیسی کہ یہ ہیں۔ قتیبہ ہنسنے لگا اور کہنے لگا تم نے اپنا بدلہ لے لیا۔

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ اہل عجم قتیبہ پر بدعہدی کا الزام لگاتے تھے کہ اس نے خوارزم اور سمرقند والوں سے جو وعدۂ امان کیا تھا اسے پورا نہیں کیا۔

شہر سغد میں جو لونڈیاں مال غنیمت میں ملیں ان میں یزدجرد کے کسی لڑکے کی ایک بیٹی بھی تھی۔ قتیبہ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا اس سے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ بھی دوغلا سمجھا جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں اپنے باپ کی طرف سے دوغلا ہوگا۔ قتیبہ نے اس شہزادی کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج نے اسے ولید کے پاس بھیج دیا اور پھر اس کے بطن سے یزید بن ولید پیدا ہوا۔

غوزک کی شاہان شاش فرخانہ اور خاقان سے امداد طلبی:

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب غوزک نے دیکھا کہ قتیبہ محاصرہ کی گرفت کو روز بروز زیادہ کرتا جاتا ہے اس نے شاہان شاش اخشاذ فرخانہ اور خاقان سے امداد طلبی کی اور لکھا کہ اس وقت ہم آپ کے اور عربوں کے درمیان حائل ہیں۔ اگر عربوں نے ہم پر فتح پالی اور ہمارے ملک پر قبضہ کر لیا تو آپ لوگوں کی بھی خیر نہیں۔ آپ ہم سے بھی زیادہ ذلیل اور کمزور ہو جائیں گے اس لیے یہی موقع ہے کہ آپ لوگ اپنی پوری طاقت ہماری اعانت میں صرف کیجیے۔

غوزک کو فوجی امداد:

ان بادشاہوں نے اس درخواست پر غور کیا اور یہ مشورہ کیا کہ اگر ہم نے اپنی معمولی فوج امداد کے لیے بھیج دی تو وہ کچھ زیادہ کارآمد نہ ہوگی۔ کیونکہ اپنے فرائض اور آیندہ مصیبتوں کا انہیں اس قدر احساس نہیں ہے جس قدر کہ ہمیں ہوسکتا ہے۔ ہم فرمانروا ہیں۔ ہم سے امداد طلب کی گئی ہے۔ اس لیے ہمیں تو امداد دینی چاہیے۔

چنانچہ ان بادشاہوں نے شہزادوں اور اپنے ہی خاندان کے بہادر نوجوانوں کو منتخب کیا اور خاقان کے ایک لڑکے کو اس جماعت کا سردار مقرر کر کے قتیبہ کے فوجی پڑاؤ پر شب خون مارنے کے لیے روانہ کیا۔ انھیں یہ خیال تھا کہ چونکہ مسلمان تو شہر سغد کے محاصرہ میں مصروف ہیں۔ لشکر گاہ کی جانب سے بے خبر ہوں گے اس لیے یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

قتیبہ کا منتخب فوج سے خطاب:

غرض کہ اب یہ منتخب جماعت مسلمانوں کے لشکر گاہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئی۔ دوسری جانب قتیبہ کو بھی دشمن کے اس ارادے کی خبر ہو چکی تھی۔ اس نے بھی اپنی فوج سے خاص خاص لوگوں کو انتخاب کیا۔ شعبہ بن ظہیر اور ظہیر بن حیان بھی اس منتخب گروہ میں تھے۔ اس طرح چار سو بہادر چنے گئے قتیبہ نے ان سے کہا کہ آپ کے دشمن اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید اور اعانت کی ہے مگر اب انہوں نے اپنے بڑے بڑے رؤسا اور شہزادوں کو منتخب کر کے اس لیے بھیجا ہے کہ وہ دھوکے سے ہمارے لشکر گاہ پر شبخون ماریں۔ عرب کے آپ ہی لوگ سردار اور بہادر ہیں اس کے علاوہ خداوند عالم نے اپنی دین مبین دے کر بھی آپ کی عزت افزائی کی ہے۔ اس لیے اب آپ اللہ کی راہ میں پوری طرح داد مردانگی دیجیے تا کہ آپ ثواب کے مستوجب ہوں۔ اور اپنی خاندانی شرافت و عزت و شجاعت کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کیجیے۔

قتیبہ کے جاسوس:

قتیبہ نے پہلے ہی سے دشمن کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال کے لیے جاسوس چھوڑ رکھے تھے جب اسے معلوم ہوا اب دشمن اتنا قریب آ گیا ہے کہ وہ آج ہی رات کو ہمارے پڑاؤ تک پہنچ جائے گا۔ وہ ان لوگوں کے پاس جنہیں اس نے اس جماعت کے مقابلہ کے لیے منتخب کیا تھا آیا اور ہر ایک شخص کو خدا کی راہ میں جہاد اور اظہار شجاعت کے لیے ابھارتا۔ پھر صالح بن مسلم کو اس جماعت پر سردار مقرر کیا۔

مسلمانوں کی مقابلہ کی تیاری:

مغرب کے وقت یہ خاص دستہ اصل لشکر گاہ سے روانہ ہوا چلتے چلتے قتیبہ کے لشکر گاہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر اس راستہ پر جہاں سے کہ دشمن کے آنے کا یقین تھا یہ جماعت ٹھہر گئی۔ صالح نے اپنی فوج کے مختلف دستے کر دیئے۔ ایک کو اپنے بائیں جانب ایک کو اپنی داہنی جانب کمین گاہوں میں چھپا دیا اور خود مقابلہ کے لیے برسرراہ ٹھہر گیا۔

کفار پر صالح کا حملہ:

نصف یا تین پہر رات گذری ہوگی کہ دشمن اپنی پوری ترتیب اور رفتار میں تیزی اور بالکل خاموشی کے ساتھ بڑھتا ہوا اس مقام پر پہنچا۔ صالح پہلے ہی سے رسالہ لیے ایستادہ تھا۔ دشمن نے صالح کو دیکھتے ہی حملہ کیا اور نیزہ بازی شروع ہوگئی تو مسلمانوں کے رسالہ کے دونوں وہ دستے کمین گاہوں سے داہنی اور بائیں جانب سے عقاب کے دو بازوؤں کی طرح فوراً نکل کر دشمن پر ٹوٹ پڑے ہر چیز خاموش تھی۔ فضاء آسمانی پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اب صرف ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آتی تھی مگر کوئی شک نہیں کی کفار نے خوب ہی داد مردانگی دی اور اس بے جگری سے لڑے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک شخص جو اس معرکہ میں شریک تھا بیان کرتا ہے کہ جب ہم نیزے اور شمشیر ان پر چلا رہے تھے تو میں نے رات کی اندھیاری میں قتیبہ کو دیکھا اس وقت میں نے ایک ایسا بہترین وار کیا تھا کہ میں خود اپنی تحسین کر رہا تھا جب میں نے قتیبہ کو دیکھا تو ان سے کہا کہ میرا باپ اور ماں آپ پر سے صدقہ و قربان ہو جائیں فرمایئے میں نے کیا خوب ہاتھ مارا ہے؟ قتیبہ نے کہا خاموش رہ' خدا تیرا منہ توڑ دے۔

مال غنیمت اور مقتولین کے سر:

بہر حال ہم نے لڑتے لڑتے ان کے بیشتر بہادروں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ان میں سے صرف معدودے چند بچے۔ اب ہم نے مقتولین کے لباس اور ہتھیار کو اتارنا شروع کیا اور ان کے سر کاٹ لیے۔ صبح کے وقت جب ہم اپنے لشکر گاہ کی طرف واپس پلٹے تو ہمارا عجیب و غریب منظر تھا۔ اور کبھی کوئی جماعت یہ یہ چیزیں لے کر واپس نہ آئی ہوگی جو ہم اس روز لے کر آئے تھے ہر شخص کسی نہ کسی مشہور آدمی کا سر اپنے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھے یا کسی قیدی کو ڈوری سے باندھے ہوئے لا رہا تھا۔

مجاہدین کو انعام و اکرام:

یہ تمام سر ہم قتیبہ کے پاس لے کر آئے۔ قتیبہ نے دیکھ کر کہا خدا تمہیں اس کی جزائے خیر دے اس نے مجھے بغیر کسی بات کے اظہار کیے بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ اور میرے ساتھ ہی حیان العدوی اور حلیس الشیبانی کو بھی انعام و اکرام دیا۔ اس پر میں نے خیال کیا کہ ان کے ساتھ جو یہ خاص مراعات کی جا رہی ہیں اس کی وجہ یہی ہوگی کہ قتیبہ نے ان لوگوں کی شجاعت کا بھی کوئی ایسا ہی

خاص کارنامہ بچشم خود دیکھا ہوگا' جیسا کہ اس نے میرا دیکھا تھا۔

اہل سغد کی مایوسی:

اس واقعہ نے اہل سغد کی کمر توڑ دی۔ ان کی رہی سہی امیدوں پر بھی پانی پھر گیا۔ اب کیا تھا صلح کی درخواست کی اور زر معاوضہ پیش کیا۔ مگر قتیبہ نے صلح کی درخواست مسترد کر دی اور کہا کہ میں طرخون کا بدلہ لوں گا۔ وہ میرا آزاد غلام تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کی حفاظت جان کا میں نے عہد کیا تھا۔

قتیبہ کا عزم:

جب محاصرہ نے طول کھینچا اور شہر کی فصیل میں ایک شگاف کر دیا گیا تو ایک شخص نے اس مقام پر آ کر نہایت شستہ عربی میں قتیبہ کو گالیاں دینا شروع کیں۔ عمرو بن ابی زہدم کہتا ہے کہ ہم لوگ قتیبہ کے پاس کھڑے تھے۔ جب ہم نے یہ گالیں سنیں تو ہم وہاں سے جلدی سے نکل کر باہر آئے اور عرصہ تک کھڑے رہے مگر وہ شخص برابر قتیبہ کو گالیاں دیتا رہا۔ میں قتیبہ کے خیمے میں آیا۔ دیکھا کہ قتیبہ ایک رومال کی گاتی باندھے بیٹھا ہے اور چپکے چپکے اپنے دل سے یہ باتیں کر رہا ہے کہ اے سمرقند کب تک شیطان تجھ میں مزے اڑاتا رہے گا اگر خدا نے چاہا تو کل صبح میں تیرے باشندوں کے خلاف اپنی انتہائی کوشش صرف کر دوں گا۔ یہ جملے سن کر میں اپنے اور ساتھیوں کے پاس چلا آیا اور ان سے بیان کیا کہ اب خیر نہیں۔ دیکھئے کل کتنے بہادروں کی جانیں طرفین سے جائیں گی۔ اور بیان کیا کہ اس طرح قتیبہ چپکے چپکے اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔

معرکہ سمرقند:

مگر باہلی یہ کہتے ہیں کہ جب قتیبہ جہاد کے لیے روانہ ہوا تو دریا کہ اپنے دہنی جانب چھوڑ کر بخارا آیا۔ اہل بخارا کو اپنے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کی دعوت دی اور ان سب کو لے کر شہر اربنجن پہنچا۔ (یہ وہی شہر ہے جہاں سے ارینجی نمدے آتے ہیں) اس مقام پر ترکوں کے بادشاہ غوزک نے جس کے ہمراہ ترک' اہل شاش اور فرغانہ کی ایک کثیر تعداد تھی قتیبہ کا مقابلہ کیا۔ کفار اور مسلمانوں کے درمیان اگرچہ کئی بار مختصر سی جھڑپ ہوئی مگر کوئی بڑی فیصلہ کن جنگ نہیں ہوئی۔ مگر ان تمام لڑائیوں میں مسلمانوں ہی کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا۔ اور کفار برابر پیچھے ہٹتے گئے۔ اسی طرح مسلمان بڑھتے بڑھتے سرقند کے سامنے پہنچ گئے۔ یہاں البتہ دونوں حریفوں میں اصلی معنی میں مقابلہ ہوا۔ پہلے تو اہل سغد نے مسلمانوں پر نہایت ہی جرأت اور بے جگری سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کی صفیں درہم برہم کر دیں اور بڑھتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر گاہ تک پہنچ گئے مگر پھر مسلمانوں نے جوابی حملہ کر کے کفار کو پھر ان کے لشکر گاہ تک پسپا کر دیا۔ اس معرکہ میں مشرکین کا نہایت سخت جانی نقصان ہوا۔ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ اور پھر شہر والوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔

سمرقند کی فتح:

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب کفار کے رسالہ نے مسلمانوں کے رسالہ پر حملہ کیا تو اس روز قتیبہ میدان جنگ میں کھلی جگہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنی تلوار سے گاتی باندھے ہوئے تھا۔ کفار کا رسالہ مسلمانوں کو دباتا ہوا قتیبہ سے بھی آگے بڑھ آیا۔ مگر قتیبہ ابھی گاتی بھی نہ کھولنے پایا تھا کہ ہمارے رسالہ کے دونوں بازووں نے کفار کے اس رسالہ پر جس نے ہمارے قلب کو پسپا کر دیا

تھا گھیرے میں لے کر حملہ کر دیا' اسے شکست دی۔ اور پھر ان ہی کے لشکر گاہ تک اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس روز مشرکین کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ مسلمان سمرقند میں داخل ہو گئے۔ باشندوں نے صلح کر لی۔ غوزک نے دعوت کے لیے کھانا پکایا اور قتیبہ کو دعوت دی۔ قتیبہ اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر دعوت میں پہنچا اور کھانا کھانے کے بعد غوزک سے سمرقند کا مطالبہ کیا اور کہا کہ تم یہاں سے بوریہ بستر باندھ کر نکل جاؤ۔ اب غوزک مجبور تھا کیا کرتا۔ سمرقند چھوڑ کر چلا گیا۔ اس وقت قتیبہ نے کلام پاک کی یہ آیت تلاوت کی وَاللّٰهُ اَهۡلَكَ عَادَ الۡاُوۡلٰى وَ ثَمُوۡدَ فَمَا اَبۡقٰى۔ خدا کی وہ ذات ہے کہ جس نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کر ڈالا۔ اور ثمود کو پس باقی نہ چھوڑا۔

قتیبہ کا قصد:

اس فتح کی خوشخبری دینے کے لیے قتیبہ نے ایک شخص کو حجاج کے پاس بھیجا۔ حجاج نے اس کو شام بھیج دیا تاکہ خلیفہ وقت کو اطلاع دے دے۔ یہ شخص دمشق پہنچا۔ آفتاب طلوع ہونے کے پہلے ہی جامع دمشق میں آیا۔ اس کے پاس ایک بڈھا کمزور شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس سے شام کی عام حالت دریافت کی۔ اس ضعیف العمر شخص نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اجنبی ہو۔ اس نے کہا جی ہاں میں ابھی آیا ہوں۔ اس شخص نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ قاصد نے کہا خراسان سے۔ پھر اس نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ قاصد نے اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ اس ضعیف العمر شیخ نے کہا خدا کی قسم تم نے خراسان کو بد عہدی سے اور دھوکے سے فتح کیا ہے اور اے اہل خراسان تم وہ لوگ ہو کہ تم ہی بنی امیہ کی تباہی کا باعث ہو گے اور اس دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجا دو گے۔

عبداللہ بن مسلم کی نیابت:

قتیبہ مرو واپس چلا آیا۔ عبداللہ بن مسلم کو سمرقند پر اپنا جانشین مقرر کر دیا اور ایک زبردست فوج اس کے پاس متعین کر دی اور حکم دیا کسی مشرک کو اس کے ہاتھ پر مہر لگائے بغیر شہر میں نہ آنے دینا۔ اور صرف اس وقت تک اسے شہر میں رہنے کی اجازت دینا جب تک کہ چکنی مٹی اس کے ہاتھ پر گیلی رہے۔ اگر خشک ہونے کے بعد کوئی مشرک شہر میں پایا جائے اسے فوراً قتل کرا دینا۔ اسی طرح اگر کوئی چھرا یا خنجر وغیرہ اس کے پاس سے برآمد ہو تو بھی فوراً قتل کر دینا' رات کو شہر کا دروازہ بند ہونے کے بعد اگر کوئی مشرک شہر میں نظر آئے اسے بھی مروا ڈالنا اور چونکہ اس نے ان دونوں شہروں خوارزم اور سمرقند کو ایک ہی سال میں فتح کیا تھا' اس لئے قتیبہ کہنے لگا کہ اصل میں یہ دوڑ دوڑ ہے نہ کہ دو جنگلی گدھوں کے مقابلہ کی دوڑ کیونکہ مثل یہ کہ اگر کوئی شہسوار ایک ہی دوڑ میں دو گدھوں کو مار گرائے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص دو جنگلی گدھوں کے درمیان دوڑا پھر قتیبہ سمرقند سے واپس آ گیا۔

ایاس بن عبداللہ کے خلاف شورش:

ایاس بن عبداللہ بن عمر خوارزم میں سپہ سالار فوج تھا۔ اور عبیداللہ بن عبداللہ بنی مسلم کا آزاد غلام افسر مال و خزانہ تھا۔ ایاس بڈھا اور ضعیف العمر شخص تھا۔ اہل خوارزم نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور اس کے خلاف اجتماع کیا۔ عبیداللہ نے اس واقعہ کی اطلاع قتیبہ کو دی۔ قتیبہ نے عبداللہ بن مسلم کو موسم سرما میں خوارزم کا عامل مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ ایاس اور حیان النبطی کو سو سو

درے لگواتا۔ اوران کے سر اور داڑھی کومنڈ واڈ النا' البتہ عبید اللہ بن عبد اللہ کو اپنے خاص مشیروں میں شریک کر لیتا۔ کیونکہ وہ ہمارے خاندان کا آزاد غلام ہے اور اس کی وفاداری قابل بھروسہ ہے۔

حیان النبطی کی گرفتاری:

عبداللہ مرو سے روانہ ہو کر جب خوارزم کے قریب شاہراہ پر پہنچا۔ اس نے خفیہ طور پر ایاس کو اپنے آنے کی اطلاع کر دی اور کہلا بھیجا کہ تم شہر چھوڑ کر فوراً کسی اور طرف چلے جاؤ۔ عبداللہ خوارزم آ گیا اور اس نے النبطی کو گرفتار کر کے اس کو سو درے لگوا دیئے اور داڑھی منڈا دی۔

مغیرہ بن عبداللہ کی خوارزم پر فوج کشی:

عبد اللہ کے بعد قتیبہ نے مغیرہ بن عبداللہ کو کچھ فوج کے ساتھ خوارزم بھیجا۔ اہل خوارزم کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی جب مغیرہ خوارزم آ گیا تو ان لوگوں نے جن کے باپ چچاؤ کو بادشاہ خوارزم نے قتل کیا تھا اس موقع پر بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور امداد دینے سے صاف انکار کر دیا۔ خوارزم شاہ نے ترکوں کے علاقہ میں بھاگ کر پناہ لی اور مغیرہ نے شہر میں آتے ہی جسے چاہا لونڈی غلام بنالیا اور جسے چاہا قتل کر ڈالا۔ بقیۃ السیف نے زرتاوان دے کر مغیرہ سے صلح کر لی۔ اس کاروائی کو کامیابی کے انجام تک پہنچا کر مغیرہ قتیبہ کے پاس چلا آیا۔ قتیبہ نے اسی کو خوارزم عام بنا دیا۔

طلیطلہ کی مہم:

اس سال موسیٰ بن نصیر نے اپنے آزاد غلام طارق بن زیاد کو اندلس کی سپہ سالاری سے معزول کر کے شہر طلیطلہ بھیج دیا۔ (اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے)۔

۹۳ ہجری میں موسیٰ بن نصیر طارق سے ناراض ہوا۔ اور ماہ رجب میں اس کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوا۔ موسیٰ کے ہمراہ حبیب بن نافع الفہری بھی تھا۔ قیروان سے روانہ ہوتے وقت موسیٰ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور دس ہزار فوج کے ساتھ موسیٰ نے آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے اندلس کی سرزمین پر قدم رکھا۔ طارق نے موسیٰ کا استقبال کیا اور اس کی ناراضی کو دور کر دیا۔ موسیٰ بھی طارق سے خوش ہو گیا اور اسے طلیطلہ کی طرف جو اندلس کا ایک بہت بڑا شہر ہے اور قرطبہ سے بیس روز کے فاصلہ پر واقع ہے بھیج دیا۔ طارق کو اس شہر کی فتح میں حضرت سلیمان کا وہ دسترخوان بھی ملا جس میں اس قدر سونا اور جواہرات لگا ہوتا تھا کہ ان کی قیمت کا اندازہ بس خدا ہی خوب کر سکتا ہے۔

موسیٰ بن نصیر کی نماز استسقاء:

اسی سال افریقہ میں سخت خشک سالی ہوئی۔ اور اس کی وجہ سے قحط پڑا جس سے باشندوں کو بہت تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ موسیٰ بن نصیر نے شہر سے باہر نکل کر نماز استسقاء پڑھی اور نصف النہار تک دعا میں مصروف رہا۔ خطبہ بھی پڑھا۔ جب منبر سے اترنے لگا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ نے امیر المؤمنین کے لیے کیوں نہیں دعا مانگی؟ موسیٰ نے کہا کہ یہ وقت ان کے لیے دعا کرنے کے لیے نہ تھا۔

اللہ نے ان کی دعاؤں کو شرف اجابت بخشا اور اتنی بارش ہوگئی جس سے کچھ عرصہ کے لیے ان کی حالت سنبھل رہی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی معزولی:

اسی سنہ میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کی گورنری سے معزول کیے گئے اس کا واقعہ یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کو حجاج کی شکایت لکھی کہ یہ بلا وجہ اور بلا قصور اپنے ماتحت عہدہ داروں پر طرح طرح کا ظلم اور زیادتیاں کرتا ہے۔ حجاج کو بھی اس کی خبر لگ گئی۔ اس نے ولید کو لکھا کہ اہل عراق میں سے جو لوگ ہمارے مخالف تھے اور آپس میں پھوٹ اور نفاق ڈلوانا چاہتے تھے۔ وہ عراق سے جلاوطن کر دیے گئے ہیں اور اب انھوں نے مکہ مدینہ میں جا کر پناہ لی ہے مگر اس کے نتائج خطرناک ہوں گے۔

امارت مدینہ پر عثمان بن حیان کا تقرر:

ولید نے حجاج کو لکھا کہ تم دو شخصوں کے نام میرے سامنے پیش کرو۔ حجاج عثمان بن حیان اور خالد بن عبداللہ کے نام پیش کر دیے ولید نے خالد کو مکہ کا اور عثمان بن حیان کو مدینہ کا عامل مقرر کر دیا۔ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو برطرف کر دیا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مدینہ سے روانہ ہو کر مقام سوئدا میں ٹھہرے۔ مزاحم سے کہتے تھے کہ کیا تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ تم ان لوگوں میں ہو جنھیں مدینہ طیبہ نے اپنے سے دور پھینک دیا۔

خبیب بن عبداللہ بن زبیر کا خاتمہ:

اس سال ولید کے حکم سے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خبیب بن عبداللہ بن الزبیر کو پٹوایا۔ اور ان کے سر پر ٹھنڈے پانی کی پکھال چھڑوادی۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خبیب کے پچاس درے لگوائے۔ سخت سردی کے دن میں پانی کی ایک پکھال ان کے سر پر ڈلوائی اور دن بھر انھیں مسجد کے دروازے پر کھڑا رکھا اور اس صدمہ سے وہ جاں بحق ہو گئے۔

امیر حج عبدالعزیز بن ولید و عمال:

عبدالعزیز بن الولید بن عبدالملک نے اس سال حج کرایا۔ اس سال سوائے مدینہ کے اور باقی تمام شہروں پر وہی لوگ افسر اعلیٰ رہے جو سنہ ماسبق میں تھے۔ البتہ مدینہ کے عامل عثمان بن حیان شعبان ۹۳ ھ میں مقرر کر دیئے گئے تھے مگر واقدی کا یہ بیان ہے کہ بجائے شعبان کے شوال ۹۴ ہجری سے دو دن پہلے عثمان مدینہ کے عامل مقرر کیے گئے۔ بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ شعبان ۹۳ ھ میں معزول ہوئے۔ جہاد کے لیے گئے۔ وہاں سے چلتے وقت ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم الانصاری کو اپنا قائم مقام بنا آئے اور عثمان مدینہ میں ۲۷ یا ۲۸ رمضان کو داخل ہوئے۔

۹۴ھ کے واقعات

اس سال عباس بن الولید نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس سال اس نے انطاکیہ فتح کیا۔

نیز اسی سال عبدالعزیز بن الولید نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا۔ اور بڑھتے بڑھتے شہر غزالہ تک پہنچ گیا۔ ولید بن ہشام المعیطی علاقہ برج الحمام تک اور یزید بن ابی کبشہ سوریہ تک جا پہنچا۔

اسی سنہ میں شام میں زلزلہ آیا۔ محمد بن قاسم الثقفی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان فتح کیا۔ اور قتیبہ نے علاقہ شاش اور فرغانہ پر چڑھائی

کی اور خجندہ اور کاشان تک جو ملک فرغانہ کے دو شہر ہیں جا پہنچا۔

قتیبہ کی خجندہ پر فوج کشی:

۹۴ھ میں قتیبہ جہاد کے لیے روانہ ہوا۔ دریائے جیحوں کو عبور کرنے کے بعد اس نے لازمی فوجی خدمت کے طریقہ پر اہل بخارا' کس' نسف اور خوارزم سے بیس ہزار جنگجو سپاہی بھرتی کر لیے۔ یہ سب کے سب اس کے ہمراہ سغد آئے۔ یہاں سے اور فوجیں تو شاش کی طرف بھیج دی گئیں اور خود قتیبہ نے فرغانہ کا رخ کیا۔ چلتے چلتے خجندہ پہنچا۔ اہالی شہر نے اس کے مقابلہ کے لیے تیاری کی۔ پے در پے کئی لڑائیاں حریفوں میں ہوئیں مگر ہر معرکہ میں فتح نے مسلمانوں ہی کا ساتھ دیا۔

ایک روز لڑائی ختم ہونے کے بعد مسلمان اپنے گھوڑوں پر تفریحاً سواری کرنے لگے۔ ایک بلند مقام پر ایک شخ ان سے ملا اور کہنے لگا کہ بخدا آج ہم پر حملہ کرنے کا بڑا اچھا موقع تھا۔ اگر اس انتشار کی حالت میں ہم سے جنگ ہوتی تو ہمیں شکست کی ذلت نصیب ہوتی۔ اس پر ایک دوسرے شخص نے جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا کہا کہ نہیں تمہارا یہ خیال غلط ہے ہم ہر وقت اور ہر حالت میں دشمن سے سربراہ ہونے کے لیے مستعد ہیں۔

شاش کی تاراجی:

بعد ازاں قتیبہ فرغانہ کے شہر کاشان آیا۔ اس مقام پر وہ تمام فوجیں بھی جنہیں اس نے شاش بھیجا تھا اپنا کام پورا کر کے اس سے آ ملیں۔ ان فوجوں نے شہر شاش کو فتح کر کے اس کے بیشتر حصہ کو جلا دیا۔

سندھ سے عراقیوں کی طلبی:

حجاج نے محمد بن قاسم الثقفی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ تم عراقیوں کو قتیبہ کے پاس بھیج دو اور جہم بن زحر بن قیس کو ان کا سردار بنا کر بھیج دو۔ کیونکہ ان کا اثر شامیوں کے مقابلے میں عراقیوں پر زیادہ ہے۔ محمد رحمۃ اللہ علیہ جہم کا مخلص دوست تھا۔ غرض کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جہم اور سلیمان بن صعصعہ کو قتیبہ کی طرف روانہ کیا۔ جہم کو رخصت کرتے وقت محمد رحمۃ اللہ علیہ فرط محبت سے رونے لگے اور کہا کہ اے جہم آج ہم اور تم جدا ہوتے ہیں۔ جہم نے کہا کیا کیا جائے ایک نہ ایک دن جدائی ہونے والی تھی۔ ۹۵ھ میں جہم قتیبہ کے پاس آیا۔ نیز اسی سنہ میں عثمان بن حیان المری ولید کی جانب سے مدینہ کا عامل مقرر ہو کر مدینہ آیا۔

عثمان بن حیان کی مدینہ میں آمد:

ولید کے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ و مدینہ کی صوبہ داری سے علیحدہ کرنے اور مدینہ پر ان کی جگہ عثمان کو عامل مقرر کرنے کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اب یہاں محمد بن عمر کا بیان یہ ہے' عثمان ماہ شوال ۹۴ ہجری کے ختم میں ابھی دو راتیں باقی تھیں۔ جب مدینہ آیا۔ اور مروان کے مکان میں آ کر فروکش ہوا۔ عثمان کہنے لگا کہ یہ محلہ بخدا اس مغرور شخص کی جائے قیام ہے جس نے ابوبکر بن حزم کو قاضی مقرر کیا تھا۔

عراقیوں کا مدینہ سے خراج:

عثمان نے ریاح بن عبیداللہ اور منقذ العراقی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور پھر بیڑیاں پہنا کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ علاوہ بریں اس نے مدینہ میں جس قدر عراق کے باشندے تھے چاہے تاجر ہوں یا نہ ہوں سب کو نکال دیا۔

کہ اور تمام شہروں سے بھی عراقی نکال دیئے جائیں اور ان کے بیڑیاں ڈلوا دیں۔ پھر اس نے خوارج کا پیچھا کیا۔ اور ہیصم کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور منحورا کو بھی گرفتار کر لیا۔ یہ دونوں خارجی تھے۔

عثمان کا اہل مدینہ کو خطبہ:

عثمان نے مدینہ کے منبر پر کھڑے ہو کر حسب ذیل خطبہ مدینہ والوں کو سنایا۔ حمد و ثنا کے بعد ایک تو آپ لوگ ہمیشہ ہی سے امیر المومنین کی مخالفت پر آمادہ رہے ہیں، اب اس پر اضافہ یہ ہوا ہے کہ اہل عراق بھی جن کی منافقت اور بے وفائی مشہور ہے۔ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ فساد کی جڑ ہیں۔ عراق کے بہترین سے بہترین جس آدمی سے میری ملاقات ہوئی میں نے اسے آل علی رضی اللہ عنہ کی شان میں برے ہی کلمات کہتے سنا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو شیعان علی رضی اللہ عنہ میں سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جیسے کہ بنی امیہ کے دشمن ہیں اسی طرح آل علی رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ نے ان کے خون بہانے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھیے کہ جو ایسا شخص جس نے کسی عراقی کو اپنے پاس پناہ دی ہو گی یا اپنا مکان ہی اسے کرایہ پر دیا ہو گا چاہے وہ اس میں آ کر ٹھہرا بھی نہ ہو میرے سامنے پیش کیا جائے گا تو میں اس کے مکان کو منہدم کرا دوں گا اور ایسے لوگوں کو اس جگہ آباد کروں گا جو اس کے اہل ہیں۔ رہے دوسرے شہران کا یہ حال ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہر آباد کیے تو آپ کو اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی کا ہمیشہ حد سے زیادہ خیال رہتا تھا۔ پھر بھی جو شخص جہاد کے لیے جانا چاہتا اور وہ آپ سے مشورہ لیتا کہ کہاں جاؤں اور پوچھتا کہ آپ شام کو اچھا سمجھتے ہیں یا عراق کو۔ تو آپ یہی فرماتے تھے کہ میں شام کو زیادہ پسند کرتا ہوں اور فرماتے کہ عراق تو ایک ناقابل علاج خلافت اسلامیہ کا پھوڑا ہے اس میں شیطان کے بچے بستے ہیں، میرا انہوں نے ناک میں دم کر دیا۔ اور میرا یہ ارادہ ہے کہ عراقیوں کو اور مختلف شہروں میں علیحدہ علیحدہ آباد کر دوں۔ مگر پھر یہ بھی ڈرتا ہوں کہ یہ جہاں جائیں گے فساد اور خرابی کا باعث ہوں گے۔ جھگڑے کریں گے فضول سوالات پیدا کریں گے اور ہر بات کی لم اور وجہ دریافت کریں گے۔ بغاوت اور فساد کے لیے فوراً آمادہ ہو جائیں گے۔ مگر تلوار کے دھنی نہیں اور کوئی بہادری کا فعل ان سے نہیں سنا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی یہ لوگ راضی نہیں ہوئے بلکہ دونوں مرتبہ آپ کو عراقیوں ہی کے ہاتھوں تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام میں یہ زبردست رخنہ ڈالا۔ جتھا بندی کی اور اسلامی سرشتہ اخوت و مودت کی ایک گرہ کھول دی اور جہاں گئے اپنے سابقہ زہریلے اثرات لیتے گئے۔

چونکہ میں ان کے عقائد اور خیالات سے خوب واقف ہوں اس لیے جو کچھ میں ان کے ساتھ کروں گا اس سے میں تقرب خداوندی حاصل کروں گا۔ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ جب ان کے حاکم اعلیٰ ہوئے تو اگرچہ انہوں نے ان کے ساتھ نرمی کی پھر بھی یہ لوگ ان سے خوش نہیں رہے۔ ان کے بعد ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں جو زیادہ سخت و جابر تھا عراق کی عنان حکومت آئی۔ اس نے اچھی طرح ان کے خلاف تلوار استعمال کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دل سے بادل ناخواستہ کسی نہ کسی طرح یہ لوگ ٹھیک ہو گئے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ یہ شخص عراقیوں کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔

اے لوگو! اطاعت سے زیادہ کسی شے میں عزت نہیں اور بغاوت کی وجہ سے جو دل میں چور رہتا ہے اس سے زیادہ ذلت نہیں۔ اس لیے آپ مطیع و فرمانبردار رہیں۔ اے مدینہ والو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ مخالفت کی آگ سلگ رہی ہے مگر جان لو کہ تم لوگ

مفسد اور جنگجو نہیں ہو۔ تم یہی کر سکتے ہو کہ گھر میں بیٹھ کر دانت پیستے رہو۔ میرے مخبروں نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ تم لوگ فضول اور لغو گپیں اڑاتے رہتے ہو۔ اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی گفتگو کو چھوڑ دو۔ اور اب کسی حاکم کی عیب گوئی نہ کرو۔ کیونکہ اسی طرح حکومت کا اقتدار رفتہ رفتہ کم ہو جاتا ہے۔ جو پھر ایک عام بغاوت پر منتہی ہوتا ہے۔ اور یہ بغاوت ایک مصیبت عظیمہ ہے جو ایمان مال و دولت اور اولاد سب کو تباہ کر دیتی ہے۔

اس آخری جملہ پر قاسم بن محمد نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بغاوت ایسی ہی بلا ہے۔

ابوسوادہ بصری:

سعید بن عمرو الانصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے عثمان بن حیان کے نقیب کو اپنے محلّہ میں یہ منادی کرتے سنا کہ اے بنی امیہ بن زید جس شخص نے کسی عراقی کو پناہ دی اس کے تمام حقوق متعلقہ حفاظت جان و مال سوخت ہو جائیں گے۔ مگر ہمارے ہاں بصرہ کے ایک صاحب ابوسوادہ رہتے تھے۔ جو نہایت ہی عابد و زاہد اور بزرگ آدمی تھے۔ یہ اعلان سن کر کہنے لگے کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ لوگوں پر کوئی مصیبت آئے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیں۔ میں نے کہا کہ یہاں سے نکل کر اب جانا نہ آپ کے لیے مفید ہے اور نہ میرے لیے اچھا ہے۔ ان شاء اللہ خود خدا ہماری اور آپ کی حفاظت کرے گا۔

ابوسوادہ بصری کی گرفتاری کا حکم:

میں انہیں اپنے گھر لے آیا۔ عثمان بن حیان کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ اس نے گرفتاری کے لیے پولیس بھیج دی۔ میں نے انہیں اپنے بھائی کے گھر میں چھپا دیا اور پولیس والوں کو کوئی پتہ نہ لگ سکا۔ جس شخص نے اس بات کی مخبری کی تھی وہ میرا دشمن تھا۔ میں نے عثمان سے جا کر کہا کہ یہ شخص جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے۔ آپ محض اس بنا پر کوئی کارروائی نہ کیجیے۔ عثمان نے اس کے بیس درے لگوائے۔ اب ہم نے اس عراقی صاحب کو کھلم کھلا باہر نکالا۔ وہ ہمارے ہی ساتھ روزانہ نماز پڑھتے اور ہمارے خاندان والے ان پر اس قدر مہربان ہو گئے تھے کہ انھوں نے کہہ دیا تھا کہ جب تک ہم زندہ ہیں کوئی شخص آپ کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ اس خبیث عثمان کی برطرفی تک وہ اسی طرح ہمارے یہاں مقیم ہے۔

عثمان بن حیان کا مدینہ بھیجنے کا مقصد:

ایک روایت یہ ہے کہ ولید نے عثمان کو مدینہ اس غرض سے بھیجا تھا کہ جس قدر عراق کے باشندے اس وقت مدینہ میں آباد تھے ان سب کو خارج البلد کر دے۔ خارجیوں کو بھی تتر بتر کر دے اسی طرح ہر شخص کو جو ذرا سرکش یا جتھا رکھتا ہو مدینہ سے نکال دے۔ اور عثمان شروع میں مدینہ کا گورنر بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ چنانچہ وہ منبر پر بھی نہیں چڑھتا تھا اور نہ خطبہ پڑھتا تھا۔ مگر جب اس نے عراقیوں اور منحور وغیرہ خارجیوں سے شہر کو پاک کر دیا۔ تب اسے ولید نے مدینہ کی گورنری پر مستقل کیا اور اس وقت سے وہ منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگا۔

سعید بن جبیر:

اسی سنہ میں حجاج نے سعید بن جبیر کو قتل کیا۔ اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے: سعید کے قتل کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ بھی عبدالرحمٰن بن الاشعث کے ساتھ حجاج کے خلاف بغاوت میں شریک تھے۔ حالانکہ حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کو رتبیل کے

خلاف جہاد کرنے کے لیے روانہ کیا تو انہیں اس مہم کا بخشی مقرر کر دیا تھا۔ جب عبدالرحمٰن کو شکست ہوئی اور اس نے رتبیل کے علاقہ میں جا کر پناہ لی تو سعید نے بھی راہ فرار اختیار کی۔

سعید بن جبیر کی روپوشی:

سعید بھاگ کر اصبہان چلے گئے۔ حجاج نے عامل اصبہان کو لکھا کہ سعید تمہارے پاس ہیں۔ تم انہیں گرفتار کر لو۔ مگر جس شخص کو یہ حکم دیا تھا اس نے تعمیل میں پس و پیش کیا۔ اور سعید سے چپکے سے کہلا بھیجا کہ تم یہاں سے اب چلے جاؤ۔ اور میرے حدود اختیار سے باہر نکل جاؤ۔ سعید آذربائیجان آ گئے۔ کئی سال یہاں گذارے۔ پھر عمرہ کرنے مکہ آئے اور یہیں رہ پڑے ان کی طرح اور جتنے ایسے لوگ تھے سب اپنے آپ کو چھپاتے تھے اور اپنا نام ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ابوحصین کہتے ہیں کہ جب ہمیں معلوم ہوا کہ اب فلاں شخص مکہ کا عامل مقرر ہوا ہے۔ تو ہم نے سعید سے کہا کہ اس سے کھٹکا ہے اور یہ برا آدمی ہے۔ اور مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ آپ کے خلاف ضرور کوئی کارروائی کرے گا۔ بہتر ہے کہ اب آپ یہاں سے چل دیں۔

سعید بن جبیر کی گرفتاری:

سعید کہنے لگے کہ اب بھاگتے ہوئے مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ جو کچھ خدا نے میرے لیے پہلے سے لکھ دیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اس پر ابوحصین نے کہا کہ واقعی تم اسم بامسمّیٰ ہو۔ یہ شخص مکہ آیا سعید کو بلوا کر گرفتار کر لیا مگر پھر ان سے نرمی سے پیش آیا اور بات چیت کی اور ان کے ساتھ صلاحیت اور خوش اسلوبی سے پیش آنے لگا۔ مکہ کی حالت کے متعلق حجاج نے ولید کو لکھا کہ اس وقت باغیوں اور منافقوں نے مکہ میں جا کر پناہ لی ہے۔ اگر امیر المومنین مناسب خیال فرمائیں تو ان کے خلاف کارروائی کرنے کی مجھے اجازت دیں اس پر ولید نے خالد بن عبداللہ القسری کے نام احکام نافذ کر دیئے۔ خالد نے عطا' سعید بن جبیر' مجاہد طلق بن حبیب اور عمر بن دینار کو گرفتار کر لیا۔ عطا اور عمر بن دینار تو اس وجہ سے کہ وہ مکہ ہی کے رہنے والے تھے چھوڑ دیئے گئے۔ مگر اوروں کو اس نے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ طلق تو راستہ ہی میں انتقال کر گئے۔ مجاہد حجاج کے مرنے تک جیل خانہ میں پڑے رہے۔ البتہ سعید بن جبیر قتل کر دیئے گئے۔

محافظ کا سعید کو فرار ہونے کا مشورہ:

اشجعی بیان کرتے ہیں کہ جب دو محافظ سعید کو لے کر آئے تو وہ ربذہ کے قریب ایک مکان میں اتارے گئے۔ ایک سپاہی تو کسی اپنی ضرورت سے باہر چلا گیا تھا اور دوسرا جوان کے پاس تھا وہ نیند سے اٹھ بیٹھا۔ اس نے کوئی خواب دیکھا تھا۔ سعید سے کہنے لگا کہ میں تمہارے خون سے اللہ کے سامنے اپنی برأت چاہتا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم قتل کیے جاؤ گے۔ سعید اس سے کہنے لگے تجھ پر افسوس ہے۔ کیا سعید بن جبیر کے خون سے اپنے آپ کو بری کرنا چاہتا ہے؟ سپاہی نے کہا کہ آپ کا جہاں جی چاہے تشریف لے جائیں۔ میں کبھی آپ کو تلاش نہیں کروں گا۔ مگر سعید نے اس طرح بھاگ جانے کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ میں خدا سے سلامتی اور عافیت کا متوقع ہوں۔ اس گفتگو کے بعد ہی دوسرا سپاہی آ گیا۔ دوسرے دن انہوں نے پھر کسی مقام پر قیام کیا۔ آج بھی اس سپاہی نے وہی خواب دیکھا اور کہنے لگا کہ میں سعید کے خون سے بری الذمہ ہوں۔ اور پھر سعید سے کہا کہ آپ کا جہاں جی چاہے چلے جائیں۔ میں اللہ کے نزدیک آپ کے خون کی ذمہ داری سے بری ہوں۔ غرض کہ اب وہ انہیں اس مکان میں جس میں وہ رہا کرتے تھے لے آئے۔

صلحائے کوفہ کی سعید بن جبیر سے ملاقات:

یزید بن ابی زیاد بنی ہاشم کے آزاد غلام بیان کرتے ہیں اسی مکان میں جہاں سعید بیڑیاں پہنا کر لائے گئے تھے۔ ان سے ملنے گیا۔ کوفہ سے اور بھی علما اور صلحا ان سے ملنے آئے تھے میں نے ان سے کہا اے ابوعبداللہ آپ ان لوگوں سے باتیں کیجیے۔ چنانچہ سعید ہنستے جاتے تھے اور ہم سے باتیں کر رہے تھے' ایک کمرہ میں ان کی ایک صاحبزادی بھی تھی جب اس نے سعید کو بیڑیاں پہنے دیکھا تو رونا شروع کیا اس پر میں نے سعید کو یہ کہتے سنا کہ اے بیٹی! تو میرے متعلق کسی قسم کا برا خیال اپنے دل میں نہ آنے دے اور نہ خوف کر۔ ہم سب لوگ سعید کی مشایعت میں پل تک آئے۔ پل پہنچنے کے وقت ان دونوں محافظ سپاہیوں نے کہا کہ ہم تو انہیں لے کر اس وقت تک ہرگز بھی پل سے عبور نہیں کریں گے جب تک یہ کوئی اپنا ضامن ہمیں نہ دے دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ یہ خودکشی کرنے کے لیے خود دریا میں کود کر غرق ہو جائیں گے۔ اس پر ہم نے کہا کہ بھلا سعید اور اس طرح خودکشی کریں۔ مگر سپاہیوں نے کسی طرح نہ مانا آخر کار ہم نے ان کی ضمانت کی اور تب وہ انہیں پل پر سے لائے۔

سعید بن جبیر سے حجاج کی جواب طلبی:

فضل بن سوید کہتے ہیں کہ حجاج نے کسی کام کے لیے مجھے باہر بھیجا۔ باہر آ کر دیکھا تو لوگ سعید کو گرفتار کر کے لے آئے ہیں۔ میں اس خیال سے کہ دیکھوں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ پھر واپس حجاج کے پاس چلا آیا اور اس کے سرہانے کھڑا ہو گیا حجاج نے ان سے کہا کہ اے سعید! تمہیں بتاؤ کہ آیا میں نے تمہیں اپنا معتمد علیہ نہیں بنایا۔ تمہیں عامل کی ذمہ دار خدمت تفویض نہیں کی؟ اس پر میں نے خیال کیا کہ شاید حجاج انہیں معاف کر دے گا۔ سعید نے کہا کہ جی ہاں آپ کا ارشاد بجا ہے۔

حجاج نے پوچھا کہ پھر کیوں تم میرے خلاف بغاوت میں شریک ہوئے۔ سعید نے کہا کہ میں بالکل مجبور تھا۔ اس جملہ پر حجاج کو سخت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ کیوں جناب! دشمن خدا عبدالرحمٰن کا تو آپ نے اتنا حق سمجھا کہ آپ میری مخالفت پر مجبور ہو گئے۔ اور اللہ' امیرالمومنین اور میرا اتنا بھی حق نہیں تھا؟ پھر حجاج نے ان دونوں پہرہ داروں کو حکم دیا کہ ان کی گردن مار دو۔ چنانچہ سعید قتل کر دیئے گئے۔ ان کا سر تن سے جدا ہو کر گر پڑا اس وقت ایک چھوٹی سی سفید ٹوپی ان کے زیب سر تھی۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ قتل کے بعد جب سعید کا سر تن سے جدا ہو کر گرنے لگا تو انھوں نے تین مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا جو اچھی طرح سمجھ میں آتا تھا۔ دانتوں کی حرکت سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ لا الہ الا اللہ کہہ رہے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

حجاج کی خالد القسری پر لعنت:

جب سعید حجاج کے سامنے لائے گئے تو حجاج نے کہا کہ خدا نصرانی عورت کے بیٹے پر لعنت کرے۔ اس سے اس کی مراد خالد القسری تھا۔ کیونکہ اس نے سعید کو مکہ سے گرفتار کر کے بھیجا تھا۔ حجاج نے یہ بھی کہا کہ کیا خود مجھے سعید کی سکونت کا علم نہ تھا؟ بخدا میں خوب جانتا تھا کہ وہ مکہ میں ہیں بلکہ جس مکان میں وہ رہتے تھے وہ بھی معلوم تھا مگر میں جان بوجھ کر طرح دے رہا تھا۔

سعید بن جبیر کا عذر:

اب حجاج نے سعید کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ فرمائیے آپ کیوں میرے خلاف ہو گئے تھے؟ سعید نے کہا کہ خدا آپ کو نیک ہدایت دے میں بھی ایک مسلمان ہوں کبھی مجھ سے خطا ہو جاتی ہے اور کبھی صحیح راستہ پر چلتا ہوں' اس جواب سے حجاج خوش ہوا۔

اس کا چہرہ بشاش ہوگیا اور لوگوں کو یہ امید بندھی کہ حجاج انہیں چھوڑ دے گا۔ مگر پھر کسی معاملہ میں حجاج نے سعید کی طرف مخاطبت کی۔ اور سعید نے کہا کہ عبدالرحمٰن کی بیعت کا طوق میری گردن میں پڑا ہوا تھا اس وجہ سے ان کا ساتھ دینے کے لیے مجبور تھا۔

سعید بن جبیر کے قتل کا حکم:

اس جملہ کا سننا تھا کہ حجاج مارے غصے کے آپے سے باہر ہوگیا۔ اور اس کی چادر کا ایک کونہ مونڈھے سے ڈھلک گیا اور کہنے لگا کہ اے سعید! کیا یہ صحیح ہے کہ میں نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور مکہ والوں سے بیعت لی اور تم سے امیر المومنین عبدالملک کے لیے بیعت لی۔ سعید نے ان تمام باتوں کا جواب اثبات میں دیا۔ حجاج پہلی گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا اور پھر جب میں کوفہ میں عراق کا ناظم اعلیٰ مقرر ہو کر آیا تو میں نے امیر المومنین کے لیے دوبارہ بیعت لی اور خود تم سے بھی دوسری مرتبہ بیعت لی۔ سعید نے کہا جی ہاں یہ بھی درست ہے اس پر حجاج نے کہا کہ اس طرح تم نے دو بیعتوں کو پس پشت ڈال دیا اور اس جلاہے کے بچے کی بیعت کا اس قدر احترام کیا۔ اس کے بعد حجاج نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

سعید بن جبیر کا قتل:

بیان کیا گیا ہے کہ جب سعید حجاج کے سامنے لائے گئے تو حجاج اس وقت سواری کے لیے باہر جا رہا تھا بلکہ اس نے اپنا ایک پاؤں رکاب میں رکھ دیا تھا۔ سعید کو دیکھ کر کہنے لگا کہ جب میں تیرے سرین آگ سے نہ جل ڈالوں گا سواری نہ کروں گا یہ کہتے ہی ان کے قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ سعید قتل کر دیئے گئے۔ مگر اس واقعہ کا کچھ ایسا اثر حجاج پر ہوا کہ اس کی عقل چکرا گئی اور ''ہماری بیڑیاں' ہماری بیڑیاں'' کہہ کر چلانے لگا۔ لوگوں نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ جو بیڑیاں سعید کو پہنائی گئی تھیں ان کی طرف اشارہ ہے۔ انہوں نے آدھی پنڈلی کے پاس سے سعید کے پاؤں قطع کر کے بیڑیاں اتار لیں۔

قتل سعید پر حجاج کی پریشانی:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب سعید حجاج کے سامنے پیش کیے گئے تو حجاج نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کوئی خط لکھا ہے؟ سعید نے کہا میں نے نہیں لکھا۔ بلکہ مصعب نے مجھے لکھا ہے۔ حجاج کہنے لگا کہ بخدا میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ اس پر سعید نے کہا تو پھر میں اسم بامسمی بن جاؤں گا۔ غرض کہ حجاج نے انہیں قتل کرا دیا۔ مگر اس کے بعد صرف چالیس روز وہ بھی زندہ رہ سکا۔ حجاج کی اب یہ حالت تھی کہ خواب میں دیکھتا کہ وہ اس کا دامن پکڑے کہہ رہے ہیں کہ اے دشمن خدا بتا تو نے کیوں مجھے قتل کیا اس پر حجاج کہہ اٹھتا تھا: ''میرے اور سعید کے درمیان کیا معاملہ ہے۔ میرے اور سعید کے درمیان کیا معاملہ ہے''۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات:

اسی سنہ میں مدینہ کے اکثر فقہا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس سال کے شروع میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ پھر عروہ بن الزبیر پھر سعید بن المسیب اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن الہشام رحمۃ اللہ علیہم ایک ایک کر کے اس دنیائے فانی سے چل بسے۔ ولید نے سلیمان بن حبیب کو اس سال شام کا قاضی بنایا۔

امیر حج مسلمۃ بن عبدالملک اور عمال:

اس معاملہ میں ارباب سیر کا اختلاف ہے کہ اس سال حج کن صاحب کی نگرانی میں ادا ہوا۔ اسحٰق بن عیسیٰ کی روایت یہ ہے کہ

۹۴ ہجری میں مسلمہ بن عبدالملک نے حج کرایا۔ واقدی کہتے ہیں کہ عبدالعزیز بن الولید عبدالملک نے حج کرایا۔ اور واقدی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ۹۴ ہجری میں مسلمۃ بن عبدالملک نے حج کرایا۔

خالد بن عبداللہ القسری مکہ کا عامل تھا۔ عثمان بن حیان المری مدینہ کا عامل تھا۔ زیاد بن جریر کوفہ کا عامل تھا۔ ابوبکر بن ابی موسیٰ کوفہ کے قاضی تھے۔ جراح بن عبداللہ بصرہ کے عامل اور عبدالرحمٰن بن اذینہ بصرہ کے قاضی تھے۔ قتیبہ بن مسلم خراسان کا گورنر تھا۔ اور قرۃ بن شریک مصر کا گورنر تھا۔ مگر حجاج' عراق اور تمام مشرقی صوبوں کا ناظم اعلیٰ تھا۔

۹۵ھ کے واقعات

اس سال عباس بن الولید بن عبدالملک نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا اور تین قلعے سر کیے۔ جن کے نام طولس' مرزبانین اور ہرقلہ ہیں۔

نیز اسی سال ہندوستان کے آخری مقامات تک سوائے کیرج اور مندل کے فتح ہوئے۔

اسی سنہ کے ماہ رمضان میں شہر واسط القصب تعمیر کیا گیا۔ اور موسیٰ بن نصیر اندلس سے قیروان واپس آیا۔ اور قیروان سے ایک میل کے فاصلہ پر قصر الماءین اس نے عیدالضحیٰ میں قربانی کی۔

نیز اسی سنہ میں قتیبہ نے ملک شاش پر فوج کشی کی۔

قتیبہ کے لیے امدادی فوج:

حجاج نے عراق سے ایک فوج قتیبہ کی امداد کے لیے بھیجی تھی۔ وہ فوج ۹۵ھ میں اس کے پاس پہنچی۔ قتیبہ نے اس فوج کو لے کر کفار سے جہاد کیا۔ اور جب وہ شاش یا کشماہن میں تھا کہ اسے حجاج کے مرنے کی خبر ملی۔ ماہ شوال ۹۵ ہجری میں حجاج نے انتقال کیا۔ اس خبر سے قتیبہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور مرو کی طرف واپس پلٹا۔ واپسی میں تمام فوجوں کو منتشر کرتا گیا کچھ فوج بخارا میں چھوڑی' کچھ فوج کو کس اور نسف بھیج دیا۔ اور پھر مرو چلا آیا۔

خط بنام قتیبہ:

یہیں ولید کا خط قتیبہ کو ملا' جس میں مسطور تھا کہ امیر المومنین تمہاری ان کوششوں اور مستعدانہ کارروائیوں سے خوب واقف ہیں جو تم مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف کر رہے ہو۔ امیر المومنین تمہیں عنقریب ترقی دیں گے اور تمہاری خدمات کے لائق تمہارے ساتھ سلوک کریں گے برابر جہاد میں مصروف رہو۔ اپنے رب سے ثواب کے متوقع رہو۔ اور امیر المومنین کو ہمیشہ خط لکھتے رہو۔ تاکہ انہیں اس ملک کی حالت سے اس قدر آگاہی ہوتی رہے کہ گویا وہ خود تمہارے ساتھ ہیں۔

حجاج بن یوسف کا انتقال:

اسی سنہ میں حجاج نے ماہ شوال میں چون سال کی عمر میں یا ایک دوسرے بیان کے مطابق ترپین سال کی عمر میں انتقال کیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ ابھی ماہ رمضان کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں۔ جب حجاج کا انتقال ہوا۔

موت کے وقت حجاج نے اپنے بیٹے عبداللہ کو نماز پڑھانے کے لیے اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ واقدی کے قول کے مطابق حجاج

نے بیس سال عراق پر حکومت کی۔

فتح قنسرین:

اسی سال عباس بن الولید نے شہر قنسرین فتح کیا اور وضاحی اور ان کے ہمراہ تقریباً ایک ہزار آدمی رومیوں کے علاقہ میں شہید کیے گئے۔

امارت بصرہ کوفہ پر یزید بن ابی کبشہ کا تقرر:

بیان کیا گیا ہے کہ اسی سال منصور عبداللہ بن محمد بن علی پیدا ہوا۔ اور ولید نے یزید بن ابی کبشہ کو کوفہ اور بصرہ کی امارت اور سپہ سالاری پر سرفراز کیا اور یزید بن مسلم کو ان دونوں شہروں کے محکمہ مال وخزانہ کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔

اسی واقعہ کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ چونکہ یہ دونوں صاحب ان خدمات کے لیے سب سے زیادہ اہل تھے اس لیے خود حجاج ہی نے مرتے وقت ان دونوں کو ان خدمتوں پر مقرر کر دیا تھا۔ بعد میں ولید نے بھی ان کے تقررات کی توثیق کر دی۔ اسی طرح حجاج کے جس قدر عامل مختلف مقامات پر تھے اس کی موت کے بعد ولید نے سب کو مثل سابق انھی خدمات پر رہنے دیا۔

امیر حج بشر بن ولید:

بشر بن الولید نے اس سال حج کرایا۔ مختلف مقامات کے وہی لوگ اعلیٰ حاکم تھے جو سنہ ماسبق میں تھے۔ البتہ حجاج کی موت کی وجہ سے کوفہ اور بصرہ کے انتظام میں تبدیلی کی گئی اس کا ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔

۹۶ھ کے واقعات

اس سال موسم سرما کی مہم لے کر بشر بن الولید رومیوں سے جہاد کرنے گیا اور واپس آ گیا۔ اسی اثنا میں ولید کا انتقال ہو گیا۔

ولید بن عبدالملک کی وفات:

تمام اہل سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمادی الآخر ۹۶ ہجری کے وسط میں ولید نے وفات پائی۔ البتہ اس کی مدت خلافت بہت کم ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ولید نے ایک ماہ کم دس سال خلافت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ نو سال سات ماہ خلافت کی۔

مدتِ حکومت:

ہشام بن محمد کا بیان ہے کہ ولید نے آٹھ سال چھ ماہ خلافت کی۔ واقدی کہتے ہیں کہ نو سال آٹھ مہینے اور دو روز ولید نے خلافت کی۔

ولید بن عبدالملک کی عمر:

ولید کی عمر میں بھی اہل سیر کا اختلاف۔ ایک روایت یہ ہے کہ ولید نے چھیالیس سال ایک ماہ کی عمر میں دمشق میں وفات پائی۔ ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ ولید کی عمر پینتالیس سال ہوئی۔ علی بن محمد کا دعویٰ ہے کہ کل بیالیس سال ایک ماہ ولید کی عمر ہوئی۔ علی کہتے ہیں کہ ولید نے دیر مروان میں وفات پائی اور باب الصغیر کے باہر دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مقبرہ فرادیس میں دفن کیا۔ اور نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سینتالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ بیان کیا گیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کی نماز جنازہ

پڑھائی۔

ولید بن عبدلملک کی اولاد:

ولید کے انیس بیٹے تھے جن کے نام عبدالعزیز' محمد' عباس' ابراہیم' تمام' خالد' عبدالرحمٰن' مبشر' مسرور' ابوعبیدہ' صدقہ' منصور' مروان عنبسہ' عمر' روح' بشر' یزید اور یحییٰ ہیں۔

عبدالعزیز اور محمد کی والدہ کا نام ام البنین تھا جو عبدالعزیز بن مروان کی لڑکی تھی۔ اور ابوعبیدہ کی ماں کا نام فزاریہ تھا اور باقی تمام لونڈیوں کے بطن سے تھے۔

ولید بن عبدالملک کی سیرت و کردار:

اہل شام ولید کو اپنے تمام خلفاء میں بہترین خلیفہ سمجھتے تھے۔ ولید نے بہت سی مسجدیں تعمیر کرائیں۔ جامع دمشق اور مسجد مدینہ منورہ بنوائی اور مینار بنوائے بڑا سخی اور دینے والا تھا۔ جو لوگ کوڑھی تھے ان کے روزینے مقرر کر دیئے تھے اور انہیں لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلانے کی ممانعت کر دی تھی۔ اسی طرح جس قدر اپاہج یا اندھے لنگڑے اور لولے تھے ان سب کی خدمت کے لیے ایک ایک خادم سرکاری خرچ سے مقرر کر دیا تھا۔ جو ان کی خدمت گزاری کرتا تھا۔

عظیم الشان فتوحات کا دور:

ولید کے عہد خلافت میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں۔ مغرب میں موسیٰ نے اندلس فتح کیا۔ شمال مشرق میں قتیبہ نے کاشغر فتح کیا۔ محمد بن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان فتح کیا۔

ولید کا یہ قاعدہ تھا کہ اکثر بیچنے والے کے پاس جاتا اور تھوڑی سی ترکاری اٹھا کر اس کی قیمت دریافت کرتا۔ بیچنے والا ایک پیسہ اس کی قیمت بتاتا۔ ولید کہتا کہ اس کی قیمت میں اور اضافہ کرو۔

بنی مخزوم کے ایک شخص نے ولید سے آ کر کہا کہ مجھ پر بہت سا قرضہ ہے آپ کچھ عنایتاً دلوا دیجیے ولید نے کہا کہ ہاں میں دوں گا بشرطیکہ تمہارا استحقاق ثابت ہو جائے۔ سائل کہنے لگا کہ میری آپ کی قرابت ہے میں کوئی مستحق نہیں ہوں؟ ولید نے پوچھا کیا قرآن تمہیں یاد ہے؟ سائل نے کہا نہیں۔ ولید نے اسے اپنے قریب بلایا اور ایک بید سے جو اس کے ہاتھ میں تھا اس کا عمامہ اتارا اور کئی بید اس کے رسید کیے اور ایک شخص سے کہا کہ اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور جب تک یہ قرآن نہ پڑھے اسے جدا نہ کرنا۔

عثمان بن یزید کے قرضہ کی ادائیگی:

اس واقعہ کو دیکھ کر عثمان بن یزید بن خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے کھڑے ہو کر عرض کی اے امیرالمومنین میں بھی مقروض ہوں۔ ولید نے اس سے بھی پوچھا کہ تم نے قرآن پڑھا ہے۔ عثمان نے کہا جی ہاں! ولید نے اس سے سورۂ انفال اور سورۃ برأۃ کی دس دس آیتیں پڑھوائیں۔ عثمان نے پڑھ دیں۔ ولید نے کہا اچھا میں تمہارا قرضہ ادا کر دوں گا اور اب تمہارا زیادہ خیال رکھوں گا۔

ولید کی موت اور حجاج:

حالت مرض میں ایک دن ولید پر ایسی بے ہوشی طاری ہوئی کہ تمام دن مردہ پڑا رہا۔ لوگوں نے رونا دھونا شروع کر دیا اور ان کی موت کی خبر پہنچانے کے لیے قاصد بھی روانہ کر دیئے گئے۔ جب حجاج کے پاس یہ قاصد یہ خبر لے کر آیا۔ حجاج نے انا للہ وانا الیہ

راجعون پڑھا۔ ایک رسی منگوا کے اس کے ہاتھ بندھوا دیئے اور اس کا ایک سرا ایک ستون میں باندھ دیا گیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ خدایا تو مجھ پر اب ایسے شخص کو مسلط نہ کرنا جو رحیم وکریم نہ ہو' میں عرصہ دراز سے تجھ سے یہ دعائیں مانگ رہا ہوں کہ اس کے مرنے سے پہلے تو مجھے موت دے دے۔ انہیں جملوں کے ساتھ اب حجاج نے خضوع وخشوع سے جناب باری میں دعا مانگنا شروع کی۔ ابھی دعا مانگ ہی رہا تھا کہ دوسرا قاصد ولید کے مرض کے افاقہ کی خوشخبری لے کر آیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حجاج کے متعلق رائے:

ولید کی طبیعت جب ذرا سنبھل گئی تو کہا کہ میری صحت کی سب سے زیادہ خوشی حجاج کو ہو گئی۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ جناب والا کی صحت ہمارے لیے خدا کی بہترین نعمت ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے پاس حجاج کا یہ خط آئے گا کہ جب مجھے جناب والا کی صحت کا علم ہوا تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور جس قدر لونڈی غلام میرے پاس تھے وہ سب آزاد کر دیئے اور میں یہ ہندوستان کے بنے ہوئے مربے کے شیشے کے مرتبان آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ چنانچہ اس بات کو کہے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ اسی مضمون کا ایک خط حجاج کی جانب سے ولید کو موصول ہوا۔

ولید بن عبدالملک کی حجاج سے نفرت:

آخری زمانہ میں حجاج کا وجود ولید کو کھٹکنے لگا۔ اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ولید کا ایک خدمت گار بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز صبح کے کھانے کے لیے ولید کا منہ دھلا رہا تھا۔ ولید نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ میں نے اس پر پانی ڈالنا شروع کیا۔ ولید اس وقت کسی اور خیال میں تھے' اب پانی ہے کہ بہتا چلا جا رہا ہے اور وہ منع نہیں کرتے' مجھے اتنی جرأت کہاں تھی کہ خود بولتا۔ پھر خود ولید نے میرے منہ پر چھینٹے مارے اور کہا کہ کیا تو اونگھ رہا ہے۔ اور سر اٹھا کر میری طرف دیکھ کر سوال کیا۔ کیا تو جانتا ہے کہ گذشتہ رات کیا خبر آئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ ولید نے کہا بے وقوف تجھے معلوم نہیں۔ حجاج کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ ولید نے کہا۔ چپ رہ۔ اس خبر سے تیرے آقا کو خوشی ہوئی ہے۔ یہ اس کے ہاتھ میں ایک سیب کے مانند تھا۔ جسے وہ سونگھتا تھا۔

ولید کا تعمیرات سے غیر معمولی شوق:

ولید کو بڑی بڑی عمارتیں اور قلعے بنانے کا بہت شوق تھا۔ اور نیز خدمت گاروں کے جمع کرنے کا بھی بہت شائق تھا۔ اس کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ جب لوگ آپس میں ملتے تھے تو عمارتوں اور قلعوں کی تعمیر کا تذکرہ کرتے تھے۔ سلیمان کو کھانے اور نکاح کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اور لوگ بھی جب آپس میں ملتے شادی بیاہ اور لونڈیوں کا تذکرہ کرتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت میں مذہبی رنگ غالب تھا۔ جب لوگ آپس میں ملتے تو پوچھتے کہ کہیے آج رات کیا وظیفہ آپ پڑھیں گے۔ کتنا قرآن یاد کیا ختم کب ہو گا اور آپ نے کب ختم کیا تھا۔ اور اس مہینے میں کتنے روزے آپ نے رکھے۔ غرض کہ اس قسم کے سوالات سے اس زمانہ کی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص پر مذہبی رنگ غالب تھا۔

محمد بن یوسف کے تحائف:

جب ولید حج کرنے گیا تو یمن سے محمد بن یوسف بھی حج کرنے مکہ آیا اور اپنے ساتھ ولید کے لیے بہت بیش بہا تحفے تحائف

بھی لایا۔ ام البنین نے ولید سے کہا کہ محمد بن یوسف جو تحائف آپ کے لیے لایا ہے آپ وہ مجھے دلا دیجیے۔ ولید نے حکم دیا کہ وہ تحفے ام البنین کو دے دیئے جائیں۔ ام البنین نے اس حکم کی تعمیل کے لیے اپنے آدمی محمد بن یوسف کے پاس بھیجے۔ مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک ان چیزوں کو ولید خود نہ دیکھ لیں۔ میں کسی کو نہ دوں گا۔ اس کے بعد امیر المومنین کو اختیار ہے جسے چاہیں دے دیں۔

ام البنین کی محمد بن یوسف سے خفگی و شکایت:

تحائف بہت زیادہ تھے۔ محمد بن یوسف کا انکار ام البنین کو ناگوار خاطر ہوا۔ اس نے ولید سے کہا کہ اگرچہ امیر المومنین نے محمد بن یوسف کے تحائف مجھے دلوائے تھے مگر اب میں انہیں نہیں لینا چاہتی۔ ولید نے اس کی وجہ دریافت کی۔ ام البنین نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ چیزیں محمد بن یوسف نے لوگوں سے زبردستی چھین کر حاصل کی ہیں۔ علاوہ ازیں اس نے ان پر بہت سے مظالم توڑے ہیں اور اس کی صوبہ داری سے انہیں ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرنا پڑی ہیں۔

محمد بن یوسف کی قسم:

اب محمد تمام تحائف لے کر ولید کے پاس آیا۔ ولید نے اس سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ تمام چیزیں تم نے ناجائز طریقہ پر حاصل کی ہیں۔ محمد بن یوسف نے اس الزام سے صاف انکار کر دیا۔ ولید نے اس سے کہا کہ رکن اور مقام کے درمیان پچاس مرتبہ خدا کی قسم کھاؤ کہ نہ تم نے یہ چیزیں زبردستی حاصل کی ہیں نہ کسی پر ظلم کیا ہے۔ بلکہ لوگوں کی رضامندی اور خوشی سے حاصل کی ہیں۔ محمد نے حسبِ ارشاد قسمیں کھالیں۔

محمد بن یوسف کا انجام:

ولید نے تحفے قبول کر لیے اور پھر وہ سب کے سب ام البنین کو دے دیئے اس کے بعد ہی محمد بن یوسف یمن جا کر ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوا جس سے اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور اسی سے وہ مر گیا۔

عبدالعزیز کی ولی عہدی کی کوشش:

اسی سنہ میں ولید نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی سلیمان کے پاس جائے اس سفر کی غرض یہ تھی کہ وہ چاہتا تھا کہ اس کے بعد بجائے سلیمان کے اس کا بیٹا عبدالعزیز خلیفہ ہو۔ ولید نے اس سفر کا ارادہ اپنے مرض الموت سے پہلے کیا تھا۔

ولید اور سلیمان دونوں عبدالملک کے ولی عہد تھے۔ جب ولید خلیفہ ہوا تو اس نے ارادہ کیا کہ سلیمان کو حق خلافت سے محروم کر کے اس کے بدلے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنائے مگر سلیمان نے اس تجویز کو مسترد کر دیا تو ولید نے اس بات کی کوشش کی کہ کم از کم سلیمان کے بعد تو عبدالعزیز خلافت کا حق دار تسلیم کر لیا جائے۔ مگر سلیمان نے اسے بھی نہ مانا۔ ولید نے اسے پھسلانے کی کوشش کی اور بہت سا روپیہ بھی پیش کیا گیا۔ مگر سلیمان نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب اس طرح ولید کو اس مقصد میں ناکامیابی ہوئی تو اب اس نے یہ چال کی کہ اپنے صوبہ داروں اور دوسرے نظماء کو لکھا کہ تم لوگ عبدالعزیز کی ولی عہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لو۔ اس تجویز کو سوائے حجاج' قتیبہ اور بعض خاص لوگوں کے کسی نے پسند نہیں کیا۔ عباد بن زیاد نے ولید سے کہا کہ عام لوگ آپ کی اس تجویز کو کبھی نہ مانیں گے۔ اور اگر اس وقت وہ مان بھی جائیں تو بھی آپ کو ان کے وعدہ پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔

بعد میں یہ آپ کے بیٹے کے ضرور خلاف ہو جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ سلیمان کو بلوائیں۔ وہ آپ کی بہت اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں۔ آپ ان کے سامنے اپنے اس ارادہ کو ظاہر کیجیے کہ ان کے بعد عبدالعزیز ولی عہد ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس صورت میں کہ جب وہ آپ کے پاس ہوں گے وہ اس تجویز کو رد نہ کرسکیں گے اور اگر ایسا کریں گے تو پھر تمام لوگ انھیں کے خلاف ہو جائیں گے۔

سلیمان بن عبدالملک کی طلبی:

چنانچہ ولید نے سلیمان کو لکھا کہ تم میرے پاس آؤ۔ سلیمان نے آنے میں دیر کی اور جان بوجھ کر ٹالتا رہا۔ اس لیے اب خود ولید نے اس کے پاس جانے کا قصد کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ارادہ کرلیا کہ اسے خلافت کے حق سے محروم کردے۔ لوگوں کو حکم دیا کہ سفر کی تیاری شروع کریں' خیمے نکلوائے گئے۔ ابھی یہ رخت سفر تیار ہی ہو رہا تھا کہ ولید بیمار پڑا۔ اور سلیمان کے پاس جانے کا ارادہ ہی تھا کہ خود ہی اس دار فانی سے چل بسا۔

ہلوث الکلبی کا بیان:

ہلوث الکلبی کہتے ہیں کہ ہم محمد بن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہندوستان میں تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم داہر کو قتل کر چکے تھے۔ ہمارے پاس حجاج کا خط آیا کہ ہم سلیمان سے ترک عہد کردیں۔ جب سلیمان خلیفہ ہوا تو اس نے ہمیں لکھا کہ ہم لوگ وہیں کھیتی باڑی کریں اور ہمیں شام میں آنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت تک ہندوستان ہی میں رہے اور آپ کے زمانہ میں پھر وطن واپس آئے۔

گرجا کا انہدام:

جب ولید نے جامع دمشق کی تعمیر کا ارادہ کیا کہ جہاں پہلے گرجا تھا تو اپنے تمام لوگوں سے کہا کہ ہر شخص مجھے ایک ایک اینٹ لاکر دے۔ ہر شخص ایک ایک اینٹ لایا۔ مگر ایک عراقی صاحب دو اینٹیں لائے۔ ولید نے ان سے ان کا وطن دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں عراق کا رہنے والا ہوں۔ اس پر ولید کہنے لگا اے عراقیو! تم ہر بات میں حد سے تجاوز کر جاتے ہو یہاں تک کہ اظہار اطاعت میں بھی حد سے گزر جاتے ہو۔ بہرحال گرجا منہدم کر کے اس کی جگہ مسجد بنا دی گئی۔

گرجا کے انہدام کی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں عیسائیوں نے ان سے اس بات کی شکایت کی اور کہا گیا کہ شہر سے باہر کی تمام عمارتیں بزور شمشیر فتح کی گئی ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو اچھا ہم تمہارے گرجا کو تمہارے حوالے کیے دیتے ہیں مگر توما کے گرجے کو منہدم کر کے وہاں مسجد بنا لیتے ہیں کیونکہ اس پر تو بزور شمشیر قبضہ کیا گیا ہے۔ یہ سن کر عیسائی چکرائے اور کہنے لگے کہ بہتر یہ ہے آپ اسی طرح رہنے دیجیے مگر توما کے گرجے کو منہدم نہ کرائیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی درخواست منظور کرلی۔

قتیبہ بن مسلم کی چین پر فوج کشی:

اسی سنہ میں قتیبہ بن مسلم نے کاشغر فتح کیا اور چین پر حملہ کیا۔ ان واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ ۹۶ھ میں قتیبہ جہاد کے لیے

روانہ ہوا۔ جس قدر فوج اس کے ساتھ تھی ان کے اہل وعیال کو بھی اپنے ساتھ لے گیا اور سلیمان کے خوف سے اس کا ارادہ یہ تھا کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو سمرقند میں حفاظت سے ٹھہرادے۔ جب دریائے جیحون کو عبور کرآیا تو اپنے ایک آزاد غلام کو جس کا نام خوارزمی لیا جاتا ہے۔ اس گھاٹ پر جہاں سے دریا کو عبور کیا جاتا تھا دیکھ بھال کے لیے مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ کسی شخص کو بغیر پروانہ راہداری کے یہاں سے گزرنے نہ دیا۔

قتیبہ نے فرغانہ کی راہ لی۔ اور درۂ عصام کی طرف کچھ ایسے لوگوں کو بھیجا جو کاشغر جانے کا اس کے لیے راستہ ٹھیک کر دیں۔ (یہ شہر چین کے تمام شہروں میں مسلمانوں کی حکومت سے قریب ترین واقع تھا) قتیبہ ابھی فرغانہ ہی میں تھا کہ اسے ولید کے انتقال کی خبر ملی۔

ایاس بن زہیر کو پروانہ راہداری:

ایاس بن زہیر کہتے ہیں کہ جب قتیبہ دریا کو عبور کر کے اس پار آ گیا تو میں نے اس سے درخواست کی کہ جب جناب والا اس جہاد پر روانہ ہوئے تو ہمیں اپنے بیوی بچوں کے متعلق جناب کی رائے کا علم نہیں ہوا تھا۔ ورنہ ان سب کو بھی لے آتے میرے جتنے بڑے لڑکے ہیں وہ میرے ساتھ ہیں۔ اپنی بیوی اور چھوٹے بچوں اور ایک بڑھیا ماں کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ گھر میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو ہمارے بعد ان کی نگرانی کرے۔ اگر جناب والا مناسب خیال فرمائیں تو مجھے اور میرے ساتھ میرے بیٹے کو پروانہ راہداری دے دیجیے تاکہ میں اسے گھر بھیج دوں کہ وہ میرے اہل وعیال کو اپنے ہمراہ لے آئے۔

ایاس بن زہیر کی واپسی:

قتیبہ نے پروانہ راہداری لکھ کر مجھے دے دیا۔ میں دریا کے کنارے پہنچا۔ دریا کا محافظ اس کنارے پر تھا۔ میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کچھ لوگ کشتی میں بیٹھ کر میرے پاس آئے۔ میرا نام پوچھا اور پروانہ راہداری مانگا۔ میں نے اس کے سوالات کا تشفی بخش جواب دیا۔ ان میں سے کچھ لوگ تو میرے پاس ٹھہر گئے اور کچھ کشتی کو واپس لے گئے اور اپنے افسر سے میرا حال بیان کیا۔ پھر واپس آئے اور مجھے بھی بٹھا کر لے گئے۔ جب میں ان لوگوں کے پاس جو دوسرے کنارے پر متعین تھے پہنچا تو دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ میں چونکہ خود بھوک سے بے تاب تھا۔ بغیر صلاح کھانے بیٹھ گیا۔ اب میرا یہ حال ہے کہ کھائے چلا جا رہا ہوں۔ اور کسی کو جواب نہیں دیتا۔ میری یہ حالت دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ بدوی بھوک سے مرا جا رہا ہے۔ میں نے کھانا کھایا اور سوار ہو کر مرو پہنچا۔ والدہ کو ساتھ لیا اور اپنے فوجی مرکز کو واپس آنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ کہ اتنے میں ولید کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی اور پھر میں مرو ہی واپس چلا آیا۔

قتیبہ نے کثیر بن فلاں کو کاشغر بھیجا۔ کثیر نے کچھ لونڈی غلام وہاں سے حاصل کیے۔ قتیبہ نے ان سب کے داغ لگا دیئے۔ قتیبہ واپس آ گیا اور اب انھیں ولید کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی۔

شاہ چین کی مسلم وفد سے ملاقات کی خواہش:

(پہلا دن) قتیبہ بڑھتے بڑھتے چین کے حدود میں داخل ہو گیا اس پر چین کے بادشاہ نے قتیبہ کو لکھا کہ آپ اپنے ساتھ معزز لوگوں کو میرے پاس بھیج دیجیے تاکہ میں ان سے آپ لوگوں کی حالت دریافت کروں اور آپ لوگوں کے مذہب کے متعلق معلومات

حاصل کروں۔ قتیبہ نے بارہ آدمی منتخب کیے۔

اراکین وفد کا انتخاب:

بعض راویوں کا بیان ہے کہ دس آدمی منتخب کیے۔ یہ لوگ باعتبار اپنی ظاہری صورت و وجاہت' ڈیل ڈول' حسن بیان' شجاعت اور فراست و ذکاوت کے اپنے اپنے قبیلہ کے بہترین لوگ تھے۔ قتیبہ نے ان کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لیا تھا۔ ہر شخص کے متعلق فرداً فرداً پہلے دریافت کیا جب معلوم ہوا کہ یہی اپنے اپنے قبیلہ کے بہترین نمائندے ہیں تب ان کا انتخاب کیا۔ پھر ان سے خود گفتگو کی اور ان کی دانائی اور فراست کا امتحان لیا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ ظاہری اوصاف کے ساتھ باطنی خوبیوں سے بھی یکساں طور پر متصف ہیں' حکم دیا کہ انہیں بہترین اسلحہ' عمدہ عمدہ ریشمی شالیں' سفید باریک ململ کے تھان' جوتے اور عطر دیئے اور انھیں اعلیٰ درجے کے قوی ہیکل اور دراز قامت گھوڑے دیئے۔ جو کوتل ان کے ہمراہ تھے اور دوسرے سواری کے گھوڑے ان کے علاوہ دیئے' تا کہ وہ ان پر سوار ہو کر سفر کریں۔

قتیبہ کی ہبیرہ بن شمرج کو ہدایت:

ہبیرہ بن شمرج الکلابی ایک بڑا مقرر چرب زبان شخص تھا۔ قتیبہ نے اس سے کہا کہ ہبیرہ تم وہاں جا کر کیا کرو گے۔ ہبیرہ نے عرض کی کہ جناب والا سے بہتر اور کون مجھے طریقہ ملاقات و گفتگو بتا سکتا ہے۔ جیسا جناب والا مجھے ارشاد فرمائیں وہی میں کہوں گا۔ اور اسی پر عمل کروں گا۔ قتیبہ نے کہا۔ خدا کی برکت اور اس کی توفیق تمہارے ساتھ ہو۔ تم جاؤ جب تک ان کے علاقہ میں نہ پہنچ جاؤ اپنے عمامے نہ اتارنا۔ اور جب بادشاہ چین کے سامنے جاؤ تو اس سے کہہ دینا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں تمہارے علاقہ پر قدم نہ رکھ لوں گا اور تمہارے شہزادوں کو غلام نہ بنا لوں گا اور خراج نہ وصول کر لوں گا واپس نہ جاؤں گا۔

وفد کی شاہ چین سے پہلی ملاقات:

غرض کہ یہ وفد ہبیرہ کی زیر سرکردگی چین آیا۔ بادشاہ چین نے سفراء کے ذریعہ انہیں دعوت دی۔ ان لوگوں نے حمام میں جا کر غسل کیا۔ اور سفید کپڑے پہنے۔ نیچے زرہ پہنی عطر لگایا تیل لگایا جوتے پہنے اوپر سے شالیں اوڑھیں اور بادشاہ چین کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اس وقت دربار میں چین کے بڑے بڑے رئیس اور اعیان سلطنت موجود تھے۔ یہ لوگ بھی جا کر بیٹھے مگر نہ بادشاہ نے کوئی بات چیت ان سے کی اور نہ دوسرے درباریوں نے کوئی گفتگو کی۔ مسلمان اٹھ کر چلے آئے۔ ان کے چلے آنے کے بعد بادشاہ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ ان لوگوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ سب نے کہا یہ تو عورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جب ہماری نظر ان پر پڑی اور عطر پھلیل کی خوشبو ہماری ناکوں میں آئی تو ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں بچا جس کے خیالات پریشان نہ ہو گئے ہوں۔

وفد کی شاہ چین سے دوسری ملاقات:

دوسرے دن پھر بادشاہ نے مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ آج انھوں نے جامہ دار جبے پہنے۔ باریک ریشم کے عمامے باندھے اوپر سے شالیں اوڑھیں اور صبح کے وقت د ار میں حاضر ہوئے دربار میں حاضر ہونے کے بعد بادشاہ نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا اور ان کے چلے جانے کے بعد اپنے امراء سے پھر ان کے متعلق دریافت کیا اس مرتبہ سب نے کہا کہ ہاں البتہ یہ وضع و ہیئت مردوں سے ملتی جلتی ہے اور اب وہ مرد معلوم ہوتے ہیں۔

وفد کی شاہ چین کے دربار میں تیسری مرتبہ باریابی:

غرض کہ اسی طرح تیسرے روز پھر شاہ چین نے انہیں دربار میں بلایا۔ آج مسلمانوں نے تمام ہتھیار زیب بدن کیے۔ دوہرے دوہرے خود پہنے تلواریں حمائل کیں' نیزے ہاتھ میں لیے۔ کمانیں کندھوں پر ڈالیں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر شاہی دربار میں چلے۔ جب بادشاہ کی نظران پر پڑی تو اسے معلوم ہوا کہ گویا پہاڑ کے پہاڑ چلے آ رہے ہیں۔ جب یہ لوگ بادشاہ کے دربار کے قریب پہنچے تو اپنے نیزے زمین پر گاڑ دیئے اور پھر قدم بڑھاتے ہوئے آگے بڑھے۔ مگر چونکہ تمام درباریوں کے دلوں پر ان کی ہیئت و وضع سے خوف طاری ہو گیا تھا۔ اس لیے دربار میں آنے سے پہلے ہی واپسی کا حکم دے دیا گیا۔

شاہ چین کا وفد کے متعلق مشورہ:

مسلمان اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آپس میں نیزوں کو لڑاتے ہوئے گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں اپنے قیام گاہ کو واپس پلٹے۔ بادشاہ نے اپنے امراء سے اب پھر ان کے متعلق دریافت کیا۔ تمام درباریوں نے کہا کہ ہم نے ایسے لوگ کبھی نہیں دیکھے۔

مختلف لباس کے متعلق شاہ چین کا استفسار:

شام کے وقت بادشاہ نے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ آپ لوگوں کا جو سردار سب سے بہتر اور معزز آدمی ہو اسے میرے پاس بھیج دیجیے۔ غرض کہ سب نے ہبیرہ کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ جب ہبیرہ بادشاہ کے سامنے آئے تو اس نے کہا کہ آپ نے میرے ملک کے سرداروں کو دیکھ لیا ہے اب کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے مقابلہ میں آپ کو بچا سکے۔ علاوہ بریں آپ لوگ میرے علاقہ میں ہیں اور اس طرح میرے دست قدرت میں ہیں جس طرح کہ ہتھیلی پر انڈا ہو۔ میں تم سے ایک بات دریافت کرتا ہوں۔ اگر تم نے سچ سچ بیان نہیں کیا تو قتل کر دوں گا۔ ہبیرہ نے کہا آپ جو پوچھنا چاہتے ہوں پوچھئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تینوں دنوں میں آپ لوگوں کے مختلف لباس میں آنے کی کیا وجہ ہے؟ ہبیرہ نے کہا پہلے دن جو لباس ہم نے پہنا تھا وہ لباس تھا جو ہم اہل وعیال میں پہنتے ہیں اور خوشبو لگا کر ان کے پاس جاتے ہیں۔ دوسرے دن کا لباس وہ تھا جو اپنے امراء اور سرداروں کے پاس پہن کر ملنے جاتے ہیں۔ ہمارا تیسرے دن کا لباس دشمن کے مقابلے پر پہن کر جانے کا لباس تھا۔ جب کوئی خاص جوش دلانے والی بات یا مصیبت پیش آتی ہے تو ہمارا یہی لباس ہوتا ہے۔

شاہ چین کی ہبیرہ کو دھمکی:

بادشاہ نے کہا حقیقت میں تم ہی لوگ زمانہ کو خوب برتتے ہو۔ اچھا اب آپ اپنے اعلیٰ افسر کے پاس واپس چلے جایئے اور کہہ دیجیے کہ وہ ابھی ہمارے علاقہ سے واپس چلا جائے۔ کیونکہ میں اس کے حریصانہ خیالات اور اس کے ساتھ اس کے حمایتیوں کی قلت تعداد سے واقف ہوں۔ اگر واپس نہ ہو جائے گا تو ایسی زبردست فوج مقابلہ کے لیے بھیجوں گا جو تمہیں اور اسے سب کو تباہ کر ڈالے گی۔

شاہ چین کی صلح کی پیشکش:

ہبیرہ نے کہا بھلا آپ یہ کیا فرماتے ہیں کہ اس کے پاس فوج کی کمی ہے۔ ایسے شخص کو فوج کی کیا کمی ہو سکتی ہے جس کے

رسالہ کا اگلا حصہ آپ کے علاقہ میں ہے اور پچھلا حصہ ملک شام میں ہے۔ علاوہ بریں آپ نے اسے حریص ہونے کا جو الزام لگایا ہے یہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ بھلا وہ شخص کیونکر حریص ہوسکتا ہے جس نے دنیا کو لات ماردی اور تمہارے خلاف جہاد کرنے آیا ہے۔ حالانکہ اسے سب کچھ میسر تھا۔ آپ نے ہمیں قتل کی دھمکی دی ہے یہ ایسی بات نہیں ہے جس سے ہم ڈریں ہماری زندگی ایک خاص مدت تک ہے جب وہ پوری ہوجائے گی ہم مرجائیں گے اور موت کا سب سے بہترین طریقہ خدا کی راہ میں شہادت ہے۔ نہ ہم اسے برا سمجھتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں۔ اب بادشاہ نے دریافت کیا کہ اچھا کس بات سے تمہارے امیر اعلیٰ خوش ہوسکتے ہیں؟ ہبیرہ نے کہا انھوں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ تمہارے علاقہ پر قدم نہیں رکھ لیں گے تمہارے رؤساء کو غلام بنا کر ان پر مہر نہ لگادیں گے اور جزیہ وصول نہ کرلیں گے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔

قتیبہ بن مسلم کے عہد کی تکمیل:

بادشاہ نے کہا اچھا ہم ان کی قسم پوری کیے دیتے ہیں۔ اپنے علاقہ کی مٹی بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ اس پر قدم رکھ لیں۔ کچھ اپنے شہزادے بھیج دیتے ہیں کہ وہ ان پر مہر غلامی ثبت کردیں۔ اور اس قدر زر و جواہر دیئے دیتے ہیں جس سے وہ خوش ہوجائیں گے۔

چنانچہ بادشاہ نے سونے کی ایک لگن مٹی سے بھری ہوئی منگوائی اور بہت سے ریشم کے تھان اور سونا جزیہ بھی بھیجا اور چار شہزادے بھی ساتھ بھیج دیئے۔ علاوہ بریں ارکان وفد کو بھی بہت کچھ انعام و خلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ یہ تمام چیزیں لے کر یہ لوگ قتیبہ کے پاس آئے۔ قتیبہ نے جزیہ قبول کرلیا۔ ان شہزادوں کے مہریں لگادیں اور واپس بھیج دیا۔ اور چین کی مٹی پر پاؤں رکھ دیا۔ قتیبہ نے ہبیرہ کو ولید کی خدمت میں بھیجا۔ مگر ہبیرہ اثنائے راہ ہی میں فارس کے ایک گاؤں میں انتقال کرگئے۔

قتیبہ کی عادت:

باہلی کہتے ہیں کہ قتیبہ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ جہاد کرکے واپس آتا تو نہایت عمدہ بارہ گھوڑے خرید لیتا۔ اس کے ساتھ ہی بارہ اونٹنیاں بھی چار چار ہزار درہم میں خرید لیتا۔ جہاد کے وقت تک ان کی خوب کھلائی پلائی ہوتی اور جب جہاد پر جانے کے لیے تیاری شروع ہوتی اور فوج کی آراستگی اور اسلحہ بندی ہونے لگتی تو ان گھوڑوں اور اونٹنیوں کو باندھ دیا جاتا اور انھیں دبلا کردیا جاتا۔ اور جب قتیبہ دریا کو عبور کرتا تو اس کے ساتھ کے یہ تمام گھوڑے ہلکے پھلکے چھریرے بدن کے ہوجاتے اور ان پر وہ ان لوگوں کو سوار کرتا جو گرداوری کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ نیز اس کام کے لیے قتیبہ ہمیشہ بڑے بڑے اشراف جوانمردوں کو بھیجا کرتا تھا۔ ان کے ساتھ کچھ اہل عجم بھی اونٹنیوں پر سوار ہوتے جو انھیں جنگی امور میں مشورہ دیتے تھے۔

گرداوری کا قاعدہ:

نیز قتیبہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب گرداوری کرنے کے لیے کسی جماعت کو بھیجتا تو ایک تختی لکھتا' اس کے دو ٹکڑے کرتا۔ ایک اس جماعت کو دیتا اور ایک خود رکھ لیتا اور انھیں حکم دیتا کہ فلاں مقام پر' یا فلاں گڑھے یا فلاں کھنڈر یا فلاں درخت کے نیچے اسے دفن کردینا۔ پھر بعد میں اور لوگوں کو بھیجتا جو اس جگہ سے اسی تختی کو نکالتے تاکہ معلوم ہوجائے کہ طلیعہ نے اپنا کام پوری طرح انجام دیا ہے یا نہیں۔

باب ۱۶

سلیمان بن عبدالملک

بیعت خلافت:

۹۶ ہجری میں جس روز کہ ولید نے وفات پائی سلیمان بن عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی۔ سلیمان اس وقت رملہ میں مقیم تھا۔

عثمان بن حیان کی معزولی:

نیز اسی سنہ میں سلیمان نے عثمان بن حیان کو مدینہ کی صوبہ داری سے علیحدہ کر دیا۔ محمد بن عمر کہتے ہیں کہ رمضان ختم ہونے میں سات راتیں باقی تھیں کہ جب عثمان موقوف کیا گیا۔ اور وہ تین سال مدینہ کا عامل رہا۔

ابوبکر بن محمد کی عثمان سے درخواست:

واقدی کہتے ہیں کہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے عثمان سے درخواست کی کہ چونکہ کل رات میں شب بیداری کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے آپ مجھے کل کہ چھٹی دے دیجیے۔ کہ میں اجلاس نہ کروں اور سو رہوں۔ عثمان نے چھٹی دے دی۔ ایوب بن سلمۃ المخزومی بھی اس وقت عثمان کے پاس تھا اور اس کے اور ابوبکر کے درمیان سخت رنجش وعداوت تھی ان کے جانے کے بعد ایوب نے عثمان سے کہا کہ آپ ان کا مطلب سمجھے۔ یہ محض بہانہ ہے۔ عثمان کہنے لگا کہ ہاں میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں میں کل صبح اپنا آدمی دیکھنے کے لیے بھیجوں گا۔ اور اگر معلوم ہوا کہ اجلاس نہیں کر رہے ہیں تو بخدا میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں اگر ان کے سو درے نہ لگواؤں اور ان کی داڑھی اور سر نہ منڈوا دوں۔

امارت مدینہ پر ابوبکر بن محمد کا تقرر:

ایوب کہتے ہیں کہ اس بات سے مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ کل ابوبکر کی بے عزتی کی جائے گی۔ چنانچہ میں تڑکے ہی اٹھ کر ابوبکر کے مکان پر پہنچا۔ دیکھا کہ شمع روشن ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید عثمان کا قاصد اس قدر جلد آیا ہوگا۔ مگر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سلیمان کا قاصد عثمان کی برطرفی اور اس کی جگہ ابوبکر کی ترقی اور تقرر کا فرمان لے کر آیا ہے پھر میں دارالامارۃ گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ عثمان تو زمین پر بیٹھا ہوا ہے اور ابوبکر کرسی امارت پر متمکن ہے۔ سامنے ایک لوہار موجود ہے اسے حکم دے رہے ہیں کہ اس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو۔ عثمان نے اس وقت دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

''وہی لوگ جن کی کامیابی اور نصرت کا یقین تھا اس حال میں اپنے چوتڑ موڑ کر بھاگے کہ وہ کھلے ہوئے اور ظاہر تھے۔
اور حقیقت میں واقعات کو بدلتے ہوئے کچھ دیر نہیں لگتی''۔

امارت عراق پر یزید بن مہلب کا تقرر:

اسی سال سلیمان نے یزید بن ابی مسلم کو عراق کی صوبہ داری سے برطرف کر کے اس کی جگہ یزید بن المہلب کو مقرر کیا اور صالح بن عبدالرحمٰن کو عراق کا افسر مال وخزانہ مقرر کیا۔ نیز یزید بن المہلب کو حکم دیا کہ ابی عقیل کے خاندان والوں کو قتل کر ڈالے اور

انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دے۔غرض کہ صالح عراق کا افسر مال وخزانہ اور یزید بن المہلب سپہ سالار مقرر ہو کر عراق آئے یزید نے زیاد بن المہلب کو عمان کا عامل مقرر کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ تم صالح کو خط لکھتے رہنا۔اور جب انہیں خط لکھو تو ان کے نام سے شروع کرنا۔

صالح نے حجاج کے تمام خاندان والوں کو گرفتار کر کے طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں۔جلادی کی یہ خدمت عبدالملک بن المہلب کے سپرد تھی۔

اسی سال قتیبہ بن مسلم خراسان میں مارا گیا اس کے قتل کے اسباب وواقعات حسب ذیل ہیں:

سلیمان اور قتیبہ میں کشیدگی کی وجہ:

اس کے قتل ہونے کی وہی وجہ تھی کہ ولید نے بجائے سلیمان کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو جب ولی عہد بنانا چاہا تو اعیان و ارکان دولت سے خفیہ طور پر سازش شروع کی۔اور سب نے تو انکار کر دیا اور قتیبہ عبدالعزیز کو ولی عہد بنانے کے لیے راضی ہو گئے۔ اس لیے ولید کے مرنے کے بعد جب سلیمان کا عہد خلافت شروع ہوا' اسی وقت سے قتیبہ کو سلیمان کی جانب سے کھٹکا لگا ہوا تھا۔

سلیمان سے قتیبہ کو خدشہ:

جب قتیبہ کو ولید کی موت اور سلیمان کے خلیفہ ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو چونکہ اس نے حجاج کے ساتھ سلیمان کے خلاف عبدالعزیز بن الولید کے لیے بیعت لینے کی سازش کی تھی اس لیے اسے سلیمان کی طرف سے خوف پیدا ہو گیا۔اور نیز یہ خطرہ ہوا کہ اب سلیمان یزید بن المہلب کو خراسان کا صوبہ دار بنا دے گا۔

قتیبہ کے سلیمان کے نام تین خط:

قتیبہ نے سلیمان کو ایک خط لکھا جس میں اس کے برسر خلافت ہونے پر مبارک باد دی۔ولید کی موت کی تعزیت کی اور کہا کہ میں نے عبدالملک اور ولید کے دورِ حکومت میں نہایت ہی تن دہی اور وفادارانہ طریقہ پر خلافت کی خدمتیں کی ہیں اور اگر آپ صوبہ خراسان کی صوبہ داری سے برطرف نہ کریں تو میں آپ کا ویسا ہی وفادار اور خیر خواہ رہوں گا جیسا کہ میں آپ کے دو پیش رؤں کا رہ چکا ہوں۔

قتیبہ نے ایک دوسرا خط بھی لکھا کہ جس میں اپنی فتوحات اور شجاعت کا اظہار عجمی بادشاہوں کے دلوں میں اپنی عزت اور ہیبت اور رعب واثر کا ذکر تھا۔نیز مہلب اور خاندان مہلب کی مذمت تھی اور یہ دھمکی بھی تھی کہ اگر آپ نے یزید بن المہلب کو خراسان کا گورنر مقرر کر دیا تو میں آپ کے خلاف ہو جاؤں گا اور ایک تیسرا خط بھی لکھا جس میں صاف صاف اپنی بغاوت اور مخالفت کا اعلان کر دیا یہ تینوں خط ایک ہی ساتھ باہلی کو دیئے اور حکم دیا کہ اول یہ پہلا خط سلیمان کو دینا۔اگر یزید بن المہلب سلیمان کے پاس ہو اور وہ اس خط کو پڑھ کر ولید کو دے دے تو دوسرا دینا اگر وہ اسے بھی پڑھ کر یزید کے حوالے کر دے پھر یہ تیسرا خط بھی دینا۔اور اگر سلیمان پہلے خط کو پڑھ اسے یزید کے حوالے نہ کر دے تو تم بھی دونوں دوسرے خط نہ دینا اپنے ہی پاس رہنے دینا۔

قتیبہ کے قاصد کی سلیمان کے دربار میں باریابی:

قتیبہ کا قاصد ان خطوط کو لے کر سلیمان کے دربار میں حاضر ہوا یزید بن المہلب بھی وہاں موجود تھا۔قاصد نے پہلا خط سلیمان

کو دیا۔ سلیمان نے اسے پڑھ کر یزید کو دے دیا۔ قاصد نے دوسرا خط دیا۔ سلیمان نے اسے بھی پڑھ کر یزید کو دے دیا۔ قاصد نے تیسرا خط دیا۔ اسے پڑھ کر سلیمان کا رنگ متغیر ہو گیا۔ مہر منگوا کر اسے مہر لگائی اور پھر اپنے ہی ہاتھ میں اسے رہنے دیا۔

ابوعبیدہ کی روایت:

ابوعبیدہ کی روایت اس واقعہ کے متعلق یہ ہے کہ پہلے خط میں یزید بن المہلب کی بغاوت' بدعہدی' نمک حرامی کا تذکرہ تھا۔ دوسرے خط میں یزید کی تعریف تھی اور تیسرے میں یہ دھمکی تھی کہ اگر آپ مجھے اس میرے عہد پر بحال نہ رکھیں گے اور مجھے امان نہ دیں گے تو میں آپ کی اطاعت کے جوئے کو اپنے کندھے سے اسی طرح اتار کر پھینک دوں گا جس طرح جوتا پاؤں سے نکال دیا جاتا ہے اور رسالہ و پیدل فوج کا ایک ٹڈی دل لے کر امنڈ آ ؤں گا۔

قتیبہ کو فرمان بحالی:

بہرحال اب سلیمان نے قتیبہ کے قاصد کو سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرانے کا حکم دیا۔ اور شام کے وقت بلا کر اشرفیوں کی ایک تھیلی اسے دی اور کہا کہ یہ تیرا انعام ہے۔ اور یہ تیرے آقا کا فرمان بحالی ہے اسے لے جا اور یہ میرا قاصد اس فرمان کو لے کر تیرے ساتھ جائے گا۔

سلیمان کے قاصد کی روانگی:

قتیبہ کا باہلی قاصد پھر خراسان آنے کے لیے روانہ ہوا۔ سلیمان نے اس کے ہمراہ قبیلہ عبدالقیس کے خاندان بنی اللیث کے ایک شخص کو جس کا نام صعصعہ بن مصعب تھا روانہ کیا جب حلوان پہنچا تو یہاں لوگوں نے اس سے کہا کہ قتیبہ نے تو بغاوت کر دی ہے۔ عہدی واپس پلٹا اور سلیمان کے فرمان کو قتیبہ کے قاصد کے حوالے کر دیا۔ قتیبہ نے بغاوت کر دی تھی اور ایک ادھم مچ گیا تھا۔ قاصد نے اس فرمان کو قتیبہ کے حوالے کر دیا۔ جب اس نے اپنے بھائیوں سے اس معاملہ میں مشورہ لیا تو سب نے کہا کہ اب آئندہ کبھی سلیمان تجھ پر بھروسہ نہیں کرے گا۔

توبتہ بن ابی السید کا بیان:

توبتہ بن ابی السید العنبری راوی ہے کہ جب صالح عراق آیا تو اس نے مجھے قتیبہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ مجھے جس قدر سرکاری نقد و جنس اس کے پاس ہو اس کی مقدار بتا دے۔ ایک اسدی شخص بھی اس سفر میں میرے ہمراہ ہو گیا۔ اس نے مجھ سے میرے سفر کی غرض و غایت پوچھی۔ میں نے کوئی بات اس سے نہیں کی۔ ہم دونوں چلے ہی جا رہے تھے کہ ایک شخص ہمارے بائیں پہلو کی جانب سے نکل کر مجھ سے دوچار ہوا۔ میرے رفیق سفر نے مجھے دیکھ کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی اہم بات کے لیے جا رہے ہو اور مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہو۔ خیر میں چلتا رہا اور جب حلوان پہنچا تو یہاں لوگوں نے آ کر مجھے قتیبہ کی اطلاع دی۔

قتیبہ کی بغاوت:

جب قتیبہ نے سلیمان سے بغاوت کرنے کا ارادہ کیا تو اس معاملہ میں اس نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ ایک دستہ فوج کے علیحدہ انتخاب کا حکم دیجیے اور اس میں تمام ایسے لوگوں کو جن پر آپ کو اعتماد نہ ہو بھرتی کر دیجیے اور اس فوج کو مرو بھیج دیجیے اور پھر خود آپ سمرقند چلیے۔ وہاں اپنے ساتھیوں سے صاف صاف کہہ دیجیے کہ جو ہمارے ساتھ ٹھہرنا چاہے اس کے

ساتھ ہر قسم کا سلوک کیا جائے گا اور جو واپس جانا چاہے اسے واپس جانے کی خوشی سے اجازت دی جاتی ہے اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس اعلان سے صرف وہی لوگ آپ کے ساتھ رہ جائیں گے جو دل سے آپ کے سچے خیر خواہ اور طرفدار ہیں۔ عبداللہ نے کہا کہ اتنی طوالت کی کیا وجہ ہے آپ تو یہیں سلیمان سے اپنی بغاوت کا اعلان کر دیجیے' اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دے دیجیے۔ شاید کوئی بھی اس کی مخالفت نہ کرے گا۔ قتیبہ نے عبداللہ کی رائے کو پسند کیا۔ سلیمان سے اپنی بے تعلقی کا اظہار اعلان کر دیا۔

قتیبہ کا سلیمان سے علیحدگی کا اعلان:

نیز اس نے اور لوگوں کو بھی سلیمان سے عہد وفاداری توڑنے کی دعوت دی۔ اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو عین التمر اور فیض البحر سے جمع کیا ہے۔ بھائی کو بھائی سے اور باپ کو بیٹے سے ملایا ہے جو مال غنیمت ملا اسے آپ ہی میں تقسیم کر دیا تنخواہیں برابر دیتا رہا' نہ دینے میں کبھی جھگڑا نہیں کیا اور نہ تاخیر کی۔ مجھ سے پہلے جو اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ مقرر ہو کر آئے ہیں آپ ان کا بھی تجربہ کر چکے ہیں امیہ آئے تو انہوں نے امیر المومنین کو لکھا کہ خراسان کی آمدنی میرے باورچی خانہ ہی کے لیے کافی نہیں ہوتی پھر ابوسعید مہلب بن ابی صفرہ آئے۔ تین سال وہ بھی صوبہ دار رہے مگر آپ لوگ یہ بھی نہ معلوم کر سکے کہ آیا آپ اطاعت میں تھے یا معصیت میں نہ انہوں نے دشمن سے خراج وصول کیا اور نہ کوئی شکست دی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے یزید صوبہ دار ہوئے ان کے دور حکومت میں عورتوں کا ایک تانتا تھا جو ان تک بندھا ہوا تھا اور اب حقیقت میں یہی صاحب اس وقت تمہارے خلیفہ ہیں۔

قتیبہ کی برہمی:

جب اس تقریر پر کسی نے لبیک نہیں کہا تو قتیبہ سخت برہم ہوا اور کہنے لگا۔ خدا کبھی اسے معزز نہ کرے جس کی تم لوگ امداد کرو۔ بخدا اگر تم سب کے سب ایک بکری پر چڑھ جاؤ گے تو اس کا سینگ بھی نہ توڑ سکو گے میں تمہیں اہل العالیہ کہہ کر مخاطب کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اہل اسافلہ کہتا ہوں۔ اے صدقہ کے اوباشو! میں نے تمہیں اس طرح اکٹھا کیا ہے جس طرح صدقہ کے اونٹ حلقہ سے جمع کیے جاتے ہیں اے بکر بن وائل کے گروہ! تم لوگ بڑے سازشی' جھوٹے اور بخیل ہو۔ تم اپنے کس دن پر فخر کر سکتے ہو۔ لڑائی کے دن پر یا صلح کے دن پر؟ بخدا! اے مسیلمۃ کے ساتھیو! بنی ذمیم (میں تمہیں بنی تمیم نہیں کہنا چاہتا) میں تم سے زیادہ معزز ہوں تم لوگ بڑے مکار فریبی اور دغاباز ہو۔ تم لوگ ایام جاہلیت میں بدعہدی کو حسن تدبیر سمجھتے تھے۔ اے سخت دل رکھنے والو بنی بعد القیس! تم لوگ سجاح کے ہمراہی ہو تمہارا کام تو کھجور کے درخت کی دیکھ بھال اور اس کی قلمبندی اور تراشنا تھا۔ تم لوگوں کو بھلا گھوڑے کی باگوں سے کیا واسطہ؟ اسلام نے آ کر جدت کر دی ہے۔ اور اگر تمہیں اپنے عرب ہونے پر کوئی فخر ہے تو عرب ہیں کیا؟ خدا اعرابوں پر لعنت کرے۔ اے دونوں شہروں کے ذلیل ترین پیشہ والو! میں نے تمہیں ایسے مقامات پر سے جمع کیا جہاں معمولی گھاس پات پیدا ہوتی ہے۔ اور جزیرہ ابن کاوان سے جمع کیا جہاں تم بیلوں اور گدھوں پر سواری کیا کرتے تھے۔ پھر جب میں نے تمہیں اس طرح جمع کر لیا جس طرح کہ موسم خریف میں پودوں کی پھنگیاں توڑ کر جمع کر لی جاتی ہیں تو اب تم باتیں بنانے لگے۔ یاد رکھو کہ میں اپنے باپ کا بیٹا اور اپنے بھائیوں کا بھائی نہیں اگر میں تمہیں اس طرح نہ چھانٹ دوں جس طرح خاردار ببول کا درخت کاٹ دیا جاتا ہے۔ تمہاری مثال ایسی ہے جیسے جنگلی گدھوں کا گلہ صلیان کی جھاڑی کے گرد ہوتا ہے۔ اے خراسان کے باشندو تم جانتے ہو کہ تمہارا سردار کون ہے۔ تمہارا حاکم یزید بن مروان ہے اور مجھے یقین ہے کہ ایک جھوٹا دغاباز اور مکار شخص تمہارا حاکم اعلیٰ ہو کر آنے والا ہے جو تمہاری تمام

کھیتی باڑی اور مال ومتاع کو ضبط کر لے گا۔ یہ ایک تباہی ہے جو تم پر ہی آ رہی ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے بڑھو۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں' بلکہ اپنے انتہائی مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کوشش اور ارادہ کرو۔ یزید بن المہلب دراصل تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہے جو شام کو بہت پسند کرتا ہے اور عراق سے سخت نفرت رکھتا ہے۔ یہ شامیوں کو لے کر آئے گا اور تمہارے باغات اور مکانات پر قبضہ کر کے ان کے حوالے کر دے گا۔

اے خراسان کے باشندو! اسے تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تو باپ اور ماں' مولد اور خواہشات اور خیالات غرض کہ ہر اعتبار سے عراقی ہوں۔ آج جس امن و آرام میں تم ہو وہ سب پر ظاہر ہے۔ اللہ نے اکثر ممالک کو تمہارے ہاتھوں فتح کرا دیا۔ تمام راستے محفوظ ہو گئے کہ اب یہ حال ہے کہ مرو سے بلخ تک بغیر پروانہ راہداری کے مسافروں کا قافلہ آتا جاتا ہے۔ ان نعمتوں پر اللہ کا شکریہ ادا کرو اور رازدیاد نعمت کے لیے اجابت شکریہ کی خدا سے درخواست کرو۔

قتیبہ کے اعلان علیحدگی کی مخالفت:

اس تقریر کے بعد قتیبہ اپنے مکان میں چلا آیا۔ اس کے خاندان والوں نے اس سے آ کر کہا کہ آج آپ نے کمال ہی کر دیا۔ آپ نے اہل العالیہ کی توہین کی حالانکہ وہی آپ کا اوڑھنا بچھونا ہیں۔ بنی بکر کو آپ نے نہ چھوڑا حالانکہ وہ آپ کے حامی ہیں۔ اس پر بھی آپ نے کفایت نہیں کی اور بنی تمیم کی خبر لے ڈالی حالانکہ وہ آپ کے بھائی ہیں اور یہاں تک بھی آپ نے بس نہیں کیا بلکہ ازد کو خوب سنائیں حالانکہ وہ آپ کے دست و بازو ہیں۔

قتیبہ نے کہا کہ جب میں نے انہیں سلیمان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی دعوت دی تو اس تجویز پر کسی نے حامی نہیں بھری مجھے غصہ آ گیا اور تجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کیا کہا کہ اہل العالیہ صدقہ کے اونٹوں کی طرح ہیں جنہیں میں نے ہر حلقہ سے جمع کیا ہے اور بنی بکر! ایسے لوگ ہیں جو کسی کی مزاحمت نہیں کرتے' اور بنی تمیم خارشی اونٹ کی طرح ہیں۔ بنی عبدالقیس تو بالکل ہیجڑے ہیں اور بنی ازد کافر ہیں۔ تمام بنی نوع انسان میں بدترین قوم ہیں اگر میرا بس ان پر چلے تو سب کے داغ لگوا دوں۔

بنی ازد کی قتیبہ سے علیحدگی:

قتیبہ کی اس تقریر کا برا اثر ہوا کہ تمام قبائل اس سے بگڑ گئے۔ سب سے پہلے بنی ازد نے اس کا ساتھ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور حضین بن المنذر کے پاس آ کر ساری داستان سنائی کہ پہلے تو قتیبہ نے خلیفہ کے خلاف فتنہ وفساد اور بغاوت کرنے کی دعوت دی کہ جس میں سراسر دین و دنیا کا نقصان ہے۔ اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پھر ہماری اچھی طرح توہین و تذلیل کی اور ہمیں گالیاں دیں۔ اب ابوحفص بتائیے کہ آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے (ان کی کنیت جنگ میں ابوساسان تھی۔ کہا جاتا ہے حضین بن المنذر کی کنیت ابو محمد تھے) حضین نے کہا کہ جس قدر بنی مضر اس وقت خراسان میں ہیں ان کی تعداد ہمارے حمیری عربوں کے ان تینوں دستوں کے برابر ہے بلکہ بنی تمیم کی تعداد تو دو دستوں کے برابر ہے اور وہی خراسان کی اصل ہیں۔ شہسوار بھی ہیں۔ اس لیے یہ لوگ کبھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ خراسان کی حکومت کسی غیر مضری کے قبضہ میں آ جائے۔ اس لیے اگر تم نے کسی مضری کو اپنا امیر نہ بنایا تو بنی تمیم قتیبہ کا ساتھ دیں گے۔ ازدی کہنے لگے مگر قتیبہ نے بنی تمیم کے ابن الاہتم کو قتل کر کے انہیں اپنا مخالف بنا لیا ہے حضین نے کہا کہ اس بات پر نہ جاؤ۔ بنی تمیم بڑے پکے اور متعصب مضری ہیں۔

بنی ازد کی حضین کو سرداری کی پیشکش:

ازدی حضین کی رائے کے خلاف نکتہ چینی کرتے ہوئے اس کے پاس اٹھ آئے۔ اب انہوں نے عبداللہ بن حوذان الجہضمی کو اپنا سردار بنانا چاہا مگر عبداللہ نے بھی اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ لوگ پھر حضین کے پاس آئے اور کہا ہم نے امارت کے منصب کو اب تک روکے رکھا ہے۔ اب ہم اپنی قسمت آپ ہی کے سپرد کرتے ہیں اور یہ بتائے دیتے ہیں کہ بنی ربیعہ آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔

حضین کا بنی ازد کو مشورہ:

حضین نے کہا کہ بھلا میں کاہے کو مفت میں یہ سودا اپنے سر لوں۔ مجھے اس معاملہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ان لوگوں نے پوچھا پھر بتائیے کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضین نے کہا کہ اگر اس عہد کو تم بنی تمیم کے کسی شخص کے سامنے پیش کرو تو بس تمہیں کامیابی ہو جائے گی۔ لوگوں نے کہا پھر آپ ہی فرمائیے کہ بنی تمیم کے کس شخص کو امیر بنایا جائے۔ حضین نے کہا کہ سوائے وکیع کے بھلا اور کون اس منصب کا اہل ہوسکتا ہے۔ اس پر بنی شیبان کے آزاد غلام حیان نے بھی کہا کہ سوائے اس اعرابی وکیع کے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو اس اہم خدمت کے بوجھ اور ذمہ داری کو اپنے سر لے سکے' کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو جنگ کی تمام صعوبتوں کو جھیلے' اپنی جان تک سے دریغ نہ کرے' اور اگر کوئی اور شخص خراسان کا امیر مقرر ہو کر آئے اور پھر وہ اسے اس بغاوت کے الزام میں گرفتار نہ کرے تو اپنے آپ کو قتل ہونے کے لیے بھی پیش کر دے۔ وکیع ہی بڑا انڈر بہادر ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا کہ کیا کر رہا ہے۔ یا اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ جو اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اسے پورا ہی کرتا ہے۔ علاوہ بریں اس کے طرفداروں کی کثیر تعداد ہے اور وہ خود قتیبہ سے اپنا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ کیونکہ بنی تمیم کی ریاست کا حق اصل میں وکیع تھا۔ مگر قتیبہ نے بجائے اس کے ضرار بن حصین بن زید بن الفوارس بن حصین بن ضرار الضبی کو رئیس مقرر کر دیا۔

حیان سے قتیبہ کی کشیدگی:

اب لوگ چپکے چپکے ایک دوسرے کے پاس صلح ومشورہ کے لیے جانے لگے۔ قتیبہ سے کسی نے کہا کہ اصل میں حیان ہی فساد کی جڑ ہے یہی لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ قتیبہ نے چاہا کہ حیان کو بلا کر دھوکہ سے قتل کر دے مگر چونکہ حیان ہی فساد کے تمام خدمت گاروں اور پیش دستوں کو بہت کچھ انعام واکرام دیتا رہتا تھا اس لیے وہاں کی تمام باتیں یہ لوگ حیان سے بیان کر دیتے تھے۔

چنانچہ قتیبہ نے ایک شخص کو بلا کر حیان کے قتل کا حکم دیا۔ جس خادم نے اس حکم کو سنا فوراً حیان سے آ کر بیان کر دیا۔ قتیبہ نے حیان کو اپنے پاس بلایا مگر حیان نے بیماری کا بہانہ کر دیا اور نہ گیا۔

وکیع کی بیعت:

اب تمام لوگوں نے وکیع سے آ کر کہا کہ ہماری سیادت وقیادت کیجیے۔ وکیع نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اس وقت خراسان میں اہل بصرہ اور اہل العالیہ کے نو ہزار جنگجو تھے۔ سات ہزار بنی بکر تھے۔ اور حضین بن المنذر ان کا سردار تھا دس ہزار بنی تمیم تھے اور ضرار بن حصین الضبی ان کا سردار تھا۔ دس ہزار بنی ازد تھے اور عبداللہ بن حوذان ان کا سردار تھا۔ سات ہزار موالی حیان کی زیر قیادت تھے۔ حیان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ دیلم تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خراسان کے باشندے تھے اور نبطی اس لیے کہے

جاتے تھے کہ ان کی زبان میں لکنت تھی۔

حیان کا وکیع سے معاہدہ:

حیان نے وکیع کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ دریائے بلخ کے کنارہ کے علاقہ کا خراج جب تک میں زندہ ہوں اور آپ والی ہیں مجھے دے دیا کریں گے تو میں آپ کے مقابلہ سے باز رہوں گا اور آپ کی امداد کروں گا۔ وکیع نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ حیان نے موالیوں سے کہا کہ اب یہ جنگ مذہبی جنگ نہیں ہے۔ بلکہ آپس کے جھگڑے ہیں۔ ان میں تم لوگ کسی کا ساتھ نہ دو اور انہیں آپس میں بھگتنے دو۔ موالیوں نے بھی اس تجویز کو قبول کر لیا اور خفیہ طور پر وکیع کی بیعت بھی کر لی۔ ضرار بن حصین نے قتیبہ سے آ کر بیان کیا کہ اس طرح تمام لوگ جا جا کر وکیع کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ چنانچہ وکیع عبداللہ بن مسلم الفقیر کے مکان میں آیا کرتا تھا اور وہ شراب پیتا تھا۔ اس لیے عبداللہ نے اس بیان کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ ضرار نے وکیع کے متعلق جو بات بیان کی ہے یہ بر بنائے حسد ہے۔ وکیع تو میرے گھر میں بیٹھا ہوا شراب کے نشہ میں مست معمولی لباس پہنے پڑا ہوا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ وکیع نے بھی قتیبہ سے آ کر کہا کہ تم ضرار سے ہوشیار رہو کیونکہ مجھے اس کی جانب سے آپ کے لیے خطرہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر قتیبہ نے ضرار بن سنان الضبی کو چپکے سے خبر لانے کے لیے وکیع کے پاس بھیجا۔ ضرار نے اصل حقیقت دریافت کرنے کے لیے وکیع کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اب قتیبہ کو بھی حقیقت کا علم ہوا تو اس نے ضرار سے کہا کہ تم نے بالکل سچ کہا تھا۔ ضرار نے کہا کہ مجھے چونکہ اچھی طرح معلوم تھا اسی وجہ سے میں نے آپ سے بیان کیا تھا۔ مگر اس وقت آپ نے میرے بیان کو محض حسد پر محمول کیا۔ حالانکہ میں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ قتیبہ نے کہا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔

وکیع کی طلبی:

قتیبہ نے وکیع کو بلا بھیجا۔ قاصد نے آ کر دیکھا کہ وکیع نے اپنے پاؤں پر سیندھور مل رکھا ہے اور اس کی پنڈلی پر خرمہروں کے گنڈے بندھے ہوئے ہیں اور بنی زہران کے دو شخص کچھ عمل پڑھ کر پھونکتے جاتے ہیں۔ قاصد نے آ کر کہا کہ آپ کو امیر یاد فرماتے ہیں۔ وکیع نے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے پاؤں کی کیا حالت ہے چلنے سے معذور ہوں۔ قاصد واپس قتیبہ کے پاس آیا قتیبہ نے اسے پھر بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تم چارپائی پر لیٹ کر آؤ۔ وکیع نے اس پر بھی اپنی مجبوریوں کا اظہار کیا اب قتیبہ نے شریک بن صامت الباہلی (متعلقہ بنی وائل) کو جو اس کے محافظ دستہ کا سردار تھا۔ اور بنی غنی کے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم دونوں جا کر وکیع کو میرے پاس لے آؤ۔ اگر وہ آنے سے انکار کرے تو اس کی گردن مار دینا۔ نیز قتیبہ نے اس کے ساتھ رسالہ کا ایک دستہ بھی بھیج دیا (یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خراسان میں قتیبہ کے محافظ دستہ کا سردار ورقاء بن نصر الباہلی تھا)۔

وکیع کی گرفتاری کا حکم:

ثمامہ بن ناجذ العدوی کہتا ہے کہ قتیبہ نے درباریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص وکیع کو میرے پاس لا سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں لے آؤں گا قتیبہ نے کہا اچھا جاؤ اور لے آؤ۔ میں وکیع کے پاس آیا۔ وکیع کو میرے آنے سے پہلے ہی اس تمام گفتگو کی خبر مل چکی تھی۔ مجھے دیکھ کر وکیع نے مجھ سے کہا ثمامہ تم لوگوں میں اعلان کر دو۔ میں نے اعلان کر دیا تو سب سے پہلے ہریم بن ابی طحمہ آ ٹھ

سواروں کو لے کر وکیع کے پاس آ پہنچا۔ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب قتیبہ نے وکیع کو بلایا تو ہریم نے کہا کہ میں اسے لے آتا ہوں۔ قتیبہ نے کہا اچھا جاؤ اور لے آؤ۔ ہریم اپنی سواری کے گھوڑے پر بیٹھ کر روانہ ہوا کہ مبادا قتیبہ پھر اسے واپس بلا لے اور جب وکیع کے پاس پہنچا تو اس وقت وکیع مقابلہ کے لیے برآمد ہو چکا تھا۔

کلیب بن خلف کا بیان:

کلیب بن خلف کہتا ہے کہ قتیبہ نے شعبہ بن ظہیر متعلقہ بن ضحر بن نہشل کو وکیع کے پاس بھیجا۔ وکیع نے شعبہ سے کہا ذرا دم لو۔ تھوڑی دیر میں مختلف دستے ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونے والے ہیں۔ پھر چھری منگوا کر اپنی پنڈلی کے گنڈے کاٹ ڈالے اور مسلح ہو گیا اور اکیلا ہی مکان سے باہر نکل آیا۔ بعض عورتوں نے دیکھ کر کہا کہ ابومطرف تنہا میدان جنگ میں جا رہے ہو۔ اس اثناء میں ہریم بن ابی طہمۃ آٹھ سواروں کے ساتھ آ پہنچا۔ ان آٹھ شخصوں میں عمیرہ بن البرید بن ربیعۃ الجعفی بھی تھا۔

جب وکیع باہر نکلا تو ایک شخص سے اس کی ملاقات ہوئی۔ وکیع نے اس کا قبیلہ دریافت کیا۔ اس نے کہا بنی اسد۔ پھر نام پوچھا۔ اس نے کہا صرغامۃ۔ پھر اس کے باپ کا نام پوچھا۔ اس نے کہا لیث وکیع نے کہا اچھا یہ جھنڈا تمہارے سپرد ہے۔

مگر مفضل بن محمد الضبی بیان کرتے ہیں کہ وکیع نے اپنا جھنڈا عقبہ بن شہاب المازنی کے حوالے کیا تھا۔

وکیع کی جنگ کی تیاری:

غرض کہ مکان سے نکلنے کے بعد وکیع نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ میرا تمام سامان و اسباب میرے چچیرے بھائیوں کے پاس لے جاؤ غلاموں نے عرض کی کہ ہمیں ان کی قیام گاہ معلوم نہیں کہاں لے جائیں؟ وکیع نے کہا کہ دو ایسے نیزوں کو دیکھ لو جو آپس میں ملے ہوئے ہوں اور ایک دوسرے کے اوپر ہوں اور ان دونوں کے اوپر خرچی رکھی ہوئی ہے۔ وہی میرے بنی عم ہیں۔ اس وقت لشکر گاہ میں پانچ سو غلام تھے۔ وکیع نے عام طور پر اعلان کر دیا کہ میری حمایت کے لیے آؤ۔ چنانچہ اب ہر سمت سے لوگوں کے غول کے غول آنے شروع ہوئے۔ دوسری جانب قتیبہ کے پاس بھی اس کے تمام خاندان والے خاص مصاحب اور معتمد علیہ لوگ جن میں ایاس بن بیہس بن عمرو قتیبہ کے چچا کا لڑکا' عبداللہ بن والان العدوی اور بنی وائل کے خاندان کے کچھ لوگ تھے۔ جمع ہوئے۔ حیان بن ایاس العدوی بھی دس آدمیوں کے ساتھ جس میں عبدالعزیز بن الحارث بھی تھا۔ قتیبہ کے پاس آیا۔ میسرہ الجدلی بھی جو ایک بڑا بہادر شخص تھا قتیبہ کے پاس آیا اور کہا اگر حکم ہو تو وکیع کا سر لے آؤں۔

بنی عامر کی قتیبہ سے علیحدگی:

مگر قتیبہ نے اسے اپنی ہی جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور ایک دوسرے شخص کو حکم دیا کہ تمام لوگوں میں جا کر پکارو کہ بنی عامر کہاں ہیں؟ اس شخص نے بنی عامر پر ظلم و زیادتی کی تھی اس پر محفن بن جزء الکلابی نے کہا کہ بنی عامر وہاں ہیں جہاں تم نے اس شخص کے حکم کی تعمیل کی۔ چونکہ قتیبہ نے بنی عامر پر ظلم زیادتی کی تھی اس پر محفن بن جزء الکلابی نے کہا کہ بنی عامر وہاں ہیں جہاں تم نے انھیں رکھا ہے۔ کہا کہ اب رشتہ قرابت کا ذکر کرتے ہو اسے تو تم نے پہلے ہی قطع کر دیا تھا۔ قتیبہ نے پھر نقیب سے کہا کہ کہہ دو کہ میں اب تمہارے ساتھ بہت عمدہ سلوک کروں گا۔ اس پر محفن یا کسی اور شخص نے بآواز بلند کہا کہ اگر اب ہم تمہاری دعوت کو قبول کریں تو خدا کبھی ہماری خطا کو معاف نہ کرے۔

قتیبہ کا گھوڑا:

قتیبہ کو اب اس جانب سے مایوسی ہوگئی۔ اس نے اپنی ماں کا بھیجا ہوا عمامہ منگوایا۔ اس عمامہ کو وہ نہایت ہی نازک موقعوں پر باندھا کرتا تھا۔ اور سواری کا سدھا ہوا گھوڑا منگوایا جو ایسے موقعوں پر خود اڑ کر قتیبہ کے پاس چلا جاتا تھا۔ مگر اس موقع پر جب سواری کے لیے اسے قتیبہ کے پاس لایا گیا تو اس نے ایسی کلیل اور اچھل کود شروع کر دی کہ قتیبہ اس پر سوار ہونے سے عاجز آ گیا اور مجبوراً تخت پر واپس آ کر بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ گھوڑے کو چھوڑ دو کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر سوار ہونا اس وقت مقدر ہی میں نہیں ہے۔

حیان النبطی کی قتیبہ سے علیحدگی:

حیان النبطی عجمیوں کا دستہ لے کر قتیبہ کے پاس آ گیا۔ قتیبہ اس پر غصہ ہو رہا تھا۔ عبداللہ بن مسلم حیان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور حیان سے کہا کہ تم دشمن کی ان دونوں پہلوؤں کی فوجوں پر حملہ کرو۔ حیان نے کہا ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ یہ سن کر عبداللہ برہم ہو گیا اور اپنی کمان مانگی۔ حیان کہنے لگا کہ یہ دن کمان کے استعمال کا نہیں ہے۔

وکیع نے حیان سے کہلا بھیجا کہ جو آپ نے وعدہ کیا تھا اس کا ایفاء کیجیے' حیان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جب تم مجھے اپنی ٹوپی کا رخ بدلتے ہوئے دیکھو اور میں وکیع کے لشکر کی طرف جانے لگوں تو تم تمام عجمیوں کو لے کر میری طرف چلے آنا۔ اب حیان کا بیٹا وہیں عجمیوں کے پاس ٹھہرا رہا۔ جب حیان نے اپنی ٹوپی کا رخ بدلا۔ تمام عجمی وکیع کے لشکر کی طرف دوڑ پڑے اور انھیں دیکھ کر وکیع کے طرفداروں نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا۔

صالح بن مسلم پر حملہ:

قتیبہ نے اپنے بھائی صالح کو سمجھانے بجھانے کے لیے لوگوں کے پاس بھیجا۔ بنی ضبہ کے ایک شخص نے جس کا نام سلیمان الزنجیرج (خرنوب کے درخت کو کہتے ہیں) لیا جاتا ہے اس کے تیر مارا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قبیلہ بلعم کے کسی شخص نے تیر مارا تھا۔ غرض کہ تیر صالح کے سر لگا۔ لوگ صالح کو اٹھا کر لائے۔ سر ایک جانب کو جھکا ہوا تھا۔ صالح کو قتیبہ کی خواب گاہ میں لٹا دیا۔ قتیبہ تھوڑی دیر اس کے پاس آ کر بیٹھا اور پھر اپنے تخت پر آ کر بیٹھ گیا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ بنی ضبہ کے ایک شخص نے صالح کے تیر مارا جس سے وہ بیہوش ہو کر گر پڑا مگر پھر زیاد بن عبدالرحمٰن الازدی متعلقہ بنی شریک بن مالک نے اس کے نیزہ مارا۔ غنوی نے وکیع کی فوج پر حملہ کیا اور جہم بن زحر بن قیس کے دھوکے میں ایک سپاہی کو نیزہ کے وار سے ہلاک کیا اور اس پر فخر یہ شعر پڑھا۔ مگر اصل میں یہ سپاہی ایک کافر تھا۔

قتیبہ اور وکیع کی جنگ:

اب دونوں فریق ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن مسلم ان کے مقابلے پر بڑھا۔ بعض بازاری لوگوں نے تیروں سے اسے ہلاک کر ڈالا نیز ان لوگوں نے اس مقام کو جلا ڈالا جہاں قتیبہ کے اونٹ اور دوسرے جانور رہتے تھے اور اب قتیبہ کے پاس جا پہنچے۔ ایک باہلی اُس کی مدافعت کرتا رہا مگر قتیبہ نے اُس سے کہا کہ تو بھاگ کر اپنی جان بچالے' اُس نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو آپ کے احسانات کی ناشکری ہوگی۔

وکیع کی پیش قدمی:

قتیبہ نے پھر سواری منگوائی' وہی پہلا گھوڑا منگوایا گیا مگر اس وقت بھی اس نے کسی طرح قتیبہ کو سوار ہونے نہیں دیا۔قتیبہ نے کہا اس میں کوئی خاص راز ہے اور پھر آ کر اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔لوگ بڑھتے بڑھتے اُس کے خیمے تک جا پہنچے۔ان لوگوں کے پہنچتے ہی ایاس بن بیحس اور عبداللہ بن والان قتیبہ کو چھوڑ کر خیمہ سے نکل آئے۔عبدالعزیز بن الحارث اپنے بیٹے عمر کو تلاش کرنے کے لیے نکل آیا۔بنی طے کے ایک شخص سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی۔مگر اس نے اسے بھگا دیا اور اپنے بیٹے کو ڈھونڈ کر اپنے پیچھے بٹھالیا۔

ہثیم بن المنخل کی مخالفت:

قتیبہ کو جب معلوم ہوا کہ ہثیم بن المنخل بھی میرے خلاف دشمن کی امداد کرتا ہے تو یہ شعر پڑھا:

اعلمــــه الـــرمـــا یة کل یوم   فـلـمـا اشتد سـاعـده' رمـانـی

ترجمہ: ''میں روزانہ اسے تیراندازی سکھاتا رہا جب اس کا بازو خوب مضبوط ہوگیا تو اس نے میرے ہی تیر مارا''۔

قتیبہ اور اس کے عزیزوں کا قتل:

قتیبہ کے ساتھ اس کے بھائی عبدالرحمٰن' صالح' حصین اور عبدالکریم مسلم کے بیٹے' قتیبہ کا بیٹا کثیر اور اس کے خاندان کے اکثر لوگ مارے گئے' البتہ اس کا بیٹا ضرار بچ گیا۔اور اصل میں ان کے ماموں نے اسے بچالیا (اس کی ماں کا نام غرا تھا جو ضرار بن القعقاع بن معبد بن زرارہ کی لڑکی تھی) بعض ارباب سیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عبدالکریم بن مسلم قزوین میں مارا گیا۔

ابو مالک کہتا ہے کہ لوگوں نے قتیبہ کو ۹۶ ہجری میں قتل کیا اور خاندان مسلم کے گیارہ آدمی مارے گئے' ان میں سات تو مسلم کے بیٹے اور چار پوتے تھے۔وکیع نے ان سب کو سولی پر لٹکا دیا۔ان کے نام یہ ہیں۔قتیبہ' عبدالرحمٰن' عبداللہ الفقیر' عبیداللہ' صالح' بشار' اور محمد تو مسلم کے بیٹے تھے باقی کثیر بن قتیبہ اور مغلس بن عبدالرحمٰن مسلم کے پوتے تھے۔اس طرح مسلم کی صلبی اولاد میں سے سوائے عمرو کے جو جوزجان کا عامل تھا یا ضرار کے جس کی ماں غرا ضرار بن القعقاع بن معبد بن زرارہ کی لڑکی تھی اور کوئی نہیں بچا۔ ضرار کے ماموں نے آ کر اسے بچالیا۔مسلم بن عمرو کے بھتیجے ایاس بن عمرو کی ہنسلی پر تلوار کا وار لگا مگر یہ بچ گیا۔

سعد کا قتل:

جب لوگوں نے قتیبہ کے خیمہ کو گھیر لیا تو اس کی طنابیں کاٹ ڈالیں۔جہم بن زحر نے سعد سے کہا کہ گھوڑے پر سے اتر پڑو۔ سعد پہلے ہی زخموں سے چور تھا۔اترتے ہی اس کا سر کاٹ لیا گیا۔سعد نے جہم سے کہا تھا کہ اگر میں اتر پڑوں گا تو مجھے خوف ہے کہ گھوڑے مجھے روند ڈالیں گے۔مگر جہم نے کہا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔چنانچہ اسی بناء پر سعد گھوڑے سے اتر پڑا۔خیمہ کے بیچ کا حصہ پھاڑ ڈالا گیا اور پھر سعد کے سر کو لوگوں نے کاٹ ڈالا۔

جہم بن زحر الجعفی کا انجام:

اس واقعہ کے بہت زمانہ بعد مسلمہ نے یزید بن المہلب کو قتل کر ڈالا اور ان کی جگہ سعید نے خذینہ بن عبدالعزیز بن الحارث بن الحکم بن ابی العاص کو عامل مقرر کیا تو خزینہ نے یزید کے مقرر کیے ہوئے تمام عاملوں کو قتل کر دیا۔ان میں جہم بن زحر الجعفی بھی تھا۔ خزینہ نے ایک باہلی جہم کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے کے لیے متعین کیا تھا جب اس باہلی سے کسی نے کہہ دیا کہ اس نے قتیبہ کو قتل کیا

تھا اس نے سخت تکلیفیں دے کر جہم کو مار ڈالا سعید نے اس کی اس حرکت پر اسے برا بھلا بھی کہا مگر اس باہلی نے جواب دیا کہ جناب والا ہی نے تو مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں اس پر طرح طرح کی سختیاں کر کے کسی طرح روپیہ حاصل کروں۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس میں اسے موت آ گئی۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔

قتیبہ کی خوارزمی لونڈی:

قتیبہ جس وقت مارا گیا تو اس کی ایک خوارزمی لونڈی اسے بچانے کے لیے اس پر گر پڑی۔ جب قتیبہ کا کام تمام کر دیا گیا تو یہ بھی نکل کھڑی ہوئی۔ بعد میں اسے یزید بن المہلب نے اپنے حرم میں داخل کر لیا اور اس کے بطن سے خلیدہ پیدا ہوئی۔

وکیع کا خطبہ:

قتیبہ کے قتل کے بعد عمارۃ بن جنیۃ الریاحی منبر پر خطبہ کے لیے چڑھا اور دیر تک بکواس کرتا رہا۔ وکیع نے تنگ آ کر کہا کہ اپنی ہرزہ سرائی کو چھوڑ دو۔ اور پھر وکیع نے تقریر کی اور کہا کہ میری اور قتیبہ کی مثال اس مصرع کے مضمون کے مشابہ ہے:

من ینك العیر ینك نیاکاً

''جو شخص جنگلی گدھے کو ایڑ مارے گا وہ ایسے شخص کو چھیڑے گا جو بڑا ہی سخت دولتیاں جھاڑنے والا ہے''۔

قتیبہ نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ میں بڑا ہی تلوار یا اور جلا دھوں میں ابو مطرف ہوں۔

جس وقت قتیبہ مارا گیا ہے اس روز وکیع فخر یہ شعر پڑھتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ ''خدا کی قسم میں اسے ضرورت قتل کروں گا۔ ضرور قتل کروں گا۔ اسے سولی پر لٹکاؤں گا' میں خون پیوں گا۔ اس تمہارے حرامزادے رئیس نے تمام چیزوں کے نرخ گراں کر دیئے۔ ان شاء اللہ کل ایک قفیز[1] غلہ چار درہم میں ملے گا ورنہ جو اس نرخ پر نہ بیچے گا میں اسے پھانسی دے دوں گا۔ آپ سب لوگ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجئے''۔ یہ کہہ کر وکیع منبر سے اتر آیا۔

قتیبہ کے سر کی طلبی:

وکیع نے قتیبہ کے سر اور اس کی مہر تلاش کرائی۔ معلوم ہوا کہ بنی ازد لے گئے ہیں۔ وہ یہ سن کر اپنے قیام گاہ سے باہر آ گیا اور کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب تک میرے پاس قتیبہ کا سر نہیں آ جائے گا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا یا میرا سر بھی اس کے سر کے ساتھ ہی جائے گا۔

اور پھر اپنے گھوڑے نے خشب کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اس گھوڑے کے لیے بھی تو ایسے شہسوار کی ضرورت ہے جو اپنی سواری سے اس کی کمر توڑ دیں مگراتنے ہی میں حصین نے آ کر اس سے کہا کہ آپ ذرا دم لیں قتیبہ کا سر بھی آپ کی خدمت میں آیا جاتا ہے اور وکیع خاموش ہو رہا۔ حصین نے بنی ازد سے آ کر کہا کہ کیا تم لوگ احمق ہو گئے ہو کہ پہلے تو تم نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہم سب نے اسی کو سردار بنایا اور اسی وجہ سے اس نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال دی اور پھر بھی تم نے قتیبہ کے سر پر قبضہ کر لیا۔ اس سر پر لعنت ہے' اسے نکال دو۔

مقتولین کے سروں کی روانگی:

چنانچہ سر وکیع کے سامنے لایا گیا۔ حصین نے اس سے کہا کہ اس شخص نے اس سر کو تن سے جدا کیا تھا۔ آپ اسے کچھ انعام دیجیے۔ وکیع نے کہا اچھا اور پھر تین ہزار درہم اسے دلا دیئے اور سلیط بن عبدالکریم الحنفی اور دوسرے قبائل کے کچھ آدمیوں کے ساتھ

---

[1] ایک پیمانہ ہے۔

اس سر کو دربار خلافت میں روانہ کر دیا۔ مگر اس جماعت کے سردار سلیط ہی تھے اور بنی تمیم کا کوئی شخص اس میں نہ تھا۔ انیف بن حسان متعلقہ بنی عدی بھی قتیبہ کے سر کو لے جانے والی جماعت میں شریک تھا۔ وکیع نے حیان النبطی سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ جب قتیبہ اور اس کے خاندان کے دوسرے لوگوں کے سر سلیمان کے سامنے لائے گئے تو سلیمان نے ہذیل بن زفر سے پوچھا کہ کیا اس منظر کو دیکھ کر تمہیں کچھ رنج ہوا؟ ہذیل نے کہا کہ اگر مجھے رنج ہوتا تو اور بہت سے لوگوں کو بھی ہوتا۔ پھر خریم بن عمرو اور قعقاع بن خلید نے سلیمان سے درخواست کی کہ آپ ان سروں کو دفن کر دینے کی اجازت دے دیجیے۔ سلیمان نے کہا کہ ہاں منظور ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

قتیبہ کا مرتبہ:

قتیبہ کی موت پر خراسان کے ایک عجمی باشندہ نے کہا کہ اے ابو! تم نے قتیبہ کو قتل کر ڈالا۔ اگر قتیبہ ہم میں سے ہوتا اور مر جاتا تو ہم اس کی لاش کو ایک تابوت میں رکھتے اور ہر جنگ میں اسے فتح کی برکت کے لیے ساتھ لے جاتے۔ خراسان کا جس قدر عمدہ انتظام قتیبہ نے کیا تھا ایسا کوئی نہ کر سکا۔ ہاں البتہ اس سے یہی سرزد ہوئی کہ اس نے اپنے دشمنوں سے بدعہدی کی مگر اس میں بھی وہ مجبور تھا کیونکہ حجاج نے اسے حکم دیا تھا کہ تم کفار کو دھوکا دے کر اپنے قابو میں کر لو اور پھر قتل کر ڈالو۔

اصبہذ نے ایک عرب سے کہا کہ تم نے قتیبہ اور یزید اپنے دو بڑے سرداروں کو قتل کر دیا۔ عرب نے اس سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک ان میں زیادہ کون عظیم القدر اور آپ کے دلوں میں کسی کی ہیبت زیادہ تھی۔ اصبہذ نے کہا کہ اگر قتیبہ دنیا کے انتہائی گوشہ میں زنجیروں مین جکڑا ہوا مقید ہوتا اور یزید ہمارے ہی علاقہ میں ہمارا حاکم ہوتا تب بھی یزید سے قتیبہ کا رعب اور اس کی ہیبت ہمارے دلوں میں زیاہ ہوتی جس روز قتیبہ مارا گیا ہے اسی روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے اس سے کہا کہ آج عربوں کا بادشاہ مارا جائے گا۔ اور عجمی واقعی قتیبہ ہی کو عربوں کا بادشاہ سمجھتے تھے۔ قتیبہ نے اس کی بات کا برا نہ مانا اور اسے بیٹھ جانے کے لیے کہا۔

ابن عبید الہجری کا قتل:

جنگ کے بعد وکیع نے حکم عام دے دیا تھا کہ کوئی شخص کسی مقتول کے کپڑے یا لباس کو نہ اتارے' مگر ابن عبید الہجری نے ابی الہجر الباہلی کے جو مقتول پڑا ہوا تھا' لباس اور اسلحہ اتار لیے۔ وکیع کو جب اس کی خبر ہوئی اس نے ابن عبید کو قتل کرا دیا۔

ابن عبید الہجری کے قتل کی وجہ:

مگر اس واقعہ کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ ایک روز وکیع سواری کرنے کے لیے جا رہا تھا کہ کچھ لوگ ابن عبید الہجری کو حالت نشہ میں وکیع کے سامنے لائے۔ وکیع نے اسے قتل کرا دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا بھی کہ شراب پینے کی سزا حد ہے۔ قتل نہیں' مگر وکیع نے کہا کہ میں کوڑوں کا کام تلوار سے لینا چاہتا ہوں۔

ہرکارہ کی تیز رفتاری:

بہت سے غسانیوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ ہم درۂ عقاب میں تھے کہ ہمیں ایک شخص ملا جو خبر لے جانے والا ہرکارہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے پاس ایک ڈنڈا تھا اور ایک توشہ دان تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا خراسان سے۔ ہم نے کہا کہ کیا وہاں کی کوئی خبر بیان کر سکتے ہو۔ اس نے کہا ہاں قتیبہ بن مسلم قتل کر دیا گیا ہے۔ ہمیں اس کے بیان پر

سخت تعجب ہوا۔ (کیونکہ جہاں یہ قاصد انہیں ملا تھا وہاں سے خراسان کا فاصلہ کم از کم ڈیڑھ ہزار میل ہے)

جب اس نے دیکھا کہ ہم اس کی خبر کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کر رہے ہیں تو کہنے لگا اجی جناب آج رات تو میں افریقہ (قیروان) پہنچ جاؤں گا وہ تو یہ کہتا ہوا چلتا ہوا۔ ہم نے اس کا تعاقب کیا کہ ذرا اس کے بیان کی تصدیق تو کر لیں۔ حالانکہ وہ تو پیدل تھا اور ہم لوگ گھوڑوں پر سوار تھے مگر اس کی سرعت رفتار کا یہ عالم تھا کہ پرواز نظر تک اس کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔

امارت مکہ پر طلحہ بن داؤد کا تقرر:

اس سال سلیمان نے خالد بن عبداللہ القسری کو مکہ کی صوبہ داری سے موقوف کر کے اس کی جگہ طلحہ بن داؤد الحضرمی کو مقرر کیا۔

قلعہ عوف کی فتح:

مسلمۃ بن عبدالملک نے موسم گرما میں رومیوں کے علاقہ میں جہاد کیا اور قلعہ عوف فتح کیا۔ اسی سنہ میں قرۃ بن شریک العبسی گورنر مصر نے بعض ارباب سیر کے مطابق ماہ صفر میں انتقال کیا۔ دوسرے ارباب سیر کا یہ بیان ہے کہ قرہ نے ولید کی زندگی ہی میں ۹۵ ہجری میں انتقال کیا اور اسی ۹۵ھ میں حجاج نے بھی انتقال کیا۔

امیر حج ابوبکر بن محمد بن عمرو اور عمال:

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری اس سال امیر حج تھے اور اس سنہ میں یہ ہی مدینہ کے گورنر بھی تھے۔ اور عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید مکہ کے عامل تھے۔ یزید بن المہلب عراق کے فوجی گورنر اور پیش امام تھے۔ صالح بن عبدالرحمٰن امیر مال و خزانہ تھے اور یزید کی جانب سے سفیان بن عبداللہ الکندی بصرے کے عامل تھے عبدالرحمٰن بن اذینہ بصرہ کے اور ابوبکر بن ابی موسیٰ کوفے کے قاضی تھے۔ وکیع بن ابی سود خراسان کا فوجی گورنر تھا۔

۹۷ھ کے واقعات

قلعہ مراءۃ کی فتح:

اسی سنہ میں سلیمان نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کے لیے فوج آراستہ کی۔ اپنے بیٹے داؤد بن سلیمان کو موسم گرما کی مہم پر افسر مقرر کر کے رومیوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ داؤد نے قلعہ مرأۃ فتح کیا۔ واقدی کے بیان کے مطابق اس سنہ میں مسلمۃ بن عبدالملک نے رومیوں کے علاقہ میں فوج کشی کر کے اس قلعہ کو فتح کیا جسے کہ وضاحی گروہ کے امیر وضاح نے فتح کیا تھا۔

رومیوں سے بحری جنگ:

عمر بن ہبیرہ الفزاری نے رومیوں کے علاقہ کے سمندر میں بحری جنگ کی اور سمندر ہی میں موسم سرما بسر کیا۔ اسی سنہ میں عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر اندلس میں مارا گیا اور حبیب بن عبیدالفہری اس کے سر کو سلیمان کے پاس لایا۔ اور اسی سال سلیمان نے یزید بن المہلب کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ یزید کے گورنر خراسان ہونے کے اسباب اور اس کے عہد صوبہ داری کے واقعات کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

امارت عراق پر یزید بن المہلب کا تقرر:

جب سلیمان خلیفہ ہوا تو اس نے یزید کو عراق کا فوجی اور مالی اور ملکی گورنر جنرل اور پیش امام مقرر کیا۔ مگر اپنے تقرر کے وقت یزید نے اپنے دل میں سوچا کہ عراق کی حالت کو حجاج نے خراب کر دیا ہے اور ایک عام بے اطمینانی باشندوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ اب سب کی نظریں مجھ پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر عراق جا کر خراج وغیرہ کے معاملہ میں نے بھی ان پر سختیاں کیں جو حجاج نے کی تھیں تو میں بھی حجاج کی طرح ان کی نظروں میں سخت گیر اور جابر ٹھہروں گا۔ مجھے بھی ان کے خلاف فوجی کارروائیاں کرنا پڑیں گی اور ان سے جیل خانے بھرنے پڑیں گے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی نجات دی ہے' اور اگر میں نے سلیمان کو عراق سے اس قدر زرِخراج نہ بھیجا جو کہ حجاج بھیجتا رہا ہے تو سلیمان مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور قبول نہیں کرے گا انہیں باتوں کو سوچ کر یزید سلیمان کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کا نام آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جو مالی معاملات کے ماہر ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ انہیں عراق کا امیر مال وخزانہ مقرر کر دیجیے اور پھر انہیں سے آپ روپیہ لیتے رہیے ان کا نام صالح بن عبدالرحمٰن ہے جو بنی تمیم کے آزاد غلام ہیں۔

سلیمان نے یزید کی رائے کو منظور کر لیا۔ اور اب یزید عراق روانہ ہوا۔ مگر یزید کے عراق آنے سے پہلے ہی صالح عراق پہنچ گیا اور شہر واسط میں آ کر ٹھہر گیا۔

امیر مال صالح بن عبدالرحمٰن:

جب یزید عراق آیا تو لوگ اس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر چلے۔ صالح کو بھی اس کے آنے کی خبر کی گئی۔ اور لوگ تو آگے بڑھ بڑھ کر اس کا استقبال کرتے رہے مگر صالح صرف اس وقت یزید کے استقبال کو گیا جب کہ وہ شہر کے بالکل قریب آ گیا۔ صالح ایک معمولی قسم کا چغہ پہنے ہاتھ میں زرد رنگ کا ایک چھوٹا سا فولادی عصا لیے استقبال کو گیا اس کے ساتھ چار سو سپاہی بھی تھے۔

صالح اور یزید بن مہلب کی ملاقات:

صالح نے یزید سے ملاقات کی اور پھر اس کے ساتھ ساتھ شہر میں آیا۔ ایک مکان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نے یہ مکان خالی کر دیا ہے آپ اس میں فروکش ہو جائیں۔ چنانچہ یزید اسی مکان میں ٹھہر گیا اور صالح ایک دوسرے مکان میں جا کر فروکش ہوا۔

یزید بن مہلب کی فضول خرچی:

رقمی معاملات میں صالح نے یزید کو تنگ کر دیا۔ کوئی چیز اسے نہ دیتا تھا۔ یزید نے لوگوں کو کھانا کھلانے کے لیے ہزار خوان خریدے تو صالح نے اس پر قبضہ کر لیا' اس پر یزید نے اس سے کہا کہ اس کی قیمت آپ میرے حساب میں لکھ دیجیے میں ادا کر دوں گا۔ اسی طرح یزید نے اور بہت سی ضروریات کی چیزیں خریدیں اور تاجروں کو ان کی قیمتوں کے چک صالح کے نام لکھ کر دے دیئے مگر صالح نے کسی چک کو منظور نہیں کیا۔ تاجر پھر واپس آئے اس پر یزید برہم ہوا اور کہنے لگا کہ از ماست کہ بر ماست۔

صالح بن عبدالرحمٰن کا یزید کو مشورہ:

تھوڑی ہی دیر کے بعد صالح بھی یزید کے پاس آیا۔ یزید نے خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا۔ صالح بیٹھ گیا اور یزید سے

کہنے لگا کہ تمام خراج کی رقم بھی ان ہنڈیوں کی ادائی کے لیے کافی نہیں ہوسکتی۔ جب سے آپ تشریف لائے ہیں میں ایک لاکھ درہم کے چیک بے باق کر چکا ہوں' آپ کی تمام تنخواہ اور الاؤنس وغیرہ بھی پیشگی دے چکا ہوں۔ فوج اخراجات کے لیے آپ نے روپیہ طلب کیا وہ بھی میں نے دے دیا مگر اب یہ مزید اخراجات برداشت نہیں کیے جاسکتے۔ اور نہ امیر المومنین اسے پسند فرمائیں گے بلکہ آپ ہی کو ان تمام اخراجات کا ذمہ دار ہونا پڑے گا۔

یزید نے اس سے کہا مہربانی فرما کر اس مرتبہ تو آپ ان چکوں کو ادا کر دیجیے اور اس سے ہنسی مذاق کیا۔ پھر صالح نے کہا کہ بہتر ہے میں ان مطالبات کو ادا کیے دیتا ہوں مگر اب آئندہ خزانہ عامرہ پر زیادہ بار نہ ڈالیے گا۔ یزید نے کہا بہتر ہے اب نہیں ڈالوں گا۔

امارت خراسان کے متعلق عبدالملک بن مہلب سے گفتگو:

سلیمان نے یزید کو صرف عراق کا گورنر مقرر کیا تھا۔ خراسان اس کے تحت میں نہیں دیا تھا۔ ایک مرتبہ سلیمان نے عبدالملک بن مہلب سے جو اس وقت شام میں مقیم تھا (یزید اس زمانہ میں عراق میں تھا) کہا کہ اگر میں تمہیں خراسان کا گورنر مقرر کر دوں تو کس طرح اپنے فرائض انجام دو گے۔ عبدالملک نے کہا کہ میں جناب والا کے حسب دلخواہ کام کروں گا۔ مگر صرف اتنا پوچھنے کے بعد سلیمان خاموش ہو رہا اور پھر کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا۔

یزید بن مہلب کی عراق سے بیزاری:

عبدالملک بن مہلب نے جزیر بن یزید الجہضمی اور بعض اپنے دوسرے خاص دوستوں کو لکھا کہ اس طرح امیر المومنین نے خراسان کی صوبہ داری میرے سامنے پیش کی ہے۔ اس کی خبر یزید کو بھی پہنچ گئی۔ چونکہ وہ خود عراق سے دل برداشتہ ہو گیا تھا اور صالح نے بھی اس کا ناک میں دم کر دیا تھا کہ کسی چیز پر اس کی دسترس نہ تھی اس لیے اس نے عبداللہ بن الاہتم کو بلایا اور کہا کہ میں آپ سے ایک خاص کام لینا چاہتا ہوں آپ اسے میری خاطر سے پورا کر دیجیے۔

یزید بن مہلب اور ابن الاہتم:

عبداللہ بن الاہتم نے کہا کہ فرمایئے میں حاضر ہوں۔ یزید کہنے لگا کہ عراق میں میں جن مشکلات میں ہوں۔ آپ اس سے واقف ہیں کہ میری طبیعت یہاں سے بیزار ہے۔ خراسان میں اس وقت کوئی ایسا شخص نہیں جو وہاں کے انتظام کو عمدگی اور باقاعدگی سے چلا سکے۔ اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ امیر المومنین نے خراسان کی صوبہ داری کا تذکرہ عبدالملک سے کیا ہے۔ اب کہیے' آپ کوئی کارگر تدبیر میرے لیے کر سکتے ہیں؟

عبداللہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں' آپ مجھے امیر المومنین کی خدمت میں بھیج دیجیے' مجھے توقع ہے کہ میں آپ کے لیے خراسان کی صوبہ داری کا فرمان لے کر آؤں گا۔ یزید نے کہا تو اچھا آپ اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔

یزید بن المہلب کا سلیمان کے نام خط:

یزید نے سلیمان کے نام دو خط لکھے ایک میں عراق کی حالت کا بیان ابن الاہتم کی تعریف اور عراق کی حالت سے ان کی باخبری کا تذکرہ تھا۔ یزید نے ابن الاہتم کو تیس ہزار درہم دیئے اور سرکاری ڈاک کے گھوڑے پر انہیں روانہ کیا۔ سات روز کی

مسافت طے کرنے کے بعد ابن الاہتم یزید کا خط لے کر سلیمان کے پاس پہنچے۔ دربار میں حاضر ہوئے۔ سلیمان اس وقت دن کا کھانا کھا رہا تھا۔ ابن الاہتم ایک طرف کو بیٹھ گئے۔ ان کے لیے بھی دو برشتہ مرغیاں لائی گئیں اور انہوں نے کھائیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر ابن الاہتم سلیمان کے سامنے گئے۔ سلیمان نے کہا کہ اس وقت آپ سے ملاقات کا اچھا موقع نہیں ہے آپ سے پھر سوتے میں بات چیت کروں گا۔ سہ پہر کے بعد سلیمان نے پھر ابن الاہتم کو بلایا اور ان سے کہا کہ یزید نے آپ کے متعلق مجھے ایک خط لکھا ہے۔ جس میں آپ کی عراق اور خراسان سے پوری واقفیت اور آگاہی کا تذکرہ ہے اور نیز آپ کی بہت تعریف و توصیف کی ہے اب فرمایئے آپ وہاں کے حالات کیا جانتے ہیں؟

سلیمان بن عبدالملک کی ابن الاہتم سے گفتگو:

ابن الاہتم کہنے لگے کہ واقعی میں وہاں کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں کیونکہ وہیں پیدا ہوا وہیں نشوونما پائی' اس لیے میں خراسان کے متعلق پوری معلومات رکھتا ہوں۔ سلیمان نے کہا کہ ہاں بس تو مجھے آپ ہی ایسے شخص سے اس معاملہ میں رائے اور مشورہ لینے کی سخت ضرورت تھی۔ آپ مجھے مشورہ دیجیے کہ میں کس شخص کو خراسان کا صوبہ دار بناؤں' ابن الاہتم بولے کہ خود جناب والا کسی شخص کا نام لیں جس کسی کا آپ نام لیں گے اس کے متعلق میں اپنی رائے ظاہر کروں گا کہ آیا اس شخص کا تقرر اس خدمت کے لیے موزوں و مناسب ہوگا یا نہ ہوگا۔

ابن الاہتم کی تجویز:

سلیمان نے ایک قریشی کا نام پیش کیا۔ اس کا تو ابن الاہتم نے صرف یہی جواب دیا کہ ان صاحب کو خراسان کا مطلقاً تجربہ نہیں ہے' سلیمان نے عبدالملک بن المہلب کا نام لیا۔ ابن الاہتم نے کہا کہ نہیں یہ بھی مناسب نہیں۔ پھر سلیمان نے متعدد لوگوں کے نام لیے اور آخر میں وکیع بن سود کا نام پیش کیا۔ اس پر ابن الاہتم نے کہا کہ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ وکیع ایک نہایت ہی بہادر اور دلیر آدمی ہیں مگر صوبہ داری کے اہل نہیں۔ علاوہ بریں انھیں جب کبھی تین سو آدمیوں کی قیادت ملی انھوں نے اپنے سپہ سالار سے بغاوت کی۔ سلیمان نے کہا کہ ہاں یہ بھی ٹھیک کہتے ہو مگر پھر تم ہی بتاؤ کہ اور کون اس خدمت کے لیے موزوں ہے۔ ابن الاہتم نے کہا کہ بیش ایک اور صاحب ہیں جن کا نام آپ نے نہیں لیا ہے۔ سلیمان نے کہا تو تم ان کا نام بتاؤ۔ ابن الاہتم بولے کہ آپ وعدہ کیجیے کہ اسے راز میں رکھیں گے اور اگر کبھی انھیں اس بات کا علم ہو جائے تو مجھے ان کی ناراضی سے محفوظ رکھیں گے تو میں ان کا نام بتائے دیتا ہوں۔ سلیمان نے کہا اچھا بتایئے وہ کون ہیں؟ ابن الاہتم نے یزید بن المہلب کا نام لیا۔ سلیمان نے کہا کہ وہ تو عراق میں ہیں اور خراسان کے مقابلہ میں وہ عراق میں رہنے کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں بھلا وہ کاہے کو اسے منظور کریں گے۔ ابن الاہتم نے کہا جی ہاں میں خود اس بات سے واقف ہوں مگر آپ انھیں خراسان جانے کے لیے مجبور کریں۔ عراق پر ایک دوسرے شخص کو گورنر مقرر کریں اور انھیں خراسان بھیج دیں۔ سلیمان نے کہا کہ تمہاری رائے صائب ہے میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

امارت خراسان پر یزید بن مہلب کا تقرر:

چنانچہ سلیمان نے خراسان کی گورنری پر یزید کے تقرر کا فرمان لکھ دیا اور نیز ایک خط بھی اسے لکھا کہ میں نے ابن الاہتم کو عقل' دین' فضل اور مشورہ میں ویسا ہی پایا جیسا کہ تم نے اپنے خط میں لکھا تھا۔ یہ خط اور فرمان تقرر یہ دونوں ابن الاہتم کو دے دیئے۔ ابن

الاہتم سات روز کی منزل طے کر کے پاس آئے۔ یزید نے پوچھا کیا کر کے آئے۔ ابن الاہتم نے وہ خط نکال کر دیا۔ یزید بولا کچھ ہمارے فائدہ کی بھی بات کہو گے۔ پھر ابن الاہتم نے فرمان تقرر ان کے حوالے کیا۔

مخلد بن یزید کی روانگی خراسان:

یزید نے اسی وقت سے سفر کی تیاری شروع کر دی' اپنے بیٹے مخلد کو بلا کر اپنے آگے خراسان روانہ کیا۔ مخلد اسی روز خراسان روانہ ہو گیا۔ پھر یزید بھی چلا۔ واسط پر جراح بن عبداللہ الحکمی کو اپنا منصرم مقرر کیا۔ عبداللہ بن ہلال الکلابی کو بصرہ کا عامل مقرر کیا اور مروان بن المہلب کو جس پر یزید اپنے تمام اور بھائیوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ اپنی جائداد اور دوسرے مال و اسباب کے انتظام ونگرانی کے لیے بصرہ بھیجا۔

وکیع بن ابی سود کی قدر ومنزلت:

اسی معاملہ کے متعلق ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وکیع بن اسود نے قتیبہ کا سر سلیمان کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھ ہی اپنی اطاعت کا یقین دلایا تو اس سے سلیمان کے دل میں اس کی خاص وقعت ومنزلت ہو گئی۔ اسی وجہ سے یزید المہلب نے ابن الاہتم کو ایک لاکھ درہم صلہ دے کر سلیمان کے پاس بھیجا تا کہ وہ وکیع کی جانب سے سلیمان کے خیالات بدل دیئے۔

ابن الاہتم کی وکیع کے خلاف شکایت:

ابن الاہتم نے سلیمان سے جا کر کہا کہ اگر چہ میرے دشمن کو قتل کر کے اور میرا بدلہ لے کر وکیع نے مجھ پر ایک ایسا احسان عظیم کیا ہے جس کا شکر اور اقرار مجھ پر ضروری ہے۔ مگر امیر المومنین کے احسانات مجھ پر اس سے بھی زیادہ ہیں اس لیے آپ کی خیر خواہی مجھے اس امر کے اظہار پر مجبور کرتی ہے کہ میں آپ کو بتادوں کہ جب کبھی ایک چھوٹی سی جماعت بھی وکیع کے ماتحت ہوئی اس کے دل نے فوراً اسے بدعہدی کی سوجھائی۔ جماعت عامہ کے ساتھ مل کر اس نے کوئی نمایاں کامیابی کبھی حاصل نہیں کی البتہ فتنہ وبغاوت میں اس کی کارستانیاں خاص وقعت رکھتی ہیں۔

سلیمان کہنے لگا تو پھر یہ تو ایسا آدمی نہیں ہے کہ جس کی خدمات سے ہم پھر یہ امداد لیں۔

بنی قیس کا قتیبہ کے بارے میں بیان:

بنی قیس کہا کرتے تھے کہ قتیبہ نے کبھی خلیفۃ المسلمین سے بغاوت نہیں کی۔ اور جب سلیمان نے یزید کو عراق کا فوجی گورنر مقرر تو انھیں حکم دیا کہ جا کر دیکھو اگر بنی قیس اس بات کی دلیل پیش کریں۔ کہ قتیبہ نے ہم سے بغاوت نہیں کی اور نہ وہ ہماری اطاعت سے منحرف ہوا تو اس ثبوت کے ساتھ ہی وکیع قید کر دیا جائے۔ یزید نے اپنے بیٹے مخلد کو وکیع کی جانب اپنے آگے روانہ کیا۔

مخلد بن یزید کی مرو میں آمد:

مخلد جب مرو کے قریب پہنچا تو اس نے عمرو بن عبداللہ بن سنان العتکی ثم الصنابجی کو اپنے آگے بھیجا۔ عمرو نے مرو پہنچ کر وکیع سے کہلا کہ مجھ سے آ کر ملو۔ وکیع نے انکار کر دیا۔ عمرو نے پھر کہلا بھیجا کہ ارے بیوقوف احمق اپنے افسر کے استقبال کو جا۔ اب مرو کے سربرآوردہ اور عمائدین مخلد سے ملنے گئے مگر وکیع اب تک پیشوائی کے لیے لیت ولعل کرتا رہا۔ آخر کار عمرو الازدی نے اسے بھیجا۔ جب یہ سب لوگ مخلد کے پاس پہنچے اپنی سواریوں سے اتر پڑے۔ وکیع' محمد بن حمران السعدی اور عباد بن لقیط متعلقہ بنی قیس بن ثعلبہ

گھوڑوں سے نہ اترے تھے مگر لوگوں نے انھیں بھی اترنے پر مجبور کر دیا۔

وکیع کی گرفتاری:

مخلد نے مرو آتے ہی وکیع کو قید کر دیا۔ اسے طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں۔ اپنے باپ کے آنے سے پہلے ہی اس کو اور ساتھیوں کو بھی قید کر کے انھیں تکلیفیں پہنچانا شروع کیں۔ ادریس بن حنظلہ کہتا ہے کہ مخلد نے مرو آ کر مجھے بھی قید کر دیا تھا۔ ابن الاہتم میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیا تم قید سے رہائی چاہتے ہوں۔ میں نے کہا کیوں نہیں ابن الاہتم بولے تو اچھا وہ خط نکالو۔ جو قعقاع بن خلید العبسی اور حزیم بن عمرو المری نے قتیبہ کو سلیمان سے قطع تعلق کرنے کے بارے میں لکھا تھا' میں نے ان سے کہا کیا آپ مجھ سے ضمیر فروشی کرانا چاہتے ہیں؟ پھر ابن الاہتم نے کاغذ کا ایک پلندا منگوایا قعقاع اور بعض اور بنی قیس کی زبان میں قتیبہ کو خط لکھے کہ ولید تو اب اس دنیا سے چل بسے ہیں۔ اور سلیمان اس مزدنی شخص کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیج رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ فوراً اس سے قطع تعلق کر لیں اور علم بغاوت بلند کریں۔ اس پر میں نے ان سے کہا ارے ابن الاہتم تم خود اپنے تئیں خطرہ میں ڈال رہے ہو۔ یاد رکھو کہ اگر میں اس کے سامنے گیا تو فوراً کہہ دوں گا کہ یہ خطوط ابن الاہتم نے لکھے ہیں۔

اسی سنہ میں یزید خراسان کا گورنر ہو کر مرو روانہ ہوا۔ قتیبہ کے قتل کے بعد نو یا دس ماہ وکیع خراسان کا والی رہا۔ اور ۹۷ ہجری میں یزید خراسان آیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی یزید پر نکتہ چینی:

جب یزید نے اہل شام اور بعض اہل خراسان کی زیادہ وقعت اور ان پر زیادہ اعتماد کرنا شروع کیا تو نہار بن توسعۃ شاعر نے اپنے چند اشعار میں اس کے اس طرز عمل کی شکایت کی۔ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس سال سلیمان حج کرنے گیا میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو عرفات کے میدان میں عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید سے یہ کہتے سنا کہ مجھے امیرالمومنین پر سخت تعجب آتا ہے کہ انھوں نے خراسان جیسے نہایت ہی اہم سرحدی صوبہ پر اس جیسے شخص کو کیوں گورنر بنایا؟ خراسان کے تاجروں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اس کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک لونڈی کی قیمت اس قدر دیتا ہے کہ جس سے ایک ہزار غلام خریدے جا سکتے ہیں۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اسے صوبہ دار بنا کر امیرالمومنین کا کیا مقصد ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ مجھے ان کی تقریر سے پتہ چلا کہ اس سے ان کی مراد یزید اور اس کی لونڈی جہنیہ تھی۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ چونکہ خارجیوں کے فتنہ کے زمانہ میں یزید وغیرہ نے خلافت عظمیٰ کی بیش بہا خدمت انجام دی ہیں۔ اب امیرالمومنین اس کا معاوضہ کر رہے ہیں۔

امیر حج سلیمان بن عبدالملک:

یزید نے عبدالملک بن سلام السلولی کو اپنا مقرب بنا لیا تھا۔ اسی وجہ سے عبدالملک نے اس کی مدح میں چند شعر کہے اس سنہ میں خود سلیمان نے امارۃ حج کی اور اسی سنہ میں اس نے طلحہ بن داؤد الحضرمی کو مکہ کی گورنری سے برطرف کر دیا۔

طلحہ بن داؤد کی معزولی وعمال:

سلیمان جب حج کر کے واپس آیا تو طلحہ کو مکہ کی ولایت سے علیحدہ کر دیا۔ طلحہ صرف چھ ماہ مکہ کا والی رہا۔ سلیمان نے اس کی

جگہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس سنہ میں اور تمام علاقوں پر وہی لوگ والی تھے جو سنہ گزشتہ میں تھے۔ البتہ خراسان کا حاکم عام یزید تھا۔ اور یزید کی جانب سے چند ماہ تو حرملہ بن عمیر اللخمی کوفہ پر اس کا قائم مقام رہا۔ پھر یزید نے بشیر بن حسان النہدی کو کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔

۹۸ھ کے واقعات:

اس سنہ میں سلیمان نے اپنے بھائی کو قسطنطنیہ بھیجا اور حکم دیا کہ جب میرا دوسرا حکم تمہیں نہ ملے۔ بغیر فتح کیے واپس نہ آنا۔ مسلمۃ نے موسم سرما اور گرما دونوں قسطنطنیہ کے سامنے ہی بسر کیے۔

مسلمۃ بن عبدالملک کی قسطنطنیہ پر فوج کشی:

جب مسلمۃ قسطنطنیہ کے قریب پہنچا تو اس نے اپنے تمام سواروں کو حکم دیا کہ دو دو مد غلہ اپنے گھوڑوں کے پیچھے باندھ کر لے چلو۔ قسطنطنیہ پہنچ کر حکم دیا کہ تمام غلہ ایک جا جمع کیا جائے۔ چنانچہ غلہ کا ایک انبار لگ گیا۔ پھر حکم دیا کہ اس غلہ میں سے کوئی نہ کھائے۔ دشمنوں کے علاقہ میں غارت گری کرو اور زراعت کرو۔

مسلمۃ بن عبدالملک کی حکمتِ عملی:

مسلمۃ نے لکڑی کے مکانات بھی بنوا دیے۔ انہیں میں مسلمانوں نے جاڑا بسر کیا' لوگوں نے زراعت کی اور وہ غلہ جو ساتھ لائے تھے وہ بدستور کھلے میدان میں پڑا رہا' سڑا گلا بھی نہیں۔ پہلے تو لوٹ مار سے جو غلہ حاصل ہوا اسے لوگ کھاتے رہے پھر اپنی زراعت کی پیداوار پر گذر کرتے رہے۔ اس طرح مسلمہ قسطنطنیہ کے سامنے اس کے باشندوں پر اپنی طاقت کا پورا سکہ جمائے ہوئے عرصہ تک پڑا رہا۔ مسلمۃ کے ساتھ شام کے بعض بڑے بڑے عمائدین بھی تھے۔ جس میں خالد بن معدان' عبداللہ بن ابی زکریا الخزاعی اور مجاہدین جبر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب لوگ اسی طرح وہاں مقیم تھے کہ اتنے میں سلیمان کی موت کی خبر انھیں پہنچی۔ سلیمان نے خلیفہ ہوتے ہی رومیوں سے جہاد کی ٹھانی۔ مقام دابق میں آ کر قیام کیا اور مسلمۃ کو آگے بڑھایا۔ رومی اسی سے ڈر کر بھاگے۔

الیون اور ابن ہبیرہ کی گفتگو:

الیون آرمینا سے آیا اس نے مسلمۃ سے کہا کہ آپ میرے پاس کسی ایسے شخص کو بھیج دیجیے جو مجھ سے گفتگو کرے مسلمۃ نے ابن ہبیرہ کو بھیج دیا۔ ابن ہبیرہ نے الیون سے پوچھا کہ تم کسے احمق سمجھتے ہو؟ الیون نے کہا احمق وہ ہے جو اپنا پیٹ ہر اس چیز سے جو اسے ملے بھر لے۔ ابن ہبیرہ بولے کہ ہم ایک خاص مذہب کے پیرو ہیں اور ہمارے فرائض مذہبی میں امراء کی اطاعت بھی شامل ہے۔ الیون نے کہا کہ آپ ٹھیک فرماتے ہیں اب تک تو ہم اور آپ اپنے مذہب کی خاطر ہی ایک دوسرے سے دست و گریبان رہے ہیں۔ مگر آج ہماری اور آپ کی لڑائی محض ملک اور اقتدار کی خاطر ہے۔ ہم ایک آدمی کے عوض ایک ایک دینار دینے کے لیے تیار ہیں۔

ابن ہبیرہ دوسرے دن پھر رومیوں کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے مسلمۃ سے جا کر آپ کا پیام پہنچا دیا۔ مگر انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو وہ خوب شکم سیر ہو کر دن کا کھانا کھا کر سو رہے تھے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو بلغم کا ان پر غلبہ تھا اس لیے انہیں اچھی طرح یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ میں نے کیا کہا۔

الیون کی چال:

تمام رومی سرداروں نے الیون سے کہا کہ اگر تم مسلمۃ کو کسی حیلہ سے یہاں سے واپس جانے پر مجبور کر دو تو ہم تمہیں کو اپنا بادشاہ بنالیں گے۔ جب ان سرداروں نے ایفاء عہد کا اس سے پوری طرح معاہدہ کر لیا۔ الیون مسلمۃ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رومیوں کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ جب تک یہ سامان خوراک آپ کے پاس ہے آپ ان کے مقابلہ میں انتہائی شجاعت اور بہادری سے نبرد آزمانہ ہیں اور نہ ہوں گے اگر آپ اس غلہ کے ذخیرہ کو جلا ڈالیں تو وہ لوگ آج ہی سر اطاعت خم کیے دیتے ہیں۔

سلیمان بن عبدالملک کا عہد:

مسلمۃ اس داؤ میں آ گئے غلہ کے ذخیرہ کو آگ کی نذر کر دیا۔ اب دشمن کی حالت بہتر ہوگئی اور مسلمانوں کی حالت اس قدر سقیم ہوگئی کہ سب کے سب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ ابھی تک ان کی یہی ناگفتہ بہ حالت تھی کہ سلیمان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

سلیمانے دابق میں فروکش ہونے کے وقت اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ تاوقتیکہ یہ فوج قسطنطنیہ میں میں داخل نہ ہو جائے گی۔ میں یہاں سے واپس پلٹ کر نہ جاؤں گا۔

قیصر روم کا انتقال:

اسی دوران میں قیصر روم بھی مر گیا۔ الیون مسلمۃ کے پاس آیا اور قیصر کی موت کی خبر اسے سنائی اور وعدہ کیا کہ میں سلطنت روما کو تیرے حوالے کروں گا۔ مسلمۃ اس کے ساتھ چلا۔ قسطنطنیہ کے سامنے لشکر ڈال دیا۔ جس قدر سامان خوارک آس پاس کے علاقہ سے اسے مل سکا وہ جمع کر کے باشندگان قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔

الیون کا مسلمۃ سے فریب:

الیون رومیوں کے پاس آیا۔ رومیوں نے اسی کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اب الیون نے مسلمۃ کو خط کے ذریعہ غلہ کے ذخیرہ کو جلا ڈالنے کی ترغیب دی اور اسی کے ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ آپ اس قدر غلہ ہمیں دے دیجیے جس سے کہ شہر کی آبادی زندہ رہ سکے، تمام رومی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ میری اور آپ کی غرض و غایت ایک ہی ہے۔ نیز وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ نہ انہیں لونڈی غلام بنایا جائے گا اور نہ خارج البلد کیا جائے گا۔ ایک رات کے لیے آپ انھیں اجازت دے دیں کہ وہ آپ کے پاس سے غلہ شہر میں لے آئیں۔

مسلمۃ بن عبدالملک کی حماقت:

الیون نے غلہ لے جانے کے لیے پہلے ہی سے بہت سی کشتیوں اور حمالوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ مسلمۃ نے اس بات کی اجازت دے دی اور ایک ہی رات میں رومی اس قدر کثیر مقدار میں غلہ لے گئے کہ مسلمہ کے پاس کچھ نہ بچا۔ صبح ہوتے ہی الیون بدل گیا مسلمۃ کے مقابلہ پر آ گیا اور مسلمۃ کو ایسا احمق بنایا کہ اگر عورت بھی باوجود ناقص العقل ہونے کے ایسا دھوکا کھاتی تو لوگ اسے بھی موردالزام ٹھہراتے۔ مسلمانوں کی فوج کو اس قدر تکلیف برداشت کرنا پڑی کہ جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ ان کا یہ حال ہو گیا کہ پڑاؤ کے باہر جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ تمام جانوران کے چمڑے درختوں کی جڑیں پتے اور غرض کہ مٹی کے علاوہ جو چیز سامنے آئی اسے کھا گئے۔ اگرچہ سلیمان ابھی دابق ہی میں مقیم تھا مگر موسم سرما شروع ہو چکا تھا اور اس لیے وہ اس فوج کو کوئی امداد نہ پہنچا

سکا۔ اسی حالت میں سلیمان نے انتقال کیا۔

ایوب کی ولی عہدی کی بیعت:

اسی سنہ میں سلیمان اپنے بیٹے ایوب کو ولی عہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لی۔ عبدالملک نے ولید اور سلیمان سے اپنی زندگی میں یہ وعدہ لے لیا تھا کہ میرے بعد تم دونوں ابن عاتکہ اور مروان بن عبدالملک کے لیے لوگوں سے بیعت لے لینا۔

ایوب بن سلیمان کا انتقال:

اب مروان نے تو سلیمان کے عہد خلافت میں جب کہ سلیمان مکہ سے واپس آ رہا تھا رحلت کی۔ اس سے مروان کی وجہ سے سلیمان نے اپنے بیٹے ایوب کے لیے بیعت لے لی۔ یزید سے کچھ نہ بولا بلکہ اس امید میں رہا کہ شاید موت اس کے قضیہ سے بھی مجھے نجات دے دے مگر خود ایوب سلیمان کے ولی عہد ہی کا اس اثناء میں انتقال ہو گیا۔

صقالیہ کی فتح:

اسی سنہ میں شہر صقالیہ فتح ہوا۔ برجان ۹۸ ہجری میں مسلمۃ پر اچانک ٹوٹ پڑا۔ اس وقت مسلمۃ کے ساتھ بہت تھوڑی فوج تھی۔ سلیمان نے اس کی امداد کے لیے معدہ یا عمرو بن قیس کو کافی فوج کے ساتھ بھیجا۔ پہلے تو مسلمانوں کے خلاف صقالیہ کی چال کارگر ہوئی مگر پھر بعد میں اللہ نے انہیں شکست دی۔ البتہ کفار نے شراحبیل بن عبدہ کو شہید کر دیا۔

ولید بن ہشام اور عمرو بن قیس کا جہاد:

اسی سنہ میں ولید بن ہشام اور عمرو بن قیس نے جہاد کیا۔ انطاکیہ کے بہت سے باشندے قتل ہوئے ولید نے رومیوں کے غیر محفوظ سرحدی علاقہ کے بہت سے باشندوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور بہت سوں کو قید کر لیا۔

اسی سنہ میں یزید بن المہلب نے جرجان اور طبرستان پر چڑھائی کی۔

دہستان کا محاصرہ:

خراسان آ کر یزید تین یا چار مہینے تو وہیں مقیم رہا۔ پھر دہستان اور جرجان آیا۔ اپنے بیٹے مخلد کو خراسان کا حاکم بنا دیا۔ یزید خود پہلے دہستان آیا۔ کچھ ترک یہاں رہتے تھے۔ یزید نے شہر کا محاصرہ کر کے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ یزید کے ہمراہ کوفہ بصرہ اور شام کی فوج تھی۔ رے اور خراسان کے عمائد بھی تھے۔ اس طرح ایک لاکھ سپاہ اس کے ساتھ تھی۔ آزاد غلام غلام اور رضا کاران کے علاوہ تھے۔

ترکوں سے جنگ:

ترک اپنے شہر سے نکل کر مسلمانوں سے لڑتے مگر تھوڑی ہی دیر میں مسلمان انھیں پسپا کر دیتے اور ترک پھر اپنے قلعہ میں جا گھستے۔ کبھی کبھی کھلے میدان میں بھی آ کر لڑتے اور دونوں حریفوں میں شدید رن پڑتا۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ:

یزید زحر کے دونوں بیٹوں جہم اور جمال کی بہت زیادہ عزت و وقعت کیا کرتا تھا۔ ان کے مقابلہ میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ ایک بڑا گویا اور بہادر شخص تھا۔ صرف اتنی برائی اس میں تھی کہ شراب کا عادی تھا۔ یزید اور اس کے خاندان والوں سے زیادہ ملتا

جلتا بھی نہ تھا۔

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یزید اور اس کے خاندان والے زحر کے دونوں بیٹوں جہم اور جمال کی انتہائی توقیر وتکریم کرتے تھے جو غالباً محمد کو ناگوار خاطر تھی۔ مگر اس کی حالت یہ تھی کہ جب کبھی نقیب مجاہدین اسلام کو جہاد کے لیے تیار ہو جانے کا حکم دیتا تو محمد ہی ایسا شہسوار تھا جو سب سے پہلے نازک موقع پر خطرہ کی جگہ پہنچ جاتا تھا۔

ابن ابی سبرہ کی عثمان بن مفضل سے گفتگو:

ایک دن کا قصہ ہے کہ نقیب نے ایک دم فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اس روز بھی ابن ابی سبرہ اور تمام لوگوں سے پہلے مستعد ہو کر میدان جنگ میں آ گیا۔ ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا کہ عثمان بن المفضل اس کے پاس سے گزرا۔ عثمان نے اس سے کہا کہ اے ابن ا[illegible] کبھی مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ تم سے پہلے میدان جنگ میں آتا۔ اس پر ابن ابی سبرہ نے شکایتاً کہا کہ پھر اس سے مجھے کیا فائدہ ہو رہا ہے آپ لوگ مذحج کے چھوکروں کو اپنی عنایات سے مالا مال کر رہے ہیں اور جو لوگ واقعی جنگ آزمودہ ثابت قدم اور بہادر ہیں ان کے حقوق کو آپ نے طاق نسیاں پر رکھ دیا ہے۔ عثمان کہنے لگے کہ اس میں تو سراسر تمہارا ہی قصور ہے' اگر تم ہم سے کبھی اس بات کی استدعا کرتے تو ہم تم سے کسی ایسی بات کو دریغ نہیں رکھتے جس کے تم اہل ہو۔

ابن ابی سبرہ کی شجاعت:

ایک روز دونوں حریفوں میں نہایت سخت معرکہ جدال وقتال گرم تھا محمد بن ابی سبرہ نے ایک ترک پر جس سے اور لوگ کنائی کاٹ چلے تھے حملہ کیا۔ دونوں بہادروں نے ایک ہی ساتھ ایک دوسرے پر تلوار سے وار کیا۔ ترک کی تلوار محمد کے خود میں پھنس کر رہ گئی اور محمد نے ایک ہی ہاتھ میں حریف کا کام تمام کر دیا۔ اب محمد اس صورت سے اپنے لشکر کی طرف چلے کہ خود ان کی خوں چکاں تلوار تو ان کے ہاتھ میں ہے اور ترک کی تلوار اب تک خود میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ ایک نہایت ہی لاجواب منظر تھا جو شاید کبھی کسی فوج کے سامنے نہ آیا ہوگا۔ یزید کی بھی نظر' اس عجیب وغریب تلواروں کے اجتماع اور خود پر پڑی۔ اس نے شہسوار کا نام پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ ابن ابی سبرہ ہیں۔ یزید کہنے لگا کہ یہ ایک نہایت ہی قابل تعریف شخص ہے کاش کہ شراب کا عادی نہ ہوتا۔

یزید پر ترکوں کا اچانک حملہ:

ایک روز یزید دشمن پر حملہ کرنے کے لیے مناسب جگہ کی تلاش میں اپنے کیمپ سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ بہت سے عمائدین اور شہسوار تھے جن کی تعداد تقریباً چار سو ہوگی کہ اچانک ترکوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ یزید کو ان سے لڑتے ہوئے تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ اسی کے خاص لوگوں نے اس سے درخواست کی کہ آپ پیچھے ہٹ جائیں ہم آپ کی طرف سے لڑتے ہیں۔ مگر یزید نے پیچھے ہٹ کر چلے جانا مناسب نہ سمجھا۔ یہ تجویز رد کر دی اور خود اس نے بھی لڑائی میں شرکت کی۔ اور دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی لڑتا رہا۔ ابن ابی سبرہ۔ زحر کے دونوں بیٹوں' حجاج بن جاریۃ الخثعمی اور اس کے بیشتر ساتھیوں نے جنگ میں شرکت کی اور خوب ہی دادِ مردانگی دی۔ جب واپس پلٹنے لگے تو یزید نے حجاج بن جاریۃ کو فوج کے پچھلے دستہ پر متعین کر دیا۔ حجاج ان کی پسپائی کو دشمن کے نرغہ سے بچاتا جاتا تھا۔ اسی طرح یہ ساری جماعت ایک چشمہ آب پر پہنچی۔ چونکہ سب پیاسے تھے' پیاس بجھائی۔ اب دشمن بغیر کسی طرح کی کامیابی حاصل کیے اپنا سا منہ لے کر ان کا پیچھا چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

دہستان پر یزید بن مہلب کا قبضہ:

یزید نے محاصرہ قائم رکھا۔ شہر کے چاروں طرف فوجیں متعین کر دیں۔ سامان خوراک کی بہم رسانی مسدود کر دی۔ جب محاصرہ کی تکلیفیں بڑھ گئیں۔ فاقہ ہونے لگے اور مسلمانوں سے لڑنے کی طاقت نہ رہی تو دہستان کے رئیس نے یزید کے پاس صلح کی درخواست بھیجی اور درخواست کی کہ میں اس شرط پر صلح کے لیے آمادہ ہوں کہ آپ مجھے' میرے خاندان والوں کو امان دیجیے' میرے مال و متاع پر ہاتھ نہ ڈالیے تو میں اس شہر' اس کے باشندوں' اور جو کچھ اس میں ہو اس سب کو آپ کے حوالے کیے دیتا ہوں۔

یزید نے یہ شرائط منظور کر لیے صلح کر لی' اپنے وعدہ کا ایفا کیا۔ شہر میں داخل ہوا۔ اس قدر مال و اسباب' نقد و جنس اور لونڈی غلام وہاں سے اسے ملے کہ جن کا کوئی شمار نہیں۔ چودہ ہزار ترکوں کو کھڑے کھڑے قتل کر دیا اور سلیمان کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی۔

جرجان میں یزید کا استقبال:

یزید یہاں سے روانہ ہو کر جرجان آیا۔ اہل جرجان کوفہ والوں کو ایک لاکھ' دو لاکھ اور کبھی تین لاکھ درہم دیا کرتے تھے اور اسی پر ان سے صلح کر لی تھی۔ جب یزید جرجان آیا تو اہل جرجان نے اس کا استقبال کیا اور صلح کی درخواست کی۔ اس سے خوف زدہ ہو کر خراج میں اور زیادتی کر دی۔ یزید نے اسد بن عبداللہ الازدی کو جرجان پر اپنا قائم مقام بنا دیا اور اصبہذ کے مقابلے کے لیے طبرستان چلا۔

اصبہذ کا محاصرہ:

یزید کے ہمراہ سفر مینا والے بھی تھے جو درختوں کو کاٹ کر اس کے لیے راستہ صاف کرتے جاتے تھے۔ آخر کار یزید اصبہذ کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کا محاصرہ کر لیا اور اس کے تمام علاقہ پر قابض و متصرف ہو گیا۔ اصبہذ یزید سے صلح کی درخواست کرتا رہا اور نیز اس نے زرِ خراج میں اضافہ کرنے کا اقرار کیا۔ مگر یزید نے اس امید میں کہ قلعہ فتح ہو جائے گا صلح کی درخواست منظور نہیں کی۔

سردار دیلم اور ابن ابی سبرہ کا مقابلہ:

ایک روز یزید نے اپنے بھائی ابوعیینہ کو اہل کوفہ و بصرہ کی ایک جماعت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ابوعیینہ دشمن کے ارادے سے پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ مگر اصبہذ نے پہلے ہی دیلم سے کہلا بھیجا تھا کہ تم دشمن کی پیش قدمی میں مزاحمت کرنا۔ اہل دیلم نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ دونوں حریف گتھم گتھا ہو گئے۔ کچھ دیر تک مسلمانوں نے انھیں الجھائے رکھا اور پھر پسپا کر دیا۔ دیلم کے سردار نے مبارز طلبی کی۔ ابن ابی سبرہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ دونوں بہادروں میں تنہا جنگ ہوئی۔ ابن ابی سبرہ نے دیلم کے ایک سردار کو قتل کر دیا۔ اب دیلم شکست کھا کر بھاگے مسلمان درہ کے دہانہ تک پہنچ گئے اور اب اس میں سے آگے بڑھنے لگے۔

مسلمانوں کی پسپائی:

دشمن نے پہاڑوں کی چوٹیوں سے ان پر تیر اور پتھر برسانے شروع کیے مسلمان درہ کے دہانے سے پسپا ہوئے۔ مگر نہ تو کوئی زیادہ خون ریز جنگ یہاں ہوئی اور نہ دشمن نے ان کے تعاقب میں کوئی قابل تعریف بہادری یا جرأت کا اظہار کیا البتہ خود مسلمان ہی اس قدر بدحواسی سے پسپا ہوئے کہ ایک دوسرے پر چڑھے جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے پہاڑوں کے کھڈوں میں گر پڑے۔

اسی حالت میں خدا خدا کر کے یزید کے پڑاؤ میں پہنچے، مگر انہیں اس فوری ناکامیابی یا شکست کا مطلقاً رنج نہ تھا۔

اصبہبذ کی اہل جرجان سے امداد طلبی:

یزید اسی طرح اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ اصبہبذ نے اہل جرجان سے درخواست کی کہ تم اس فوج پر اچانک حملہ کر دو جسے یزید جرجان میں متعین کر آیا ہے۔ سامان خوراک کی بہم رسانی روک دو اور یزید کی واپسی کا راستہ منقطع کر دو، تم اس تجویز پر عمل کرتے ہو تو میں تمہیں اس کا کافی معاوضہ دوں گا۔ اہل جرجان اس بات پر راضی ہو گئے۔ اور جن مسلمانوں کو یزید اپنے پیچھے جرجان میں چھوڑ آیا تھا ان پر اچانک حملہ کر کے ان میں سے جن پر ان کی دسترس ہو سکی انہیں شہید کر ڈالا۔ بقیہ السیف نے ایک مقام پر پناہ لی۔ یہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ آخر کار خود یزید ان کی امداد کے لیے آیا۔

اصبہبذ سے مصالحت:

یزید اب تک اصبہبذ کے علاقہ میں اس کے مقابلہ پر جما ہوا تھا۔ پھر دونوں میں صلح ہو گئی۔ شرائط صلح میں طے پایا کہ اصبہبذ سات لاکھ درہم سالانہ ادا کرے، چار لاکھ درہم نقد اور چار سو گدھے زعفران کے لدے ہوئے اور چار سو غلام جن کے سروں پر کلاہ ہو اس پر عمامہ ہو ہاتھ میں چاندی کا جام ہو اور ایک ایک ریشم کا تھان ہو۔ یزید کو پیش کرے۔ اس سے پہلے مسلمانوں نے اصبہبذ سے صرف دو لاکھ درہم پر صلح کی تھی۔

اب یزید اور اس کی فوج اصبہبذ کے علاقہ سے واپس ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ شکست خوردہ فوج ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر اہل جرجان اس موقع پر دغا نہ کرتے تو کبھی یہ فوج طبرستان کو فتح کیے بغیر اس طرح واپس نہ آتی۔

اہل جرجان کی بدعہدی:

یزید کی اہل جرجان سے صلح کرنے کے بارہ میں ایک روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اہل جرجان سے صلح کی تھی، مگر پھر اہل جرجان نے اس معاہدہ کو پس پشت ڈال دیا اور صلح فسخ کر دی، سعید رضی اللہ عنہ کے بعد اور کسی نے جرجان کا رخ نہیں کیا۔ اہل جرجان نے اپنے علاقہ سے مسلمانوں کو گزرنے بھی نہ دیتے تھے اسی بنا پر کوئی شخص اپنے کو خطرہ میں ڈالے بغیر اس راستہ سے نہیں گزرتا تھا اور اب فارس سے خراسان آنے کا صرف ایک ہی راستہ کرمان ہو کر بچا ہوا تھا۔ سب سے پہلے قتیبہ بن مسلم نے اپنے گورنر خراسان مقرر کیے جانے کے وقت قومس سے اس راستہ کو طے کیا۔

وادی مصقلہ:

پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مصقلہ نے دس ہزار فوج کے ساتھ خراسان پر چڑھائی کی تو مقام رویان میں مصقلہ اور اس کی تمام فوج ہلاک ہو گئی (رویان طبرستان کی آخر سرحد پر واقع ہے) دشمن نے اس فوج کو پہاڑوں کے پر پیچ راستوں میں گھیر لیا۔ اور سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ جس وادی میں مسلمانوں کی یہ فوج تباہ ہوئی اس کا نام وادی مصقلہ ہو گیا۔ اور اسی واقعہ سے یہ ضرب المثل بھی پیدا ہوئی۔ "حتی یرجع مصقلة من طبرسان" جب کہ مصقلہ طبرستان سے واپس آئے۔ یعنی کبھی نہیں۔

اہل جرجان کی اطاعت:

جب سعید رضی اللہ عنہ نے اہل جرجان سے صلح کی تو اس کے بعد اہل جرجان کبھی تو ایک لاکھ درہم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اس قدر

رقم پر تم نے صلح کی تھی اور کبھی کبھی دو لاکھ اور تین لاکھ دے دیتے تھے کہ بسا اوقات ادا کرتے تھے اور بسا اوقات بالکل ہی نہیں دیتے تھے۔ آخر کار انہوں نے خراج دینا بالکل ہی بند کر دیا اور معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کی۔ جب یزید جرجان آیا تو کسی نے اس کے مقابلہ میں چون و چرا نہیں کی اور جب اس نے صول سے صلح کر لی اور بحیرہ اور دہستان فتح کر لیے تو اہل جرجان نے بھی انہیں شرائط پر صلح کر لی جن پر کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

صول فیروز بن قول:

صول ترکی دہستان اور بحیرہ میں آ کر فروکش ہوا کرتا تھا (بحیرہ سمندر میں ایک جزیرہ تھا جو دہستان سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔ یہ دونوں مقام جرجان سے متعلق ہیں اور خوارزم کے متصل واقع ہیں) صول فیروز بن قول جرجان کے تعلقہ دار کے سرحدی علاقہ پر غارت گری کرتا تھا۔ اور پھر بحیرا اور دہستان کو واپس آ تا تھا۔

فیروز کی معزولی:

اسی اثناء میں فیروز اور اس کے چچیرے بھائی مرزبان کے درمیان کوئی تنازعہ پیدا ہوا۔ مرزبان نے فیروز کو معزول کر دیا۔ فیروز بیاسان چلا آیا اور اس خوف سے کہ مبادا ترک یہاں بھی مجھ پر غارت گری کریں خراسان میں یزید کے پاس چلا آیا اب صول نے جرجان پر قبضہ کر لیا۔

فیروز اور یزید بن مہلب:

یزید نے فیروز سے اس کے پاس آنے کی وجہ دریافت کی۔ فیروز نے کہا کہ صول سے ڈر کر آپ کے پاس بھاگ آیا ہوں۔ یزید نے کہا اس سے لڑنے کی کوئی تدبیر تم بتا سکتے ہو۔ فیروز نے کہا جی ہاں ایک ترکیب ہے کہ یا تو آپ اس پر فتح پا کر اسے قتل کر ڈالیں گے یا ہتھیار رکھوالیں گے۔ یزید نے وہ تدبیر پوچھی۔

فیروز کا یزید بن مہلب کو مشورہ:

فیروز نے کہا کہ اگر صول جرجان سے نکل کر بحیرہ چلا جائے اور وہاں جا کر آپ اس کا محاصرہ کر لیں تو آپ ضرور فتح مند ہوں گے۔ آپ اصبہذ کو ایک خط لکھیے اس میں بہت سے وعدے وعید کر کے اس سے درخواست کیجیے کہ وہ کسی نہ کسی طرح صول کو جرجان میں روکے رہے اور مجھے یقین ہے کہ چونکہ اصبہذ صول کی بہت تعظیم و توقیر کرتا ہے۔ اس لیے وہ ضرور اس خط کو مزید تقرب حاصل کرنے کے لیے صول کے پاس بھیج دے گا اور اس طرح ہمارا یہ مقصد حاصل ہو جائے گا کہ صول جرجان سے بحیر چلا جائے گا۔

یزید کا حاکم طبرستان کے نام خط:

یزید نے حاکم طبرستان کو لکھا کہ چونکہ میں صول پر چڑھائی کرنا چاہتا ہوں اور وہ اس وقت جرجان میں مقیم ہے مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میرے اس ارادہ کا اسے علم ہو گا وہ فوراً بحیرہ چلا جائے گا اور وہ ایسا مستحکم مقام ہے کہ وہاں ہم کسی طرح اس پر فتح نہ پاسکیں گے اور چونکہ وہ تمہاری بات مانتا ہے اور تم سے مشورہ لیتا ہے اس لیے اگر تم اس سال اسے جرجان میں روک لو اور بحیرہ نہ جانے دو تو میں تمہیں پچاس ہزار مثقال سونا دوں گا اب تم کسی نہ کسی طرح اسے جرجان ہی میں روکے رکھو کیونکہ اگر وہ جرجان میں رہا تو میں ضرور اس پر فتح پالوں گا۔

اصبہذ نے خط دیکھتے ہی اسے صول کے پاس بھیج دیا۔ صول نے بھی خط دیکھتے ہی اپنی فوج کو جرجان سے بحیرہ چلنے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ ترک قلعہ بند ہو کر مقابلہ کے خیال سے سامان خوراک بھی اپنے ساتھ لے گئے۔

فتح جرجان:

یزید کو جب اس کا علم ہوا وہ تیس ہزار فوج کے ساتھ جرجان کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ فیروز بن قول بھی اس کے ہمراہ تھا۔ یزید نے اپنے بیٹے مخلد کو خراسان پر اپنا منصرم مقرر کیا۔ سمرقند' نسف اور بخارا پر اپنے دوسرے بیٹے معاویہ بن یزید کو منصرم بنایا۔ طخارستان پر حاتم بن قبیصہ بن المہلب کو منصرم کیا اور خود جرجان آیا۔ اس زمانہ میں جرجان کوئی خاص مصنوعی شہر نہ تھا بلکہ قدرتی طور پر ایک محدود رقبہ کو پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ان پہاڑوں میں ہی دروازے بنا دیئے گئے تھے جن کے بالائی جانب سر بفلک چوٹیاں ایستادہ تھیں اگر ایک شخص دروازہ کے اوپر کھڑا ہو جاتا تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اندر قدم رکھ سکے۔

صول کا محاصرہ:

مگر یزید بغیر کسی مقابلہ یا مزاحمت کے جرجان میں داخل ہو گیا۔ بہت کچھ مال غنیمت اسے ملا اور مرزبان نے راہ فرار اختیار کی۔ اب یزید نے بحیرہ آ کر صول کا اچھی طرح محاصرہ کر لیا۔ صول کسی کسی دن محاصرہ سے نکل کر یزید سے نبرد آزما ہوتا اور پھر قلعہ میں جا دبکتا۔ یزید کے ساتھ کوفی اور بصری دونوں شہروں کی فوجیں تھیں۔

ابن ابی سبرہ پر ترکوں کا حملہ:

اب یہاں اس روایت میں وہ جہم اور جمال اور محمد بن ابی سبرہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو اوپر مذکور ہو چکا' البتہ ابن ابی سبرہ کے اس ترک بہادر پر وار کرنے کے سلسلہ میں یہاں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اس ترک کی تلوار محمد کی چرمی ڈھال میں الجھ کر رہ گئی۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے محمد جرجان میں ترکوں سے نبرد آزما تھے کہ بہت سے ترکوں نے انھیں گھیر لیا اور چاروں طرف سے تلواروں سے ان پر وار کرنے لگے۔ اس موقع پر محمد کے ہاتھ میں تین تلواریں ٹوٹ گئیں۔

صول کی امان طلبی:

بہر حال کامل چھ ماہ تک یہی حال رہا کہ ترک اپنے قلعہ سے کبھی کبھی نکل کر مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کر لیتے اور پھر قلعہ کے آغوش میں جا کر پناہ لیتے۔ آخر کار کنویں کا پانی پینے سے ان میں مرض سواد پھوٹ پڑا اور موت نے اپنی حکمرانی شروع کی۔ اب تو صول صاحب کو ہوش آیا۔ اس نے صلح کی درخواست بھیجی۔ یزید نے اسے مسترد کر دیا اور کہا کہ اس وقت تک صلح نہ کروں گا۔ جب تک کہ صول کو بلاشرط میرے حوالے نہ کر دے گا۔ صول نے اس طرح کی اطاعت کو منظور نہ کیا البتہ یہ کہلا بھیجا کہ آپ مجھے میرے ذاتی مال و اسباب اور میرے خاندان اور خاص دوستوں میں سے تین سو آدمیوں کو امان دے دیں تو بحیرہ پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

مال غنیمت کی تقسیم:

یزید نے یہ شرط مان لی۔ صول اپنا تمام مال و متاع اور اپنے تین سو خاص آدمیوں کو لے کر یزید کے پاس چلا آیا۔ یزید نے چودہ ہزار ترکوں کو کھڑے کھڑے قتل کرا دیا۔ اور باقیوں کو چھوڑ دیا۔

اس وقت فوج نے یزید سے اپنی تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ یزید نے ادریس بن حنظلۃ العمی کو بلا کر کہا کہ بحیرہ میں جس قدر روپیہ و اسباب ہو اس کی مجموعی تعداد و مقدار ہمیں بتاؤ تا کہ اس سے فوج کی تنخواہیں ادا کی جا سکیں۔

ادریس بحیرہ میں داخل ہوئے۔ اس قدر مال غنیمت وہاں سے ملا کہ جس کا وہ شمار و قطار ہی نہ کر سکے یزید سے آ کر کہا اس قدر مال غنیمت شہر میں ہے کہ اس کا تفصیلی حساب تو نہیں ہو سکتا۔ البتہ چونکہ وہ برتنوں میں بھرا ہوا ہے اس لیے ہم غلہ کی بوریوں کو شمار کر لیتے ہیں اور اس طرح ہمیں مجموعی مقدار کا علم ہو جائے گا اور پھر ہم فوج سے کہہ دیں گے کہ خود جا کر جتنا جی چاہے لے لو۔ اس طرح جو شخص کوئی شے لے گا ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ گیہوں' جو' مسور' اور شہد میں سے اس قدر خرچ ہوا ہے۔

یزید نے کہا اچھا مناسب ہے یہی کیجیے۔ لوگوں نے ہر جنس کی تمام بوریوں کا شمار کر لیا اور بتا دیا کہ اس بوری میں فلاں غلہ ہے اور فوج کو حکم دیا کہ جو چاہو لے لو۔ اب ہر شخص کپڑا' غلہ یا کوئی اور چیز لے کر نکلنے لگا۔ اور متصدی نے اس کا حساب لکھ لیا۔ اس طرح اس روز فوج والوں نے بہت سی چیزیں لے لیں۔

محمد بن واسع اور تاج کا واقعہ:

شہر بن حوشب یزید کا مہتمم خزانہ تھا۔ کسی شخص نے یزید سے اس کی شکایت کی کہ اس نے ایک چمڑے کا بیگ لے لیا ہے یزید نے اس کے متعلق شہر سے دریافت کیا۔ شہر اس بیگ کو لے آیا۔ یزید نے اس شخص کو بلوایا جس نے شکایت کی تھی اسے خوب گالیاں دیں اور شہر سے کہا کہ تم اس بیگ کو لے جاؤ۔ مگر اب شہر نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یزید کو جرجان میں ایک مرصع تاج ملا۔ یزید نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا ہے جو اس تاج کے لینے سے انکار کرے۔ سب نے جواب دیا کہ کوئی نہیں۔ یزید نے محمد بن واسع الازدی کو بلایا اور کہا کہ یہ تاج آپ کی نذر ہے۔ محمد بن واسع نے کہا کہ میں اسے لے کر کیا کروں گا۔ یزید نے کہا کہ میں نے تو اسے آپ کو دینے کا عزم کر لیا ہے۔ محمد نے تاج لے لیا اور باہر چلے آئے۔

یزید نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم دیکھتے رہو کہ محمد اس تاج کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ راستہ میں محمد کو ایک سائل ملا۔ محمد نے سائل کو وہ تاج دے دیا۔ اب اس شخص نے جسے یزید نے اسی بات کو دیکھنے کے لیے متعین کیا تھا سائل کو پکڑ لیا اور اسے یزید کے سامنے لایا۔ یزید نے اسے بہت سا روپیہ دے کر تاج واپس لے لیا۔

فتح جرجان کی اہمیت:

سلیمان کی یہ عادت تھی کہ جب قتیبہ کسی جگہ کو فتح کرتا تو وہ یزید سے کہتا کہ دیکھو خداوند عالم قتیبہ کے ہاتھوں ہمیں کیسی فتوحات عطا کر رہا ہے۔ یزید کہتا مگر آپ نہیں دیکھتے کہ جرجان نے کیا ادھم مچا رکھا ہے۔ شاہراہ اعظم کو آمد و رفت کے لیے مسدود کر دیا ہے جس کی وجہ سے قومس اور ابرشہر کی حالت بھی مخدوش ہو گئی ہے اور جرجان کے مقابلہ میں یہ فتوحات کوئی چیز نہیں ہیں۔ غرض کہ جب یزید گورنر خراسان مقرر ہوا تو اس کا خلوص مقصد یہی تھا کہ جس طرح ہو سکے جرجان کو فتح کروں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جرجان پر حملہ کرنے کے وقت یزید کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی جس میں ساٹھ ہزار شامی فوج تھی۔

اصبہذ کے محاصرہ کی دوسری روایت:

ایک اور بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ صول سے صلح کرنے کے بعد یزید نے طبرستان فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس ارادہ سے طبرستان روانہ ہوا۔ عبداللہ بن المعمر الیشکری کو بیاسان اور دھستان کا عامل مقرر کیا۔ چار ہزار فوج اس کے ساتھ چھوڑی اور خود جرجان کے زیریں حصہ میں جو طبرستان سے متصل ہے آیا اندرستان جو طبرستان کے متصل واقع ہے' اسد بن عمرو یا ابن عبداللہ بن الربعہ کو عامل مقرر کیا اور اس کے ساتھ بھی چار ہزار فوج متعین کر دی ان امور سے فارغ ہو کر یزید اصبہذ کے علاقہ میں در آیا۔ اصبہذ نے صلح کی درخواست کی مگر یزید نے طبرستان کو بزور شمشیر مسخر کرنے کی حرص وتمنا میں درخواست صلح مسترد کر دی۔ اپنے بھائی ابوعیینہ کو ایک سمت سے' خالد بن یزید اپنے بیٹے کو ایک سمت سے اور ابوجہم الکلبی کو اور ایک سمت سے طبرستان پر حملہ کرنے کا حکم دے کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب تم تینوں سردار ایک موقع پر جمع ہو جاؤ تو ابوعیینہ تمام فوج کے سپہ سالار رہوں گے۔

ابوعیینہ بصری اور کوفی فوجوں کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ ہریم بن ابی طحمۃ بھی تھے۔ یزید نے ابوعیینہ سے کہہ دیا تھا کہ ہر معاملہ میں تم ہریم سے مشورہ لیتے رہنا۔ کیونکہ وہ نہایت ہی خیر خواہ آدمی ہیں۔ خود یزید ایک جگہ پڑاؤ ڈال کر ٹھہر گیا۔ اصبہذ نے گیلانیوں اور دیلموں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے ہموار کر لیا۔ انہوں نے مسلمانوں پر پہاڑ کے چڑھاؤ پر حملہ کیا' مگر مشرک شکست کھا کر پسپا ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور بڑھتے بڑھتے درہ کے دہانہ تک جا پہنچے بلکہ اس میں داخل بھی ہو گئے۔ مشرک اور بلندی پر چڑھ گئے۔ مگر مسلمان بھی برابر ان کے پیچھے لگے رہے۔ اب دشمن نے تیروں اور پتھروں سے مسلمانوں کی خبر لینا شروع کی۔ ابوعیینہ اور تمام مسلمان شکست کھا کر بھاگے اور ان میں ایسی ابتری پڑی کہ ایک دوسرے پر چڑھا جاتا تھا۔ بہت سے پہاڑوں کے کھڈوں میں گر کر جان بحق ہوئے۔ اور اسی بدحواسی کے عالم میں انھوں نے یزید کے اصل لشکر گاہ میں پہنچ کر دم لیا۔ مگر دشمن نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔

عبداللہ بن المعمر اور فوجیوں کی شہادت:

چونکہ خود اصبہذ اپنی جگہ مسلمانوں سے سہا ہوا تھا اس لیے اس نے فیروز بن قول کے چچیرے بھائی مرزبان کی جو کہ جرجان کی انتہائی سرحد پر بیاسان کے قریب تھا' لکھا کہ ہم نے یزید اور اس کی فوج کو بالکل تباہ کر ڈالا ہے' اس لیے بیاسان میں جو عرب ہوں تم انھیں قتل کر ڈالو۔ مرزبان مسلمانوں کے قتل کا پورا تہیہ کر کے بیاسان آیا۔ مسلمان بے خبر اپنے مکانات میں سو رہے تھے۔ ایک ہی رات میں عبداللہ بن المعمر اور اس کی چار ہزار فوج تہ تیغ کر ڈالی گئی' ایک بھی ان میں نہ بچ سکا۔ بنی العم کے پچاس آدمی اس رات شہید ہوئے۔ حسین بن عبدالرحمٰن اور اسمٰعیل بن ابراہیم بن شماس بھی شہید کر ڈالے گئے۔ اس کارروائی کو ختم کر کے مرزبان نے اصبہذ کو لکھا کہ میں اب مسلمانوں کی واپسی کا راستہ اور دوسرے تنگ مقامات مسدود کر دیتا ہوں۔

حیان سے یزید بن المہلب کی درخواست:

یزید کو جب عبداللہ بن المعمر اور اس کی تمام فوج کی ہلاکت کا علم ہوا تو اس سے وہ خوفزدہ اور پریشان ہو گیا۔ حیان النبطی کے پاس دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ چونکہ میں آپ کو مسلمانوں کا سچا بہی خواہ سمجھتا ہوں۔ اس لیے میں آپ سے صاف صاف بیان کیے دیتا ہوں کہ جرجان سے یہ اطلاع آئی ہے اور دشمن نے ہماری واپسی کا راستہ بھی منقطع کر دیا ہے۔ اب آپ صلح کی تدبیر کیجیے۔ حیان

نے کہا کہ بہتر ہے۔

حیان کی تدبیر و حکمت عملی:

حیان اصبہذ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر چہ مذہب نے میرے تمہارے درمیان تفریق کر دی ہے مگر اصل میں میں آپ ہی کا ہم قوم ہوں اور اس بناء پر آپ کا خیر سگال ہوں۔ میں آپ کو یزید کے مقابلہ میں زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ یزید نے امدادی فوج بلائی ہے جو بالکل نزدیک آ گئی ہے بلکہ اس کا کچھ حصہ ان کے پاس پہنچ بھی گیا ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اب وہ ایسی زبردست فوج کے ساتھ تم پر حملہ کرے گا تمہارے چھکے چھوٹ جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اسی وقت صلح کر لو۔ اور اسی طرح ان کا وہ غصہ بھی جو اہل جرجان کے مسلمانوں کو دھوکہ سے قتل کر دینے کی وجہ سے اس کے سر پر سوار ہے جاتا رہے گا۔

اصبہذ سے زرتاوان پر صلح:

حیان کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اصبہذ نے سات لاکھ درہم زرتاوان پر صلح کر لی۔ علی بن المجاہد نے بیان کیا ہے کہ پانچ لاکھ درہم چار سو گدھے زعفران، چار سو آدمی جن کے سر پر کلاہ اور عمامہ ہو، ہاتھ میں چاندی کا جام لیے، اور ایک ایک ریشم کا تھان ہو۔ یہ چیزیں زرتاوان صلح میں طے پائی تھیں۔ حیان یہ شرائط طے کر کے یزید کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ کسی شخص کو بھیج دیجیے کہ وہ زرتاوان جس پر میں نے مشرکین سے صلح کی ہے اٹھا لائے۔ یزید نے پوچھا کیا ہم یہ رقم دشمن کو دیں یا وہ ہمیں دیں گے؟ حیان نے کہا نہیں وہ دیں گے۔ حالانکہ یزید تو اس بات کے لیے تیار تھا کہ اس قدر تاوان خود ادا کر کے بمصداق جان بچی لاکھوں پائے دشمن سے اپنا پیچھا چھڑا لے اور جرجان واپس آ جائے۔ غرض کہ یزید نے ایک شخص کو بھیج دیا کہ وہ اس رقم کو وصول کر کے لے آئے۔ جب یہ رقم آ گئی یزید جرجان واپس آ گیا۔

حیان النبطی پر جرمانے کی وجہ:

چونکہ یزید نے اس سے پہلے حیان پر دو لاکھ درہم جرمانہ کیا تھا اس وجہ سے اسے یہ ڈر تھا کہ حیان اس موقع پر خیر خواہی نہ کریں گے۔ اس جرمانہ کرنے کی وجہ خالد بن صبیح حیان کے لڑکوں کے اتالیق نے یہ بیان کی ہے کہ ایک روز حیان نے مجھے بلایا اور کہا مخلد کو خط لکھ دو۔ مخلد اس وقت بلخ میں تھا اور یزید مرو میں تھا۔ میں نے کاغذ ہاتھ میں اٹھا لیا۔ حیان نے کہا لکھو۔ یہ خط حیان مصقلہ کے آزاد غلام کی طرف سے مخلد بن یزید کو لکھا جاتا ہے یہ سنتے ہی مقاتل بن حیان نے آنکھ کے اشارہ سے مجھے لکھنے سے منع کر دیا اور اپنے باپ سے کہا کہ قبلہ آپ مخلد کو خط لکھ رہے ہیں اور اپنی طرف سے اس کی ابتداء کر رہے ہیں۔ حیان بولے کہ ہاں اگر اس نے میری بات کو نہ مانا تو اس کا وہی حشر ہوگا جو قتیبہ کا ہوا۔ پھر حیان نے مجھے خط لکھنے کا حکم دیا۔ میں نے لکھ دیا۔ مخلد نے اس خط کو اپنے باپ کے پاس بھیج دیا اور اسی وجہ سے یزید نے حیان پر دو لاکھ درہم جرمانہ کیا۔

اسی سنہ میں یزید نے جرجان کو دوسری مرتبہ جرجان کے نقض عہد اور دھوکے سے مسلمانوں کو قتل کر دینے کے بعد فتح کیا۔

جرجان کا محاصرہ:

یزید نے طبرستان سے صلح کر کے جرجان کا رخ کیا اور اللہ سے عہد کیا کہ اگر میں نے ان پر فتح پائی تو اس وقت تک تلوار نیام میں نہیں رکھوں گا جب تک کہ ان کے خون کے خمیر سے روٹی پکا کر نہ کھا لوں گا۔ جب مرزبان کو معلوم ہوا کہ یزید نے اصبہذ سے صلح

کر لی ہے اور اب اس کا رخ جرجان کی طرف ہے وہ اپنی ساری جمعیت کو جمع کر کے قلعہ میں لے آیا اور مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ خود یہ قلعہ اس قدر وسیع و عریض تھا کہ جو شخص قلعہ میں محصور ہوا سے کھانے پینے کی کسی چیز کی باہر سے مہیا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

قلعہ کے عقبی راستہ کی دریافت:

غرض کہ یزید نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس کے چاروں طرف نہایت ہی گھنا جنگل تھا اور مسلمانوں کو قلعہ تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ معلوم تھا' سال ماہ یوں ہی گزر گئے۔ قلعہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ کفار کی یہ عادت تھے کہ کسی کسی دن قلعہ سے باہر آ کر مسلمانوں سے لڑتے اور پھر قلعہ میں چلے جاتے۔ اسی اثناء میں خراسان کا ایک عجمی باشندہ جو یزید کے ہمراہ تھا شکار کے لیے نکلا اس کے ہمراہ اس کا خدمت گار بھی تھا۔ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ بنی طے کا ایک شخص شکار کے لیے گیا تھا۔ بہر حال اس شخص نے ایک بز کوہی کو پہاڑ پر چڑھتے دیکھا اس نے اس کا پیچھا کیا اور اپنے ساتھیوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ یہ شخص بز کوہی کے پیروں کے نشانات پر چلتے چلتے پہاڑ پر بہت دور تک چڑھ گیا اور اچانک دشمن کے لشکر گاہ کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ دیکھتے ہی وہ الٹے پاؤں پلٹا۔ اس خوف سے کہ پھر یہ راستہ بھول جائے گا۔ اپنی قبا کو پھاڑ کر اس کے ٹکڑے علامت کے لیے درختوں سے باندھتا آیا۔ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور پھر یہ ساری جماعت اصل لشکر گاہ میں واپس آ گئی۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس شکاری کا نام ہیاج بن عبدالرحمٰن الازدی تھا۔ یہ طوس کا باشندہ اور شکار کا بڑا ہی شائق تھا۔ لشکر گاہ میں آ کر یہ شخص عامر بن انیم الواشجی یزید کے محافظ دستہ کے افسر کے پاس آیا لوگوں نے اسے اندر جانے سے روکا۔ اس نے زور سے چلا کر کہا کہ میں نہایت ہی مفید بات کہنا چاہتا ہوں۔

ہیاج بن عبدالرحمٰن کو انعام:

ابو مخنف کہتے ہیں کہ اس نے سب سے پہلے زحر بن قیس کے دونوں بیٹوں سے یہ واقعہ بیان کیا۔ یہ لوگ اسے یزید کے پاس لائے اس نے یزید سے اپنے اس دشمن کے لشکر گاہ تک پہنچنے کا واقعہ سنایا۔ یزید نے کہا کہ اگر یہ بات سچ نکلی تو میں تمہیں اس قدر روپیہ انعام میں دوں گا۔ یزید نے اپنے وعدہ کے ایفا کے لیے اپنی لونڈی جہنیہ کی ضمانت بھی دلوا دی۔ مگر پہلے بیان کے سلسلہ کے مطابق یزید نے اسے بلا کر پوچھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ دشمن کے قلعہ و جاہ میں بغیر لڑے بھڑے داخل ہو جاؤ؟ یزید نے کہا کیوں نہیں چاہتے؟ وہ شخص بولا تو پھر میرا انعام؟ یزید نے کہا کہ تو ہی بتا کہ کتنا دینا چاہیے؟ اس نے کہا چار ہزار درہم۔

منتخب دستہ کی روانگی:

یزید نے کہا کہ اس کے علاوہ تجھے انعام بھی دیا جائے گا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ پہلے آپ یہ چار ہزار تو دے دیجیے۔ پھر اس کے بعد جو چاہے دیجیے گا۔ چنانچہ اسے یزید نے چار ہزار درہم اسی وقت دلوا دیئے اور فوج میں اعلان کر دیا کہ جو شخص اس مہم پر جانے کے لیے تیار ہو وہ مستعد ہو کر آ جائے۔ چودہ سو بہادر آن کی آن میں چلے آئے۔ مگر اس شخص نے کہا کہ چونکہ راستہ میں بہت گھنی جھاڑیاں ہیں۔ اس لیے اتنی بڑی فوج اس راستہ سے کسی طرح نہیں گزر سکتی۔ یزید نے چودہ سو میں سے صرف تین سو آدمی منتخب کیے۔ اور جہم بن زحر کو اس کا افسر مقرر کر کے اس شخص کے ہمراہ روانہ کیا۔

خالد بن یزید کو حکم:

بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس جماعت پر یزید نے اپنے بیٹے خالد بن یزید کو افسر مقرر کیا تھا' اور اس نے لکھ دیا تھا کہ گو تم زندگی کے لیے مجبور کیے گئے ہو مگر موت کے معاملہ میں مجبور نہ ہونا شکست کھا کر اپنی صورت مجھے نہ دکھانا۔ یزید نے خالد کے ہمراہ جہم بن زحر کو بھی کر دیا تھا۔ یزید نے اس راہبر سے پوچھا کہ تم دشمن کو کب تک جالو گے؟ اس نے کہا کل عصر کے قریب' دونوں نمازوں عصر وظہر کے درمیان میں دشمن کے پڑاؤ پر پہنچ جاؤں گا۔ یزید نے کہا اچھا جاؤ خدا کی برکت تمہارے شامل حال رہے۔ میں بھی کل نماز ظہر کے وقت سے دشمن سے برسر پیکار ہو جاؤں گا۔ اور ایک جماعت اپنے اس خاص کام پر روانہ ہوئی۔

یزید کا کفار پر حملہ:

اس طرف یزید نے دوسرے دن نصف النہار کے قریب حکم دے دیا کہ ان لکڑی کے انباروں میں جو پہلے سے اس کے پڑاؤ کے چاروں طرف جمع کیے تھے آگ لگا دی جائے۔ لکڑی کے ذخائر میں جب آگ لگا دی گئی تو سورج ڈھلنے سے پہلے ہی آگ کے پہاڑ چاروں طرف نظر آنے لگے۔ اس ہیبت ناک منظر کو دیکھ کر کفار اپنی جگہ سہم گئے۔ اور یزید کی جانب قلعہ سے نکل کر آئے۔ زوال آفتاب کے وقت یزید نے اپنی فوج کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ہی وقت میں ادا کی۔ دشمن پر حملہ کیا اور اس سے دست و گریبان ہو گئے۔

خالد بن یزید کا قلعہ پر حملہ:

دوسری طرف وہ جماعت جس روز یہاں سے روانہ ہوئی تھی اوّل روز اور اس کے دوسرے دن سہ پہر تک چلتی رہی عصر سے کچھ ہی پہلے اس نے دشمن پر اسی سمت سے اچانک حملہ کیا کہ جس کی طرف سے وہ بالکل بے خوف تھا' سامنے سے یزید پہلے ہی انہیں مصروف پیکار کر چکا تھا۔ مسلمانوں نے ایک دم ان کے پیچھے تکبیر کہی۔ اب کفار کو اپنے گھر جانے کا علم ہوا۔ سب کے سب گھبرا کر قلعہ کی طرف جھپٹے۔ مسلمان بھی برابر ان پر چڑھے چلے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے بلا شرط اپنے تئیں یزید کے حوالے کر دیا۔

جرجان کا تاراج:

یزید نے ان کے بیوی بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا۔ جنگجو آبادی کو تہ تیغ کر ڈالا۔ شاہراہ عام کے دائیں بائیں برابر دو فرسخ تک سب کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور بارہ ہزار کو اپنے ساتھ جرجان کی وادی اندر یز میں لایا۔ اپنی فوج میں منادی کر دی کہ جس شخص کو اپنے کسی عزیز یا دوست کا بدلہ لینا ہو وہ ان کفار سے لے لے۔ چنانچہ ایک ایک مسلمان نے چار چار پانچ پانچ کو اسی وادی میں قتل کیا۔ ان کے خون سے وادی کا پانی سرخ ہو گیا۔ اس ندی پر پن چکی بھی تھی اس میں آٹا پیسا گیا اور اسی خون سے گوندھا گیا۔ اس کی روٹی پکی اور اپنی قسم پوری کرنے کے لیے یزید نے انھیں روٹیوں کو کھایا اور پھر شہر جرجان تعمیر کیا۔

بعض ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ یزید نے چالیس ہزار کفار کو اس روز تہ تیغ کیا۔ اس وقت تک وہاں کوئی باقاعدہ تعمیر شدہ شہر نہ تھا۔ اس سے فارغ ہو کر یزید جہم بن زحر الجعفی کو جرجان کا عامل مقرر کر کے خود خراسان واپس آ گیا۔

مگر ہشام بن محمد کی اس سارے واقعہ کے متعلق حسب ذیل روایت ہے۔

جرجان کے بارے میں ہشام کی روایت:

وہ کہتے ہیں کہ یزید نے جہم بن زحر کو چار سو فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ لوگ اس مقام پر پہنچ گئے جس کا راستہ انھیں بتایا گیا تھا۔ یزید نے انھیں یہ حکم دے دیا کہ جب تم جرجان پہنچ جاؤ تو صبح تک انتظار کرنا۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے شہر کے دروازے پر آنا۔ ادھر سے میں ساری فوج کے ساتھ شہر کے دروازے کے سامنے موجود رہوں گا۔ غرض کہ جب جہم شہر میں داخل ہو گئے تو اس وقت تک تو چپ چاپ رہے جب تک وہ وقت نہ آ گیا جس میں کہ یزید نے دھاوا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ وقت موجود پر جہم اپنی فوج کو لے کر بڑھے۔ جو محافظ سامنے آیا اسے موت کے گھاٹ اتارا۔ تکبیر کی آواز نے کفار کے ایسے اوسان خطا کیے کہ جس کی نظیر نہیں۔ اس تمام کارروائی کی خبر کفار کو اس وقت ہوئی جب کہ مسلمانوں نے ان میں پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ کفار کے ہوش وحواس باختہ ہو گئے اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' بیشتر تو اس بدحواسی کے عالم میں بھوچکوں کی طرح ادھر ادھر بھاگے البتہ ایک تھوڑی سی جماعت نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور جہم کی طرف بڑھی جنگ ہوئی۔ اس میں جہم کا ایک ہاتھ پچی ہو گیا۔ مگر وہ اور اس کے ساتھی برابر مقابلہ پر اڑے رہے اور تھوڑی دیر میں کفار کی جماعت کا تقریباً صفایا کر دیا۔

باہر کی طرف سے جب یزید نے شہر میں مسلمانوں کی تکبیر کی آواز سنی وہ فوراً شہر کے دروازہ کی طرف لپکا۔ اب یہاں کوئی محافظ نہ تھا جو مدافعت کرتا کیونکہ انہیں تو جہم نے اپنے راز سے مصروف رکھا تھا۔ اسی وقت بغیر کسی شدید مزاحمت کے یزید شہر میں داخل ہو گیا۔ جس قدر جنگ جو اس میں تھے انہیں باہر نکال لایا۔ شاہراہ اعظم کے دونوں جانب دو فرسخ تک ان کے لیے پھانسی کی ٹکٹکیاں کھڑی کی گئیں اور اس طرح مسلسل چار فرسخ تک کفار کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ ان کے اہل وعیال کو یزید نے لونڈی غلام بنا لیا۔ اور تمام مال ومتاع پر قبضہ کر لیا۔

یزید بن المہلب کا سلیمان بن عبدالملک کے نام خط:

اور سلیمان بن عبدالملک کو یہ خط لکھا: حمد وصلوٰۃ کے بعد! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک عظیم الشان فتح دے کر بڑا ہی احسان کیا ہے اس لیے ہم اپنے رب کا شکر کرتے ہیں۔ آپ کی خلافت کے عہد میمون میں اللہ تعالیٰ نے جرجان اور طبرستان کو فتح کرایا حالانکہ یہ وہ ملک ہے کہ جن کے مقابلہ میں سابور اعظم کسریٰ بن قباذ کسریٰ بن ہرمز۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد جو اور خلیفہ ہوئے سب عاجز رہے اور فتح نہ کر سکے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد مبارک میں ان ممالک کو فتح کرایا اور یہ اس کا مزید احسان واکرام ہے۔ مال غنیمت کو لوگوں پر مساویانہ تقسیم کر دینے کے بعد میرے پاس پانچواں حصہ بچا ہے۔

مغیرہ بن ابی قرہ کا یزید کو مشورہ:

جب یہ خط لکھا جا رہا تھا تو یزید کے کاتب مغیرہ بن ابی قرہ بنی سدوس کے آزاد غلام نے کہا کہ آپ روپیہ کی صحیح تعداد اس خط میں نہ لکھئے ورنہ اس سے دو باتیں پیدا ہوں گی' یا تو وہ اس رقم کو زیادہ سمجھیں گے اور آپ کو حکم دیں گے کہ لے آؤ' یا اس بناء پر وہ آپ سے ناراض ہو جائیں گے اور اس کے لانے کی اجازت دے دیں گے مگر پھر اور مانگیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر جو کچھ آپ انہیں ارسال کریں گے وہ اسے کم سمجھیں گے اور میں خوب اس بات کو جانتا ہوں کہ اس تعداد میں آپ نے ایک پائی باقی نہیں رکھی ہے بلکہ کل رقم لکھ دی ہے۔ علاوہ بریں یہ رقم جو آپ نے بتائی ہے' یہ ان کے سپاہوں میں ہمیشہ آپ کے نام باقی واجب الادا لکھی رہے گی۔ اگر کوئی

گورنر آپ کے بعد آیا تو وہ اس کا آپ سے مطالبہ کرے گا اور اگر کوئی ایسا شخص جو آپ کا مخالف ہوگا تو وہ اس کی دوگنی رقم سے بھی راضی نہ ہوگا اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس خط کو آپ روانہ نہ کریں۔ بلکہ اپنے خط میں صرف فتح کی خبر لکھ دیں۔ دربار خلافت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگیں اور پھر بالمشافہ جو کچھ آپ کو بتانا ہو بتا دیجیے گا۔ اور پھر بھی اس رقم کے زیادہ بتانے سے کم بتانا آپ کے لیے زیادہ مناسب ہوگا مگر یزید نے اس بات کو نہ مانا اور وہی خط بھیج دیا۔ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ رقم کی تعداد چالیس لاکھ تھی۔

اسی سال ایوب بن سلیمان بن عبدالملک نے وفات پائی۔ شہر رے کے ایک ضعیف العمر شخص جنہوں نے یزید کو دیکھا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب جرجان فتح کر کے یزید رے پہنچا تو اسے ایوب کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ یزید باب الرے پر ابی صالح کے باغ میں سیر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے رجز یہ اشعار میں ایوب کی موت کی خبر یزید کو سنائی۔

مدینۃ الصقالبہ کی فتح:

اسی سال مدینۃ الصقالبہ فتح ہوا۔ اور داؤد بن سلیمان نے رومیوں کے علاقہ میں جہاد کر کے قلعہ مراۃ جو ملطیہ کے قریب واقع ہے مسخر کیا۔

امیر حج عبدالعزیز بن عبداللہ، عمال:

عبدالعزیز بن خالد بن اسید مکہ کے گورنر اس سال امیر حج تھے۔ اس سنہ میں مختلف علاقوں پر وہی لوگ عامل تھے جو ۹۷ ہجری میں تھے۔ البتہ بیان کیا گیا ہے کہ سفیان بن عبداللہ الکندی اس سنہ میں یزید کی طرف سے بصرہ کے عامل تھے۔

۹۹ھ کے واقعات

سلیمان بن عبدالملک کی وفات:

اسی سال سلیمان نے شہر دابق واقع علاقہ قنسرین میں بروز جمعہ بتاریخ ۲۰/صفر انتقال کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلیمان دو سال اور پانچ دن کم آٹھ ماہ خلیفہ رہا۔ بعض راویوں نے بیان کیا کہ دس صفر کو انتقال کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلیمان دو سال سات ماہ خلیفہ رہا۔ یہ بھی روایت ہے کہ دو سال آٹھ ماہ اور پانچ دن سلیمان کی مدت خلافت ہے۔

مدتِ حکومت:

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان نے ولید کے بعد تین سال خلافت کی۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ سلیمان نے بروز جمعہ بتاریخ ۱۰/صفر انتقال کیا اور دو سال آٹھ ماہ اس کی مدتِ خلافت ہے۔

سلیمان بن عبدالملک کی سیرت و کردار:

لوگ تذکرہ کرتے تھے کہ سلیمان کے خلیفہ ہوتے ہی ہمیں آرام و اطمینان نصیب ہوا۔ حجاج سے نجات ملی۔ سلیمان نے خلیفہ ہوتے ہی تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بڑا سخی تھا۔ لوگوں سے سلوک کرتا تھا۔ اور اسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بعد اپنا

جانشین مقرر کر دیا تھا۔

مفضل بن المہلب کہتے ہیں کہ دابق ہی میں ایک جمعہ کو میں سلیمان کے پاس گیا۔ سلیمان نے ایک لباس منگا کر زیب تن کیا مگر وہ لباس اسے پسند نہ آیا۔ پھر دوسرا منگوایا۔ یہ سبز سوتی کپڑے کا تھا جو یزید نے اس کے لیے منگوایا تھا۔ سلیمان اسے پہنا۔ عمامہ باندھا اور مجھ سے پوچھا کیا تمہیں یہ لباس اچھا معلوم ہوتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! سلیمان نے اپنے دونوں بازو ننگے کیے اور کہنے لگا کہ میں ایک بہادر اور نوجوان فرمانروا ہوں پھر جمعہ کی نماز پڑھی۔ مگر اس کے بعد انہیں پھر جمعہ پڑھنا نصیب نہ ہوا۔ وصیت نامہ لکھا۔ ابن ابی نعیم مہر دار خلافت کو بلا کر اس پر مہر ثبت کر دی۔

بعض علمائے سیر نے بیان کیا ہے کہ سلیمان نے ایک روز سبز لباس زیب تن کیا اور سبز ہی عمامہ باندھا۔ اور آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر کہا کہ میں ایک بڑا مقتدر اور طاقتور فرمانروا ہوں۔ مگر اس کے بعد صرف ایک ہفتہ سلیمان اور زندہ رہا۔

سلیمان کی باندی کے اشعار:

ایک روز سلیمان کی ایک لونڈی نے اس کی طرف نظر کی۔ سلیمان نے کہا کیا دیکھتی ہے۔ اس پر اس نے یہ دو شعر پڑھے:

انت خیر المتاع لو کنت تبقی غیر ان لا بقاء لانسان تبقی

لیس فیما علمته فیك عیبٌ کان فی الناس غیر انك فان

ترجمہ: ''تو بہترین دولت ہے۔ کاش تجھے بقا ہوتی۔ مگر مجبوری ہے کسی انسان کے لیے بقا دوام نہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے تجھ میں وہ کوئی عیب نہیں جو اور لوگوں میں ہوتے ہیں۔ بجز اس کے کہ تو بھی فانی ہے''۔

یہ سنتے ہی سلیمان نے اپنا عمامہ اتار ڈالا۔ سلیمان بن حبیب المحاربی سلیمان کے قاضی تھے اور ابن ابی عیینہ اسلاف کے قصے اس سے بیان کرتے تھے۔

رومی قیدیوں کا قتل:

رؤبتہ بن العجاج بیان کرتے ہیں کہ جب سلیمان حج کرنے گیا تو تمام درباری شعراء بھی اس کے ساتھ تھے میں بھی ساتھ تھا جب ہم سب حج کر کے مدینہ واپس آئے تو چار سو رومی قیدی سلیمان کے سامنے پیش کیے گئے۔ اس روز سلیمان سے سب سے زیادہ قریب حضرت عبداللہ بن الحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے سب سے پہلے ان رومی قیدیوں کا سردار سامنے لایا گیا۔ سلیمان نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اسے قتل کیجیے۔ یہ تیار ہوئے مگر کسی نے انہیں تلوار نہیں دی۔ آخر کار ایک پہرہ دار سپاہی نے اپنی تلوار انہیں دی آپ نے ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار سر کو کاٹتی ہوئی بازو تک اتر گئی بلکہ ان زنجیروں سے جن سے وہ جکڑ بند تھا کچھ حلقے بھی کٹ گئے۔ سلیمان کہنے لگا کہ اس وار کی خوبی کچھ تلوار کی تیزی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ یہ غیرت اور عصبیت نسل و خاندان کا نتیجہ تھا۔ اس کے بعد اور قیدیوں کو اس نے اپنے عمائدین کے سپرد کرنا شروع کیا کہ وہ قتل کریں۔ اسی طرح ایک قیدی جریر کو دیا گیا۔ بنوعبس نے چپکے سے ایک تلوار جو سفید نیام میں خوابیدہ تھی جریر کو دے دی جریر نے بھی ایک ہی وار میں امید کا کام تمام کر دیا۔

ایک رومی اسیر اور فرزوق:

اب فرزوق کی باری آئی۔ ایک قیدی اس کے بھی حوالے کیا گیا۔ کوئی اور تلوار اسے نہ ملی۔ بنوعبس نے ایسی ناکارہ تلوار سازش کر کے اسے دلوائی کہ فرزوق نے کئی وار کیے مگر اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔ اس پر سلیمان اور تمام لوگ ہنسنے لگے۔ خاص کر سلیمان کے ماموں بنوعبس نے اس کی اس ذلت پر خوب بغلیں بجائیں۔ فرزوق نے تلوار پھینک دی' سلیمان سے معذرت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' ورقاء کی تلوار بھی خالد کے سر سے اسی طرح اُچٹ گئی تھی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ورقاء بن زہیر بن جذیمۃ العبسی نے خالد بن جعفر بن کلاب کے اس وقت تلوار ماری جب کہ خالد اس کے باپ زہیر پر چڑھا بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر چکا تھا کہ اتنے میں ورقاء آیا' اور اس نے خالد کے سر پر تلوار کا ہاتھ مارا مگر اس کا کچھ نہ کر سکا۔ اس حالت یاس میں ورقاء نے دو شعر بھی کہے تھے۔ اس طرح اس موقع پر فرزوق نے بھی کچھ شعر کہے۔

ایک روز سلیمان دابق میں کسی جنازہ میں شریک ہوا۔ متوفی ایک باغ میں دفن کیا گیا۔ سلیمان نے اس جگہ کی مٹی ہاتھ میں اٹھائی اور کہنے لگا کہ یہ کس قدر عمدہ مٹی ہے۔ قضاء الٰہی دیکھئے کہ ایک جمعہ بھی مشکل سے گزرا تھا کہ سلیمان بھی اسی قبر کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔